خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2022ء

جلد20

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

خطبات مسرور

(جلد20)

Khutbat-e-Masroor – Volume 20 (Urdu)

A collection of Friday Sermons delivered by
Hazrat Mirza Masroor Ahmad Khalifatul-Masih V aba
in 2022

First published in the UK in 2023

© Islam International Publications Limited

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed at:

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-205-6 (set vol. 13-20)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وقت کی آواز

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ جس شخص کو خلافت پر کھڑا کرتا ہے وہ اس کو زمانہ کے مطابق علوم بھی عطا کرتا ہے..... اسے اپنی صفات بخشتا ہے۔"

("الفرقان" مئی، جون 1967ء صفحہ 37)

ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں وقت کے امام کو پہچاننے کی توفیق دی، اس خدائے رب رحمٰن کا سراسر فضل واحسان ہے کہ اس نے ہمیں خلافت کے نظام میں شامل کیا، ہمیں ایک خلیفہ عطا کیا جو ہمارے لئے درد رکھتا ہے، ہمارے لئے اپنے دل میں پیار رکھتا ہے، اس خوش قسمتی پر جتنا بھی شکر کیا جائے کم ہے۔ اس شکر کا ایک طریق یہ بھی ہے کہ جہاں ہم اپنے اس پیار کرنے والے کے لئے دن رات دعائیں کرتے رہیں وہاں ہم خدا کے اس خلیفہ کی آواز کو سنیں، اور اس پر عمل کریں۔ کیونکہ اس کی آواز کو سننا باعثِ ثواب اور اس کی باتوں پر عمل کرنا دین و دنیا کی بھلائی کا موجب ہے۔ اس کی آواز وقت کی آواز ہے، زمانے کی ضرورت کے مطابق خدا کی خاص رہنمائی کے تابع یہ بندہ بولتا ہے۔ خدائی تقدیروں کے اشاروں کو دیکھتے ہوئے وہ دنیا کی رہنمائی کرتا ہے۔ الٰہی تائیدات و نصرت اس کے شامل حال ہوتی ہے اور خدائی صفات اس کے اندر جلوہ گر ہوتی ہیں۔ خطباتِ مسرور کی اس جلد میں ہم اس امام ہمام کی قیمتی اور زریں نصائح ملاحظہ کر سکیں گے۔

خطبات مسرور کی یہ جلد 20 جو سال 2022ء کے خطبات پر مشتمل ہے۔ اس جلد میں آپ اخلاقی، روحانی تربیت اور ان کے علمی و عملی معیار کو بہتر سے بہتر کرنے کے لئے بہترین نصائح پر مشتمل تفصیلی رہنمائی پائیں گے۔

اس جلد میں وقف جدید اور تحریک جدید کے سالوں کے بابرکت اختتام اور سالِ نو

کے اعلان کے موقع پر دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلصین جماعت احمدیہ کی مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ بھی ہے۔ یوم مصلح موعودؓ کے حوالہ سے ''وہ علوم ظاہر و باطنی سے پر کیا جائے گا'' کے مصداق کے طور پر حضرت مصلح موعودؓ کے حیرت انگیز علمی کارناموں کی کچھ تفصیل کا بیان ہے۔

مختلف مقامات پر قرآن کریم کی تفسیر، احادیث مبارکہ نبویہ کی تشریح اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی شان و عظمت کا پاکیزہ و معطر تذکرہ بھی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ پاکیزہ سیرت اور خلافت کی نعمت اور تائیدات الٰہی کی ایک جھلک کی تفصیل بھی اس جلد میں موجود ہے۔

مختلف مقامات پر قرآن کریم کی تفسیر، احادیث مبارکہ نبویہ کی تشریح اور حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کی سیرت اور آپ ﷺ کی شان و عظمت کا پاکیزہ و معطر تذکرہ بھی ہے۔ اور خاص طور پر جنگ بدر میں شامل ہونے والے عشق و وفا کے پیکر جاں نثار صحابہؓ کی سیرت و سوانح کے بیان کے تسلسل میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی تفصیلی سیرت و سوانح کا بیان ہے۔ جو کسی بھی خلیفہ کی جانب سے اتنی تفصیل کے ساتھ پہلی بار ہو رہا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح کے امریکہ کے تاریخی بابرکت دورہ کی تفصیل بھی موجود ہے۔ اور خاص طور پر صیحون میں مسجد ''فتح عظیم'' کے افتتاح کا تاریخی بابرکت بیان بھی صداقت احمدیت کا ایک روشن نشان ہے۔

دوران سال اپنے خدا کے حضور حاضر ہونے والے ان خوش نصیبوں کا بھی ذکر ہے جو اپنے پیارے امام کی خوشنودی کا جھومر اور تاج اپنے سروں پر سجائے ہوئے خدا کے حضور حاضر ہوئے ان کا ذکر خیر خدا کے اس خلیفہ نے بڑی محبت سے اپنے خطبات میں کیا۔

ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خلاصہ جات خطبات مسرور سال2022ء

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
1	07 جنوری2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	1-15
تحریکِ وقفِ جدید کے چونسٹھ ویں سال کے دوران جماعتہائے احمدیہ کی طرف سے ایک کروڑ بارہ لاکھ ستہتر ہزار پاؤنڈ کی بے مثال قربانی۔ وقفِ جدید کے پینسٹھ ویں سال کے آغاز کا اعلان، چندے کے مصارف اور دنیا بھر میں بسنے والے احمدیوں کی قربانی کے واقعات کا عمومی تذکرہ۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
2	14 جنوری2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	16-30
خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ اسیران کے بارے میں دعا کی تحریک کہ اللہ رہائی کے سامان پیدا فرمائے مکرم چودھری اصغر علی کلار صاحب مرحوم اسیر راہِ مولیٰ، مکرم مرزا ممتاز احمد صاحب کارکن وکالت علیاربوہ اور مکرم کرنل ریٹائرڈ ڈاکٹر عبد الخالق صاحب سابق ایڈمنسٹریٹر فضلِ عمر ہسپتال کا ذکرِ خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
3	21 جنوری2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	31-45
خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی تاریخ میں یہ ذکر ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے صحابہ میں دو مرتبہ مؤاخات قائم فرمائی۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
4	28 جنوری2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	46-59
خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ غزوۂ بنو نضیر، غزوۂ بدر الموعد، غزوۂ بنو مصطلق، واقعۂ اَفک اور غزوۂ احزاب کا تذکرہ مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مختار احمد گوندل صاحب، مکرم میر عبد الوحید صاحب اور مکرم سید وقار احمد صاحب آف امریکہ کا ذکرِ خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
5	04 فروری2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	60-71
ابنِ ابی قحافہ کی مثال فرشتوں میں میکائیل کی مانند ہے (الحدیث) آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ غزوۂ بنو قریظہ، صلح حدیبیہ، سریہ ابو بکر بطرف بنو فزارہ،			

سریہ ابو بکر بطرف نجد اور غزوۂ فتح مکہ کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
6	11 فروری 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	72-84

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ غزوۂ حُنَین، غزوۂ طائف اور غزوۂ تبوک کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
7	18 فروری 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	85-97

پیشگوئی مصلحِ موعود کے مصداق حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا ایمان افروز بیان۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم سے ایسا پُر کیا کہ آپ کی باون سالہ زندگی اس پر گواہ ہے کہ چاہے وہ دینی مضامین کا سوال ہو یا کسی دنیاوی مضمون کا، جب بھی آپ کو کسی موضوع پر لکھنے اور بولنے کا کہا گیا آپ نے علم و عرفان کے دریا بہا دیے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
8	25 فروری 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	98-111

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا۔ حضرت ابو بکرؓ نے انصار کو فرمایا امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر۔ دنیا کے موجودہ حالات میں احمدیوں کو دعاؤں کی تحریک خدا کرے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں اور اپنی دنیاوی خواہشات کی تسکین کے لیے انسانوں کی جانوں سے نہ کھیلیں۔ محترم خوشی محمد صاحب شاکر مربی سلسلہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
9	04 مارچ 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	112-125

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ دنیا کے فکر انگیز حالات اور ایٹمی جنگ کے خدشہ کے پیشِ نظر درود شریف پڑھنے، استغفار کرنے اور دعائیں کرنے کی تحریک۔ مکرم ابوالفرج الحصنی صاحب آف شام کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
10	11 مارچ 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	126-141

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ دنیا کے فکر انگیز حالات، امتِ مسلمہ کو اس جنگ سے سبق حاصل کرتے ہوئے اکائی حاصل کرنے کی تلقین۔ اسیر راہِ مولیٰ مکرم محمود اقبال ہاشمی صاحب آف لاہور کی والدہ محترمہ سیدہ قیصرہ ظفر ہاشمی صاحبہ کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
11	18 مارچ 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	142-157

خلافت کی برکات میں سے ہے کہ شریعت کو قائم کرے۔ خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔

دنیا کے فکر انگیز حالات میں دعائیں کرنے کی تحریک۔ سابق پرنسپل جامعہ احمدیہ کینیڈا و سابق مبلغ انچارج کینیڈا مکرم و محترم مولانا مبارک نذیر صاحب کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
12	25 مارچ 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	158-172

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت مبارکہ سے حضرت مصلح موعودؓ کے بیان فرمودہ بعض ایمان افروز واقعات اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کی بیعت کا حق ادا کرنے والے بھی بنیں اور آپ کے پیغام کو دنیا میں پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کے وارث بھی بنیں۔ بے وفاؤں میں نہ ہوں بلکہ وفاداروں میں ہمارا شمار ہو۔ کُردی زبان میں پہلی احمدیہ ویب سائٹ کے اجرا کا اعلان دنیا کے حالات کے بارے میں دعاؤں کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
13	01اپریل 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	173-186

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ آیاتِ قرآنیہ، احادیثِ نبویہؐ، کتبِ تفاسیر قرآن اور تاریخ اسلام نیز ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے احمدیت کی روشنی میں اسلام میں قتلِ مرتد کی سزا کے عنوان پر سیر حاصل بحث۔ مکرم محمد بشیر شاد صاحب ریٹائرڈ مربی سلسلہ (امریکہ)، مکرم رانا محمد صدیق صاحب سیالکوٹ اور مکرم ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب اسلام آباد کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
14	08اپریل 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	187-199

رمضان المبارک میں دعا کی اہمیت نیز قبولیتِ دعا کے عوامل و شرائط پر سیر حاصل بیان۔ دنیا کے حالات کے پیشِ نظر دعاؤں کی تحریک۔ بدری صحابہؓ کے بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد فرمودہ معرکہ آرا خطباتِ جمعہ پر مشتمل ایم ٹی اے کی تیار کردہ ویب سائٹ www.313companions.org کا اجرا۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
15	15اپریل 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	200-209

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ فتنۂ ارتداد اور بغاوت کے دوران بجھوائی جانے والی مہمات کا تذکرہ۔ ابو بکرؓ جغرافیہ کا دقیق علم رکھتے تھے اور زمین کے نشانات اور انسانی آبادیوں اور جزیرۃ العرب کے راستوں سے بخوبی واقف تھے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
16	22اپریل 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	210-223

رمضان المبارک کی مناسبت سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاداتِ مبارکہ کی روشنی میں جماعت کو

خالص تقویٰ کے حصول کی نصیحت ”اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی ہے، جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں، خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے۔ حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہو سکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
17	29اپریل2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	224-238

رمضان المبارک میں کی جانے والی نیکیاں سارا سال جاری رکھنے کی تلقین۔ ”ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لیے جہاں ایمان میں مضبوطی ضروری ہے وہاں علمی اور عملی ترقی بھی ضروری ہے۔ دنیا کے عمومی حالات نیز اسیرانِ راہ مولیٰ اور پاکستان و دیگر ممالک میں مخالفت برداشت کرنے والے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک۔ محترم عبدالباقی ارشد صاحب (چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ یوکے) کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
18	06مئی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	239-250

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ خلافتِ اولیٰ میں باغی مرتدین کے خلاف کی جانے والی مہمات میں سے چند ایک کا تفصیلی تذکرہ۔ مکرمہ صابرہ بیگم صاحبہ اہلیہ رفیق احمد بٹ صاحب آف سیالکوٹ اور مکرمہ ثریا رشید صاحبہ اہلیہ رشید احمد باجوہ صاحب آف کینیڈا کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
19	13مئی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	251-261

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ سجاح بنت حارث اور مالک بن نُوَیرہ کے خلاف کی جانے والی مہمات کا تفصیلی تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
20	20مئی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	262-275

خلیفۂ راشد صدیقِ اکبر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کمالات اور مناقبِ عالیہ۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف ہونے والے معرکۂ یمامہ کے محرکات اور حالات و واقعات۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
21	27مئی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	276-288

یومِ خلافت کی مناسبت سے خلافت حقہ اسلامیہ احمدیہ کی اہمیت و برکات نیز خلافت کے ساتھ الٰہی تائیدات کے نظاروں کا مختصر تذکرہ۔ خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ لوگ جو خلافت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ جڑے رہیں اور اپنی نسلوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہیں۔ ہر احمدی کا خلافت سے بھی اخلاص و وفا کا تعلق ہونا چاہیے۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
22	03جون2022ء	بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن، لندن، یوکے	289-300

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ جنگِ یمامہ کے حالات و واقعات کا تفصیلی بیان۔

مسیلمہ کذاب کے قتل کے واقعہ کا بیان۔ مخالفانہ حالات کے باعث پاکستان، الجزائر اور افغانستان کے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
23	10جون2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	301-312

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ جنگِ یمامہ کے حالات و واقعات کا تفصیلی بیان۔ مسیلمہ کذاب کے قتل کے واقعہ کا بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
24	17جون2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	313-324

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
25	24جون2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	325-338

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
26	یکم جولائی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	339-350

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دَور خلافت میں باغیوں اور مرتدین کے خلاف ہونے والی نویں اور دسویں مہم کا تفصیلی تذکرہ۔ حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کی روشنی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے وقت سمندر پھٹنے کے معجزہ کے بارہ میں تفصیلی بیان۔ بحرین اور یمن کے علاقوں میں مسلمانوں کے لشکروں کی باغیوں اور مرتدین کے خلاف حاصل ہونے والی شاندار فتوحات کا ذکر۔ مکرم Dicku زکریا صاحب شہید اور مکرم Dicku موسیٰ صاحب شہید آف برکینا فاسو، مکرم محمد یوسف بلوچ صاحب آف بستی صادق پور (عمر کوٹ)، عزیزہ مبارزہ فاروق (واقفۂ نَو) ربوہ اور مکرم آنزومانا واترا (Aanzumana Wattara) صاحب (معلم سلسلہ آئیوری کوسٹ) کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
27	08جولائی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	351-361

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دَور خلافت میں باغیوں اور مرتدین کے خلاف ہونے والی گیارھویں مہم کا تفصیلی ذکر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
28	15جولائی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	362-373

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
29	22جولائی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	374-385
جنگِ ذات السلاسل میں مسلمانوں کی فتح کی وجہ کا بیان۔ آنحضرت ﷺ کے عظیم المرتبت خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں باغی مرتدین کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
30	29جولائی2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	386-402
خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دور میں دشمنانِ اسلام کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔ جلسہ سالانہ برطانیہ کے شاملین و کارکنان کے لیے دعا کی تحریک۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
31	05اگست2022ء	حدیقۃ المہدی۔ آلٹن (ہیمپشر) یوکے	403-410
جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء کے موقع پر میزبانوں اور مہمانوں کو اپنے اپنے فرائض ادا کرنے کی بابت زرّیں نصائح۔ ایامِ جلسہ میں عمومی دعاؤں کے ساتھ ساتھ درود شریف پڑھنے کی تحریک۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
32	12اگست2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	411-425
جلسہ سالانہ برطانیہ 2022ء کے موقع پر دنیا بھر سے جلسہ میں شامل ہونے والے احمدی اور غیر از جماعت مہمانوں کے تاثرات۔ کارکنان اور خدمت گاروں کا شکریہ۔ محترمہ نصرت قدرت سلطانہ صاحبہ اہلیہ مکرم قدرت اللہ عدنان صاحب آف کینیڈا، چودھری لطیف احمد جھمٹ صاحب (واقفِ زندگی) اور مکرم مشتاق احمد عالم صاحب کا ذکرِ خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
33	19اگست2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	426-439
خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں سلطنتِ روم کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔ نصیر احمد صاحب شہید ابن عبد الغنی صاحب (ربوہ) کی شہادت پر ان کا ذکرِ خیر۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
34	26اگست2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	440-453
خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور میں سلطنتِ روم کے خلاف ہونے والی مہمات کا تذکرہ۔			
خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
35	02ستمبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	454-467
دمشق کی فتح کی خبر جب مدینہ بھیجی گئی تو اُس وقت حضرت ابو بکرؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ خلیفہ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بابرکت دَور کے آخری معرکہ یعنی فتح دمشق کا تفصیلی تذکرہ۔			

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
36	09 ستمبر 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	468-482
خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا بیان۔			
37	16 ستمبر 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	483-494
خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعض کارناموں، اوّلیات اور مناقبِ عالیہ کا ایمان افروز بیان۔			
38	23 ستمبر 2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	495-507
خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقبِ عالیہ کا ایمان افروز بیان۔ مکرم سمیع اللہ سیال صاحب وکیل الزراعت تحریکِ جدید انجمن احمدیہ ربوہ اور مکرمہ صدیقہ بیگم صاحبہ کی وفات پر ان کا ذکرِ خیر۔			
39	30 ستمبر 2022ء	بمقام مسجد فتح عظیم، زائن، یو ایس اے	508-516
ڈوئی کے عبرت ناک انجام کی تفصیل۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہونے والی فتح کو مستقل تبلیغ اور دعاؤں سے دائمی کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے مسلمانوں کو بھی دینِ واحد پر جمع کر کے ان کے اندر سے تمام بدعات کو ختم کرنا ہے اور غیر مسلموں کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آشنا کروا کر انہیں خدائے واحد کی عبادت کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا بنانا ہے۔ مسجد فتح عظیم صیحون امریکہ کے افتتاح کے موقع پر احباب جماعت کو مساجد کے حقوق ادا کرنے نیز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی تلقین۔			
40	07 اکتوبر 2022ء	مسجد بیت الاکرام، Dallas، ٹیکساس، یو ایس اے	517-526
مسجد بیت الاکرام ڈیلس (Dallas) امریکہ کے افتتاح کے موقع پر احبابِ جماعت کو بطور احمدی مسلمان اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی تلقین۔ اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی... اس مسجد کو آباد رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔			
41	14 اکتوبر 2022ء	مسجد بیت الرحمٰن، میری لینڈ، یو ایس اے	527-536
حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے۔۔ ہم اگر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے کلمہ کا حق ادا کرنے والے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری عاجزانہ دعاؤں اور نیک اعمال کی وجہ سے دنیا کو بچا لے گا۔ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہمیں سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کا حق ادا کرنے کے لیے اپنی روحانی و اخلاقی حالتوں میں بہتری پیدا کرنے کی تلقین۔			

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
42	21اکتوبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	537-549

دورۂ امریکہ کے احمدیوں اور دیگر احباب پر اثرات، غیروں کے تاثرات اور دورے کے نتیجے میں نازل ہونے والے بے شمار الٰہی افضال کا ایمان افروز تذکرہ۔ امریکی اور انٹرنیشنل ذرائع ابلاغ میں دورے کی وسیع تشہیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
43	28اکتوبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے	550-562

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقبِ عالیہ کا احادیث کی روشنی میں ایمان افروز بیان۔ مکرم عبد الباسط صاحب(امیر جماعت انڈونیشیا)مکرمہ زینب رمضان سیف صاحبہ اہلیہ مکرم یوسف عثمان کامبالایہ صاحب(مربی سلسلہ تنزانیہ)، مکرمہ حلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم شیخ عبد القدیر صاحب درویش قادیان اور مکرمہ میلے انیسا اپیسائی صاحبہ (کیریباس) کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
44	04نومبر2022ء	مسجد مبارک اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	563-575

تحریکِ جدید کے اٹھاسیویں88 سال کے کامیاب اور بابرکت اختتام اور نواسیویں89 سال کے آغاز کا اعلان۔ اللہ کے فضل سے تحریک جدید کے مالی نظام میں جماعت کو16.4 ملین پاؤنڈز کی مالی قربانی کی توفیق ملی جو پچھلے سال سے گیارہ لاکھ پاؤنڈز زیادہ ہے۔ اس سال بھی جماعت جرمنی دنیا بھر کی جماعتوں میں اول نمبر پر ہے۔ مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے مخلص احمدیوں کی مالی قربانیوں کے ایمان افروز واقعات کا بیان۔ شعبہ تاریخ احمدیت جماعت یوکے کی ویب سائٹ (www.history.ahmadiyya.uk) کا اجرا۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
45	11نومبر2022ء	مسجد مبارک اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	576-587

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقبِ عالیہ کا احادیث کی روشنی میں ایمان افروز بیان۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
46	18نومبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	588-600

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ واقعہ افک کی تفصیل۔ حضرت مسیح موعودؑ کے کے ارشادات کی روشنی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مناقب کا بیان۔ مکرم محمد داؤد ظفر صاحب مربی سلسلہ رقیم پریس یوکے کے جنازہ حاضر کے ساتھ۔ محترمہ رقیہ شمیم بیگم صاحبہ اہلیہ مولانا کرم الٰہی ظفر صاحب مرحوم آف سپین اور محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ اہلیہ صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کا ذکر خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
47	25نومبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	601-614

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ حضرت ابو بکرؓ غریبوں اور مسکینوں پر بے حد مہربان تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کا ایمانی جرأت واستقلال واطاعت وعشق رسول ﷺ کا نمونہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
48	02دسمبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	614-628

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ حضرت ابو بکرؓ ہوں یا حضرت عمرؓ یہ سب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے کامل وفادار تھے۔ ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں حضرت ابو بکر و حضرت عمرؓ کے اوصاف کا تقابلی جائزہ۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
49	09دسمبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	629-641

خلیفۂ راشد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پُر معارف ارشادات کی روشنی میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے مناقب کا ایمان افروز بیان۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں سے آپؓ کے سوا کسی صحابی کا نام صدیق نہیں رکھا اور آپؓ کو اپنی زبان مبارک سے صدیق کا لقب عطا کیا۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابو بکرؓ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
50	16دسمبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	642-654

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایمان افروز ارشادات کی روشنی میں دعا کی حقیقت، آداب، ضرورت اور اس سے متعلق ہماری ذمہ داریوں کا بیان اچھے حالات میں بھی ہمیں دعا کی طرف توجہ رکھنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا لازمی ہے۔ اگر آپ خود بھی توجہ سے دعا کریں تو ہی میری دعاؤں کا بھی اثر ہو گا۔ پاکستان اور الجزائر کے احمدیوں کے لیے دعا کی تحریک۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
51	23دسمبر2022ء	مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے	643-667

قادیان اور بعض افریقن ممالک میں جلسہ سالانہ کے آغاز پر احباب جماعت کو ایمان و یقین اور اخلاص و وفا میں ترقی کرنے کی نصائح۔ حضرت مسیح موعودؑ کے الفاظ میں آپؑ کی بعثت اور قیام سلسلہ احمدیہ کے مقاصد کا تذکرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی تلقین۔ مکرم فضل احمد ڈوگر صاحب کا جنازہ حاضر اور مکرم ملک منصور احمد عمر صاحب ربوہ اور مکرم عیسیٰ جوزف صاحب آف گیمبیا کی نماز جنازہ غائب، مرحومین کا ذکرِ خیر۔

خطبہ نمبر	تاریخ	مقام	صفحہ
52	30دسمبر2022ء	مسجد بیت الفتوح، مورڈن، سرے، لندن	668-681

آنحضرت ﷺ کے چچا، عظیم المرتبت بدری صحابی حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اوصافِ حمیدہ کا بیان۔ دنیا کے بگڑتے حالات کے پیشِ نظر سالِ نَو کے آغاز پر خاص دعاؤں کی تحریک۔

1

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 07؍ جنوری2022ء بمطابق 07؍ صلح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

وَ مَثَلُ الَّذِیۡنَ یُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَہُمُ ابۡتِغَآءَ مَرۡضَاتِ اللّٰہِ وَ تَثۡبِیۡتًا مِّنۡ اَنۡفُسِہِمۡ کَمَثَلِ جَنَّۃٍۭ بِرَبۡوَۃٍ اَصَابَہَا وَابِلٌ فَاٰتَتۡ اُکُلَہَا ضِعۡفَیۡنِ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یُصِبۡہَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ۔ (البقرۃ:266)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے: اور ان لوگوں کی مثال جو اپنے اموال اللہ کی رضا چاہتے ہوئے اور اپنے نفوس میں سے بعض کو ثبات دینے کے لیے خرچ کرتے ہیں ایسے باغ کی سی ہے جو اونچی جگہ پر واقع ہو اور اسے تیز بارش پہنچے تو وہ بڑھ چڑھ کر اپنا پھل لائے اور اگر اسے تیز بارش نہ پہنچے تو شبنم ہی بہت ہو۔ اور اللہ اس پر جو تم کرتے ہو گہری نظر رکھنے والا ہے۔

اللہ کی رضا کیلئے خرچ:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی اللہ تعالیٰ کی راہ میں، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خواہش میں خرچ کرنے کی حالت کا نقشہ کھینچ رہا ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس لیے خرچ کرتے ہیں کہ ایک تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی راہ میں خرچ کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے والے بنیں۔ دوسرے اپنی قوم اور اپنے مشن کو مضبوط کریں۔ اس زمانے میں اسلام کی تعلیم اور تبلیغ کو پھیلانے کا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سپرد ہوا ہے اور آپؑ کے ماننے والوں کا بھی یہ فرض ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو پورا کرنے کے لیے جان، مال اور وقت قربان کریں۔

ہر زمانے میں اور ہر قوم میں آنے والے انبیاء اپنے ماننے والوں کو مالی قربانی کی تلقین کرتے رہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی یہ فرمایا ہے کہ تمہیں دین کی خدمت کے لیے دین کی راہ میں اپنے مال کا کچھ حصہ دینا چاہیے تبھی حقیقی ایمان کا پتہ چلتا ہے اور مومن یقیناً دین کی خاطر مالی قربانیاں کرتے ہیں اور ان قربانیوں کا مقصد کسی پر احسان نہیں ہوتا بلکہ خواہش ہوتی ہے تو یہ کہ ہمارا خدا کسی طرح ہم سے راضی ہو جائے۔ ہمارے نفس کو ثبات عطا ہو۔ ہم اپنے ایمان اور ایقان میں مضبوط ہوں۔ ہماری قوم ترقی کرنے والی ہو۔ ہم جس حد تک ممکن ہے اپنے مال سے بھی کمزوروں کو مضبوط کریں۔ جس مقصد کے لیے ہم نے اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی بیعت کی ہے اسے ہم حاصل کرنے والے بنیں۔

پس ایسے لوگ نفسانی سوچوں سے بالا ہو کر سوچتے ہیں۔ ان کا نفس انہیں قربانیاں کر کے اللہ تعالیٰ کی مرضی حاصل کرنے کی طرف توجہ دلاتا ہے اور پھر وہ قربانیوں کے اعلیٰ معیار حاصل کرتے ہیں یا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کی قربانیاں قبول فرماتا ہے۔ انہیں اپنے فضلوں سے نوازتا ہے۔

نیتوں کے مطابق اجر:

اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کا حال جانتا ہے، ہماری نیتوں کو جانتا ہے، اس لیے وہ یہ نہیں دیکھتا کہ کسی نے بڑی قربانی کی ہے یا چھوٹی۔ بڑی رقم دی ہے یا تھوڑی **بلکہ اللہ تعالیٰ تو نیتوں کے مطابق اجر دیتا ہے۔** اس لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاطر خرچ کرنے والوں کی مثال دو طرح کی ہے۔ ایک وَابِل کی یعنی موٹے قطروں والی تیز بارش کی اور دوسرے طَلّ کی یعنی کمزور ہلکی بارش بالکل پھوار جیسے پڑتی ہے یا شبنم کی۔ زیادہ کشائش رکھنے والا تو دین کی خاطر بہت خرچ کرتا ہے یا کر سکتا ہے لیکن غریب آدمی یہ حسرت رکھ سکتا ہے اسے خیال آسکتا ہے کہ یہ تو خرچ کر کے مالی قربانی میں بڑھ رہا ہے، امیر آدمی بڑی بڑی رقمیں دے کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا بن رہا ہے اور اس کا قرب حاصل کرنے والا بن گیا ہے یا بننے کی کوشش کر رہا ہے یا بن جائے گا۔ میرے پاس تو معمولی رقم ہے میں کس طرح اس کے برابر پہنچ سکتا ہوں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس طرح زرخیز زمین کو تھوڑی بارش یا شبنم سے بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے اسی طرح کشائش نہ رکھنے والے کی تھوڑی قربانی طلّ کا درجہ رکھتی ہے اور وہ بھی جو تھوڑی قربانی ہے پھل پھول لانے میں کم کردار ادا نہیں کرے گی۔ قربانیوں کا پھل تو اللہ تعالیٰ نے دینا ہے، ہر عمل کو پھل تو اللہ تعالیٰ نے لگانا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ تمہارے حالات اور تمہاری نیتیں جانتا ہے اس لیے وہ تمہاری تھوڑی قربانیوں کو بھی دوچند بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھ کر پھل لگائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر **فرمایا کہ آج ایک درہم ایک لاکھ درہم پر سبقت لے گیا۔** صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! یہ کس طرح ہوا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کے پاس دو درہم تھے اس نے اس میں سے ایک درہم کی قربانی کر دی اور ایک شخص کے پاس بے شمار دولت اور جائیداد تھی اس نے اس میں سے ایک لاکھ درہم کی قربانی دی۔

(سنن النسائی کتاب الزکاۃ باب جھد المقل حدیث 2528)

اس کی ایک لاکھ درہم کی قربانی اس کی دولت کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ **پس اللہ تعالیٰ تو نیتوں کو پھل لگاتا ہے** اور اس عمل کو پھل لگاتا ہے جو ان حالات میں کیے جاتے ہیں۔ غریب کی بھی تسلی فرما دی کہ یہ نہ سمجھو کہ تمہاری تھوڑی قربانیوں کی کوئی حیثیت نہیں بلکہ یہ تھوڑی قربانیاں بھی جہاں تمہارے ایمانوں کو مضبوط کرنے والی ہیں وہاں جماعت کی مضبوطی کے بھی سامان کرتی ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک جذبہ سے دی ہوئی قربانیاں ہی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہمارے ہر عمل پر نظر ہے پس اس مقصد کو ہمیں ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ جو کام بھی ہم نے کرنا ہے اس کی رضا کی خاطر کرنا ہے۔ اگر یہ سوچ بن جائے تو پھر ہی انسان اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا حقیقی وارث ٹھہرتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں تو زیادہ تر آپؑ کے ماننے والے غریب لوگ تھے لیکن قربانیوں میں اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان کی تعریف میں فرمایا کہ **"میں دیکھتا ہوں کہ صدہا لوگ ایسے بھی ہماری جماعت میں داخل ہیں** جن کے بدن پر مشکل سے لباس بھی ہوتا ہے۔ مشکل سے چادر یا پاجامہ بھی ان کو میسر آتا ہے۔ ان کی کوئی جائیداد نہیں۔ مگر ان کے لاانتہا اخلاص اور ارادت سے، محبت اور وفا سے طبیعت میں ایک حیرانی اور تعجب پیدا ہوتا ہے جو ان سے وقتاً فوقتاً صادر ہوتی رہتی ہے یا جس کے آثار ان کے چہروں سے عیاں ہوتے ہیں وہ اپنے ایمان کے ایسے پکے اور یقین کے ایسے سچے اور صدق و ثبات کے ایسے مخلص اور باوفا ہوتے ہیں کہ اگر ان مال و دولت کے بندوں، ان دنیوی لذات کے دلدادوں کو اس لذت کا علم ہو جائے تو اس کے بدلے میں یہ سب کچھ دینے کو تیار ہو جاویں۔" (ملفوظات جلد 10 صفحہ 306-307)

وفا، اخلاص کا غیر معمولی معیار:

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں "ہم دیکھتے ہیں کہ اس جماعت نے اخلاص اور محبت میں بڑی نمایاں ترقی کی ہے۔ بعض اوقات جماعت کا اخلاص، محبت اور جوشِ ایمان دیکھ کر خود ہمیں تعجب اور حیرت ہوتی ہے اور یہاں تک کہ دشمن بھی تعجب میں ہیں۔" (ملفوظات جلد 10 صفحہ 334)

پس وفا اور اخلاص میں ترقی اور جوش ایمان کا غیر معمولی معیار ایسا ہے جس کے عملی اظہار آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کے افراد میں ہمیں نظر آتے ہیں بلکہ اخلاص و وفا میں ترقی نومبائعین میں بھی اس حد تک ہے، ابھی ان کی تربیت کو تھوڑا عرصہ ہی ہوا ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ اس تھوڑے عرصے میں انہوں نے اس قدر ترقی کر لی ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق سے محبت کا تعلق اور خلافت سے وفا اور اخلاص کا معیار ایسا ہے کہ جیسا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ دشمن بھی تعجب میں ہے کہ یہ کیا چیز ہے جس نے ان میں یہ تبدیلی پیدا کی ہے۔ یہ ان پر یقیناً اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی نیک طبیعت اور سعادت مندی کو دیکھ کر ان پر فرمایا ہے۔ اس نیک طبیعت اور نیک فطرت اور بیعت کا حق ادا کرنے کا اظہار اور خلیفہ وقت سے وفا کے تعلق کے اظہار ان لوگوں کے قول و فعل سے ظاہر ہو رہے ہوتے ہیں۔

آج دنیا جب مادیت میں ڈوبی ہوئی ہے یہ لوگ مالی قربانیاں کر کے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کی جائے کیونکہ انہیں یہ ادراک حاصل ہو گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی ہے۔ پس کون ہے جو آج اس جماعت کے بارے میں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ خدائی وعدوں کے مطابق قائم ہوئی ہے یہ کہہ سکے کہ یہ کمزور ہو رہی ہے۔ **یہ جماعت تو قائم ہی پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے لیے ہوئی ہے** اور دشمنوں کا کوئی وار بھی اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پھل پھول رہی ہے۔

مالی قربانی کے واقعات:

مالی قربانی کا ذکر ہو رہا ہے تو اس حوالے سے میں چند واقعات بھی پیش کرتا ہوں کہ کس طرح لوگ قربانی

کر کے اپنے ایمان اور یقین کا اظہار کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ بھی ان کے ایمانوں کو کس طرح ثبات بخشتا ہے۔

سیرالیون افریقہ کا ایک علاقہ اس کے بھی ایک دُور دراز علاقے میں ایک شخص ہے اس کے بارے میں وہاں کے لوکل مشنری بیان کرتے ہیں کہ وہ دورے پر گئے تو مہینے کا آخر تھا۔ وہاں ایک جماعت کے احباب کو وقفِ جدید کی طرف توجہ دلائی۔ لوگ مسجد میں موجود تھے انہیں اس طرف توجہ دلائی تو وہاں کے امام شیخ عثمان نے جو رقم چندہ کے لیے جمع کی ہوئی تھی وہ دی اور یہ کہا کہ ہم اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکے اور ہماری دلی خواہش ہے کہ ہم اپنا ٹارگٹ اور وعدہ پورا کریں۔ اس وقت تو کوئی ذریعہ اور وسیلہ نہیں ہے۔

بہر حال معلم کو انہوں نے کہا کہ دعا کرا دیں۔ لوکل مشنری بیان کرتے ہیں مَیں نے دعا کرائی اور سب نے اونچی آواز میں آمین کہا۔ پھر میں واپس موٹر سائیکل پر بیٹھ کے اپنے مشن ہاؤس آ گیا۔ کہتے ہیں ابھی مَیں مشن ہاؤس نہیں پہنچا تھا کہ اسی امام کا مجھے فون آیا کہ میں آپ سے ملنے مشن ہاؤس آ رہا ہوں۔ میں بہت حیران ہوا کہ ابھی تو میں وہاں سے آ رہا ہوں ابھی فون بھی آ گیا ہے۔ جب وہ لوکل امام میرے پاس پہنچا تو کہتے ہیں کہ ہم نے جو دعا کی تھی اس کا یہ اثر ہوا کہ تھوڑی دیر کے بعد ہی ایک میرا رشتہ دار آیا اور جیب میں ہاتھ ڈال کے اس نے ایک لاکھ لیون میرے ہاتھ پہ رکھ دیے اور کسی معاملے میں مجھے بھی دعا کے لیے کہا۔ کہتے ہیں یہ دیکھ کے میں نے وہیں اللہ اکبر کے اونچے نعرے لگانے شروع کر دیے۔ وہ بندہ بڑا حیران ہوا کہ یہ تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو میں نے اسے بتایا کہ ہمارے وقفِ جدید کے چندے کا ایک وعدہ تھا اس میں کچھ رقم رہ گئی تھی۔ ابھی ہم دعا کر کے فارغ ہی ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھیج دیا اور یہ رقم مجھے بھیج دی اور اس امام شیخ عثمان نے وہ ساری رقم جو ایک لاکھ لیون کی تھی وہ **فوری طور پر آ کے وقفِ جدید کے چندے میں جمع کروادی۔** وہ رقم ان کے لحاظ سے بہت بڑی تھی گو کہ ہمارے لحاظ سے ان کی رقم بہت تھوڑی بنتی ہے۔ اگر اس کو convert کریں تو صرف ساڑھے چھ پاؤنڈ بنتے ہیں لیکن ان کی یہ بہت بڑی قربانی تھی جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہے۔ یہ ان کا اخلاص ہے کہ ضرورت اپنی بھی ہے لیکن جو بھی رقم آئی اپنے پاس نہیں رکھی وہ فوری طور پر آ کے جمع کروادی اور یہی وہ مثالیں ہیں جہاں ایک درہم ایک لاکھ درہم پر سبقت لے جاتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے پیار کی نظر ڈالی ہو گی۔ **پھر دیکھیں کہ قربانی کے یہ معیار ایک جگہ نہیں، مردوں میں نہیں عورتوں میں بھی دکھائی دیتے ہیں۔**

چاڈ ایک ملک ہے۔ یہاں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے بڑے مخلص جماعت میں پیدا ہو رہے ہیں۔ جماعت چاڈ کی اکثریت نومبائعین کی ہے۔ وہاں کے مبلغ کہتے ہیں کہ ایک ممبر خاتون اُمِّ ہانی ہیں۔ انہوں نے وقف جدید میں ستر ہزار فرانک کا وعدہ کیا۔ انتظام نہیں ہو سکا۔ ان کے پاس ایک اونٹ تھا۔ اس اونٹ کو ایک لاکھ ستر ہزار میں فروخت کر دیا اور **وقفِ جدید کا وعدہ بھی ادا کیا اور باقی بچی ہوئی رقم اپنے پاس نہیں رکھی وہ بھی مختلف چندوں میں دے دی۔**

پھر ٹوگو ایک اَور ملک ہے وہاں ایک احمدی ابراہیم ہیں۔ لوگوں کے جانوروں کو چَراتے ہیں۔

بکریاں وغیرہ چَراتے ہیں اور جو بھی آمد ہو اپنے حساب سے بڑی بڑھ چڑھ کر قربانی دیتے ہیں۔ وہاں انہوں نے وعدہ کیا اور پھر وعدہ پورا نہیں کر سکے۔ قریب ہی دریا ہے، دریا سے ریت لے جائی جاتی ہے اور انہوں نے پھر یہ **کیا کہ رات کو مزدوری کر کے ریت کے دو ٹرک بھرے اور اس سے جو آمد ہوئی وہ وقفِ جدید میں**، چندہ میں دے دی۔ کیوں اتنی محنت کی اور پھر یہ ہے کہ اتنی محنت کے بعد کوئی رقم بھی صرف اس لیے اپنے لیے نہیں رکھی کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا اب ان کو ادراک حاصل ہو گیا ہے۔ پھر مرد عورت یا بڑی عمر کے لوگوں کا سوال نہیں، نوجوانی میں قدم رکھنے والے بچوں کا بھی یہی حال ہے۔

بیلیز سینٹرل امریکہ کا ایک ملک ہے۔ ہزاروں میل کا یہاں سے فاصلہ ہے۔ وہاں کبھی خلیفۂ وقت نہیں گئے۔ سارے نئے احمدی ہیں لیکن سوچ ایک ہے۔ افریقہ کی سوچ ہو یا امریکہ کی یا جزائر کی یا ایشیا کی یہ ایک سوچ ہے اور یہ وہ انقلاب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پیدا کیا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک بچہ چودہ سال کی عمر کا ہے اس نے تحریکِ جدید کا چندہ ادا کیا۔ اس کا ذکر مَیں نے یہاں کر دیا۔ اس پر لوگوں نے اس کو بڑی مبارک بادیں دیں اور کینیڈا سے کسی نے اس کو دو سو ڈالر تحفہ بھی بھیجا کہ یہ تم نے قربانی کی ہے تو میری طرف سے انعام۔ اب اس بچے کا حال دیکھیں چودہ سال میں قدم رکھنے والا نوجوان بچہ ہے، یہاں ہو تو فوراً گیمیں خریدنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ اس نے کہا کہ مَیں نے اپنا سوشل سیکیورٹی کارڈ بنوانا تھا اس کے لیے مجھے تیس ڈالر کی ضرورت تھی اس لیے تیس ڈالر تو مَیں نے رکھ لیے باقی ایک سو ستر ڈالر جو ہیں مَیں پھر چندہ میں دے دیتا ہوں۔ غریب گھرانے کا لڑکا ہے۔ اس کو کہا بھی کہ یہ تم اپنے لیے رکھو، اپنے خرچ کے لیے رکھو۔ اصرار بھی کیا لیکن اس نے بڑے اصرار سے وہ سب رقم چندہ میں دی۔ اس بچے کا نام دانیال ہے۔ یہ ہے دین کو دنیا پر مقدم کرنا۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ سوچ اس بچے میں ہمیشہ قائم رہے اور اس دنیاداری کے ماحول سے اللہ تعالیٰ اس بچے کو بچا کے رکھے۔

پھر جیکا ایک اَور ملک ہے۔ اور یہ جو ایک خادم کا ذکر کر رہا ہوں ان کا نام یٰسین صاحب ہے۔ عرصے سے بے روزگار تھے۔ گلیوں میں کوئی چھوٹی موٹی چیزیں بیچ کے، ٹافیاں چاکلیٹ وغیرہ بیچ کے گزارہ کرتے تھے لیکن اس حالت میں بھی ان کو فکر لگی ہوتی تھی کہ مَیں نے مالی قربانی کرنی ہے۔ وقفِ جدید کے چندے کا مَیں نے وعدہ کیا ہے اور سال ختم ہو رہا ہے اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔ آخر ایک دن وہ شام کو دسمبر کے بالکل آخر میں مشنری کے پاس آئے اور کہا کہ آج چار سو جمیکن ڈالر مجھے آمدنی ہوئی ہے۔ اس میں سے پچیس فیصد نکال کے اب مَیں سو ڈالر آپ کو وقفِ جدید کا چندہ دے رہا ہوں۔

پھر ایک غریب ملک کے احمدی کے اخلاص و وفا اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی محبت جذب کرنے کی غیر معمولی مثال دیکھیں۔ لوگ کہتے ہیں یہ اَن پڑھ لوگ ہیں، غریب ہیں لیکن یہ لوگ پڑھے لکھے لوگوں سے زیادہ دین کا ادراک رکھنے والے ہیں اور دل کے امیر ہیں۔

گنی کناکری ملک ہے۔ مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ وقفِ جدید کے مالی سال کے آخری عشرے میں

وقفِ جدید کی اہمیت اور اس کی برکات پر خطبہ دیا اور مَیں نے جو مختلف خطبات دیے ہوئے تھے ان کے اقتباسات بھی پیش کیے، جماعت کو مالی قربانی کی تلقین کی، توجہ دلائی۔ کہتے ہیں خطبہ کے اختتام پر ایک غریب مگر نہایت مخلص احمدی موسیٰ صاحب نے اپنی جیب میں موجود رقم تقریباً دو لاکھ اٹھارہ ہزار پانچ سو فرانک گنی نکال کر وقفِ جدید میں ادا کر دی۔ جب مَیں نے ان سے استفسار کیا کہ بڑی رقم آپ نے دی ہے، گذشتہ سال بھی بڑی رقم دی تھی اس کی کیا وجہ ہے؟ تو کہنے لگے کہ **میرے دل میں خلیفۃ المسیح کی یہ بات میخ کی طرح گڑھ گئی ہے کہ ایک دل میں دو محبتیں نہیں رہ سکتیں۔ یا تو بندہ خدا سے محبت کرے یا پھر مال سے یہی وجہ ہے کہ مجھے** جب موقع ملتا ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ اپنے عمل سے بھی اس کا اظہار ہو جائے۔ کہنے لگے کہ میرا ایمان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا تو نہیں ہو سکتا کہ گھر کا سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر سکوں لیکن یہ تو کر سکتا ہوں کہ جیب میں موجود سارا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دوں اور دعا کی درخواست بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا ایمان بھی عطا کر دے اور کہنے لگے کہ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ جب سے مَیں نے مالی قربانی میں حصہ لینا شروع کیا ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایمان کی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ میرے ایمان میں بھی اضافہ ہونے لگ گیا ہے اور مَیں اپنے آپ میں ایک غیر معمولی تبدیلی پاتا ہوں۔ یہ ہے وہ سوچ اور ادراک جو بہت سے پڑھے لکھوں میں نہیں ہو گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ایمان میں بڑھنے کے بھی کس طرح سامان فرماتا ہے۔ اس بارے میں ایک اور واقعہ ہے۔

گنی کناکری ایک ملک ہے وہاں کے ایک مخلص صاحبِ حیثیت احمدی الحسن صاحب بزنس کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے چندے کی رقم ایک لفافے میں ڈال کر اپنے ٹیبل پہ رکھی اور مصروفیات کی وجہ سے مشن میں نہ بھجوا سکا۔ اچانک یاد آنے پر کہتے ہیں مَیں نے وہ رقم اپنے ڈرائیور کو دی اور اس کو مشن ہاؤس بھجوایا کہ جا کر چندہ ادا کر آؤ اور میں کسی کام کے سلسلہ میں باہر چلا گیا۔ اسی اثنا میں جب باہر تھے تو ان کے ہمسائے کے دفتر میں آگ لگ گئی اور جل کر خاکستر ہو گیا۔ کہتے ہیں مجھے فون آنے شروع ہو گئے کہ تمہارے دفتر میں آگ لگ گئی ہے تو جلدی سے میں وہاں پہنچا۔ پھر کہتے ہیں میرے دل میں یہ خیال آیا یہ کس طرح ممکن ہو سکتا ہے، مَیں تو اللہ تعالیٰ کی خاطر قربانی کرنے والا بھی ہوں۔ کہتے ہیں لیکن اللہ کے نشان دیکھیں اللہ تعالیٰ نے کس طرح مان رکھا کہ باوجود اس دوسرے دفتر کی دیوار ملحق ہونے کے میرا دفتر بالکل محفوظ رہا اور اس دفتر میں اس وقت کمپنی کی کثیر رقم بھی موجود تھی۔ دو دفاتر بلکہ ان سے ملحقہ جل گئے لیکن ان کا دفتر محفوظ رہا تو کہتے ہیں **کہ مجھے فوراً یہ خیال آیا کہ یہ یقیناً چندے کی برکت ہے۔** ان لوگوں میں علم بھی ہے۔ یہ نہیں کہ علم نہیں ہے۔ کہتے ہیں اور ساتھ ہی میرا خیال حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس الہام کی طرف بھی گیا **کہ یہ آگ تیری غلام بلکہ تیرے غلاموں کی بھی غلام ہے۔** بہر حال کہتے ہیں کہ اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک ادنیٰ غلام کو نقصان سے محفوظ رکھا۔

پھر ایک واقعہ، امیر صاحب گیمبیا کہتے ہیں ایک ریجن کی ہماری ایک جماعت کے معلم ہیں انہوں نے

بیان کیا کہ ہماری جماعت سے ایک دوست سمبوبا (Sambou Bah) صاحب نے جب گذشتہ سال وقفِ جدید کے بارے میں میرا خطبہ سنا اور نئے **سال کا جب اعلان ہوا اور جب مَیں نے واقعات بیان کیے تو انہوں نے پانچ** سو ڈلاسی (Dalasi) ادا کر دیا اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسا فضل کیا کہ اس سال ان کی فصل دوگنی ہوئی تو انہوں نے وعدہ پانچ سو ڈلاسی کا کیا تھا، لیکن ادائیگی پھر انہوں نے ایک ہزار ڈلاسی کر دی۔ پھر کہتے ہیں ان کی زمینداری سے جو آمد تھی اس پر انہوں نے باجرے کے دس بنڈل زکوٰۃ دی تھی۔ اس سال ان کی آمد اتنی تھی کہ انہوں نے پچاس بنڈل دیے۔ اسی طرح مونگ پھلی پر بھی شاید دو بورے زکوٰۃ ادا کی اور کہتے ہیں کہ وہ احمدی احباب جو چندے میں باقاعدہ ہیں ان کی فصل پہلے سے بہتر ہوئی اور غیر احمدی احباب بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ میں کوئی تو بات ہے **کہ جب بھی ان کے افراد اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی فصلوں کی پیداوار بڑھ جاتی ہے**۔ پھر صرف افریقہ کے یا بعض غریب ملکوں کے احمدی اور نومبائعین ہی نہیں بلکہ امیر ممالک کے مقامی لوگ جن کو ایمان نصیب ہوا ہے ان کی قربانیوں کی بھی مثالیں ہیں۔

جرمنی کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک جماعت روئیڈرز ہائم میں ان کو چندے کی تلقین کی کہ اپنا چندہ بڑھائیں اور کمی کو دور کریں تو وہاں صدر جماعت کی اہلیہ جرمن احمدی ہیں اور بڑی مخلص ہیں انہوں نے جب کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ اس جماعت کا بھی چندہ بڑھے اور یہ بھی اچھا چندہ دینے والوں کی فہرست میں شامل ہو جائے تو اس جرمن احمدی خاتون نے جو نومبائع تو نہیں تھی انہیں احمدی ہوئے کافی دیر ہو گئی انیس ہزار یورو ادا کر دیے۔ انہوں نے کہا یہ مَیں نے اپنی کار خریدنے کے لیے رکھے ہوئے تھے لیکن میرے دل میں اس قدر جوش پیدا ہوا ہے کہ **ہماری جماعت کا نام خلیفہ وقت کے سامنے آجائے** اس لیے مَیں پیش کر رہی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والی بنوں۔

پھر جرمنی سے ہی ایک طالب علم ہیں انہوں نے پانچ سو یورو کا وعدہ لکھوایا۔ والدین نے کہا کہ تم یہ پانچ سو یورو کس طرح ادا کرو گے؟ انہوں نے کہا بہرحال میں کسی طرح کر دوں گا۔ کہتے ہیں کہ اس کا جواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے فوراً اس طرح مل گیا کہ ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے یونیورسٹی کی طرف سے فون آیا کہ ہم نے چالیس طالب علموں کا چناؤ کیا ہے جن کو یونیورسٹی کی طرف سے وظیفہ دیا جائے گا۔ اپنا اکاؤنٹ نمبر بھیجو تا کہ تمہیں وظیفہ بھجوا دیا جائے۔ ایک ہزار یورو بھجوا رہے ہیں۔ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کو مجھے دوگنا کر کے دے دیا۔

پھر یوکے کی بھی مثال ہے۔ بالہم جماعت سے صدر صاحب کہتے ہیں کہ وقفِ جدید کے ٹارگٹ میں کچھ کمی رہ گئی تھی۔ اضافی ادائیگی کر دی پھر بھی کچھ کمی تھی۔ پھر کہتے ہیں کہ اگلے روز لوکل کونسل کی طرف سے ایک خط موصول ہوا جس میں سروس چارجز کے حوالے سے خاصی رقم کا مطالبہ تھا اور مَیں ابھی اس بارے میں سوچ رہا تھا کہ مجھے وقفِ جدید کی طرف سے بھی پیغام ملا تو مَیں نے پہلے وقفِ جدید کا چندہ ادا کر دیا اور اس کے اگلے روز ہی کونسل کا دوبارہ خط موصول ہوا اور معذرت کی اور انہوں نے لکھا کہ ہم نے جو خط تمہیں ڈیمانڈ

کا بھیجا تھا وہ غلطی سے بھیج دیا تھا۔ ایڈجسٹمنٹ کرنے کے بعد تم نے ہمارا نہیں دینا بلکہ ہم نے تمہیں ایک رقم دینی ہے اور کہتے ہیں مَیں نے جو وقفِ جدید کا چندہ دیا تھا اس کی نسبت وہ رقم دس گنا زیادہ تھی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان میں مضبوطی کے لیے بعض دفعہ اسے خود ہی لوٹا دیتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کے فوری نوازنے کی ایک اَور مثال انڈیا کی ہے۔ انسپکٹر صاحب کہتے ہیں کہ مَیں وقفِ جدید کے مالی سال کے اختتام پر جماعت یادگیر میں لوگوں کو توجہ دلانے کے لیے پہنچا تو وہاں ایک خادم کے پاس وہ گئے اور انہیں چندہ وقفِ جدید ادا کرنے کی بات کی تو ان موصوف نے کہا کہ اس وقت میری جیب میں صرف پندرہ سو ہیں جو کسی کو دینے کے لیے رکھے ہیں اور بہت ضروری دینے ہیں۔ آپ نے چندہ وقفِ جدید کا مطالبہ کر دیا ہے اب مَیں سوچ رہا ہوں کہ مَیں کیا کروں؟ اگر مَیں آپ کو چندہ ادا کرتا ہوں تو اس شخص کو کیسے ادا کروں گا اور ابھی فوری طور پر روپے کا مزید انتظام نہیں ہو سکے گا۔ کہتے ہیں لیکن بہرحال انہوں نے کہا کہ کوئی بات نہیں۔ **مَیں اپنا چندہ دیتا ہوں اور پندرہ** سو روپے ادا کر دیے اور چلے گئے۔ کہتے ہیں دوسرے دن میں سیکرٹری وقفِ جدید کے ہمراہ ان کی دکان پر ملاقات کے لیے گیا تو موصوف نے اپنی جیبوں سے پیسے نکال کے باہر رکھے تو پیسوں کا ڈھیر لگ گیا۔ کہتے ہیں کل جب مَیں چندہ ادا کر کے گھر پہنچا ہوں تو مجھے بعض ایسی جگہوں سے روپیہ آ گیا جو پہلے رکا ہوا تھا، لوگوں نے میرے دینے تھے اور آج کئی ہزار روپے میرے پاس موجود ہیں۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے برکت عطا فرمائی۔

پھر جو امیر لوگ بھی ہیں گو دنیا کی نظر میں وہ اتنے امیر تو نہیں لیکن جماعت کے لحاظ سے امیر ہیں۔ کیرولائی کے ایک صاحب ہیں۔ انہوں نے دس لاکھ روپیہ چندہ دیا۔ ان کی بیوی عیسائیت سے احمدیت میں آئی ہیں اور دعاؤں اور نمازوں میں بڑی دلچسپی لیتی ہیں۔ بڑی مخلص ہیں۔ موصی بھی ہیں بلکہ دونوں میاں بیوی موصی ہیں۔ کہتے ہیں ہم ان کے گھر گئے تو ان کی اہلیہ نے پانچ لاکھ روپے کا چیک کاٹ کے ان کو دے دیا۔ انسپکٹر نے کہا کہ آپ کے میاں پہلے ہی دس لاکھ دے چکے ہیں تو دوبارہ آپ بھی دے رہی ہیں تو اس خاتون کا جواب تھا کہ ہمیں جو نعمتیں بھی ملی ہیں وہ چندوں کی برکتوں سے ہی ملی ہیں۔ اس لیے دل چاہتا ہے کہ بار بار چندہ دیتے رہیں۔ اسی کی برکت سے ہماری تجارت میں ترقی **مل رہی ہے اس لیے ہم چندوں سے کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔**

پھر مالی کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ''کائی'' شہر میں ہم نے جماعتی ریڈیو پر مالی قربانی اور وقفِ جدید کی اہمیت اور اس کے مقاصد کے موضوع پر پروگرام کیے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ جماعتوں کا دورہ کیا تو حسبِ توفیق سب جماعتوں نے مالی قربانی میں کچھ نہ کچھ پیش کیا۔ ایک نومبائع نے بتایا کہ جب مَیں نے چندے کی تحریک کے بارے میں سنا تو میرے پاس نقد پیسے نہیں تھے کہ میں اللہ کی راہ میں پیش کر سکتا۔ پس میں نے فیصلہ کیا کہ میں بھی ضرور اپنی طرف سے جماعت احمدیہ کو کچھ نہ کچھ پیش کروں گا اور باقیوں سے پیچھے نہیں رہوں گا۔ کہتے ہیں کہ **مَیں جنگل میں نکل گیا اور مَیں نے کافی خشک اور پرانی لکڑیاں جمع کیں۔** پھر وہیں ان لکڑیوں سے کوئلہ تیار کیا اور پھر اپنے گاؤں لے آیا اور جب جماعت کا وفد دورے پر گیا تو انہوں نے بیس کوئلے کی بوریاں

چندے میں پیش کر دیں۔ جو بھی اس غریب آدمی سے ہو سکا اس نے کیا۔ بہر حال ان کے لحاظ سے وہ پچاس ہزار فرانک کی تھیں اور کہتے ہیں کہ اب مجھے بڑی خوشی ہے کہ میں نے بھی مالی قربانی میں حصہ لیا۔

پولینڈ سے ایک صاحب لکھتے ہیں کہ سال کے آخر میں مربی صاحب نے چندہ وقفِ جدید کی تحریک کی تو کہتے ہیں میرے پاس تقریباً ایک سَو زلوتی (Zloty) موجود تھے۔ یہ پولش کرنسی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس دن چھبیس تاریخ کو جلسہ قادیان بھی تھا اور میرا خطاب بھی انہوں نے سننا تھا۔ موبائل کا پیکیج ان کا ختم ہو رہا تھا تو خطاب کس طرح سنیں اور کہتے ہیں کہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ وہ بھی ضرور سنوں۔ کہتے ہیں بہر حال میں نے بیس زلوتی کا پیکیج کروالیا اور اٹھائیس زلوتی فی کس کے حساب سے میں نے اپنا، بیٹے کا اور بیوی کا چندہ ادا کر دیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ہم باقی دنوں میں اب کچھ نہیں خریدیں گے اور گھر میں موجود چیزوں پر ہی گزارہ کریں گے لیکن دل میں یہ خواہش بھی تھی کہ اگر اَور زیادہ رقم ہوتی تو ہم اور دیتے۔ کہتے ہیں ہم نے دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا۔ کہتے ہیں 28/ دسمبر کو میں کام سے واپس آ رہا تھا تو ایک دوست نے میری کچھ رقم بارہ زلوتی دینی تھی۔ اس نے کہا مجھے یاد نہیں رہتا تھا اب آپ یہ لے لیں۔ گھر آ کر کہتے ہیں مَیں نے اکاؤنٹ دیکھا تو مختلف ذرائع سے پتہ نہیں کس طرح بارہ سو نوے زلوتی میرے اکاؤنٹ میں آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ تین سال سے جس فیکٹری میں کام کر رہا تھا اس نے کیونکہ کبھی اضافی رقم نہیں دی تھی اس لیے چندہ وقفِ جدید کی وجہ سے یہ رقم میرے اکاؤنٹ میں آئی تھی اور اس طرح کہتے ہیں مجھے تیرہ سو زلوتی مل گئے۔ کہتے ہیں پھر مَیں نے تین سو زلوتی اَور چندہ دے دیا۔ پھر کہتے ہیں ایک اَور اللہ کا فضل اس طرح ہوا کہ میرا بیٹا جہاں کام کرتا ہے اس کی تنخواہ میں سال میں ایک دفعہ اکتوبر یا نومبر میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس سال اکتوبر میں ایک مرتبہ اس کی تنخواہ میں اضافہ ہو چکا تھا **لیکن اکتیس دسمبر کو دوبارہ اس کی تنخواہ میں مزید اضافہ ہو گیا**۔ تو یہ کہتے ہیں کہ اس بات نے ہمارے ایمان میں بھی اضافہ کیا۔

تنزانیہ کے ریجن شیانگا میں ایک جماعت ہے۔ وہاں کے نومبائعین آہستہ آہستہ مالی نظام میں شامل ہو رہے ہیں۔ وہاں کے معلم لکھتے ہیں کہ ایک دوست رمضان صاحب نے گذشتہ سال بیعت کی ہے۔ انہوں نے حسبِ استطاعت تحریک جدید اور وقفِ جدید کا چندہ لکھوایا اور سال کے اختتام سے قبل اپنے وعدے سے دوگنی ادائیگی بھی کر دی۔ اسی طرح ایک اَور موقع پر انہوں نے اپنی فیملی کی طرف سے ایک پلاٹ بھی جماعت کے نام کر دیا۔ گاؤں کے دوسرے لوگوں کے لیے جہاں وہ رہتے تھے یہ بڑی حیرت انگیز بات تھی۔ بعض نے ازراہِ مذاق ان کو کہا کہ یہ شخص تو اس طرح جلد بازی میں آ کر اپنا مال دین کی راہ میں ختم کر دے گا لیکن انہوں نے معلم کو بتایا کہ حقیقتاً جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر ہی انہیں مالی قربانی کی اہمیت اور اس کا مفہوم سمجھ میں آیا ہے۔ کہتے ہیں جب سے انہوں نے اللہ کی راہ میں قربانی کرنی شروع کی ہے ان کے کام میں بہت برکت ہوئی ہے۔ لوگ کچھ بھی کہیں لیکن دراصل اس سال کے دوران انہیں مختلف جگہوں پر مزید پلاٹ خریدنے اور دو مکانات بنوانے کی توفیق ملی ہے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کرنے اور ایک پلاٹ جماعت کے نام

کروانے کی برکت سے ہوا ہے۔

پھر سیرالیون کا واقعہ ہے کہ ایمان و اخلاص میں کس طرح نومبائع ترقی کر رہے ہیں۔ ان کے ریجن پورٹ لوکو (Port Loko) کے مشنری جبریل صاحب کہتے ہیں کہ ایک نومبائع جماعت کو وقفِ جدید کے حوالے سے تحریک کی گئی۔ نئی جماعت قائم ہوئی ہے۔ نومبائعین کی جماعت ہے۔ اسی دوران ایک بڑی عمر کی نابینا عورت ایک بچے کا سہارا لے کر میرے پاس پہنچی اور کہا کہ میں نے کوئی وعدہ تو نہیں لکھوایا لیکن میں یہ دو ہزار لیون (Leone) وقفِ جدید کے چندہ کے لیے دینے آئی ہوں۔ لوکل مشنری نے کہا کہ آپ نے خود کیوں تکلیف کی، مجھے بلا لیتیں۔ مَیں خود آپ کے پاس چلا آتا۔ تو اس نے جواب دیا۔ بوڑھی عورت کا یہ **جواب سنیں۔ غریب عورت ہے اور بظاہر اَن پڑھ ہے۔ کہتی ہے ایک تو میں تھوڑی سی رقم دینے آئی ہوں اور وہ بھی میں آپ کو اپنے گھر بلا کر دوں۔ مَیں تو سارا ثواب لینا چاہتی ہوں** اس لیے خود چل کر دینے آئی ہوں۔

آئیوری کوسٹ کے ریجن سان پیدرو کے مبلغ کہتے ہیں کہ جماعت کے ایک ممبر کولی بالی صاحب ہیں۔ کہتے ہیں: موصوف نے رمضان میں مجھے فون کیا اور چندہ وقفِ جدید کے متعلق دریافت کیا تو کہا کہ کیا رمضان میں چندہ دینا یا اضافہ کرنا ضروری ہے؟ تو اس پر میں نے اسے کہا کہ رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسوہ یہی تھا کہ زیادہ سے زیادہ انفاق فی سبیل اللہ کیا کرتے تھے۔ اس کی اہمیت کے بارے میں بتایا اور چندہ وقفِ جدید اور تحریکِ جدید کے متعلق بھی اس کو بتایا کہ کس طرح یہ اشاعت اسلام کے کاموں میں خرچ ہوتا ہے اور بتایا کہ فرض تو نہیں لیکن اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ سے زیادہ مالی تحریکات میں دورانِ رمضان حصہ لینا چاہیے۔ بہرحال اس پر موصوف نے جو پہلے ہی ہر ماہ بیس ہزار فرانک چندہ دیتے آ رہے تھے وعدہ کیا کہ آئندہ صرف ماہ رمضان میں ہی نہیں بلکہ ہر ماہ باقاعدگی سے اپنے گذشتہ لازمی چندہ کے ساتھ ساتھ تیس ہزار فرانک زائد رقم ادا کریں گے۔ زائد رقم خصوصاً وقفِ جدید اور تحریک جدید کی مد میں دیا کریں گے اور یہ بھی وعدہ کیا کہ ان شاءاللہ اس سال کے اختتام تک اس زائد رقم برائے چندہ وقفِ جدید کو مزید بڑھانے کی بھی کوشش کریں گے۔ کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے موصوف رمضان کے بعد سے تاحال ہر ماہ آغاز پر ہی خود فکر کے ساتھ لازمی چندہ جات کی ادائیگی کرتے ہیں۔

یہ اشاعتِ اسلام کی بات ہے۔ اخراجات کی بات ہوئی ہے تو یہاں یہ بھی بتا دوں کہ گذشتہ سال اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ایک سو ستاسی (187) مساجد تعمیر کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس کے علاوہ افریقہ میں ایک سو پانچ (105) مساجد زیرِ تعمیر ہیں۔ اسی طرح ایک سو چوالیس (144) مشن ہاؤس قائم ہوئے جن کی اکثریت افریقہ میں ہے اور پینتالیس (45) مشن ہاؤس زیر تعمیر بھی ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں فوری طور پر ہم مشن ہاؤس بنا نہیں سکتے وہاں کرائے پر عمارتیں لی جاتی ہیں۔ افریقہ کے ممالک میں سات سو اکتیس (731) مشن ہاؤسز اور مربی ہاؤس کرائے پر لیے ہیں۔ دوسرے ایشین ممالک میں بھی چھ سو بتیس (632) مشن ہاؤسز کرائے پر ہیں۔ تو بہرحال یہ بتا دوں کہ عموماً وقفِ جدید کے چندے کا اکثر حصہ افریقہ کے ممالک پر خرچ کیا جاتا ہے۔

مسجد کی تعمیر وغیرہ کی بات ہوئی ہے تو یہ کام بھی اتنا آسانی سے نہیں ہو جاتا۔ مخالفین کی مخالفت کا بھی ہر جگہ سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی خاطر یہ سب کام جماعت کر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا جماعت کی ترقی کا وعدہ بھی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی خاص مدد بھی شامل حال رہتی ہے۔

کونگو کنشاسا کا ایک واقعہ بیان کر دیتا ہوں وہاں کے مبلغ لکھتے ہیں کہ یہاں باندندو (Bandundo) ریجن میں ایک جگہ جماعت کو قائم ہوئے دو سال کا عرصہ ہوا ہے۔ مسجد کی تعمیر کا کام جاری ہے۔ وہاں سنی مسلمانوں نے احمدیوں کو تکلیف دینے اور سرکاری دفاتر میں ہمارے خلاف شکایت درج کروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ جب کوئی حربہ کامیاب نہ ہوا تو قتل تک کی دھمکیاں دینے لگ گئے۔ بہرحال مخالفین کو تو کسی طرح کامیابی نہیں ملی لیکن دوسری طرف مسجد کی تعمیر کا کام جاری رہا۔ ایک احمدی دوست جو وہاں تعمیراتی کام کی نگرانی کر رہے ہیں انہوں نے بتایا کہ مسجد کی تعمیر کے دوران ایک دن یہاں کی یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جو کہ عیسائی ہیں وہ ہمارے پاس آئے اور مسجد کی تعمیر میں مدد کرنے لگ گئے یہاں تک کہ احمدی جو دُور دُور سے ریت لے کر آتے تھے ان کے ساتھ مل کر ریڑھی یا wheelbarrow کو کھینچتے بھی رہے۔ ایک طرف سے مخالفین اپنا کردار ادا کر رہے ہیں دوسری **طرف اللہ تعالیٰ غیروں کے ذریعہ بھی کام کرواتا چلا جاتا ہے۔** نیک فطرت لوگ اس طرح بھی آتے ہیں۔

پھر کیمرون کا ایک واقعہ ہے۔ وہاں بوادا سینج (Biodes Senge) میں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہ وہاں ایک شہر ہے دَوْآلا (Douala) اس کا ایک محلہ ہے۔ کہتے ہیں کہ وہاں دو سال قبل جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ مسجد کی تعمیر شروع کی تو علاقے کے ایڈمنسٹریٹر کی طرف سے خط موصول ہوا کہ مسجد کا کام روک دو۔ جماعت نے کام روک دیا۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی تنظیم نے گورنر صاحب کو اور تمام متعلقہ عہدیداروں کو خطوط لکھے ہیں کہ جماعت ایک دہشت گرد جماعت ہے۔ ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں، اس لیے مسجد نہیں بنا سکتے۔ یہ پروپیگنڈا جو اسلامی ملکوں کا ہے ان کے مولوی وہاں جاتے ہیں اور وہ کرتے رہتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے بھی پھر یہ خط لکھے۔ خود بھی دعاؤں میں مصروف ہو گئے۔ رابطے وغیرہ بھی کیے۔ کہتے ہیں کہ ایک ماہ کے بعد ایڈمنسٹریٹر نے ہمیں اپنے دفتر میں بلایا اور مختلف تنظیموں کے سربراہان اور مسلمانوں کے چیف امام اور دوسرے لوگوں کو بھی بلایا۔ ایڈمنسٹریٹر نے ایک رپورٹ پڑھنی شروع کی اور مسلمانوں کی شکایت پر جو کام روکا گیا، یہ کہا کہ ہم نے رکوا تو دیا تھا لیکن ہم نے کیمرون کے مختلف علاقوں میں سے رپورٹیں منگوائی ہیں۔ جماعت احمدیہ انٹرنیشنل جماعت ہے۔ دو سو سے زائد ملکوں میں یہ کام کر رہی ہے۔ پندرہ سال سے کیمرون میں بھی کام کر رہی ہے۔ کیمرون میں بھی کئی جگہ یہ مساجد بنا چکی ہے۔ بہرحال بتایا کہ اس طرح یہ دینی خدمات کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ جو خدمت خلق کے کام کر رہے ہیں اس کے بارے میں بھی اس نے کہا کہ بہت سے علاقوں میں صاف پانی کے بور ہول بھی کیے ہیں۔ انہوں نے پمپ لگائے ہیں۔ یہ لوگ یتیموں کی پرورش کر رہے ہیں۔ طلبہ کی علمی میدان میں مدد کر رہے ہیں۔ اسی طرح دہشت گرد تنظیموں

کے خلاف ہمیشہ بات کرتے ہیں۔ پھر اس نے کہا کہ جماعت امن اور رواداری کی تعلیم دیتی ہے اور یہ بھی کہتی ہے کہ تلوار کا جہاد نہیں بلکہ قلم کا جہاد ہے۔ یہ ساری باتیں اس نے ان لوگوں کو بتائیں اور پھر یہ بھی بتایا کہ مسلمان اکابرین جو ہیں، سلطان اور دوسرے لوگ بھی ان کے جلسوں میں شامل ہوتے ہیں تو اس لیے کوئی وجہ نہیں کہ ان کی مسجد کو روکا جائے۔ یہاں بھی یہ مسجد بنا سکتے ہیں۔ کہتے ہیں جب اس نے رپورٹ ختم کی تو وہاں کے اس علاقے کے مسلمان لیڈر جتنے تھے کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ یہ کافر ہیں ہم ان کو کافر سمجھتے ہیں اور جو رپورٹ آپ نے تیار کی ہے وہ ہم سے پوچھے بغیر بنائی ہے ہم نہیں مانتے۔ بہر حال ایڈمنسٹریٹر نے غصہ میں آکر انہیں کہا کہ مَیں اپنا کام جانتا ہوں اور یہاں سے چلے جاؤ۔ بہر حال وہ لوگ خاموش ہو گئے اور جماعت کو کہا کہ آپ مسجد بنائیں۔

جماعت احمدیہ کی خدمات کا جو نیک اثر قائم ہوتا ہے وہ ہر عقل مند کو مجبور کرتا ہے کہ وہ جماعت کی تعریف کرے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جب کام کیا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پھر مددگاروں کی فوج بھی بھیج دیتا ہے اور خود ہی ان کے مخالفین کی روکوں کو دور فرماتا ہے۔

کس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل بڑھتے ہیں اس کا بھی ایک واقعہ بیان کر دوں۔ اَپر ویسٹ ریجن گھانا کی ایک رپورٹ ہے۔ کہتے ہیں وہاں تبلیغ کے سلسلہ میں ساٹھ سے زائد بیعتیں ملیں۔ گاؤں میں جماعت کی ایک چھوٹی سی کچی اینٹوں کی مسجد تھی۔ ہماری کامیابیوں کو دیکھتے ہوئے غیر احمدی مسلمانوں نے ہماری مسجد کے بالکل سامنے ایک پختہ اور خوبصورت مسجد تعمیر کروائی اور اس مسجد کے ذریعہ ہمارے نومبائعین کو اپنی جانب کھینچنے کی کوشش کی تو جو چند کمزور نومبائعین تھے ادھر چلے بھی گئے۔ بعد میں جماعت نے وہاں بھی بڑی شاندار اور بڑی مسجد بنالی ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے اپنے ممبران تو مسجد میں آتے ہی ہیں اس کے علاوہ غیر احمدیوں کے (لوگ) بھی کثیر تعداد میں وہاں آنا شروع ہو گئے ہیں اور ہماری مسجد نمازیوں سے بھر گئی ہے اور ان کی مسجد بالکل خالی رہنے لگ گئی ہے یا بہت کم لوگ وہاں ہیں۔

نومبائعین کی تعلیم و تربیت کے لیے روزانہ وہاں کلاسیں بھی اللہ کے فضل سے ہو رہی ہیں۔ جس سے جماعت کی ترقی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بہت سے واقعات ہیں اللہ تعالیٰ سچے وعدوں والا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیے گئے اپنے وعدوں کو پورا فرما رہا ہے اور غیب سے مدد بھی فرماتا ہے اور فرمائے گا ان شاء اللہ۔ ہمیں تو وہ موقع دیتا ہے کہ اس کی رضا حاصل کرنے کے لیے اس کی راہ میں خرچ کریں تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بن سکیں۔

اب میں حسبِ روایت گذشتہ **سال یعنی 2021ء کی وقفِ جدید کی مختصر رپورٹ پیش کروں گا۔** اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ جو گذشتہ سال تھا یہ چونسٹھواں سال تھا اور اس سال جنوری میں 2022ء کا نیا سال بھی شروع ہو گیا ہے تو گذشتہ سال کی رپورٹ یہ ہے کہ اس میں جماعت کی وقفِ جدید کی جو قربانی

ہے وہ ایک کروڑ بارہ لاکھ ستتر ہزار پاؤنڈ یا تقریباً 11.2 ملین ہے اور گذشتہ سال سے یہ قربانی سات لاکھ بیالیس ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔

دنیا کے اقتصادی حالات کو اگر دیکھیں تو اللہ کا بڑا فضل ہے۔ اس سال بھی برطانیہ کی جماعت جو ہے مجموعی وصولی کے لحاظ سے اوّل پوزیشن میں ہے۔ پاکستان کی کرنسی کیونکہ گر گئی ہے اس لیے ان کی پوزیشن تو بہت نیچے چلی جاتی ہے اس کے باوجود وہ اپنی طاقت کے مطابق بہت قربانی کر رہے ہیں۔ بہرحال پوزیشن کے لحاظ سے برطانیہ کا نمبر ایک ہے۔ پھر جرمنی ہے اور اللہ کے فضل سے برطانیہ نے اس سال کافی اچھی قربانی کی ہے اور بہت فرق ہے جرمنی اور برطانیہ کا۔ پھر نمبر تین پہ کینیڈا ہے۔ پھر امریکہ ہے۔ پھر بھارت ہے۔ پھر آسٹریلیا ہے۔ انڈونیشیا ہے۔ مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ گھانا ہے اور بیلجیم۔

فی کس ادائیگی کے لحاظ سے نمبر ایک پر امریکہ ہے۔ پھر سوئٹزرلینڈ ہے۔ پھر برطانیہ ہے۔

افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمایاں جماعتیں جو ہیں: نمبر ایک گھانا ہے۔ پھر ماریشس ہے۔ پھر نائیجیریا ہے۔ پھر برکینافاسو ہے۔ پھر تنزانیہ ہے۔ پھر سیرالیون ہے۔ پھر لائبیریا ہے۔ پھر گیمبیا۔ پھر یوگنڈا۔ آخر میں نمبر دس پہ بینن۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے شاملین کی تعداد بھی چودہ لاکھ پینتالیس ہزار ہے۔

وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جو دس بڑی جماعتیں ہیں ان کی پوزیشن یہ ہے: اسلام آباد نمبر ایک پہ، پھر فارنہم (Farnham) ، پھر ووسٹر پارک (Worcester Park) ، پھر چیم ساؤتھ (South Cheam)۔ پھر آلڈرشاٹ (Aldershot) ۔ پھر برمنگھم ساؤتھ (Birmingham-South) ، پھر وال سال (Walsall)، جلنگھم (Gillingham) ، گلفرڈ (Guildford) ، یول (Ewell) ۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلے پانچ ریجن جو ہیں ان میں پہلا ریجن بیت الفتوح ہے۔ نمبر دو پہ اسلام آباد۔ پھر مسجد فضل۔ پھر بیت الاحسان۔ پھر مڈلینڈز (Midlands)۔

اطفال۔ دفتر اطفال کے لحاظ سے دس جماعتیں جو ہیں: اسلام آباد نمبر ایک پہ۔ آلڈرشاٹ (Aldershot) نمبر دو۔ پھر فارنہم (Farnham) ۔ روہیمپٹن (Roehampton) ۔ پھر گلفرڈ (Guildford)۔ یول (Ewell)۔ مچم پارک (Mitcham Park)۔ بیت الفتوح (Baitul Futuh) ۔ وال سال (Walsall) ۔ برمنگھم ویسٹ (Birmingham-West) ۔

وصولی کے لحاظ سے جرمنی کی پانچ لوکل امارات: ہیمبرگ (Hamburg) نمبر ایک پہ۔ پھر فرینکفرٹ (Frankfurt) ۔ پھر گروس گیراؤ (Gros Gerau) ۔ پھر ویزبادن (Wiesbaden) ۔ پھر ڈٹسن باخ (Dietzenbach)۔

وصولی کے لحاظ سے پہلی دس جماعتوں کی فہرست: رویڈرمارک (Rödermark) نمبر ایک پہ۔ پھر روڈگاؤ (Rodgau)۔ پھر نوئس (Neuss) ۔ پھر رویڈرز ہائم (Rödersheim)۔ پھر مہدی آباد

فریڈبرگ(Friedberg)۔ ہناؤ(Hanau) ۔فلورس ہائم(Flörsheim)۔ فرانکن تھال (Frankenthal)۔کوبلنز (Koblenz)اور نیدا(Nidda)۔

دفتر اطفال میں پہلی پانچ ریجن ہیں: ہیمبرگ (Hamburg) نمبر ایک پہ۔ پھر ساؤتھ ویسٹ ہیسن (South West Hessen)۔ تاؤنسن(Taunus)۔ ہیسن مٹے(Hessen-Mitte)۔ رائن لینڈ فالز(Rheinland-Pfalz)۔

وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتیں جو ہیں ان میں نمبر ایک پہ وان ہے۔ پھر کیلگری (Calgary)۔پھر پیس ولیج(Peace Village)۔ پھر وینکوور(Vancouver)۔ بریمٹن ویسٹ (Brampton-West)۔

دس بڑی جماعتیں جو کینیڈا کی ہیں ان میں حدیقہ احمد نمبر ایک پہ۔ ملٹن ویسٹ(Milton-West) ۔بریڈ فورڈ(Bradford) ۔ڈرہم(Durham)۔ ملٹن ایسٹ(Milton East)۔ رجائنا(Regina)۔ آٹوا ویسٹ(Ottawa-West)۔ ونی پیگ(Winnipeg)۔ہملٹن ماؤنٹین (Hamilton Mountain)۔ایبٹس فورڈ(Abbotsford)۔

اور دفتر اطفال کی نمایاں امارتیں: وان(Vaughan) نمبر ایک۔ پھر پیس ولیج Peace) (Village۔ پھر کیلگری(Calgary)۔ ٹورنٹو ویسٹ(Toronto-West) ۔بریمپٹن ویسٹ (Brampton-West)ہیں۔

دفتر اطفال کی پانچ نمایاں جماعتیں: حدیقہ احمد نمبر ایک۔ بریڈ فورڈ(Bradford)۔ ڈرہم(Durham)۔لندن(London) ۔ملٹن ویسٹ(Milton-West)۔

امریکہ کی وصولی کے لحاظ سے جو دس جماعتیں ہیں: میری لینڈ(Maryland)۔ لاس اینجلس (Los Angeles)۔ ڈیٹرائٹ(Detroit)۔ سیلیکون ویلی(Silicon Valley)۔ بوسٹن (Boston)۔آسٹن(Austin)۔ فینکس(Phoenix)۔ سیراکوس(Syracose)۔لاس ویگس Las) (Vegasاور فچبرگ(Fitchburg)۔

دفتر اطفال کے لحاظ سے پہلی دس جماعتیں: میری لینڈ (Maryland) ۔لاس اینجلس Los) (Angeles۔ سیئٹل(Seattle) ۔ اورلینڈو(Orlando) ۔ آسٹن(Austin)۔ سیلیکون ویلی (Silicon Valley)۔فینکس(Phoenix) ۔فچبرگ(Fitchburg)۔لاس ویگس(Las Vegas)۔ زائن (Zion)ہیں۔

پاکستان میں چندہ بالغان کی پہلی تین جماعتیں ہیں: اول لاہور۔ پھر ربوہ۔ پھر کراچی۔ اور اضلاع کی پوزیشن یہ ہے۔ اسلام آباد نمبر ایک پہ۔ پھر فیصل آباد ، گجرات، گوجرانوالہ، سرگودھا، ملتان، عمرکوٹ، حیدرآباد، میرپورخاص، ڈیرہ غازی خان۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے پہلی دس جماعتیں ہیں: اسلام آباد شہر، ڈیفنس لاہور، ٹاؤن شپ لاہور، کلفٹن کراچی، دارالذکر لاہور، ماڈل ٹاؤن لاہور، گلشن آباد کراچی، سمن آباد لاہور، عزیز آباد کراچی، علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔

دفتر اطفال کی تین بڑی جماعتیں ہیں: اول لاہور۔ دوم کراچی۔ سوئم ربوہ۔ دفتر اطفال میں اضلاع کی پوزیشن یہ ہے۔ اسلام آباد نمبر ایک۔ سیالکوٹ۔ پھر راولپنڈی۔ سرگودھا۔ فیصل آباد۔ گجرات۔ حیدرآباد۔ میرپور خاص۔ عمرکوٹ۔ نارووال۔

غیر معمولی مساعی کرنے والی جماعتیں جو ہیں: ڈرگ روڈ کراچی۔ نور پورہ لاہور۔ گوجرانوالہ شہر۔ بیت الفضل فیصل آباد۔ پشاور شہر۔ دہلی گیٹ لاہور۔ کوٹلی آزاد کشمیر۔ ننکانہ صاحب۔

بھارت کے پہلے دس صوبے جو ہیں۔ کیرالہ۔ جموں کشمیر۔ تامل ناڈو۔ تلنگانہ۔ کرناٹکا۔ اڑیشہ پنجاب۔ ویسٹ بنگال۔ دہلی۔ مہاراشٹرا۔

دس جماعتیں وصولی کے لحاظ سے حیدر آباد نمبر ایک۔ پھر قادیان۔ پھر کیرولائی۔ پھر پاٹھاپریام۔ کوئمباٹور۔ بنگلور۔ کلکتہ۔ کالی کٹ۔ رشی نگر۔ ملیاپلیام۔

آسٹریلیا کی جو دس جماعتیں ہیں: ملبرن لانگ وارن(Melbourne Langwarrin)۔ کاسل ہل (Castle Hill)۔ مارسڈن پارک(Marsden Park)۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ(Adelaide South)۔ میلبورن بیرک(Melbourne Berwick)۔ پرتھ(Perth)۔ پینرتھ(Penrith) ۔ ایڈیلیڈ ویسٹ (Adelaide West)اور لوگن ایسٹ(Logan East)۔

بالغان میں آسٹریلیا کی جماعتیں: ملبرن لانگ وارن(Melbourne Langwarrin)۔ کاسل ہل (Castle Hill)۔ مارسڈن پارک(Marsden Park)، ایڈیلیڈ ساؤتھ(Adelaide South)۔ ملبرن بیروک(Melbourne Berwick)۔ پرتھ(Perth)۔ پینرتھ(Penrith) ۔ ایڈیلیڈ ویسٹ (Adelaide West)۔ بلیک ٹاؤن (Blacktown)اور کینبرا(Canberra) ۔

دفتر اطفال میں آسٹریلیا کی جماعتیں ہیں: ملبرن لانگ وارن(Melbourne Langwarrin)۔ ایڈیلیڈ ساؤتھ(Adelaide South)۔ ملبرن بیرک(Melbourne Berwick)۔ لوگن ایسٹ (Logan East)۔ پرتھ(Perth)۔ کاسل ہل(Castle Hill)۔ ملبرن ایسٹ(Melbourne East)۔ ماؤنٹ ڈروئٹ(Mount Druitt)۔ پینرتھ(Penrith)۔ برسبن سینٹرل(Brisbane Central)۔

یہ ان کی پوزیشنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمام قربانی کرنے والوں کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28/ جنوری 2022ء جلد 29 شمارہ 08 صفحہ 05 تا 10)

2

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 14/ جنوری 2022ء بمطابق 14/ صلح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

سراقہ کا تعاقب:

گذشتہ سے پہلے خطبہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس میں سراقہ کا یہ ذکر ہوا تھا کہ وہ بھی انعام کے لالچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے کی نیت سے نکلا تھا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے اس کے آگے روکیں کھڑی کر دیں تو اس نے اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ جب آپؐ کی حکومت ہو تو مجھے امان دیجیے اور ایک تحریر لکھوائی۔ اس ضمن میں بعض روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق اس کے واپس لوٹتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

سراقہ! تیرا کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہوں گے۔ سراقہ حیرت زدہ ہو کر پلٹا اور کہا کہ کسریٰ بن ہُرمُز؟ آپؐ نے فرمایا ہاں وہی کسریٰ بن ہُرمز۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں کسریٰ کے کنگن اور اس کا تاج اور اس کا کمر بند لایا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سراقہ کو بلایا اور فرمایا: اپنے ہاتھ بلند کرو اور انہیں کنگن پہنائے اور فرمایا کہ کہو تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے کسریٰ بن ہُرمُز سے یہ دونوں چھین کر عطا کیں۔

(محمد رسول اللہ والذین معہ لعبدالحمید جودۃ السحار جلد3 صفحہ65، الھجرۃ، مکتبۃ مصر)

یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ سفر ہجرت کے وقت نہیں بلکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حُنَین اور طائف سے واپس تشریف لا رہے تھے تو سراقہ بن مالک نے جِعْرَانَہ کے مقام پر اسلام قبول کیا۔ اور جعرانہ مکہ اور طائف کے راستے پر مکہ کے قریب ایک کنویں کا نام ہے۔ آپؐ نے سراقہ سے فرمایا: تمہارا اُس وقت کیا حال ہو گا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے۔

(بخاری بشرح الکرمانی جزء14 صفحہ178 کتاب بدء الخلق 'باب علامات النبوۃ فی الاسلام' داراحیاء التراث العربی بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 88 زوار اکیڈیمی کراچی 2003ء)

اس بارے میں سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ "ابھی آپؐ تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا کہ ایک شخص گھوڑا دوڑائے ان کے پیچھے آرہا ہے۔ اس پر

حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر کہا۔ یا رسول اللہؐ! کوئی شخص ہمارے تعاقب میں آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کوئی فکر نہ کرو، اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ تعاقب کرنے والا **سراقہ بن مالک تھا جو اپنے تعاقب کا قصہ خود اپنے الفاظ میں یوں** بیان کرتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکل گئے تو کفارِ قریش نے یہ اعلان کیا کہ جو کوئی بھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو زندہ یا مردہ پکڑ کر لائے گا اسے اس اس قدر انعام دیا جائے گا اور اس اعلان کی انہوں نے اپنے پیغام رسانوں کے ذریعہ سے ہمیں بھی اطلاع دی۔ ''یہ سراقہ کہتا ہے۔ ''اس کے بعد ایک دن میں اپنی قوم بَنُومُدْلِجْ کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ قریش کے ان آدمیوں میں سے ایک شخص ہمارے پاس آیا اور مجھے مخاطب کر کے کہنے لگا کہ مَیں نے ابھی ابھی ساحلِ سمندر کی سمت میں دور سے کچھ شکلیں دیکھی ہیں۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ شاید وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کے ساتھی ہوں گے۔ سراقہ کہتا ہے کہ مَیں فوراً سمجھ گیا کہ ضرور وہی ہوں گے۔''

پھر حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے وہی تفصیل بیان کی ہے جو سراقہ کے تعاقب کے وقت اور فال اس کے خلاف نکلنے اور اس کے گھوڑے کے دھنسنے کے بارے میں بیان ہو چکی ہے۔ بہر حال سراقہ کہتا ہے ''... اس سرگذشت کی وجہ سے جو میرے ساتھ گذری تھی میں نے یہ سمجھا کہ اس شخص کا ستارہ اقبال پر ہے اور یہ کہ بالآخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غالب رہیں گے۔ چنانچہ میں نے صلح کے رنگ میں ان سے کہا کہ آپؐ کی قوم نے آپؐ کو قتل کرنے یا پکڑ لانے کے لیے اس اس قدر انعام مقرر کر رکھا ہے اور لوگ آپؐ کے متعلق یہ یہ ارادہ رکھتے ہیں اور میں بھی اسی ارادے سے آیا تھا مگر اب میں واپس جاتا ہوں۔'' اور پھر سراقہ کی جو باقی تفصیل بیان ہوئی ہے۔ اس کے بعد سراقہ کے کنگن پہننے کی پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اس طرح لکھتے ہیں کہ ''جب سراقہ واپس لوٹنے لگا تو آپؐ نے اسے فرمایا۔ سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے؟ سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا: کسریٰ بن ہُرمُز شہنشاہِ ایران؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ سراقہ کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ کہاں عرب کے صحرا کا ایک بدوی اور کہاں کسریٰ شہنشاہِ ایران کے کنگن۔ مگر قدرتِ حق کا تماشا دیکھو کہ جب حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تو کسریٰ کے کنگن بھی غنیمت کے مال کے ساتھ مدینہ میں آئے۔ حضرت عمرؓ نے سراقہ کو بلایا جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو چکا تھا اور **اپنے سامنے اس کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن جو بیش قیمت جواہرات سے لدے ہوئے تھے پہنائے۔**''

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 240 تا 242)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ ''انہوں نے'' یعنی مکہ والوں نے ''اعلان کر دیا کہ جو کوئی محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو زندہ یا مردہ واپس لے آئے گا اس کو سو اونٹنی انعام دی جائے گی اور اس اعلان کی خبر مکہ کے اِرد گرد کے قبائل کو بھجوا دی گئی۔ چنانچہ ''اس وقت ''سراقہ بن مالک ایک بدوی رئیس اس انعام کے لالچ میں آپؐ کے پیچھے روانہ ہوا۔ تلاش کرتے کرتے اس نے مدینہ کی سڑک پر آپ کو جا لیا۔ جب اس نے دو اونٹنیوں اور ان کے سواروں کو دیکھا اور سمجھ لیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی ہیں تو اس نے اپنا گھوڑا ان کے پیچھے دوڑا دیا۔''

پھر آپؓ نے وہ سارا واقعہ بیان کیا ہے جو سراقہ کے گھوڑے کا ٹھوکر کھا کر گرنے کا اور فال نکالنے کا تھا۔ پھر آپ کہتے ہیں۔ سراقہ کہتا ہے کہ "...رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وقار کے ساتھ اپنی اونٹنی پر سوار چلے جا رہے تھے۔ انہوں نے مڑ کر مجھے نہیں دیکھا لیکن ابو بکرؓ (اِس ڈر سے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی گزند نہ پہنچے) بار بار منہ پھیر کر مجھے دیکھتے تھے۔"

اس تعاقب کے واقعہ کی تفصیل بیان کرنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "...جب سراقہ لوٹنے لگا تو معاً اللہ تعالیٰ نے سراقہ کے آئندہ حالات آپؐ پر غیب سے ظاہر فرما دیئے اور ان کے مطابق آپؐ نے اسے فرمایا۔ سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ سراقہ نے حیران ہو کر پوچھا کسریٰ بن ہُرمز شہنشاہِ ایران کے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں! آپؐ کی یہ پیشگوئی کوئی سولہ سترہ سال کے بعد جا کر لفظ بلفظ پوری ہوئی۔ سراقہ مسلمان ہو کر مدینہ آ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلے حضرت ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے۔ اسلام کی بڑھتی ہوئی شان کو دیکھ کر ایرانیوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے اور بجائے اسلام کو کچلنے کے خود اسلام کے مقابلہ میں کچلے گئے۔ کسریٰ کا دارالامارۃ اسلامی فوجوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہوا اور ایران کے خزانے مسلمانوں کے قبضہ میں آئے۔ جو مال اس ایرانی حکومت کا اسلامی فوجوں کے قبضہ میں آیا اس میں وہ کڑے بھی تھے جو کسریٰ ایرانی دستور کے مطابق تخت پر بیٹھتے وقت پہنا کرتا تھا۔ سراقہ مسلمان ہونے کے بعد اپنے اِس واقعہ کو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے وقت اسے پیش آیا..... مسلمانوں کو نہایت فخر کے ساتھ سنایا کرتا تھا اور مسلمان اِس بات سے آگاہ تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا تھا سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھ میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ حضرت عمرؓ کے سامنے جب اموالِ غنیمت لا کر رکھے گئے اور ان میں انہوں نے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو سب نقشہ آپ کی آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ وہ کمزوری اور ضعف کا وقت جب خدا کے رسول کو اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ آنا پڑا تھا۔ وہ سراقہ اور دوسرے آدمیوں کا آپؐ کے پیچھے اِس لئے گھوڑے دوڑانا کہ آپ کو مار کر یا زندہ کسی صورت میں بھی مکہ والوں تک پہنچا دیں تو وہ سو اونٹوں کے مالک ہو جائیں گے اور اس وقت آپؐ کا سراقہ سے کہنا۔ سراقہ اس وقت تیرا کیا حال ہو گا جب تیرے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن ہوں گے۔ کتنی بڑی پیشگوئی تھی۔ کتنا مصفّٰی غیب تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے سامنے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو خدا کی قدرت ان کی آنکھوں کے سامنے پھر گئی۔ انہوں نے کہا سراقہ کو بلاؤ۔ سراقہ بلائے گئے تو حضرت عمرؓ نے انہیں حکم دیا کہ وہ کسریٰ کے کنگن اپنے ہاتھوں میں پہنیں۔ سراقہ نے کہا اے خدا کے رسول کے خلیفہ! سونا پہننا تو مسلمانوں کے لئے منع ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ہاں منع ہے مگر ان موقعوں کے لئے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے ہاتھ میں سونے کے کنگن دکھائے تھے یا تو تم یہ کنگن پہنو گے یا میں تمہیں سزا دوں گا۔ سراقہ کا اعتراض تو محض شریعت کے مسئلہ کی وجہ سے تھا ورنہ وہ خود بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کو پورا ہوتے دیکھنے کا خواہش مند تھا۔ سراقہ نے وہ کنگن اپنے ہاتھ میں پہن لئے اور مسلمانوں نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو پورا ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 224 تا 226)

پھر ذکر آتا ہے کہ واپسی پر ایک قافلے نے جو قریش نے ہی آپ کی تلاش میں بھیجا تھا سراقہ سے آپؐ کے قافلے کے متعلق پوچھا لیکن سراقہ نے نہ صرف یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قافلے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا بلکہ اس طرح کی گفتگو کی کہ تعاقب کرنے والے واپس لَوٹ گئے۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ249 ،جماع ابواب الھجرۃ الی المدینۃ.... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

ام معبد اور سفر ہجرت:

اس سفر ہجرت میں اُمّ مَعْبَد کا ایک واقعہ ہے جس کا ذکر ملتا ہے۔ ہجرت کے اس سفر کے دوران ایک خیمے کے پاس سے گزرتے ہوئے زادِراہ کی طلب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قافلہ رکا۔ یہ اُمّ مَعْبَد کا خیمہ تھا۔ اُمّ مَعْبَد کا نام عَاتِکہ بنت خالد تھا۔ ان کا تعلق خُزَاعہ کی شاخ بنو کعب سے تھا۔ یہ حضرت حُبَیْش بن خالد کی ہمشیرہ تھیں جنہیں صحابی ہونے اور روایت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ اُمّ مَعْبَد کے خاوند کا نام ابو معبد تھا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات پائی۔ ابو مَعْبَد کا نام معلوم نہیں۔ اُمّ مَعْبَد کا خیمہ قُدَیْد مقام پر تھا۔ قُدَیْد مکہ کے قریب ایک قصبہ کا نام ہے جو رَابِغ سے چند میل کے فاصلے پر جنوب میں واقع تھا۔ یہیں پر مشہور بت مَنَاۃ نصب تھا۔ اہلِ مدینہ اس کی پرستش کیا کرتے تھے۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 232)

(الروض الانف جلد2 صفحہ325 نسب اُمّ مَعْبَد و زوجھا،مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اُمّ مَعْبَد ایک بہادر اور مضبوط خاتون تھیں۔ وہ اپنے خیمے کے صحن میں بیٹھی رہتیں اور وہاں سے گزرنے والوں کو کھلاتی پلاتیں۔ آپؐ اور آپ کے ساتھیوں نے اس سے گوشت اور کھجوروں کے متعلق پوچھا تا کہ یہ اس سے خرید سکیں لیکن اس کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ اس وقت اُمّ مَعْبَد کی قوم محتاج اور قحط زدہ تھی۔ اُمّ مَعْبَد نے کہا اگر ہمارے پاس کچھ ہوتا تو ہم تم لوگوں سے اسے دور نہ رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیمے کے ایک کونے میں بکری نظر آئی تو آپؐ نے پوچھا اے اُمّ مَعْبَد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یہ ایک ایسی بکری ہے کہ جسے کمزوری نے ریوڑ سے پیچھے رکھا ہوا ہے۔ یعنی اس میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ ریوڑ کے ساتھ باہر چرنے جا سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا اس میں دودھ ہے؟ اس نے کہا: یہ اس سے کہیں زیادہ کمزور ہے۔ یہ تو ممکن ہی نہیں کہ اس میں دودھ ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تم مجھے اجازت دیتی ہو کہ میں اس کا دودھ دوہ لوں؟ اس نے کہا کہ اگر آپ کو اس میں دودھ دکھائی دے رہا ہے تو ضرور دوہ لیں مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بکری منگوائی اور اس کے تھن پر ہاتھ پھیرا اور اللہ عزّوجلّ کا نام لیا اور اُمّ مَعْبَد کے لیے اس کی بکری میں برکت کی دعا کی۔ بکری آپ کے سامنے آرام سے کھڑی ہو گئی اور اس نے خوب دودھ اتارا اور جگالی شروع کر دی۔ پھر آپؐ نے ان سے ایک برتن منگوایا جو ایک جماعت کو سیر کر سکتا تھا۔ اس میں اتنا دودھ دوہا کہ جھاگ اس کے اوپر تک آ گئی۔ پھر اُمّ مَعْبَد کو پلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئیں۔ پھر آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ وہ بھی سیر ہو گئے۔ ان سب کے آخر میں آپؐ نے خود نوش کیا اور فرمایا: قوم کو پلانے والا آخر میں پیتا ہے۔ پھر کچھ وقفہ کے بعد آپ نے اس برتن میں دوبارہ دودھ دوہا یہاں تک کہ وہ بھر گیا اور اسے

اُمّ مَعْبَد کے پاس چھوڑ دیا۔ پھر آپؐ نے وہ بکری خریدی اور سفر کے لیے نکل پڑے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد 3 صفحہ 244-245 فی ھجرۃ رسول اللہ ﷺ... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

لکھا ہے کہ ایک طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے جاں نثار رفیق سفر حضرت ابو بکرؓ خدائی تائید و نصرت کے ساتھ گویا محافظ فرشتوں کے جلو میں عازم سفر تھے اور دوسری طرف اہل مکہ نے گویا ابھی تک ہار نہیں مانی تھی۔ وہ بھی مسلسل آپ کے تعاقب میں تھے۔ چنانچہ قریش کی طرف سے تعاقب کرنے والی ایک پارٹی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے کرتے اُمّ مَعْبَد کے خیمے تک بھی آن پہنچی اور یہ لوگ اپنی سواریوں سے اترتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھنے لگے۔ اُمّ مَعْبَد جو تھیں وہ کچھ بھانپ گئیں اور کہنے لگیں کہ تم ایسی بات پوچھ رہے ہو کہ مَیں نے تو کبھی نہیں سنی اور نہ ہی مجھے سمجھ آ رہی ہے کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو اور جب ان لوگوں نے اپنے سوال میں کچھ سختی کرنا چاہی تو اس جہاں دیدہ بہادر خاتون نے کہا کہ دیکھو! اگر تم ابھی مجھ سے دُور نہ ہوئے تو مَیں اپنے قبیلے والوں کو آواز دے کر بلا لوں گی۔ وہ اس خاتون کے مقام و مرتبہ کو جانتے تھے۔ لہٰذا عافیت اسی میں جانی کہ واپس لَوٹ جائیں۔

(محمد رسول اللہ والذین معہ... لعبدالحمید جودۃ السحار جلد3 صفحۃ67، الھجرۃ، مکتبۃ مصر)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی راستے میں تھے کہ انہیں حضرت زبیرؓ ملے جو مسلمانوں کے ایک قافلے کے ساتھ شام سے تجارت کر کے واپس آ رہے تھے۔ حضرت زبیرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب ھجرۃ النبی ﷺ و اصحابہ الی المدینۃ حدیث 3906)

حضرت زبیرؓ سے ملاقات:

اس ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ ”راستہ میں زبیر بن العوامؓ سے ملاقات ہو گئی جو شام سے تجارت کر کے مسلمانوں کے ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ مکہ کو واپس جا رہے تھے۔ زبیر نے ایک جوڑا سفید کپڑوں کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اور ایک حضرت ابو بکرؓ کی نذر کیا اور کہا مَیں بھی مکہ سے ہو کر بہت جلد آپؐ سے مدینہ میں آملوں گا۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 242)

پھر بخاری کی ایک روایت ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ راہ گزرتے ہوئے کئی دوسرے قافلے والے جو کہ حضرت ابو بکرؓ کو ان کے اکثر تجارتی سفروں کی وجہ سے انہی جگہوں پر دیکھ چکے تھے پوچھتے کہ آپؓ کے ساتھ یہ کون ہے؟ **تو آپؓ کہہ دیتے کہ یہ مجھے راستہ دکھانے والے ہیں۔** ھٰذَا الرَّجُلُ یَھْدِیْنِی السَّبِیْلَ۔

یہ شخص مجھے راستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔ لوگ سمجھتے یہ گائیڈ ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی مراد راہ ہدایت سے ہوتی۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبی ﷺ واصحابہ الی المدینۃ حدیث نمبر 3911)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ ”چونکہ حضرت ابو بکرؓ بوجہ تجارت پیشہ ہونے کے اس راستہ سے بارہا آتے جاتے رہتے تھے اس لئے اکثر لوگ ان کو پہچانتے تھے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو نہیں پہچانتے تھے۔ لہٰذا وہ ابو بکرؓ سے پوچھتے تھے کہ یہ تمہارے آگے آگے کون ہے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے۔ ھٰذَا یَھْدِیْنِی السَّبِیْلَ۔ یہ میرا ہادی ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ شاید یہ کوئی دلیل یعنی گائیڈ ہے جو راستہ دکھانے کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے ساتھ لے لیا ہے۔ مگر حضرت ابو بکرؓ کا مطلب کچھ اَور ہوتا تھا۔" (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 242)

قُبا میں قیام اور استقبال:

منزلِ مقصود تک پہنچنے کے بارے میں لکھا ہے کہ آٹھ دن سفر کرتے ہوئے خدائی نصرتوں کے ساتھ آخر کار پیر کے دن آپؐ مدینہ کے راستے قُبا پہنچ گئے۔ حدیث میں ہے کہ پیر کے دن آپؐ پیدا ہوئے۔ پیر کے دن مکہ سے نکلے اور پیر کے دن مدینہ پہنچے اور پیر کے دن آپؐ کی وفات ہوئی۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد3 صفحہ253 ،جماع ابواب الھجرۃ الی المدینۃ.... دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 243)

قُبا ایک کنویں کا نام تھا جس کی نسبت سے بستی کا نام بھی قبا مشہور ہو گیا جہاں انصار کے قبیلہ بنو عَمرو بن عوف کے لوگ آباد تھے۔ یہ بستی مدینہ سے دو میل کے فاصلے پر تھی۔

(معجم البلدان لشھاب الدین یاقوت الحموی جلد4 صفحہ377 زیر لفظ "قبا" مطبوعہ المکتبۃ العصریۃ بیروت 2014ء)

بعض کے نزدیک قُبا کا فاصلہ مدینہ سے تین میل تھا۔ اس کو عالیہ بھی کہتے ہیں۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 230)

مدینہ میں مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکہ سے روانگی کا سن لیا تھا۔ وہ ہر صبح حَرَّہ تک جایا کرتے تھے اور آپؐ کا انتظار کرتے۔ مدینہ دو حَرّوں کے درمیان ہے۔ حَرَّہ سیاہ پتھریلی زمین کو کہتے ہیں۔ مدینہ کی مشرق کی جانب حَرَّہ وَاقِمْ ہے جس کو حَرَّہ بنو قُرَیظہ بھی کہتے ہیں اور دوسرا حَرَّۃُ الْوَبْرَۃ ہے جو مدینہ کے مغرب میں تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں تک کہ دوپہر کی گرمی انہیں لَوٹا دیتی۔ صبح جاتے، انتظار کرتے اور دوپہر کو واپس آجاتے۔ ایک دن مدینہ والے وہ لوگ کافی دیر انتظار کے بعد لَوٹے۔ پھر جب وہ اپنے گھروں میں پہنچے تو ایک یہودی شخص اپنے قلعوں میں سے ایک قلعہ پر کسی کام کے لیے چڑھا تاکہ وہ اس کو دیکھے تو اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کو دیکھ لیا جو سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ سراب ان سے ہٹ رہا تھا۔ یہودی اپنے آپ پر قابو نہ رکھ سکا اور اس نے اپنی بلند آواز سے کہا۔ اے عرب کے لوگو! یہ تمہارے وہ سردار ہیں جن کا تم انتظار کر رہے ہو تو مسلمان ہتھیاروں کی طرف لپکے اور حَرَّہ کے میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سمیت داہنی طرف مڑے یہاں تک کہ آپ بنو عمرو بن عوف کے محلے میں ان کے ساتھ اترے اور یہ سوموار کا دن تھا اور ربیع الاول کا مہینہ۔ حضرت ابو بکر لوگوں کے لیے کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تشریف فرما تھے اور انصار میں سے وہ لوگ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھا تھا، آئے اور حضرت ابو بکرؓ کو سلام کرنے لگے۔ یہاں تک کہ دھوپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑنے لگی۔ حضرت ابو بکرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی چادر سے سایہ کیا۔ اس وقت لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے محلے میں دس

سے زائد راتیں یا بخاری کی ایک روایت کے مطابق چودہ راتیں ٹھہرے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیﷺ و اصحابہ الی المدینۃ حدیث نمبر 3906)
(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ حدیث نمبر 428)(فرہنگ سیرت صفحہ 101-102)

بخاری کی اس روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس سے زائد راتیں قُبا میں قیام فرمایا۔

ایک روایت کے مطابق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عَمرو بن عوف یعنی قُبا میں سوموار، منگل، بدھ اور جمعرات، چار دن قیام فرمایا اور جمعہ کو مدینہ کی طرف نکلے۔ ایک اور روایت میں ذکر ہے کہ آپؐ نے بائیس راتیں قیام فرمایا۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 75، باب عرض رسول اللہﷺ نفسہ... ،دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت مصلح موعودؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قُبا میں آمد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

"سراقہ کو رخصت کرنے کے بعد چند منزلیں طے کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ پہنچ گئے۔ مدینہ کے لوگ بے صبری سے آپ کا انتظار کر رہے تھے اور اِس سے زیادہ ان کی خوش قسمتی اَور کیا ہو سکتی تھی کہ وہ سورج جو مکہ کے لئے نکلا تھا مدینہ کے لوگوں پر جا طلوع ہوا۔ جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے غائب ہیں۔" یعنی مدینہ والوں کو "تو وہ اسی دن سے آپ کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کے وفد روزانہ مدینہ سے باہر کئی میل تک آپ کی تلاش کے لئے نکلتے تھے اور شام کو مایوس ہو کر واپس آجاتے تھے۔ جب آپ مدینہ کے پاس پہنچے تو آپ نے فیصلہ کیا کہ پہلے آپؐ قُبا میں جو مدینہ کے پاس ایک گاؤں تھا ٹھہریں۔ ایک یہودی نے آپ کی اونٹنیوں کو آتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ قافلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور اس نے آواز دی۔ اے قَیْلَہ کی اولاد! (قَیْلَہ مدینہ والوں کی ایک دادی تھی)" سو قَیْلَہ کی اولاد کے نام سے بھی وہاں کے لوگوں کو پکارا جاتا تھا۔ "تم جس کے انتظار میں تھے آگیا ہے۔ اِس آواز کے پہنچتے ہی مدینہ کا ہر شخص قُبا کی طرف دوڑ پڑا۔ قُبا کے باشندے اِس خیال سے کہ خدا کا نبی ان میں ٹھہرنے کے لئے آیا ہے خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ اِس موقع پر ایک ایسی بات ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادگی کے کمال پر دلالت کرتی تھی۔ مدینہ کے اکثر لوگ آپ کی شکل سے واقف نہیں تھے۔ جب قُبا سے باہر آپ ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ بھاگتے ہوئے مدینہ سے آپ کی طرف آرہے تھے تو چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ سادگی سے بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ناواقف لوگ حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ کر جو عمر میں گو چھوٹے تھے مگر ان کی داڑھی میں کچھ سفید بال آئے ہوئے تھے اور اسی طرح ان کا لباس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ بہتر تھا، یہی سمجھتے تھے کہ ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور بڑے ادب سے آپ کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات دیکھی تو سمجھ لیا کہ لوگوں کو غلطی لگ رہی ہے۔ وہ جھٹ چادر پھیلا کر سورج کے سامنے کھڑے ہو گئے اور کہا یا رسول اللہؐ! آپ پر دھوپ پڑ رہی ہے میں آپ پر سایہ کرتا ہوں اور اِس لطیف طریق سے انہوں نے لوگوں پر ان

کی غلطی کو ظاہر کر دیا۔" (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 226-227)

اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ بخاری کا ایک حوالہ درج فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ "بخاری میں بَرَاء بن عَازِب کی روایت ہے کہ جو خوشی انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے کے وقت پہنچی ویسی خوشی کی حالت میں مَیں نے انہیں کبھی کسی اَور موقع پر نہیں دیکھا۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو ہم نے یوں محسوس کیا کہ ہمارے لیے مدینہ روشن ہو گیا اور جب آپؐ فوت ہوئے تو اس دن سے زیادہ تاریک ہمیں مدینہ کا شہر کبھی نظر نہیں آیا۔

استقبال کرنے والوں کی ملاقات کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی خیال کے ماتحت جس کا ذکر تاریخ میں نہیں آیا سیدھے شہر کے اندر داخل نہیں ہوئے بلکہ دائیں طرف ہٹ کر مدینہ کی بالائی آبادی میں جو اصل شہر سے دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھی اور جس کا نام قُبا تھا تشریف لے گئے۔ اس جگہ انصار کے بعض خاندان آباد تھے جن میں زیادہ ممتاز عَمرو بن عوف کا خاندان تھا اور اس زمانہ میں اس خاندان کے رئیس کلثوم بن الہِدْم تھے۔ قُبا کے انصار نے آپ کا نہایت پرتپاک استقبال کیا اور آپؐ کلثوم بن الہدم کے مکان پر فروکش ہو گئے۔ وہ مہاجرین جو آپؐ سے پہلے مدینہ پہنچ گئے ہوئے تھے وہ بھی اس وقت تک زیادہ تر قُبا میں کلثوم بن الہِدْم اور دوسرے معززین انصار کے پاس مقیم تھے اور شاید یہی وجہ تھی کہ آپؐ نے سب سے پہلے قُبا میں قیام کرنا پسند فرمایا۔ ایک آن کی آن میں سارے مدینہ میں آپؐ کی آمد کی خبر پھیل گئی اور تمام مسلمان جوشِ مسرت میں بیتاب ہو کر جوق در جوق آپؐ کی فرودگاہ پر جمع ہونے شروع ہو گئے۔" (سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے، صفحہ 264-265)

مسجد قُبا کی تعمیر:

مسجد قُبا کی تعمیر کے بارے میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قُبا میں قیام کے دوران ایک مسجد کی بنیاد بھی رکھی جسے مسجد قُبا کہا جاتا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عَمرو بن عوف کے محلے میں دس سے زائد راتیں ٹھہرے اور اس مسجد کی بنیاد رکھی جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی اور اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی۔

(بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیﷺ و اصحابہ الی المدینۃ حدیث نمبر 3906)

روایت میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو عمرو بن عوف کے لیے مسجد کی بنیاد رکھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بنیاد رکھی تو سب سے پہلے آپؐ نے قبلے کی سمت ایک پتھر رکھا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے ایک پتھر لا کر رکھا۔ پھر حضرت عمرؓ ایک پتھر لے کر آئے اور حضرت ابو بکرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھ دیا۔ پھر تمام لوگ تعمیر میں مصروف ہو گئے۔ جب مسجد قُبا کی تعمیر ہو رہی تھی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک پتھر لاتے جسے آپؐ نے اپنے پیٹ کے ساتھ لگایا ہوا ہوتا۔ بڑا بھاری پتھر ہوتا۔ پھر آپؐ اس پتھر کو رکھتے۔ کوئی شخص آتا اور چاہتا کہ اس پتھر کو اٹھائے مگر وہ اٹھا نہ سکتا۔ اس پر آپؐ اسے حکم دیتے کہ اسے چھوڑ دو اور کوئی اَور پتھر لے آؤ۔

(الروض الانف جلد2 صفحہ332، تاسیس مسجد قباء، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

مسجد قُبا کے متعلق آتا ہے کہ یہی وہ مسجد ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی مگر بعض روایات میں مسجد نبوی کو وہ مسجد قرار دیا گیا ہے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی۔ سیرتِ حلبیہ میں ذکر ہے کہ ان دونوں اقوال میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ ان دونوں مساجد میں سے ہر ایک کی بنیاد تقویٰ پر ہی رکھی گئی۔ اس بات کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ اس روایت کے مطابق ان کی رائے تھی کہ مدینہ کی تمام مساجد جس میں قُبا کی مسجد بھی شامل ہے اس کی بنیاد تقویٰ پر ہی رکھی گئی ہے لیکن جس کے متعلق آیت نازل ہوئی تھی وہ مسجد قُبا ہی ہے۔

(السيرة الحلبية جلد 2 صفحه 75 دار الكتب العلمية بيروت 2002ء)

مدینہ میں آمد اور استقبال:

دس دن یا چودہ دن قیام کے بعد جمعہ کے دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قُبا سے مدینہ کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں جب بنو سَالِم بن عوف کی آبادی میں پہنچے تو جمعہ کا وقت ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے ہمراہ وادیٔ رَانُوْنَاء کی مسجد میں نماز جمعہ ادا کی اور ان کی تعداد ایک سو تھی۔ وادیٔ رَانُوْنَاء مدینہ کے جنوب میں واقع ہے۔ جب آپؐ نے اس مسجد میں جمعہ کی نماز ادا کی تو اس وقت سے اس مسجد کو مسجد الجمعہ کہا جانے لگا۔ یہ پہلا جمعہ تھا جو آپ نے مدینہ میں پڑھا تھا۔ (اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 168)

(السيرة الحلبية جلد 2 صفحه 81، باب الهجرة الى المدينة ،دارالكتب العلمية بيروت 2002ء)

(السيرة النبويه لابن هشام صفحه 349۔ باب هجرة الرسول۔ دار الكتب العلمية 2001ء)

ہو سکتا ہے یہ مسجد بعد میں وہاں بنائی گئی ہو۔ اس جگہ جمعہ پڑھنے کی وجہ سے اس کا نام رکھا گیا ہو۔ پھر ذکر آتا ہے کہ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو پیچھے بٹھایا ہوا تھا۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية جزء 2 صفحه 157 دار الكتب العلمية بيروت 1996ء)

انعام کے لالچ میں بہت سے لوگوں نے آپؐ کا پیچھا کرنے کی کوشش کی۔ ایک واقعہ کتب تاریخ میں یوں بیان ہوا ہے۔ بُرَیدَہ بن حُصَیب بیان کرتے ہیں کہ جب قریش نے اس کے لیے سو اونٹوں کا انعام مقرر کیا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرے یعنی آپ کو زندہ یا مُردہ پکڑ کے لائے تو مجھے بھی لالچ نے آمادہ کیا تو میں بنو سَہم کے ستر لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر نکلا اور آپؐ کو ملا۔ آپؐ نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ مَیں نے کہا کہ بُرَیدَہ۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے ابو بکر! ہمارا معاملہ ٹھنڈا اور درست ہو گیا۔ پھر آپؐ نے پوچھا تم کس قبیلہ سے ہو؟ مَیں نے کہا قبیلہ اسلم سے۔ آپؐ نے فرمایا سلامتی میں رہے۔ پھر پوچھا کس کی اولاد سے؟ مَیں نے کہا بنو سَہم کی۔ آپؐ نے فرمایا اے ابو بکر تمہارا سَہم یعنی تمہارا نصیبہ نکل آیا۔ پھر بُرَیدَہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپؐ کون ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں محمد بن عبد اللہ، اللہ کا رسول ہوں۔ اس پر بُرَیدَہ نے کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر بُرَیدَہ نے اسلام قبول کر لیا اور سب لوگوں نے بھی جو اس کے ساتھ تھے۔ بُرَیدَہ نے کہا: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ بنو سَہم نے دلی خوشی سے بغیر کسی جبر کے اسلام قبول کیا۔ جب صبح ہوئی تو بُرَیدَہ نے کہا یا رسول اللہؐ! مدینہ

میں آپؐ کا داخلہ ایک جھنڈے کے ساتھ ہونا چاہیے۔ پھر اس نے اپنا عمامہ سر سے اتارا اور اسے اپنے نیزے پر باندھ دیا اور آپؐ کے آگے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ مسلمان مدینہ میں داخل ہو گئے۔

(شرح الزرقانی علی المواهب اللدنية جزء 2 صفحه 148 دار الكتب العلمية بيروت 1996ء)

(السيرة الحلبية جلد 2صفحه 71 باب الهجرة الى المدينه دار الكتب العلمية بيروت)

صحیح بخاری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ آمد کے متعلق حضرت انس بن مالکؓ کی روایت اس طرح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آئے اور مدینہ کے اوپر کے حصہ میں ایک قبیلہ میں جنہیں بنو عَمرو بن عوف کہا جاتا تھا اترے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان میں چودہ راتیں ٹھہرے۔

پھر بنونَجَّار کو بلا بھیجا۔ وہ تلواریں پہنے ہوئے آئے اور یہ واقعہ مجھے ایسا یاد ہے گویا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اب بھی اپنی سواری پر سوار دیکھ رہا ہوں اور حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پیچھے سوار تھے اور بنونَجَّار کا جتھہ آپؐ کے ارد گرد تھا۔ آخر آپؐ نے حضرت ابو ایوبؓ کے صحن میں ڈیرہ ڈالا۔

(صحيح بخاری كتاب الصلوٰة باب هل تنبش قبور مشركی الجاهلية... حديث 428)

اس کا احوال بیان کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ ”قُبَا میں زائد از دس دن قیام کے بعد جمعہ کے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اندرونی حصہ کی طرف روانہ ہوئے۔ انصار و مہاجرین کی ایک بڑی جماعت آپؐ کے ساتھ تھی۔ آپؐ ایک اونٹنی پر سوار تھے اور حضرت ابو بکرؓ آپؐ کے پیچھے تھے۔ یہ قافلہ آہستہ آہستہ شہر کی طرف بڑھنا شروع ہوا۔ راستہ میں ہی نماز جمعہ کا وقت آ گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو سَالِم بن عَوف کے محلہ میں ٹھہر کر صحابہ کے سامنے خطبہ دیا اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ مورخین لکھتے ہیں کہ گو اس سے پہلے جمعہ کا آغاز ہو چکا تھا مگر یہ پہلا جمعہ تھا جو آپؐ نے خود ادا کیا۔ اور اس کے بعد سے جمعہ کی نماز کا طریق باقاعدہ جاری ہو گیا۔“ تو یہاں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ مسجد جو تھی وہ بعد میں بنائی گئی۔

”.....جمعہ سے فارغ ہو کر آپؐ کا قافلہ پھر آہستہ آہستہ آگے روانہ ہوا۔ راستہ میں آپؐ مسلمانوں کے گھروں کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ جوش محبت میں بڑھ بڑھ کر عرض کرتے تھے یا رسول اللہؐ! یہ ہمارا گھر، یہ ہمارا مال و جان حاضر ہے اور ہمارے پاس حفاظت کا سامان بھی ہے۔ آپؐ ہمارے پاس تشریف فرما ہوں۔ آپؐ ان کے لئے دعائے خیر فرماتے اور آہستہ آہستہ شہر کی طرف بڑھتے جاتے تھے۔ مسلمان عورتوں اور لڑکیوں نے خوشی کے جوش میں اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ چڑھ کر گانا شروع کیا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعٰى لِلّٰهِ دَاعِ

یعنی آج ہم پر کوہِ وَدَاع کی گھاٹیوں سے چودھویں کے چاند نے طلوع کیا ہے۔ اس لیے اب ہم پر ہمیشہ کے لئے خدا کا شکر واجب ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کے بچے مدینہ کی گلی کوچوں میں گاتے پھرتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ خدا کے رسولؐ آ گئے۔ اور مدینہ کے حبشی غلام آپؐ کی تشریف آوری کی خوشی میں تلوار کے کرتب دکھاتے پھرتے تھے۔ جب آپؐ شہر کے اندر داخل ہوئے تو ہر شخص کی یہ خواہش تھی کہ آپؐ اس کے پاس قیام

فرمائیں اور ہر شخص بڑھ بڑھ کر اپنی خدمت پیش کرتا تھا۔ آپؐ سب کے ساتھ محبت کا کلام فرماتے اور آگے بڑھتے جاتے تھے حتّٰی کہ آپؐ کی ناقہ بنو نجّار کے محلہ میں پہنچی۔ اس جگہ بنو نجار کے لوگ ہتھیاروں سے سجے ہوئے صف بند ہو کر آپؐ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے اور قبیلہ کی لڑکیاں دفیں بجا بجا کر یہ شعر گا رہی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی نَجَّارِ یَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارِ

یعنی ہم قبیلہ بنو نجار کی لڑکیاں ہیں اور ہم کیا ہی خوش قسمت ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محلہ میں ٹھہرنے کے لئے تشریف لائے ہیں۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 266-267)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **اپنے اور حضرت ابو بکرؓ کے اہل و عیال کو مدینہ بلانے کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے** حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "کچھ عرصہ کے بعد آپ نے اپنے آزاد کردہ غلام "یعنی مدینہ آنے کے کچھ عرصہ بعد "زیدؓ کو مکہ میں بھجوایا کہ وہ آپؐ کے اہل وعیال کو لے آئے۔ چونکہ مکہ والے اِس اچانک ہجرت کی وجہ سے کچھ گھبرا گئے تھے اِس لئے کچھ عرصہ تک مظالم کا سلسلہ بند رہا اور اسی گھبراہٹ کی وجہ سے وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے خاندان کے مکہ چھوڑنے میں مزاحم نہیں ہوئے اور یہ لوگ خیریت سے مدینہ پہنچ گئے۔ اِس عرصہ میں جو زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خریدی تھی سب سے پہلے وہاں آپؐ نے مسجد کی بنیاد رکھی اور اس کے بعد اپنے لئے اور اپنے ساتھیوں کے لئے مکان بنوائے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 230)

مدینہ ہجرت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق سُنْح میں حضرت خُبَیب بن اِسَاف کے ہاں ٹھہرے۔ سُنْح مدینہ کے مضافات میں ایک جگہ ہے جو مسجد نبویؐ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر تھی۔ حضرت خُبیبؓ کا تعلق بنو حَارِث بن خَزْرَج سے تھا۔ ایک قول کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کی رہائش حضرت خَارِجَہ بن زَید کے ہاں تھی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 348، باب ھجرۃ الرسول ﷺ، دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

بعض روایات کے مطابق حضرت ابو بکرؓ نے سُنْح میں ہی اپنا مکان اور کپڑا بنانے کا کارخانہ بنالیا تھا۔

(مقالات سیرت جلد3 صفحہ 131 مکتبہ الاسلامیہ لاہور 2016ء)

اس سے کاروبار کیا۔ ان شاء اللہ یہ ذکر آئندہ بھی ہو گا۔

اس وقت مَیں کچھ مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جن میں سے پہلا ذکر ہے۔ چودھری اصغر علی کلار صاحب مرحوم جو اسیر راہ مولیٰ تھے۔ یہ محمد شریف صاحب کلار، بہاولپور کے بیٹے تھے۔ 10/ جنوری کو حالتِ اسیری میں بیمار ہوئے اور وہیں ہسپتال میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اس لحاظ سے یہ شہیدوں میں ہی شمار ہوں گے۔ تفصیلات کے مطابق مرحوم کے خلاف 24/ ستمبر 2021ء کو پولیس سٹیشن بغداد الجدید بہاولپور میں دفعہ 295-C توہینِ رسالت (نعوذ باللہ)، توہین رسالت کا الزام تو فوراً احمدیوں پہ لگا دیتے ہیں، اس کے تحت مقدمہ درج ہوا اور 26/ ستمبر کو گرفتاری عمل میں آئی۔ گرفتاری کے بعد مرحوم بہاولپور جیل میں تھے۔ جیل میں خون کی الٹیاں آنے پر اور طبیعت خراب ہونے پر مرحوم کو 4/ جنوری 2022ء کو بہاولپور کے ہسپتال میں منتقل

کیا گیا جہاں علاج جاری تھا کہ 10/ جنوری کو صبح فجر سے قبل ان کی وہاں اسیری کی حالت میں ہی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وفات کے وقت مرحوم کی عمر 70 سال تھی۔ مرحوم کی درخواستِ ضمانت عدالت میں زیر سماعت تھی اور 8/ جنوری کو ضمانت کی تاریخ تھی مگر پولیس ریکارڈ لے کر نہ آئی جس پر جج نے 11/ جنوری کی تاریخ دے دی لیکن فیصلہ سے قبل ہی مرحوم مالکِ حقیقی کے حضور حاضر ہو گئے۔ مرحوم تین ماہ پندرہ دن اسیر راہِ مولیٰ رہے۔

مرحوم نے 1971ء میں اوائل عمر میں میٹرک کے بعد خود ہی بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ احمدیت میں شمولیت کے بعد مخالفانہ حالات کا سامنا رہا اس کے باوجود ثابت قدم رہے۔ ایف سی کالج سے انہوں نے MSc. Maths کی ڈگری حاصل کی۔ دورانِ تعلیم قبول احمدیت کی بنا پر والدین نے ان کی مالی معاونت بند کر دی اور شرط رکھی کہ احمدیت چھوڑنے کی صورت میں ہی آئندہ تعلیمی اخراجات ادا کیے جائیں گے۔ اس کے باوجود مرحوم ثابت قدم رہے اور بچوں کو ٹیوشن پڑھا کر اپنے تعلیمی اخراجات پورے کرتے رہے۔ تاہم مرحوم کے والد صاحب نے مرحوم کی ثابت قدمی اور تقویٰ سے متاثر ہو کر بعد میں مخالفت ترک کر دی اور اسی خدشہ کے پیشِ نظر کہ کہیں احمدی بیٹا غیر احمدی والد کی جائیداد سے محروم نہ کر دیا جائے اپنی زندگی میں ہی ان کے نام کا حصہ منتقل کر دیا تھا۔ ان کے والد نے ان کے ساتھ یہ نیکی کی۔ مرحوم بفضلہ تعالیٰ 1/8 حصہ کے موصی تھے۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ نئے سال کے اعلان کے ساتھ ہی سو فیصد ادائیگی کر دیا کرتے تھے۔ خلافتِ احمدیہ سے والہانہ عشق تھا۔ واقفینِ زندگی اور مرکزی مہمانان کی عزت اور مہمان نوازی کا وصف نمایاں تھا۔ جماعتی دورہ جات میں اپنی گاڑی ہمیشہ پیش کرتے تھے۔ دعوت الی اللہ کا بہت شوق تھا۔ باہمت، نڈر داعی الی اللہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی سعید روحوں کو مرحوم کے توسط سے بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی توفیق بخشی۔ صوم و صلوٰۃ کے علاوہ نماز تہجد کے پابند تھے۔ غریب پروری اور خدمت خلق کرنے والے نافع الناس وجود تھے۔ خاندان کے ہر فرد کی باوجود مخالفت کے مالی اور اخلاقی خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم کو شہادت کی بڑی خواہش تھی جو اس طرح اللہ تعالیٰ نے پوری کر دی۔

مرحوم کی اہلیہ محترمہ نے بیان کیا کہ جیل میں ملاقات کے دوران مرحوم نے ذکر کیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں تین مرتبہ سلام کا پیغام ملا ہے اور دوسری خواب میں یہ بیان کیا کہ مَیں نے جیل سے اپنی میت نکلتے دیکھی ہے۔ مرحوم کو بحیثیت ناظم انصار اللہ، زعیم اعلیٰ بہاولپور شہر، سیکرٹری دعوت الی اللہ، سیکرٹری وقف جدید، سیکرٹری اصلاح و ارشاد ضلع خدمت کی توفیق ملی۔ وفات کے وقت ضلعی قاضی بھی تھے۔ مرحوم نے اپنے پسماندگان میں اپنی اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے ملک سے باہر ہی ہیں اور بیٹی بھی کینیڈا میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اصغر علی کلار صاحب سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ ان کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ باقی اسیر ان کے بارے میں بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔

دوسرا ذکر ہے مرزا ممتاز احمد صاحب کا جو وکالت علیا ربوہ کے کارکن تھے۔ پچاسی (85) سال کی عمر میں

ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد کیپٹن ڈاکٹر شیر محمد عالی صاحب کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1923ء میں بیعت کی تھی۔ مرزا ممتاز صاحب نے اپریل 1964ء میں دفتر امانت تحریک جدید میں بطور محرر خدمت شروع کی اور تادم آخر اٹھاون سال تک خدمت کی توفیق پائی۔ ان کی شادی مکرم چودھری مظفر الدین بنگالی صاحب کی بیٹی ماجدہ بیگم سے ہوئی۔ ان سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا۔

ان کے نواسے خالد منصور لکھتے ہیں کہ نانا ہمیں ہمیشہ جماعت کی خدمت میں وابستہ رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ ہمیشہ نماز باجماعت کی اہمیت بتاتے اور تلقین کرتے۔ کہتے ہیں میرے والد صاحب کی وفات کے بعد نانا نے مجھے ان کی کمی محسوس نہیں ہونے دی۔ ہمیشہ ان کو اپنا دوست پایا۔ ہمیشہ جماعت کے کاموں میں مصروف دیکھا۔ ایک مثالی دوست، باپ اور جماعت کے ایک مثالی کارکن تھے۔ ہر ایک سے محبت، پیار اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔ وقت کی پابندی بہت کرتے تھے اور اس کی اہمیت بتاتے تھے۔

ان کے ساتھ کام کرنے والے ایک کارکن سعید ناصر صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ بڑا لمبا عرصہ مجھے ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ بڑی صفائی سے کام کیا کرتے تھے اور اپنا کام مکمل کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے کام میں بھی ان کی مدد کیا کرتے تھے۔

پھر ایک مربی لقمان ثاقب صاحب ہیں وہ کہتے ہیں مَیں نے دیکھا کہ طبیعت کے ضعف کے باوجود اپنے مفوضہ امور مستعدی سے بخوبی سرانجام دیتے تھے۔ آخری وقت تک حافظہ کمال کا تھا۔ سالوں پہلے کے کسی معاملے کے بارے میں فوراً بتا دیتے کہ یہ معاملہ فلاں فائل میں فلاں جگہ پڑا ہوا ہے۔ شستہ مذاق کو پسند کرتے اور لطف اندوز بھی ہوتے تھے لیکن بلاوجہ فضول باتیں کرنے، گپیں مارنے والی ان کی طبیعت نہیں تھی۔ جو کچھ وقت اپنا کام مکمل کرنے پر بچتا تو دفتر میں ہی کرسی پر بیٹھ کر کوئی پرانی فائل لے کر اس کو پڑھنا شروع کر دیتے۔

ڈاکٹر سلطان مبشر نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ بڑی عاجزی تھی۔ ایک سینئر کارکن ہونے کے باوجود ہسپتال جب آتے تھے تو اپنی باری کا انتظار کرتے اور کبھی جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرتے۔ ان میں شکر گزاری اور احسان مندی کا بڑا وصف تھا۔ صبر کا مادہ بھی ان میں بہت زیادہ تھا۔ بڑی لمبی بیماری میں تکلیف کی زیادتی کے باوجود بھی انہوں نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اور سوائے چند ایک دفتر کے دوستوں کے زیادہ حلقہ احباب بھی نہیں تھا۔

ہمیشہ مَیں نے بھی ان کو بڑا خاموش طبع دیکھا ہے اور اپنے چند دوستوں کے ساتھ ہی اور دفتر سے گھر اور گھر سے دفتر یہی معمول ہوتا تھا لیکن بڑی محنت سے کام کرنے والے۔ بڑے اخلاص اور وفا کے ساتھ انہوں نے عمر گزاری ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے کرنل ریٹائرڈ ڈاکٹر عبدالخالق صاحب جو فضل عمر ہسپتال کے سابق ایڈمنسٹریٹر تھے۔ ستانوے سال کی عمر میں گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد میاں محمد عالم صاحب کے ذریعہ آئی جنہوں نے 1919ء میں بیعت کی تھی۔ جبکہ ڈاکٹر عبد الخالق نے 1938ء میں بیعت کی تھی۔ اپنی بیعت کی تفصیل بتاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمارے ابا جان الفضل منگواتے تھے۔ اس کے مطالعہ سے احمدیت کی طرف توجہ ہوئی اور 1938ء میں ہم تین بہن بھائیوں نے بیعت کر لی۔ حضرت والدہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ہماری بیعت کر لینے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ کہتے ہیں 1939ء کے جلسہ میں جو جوبلی کا جلسہ تھا مَیں پہلی بار قادیان گیا اور بعد میں پھر اکثر جلسہ پر جانے کا موقع ملتا رہا۔ ان کی اہلیہ کی 1987ء میں وفات ہو گئی تھی۔ ان کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔

ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر عبد الباری امیر جماعت احمدیہ اسلام آباد ہیں۔ 1974ء میں جب بھٹو حکومت نے احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا ظالمانہ قانون منظور کیا تو ڈاکٹر صاحب نے سرکاری ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور نصرت جہاں سکیم کے تحت اپنی خدمات پیش کیں۔ مرکز کی طرف سے آپ کو 1977ء میں سیرالیون بھجوایا گیا جہاں آپ کو تین سال انسانیت کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ پھر 1992ء میں پی آئی اے نے تاشقند کے لیے پروازیں شروع کیں تو ڈاکٹر صاحب نے اس موقع کو مناسب سمجھتے ہوئے تاشقند اور ازبکستان میں وقف عارضی گزارنے کی درخواست دی۔ مرکز نے یہ درخواست منظور کر لی تو انہوں نے اپنی چھوٹی بہن کے ساتھ سمرقند اور بخارا میں وقف عارضی کے ایام گزارے اور اس دوران میں انسانیت کی بے لوث خدمت بھی کی۔ احمدیت کا پیغام پہنچانے کی بھی ان کو سعادت ملی۔ 1994ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو فضل عمر ہسپتال ربوہ کا ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا جہاں آپ نے جون 2005ء تک تقریباً دس سال سے زائد خدمت کی توفیق پائی۔ آپ کے دور میں فضل عمر ہسپتال میں تعمیر و توسیع کے کئی منصوبے مکمل ہوئے۔ پھر ان کے بارے میں کسی بچے نے شاید ذکر کیا ہے کہ اسّی، اکاسی سال کی عمر کو پہنچنے کے باوجود آپ کا خدمت کا جذبہ تو جوان تھا لیکن انہیں احساس ہو رہا تھا کہ مجھے بڑھاپا آ رہا ہے۔ اس لیے انہوں نے 2005ء میں درخواست کی اور انہوں نے مجھے کہا تو پھر ان کی ریٹائرمنٹ ہو گئی۔ وہاں سے فراغت ہو گئی تو پھر انہوں نے اسلام آباد میں مستقل رہائش اختیار کر لی۔ وہاں اسلام آباد میں بھی مقامی قاضی کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔

ان کے بڑے بیٹے ڈاکٹر عبد الباری کہتے ہیں کہ اولاد کی دینی اور اخلاقی تربیت کا آپ کو ہر وقت فکر رہتا تھا۔ قرآن کریم کی صبح شام اور ہر وقت تلاوت میں آپ مشغول رہتے تھے۔ بہت محبوب مشغلہ تھا۔ اہم معاملات میں تمام تر فیصلہ جات آپ قرآن کریم کی روشنی میں کرتے تھے۔

ان کے داماد ڈاکٹر مظفر علی ناصر، یہ بھی ضلع واہ کینٹ کے نائب امیر ہیں، یہ کہتے ہیں کہ آج تک دن بھر کسی کو اس قدر تلاوت قرآن کریم کرتے نہیں دیکھا۔ ان کو قرآن سے عشق تھا۔ ایک مرتبہ ہسپتال سے ڈسچارج ہوئے تو سٹاف اداس ہو گیا کہ ہمیں قرآن کون سنائے گا۔ سردی اور گرمی میں تہجد میں آپ کی باقاعدگی ہمارے لیے ایک نمونہ تھی۔ خلافت اور جماعت کے ساتھ گہری محبت تھی۔ بہت سادہ زندگی تھی اور کبھی کوئی شکایت نہیں کی۔

ان کے بھائی کے نواسے عبد الصمد رضوی لکھتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر ہر تکلیف کو برداشت کیا۔ اپنی خوشیوں سے دستبرداری اختیار کی۔ کہتے ہیں ان کے گھر ربوہ میں مجھے کئی دفعہ قیام کا موقع ملا۔ میرے لیے ان کا وجود زندہ خدا کو پہچاننے کا باعث ہوا۔ ان کی نماز تہجد بے مثل ہوا کرتی تھی۔ خلافت کی عزت اور محبت آپ میں راسخ تھی جو ہماری بہترین تربیت کا باعث ہوئی۔

فضل عمر ہسپتال کے ڈاکٹر عبد الخالق کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب ہسپتال کے نوجوان ڈاکٹروں سے محبت اور شفقت کا سلوک کرتے تھے اور سینئر ڈاکٹرز کو توجہ دلاتے کہ جونیئر ڈاکٹرز کی ٹریننگ پر خصوصی توجہ دیا کریں۔ ہسپتال کے اموال کی دیانتداری سے نگرانی اور حفاظت کیا کرتے تھے۔ غریب اور مستحق افراد کی ذاتی جیب سے مدد کیا کرتے تھے۔

ڈاکٹر محمد احمد اشرف کہتے ہیں کہ بہت متحمل مزاج تھے۔ نرم دلی، بردباری بہت زیادہ تھی، بہت شفیق وجود تھے اور زیادہ گفتگو کے عادی نہیں تھے لیکن انتظامی لحاظ سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر بہت گہری نظر رکھتے تھے اور اصولوں کی پابندی کروایا کرتے تھے۔ پھر وقفِ عارضی کے لیے دوسرے ڈاکٹروں کو تحریک بھی کیا کرتے تھے کہ فضل عمر ہسپتال میں آئیں اور اپنے داماد کو بھی، بیٹوں کو بھی کہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی نیکیاں ان کی اولادوں میں بھی جاری رکھے۔ نمازوں کے بعد ان کی نماز جنازہ ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 04/ فروری2022ء جلد29 شمارہ10 صفحہ 05تا10)

3

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 21/ جنوری 2022ء بمطابق 21/ صلح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مسجد نبوی کی تعمیر:

آج کل حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا ہے۔ مدینہ پہنچنے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ اس بارے میں سیرت خاتم النبیینؐ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھا ہے کہ مدینہ کے قیام کا سب سے پہلا کام مسجد نبوی کی تعمیر تھا۔ جس جگہ آپؐ کی اونٹنی آکر بیٹھی تھی وہ مدینہ کے دو مسلمان بچوں سہل اور سہیل کی ملکیت تھی جو حضرت اَسعد بن زُرَارَہؓ کی نگرانی میں رہتے تھے۔ یہ ایک افتادہ جگہ تھی جس کے ایک حصہ میں کہیں کہیں کھجوروں کے درخت تھے اور دوسرے حصہ میں کچھ کھنڈرات وغیرہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مسجد اور اپنے حجرات کی تعمیر کے لیے پسند فرمایا اور دس دینار میں (یعنی اس وقت اس زمانے میں اس کی جو قیمت لگی وہ آپ نے یہاں روپوں میں لگائی تھی) بہر حال دس دینار میں زمین خرید لی گئی اور جگہ کو ہموار کر کے اور درختوں کو کاٹ کر مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دعا مانگتے ہوئے سنگِ بنیاد رکھا اور جیسا کہ قبا کی مسجد میں ہوا تھا صحابہ نے معماروں اور مزدوروں کا کام کیا جس میں کبھی کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی شرکت فرماتے تھے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 269)

جیسا کہ بیان ہوا ہے کہ مسجد کے لیے اور حجرات کے لیے یہ جو جگہ تھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دینار میں خریدی تھی اور روایات میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے مال سے یہ رقم ادا کی گئی تھی۔

(المواھب اللدنیہ جلد1 صفحہ316، بناء المسجد النبوی، مطبوعہ المکتب الاسلامی2004ء)

مسجد کی تعمیر کے بارے میں مزید تفصیل یوں ملتی ہے۔ تعمیر شروع ہونے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے ایک اینٹ رکھی۔ پھر آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلایا تو انہوں نے آپؐ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عمرؓ کو بلایا جنہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔ پھر حضرت عثمانؓ آئے انہوں نے حضرت عمرؓ کی اینٹ کے ساتھ ایک اینٹ رکھی۔

ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کی تو آپؐ نے بنیاد میں ایک پتھر رکھا اور حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ اپنا پتھر میرے پتھر کے ساتھ رکھو۔ پھر آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا:

اپنا پتھر ابو بکرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھو۔ پھر حضرت عثمانؓ سے فرمایا: اپنا پتھر عمرؓ کے پتھر کے ساتھ رکھو۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد2۔ باب الھجرۃ صفحہ 90 دارالکتب العلمیۃ بیروت2002)

محرم 7ر ہجری میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خیبر سے فاتح و کامران لوٹے تو آپؐ نے مسجد نبویؐ کی توسیع اور تعمیر نَو کا ارشاد فرمایا۔ اس دفعہ بھی آپؐ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا۔ (ماخوذ از جستجوئے مدینہ صفحہ 446 اوریئنٹل پبلی کیشنز پاکستان)

عبید اللہ بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں مکانوں کے لیے زمین عطا فرمائی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے ان کے گھر کی جگہ مسجد کے پاس مقرر فرمائی۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 93 'ابوبکر الصدیق'ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت ابو بکرؓ کی مؤاخات کے بارے میں روایات ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(الاصابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد 2صفحہ190، خارجہ بن زید، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان عقدِ مؤاخات قائم فرمایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 93 'ابوبکر الصدیق'ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔داراحیاء التراث العربی بیروت 1996ء)

حضرت عمرؓ کے ساتھ مؤاخات مکہ میں ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں روایت آتی ہے کہ حضرت عمرؓ کے ساتھ جو مؤاخات کی روایت ملتی ہے یہ مؤاخات مکہ میں ہوئی تھی۔ جیسا کہ علامہ ابن عساکر لکھتے ہیں کہ مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے وہ مؤاخات منسوخ فرمادی سوائے دو مؤاخات کے۔ وہ دو مؤاخات قائم رہیں جن میں سے ایک آپ کے اور حضرت علیؓ کے درمیان تھی اور دوسری حضرت حمزہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے درمیان تھی۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر جلد 16 جزء 32 صفحہ 63 عبد اللہ بن عثمان بن قحافہ دار احیاء التراث العربی بیروت 2001ء)

مؤاخات کب ہوئی؟ اس بارے میں تاریخ میں یہ ذکر ملتا ہے کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری کے شارح علامہ قَسْطَلَانِی بیان کرتے ہیں کہ مؤاخات دو مرتبہ ہوئی؛ پہلی مرتبہ ہجرت سے قبل مکہ میں مسلمانوں کے درمیان ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان اور حضرت حمزہؓ اور حضرت زید بن حارثہؓ کے درمیان، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان، حضرت زبیرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے درمیان اور حضرت علیؓ اور اپنے درمیان مؤاخات قائم فرمائی۔ پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مہاجرین اور انصار کے درمیان حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں

مؤاخات قائم فرمائی۔ ابن سعد بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سو صحابہ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی یعنی پچاس مہاجرین اور پچاس انصار کے درمیان۔

(ماخوذ از ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جزء7صفحہ133 حدیث نمبر3937دار الفکر 2010ء)

غزوۂ بدر اور حضرت ابو بکرؓ اس بارے میں ذکر ملتا ہے کہ غزوۂ بدر رمضان 2/ ہجری مطابق مارچ 624ء میں ہوئی۔ (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 349)

غزوۂ بدر کے لیے روانگی کے وقت صحابہ کے پاس ستر اونٹ تھے اس لیے ایک ایک اونٹ تین تین آدمیوں کے لیے مقرر کیا اور ہر ایک باری باری سوار ہوتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ ایک اونٹ پر باری باری سوار ہوتے تھے۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ باب ذکر مغازیہ جلد2صفحہ204دار الکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

بدر کے لیے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانگی فرمائی تو اس کے ذکر میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوسفیان کے قافلے کی روک تھام کے لیے مدینہ سے نکلے جو شام کی طرف سے آرہا تھا۔ جب مسلمانوں کا قافلہ ذَفِرَانْ کی وادی میں پہنچا، یہ مدینہ کے نواح میں صَفْرَاء کے قریب ایک وادی ہے تو آپؐ کو قریش کے بارے میں خبر ملی کہ وہ اپنے تجارتی قافلہ کو بچانے کے لیے نکل پڑے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا اور ان کو یہ خبر دی کہ مکہ سے ایک لشکر انتہائی تیز رفتاری سے نکل پڑا ہے اس بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ کیا لشکر کے مقابلہ میں تجارتی قافلہ تم کو زیادہ پسند ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ یعنی ایک گروہ نے کہا ہم دشمن کے مقابلہ میں تجارتی قافلے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ذکر ملتا ہے کہ ایک گروہ نے کہا کہ آپؐ نے ہم سے جنگ کا ذکر کیوں نہ کیا تا کہ ہم اس کی تیاری کر لیتے۔ ہم تو تجارتی قافلے کے لیے نکلے ہیں۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ انہوں نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! آپ کو تجارتی قافلے کی طرف ہی جانا چاہیے اور آپؐ دشمن کو چھوڑ دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا۔ حضرت ابو ایوبؓ بیان کرتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا سبب یہی واقعہ ہے کہ:

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ۔ (الانفال:6)

کہ جیسے تیرے رب نے تجھے حق کے ساتھ تیرے گھر سے نکالا تھا حالانکہ مومنوں میں سے ایک گروہ اسے یقیناً ناپسند کرتا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو گئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور گفتگو کی اور بہت عمدہ گفتگو کی۔ پھر حضرت مقدادؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! جس کا اللہ نے آپؐ کو حکم دیا ہے اسی طرف چلیے۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم آپؐ سے یہ نہ کہیں گے جیسا کہ بنی اسرائیل نے موسیٰ سے کہا تھا کہ فَاذْهَبْ اَنْتَ وَ رَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۔ (المائدۃ:25)

پس جاؤ تُو اور تیرا رب دونوں لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ آپؐ کے ساتھ مل کر قتال کریں گے جب تک ہم میں جان ہے۔ اللہ کی قسم! جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر مبعوث فرمایا ہے اگر آپؐ ہمیں برک الغماد بھی لے کر چلیں تو ہم آپؐ کے ہمراہ تلواروں سے لڑائی کرتے ہوئے چلتے چلے جائیں گے

یہاں تک کہ ہم وہاں پہنچ جائیں۔

برک الغماد مکہ سے پانچ رات کی مسافت پر ایک شہر ہے جو سمندر سے متصل ہے۔ بہرحال حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کو دیکھا، وہ اس بات پر چمک اٹھا اور آپؐ اس بات پر بہت زیادہ مسرور ہوئے۔

(السیرۃ الحلبیہ باب ذکر مغازیہ جلد2صفحہ205-206دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

(معجم البلدان جلد اول صفحہ 475 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذَفِرَان سے روانہ ہوئے اور بدر کے قریب پڑاؤ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب میں سے ایک شخص سوار ہوا۔ ابن ہشام کے مطابق وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کی بجائے حضرت قَتَادہ بن نُعمانؓ یا حضرت مُعاذ بن جَبَلؓ تھے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرب کے ایک بوڑھے شخص کے پاس رکے اور اس سے قریش کے متعلق اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں دریافت کیا اور یہ کہ ان کے بارے میں کیا خبر ہے؟

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 421، غزوۃ بدر الکبریٰ، ذکر الرسولؐ وابوبکر یتعرفان اخبار قریش، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (السیرۃ الحلبیۃ جلد 2 صفحہ 207، ذکر مغازیہ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

جب میدانِ بدر میں جمع ہو گئے تو وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک سائبان بنایا گیا تھا۔ اس کی تیاری کے بارے میں لکھا ہے ”سعد بن معاذ رئیس اوس کی تجویز سے صحابہ نے میدان کے ایک حصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ایک سائبان سا تیار کر دیا اور سعدؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری سائبان کے پاس باندھ کر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! آپؐ اس سائبان میں تشریف رکھیں اور ہم اللہ کا نام لے کر دشمن کا مقابلہ کرتے ہیں... اور سعدؓ اور بعض دوسرے انصار اس کے گرد پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے اسی سائبان میں رات بسر کی۔“ ایک روایت میں ذکر ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سائبان میں ننگی تلوار سونت کر آپؐ کے پاس حفاظت کے لئے کھڑے رہے ”اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رات بھر خدا کے حضور گریہ وزاری سے دعائیں کیں اور لکھا ہے کہ سارے لشکر میں صرف آپؐ ہی تھے جو رات بھر جاگے۔ باقی سب لوگ باری باری اپنی نیند سو لئے۔“

(سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 357)(سبل الھدیٰ جلد11 صفحہ398 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بہادری کے بارے میں حضرت علیؓ سے ایک روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے صحابہ کے ایک گروہ سے پوچھا کہ مجھے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر شخص کے متعلق بتاؤ۔ حضرت علیؓ نے پوچھا تو لوگوں نے جواب دیا کہ آپؓ یعنی حضرت علیؓ۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں۔ جب بدر کا دن تھا ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سائبان تیار کیا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! ہم میں سے کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ تلوار کو

سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر کے پاس کھڑے ہو گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد2 صفحہ214 باب ذکر مغازیہﷺ دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

اس ضمن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے **ایک دفعہ فرمایا کہ صحابہؓ میں سب سے زیادہ بہادر اور دلیر** حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور پھر انہوں نے کہا کہ جنگِ بدر میں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک علیحدہ چبوترہ بنایا گیا تو اس وقت سوال پیدا ہوا کہ آج رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا کام کس کے سپرد کیا جائے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے اس انتہائی خطرہ کے موقع پر نہایت دلیری کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کا فرض سرانجام دیا۔“ (تفسیر کبیر جلد7 صفحہ364-365)

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور آپؐ بدر کے دن ایک بڑے خیمے میں تھے کہ اَللّٰھُمَّ إِنِّی أَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَوَعْدَكَ، اَللّٰھُمَّ إِنْ شِئْتَ لَمْ تُعْبَدْ بَعْدَ الْيَوْمِ کہ اے میرے اللہ! مَیں تجھے تیرے ہی عہد اور تیرے ہی وعدے کی قسم دیتا ہوں۔ اے میرے ربّ! اگر تُو ہی مسلمانوں کی تباہی چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! بس کیجیے۔ آپؐ نے اپنے ربّ سے دعا مانگنے میں بہت اصرار کر لیا ہے اور آپ زرہ پہنے ہوئے تھے۔ آپؐ خیمہ سے نکلے اور آپؐ یہ پڑھ رہے تھے:

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ وَالسَّاعَةُ اَدْهٰى وَاَمَرُّ۔(القمر:46-47)

عنقریب یہ سب کے سب شکست کھا جائیں گے اور پیٹھ پھیر دیں گے اور یہی وہ گھڑی ہے جس سے ڈرائے گئے تھے اور یہ گھڑی نہایت سخت اور نہایت تلخ ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الجهاد و السیر باب ما قیل فی درع النبیﷺ و القمیص فی الحرب حدیث :2915)

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ بدر والے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکوں کو دیکھا وہ ایک ہزار تھے اور آپؐ کے صحابہ تین سو انیس تھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کیا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے اور اپنے رب کو بلند آواز سے پکارتے رہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْجِزْ لِیْ مَا وَعَدْتَّنِیْ اَللّٰھُمَّ اٰتِ مَا وَعَدْتَّنِیْ اَللّٰھُمَّ اِنْ تُھْلِكْ ھٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَھْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِی الْاَرْضِ یعنی اے اللہ! جو تُو نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ! جو تُو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما۔ اے اللہ! اگر تُو نے مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ قبلے کی طرف منہ کیے دونوں ہاتھ پھیلائے آپؐ مسلسل اپنے رب کو بلند آواز سے پکارتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں سے گر گئی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کی چادر اٹھائی اور آپؐ کے کندھوں پر ڈال دی۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے سے چمٹ گئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبیؐ! آپؐ کی اپنے رب کے حضور الحاح سے بھری ہوئی دعا آپؐ کے لیے کافی ہے۔ وہ آپؐ سے کیے

گئے وعدے ضرور پورے فرمائے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔ (الانفال:10)

یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے اس نے تمہاری التجا کو قبول کر لیا اس وعدے کے ساتھ کہ میں ضرور ایک ہزار قطار در قطار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا۔ پس اللہ نے ملائکہ کے ساتھ آپ کی مدد فرمائی۔

(صحیح مسلم کتاب الجهاد و السیر باب الامداد بالملائكة فی غزوة بدر و اباحة الغنائم حدیث نمبر 4588)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بدر کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے۔

لکھتے ہیں کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مخاطب ہو کر یہ بھی فرمایا کہ لشکر کفار میں بعض ایسے لوگ بھی شامل ہیں جو اپنے دل کی خوشی سے اس مہم میں شامل نہیں ہوئے بلکہ رؤساءِ قریش کے دباؤ کی وجہ سے شامل ہو گئے ہیں ورنہ وہ دل میں ہمارے مخالف نہیں۔ اسی طرح بعض ایسے لوگ بھی اس لشکر میں شامل ہیں جنہوں نے مکہ میں ہماری مصیبت کے وقت میں ہم سے شریفانہ سلوک کیا تھا اور ہمارا فرض ہے کہ ان کے احسان کا بدلہ اتاریں۔ پس اگر کسی ایسے شخص پر کوئی مسلمان غلبہ پائے تو اسے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچائے اور آپؐ نے خصوصیت کے ساتھ قسم اوّل میں عباس بن عبد المطلب اور قسم ثانی میں اَبُوالْبَخْتَرِی کا نام لیا اور ان کے قتل سے منع فرمایا مگر حالات نے کچھ ایسی ناگریز صورت اختیار کی کہ اَبُوالْبَخْتَرِی قتل سے بچ نہ سکا گو اسے مرنے سے قبل اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل سے منع فرمایا ہے۔“ صحابہ سے یہ فرمانے کے بعد ”... آپؐ سائبان میں جا کر پھر دعا میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی ساتھ تھے اور سائبان کے ارد گرد انصار کی ایک جماعت سعد بن معاذؓ کی زیر کمان پہرہ پر متعین تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد میدان میں سے ایک شور بلند ہوا اور معلوم ہوا کہ قریش کے لشکر نے عام حملہ کر دیا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہایت رقت کی حالت میں خدا کے سامنے ہاتھ پھیلائے ہوئے دعائیں کر رہے تھے اور نہایت اضطراب کی حالت میں فرماتے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَهْدَكَ وَ وَعْدَكَ اَللّٰهُمَّ اِنْ تُهْلِكْ هٰذِهِ الْعِصَابَةَ مِنْ اَهْلِ الْاِسْلَامِ لَا تُعْبَدْ فِي الْاَرْضِ۔ اے میرے خدا! اپنے وعدوں کو پورا کر۔ اے میرے مالک! اگر مسلمانوں کی یہ جماعت آج اس میدان میں ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ اور اس وقت آپؐ اس قدر کرب کی حالت میں تھے کہ کبھی آپؐ سجدہ میں گر جاتے تھے اور کبھی کھڑے ہو کر خدا کو پکارتے تھے اور آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں سے گر گر پڑتی تھی اور حضرت ابو بکرؓ اسے اٹھا اٹھا کر آپؐ پر ڈال دیتے تھے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ مجھے لڑتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آتا تھا تو مَیں آپؐ کے سائبان کی طرف بھاگا جاتا تھا لیکن جب بھی مَیں گیا مَیں نے آپؐ کو سجدہ میں گڑگڑاتے ہوئے پایا اور مَیں نے سنا کہ آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ جاری تھے کہ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ، یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

یعنی اے میرے زندہ خدا! اے میرے زندگی بخش آقا! حضرت ابو بکرؓ آپؐ کی اس حالت کو دیکھ کر بے چین ہوئے جاتے تھے اور کبھی کبھی بے ساختہ عرض کرتے تھے یا رسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں۔ آپؐ گھبرائیں نہیں۔ اللہ اپنے وعدے ضرور پورے کرے گا۔ مگر اس سچے مقولہ کے مطابق کہ ’ہر کہ

عارف تر است ترساں تر'۔ ''یعنی ہر کوئی جتنی معرفت رکھتا ہے اتنا ہی وہ ڈرتا ہے۔ ''آپؐ برابر دعا اور گریہ وزاری میں مصروف رہے۔'' (سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 360-361)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ''بدر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو ظہور میں آیا وہ بھی چشم بصیرت رکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرنے کے لئے کافی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کے دل میں اللہ تعالیٰ کا کس قدر خوف تھا۔ جنگِ بدر کے موقع پر جبکہ دشمن کے مقابلہ میں آپؐ اپنے جاں نثار بہادروں کو لے کر پڑے ہوئے تھے۔ تائیدِ الٰہی کے آثار ظاہر تھے۔ کفار نے اپنے قدم جمانے کے لئے پختہ زمین پر ڈیرے لگائے تھے اور مسلمانوں کے لئے ریت کی جگہ چھوڑی تھی لیکن خدا نے بارش بھیج کر کفار کے خیمہ گاہ میں کیچڑ ہی کیچڑ کر دیا اور مسلمانوں کی جائے قیام مضبوط ہو گئی۔ اسی طرح اَور بھی تائیداتِ سماوی ظاہر ہو رہی تھیں لیکن باوجود اس کے اللہ تعالیٰ کا خوف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ایسا غالب تھا کہ سب وعدوں اور نشانات کے باوجود اس کے غنا کو دیکھ کر گھبراتے تھے اور بے تاب ہو کر اس کے حضور میں دعا فرماتے تھے کہ مسلمانوں کو فتح دے۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ... نبی کریمؐ جنگ بدر میں گول خیمہ میں تھے اور فرماتے تھے کہ:

اے میرے خدا! مَیں تجھے تیرے عہد اور وعدے یاد دلاتا ہوں اور ان کے ایفاء کا طالب ہوں۔ اے میرے رب! اگر تُو ہی (مسلمانوں کی تباہی) چاہتا ہے تو آج کے بعد تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔ **اس پر حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کا ہاتھ پکڑ لیا** اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! بس کیجئے۔ آپؐ نے تو اپنے رب سے دعا کرنے میں حد کر دی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت زرہ پہنی ہوئی تھی۔ آپؐ خیمہ سے باہر نکل آئے اور فرمایا کہ ابھی ان لشکروں کو شکست ہو جائے گی اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے بلکہ یہ وقت ان کے انجام کا وقت ہے اور یہ وقت ان لوگوں کے لئے نہایت سخت اور کڑوا ہے۔

اللہ اللہ! خوف خدا کا ایسا تھا کہ باوجود وعدوں کے اس کے غناء کا خیال تھا لیکن یقین بھی ایسا تھا کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی تو بآواز بلند سنا دیا کہ مَیں ڈرتا نہیں بلکہ خدا کی طرف سے مجھے علم ہو چکا ہے کہ دشمن شکست کھا کر ذلیل و خوار ہو گا اور ائمۃ الکفر یہیں مارے جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔''

(سیرۃ النبی ﷺ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 466-467)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ''قرآن شریف میں بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں پر فتح پانے کا وعدہ دیا گیا تھا مگر جب بدر کی لڑائی شروع ہوئی جو اسلام کی پہلی لڑائی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رونا اور دعا کرنا شروع کیا اور دعا کرتے کرتے یہ الفاظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلے:

اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا

یعنی اے میرے خدا! اگر آج تُو نے اس جماعت کو (جو صرف تین سو تیرہ آدمی تھے) ہلاک کر دیا تو پھر قیامت تک کوئی تیری بندگی نہیں کرے گا۔ ان الفاظ کو جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ

سے سنا تو عرض کی یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ اس قدر بے قرار کیوں ہوتے ہیں؟ خدا تعالیٰ نے تو آپؐ کو پختہ وعدہ دے رکھا ہے کہ مَیں فتح دوں گا۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ سچ ہے مگر اس کی بے نیازی پر میری نظر ہے یعنی کسی وعدہ کا پورا کرنا خدا تعالیٰ پر حق واجب نہیں ہے۔" (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 255-256)

جب گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سائباں سے نیچے تشریف لائے اور لوگوں کو قتال پر ابھارا۔ لوگ اپنی صفوں میں اللہ کا ذکر کر رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بذاتِ خود خوب قتال کیا اور آپؐ کے پہلو بہ پہلو حضرت ابو بکر صدیقؓ قتال کرتے رہے۔

حضرت ابو بکرؓ کی بے نظیر شجاعت سامنے آئی۔ آپؓ ہر سرکش کافر سے لڑنے کے لیے تیار تھے اگرچہ آپؓ کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ اس معرکے میں آپؓ کے بیٹے عبد الرحمٰن کفار کی جانب سے لڑنے کے لیے آئے تھے اور عرب میں سب سے بڑے بہادروں میں سے ایک سمجھے جاتے تھے اور قریش میں تیر اندازی میں سب سے بڑے ماہر تھے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کیا تو اپنے والد حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا: بدر کے دن آپ میرے سامنے واضح نشان و ہدف پر تھے لیکن مَیں آپؓ سے ہٹ گیا اور آپؓ کو قتل نہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر تُو میرے نشانے پر ہوتا تو مَیں تجھ سے نہ ہٹتا۔ (سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی، صفحہ 108-109 مکتبہ الفرقان پاکستان)

اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو:

اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانے میں شریک تھے کہ مختلف امور پر باتیں شروع ہو گئیں۔ حضرت عبد الرحمٰن جو حضرت ابو بکر رضی اللہ کے بڑے بیٹے تھے اور جو بعد میں مسلمان ہوئے بدر یا احد کی جنگ میں کفار کی طرف سے لڑائی میں شریک ہوئے تھے۔ انہوں نے کھانا کھاتے ہوئے باتوں باتوں میں کہا ابا جان اس جنگ میں جب فلاں جگہ سے آپؓ گذرے تھے تو اس وقت میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا بیٹھا تھا اور میں اگر چاہتا تو حملہ کر کے آپؓ کو ہلاک کر سکتا تھا مگر میں نے کہا اپنے باپ کو کیا مارنا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

خدا نے تجھے ایمان نصیب کرنا تھا اس لئے تُو بچ گیا ورنہ خدا کی قسم! اگر مَیں تجھے دیکھ لیتا تو ضرور مار ڈالتا۔"
(تفسیر کبیر جلد نہم صفحہ 588)

غزوہ بدر کے قیدیوں کے بارہ میں مشورہ:

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غزوۂ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ اور اس میں حضرت ابو بکرؓ کی رائے کیا تھی؟ اور اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی رائے کے مطابق ہی عمل کیا گیا۔ اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ لکھتے ہیں کہ "مدینہ پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق مشورہ کیا کہ ان کے متعلق کیا کرنا چاہئے۔ عرب میں بالعموم قیدیوں کو قتل کر دینے یا مستقل طور پر غلام بنا لینے کا دستور تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر یہ بات سخت ناگوار گزرتی تھی اور پھر ابھی تک اس بارہ میں کوئی الٰہی احکام بھی نازل نہیں

ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میری رائے میں تو ان کو فدیہ لے کر چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ آخر یہ لوگ اپنے ہی بھائی بند ہیں اور کیا تعجب کہ کل کو انہی میں سے فدایانِ اسلام پیدا ہو جائیں۔ مگر حضرت عمرؓ نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ دین کے معاملہ میں رشتہ داری کا کوئی پاس نہیں ہونا چاہئے اور یہ لوگ اپنے افعال سے قتل کے مستحق ہو چکے ہیں۔ پس میری رائے میں ان سب کو قتل کر دینا چاہئے بلکہ حکم دیا جاوے کہ مسلمان خود اپنے ہاتھ سے اپنے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فطری رحم سے متاثر ہو کر حضرت ابو بکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور قتل کے خلاف فیصلہ کیا اور حکم دیا کہ جو مشرکین اپنا فدیہ وغیرہ ادا کر دیں انہیں چھوڑ دیا جاوے۔ چنانچہ بعد میں اسی کے مطابق الٰہی حکم نازل ہوا۔"

(سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 367-368)

مدینہ میں ایک دفعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے صحابہ بیمار ہو گئے۔ اس بارے میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے۔ آپؓ بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت بلالؓ کو بخار ہو گیا۔ کہتی تھیں میں ان دونوں کے پاس گئی اور پوچھا۔ ابا! آپؓ اپنے تئیں کیسا پاتے ہیں؟ اور بلال تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ آپؓ کہتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِيْ أَهْلِهٖ وَالْمَوْتُ أَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

ہر شخص جو اپنے گھر والوں میں صبح کو اٹھتا ہے تو اسے سلامتی کی دعائیں دی جاتی ہیں اور حالت یہ ہے کہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے نزدیک تر ہوتی ہے۔ اور حضرت بلالؓ جب ان کا بخار اتر جاتا تو بلند آواز سے رو کر بعض شعر پڑھتے تھے جس میں مکہ کی ارد گرد کی آبادیوں کا ذکر ہوتا اور اس کو یاد کر رہے ہوتے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور سارا احوال آپؐ سے بیان کیا یعنی حضرت ابو بکرؓ نے کیا کہا اور حضرت بلالؓ کیا کہتے ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی کہ اے اللہ! مدینہ بھی ہمیں ایسا ہی پیارا بنا دے جیسا کہ ہمیں مکہ پیارا ہے یا اس سے بھی بڑھ کر اور اس کو صحت بخش مقام بنا اور ہمارے لیے اس کے صاع میں اور مُد میں برکت دے۔ یہ مُد اور صاع وزن کے پیمانے ہیں اور اس کے بخار کو یہاں سے لے جا کر جُحْفَہ کی طرف منتقل کر دے۔ جُحْفَہ مکہ سے مدینہ کی جانب بیاسی میل کے فاصلہ پر ایک جگہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الأنصار بَابُ مَقْدَمُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَصْحَابِهِ الْمَدِيْنَةَ، حدیث: 3926)
(شَرْحُ الزَّرْقَانِي جلد 2 صفحه 172 دار الكتب العلمية بيروت 1996ء)

غزوۂ احد کے بارے میں روایات ہیں کہ یہ غزوہ شوال تین ہجری بمطابق 624ء میں مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان ہوا۔ تین ہجری کے آخر پر قریش مکہ اور ان کے حلیف قبیلوں پر مشتمل لشکر کے مدینہ پر چڑھائی کی اطلاع ملی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے قریش کے حملہ کے بارے میں آگاہ کر کے ان سے مشورہ مانگا کہ آیا مدینہ میں ہی رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے یا باہر نکلا جائے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 483-484)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلمانوں کو جمع کر کے ان سے قریش کے اس حملہ کے متعلق مشورہ مانگا کہ آیا مدینہ میں ہی ٹھہر اجائے یا باہر نکل کر مقابلہ کیا جاوے۔ مشورہ سے قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے حملے اور ان کے خونی ارادوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ آج رات مَیں نے خواب میں ایک گائے دیکھی ہے اور نیز مَیں نے دیکھا کہ میری تلوار کا سر ٹوٹ گیا ہے۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ گائے ذبح کی جارہی ہے اور میں نے دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک مضبوط اور محفوظ زرہ کے اندر ڈالا ہے اور ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ ایک مینڈھا ہے جس کی پیٹھ پر میں سوار ہوں۔

صحابہ نے دریافت کیا یارسول اللہؐ! آپؐ نے اس خواب کی کیا تعبیر فرمائی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ گائے کے ذبح ہونے سے تو مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ میرے صحابہ میں سے بعض کا شہید ہونا مراد ہے اور میری تلوار کے کنارے کے ٹوٹنے سے میرے عزیزوں میں سے کسی کی شہادت کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ یا شاید خود مجھے اس مہم میں کوئی تکلیف پہنچے اور زرہ کے اندر ہاتھ ڈالنے سے میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس حملہ کے مقابلہ کے لیے ہمارا مدینہ کے اندر ٹھہرنا زیادہ مناسب ہے اور مینڈھے پر سوار ہونے والے خواب کی آپ نے یہ تاویل فرمائی کہ اس سے کفار کے لشکر کا سردار یعنی علمبردار مراد ہے جو اِن شاء اللہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا۔

اس کے بعد آپ نے صحابہ سے مشورہ طلب فرمایا کہ موجودہ صورتحال میں کیا کرنا چاہیے؟ بعض اکابر صحابہ نے حالات کے اونچ نیچ کو سوچ کر اور شاید کسی قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خواب سے متاثر ہو کر یہ رائے دی کہ مدینہ میں ہی ٹھہر کر مقابلہ کرنا مناسب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا اور کہا کہ بہتر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہم مدینہ کے اندر رہ کر اس کا مقابلہ کریں لیکن اکثر صحابہ نے خصوصاً نوجوانوں نے، جو بدر کی جنگ میں شامل نہیں ہوئے تھے اور اپنی شہادت سے خدمتِ دین کا موقع حاصل کرنے کے لیے بے تاب تھے، بڑے اصرار کے ساتھ عرض کیا کہ شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں مقابلہ کرنا چاہیے۔ ان لوگوں نے اس قدر اصرار کے ساتھ اپنی رائے پیش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جوش کو دیکھ کر ان کی بات مان لی اور فیصلہ فرمایا کہ ہم کھلے میدان میں نکل کر کفار کا مقابلہ کریں گے اور پھر جمعہ کی نماز کے بعد آپؐ نے مسلمانوں میں عام تحریک فرمائی کہ وہ جہاد فی سبیل اللہ کی غرض سے اس غزوہ میں شامل ہو کر ثواب حاصل کریں۔ اس کے بعد آپؐ اندرونِ خانہ تشریف لے گئے جہاں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی مدد سے آپؐ نے عمامہ باندھا اور لباس پہنا اور پھر ہتھیار لگا کر اللہ کا نام لیتے ہوئے باہر تشریف لے آئے لیکن اتنے عرصہ میں یہ جو نوجوان تھے ان کو بعض صحابہ کے کہنے پر اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ انہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر اصرار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ جب یہ احساس ان کو ہوا تو اکثر ان میں سے پشیمانی کی طرف مائل تھے۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہتھیار لگائے اور دوہری زرہ اور خود وغیرہ پہنے ہوئے تشریف لاتے دیکھا تو ان کی ندامت اَور بھی زیادہ ہو گئی اور انہوں نے قریباً یک زبان ہو کر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! ہم سے غلطی ہو گئی کہ ہم نے آپؐ کی رائے کے مقابلہ میں اپنی رائے پر اصرار کیا۔ آپؐ جس طرح مناسب خیال فرماتے ہیں اسی

طرح کارروائی فرمائیں۔ ان شاء اللہ اسی میں برکت ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
خدا کے نبی کی شان سے یہ بعید ہے کہ وہ ہتھیار لگا کر پھر اسے اتار دے قبل اس کے کہ خدا کوئی فیصلہ کرے۔
پس اب اللہ کا نام لے کر چلو اور اگر تم نے صبر سے کام لیا تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت تمہارے ساتھ ہوگی۔
(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 484 تا 486)

کون ہے جو اس کا حق ادا کرے؟

غزوۂ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ کون ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ اس موقع پر جن اصحاب نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ تلوار ان کو عنایت کی جائے ان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شامل تھے۔

(شرح زرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد 2 صفحہ 404 غزوۃ احد دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

سیرت خاتم النبیین میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کا ذکر یوں فرمایا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کون ہے جو اسے لے کر اس کا حق ادا کرے۔ **بہت سے صحابہ نے اس فخر کی خواہش میں اپنے ہاتھ پھیلائے۔** جن میں حضرت عمرؓ اور زبیرؓ بلکہ روایات کی رو سے حضرت ابو بکرؓ و حضرت علیؓ بھی شامل تھے۔ مگر آپؐ نے اپنا ہاتھ روکے رکھا اور یہی فرماتے گئے۔ کوئی ہے جو اس کا حق ادا کرے؟ آخر اَبُودُجَانہ انصاریؓ نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! مجھے عنایت فرمایئے۔ آپؐ نے یہ تلوار انہیں دے دی۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 489)

غزوۂ احد میں جب کفار نے پلٹ کر حملہ کیا اور مسلمانوں کو ہزیمت اٹھانی پڑی تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے **متعلق بھی یہ خبر مشہور ہوئی کہ آپؐ شہید ہو گئے ہیں۔** ابن اسحاق کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کے اعلان اور کچھ لوگوں کے منتشر ہو جانے کے بعد سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ پڑی۔ ان کا بیان ہے کہ مَیں نے خود کے درمیان میں سے آپؐ کی چمکتی ہوئی آنکھیں دیکھ کر بلند آواز سے پکارا اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ خاموش رہو۔ جب مسلمانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہمراہ گھاٹی کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ، حضرت زبیر بن عَوَّامؓ اور حضرت حَارِثْ بِن صِمَّہؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ تھے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری غزوہ احد جلد 3 صفحہ 70 دار الفکر بیروت 2002ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن اپنے صحابہ کی ایک جماعت سے موت پر بیعت لی جب بظاہر مسلمانوں کی پسپائی ہوئی تھی تو وہ ثابت قدم رہے اور اپنی جان پر کھیل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرنے لگے یہاں تک کہ ان میں سے کچھ شہید ہو گئے۔ ان بیعت کرنے والے خوش نصیبوں میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمرؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت سہل بن حُنَیفؓ اور حضرت اَبُودُجَانہؓ شامل تھے۔ (الاصابہ جزء 3 صفحہ 431 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2005ء)

غزوۂ احد کے حالات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے مزید لکھا ہے کہ ”جو صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع تھے انہوں نے جو جان نثاریاں دکھائیں تاریخ ان کی نظیر لانے سے عاجز ہے۔ یہ لوگ پروانوں کی طرح آپؐ کے ارد گرد گھومتے تھے اور آپؐ کی خاطر اپنی جان پر کھیل رہے تھے۔ جو وار بھی پڑتا تھا صحابہ اپنے اوپر لیتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچاتے تھے اور ساتھ ہی دشمن پر بھی وار کرتے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ اور زبیرؓ نے بے تحاشا دشمن پر حملے کئے اور ان کی صفوں کو دھکیل دیا۔ ابو طلحہ انصاریؓ نے تیر چلاتے چلاتے تین کمانیں توڑیں اور دشمن کے تیروں کے مقابل پر سینہ سپر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو اپنی ڈھال سے چھپایا۔ سعد بن وقاصؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تیر پکڑاتے جاتے تھے اور سعدؓ یہ تیر دشمن پر بے تحاشا چلاتے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ نے سعدؓ سے فرمایا۔ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ برابر تیر چلاتے جاؤ۔ سعدؓ اپنی آخری عمر تک آپؐ کے ان الفاظ کو نہایت فخر کے ساتھ بیان کیا کرتے تھے۔ اَبُودُجَانہؓ نے بڑی دیر تک آپؐ کے جسم کو اپنے جسم سے چھپائے رکھا اور جو تیر یا پتھر آتا تھا اسے اپنے جسم پر لیتے تھے حتی کہ ان کا بدن تیروں سے چھلنی ہو گیا مگر انہوں نے اف تک نہیں کی تا ایسا نہ ہو کہ ان کے بدن میں حرکت پیدا ہونے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کا کوئی حصہ ننگا ہو جاوے اور آپؐ کو کوئی تیر آ لگے۔ طلحہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لئے کئی وار اپنے بدن پر لئے اور اسی کوشش میں ان کا ہاتھ شل ہو کر ہمیشہ کے لئے بیکار ہو گیا مگر یہ چند گنتی کے جاں نثار اس سیلاب عظیم کے سامنے کب تک ٹھہر سکتے تھے جو ہر لحظہ مہیب موجوں کی طرح چاروں طرف سے بڑھتا چلا آتا تھا۔ دشمن کے ہر حملہ کی ہر لہر مسلمانوں کو کہیں کا کہیں بہا کر لے جاتی تھی مگر جب ذرا زور تھمتا تھا مسلمان بیچارے لڑتے بھڑتے پھر اپنے محبوب آقا کے گرد جمع ہو جاتے تھے۔ بعض اوقات تو ایسا خطرناک حملہ ہوتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عملاً اکیلے رہ جاتے تھے۔ چنانچہ ایک وقت ایسا آیا کہ آپؐ کے ارد گرد صرف بارہ آدمی رہ گئے اور ایک وقت ایسا تھا کہ آپؐ کے ساتھ صرف دو آدمی ہی رہ گئے۔ ان جان نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن وقاص، اَبُودُجَانہؓ انصاری، سعدؓ بن معاذ اور طلحہؓ انصاری کے نام خاص طور پر مذکور ہوئے ہیں۔“ (سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 495-496)

غزوۂ احد کے دوران جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تو اس وقت کا جو نقشہ حضرت ابو بکرؓ نے کھینچا ہے اس کے متعلق حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب یوم احد کا تذکرہ کرتے تو فرماتے وہ دن سارے کا سارا طلحہؓ کا تھا۔ پھر اس کی تفصیل بتاتے کہ مَیں ان لوگوں میں سے تھا جو احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف واپس لوٹے تھے تو مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کرتے ہوئے لڑ رہا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ آپؓ نے فرمایا وہ آپؐ کو بچا رہا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا کاش! طلحہ ہو۔ مجھ سے جو موقع رہ گیا سو رہ گیا اور مَیں نے دل میں کہا کہ میری قوم میں سے کوئی شخص ہو تو یہ مجھے زیادہ پسندیدہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس وقت یہ سوچا۔ کہتے ہیں اور میرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک شخص تھا جس کو مَیں نہیں پہچان سکا حالانکہ مَیں اس شخص

کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب تھا اور وہ اتنا تیز چل رہا تھا کہ مَیں اتنا تیز نہ چل سکتا تھا تو دیکھا کہ وہ شخص ابوعبیدہ بن جراحؓ تھے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپؐ کا رَبَاعِی دانت یعنی سامنے والے دو دانتوں اور نوکیلے دانت کے درمیان والا دانت ٹوٹ چکا تھا اور چہرہ زخمی تھا۔ آپؐ کے رخسار مبارک میں خود کی کڑیاں دھنس چکی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں اپنے ساتھی کی مدد کرو۔ اس سے آپ کی مراد طلحہ تھی اور ان کا خون بہت بہ رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے یہ کہ مجھے دیکھو فرمایا کہ طلحہ کو جا کے دیکھو۔ ہم نے ان کو رہنے دیا اور میں آگے بڑھا تا خود کی کڑیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک سے نکال سکوں۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ میں آپؓ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپؓ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔ پس میں نے ان کو چھوڑ دیا اور ابوعبیدہؓ نے ناپسند کیا کہ ان کڑیوں کو ہاتھ سے کھینچ کر نکالیں اور اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچے تو انہوں نے ان کڑیوں کو اپنے منہ سے نکالنے کی کوشش کی اور ایک کڑی کو نکالا تو کڑی کے ساتھ ان کا اپنا سامنے کا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ پھر دوسری کڑی نکالنے کے لیے میں آگے بڑھا کہ میں بھی ایسا ہی کروں جیسا انہوں نے کیا ہے۔ **حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا کہ مَیں بھی اسی** طرح دوسری کڑی نکالنے کی کوشش کرتا ہوں تو حضرت ابوعبیدہؓ نے پھر کہا کہ مَیں آپؓ کو اپنے حق کی قسم دیتا ہوں کہ آپؓ اسے میرے لیے چھوڑ دیں۔ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو کہا تو پھر حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹ گئے تو انہوں نے پھر ویسا ہی کیا جیسا پہلے کیا تھا تو ابوعبیدہ کا سامنے کا دوسرا دانت بھی کڑی کے ساتھ ٹوٹ گیا۔ پس ابوعبیدہ سامنے کے ٹوٹے ہوئے دانتوں والے لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔ پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج معالجہ سے فارغ ہو کر طلحہ کے پاس آئے۔ وہ ایک گڑھے میں تھے تو دیکھا کہ ان کے جسم پر نیزے تلوار اور تیروں کے کم و بیش ستر زخم تھے اور ان کی انگلی بھی کٹی ہوئی تھی تو ہم نے ان کی مرہم پٹی کی۔

(سبل الہدیٰ جلد 4 صفحہ 199-200 غزوہ احد دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(لغات الحدیث زیر لفظ رباعی نعمانی کتب خانہ لاہور 2005ء)

حضرت اَبُوعُبَیدَہؓ کے علاوہ حضرت عُقْبَہ بن وَہْبؓ اور حضرت ابوبکرؓ کے بارے میں بھی روایت میں ملتا ہے کہ انہوں نے یہ کڑیاں نکالیں۔

(شرح زرقانی جلد 2 صفحہ 425 غزوہ احد دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

لیکن بہرحال پہلی روایت زیادہ بہتر ہے۔

غزوۂ احد کے دن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ پہاڑ پر چڑھ گئے تو کفار بھی آپؐ کے پیچھے آئے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابوسفیان نے تین بار پکار کر کہا: کیا ان لوگوں میں محمد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اسے جواب دینے سے روک دیا۔ پھر اس نے تین بار پکار کر پوچھا: کیا لوگوں میں ابوقحافہ کا بیٹا ہے یعنی ابوبکر؟ پھر تین بار پوچھا: کیا ان لوگوں میں ابن خطاب یعنی عمر ہے؟ پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ گیا اور کہنے لگا یہ جو تھے وہ تو مارے گئے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھ

سکے اور بولے اے اللہ کے دشمن! بخدا تم نے جھوٹ کہا ہے۔ جن کا تم نے نام لیا ہے وہ سب زندہ ہیں۔ جو بات ناگوار ہے اس میں سے ابھی تیرے لیے بہت کچھ باقی ہے۔

(صحیح بخاری کِتَابُ الْجِهَادِ وَالسِّيَرِ بَابُ مَا يُكْرَهُ مِنَ التَّنَازُعِ وَالِاخْتِلَافِ فِي الحَرْبِ، وَعُقُوبَةِ مَنْ عَصَى إِمَامَهُ حدیث نمبر 3039)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہو کر بے ہوش ہونے اور اس کے بعد کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”تھوڑی دیر بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوش آ گیا اور صحابہ نے چاروں طرف میدان میں آدمی دوڑا دیئے کہ مسلمان پھر اکٹھے ہو جائیں۔ بھاگا ہوا لشکر پھر جمع ہونا شروع ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں لے کر پہاڑ کے دامن میں چلے گئے۔ جب دامنِ کوہ میں بچا کھچا لشکر کھڑا تھا تو ابوسفیان نے بڑے زور سے آواز دی اور کہا ہم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بات کا جواب نہ دیا تا ایسا نہ ہو دشمن حقیقت حال سے واقف ہو کر حملہ کر دے اور زخمی مسلمان پھر دوبارہ دشمن کے حملہ کا شکار ہو جائیں۔ جب اِسلامی لشکر سے اِس بات کا کوئی جواب نہ ملا تو ابوسفیان کو یقین ہو گیا کہ اس کا خیال درست ہے اور اس نے بڑے زور سے آواز دے کر کہا ہم نے ابو بکرؓ کو بھی مار دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کو بھی حکم فرمایا کہ کوئی جواب نہ دیں۔ پھر ابوسفیان نے آواز دی ہم نے عمرؓ کو بھی مار دیا۔ تب عمرؓ جو بہت جوشیلے آدمی تھے انہوں نے اس کے جواب میں یہ کہنا چاہا کہ ہم لوگ خدا کے فضل سے زندہ ہیں اور تمہارے مقابلہ کے لئے تیار ہیں مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ مسلمانوں کو تکلیف میں مت ڈالو اور خاموش رہو۔ اب کفار کو یقین ہو گیا کہ اِسلام کے بانی کو بھی اور ان کے دائیں بائیں بازو کو بھی ہم نے مار دیا ہے۔ اِس پر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرہ لگایا اُعْلُ هُبَل۔ اُعْلُ هُبَل۔

ہمارے معزز بت ہبل کی شان بلند ہو کہ اس نے آج اِسلام کا خاتمہ کر دیا ہے۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”وہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو اپنی موت کے اعلان پر، ابو بکرؓ کی موت کے اعلان پر اور عمرؓ کی موت کے اعلان پر خاموشی کی نصیحت فرما رہے تھے تا ایسا نہ ہو کہ زخمی مسلمانوں پر پھر کفار کا لشکر لوٹ کر حملہ کر دے اور مٹھی بھر مسلمان اس کے ہاتھوں شہید ہو جائیں اب جبکہ خدائے واحد کی عزت کا سوال پیدا ہوا اور شرک کا نعرہ میدان میں مارا گیا تو آپؐ کی روح بے تاب ہو گئی اور آپؐ نے نہایت جوش سے صحابہؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟ صحابہ نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم کیا کہیں؟ فرمایا کہو اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ۔ اَللّٰهُ اَعْلٰى وَاَجَلُّ۔ تم جھوٹ بولتے ہو کہ ہبل کی شان بلند ہوئی“ یہ جھوٹ ہے تمہارا۔ ”اللہ وحدہ لاشریک ہی معزز ہے اور اس کی شان بالا ہے اور اس طرح آپؐ نے اپنے زندہ ہونے کی خبر دشمنوں تک پہنچا دی۔ اِس دلیرانہ اور بہادرانہ جواب کا اثر کفار کے لشکر پر اتنا گہرا پڑا کہ باوجود اِس کے کہ ان کی امیدیں اس جواب سے خاک میں مل گئیں اور باوجود اس کے کہ ان کے سامنے مٹھی بھر زخمی مسلمان کھڑے ہوئے تھے جن پر حملہ کر کے ان کو مار دینا مادی قوانین کے لحاظ سے بالکل ممکن تھا وہ دوبارہ حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکے اور جس قدر فتح ان کو نصیب ہوئی تھی اسی کی خوشیاں

مناتے ہوئے مکہ کو واپس چلے گئے۔‘‘ (دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 52 تا 253)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ آیت:

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ۔(آل عمران:173) صحابہ سے متعلق ہے۔ کہتی ہیں کہ یہ صحابہ سے متعلق ہے یعنی جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کی بات مانی بعد اس کے کہ ان کو زخم پہنچے ان میں جنہوں نے نیک کام کیے اور تقویٰ اختیار کیا ان کے لیے بہت بڑا اجر ہو گا۔ حضرت عائشہؓ نے عروہ سے کہا اے میرے بھانجے! تیرے آباء زبیرؓ اور حضرت ابو بکرؓ بھی انہی لوگوں میں سے تھے کہ جب جنگِ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زخمی ہوئے اور مشرکین پلٹ گئے تو آپؐ کو اندیشہ ہوا کہیں وہ پھر نہ لوٹ آئیں۔ آپؐ نے فرمایا ان کا تعاقب کون کرے گا؟ تو ان میں سے ستّر آدمیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ عروہ کہتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب الذین استجابوا للّٰہ و الرسول ... حدیث 4077)

اس بارے میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں یہ ایک عجیب بات ہے کہ باوجود اس کے کہ قریش کو اس موقع پر مسلمانوں کے خلاف غلبہ حاصل ہوا تھا اور ظاہری اسباب کے لحاظ سے وہ اگر چاہتے تو اپنی اس فتح سے فائدہ اٹھا سکتے تھے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کا راستہ تو بہر حال ان کے لیے کھلا تھا **مگر خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ قریش کے دل باوجود اس فتح کے اندر ہی اندر مرعوب تھے** اور انہوں نے اسی غلبہ کو غنیمت جانتے ہوئے جو احد کے میدان میں ان کو حاصل ہوا تھا مکہ کو جلدی جلدی لوٹ جانا ہی مناسب سمجھا مگر بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے فوراً ستّر صحابہ کی ایک جماعت جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے تیار کر کے لشکر قریش کے پیچھے روانہ کر دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ عام مورخین یوں بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علیؓ یا بعض روایات کے مطابق سعد بن وقاصؓ کو ان کے پیچھے بھجوایا اور ان سے فرمایا کہ ان کا پتہ لاؤ کہ لشکر قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت تو نہیں رکھتا؟ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ اگر قریش اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو خالی چلا رہے ہوں تو سمجھنا کہ وہ مکہ کی طرف واپس جا رہے ہیں۔ مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو سمجھنا کہ ان کی نیت بخیر نہیں اور آپ نے ان کو تاکید فرمائی کہ اگر قریش کا لشکر مدینہ کا رخ کرے تو فوراً آپؐ کو اطلاع دی جاوے اور آپؐ نے بڑے جوش کی حالت میں فرمایا کہ اگر قریش نے اس وقت مدینہ پر حملہ کیا تو خدا کی قسم! ہم ان کا مقابلہ کر کے انہیں اس حملہ کا مزا چکھا دیں گے۔ بہر حال یہ جو وفد گیا تھا جلد ہی یہ خبر لے کر واپس آ گیا کہ قریش کا لشکر مکہ کی طرف جا رہا ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 499-500)

یہ ذکر ابھی ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی چلے گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11 / فروری 2022ء جلد29 شمارہ12 صفحہ 05 تا 10)

4

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 28/ جنوری 2022ء بمطابق 28/ صلح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

غزوۂ حمراء الاسد:

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اور یہی آج بھی چلے گا۔ غزوۂ حمراء الاسد کے بارے میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہفتہ کے دن احد سے واپس تشریف لائے۔ اتوار کے دن جب فجر طلوع ہوئی تو حضرت بلالؓ نے اذان دی اور بیٹھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے باہر تشریف لانے کا انتظار کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عبد اللہ بن عَمرو بن عَوف مُزَنِیؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے ہوئے آئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے تو انہوں نے کھڑے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ وہ اپنے گھر والوں کی طرف سے آرہے تھے۔ جب وہ مَلَلْ میں تھے تو قریش نے وہاں پڑاؤ ڈالا ہوا تھا۔ مَلَلْ مکہ کے راستے میں مدینہ سے اٹھائیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام کا نام ہے۔ اور انہوں نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تم لوگوں نے تو کچھ نہیں کیا۔ تم لوگوں نے انہیں نقصان پہنچایا یعنی مسلمانوں کو نقصان پہنچایا اور تکلیف پہنچائی اور پھر تم نے انہیں چھوڑ دیا اور تباہ نہیں کیا۔ کفار نے کہا کہ ان مسلمانوں میں کئی ایسے بڑے بڑے لوگ باقی ہیں جو تمہارے مقابلے کے لیے اکٹھے ہوں گے۔ پس واپس چلو تا کہ ہم ان لوگوں کو جڑ سے اکھیڑ دیں جو اُن میں باقی رہ گئے ہیں۔ صَفْوَان بن اُمَیَّہ اس بات سے انہیں روکنے لگا یعنی کافروں میں وہ بیٹھا تھا وہ انہیں روکنے لگا اور کہنے لگا کہ اے میری قوم! ایسا نہ کرنا کیونکہ وہ لوگ جنگ لڑ چکے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ جو لوگ جنگ میں آنے سے رہ گئے تھے اب وہ بھی تمہارے مقابلہ میں ان کے ساتھ جمع ہو جائیں گے۔ تم واپس چلو کیونکہ فتح تو تمہاری ہی ہے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ اگر تم واپس گئے تو تم شکست کھا جاؤ گے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور ان کو اس مُزَنِی صحابی کی بات بتائی تو ان دونوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کی طرف چلیں تا کہ وہ ہمارے بچوں پر حملہ آور نہ ہوں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے لوگوں کو بلوایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ وہ یہ اعلان کریں کہ رسول اللہ تمہیں حکم دے رہے ہیں کہ دشمن کے لیے نکلو اور ہمارے ساتھ وہی نکلے جو گذشتہ روز لڑائی میں شامل تھا یعنی احد کی لڑائی میں شامل

تھا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا منگوایا جو کہ گذشتہ روز سے بندھا ہوا تھا۔ اس کو ابھی تک کھولا نہیں گیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جھنڈا حضرت علیؓ کو دے دیا اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو دیا تھا۔

(سبل الھدیٰ جلد 4 صفحہ 308-309 ۔ غزوۃ حمراء الاسد دارالکتب العلمیۃ 1993ء)

(معجم البلدان جلد 5 صفحہ225 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہر حال مسلمانوں کا یہ قافلہ جب مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر حمراء الاسد پہنچا تو مشرکین کو خوف محسوس ہوا اور مدینہ کی طرف لوٹنے کا ارادہ ترک کر کے وہ واپس مکہ روانہ ہو گئے۔

(سیدنا ابو بکر شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 113)

غزوۂ بنو نضیر یہ 4ھ ہجری میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ بنو نضیر کے ہاں تشریف لے گئے۔ اس بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں کیوں تشریف لے کر گئے۔ چنانچہ ایک روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے پاس بنو عامر کے دو مقتولوں کی دیت وصول کرنے کے لیے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دس کے قریب صحابہ تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں پہنچ کر ان سے رقم کی بات کی تو یہود یوں نے کہا کہ ہاں اے ابو القاسم! آپ پہلے کھانا کھا لیجیے پھر آپ کے کام کی طرف آتے ہیں۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دیوار کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔

یہودیوں نے آپس میں سازش کی اور کہنے لگے کہ اس شخص یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کے لیے تمہیں اس سے بہتر موقع نہیں ملے گا۔ اس لیے بتاؤ کون ہے جو اس مکان پر چڑھ کر ایک بڑا پتھر ان کے اوپر گرا دے تا کہ ہمیں ان سے نجات مل جائے۔ اس پر یہودیوں کے ایک سردار عمرو بن جَحَّاش نے اس کی حامی بھری اور کہا کہ میں اس کام کے لیے تیار ہوں مگر اسی وقت سَلَّام بن مِشْکَمْ نامی ایک دوسرے یہودی سردار نے اس ارادے کی مخالفت کی اور کہا یہ حرکت ہر گز مت کرنا۔ خدا کی قسم! تم جو کچھ سوچ رہے ہو اس کی انہیں ضرور خبر مل جائے گی۔ یہ بات بد عہدی کی ہے جبکہ ہمارے اور ان کے درمیان معاہدہ موجود ہے۔ پھر وہ شخص جب اوپر پہنچ گیا یعنی پتھر گرانے والا، تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر گرا دے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آسمان سے اس سازش کی خبر آئی۔

اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو خبر دار کر دیا کہ یہودی کیا کرنے والے ہیں۔ آپؐ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور اپنے ساتھیوں کو وہیں بیٹھا چھوڑ کر اس طرح روانہ ہو گئے جیسے آپؐ کو کوئی کام ہے۔ آپؐ تیزی کے ساتھ واپس مدینہ تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت محمد بن مَسْلَمَہؓ کو بَنُو نَضِیر کے پاس بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ میرے شہر یعنی مدینہ سے نکل جاؤ۔ تم لوگ اب میرے شہر میں نہیں رہ سکتے اور تم نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ غداری تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دس دن کی مہلت دی لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ ہم اپنا وطن ہر گز نہیں چھوڑیں گے۔ اس پیغام پر مسلمان جنگ کی تیاری میں لگ گئے۔ جب تمام مسلمان جمع ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے مقابلے کے لیے نکلے۔ جنگی پرچم حضرت علیؓ نے اٹھایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قلعوں کا محاصرہ کر لیا اور ان کی مدد کے لیے کوئی بھی نہ آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نضیر کی طرف لشکر کشی فرمائی تو عشاء کے وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دس صحابہ کے ساتھ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کی کمان ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کے سپرد فرمائی جبکہ دوسری روایت کے مطابق یہ سعادت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حصہ میں آئی۔ ادھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا سختی کے ساتھ محاصرہ کیے رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یعنی یہودیوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب پیدا کر دیا اور آخر کار انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کو اس شرط پر جلاوطن ہونے کی اجازت دے دی جائے اور جان بخشی کر دی جائے کہ سوائے ہتھیاروں کے انہیں ایسا تمام سامان لے جانے دیا جائے جو اونٹوں پر لادا جا سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ شرط اور درخواست منظور فرمالی۔ ایک روایت کے مطابق آپ نے پندرہ روز تک ان کا محاصرہ کیا جبکہ بعض روایات میں دنوں کی تعداد میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد 2 صفحہ 357 تا 361۔ غزوہ بنو النضیر۔ دارالکتب العلمیۃ 2002ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی اجازت سے غزوۂ بنو نضیر سے حاصل ہونے والا جو سارا مال غنیمت تھا وہ مہاجرین میں تقسیم کر دیا تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت! اللہ تمہیں جزائے خیر عطا کرے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ325 دار الکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

غزوۂ بَدْرُ الموعد۔ یہ 4ر ہجری کا واقعہ ہے۔ اس غزوہ کا سبب یہ ہے کہ ابوسفیان بن حَرْب جب غزوۂ احد سے واپس آنے لگا تو اس نے بآواز بلند کہا کہ آئندہ سال ہماری اور تمہاری ملاقات بدر الصَّفْرَاء کے مقام پر ہو گی۔ ہم وہاں جنگ کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروقؓ کو فرمایا: اسے کہو ہاں ان شاء اللہ۔ اسی پر لوگ جدا ہو گئے۔ قریش واپس آ گئے اور انہوں نے اپنے لوگوں کو اس وعدے کے بارے میں بتا دیا۔ بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور کنواں ہے جو وادیٔ صفراء اور جَارْ جو مقام ہے اس کے درمیان واقع ہے۔ بدر مدینہ کے جنوب مغرب میں 150 کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ زمانہ جاہلیت میں اس جگہ ہر سال یکم ذیقعدہ سے آٹھ روز تک ایک بڑا میلہ لگا کرتا تھا۔ بہر حال جوں جوں وعدے کا وقت قریب آ رہا تھا ابوسفیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نکلنے کو ناپسند کر رہا تھا۔ اس کو خوف پیدا ہو رہا تھا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ اس مقررہ وقت میں آپؐ سے ملاقات نہ ہی ہو۔ ابوسفیان ظاہر کر رہا تھا کہ وہ ایک لشکرِ جرار لے کر آپؐ پر حملہ آور ہونے کی تیاری کر رہا ہے تا کہ یہ خبر اہل مدینہ تک پہنچا دے کہ وہ ایک بہت بڑا لشکر جمع کر رہا ہے اور عرب کے گوشے گوشے میں خبر پھیلا دی جائے تا کہ مسلمانوں کو اس سے خوفزدہ کیا جا سکے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ337 دار الکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 216 دار السلام 1424ھ)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہؐ! اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کرے گا۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو

عزت دے گا۔ ہم نے قوم کے ساتھ وعدہ کیا تھا اور ہم اس کی خلاف ورزی پسند نہیں کرتے۔ وہ یعنی کفار اسے بزدلی شمار کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعدہ کے مطابق تشریف لے چلیں۔ بخدا اس میں ضرور بھلائی ہے۔ یہ جذبات سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کی خبر ملی یعنی کہ ابوسفیان وغیرہ کے لشکر کی تیاری کے بارے میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن رَوَاحَہؓ کو اپنے پیچھے مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ایک روایت کے مطابق عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سَلُول کو امیر مقرر فرمایا اور اپنا جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمایا اور مسلمانوں کے ہمراہ بدر کی جانب روانہ ہوئے۔ آپؐ کے ہمراہ پندرہ سو مسلمان تھے۔ مسلمانوں نے بدر کے مقام پر لگنے والے میلے میں خرید و فروخت کی اور تجارت میں کافی نفع کمایا اور آٹھ روز قیام کرنے کے بعد واپس مدینہ آ گئے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ337 دار الکتب العلمیۃ بیروت1993ء) (ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 46 غزوۃ رسول اللہ ﷺ بدر الموعد، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

وہ میلہ جو وہاں لگا ہوا تھا مسلمانوں نے پھر اس میں تجارت بھی کی کہ اگر جنگ ہوئی تو وہ تو ہونی ہے لیکن اگر نہیں ہوتی تو کم از کم تجارت وہاں ہو جائے اور اس سے مسلمانوں کو بڑا فائدہ ہوا۔ غزوۂ احد میں ابوسفیان نے مسلمانوں کو اگلے سال دوبارہ ملنے کا جو چیلنج دیا تھا اس کی مزید تفصیل بھی ہے اور یہ تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھی ہے۔ لکھتے ہیں کہ غزوۂ احد کے بعد ”میدان سے لوٹتے ہوئے ابوسفیان نے مسلمانوں کو یہ چیلنج دیا تھا کہ آئندہ سال بدر کے مقام پر ہماری تمہاری جنگ ہو گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا تھا۔ اس لئے دوسرے سال یعنی چار ہجری میں جب شوال کے مہینہ کا آخر آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کی جمعیت کو ساتھ لے کر مدینہ سے نکلے اور آپؐ نے اپنے پیچھے عبداللہ بن عبداللہ بن ابی کو امیر مقرر فرمایا۔ دوسری طرف ابوسفیان بن حرب بھی دو ہزار قریش کے لشکر کے ساتھ مکہ سے نکلا مگر باوجود احد کی فتح اور اتنی بڑی جمعیت کے ساتھ ہونے کے اس کا دل خائف تھا اور اسلام کی تباہی کے درپے ہونے کے باوجود وہ چاہتا تھا کہ جب تک بہت زیادہ جمعیت کا انتظام نہ ہو جاوے وہ مسلمانوں کے سامنے نہ ہو۔ چنانچہ ابھی وہ مکہ میں ہی تھا کہ اس نے ایک شخص نُعَیم نامی کو جو ایک غیر جانبدار قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا مدینہ کی طرف روانہ کر دیا اور اسے تاکید کی کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کو ڈرا دھمکا کر اور جھوٹ سچ باتیں بنا کر جنگ سے نکلنے کے لئے باز رکھے۔ چنانچہ یہ شخص مدینہ میں آیا اور قریش کی تیاری اور طاقت اور ان کے جوش و خروش کے جھوٹے قصے سنا سنا کر اس نے مدینہ میں ایک بے چینی کی حالت پیدا کر دی۔ حتیٰ کہ بعض کمزور طبیعت لوگ اس غزوہ میں شامل ہونے سے خائف ہونے لگے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نکلنے کی تحریک فرمائی اور آپؐ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ ہم نے کفار کے چیلنج کو قبول کر کے اس موقع پر نکلنے کا وعدہ کیا ہے اس لئے ہم اس سے تخلّف نہیں کر سکتے اور خواہ مجھے اکیلا جانا پڑے میں جاؤں گا اور دشمن کے مقابل پر اکیلا سینہ سپر ہوں گا تو لوگوں کا خوف جاتا رہا اور وہ بڑے جوش اور اخلاص کے ساتھ آپؐ کے ساتھ نکلنے کو تیار ہو گئے۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈیڑھ ہزار صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور دوسری طرف ابوسفیان اپنے دو ہزار سپاہیوں کے ہمراہ مکہ سے نکلا لیکن خدائی تصرف کچھ ایسا ہوا کہ مسلمان تو بدر میں اپنے وعدہ پر پہنچ گئے مگر قریش کا لشکر تھوڑی دور آ کر پھر مکہ کو واپس لوٹ گیا اور اس کا قصہ یوں ہوا کہ جب ابوسفیان کو نُعَیم کی ناکامی کا علم ہوا تو وہ دل میں خائف ہوا اور اپنے لشکر کو یہ تلقین کرتا ہوا راستہ سے لوٹا کر واپس لے گیا کہ اس سال قحط بہت ہے اور لوگوں کو تنگی ہے اس لئے اس وقت لڑنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب کشائش ہو گی تو زیادہ تیاری کے ساتھ مدینہ پر حملہ کریں گے۔ اسلامی لشکر آٹھ دن تک بدر میں ٹھہرا اور چونکہ وہاں ماہ ذوقعدہ کے شروع میں ہر سال میلہ لگا کرتا تھا۔" جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے تو "ان ایام میں بہت سے صحابیوں نے اس میلہ میں تجارت کر کے کافی نفع کمایا۔ حتی کہ انہوں نے اس آٹھ روزہ تجارت میں اپنے راس المال کو دوگنا کر لیا۔ جب میلے کا اختتام ہو گیا اور لشکر قریش نہ آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے کوچ کر کے مدینہ میں واپس تشریف لے آئے اور قریش نے مکہ میں واپس پہنچ کر مدینہ پر حملے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ یہ غزوہ غزوۂ بَدْرُ الْمَوعِد کہلاتا ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ صفحہ 529-530)

غَزوۂ بَنُو مُصْطَلِق ایک ہے جو شعبان 5/ ہجری میں ہوا۔ غزوۂ بنو مصطلق کا دوسرا نام غزوۂ مُرَیْسِیع بھی ہے۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 1 صفحہ 341، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2013ء)

بنو مُصْطَلِق خُزَاعَہ کی شاخ تھی۔ یہ قبیلہ ایک کنویں کے پاس رہتا تھا جس کو مُرَیْسِیع کہتے تھے۔ یہ فُرُع سے ایک یوم کی مسافت پر تھا اور فُرُع اور مدینہ کے درمیان قریباً 96 میل کا فاصلہ تھا۔ (المنجد زیر مادہ 'برد')

(الطبقات الکبریٰ جزء ثانی صفحہ48 غزوہ رسول اللہ ﷺ المریسیع ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت1990ء)

علامہ ابن اسحاق کے نزدیک غزوۂ بنو مصطلق 6/ ہجری میں ہوا جبکہ موسیٰ بن عُقْبَہ کے نزدیک 4/ ہجری میں ہوا اور واقدی کہتا ہے کہ یہ غزوہ شعبان 5/ ہجری میں ہوا۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے اس کو 5/ ہجری کا ہی لکھا ہے۔ بہر حال جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی کہ قبیلہ بنو مصطلق نے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف شعبان 5/ ہجری میں سات سو اصحاب کے ساتھ پیش قدمی فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد فرمایا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق آپؐ نے مہاجرین کا جھنڈا حضرت عمار بن یاسرؓ کو دیا اور انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کے سپرد فرمایا۔

(البدایۃ و النہایۃ جلد 4 صفحہ169-170، غزوۃ بنی المصطلق،دار الکتب العلمیۃ بیروت)

واقعۂ اِفک:

واقعۂ اِفک اس کے بارے میں جو تفصیل ہے وہ اس طرح ہے کہ غزوۂ بنو مصطلق سے واپسی پر حضرت عائشہ بنت حضرت ابو بکرؓ پر منافقین کی طرف سے تہمت لگائی گئی۔ یہ واقعہ تاریخ میں واقعۂ اِفک کے نام سے معروف ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ یہ روایت گو کہ ایک صحابی کے ضمن میں پہلے بیان ہو چکی ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ دسمبر 2018ء مطبوعہ الفضل انٹرنیشنل 4/ جنوری 2019ء صفحہ 6،7)

لیکن یہاں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے بھی بیان کرنا ضروری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ فرماتے تو آپؐ اپنی ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالتے حضرت عائشہؓ سے یہ روایت ہے، اور پھر جس کا قرعہ نکلتا آپؐ اس کو اپنے ساتھ لے جاتے۔ آپؐ نے ایک غزوہ میں ہمارے درمیان قرعہ ڈالا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا تو حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میرا قرعہ نکلا۔ میں آپؐ کے ساتھ گئی حجاب کے حکم کے نازل ہونے کے بعد۔ کہتی ہیں میں ہودج میں اٹھائی جاتی اور اسی میں اتاری جاتی۔ ہم چلتے رہے یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس غزوہ سے فارغ ہوئے اور واپس تشریف لائے اور ہم مدینہ کے قریب ہوئے تو ایک رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوچ کا حکم فرمایا۔ میں کھڑی ہوئی جب لوگوں نے کوچ کا اعلان کیا۔ پھر میں چل پڑی یہاں تک کہ لشکر سے آگے نکل گئی۔ پھر جب میں اپنی ضرورت سے فارغ ہوئی تو ہودج کی طرف آئی اور میں نے اپنے سینے کو ہاتھ لگایا تو کیا دیکھتی ہوں کہ میرا اَظْفَار کے نگینوں کا ہار ٹوٹ کر گر گیا ہے۔ بہر حال کہتی ہیں میں واپس گئی اور اپنا ہار ڈھونڈنے لگی۔ اس کی تلاش نے مجھے روکے رکھا اور وہ لوگ آئے جو میری سواری کو تیار کرتے تھے جس پر میں ہودج میں بیٹھتی تھی۔ اور انہوں نے میرا ہودج اٹھایا اور اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر مَیں سوار ہوتی تھی۔ کہتی ہیں کہ انہوں نے سمجھا کہ مَیں اس میں ہوں کیونکہ عورتیں ان دنوں میں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں اور ان پر زیادہ گوشت نہ ہوتا تھا اور وہ تھوڑا سا ہی کھانا کھایا کرتی تھیں۔ بہر حال لوگوں نے جب اسے اٹھایا تو ہودج کے بوجھ کو غیر معمولی نہ سمجھا۔ انہوں نے اس کو اٹھایا اور میں کم عمر لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل پڑے اور میں نے اپنا ہار پالیا بعد اس کے کہ لشکر چلا گیا۔

میں ان کے پڑاؤ پر آئی اور وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پھر میں اپنے پڑاؤ کی طرف گئی جس میں میں تھی اور میں نے خیال کیا کہ وہ مجھے نہ پائیں گے تو میرے پاس واپس آئیں گے۔ اس حال میں کہ میں بیٹھی ہوئی تھی میری آنکھ لگ گئی اور میں سو گئی۔ صَفْوَان بن مُعَطَّلْ سُلَمِی ذَکْوَانِی لشکر کے پیچھے تھے۔ وہ صبح میرے پڑاؤ پر آئے اور انہوں نے ایک سوئے ہوئے انسان کا وجود دیکھا۔ وہ میرے پاس آئے اور حجاب کے حکم سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ میں ان کے اِنَّاللہ پڑھنے پر جاگ اٹھی۔ جب انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی تو انہوں نے اس اونٹنی کا پاؤں موڑا اور جب وہ اونٹنی بیٹھ گئی تو مَیں اس پر سوار ہو گئی۔ اور میری سواری کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ہم لشکر میں پہنچے بعد اس کے کہ لوگ ٹھیک دوپہر کے وقت آرام کرنے کے لیے پڑاؤ کیے ہوئے تھے۔

پھر جس کو ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہو گیا اور اس افک کا بانی عبداللہ بن ابی بن سَلول تھا۔ ہم مدینہ پہنچے۔ مَیں وہاں ایک ماہ بیمار رہی اور لوگ افک لگانے والوں کی باتوں میں لگے رہے اور میری بیماری میں یہ بات مجھے بے چین کرتی کہ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ مہربانی نہ دیکھتی جو مَیں آپؐ سے دیکھتی تھی جب مَیں بیمار ہوتی۔ آپؐ اندر تشریف لاتے اور سلام کہتے۔ پھر فرماتے تم کیسی ہو؟ مجھے اس واقعہ کا یعنی واقعۂ اِفک کا کچھ بھی علم نہ تھا یہاں تک کہ جب میں کمزور ہو گئی تو میں اورام مِسْطَح مَنَاصِع کی طرف گئیں جو ہماری قضائے حاجت کی جگہ تھی۔ ہم نہ نکلتے مگر رات سے رات تک، رات کا انتظار کیا کرتے تھے، اور یہ اس سے پہلے کی بات ہے کہ ہم نے اپنے گھروں کے قریب

بیوت الخلا بنائے تھے۔ گھروں میں اس وقت بیوت الخلا نہیں ہوتے تھے۔ بہر حال کہتی ہیں اس سے قبل ہماری حالت پہلے عربوں کی سی تھی جو جنگل میں یا باہر الگ جا کر قضائے حاجت کیا کرتے تھے۔ میں اور ام مسطح بنتِ اَبُورُھْم دونوں گئیں۔ ہم چل رہی تھیں کہ وہ اپنی اوڑھنی سے اٹکی اور اس نے کہا مسطح ہلاک ہو گیا۔ میں نے اسے کہا کیا ہی بری بات ہے جو تم نے کہی ہے۔ کیا تم ایسے شخص کو برا کہہ رہی ہو جو بدر میں موجود تھا تو اس نے کہا اے بھولی بھالی لڑکی! کیا آپؓ نے سنا نہیں جو لوگوں نے کہا۔ تب اس نے مجھے افک والوں کی بات بتائی۔ اس پر میری بیماری مزید بڑھ گئی۔

پھر جب میں اپنے گھر واپس آئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور آپؐ نے سلام کیا اور آپؐ نے فرمایا تم کیسی ہو؟ میں نے عرض کیا مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت دیں۔ حضرت عائشہؓ نے کہا کہ مجھے اجازت دیں کہ والدین کے پاس چلی جاؤں۔ میں اس وقت چاہتی تھی کہ میں ان دونوں یعنی اپنے والدین کی طرف سے خبر کا یقینی ہونا معلوم کروں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اجازت دے دی۔ میں اپنے والدین کے پاس آئی تو میں نے اپنی والدہ سے کہا لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اے میری بیٹی! اس معاملہ میں اپنی جان پر بوجھ نہ ڈالو۔ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کبھی کسی آدمی کے پاس کوئی خوبصورت عورت ہو جس سے وہ محبت کرتا ہو اور اس کی سوکنیں ہوں اور پھر اس کے خلاف باتیں نہ کریں۔ مَیں نے کہا سبحان اللہ! لوگ ایسی بات کا چرچا کر رہے ہیں۔ انہوں نے یعنی حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ مَیں نے وہ رات اس طرح **گزاری کہ صبح ہو گئی اور میرے آنسو نہ تھمتے تھے اور نہ مجھے ذرا سی بھی نیند آئی۔**

پھر صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی بن ابو طالبؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو بلایا۔ جب وحی میں تاخیر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں سے اپنی بیوی کو چھوڑنے کے بارے میں مشورہ کرنا چاہتے تھے۔ جہاں تک حضرت اسامہ کا تعلق تھا تو انہوں نے مشورہ دیا اس کے مطابق جو وہ جانتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہؓ سے تعلق کیا ہے اور حضرت عائشہؓ کی حالت کو بھی جانتے ہوں گے کہ نیک پارسا عورت ہیں۔ بہر حال حضرت اسامہؓ نے عرض کیا کہ:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کی بیوی ہیں **اور اللہ کی قسم! ہم سوائے بھلائی کے اَور کچھ نہیں** جانتے۔ اور جہاں تک حضرت علی بن ابو طالبؓ کا تعلق ہے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے آپؐ پر کچھ تنگی نہیں رکھی اور اس کے سوا اَور عورتیں بھی بہت ہیں اور اس خادمہ سے پوچھئے وہ آپؐ سے سچ کہہ دے گی۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بریرہ کو بلایا اور آپؐ نے فرمایا اے بریرہ! کیا تم نے اس میں کوئی بات دیکھی جو تمہیں شک میں ڈالے؟ بریرہ نے عرض کیا نہیں۔ اس کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! میں نے ان میں اس سے زیادہ کوئی اور بات نہیں دیکھی جس کو میں عیب سمجھوں کہ وہ کم عمر لڑکی ہے، گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے۔ بکری آتی ہے اور وہ اسے کھا جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی روز کھڑے ہوئے اور عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں معذرت چاہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کون مجھے اس شخص کے بارے میں معذور سمجھے گا جس کی ایذا رسانی میرے اہل کے بارے میں مجھے پہنچی

ہے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے اہل میں سوائے بھلائی کے اَور کوئی بات نہیں جانتا۔

اور لوگوں نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جس کی بابت مَیں بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتا اور میرے گھر والوں کے پاس وہ نہیں آتا تھا مگر میرے ساتھ۔ حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! بخدا میں اس سے آپؐ کو معذور ٹھہراؤں گا۔ اگر وہ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن مار دیں گے اور اگر وہ ہمارے بھائیوں خزرج سے ہے تو آپؐ ہمیں ارشاد فرمائیں۔ ہم آپؐ کے ارشاد کے مطابق کریں گے۔ اس پر حضرت سعد بن عبادہؓ کھڑے ہو گئے اور وہ خزرج کے سردار تھے اور اس سے پہلے وہ بھلے آدمی تھے لیکن انہیں حمیت نے اکسایا اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! تم اسے نہیں مارو گے۔ یعنی آپس میں قبیلوں کی ٹھن گئی۔ اور نہ اس پر طاقت رکھتے ہو۔ حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا تم نے غلط کہا۔ اللہ کی قسم! اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور ماریں گے۔ تُو منافق ہے اور منافقوں کی طرف سے جھگڑتا ہے۔ اس پر دونوں قبیلے اوس اور خزرج بھڑک اٹھے یہاں تک کہ وہ لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لائے۔ ان کو دھیما کیا یہاں تک کہ خاموش ہو گئے اور آپؐ بھی خاموش ہو گئے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں سارا دن روتی رہی۔ یہ واقعہ تو آپ کے علم میں آ گیا لیکن اصل بات یہ تھی کہ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں جو کچھ بھی ہو رہا تھا وہ تو ہوتا رہا لیکن میں سارا دن روتی رہی۔ نہ میرے آنسو تھمے اور نہ مجھے نیند آئی۔ میرے ماں باپ میرے پاس آئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن روئی یہاں تک کہ میں نے گمان کیا کہ یوں رونا میرے جگر کو پھاڑ ڈالے گا۔ آپؓ نے فرمایا اس اثنا میں کہ وہ دونوں یعنی حضرت عائشہؓ کے والدین جو تھے، میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور مَیں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی اور مَیں نے اسے اجازت دی۔ وہ بیٹھی اور میرے ساتھ رونے لگی۔ ہم اس حال میں تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور بیٹھ گئے۔ جب سے میرے متعلق کہا گیا اور جو کہا گیا آپؐ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے اور آپؐ ایک مہینہ اسی طریق پر رہے۔ میرے اس معاملے کے بارے میں آپؐ پر کوئی وحی نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد پڑھا۔ پھر فرمایا اے عائشہ! مجھے تمہارے متعلق یہ بات پہنچی ہے۔ اگر تم بَری ہو تو ضرور اللہ تعالیٰ تمہاری بریت فرمائے گا اور اگر تم سے کوئی لغزش ہو گئی ہو تو اللہ سے مغفرت مانگو اور اس کے حضور توبہ کرو کیونکہ بندہ جب اپنے گناہ کا اقرار کرتا ہے اور پھر وہ توبہ کرتا ہے تو اللہ بھی اس پر رجوع برحمت ہوتا ہے۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بات ختم کر چکے تو میرے آنسو تھم گئے یہاں تک کہ مجھے ان کا ایک قطرہ بھی محسوس نہ ہوا اور مَیں نے اپنے باپ یعنی حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری طرف سے جواب دیں۔ انہوں نے کہا بخدا! مَیں نہیں جانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ پھر مَیں نے اپنی ماں سے کہا آپ میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جواب دیں جو آپؐ نے فرمایا ہے۔ انہوں نے کہا بخدا! مَیں نہیں جانتی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہوں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں مَیں کم عمر لڑکی تھی، قرآن زیادہ نہیں جانتی تھی تو مَیں نے کہا بخدا! مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ لوگوں نے سنا ہے جو لوگ

باتیں کر رہے ہیں اور آپ کے دلوں میں وہ بیٹھ گئی ہے اور آپ لوگوں نے اسے درست سمجھ لیا ہے۔ اور اگر مَیں آپ لوگوں سے کہوں کہ مَیں بَری ہوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں فی الواقعہ بَری ہوں تو آپ لوگ مجھے اس میں سچا نہیں سمجھیں گے اور اگر مَیں آپ کے پاس کسی بات کا اقرار کر لوں اور اللہ جانتا ہے کہ مَیں بَری ہوں تو آپ لوگ مجھے سچا سمجھ لیں گے۔

اللہ کی قسم! مَیں اپنی اور آپ لوگوں کی مثال نہیں پاتی سوائے یوسفؑ کے باپ کے کہ جب انہوں نے کہا تھا فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (یوسف :19) اور اچھی طرح صبر کرنا ہی میرے لیے مناسب ہے اور جو بات تم بیان کرتے ہو اس کے تدارک کے لیے اللہ ہی سے مدد مانگی جا سکتی ہے اور اس سے مدد مانگی جائے گی۔

پھر مَیں نے اپنے بستر پر رخ بدل لیا اور مَیں امید کرتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری بریت ظاہر کرے گا لیکن بخدا مجھے گمان نہ تھا کہ وہ میرے متعلق وحی نازل کرے گا۔ مَیں اپنے خیال میں اس سے بہت ادنیٰ تھی کہ میرے معاملہ میں قرآن میں بات کی جائے گی لیکن مجھے امید تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیند میں کوئی رؤیا دیکھیں گے کہ اللہ مجھے بَری قرار دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! آپؐ اپنے بیٹھنے کی جگہ سے الگ نہیں ہوئے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کوئی باہر گیا تھا یہاں تک کہ آپؐ پر وحی نازل ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ شدت کی کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے وقت آپؐ کو ہوا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ سردی کے دن میں آپؐ سے پسینہ موتیوں کی طرح ٹپکتا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیفیت جاتی رہی تو آپؐ تبسم فرما رہے تھے اور پہلی بات جو آپؐ نے کی وہ آپؐ کا **مجھ سے یہ فرمانا تھا کہ اے عائشہ! اللہ کی تعریف بیان کرو کیونکہ اللہ نے تمہاری بریت ظاہر کر دی ہے** اور میری ماں نے مجھ سے کہا اٹھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ مَیں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں جاؤں گی اور اللہ کے سوا کسی کی حمد نہیں کروں گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ (النور:12) یقیناً وہ لوگ جنہوں نے ایک بڑا اتہام باندھا تھا تمہیں میں سے ایک گروہ ہے۔ جب اللہ نے میری بریت میں یہ نازل فرمایا تو حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کہا اور وہ مسطح بن اُثَاثَہ کو بوجہ اس کے قریبی ہونے کے خرچ دیا کرتے تھے، غریب آدمی تھا اس کو خرچ دیا کرتے تھے حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! مَیں مسطح کو کبھی خرچ نہیں دوں گا بعد اس کے جو اس نے حضرت عائشہؓ کے بارے میں کہا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۗ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:23) اور تم میں سے صاحبِ فضیلت اور صاحبِ توفیق اپنے قریبیوں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والوں کو کچھ نہ دینے کی قسم نہ کھائیں۔ پس چاہیے کہ وہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اللہ کی قسم! مَیں ضرور پسند کرتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے تو انہوں نے مسطح کو دوبارہ دینا شروع کر دیا۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ جو خرچ کرتے تھے وہ خرچ دوبارہ شروع کر دیا۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے معاملے میں یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں حضرت زینبؓ سے پوچھا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زینب کو کہ اے زینب! تم کیا جانتی ہو یعنی حضرت عائشہؓ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے عرض کیا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں اپنی شنوائی اور بینائی محفوظ رکھتی ہوں۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ اب یہی زینب وہ تھیں جو میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں اور اللہ نے انہیں پرہیز گاری کی وجہ سے بچالیا۔

(صحیح البخاری کتاب الشهادات باب تعدیل النساء بعضهن بعضًا حدیث 2661)

یہ صحیح بخاری کی ایک لمبی روایت ہے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے اپنے اخلاق میں یہ داخل رکھا ہے کہ وہ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار اور دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے اسی طرح انسان کو بھی اس نے یہی اخلاق سکھائے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف اور حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جو منافقین نے محض خباثت سے خلاف واقعہ تہمت لگائی تھی اس تذکرہ میں بعض سادہ لوح صحابہ بھی شریک ہو گئے تھے۔ ایک صحابی ایسے تھے کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر سے دو وقتہ روٹی کھاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس خطا پر قسم کھائی تھی اور وعید کے طور پر عہد کر لیا تھا کہ میں اس بے جا حرکت کی سزا میں اس کو کبھی روٹی نہ دوں گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا۔ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (النور:23) تب حضرت ابو بکرؓ نے اپنے اس عہد کو توڑ دیا اور بدستور روٹی لگا دی۔“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”اسی بنا پر اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسنِ اخلاق میں داخل ہے۔ مثلاً اگر کوئی اپنے خدمت گار کی نسبت قسم کھائے کہ میں اس کو ضرور پچاس جوتے ماروں گا تو اس کی توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے تا تخلق باخلاق اللہ ہو جائے مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں۔ ترکِ وعدہ پر باز پرس ہو گی مگر ترکِ وعید پر نہیں۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 181)

یہ ایک علیحدہ مضمون ہے کہ **وعدہ کیا ہے اور وعید کیا ہے** اور وہ پہلے بھی ایک دفعہ بیان ہو چکا ہے۔

بہر حال اب ذکر ہے۔ غزوۂ احزاب کا جو شوال پانچ ہجری میں ہوئی۔ قریش مکہ اور مسلمانوں کے مابین یہ تیسرا بڑا معرکہ تھا جو غزوۂ خندق بھی کہلاتا ہے۔ یہ غزوہ شوال 5 ر ہجری میں ہوا۔ چونکہ قریش، یہودِ خیبر اور بہت سے گروہ اس میں جتھہ بندی کر کے مدینہ منورہ پر چڑھ آئے تھے اس لیے قرآن کریم میں مذکور نام احزاب سے بھی یہ معرکہ منسوب ہے یعنی غزوۂ احزاب۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کے قبیلہ بنو نضیر کو جلاوطن کر دیا تو وہ خیبر چلے گئے۔ ان کے

اشراف اور معززین میں سے چند آدمی مکہ روانہ ہوئے۔ انہوں نے قریش کو اکٹھا کیا اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ کی ترغیب دی۔ ان لوگوں نے قریش سے معاہدہ کیا اور سب نے آپؐ سے جنگ پر اتفاق کیا اور اس کے لیے انہوں نے ایک وقت کا وعدہ کر لیا۔ بنو نضیر کے وہ لوگ قریش کے پاس سے نکل کر قبیلہ غَطَفَان اور سُلَیم کے پاس آئے اور ان سے بھی اس قسم کا معاہدہ کیا اور پھر وہ لوگ ان کے پاس سے روانہ ہو گئے۔ قریش تیار ہو گئے انہوں نے متفرق قبائل کو اور ان عربوں کو جو ان کے حلیف تھے جمع کیا تو چار ہزار ہو گئے۔ ابوسفیان بن حَرْب ان کا سردار تھا۔ راستہ میں دیگر قبائل کے لوگ بھی اس لشکر سے ملتے رہے۔ یوں اس لشکر کی مجموعی تعداد دس ہزار ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مکہ سے روانہ ہونے کی خبر پہنچی تو آپؐ نے صحابہ کرام کو بلوایا اور انہیں، صحابہ کو، دشمن کی خبر دی اور اس معاملہ میں ان سے مشورہ کیا۔ اس پر حضرت سلمان فارسیؓ نے خندق کی رائے دی جو مسلمانوں کو پسند آئی۔ عہد نبویؐ میں مدینہ کی شمالی سمت کھلی تھی۔ باقی تین اطراف میں مکانات اور نخلستان تھے جن میں سے دشمن گذر نہ سکتا تھا۔ چنانچہ کھلی سمت میں خندق کھود کر شہر کے دفاع کا فیصلہ ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھودنی شروع کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیگر مسلمانوں کے ہمراہ خندق کھودنے کا کام کر رہے تھے تا کہ مسلمانوں کا حوصلہ بڑھے۔ کل چھ ایام میں یہ خندق کھودی گئی۔ اس خندق کی لمبائی تقریباً چھ ہزار گز یا کوئی ساڑھے تین میل تھی۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 2 صفحہ 50-51 غزوۃ رسول اللہ الخندق..... دارالکتب العلمیۃ بیروت 2017ء) (اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 278 دار السلام 1424ھ)

حضرت ابو بکرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ رہے۔ خندق کھودنے کے دوران حضرت ابو بکرؓ اپنے کپڑوں میں مٹی اٹھاتے تھے اور آپؓ نے خندق کھودنے میں بھی باقی صحابہ کے ساتھ مل کر کام کیا تا کہ خندق کی کھدائی کا کام مقررہ وقت کے اندر جلد از جلد مکمل ہو جائے۔

(الخلیفۃ الاول ابوبکر الصدیق از دکتور علی محمد الصلابی صفحہ 65-66، فی الخندق و بنی قریظۃ، دارالمعرفۃ بیروت، 2006ء)

خندق کھودنے میں کوئی مسلمان پیچھے نہیں رہا اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو جب ٹوکریاں نہ ملتیں تو جلدی میں اپنے کپڑوں میں مٹی منتقل کرتے تھے اور وہ دونوں نہ کسی کام میں اور نہ سفر و حضر میں ایک دوسرے سے جدا ہوتے تھے۔ (سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ365 دارالکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کی کھدائی میں سخت محنت کی۔ کبھی کدال چلاتے اور کبھی بیلچے سے مٹی جمع کرتے اور کبھی ٹوکری میں مٹی اٹھاتے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ تھکاوٹ ہو گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ گئے۔ پھر اپنے بائیں پہلو پر پتھر کا سہارا لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیند آ گئی تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرھانے کھڑے ہو کر لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرنے سے روکتے رہے کہ کہیں وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگا نہ دیں۔

(سبل الھدیٰ والرشاد جلد4 صفحہ367 دار الکتب العلمیۃ بیروت1993ء)

قریش اور اس کے حامیوں کے دس ہزار کے لشکر نے مدینہ کے مسلمانوں کا جب محاصرہ کر لیا تو اس محاصرہ کے زمانہ میں حضرت ابو بکر مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصہ کی قیادت کر رہے تھے۔ بعد میں اس جگہ جہاں حضرت ابو بکرؓ نے قیادت فرمائی ایک مسجد بنادی گئی جسے مسجد صدیق کہا جاتا تھا۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ از الحاج حکیم غلام نبی صفحہ 41 مطبع آر۔ آر پرنٹرز لاہور 2010ء)

یہ ذکر ابھی آئندہ بھی ان شاء اللہ چلے گا۔

اس وقت میں بعض مرحومین کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ اس میں **پہلا ذکر ہے مکرمہ مبارکہ بیگم صاحبہ جو** مختار احمد گوندل صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 11/ جنوری کو 93 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ چودھری غلام محمد گوندل صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو تھیں۔ جماعتی خدمت بہت شوق سے بجالاتی تھیں۔ اپنے گاؤں چک 99 شمالی کی صدر لجنہ بھی رہی ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کی پابند، نیک اور غریب پرور اور مخلص خاتون تھیں۔ ساری عمر بچوں اور بڑوں کو قرآن کریم پڑھانے کی توفیق پائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں پانچ بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ افتخار احمد گوندل صاحب مربی سلسلہ سیر الیون آپ کے بیٹے ہیں اور فواد احمد صاحب مربی سلسلہ کی دادی تھیں۔ اس کے علاوہ آپ کے خاندان میں پوتوں پوتیوں میں اَور بھی مربیان ہیں، واقفینِ زندگی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی دعائیں اپنی نسل کے لیے بھی قبول فرمائے۔

دوسرا ذکر میر عبدالوحید صاحب کا ہے۔ جن کی وفات بارہ تیرہ جنوری کی رات کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 58 سال ان کی عمر تھی۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا میر احمد دین صاحب کے ذریعہ سے ہوا جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے دور میں 1911ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ اپنے خاندان میں اکیلے احمدی تھے اس طرح ننھیال کی طرف سے احمدیت کا نفوذ ان کے نانا حضرت شیخ اللہ بخش صاحبؓ آف بنوں سے ہوا۔ عبدالوحید صاحب کے دادا کا نام عبدالکریم صاحب تھا۔ انہیں تبلیغ کا بہت شوق تھا۔ اس لیے ان کے یہ دادا پشاور میں مولوی عبدالکریم کے نام سے مشہور تھے۔ ذاتی مطالعہ بہت کرتے تھے۔ اپنی لائبریری بھی بنائی ہوئی تھی۔ 1974ء میں جب اسمبلی میں وفد خلیفۃ المسیح ثالثؒ کی سرکردگی میں پیش ہو رہا تھا تو بعض نایاب کتب کی ضرورت تھی جو ان کی لائبریری سے ملیں۔ ان کے بہنوئی نے یہ روایت دی ہے۔ 9/ ستمبر 2020ء کو توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگنے کی وجہ سے C-295 کے تحت میر عبدالوحید کی فیملی کے خلاف مقدمہ بنایا گیا اور ملاؤں اور عوام الناس نے ان کے گھر کا گھیراؤ کر لیا لیکن پولیس نے ان کو مع فیملی کسی طرح وہاں سے نکالا اور راولپنڈی پہنچا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد راولپنڈی سے ہی ان کے گھر سے رات کو چھاپہ مار کر پولیس نے ان کے بیٹے عبدالمجید صاحب کو گرفتار کر لیا۔

اللہ تعالیٰ نے میر عبدالوحید صاحب کو دو بیٹوں اور ایک بیٹی سے نوازا تھا۔ ان کے ایک بیٹے جن کا ابھی ذکر کیا ہے عبدالمجید صاحب کو گرفتار کر لیا تھا۔ ابھی تک اسیر راہ مولیٰ ہیں۔ جیل میں ہی تھے جب ان کے والد کی وفات ہو

گئی، یہ شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ اور جو بیٹے ان کے اسیر ہیں، بیس سال تقریباً عمر ہے، اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے بھی جلد سامان پیدا فرمائے۔

تیسرا ذکر ہے مکرم سید وقار احمد صاحب کا جو امریکہ میں تھے۔ 17 / جنوری کو اٹھاون سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک کی وجہ سے ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ وقار احمد کی اہلیہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کی پڑنواسی؛ ان کے نواسے کی بیٹی اور حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کی پوتی کی بیٹی ہیں۔ اس لحاظ سے ان کا تعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان سے ہے۔ ان کی شادی شاہ صاحب کے ہاں ہوئی، اس خاندان میں۔ وقار شاہ صاحب کے دادا سید ڈاکٹر ظہور شاہ صاحب کو بعد از ریٹائرمنٹ وقف کرنے کی توفیق ملی اور فجی میں خلافت ثالثہ کے دَور میں مبلغ کے طور پر چند سال رہے۔ پھر ربوہ میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ جماعت سے اور خلافت سے وفا رکھنے والا خاندان ہے۔

ان کی بیوی شازیہ خان کہتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے رشتہ کے لیے دعا کے لیے کہا اور پھر دعاؤں کے بعد جب میں نے حامی بھری تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس رشتہ کو منظور فرمایا۔ یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے یہ رشتہ طے کروایا تھا۔ لکھتی ہیں کہ وقار صاحب نے تینتیس سال کی شادی شدہ زندگی میں میری انگلی پکڑ کر مجھے چلایا۔ ہر ضرورت اور خواہش کا خیال رکھا۔ بے مثال باپ تھے۔ کبھی اپنے لیے کچھ نہیں کیا اور سادہ سے انسان تھے۔ اپنی کوئی خواہش نہیں تھی اور اگر کوئی تھی بھی تو گھر والوں پہ قربان کر دیتے تھے۔ کہتی ہیں کہ میرے لیے سب سے خوبصورت دن وہ تھا جب انہوں نے کسی کو نہایت فخر سے یہ کہا کہ میں مسجد جاتا ہوں اور اپنا عہد دہراتا ہوں اور میرے لیے اس عہد کو نبھانے سے زیادہ ضروری کچھ نہیں ہے۔ ہر چیز مَیں اس عہد پہ قربان کر سکتا ہوں اور یہ صرف باتیں نہیں ہیں بلکہ میں نے دیکھا ہے، میں جانتا ہوں کہ ایک کڑا امتحان ان پہ آیا تو انہوں نے اس عہد کا پاس کیا اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد کیا تھا اور جو نبھاتے رہے، اس کو پورا کیا اور کسی رشتہ کی پروا نہیں کی۔ خلافت کی اطاعت سے کبھی باہر قدم نہیں رکھا۔

کہتی ہیں کہ جو بات ان کو کبھی سمجھ نہیں **بھی آتی تھی تو اس کی بھی اطاعت کرتے تھے کہ ہمارا کام اطاعت** کرنا ہے۔ نہایت شکر گزاری والی طبیعت تھی اور کہتی ہیں ہر وقت مجھے بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ مالی قربانی میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ ان کے بیٹے عزیزم سید عادل احمد، جو اَب مربی سلسلہ ہیں جامعہ احمدیہ کینیڈا سے انہوں نے شاہد پاس کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میرے والد ایک سادہ اور مخلص انسان تھے۔ کبھی اپنے آپ کی فکر نہیں کی اور ہمیشہ سب بچوں اور امی کی ضروریات کا خیال رکھا۔ کوئی اچھی چیز اپنے لیے نہیں لیتے تھے بلکہ کئی دفعہ یاددہانی کروانی پڑتی تھی کہ اپنے اوپر بھی خرچ کر لیا کریں۔ مربیان اور نظام جماعت کا بہت احترام کیا کرتے تھے۔ ان کے سسر محمود احمد خان صاحب جو حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے نواسے اور حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کے پوتے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ وقار یعنی ان کے داماد ایک نہایت خوش اخلاق اور مہمان نواز انسان تھا۔ کہتے ہیں مَیں نے کبھی ان کے ماتھے پر بل نہیں دیکھا جتنے مرضی مہمان آ جائیں اور جو بھی ہو جائے ان کے ساتھ کوئی بات

بھی ہو جائے۔ پھر کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے کہ شروع میں اپنے بیٹے عادل کی لاپروا، زندگی میں جو لاپروائی ہوتی تھی، اس کو بار بار ٹوکا کرتا تھا لیکن جب عادل نے وقف کیا تو پھر وقار کا رویہ مکمل بدل گیا اور پھر یہی بچہ ان کا سب سے قریبی بن گیا اور اس کی بہت عزت اور احترام کرنے لگ گئے۔

منیر احمد صاحب سابق امیر جماعت ابو ظہبی لکھتے ہیں کہ وقار صاحب ابو ظہبی میں ملازمت کرتے رہے۔ ملازمت کے دوران فیملی کے ساتھ وہاں رہے۔ اس دوران میں ان کے گھریلو تعلقات بھی قائم ہوئے۔ ایک پروفیشنل تھے۔ بنک میں کام کرنے والے بینکر تھے۔ طبیعت کی سادگی اور ملنساری آپ کا خاص وصف تھا۔ سلسلہ اور نظام سے گہری وابستگی رکھتے تھے۔ خلافت کے لیے حد درجہ محبت اور اطاعت کے جذبہ سے سرشار تھے۔ کہتے ہیں امریکہ جانے تک اپنی رہائش گاہ کو جماعتی ضروریات کے لیے بڑی بشاشت سے پیش کیا جو جمعہ اور دیگر اجتماعات کے لیے کام آتی رہی۔ جماعت کے انٹرنل آڈیٹر کے طور پر بھی انہیں کام کرنے کی توفیق ملی۔ اسی طرح سید ہاشم اکبر نے بھی لکھا ہے کہ میں نے ان کے ساتھ کام کیا اور ہمیشہ ملنسار اور خدمت خلق کے جذبہ سے سرشار پایا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی نیکیاں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اپنے بچوں کے لیے دعائیں بھی قبول فرمائے۔

ان سب کے جنازے مَیں نمازوں کے بعد پڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/ تا 21/ فروری 2022ء جلد 29 شمارہ 13-14 صفحہ 05 تا 10)

5

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 04/ فروری 2022ء بمطابق 04/ تبلیغ 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج کل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا ہے اور بعض غزوات کا بھی ذکر ہوا تھا۔ **غزوۂ بنو قریظہ ایک غزوہ تھا۔** واقدی نے غزوۂ بنو قریظہ میں شامل افراد کے نام درج کیے ہیں جس کے مطابق قبیلہ بنو تیم میں سے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بھی غزوۂ بنو قریظہ میں شامل ہوئے تھے۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد دوم صفحہ 4، غزوۃ بنی قریظۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2013ء)

عبدالرحمٰن بن غنمؓ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہؐ! لوگ اگر آپؐ کو دنیاوی زینت والے لباس میں دیکھیں گے تو ان میں اسلام قبول کرنے کی خواہش زیادہ ہو گی۔ پس آپؐ وہ حلّہ زیب تن فرمائیں جو حضرت سعد بن عبادہؓ نے آپؐ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہنیں تا کہ مشرکین آپؐ پر خوبصورت لباس دیکھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں ایسا کروں گا۔

حضرت ابو بکرؓ کی مثال:

اللہ کی قسم! اگر تم دونوں میرے لیے کسی ایک امر پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہارے مشورے کے خلاف نہیں کرتا اور میرے رب نے میرے لیے تمہاری مثال ایسی ہی بیان کی ہے جیسا کہ اس نے ملائک میں سے جبرائیل اور میکائیل کی مثال بیان کی ہے۔ جہاں تک ابنِ خطاب ہیں تو ان کی مثال فرشتوں میں سے جبرائیل کی سی ہے۔ اللہ نے ہر امّت کو جبرائیل کے ذریعہ ہی ہلاک کیا ہے اور ان کی مثال انبیاء میں سے حضرت نوح کی سی ہے جب انہوں نے کہا رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (نوح:27) اے میرے رب! کافروں میں سے کسی کو زمین پر بستا ہوا نہ رہنے دے۔ اور ابنِ ابی قحافہ کی مثال فرشتوں میں میکائیل کی مانند ہے یعنی حضرت ابو بکرؓ کی مثال۔ جب وہ مغفرت طلب کرتا ہے تو ان لوگوں کے لیے جو زمین میں ہیں اور انبیاء میں اس کی مثال حضرت ابراہیمؑ کی مانند ہے جب انہوں نے کہا فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَإِنَّهٗ مِنِّيْ۔ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (ابراھیم:37) پس جس نے میری پیروی کی تو وہ یقیناً مجھ سے ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو یقیناً تُو بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تم دونوں میرے لیے کسی ایک امر پر متفق ہو جاؤ تو میں مشورہ میں تم دونوں کے خلاف نہیں کروں گا۔ لیکن تم دونوں کی حالت مشورے میں کئی طرح کی ہے جیسے جبرائیل اور میکائیل اور نوح اور

ابراہیم علیہ السلام کی مثال ہے۔

(کنزالعمال جلد 7 صفحہ 10 کتاب الفضائل، فضائل الصحابہ روایت نمبر 36132 دارالکتب العلمیۃ 2004ء)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بنو قریظہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا تو اس حوالے سے ایک روایت میں مذکور ہے۔ عائشہ بنت سعد نے اپنے والد سے بیان کیا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے **فرمایا۔ اے سعد! آگے بڑھو اور ان لوگوں پر تیر چلاؤ۔** میں اس حد تک آگے بڑھا کہ میرا تیر اُن تک پہنچ جائے اور میرے پاس پچاس سے زائد تیر تھے جو ہم نے چند لمحوں میں چلائے گویا ہمارے تیر ٹڈی دَل کی طرح تھے۔ پس وہ لوگ اندر گھس گئے اور ان میں سے کوئی بھی جھانک کر باہر نہ دیکھ رہا تھا۔ ہم اپنے تیروں کے متعلق ڈرنے لگے کہ کہیں وہ سارے ہی ختم نہ ہو جائیں۔ پس ہم ان میں سے بعض تیر چلاتے اور بعض کو اپنے پاس محفوظ رکھتے۔

حضرت کعب بن عَمْرو مَازِنِیؓ بھی تیر چلانے والوں میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس روز جتنے تیر میرے ترکش میں تھے وہ سارے چلائے یہاں تک کہ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو ہم نے ان لوگوں پر تیر چلانا بند کر دیے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تیر اندازی کر چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلح تھے اور گھڑ سوار آپؐ کے ارد گرد تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا تو ہم اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ آئے اور ہم نے رات گزاری۔ اور ہمارا کھانا وہ کھجوریں تھیں جو حضرت سعد بن عُبادہؓ نے بھیجی تھیں اور وہ کھجوریں کافی زیادہ تھیں۔ ہم نے رات ان کھجوروں میں سے کھاتے ہوئے گزاری۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا گیا کہ وہ بھی کھجوریں کھا رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ کھجور کیا ہی عمدہ کھانا ہے۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد دوم صفحہ 6، غزوۃ بنی قریظۃ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2013ء)

حضرت سعدؓ کا فیصلہ اور آنحضرت ﷺ کی خوشنودی:

حضرت سعد بن معاذؓ نے جب بنو قریظہ کے متعلق فیصلہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعریف کی **اور فرمایا کہ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔** اس پر حضرت سعدؓ نے دعا کی کہ اے اللہ! اگر تُو نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قریش کے ساتھ کوئی اَور جنگ مقدر کر رکھی ہے تو مجھے اس کے لیے زندہ رکھ اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے درمیان جنگ کا خاتمہ کر دیا ہے تو مجھے وفات دے دے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ ان کا زخم کھل گیا حالانکہ آپؓ تندرست ہو چکے تھے اور اس زخم کا معمولی نشان باقی رہ گیا تھا اور وہ اپنے خیمے میں واپس آ گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے لگوایا تھا۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کے پاس تشریف لائے اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے کہ مَیں حضرت عمرؓ کے رونے کی آواز کو حضرت ابو بکرؓ کے رونے کی آواز سے الگ پہچان رہی تھی جبکہ مَیں اپنے حجرے میں تھی۔ یعنی اس وقت جب حضرت سعدؓ کی نزع کی کیفیت طاری ہوئی، تو یہ دونوں رو رہے تھے۔ میں اپنے حجرے میں تھی اور وہ ایسے ہی تھے جیسے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح:30) یعنی آپس میں ایک

دوسرے سے بے حد محبت کرنے والے ہیں۔

(ماخوذ از مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 256 تا 259 مسند عائشہ روایت 25610۔ عالم الکتب 1998ء)

صلح حدیبیہ اور حضرت ابو بکرؓ:

صلح حدیبیہ کے حوالے سے لکھا ہے جیسا کہ گذشتہ خطبات میں ذکر ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس خواب کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چودہ سو صحابہ کی جمعیت کے ساتھ ذوالقعدہ چھ ہجری کے شروع میں پیر کے دن بوقت صبح مدینہ سے عمرے کی ادائیگی کے لیے روانہ ہوئے۔ (ماخوذ از سیرت خاتم النبیین صفحہ 749-750)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ کفارِ مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ میں داخل ہونے سے روکنے کی تیاری کر لی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے مشورہ طلب کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مشورہ دیتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم تو محض عمرے کے لیے آئے ہیں ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے۔ میری رائے یہ ہے کہ ہم اپنی منزل کی طرف جائیں۔ اگر کوئی ہمیں بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کرے گا تو ہم اس سے لڑائی کریں گے۔ (ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد 5 صفحہ 37 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب قریش کی طرف سے باہم گفت و شنید کے لیے وفود کا سلسلہ شروع ہوا تو عُرْوَہ آپؐ کے پاس آئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے لگے۔ عروہ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! بتاؤ تو سہی اگر تم نے اپنی قوم کو بالکل نابود کر دیا تو کیا تم نے عربوں میں سے کسی عرب کی نسبت سنا ہے جس نے تم سے پہلے اپنے ہی لوگوں کو تباہ کر دیا ہو؟ اور اگر دوسری بات ہو یعنی قریش غالب ہوئے تو اللہ کی قسم! میں تمہارے ساتھیوں کے چہروں کو دیکھ رہا ہوں جو اِدھر اُدھر سے اکٹھے ہو گئے ہیں وہ بھاگ جائیں گے اور تمہیں چھوڑ دیں گے۔ **یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے عُروہ بن مسعود سے نہایت سخت الفاظ میں کہا** کہ جاؤ جاؤ جا کر اپنے بت لات کو چومتے پھرو یعنی اس کی پوجا کرو۔ اس پر عروہ نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا ابو بکرؓ۔ عُروہ نے کہا دیکھو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تمہارا مجھ پر ایک احسان نہ ہوتا جس کا مَیں نے ابھی تک تمہیں بدلہ نہیں دیا تو میں اس کا تمہیں جواب دیتا۔ حضرت ابو بکرؓ کا احسان یہ تھا کہ ایک معاملے میں عُروہ پر دیت جب واجب ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ نے دس گابھن اونٹنیوں کے ساتھ اس کی مدد کی تھی۔ بہرحال عُروہ نے یہ کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں شروع کر دیں۔

حضرت عمرؓ معصومانہ ردّ عمل:

صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کا معاہدہ ہو رہا تھا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کہتے تھے کہ مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میں نے کہا کیا آپ سچ مچ اللہ کے نبی نہیں ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں نہیں۔ میں نے عرض کیا تو پھر ہم اپنے دین سے متعلق ذلت آمیز شرطیں کیوں مانیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ وہ میری مدد کرے گا۔ یعنی اگر میں شرطیں

مان رہا ہوں تو یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہیں ہے۔ فرمایا کہ وہ میری مدد کرے گا۔ میں نے کہا یعنی حضرت عمرؓ نے کہا۔ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے نہیں کہتے تھے کہ ہم عنقریب بیت اللہ میں پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا: بے شک میں نے کہا تھا اور کیا میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ ہم بیت اللہ اسی سال پہنچیں گے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ میں نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہم اسی سال بیت اللہ پہنچیں گے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے۔ میں نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر بیت اللہ ضرور پہنچو گے اور اس کا طواف بھی کرو گے۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے یہ سن کر میں ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور میں نے کہا۔ ابو بکرؓ! کیا حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارا دشمن باطل پر؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ میں نے کہا ہم اپنے دین سے متعلق ذلت آمیز شرط کیوں قبول کریں؟ اس وقت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا اے مردِ خدا! بے شک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور رسول اپنے رب کی نافرمانی نہیں کیا کرتا اور اللہ ضرور ان کی مدد کرے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے تقریباً وہی الفاظ دہرائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے **فرمائے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ** آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے طے فرمودہ معاہدے کو مضبوطی سے تھامے رہو۔ اللہ کی قسم! آپؐ یقیناً حق پر ہیں۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے نہیں کہتے تھے کہ ہم ضرور بیت اللہ میں پہنچیں گے اور اس کا طواف کریں گے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا بیشک۔ کیا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم اسی سال وہاں پہنچو گے؟ حضرت عمرؓ کہتے ہیں اس پر میں نے کہا نہیں۔ تو اس پر حضرت ابو بکرؓ نے کہا پھر تم ضرور وہاں پہنچو گے اور اس کا طواف ضرور کرو گے۔ زُہری نے کہا کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے کہ مَیں نے اس غلطی کی وجہ سے بطور کفارہ کئی نیک عمل کئے۔

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب الشروط بَابُ الشُّرُوطِ فِی الْجِهَادِ وَالمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوطِ حدیث نمبر 2731-2732)(ماخوذ از عمدۃ القاری جلد 14 صفحہ 16 دار احیاء التراث العربی بیروت)

یہ بخاری میں سے لیا گیا ہے۔ اسی **صلح حدیبیہ کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب** ؓ نے لکھا ہے کہ عروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور آپؐ کے ساتھ گفتگو شروع کی۔ آپؐ نے اس کے سامنے اپنی وہی تقریر دوہرائی جو اس سے قبل آپؐ بُدَیل بن وَرْقَا کے سامنے فرما چکے تھے۔ عُروہ اصولاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کے ساتھ متفق تھا مگر قریش کی سفارت کا حق ادا کرنے اور ان کے حق میں زیادہ سے زیادہ شرائط محفوظ کرانے کی غرض سے کہنے لگا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپؐ نے اس جنگ میں اپنی قوم کو ملیامیٹ کر دیا تو کیا آپؐ نے عربوں میں کسی ایسے آدمی کا نام سنا ہے جس نے آپؐ سے پہلے ایسا ظلم ڈھایا ہو لیکن اگر بات دگرگوں ہوئی یعنی قریش کو غلبہ ہو گیا تو خدا کی قسم! مجھے آپؐ کے ارد گرد ایسے منہ نظر آ رہے ہیں کہ انہیں بھاگتے ہوئے دیر نہیں لگے گی اور یہ سب لوگ آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ جو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی بیٹھے تھے عروہ کے یہ الفاظ سن کر غصہ سے بھر گئے اور فرمانے لگے جاؤ جاؤ اور لات کو، یعنی اُن کا بت جو لات ہے، اس کو چومتے پھرو۔ کیا ہم خدا کے رسول کو چھوڑ جائیں گے؟ لات بت جو تھا وہ قبیلہ بنو ثقیف کا ایک مشہور بت تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ بت پرست ہو اور ہم لوگ خدا پرست

ہیں تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ تم تو بتوں کی خاطر صبر و ثبات دکھاؤ اور ہم خدا پر ایمان لاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں۔ عروہ نے طیش میں آکر پوچھا یہ کون شخص ہے جو اس طرح میری بات کاٹتا ہے؟ لوگوں نے کہا یہ ابو بکرؓ ہیں۔ ابو بکر کا نام سن کر عروہ کی آنکھیں شرم سے نیچی ہو گئیں۔ کہنے لگا **اے ابو بکرؓ! اگر میرے سر پر تمہارا ایک بھاری احسان نہ ہوتا**۔ یہاں بھی یہی ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک دفعہ اس کا قرض ادا کر کے اس کی جان چھڑائی تھی۔ تو خدا کی قسم میں تمہیں اس وقت بتاتا کہ ایسی بات کا جو تم نے کہی ہے کس طرح جواب دیتے ہیں۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 757-756)

بخاری کے ایک حوالے میں درج ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کا معاہدہ ہو رہا تھا اور شرائط طے پا چکی تھیں۔ اس وقت حضرت ابو جَندل جو کہ سُہَیل بن عَمرو کے بیٹے تھے اپنی زنجیروں میں لڑکھڑاتے ہوئے آئے۔ سُہَیل بن عَمرو نے جو مکہ کی طرف سے بطور سفیر آئے تھے اس نے ان کو واپس کرنے کا مطالبہ کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قریش کو واپس کر دیا۔

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب الشروط بَابُ الشُّرُوطِ فِي الْجِهَادِ وَالْمُصَالَحَةِ حدیث نمبر 2731-2732)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی کچھ تفصیل بیان کی ہے اور اس میں اس واقعہ کا بھی ذکر ہے جو حضرت عمرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بحث کرتے ہوئے کیا تھا کہ اگر آپؐ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی ہیں تو پھر ہم یوں نیچے لگ کر بات کیوں کریں۔ بہر حال اس کی تفصیل یہ ہے یعنی ابو جندل کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے اس پر حضرت عمرؓ نے یہ بات کی۔

''مسلمان یہ نظارہ دیکھ رہے تھے'' ابو جندل سے زیادتی کا'' اور مذہبی غیرت سے ان کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کے سامنے سہم کر خاموش تھے۔ آخر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا۔ کیا آپؐ خدا کے برحق رسول نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور ہوں۔ عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ عمرؓ نے کہا تو پھر ہم اپنے سچے دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں؟ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی حالت کو دیکھ کر مختصر الفاظ میں فرمایا۔ دیکھو عمر! میں خدا کا رسول ہوں اور میں خدا کی منشاء کو جانتا ہوں اور اس کے خلاف نہیں چل سکتا اور وہی میرا مددگار ہے مگر حضرت عمرؓ کی طبیعت کا تلاطم لحظہ بلحظہ بڑھ رہا تھا۔ کہنے لگے کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے ضرور کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ طواف ضرور اسی سال ہو گا؟ عمرؓ نے کہا نہیں ایسا تو نہیں کہا۔ آپؐ نے فرمایا تو پھر انتظار کرو۔ تم ان شاء اللہ ضرور مکہ میں داخل ہو گے اور کعبہ کا طواف کرو گے۔ مگر اس جوش کے عالم میں حضرت عمرؓ کی تسلی نہیں ہوئی لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص رعب تھا اس لئے حضرت عمرؓ وہاں سے ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی جوش کی باتیں کیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے بھی اسی قسم کے جواب دئے مگر ساتھ ہی حضرت ابو بکرؓ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا:

دیکھو عمر سنبھل کر رہو۔ **رسولِ خدا کی رکاب پر جو ہاتھ تم نے رکھا ہے اسے ڈھیلا نہ ہونے دو کیونکہ خدا** کی قَسم! یہ شخص جس کے ہاتھ میں ہم نے اپنا ہاتھ دیا ہے بہر حال سچا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے جوش میں یہ ساری باتیں کہہ تو گیا مگر بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی اور میں توبہ کے رنگ میں اس کمزوری کے اثر کو دھونے کے لئے بہت سے نفلی اعمال بجالایا۔ یعنی صدقے کئے۔ روزے رکھے۔ نفلی نمازیں پڑھیں اور غلام آزاد کئے تا کہ میری اس کمزوری کا داغ دھل جائے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 767-768)

حضرت مصلح موعودؓ صلح حدیبیہ کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب خانہ کعبہ کے طواف کے لئے تشریف لے گئے تو کفار مکہ نے خبر پاکر اپنے ایک سردار کو آپؐ کی طرف روانہ کیا کہ وہ جاکر کہے کہ اس سال آپؐ طواف کے لئے نہ آئیں۔ وہ سردار آپ کے پاس پہنچا اور بات چیت کرنے لگا۔ بات کرتے وقت اس نے آپ کی ریشِ مبارک کو ہاتھ لگایا کہ آپ اس دفعہ طواف نہ کریں اور کسی اگلے سال پر ملتوی کر دیں۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"ایشیاء کے لوگوں میں دستور ہے کہ جب وہ کسی سے بات منوانا چاہتے ہوں تو منّت کے طور پر دوسرے کی داڑھی کو ہاتھ لگاتے ہیں یا اپنی داڑھی کو ہاتھ لگا کر کہتے ہیں کہ دیکھو! میں بزرگ ہوں اور قوم کا سردار ہوں میری بات مان جاؤ۔ چنانچہ اس سردار نے بھی منّت کے طور پر آپ کی داڑھی کو ہاتھ لگایا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی آگے بڑھے اور اپنی تلوار کا ہتھا مار کر سردار سے کہا اپنے ناپاک ہاتھ پیچھے ہٹاؤ۔ سردار نے تلوار کا ہتھا مارنے والے کو پہچان کر کہا تم وہی ہو جس پر میں نے فلاں موقع پر احسان کیا تھا۔ یہ سن کر وہ صحابی خاموش ہو گئے اور پیچھے ہٹ گئے۔ سردار نے پھر منّت کے طور پر آپ کی داڑھی کو ہاتھ لگایا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ ہمیں اس سردار کے اس طرح ہاتھ لگانے پر سخت غصہ آرہا تھا مگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا شخص نظر نہ آتا تھا جس پر اس سردار کا احسان نہ ہو اور اس وقت ہمارا دل چاہتا تھا کہ کاش! ہم میں سے کوئی ایسا شخص ہوتا جس پر اس سردار کا کوئی احسان نہ ہو۔ اتنے میں ایک شخص ہم میں سے آگے بڑھا جو سر سے پاؤں تک خود اور زِرہ میں لپٹا ہوا تھا اور بڑے جوش کے ساتھ سردار سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ہٹالو اپنا ناپاک ہاتھ۔ یہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔" جنہوں نے یہ کہا تھا۔ "سردار نے جب ان کو پہچانا تو کہا ہاں میں تمہیں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں ہے۔"

(ہندوستانی الجھنوں کا آسان ترین حل، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 560)

ذوالقعدہ چھ ہجری میں صلح حدیبیہ کے موقع پر **جب صلح نامہ لکھا گیا تو اس معاہدے کی دو نقلیں تیار کی** گئیں اور بطور گواہ کے فریقین کے متعدد معززین نے ان پر اپنے دستخط کیے۔ مسلمانوں کی طرف سے دستخط کرنے والوں میں سے حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ تھے۔ یہ سیرت خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیین از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ صفحہ 769)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ:

اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی اَور فتح نہیں ہے۔

(سبل الهدٰی والرشاد جلد 5 صفحہ 64 دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء)

سریہ حضرت ابو بکرؓ بطرف بَنُوفَزَارَہ اس کے ذکر میں لکھا ہے کہ یہ سریہ چھ ہجری میں ہوا ہے۔ بنو فَزَارَہ نَجْد اور وادِی الْقُرٰی میں آباد تھے۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 64 زوار اکیڈیمی کراچی 2003ء)

طبقات الکبریٰ میں اور سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ یہ سریہ حضرت زید بن حارثہؓ کی کمان میں بھیجا گیا تھا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبرٰی جزء 2 صفحہ 69 دار الکتب العلمیة بیروت 2017ء)

(ماخوذ از السیرة النبویه لابن هشام صفحہ 875 دار الکتب العلمیة بیروت 2001ء)

لیکن صحیح مسلم اور سنن ابی داؤد کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو اس سریہ کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ اِیَاس بن سَلَمَہ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس میرے والد نے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ ہم نے فَزَارَہ قبیلہ سے جنگ کی اور ہمارے امیر حضرت ابو بکرؓ تھے۔ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر امیر بنایا تھا۔

(صحیح مسلم کتاب الجهاد و السیر باب التنفیل و فداء المسلمین بالاساری حدیث 4573)

(سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب الرخصة فی المدرکین یفرق بینهم حدیث 2697)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے بھی اس سریہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ بیان فرمایا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کا ایک دستہ حضرت ابو بکرؓ کی کمان میں بنو فَزَارَہ کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ اس وقت مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار تھا اور اس دستہ میں سَلَمَہ بن اَکْوَعْ بھی شامل ہوئے جو مشہور تیر انداز اور دوڑنے میں خاص مہارت رکھتے تھے۔ سَلَمَہ بن اَکْوَعْ بیان کرتے ہیں کہ ہم صبح کی نماز کے قریب اس قبیلہ کی قرار گاہ کے پاس پہنچے اور جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ہمیں حملہ کا حکم دیا۔ ہم قبیلہ فَزَارہ سے لڑتے ہوئے ان کے چشمہ تک جا پہنچے اور مشرکین کے کئی آدمی مارے گئے جس کے بعد وہ میدان چھوڑ کر بھاگ نکلے اور ہم نے کئی آدمی قید کر لئے۔ سلمہؓ روایت کرتے ہیں کہ بھاگنے والے لوگوں میں سے ایک پارٹی بچوں اور عورتوں کی تھی جو جلدی جلدی ایک قریب کی پہاڑی کی طرف بڑھ رہی تھی۔ میں نے ان کے اور پہاڑی کے درمیان تیر پھینکنے شروع کئے۔ جس پر یہ پارٹی خائف ہو کر کھڑی ہو گئی اور ہم نے انہیں قید کر لیا۔ ان قیدیوں میں ایک عمر رسیدہ عورت بھی تھی جس نے اپنے اوپر سرخ چمڑے کی چادر اوڑھ رکھی تھی اور اس کی ایک خوبصورت لڑکی بھی اس کے ساتھ تھی۔ میں ان سب کو گھیر کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس لے آیا اور آپؓ نے یہ لڑکی میری نگرانی میں دے دی۔ پھر جب ہم مدینہ میں آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ لڑکی لے لی اور اسے مکہ بھجوا کر اس کے عوض میں بعض ان مسلمان قیدیوں کی رہائی حاصل کی جو اہل مکہ کے پاس محبوس تھے۔“

(سیرت خاتم النبیین ﷺ صفحہ 716-717)

جن کو اہل مکہ نے قید کیا ہوا تھا۔ اس لڑکی کے عوض ان کو چھڑوایا۔

غزوۂ خیبر کے بارے میں ذکر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماہ محرم سات ہجری میں خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ خیبر ایک نخلستان ہے جو مدینہ منورہ سے ایک سو چوراسی کلو میٹر شمال میں واقع ہے۔ یہاں ایک آتش فشانی چٹانوں کا سلسلہ ہے۔ یہاں یہود کے بہت سے قلعے تھے جن میں سے بعض کے آثار اب بھی باقی ہیں۔ ان قلعوں کو مسلمانوں نے غزوۂ خیبر میں فتح کیا تھا۔ یہ علاقہ نہایت زرخیز اور یہود کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد مدینہ پر سِبَاعُ بن عُرْفُطَہ غِفَارِی کو امیر مقرر کیا۔

(تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 144 ذکر الاحداث الکائنۃ فی سنۃ سبع من الھجرۃ غزوۃ خیبر دار الفکر بیروت 2002ء)
(اٹلس سیرت نبوی از ڈاکٹر شوقی ابو خلیل صفحہ 330 دار السلام)(فرہنگ سیرت صفحہ 117 زوار اکیڈیمی کراچی 2003ء)

خیبر میں قلعوں کا محاصرہ دس سے زائد راتیں رہا۔

(المواھب اللدنّیہ جلد 1 صفحہ 517 غزوۃ خیبر المکتب الاسلامی 2004ء)

حضرت بُرَیدَہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دردِ شقیقہ ہو جاتا تھا تو آپؐ ایک یا دو دن باہر تشریف نہ لاتے تھے۔ پس جب آپؐ خیبر میں اترے تو آپؐ کو درد شقیقہ ہو گیا تو آپؐ لوگوں میں تشریف نہ لائے۔ سر درد ہوتی ہے جسے درد شقیقہ، Migraine کہتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو کَتِیْبَہ کے قلعوں کی طرف بھیجا۔ پس انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا لیا اور دشمن کے مقابلے میں ڈٹ گئے اور سخت قتال کیا۔ پھر واپس آ گئے اور فتح نہ ہوئی حالانکہ انہوں نے بہت کوشش کی تھی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بھیجا۔ انہوں نے بھی آپؐ کا جھنڈا لیا اور سخت قتال کیا اور یہ پہلے قتال سے بھی زیادہ سخت تھا۔ پھر آپؓ بھی واپس لوٹ آئے لیکن فتح نہ ہوئی۔

(سبل الھدٰی و الرشاد جزء 5 صفحہ 124 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

تاریخ و سیرت کی اکثر کتب میں یہی ملتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو یکے بعد دیگرے امیر لشکر بنایا گیا تھا لیکن ان کے ہاتھ سے قلعہ فتح نہ ہو سکا۔ البتہ ایک کتاب ہے جس کا نام "سیدنا صدیقِ اکبر" ہے۔ یہ لاہور سے فروری 2010ء میں شائع ہوئی تھی۔ ہماری تحقیق کرنے والوں نے اس کو دیکھ کر مجھے لکھا ہے۔ اس میں مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ سے وہ قلعہ فتح ہوا تھا لیکن اس نے کوئی حوالہ نہیں دیا۔ بہر حال مصنف لکھتا ہے کہ ایک قلعہ کی فتح کے لیے حضرت ابو بکرؓ امیرِ لشکر ہو کر گئے جو آپؓ کے ہاتھ پر فتح ہوا۔ دوسرے قلعہ پر حضرت عمرؓ کو مقرر کیا گیا وہ بھی کامیاب ہوئے۔ تیسرے قلعہ کو سر کرنے کی مہم محمد بن مَسْلَمَہؓ کے سپرد ہوئی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح میں ایسے شخص کو امیر لشکر بنا کر عَلَم دوں گا جو خدا اور اس کے رسول کو بہت دوست رکھتا ہے اور اس کے ہاتھ سے قلعہ فتح ہو گا۔ چنانچہ حضرت علیؓ کو عَلَم عنایت ہوا اور قلعہ قَمُوْص فتح ہوا۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ صفحہ 49 از الحاج حکیم غلام نبی ایم۔ اے مطبوعہ ادبیات لاہور)

ایک روایت غزوۂ خیبر کے حوالے سے واقدی کی ہے۔ کیونکہ لوگ اس کی تاریخ بھی پڑھتے ہیں اس لیے ذکر کر دیتا ہوں لیکن ضروری نہیں کہ یہ سو فیصد صحیح ہو۔ بہر حال وہ لکھتا ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی حضرت حُبَاب بن مُنْذِرؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہود کھجور کے درخت

کو اپنی جوان اولاد سے بھی زیادہ محبوب رکھتے ہیں۔ آپ ان کے کھجور کے درخت کاٹ دیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں کے درخت کاٹنے کا ارشاد فرمایا اور مسلمانوں نے تیزی سے کھجوروں کے درخت کاٹنے شروع کیے۔ یہاں تک جو یہ بیان ہے وہ سو فیصد قابل قبول نہیں ہو سکتا لیکن بہر حال یہ اگلا حصہ صحیح لگتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس پر حضرت ابو بکرؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یقیناً اللہ عزوجل نے آپؐ سے خیبر کا وعدہ کیا ہے اور وہ اپنے وعدے کو پورا کرنے والا ہے جو اس نے آپؐ سے کیا ہے۔ آپؐ کھجور کے درخت نہ کاٹیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے اعلان کیا اور کھجوروں کے درخت کاٹنے سے منع کر دیا۔

(کتاب المغازی للواقدی جلد 2 صفحہ 120 باب غزوۂ خیبر دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر فتح نصیب فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی ایک خاص وادی کَتِیْبَہ کو اپنے قرابت داروں اور اپنے خاندان کی عورتوں اور مسلمانوں کے مردوں اور عورتوں میں تقسیم فرمایا۔ اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر رشتہ داروں کے علاوہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ایک سو وسق غلہ اور کھجوریں عطا فرمائیں۔

(ماخوذ از السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 707 ذکر مقاسم خیبر و اموالھا۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے اور ایک صاع اڑھائی کلو کا ہوتا ہے۔

(لغات الحدیث جلد 4 صفحہ 487 و جلد 2 صفحہ 648)

اس طرح تقریباً تین سو پچہتر من غلہ بنتا ہے جو حضرت ابو بکرؓ کے حصہ میں آیا۔ سَریَّہ حضرت ابو بکر بطرف نَجْد اس کے بارے میں لکھا ہے کہ نجد ایک نیم صحرائی لیکن شاداب خطہ ہے۔ اس میں متعدد وادیاں اور پہاڑ ہیں۔ یہ جنوب میں یمن، شمال میں صحرائے شام اور عراق تک جا پہنچتا ہے۔ اس کے مغرب میں صحرائے حجاز واقع ہے۔ یہ علاقہ سطح زمین سے بارہ سو میٹر بلند ہے۔ اس بلندی کی بنا پر اس کو نَجْد کہتے ہیں۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 297 زوار اکیڈیمی کراچی 2003ء)

نَجْد میں بَنُوکِلَاب مسلمانوں کے خلاف اکٹھے ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کو ان کی سرکوبی کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بھیجا۔ یہ سریہ شعبان سات ہجری میں ہوا۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو بھیجا اور ہم لوگوں پر ان کو امیر بنایا۔

(سبل الھدیٰ والرشاد سریۃ ابوبکر الی بنی کلاب بنجد جلد 6 صفحہ 131 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993)

ابوسفیان صلح حدیبیہ کے بعد جب مکہ آیا تو اس کے بارے میں لکھا ہے کہ صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جب بنو بکر نے جو قریش کے حلیف تھے، مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنو خُزَاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے ہتھیاروں اور سواریوں سے بنو بکر کی مدد بھی کی اور صلح حدیبیہ کی شرائط کا پاس نہ کیا اور بڑے غرور اور تکبر سے کہہ دیا کہ ہم کسی معاہدے کو نہیں مانتے تو اس وقت ابوسفیان مدینہ میں آیا اور صلح حدیبیہ کے معاہدے کی تجدید چاہی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ پھر وہ

ابو بکرؓ کے پاس گیا اور ان سے بات کی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کریں لیکن انہوں نے کہا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ پھر جیسا کہ حضرت عمرؓ کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے وہ حضرت عمرؓ کے پاس گیا انہوں نے بھی انکار کر دیا۔ بہر حال وہ ناکام لوٹا۔ (ماخوذ از سیرت ابن هشام صفحه734-735 دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

(شرح زرقانی جلد 3 صفحه 379-380 دار الکتب العلمیة بیروت)

غزوۂ فتح مکہ، اس غزوہ کو غَزْوَةُ الْفَتْحِ الاعْظَم بھی کہتے ہیں۔

(شرح زرقانی جلد 3صفحه 386 دار الکتب العلمیة بیروت)

غزوۂ مکہ رمضان آٹھ ہجری میں ہوا۔ تاریخ طبری میں بیان ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو سفر کی تیاری کا ارشاد فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں سے فرمایا۔ میرا سامان بھی تیار کر دو۔ حضرت ابو بکرؓ اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کے پاس داخل ہوئے، ان کے گھر گئے۔ اس وقت حضرت عائشہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامان کو تیار کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا اے میری بیٹی! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کچھ ارشاد فرمایا ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان تیار کرو؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کہاں جانے کا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے کہا میں بالکل نہیں جانتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو بتا دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی طرف جا رہے ہیں اور آپؐ نے انہیں فوراً انتظام کرنے اور تیار ہونے کا ارشاد فرمایا اور دعا کی کہ:

اے اللہ! قریش کے جاسوسوں کو اور ان کے مخبروں کو روکے رکھ یہاں تک کہ ہم ان لوگوں کو ان کے علاقوں میں اچانک پالیں۔ اس پر لوگوں نے تیاری شروع کر دی۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری ذکر الخبر عن فتح مکه جلد 3 صفحه 166 دار الفکر بیروت 2002ء)

اس واقعہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے سیرت حَلَبِیَّہ میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ حضرت عائشہؓ سے استفسار فرما رہے تھے تو اسی وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! کیا آپؐ نے سفر کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا تو پھر مَیں بھی تیاری کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں۔

حضرت ابو بکرؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہؐ! آپ نے کہاں کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپؐ نے فرمایا قریش کے مقابلہ کا مگر ساتھ ہی یہ فرمایا کہ ابو بکر اس بات کو ابھی پوشیدہ ہی رکھنا۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اس سے بے خبر رکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہاں جانے کا ارادہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم کیا قریش اور ہمارے درمیان ابھی معاہدے اور صلح کی مدت باقی نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں مگر انہوں نے غداری کی ہے اور معاہدے کو توڑ دیا ہے مگر مَیں نے تم سے جو کچھ کہا ہے اس کو راز ہی رکھنا۔

ایک روایت میں یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپؐ نے کسی طرف روانگی کا ارادہ فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا شاید

آپ بنو اَصْفَر یعنی رومیوں کی طرف کوچ کا ارادہ فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا تو کیا پھر نَجْد کی طرف کوچ کا ارادہ ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا پھر شاید آپ قریش کی طرف روانگی کا ارادہ فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مگر آپ کے اور ان کے درمیان تو ابھی صلح نامہ کی مدت باقی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انہوں نے بنو کعب یعنی بنو خُزاعہ کے ساتھ کیا کیا ہے؟ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہات اور اردگرد کے مسلمانوں میں پیغامات بھجوائے اور ان سے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے مہینہ میں مدینہ حاضر ہو جائے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان کے مطابق قبائل عرب مدینہ آنے شروع ہو گئے۔ جو قبائل مدینہ پہنچے ان میں بنو اسلم، بنو غِفَار، بنو مُزَیْنَہ، بنو اَشْجَعْ اور بنو جُھَیْنَہ تھے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی کہ:

اے اللہ! قریش کے مخبروں اور جاسوسوں کو روک دے یہاں تک کہ ہم ان لوگوں پر ان کے علاقے میں اچانک جا پہنچیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام راستوں پر نگرانی کرنے والی جماعتیں بٹھا دیں تا کہ ہر آنے جانے والے کے متعلق پتا رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جو کوئی بھی انجان شخص تمہارے پاس سے گزرے تو اسے روک دینا تا کہ قریش کو مسلمانوں کی تیاری کا علم نہ ہو سکے۔

(السیرۃ الحلبیۃ، جلد 3صفحہ 107-108، دار الکتب العلمیۃ، بیروت 2002)

اس واقعہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ بیان فرماتے ہیں کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیوی سے کہا کہ میرا سامانِ سفر باندھنا شروع کرو۔ انہوں نے رختِ سفر باندھنا شروع کیا اور حضرت عائشہؓ سے کہا کہ میرے لیے ستّو وغیرہ یا دانے وغیرہ بھون کر تیار کرو۔ اِسی قسم کی غذائیں ان دنوں میں ہوتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے مٹی وغیرہ پھٹک کر دانوں سے نکالنی شروع کی۔ حضرت ابو بکرؓ گھر میں بیٹی کے پاس آئے اور انہوں نے یہ تیاری دیکھی تو پوچھا عائشہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ کیا رسول اللہؐ کسی سفر کی تیاری میں ہیں؟ کہنے لگیں سفر کی تیاری ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کی تیاری کے لیے کہا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس پر کہا کوئی لڑائی کا ارادہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے تو کچھ پتہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرا سامانِ سفر تیار کرو اور ہم ایسا کر رہے ہیں۔ دو تین دن کے بعد آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بلایا اور کہا دیکھو تمہیں پتہ ہے خُزاعہ کے آدمی اس طرح آئے تھے اور پھر بتایا کہ یہ واقعہ ہوا ہے اور مجھے خدا نے اِس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی تھی کہ انہوں نے غداری کی ہے اور ہم نے ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے۔ اب یہ ایمان کے خلاف ہے کہ ہم ڈر جائیں اور مکہ والوں کی بہادری اور طاقت دیکھ کر ان کے مقابلہ کے لیے تیار نہ ہو جائیں۔ تو ہم نے وہاں جانا ہے تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ یا رسول اللہؐ! آپ نے تو ان سے معاہدہ کیا ہوا ہے اور پھر وہ آپؐ کی اپنی قوم ہے۔ مطلب یہ تھا کہ کیا آپؐ اپنی قوم کو ماریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہم اپنی قوم کو نہیں ماریں گے۔ معاہدہ شکنوں کو ماریں گے۔ پھر حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔ بسم اللہ مَیں تو

روز دعائیں کیا کرتا تھا کہ یہ دن نصیب ہو اور ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں کفار سے لڑیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو بکر بڑا نرم طبیعت کا ہے مگر قولِ صادق عمرؓ کی زبان سے زیادہ جاری ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیاری کرو۔ پھر آپؐ نے ارد گرد کے قبائل کو اعلان بھجوایا کہ ہر شخص جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ رمضان کے ابتدائی دنوں میں مدینہ میں جمع ہو جائے۔ چنانچہ لشکر جمع ہونے شروع ہوئے اور کئی ہزار آدمیوں کا لشکر تیار ہو گیا اور آپؐ لڑنے کے لیے تشریف لے گئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نکلے تو آپؐ نے فرمایا اے میرے خدا! میں تجھ سے دعا کرتا ہوں کہ تو مکہ والوں کے کانوں کو بہرا کر دے اور ان کے جاسوسوں کو اندھا کر دے۔ نہ وہ ہمیں دیکھیں اور نہ ان کے کانوں تک ہماری کوئی بات پہنچے۔ چنانچہ آپؐ نکلے مدینہ میں سینکڑوں منافق موجود تھے لیکن دس ہزار کا لشکر مدینہ سے نکلتا ہے اور کوئی اطلاع تک مکہ میں نہیں پہنچتی۔ (ماخوذ از سیر روحانی (7)، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 260 تا 262)

یہ اللہ تعالیٰ کے کام تھے۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کا قافلہ عشاء کے وقت مَرُّالظَّهْرَان میں اترا۔ مر الظہران مکہ سے مدینہ کے راستے پر پچیس کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یعنی پچیس کلو میٹر مکہ سے دور تھا۔ آپؐ نے اپنے صحابہ کو حکم دیا تو انہوں نے دس ہزار جگہ آگ روشن کی۔ قریش کو آپؐ کی روانگی کی خبر نہیں پہنچی۔ وہ غمگین تھے کیونکہ انہیں یہ ڈر تھا آپؐ ان سے جنگ کریں گے۔ یہ خیال تھا ان کا۔ خبر تو نہیں پہنچی لیکن یہ خیال تھا کہ قریش کی جنگ اب ضرور ہو گی۔ اس بات کا ان کو غم تھا۔ بہر حال لگتا ہے یہاں غلط لکھا گیا ہے روانگی کی خبر ان کو پہنچ گئی۔ یہاں پہنچنے کے بعد خبر پہنچی ہو گی۔ تو جب یہ قافلہ وہاں ٹھہر گیا اور دس ہزار جگہوں پر آگ روشن ہو گئی تو قریش نے ابوسفیان کو بھیجا کہ وہ حالات معلوم کرے۔ انہوں نے کہا اگر تُو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو ہمارے لیے ان سے امان لے لینا۔ ابوسفیان بن حَرْب، حکیم بن حِزَام اور بُدَیل بن وَرْقَاء روانہ ہوئے۔ جب انہوں نے لشکر دیکھا تو سخت پریشان ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات پہرے پر حضرت عمرؓ کو نگران مقرر فرمایا۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو پکار کر کہا کہ ابوحَنْظَلَہ، یہ ابوسفیان کی کنیت ہے، اس نے کہا لبیک۔ یہ تمہارے پیچھے کیا ہے؟ ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے پوچھا کہ تمہارے پیچھے کیا ہے؟ انہوں نے کہا یہ دس ہزار کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عباسؓ نے اسے پناہ دی۔ اسے اور اس کے دونوں ساتھیوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت **میں پیش کیا۔ تینوں اسلام لے آئے۔**

(الطبقات الکبریٰ جلد دوم صفحہ 102-103 غزوہ رسول اللہ عام الفتح دارالکتب العلمیۃ 2017ء)
(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 396 مکتبہ دار السلام)

ابھی اس کا تسلسل آگے جاری ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25/ فروری 2022ء جلد 29 شمارہ 16 صفحہ 05 تا 09)

6

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 11 ؍ فروری 2022ء بمطابق 11 ؍ تبلیغ 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تاریخ میں فتح مکہ کے حوالے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک خواب کا ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا خواب بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مجھے خواب دکھایا گیا ہے اور مَیں نے خواب میں آپؐ کو دیکھا کہ ہم مکہ کے قریب ہو گئے ہیں۔ پس ایک کتیا بھونکتے ہوئے ہماری طرف آئی پھر جب ہم اس کے قریب ہوئے تو وہ پشت کے بل لیٹ گئی اور اس سے دودھ بہنے لگا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کا شر دور ہو گیا اور نفع قریب ہو گیا۔ وہ تمہاری قرابت داری کا واسطہ دے کر تمہاری پناہ میں آئیں گے اور تم ان میں سے بعض سے ملنے والے ہو۔ یہ تعبیر فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ آپؐ نے فرمایا کہ پس اگر تم ابوسفیان کو پاؤ تو اسے قتل نہ کرنا۔ چنانچہ مسلمانوں نے ابوسفیان اور حکیم بن حِزام کو مَرُّ الظَّهْرَان کے مقام پر پالیا۔

(دلائل النبوۃ للبیھقی جلد 5 صفحہ 48، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1988ء)

اِبنِ عُقْبَہ بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان اور حکیم بن حزام واپس جا رہے تھے تو حضرت عباسؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہؐ! مجھے ابوسفیان کے اسلام کے بارے میں خدشہ ہے۔ یہ ذکر تفصیلی پہلے بھی ہو چکا ہے کہ کس طرح ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی تھی اور اسلام کی برتری کا اقرار کیا تھا۔ بہر حال حضرت عباسؓ نے کہا کہ اسے واپس بلا لیں یہاں تک کہ وہ اسلام کو سمجھ لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اللہ کے لشکروں کو دیکھ لے۔ ایک دوسری روایت میں ابنِ اَبِی شَیبہ روایت کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان واپس جانے لگا تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ ابوسفیان کے بارے میں حکم دیں تو اس کو راستہ میں روک لیا جائے۔ ایک دوسری روایت میں ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ جب ابوسفیان واپس جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباسؓ سے فرمایا: اس یعنی ابوسفیان کو وادی کی گھاٹی میں روک لو۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو جا لیا اور روک لیا۔ اس پر ابوسفیان نے کہا اے بنی ہاشم! کیا تم دھوکا دیتے ہو؟ حضرت عباسؓ نے فرمایا: اہل نبوت دھوکا نہیں دیتے۔ ایک اَور روایت کے مطابق آپؓ نے کہا کہ ہم ہرگز دھوکا دینے والے نہیں البتہ تُو صبح تک انتظار کر یہاں تک کہ تُو

اللہ کے لشکر کو دیکھے اور اس کو دیکھے جو اللہ نے مشرکوں کے لیے تیار کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو اس گھاٹی میں روکے رکھا یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔

(ماخوذ از سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 218، فی غزوۃ الفتح الاعظم...، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1993ء)

جب اسلامی لشکر ابوسفیان کے سامنے سے گزر رہا تھا تو اس کا ذکر کرتے ہوئے سُبُلُ الْھُدٰی وَالرَّشَاد میں لکھا ہے کہ ابوسفیان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سبز پوش دستہ نمودار ہوا جس میں مہاجرین اور انصار تھے اور اس میں جھنڈے اور پرچم تھے۔ انصار کے ہر قبیلے کے پاس ایک پرچم اور جھنڈا تھا اور وہ لوہے سے ڈھکے ہوئے تھے یعنی زرہ وغیرہ جنگی لباس میں ملبوس تھے۔ ان کی صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں۔ ان میں گاہے بگاہے حضرت عمرؓ کی اونچی آواز بلند ہوتی تھی۔ وہ کہتے تھے آہستہ چلو تا کہ تمہارا پہلا حصہ آخری حصہ کے ساتھ مل جائے۔ کہا جاتا ہے کہ اس دستہ میں ایک ہزار زرہ پوش تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جھنڈا حضرت سَعد بن عُبَادہؓ کو عطا فرمایا اور وہ لشکر کے آگے آگے تھے۔ جب حضرت سعدؓ ابوسفیان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ابوسفیان کو پکار کر کہا آج کا دن خونریزی کا دن ہے۔ آج کے دن حرمت والی چیزوں کی حرمت حلال کر دی جائے گی۔ آج کے دن قریش ذلیل ہو جائیں گے۔ اس پر ابوسفیان نے حضرت عباسؓ سے کہا۔ اے عباس! آج میری حفاظت کا ذمہ تم پر ہے۔ اس کے بعد دیگر قبائل وہاں سے گزرے اور اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ افروز ہوئے اور آپؐ اپنی اونٹنی قَصْوَاء پر سوار تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت اُسَید بن حُضَیرؓ کے درمیان ان دونوں سے باتیں کرتے ہوئے تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عباسؓ نے ابوسفیان سے کہا یہ ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 220-221، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1993ء)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر مکہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے دیکھا کہ عورتیں گھوڑوں کے مونہوں پر اپنے دوپٹے مار مار کر ان کو پیچھے ہٹا رہی تھیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا اے ابوبکرؓ! حسان بن ثابت نے کیا کہا ہے! چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے وہ اشعار پڑھے کہ:

عَدِمْتُ بُنَيَّتِيْ اِنْ لَمْ تَرَوْهَا تُثِيْرُ النَّقْعَ موعدها كَدَاءُ

يُنَازِعْنَ الْاَعِنَّةَ مُصْعِدَاتٍ يُلَطِّمُهُنَّ بِالْخُمُرِ النِّسَاءُ

کہ مَیں اپنی پیاری بیٹی کو کھو دوں اگر تم ایسے لشکروں کو غبار اڑاتے ہوئے نہ دیکھو جن کے وعدوں کی جگہ کَدَاء پہاڑ ہے۔ وہ تیز رفتار گھوڑے اپنی لگاموں کو کھینچ رہے ہیں۔ عورتیں انہیں اپنی اوڑھنیوں سے مار رہی ہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس شہر میں وہاں سے داخل ہو جہاں سے حَسّان نے کہا یعنی کَدَاء مقام سے۔

(سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرت خیر العباد جلد 5 صفحہ 227، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1993ء)

(شرح زرقانی جلد 3 صفحہ 415 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1996ء)

کَدَاء عرفات کا دوسرا نام ہے۔ ایک پہاڑی راستہ ہے جو بیرون مکہ سے اندرون مکہ کو اترتا ہے۔ فتح مکہ کے

موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہیں سے مکہ میں داخل ہوئے تھے۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 242 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

فتح مکہ کے موقع پر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن کا اعلان فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ابوسفیان شرف کو پسند کرتا ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ: جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ بھی امن میں رہے گا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جزء 3 صفحہ 421 باب غزوۃ الفتح الاعظم۔دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

مکہ فتح کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہُبَل بت کے بارے میں حکم دیا۔ چنانچہ وہ گرا دیا گیا اور آپؐ اس کے پاس کھڑے تھے۔ اس پر حضرت زُبیر بن عَوَّامؓ نے ابوسفیان سے کہا۔ اے ابوسفیان! ہُبَل کو گرا دیا گیا ہے حالانکہ تُو غزوۂ احد کے دن اس کے متعلق بہت غرور میں تھا جب تُو نے اعلان کیا تھا کہ اس نے تم لوگوں پر انعام کیا ہے۔ اس پر ابوسفیان نے کہا اے عَوَّام کے بیٹے! ان باتوں کو اَب جانے دو کیونکہ مَیں جان چکا ہوں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کے علاوہ بھی کوئی خدا ہوتا تو جو آج ہوا وہ نہ ہوتا۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے ایک کونے میں بیٹھ گئے اور لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد جمع تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن تشریف فرما تھے اور حضرت ابو بکرؓ تلوار سونتے آپؐ کی حفاظت کے لیے آپؐ کے سر پر یعنی آپؐ کے سرہانے کھڑے تھے۔

(سبل الھدیٰ جلد 5 صفحہ 235، فی غزوۃ الفتح الاعظم، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، 1993ء)

غزوہ حُنَین کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ غزوۂ حُنَین جس کا دوسرا نام غزوۂ ہَوَازِن ہے نیز غزوۂ اَوْطَاس بھی کہتے ہیں۔ حُنَین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان مکہ سے تیس میل کے فاصلہ پر واقع ایک گھاٹی ہے۔ غزوۂ حُنَین شوال آٹھ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ہوا تھا۔ بیان ہوا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مکہ فتح کرا دیا تو سردارانِ ہَوَازِن اور ثَقِیف ایک دوسرے سے ملے اور یہ لوگ ڈر رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بھی لڑائی کریں گے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 باب ذکر مغازیہ ۔ غزوہ حُنَین صفحہ 151۔ دار الکتب العلمیۃ 2002ء)

(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 409 دار السلام ریاض 1424ھ)

مالِک بن عَوف نَصْرِی نے قبائل عرب کو جمع کیا۔ چنانچہ اس کے پاس ہَوَازِن کے ساتھ بنو ثقیف اور بنو نَصْر اور بنو جُشَم اور سعد بن بکر اور چند لوگ بنو ھِلَال میں سے جمع ہو گئے۔

(سیرت ابن ھشام صفحہ 761 ۔ دار الکتب العلمیۃ 2001ء)

یہ سب لوگ اَوْطَاس کے مقام پر جمع ہو گئے۔ اَوْطَاس حُنَین کے قریب ایک وادی ہے۔ مالک بن عوف نے اپنے جاسوس روانہ کیے تا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق خبر لائیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اکٹھے ہونے کی خبر سنی تو آپؐ نے اپنے اصحاب میں سے ایک شخص عبد اللہ بن ابوحَدْرَدْ اسلَمِی کو ان کی طرف خبریں معلوم کرنے کے لیے بھیجا تا کہ ان کی بھی خبر لائیں۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ہَوازِن کے مقابلے کے لیے کوچ کا فیصلہ کیا اور جنگ کے لیے صَفْوَان بن اُمَیَّہ اور اپنے چچازاد بھائی نَوفَل بن حارِث سے ہتھیار ادھار لیے۔ اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ بنو ہَوازِن سے مقابلہ کے لیے نکلے اور علی الصبح حُنَین کے مقام پر پہنچے اور وادی میں داخل ہو گئے۔ مشرکین کا لشکر اس وادی کی گھاٹیوں میں پہلے سے چھپا ہوا تھا۔ انہوں نے مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا اور اتنی شدت سے تیر مارے کہ مسلمان پلٹ کر بھاگے اور بکھر گئے جس کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف چند صحابہؓ رہ گئے جن میں حضرت ابو بکرؓ بھی شامل تھے۔

(ماخوذ از السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 151 تا 154 باب ذکر مغازیہ ۔ غزوہ حُنَین دار الکتب العلمیۃ 2002ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 49 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

ابو اسحاق سے روایت ہے کہ ایک شخص بَرَاء کے پاس آیا اور کہا تم لوگ حُنَین کے دن پیٹھ دکھا گئے تھے۔ **انہوں نے کہا مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی۔** لیکن جلد باز اور بغیر ہتھیاروں کے لوگ ہَوازِن قبیلہ کی طرف گئے اور وہ تیر انداز قوم تھی۔ انہوں نے ایسے تیروں کی بارش کی گویا ٹِڈی دَل ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ اپنی جگہیں چھوڑ گئے۔

(صحیح مسلم کتاب الجہاد و السیر باب فی غزوۃ حُنَین حدیث 4616)

ایسے حالات میں مہاجرین میں سے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے حضرت علیؓ، حضرت عباس بن عبد المطلبؓ اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد ابوسفیان بن حارث اور ان کا بیٹا، حضرت فضل بن عباس اور رَبِیعہ بن حارِث، اسامہ بن زید کا ذکر ملتا ہے کہ یہ ساتھ تھے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 764 غزوۃ حُنَین/ ثبات الرسول و بعض اصحابہ ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت ابو قَتَادہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب حُنَین کا وقت تھا تو میں نے مسلمانوں میں سے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک مشرک شخص سے لڑ رہا ہے اور ایک اَور مشرک ہے جو دھوکا دے کر چپکے سے اس کے پیچھے سے اس پر حملہ کرنا چاہتا ہے کہ اس کو قتل کر دے۔ تو مَیں جلدی سے اس کی طرف بڑھا جو اس طرح دھوکے سے ایک مسلمان سے جھپٹنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا اور میں نے اس کے ہاتھ پر وار کیا اور ہاتھ کو کاٹ دیا۔ پھر اس نے مجھے پکڑ لیا اور اس نے مجھے زور سے بھینچا یہاں تک کہ میں بے بس ہو گیا۔ پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ وہ ڈھیلا پڑ گیا اور میں نے اس کو دھکا دیا۔ پھر میں نے اس کو مار ڈالا۔ ادھر یہ حال ہوا کہ مسلمان شکست کھا کر بھاگ گئے۔ میں بھی ان کے ساتھ بھاگ گیا۔ کہتے ہیں کہ پھر لوگ لَوٹ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہونے شروع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی مقتول کے متعلق یہ ثبوت پیش کر دے کہ اس نے اس کو قتل کیا ہے تو اس مقتول کا سامان اس کے قاتل کا ہو گا۔ میں اٹھا تا کہ اپنے مقتول سے متعلق کوئی شہادت ڈھونڈوں مگر کسی کو نہ دیکھا جو میرے لیے گواہی دے اور مَیں بیٹھ گیا۔ پھر مجھے خیال آیا اور میں نے اس مقتول کا واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپؐ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک شخص نے کہا کہ اس مقتول کے ہتھیار

جس کا یہ ذکر کرتے ہیں میرے پاس ہیں۔ اس شخص نے یعنی جس کے پاس یہ ہتھیار تھے کہا کہ ان ہتھیاروں کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کچھ اَور دے کر راضی کر لیں۔ یعنی کہتے ہیں کہ جو سامان میرے پاس ہے وہ میرے پاس ہی رہنے دیں اور انہیں کچھ اَور دے دیں۔ حضرت ابو بکرؓ وہاں بیٹھے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا ایسا ہر گز نہیں ہو سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک بزدل کو تو سامان دلا دیں اور اللہ کے شیروں میں سے ایک شیر کو چھوڑ دیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لڑ رہا ہے۔ حضرت ابو قتادہؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپؐ نے وہ سامان مجھے دلا دیا۔ میں نے اس سے کھجوروں کا ایک باغ خرید لیا اور یہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں بطور جائیداد بنایا۔

(صحیح بخاری کتاب المغازی بَابُ قَوْلِ اللّٰہِ تَعَالَی وَیَوْمَ حُنَیْنٍ حدیث 4322)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ دیکھو تاریخ سے پتہ لگتا ہے کہ جنگِ حُنَین کے موقع پر جب مکہ کے کافر لشکر اسلام میں یہ کہتے ہوئے شامل ہو گئے کہ آج ہم اپنی بہادری کے جوہر دکھائیں گے اور پھر بنو ثقیف کے حملہ کی تاب نہ لا کر میدان جنگ سے بھاگے تو ایک وقت ایسا آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد صرف بارہ صحابی رہ گئے۔ اسلامی لشکر جو دس ہزار کی تعداد میں تھا اس میں بھاگڑ مچ گئی۔ کفار کا لشکر جو تین ہزار تیر اندازوں پر مشتمل تھا آپؐ کے دائیں بائیں پہاڑوں پر چڑھا ہوا آپؐ پر تیر برسا رہا تھا مگر اس وقت بھی آپؐ پیچھے نہیں ہٹنا چاہتے تھے بلکہ آگے جانا چاہتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے گھبرا کر آپؐ کی سواری کی لگام پکڑ لی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! میری جان آپؐ پر قربان ہو یہ آگے بڑھنے کا وقت نہیں ہے۔ ابھی لشکرِ اسلام جمع ہو جائے گا تو پھر ہم آگے بڑھیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جوش سے فرمایا کہ:

میری سواری کی باگ چھوڑ دو اور پھر ایڑ لگاتے ہوئے آگے بڑھے اور یہ کہتے جاتے تھے کہ:

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

یعنی میں موعود نبی ہوں جس کی حفاظت کا دائمی وعدہ ہے۔ جھوٹا نہیں ہوں۔ اس لیے تم تین ہزار تیر انداز ہو یا تیس ہزار مجھے تمہاری کوئی پروا نہیں۔ اور اے مشرکو! میری اس دلیری کو دیکھ کر کہیں مجھے خدا نہ سمجھ لینا مَیں ایک انسان ہوں اور تمہارے سردار عبد المطلب کا بیٹا یعنی پوتا ہوں۔ آپؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی آواز بہت اونچی تھی۔ آپؐ نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا عباس! آگے آؤ اور آواز دو اور بلند آواز سے پکارو کہ اے سورۂ بقرہ کے صحابیو! یعنی جنہوں نے سورت بقرہ یاد کی ہوئی ہے! اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو!! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ مکہ کے تازہ نَو مسلموں کی بزدلی کی وجہ سے جب اسلامی لشکر کا اگلا حصہ پیچھے کی طرف بھاگا تو ہماری سواریاں بھی دوڑ پڑیں اور جتنا ہم روکتے تھے اتنا ہی وہ پیچھے کی طرف بھاگتی تھیں۔ یہاں تک کہ عباسؓ کی آواز میدان میں گونجنے لگی کہ اے سورہ بقرہ کے صحابیو! اے حدیبیہ کے دن درخت کے نیچے بیعت کرنے والو!! خدا کا رسول تمہیں بلاتا ہے۔ کہتے ہیں یہ آواز جب میرے کان میں پڑی تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ میں زندہ

نہیں بلکہ مردہ ہوں اور اِسرَافِیل کا صُور فضا میں گونج رہا ہے۔ میں نے اپنے اونٹ کی لگام زور سے کھینچی اور اس کا سر پیٹھ سے لگ گیا لیکن وہ اتنا بدکا ہوا تھا کہ جونہی میں نے لگام ڈھیلی کی وہ پھر پیچھے کی طرف دوڑا۔ اس پر میں نے اور بہت سے ساتھیوں نے تلواریں نکال لیں اور کئی تو اونٹوں پر سے کود گئے اور کئی نے اونٹوں کی گردنیں کاٹ دیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑنا شروع کر دیا اور چند لمحوں میں ہی وہ دس ہزار صحابہ کا لشکر جو بے اختیار مکہ کی طرف بھاگا جا رہا تھا آپؐ کے گرد جمع ہو گیا اور تھوڑی دیر میں پہاڑیوں پر چڑھ کر اس نے دشمن کا تہس نہس کر دیا اور یہ خطرناک شکست ایک عظیم الشان فتح کی صورت میں بدل گئی۔ (ماخوذ از تفسیر کبیر جلد6 صفحہ 409-410)

غزوۂ طائف، طائف مکہ سے مشرق کی جانب تقریباً نوے کلو میٹر پہ ایک مشہور شہر ہے اور حجاز کا پہاڑی شہر ہے۔ یہاں انگور اور دوسرے پھل بکثرت ہوتے تھے۔ اس جگہ بنو ثقیف آباد تھے۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 178 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

غزوۂ طائف کے بارے میں آتا ہے کہ ہَوازِن اور ثقیف کے پیشتر شکست خوردہ افراد اپنے سردار مالِک بن عوف نَضرِی کے ساتھ بھاگ کر طائف آئے تھے اور یہیں قلعہ بند ہو گئے تھے۔ لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حُنَین سے فارغ ہو کر اور جِعْرَانَہ میں مالِ غنیمت جمع کروا کر تقسیم فرمایا اور اسی ماہ شوال آٹھ ہجری میں طائف کا قصد فرمایا۔ (الرحیق المختوم صفحہ 567 المکتبہ السلفیہ لاہور)

جِعْرَانَہ مکہ اور طائف کے راستہ پر مکہ کے قریب ایک کنواں کا نام ہے۔ مکہ سے اس کا فاصلہ ستائیس کلو میٹر تھا۔

(فرہنگ سیرت صفحہ 88 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کا کتنے روز محاصرہ کیا تھا۔ اس بارے میں متعدد روایات ملتی ہیں۔ بعض کہتے ہیں دس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ بعض کہتے ہیں آپؐ نے بیس سے کچھ زائد راتیں محاصرہ کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بیس دن محاصرہ کیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیس کے قریب راتیں اہل طائف کا محاصرہ کیا۔

(ماخوذ از سبل الھدٰی والرشاد جلد5 صفحہ388 فی غزوۃ الطائف۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

ابن ہشام کہتے ہیں کہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ سترہ راتیں محاصرہ کیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ792۔ ذکر غزوۃ الطائف بعد حُنَین۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ہم نے چالیس راتوں تک ان کا محاصرہ کیا۔

(صحیح مسلم کتاب الزکاۃ باب اعطاء المؤلفۃ قلوبھم علی الاسلام حدیث نمبر 2442)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف میں ثقیف کا محاصرہ کر رکھا تھا تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ سے **فرمایا اے ابو بکر! مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ مجھے** مکھن سے بھرا ہوا ایک پیالہ پیش کیا گیا مگر ایک مرغ نے ٹھونگا مارا تو اس پیالے میں جو کچھ تھا سب بہ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں نہیں سمجھتا کہ آپؐ آج کے دن ان سے جس چیز کا ارادہ رکھتے ہیں وہ حاصل کر لیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں بھی ایسا ہی ہوتا ہوا نہیں دیکھ رہا۔ چنانچہ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے عرض کی کہ کیا میں لوگوں

میں کُوچ کا اعلان نہ کر دوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیوں نہیں تو حضرت عمرؓ نے لوگوں میں کوچ کا اعلان کر دیا۔ واپس جانے کا اعلان کر دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ793۔ ذکر غزوۃ الطائف بعد حُنَین۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

غزوۂ تبوک رجب 9ر ہجری میں ہوا۔ اس کے بارے میں بیان ہے کہ تبوک مدینہ سے شام کی اس شاہراہ پر واقع ہے جو تجارتی قافلوں کی عام گزرگاہ تھی اور یہ وادی القریٰ اور شام کے درمیان ایک شہر ہے اسے اصحاب الایکہ کا شہر بھی کہا گیا ہے۔ اس کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

(معجم البلدان جلد دوم صفحہ 14 دار صادر بیروت1977ء)

حضرت ابو بکرؓ غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ تبوک میں بڑا جھنڈا آپؓ کو عطا فرمایا تھا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3 صفحہ131۔ "ابوبکر الصدیق" ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2017ء)

حضرت ابو بکرؓ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر اپنا جو کُل مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تھا اس کی مالیت چار ہزار درہم تھی۔

(شرح علامہ زرقانی جلد4صفحہ69 ثم غزوۃ تبوک دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب صحابہ کرام کو غزوۂ تبوک کی تیاری کے لیے حکم دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ اور دیگر قبائل عرب کی طرف پیغام بھیجا کہ وہ بھی آپؐ کے ساتھ چلیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء کو اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے اور سواری مہیا کرنے کی تحریک فرمائی۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا انہیں تاکیدی حکم دیا اور یہ آپؐ کا آخری غزوہ ہے۔ چنانچہ اس موقع پر جو شخص سب سے پہلے مال لے کر آیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ **آپؓ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے** جو کہ چار ہزار درہم تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے دریافت فرمایا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے کہ نہیں؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت عمر بن خطابؓ اپنے گھر کا آدھا مال لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ اپنے گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑ کے آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ نصف چھوڑ کے آیا ہوں۔ اس موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے ایک سو اُوقیہ پیش کیے۔ یہ تقریباً چار ہزار درہم بنتے ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان بن عَفَّان اور عبدالرحمٰن بن عوف زمین پر اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے خرچ کرتے ہیں۔ انہوں نے بہت مال دیا۔ اس موقع پر عورتوں نے بھی اپنے زیورات پیش کیے اور حضرت عاصِم بن عَدِیؓ نے ستر وَسق کھجوریں پیش کیں جو تقریباً دو سو باسٹھ من کے قریب بنتی ہیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 183-184 غزوہ تبوک، دارالکتب العلمیۃ بیروت2002ء)

(لغات الحدیث جلد 1 صفحہ 82 'اوقیہ') (لغات الحدیث جلد 4صفحہ487 'وسق'، جلد 2 صفحہ 648 'صاع')

اس کی چالیس کلو کے قریب ایک من شمار کریں، قریباً کوئی ڈیڑھ ہزار، دس ٹن سے اوپر بنتی ہیں۔ تقریباً

ساڑھے دس ٹن کے قریب۔

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطابؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ارشاد فرمایا کہ ہم صدقہ کریں اور اس وقت میرے پاس مال تھا۔ میں نے کہا آج کے دن میں ابو بکرؓ سے سبقت لے جاؤں گا۔ اگر میں ان سے کبھی سبقت لے جاسکا تو آج کا دن ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا مَیں اپنا نصف مال لایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں نے عرض کیا کہ اتنا ہی اَور۔ جتنا لایا ہوں اتنا ہی گھر والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ آئے تو حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ سب لے آئے جو اُن کے پاس تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! تم نے اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑا ہے۔

حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے کہا۔ اللہ کی قسم! میں ان سے کسی چیز میں کبھی بھی سبقت نہیں لے جاسکتا۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب رجاؤہ ان یکون ابو بکر ممن یدعی من جمیع ابواب الجنة حدیث : 3675)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ایک وہ زمانہ تھا کہ الٰہی دین پر لوگ اپنی جانوں کو بھیڑ بکری کی طرح نثار کرتے تھے۔ مالوں کا تو کیا ذکر، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سے زیادہ دفعہ اپنا کُل گھر بار نثار کیا حتّٰی کہ سوئی تک کو بھی اپنے گھر میں نہ رکھا اور ایسا ہی حضرت عمرؓ نے اپنی بساط اور انشراح کے موافق اور عثمان نے اپنی طاقت و حیثیت کے موافق عَلٰی هٰذَا الْقِيَاسِ عَلٰی قَدْرِ مَرَاتِب تمام صحابہ اپنی جانوں اور مالوں سمیت اس دینِ الٰہی پر قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیعت کرنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ایک وہ ہیں کہ بیعت تو کر جاتے ہیں اور اقرار بھی کر جاتے ہیں کہ ہم دنیا پر دین کو مقدم کریں گے مگر مدد اور امداد کے موقع پر اپنی جیبوں کو دبا کر پکڑے رکھتے ہیں۔ بھلا ایسی محبت دنیا سے کوئی دینی مقصد پا سکتا ہے اور کیا ایسے لوگوں کا وجود کچھ بھی نفع رساں ہو سکتا ہے۔ ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (ال عمران :93) کہ جب تک مال جو تمہیں پیارا ہے اس کو خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تمہاری نیکی نیکیاں نہیں ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد6 صفحہ 40 حاشیہ)

حضرت ابو بکرؓ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مل کر ایک صحابی کو دفن کرنا اس بارے میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا کہ ایک مرتبہ میں آدھی رات کے وقت اٹھا تو میں نے لشکر کے ایک طرف آگ کی روشنی دیکھی۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا کہ دیکھوں کہ وہ کیا ہے تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں اور میں نے دیکھا کہ حضرت عبد اللہ ذُوالبِجَادَین مُزَنِیؓ فوت ہو گئے ہیں اور یہ لوگ ان کی قبر کھود چکے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان کی میت کو آپؐ کی طرف اتار رہے تھے اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ تم دونوں اپنے بھائی کو میرے قریب کرو۔ پس ان دونوں نے حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَینؓ کی میت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اتارا۔ جب آپؐ نے انہیں قبر میں رکھ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَمْسَیْتُ رَاضِیًا عَنْہُ فَارْضَ عَنْہُ کہا اے اللہ! میں نے اس حال میں شام کی ہے کہ میں اس سے راضی تھا پس تُو بھی اس سے راضی ہو جا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ **مَیں نے اس وقت تمنا کی کہ کاش یہ قبر والا مَیں ہوتا۔**

(سیرت ابن ھشام صفحہ 822، کتاب رسول اللہﷺ لصاحب ایلة، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2001ء)

حضرت عبداللہ ذُوالبِجَادَینؓ کا **تعلق قبیلہ بنو مُزَیْنَہ** سے تھا۔ ان کے بارے میں آتا ہے کہ یہ ابھی چھوٹے ہی تھے کہ ان کے والد فوت ہو گئے۔ انہیں وراثت میں سے کچھ نہ ملا۔ ان کے چچا مالدار تھے۔ اس چچا نے آپؓ کی کفالت کی حتّٰی کہ آپؓ بھی مالدار ہو گئے اور انہوں نے فتح مکہ کے بعد اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان سے سب کچھ لے لیا یہاں تک کہ آپؓ کا تہ بند بھی کھینچ لیا۔ پھر آپؓ کی والدہ آئیں اور انہوں نے اپنی چادر کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور حضرت عبداللہؓ نے ایک حصہ کو بطور تہ بند استعمال کر لیا اور دوسرے حصہ کو اپنے اوپر اوڑھ لیا۔ پھر آپؓ مدینہ آئے اور مسجد میں لیٹ گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز پڑھی۔ یہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز سے فارغ ہوتے تھے تو لوگوں کو غور سے دیکھتے تھے کہ کون لوگ ہیں، کوئی نیا آدمی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہؓ کی طرف دیکھا تو انہیں اجنبی سمجھا اور حضرت عبداللہؓ سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ حضرت عبداللہؓ نے اپنا نسب بیان کیا۔ ایک روایت میں ذکر ہے کہ آپؓ نے عرض کی کہ میرا نام عبد العُزّٰی ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم عبداللہ ذُوالبِجَادَین یعنی دو چادروں والے ہو۔ پھر فرمایا تم میرے قریب ہی رہا کرو۔ چنانچہ یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں میں شامل تھے اور آپؐ انہیں قرآن کریم سکھاتے تھے یہاں تک کہ آپؐ نے بہت سا قرآن یاد کر لیا اور آپؓ بلند آواز شخص تھے۔

(ماخوذ از سبل الھدٰی والرشاد جلد5 صفحہ 459-460 ، فی غزوۃ تبوک، دارالکتب العلمیة بیروت 1993ء)
(اسدالغابة جلد3 صفحہ 229 دارالکتب العلمیة)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی حج کے موقع پر امارت کے بارے میں ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 9ر ہجری میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ فرمایا تھا۔ اس بارے میں تفصیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے تو آپؐ نے حج کا ارادہ کیا۔ پھر آپؐ سے ذکر کیا گیا کہ مشرکین دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر حج کرتے ہیں۔ وہاں مشرکین بھی ہوں گے اور شرکیہ الفاظ بھی ادا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے ہیں۔ یہ بات سن کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حج کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔

(الروض الانف فی تفسیر السیرۃ النبویہ لابن ھشام، حج ابی بکر بالناس سنة تسع ،جلد4صفحہ318-319دارالکتب العلمیة بیروت) (عمدۃ القاری کتاب الحج باب لا یطوف بالبیت عریان جلد9صفحہ384 مطبوعہ دار احیاء التراث2003ء)

حضرت ابو بکر صدیقؓ تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے جانور بھیجے جن کے گلے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کی علامت کے طور پر گانیاں پہنائیں اور نشان لگائے اور حضرت ابو بکرؓ خود اپنے ساتھ پانچ قربانی کے جانور لے کر گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ۔جلد3 صفحہ295۔باب سراياه و بعوثه ﷺ/سريه أسامه بن زيد ...۔دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات کا حج کے موقع پر اعلان کیا۔ یہ روایت اس طرح ہے کہ ابو جعفر محمد بن علی سے روایت ہے کہ جب سورۂ براۃ، (سورۂ توبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کو بطور امیر حج بھجوا چکے تھے۔ آپؐ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہؐ! اگر آپؐ یہ سورت حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھیج دیں تا کہ وہاں وہ پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہلِ بیت میں سے کسی شخص کے سوا کوئی یہ فریضہ میری طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔ پھر آپؐ نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور انہیں فرمایا کہ سورت توبہ کے آغاز میں جو بیان ہوا ہے اس کو لے جاؤ اور قربانی کے دن جب لوگ منیٰ میں اکٹھے ہوں تو اس میں اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کرنے کی اجازت نہ ہو گی، نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے ہاتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی۔

حضرت علی بن ابو طالبؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عَضْبَاء پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ راستے میں ہی حضرت ابو بکرؓ سے جا ملے۔ حضرت ابو بکرؓ سے حضرت علیؓ کی ملاقات عَرْج یا وادی ضَجْنَان میں ہوئی۔ عَرْج مدینہ اور مکہ کے درمیانی راستہ کی ایک گھاٹی ہے یہاں قافلے پڑاؤ کرتے ہیں اور ضَجْنَان مدینہ کے راستے پر مکہ کے نواح میں ایک مقام ہے جو مکہ سے پچیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ بہر حال جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کو راستے میں دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ نے فوراً فرمایا کہ آپؓ کو امیر مقرر کیا گیا ہے یا آپؓ میرے ماتحت ہوں گے؟ یہ عاجزی کی انتہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے تو کیا اَب آپؓ امیر ہوں گے یا میرے ماتحت اس قافلے میں چلیں گے کام کریں گے۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ مَیں آپؓ کے ماتحت ہوں گا۔ پھر دونوں روانہ ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی حج کے امور پر نگرانی کی اور اس سال اہل عرب نے اپنی انہی جگہوں پر پڑاؤ کیا ہوا تھا جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔

جب قربانی کا دن آیا تو حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں میں اُس بات کا اعلان کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا اور کہا اے لوگو! جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی اور لوگوں کو اس اعلان کے دن سے چار ماہ تک کی مہلت دی تا کہ ہر قوم اپنے امن کی جگہوں یا اپنے علاقوں کی طرف لوٹ جائیں۔ پھر نہ کسی مشرک کے لیے کوئی عہد یا معاہدہ ہو گا اور نہ ذمہ داری سوائے اس عہد یا معاہدے کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی مدت تک ہو۔ یعنی

جس معاہدے کی مدت ابھی باقی ہو تو اس معاہدے کا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا اس کی مقررہ مدت تک پاس کیا جائے گا۔ ان معاہدوں کے علاوہ کوئی نیا معاہدہ نہیں ہو گا۔ پھر اس سال کے بعد نہ کسی مشرک نے حج کیا اور نہ کسی نے ننگے بدن طواف کیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ عرفہ کے مقام میں آئے اور آپؓ نے لوگوں کو خطاب کیا۔ جب آپؓ خطاب کر چکے تو میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ اے علی! کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچاؤ۔ پس مَیں کھڑا ہو گیا اور مَیں نے انہیں سورۂ براءت کی چالیس آیات سنائیں۔ پھر وہ دونوں حضرت علیؓ اور حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔

(سیرۃ ابن هشام۔حج ابی بکر بالناس سنة تسع ... صفحه 832 دارالکتب العلمیة بیروت لبنان 2001ء)
(سبل الهدٰی والرشادجلد 12 صفحه 73 دار الکتب العلمیة بیروت 1993ء) (البدایه والنهایه لابن کثیر جزء7 صفحه 228-229 ذکر بعث رسول اللهﷺ ابابکر امیرا علی الحج..... دار هجر 1997ء) (معجم البلدان جلد 3 صفحه 515 دار الکتب العلمیة بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 198 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

یہ ذکر ابھی چلے گا۔ اس وقت مَیں ایک مرحومہ کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ گذشتہ دنوں جن کی وفات ہوئی ہے۔ ان کا جنازہ بھی ان شاء اللہ **پڑھاؤں گا۔ محترمہ امۃ اللطیف خورشید صاحبہ**۔ یہ کینیڈا میں تھیں اور شیخ خورشید احمد صاحب مرحوم اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل ربوہ کی اہلیہ تھیں۔ پچانوے سال کی عمر میں گذشتہ دنوں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے کی پوتی، حضرت حکیم اللہ بخش صاحب مدرس دربان ڈیوڑھی حضرت اماں جان کی نواسی اور مکرم میاں عبدالرحیم دیانت صاحب درویش قادیان اور آمنہ بیگم صاحبہ کی بڑی بیٹی تھیں۔ نصرت گرلز ہائی سکول قادیان سے انہوں نے مڈل پاس کیا۔ پھر جامعہ نصرت میں 43ء یا 44ء میں داخلہ لیا۔ دو سال جامعہ نصرت میں پڑھا۔ پھر پرائیویٹ پڑھ کر ادیب عالم کا امتحان پاس کیا۔ ان کی شادی شیخ خورشید احمد صاحب اسسٹنٹ ایڈیٹر الفضل سے ہوئی تھی جیسا کہ میں نے بیان کیا اور ان کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسجد مبارک میں پڑھا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹوں اور دو بیٹیوں سے نوازا ہے۔ عبدالباسط شاہد صاحب مربی سلسلہ کی بہن تھیں جو آجکل یہاں ہیں اور لندن میں بھی کام کرتے رہے ہیں۔ بڑا عرصہ یہ باسط صاحب افریقہ میں بھی رہے۔ ان کے ایک پوتے وقاص احمد خورشید بھی امریکہ میں مربی سلسلہ ہیں۔ یہ اچھا علمی خاندان ہے۔ ایک بہن ان کی امۃ الباری ناصر صاحبہ بھی ہیں وہ بھی علمی خدمات انجام دیتی ہیں۔

امۃ اللطیف صاحبہ نے تیرہ سال کی عمر میں لجنہ اماء اللہ کے مختلف عہدوں پر خدمات ادا کرنی شروع کیں اور آپ کی خدمات کا سلسلہ ستر سال تک جاری رہا۔ آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایات، حضرت ام المومنین حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ کی سرپرستی اور مختلف بزرگوں کی نگرانی میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ قادیان میں خدمات کی توفیق ملی۔ پھر تقسیم برصغیر کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور حضرت چھوٹی آپا مرحومہ کے ارشاد

پر مہاجرات کی انچارج کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح مختلف حیثیتوں سے لجنہ کی خدمت کی توفیق پائی۔ لمبا عرصہ سیکرٹری اشاعت بھی رہیں۔ مدیرہ مصباح 1979ء سے 1986ء تک رہیں۔ 1986ء سے آپ کینیڈا مقیم تھیں۔ وہاں بھی لجنہ اماء اللہ کی اعزازی مشیر رہیں۔ تصنیف و اشاعت میں تاریخ لجنہ اماء اللہ کی ابتدائی چار جلدیں، ''المصابیح'' اور ''الازھار'' مرتب کرنے میں بھرپور معاونت کی توفیق پائی۔ حضرت چھوٹی آپا کے ساتھ چوالیس سال کام کرنے کی سعادت ملی۔ آپ کے ایما اور نگرانی میں ناصرات الاحمدیہ کا سب سے پہلا اجتماع ہوا۔ امۃ اللطیف صاحبہ جب سیکرٹری ناصرات تھیں تو آپ نے اپنے خاوند شیخ خورشید صاحب کی معیت میں ''راہِ ایمان'' اور ''جماعت احمدیہ کی مختصر تاریخ'' مرتب کیں۔

ان کے بیٹے لئیق احمد خورشید کہتے ہیں کہ والدہ صاحبہ مرحومہ نے اپنے گھر میں تمام بچوں کو ایک گہرا سبق یہ سکھایا تھا کہ اگر جماعت یا خلافت کے خلاف کوئی بات ہو تو اسے بالکل نہ سننا اور اگر کان میں بات پڑ بھی جائے تو اس کو بالکل نہیں دہرانا اور منہ پر نہیں لانا چونکہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات جماعت اور خلافت کے ساتھ ہیں اور انہوں نے کہا کہ ہر ابتلا اور فتنہ کے بعد خدا تعالیٰ کے نشانات جماعت کے حق میں ظاہر ہوتے ہیں اس لیے تم لوگ بلا وجہ فتنہ میں شامل نہ ہو جانا۔ پھر لکھا ہے کہ آپ جماعت کی ایک چلتی پھرتی تاریخ تھیں۔ بہت ملنسار اور سب کا بھلا چاہنے والی۔ متوکل، خدمت خلق کا بہت شوق تھا اور بہت سے نئے آنے والے مہاجر خاندانوں کو بسانے میں سرگرمی سے حصہ لیتی تھیں جو کینیڈا میں آتے تھے۔

پھر ان کے ایک بچے نے لکھا ہے کہ ہماری امی جان کو خلافت سے والہانہ عشق تھا۔ ہر وقت ہم سب کو خلیفہ وقت کے لیے دعاؤں کی تاکید اور یاددہانی کرواتی تھیں۔ نمازوں کی بے انتہا پابند اور اہتمام سے ادا کرتیں۔ جمعہ کا دن ایک عید کا دن ہوتا تھا۔ قرآنِ مجید سے عشق کے بارے میں کہتی ہیں کہ بے شمار بچوں کو قرآن مجید پڑھایا اور صحیح تلفظ سے ادا کرنے پر تاکید کیا کرتی تھیں۔

ان کے پوتے وقاص خورشید مربی سلسلہ جو ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیشہ دعا اور پڑھائی کی طرف توجہ دلاتی تھیں اور جماعت کی تاریخ کے حوالے سے کہانیوں کے ذریعہ بچوں کو جماعت کی تاریخ سکھاتی تھیں تاکہ ان کی بہتر رنگ میں تربیت ہو۔

ان کی ایک پوتی کہتی ہیں کہ دادی اماں کو نَو پوتیاں نصیب ہوئیں۔ انہوں نے نہ صرف ہم لڑکیوں کی تربیت کی کہ ہم لجنہ اماء اللہ کی خادمہ بنیں بلکہ ادب اور آداب اور صحیح پردہ کیسے کرنا ہے، گھر کی دیکھ بھال، مہمان نوازی، سلائی، اردو میں لکھنا پڑھنا ان ساری چیزوں کے بارے میں ہمارے لیے مستقل راہنما تھیں۔

جیسے جیسے ہم بالغ ہوئے انہوں نے ہمیں اپنے شوہروں اور سسرال والوں کے اچھا خیال رکھنے کی ترغیب دی اور بہت خوش ہوتیں جب ہم انہیں بتاتے کہ ہم نے اپنے سسرال کے ساتھ وقت گزارا ہے۔ ان فرائض کے ساتھ انہوں نے ہمیں اچھی طرح سے تعلیم یافتہ بننے اور کیریئر بنانے کی ترغیب بھی دی۔ سالگرہ نہ منانے جیسی جو غیر اسلامی چیزیں ہیں ان چیزوں پر مضبوطی سے قائم تھیں لیکن انہوں نے سالگرہ اور خاص مواقع کو یادگار بھی بنایا

کیونکہ وہ ہمیشہ ہمیں ایک فیملی کے طور پر اکٹھے حمد و ثنا کی نظم پڑھنا اور باجماعت دعاؤں کے لیے کہتی تھیں۔ پھر یہ کہتی ہیں کہ کینیڈا میں بطور احمدی مسلمان آپ ہماری پرورش کا ایک لازمی حصہ تھیں اور انہوں نے ہمیں اس بارے میں بھی سکھایا کہ ہم نے اپنے ایمان اور مغربی معاشرے کو کس طرح ہم آہنگ طریقے سے متوازن کرنا ہے۔ تو یہ ہے ماؤں اور بزرگوں کا کام جو نئی نسل کو سنبھالنے کے لیے ضروری ہے۔ کہ نئی نسل کی کس طرح تربیت کرنی ہے، ان کو دین بھی سکھانا ہے اور اس معاشرے میں رہتے ہوئے بغیر کسی احساس کمتری کے ان کو اپنے آپ کو ایڈجسٹ کرنے کی طرف توجہ بھی دلانی ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو ان کی نسل کو نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04/ مارچ 2022ء جلد 29 شمارہ 18 صفحہ 05 تا 09)

7

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 18 ؍فروری 2022ء بمطابق 18 ؍تبلیغ 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ہر سال ہم 20 ؍فروری کو پیشگوئی مصلح موعود کے حوالے سے جلسے بھی کرتے ہیں اور اس دن کو یاد بھی رکھتے ہیں۔ ایک بیٹے کی پیدائش کی یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دشمنوں کے اسلام پر اعتراضات کے جواب میں اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر کی تھی کہ دشمنان اسلام کہتے ہیں کہ اسلام کوئی نشان نہیں دکھاتا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر کہتا ہوں کہ ایک بڑا نشان اسلام کی صداقت کا جو میرے ذریعہ سے پورا ہو گا وہ میرے ایک بیٹے کی پیدائش ہے جو لمبی عمر پائے گا۔ اسلام کی خدمت کرے گا۔ اور بتایا کہ یہ یہ خصوصیات اس میں ہوں گی اور تقریباً باون، ترپن خصوصیات بیان فرمائیں اور یہ کوئی معمولی پیشگوئی نہیں تھی۔ ایک معین عرصہ بھی بتایا اور بہر حال اس معینہ عرصہ میں وہ بیٹا پیدا ہوا اور اس نے لمبی عمر بھی پائی اور اسے اسلام کی غیر معمولی خدمت کی توفیق بھی ملی۔ ہر سال اس پیشگوئی کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر جماعتی جلسوں میں روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس سال بھی ان شاء اللہ یہ سب کچھ ہو گا۔ مختلف جماعتوں کے جلسے ہوں گے۔ اسی طرح ایم ٹی اے پر بھی پروگرام آتے ہیں۔ تفصیلات تو وہاں سے پتا لگتی جائیں گی۔ اس وقت میں **حضرت مصلح موعودؓ کے اپنے الفاظ میں آپ کی ابتدائی زندگی کیسی تھی اور آپ کی صحت کا کیا حال تھا اور آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا کیا سلوک تھا، اس بارے** میں چند حوالے پیش کروں گا۔

یہ پیشگوئی لمبی عمر پانے والے بچے کے بارے میں تھی۔ پیشگوئی تھی کہ ایک بچہ لمبی عمر پائے گا اس لمبی عمر پانے والے بچہ کی صحت کی حالت کا اندازہ آپ اس بات سے کر سکتے ہیں کہ حضرت مصلح موعودؓ خود ہی فرماتے ہیں کہ بچپن میں میری صحت نہایت کمزور تھی۔ پہلے کالی کھانسی ہوئی اور پھر میری صحت ایسی گر گئی کہ گیارہ بارہ سال کی عمر تک مَیں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہا اور عام طور پر یہی سمجھا جاتا رہا کہ میری زیادہ لمبی عمر نہیں ہو سکتی۔ اِسی دوران میں میری آنکھیں دکھنے آ گئیں اور اِس قدر دکھیں کہ میری ایک آنکھ قریباً ماری گئی۔ یعنی اس میں سے نظر آنا بند ہو گیا۔ چنانچہ اس میں سے مجھے بہت کم نظر آتا ہے۔ جب آپؓ یہ فرما رہے تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ ابھی بھی بہت کم نظر آتا ہے۔ پھر جب مَیں اَور بڑا ہوا تو متواتر چھ سات ماہ تک مجھے بخار آتا رہا۔ اور سِل اور دِق کا مریض مجھے قرار دیا گیا۔ یعنی ٹی بی کا مریض بتایا گیا اور فرماتے ہیں کہ اِن وجوہ سے باقاعدہ پڑھائی بھی نہیں کر سکتا تھا۔ سکول

نہیں جاتا تھا۔ لاہور کے ہی ماسٹر فقیر اللہ صاحب ہیں، لاہور میں ہی آپؓ یہ لیکچر دے رہے تھے جن کی مسلم ٹاؤن میں کوٹھی ہے فرماتے ہیں کہ ہمارے سکول میں حساب پڑھایا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت کی کہ یہ پڑھنے نہیں آتا اور اکثر سکول سے غائب رہتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ میں ڈرا کہ شاید حضرت مسیح موعود علیہ السلام ناراض ہوں گے مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے کہ ماسٹر صاحب اِس کی صحت کمزور رہتی ہے ہم اتنا ہی شکر کرتے ہیں کہ یہ کبھی کبھی مدرسہ میں چلا جاتا ہے اور کوئی بات اِس کے کانوں میں پڑ جاتی ہے۔ زیادہ زور اس پر نہ دیں۔ فرماتے ہیں کہ بلکہ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے حساب سکھا کر اسے کیا کرنا ہے۔ کیا ہم نے اِس سے کوئی دکان کرانی ہے؟ تو یہ تھی آپؓ کی بچپن کی صحت کی حالت اور سکول جانے کی حالت۔ **کون ایسی حالت میں لمبی عمر کی ضمانت دے سکتا ہے! لیکن نہ صرف لمبی عمر پائی بلکہ یہ بھی اس میں پیشگوئی** تھی کہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ ایسے حالات میں کون کہہ سکتا ہے کہ علوم بھی اس کو حاصل ہوں گے۔

بہر حال آپؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ قرآن اور حدیث پڑھ لے گا تو کافی ہے۔ کہتے ہیں کہ غرض میری صحت ایسی کمزور تھی کہ دنیا کے علم پڑھنے کے تعلق میں بالکل نا قابل تھا۔ میری نظر بھی کمزور تھی۔ مَیں پرائمری، مڈل اور انٹرنس کے امتحان میں فیل ہوا۔ کسی امتحان میں پاس نہیں ہوا مگر خدا نے میرے متعلق خبر دی تھی کہ میں علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جاؤں گا۔ چنانچہ باوجود اس کے کہ دنیوی علوم میں سے کوئی علم میں نے نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے ایسی عظیم الشان علمی کتابیں میرے قلم سے لکھوائیں کہ دنیا اِن کو پڑھ کر حیران ہے اور وہ یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہے کہ اِس سے بڑھ کر اسلامی مسائل کے متعلق اَور کچھ نہیں لکھا جا سکتا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ ابھی تفسیر کبیر کے نام سے میں نے قرآن کریم کی تفسیر کا ایک حصہ لکھا ہے اسے پڑھ کر بڑے بڑے مخالفوں نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اِس جیسی آج تک کوئی تفسیر نہیں لکھی گئی۔ پھر ہمیشہ میں لاہور میں آتا رہتا ہوں اور یہاں کے رہنے والے جانتے ہیں کہ مجھ سے کالجوں کے پروفیسر ملنے آتے ہیں۔ سٹوڈنٹس ملنے آتے ہیں۔ ڈاکٹر ملنے آتے ہیں۔ مشہور پلیڈر اور وکیل ملنے آتے ہیں۔ مگر آج تک ایک دفعہ بھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی بڑے سے بڑے مشہور عالم نے میرے سامنے اسلام اور قرآن پر کوئی اعتراض کیا ہو اور میں نے اسلام اور قرآن کی تعلیم کی روشنی میں ہی اسے ساکت اور لاجواب نہ کر دیا ہو اور اسے یہ تسلیم نہ کرنا پڑا ہو کہ واقعہ میں اسلام کی تعلیم پر کوئی حقیقی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو میرے شامل حال ہے ورنہ میں نے دنیوی علوم کے لحاظ سے کوئی علم نہیں سیکھا لیکن میں اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ خدا نے مجھے اپنے پاس سے علم دیا اور خود مجھے ہر قسم کے ظاہری اور باطنی علوم سے حصہ عطا فرمایا۔

پھر آپؓ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیے جانے کے بارے میں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے علوم سکھائے، فرماتے ہیں کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک گھنٹی بجی ہے اور اس میں سے ٹَن کی آواز پیدا ہوئی ہے جو بڑھتے بڑھتے ایک تصویر کے فریم کی صورت اختیار کر گئی۔ پھر مَیں نے دیکھا کہ اس فریم میں سے ایک تصویر

نمودار ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد تصویر ہلنی شروع ہوئی اور پھر یکدم اس میں سے کود کر ایک وجود میرے سامنے آگیا اور اس نے کہا میں خدا کا فرشتہ ہوں اور تمہیں قرآن کریم کی تفسیر سکھانے کے لیے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ تب اس نے سورت فاتحہ کی تفسیر سکھانی شروع کر دی۔ وہ سکھاتا گیا، سکھاتا گیا اور سکھاتا گیا۔ یہاں تک کہ جب وہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ تک پہنچا تو کہنے لگا کہ آج تک جتنے مفسر گزرے ہیں ان سب نے صرف اِس آیت تک تفسیر **لکھی ہے لیکن میں تمہیں اِس کے آگے بھی تفسیر سکھاتا ہوں**۔ چنانچہ اس نے ساری سورت فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھادی۔

اِس رؤیا کے معنی در حقیقت یہی تھے کہ فہمِ قرآن کا ملکہ میرے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ چنانچہ یہ ملکہ میرے اندر اِس قدر ہے کہ میں یہ دعوٰی کرتا ہوں کہ جس مجلس میں چاہو میں یہ دعوٰی کرنے کے لیے تیار ہوں کہ سورت فاتحہ سے ہی میں تمام اسلامی علوم بیان کر سکتا ہوں۔ آپؑ کھل کے پبلک میں یہ تقریر کر رہے ہیں، دنیا کو بتا رہے ہیں، چیلنج دے رہے ہیں لیکن کبھی نہیں ہوا کہ آپؑ کے مقابلے میں اس طرح کوئی آیا ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ میں ابھی چھوٹا ہی تھا سکول میں پڑھا کرتا تھا کہ ہمارے سکول کی فٹ بال ٹیم امرتسر کے خالصہ کالج کی ٹیم سے کھیلنے کے لیے گئی۔ مقابلہ ہوا اور ہماری ٹیم جیت گئی۔ اس پر باوجود اس مخالفت کے جو مسلمان ہماری جماعت کے ساتھ رکھتے ہیں چونکہ ایک رنگ میں مسلمانوں کی عزت افزائی ہوئی تھی اِس لیے امرتسر کے ایک رئیس نے ہماری ٹیم کو چائے کی دعوت دی۔ جب ہم وہاں گئے تو مجھے تقریر کرنے کے لیے کھڑا کر دیا گیا۔ میں نے اس تقریر کے لیے کوئی تیاری نہیں کی تھی۔ جب مجھے کھڑا کیا گیا تو معاً مجھے فرشتہ کی تفسیر سکھانے والا یہ رؤیا یاد آگیا۔ تو پہلے میں نے اس کے اوپر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! تیرا فرشتہ مجھے خواب میں سورت فاتحہ کی تفسیر سکھا گیا تھا۔ آج میں اس بات کا امتحان لینا چاہتا ہوں کہ یہ خواب تیری طرف سے تھا یا میرے نفس کا دھوکا تھا۔ اگر یہ خواب تیری طرف سے تھا تو تُو مجھے سورہ فاتحہ کا آج کوئی ایسا نکتہ بتا جو اِس سے پہلے دنیا کے کسی مفسر نے بیان نہ کیا ہو۔

چنانچہ اِس دعا کے معاً بعد خدا تعالیٰ نے میرے دل میں ایک نکتہ ڈالا اور میں نے کہا دیکھو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہ دعا سکھائی ہے کہ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔ اے مسلمانو! تم پانچ نمازوں میں اور اپنی نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا کیا کرو کہ ہم مغضوب اور ضال نہ بن جائیں۔ مغضوب کے معنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیثوں میں خود بیان فرمائے ہیں۔ چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں کہ مغضوب کے معنی ہیں الیھود اور ضالّ کے معنی ہیں نصارٰی۔ پس غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ سے مراد یہ ہے کہ الٰہی ہم یہودی نہ بن جائیں اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ سے مراد یہ ہے کہ ہم نصارٰی نہ بن جائیں۔ اِس امر کی مزید وضاحت اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِس امت میں ایک مسیح آئے گا۔ پس جو لوگ اس کا انکار کریں گے وہ لازماً یہود صفت بن جائیں گے۔ دوسری طرف آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ عیسائیت کا فتنہ ایک زمانہ میں خاص طور پر بڑھ جائے گا۔ لوگ روٹی کے لیے، ملازمت کے لیے، سوسائٹی میں عزت حاصل کرنے کے لیے عیسائیت اختیار کر لیں گے یا دھوکا کھا کر اور اپنے مذہب کی تعلیم کو نہ سمجھ کر عیسائیت قبول کر لیں گے۔ مگر یہ عجیب بات ہے کہ سورۂ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اور اس

وقت نہ عیسائی اسلام کے زیادہ مخالف تھے اور نہ یہودی اسلام کے زیادہ مخالف تھے۔ اس وقت سب سے زیادہ مخالفت مکہ کے بت پرستوں کی طرف سے کی جاتی تھی مگر یہ دعا نہیں سکھائی گئی کہ الٰہی ہم بت پرست نہ بن جائیں بلکہ دعا یہ سکھائی گئی ہے کہ الٰہی ہم یہودی یا نصاریٰ نہ بن جائیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اِس سورہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے یہ پیشگوئی فرمادی تھی کہ مکہ کے بت پرست ہمیشہ کے لیے مٹا دیے جائیں گے اور ان کا نام ونشان باقی نہیں رہے گا۔ پس اِس بات کی ضرورت ہی نہیں کہ ان کے متعلق مسلمانوں کو کوئی دعا سکھائی جائے۔ ہاں یہودیت اور عیسائیت، دونوں باقی رہیں گی اور تمہارے لیے ضروری ہو گا کہ ان کے فتنہ سے بچنے کے لیے ہمیشہ دعائیں کرتے رہو۔ جب میری یہ تقریر ختم ہو چکی تو بعد میں بڑے بڑے رؤسا مجھے ملے اور کہنے لگے کہ آپ نے قرآن خوب پڑھا ہوا ہے۔ ہم نے تو اپنی ساری عمر میں یہ نکتہ پہلی دفعہ سنا ہے۔ چنانچہ واقعہ یہی ہے کہ ساری تفسیروں کو دیکھ لو کسی مفسر قرآن نے آج تک یہ نکتہ بیان نہیں کیا۔ حالانکہ میری عمر اس وقت بیس سال کے قریب تھی جب اللہ تعالیٰ نے یہ نکتہ مجھ پر کھولا۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتہ کے ذریعہ مجھے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا ہے اور میرے اندر اس نے ایسا ملکہ پیدا کر دیا ہے کہ جس طرح کسی کو خزانہ کی کنجی مل جاتی ہے اِسی طرح مجھے قرآن کریم کے علوم کی کنجی مل چکی ہے۔ دنیا کا کوئی عالم نہیں جو میرے سامنے آئے اور میں قرآن کریم کی فضیلت اس پر ظاہر نہ کر سکوں۔ یہ لاہور شہر ہے۔ لاہور میں آپؓ تقریر فرما رہے تھے یہاں یونیورسٹی موجود ہے۔ کئی کالج یہاں کھلے ہوئے ہیں، بڑے بڑے علوم کے ماہر اِس جگہ پائے جاتے ہیں۔ میں اِن سب سے کہتا ہوں کہ دنیا کے کسی علم کا ماہر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی پروفیسر میرے سامنے آجائے، دنیا کا کوئی سائنسدان میرے سامنے آجائے اور وہ اپنے علوم کے ذریعہ قرآن کریم پر حملہ کر کے دیکھ لے مَیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسے ایسا جواب دے سکتا ہوں کہ دنیا تسلیم کرے گی کہ اس کے اعتراض کارڈ ہو گیا اور مَیں دعویٰ کرتا ہوں کہ مَیں خدا کے کلام سے ہی اس کو جواب دوں گا اور قرآن کریم کی آیات کے ذریعہ سے ہی اس کے اعتراضات کو رڈ کر کے دکھادوں گا۔ (ماخوذ از میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 213 تا 217)

یہ واقعہ جیسا کہ آپؓ نے بتایا اُس وقت کا ہے جب آپؓ کی عمر بیس سال کی تھی اور اس وقت آپؓ کا خدا پر یقینِ کامل ہو چکا تھا لیکن یہ یقین کامل کس عمر میں ہوا، اس بارے میں خود حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں جس سے یہ بھی پتا چلتا ہے **کہ اللہ تعالیٰ خود بچپن سے آپؓ کو مصلح موعود بننے کا مصداق بنا رہا تھا۔**

چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں کہ سال 1900ء میرے قلب کو اسلامی احکام کی طرف توجہ دلانے کا موجب ہوا ہے۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے کوئی شخص چھینٹ کی قسم کے کپڑے کا ایک جبہ لایا۔ میں نے آپؑ سے وہ جبہ لے لیا۔ کسی اَور خیال سے نہیں بلکہ اس لیے کہ اس کا رنگ اور اس کا نقش مجھے پسند تھے۔ میں اسے پہن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے دامن میرے پاؤں کے نیچے لٹکتے رہتے تھے۔ جب میں گیارہ سال کا ہوا اور انیس سو سال نے دنیا میں قدم رکھا یعنی انیس سو عیسوی نے دنیا میں قدم رکھا تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں خدا تعالیٰ پر کیوں ایمان لاتا ہوں؟ اس کے وجود کا کیا ثبوت ہے؟ میں دیر تک رات کے وقت اس

مسئلے پر سوچتا رہا۔ آخر دس گیارہ بجے میرے دل نے فیصلہ کیا کہ ہاں ایک خدا ہے وہ گھڑی میرے لیے کیسی خوشی کی گھڑی تھی۔ کتنا خوشی کا وقت تھا۔ جس طرح ایک بچے کو اس کی ماں مل جائے تو اس سے اسے خوشی ہوتی ہے اسی طرح مجھے خوشی تھی کہ میرا پیدا کرنے والا مجھے مل گیا۔ گیارہ سال کی عمر میں یہ سوچ تھی۔ سماعی ایمان علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ یعنی سنا ہوا جو ایمان تھا وہ علمی ایمان سے تبدیل ہو گیا۔ بہر حال کہتے ہیں میں اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا تھا۔ میں نے اس وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور ایک عرصہ تک کرتا رہا کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق کبھی شک پیدا نہ ہو۔ اس وقت میں گیارہ سال کا تھا، آج میں پینتیس سال کا ہوں مگر آج بھی مَیں اس دعا کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میں آج بھی یہی کہتا ہوں خدایا! تیری ذات کے متعلق مجھے کوئی شک پیدا نہ ہو۔ ہاں اس وقت میں بچہ تھا اب مجھے زیادہ تجربہ ہے۔ اب میں اس قدر زیادتی کرتا ہوں کہ خدایا! مجھے تیری ذات کے متعلق حق الیقین پیدا ہو۔ بہر حال آپؓ فرماتے ہیں کہ بات کہاں سے کہاں چلی گئی۔ میں لکھ رہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک جبہ میں نے مانگ لیا تھا، جب میرے دل میں خیالات کی وہ موجیں پیدا ہونی شروع ہوئیں جن کا مَیں نے اوپر ذکر کیا ہے تو ایک دن ضحی کے وقت یا اشراق کے وقت میں نے وضو کیا اور وہ جبہ اس وجہ سے نہیں کہ خوبصورت ہے بلکہ اس وجہ سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور متبرک ہے پہن لیا۔ یہ پہلا احساس میرے دل میں خدا تعالیٰ کے فرستادے کے مقدس ہونے کا تھا۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت پھر دروازہ بند کر لیا اور خوب رو رو کر دعا کی، نفل پڑھے۔

(ماخوذ از یادِ ایام، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 365-366)

اس کی ایک اَور جگہ اس طرح آپ نے تفصیل بیان فرمائی ہے گیارہ **سال کی عمر میں خدا تعالیٰ کی پہچان کس طرح ہوئی**۔ فرماتے ہیں کہ میں گیارہ سال کا تھا جب اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل سے یہ توفیق عطا فرمائی کہ میں اپنے عقیدے کو ایمان سے بدل لوں۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا۔ میں اپنے مکان میں کھڑا تھا کہ یکدم مجھے خیال آیا کہ میں اس لیے احمدی ہوں کہ بانی سلسلہ احمدیہ میرے باپ ہیں یا اس لیے احمدی ہوں کہ احمدیت سچی ہے اور یہ سلسلہ خدا تعالیٰ کا قائم کردہ ہے۔ یہ خیال آنے کے بعد مَیں نے فیصلہ کیا کہ میں اس بات پر غور کر کے یہاں سے نکلوں گا اور اگر مجھے یہ پتہ لگ گیا کہ احمدیت سچی نہیں تو میں اپنے کمرے میں داخل نہیں ہوں گا بلکہ یہیں صحن سے باہر نکل جاؤں گا۔ یہ گیارہ سال کے بچے کی ایک سوچ تھی۔ کہتے ہیں بہر حال یہ فیصلہ کر کے مَیں نے غور کرنا شروع کیا اور قدرتی طور پر اس کے نتیجہ میں بعض دلائل میرے سامنے آئے جن پر مَیں نے جرح کی۔ کبھی ایک دلیل دوں اسے توڑ دوں۔ پھر دوسری دلیل دوں اسے ردّ کر دوں۔ پھر تیسری دلیل دوں اور اسے توڑوں یہاں تک کہ ہوتے ہوتے یہ سوال میرے سامنے آیا کہ کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول تھے اور کیا مَیں ان کو اس لیے سچا مانتا ہوں کہ میرے ماں باپ کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ سچے ہیں یا مَیں ان کو اس لیے سچا مانتا ہوں کہ مجھ پر دلائل کی رو سے یہ روشن ہو چکا ہے کہ واقع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم راستباز رسول ہیں۔ جب یہ سوال میرے سامنے آیا تو میرے دل نے کہا اب مَیں اس امر کا بھی فیصلہ کر کے رہوں گا۔ اس کے بعد قدرتی طور پر خدا تعالیٰ کے

متعلق میرے دل میں سوال پیدا ہوا اور مَیں نے کہا یہ سوال بھی حل طلب ہے کہ آیا مَیں خدا تعالیٰ کو یونہی عقیدے کے طور پر مانتا ہوں یا سچ مچ کی حقیقت مجھ پر منکشف ہو چکی ہے کہ دنیا کا ایک خدا ہے۔ تب اللہ تعالیٰ کے سوال پر بھی مَیں نے غور کرنا شروع کیا اور میرے دل نے کہا کہ اگر خدا ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی سچے ہیں اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں تو پھر احمدیت بھی یقیناً سچی ہے اور اگر دنیا کا کوئی خدا نہیں پھر ان میں سے کوئی بھی سچا نہیں۔ بہر حال کہتے ہیں مَیں نے فیصلہ کر لیا کہ آج میں اس سوال کو حل کر کے رہوں گا اور اگر میرے دل نے یہی فیصلہ کیا کہ خدا نہیں تو پھر میں اپنے گھر میں نہیں رہوں گا بلکہ فوراً باہر نکل جاؤں گا۔ کہتے ہیں کہ یہ فیصلہ کر کے مَیں نے سوچنا شروع کر دیا اور سوچتا چلا گیا۔ اپنی عمر کے لحاظ سے چھوٹی عمر تھی مَیں اس سوال کا کوئی معقول جواب نہ دے سکا مگر پھر بھی مَیں غور کرتا چلا گیا یہاں تک کہ میرا دماغ تھک گیا۔

اس وقت مَیں نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی۔ اس دن بادل نہیں تھے۔ اب اللہ تعالیٰ آپ کو اس طرح سکھانا چاہتا تھا۔ کہتے ہیں آسمان جو نہایت مصفّٰی تھا اور ستارے نہایت خوش نمائی کے ساتھ آسمان پر چمک رہے تھے۔ ایک تھکے ہوئے دماغ کے لیے اس سے زیادہ فرحت افزا اور کون سا نظارہ ہو سکتا ہے۔ مَیں تھکا ہوا تھا۔ آسمان دیکھتا رہا۔ ستاروں کو انجوائے کر رہا تھا۔ تو مَیں نے بھی ان ستاروں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ میں ان ستاروں میں کھو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد جب پھر میرے دماغ کو تروتازگی حاصل ہوئی تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ کیسے اچھے ستارے ہیں مگر ان ستاروں کے بعد کیا ہو گا؟ میرے دماغ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ان کے بعد اَور ستارے ہوں گے پھر میں نے کہا ان کے بعد کیا ہو گا؟ اس کا جواب بھی میرے دل نے یہی دیا کہ اس کے بعد اَور ستارے ہوں گے۔ پھر میرے دل نے کہا اچھا تو پھر اس کے بعد کیا ہو گا؟ میرے دماغ نے پھر یہی جواب دیا کہ ان کے بعد اَور ستارے ہوں گے۔ مَیں نے کہا اچھا تو پھر اس کے بعد کیا ہو گا؟ اس کا بھی وہی جواب میرے دل اور دماغ نے دیا کہ کچھ اور ستارے ہوں گے۔ تب میرے دل نے کہا کہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے اور تیسرے کے بعد چوتھے ستارے ہوں۔ کیا یہ سلسلہ کہیں ختم نہیں ہو گا۔ اگر ختم ہو گا تو اس کے بعد کیا ہو گا؟ یہی وہ سوال ہے جس کے متعلق اکثر لوگ حیران رہتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ ہم جو کہتے ہیں کہ خدا غیر محدود ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ اور ہم جو کہتے ہیں کہ خدا ابدی ہے اس کے کیا معنی ہیں؟ آخر کوئی نہ کوئی حد تو ہونی چاہیے۔ یہی سوال میرے دل میں ستاروں کے متعلق پیدا ہوا اور مَیں نے کہا کہ آخر یہ کہیں ختم بھی ہوتے ہیں یا نہیں۔ اگر ہوتے ہیں تو اس کے بعد کیا ہے اور اگر ختم نہیں ہوتے تو یہ کیا سلسلہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔ جب میرا دماغ یہاں تک پہنچا تو میں نے کہا خدا کی ہستی کے متعلق محدود اور غیر محدود کا سوال بالکل لغو ہے۔ تم خدا تعالیٰ کو جانے دو ان ستاروں کے متعلق کیا کہو گے میری آنکھوں کے سامنے یہ پڑے ہیں۔ اگر ہم ان کو محدود کہتے ہیں تو محدود وہ ہوتا ہے جس کے بعد دوسری چیز شروع ہو جائے۔ پس سوال یہ ہے کہ اگر ایک یہ محدود ہیں تو ان کے بعد کیا ہے۔ پھر اگر وہ محدود ہے تو اس کے بعد کیا ہے اور اگر کہیں کہو کہ یہ غیر محدود ہیں تو اگر ستاروں کی غیر محدودیت کا انسان

قائل ہو سکتا ہے تو خدا تعالیٰ کی غیر محدودیت کا کیوں قائل نہیں ہو سکتا؟ تب میرے دل نے کہا کہ ہاں واقع میں خدا موجود ہے کیونکہ اس نے قانون قدرت میں وہی اعتراض رکھ دیا ہے جو اس کی ذات پر پیدا ہوتا ہے اور اس نے بتا دیا ہے کہ تم مجھے غیر مرئی چیز سمجھ کر اگر یہ اعتراض کرتے ہو تو پھر وہ چیزیں جو تمہیں نظر آ رہی ہیں ان کے متعلق تمہارا کیا جواب ہے جبکہ وہی اعتراض جو تم مجھ پر کرتے ہو ان پر بھی عائد ہوتا ہے اور تمہارے پاس اس کا کوئی جواب نہیں۔ تم خدا تعالیٰ کے متعلق تو بے تکلفی سے یہ کہہ دو گے کہ ہماری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ وہ غیر محدود ہے۔ دوسری جگہ آپؑ نے فرمایا کہ اس دلیل سے جب خدا تعالیٰ کا وجود مجھ پر ثابت ہو گیا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت بھی مجھ پر واضح ہو گئی۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 19 صفحہ 689 تا 692)

بہر حال یہ بھی اللہ تعالیٰ کا آپ کو علوم سے پُر کرنے کا ایک ثبوت ہے۔ ایک معمولی پڑھے ہوئے بچے کے دل میں اس طرح سوال پیدا کیے اور پھر خود راہنمائی بھی فرمائی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ حضرت مصلح موعودؓ کے بارے میں کیا خیالات رکھتے تھے، اس کا اظہار حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے فرمایا ہے۔ اس سے لگتا ہے کہ آپؓ یہی سمجھتے تھے کہ یہ بچہ مصلح موعود ہو گا، مصلح موعود کا مصداق بنے گا۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک دو واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ عرصہ ہوا جبکہ پہلے پہل مَیں نے چند ایک دوستوں کے ساتھ مل کر رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا تھا۔ اس رسالے کو روشناس کرانے کے لیے جو مضمون میں نے لکھا جس میں اس کے اغراض و مقاصد بیان کیے گئے وہ جب شائع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حضور اس کی خاص تعریف کی اور عرض کیا کہ یہ مضمون اس قابل ہے کہ حضورؑ اسے ضرور پڑھیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسجد مبارک میں وہ رسالہ منگوایا اور غالباً مولوی محمد علی صاحب سے وہ مضمون پڑھوا کر سنا اور تعریف کی لیکن اس کے بعد جب میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا۔ پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے تعریف کر دی تھی لیکن بعد میں ذاتی طور پر پھر فرمایا کہ میاں تمہارا مضمون بہت اچھا تھا مگر میرا دل خوش نہیں ہوا اور فرمایا کہ ہمارے وطن میں ایک مثل مشہور ہے کہ اونٹ چالیس کا اور ٹوڈا بتالیس۔ یعنی ایک اونٹ کی قیمت کم ہے اور ٹوڈے کی، اس کے بچے کی اس سے دو روپے زیادہ ہے۔ تم نے یہ مثل پوری نہیں کی۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں میں تو اتنی پنجابی نہیں جانتا تھا۔ اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتا تھا۔ اس لیے میرے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھ کر حضرت خلیفہ اولؓ نے فرمایا: شاید تم نے اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ ہمارے علاقے کی مثال ہے کہ کوئی شخص اونٹ بیچ رہا تھا اور ساتھ اونٹ کا بچہ بھی تھا جسے اس علاقے میں ٹوڈا کہتے ہیں۔ کسی نے اس سے قیمت پوچھی تو اس نے کہا کہ اونٹ کی قیمت تو چالیس روپے ہے مگر ٹوڈے کی بیالیس روپے ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا کہ ٹوڈا اونٹ بھی ہے اور بچہ بھی ہے۔ اسی طرح تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف براہین احمدیہ موجود تھی۔ جب یہ تصنیف کی گئی تو اس وقت آپؑ کے سامنے یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے کوئی ایسا

اسلامی لٹریچر موجود نہ تھا مگر تمہارے سامنے یہ موجود تھی اور امید تھی کہ تم اس سے بڑھ کر کوئی چیز لاؤ گے، اس سے فائدہ اٹھاؤ گے۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں مامورین سے بڑھ کر علم تو کوئی کیا لا سکتا ہے۔ (یہ سوال نہیں تھا۔) سوائے اس کے کہ ان کے پوشیدہ خزانوں کو نکال نکال کر پیش کرتے رہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کا کام یہی ہوتا ہے کہ گذشتہ بنیاد کو اونچا کرتے رہیں۔

اب حضرت خلیفہ اولؓ آپ کی صحت کی حالت کو بھی جانتے تھے، علم کو بھی جانتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کے بارے میں اتنے اعلیٰ خیالات رکھنا بتاتا ہے کہ یقیناً آپ سمجھتے تھے اور آپ کو پتہ تھا کہ یہ بچہ ایسا ہے۔ اور اس لڑکے میں اتنی صلاحیت ہے کہ یہ اعلیٰ ترین مضامین لکھ سکتا ہے۔ بہر حال حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسے آئندہ نسلیں اگر ذہنوں میں رکھیں خود بھی برکات اور فضل حاصل کر سکتی ہیں اور قوم کے لیے بھی برکات اور فضلوں کا موجب ہو سکتی ہیں مگر اپنے آبا سے آگے بڑھنے کی کوشش نیک باتوں میں ہونی چاہیے۔ یہ نہیں کہ چور کا بچہ یہ کوشش کرے کہ باپ سے بڑھ کر چور ہو بلکہ یہ مطلب ہے کہ نمازی آدمی کی اولاد کوشش کرے کہ باپ سے بڑھ کر نمازی ہو۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 3 صفحہ 484-485)

حضرت مصلح موعودؓ کی بچپن کی صحت کی حالت کا ایک واقعہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ آپؓ کی صحت کی حالت اور علمی حالت کا ایک اَور واقعہ ہے۔ دراصل یہ بھی حضرت خلیفہ اولؓ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آپؓ سے محبت اور شفقت کا واقعہ ہے جو یہ بھی ثابت کرتا ہے کہ آپؑ اس یقین پر قائم تھے کہ یہ بچہ مصلح موعود ہونے والا ہے۔ بہر حال حضرت مصلح موعودؓ اس واقعہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ آپ چونکہ طبیب بھی تھے اور اِس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اِس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں۔ اِس لیے آپ کا طریق تھا کہ آپؓ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے میاں! میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔ پھر آپ اپنی صحت کی حالت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اِس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھوں میں ککرے پڑ گئے تھے۔ پہلے بھی آنکھوں کے بارے میں بیان ہو چکا ہے۔ اور متواتر تین چار سال تک میری آنکھیں دکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف ککروں کی وجہ سے پیدا ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اِس کی بینائی ضائع ہو جائے گی۔ اِس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میری صحت کے لیے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی حضرت مسیح موعودؑ نے میرے لیے روزے رکھنے شروع کر دیے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت یاد نہیں کہ آپؑ نے کتنے روزے رکھے۔ بہر حال تین یا سات روزے آپؑ نے رکھے۔ جب آخری روزے کی افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کے لیے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو یکدم مَیں نے آنکھیں کھول دیں اور مَیں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب افطاری کرنے لگے تھے تو اس وقت حضرت مصلح موعود نے کہا میں نے آنکھیں کھولیں اور میں نے آنکھیں کھول کے کہا مجھے نظر آنے لگ گیا ہے۔ لیکن اِس بیماری کی شدت اور اِس کے

متواتر حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری ایک آنکھ کی بینائی ماری گئی۔ اس کی تفصیل آپؓ بیان کرتے ہیں کہ چنانچہ میری بائیں آنکھ میں بینائی نہیں ہے۔ میں رستہ تو دیکھ سکتا ہوں مگر اس سے کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ دو چار فٹ پر اگر کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو جو میرا جانا پہچانا ہوا ہو تو میں اس کو دیکھ کر پہچان سکتا ہوں لیکن اگر کوئی بے پہچانا بیٹھا ہو تو مجھے اس کی شکل نظر نہیں آسکتی۔ صرف دائیں آنکھ کام کرتی ہے مگر اس میں بھی کلرے پڑ گئے اور وہ ایسے شدید ہو گئے کہ کئی کئی راتیں میں جاگ کر کاٹا کرتا تھا۔ تو یہ صحت کی حالت ہے اور پھر دیکھیں آپؓ کے علمی کام۔ کس طرح خدا تعالیٰ کی تائیدات نے آپؓ کو نوازا۔

بہر حال آپؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے استادوں سے کہہ دیا تھا کہ پڑھائی اِس کی مرضی پر ہو گی۔ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے اور اگر نہ پڑھے تو اِس پر زور نہ دیا جائے کیونکہ اِس کی صحت اِس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام بارہا مجھے صرف یہی فرماتے تھے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب سے پڑھ لو یعنی حضرت خلیفہ اولؓ سے پڑھ لو۔ اِس کے علاوہ حضرت مسیح موعودؑ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے۔

بہر حال آپؓ فرماتے ہیں غرض اِس رنگ میں میری تعلیم ہوئی اور میں درحقیقت مجبور بھی تھا کیونکہ بچپن میں علاوہ آنکھوں کی تکلیف کے مجھے جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا۔ بے شمار بیماریاں تھیں۔ چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا رہا۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی تھی۔ ریڈ آئیوڈائیڈ آف مرکری (MERCURY) کی تلی کے مقام پر مالش کی جاتی تھی۔ اِسی طرح گلے پر اِس کی مالش کی جاتی کیونکہ مجھے خنازیر کی بھی شکایت تھی۔ غرض آنکھوں میں کلرے، جگر کی خرابی، عظم طحال (تلی کی بیماری) کی شکایت پھر اِس کے ساتھ بخار کا شروع ہونا جو چھ چھ مہینے تک نہ اترتا اور میری پڑھائی کے متعلق بزرگوں کا فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھ لے اِس پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ اِن حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہو گا۔

ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرا اردو کا امتحان لیا۔ فرمایا کہ اب بھی میرا خط اچھا نہیں ہے مگر اس زمانہ میں میرا اتنا بد خط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتا لگائیں میں نے کیا لکھا ہے مگر انہیں کچھ پتا نہ چلا۔ میر صاحب کی طبیعت میں بڑی تیزی تھی۔ غصہ میں فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ میں بھی اتفاقاً اس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی ان کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں نانا تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت لے کر پہنچے تو اَور بھی ڈر پیدا ہوا کہ اب نہ معلوم کیا ہو۔ خیر میر صاحب آگئے اور حضرت صاحبؑ سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپ کو ذرا بھی توجہ نہیں ہے۔ میں نے اِس کا اردو کا امتحان لیا تھا۔ آپ ذرا پرچہ تو دیکھیں اِس کا اتنا برا خط ہے کہ کوئی بھی یہ خط نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اِسی جوش کی حالت میں وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کہنے لگے آپ بالکل پروا نہیں کرتے اور لڑکے کی عمر برباد ہو رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب میر صاحب کو اِس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا بلاؤ مولوی صاحب کو۔ جب آپ کو کوئی مشکل

درپیش آتی تو آپ ہمیشہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ آپ تشریف لائے اور حسب معمول سرنیچے ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مولوی صاحب میں نے آپ کو اِس غرض کے لیے بلایا ہے کہ میر صاحب کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اِس کا امتحان لے لیا جائے۔ یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلم اٹھائی اور دو تین سطر میں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا اِس کو نقل کرو۔ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اور بڑی سوچ سمجھ کر اس کو نقل کر دیا۔ اول تو وہ عبارت کوئی زیادہ لمبی نہیں تھی۔ دوسرے میں نے صرف نقل کرنا تھا اور نقل کرنے میں تو اَور بھی آسانی ہوتی ہے کیونکہ اصل چیز سامنے ہوتی ہے اور پھر مَیں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور با وغیرہ احتیاط سے ڈالے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو فرمانے لگے مجھے تو میر صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہو گیا تھا مگر اِس کا خط تو میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اول تو پہلے ہی میرے حق میں تھے اور میری تائید میں ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے کہ حضور! میر صاحب کو یونہی جوش آ گیا ورنہ اِس کا خط تو بڑا اچھا ہے۔ تو یہ حالات تھے میرے۔ کہتے ہیں ایسے حالات میں دیکھ لو کہ میں نے ظاہری علم کیا حاصل کرنا تھا۔

پھر اپنی تعلیمی قابلیت کے بارے میں ایک موقع پر آپؓ فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؓ مجھے فرمایا کرتے تھے کہ میاں! تمہاری صحت ایسی نہیں کہ تم خود پڑھ سکو۔ میرے پاس آ جایا کرو۔ میں پڑھتا جاؤں گا اور تم سنتے رہا کرو۔ چنانچہ انہوں نے زور دے دے کر پہلے قرآن پڑھایا پھر بخاری پڑھا دی۔ یہ نہیں کہ آپؓ نے آہستہ آہستہ مجھے قرآن پڑھایا بلکہ آپؓ کا طریق یہ تھا کہ آپ قرآن پڑھتے جاتے اور ساتھ ساتھ اِس کا ترجمہ کرتے جاتے۔ کوئی بات ضروری سمجھتے تو بتا دیتے ورنہ جلدی جلدی پڑھاتے جاتے۔ آپؓ نے تین مہینہ میں مجھے سارا قرآن پڑھا دیا۔ اِس کے بعد پھر کچھ ناغے ہونے لگ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد آپؓ نے پھر مجھے کہا کہ میاں! مجھ سے بخاری تو پوری پڑھ لو۔ فرماتے ہیں کہ دراصل میں نے آپؓ کو بتا دیا تھا یعنی خلیفہ اول کو بتا دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب سے قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی مَیں نے آپؓ سے قرآن اور بخاری پڑھنی شروع کر دی تھی گو ناغے ہوتے رہے۔ اِسی طرح طب بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہدایت کے ماتحت میں نے آپؓ سے شروع کر دی تھی۔

بہر حال فرماتے ہیں کہ غرض مَیں نے آپؓ سے طب بھی پڑھی اور قرآن کریم کی تفسیر بھی۔ قرآن کریم کی تفسیر آپؓ نے دو مہینے میں ختم کرا دی۔ آپؓ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور کبھی نصف اور کبھی پورا پورا پارہ ترجمہ سے پڑھ کر سنا دیتے۔ کسی کسی آیت کی تفسیر بھی کر دیتے۔ اِسی طرح بخاری آپؓ نے دو تین مہینہ میں مجھے ختم کرا دی۔ ایک دفعہ رمضان کے مہینہ میں آپؓ نے سارے قرآن کا درس دیا تو اس میں بھی میں شریک ہو گیا۔ چند عربی کے رسالے بھی مجھے آپؓ سے پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ غرض یہ میری علمیت تھی۔

(ماخوذ از الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 532 تا 537)

اپنی پہلی تقریر اور اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی پسندیدگی کا اظہار اس کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ہمارے ایک استاد تھے میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں درس دیتا تو وہ باقاعدہ میرے درس میں شامل ہوتے تھے لیکن اس کے مقابلے میں میرے ایک اَور استاد تھے۔ جب کبھی وہ درس دے رہے ہوتے تو پہلے صاحب مسجد میں آکر انہیں درس دیتے ہوئے دیکھتے تو چلے جاتے اور کہتے کہ اس کی باتیں کیا سننی ہیں یہ تو سنی ہوئی ہیں۔ مگر میرے درس میں باوجود اس کے کہ میں ان کا شاگرد تھا بوجہ اس کے کہ مجھ پر حسن ظنی رکھتے تھے ضرور شامل ہوتے اور فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کے درس میں اس لیے شامل ہوتا ہوں کہ اس کے ذریعہ قرآن کریم کے بعض نئے مطالب مجھے معلوم ہوتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے کہ بعض لوگوں پر چھوٹی عمر میں ہی ایسے علوم کھول دیے جاتے ہیں جو دوسروں کے وہم اور گمان میں بھی نہیں ہوتے۔

دراصل بات تو یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو مصلح موعود کا مصداق بنانا تھا اس لیے خود ہی تعلیم بھی دے رہا تھا۔ بہرحال آپ فرماتے ہیں کہ اسی مسجد میں غالباً مسجد اقصیٰ کی بات ہے 1907ء میں سب سے پہلی دفعہ میں نے پبلک تقریر کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کا، وفات سے ایک سال پہلے کا واقعہ ہے۔ جلسہ کا موقع تھا۔ بہت سے لوگ جمع تھے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی موجود تھے۔ میں نے سورت لقمان کا دوسرا رکوع پڑھا اور پھر اس کی تفسیر بیان کی۔ میری اپنی حالت اس وقت یہ تھی کہ جب میں کھڑا ہوا تو چونکہ اس سے پہلے میں نے پبلک میں کبھی لیکچر نہیں دیا تھا اور میری عمر بھی اس وقت صرف اٹھارہ سال کی تھی۔ پھر اس وقت حضرت خلیفہ اولؓ بھی موجود تھے اور انجمن کے ممبران بھی تھے اور بہت سے اَور دوست بھی آئے ہوئے تھے اس لیے میری آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اس وقت مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ میرے سامنے کون بیٹھا ہے اور کون نہیں۔ تقریر آدھ گھنٹہ یا پون گھنٹہ جاری رہی۔ جب میں تقریر ختم کر کے بیٹھا تو مجھے یاد ہے حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔ میاں! میں تم کو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے ایسی اعلیٰ تقریر کی۔ میں تمہیں خوش کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ واقعی اچھی تھی۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 22 صفحہ 472-473)

پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو علوم سے ایسا پُر کیا کہ آپ کی باون سالہ زندگی اس پر گواہ ہے کہ چاہے وہ دینی مضامین کا سوال ہو یا کسی دنیاوی مضمون کا، جب بھی آپ کو کسی موضوع پر لکھنے اور بولنے کا کہا گیا آپ نے علم و عرفان کے دریا بہا دیے۔ بے شمار موقعوں پر آپ کی تقاریر کو غیروں نے بھی بے حد سراہا اور یہ بھی ریکارڈ میں موجود ہے اور برملا پبلک کے سامنے ان کی تعریف کی۔ اخباروں نے بھی خبریں جمائیں اور اس بات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی بڑی شان سے پوری ہوئی۔ بہرحال آپ کا لٹریچر اور خطبات ایک قیمتی خزانہ ہیں ہزاروں صفحات میں شاید لاکھ کے قریب صفحات ہوں گے۔ اب انگریزی میں بھی اور دوسری زبانوں میں بھی یہ ترجمہ ہو رہا ہے۔ ہمارا بھی کام ہے کہ اس سے استفادہ کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے آپ کو مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ٹھہراتے ہوئے فرماتے

ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم سے وہ پیشگوئی جس کے پورا ہونے کا ایک لمبے عرصہ سے انتظار کیا جارہا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق اپنے الہام اور اعلام کے ذریعہ سے مجھے بتادیا ہے کہ وہ پیشگوئی میرے وجود میں پوری ہو چکی ہے اور اب دشمنانِ اسلام پر خدا تعالیٰ نے کامل حجت کر دی ہے اور ان پر یہ امر واضح کر دیا ہے کہ اسلام خدا تعالیٰ کا سچا مذہب، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے سچے رسول اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدا تعالیٰ کے سچے فرستادہ ہیں۔ جھوٹے ہیں وہ لوگ جو اسلام کو جھوٹا کہتے ہیں۔ کاذب ہیں وہ لوگ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کاذب کہتے ہیں۔ خدا نے اِس عظیم الشان پیشگوئی کے ذریعہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا ایک زندہ ثبوت لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے۔

بھلا کس شخص کی طاقت تھی کہ وہ 1886 میں آج سے پورے اٹھاون سال قبل "جب آپ بیان کر رہے ہیں اس وقت اٹھاون سال ہو چکے تھے "اپنی طرف سے یہ خبر دے سکتا کہ اس کے ہاں نو سال کے عرصہ میں ایک لڑکا پیدا ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا۔ وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا، وہ اسلام اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دنیا میں پھیلائے گا، وہ علومِ ظاہری اور باطنی سے پُر کیا جائے گا، وہ جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا اور خدا تعالیٰ کی قدرت اور اس کی قربت اور اس کی رحمت کا وہ ایک زندہ نشان ہو گا۔ یہ خبر دنیا کا کوئی انسان اپنے پاس سے نہیں دے سکتا تھا۔ خدا نے یہ خبر دی اور پھر اسی خدا نے اِس خبر کو پورا کیا۔ اس انسان کے ذریعہ جس کے متعلق ڈاکٹر یہ امید نہیں۔" اس انسان کے ذریعہ اس کو پورا کیا جس کے متعلق ڈاکٹر یہ امید نہیں "رکھتے تھے کہ وہ زندہ رہے گا یا لمبی عمر پائے گا۔"

پھر اپنی صحت کے بارے میں بتایا ہے کہ "میری صحت بچپن میں ایسی خراب تھی کہ ایک موقع پر ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب نے میرے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہہ دیا کہ اِسے سِل ہو گئی ہے کسی پہاڑی مقام پر اِسے بھجوا دیا جائے۔" ٹی بی کی وجہ سے۔ "چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے شملہ بھجوا دیا مگر وہاں جا کر میں اداس ہو گیا اور اِس وجہ سے جلدی ہی واپس آ گیا۔" فرمایا کہ "غرض ایسا انسان جس کی صحت کبھی ایک دن بھی اچھی نہیں ہوئی اُس انسان کو خدا نے زندہ رکھا اور اِس لئے زندہ رکھا کہ اس کے ذریعہ اپنی پیشگوئیوں کو پورا کرے اور اسلام اور احمدیت کی صداقت کا ثبوت لوگوں کے سامنے مہیا کرے۔ پھر مَیں وہ شخص تھا جسے علومِ ظاہری میں سے کوئی علم حاصل نہیں تھا مگر خدا نے اپنے فضل سے فرشتوں کو میری تعلیم کے لئے بھجوایا اور مجھے قرآن کے ان مطالب سے آگاہ فرمایا جو کسی انسان کے واہمہ اور گمان میں بھی نہیں آسکتے تھے۔ وہ علم جو خدا نے مجھے عطا فرمایا، وہ چشمہ روحانی جو میرے سینہ میں پھوٹا وہ خیالی یا قیاسی نہیں ہے بلکہ ایسا قطعی اور یقینی ہے کہ میں ساری دنیا کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر اِس دنیا کے پردہ پر کوئی شخص ایسا ہے جو یہ دعویٰ کرتا ہو کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے اُسے قرآن سکھایا گیا ہے تو مَیں ہر وقت اس سے مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔"

لیکن کوئی نہیں آیا مقابلہ پر۔ "**لیکن میں جانتا ہوں آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں** جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو۔ خدا نے مجھے علمِ قرآن بخشا ہے اور اِس زمانہ میں اُس نے

قرآن سکھانے کے لئے مجھے دنیا کا استاد مقرر کیا ہے۔ خدا نے مجھے اِس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل ادیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔"

اور آپؑ نے اس کام کو کیا۔ آپؑ کے زمانے میں بے شمار تراجم قرآن کریم کے شائع ہوئے۔ بے شمار تو نہیں کافی حد تک شائع ہوئے اور پھر اسی کام کو اب تک آگے بڑھایا جارہا ہے۔ آپؑ کی زندگی میں سترہ اٹھارہ زبانوں میں ترجمے ہو گئے تھے۔ اسی طرح اسلام کی تبلیغ دنیا کے کناروں تک آپؑ کے زمانے میں پہنچی۔

فرمایا کہ "دنیا زور لگالے وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مِل جائیں۔ یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اِس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے ان کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیامیٹ کر دے گا اور خدا میرے ذریعہ سے یا میرے شاگردوں اور اتباع کے ذریعہ سے اِس پیشگوئی کی صداقت ثابت کرنے کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے طفیل اور صدقے اسلام کی عزت کو قائم کرے گا اور اس وقت تک دنیا کو نہیں چھوڑے گا جب تک اسلام پھر اپنی پوری شان کے ساتھ دنیا میں قائم نہ ہو جائے اور جب تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پھر دنیا کا زندہ نبی تسلیم نہ کر لیا جائے۔"

(الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 613-614)

پس یہ پیشگوئی تو پوری ہوئی۔ آپؑ نے اپنا دَور بھی گزارا لیکن پیشگوئی کے جو الفاظ ہیں یہ اس وقت تک **قائم ہیں اور یہ ان شاء اللہ اس وقت تک قائم رہیں گے اور یہ چلتی چلی جائے گی جب تک** حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مشن پورا نہ ہو جائے اور اسلام کا جھنڈا تمام دنیا میں نہ لہرانے لگ جائے۔ پس ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اس پیشگوئی پر ہمارے جلسے اور اس کو یاد رکھنا تبھی فائدہ مند ہے جب ہم اس مقصد کو ہمیشہ سامنے رکھیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور وقار کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور دنیا پر اسلام کی سچائی ظاہر کر کے سب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لے کر آنا ہے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں کے سوا اَور کوئی نہیں جس کے ذریعہ سے اسلام کا جھنڈا دنیا میں دوبارہ لہرائے اور دنیا میں اسلام پھیلے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کام کے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11/مارچ 2022ء جلد 29 شمارہ 26 صفحہ 05 تا 09)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25/ فروری 2022ء بمطابق 25/ تبلیغ 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اس میں حجۃ الوداع کے موقع پر اس طرح درج ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے لیے دس ہجری جمعرات کے دن جبکہ ذیقعدہ کے چھ دن باقی تھے روانہ ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپؐ ہفتہ کے دن روانہ ہوئے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3صفحہ361 باب حجۃ الوداع ۔دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

بہر حال اس میں ایک روایت آتی ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عرض کی یا رسول اللہؐ! میرے پاس ایک اونٹ ہے ہم اس پر اپنا زادِ راہ لاد لیتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایسا ہی کر لو۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ دونوں کے سامان کے لیے ایک ہی اونٹ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ آٹے اور کچھ ستو کا زادِ راہ بنوایا اور حضرت ابو بکرؓ کے اونٹ پر رکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اسے اپنے غلام کے سپرد کر دیا۔

حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے نکلے۔ جب ہم عَرْجٌ مقام پر تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سواری سے اترے اور ہم بھی اترے تو عائشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک پہلو میں بیٹھ گئیں اور میں اپنے والد کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کا سامان اکٹھا ایک اونٹ پر تھا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے جو حضرت ابو بکرؓ کے غلام کے پاس تھا۔ حضرت ابو بکرؓ انتظار کرنے لگے کہ وہ آ جائے۔ وہ غلام آ گیا مگر اس کا اونٹ اس کے ساتھ نہ تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا تمہارا اونٹ کہاں ہے۔ اس نے کہا گذشتہ رات سے میں اسے گم کر چکا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ایک ہی اونٹ تھا وہ بھی تم نے گم کر دیا تو حضرت ابو بکرؓ اسے مارنے کے لیے اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرما رہے تھے اور فرمانے لگے اس مُحْرِم کو دیکھو یہ کیا کر رہا ہے؟ اِبنِ اَبِی دِزْمَہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے زائد نہیں کہا کہ اس مُحْرِم کو دیکھو کیا کرنے لگا ہے اور آپؐ تبسم فرمانے لگے۔

(ماخوذ از سبل الہدیٰ والرشاد جلد7صفحہ12-13 فی حسن خلقہ ﷺ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

(ماخوذ از سنن ابو داؤد کتاب المناسک باب المحرم یؤدب غلامہ حدیث 1818)

بہر حال جب بعض صحابہ کو معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زادِ راہ گم ہو گیا ہے تو وہ حِیْس لے کر آئے۔ حِیْس ایک عمدہ حلوہ ہے جو کھجور اور آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔ حضرت ابو بکرؓ جو اپنے غلام پر غصہ کر رہے تھے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو بکر! نرمی اختیار کرو۔ یہ معاملہ نہ تمہارے اختیار میں ہے اور نہ ہمارے۔ اس غلام کی کوشش تو یقیناً یہی رہی ہو گی کہ اونٹ گم نہ ہو لیکن گم ہو گیا۔ بہر حال آپؐ نے فرمایا کہ یہ لو، یہ ہمارے لیے ایک پاکیزہ غذا آ گئی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہے اور اس غلام کے ساتھ ہمارا جو کھانا تھا یہ اس کا بدل ہے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور حضرت ابو بکرؓ نے بھی وہ کھانا کھایا اور ان لوگوں نے بھی کھایا جو ان دونوں کے ساتھ کھایا کرتے تھے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ اس کے بعد حضرت صَفْوَان بن مُعَطَّلؓ پہنچے۔ ان کی ذمہ داری قافلے کے پیچھے چلنے کی تھی۔ ان کے سپرد یہی کام تھا جیسا کہ افک کے واقعہ میں بھی بیان ہو چکا ہے کہ پیچھے سے دیکھتے تھے کوئی چیز رہ تو نہیں گئی۔ حضرت صَفْوَانؓ آئے تو اونٹ ان کے ساتھ تھا اور اس پر زادِ راہ بھی موجود تھا۔ انہوں نے اونٹ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑاؤ کے دروازے پر لا کر بٹھایا۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر سے فرمایا۔ دیکھو تمہارے سامان میں سے کچھ گم تو نہیں ہوا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا سوائے ایک پیالے کے جس میں ہم پانی پیا کرتے تھے کوئی چیز گم نہیں ہوئی۔ اسی وقت غلام نے کہا کہ وہ پیالہ میرے پاس پہلے ہی موجود ہے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3 صفحہ 365 باب حجۃ الوداع ۔دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 110 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کے لیے نکلے اور آپؐ کے ساتھ آپؐ کی اہلیہ اسماء بنت عُمَیْس رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ پس جب وہ لوگ ذوالحلیفہ میں پہنچے تو وہاں اسماء کے ہاں محمد بن ابو بکر کی پیدائش ہوئی۔ ذُوالْحُلَیْفَہ مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے۔ بہر حال حضرت ابو بکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ اس طرح پیدائش ہوئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو ارشاد فرمایا کہ اسماء کو کہیں کہ غسل کر لیں۔ پھر حج کا احرام باندھ لیں اور سب کام کریں جو دوسرے لوگ یعنی حاجی کرتے ہیں سوائے اس کے کہ وہ بیت اللہ کا طواف نہ کریں۔

(سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب الغسل للإهلال حدیث 2664)
(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 339 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وادی عُسْفَان سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استفسار فرمایا اے ابو بکر! یہ کون سی وادی ہے؟ ابو بکرؓ نے جواب دیا یہ وادیٔ عُسْفَان ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہاں سے حضرت ہودؑ اور حضرت صالحؑ دو سرخ اونٹوں پر سوار جن کی مہار کھجور کی چھال کی تھی چوغہ پہنے ہوئے اور اوپر سفید اور کالی نقش دار چادر اوڑھے ہوئے تلبیہ کہتے ہوئے بیت العتیق کے حج کے لیے گزرے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد جلد 8 صفحہ 461 ۔فی سیاق حجۃ الوداع۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

حجۃ الوداع کے سفر میں جن لوگوں کے ساتھ قربانی کے جانور تھے ان میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی شامل تھے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد 3صفحہ369 باب حجۃ الوداع ۔دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حجۃ الوداع میں دیکھا کہ سُہَیل بن عَمرو ذبح کرنے کی جگہ پر کھڑے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قربانی کے جانور کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کر رہے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اس کو ذبح کیا۔ پھر سر مونڈنے والے کو بلایا اور اپنے بال منڈوائے۔ کہتے ہیں کہ میں نے سُہَیل کو دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال مبارک اپنی آنکھوں سے لگا رہا تھا۔ کہتے ہیں اس وقت مجھے یاد آ گیا کہ یہی سُہَیل صلح حدیبیہ کے وقت آپ کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے سے روک رہا تھا جو معاہدے پہ لکھی جانی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کہتے ہیں کہ میں نے **اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس نے سُہَیل کو اسلام کی طرف ہدایت دی۔**

(سبل الھدٰی والرشاد جلد5 صفحہ64 فی غزوۃ الحدیبیہ ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1993ء)

اور پھر جب ہدایت دی **تو پھر اخلاص و وفا میں بے انتہا بڑھے۔** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری کے دوران حضرت ابو بکر صدیقؓ کے نمازیں پڑھانے کے بارے میں آتا ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں **فرمایا: ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔** حضرت عائشہؓ نے کہا میں نے عرض کیا: حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہ سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ کو کہیں کہ وہ لوگوں کو نمازیں پڑھائیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں مَیں نے پھر حضرت حفصہؓ سے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں سکیں گے۔ اس لیے آپؐ حضرت عمرؓ سے کہیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔ حضرت حفصہؓ نے ایسا ہی کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے کہ خاموش رہو۔ تم تو یوسف والی عورتیں ہو۔ ابو بکرؓ سے کہو وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اھل العلم و الفضل احق بالامانۃ حدیث679)

وفات سے قبل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیمار تھے تو حضرت ابو بکرؓ کی غیر موجودگی میں حضرت بلالؓ نے حضرت عمرؓ کو نماز پڑھانے کے لیے کہہ دیا۔ جب حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمرؓ کی آواز پہنچی تو آپؐ نے فرمایا ابو بکرؓ کہاں ہیں؟ اللہ اور مسلمان یہ بات ناپسند کرتے ہیں کہ ابو بکر کے علاوہ کوئی اَور نماز پڑھائے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو بلایا گیا تو وہ اس وقت پہنچے جب حضرت عمرؓ نماز پڑھا چکے تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کے دوران اور آپؐ کی وفات تک حضرت ابو بکرؓ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

(ماخوذ از الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جلد 3صفحہ 96،97حرف العین ، مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2002ء)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لیے وہ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے۔ عروہ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے اپنی بیماری میں کچھ تخفیف محسوس کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر مسجد میں تشریف لائے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ آگے کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھا رہے ہیں۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے برابر ان کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھتے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب من قام الی جنب الامام لعلة ... حدیث683)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ صحیح بخاری میں ہی ایک اَور روایت اس طرح ہے۔ حضرت انس بن مالک انصاریؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہو گئی لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب پیر کا دن ہوا اور وہ نماز میں صفوں میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دیکھ رہے تھے **اور آپؐ کھڑے ہوئے تھے۔ گویا کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک** قرآن مجید کا ورق تھا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر تبسم فرمایا اور ہمیں خیال ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی وجہ سے ہم خوشی سے آزمائش میں پڑ جائیں گے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ اپنی ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے تا وہ صف میں مل جائیں اور وہ سمجھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرما کر یہی کہا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال دیا اور آپؐ اسی دن فوت ہو گئے۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب اهل العلم والفضل احق بالامانة حدیث680)

حضرت مصلح موعودؓ پہلی روایت کے مطابق ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو بوجہ سخت ضعف کے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے اس لیے آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لیے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ نے مرض میں کچھ خفت محسوس کی۔ پس آپؐ نکلے کہ دو آدمی آپؐ کو سہارا دے کر لے جا رہے تھے۔“ کہتی ہیں کہ ”اور اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظارہ ہے کہ شدت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابو بکرؓ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ آئیں۔ اس ارادہ کو معلوم کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکرؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول کریمؐ نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابو بکرؓ نے آپ کی نماز کے ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔“

(سیرۃ النبیؐ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 506-507)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بارے میں ایک جگہ اس طرح عُروہ بن زُبیر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ

اس وقت سُنْح میں تھے یعنی سُنْح مضافات میں ایک گاؤں ہے۔ یہ خبر سن کر حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو حضرت ابو بکرؓ تو وہاں تھے نہیں حضرت عمرؓ موجود تھے وہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی تھیں کہ حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! میرے دل میں یہی بات آئی تھی کہ اللہ آپؐ کو ضرور ضرور اٹھائے گا تا بعض آدمیوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آ گئے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور آپؐ کو بوسہ دیا اور کہنے لگے میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ زندگی میں بھی اور موت کے وقت بھی پاک و صاف ہیں۔ اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں **میری جان ہے اللہ آپؐ کو کبھی دو موتیں نہیں دکھائے گا**۔ یہ کہہ کر حضرت ابو بکرؓ باہر چلے گئے اور کہنے لگے اے قسم کھانے والے! ٹھہر جا۔ یعنی حضرت عمرؓ کو کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ بولنے لگے تو حضرت عمرؓ بیٹھ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حمد و ثنا بیان کی اور کہا۔ أَلَا مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ دیکھو! جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجتا تھا سن لے کہ محمد تو یقیناً فوت ہو گئے ہیں اور جو اللہ کو پوجتا تھا اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا اور حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31) تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔ پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145) کہ محمد صرف ایک رسول ہیں آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں تو پھر کیا اگر آپ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور جو کوئی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے تو وہ اللہ کو ہرگز نقصان نہ پہنچا سکے گا اور عنقریب اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر لوگ اتنا روئے کہ ہچکیاں بندھ گئیں۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب قول النبیﷺ لو کنت متخذا خلیلا حدیث 3667-3668)

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہوا کہ گویا لوگ اس وقت تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے وہ آیت پڑھی جانتے ہی نہ تھے کہ اللہ نے یہ آیت بھی نازل کی تھی۔ گویا تمام لوگوں نے ان سے یہ آیت سیکھی۔ پھر لوگوں میں سے جس آدمی کو بھی میں نے سنا یہی آیت پڑھ رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں۔ سعید بن مُسَیَّب نے مجھے بتایا کہ حضرت عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! جونہی میں نے ابو بکر کو یہ آیت پڑھتے سنا میں اس قدر گھبرایا کہ دہشت کے مارے میرے پاؤں مجھے سنبھال نہ سکے اور میں زمین پر گر گیا۔ جب میں نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ آیت پڑھتے سنا تو میں نے جان لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبیﷺ و وفاتہ حدیث 4454)

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کے پاس سے گزرے اس حال میں کہ حضرت عمرؓ یہ کہہ رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور اس وقت تک فوت نہیں ہوں

گے جب تک کہ اللہ منافقوں کو قتل نہ کر دے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ وہ یعنی صحابہ یہ سن کر خوشی کا اظہار کرتے تھے اور اپنے سروں کو اٹھاتے تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ اے شخص! یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو مخاطب کیا اور کہا یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تُو نے نہیں سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (الزمر:31) تم بھی مرنے والے ہو اور وہ بھی مرنے والے ہیں اور یہ بھی کہ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الانبیاء:35) اور ہم نے کسی بشر کو تجھ سے پہلے ہمیشگی عطا نہیں کی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ منبر پر تشریف لائے اور خطاب کیا۔ بہر حال اس حدیث کی تشریح میں ابو عبداللہ قرطبی بیان کرتے ہیں کہ اس بات میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی شجاعت پر بہت بڑی دلیل ہے کیونکہ شجاعت کی انتہا یہ ہے کہ مصائب کے نازل ہونے کے وقت دل کا ثابت قدم رہنا اور مسلمانوں پہ اس وقت کوئی مصیبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی مصیبت سے بڑھ کر نہ تھی۔ **پس اس وقت آپؓ کی شجاعت اور علم ظاہر ہوا۔**

(المواهب اللدنية جزء 4 صفحه 547، المكتب الاسلامی 2004ء)

دونوں ہی ظاہر ہوئے۔ بہادری بھی ظاہر ہوئی کہ صدمہ کو برداشت کیا اور قرآن کریم کی آیت کی جو تشریح کی اس سے علم بھی ظاہر ہوا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "کتبِ احادیث اور تواریخ میں یہ روایت درج ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صحابہؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ گھبرا گئے اور بعض سے تو بولا بھی نہ جاتا تھا اور بعض سے چلا بھی نہ جاتا تھا اور بعض اپنے حواس اور اپنی عقل کو قابو میں نہ رکھ سکے اور بعض پر تو اس صدمہ کا ایسا اثر ہوا کہ وہ چند دن میں گھل گھل کر فوت ہو گئے۔ حضرت عمرؓ پر اس صدمہ کا اس قدر اثر ہوا کہ آپؓ نے حضورؐ کی وفات کی خبر کو باور ہی نہ کیا اور تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں تو میں اسے قتل کر دوں گا۔ آپؐ تو موسیٰ علیہ السلام کی طرح بلائے گئے ہیں۔ جس طرح وہ چالیس دن کے بعد واپس آ گئے تھے اسی طرح آپؐ کچھ عرصہ کے بعد واپس تشریف لائیں گے اور جو لوگ آپؐ پر الزام لگانے والے ہیں اور منافق ہیں ان کو قتل کریں گے اور صلیب دیں گے اور اس قدر جوش سے آپؓ اس دعوے پر مصر تھے کہ صحابہؓ میں سے کسی کو طاقت نہ ہوئی کہ آپؓ کی بات کو ردّ کرتا۔ اور آپؓ "حضرت عمرؓ" کے اس جوش کو دیکھ کر بعض لوگوں کو تو یقین ہو گیا کہ یہی بات درست ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے اور ان کے چہروں پر خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ اور یا تو سر ڈالے بیٹھے تھے یا خوشی سے انہوں نے سر اٹھا لئے۔ اس حالت کو دیکھ کر بعض دور اندیش صحابہؓ نے ایک صحابی کو دوڑایا کہ وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو اس وجہ سے کہ درمیان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت کچھ اچھی ہو گئی تھی آپؐ کی اجازت سے مدینہ کے پاس ہی ایک گاؤں کی طرف گئے ہوئے تھے جلد لے آئیں" واپس بلا لائیں۔ بہر حال "وہ چلے ہی تھے کہ حضرت ابو بکرؓ ان کو مل گئے۔" واپس آ رہے تھے "ان کو دیکھتے ہی ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے" ان صحابی کے جو اطلاع دینے جا رہے تھے "اور جوش گریہ کو ضبط نہ کر سکے۔ حضرت ابو بکرؓ سمجھ گئے کہ کیا معاملہ ہے اور ان صحابی سے پوچھا کہ کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ حضرت عمرؓ

کہتے ہیں کہ جو شخص کہے گا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں مَیں اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ اس پر آپؓ ''حضرت ابو بکرؓ'' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر جو چادر پڑی تھی اسے ہٹا کر دیکھا اور معلوم کیا کہ آپؐ فی الواقعہ فوت ہو چکے ہیں۔ اپنے محبوب کی جدائی کے صدمے سے ان کے آنسو جاری ہو گئے اور نیچے جھک کر آپؐ کی پیشانی پر ''حضرت ابو بکرؓ نے ''بوسہ دیا اور کہا کہ بخدا اللہ تعالیٰ تجھ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ تیری موت سے دنیا کو وہ نقصان پہنچا ہے جو کسی نبی کی موت سے نہیں پہنچا تھا۔ تیری ذات صفت سے بالا ہے اور تیری شان وہ ہے کہ کوئی ماتم تیری جدائی کے صدمے کو کم نہیں کر سکتا۔ اگر تیری موت کا روکنا ہماری طاقت میں ہوتا تو ہم سب اپنی جانیں دے کر تیری موت کو روک دیتے۔ یہ کہہ کر کپڑا پھر آپؐ کے اوپر ڈال دیا اور اس جگہ کی طرف آئے جہاں حضرت عمرؓ صحابہؓ کا حلقہ بنائے بیٹھے تھے اور ان سے کہہ رہے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ ہیں۔ وہاں آکر آپؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ ذرا چپ ہو جائیں مگر انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور اپنی بات کرتے رہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ایک طرف ہو کر لوگوں سے کہنا شروع کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم درحقیقت فوت ہو چکے ہیں۔

صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر آپؓ کے گرد جمع ہو گئے اور بالآخر حضرت عمرؓ کو بھی آپؓ کی بات سننی پڑی۔ آپؓ ''حضرت ابو بکرؓ'' نے فرمایا'' جس طرح پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ '' وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:145)۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول ہیں آپؐ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پھر اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے۔ تحقیق تُو بھی فوت ہو جائے گا اور یہ لوگ بھی فوت ہو جائیں گے۔ اے لوگو! جو کوئی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا اسے یاد رہے کہ اللہ زندہ ہے اور وہ فوت نہیں ہوتا۔ جب آپؓ ''حضرت ابو بکرؓ'' نے مذکورہ بالا دونوں آیات پڑھیں اور لوگوں کو بتایا کہ رسول اللہ فوت ہو چکے ہیں تو صحابہؓ پر حقیقت آشکار ہوئی اور وہ بے اختیار رونے لگے اور حضرت عمرؓ خود بیان فرماتے ہیں کہ جب آیات قرآنیہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کی وفات ثابت کی تو مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا یہ دونوں آیتیں آج ہی نازل ہوئی ہیں اور میرے گھٹنوں میں میرے سر کو اٹھانے کی طاقت نہ رہی۔ میرے قدم لڑکھڑا گئے اور میں بے اختیار شدت صدمہ سے زمین پر گر پڑا۔''

(دعوۃ الامیر، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 345 تا 347)

اسی حوالے سے مسلمانوں کا جو پہلا اجماع ہے اس کے بارے میں حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء فوت ہو چکے ہیں جن میں مسیح بھی شامل ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جب مسلمان گھبرا گئے اور یہ صدمہ ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا تو حضرت عمرؓ نے اسی گھبراہٹ میں تلوار کھینچ لی اور کہا کہ اگر کوئی شخص یہ کہے گا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

وفات پا گئے ہیں تو میں اس کی گردن کاٹ دوں گا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے بلکہ حضرت موسیٰ کی طرح خدا سے ملنے گئے ہیں اور پھر واپس آئیں گے اور منافقوں کو ختم کریں گے پھر وفات پائیں گے۔ گویا ان کا یہ عقیدہ تھا کہ منافق جب تک ختم نہ ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہو سکتے اور چونکہ منافق آپؐ کی وفات تک موجود تھے اِس لیے وہ سمجھے کہ آپ فوت نہیں ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ جو اس وقت مدینہ کے پاس باہر ایک گاؤں میں گئے ہوئے تھے تشریف لائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گئے۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک دیکھا۔ معلوم کیا کہ آپؐ واقع میں وفات پا چکے ہیں۔ اِس پر پھر آپؓ واپس باہر تشریف لائے اور یہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ تعالیٰ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دو موتیں نہیں دے گا۔ یعنی ایک موت جسمانی اور دوسری موت روحانی کہ آپؐ کی وفات کے ساتھ ہی مسلمان بگڑ جائیں۔ پھر آپؓ سیدھے صحابہ کے اجتماع میں گئے اور لوگوں سے کہا کہ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمرؓ تلوار لیے کھڑے تھے اور یہ اِرادہ کر کے کھڑے تھے کہ اگر کسی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا اعلان کیا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے لوگوں کو وہی بات کی کہ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ کہ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہو گا۔

پھر آپؓ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:145)۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول تھے اور آپ سے پہلے جتنے بھی رسول گزرے ہیں سب فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آپؐ کیوں نہ فوت ہوں گے۔ اگر آپؐ فوت ہو جائیں یا قتل کیے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور اسلام کو چھوڑ دو گے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ جب قرآنِ کریم کی یہ آیت حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پڑھی تو میری آنکھیں کھل گئیں اور مجھے یوں معلوم ہوا کہ یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے اور مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اور میرے پاؤں کانپ گئے اور میں زمین پر گر گیا۔

یہ بیان کر کے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ ایک ہی اجماع صحابہ کا ہے کیونکہ اس وقت سارے صحابہ موجود تھے اور درحقیقت ایسا وقت مسلمانوں پر پہلے کبھی نہیں آیا کیونکہ پھر کبھی مسلمان اِس طرح جمع نہیں ہوئے۔ اِس اجتماع میں حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہیں اور آپؐ سے پہلے جس قدر اللہ تعالیٰ کے رسول آئے ہیں وہ سب کے سب فوت ہو چکے ہیں۔ پس آپؐ کا فوت ہونا بھی کوئی قابلِ تعجب بات نہیں اور سارے کے سارے صحابہ نے آپ کے ساتھ اتفاق کیا۔

(ماخوذ از مسئلہ وحی و نبوت کے متعلق اسلامی نظریہ، انوار العلوم جلد 23 صفحہ 327-328)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے اسی بات کو

بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اس امت پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا شکر نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسجد نبوی میں اکٹھے کر کے یہ آیت نہ سناتے کہ تمام گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں تو یہ امت ہلاک ہو جاتی کیونکہ ایسی صورت میں اس زمانے کے مفسد علماء یہی کہتے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں مگر اب صدیق اکبر کی آیت ممدوحہ پیش کرنے سے اس بات پر کُل صحابہ کا اجماع ہو چکا کہ کل گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں بلکہ اس اجماع پر شعر بنائے گئے۔ ابو بکر کی روح پر خدا تعالیٰ ہزاروں رحمتوں کی بارش کرے اس نے تمام روحوں کو ہلاکت سے بچالیا اور اس اجماع میں تمام صحابہ شریک تھے۔ ایک فرد بھی ان میں سے باہر نہ تھا۔ اور یہ صحابہ کا پہلا اجماع تھا اور نہایت قابل شکر کارروائی تھی۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مسیح موعود کی باہم ایک مشابہت ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ قرآن شریف میں دونوں کی نسبت یہ تھا کہ جب ایک خوف کی حالت اسلام پر طاری ہو گی اور سلسلہ مرتد ہونے کا شروع ہو گا تب ان کا ظہور ہو گا سو حضرت ابو بکر اور مسیح موعود کے وقت میں ایسا ہی ہوا۔ یعنی حضرت ابو بکر کے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صدہا جاہل عرب مرتد ہو گئے تھے۔ اور صرف دو مسجدیں باقی تھیں جن میں نماز پڑھی جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر نے دوبارہ ان کو اسلام پر قائم کیا ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں کئی لاکھ انسان اسلام سے مرتد ہو کر عیسائی بن گئے اور یہ دونوں حالات قرآن شریف میں مذکور ہیں یعنی پیشگوئی کے طور پر ان کا ذکر ہے۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 285-286 حاشیہ)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے بارے میں آتا ہے کہ جب صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا علم ہو گیا تو انصار سقیفہ بنی سَاعِدَہ میں جمع ہوئے۔ اس اجتماع میں مسئلہ خلافت پر گفتگو ہوئی۔ انصار خزرج کے راہنما سعد بن عُبادہ کے گرد جمع ہو گئے (مأخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی صفحہ 174)

حضرت سعد بن عُبادہؓ ان دنوں علیل تھے۔ انہوں نے انصار کی قربانیوں اور خدمت اسلام کا تفصیلی تذکرہ کرتے ہوئے انہیں خلافت کا حق دار قرار دیا مگر انصار نے حضرت سعد بن عبادہؓ کو ہی خلافت کے لیے موزوں قرار دے دیا مگر ابھی انصار نے ان کی بیعت بھی نہ کی تھی کہ ان میں سے ہی کسی نے یہ سوال کر دیا کہ اگر مہاجرین نے ان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا تو کیا ہو گا؟ اس پر ایک آدمی نے تجویز دی کہ ایک آدمی انصار میں سے اور ایک آدمی مہاجرین میں سے خلیفہ ہو مگر حضرت سعد بن عبادہ نے اسے بنو اوس کی کمزوری قرار دیا۔ جب انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں خلافت کے متعلق بحث کر رہے تھے حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہ کرام مسجد نبوی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے سانحہ عظیم کے بارے میں ذکر کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت علیؓ اور دوسرے اہل بیت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کے انتظامات میں مصروف تھے۔ کسی کو خلافت کے بارے میں ہوش نہ تھا اور اس بات سے بے خبر تھے کہ انصار اس مسئلہ پر غور کرنے کے لیے جمع ہو چکے ہیں اور انصار میں سے کسی کو امیر چننا چاہتے ہیں۔

(مأخوذ از صدیق اکبر، محمد حسین ہیکل، مترجم انجم سلطان شہباز، صفحہ 86،85، شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

طبقاتِ کبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھائیں تا کہ میں آپؓ کی بیعت کروں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے آپؓ کو اس امت کا امین قرار دیا گیا ہے۔ اس پر حضرت ابوعبیدہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا جب سے آپؓ نے اسلام قبول کیا ہے میں نے اس سے پہلے کبھی آپ میں ایسی غفلت والی بات نہیں دیکھی۔ کیا تم میری بیعت کرو گے جبکہ تم میں صدیق اور ثانی اثنین یعنی حضرت ابو بکرؓ موجود ہیں۔

(الطبقات الکبریٰ جلد3صفحہ 135،ذکر بیعت ابی بکر، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان 1990ء)

اسی گفتگو کے دوران انہیں اجتماع انصار کی اطلاع ملی۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اندر پیغام بھیج کر بلایا کہ ایک ضروری کام ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے تجہیز و تکفین کی مصروفیت کا عذر کر کے باہر آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے دوبارہ پیغام بھیجا۔ ایک ایسی فوری بات پیش آئی ہے کہ آپؓ کی موجودگی وہاں ضروری ہے جس پر حضرت ابو بکرؓ باہر تشریف لائے اور حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے اس وقت اَور کون سا اہم کام ہے جس کے لیے تم نے مجھے بلایا ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا آپؓ کو پتہ ہے کہ انصار سقیفہ بنو ساعدہ میں جمع ہیں اور ارادہ کر رہے ہیں کہ حضرت سعد بن عُبادہؓ کو خلیفہ بنا دیں؟ ان میں سے ایک شخص **نے یہ کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر قریش میں سے**۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کے ہمراہ سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے۔ وہاں ابھی بحث جاری تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ ان کے درمیان جا کر بیٹھ گئے۔

(ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 86،87 شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

(ماخوذ از سیدنا صدیق اکبرؓ از الحاج حکیم غلام نبی صفحہ 72-73 مطبوعہ ادبیات لاہور)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم انصار کی طرف چل پڑے جب ہم ان سے قریب پہنچے ان میں سے دو صالح آدمیوں عُوَیْم بن سَاعِدہ اور مَعْن بنِ عَدی سے ملاقات ہوئی۔ ان دونوں نے انصار کے عزائم سے ان کو مطلع کیا۔ پھر سوال کیا۔ آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ان کے پاس جانا ضروری نہیں آپ لوگ خود معاملہ طے کر لیں۔ کہتے ہیں میں نے کہا اللہ کی قسم! ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے۔ (صحیح بخاری کتاب المغازی حدیث:4021)

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب الحدود باب رجم الحبلی من الزنا... حدیث6830)

بہر حال وہ گئے۔ حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم انصار کے پاس پہنچے۔ میں نے اپنے دل میں کچھ کہنے کے لیے ایک مضمون سوچا تھا کہ انصار کے سامنے اسے بیان کروں گا۔ پس جب میں ان کے پاس پہنچا اور بات شروع کرنے کے لیے آگے بڑھا مگر حضرت ابو بکرؓ نے مجھ سے کہا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ میں بات کر لوں۔ اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے بیان کرنا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے بولنا شروع کیا اور جو بات میں کہنا چاہتا تھا وہ حضرت ابو بکرؓ نے بیان کر دی بلکہ اس سے بھی زیادہ آپؓ نے کہہ دیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 242، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1987ء)

حضرت ابو بکرؓ نے جو تقریر کی تھی اس کا مختصر ذکر یہ ہے۔ عبداللہ بن عبدالرحمٰن بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے تقریر شروع کی۔ اللہ کی حمد و ثنا کے بعد کہا یقیناً اللہ نے اپنی مخلوق کی طرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اور اپنی امت کا نگران بنا کر بھیجا تا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کی توحید کا اقرار کریں حالانکہ اس سے پہلے وہ اللہ کے سوا مختلف معبودوں کی عبادت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ معبود اللہ کے حضور ان کی شفاعت کرنے والے اور نفع پہنچانے والے ہیں حالانکہ وہ پتھر سے تراشے گئے تھے اور لکڑی سے بنائے جاتے تھے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیت پڑھی کہ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ وَ يَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس:19) اور وہ اللہ کے سوا اس کی عبادت کرتے ہیں جو نہ انہیں نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ نفع پہنچا سکتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے حضور ہماری شفاعت کرنے والے ہیں۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر:4) کہ ہم اس مقصد کے سوا ان کی عبادت نہیں کرتے کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کرتے ہوئے قرب کے اونچے مقام تک پہنچا دیں۔ عربوں کو یہ بات گراں گزری کہ وہ اپنے آباؤاجداد کے دین کو ترک کر دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ آیتیں پڑھ کے فرمایا کہ عربوں کو یہ بات گراں گزری کہ وہ اپنے آباءواجداد کے دین کو ترک کر دیں۔ پس اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں سے اولین مہاجرین کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غمگساری کے لیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی قوم کی سخت ایذا رسانی اور تکذیب کے وقت ڈٹے رہنے کے لیے خاص کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: حالانکہ تمام لوگ ان کے مخالف تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے مگر باوجود اپنی کم تعداد کے اور تمام لوگوں کے ظلم اور اپنی قوم کے ان کے خلاف اکٹھے ہو جانے کے وہ کبھی خوفزدہ نہیں ہوئے۔ اور وہ پہلے تھے جنہوں نے زمین میں اللہ کی عبادت کی اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور خاندان والے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سے اس منصب کے سب سے زیادہ حق دار ہیں۔ اس معاملہ میں سوائے ظالم کے اور کوئی ان سے تنازعہ نہیں کرے گا۔ اے انصار کے گروہ! اور تم وہ ہو جن کی دین میں فضیلت اور اسلام میں سبقت لے جانے کے متعلق انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار بننے کی وجہ سے اللہ تم سے راضی ہو گیا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت بھی تمہاری طرف ہی رکھی۔ آپؐ کی اکثر ازواج اور اصحاب تمہارے یہاں رہتے ہیں۔ مہاجرین اولین کے بعد ہمارے نزدیک تمہارے مرتبہ کا کوئی بھی نہیں۔ امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر۔ ہر اہم معاملے میں تم سے مشورہ لیا جائے گا اور تمہارے بغیر اہم معاملات کے متعلق فیصلہ نہیں کریں گے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ242، 243 دارالکتب العلمیۃ بیروت، 1987ء)

حضرت ابو بکرؓ نے سقیفہ بنو ساعِدہ میں جو تقریر کی تھی سیرت حلبیہ میں اس کا ذکر اس طرح ملتا ہے آپ نے فرمایا۔ اَمَّا بَعْدُ ! جہاں تک خلافت کا معاملہ ہے تو عرب کے لوگ اس کو سوائے قریش کے کسی دوسرے قبیلے کے لیے قبول نہیں کریں گے۔ قریش کے لوگ اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے اور اپنے وطن کے اعتبار سے جو مکہ

ہے سب سے افضل اور اعلیٰ ہیں۔ ہم نسب میں تمام عربوں سے جڑے ہوئے ہیں کیونکہ کوئی بھی قبیلہ ایسا نہیں جو کسی نہ کسی طرح قریش سے رشتہ قرابت نہ رکھتا ہو۔ ہم مہاجرین وہ لوگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ ہم ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برادری اور خاندان کے لوگ اور آپ کے رِحمی رشتہ دار ہیں۔ ہم اہل نبوت ہیں اور خلافت کے حق دار ہیں۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 3 صفحہ 504-505، باب مایذکر فیہ مدۃ مرضہ، وما وقع فیہ، وفاتہ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

انہی واقعات کا ذکر کرتے ہوئے امام احمد بن حنبل نے اپنی مُسْنَد میں حضرت ابو بکرؓ کا کردار بیان کیا ہے اور یہ بیان کرنے کے بعد کہ حضرت ابو بکرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آکر مسلمانوں میں تقریر کی اور آپؐ کی وفات کا اعلان کیا۔ پھر بیان ہوا ہے راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد (تقریر کرنے کے بعد اور وفات کا اعلان کرنے کے بعد) حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما تیزی کے ساتھ سقیفہ بنو ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے یہاں تک کہ ان کے پاس پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے گفتگو شروع کی اور آپؓ نے قرآن کریم میں انصار کی بابت جو کچھ نازل ہوا اس میں سے کچھ نہ چھوڑا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی فضیلت کے بارے میں جو کچھ فرمایا تھا وہ سب بیان کیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ تم لوگوں کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اگر لوگ ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری وادی میں تو مَیں انصار کی وادی میں چلوں گا۔ پھر حضرت سعدؓ کو مخاطب کر کے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اے سعد! تجھے علم ہے کہ تُو بیٹھا ہوا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خلافت کے حق دار قریش ہوں گے۔ لوگوں میں سے جو نیک ہوں گے وہ قریش کے نیک افراد کے تابع ہوں گے اور جو فاجر ہوں گے وہ قریش کے فاجروں کے تابع ہوں گے۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ آپؓ نے سچ کہا۔ ہم وزیر ہیں اور آپ لوگ امراء ہیں۔

(مسند احمد بن حنبل، مسند ابی بکر، حدیث نمبر 18، جلد 1 صفحہ 158، 159۔ دار الحدیث قاھرہ 1994ء)

یہ ذکر ان شاء اللہ آئندہ چلتا رہے گا۔ دنیا کے جو موجودہ حالات ہیں اس بارے میں بھی دعا کے لیے کہنا چاہتا ہوں۔ یہ انتہائی خطرناک ہو چکے ہیں اور ہو سکتے ہیں، بڑھتے جا رہے ہیں۔ صرف ایک ملک نہیں بلکہ بہت سے ممالک اس میں شامل ہو جائیں گے اگر یہ اسی طرح بڑھتا رہا اور پھر اس کے خوفناک انجام کا اثر نسلوں تک رہے گا۔ خدا کرے کہ یہ لوگ خدا تعالیٰ کو پہچاننے والے ہوں اور اپنی دنیاوی خواہشات کی تسکین کے لیے انسانوں کی جانوں سے نہ کھیلیں۔ بہرحال ہم تو دعا کر سکتے ہیں اور کرتے ہیں، سمجھا سکتے ہیں اور سمجھاتے ہیں اور ایک عرصے سے ہم یہ کام کر رہے ہیں لیکن بہرحال ان دنوں میں خاص طور پر احمدیوں کو بہت دعا کرنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ جنگ کے جو خوفناک حالات ہیں اور یہ جو تباہ کاریاں ہیں جن کا تصور بھی انسان نہیں کر سکتا کہ ایسی تباہ کاریاں ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے انسانیت کو بچا کے رکھے۔

نماز کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم خوشی محمد شاکر صاحب مربی سلسلہ کا ہے۔ گذشتہ دنوں انہتر 69 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے

موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت مولوی کریم بخش صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے ہوا۔ انہوں نے طاعون کا نشان دیکھ کر بیعت کی تھی۔ اسی طرح حضرت مولوی کریم بخش صاحبؓ کی اہلیہ فضل بی بی صاحبہ کے بھائی حضرت حاجی محمد عبداللہ صاحبؓ نے بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت حاصل کی تھی۔ حضرت حاجی محمد عبداللہ صاحبؓ کا نام تاریخ احمدیت جلد ہشتم میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فہرست میں تیئیسویں نمبر پر درج ہے۔

(ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم صفحہ 11)

بہر حال خوشی محمد شاکر صاحب کا جہاں تک ذکر ہے۔ 1969ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ پھر زندگی وقف کی۔ جامعہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ 1977ء میں جامعہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ 1978ء میں عربی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ پھر جماعتی خدمات کرتے رہے۔ ساتھ ہی انہوں نے 1987ء میں ایم اے اسلامیات کی ڈگری بھی حاصل کی اور علاوہ پاکستان کے مختلف شہروں کے گنی کناکری میں بطور مبلغ سلسلہ انہوں نے خدمت کی توفیق پائی۔ وہاں فرنچ زبان میں ڈپلومہ بھی انہوں نے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو چھ بیٹوں سے نوازا۔ ان کے ایک بیٹے ناصر اسلام صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ ربوہ میں ہی اس وقت تعینات ہیں۔ 77ء سے 91ء تک پاکستان کے مختلف علاقوں میں ان کو خدمت کی توفیق ملی اور 91ء سے 2007ء تک سیرالیون اور گنی کناکری میں خدمت کی توفیق پائی۔ وہاں سے واپس آئے تو 2008ء سے انجمن کے دفاتر کے مختلف شعبہ جات میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ ایڈیشنل نظارت اصلاح و ارشاد مقامی اور نظارت امور عامہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ یہ افریقہ میں جب تھے تو ان کے ذریعہ سے کئی سعید روحوں کو احمدیت میں داخل ہونے کی توفیق ملی۔ کئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ بڑے بے نفس اور محنت کرنے والے مبلغ تھے۔ ان کے تبلیغ کے میدان کے بڑے ایمان افروز واقعات بھی ہیں جو مختلف لوگوں نے بیان کیے ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرماتا تھا۔ ان کو جولائی 1986ء میں کلمہ طیبہ کے کیس میں اسیر راہ مولیٰ رہنے کی بھی سعادت حاصل ہوئی۔

ان کی اہلیہ لکھتی ہیں کہ میری ساری زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ انہوں نے آج تک نہ نماز چھوڑی اور نہ ہی کبھی تہجد۔ جماعتی دورے سے واپس آتے، تھکاوٹ کے باوجود بھی نماز لازمی ادا کرتے، باجماعت ادا کرنے کی کوشش کرتے۔ شدید بیماری کے باوجود یہاں تک کہ چلنا مشکل ہوتا مگر باجماعت نماز کے لیے لازمی جاتے۔ بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں ہمہ تن مشغول تھے۔ تقویٰ کی باریک راہوں پر چلنے والے، خلافت سے والہانہ عشق، اطاعت گزار، عاجزی انکساری، مربیان اور جماعتی عہدیداران کا احترام، بچوں سے شفقت، سخاوت، اقربا اور غربا پروری، ملنسار، تبلیغ کا خاص شوق رکھنے والے تھے۔ بیماری کے آخری ایام میں بھی جب طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو تین دن تین رات تک ان کو ایمرجنسی میں لے جایا جاتا رہا۔ جب بھی واپس گھر آتے تو پھر بھی آ کے گھر میں تہجد کی نماز کبھی نہیں چھوڑتے تھے اور ایک دن تو ہسپتال سے آئے بیمار طبیعت تھی، فجر کی نماز پڑھی اور پھر تیار ہو کے دفتر بھی چلے گئے۔ بہر حال جب ان کو روکا جاتا تھا تو کہتے یہی ایک وقف زندگی کا کام

ہے اور میرے کام سے مجھے نہ روکو۔

ان کے بیٹے ناصر اسلام مربی سلسلہ ہیں۔ کہتے ہیں جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے والد کو تہجد گزار ہی دیکھا ہے اور اطاعت کے اعلیٰ مقام پر پایا ہے۔ کوئی بھی جماعتی عہدیدار ہو تاخواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی اطاعت کرتے۔ روزانہ صدقہ دینا اور خیرات کرنا معمولِ زندگی تھا۔ روز کا کام روز کرتے۔ بہت ملنسار تھے۔ تبلیغ کا بے انتہا شوق تھا۔ کہتے ہیں خاکسار نے اپنے والد کو نماز پر جاتے ہوئے، واپسی پر یا صبح کی سیر پر سفر کے دوران افریقہ میں یا کسی ہوٹل میں بیٹھے ہوئے ہیں تو وہاں کھانا کھاتے وقت یا انتظار گاہ میں، ویٹنگ روم میں اگر کہیں بیٹھے ہیں تو وہاں انتظار کرتے وقت پولیس افسر ہوں یا ملٹری کے افسر ہوں جن کو بھی ملتے ان کو تبلیغ کرتے اور کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے اور کہیں کوئی شخص نظر آجاتا تو ہم کہا کرتے تھے اب یہ آدمی ہمارے ابا کو نظر آگیا ہے اب ان سے جان نہیں چھڑوا سکتا اس کو تبلیغ کر کے ہی چھوڑیں گے۔

پھر ان کے ایک بیٹے کہتے ہیں کہ والد صاحب نے بتایا کہ افریقہ میں تبلیغ کے حوالے سے کافی مسائل سامنے آرہے تھے۔ کافی دعائیں کیں، تہجد پڑھی تو سجدے میں آواز آئی: ”میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں ہے۔“ کہتے ہیں اس کے بعد اگلے دن جو روک تبلیغ کے حوالے سے تھی وہ دور ہو گئی۔ بہرحال ان کے بارے میں بہت سے لوگوں نے واقعات لکھے ہیں اور ہر ایک نے یہی لکھا ہے کہ ملنسار تھے، عاجز تھے، دعا گو تھے، خلافت سے پختہ تعلق تھا اور اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرنے والے انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18/ تا24/ مارچ2022ء جلد29 شمارہ22-23 صفحہ 05تا10)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04/ مارچ2022ء بمطابق04/ امان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بارے میں جو بحث چل رہی تھی اس بارے میں تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ اس موقع پر حضرت حُباب بن مُنذِرؓ کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے گروہِ انصار! تم اس معاملہ کا اختیار اپنے ہاتھ میں رکھو کیونکہ یہ لوگ اس وقت تمہارے زیر سایہ ہیں یعنی مہاجرین۔ کسی کو تمہاری مخالفت کی جرأت نہ ہو گی اور لوگ تمہاری رائے کے خلاف نہیں جائیں گے۔ تم عزت والے، دولت والے، کثرتِ تعداد والے اور طاقت و شوکت والے، تجربہ کار، جنگجو، دلیر اور بہادر ہو۔ لوگ تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں کہ تم کیا کرتے ہو۔ اب اختلاف نہ کرو ورنہ تمہاری رائے تم میں فساد پیدا کر دے گی اور تمہارا معاملہ تم پر ہی الٹ جائے گا۔ پس اگر یہ لوگ اس بات کا انکار کریں یعنی مہاجرینِ قریش اس بات کا انکار کریں جو تم نے ابھی سنی ہے تو ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک امیر اِن میں سے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

یہ ناممکن ہے۔ دو تلواریں ایک نیام میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اللہ کی قَسم! عرب ہرگز اس بات کو نہیں مانیں گے کہ وہ تمہیں امیر بنا دیں جبکہ ان کے نبی تمہارے علاوہ دوسرے قبیلے کے ہوں۔ ہاں البتہ عربوں کو یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی روک نہیں ہو گی کہ ان کا معاملہ ان کے سپرد کر دیں جن میں نبوت تھی اور اسی میں سے ان کے امیر ہونے چاہئیں اور اس شکل میں اگر عربوں میں سے کوئی اس کی امارت ماننے سے انکار کرے گا تو اس کے مقابلے میں ہمارے پاس کھلی ہوئی دلیل اور کھلا ہوا حق ہو گا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت اور امارت کے بارے میں کون ہماری مخالفت کرے گا؟ ہم ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست اور خاندان والے ہیں۔ سوائے احمق کے یا گناہ گار یا خود کو ہلاکت میں ڈالنے والے کے وہی اس تجویز کی مخالفت کرے گا اور کوئی نہیں کر سکتا۔ حُباب بن منذرؓ نے کہا اے گروہِ انصار! تم اس معاملہ کا خود تصفیہ کرو اور ہرگز اس شخص کی اور اس کے ہمراہیوں کی بات نہ ماننا۔ یہ تمہارا حصہ بھی ہضم کرنا چاہتے ہیں اور اگر یہ لوگ ہماری تجویز نہ مانیں تو ان سب کو اپنے علاقوں سے نکال دو اور تمام امور کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لو کیونکہ بخدا تم اس امارت کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل ہو۔ تمہاری تلواروں نے تمام لوگوں کو اس دین کا مطیع بنایا ہے جو کبھی مطیع ہونے والے نہ تھے۔ میں اس تمام کارروائی کے تصفیہ کی ذمہ داری اپنے سر لیتا ہوں کیونکہ میں اس کا پورا تجربہ رکھتا ہوں اور اس کا اہل ہوں۔

بخدا! اگر تم چاہو تو میں کانٹ چھانٹ کر اس کا فیصلہ کر لیتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا اگر ایسا کرو گے تو اللہ تم کو ہلاک کر دے گا۔ انہوں نے یعنی حُباب نے کہا کہ بلکہ تم مارے جاؤ گے۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے اس موقع پر کہا کہ اے گروہِ انصار! تم وہ ہو جنہوں نے سب سے پہلے دین کی حمایت اور نصرت کی۔ اب یہ نہ ہونا چاہیے کہ سب سے اول تم ہی اس میں تغیر و تبدّل کرو۔ اس پر بشیر بن سعد نے کہا:

اے گروہِ انصار! مشرکین سے جہاد اور دین اسلام کی ابتدا میں خدمت کی جو سعادت ہمیں حاصل ہوئی اس سے ہمارا مقصد صرف اپنے پروردگار کی رضامندی اور اپنے نبیؐ کی اطاعت تھی۔ ہمارے لیے یہ مناسب نہیں کہ دوسروں پر اپنی برتری جتائیں اور ہم اس کے ذریعہ سے دنیا سے کوئی فائدہ نہیں چاہتے۔ ہم پر اس معاملے میں اللہ تعالیٰ کا ہی احسان ہے۔ سن لو بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم قریش میں سے تھے لہٰذا ان کی قوم اس امارت کی زیادہ مستحق اور اہل ہے اور میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان سے اس معاملہ میں کبھی تنازعہ نہیں کروں گا۔ اللہ سے ڈرو ان کی مخالفت نہ کرو اور نہ اس معاملے میں ان سے تنازعہ کرو۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 243 دار الکتب العلمیۃ بیروت، لبنان 1987ء)

بہرحال حضرت عمرؓ نے جو تقریر کی وہ روایت دوسری جگہ سنن کبریٰ للنسائی میں اس طرح ہے کہ سَقِیفہ بنو ساعِدہ میں جب انصار نے کہا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو گا اور ایک تم میں سے اس پر حضرت عمرؓ نے کہا جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ایک میان میں دو تلواریں تو نہیں ہو سکتیں۔ اس طرح وہ ٹھیک نہیں رہیں گی نیز انہوں نے، حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کا ہاتھ پکڑا اور عرض کیا: یہ تین خوبیاں کس کی ہیں۔ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ:40) یعنی جب وہ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اس کا ساتھی کون تھا؟ پھر کہا کہ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ (التوبۃ:40) یعنی جب وہ دونوں غار میں تھے۔ وہ دونوں کون تھے؟ پھر انہوں نے، حضرت عمرؓ نے کہا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبۃ:40)۔ یعنی غم نہ کر۔ یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے علاوہ کس کے ساتھ تھے یا کس کا ساتھ ہے۔ یہ کہہ کر حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی اور پھر لوگوں سے کہا تم بھی بیعت کر لو۔ چنانچہ لوگوں نے بیعت کر لی۔

(سنن الکبریٰ للنسائی کتاب وفات النبی ﷺ حدیث نمبر 7119، جلد4 صفحہ264۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1991ء)

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت ابوعُبیدہ بن جرّاحؓ اور حضرت بشیر بن سعدؓ نے بیعت کی اور اس طرح تمام انصار نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ (ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ193 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

(ماخوذ السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ506 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

حضرت سعدؓ کی بیعت:

یہ بیعت اسلامی لٹریچر میں بیعت سَقِیفہ اور بیعت خاصہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔

(تاریخ الخلفاء الراشدین صفحہ367،22 دار النفائس بیروت 2011ء)

بعض روایات میں یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت نہیں کی تھی جبکہ بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے بھی باقی انصار کے ساتھ بیعت کر لی تھی۔ چنانچہ تاریخ طبری میں لکھا

ہے کہ ساری قوم نے باری باری حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی اور حضرت سعدؓ نے بھی بیعت کی۔

(تاریخ طبری جلد3 صفحہ 266، سنہ احدی عشرۃ ذکر الخبر عما جري بين المهاجرين والأنصار ... دار الفكر بيروت 2002ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”دیکھ لو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت ہوئی اور پھر کیسی شاندار ہوئی۔ آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر خلیفہ ہوئے۔ اس وقت انصار نے چاہا کہ ایک خلیفہ ہم میں سے ہو اور ایک خلیفہ مہاجرین میں سے ہو۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور بعض اَور صحابہ فوراً اس جگہ تشریف لے گئے جہاں انصارؓ جمع تھے اور آپ نے انہیں بتایا کہ دیکھو! دو خلیفوں والی بات غلط ہے۔ تفرقہ سے اسلام ترقی نہیں کرے گا۔ خلیفہ بہر حال ایک ہی ہو گا۔ اگر تم تفرقہ کرو گے تو تمہارا شیرازہ بکھر جائے گا، تمہاری عزتیں ختم ہو جائیں گی اور عرب تمہیں تکا بوٹی کر ڈالیں گے۔ تم یہ بات نہ کرو۔ بعض انصار نے آپؓ کے مقابل پر دلائل پیش کرنے شروع کئے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: مَیں نے خیال کیا کہ حضرت ابو بکرؓ کو تو بولنا نہیں آتا مَیں انصار کے سامنے تقریر کروں گا لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے تقریر کی تو آپ نے وہ سارے دلائل بیان کر دیئے جو میرے ذہن میں تھے۔“ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ جو میرے ذہن میں تھے۔ ”اور پھر اس سے بھی زیادہ دلائل بیان کئے۔“ کہتے ہیں ”میں نے یہ دیکھ کر اپنے دل میں کہا کہ آج یہ بڈھا مجھ سے بڑھ گیا ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ خود انصار میں سے بعض لوگ کھڑے ہو گئے اور انہوں نے کہا حضرت ابو بکرؓ جو کچھ فرما رہے ہیں وہ ٹھیک ہے۔ مکہ والوں کے سوا عرب کسی اَور کی اطاعت نہیں کریں گے۔ پھر ایک انصاری نے جذباتی طور پر کہا اے میری قوم! اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنا ایک رسول مبعوث فرمایا۔ اس کے اپنے رشتہ داروں نے اسے شہر سے نکال دیا تو ہم نے اسے اپنے گھروں میں جگہ دی اور خدا تعالیٰ نے اس کے طفیل ہمیں عزت دی۔ ہم مدینہ والے گمنام تھے، ذلیل تھے مگر اس رسول کی وجہ سے ہم معزز اور مشہور ہو گئے۔ اب تم اس چیز کو جس نے ہمیں معزز بنایا کافی سمجھو اور زیادہ لالچ نہ کرو ایسا نہ ہو کہ ہمیں اس کی وجہ سے کوئی نقصان پہنچے۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ

دیکھو! خلافت کو قائم کرنا ضروری ہے باقی تم جس کو چاہو خلیفہ بنالو۔ مجھے خلیفہ بننے کی کوئی خواہش نہیں۔ آپ نے فرمایا یہ ابوعُبَیدہؓ ہیں۔ ان کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامت کا خطاب عطا فرمایا ہے تم ان کی بیعت کر لو۔ پھر عمرؓ ہیں یہ اسلام کے لئے ایک ننگی تلوار ہیں تم ان کی بیعت کر لو۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ابو بکرؓ! اب باتیں ختم کیجئے۔ ہاتھ بڑھایئے اور ہماری بیعت لیجئے۔ حضرت ابو بکرؓ کے دل میں بھی اللہ تعالیٰ نے جرأت پیدا کر دی اور آپ نے بیعت لے لی۔“

(مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے سالانہ اجتماع 1956ء میں خطابات، انوار العلوم جلد 25 صفحہ 402-403)

سَقِیفہ بنی سَاعِدَہ کی بیعتِ عام کے بارے میں مزید لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سوموار کو ہوئی۔ لوگ سَقِیفہ بنی سَاعِدَہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کی بیعت میں مشغول ہو گئے۔ پھر سوموار کے بقیہ دن اور منگل کی صبح کو مسجد میں بیعتِ عام ہوئی۔ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ جب سَقِیفہ بنی سَاعِدَہ میں

بیعت ہو گئی تو دوسرے دن حضرت ابو بکر صدیقؓ بیٹھے تو حضرت عمرؓ کھڑے ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ سے قبل تقریر کی۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر کہا اے لوگو! کل میں نے تم سے ایسی بات کی تھی یعنی یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت نہیں ہوئے۔ میں نے اس کا ذکر کتاب اللہ میں کہیں نہیں پایا اور نہ ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی لیکن میں سمجھتا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور ہمارے معاملے کا انتظام کریں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا ہمارا خیال تھا کہ ہم پہلے فوت ہو جائیں گے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں سے آخری ہوں گے اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم میں وہ چیز چھوڑی ہے جس سے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی اور اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ہدایت دے گا جیسا کہ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے معاملات کو ایک ایسے آدمی کے ہاتھوں میں دے دیا ہے جو تم میں سب سے زیادہ بہتر ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں اور ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ کے مصداق ہیں۔ یعنی وہ دو میں سے ایک تھا جب وہ دونوں غار میں تھے۔ پس اٹھو اور اس کی بیعت کرو۔ پس لوگوں نے بیعتِ سَقِیفہ کے بعد حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بیعت عام والے دن ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ آپؓ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: اے لوگو! یقیناً مَیں تم پر والی مقرر کیا گیا ہوں لیکن مَیں تم میں سے سب سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر مَیں اچھا کام کروں تو میرے ساتھ تعاون کرو اور کج رَوی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں دوسروں سے اس کا حق نہ دلا دوں۔ اور تمہارا قوی شخص میرے نزدیک ضعیف ہے یہاں تک کہ مَیں اس سے دوسروں کا حق نہ حاصل کر لوں۔ ان شاء اللہ۔ جو قوم اللہ تعالیٰ کے رستے میں جہاد کو چھوڑ دیتی ہے اللہ اس کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے اللہ اس کو مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے۔ اگر میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔ نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ اللہ تم سب پر رحم فرمائے۔

(البداية والنهاية جزء 6 صفحه 298-299 سنة 11 ھ خلافة ابی بکر..... دارالکتب العلمية بيروت 2001ء)

حضرت علیؓ کی بیعت:

حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے بارے میں بھی مختلف باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حَبِیب بن ابو ثابت سے روایت ہے یہ کہ حضرت علیؓ اپنے گھر میں تھے جب ان کے پاس ایک شخص آیا اور ان سے کہا کہ حضرت ابو بکرؓ بیعت لینے کے لیے تشریف فرما ہیں۔ حضرت علیؓ قمیص پہنے ہوئے تھے، اس حالت میں جلدی سے باہر نکلے کہ نہ ہی اس پر ازار تھا اور نہ ہی کوئی چادر، اس امر کو ناپسند کرتے ہوئے کہ کہیں اس سے دیر نہ ہو جائے یہاں تک کہ آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی اور حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر آپؓ نے اپنے کپڑے منگوائے اور وہ کپڑے پہنے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کی مجلس میں ہی بیٹھے رہے۔

(تاريخ الطبری جزء 3 صفحه 257۔حديث السقيفة ۔ مطبوعه دار الفكر بيروت2002ء)

حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت علیؓ نے چھ ماہ تک بیعت نہیں کی اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد بیعت کی اور بعض روایات میں

ہے کہ حضرت علیؓ نے پوری رضاورغبت کے ساتھ فوراً حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ مہاجرین و انصار نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت ابو بکرؓ منبر پر چڑھے تو انہوں نے لوگوں کی طرف دیکھا تو ان میں حضرت علیؓ کو نہ پایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انصار میں سے کچھ لوگ گئے اور حضرت علیؓ کو لے آئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور آپؐ کے داماد! کیا تم مسلمانوں کی طاقت کو توڑنا چاہتے ہو؟ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! گرفت نہ کیجئے پھر انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔

(سیرۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب شخصیته و عصره از صلابی ص 119۔ دار المعرفة بیروت لبنان2006ء) (السیرة النبویة لابن کثیر صفحه 693 ۔ ذکر اعتراف سعد بن عبادة بصحة ما قاله الصدیق یوم السقیفة۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2005ء)

علامہ ابن کثیر کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالبؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پہلے دن یا دوسرے دن حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تھی۔ اور یہی سچ ہے کیونکہ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو کبھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے نماز کی ادائیگی ترک کی۔

(السیرة النبویة لابن کثیر صفحه 694، ذکر اعتراف سعد بن عبادة بصحة ما قاله الصدیق یوم السقیفة۔ دار الکتب العلمیة بیروت 2005ء)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اوّل اوّل حضرت ابو بکر کی بیعت سے بھی تخلّف کیا تھا۔ مگر پھر گھر میں جا کر خدا جانے یک دفعہ کیا خیال آیا کہ پگڑی بھی نہ باندھی اور فوراً ٹوپی سے ہی بیعت کرنے کو آ گئے اور پگڑی پیچھے منگائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں خیال آ گیا ہو گا کہ یہ تو بڑی معصیّت ہے۔ اسی واسطے اتنی جلدی کی کہ پگڑی بھی نہ باندھی۔“ (ملفوظات جلد10 صفحہ183)

اور فوراً ٹوپی سے ہی بیعت کرنے کو آ گئے اور پگڑی پیچھے منگوائی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

”حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لو۔ آپؓ مکہ کے ایک معمولی تاجر تھے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوتے اور مکہ کی تاریخ لکھی جاتی تو مؤرخ صرف اتنا ذکر کرتا کہ ابو بکرؓ عرب کا ایک شریف اور دیانتدار تاجر تھا مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ابو بکرؓ کو وہ مقام ملا تو آج ساری دنیا ان کا ادب اور احترام کے ساتھ نام لیتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں نے اپنا خلیفہ اور بادشاہ بنالیا تو مکہ میں بھی یہ خبر جا پہنچی۔ ایک مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی موجود تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ ابو بکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو ان کے لئے اس امر کو تسلیم کرنا ناممکن ہو گیا اور انہوں نے خبر دینے والے سے پوچھا کہ تم کس ابو بکرؓ کا ذکر کر رہے ہو؟ اس نے کہا وہی ابو بکرؓ جو تمہارا بیٹا ہے۔ انہوں نے عرب کے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا کہ اس نے بھی ابو بکرؓ کی بیعت کر لی ہے اور جب اس نے کہا کہ سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ اور بادشاہ چن لیا ہے تو ابو قحافہ بے اختیار کہنے

لگے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد رسول اللہؐ اس کے سچے رسول ہیں۔"

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ "حالانکہ وہ دیر سے مسلمان تھے" حضرت ابو قحافہ نے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی تھی۔ "انہوں نے جو یہ کلمہ پڑھا اور دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا تو اسی لئے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلام کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے ورنہ میرے بیٹے کی کیا حیثیت تھی کہ اس کے ہاتھ پر سارا عرب متحد ہو جاتا۔" (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 205-206)

حضرت مصلح موعودؓ پھر ایک جگہ اس واقعہ کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ "دیکھو! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اسلام سے پہلے کی کیا حالت تھی۔ جب آپؓ خلیفہ ہوئے آپؓ کے والد زندہ تھے۔ کسی نے ان کو جا کر خبر دی کہ مبارک ہو ابو بکرؓ خلیفہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا کون سا ابو بکرؓ؟ اس نے کہا آپ کا بیٹا۔ اس پر بھی انہیں یقین نہ آیا اور کہا کوئی اَور ہو گا لیکن جب ان کو یقین دلایا گیا تو انہوں نے کہا کہ اللہ اکبر! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی کیا شان ہے کہ ابو قحافہ کے بیٹے کو عربوں نے اپنا سردار مان لیا..... غرض وہ ابو بکرؓ جو دنیا میں کوئی بڑی شان نہ رکھتا تھا، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اس قدر عزت پا گیا کہ اب بھی لاکھوں انسان اس کی طرف اپنے آپ کو فخر کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔" (خطاب جلسہ سالانہ 17 مارچ 1919، انوار العلوم جلد 4 صفحہ 425)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ بیان فرماتے ہیں کہ "یقیناً سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کا احسان اپنے ذمہ نہیں رکھتا۔ وہ اس سے ہزاروں لاکھوں گنا زیادہ دے دیتا ہے جس قدر کوئی خدا کے لئے دیتا ہے۔ دیکھو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مکہ میں ایک معمولی کوٹھا چھوڑا تھا لیکن خدا تعالیٰ نے اس کی کس قدر قدر کی۔ اس کے بدلہ میں اسے ایک سلطنت کا مالک بنا دیا۔" (حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 244)

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک رؤیا بھی ہے۔ اس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک خواب میں مجھے دکھایا گیا کہ میں ایک کنویں پر کھڑا ڈول سے جو چرخی پر رکھا ہوا تھا پانی کھینچ کر نکال رہا ہوں۔ اتنے میں ابو بکر آئے اور انہوں نے ایک یا دو ڈول کھینچ کر اس سے اس طور سے نکالے کہ ان کے کھینچنے میں کمزوری تھی اور اللہ ان کی کمزوری پر پردہ پوشی کرے گا اور ان سے درگزر فرمائے گا۔ پھر عمر بن خطاب آئے اور وہ ڈول بڑے ڈول میں بدل گیا تو میں نے کوئی شہ زور نہیں دیکھا جو ایسا حیرت انگیز کام کرتا ہو جیسا عمر نے کیا۔ اتنا پانی نکالا کہ لوگ سیر ہو گئے اور اپنے اپنے ٹھکانوں پر جا بیٹھے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب عمر بن الخطابؓ۔ حدیث 3682)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی ایک رؤیا ہے۔ اس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک یمنی چادر کا جوڑا ہے لیکن اس کے سینے پر دو داغ ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یمنی

جوڑے سے مراد یہ ہے کہ تمہیں اچھی اولاد ملے گی اور دو داغوں سے مراد دو سال کی امارت ہے یعنی تم دو سال مسلمانوں کے حاکم رہو گے۔

(کنز العمال جلد 3 جزء 5 صفحہ 253۔ کتاب الخلافۃ مع الامارۃ حدیث 14111۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

انتخابِ خلافت کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے لیے وظیفہ مقرر کرنے کے بارے میں ذکر ملتا ہے کہ خلافت کے بعد آپؓ مدینہ تشریف لے آئے اور وہیں قیام کر لیا۔ آپؓ نے اپنے معاملات پر غور کیا اور کہا کہ بخدا تجارت کرتے ہوئے لوگوں کے معاملات ٹھیک نہیں ہو سکیں گے۔ اس خدمت کے لیے فراغت اور پوری توجہ کی ضرورت ہے۔ ادھر میرے اہل و عیال کے لیے بھی کچھ ضروری ہے اس لیے آپ نے تجارت چھوڑ دی اور بیت المال میں سے اپنی اور اپنے گھر والوں کی ضروریات کے لیے روزانہ خرچ لینے لگے۔ آپؓ کے ذاتی مصارف کے لیے سالانہ چھ ہزار درہم کی رقم منظور کی گئی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد دوم صفحہ 354 سنہ13ھ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ 1987ء)

چنانچہ بیت المال سے حضرت ابو بکرؓ کا اتنا وظیفہ مقرر کر دیا گیا جس سے ان کا اور ان کے اہل و عیال کا گزارہ چل سکے لیکن جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو حکم دیا کہ جو وظیفہ میں نے بیت المال سے لیا ہے وہ سارے کا سارا واپس کر دیا جائے اور اس کی ادائیگی کے لیے میری فلاں فلاں زمین بیچ دی جائے اور آج تک مسلمانوں کا جو مال مَیں نے اپنے اوپر خرچ کیا ہے اس زمین کو فروخت کر کے وہ پوری کی پوری رقم ادا کر دی جائے۔ چنانچہ جب ان کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے اور وہ رقم ان کے پاس پہنچی تو وہ رو پڑے اور کہا اے ابو بکر صدیق! تم نے اپنے جانشین پر بہت بھاری بوجھ ڈال دیا ہے۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 122 بک کارنر جہلم)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تمام عالمِ اسلامی کے بادشاہ تھے مگر ان کو کیا ملتا تھا۔ پبلک کے روپیہ کے وہ محافظ تو تھے مگر خود اس روپیہ پر کوئی تصرف نہیں رکھتے تھے۔ بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے تاجر تھے مگر چونکہ ان کو کثرت سے یہ عادت تھی کہ جو نہی روپیہ آیا خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اس لئے ایسا اتفاق ہوا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت آپؓ کے پاس نقد روپیہ نہیں تھا۔ خلافت کے دوسرے ہی دن آپ نے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائی اور اسے بیچنے کے لئے چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ رستہ میں ملے تو پوچھا کیا کرنے لگے ہیں؟ انہوں نے کہا آخر میں نے کچھ کھانا تو ہوا۔ اگر میں کپڑے نہیں بیچوں گا تو کھاؤں گا کہاں سے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ کپڑے بیچتے رہے تو خلافت کا کام کون کرے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کام نہیں کروں گا تو پھر گزارہ کس طرح ہو گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ بیت المال سے وظیفہ لے لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ میں یہ تو برداشت نہیں کر سکتا۔ بیت المال پر میرا کیا حق ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب قرآن کریم نے اجازت دی ہے کہ دینی کام کرنے والوں پر بیت المال کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے تو آپ کیوں نہیں لے سکتے۔ چنانچہ اس کے بعد بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا مگر

اس وقت کے لحاظ سے وہ وظیفہ صرف اتنا تھا جس سے روٹی کپڑے کی ضرورت پوری ہو سکے۔"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 468)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کا دورِ خلافت چاروں خلفائے راشدین میں سے مختصر دور تھا جو کہ تقریباً سوا دو سال پر مشتمل تھا لیکن یہ مختصر سا دور خلافت راشدہ کا ایک اہم ترین اور سنہری دور کہلانے کا مستحق تھا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کو سب سے زیادہ خطرات اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اور پھر خدا تعالیٰ کی غیر معمولی تائید و نصرت اور فضل کی بدولت حضرت ابو بکرؓ کی کمال شجاعت اور جوانمردی اور فہم و فراست سے تھوڑے ہی عرصہ میں دہشت و خطرات کے سارے بادل چھٹ گئے اور سارے خوف امن میں تبدیل ہو گئے اور باغیوں اور سرکشوں کی ایسی سرکوبی کی گئی کہ خلافت کی ڈولتی ہوئی امارت مستحکم اور مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گئی۔

خلافت کے آغاز میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جن خطرات و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ان کا ذکر ام المومنین حضرت عائشہؓ نے بھی فرمایا ہے جس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "(حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، آپؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ بنائے گئے اور اللہ نے انہیں امارت تفویض فرمائی تو خلافت کے آغاز ہی میں آپؓ نے ہر طرف سے فتنوں کو موجزن اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کی سرگرمیوں اور منافق مرتدوں کی بغاوت کو دیکھا اور آپ پر اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے اور فوراً گر کر ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن آپ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔" جھوٹے نبی قتل کر دیئے گئے اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔" فتنے دُور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کے لئے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا۔"

(سر الخلافۃ مترجم صفحہ 49-50۔ روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 335)

حضرت ابو بکرؓ کو ابتدا میں ہی درج ذیل پانچ قسم کے ہم و غم اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا:

[نمبر ایک] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور جدائی کا غم، [نمبر 2] انتخاب خلافت اور امت میں فتنے اور اختلاف کا خوف و خطرہ، [نمبر 3] لشکر اسامہ کی روانگی کا مسئلہ اور [نمبر چار]: مسلمان کہلاتے ہوئے زکوٰۃ دینے سے انکار اور مدینہ پر حملہ کرنے والے جس کو تاریخ میں فتنہ مانعین زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور [نمبر پانچ]: فتنہ ارتداد یعنی ایسے سرکش اور باغی جنہوں نے کھلم کھلا بغاوت اور جنگ کا اعلان کر دیا۔ اس بغاوت میں وہ شامل ہو گئے جنہوں نے اپنے طور پر نبی ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔

خوف کی ان سب حالتوں میں مصائب اور فتن کا قلع قمع کرنے میں جو کامیابی اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو عطا فرمائی اس کی تفصیل آگے بیان ہو گی لیکن اس سے قبل حکم وعدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا ایک تفصیلی اقتباس ہے وہ بھی پیش ہے جس میں آپ علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پہلے خلیفہ حضرت یُوشَعْ بن نُون کے ساتھ مشابہت دیتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کو پیش آنے والے مسائل و مصائب اور فتوحات و کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ”جس آیت سے دونوں سلسلوں یعنی سلسلہ خلافتِ موسویہ اور سلسلہ خلافت محمدیہ میں مماثلت ثابت ہے یعنی جس سے قطعی اور یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سلسلہ نبوتِ محمدیہ کے خلیفے سلسلہ نبوت موسویہ کے مشابہ و مماثل ہیں وہ یہ آیت ہے۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ الخ (النور:56) یعنی خدا نے ان ایمانداروں سے جو نیک کام بجالاتے ہیں وعدہ کیا ہے جو ان میں سے زمین پر خلیفے مقرر کرے گا انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے کئے تھے۔ اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتا ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم الخلفاءِ محمدیہ ہے جو سلسلہ خلافت محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے۔ سب سے پہلا خلیفہ جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہے **وہ حضرت یوشع بن نون کے مقابل اور ان کا مثیل ہے** جس کو خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے لئے اختیار کیا اور سب سے زیادہ فراست کی روح اس میں پھونکی یہاں تک کہ وہ مشکلات جو عقیدہ باطلہ حیاتِ مسیح کے مقابلہ میں خاتم الخلفاء کو پیش آنی چاہیے تھی ان تمام شبہات کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کمال صفائی سے حل کر دیا اور تمام صحابہ میں سے ایک فرد بھی ایسا نہ رہا جس کا گذشتہ انبیاء علیہم السلام کی موت پر اعتقاد نہ ہو گیا ہو بلکہ تمام امور میں تمام صحابہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایسی ہی اطاعت اختیار کر لی جیسا کہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت یَشُوع بن نون کی اطاعت کی تھی اور خدا بھی موسیٰ اور یَشُوع بن نون کے نمونہ پر جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ کا حامی اور مؤید تھا۔ ایسا ہی ابو بکر صدیق کا حامی اور مؤید ہو گیا۔“ یوشع بن نون یا یشوع بن نون ایک ہی چیز ہیں ایک ہی نام ہیں۔

(قاموس الکتاب صفحہ 1144 زیر لفظ یُوشَعْ)

آپؑ فرماتے ہیں ”درحقیقت خدا نے یَشُوع بن نون کی طرح اس کو ایسا مبارک کیا جو کوئی دشمن اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور اسامہ کے لشکر کا ناتمام کام جو حضرت موسیٰ کے ناتمام کام سے مشابہت رکھتا تھا حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر پورا کیا۔ اور حضرت ابو بکرؓ کی حضرت یشوع بن نون کے ساتھ ایک اور عجیب مناسبت یہ ہے جو حضرت موسیٰ کی موت کی اطلاع سب سے پہلے حضرت یُوشع کو ہوئی اور خدا نے بلا توقف ان کے دل میں وحی نازل کی جو موسیٰ مر گیا تا یہود حضرت موسیٰ کی موت کے بارے میں کسی غلطی یا اختلاف میں نہ پڑ جائیں جیسا کہ یَشُوع کی کتاب باب اول سے ظاہر ہے۔ اِسی طرح سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت پر حضرت ابو بکرؓ نے یقین کامل ظاہر کیا

اور آپؐ کے جسدِ مبارک پر بوسہ دے کر کہا کہ تُو زندہ بھی پاک تھا اور موت کے بعد بھی پاک ہے اور پھر وہ خیالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بعض صحابہ کے دل میں پیدا ہو گئے تھے ایک عام جلسہ میں قرآن شریف کی آیت کا حوالہ دے کر ان تمام خیالات کو دور کر دیا اور ساتھ ہی اس غلط خیال کی بھی بیخ کنی کر دی جو حضرت مسیح کی حیات کی نسبت احادیث نبویہ میں پوری غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض کے دلوں میں پایا جاتا تھا اور جس طرح حضرت یَشُوع بن نون نے دین کے سخت دشمنوں اور مفتریوں اور مفسدوں کو ہلاک کیا تھا اِسی طرح بہت سے مفسد اور جھوٹے پیغمبر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارے گئے اور جس طرح حضرت موسیٰ راہ میں ایسے نازک وقت میں فوت ہو گئے تھے کہ جب ابھی بنی اسرائیل نے کنعانی دشمنوں پر فتح حاصل نہیں کی تھی اور بہت سے مقاصد باقی تھے اور ارد گرد دشمنوں کا شور تھا جو حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد اَور بھی خطرناک زمانہ پیدا ہو گیا تھا ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک خطرناک زمانہ پیدا ہو گیا تھا۔ کئی فرقے عرب کے مرتد ہو گئے تھے۔ بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہو گئے تھے اور ایسے وقت میں جو ایک بڑے مضبوط دل اور مستقل مزاج اور قوی الایمان اور دلاور اور بہادر خلیفہ کو چاہتا تھا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کئے گئے اور ان کو خلیفہ ہوتے ہی بڑے غموں کا سامنا ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ بباعث چند در چند فتنوں اور بغاوتِ اَعراب اور کھڑے ہونے جھوٹے پیغمبروں کے میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلعم مقرر کیا گیا وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ غم کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی گر پڑتا اور پاش پاش ہو جاتا اور زمین سے ہموار ہو جاتا مگر چونکہ خدا کا یہ قانونِ قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے تو شجاعت اور ہمت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے۔

جیسا کہ یَشوع کی کتاب باب اول آیت چھ میں حضرت یَشُوع کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضبوط ہو اور دلاوری کر یعنی موسیٰ تو مر گیا اب تُو مضبوط ہو جا۔ یہی حکم قضاوقدر کے رنگ میں نہ شرعی رنگ میں حضرت ابو بکرؓ کے دل پر بھی نازل ہوا تھا تناسب اور تشابہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابو بکر بن قُحافہ اور یَشُوع بن نون ایک ہی شخص ہے۔ استخلافی مماثلت نے اِس جگہ کَس کر ''یعنی واضح طور پر ''اپنی مشابہت دکھلائی ہے یہ اس لئے کہ کسی دو لمبے سلسلوں میں باہم مشابہت کو دیکھنے والے طبعاً یہ عادت رکھتے ہیں کہ یا اول کو دیکھا کرتے ہیں اور یا آخر کو مگر دو سلسلوں کی درمیانی مماثلت کو جس کی تحقیق و تفتیش زیادہ وقت چاہتی ہے دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ اول اور آخر پر قیاس کر لیا کرتے ہیں اس لئے خدا نے اس مشابہت کو جو یشوع بن نون اور حضرت ابو بکر میں ہے جو دونوں خلافتوں کے اول سلسلہ میں ہیں اور نیز اس مشابہت کو جو حضرت عیسیٰ بن مریم اور اِس امت کے مسیح موعود میں ہے جو دونوں خلافتوں کے آخر سلسلہ میں ہیں اجلیٰ بدیہیات کر کے دکھلا دیا۔ مثلاً یشوع اور ابو بکر میں وہ مشابہت درمیان رکھ دی کہ گویا وہ دونوں ایک ہی وجود ہے یا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اور جس طرح بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد یُوشع بن نون کی باتوں کے شنوا ہو گئے اور کوئی اختلاف نہ کیا اور سب نے اپنی

اطاعت ظاہر کی یہی واقعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں آنسو بہا کر دلی رغبت سے حضرت ابو بکر کی خلافت کو قبول کیا۔ غرض ہر ایک پہلو سے حضرت ابو بکر صدیق کی مشابہت حضرت یشوع بن نون علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ خدا نے جس طرح حضرت یشوع بن نون کو اپنی وہ تائیدیں دکھلائیں کہ جو حضرت موسیٰ کو دکھلایا کرتا تھا ایسا ہی خدا نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کے کاموں میں برکت دی اور نبیوں کی طرح اس کا اقبال چمکا۔

اُس نے مفسدوں اور جھوٹے نبیوں کو خدا سے قدرت اور جلال پا کر قتل کیا تا کہ اصحاب رضی اللہ عنہم جانیں کہ جس طرح خدا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کے بھی ساتھ ہے۔ ایک اَور عجیب مناسبت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت یشوع بن نون علیہ السلام سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت یشوع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک ہولناک دریا سے جس کا نام یَرْدَن ہے عبور مع لشکر کرنا پیش آیا تھا اور یَرْدَن میں ایک طوفان تھا اور عبور غیر ممکن تھا اور اگر اس طوفان سے عبور نہ ہوتا تو بنی اسرائیل کی دشمنوں کے ہاتھ سے تباہی متصور تھی اور یہ وہ پہلا امر ہولناک تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یشوع بن نون کو اپنے خلافت کے زمانہ میں پیش آیا اس وقت خدا تعالیٰ نے اس طوفان سے اعجازی طور پر یوشع بن نون اور اس کے لشکر کو بچا لیا اور یردن میں خشکی پیدا کر دی جس سے وہ بآسانی گذر گیا وہ خشکی بطور جوار بھاٹا تھی یا محض ایک فوق العادت اعجاز تھا۔ بہر حال اس طرح خدا نے ان کو طوفان اور دشمن کے صدمہ سے بچایا اسی طوفان کی مانند بلکہ اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر خلیفۃ الحق کو مع تمام جماعت صحابہ کے جو ایک لاکھ سے زیادہ تھے پیش آیا یعنی ملک میں سخت بغاوت پھیل گئی اور وہ عرب کے بادیہ نشین جن کو خدا نے فرمایا تھا قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:15) ضرور تھا کہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ بگڑتے تا یہ پیشگوئی پوری ہوتی۔ ''یعنی اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بادیہ نشین کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے تو کہہ دو تم ایمان نہیں لائے لیکن اتنا کہو کہ ہم مسلمان ہو چکے ہیں جبکہ ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ بہر حال آپؐ فرماتے ہیں۔ ''پس ایسا ہی ہوا اور وہ سب لوگ مرتد ہو گئے اور بعض نے زکوٰۃ سے انکار کیا اور چند شریر لوگوں نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا جن کے ساتھ کئی لاکھ بدبخت انسانوں کی جمعیت ہو گئی اور دشمنوں کا شمار اس قدر بڑھ گیا کہ صحابہ کی جماعت ان کے آگے کچھ بھی چیز نہ تھی اور ایک سخت طوفان ملک میں **برپا ہوا یہ طوفان اس خوفناک پانی سے بہت بڑھ کر تھا جس** کا سامنا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو پیش آیا تھا اور جیسا کہ یوشع بن نون حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ناگہانی طور پر اس سخت ابتلا میں مبتلا ہو گئے تھے کہ دریا سخت طوفان میں تھا اور کوئی جہاز نہ تھا اور ہر ایک طرف سے دشمن کا خوف تھا۔ یہی ابتلا حضرت ابو بکر کو پیش آیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے اور ارتداد عرب کا ایک طوفان برپا ہو گیا اور جھوٹے پیغمبروں کا ایک دوسرا طوفان اس کو قوت دینے والا ہو گیا۔ یہ طوفان یوشع کے طوفان سے کچھ کم نہ تھا بلکہ بہت زیادہ تھا اور پھر جیسا کہ خدا کی کلام نے حضرت یوشع کو قوت دی اور فرمایا کہ جہاں جہاں تُو جاتا ہے میں تیرے ساتھ ہوں۔ تُو مضبوط

ہو اور دلاور بن جا اور بے دل مت ہو۔ تب یشوع میں بڑی قوت اور استقلال اور وہ ایمان پیدا ہو گیا جو خدا کی تسلی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی حضرت ابو بکرؓ کو بغاوت کے طوفان کے وقت خدا تعالیٰ سے قوت ملی۔ جس شخص کو اس زمانہ کی اسلامی تاریخ پر اطلاع ہے وہ گواہی دے سکتا ہے کہ وہ طوفان ایسا سخت طوفان تھا کہ اگر خدا کا ہاتھ ابو بکرؓ کے ساتھ نہ ہوتا اور اگر در حقیقت اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور اگر در حقیقت ابو بکر خلیفہ حق نہ ہوتا تو اس دن اسلام کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

مگر یشوع نبی کی طرح خدا کے پاک کلام سے ابو بکر صدیقؓ کو قوت ملی کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس ابتلا کی پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ چنانچہ جو شخص اس آیت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھے گا وہ یقین کر لے گا کہ بلاشبہ اس ابتلا کی خبر قرآن شریف میں پہلے سے دی گئی تھی اور وہ خبر یہ ہے کہ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۔ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور:56) یعنی خدا نے مومنوں کو جو نیکوکار ہیں وعدہ دے رکھا ہے جو اُن کو خلیفے بنائے گا انہی خلیفوں کی مانند جو پہلے بنائے تھے اور اسی سلسلہ خلافت کی مانند سلسلہ قائم کرے گا جو حضرت موسیٰ کے بعد قائم کیا تھا۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ہی یہ تفسیری تھوڑا سا وضاحتی ترجمہ کیا ہوا ہے۔

فرمایا "اسی سلسلہ خلافت کی مانند سلسلہ قائم کرے گا جو حضرت موسیٰ کے بعد قائم کیا تھا اور ان کے دین کو یعنی اسلام کو جس پر وہ راضی ہوا زمین پر جما دے گا اور اس کی جڑ لگا دے گا اور خوف کی حالت کو امن کی حالت کے ساتھ بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کریں گے کوئی دوسرا میرے ساتھ نہیں ملائیں گے۔ دیکھو اس آیت میں صاف طور پر فرما دیا ہے کہ خوف کا زمانہ بھی آئے گا اور امن جاتا رہے گا مگر خدا اس خوف کے زمانہ کو پھر امن کے ساتھ بدل دے گا۔ سو یہی خوف یَشُوع بن نون کو بھی پیش آیا تھا اور جیسا کہ اس کو خدا کی کلام سے تسلی دی گئی ایسا ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھی خدا کی کلام سے تسلی دی گئی۔" (تحفۂ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 183 تا 189)

ایٹمی جنگ کی دھمکیاں اور دعا:

ان شاء اللہ پانچ باتوں کی جو باقی تفصیلات ہیں آئندہ بیان ہوں گی۔ دنیا کے، جنگوں کے جو آج کل کے **حالات ہیں اس کے لیے دعا کریں۔** یہ خوفناک سے خوفناک تر ہوتے جا رہے ہیں۔ اب تو ایٹمی جنگ کی بھی دھمکیاں دی جانے لگی ہیں۔ جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا ہے اور کئی دفعہ کہہ چکا ہوں کہ جس کے خوفناک نتائج ہوں گے اور اس کے نتائج اگلی نسلوں کو بھی بھگتنے پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان لوگوں کو عقل دے۔ ان دنوں میں درود بھی بہت پڑھیں۔ استغفار بھی بہت کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرمائے اور دنیا کے لیڈروں کو بھی عقل اور سمجھ عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک وقت میں جماعت کو خاص طور پر تلقین فرمائی تھی کہ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرۃ:202) کی دعا بہت پڑھا کرو اور فرمایا

تھا کہ رکوع کے بعد کھڑے ہو کے یہ دعا کیا کریں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد اول صفحہ 9)

تو اس کو بھی آج کل بہت زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ حسنات سے بھی نوازے اور ہر قسم کے آگ کے عذاب سے سب کو بچائے۔ ایک جنازہ **غائب بھی مَیں آج پڑھاؤں گا جو مکرم ابوالفرج الحصنی صاحب** آف شام کا ہے۔ یہ 13 / فروری کو نوے سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد مکرم محمد الحصنی صاحب ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ انہوں نے مولانا جلال الدین صاحب شمس کے ذریعہ سے بیعت کی تھی۔ ابوالفرج الحصنی صاحب سیریا کے پہلے امیر جماعت مکرم منیر الحصنی صاحب کے بھتیجے تھے اور ان کے دور میں بھی نائب امیر کے طور پر جماعت کی خدمت بجالاتے رہے۔ بعد میں بھی نائب امیر رہے۔ 1933ء میں پیدا ہوئے اور چچا منیر الحصنی صاحب کی نیکی، تقویٰ اور علمی گفتگو سے بہت متاثر تھے۔ ان کی مجلس میں اکثر بیٹھا کرتے تھے۔ پندرہ سال کے تھے جب ایک دن ریڈیو پر تلاوت سن کر دل بھر آیا اور رونے لگے۔ اپنے چچا کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ میں اللہ کے بارے میں مزید جاننا چاہتا ہوں۔ انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک کتاب دی۔ کتاب پڑھ کر ان کے دل کی دنیا بدل گئی اور وہ اپنے چچا کے پاس آئے اور کہا کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ ان کو تین خلفائے سلسلہ سے ملاقات کا شرف بھی حاصل ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جب 1955ء میں دمشق تشریف لائے تو مرحوم کو آپ سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا اور سیکیورٹی کی خدمات کا موقع بھی ملا۔ 1972ء میں پاکستان جانے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کی صحبت میں ربوہ میں چند ماہ رہ کر اردو سیکھنے اور جماعتی علوم سے بہرہ مند ہونے کا بھی موقع ملا۔ اسی سال انہیں پاکستان سے قادیان جانے کا بھی موقع ملا۔ 1986ء میں جلسہ سالانہ کے موقع پر برطانیہ آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے ان کو شرف باریابی ملا۔ پھر 2017ء میں ان کو دوبارہ بھی قادیان جانے کا موقع ملا اور جلسہ میں انہوں نے عربی زبان میں ایک مختصر سا خطاب بھی فرمایا۔ مرحوم بڑے نیک اور صالح، مخلص اور عالم باعمل بزرگ تھے۔ اپنی کوئی اولاد نہیں تھی اور ان کی اہلیہ بھی غیر احمدی ہیں۔

صدر جماعت سیریا کہتے ہیں کہ میں 2017ء میں ان کے ساتھ قادیان کی زیارت کے لیے گیا۔ باوجودیکہ آپ بہت ضعیف تھے مگر فرط شوق کا یہ عالم تھا کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ زمین پر نہیں چل رہے بلکہ ہوا میں پرواز کر رہے ہیں۔ اور پہلے تو یہ حال تھا کہ بیماری کی وجہ سے جانا نہیں چاہتے تھے لیکن جب میں نے ان کو کہا کہ آپ ہو آئیں تو پھر انہوں نے کہا جب خلیفہ وقت کا حکم آ گیا ہے یا انہوں نے یہ کہہ دیا ہے کہ جاؤ تو پھر کوئی بات نہیں اور اللہ نے فضل فرمایا کہ وہ بیماری اور کمزوری ان کی اور جو ان کی اہلیہ کی تھی دونوں ٹھیک ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں گئے بلکہ منارۃ المسیح پر بھی ان کو چڑھنے کی توفیق ملی اور بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں کہ وہاں جوانوں سے زیادہ تیزی سے اوپر چڑھ گئے حالانکہ پہلے چلنے میں بھی مشکلات تھیں۔

مسلم الدروبی صاحب جو ڈاکٹر ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مرحوم ایک ولی اللہ اور اَبدالُ الشام میں سے تھے۔ میں خود بھی اور باقی دوست بھی اس کے گواہ ہیں۔ آپ دمشق کے معروف تاجروں میں سے تھے اور قابل تقلید نمونہ

تھے اور بازار میں آپ کی اچھی شہرت تھی۔ مرحوم بہت حکیم اور ذہین تھے۔ باقاعدگی سے تہجد کا التزام کرتے۔ سچی خوابیں دیکھنے والے تھے۔ بہت سی پوری ہوئیں۔ ان میں سے بہت سی سیریا کے حالات اور مصائب کے متعلق بھی تھیں۔ جب مختلف مربیان عربی کی تعلیم کے لیے سیریا آتے تو آپ ان کا بڑا احترام کرتے تھے اس لیے کہ اول تو خلیفہ وقت کی طرف سے بھجوائے گئے ہیں اور دوسرے انہوں نے تبلیغ کے لیے زندگی وقف کی ہوئی ہے۔

حسام النقیب صاحب جو شام کے سابق صدر ہیں آج کل ترکی میں ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مرحوم متعدد خصائل حمیدہ کے مالک تھے جن میں سب سے نمایاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء سے محبت تھی۔ مرحوم کے ساتھ سفر قادیان مجھے ساری عمر نہیں بھولے گا۔ اس سفر کی ہر بات ہی ایک معجزہ تھی۔ میں قادیان میں سارا وقت ان کے ساتھ رہا۔ قادیان میں ان کی یہی ایک دعا ہوتی تھی کہ اے خدا! خلیفۂ وقت کی تائید و نصرت فرما اور ان کی عمر اور ہر کام میں برکت عطا فرما۔ پھر لکھتے ہیں کہ جب مجلس میں کوئی شخص خلیفۂ وقت کا کوئی ارشاد بیان کرتا تو اس دوران کسی کو بولنے کی اجازت نہ دیتے تاکہ آپ ارشاد پوری طرح سن لیں اور سمجھ لیں اور محظوظ ہوں۔ ایک بڑے بے نفس انسان تھے۔ کسی سے اپنی تعریف سن کے خوش نہیں ہوتے تھے بلکہ اس کو ڈانٹ کر کہتے تھے کہ ان باتوں کو چھوڑو۔ اللہ اور اس کی جماعت ہی سب کچھ ہے۔ جماعت کی باتیں کرو۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ انہوں نے کبھی نہیں چھوڑا۔ آخری سالوں کے سوا جبکہ بہت کمزور ہو گئے تھے کبھی آپ نے جماعتی کتب کا مطالعہ ترک نہیں کیا۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تفسیر کبیر کے ساتھ بہت لگاؤ تھا۔ جب کوئی آپ سے کسی قرآنی آیت کی تفسیر پوچھتا تو تفسیر کبیر کی شرح بیان کرتے تھے۔

ان کے بھانجے محمد عمار البِسْکی صاحب جو یہاں یوکے میں ہیں یہ کہتے ہیں کہ میں چودہ سال کا تھا جب ان کے ساتھ جمعہ کی نماز ادا کیا کرتا تھا۔ واپسی پر ان کے ساتھ گھر آتا اور راستے میں ان سے جماعتی علوم کے بارے میں سوال کیا کرتا تھا اور بڑی تفصیل سے جواب دینے والے تھے۔ سیریا میں جماعتی کتب بھی دستیاب نہیں تھیں، افراد جماعت کو جماعتی علوم کی منتقلی میں مرحوم کا بہت کردار ہے۔ جب ربوہ گئے ہیں تو انہوں نے اردو پڑھنی سیکھی تھی۔ اردو کی کتابیں لے آتے تھے اور پھر کوشش کرتے تھے کہ اردو کی کتابوں کو پڑھ کے سمجھ کے پھر ان کا ترجمہ کر کے جماعت کے افراد کو بتائیں۔ مرحوم ایک بے نفس آدمی تھے۔ کبھی عہدے کی خواہش نہیں کی۔ ہمیشہ خادم بن کر رہنا انہوں نے پسند کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو امیر بنانا بھی چاہا تو انہوں نے کہا کہ لوگ پھر کہیں گے کہ خاندانی طور پر یہ سارا کچھ امارت کا کام بھی چل پڑا ہے اس لیے کسی اَور کو بنا دیں اور میں ان سے پورا تعاون کروں گا اور پھر اپنے سے کم عمر امیر کے ساتھ بھی تعاون کیا اور بے شمار تعاون کیا بلکہ مثال قائم کر دی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت کا سلوک فرمائے درجات بلند فرمائے اور ان کی تمام دعائیں ان کی اپنی اہلیہ کے متعلق بھی پوری فرمائے۔ ان کو بھی توفیق دے کہ احمدیت کو قبول کر لیں۔ نماز کے بعد ان شاء اللہ جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25/ مارچ 2022ء جلد 29 شمارہ 24 صفحہ 05 تا 10)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11/مارچ2022ء بمطابق 11/امان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے بعد جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، اُن کا ذکر ہو رہا تھا۔ ان میں سے پہلی مشکل جو بیان کی گئی تھی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم تھا جو ہر مسلمان کو تھا لیکن سب سے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ جو بچپن کے ساتھی تھے ان کو بہت زیادہ دکھ تھا اور اس کے علاوہ ان کا وفا کا جو مقام تھا اور بیعت کی گہرائی میں جا کر اس کا ادراک تھا وہ کسی اَور کو تو نہیں تھا لیکن اس وقت انہوں نے بڑی جرأت کا مظاہرہ کیا، ایمان کا مظاہرہ کیا۔ یہ بیان ہوا ہے کہ پہلا نازک اور ہولناک مرحلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا صدمہ تھا کہ جس سے سارے صحابہ مارے غم کے دیوانے ہو رہے تھے۔ موت کے اس اچانک صدمے سے کوئی سنبھل نہیں پا رہا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ اس قدر شدید اور المناک تھا کہ بڑے بڑے صحابہ مارے غم کے حواس کھو بیٹھے تھے۔ حضرت عمرؓ جیسے بہادر کا محبت کی اس دیوانگی میں اَور بھی برا حال تھا۔ وہ تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں تو میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا اور یہ ایک ایسا ردّ عمل تھا کہ مسلمان اس بات کو سن کر اس شش و پنج کی کیفیت میں مبتلا ہو گئے تھے کہ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واقعی فوت ہو گئے ہیں کہ نہیں۔ اور قریب تھا کہ یہ عشاق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں توحید کے بنیادی سبق کو بھولتے ہوئے یہ کہنے لگ جاتے کہ نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کبھی فوت نہیں ہو سکتے اور نہ ہی فوت ہوئے ہیں۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور وہاں جمع شدہ سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے لوگو! مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَإِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَإِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ۔ جو شخص محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں اور جو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا وہ خوش ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی فوت نہیں ہو گا۔ باوجود بے انتہا محبت کے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کو تھی جس کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا لیکن توحید کا درس آپؓ نے دیا۔

پھر فرمایا۔ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران:145) کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف اللہ کے ایک رسول تھے اور آپؐ سے پہلے جتنے رسول

گزرے ہیں سب فوت ہو چکے ہیں۔ پھر آپؐ کیوں نہ فوت ہوں گے۔ اگر آپؐ فوت ہو جائیں گے یا قتل کیے جائیں گے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے اور اسلام کو چھوڑ دو گے؟ اس طرح حضرت ابو بکرؓ نے کمال ہمت اور حکمت سے اس وقت غم کی اس کیفیت میں صحابہ کی ڈھارس بندھائی اور غم کے مارے ان عشاق کے دلوں پر مرہم لگانے کا سبب بنے اور دوسری طرف توحید کی لرزتی ہوئی عمارت کو سنبھالا دیا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق جس میں آپؑ فرماتے ہیں "اور پھر وہ خیالات جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بعض صحابہ کے دل میں پیدا ہو گئے تھے ایک عام جلسہ میں قرآن شریف کی آیت کا حوالہ دے کر ان تمام خیالات کو دور کر دیا اور ساتھ ہی اس غلط خیال کی بھی بیخ کنی کر دی جو حضرت مسیح کی حیات کی نسبت احادیث نبویہ میں پوری غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض کے دلوں میں پایا جاتا تھا۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد17 صفحہ 184)

دوسرا بڑا کام یا صدمہ جو پہنچا، اور کس طرح آپؓ نے اس پر قابو پایا یا انجام دیا۔ وہ دوسرا بڑا کام ہے انتخابِ خلافت کے وقت امّت مسلمہ کو اتفاق کی لڑی میں، اتحاد کی لڑی میں پرونا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو ایک دوسرا ممکنہ خدشہ پیدا ہوا وہ سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کا اجتماع تھا جہاں ابتدا میں تو گویا یوں لگتا تھا کہ انصار کسی طور سے بھی مہاجرین میں سے کسی کو اپنا امیر یا خلیفہ تسلیم کرنے کو تیار نہ ہوں گے اور مہاجرین انصار میں سے کسی کو خلیفہ بنانے پر تیار نہ ہوں گے۔ اور قریب تھا کہ اختلافی تقریروں سے بڑھ کر بات تلواروں تک جا پہنچتی کہ اس نازک موقع پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے وہ تاثیر پیدا کی اور دوسری طرف لوگوں کے دلوں کو حضرت ابو بکرؓ کی طرف مائل کیا کہ یہ سارا انتشار اور اختلاف ایک بار پھر محبت و اتحاد میں تبدیل ہو گیا۔ جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اور جس طرح بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد یُوشَع بن نُون کی باتوں کے شنوا ہو گئے اور کوئی اختلاف نہ کیا اور سب نے اپنی اطاعت ظاہر کی یہی واقعہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور سب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں آنسو بہا کر دلی رغبت سے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کو قبول کیا۔"

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد17 صفحہ 186)

تیسری اہم بات، اور ایسا فتنہ جس کو سنبھالنا بڑا ضروری تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو کس طرح سرانجام دیا اور وہ بات تھی لشکر اسامہ کی روانگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ لشکر شام کی سرحد پر رومیوں سے جنگ کے لیے تیار کیا تھا۔ جنگ مؤتہ اور غزوۂ تبوک کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خدشہ پیدا ہوا کہ کہیں اسلام اور مسیحیت کے بڑھتے ہوئے اختلاف اور یہود کی فتنہ انگیزی کے باعث اہل روم عرب پر حملہ نہ کر دیں۔

جنگِ مؤتہ میں حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ مسلمانوں کے تین امیر یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ مؤتہ اردن کے مشرق میں ایک زرخیز زمین میں واقع ایک شہر ہے۔

(ابو بکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 123 مکتبہ جدید لاہور)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد21 صفحہ 731 زیر لفظ مؤتہ)

بہر حال اس بارے میں حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو حضرت زیدؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی موت کی خبر دی پیشتر اس کے کہ لوگوں کے پاس اس سے متعلق کوئی خبر آئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زید نے جھنڈا لیا اور وہ شہید ہوا۔ پھر جعفر نے پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گیا۔ پھر ابنِ رَوَاحہ نے جھنڈے کو پکڑا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ اور آپؐ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ آخر اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار یعنی خالد بن ولید نے جھنڈا لیا یہاں تک کہ اللہ نے اسے ان مخالفین پر فتح دی۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب خالد بن الولیدؓ حدیث 3757)

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس مسلمانوں کو ہمراہ لے کر جانب تبوک روانہ ہوئے لیکن دشمن کو میدان میں نکل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور اس نے شام کے اندرونی علاقوں میں گھس کر مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ ہونے میں اپنی خیریت سمجھی۔ ان غزوات کے باعث مسلمانوں کے متعلق رومیوں کے ارادے بہت خطرناک ہو گئے اور انہوں نے عرب کی سرحد پر پیش قدمی کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ کو بطور پیش بندی شام روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔

(ابو بکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 124 مکتبہ جدید لاہور)

اور ایک مقصد جنگ مؤتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینا بھی تھا۔ لشکر اسامہ کی تیاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو روز قبل بروز ہفتہ مکمل ہوئی اور اس کا آغاز آپؐ کی بیماری سے قبل ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ صفر کے آخر میں رومیوں سے جنگ کی تیاری کا حکم دیا۔ حضرت اسامہؓ کو بلایا اور فرمایا اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف روانہ ہو جاؤ اور انہیں گھوڑوں سے روند ڈالو۔ مَیں نے تم کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا ہے۔

(فتح الباری لابن حجر جلد 8 صفحہ 192 قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی)

ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بَلْقَاء اور دَارُوم کو گھوڑوں کے ذریعہ سے روند ڈالو۔ یعنی یہ لوگ ایسے ہیں جو جنگ کرنا چاہتے ہیں ان سے اچھی طرح جنگ کرو۔ بَلْقَاء جو ہے وہ ملک شام میں واقع ایک علاقہ ہے جو دمشق اور وادی القریٰ کے درمیان ہے۔ دَارُوم کے بارے میں یہ تعارف لکھا ہے کہ مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غَزَّہ کے بعد ایک مقام ہے۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 224 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 579 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(فرہنگ سیرت صفحہ 119 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

بہر حال ملک شام کے لیے روانگی کا ارشاد کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ صبح ہوتے ہی اہل اُبْنٰی پر حملہ کرو۔ اُبْنٰی بھی ملک شام میں بلقاء کی جانب ایک جگہ کا نام ہے اور تیزی کے ساتھ سفر کرو تا ان تک اطلاع پہنچنے سے پہلے پہنچ جاؤ۔ پس اگر اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی عطا کرے تو وہاں قیام مختصر رکھنا اور اپنے ساتھ راستہ دکھانے والے لے جانا اور مخبروں اور جاسوسوں کو اپنے آگے روانہ کر دو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کے لیے اپنے ہاتھ سے ایک جھنڈا باندھا۔ پھر کہا: اللہ کے نام کے ساتھ اس کی راہ میں جہاد کرو اور اس سے جنگ کرو جس نے

اللہ کا انکار کیا۔ حضرت اسامہؓ یہ یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے بندھا ہوا جھنڈا لے کر نکلے اور اسے حضرت بُرَیْدَہ بن حُصَیبؓ کے سپرد کیا اور جُرُف مقام پر لشکر کو جمع کیا۔ جُرُف بھی مدینہ سے تین میل شمال کی جانب ایک جگہ ہے۔ بہرحال مہاجرین و انصار کے معززین میں سے کوئی شخص بھی باقی نہ بچا مگر اس کو اس جنگ کے لیے بلا لیا گیا۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابوعُبیدہ بن جَرَّاحؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت قَتَادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ، حضرت سَلَمَہ بن اسلم رضی اللہ عنہ یہ سب بھی شامل تھے۔ کچھ لوگوں نے باتیں شروع کر دیں اور کہا یہ لڑکا اوّلین مہاجرین پر امیر بنایا جا رہا ہے۔ اس بات پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سخت ناراض ہوئے۔ آپؐ نے اپنے سر کو ایک رومال سے باندھا ہوا تھا اور آپؐ ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ آپؐ منبر پر چڑھے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض کی گفتگو اسامہ کو امیر بنانے کے متعلق مجھے پہنچی ہے۔ اگر میرے اسامہ کو امیر بنانے پر تم نے اعتراض کیا ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کو میرے امیر مقرر کرنے پر بھی تم اعتراض کر چکے ہو۔ خدا کی قسم! وہ امارت کے لائق تھا اور اس کے بعد اس کا بیٹا بھی امارت کے لائق ہے وہ ان لوگوں میں سے تھا جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور یقیناً یہ دونوں ایسے ہیں کہ ان کے بارے میں ہر قسم کی نیکی اور بھلائی کا خیال کیا جا سکتا ہے۔

پس اسامہ کے لیے خیر کی نصیحت پکڑو کیونکہ یہ تم میں سے بہترین لوگوں میں سے ہے۔ یہ 10/ ربیع الاول اور ہفتے کا دن تھا یعنی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے دو دن قبل کی بات ہے۔ وہ مسلمان جو حضرت اسامہؓ کے ساتھ روانہ ہو رہے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وداع کر کے جُرُف کے مقام پر لشکر میں شامل ہونے کے لیے چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی لیکن آپؐ تاکید فرماتے رہے کہ لشکرِ اسامہ کو بھیجو۔ اتوار کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درد اَور زیادہ ہو گیا۔ حضرت اسامہ لشکر میں سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوشی کی حالت میں تھے۔ اس روز لوگوں نے آپ کو دوا پلائی تھی۔ حضرت اسامہؓ نے سر جھکا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بوسہ دیا۔ آپؐ بول نہیں سکتے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھاتے اور حضرت اسامہؓ کے سر پر رکھ دیتے۔ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں نے سمجھ لیا کہ آپؐ میرے لیے دعا کر رہے ہیں۔ حضرت اسامہ لشکر کی طرف واپس آ گئے۔ حضرت اسامہؓ سوموار کو دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپؐ کو افاقہ ہو گیا تھا۔ آپؐ نے اسامہ سے فرمایا کہ:

اللہ تعالیٰ کی برکت سے روانہ ہو جاؤ۔ حضرت اسامہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصت ہو کر اپنے لشکر کی طرف روانہ ہوئے اور لوگوں کو چلنے کا حکم دیا۔ آپؓ نے ابھی کوچ کا ارادہ ہی کیا تھا کہ ان کی والدہ حضرت ام ایمنؓ کی طرف سے ایک شخص یہ پیغام لے کر آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری وقت دکھائی دے رہا ہے۔ اس پر حضرت اسامہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعُبیدہؓ بھی ان کے ساتھ تھے اور آپؐ پر نزع کی حالت تھی۔ 12/ ربیع الاول کو پیر کے دن سورج ڈھلنے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی جس کی وجہ سے مسلمانوں کا لشکر جُرُف مقام سے مدینہ واپس آ گیا اور حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ حضرت اسامہؓ کا جھنڈا لے کر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر گاڑ دیا۔ ایک روایت کے مطابق

جب حضرت اسامہؓ کا لشکر ذِیْ خُشُب میں تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ یہ ذِیْ خُشُب مدینہ سے شام کے راستے پر ایک وادی کا نام ہے۔ بہرحال جب حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی گئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ کو حکم دیا کہ جھنڈا لے کر اسامہؓ کے گھر جاؤ کہ وہ اپنے مقصد کے لیے روانہ ہوں۔ حضرت بُرَیدہؓ جھنڈے کو لشکر کی پہلی جگہ پر لے آئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 146-147 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء) (البدایۃ والنہایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ 302 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (معجم البلدان جلد 1 صفحہ101 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 87، 114 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

اس لشکر کی تعداد تین ہزار بیان کی جاتی ہے۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد4 صفحہ 155 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

اور ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت اسامہ بن زیدؓ کو سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف بھیجا گیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دوسرے روز حضرت ابو بکرؓ نے منادی کرا دی کہ اسامہ کی مہم پایہ تکمیل کو پہنچے گی۔ اسامہ کے لشکر میں سے کوئی شخص بھی مدینہ میں باقی نہ رہے مگر یہ کہ وہ سب جُرْف میں ان کے لشکر سے جا ملیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تمام عرب میں خواہ کوئی عام تھا یا خاص تقریباً ہر قبیلہ میں فتنۂ ارتداد پھیل چکا تھا اور ان میں نفاق ظاہر ہو گیا تھا اور اس وقت یہود و نصاریٰ نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا تھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور مسلمانوں کی کم تعداد اور دشمن کی کثرت کے باعث ان کی حالت بارش والی ریت میں بھیڑ بکریوں کی مانند تھی یعنی اس طرح تھے کہ بالکل بے یار و مددگار تھے اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہؓ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپؓ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے۔ پس مناسب نہیں کہ آپؓ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں یعنی اسامہؓ کے لشکر کو بھیجیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو کہ درندے مجھے نوچ کھائیں گے تو بھی مَیں اسامہ کے لشکر کے بارے میں رسول اللہ کے جاری فرمودہ فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا۔ ایک اَور روایت میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس ذات کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاؤں کتے گھسیٹتے پھریں۔ مَیں پھر بھی اس لشکر کو جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے واپس نہیں بلاؤں گا اور نہ مَیں اس جھنڈے کو کھولوں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ 302 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ244، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء) (الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 199 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

حضرت مصلح موعودؓ اس بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے تو سارا عرب مرتد ہو گیا اور حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ جیسے بہادر انسان بھی اِس فتنہ کو دیکھ کر گھبرا گئے۔ رسول کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے قریب ایک لشکر رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار کیا تھا اور حضرت اسامہؓ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ یہ لشکر ابھی روانہ نہیں ہوا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور آپؐ کی وفات پر جب عرب مرتد ہو گیا تو صحابہؓ نے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہؓ کا لشکر ابھی رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیج دیا گیا تو پیچھے صرف بوڑھے مرد اور بچے اور عورتیں رہ جائیں گی اور مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے تجویز کی کہ اکابر صحابہؓ کا ایک وفد حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں جائے اور ان سے درخواست کرے کہ وہ اس لشکر کو بغاوت کے فرو ہونے تک روک لیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اور دوسرے بڑے بڑے صحابہؓ آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست پیش کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ بات سنی تو انہوں نے نہایت غصہ سے اس وفد کو یہ جواب دیا کہ:

کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو قُحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ کرنے کا حکم دیا تھا اسے روک لے؟ پھر آپؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر دشمن کی فوجیں مدینہ میں گھس آئیں اور کتے مسلمان عورتوں کی لاشیں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا تھا۔ یہ جرأت اور دلیری حضرت ابو بکرؓ میں اِسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ خدا نے یہ فرمایا کہ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ (الفتح:30) جس طرح بجلی کے ساتھ معمولی تار بھی مل جائے تو اس میں عظیم الشان طاقت پیدا ہو جاتی ہے اسی طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلق کے نتیجہ میں آپؐ کے ماننے والے بھی اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ کے مصداق بن گئے۔"

(سیر روحانی(6)، انوار العلوم جلد22 صفحہ 593-594)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جیشِ اسامہ کی روانگی کی بابت اپنی تصنیف سر الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ "ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور آپؐ کی وفات کی خبر مکہ اور وہاں کے گورنر عتّاب بن اُسَید کو پہنچی تو عتّاب چھپ گیا اور مکہ لرز اٹھا اور قریب تھا کہ اس کے باشندے مرتد ہو جاتے..... اور مزید لکھا ہے کہ عرب مرتد ہو گئے۔ ہر قبیلہ میں سے عوام یا خواص۔ اور نفاق ظاہر ہو گیا اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا اور مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات کی وجہ سے، نیز اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کی وجہ سے ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں اور جیسا کہ آپؓ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؓ سے بغاوت کر دی ہے۔ پس مناسب نہیں کہ آپؓ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں۔ اس پر (حضرت) ابو بکرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔"

(اردو ترجمہ سر الخلافہ صفحہ 188-189 حاشیہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

الغرض آپؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کما حقہ قائم رکھا اور نافذ فرمایا اور جو صحابہ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھے انہیں واپس لشکر میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا۔ آپؓ نے فرمایا کہ:

ہر وہ شخص جو پہلے اسامہؓ کے لشکر میں شامل تھا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں شامل ہونے کا ارشاد فرمایا تھا وہ ہرگز پیچھے نہ رہے اور نہ ہی میں اسے پیچھے رہنے کی اجازت دوں گا۔ اسے خواہ پیدل بھی جانا پڑے وہ ضرور ساتھ جائے گا۔ تو ایک بھی اس سے پیچھے نہ رہا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیہ جلد4 صفحہ 155 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

بہرحال لشکر ایک بار پھر تیار ہو گیا۔ بعض صحابہؓ نے حالات کی نزاکت کے باعث پھر مشورہ دیا کہ فی الحال اس لشکر کو روک لیا جائے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت اسامہؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جا کر ان سے کہیں کہ وہ لشکر کی روانگی کا حکم منسوخ کر دیں تا کہ ہم مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہوں اور خلیفۂ رسول اور حرمِ رسول اور مسلمانوں کو مشرکین کے حملوں سے محفوظ رکھیں۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر میں شامل کچھ انصار نے حضرت عمرؓ سے یہ بھی کہا کہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ اگر لشکر کو روانہ کرنے پر ہی مصر ہوں تو انہیں ہماری طرف سے یہ پیغام دیں اور یہ مطالبہ کریں کہ وہ کسی ایسے شخص کو لشکر کا سردار مقرر کر دیں جو عمر میں اسامہ سے بڑا ہو۔

حضرت عمرؓ حضرت اسامہؓ کے کہنے پر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں بتایا جو حضرت اسامہؓ نے کہا تھا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر کتے اور بھیڑیے بھی مجھے نوچ کر کھائیں تو میں اسی طرح اس فیصلے کو نافذ کروں گا جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا اور میں اس فیصلے کو تبدیل نہیں کروں گا جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اگر ان بستیوں میں میرے سوا کوئی ایک بھی باقی نہ بچا تب بھی میں اس فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے کہا کہ انصار کسی ایسے شخص کو امیر کے طور پر چاہتے ہیں جو اسامہ سے عمر میں بڑا ہو۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ جو بیٹھے ہوئے تھے کھڑے ہوئے اور حضرت عمرؓ کی داڑھی سے پکڑا اور کہا اے ابن خطاب! تیری ماں تجھے کھوئے!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے امیر مقرر کیا ہے اور تم مجھے کہتے ہو کہ میں اسے امارت سے ہٹا دوں۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 199-200 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

حضرت عمرؓ لوگوں کی طرف واپس پہنچے تو لوگوں نے آپؓ سے کہا کہ کیا بنا؟ تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: چلے جاؤ۔ تمہاری مائیں تمہیں کھوئیں۔ یعنی ان کو برا بھلا کہا۔ ناپسندیدگی کا اظہار کیا کہ آج تمہاری وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی طرف سے مجھے کوئی بھلائی نہیں ملی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد2 صفحہ246، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء)(ماخوذ از السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 293 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

یعنی انہوں نے میری باتوں کا بہت بُرا منایا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق جیش اسامہ جُرف کے مقام پر اکٹھا ہو گیا تو حضرت ابو بکرؓ وہاں خود تشریف لے گئے اور آپؓ نے وہاں جا کر لشکر کا جائزہ لیا اور اس کو

ترتیب دیا۔ روانگی کے وقت کا منظر بھی بہت حیرت انگیز تھا۔ اس وقت حضرت اسامہؓ سوار تھے جبکہ حضرت ابو بکرؓ پیدل چل رہے تھے۔ حضرت اسامہؓ نے عرض کیا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! یا تو آپؓ سوار ہو جائیں یا پھر میں بھی نیچے اترتا ہوں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ بخدا نہ ہی تم نیچے اترو گے اور نہ ہی مَیں سوار ہوں گا اور مجھے کیا ہے کہ میں اپنے دونوں پیر اللہ کی راہ میں ایک گھڑی کے لیے گرد آلود نہ کر لوں کیونکہ غزوہ میں شامل ہونے والا جب کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس کے لیے اس کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور اس کو سات سو درجے بلندی دی جاتی ہے اور اس کی سات سو برائیاں ختم کی جاتی ہیں۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 200 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

پھر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت اسامہؓ سے کہا اگر آپ مناسب سمجھیں تو حضرت عمرؓ کو میرے کاموں میں معاونت کے لیے چھوڑ دیں تو حضرت اسامہؓ نے اجازت دے دی۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد2 صفحہ246، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء)

اس کے بعد حضرت عمرؓ جب بھی حضرت اسامہؓ سے ملتے یہاں تک کہ خلیفہ منتخب ہونے کے بعد بھی تو آپ کو مخاطب ہو کر کہتے کہ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا الْأَمِيْرُ۔ حضرت عمرؓ کیونکہ قافلے میں شامل تھے اس لیے اس وقت ان کے امیر تھے تو حضرت عمرؓ یہ کہا کرتے تھے کہ اے امیر! السلام علیکم۔ حضرت اسامہؓ جواب دیا کرتے تھے کہ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا أَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْن کہ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپؓ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد3 صفحہ 294 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

بہر حال آگے ذکر ہے کہ سب سے آخر پر لشکر کو خطاب فرماتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں: تم خیانت نہ کرنا؛ اور مال غنیمت سے چوری نہ کرنا؛ تم بد عہدی نہ کرنا؛ اور مُثلہ نہ کرنا یعنی کسی کے ناک کان نہ کاٹنا آنکھیں نہ نکالنا چہرہ نہ بگاڑنا؛ اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو؛ اور نہ کھجور کے درخت کو کاٹنا اور نہ اس کو جلانا؛ اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا؛ نہ تم کسی بکری گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے؛ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہے پس تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا یعنی راہب، عیسائی پادری، جتنے ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا؛ اور تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہیں مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں پیش کریں گے تم ان پر اللہ کا نام لے کر کھانا۔ یہ نہیں کہ اگر انہوں نے کھانا پیش کیا تو نہ کھاؤ کہ حرام ہے، بسم اللہ پڑھ کے کھا لینا؛ اور تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے تو تلوار سے ان کی خبر لینا۔ یہ لوگ جو ہیں ان کے بارے میں مختلف روایتیں ہیں۔ یہ آتا ہے کہ عیسائیوں کا ایک گروہ ایسا تھا جو راہب تو نہیں تھے لیکن مذہبی لیڈر ہوتے تھے اور وہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتے رہتے تھے اور جنگ میں حصہ بھی لیتے تھے۔ اس لیے آپؓ نے یہ تو فرمایا کہ جو راہب ہیں گرجوں کے اندر ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا، ان سے نہیں لڑنا لیکن ایسے لوگ اور ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے جو لوگ ہیں ان سے بہر حال جنگ کرنی ہے کیونکہ یہ لوگ جنگ کرنے والے بھی ہیں اور جنگ کے لیے

بھڑکانے والے بھی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم سے اور ہر قسم کی بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد2 صفحہ246، دارالکتب العلمیۃ، بیروت 2012ء)

پھر حضرت ابو بکرؓ نے اسامہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تمہیں کرنے کا حکم دیا تھا وہ سب کچھ کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی بجاآوری میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد2 صفحہ246، دارالکتب العلمیۃ، بیروت 2012ء)

اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ تشریف لے آئے۔

(سیرت سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ، مترجم مولفہ عمر ابوالنصر صفحہ 561)

حضرت ابو بکرؓ نے اُسامہ بن زید کے لشکر کو ربیع الاول 11 ہجری کے آخر میں روانہ فرمایا۔

(البدایۃ والنھایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ302 سنہ 11 ھجری دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اور ایک روایت کے مطابق انہیں یکم ربیع الثانی گیارہ ہجری کو روانہ فرمایا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 147 سریہ اسامہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت اسامہؓ بیس راتوں کا سفر طے کر کے اہلِ اُبْنٰی کے پاس پہنچے اور ان پر اچانک حملہ کر دیا اور مسلمانوں کا شعار 'یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ' تھا۔ یعنی اے منصور! مار دو۔ یعنی جو بھی مقابلہ کرنے آیا ہے اسے مارو۔ جو اُن کے سامنے آیا اسے قتل کر دیا اور جس پر قابو پا لیا اسے قیدی بنا لیا۔ حضرت اسامہؓ نے ان کے میدانوں میں اپنے گھڑ سواروں کو گشت کرایا۔ اس روز جو کچھ انہیں مال غنیمت ملا اسے سنبھالنے میں مصروف رہے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے سَبْحَہ نامی گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے حملہ کر کے اپنے والد کے قاتل کو بھی قتل کر دیا۔ جب شام ہو گئی تو حضرت اسامہؓ نے لوگوں کو کوچ کا حکم دیا اور اپنی رفتار تیز کر دی۔ آپؓ نَوراتوں میں وادِی القرٰی پہنچ گئے اور آپؓ نے خوشخبری دینے والوں کو مدینہ روانہ کیا کہ وہ لشکر کی سلامتی کی خبر دے۔

اس کے بعد انہوں نے روانگی کا قصد کیا اور چھ راتوں میں مدینہ پہنچ گئے۔ اس معرکہ میں مسلمانوں کا کوئی آدمی بھی شہید نہیں ہوا۔ **جب یہ کامیاب اور فاتح لشکر مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکرؓ مہاجرین اور اہلِ مدینہ** کے ساتھ لشکر کی سلامتی پر خوش ہوتے ہوئے ان کو ملنے کے لیے باہر نکلے۔ حضرت اسامہؓ اپنے والد کے گھوڑے پر سوار ہو کر داخل ہوئے اور حضرت بُرَیدہ بن حُصَیبؓ آپؓ کے آگے جھنڈا اٹھائے ہوئے تھے یہاں تک کہ آپؓ مسجد نبویؐ پہنچے۔ آپؓ نے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعات پڑھیں۔ پھر آپؓ اپنے گھر چلے گئے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 147 سریہ اسامہ بن زیدؓ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

متفرق روایات کے مطابق یہ لشکر چالیس سے لے کر ستر روز تک باہر رہنے کے بعد مدینہ واپس پہنچا تھا۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 200 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ 2006ء)

لکھا ہے کہ غالباً یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکرؓ کی محبت کا سبب تھا کہ اسامہؓ کے جس جھنڈے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے گرہ لگائی تھی حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تھا کہ یہ کیسے ہو

سکتا ہے کہ ابنِ ابو قُحافہ اس جھنڈے کی گرہ کھول دے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے لگائی ہے۔ چنانچہ لشکر اسامہ کی واپسی پر اس جھنڈے کی گرہ نہ کھولی گئی اور وہ جھنڈا بعد میں بھی حضرت اسامہؓ کے گھر میں ہی رہا یہاں تک کہ حضرت اسامہؓ کی وفات ہو گئی۔

(المسیرۃ الاسلامیہ لجیل الخلافۃ الراشدۃ تالیف منیرمحمدالغضبان، جلد اول ص34-35 دار السلام2015ء)

لشکر اسامہ کے اثرات کے بارے میں لکھا ہے کہ اس لشکر کے بہت ہی اہم اور دُور رَس اثرات ظاہر ہوئے: ایک تو یہ کہ وہ سب لوگ جو کہ پہلے بہت شدت سے قائل تھے کہ حالات کا تقاضا ہے کہ لشکرِ اسامہ کو ابھی نہیں بھیجنا چاہیے وہ جان گئے کہ خلیفہ کا فیصلہ کتنا بروقت اور مفید تھا اور وہ جان گئے کہ حضرت ابو بکرؓ بہت ہی عمیق نظر اور فہم و فراست کے حامل تھے؛ نمبر2 یہ کہ اس لشکر کی روانگی سے قبل قبائل عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی اور وہ سوچنے لگے کہ اگر مسلمانوں کے پاس قوت نہ ہوتی تو یہ لشکر روانہ نہ کرتے۔ اس کا ان پر کافی رعب پڑا؛ تیسری بات یہ کہ عرب کی سرحدوں پر نظریں لگائے غیر ملکی قوتیں خاص طور پر رومیوں پر مسلمانوں کا رعب طاری ہو گیا۔ رومی کہنے لگے یہ کیسے لوگ ہیں کہ ایک طرف تو ان کا نبی فوت ہو رہا ہے اور پھر بھی یہ ہمارے ملک پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ (سیدنا ابو بکر صدیقؓ۔ از صلابی صفحہ 258،268)

مشہور برطانوی ماہر تعلیم اور مستشرق سر تھامس واکر آرنلڈ (Thomas Walker Arnold) لشکرِ اسامہ کے بارے میں لکھتا ہے:

[After the death of Muhammad, the army he had intended for Syria was despatched thither by Abu Bakr, in spite of the protestations made by certain Muslims in view of the then disturbed state of Arabia. He silenced their expostulations with the words: "I will not revoke any order given by the Prophet. Medina may become the prey of wild beasts, but the army must carry out the wishes of Muhammad." This was the first of that wonderful series of campaigns in which the Arabs overran Syria, Persia and Northern Africa—overturning the ancient kingdom of Persia and despoiling the Roman Empire of some of its fairest provinces.]

(The Preaching of Islam By T.W. Arnold. Chapter III. Page 41.London Constable and Company Ltd. 1913)

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو بکر نے لشکر اسامہ کو روانہ کیا جسے شام کی طرف بھیجنے کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزم کر رکھا تھا۔ باوجودیکہ عرب میں اضطرابی کیفیت کے پیش نظر بعض مسلمانوں نے اس سے اختلاف کیا لیکن ابو بکرؓ نے ان کے تردّد کو اپنے اس قول کے ذریعہ سے خاموش کر دیا کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیے گئے کسی حکم کو منسوخ نہیں کروں گا خواہ مدینہ جنگلی درندوں کا

شکار بن جائے پھر بھی یہ لشکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات کی ضرور تکمیل کرے گا۔ یہ ان شاندار مہمات میں سے پہلی مہم تھی جس کے ذریعہ سے عرب شام، ایران اور شمالی افریقہ پر قابض ہوئے اور قدیم فارسی سلطنت کو ختم کیا اور رومی سلطنت کے پنجے سے اس کے بہترین صوبوں کو آزاد کرالیا۔

اسی طرح ایک اَور جگہ ہے اس کا تذکرہ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں حضرت اسامہ کے ذیل میں اس طرح لکھا ہے:

The newly-elected caliph Abu Bakr ordered the expedition to be resumed, in accordance with the Prophet's wishes, though the tribes were already in revolt. Usama reached the region of al-Balka in Syria, where Zayd had fallen, and raided the village of Ubna..... His victory brought joy to Medina, depressed by news of the ridda, thus acquiring an importance out of proportion to its real significance, which caused it later to be regarded as the beginning of a campaign for the conquest of Syria.

(The Encyclopaedia of Islam vol. 10 Page913 Under Usama Printed by Leiden brill 2000)

کہ نئے منتخب ہونے والے خلیفہ ابو بکرؓ نے حکم دیا کہ اسامہ کا لشکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہشات کی تکمیل کے لیے بدستور جائے گا اگرچہ قبائل میں پہلے ہی بغاوت چل رہی تھی۔ اسامہ ملک شام میں بلقاء کے علاقے میں پہنچے جہاں زید کو مارا گیا تھا اور اسامہ نے اُبنٰی کی بستی پر حملہ کیا ان کی فتح سے اہل مدینہ جو کہ ارتداد کی خبروں کی وجہ سے شدید پریشان تھے ان میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ پس اس مہم نے ایک عمومی مہم کی حیثیت سے زیادہ بڑھ کر اہمیت حاصل کرلی جس کی وجہ سے اس مہم کو فتح شام کا پیش خیمہ قرار دیا گیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کو جو ایک اَور چیلنج کا سامنا کرنا پڑا وہ تھا مانعین اور منکرین زکوٰۃ اور ان کا فتنہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی تو ہر طرف ارتداد اور بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے۔ علامہ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت تمام عرب نے ارتداد اختیار کرلیا ماسوائے دو مسجد والوں کے یعنی مکہ اور مدینہ کے۔

(البداية والنهاية لابن كثير جلد3 جزء6 صفحہ309 فصل فی تنفيذ جيش اسامه بن زيد، دارالكتب العلمية بيروت2001ء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اہل مکہ ارتداد سے محفوظ رہے جس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ

سہیل بن عمرو جنہوں نے فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا وہ غزوۂ بدر میں کافر ہونے کی حالت میں مسلمانوں کے قیدی بنے۔ انہوں نے اپنے ہونٹوں پر نشان بنا رکھے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اس کے سامنے والے دو دانت نکلوا دیں جہاں اس نے نشان بنائے ہوئے ہیں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کبھی بھی خطاب کرنے کے لیے کھڑا نہیں ہو سکے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اے عمر! اسے چھوڑ دو قریب ہے کہ یہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ تم اس کی تعریف کرو۔ حضرت عمرؓ تو اس کو سزا دلوانا چاہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا نہیں، کچھ نہیں کہنا۔ ایک موقع آئے گا جب یہ اس

مقام پر کھڑا ہو گا اور ایسی باتیں کرے گا کہ تم اس کی تعریف کرو گے۔ بہر حال وہ کہتے ہیں کہ یہ مقام اس وقت آیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو مکہ والے متزلزل ہو گئے۔ جب قریش نے اہلِ عرب کو مرتد ہوتے دیکھا اور حضرت عَتّاب بن اَسِیْد اُمَوِیؓ جو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اہلِ مکہ پر امیر مقرر تھے وہ چھپ گئے تو اس وقت حضرت سُہیل بن عمروؓ خطاب کرتے ہوئے کھڑے ہوئے اور کہا: اے قریش کے گروہ! آخر میں اسلام لا کر سب سے پہلے ارتداد اختیار کرنے والے نہ بننا۔ خدا کی قسم! یہ دین اسی طرح پھیلے گا جس طرح کہ چاند اور سورج طلوع سے غروب تک پھیلتے ہیں۔ اس طرح آپؓ نے یعنی سہیل نے ایک طویل خطاب کیا۔ چنانچہ اس خطاب نے مکہ والوں کے دلوں پر اثر کیا اور رک گئے۔ حضرت عَتّاب بِن اُسَیْد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو چھپ گئے تھے وہ بھی بلائے گئے اور قریش اسلام پر ثابت قدم ہو گئے۔

(اسد الغابة جلد2 صفحه 585 سهيل بن عمروؓ۔ مطبوعه دار الكتب العلميه بيروت)

وہ لوگ جنہوں نے ارتداد اختیار کیا تھا ان کی متعدد اقسام تھیں۔ ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی سیرت پر ایک لکھنے والے لکھتے ہیں کہ ارتداد کی بھی مختلف شکلیں رہی ہیں۔ کچھ لوگوں نے تو سرے سے اسلام چھوڑ کر وَثَنِیّت اور بت پرستی اختیار کر لی۔ کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ کچھ لوگ اسلام کے معترف رہے۔ نماز بھی قائم کرتے رہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی سے رک گئے۔ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے خوش ہوئے اور جاہلی عادات و اعمال میں لگ گئے۔ کچھ لوگ حیرت و تردّد کا شکار ہوئے اور اس انتظار میں لگ گئے کہ کس کو غلبہ ملتا ہے۔ ان تمام شکلوں کی وضاحت سیرت و فقہ کے علماء نے کی ہے۔ امام خطابی کہتے ہیں کہ مرتدین دو طرح کے تھے ایک تو وہ جو دین سے مرتد ہوئے۔ ملت کو چھوڑا اور کفر کی طرف لوٹ گئے۔ اس فرقے کے دو گروہ تھے ایک گروہ ان لوگوں کا تھا جو مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی پر ایمان لائے۔ ان کی نبوت کی تصدیق کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا۔ دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جو دینِ اسلام میں مرتد ہوئے۔ شرعی احکام کا انکار کیا۔ نماز و زکوٰۃ وغیرہ جیسے امور کے تارک ہو کر جاہلی دین کی طرف لوٹ گئے اور مرتدین کی دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے نماز و زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی۔ نماز کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فرضیت اور اسے خلیفہ کو دینے کے وجوب سے انکار کیا۔ ان زکوٰۃ روکنے والوں میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو زکوٰۃ دینا چاہتے تھے لیکن ان کے سرداروں نے ان کو اس سے روک رکھا تھا۔

مرتدین کی جو مختلف تقسیمیں ہیں اس تقسیم سے قریب تر قاضی عِیاض کی تقسیم ہے لیکن انہوں نے تین قسمیں بیان کی ہیں: ایک وہ جنہوں نے بت پرستی اختیار کر لی؛ دوسرے وہ جنہوں نے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی کی پیروی کی، دونوں نبوت کے دعویدار تھے؛ تیسرے وہ جو اسلام پر قائم رہے لیکن زکوٰۃ کا انکار کیا اور اس تاویل کے شکار ہوئے کہ اس کی فرضیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تک محدود تھی۔

پھر ایک ڈاکٹر عبد الرحمٰن ہیں وہ کہتے ہیں کہ مرتدین کی چار قسمیں ہیں: ایک وہ جو بت پرستی میں لگ گئے؛ دوسرے وہ جنہوں نے جھوٹے مدعیان نبوت اسود عنسی، مسیلمہ کذاب اور سَجاح کی اتباع کی؛ اور تیسرے وہ

جنہوں نے وجوبِ زکوٰۃ کا انکار کیا؛ اور چوتھے وہ جنہوں نے وجوب زکوٰۃ کا تو انکار نہ کیا لیکن ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دینے سے انکار کیا۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 272-273 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

وہ قبائل جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان میں نمایاں مدینہ کے قریبی قبائل عَبْس اور ذُبْیَان تھے اور ان سے ملحقہ قبائل بَنُوکِنَانَہ، غَطْفَان اور فَزَارَہ تھے۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 101 علم و عرفان پبلشرز لاہور)

قبیلہ ہَوَازِن والے متردّد تھے انہوں نے بھی زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کر دیا تھا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ254 دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

مانعینِ زکوٰۃ کے حوالے سے حضرت ابو بکرؓ کا صحابہ سے مشورہ طلب کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کبار صحابہ کو جمع کر کے ان سے منکرینِ زکوٰۃ کے ساتھ جنگ کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے تھے لیکن زکوٰۃ سے انکاری تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ اور بیشتر مسلمانوں کی یہ رائے تھی کہ ہمیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے والے لوگوں سے ہرگز نہیں لڑنا چاہیے بلکہ انہیں ساتھ ملا کر مرتدین کے خلاف مصروفِ کار ہونا چاہیے۔ بعض لوگ اس رائے کے مخالف بھی تھے لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

(ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 135 مکتبہ جدید لاہور)

ایک روایت کے مطابق صحابہ نے حضرت ابو بکرؓ کو مشورہ دیا کہ مانعینِ زکوٰۃ کو ان کی حالت پر چھوڑ دیں اور ان کی تالیف قلب کریں یہاں تک کہ ایمان ان کے دلوں میں متمکن ہو جائے پھر ان سے زکوٰۃ وصول کی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو نہ مانا اور انکار کر دیا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ 308 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت ابو بکرؓ اس رائے کے حامی تھے کہ منکرینِ زکوٰۃ سے جنگ کر کے بزور ادائے زکوٰۃ پر مجبور کرنا چاہیے۔ اس امر میں ان کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بحث کرتے ہوئے پُرزور الفاظ میں فرمایا۔

واللہ! اگر منکرینِ زکوٰۃ مجھے ایک رسّی دینے سے بھی انکار کریں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جنگ کروں گا۔

(ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 135، 136 مکتبہ جدید لاہور)

بخاری کی ایک روایت میں اس امر کی تفصیل یوں بیان ہے۔ ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے کہا کہ آپ لوگوں سے کیسے لڑیں گے جبکہ رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَهَا فَقَدْ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ إِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ۔ مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑائی کروں یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الّا اللہ کا اقرار کریں اور جس نے اس کا اقرار کر لیا اس نے مجھ سے اپنا مال اور اپنی جان بچالی سوائے کسی حق کی بنا پر اور اس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: بخدا! مَیں ضرور قتال کروں گا اس سے جس نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ بخدا! اگر انہوں نے بکری کا بچہ

بھی مجھے نہ دیا جو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کیا کرتے تھے تو میں اس کو روکنے پر ان سے قتال کروں گا۔ حضرت عمرؓ نے کہا پس اللہ کی قسم! یہ نہ ہوا مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کا سینہ کھول دیا۔ میں جان گیا کہ یہی حق ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الزکوٰۃ باب وجوب الزکوٰۃحدیث نمبر1399،1400)

یعنی حضرت عمرؓ کو بعد میں تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت ابو بکرؓ صحیح فرما رہے تھے۔

حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے حدیث عَصَمَ مِنِّیْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ کی تشریح بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ”اِلَّا بِحَقِّ الْاِسْلَامِ کا جملہ نفس مضمون پر اَور زیادہ روشنی ڈالتا ہے۔ ایک مسلمان شخص لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کا اقرار کرتے ہوئے اگر اسلامی حقوق کی نگہداشت نہیں رکھتا تو وہ بھی قابل مؤاخذہ ہے۔ صرف ایمان لا کر وہ سزا سے نہیں بچ سکتا۔ بِحَقِّ الْاِسْلَامِ کے دو طرح معنے کئے جاسکتے ہیں۔ ایک یہ کہ جہاں اسلامی حقوق کا تعلق ہو ”حق“ مصدر ہے جو جمع کا مفہوم بھی دیتا ہے دوسرے یہ معنی ہیں جہاں اسلام ان مالوں اور جانوں کے لینے کو ضروری قرار دیتا ہو۔ حَقَّ الْاَمْرَ أَثْبَتَهٗ وَاَوْجَبَهٗ .....یعنی اس کو ضروری قرار دیا۔ یہ متعدی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔“ (صحیح بخاری کتاب الایمان جلد 1 صفحہ 65)

”افرادِ امت کی سلامتی کا دارومدار حقوق کی ادائیگی ہی پر ہے۔ جس طرح ٹیکس کی عدم ادائیگی بغاوت اور مستوجب سزا ہے۔ اسی طرح زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بھی۔ حضرت عمرؓ نے پہلے حضرت ابو بکرؓ سے اتفاق نہیں کیا مگر جب اِلَّا بِحَقِّهٖ کے الفاظ سے ان کا استدلال سنا تو ان کی رائے تسلیم کی۔ اس واقعہ سے ظاہر ہے کہ صرف زبان سے لا الٰہ الّا اللہ کہہ دینا عمل صالح نہ ہونے کی حالت میں قطعاً کوئی حقیقت نہیں رکھتا..... اس باب کا عنوان یہ آیت ہے فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ (التوبۃ:5)۔

اس سورت میں مذکورہ بالا آیت کا مضمون دہراتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ (التوبۃ:11)۔ یعنی اگر توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ دین میں تمہارے بھائی ہیں ان سے تعارض نہ کیا جائے۔ ان الفاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات ترک کرنے والا مسلمان نہیں۔ اسلام کے پانچوں ارکان کی پابندی فرض ہے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اِلَّا بِحَقِّهٖ فرما کر انفاق فی سبیل اللہ کو معاشرہ کے کمزور طبقے کا حق قرار دیا ہے۔ یعنی ذی استطاعت لوگوں کا فرض ہے کہ احکامِ اسلامی کی پابندی کریں اور جو مالی حق ان پر عائد کیا گیا ہے وہ ادا کریں۔

اس صورت میں ان کے حقوق بھی محفوظ رہیں گے۔ اِلَّا بِحَقِّهٖ کے الفاظ سے حضرت ابو بکرؓ کا استدلال عمیق اور وسیع نظر پر دلالت کرتا ہے..... حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بغاوت ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والا معاشرۂ اسلامیہ کا فرد نہیں رہتا اور یہ کہ اس کی اس بغاوت پر اس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔

بیشک اسلام نے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ: 257)۔ (دین میں کوئی جبر نہیں) کے ارشاد سے دین کے بارے میں آزادی دی ہے مگر جو فرد بظاہر اسلام کا دعویدار ہے اور اسلامی سوسائٹی میں شامل ہو کر اس کی پناہ میں ہے اور اس کی برکات سے مستفید اور اپنے اجتماعی حقوق سے پورے طور پر متمتع ہے مگر جو فرائض اور واجبات اسلام نے بحیثیت

اسلامی معاشرہ کے فرد ہونے کی حیثیت سے اس پر عائد کیے ہیں ان کو وہ ادا نہیں کرتا ایسا فرد اجتماعی حفاظت اور پناہ کا حق نہیں رکھتا۔ دنیا میں کوئی حکومت بھی قانون شکن اور باغی افراد کو برداشت نہیں کرتی۔ اسلامی نظامِ زکوٰۃ وصدقات کا تعلق دراصل معاشرہ سے ہے نہ کسی ایک فرد سے۔ اور اس کے نتائج اور اثرات کا تعلق بھی معاشرہ ہی سے ہے فرد سے نہیں۔"
(صحیح بخاری کتاب الزکوۃ مترجم جلد 3 صفحہ 14، 15)

ایک روایت کے مطابق اس موقع پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کے ساتھ تالیفِ قلب اور نرمی کا سلوک کریں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ جاہلیت میں تو تم بڑے بہادر تھے اور اسلام میں اب اس طرح بزدلی کا مظاہرہ کر رہے ہو۔

(ماخوذ ازمشکوٰۃ المصابیح جلد 2 کتاب الفضائل و شمائل حدیث 6024 صفحہ 492 مکتبہ دارالارقم)

بہر حال مانعین زکوٰۃ کے رویے سے ان کے ساتھ جنگ اور اس کے اپنوں اور غیروں پر کیا نتائج ظاہر ہوئے اس بارے میں ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

آج پھر مَیں دنیا کے جو موجودہ حالات ہیں، اس بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ دونوں طرف کی حکومتوں کو عقل دے، سمجھ دے اور انسانیت کا خون کرنے سے یہ لوگ باز آجائیں۔ ساتھ ہی یہ جنگ جو ہے اس سے ہمیں، مسلمانوں کو بھی سبق لینا چاہیے کہ کس طرح یہ لوگ ایک ہو گئے ہیں لیکن مسلمان باوجود ایک کلمہ پڑھنے کے کبھی ایک نہیں ہوتے۔ ایک ملک تباہ کیا، عراق تباہ کروایا، سیریا تباہ کروایا، یمن کی تباہی ہو رہی ہے اور غیروں سے کرواتے ہیں اور خود بھی کر رہے ہیں بجائے اس کے کہ ایک ہوں۔

کم از کم یہ اکائی کا سبق ہی یہ مسلمان ان لوگوں سے سیکھ لیں۔ اللہ تعالیٰ مسلم قوم پر بھی رحم کرے۔ مسلمانوں پر بھی رحم کرے۔ امّتِ مسلمہ پر رحم کرے اور یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب یہ لوگ زمانے کے امام کو ماننے والے بھی ہوں جو اسی مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں بھیجا ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل اور سمجھ دے اور ساتھ ہی جہاں یہ اپنی حالتیں درست کرنے والے ہوں وہاں دنیا کے لیے دعا بھی کریں اور اپنے وسائل اور ذرائع استعمال کر کے دنیا کو جنگوں سے روکنے والے بھی ہوں نہ کہ خود جنگوں میں شامل ہونے والے۔

نماز کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو سیدہ قیصرہ ظفر ہاشمی صاحبہ کا ہے جو ظفر اقبال ہاشمی صاحب لاہور کی اہلیہ تھیں گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت سید محمد علی بخاری صاحبؓ کی پوتی تھیں۔ سید نذیر احمد بخاری صاحب کے گھر پیدا ہوئیں۔ شادی کے بعد یہ مختلف جگہوں پر رہیں۔ 1961ء میں ان کی شادی ہوئی تھی اس کے بعد 1981ء میں علامہ اقبال ٹاؤن لاہور شفٹ ہو گئیں۔ وہاں لجنہ کی خدمت کی توفیق ملی اور صدر کے طور پر بھی اور سیکرٹری کے طور پر بھی خدمات انجام دیتی رہیں۔

صوم و صلوٰۃ کی پابند تھیں۔ دعا گو، ہمدرد، مہمان نواز، صابرہ و شاکرہ، بڑی نیک اور مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے بے انتہا محبت اور اطاعت کا تعلق تھا۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی۔ چندہ سال کے شروع میں

ہی ادا کر دیا کرتی تھیں۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔

پسماندگان میں میاں کے علاوہ پانچ بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ایک بیٹے محمود اقبال ہاشمی صاحب اسیر راہ مولیٰ ہیں جو آجکل کیمپ جیل لاہور میں ہیں۔ ان کو جیل سے نکلنے کی تو اجازت نہیں ملی لیکن بہر حال انتظامیہ نے یہ نرمی کا سلوک کیا کہ والدہ کی میت کو جیل لے جا کر انہیں والدہ کا آخری دیدار کروا دیا۔ احمدیوں کے خلاف اسلامی شعائر کے استعمال کے الزام میں اتنی بڑی سزائیں دی جاتی ہیں کہ جنازہ پڑھنے کے لیے بھی جیل سے نہیں نکالا گیا جبکہ بڑے بڑے قاتلوں کو نکلنے کی اجازت مل جاتی ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ اس ملک کی حکومتوں پر بھی رحم کرے۔ محمود اقبال صاحب اور ان کے تین ساتھیوں کے خلاف جون 2019ء میں مقدمہ درج ہوا تھا۔ ان کی ضمانت بھی ہو گئی تھی لیکن پھر اگست 2021ء میں ضمانت مسترد ہو گئی اور ان کو عدالت میں ہی دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی رہائی کے بھی جلد سامان فرمائے۔ مرحومہ کے ایک پوتے ہاشم اقبال ہاشمی صاحب یہاں یوکے میں مربی سلسلہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی اپنی دادی کی نیکیوں پر عمل کرنے کی توفیق دے، ان کی اولاد کو بھی عمل کرنے کی توفیق دے۔ مرحومہ سے مغفرت کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01/اپریل2022ء جلد29 شمارہ26 صفحہ 05تا10)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 / مارچ 2022ء بمطابق 18 / امان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالاتِ زندگی کے ذکر میں مانعینِ زکوٰۃ کے متعلق آپؓ کے خیالات اور ان کے ساتھ سلوک کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں مزید تاریخ طبری میں یوں بیان ہوا ہے۔ اسد اور غَطفان اور طَیء قبائل طُلَیحہ بن خُوَیلد جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اس کے ہاتھ پر اکٹھے ہو گئے سوائے چند خاص لوگوں کے۔ قبیلہ اسد کے لوگ سَمِیْرَاء کے مقام پر جمع ہوئے۔ سَمِیْرَاء جو ہے یہ قومِ عاد کے ایک شخص کے نام پر اس مقام کا نام رکھا گیا ہے اور یہ مکہ کے راستے پر ایک قوم ہے۔ اس علاقے کے ارد گرد سیاہ رنگ کے پہاڑ ہیں جن کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا ہے۔ فَزَارَہ اور غَطْفَان کے لوگ اپنے حلیفوں کے ساتھ طِیْبَہ کے جنوب میں جمع ہوئے۔ طَیّئ اپنے علاقے کی سرحد پر جمع ہوئے۔ ثَعْلَبَہ بن سعد اور مُرَّہ اور عَبْس میں سے ان کے حمایتی رَبَذَہ کے مقام اَبْرَق میں جمع ہوئے۔

رَبَذَہ بھی تین دن کی مسافت پر مدینہ کی وادیوں میں سے ایک وادی ہے۔ اَبْرَقُ الرَّبَذَۃ قبیلہ بنو ذُبیان کی جگہوں میں سے تھی۔ بنو کِنَانہ کے کچھ لوگ بھی ان سے آملے مگر وہ علاقے ان کے متحمل نہ ہو سکے اس لیے ان لوگوں کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ ایک جماعت اَبْرَق میں مقیم رہی اور دوسری ذُوالقَصَّہ چلی گئی۔ ذُوالقَصَّہ بھی مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ طُلَیحَہ نے حِبَال کو ان کی مدد کے لیے بھیجا۔ حِبَال طُلَیحہ کے بھائی کا بیٹا تھا۔ بہر حال اس طرح حِبَال ذُوالقَصَّہ والوں کا سردار بن گیا جہاں اَسَد اور لَیْث، دِیْل اور مُدْلِجْ قبائل میں سے ان کے حمایتی بھی تھے۔ عَوف بن فُلان بن سِنَان، اَبْرَق مقام میں موجود مُرَّہ قبیلہ کا سردار مقرر ہوا اور ثَعْلَبَہ اور عَبْس قبائل پر حَارِث بن فُلان سردار مقرر ہوا جو بَنُوسُبَیْع میں سے تھا۔

ان قبائل نے اپنے وفد بھیجے جو مدینہ آئے۔ یہ سب جمع ہوئے اس کے بعد ہر ایک قبیلے نے اپنا اپنا ایک وفد بنا کے بھیجا۔ وہ لوگ جو آئے تھے وہ عمائدین مدینہ کے ہاں فروکش ہوئے، وہاں ٹھہرے۔ حضرت عباسؓ کے علاوہ سب نے ان کو اپنے ہاں مہمان بنایا اور ان کو ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس شرط پر لے کر آئے کہ وہ نماز پڑھتے رہیں گے مگر زکوٰۃ نہ دیں گے۔ اللہ نے ابو بکرؓ کو حق پر راسخ کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اگر یہ اونٹ باندھنے

کی رسی بھی نہ دیں گے تو میں ان سے جہاد کروں گا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 254-255 سنة 11 هجری، مکتبة دارالکتب العلمیة بیروت 2012ء)(السیرة النبویة لابن هشام صفحہ434 حاشیہ، دار الکتب العلمیة 2001ء) (معجم البلدان جلد3صفحہ67،290 جلد اول صفحہ 89 دار الکتب العلمیة بیروت)(فرہنگ سیرت صفحہ 236زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)

حضرت ابو بکرؓ کا موقف دیکھ کر جب مانعینِ زکوٰۃ کے وفود مدینہ سے واپس جانے **لگے تو اس وقت ان لوگوں کی کیا کیفیت تھی، اس** کا ذکر کرتے ہوئے ایک سیرت نگار لکھتے ہیں کہ ان وفود نے جب آپؓ کا عزم دیکھا تو مدینہ سے واپس ہو گئے لیکن مدینہ سے جاتے وقت دو باتیں ان کے ذہن میں تھیں۔ نمبر ایک یہ کہ منع زکوٰۃ کے سلسلہ میں کوئی گفتگو کارگر نہیں۔ اس سلسلہ میں اسلام کا حکم واضح ہے اور خلیفہ کی اپنی رائے اور عزم سے پیچھے ہٹنے کی کوئی امید نہیں۔ خاص کر جب کہ مسلمان دلیل کے واضح ہونے کے بعد آپؓ کی رائے سے متفق ہو چکے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی تائید کے لیے کمربستہ ہیں۔ نمبر دو بزعمِ خویش مسلمانوں کی کمزوری اور قلتِ تعداد کو غنیمت جانتے ہوئے مدینہ پر ایسا زور دار حملہ کیا جائے جس سے اسلامی حکومت گر جائے اور اس دین کا خاتمہ ہو جائے۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 278 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

یہ ان کا اپنا زعم تھا کہ اس طرح ہم قبضہ کر لیں گے۔ بہر حال ان لوگوں نے واپس جا کر اپنے قبائل سے کہا کہ اس وقت مدینہ میں بہت کم آدمی ہیں اور انہیں حملہ کرنے کی ترغیب دلائی جبکہ دوسری طرف حضرت ابو بکرؓ بھی غافل نہ تھے۔ انہوں نے اس وفد کے جانے کے بعد مدینہ کے تمام ناکوں پر باقاعدہ پہرے متعین کر دیے۔ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اس کام پر مقرر کیے گئے۔ ایک روایت میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا نام بھی آتا ہے کہ یہ بھی ناکے پر پہرے کے لیے متعین کیے گئے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ نے تمام اہل مدینہ کو حکم دیا کہ وہ مسجد میں جمع ہوں اور پھر ان سے فرمایا کہ تمام سرزمین کافر ہو گئی ہے اور ان لوگوں کے وفود تمہاری قلتِ تعداد کو دیکھ گئے ہیں اور تم لوگ نہیں جانتے کہ وہ دن کے وقت یا رات میں تم پر حملہ آور ہوں گے۔ ان لوگوں کی سب سے قریب جماعت یہاں سے صرف ایک برید کے فاصلے پر ہے۔ برید بارہ میل کے برابر ہوتا ہے کہ بارہ میل کے فاصلے پر ہے اور کچھ لوگ خواہش رکھتے تھے کہ ہم ان کی شرائط قبول کر لیں اور ان سے مصالحت کر لیں مگر ہم نے ان کی بات نہ مانی اور ان کی شرائط مسترد کر دیں۔ لہٰذا اب مقابلے کے لیے بالکل تیار ہو جاؤ۔ حضرت ابو بکرؓ کا اندازہ بالکل درست نکلا اور منکرینِ زکوٰۃ کے وفد کے مدینہ سے واپس جانے کے بعد صرف تین راتیں گزری تھیں کہ ان لوگوں نے رات ہوتے ہی مدینہ پر حملہ کر دیا۔ اپنے ساتھیوں میں سے ایک جماعت کو وہ ذُوحِسْی چھوڑ آئے تا کہ وہ بوقتِ ضرورت کمک کا کام دیں۔ ذُوحِسْی بنو فَزارَہ کے پانیوں میں سے ایک ہے اور یہ رَبَذَہ اور نَخْل کے درمیان ہے۔ بہر حال یہ حملہ کرنے والے رات کے وقت مدینہ کے ناکوں پر پہنچے۔ وہاں پہلے سے جنگجو متعین تھے۔ ان کے عقب میں کچھ اَور لوگ تھے جو بلندی پر چڑھ رہے تھے۔ پہرے داروں نے ان لوگوں کو دشمن کی یورش سے آگاہ کیا اور حضرت ابو بکرؓ کو دشمن کی پیش قدمی کی اطلاع دینے کے لیے آدمی دوڑائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ پیغام بھجوایا کہ سب اپنی اپنی جگہ پر جمے

رہیں جس پر تمام فوج نے ایسا کیا۔ پھر **حضرت ابو بکرؓ مسجد میں موجود مسلمانوں کو لے کر اونٹوں پر سوار ہو کر ان کی طرف روانہ ہوئے اور دشمن پسپا ہو گیا۔** مسلمانوں نے اپنے اونٹوں پر ان کا تعاقب کیا یہاں تک کہ وہ ذُوحِسْی جا پہنچے۔ حملہ آوروں کی کمک والا گروہ چمڑے کے مشکیزوں میں ہوا بھر کر اور ان میں رسیاں باندھ کر مسلمانوں کے مقابلے کے لیے نکلا اور انہوں نے ان مشکیزوں کو اپنے پیروں سے ضرب لگا کر اونٹوں کے سامنے لڑھکا دیا اور چونکہ اونٹ اس سے سب سے زیادہ بِدکتا ہے کہ مشکیزے، لڑھکتی ہوئی چیز آ رہی ہے اس لیے مسلمانوں کے تمام اونٹ ان سے اس طرح بدک کر بھاگے کہ وہ مسلمانوں سے جو اُن پر سوار تھے کسی طرح بھی سنبھل نہ سکے یہاں تک کہ وہ مدینہ پہنچ گئے۔ البتہ اس سے مسلمانوں کا کوئی نقصان نہ ہوا اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز آئی۔

مسلمانوں کی اس بظاہر پسپائی سے دشمنوں کو یہ گمان ہوا کہ مسلمان کمزور ہیں ان میں مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ اس خام خیالی میں انہوں نے اپنے ان ساتھیوں کو جو ذُوالقَصَّہ میں فروکش تھے اس واقعہ کی اطلاع دی وہ اس خبر پر بھروسہ کر کے اس جماعت کے پاس آ گئے مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا کہ اللہ نے ان کے متعلق کچھ اَور ہی فیصلہ کیا ہے جس کو وہ بہرحال نافذ کر کے چھوڑے گا۔ رات بھر حضرت ابو بکرؓ اپنی فوج کی تیاری میں مصروف رہے اور سب کو تیار کر کے رات کے پچھلے پہر پوری فوج کو ترتیب دے کر پیدل روانہ ہوئے۔ نعمان بن مُقَرِّن میمنہ پر، عبداللہ بن مُقَرِّن میسرہ پر اور سُوَید بن مُقَرِّن فوج کے پچھلے حصہ پر نگران تھے۔ ان کے ساتھ کچھ سوار بھی تھے۔ ابھی فجر طلوع نہیں ہوئی تھی کہ مسلمان اور منکرینِ زکوٰۃ ایک ہی میدان میں تھے۔ مسلمانوں کی کوئی آہٹ اور بھنک بھی نہ ان کو مل سکی کہ مسلمانوں نے ان کو تلوار کے گھاٹ اتارنا شروع کر دیا۔ پھر رات کے پچھلے پہر میں لڑائی ہوئی۔ آفتاب کی کرن نے ابھی مطلعِ افق کو اپنے جلوے سے منور نہیں کیا تھا کہ منکرین نے شکست کھا کر راہِ فرار اختیار کی۔ پھر لکھا ہے کہ مسلمانوں نے ان کے تمام جانوروں پر قبضہ کر لیا۔ اس واقعہ میں حِبَال مارا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان لوگوں کا تعاقب کیا یہاں تک کہ ذُوالقَصَّہ پہنچ کر ٹھہرے۔ یہ پہلی فتح تھی جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے نُعمان بن مُقَرِّن کو کچھ لوگوں کے ساتھ وہیں متعین کر دیا اور خود مدینہ واپس تشریف لے آئے۔ یہ تاریخ طبری کا حوالہ ہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 255-256 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (البدایہ و النہایہ جلد 3 جزء 6 صفحہ 308 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 2001ء) (المنجد زیر مادہ "برد") (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 297 "الحساء")

اس جنگ کو غزوۂ بدر سے مشابہت دیتے ہوئے ایک مصنف لکھتے ہیں کہ اس موقع پر ابو بکرؓ نے ایمان و یقین، عزم و ثبات اور حزم و احتیاط کا جو مظاہرہ کیا اس سے مسلمانوں کے دل میں عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی یاد تازہ ہو گئی۔ ابو بکرؓ کے عہد کی یہ پہلی لڑائی بڑی حد تک جنگ بدر سے مشابہ ہے۔ جنگِ بدر کے روز مسلمان صرف تین سو تیرہ کی قلیل تعداد میں تھے جبکہ مشرکین مکہ کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی۔ حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ مخالفین سے جنگ کا جو یہ واقعہ پیش آیا اس موقع پر بھی مسلمانوں کی تعداد بہت قلیل تھی اس کے بالمقابل عَبْس، ذُبیان اور غَطفان کے قبائل بھاری جمعیت کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے تھے۔ بدر کے موقع پر انہیں اللہ نے مشرکین پر فتح عطا فرمائی۔ اس موقع پر ابو بکرؓ اور آپؓ کے ساتھیوں نے ایمان کامل کا

ثبوت دیا اور دشمن پر فتح حاصل کی۔ جس طرح جنگِ بدر دُور رَس نتائج کی حامل تھی اسی طرح اس جنگ میں بھی مسلمانوں کی فتح نے اسلام کے مستقبل پر گہرا اثر ڈالا۔

(حضرت ابو بکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم اردو شیخ محمد احمد پانی پتی صاحب صفحہ 150-151 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

بَنوذُبیان اور بنوعَبْس نے اس شکست کی وجہ سے غیض وغضب میں آکر اپنے ہاں موجود مسلمانوں پر اچانک حملہ کر کے ان کو نہایت بے دردی سے طرح طرح کے عذاب دے کر شہید کر ڈالا۔ انہوں نے یہ بدلہ لیا کہ جو نہتے مسلمان ان کے علاقوں میں رہتے تھے ان کو مار دیا، شہید کر دیا اور ان کی تقلید میں دوسرے قبائل نے بھی ایسا ہی کیا۔ ان مظالم کی اطلاع پر حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ مشرکین کو خوب اچھی طرح قتل کریں گے اور ہر قبیلے میں سے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا انہیں اس کے بدلہ میں قتل کریں گے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 256 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

حضرت ابو بکرؓ کی قیادت و راہنمائی میں منکرینِ زکوٰۃ کے حملوں کا سدباب ہوتے ہی دیگر کمزور اور متذبذب قبائل یکے بعد دیگرے اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ کی طرف آنے لگے۔ جب کمزور قبائل نے دیکھا کہ جو طاقتور قبائل ہیں ان کا یہ حال ہو گیا ہے تو جنہوں نے زکوٰۃ روکی ہوئی تھی وہ زکوٰۃ لے کر مدینہ آنے لگے۔ کوئی قبیلہ رات کے پہلے حصہ میں زکوٰۃ لے کر آنے لگا اور کوئی رات کے درمیانی حصہ میں اور کوئی رات کے آخری حصہ میں۔ جب یہ لوگ مدینہ میں نمودار ہوتے تو ہر جمعیت کے نمودار ہونے کے موقع پر لوگ کہتے کہ یہ ڈرانے والے معلوم ہوتے ہیں یعنی کوئی بری خبر لانے والے، مگر حضرت ابو بکرؓ نے ہر موقع پر یہ کہا کہ یہ خوشخبری دینے والے ہیں۔ حمایت کے لیے آئے ہیں نقصان کے لیے نہیں۔ چنانچہ جب باقاعدہ طور پر یہ معلوم ہوا کہ یہ جماعتیں حمایتِ اسلام کے لیے آئی ہیں اور زکوٰۃ کے اموال لے کر آنے والی جماعتیں ہیں تو مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا آپؓ بڑے مبارک آدمی ہیں آپ ہمیشہ سے بشارت دیتے چلے آئے ہیں۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 256 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے یہ بھی فرمایا کہ بُری خبر اور بُرے ارادے سے آنے والے تیز تیز چلتے ہیں جبکہ خوشخبری لانے والے قافلے آرام اور اطمینان سے چلتے ہیں۔ میں ان کی رفتار سے اندازہ کر لیتا تھا۔

(المسیرۃ الاسلامیہ از منیر محمد غضبان صفحہ 50 مطبوعہ دارالاسلام 2015ء)

منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف کامیابی کے بعد زکوٰۃ کی وصولیوں کے متعلق تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں اس قدر صدقات مدینہ میں موصول ہوئے جو مسلمانوں کی ضرورت سے بچ گئے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

انہی فتوحات اور بشارتوں کے دوران حضرت اسامہؓ کا لشکر بھی کامیابی و کامرانی کے ساتھ مدینہ واپس لوٹ آیا۔ حضرت اسامہؓ کے واپس آنے کے بعد ابو بکرؓ نے ان کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے سِنَان ضَمْرِی کو اپنا نائب مقرر کیا اور ان سے اور ان کی فوج سے کہا کہ سردست تم بھی آرام کر لو اور اپنی سواری کے جانوروں کو بھی دم لینے دو اور خود ابو بکرؓ لوگوں کے ساتھ سوار ہو کر ذُوالقَصَّہ روانہ ہوئے

مگر مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کی کہ اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپؓ سے خدا کا واسطہ دے کر درخواست کرتے ہیں کہ آپؓ خود اس مہم پر نہ جائیں کیونکہ خدانخواستہ اگر آپؓ کو کوئی ضرر پہنچ گیا تو سارا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ آپؓ کسی اَور کو اس کام کے لیے بھیج دیں تاکہ اگر اس کو کوئی معاملہ پیش آجائے تو آپؓ کسی دوسرے کو اس کی جگہ مقرر کر سکیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا اور میں آپ لوگوں کی غمخواری اپنی جان سے کروں گا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 253، 256 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 282 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

پھر اہلِ رَبَذَہ پر حملے کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ سب انتظام کر کے ذُوحِسْی اور ذُوالقَصَّہ چلے گئے۔ ذُوالقَصَّہ مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ نعمانؓ، عبداللہؓ اور سُوَیدؓ اپنی اپنی جگہ تھے یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے اَبْرَق کے مقام پر اہلِ رَبَذَہ کو جالیا۔ شدید جنگ ہوئی۔ بالآخر اللہ نے حارث اور عوف کو شکست دی جو مُرَّۃ، ثَعلبہ اور عَبْس قبائل کے سردار تھے اور حُطَیْئَہ زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے چند روز اَبْرَق میں قیام کیا اور آپؓ نے اَبْرَق کی سرزمین کو مسلمانوں کے گھوڑوں کی چراگاہ بنا دیا۔ اس جنگ میں شکست کھا کر بَنُوعَبْس اور بنوذُبیان طُلَیحہ سے جاملے جو سَمِیرَاء سے چل کر اس وقت بُزَاخَہ پر پہنچ کر ٹھہرا ہوا تھا۔ بُزَاخَہ بھی بنو اسد کے چشمہ کا نام ہے یہاں طُلَیحہ اَسَدِی کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں عظیم معرکہ ہوا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 256 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 236 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)(معجم البلدان جلد1 صفحہ484-485 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر ایک مصنف شکست خوردہ قبائل کی روش کے متعلق لکھتا ہے کہ عَبْس، ذُبیان، غَطفان، بَنِی بَکر اور مدینہ کے قریب بسنے والے دوسرے باغی قبائل کے لیے مناسب تھا کہ وہ اپنی ہٹ دھرمی اور بغاوت سے باز آجاتے۔ حضرت ابو بکرؓ کی کامل اطاعت اور ارکانِ اسلام کی بجاآوری کا اقرار کرتے اور مسلمانوں سے مل کر مرتدین کے خلاف نبرد آزما ہو جاتے۔ عقل کا تقاضا بھی یہی تھا اور واقعات بھی اسی کی تائید کرتے تھے۔ ابو بکرؓ کے ذریعہ سے ان کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ روم کی سرحدوں پر حصولِ کامیابی کے باعث اہلِ مدینہ کا رعب قائم ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کی قوت و طاقت بڑھ چکی تھی اور اب وہ اس کمزوری کے عالم میں نہ تھے جو جنگِ بدر اور ابتدائی غزوات کے ایام میں ان پر طاری تھی۔ اب مکہ بھی ان کے ساتھ تھا اور طائف بھی اور ان دونوں شہروں کی سیادت سارے عرب پر مُسَلَّم تھی۔ پھر خود ان قبائل کے درمیان ایسے مسلمان کثرت سے موجود تھے جنہیں باغی کسی صورت ساتھ نہ ملا سکے تھے اور اس طرح ان کی پوزیشن بے حد کمزور ہو گئی تھی۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں کی دشمنی نے ان کی آنکھیں اندھی کر دی تھیں اور سود و زیاں کا احساس دلوں سے جاتا رہا تھا۔ انہوں نے اپنے وطنوں کو چھوڑ دیا اور قبیلہ بنی اسد کے نبوت کے جھوٹے دعویدار طُلَیحہ بن خُوَیلد سے جاملے۔ جو مسلمان اُن کے درمیان موجود تھے وہ انہیں ان کے ارادوں سے باز نہ رکھ سکے۔ ان لوگوں کے پہنچ جانے سے طُلَیحہ اور مُسَیلمہ کی قوت و طاقت

میں اضافہ ہو گیا اور یمن میں بغاوت کے شعلے زور و شور سے بھڑکنے لگے۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے از عبد اللہ مدنی صفحہ 173-174 مشتاق بک کارنر لاہور)

بہر حال یہ ہمیشہ یاد رہنا چاہیے کہ ان لوگوں نے بغاوت کی تھی اور جنگ کی تھی۔ صرف کسی دعوے پر یا کسی کے دعوے پر یہ جنگ نہیں ہوئی تھی۔ بغاوت کا بدلہ لیا جا رہا تھا اور جو جنگ تھی اس کا جواب جنگ سے دیا جا رہا تھا۔ منکرین زکوٰۃ پر فتح پانے اور حضرت ابو بکرؓ کی شجاعت اور عزم کا ذکر کرتے ہوئے عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں۔ ان کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہم اس مقام پر کھڑے تھے کہ اگر اللہ ابو بکر صدیقؓ کے ذریعہ سے ہماری مدد نہ فرماتا تو ہلاکت یقینی تھی۔ ہم سب مسلمانوں کا اتفاق کامل سے یہ خیال تھا کہ ہم زکوٰۃ کے اونٹوں کی خاطر دوسروں سے جنگ نہیں کریں گے اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہو جائیں گے یہاں تک کہ ہمیں مکمل غلبہ حاصل ہو جائے لیکن ابو بکر صدیقؓ نے منکرینِ زکوٰۃ سے لڑنے کا عزم کر لیا۔ انہوں نے منکرین کے سامنے صرف دو باتیں پیش کیں، تیسری نہیں۔ پہلی یہ کہ وہ اپنے لیے ذلت و خواری قبول کر لیں اور اگر یہ منظور نہیں تو جلا وطنی یا جنگ کے لیے تیار ہو جائیں۔ اپنے لیے ذلّت و خواری قبول کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اقرار کریں کہ ان کے مقتول دوزخی اور ہمارے جنتی ہیں وہ ہمیں ہمارے مقتولوں کا خون بہا ادا کریں۔ ہم نے جو مالِ غنیمت ان سے وصول کیا اس کی واپسی کا مطالبہ نہ کریں لیکن جو مال انہوں نے ہم سے لیا ہے وہ ہمیں واپس کر دیں۔ اور جلا وطنی کی سزا بھگتنے کا مطلب یہ ہے کہ شکست کھانے کے بعد اپنے علاقوں سے نکل جائیں اور دور دراز مقامات میں جا کر زندگی بسر کریں۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 118 شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائلِ عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔“ اس کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ ”ابو قُحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو مَیں وہ رسی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔“ آپؓ نے ساتھیوں کو کہا ”اگر تم اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو بے شک نہ دو۔ میں اکیلا ہی ان سے مقابلہ کروں گا۔“ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

”کس قدر اتباعِ رسول ہے کہ نہایت خطرناک حالات میں باوجود اس کے کہ اکابر صحابہ لڑائی کے خلاف مشورہ دیتے ہیں پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے حکم کو پورا کرنے کے لئے وہ ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔“ (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 108-109)

پھر حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اَور جگہ لکھا ہے، بیان فرمایا ہے کہ ”حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب فتنۂ ارتداد پھیل گیا اور صرف گاؤں میں نماز باجماعت رہ گئی اور لشکر بھی شام کو بھیج دیا گیا تو بھی آپؓ نے زکوٰۃ دینے والوں کے نام ارشاد بھیجا کہ رسول اللہؐ کے زمانے میں اگر کوئی رسہ دیتا تھا اور اب نہیں دیتا تو میں تلوار کے زور سے لوں گا۔ حضرت عمرؓ ایسے جری و بہادر نے بھی رائے دی کہ اس وقت مصلحتِ وقت نہیں کہ زکوٰۃ پر زور دیا جائے مگر آپؓ نے ان کی ایک نہ مانی۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ زکوٰۃ کس قدر ضروری ہے۔“

(مدارجِ تقویٰ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 382-383)

یہ بات جو حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمائی ہے یہ اپنی ایک تقریر کے دوران بیان فرمائی تھی جس میں تقویٰ کے مدارج بیان کیے تھے۔ اس میں بیان فرما رہے تھے کہ تقویٰ کے کون سے مدارج ہیں، زکوٰۃ کی کتنی اہمیت ہے اور تقویٰ پر چلنے والوں کے لیے یہ ضروری ہے اور آپؓ نے وہاں یہ بھی فرمایا تھا کہ:

احمدیوں کو بھی اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ زکوٰۃ کتنی ضروری ہے اور اس کا باقاعدہ اہتمام کرنا چاہیے۔

(ماخوذ از مدارجِ تقویٰ، انوار العلوم جلد 1 صفحہ 383)

پھر ایک جگہ زکوٰۃ کے مسئلے کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”ایک بہت اہم مسئلہ زکوٰۃ کا ہے لیکن لوگوں نے اس کو سمجھا نہیں۔ خدا تعالیٰ نے نماز کے بعد اس کا حکم دیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میں زکوٰۃ نہ دینے والوں سے وہی سلوک کروں گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار سے کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کے مرد غلام بنالوں گا اور ان کی عورتیں لونڈیاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایسا ابتلا آیا تھا کہ عرب کے تین شہروں مکہ، مدینہ اور ایک اَور شہر کے علاوہ سب علاقہ عرب کا مرتد ہو گیا..... حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ اچھا جو لوگ زکوٰۃ کے منکر ہیں ان سے صلح کر لیں۔ پہلے دوسرے مرتدین سے جنگ ہو جائے تو رفتہ رفتہ ان کی بھی اصلاح ہو جائے گی۔ اول ضرورت یہی ہے کہ جھوٹے مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کیا جائے کیونکہ ان کا فتنہ سخت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر لوگ بکری کا بچہ یا اونٹ کے گھٹنہ باندھنے کی رسی کے برابر بھی زکوٰۃ کے مال میں سے ادا نہ کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ادا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا اور اگر تم لوگ مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور جنگل کے درندے بھی مرتدین کے ساتھ مل کر حملہ کریں گے تو میں ان سے اکیلا لڑوں گا۔“

(برکات خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 222-223)

یہ بھی خلافت کی برکات میں سے ہے کہ شریعت کو قائم کرنے کے لیے کوشش کرنی چاہیے اور خلیفۂ وقت پوری کوشش کرتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک اَور جگہ بیان فرماتے ہیں۔ ایک اَور اعتراض لوگ کرتے ہیں مگر خدا تعالیٰ نے اس کا جواب بھی تیرہ سو سال سے پہلے ہی دے دیا ہے۔ اعتراض کرنے والے لوگ کہتے ہیں کہ شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (اٰل عمران :160) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے خلافت کہاں سے نکل آئی؟ خلافت کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے۔ لیکن یہ لوگ یاد رکھیں کہ حضرت ابو بکرؓ پر جب زکوٰۃ کے متعلق اعتراض ہوا تو وہ بھی اسی رنگ کا تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (التوبۃ: 103) تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے۔ ہاں یہ تو حکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوا ہے۔ اب وہ رہے نہیں اور کسی کو حق نہیں کہ وہ صدقات وصول کرے۔ جسے لینے کا حکم

تھا وہ فوت ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہی جواب دیا کہ اب میں مخاطب ہوں۔ یعنی حضرت ابو بکرؓ اب مخاطب ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، شریعت تو قائم ہے اس لیے اب خلیفۂ وقت مخاطب ہے اور حضرت مصلح موعودؓ جب یہ تقریر فرما رہے تھے تو آپؓ نے فرمایا کہ اسی کا ہم آہنگ ہو کر اپنے معترض کو میں کہتا ہوں کہ اب مَیں مخاطب ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ اگر اُس وقت یہ جواب سچا تھا اور ضرور سچا تھا جو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا تو یہ بھی درست ہے جو میں کہتا ہوں کہ آج میں مخاطب ہوں اور یہی اصول ہمیشہ خلافت کے ساتھ رہے گا۔ یہ یاد رکھنے والی بات ہے۔ پھر آپؓ فرماتے ہیں اگر تمہارا اعتراض درست ہو تو اس پر قرآن مجید سے بہت سے احکام تم کو نکال دینے پڑیں گے اور یہ کھلی کھلی ضلالت ہے۔

(ماخوذ از منصبِ خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 59-60)

یہ باتیں آپ اس وقت بیان فرما رہے تھے جب ایک تقریر آپ نے منصب خلافت کے ضمن میں کی۔

پھر ایک اَور موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے بیان فرمایا کہ "جب آپؐ" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم "فوت ہوئے تو بہت سے نادان مسلمان مرتد ہو گئے۔ تاریخوں میں آتا ہے کہ صرف تین جگہیں ایسی رہ گئی تھیں جہاں مسجدوں میں باجماعت نماز ہوتی تھی۔ اسی طرح ملک کے اکثر لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور وہ کہتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کا کیا حق ہے کہ وہ ہم سے زکوٰۃ مانگے۔ جب یہ رَو سارے عرب میں پھیل گئی اور حضرت ابو بکرؓ نے ایسے لوگوں پر سختی کرنی چاہی تو حضرت عمرؓ اور بعض اَور صحابہؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے اور" جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے "انہوں نے عرض کیا کہ یہ وقت سخت نازک ہے۔ اس وقت کی ذرا سی غفلت بہت بڑے نقصان کا موجب ہو سکتی ہے۔ اس لئے ہماری تجویز یہ ہے کہ اتنے بڑے دشمن کا مقابلہ نہ کیا جائے اور جو زکوٰۃ نہیں دینا چاہتے ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کیا جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ تم میں سے جو شخص ڈرتا ہو وہ جہاں چاہے جائے۔

خدا کی قسم! اگر تم میں سے ایک شخص بھی میرا ساتھ نہ دے گا تو بھی مَیں اکیلا دشمن کا مقابلہ کروں گا اور اگر دشمن مدینہ کے اندر گھس آئے اور میرے عزیزوں، رشتہ داروں اور دوستوں کو قتل کر دے اور عورتوں کی لاشیں مدینہ کی گلیوں میں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں ان سے جنگ کروں گا اور اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک یہ لوگ اونٹ کا گھٹنہ باندھنے کی وہ رسی بھی جو پہلے زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے نہ دینے لگ جائیں۔ چنانچہ انہوں نے" یعنی حضرت ابو بکرؓ نے "دشمن کی شرارت کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کیا اور آخر کامیاب ہوئے صرف اس لئے کہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ کام مَیں نے ہی کرنا ہے۔ اسی لئے انہوں نے مشورہ دینے والے صحابہؓ کو کہہ دیا کہ تم میں سے کوئی شخص میرا ساتھ دے یا نہ دے میں اکیلا دشمن کا مقابلہ کروں گا یہاں تک کہ میری جان خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو جائے۔ پس جس قوم کے اندر یہ عزم پیدا ہو جائے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"جس قوم کے اندر یہ عزم پیدا ہو جائے وہ ہر میدان میں جیت جاتی ہے اور دشمن کبھی اس کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔" (قومی ترقی کے دو اہم اصول انوار العلوم جلد 19 صفحہ 75، 76)

اور یہی قومی ترقی کا راز ہے جسے ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ پھر ایک اَور موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جب زکوٰۃ کے مسئلہ کے اختلاف کی وجہ سے عرب کے ہزاروں لوگ مرتد ہو گئے اور مُسَیلمہ مدینہ پر حملہ آور ہوا تو حضرت ابو بکرؓ کو جو اس وقت خلیفہ تھے اطلاع پہنچی کہ مُسَیلمہ ایک لاکھ کی فوج لیکر حملہ آور ہو رہا ہے۔ اس وقت کچھ لوگوں نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ مشورہ دیا کہ چونکہ اس وقت ہم ایک نازک دور میں سے گزر رہے ہیں اور زکوٰۃ کے مسئلہ پر اختلاف کی وجہ سے لوگ ارتداد اختیار کرتے جا رہے ہیں اور اِدھر مُسَیلمہ ایک بہت بھاری فوج کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے اس لئے ان حالات کے پیش نظر قرینِ مصلحت یہی ہے کہ آپؓ زکوٰۃ کا مطالبہ سرِ دست نہ کریں اور ان لوگوں سے صلح کر لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان خدشات کی ذرا بھی" پرواہ نہیں کی اور "پرواہ نہ کرتے ہوئے ان مشورہ دینے والوں سے کہا کیا تم مجھے وہ بات منوانا چاہتے ہو جو خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے صریح خلاف ہے؟ زکوٰۃ کا حکم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ اس لئے میرا فرض ہے کہ میں خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے تحفظ کے لئے ہر ممکن کوشش کروں۔

صحابہؓ نے پھر کہا کہ حالات کا تقاضا یہی ہے کہ صلح کر لی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اگر آپ نہیں لڑنا چاہتے اور دشمن کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکتے تو آپ لوگ جائیں اور اپنے گھروں میں جا کر بیٹھیں۔ خدا کی قسم! مَیں دشمن سے اس وقت تک اکیلا لڑوں گا جب تک وہ اونٹ کے گھٹنے باندھنے کی رسی بھی اگر زکوٰۃ میں دینی تھی اسے ادا نہیں کر دیتے اور جب تک میں ان لوگوں کو زکوٰۃ دینے کا قائل نہ کر لوں گا ان سے کبھی صلح نہ کروں گا۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "پس حقیقی ایمان کی یہی علامت ہوا کرتی ہے۔"

(ہمارے ذمہ تمام دنیا کو فتح کرنے کا کام ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 458)

اور پس یہی ایمان ہے۔ اگر ہم میں ہو گا تو ہم دنیا میں اسلام کا حقیقی پیغام پہنچا سکیں گے اور کامیاب ان شاء اللہ ہوں گے۔ پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ "آپؐ کی وفات کے بعد عرب کے قبائل نے بغاوت کر دی اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ وہ بھی یہی دلیل دیتے تھے کہ خدا تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اَور کو زکوٰۃ لینے کا اختیار ہی نہیں دیا۔ چنانچہ وہ فرماتا ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ "..... اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ان کے اموال کا کچھ حصہ بطور زکوٰۃ لے۔ یہ کہیں ذکر نہیں کہ کسی اور کو بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد زکوٰۃ لینے کا اختیار ہے مگر مسلمانوں نے ان کی اس دلیل کو تسلیم نہ کیا حالانکہ وہاں خصوصیت کے ساتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مخاطب کیا گیا ہے۔ بہر حال جو لوگ اس وقت مرتد ہوئے ان کی بڑی دلیل یہی تھی کہ زکوٰۃ لینے کا صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار حاصل تھا کسی اَور کو نہیں۔ اور اس کی وجہ یہی دھوکا تھا کہ نظام سے تعلق رکھنے والے احکام ہمیشہ کے لئے قابلِ عمل نہیں بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ احکام مخصوص تھے۔ مگر" آپؓ فرماتے ہیں کہ "..... یہ خیال بالکل غلط ہے اور اصل حقیقت یہی ہے کہ جس طرح نماز روزہ کے احکام رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک ختم نہیں

ہو گئے اسی طرح قومی یا ملکی نظام سے تعلق رکھنے والے احکام بھی آپ کی وفات کے ساتھ ختم نہیں ہو گئے اور نماز باجماعت کی طرح جو ایک اجتماعی عبادت ہے اِن احکام کے متعلق بھی ضروری ہے کہ ہمیشہ مسلمانوں میں آپ کے نائبین کے ذریعہ ان پر عمل ہوتا رہے۔"

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 30، 31)

پھر ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے یہ بھی فرمایا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو اس وقت سارا عرب مرتد ہو گیا۔ سوائے مکہ اور مدینہ کے اور ایک چھوٹے سے قصبہ کے تمام لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً (التوبۃ: 103) ان کے مالوں سے صدقہ لے۔ کسی اَور کو یہ اختیار نہیں کہ ہم سے زکوٰۃ وصول کرے۔ غرض سارا عرب مرتد ہو گیا اور وہ لڑائی کے لیے چل پڑا۔ صرف مرتد نہیں ہو گیا بلکہ لڑائی کے لیے چل پڑا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں گو اسلام کمزور تھا مگر قبائلِ عرب متفرق طور پر حملہ کرتے تھے۔ کبھی ایک گروہ نے حملہ کر دیا اور کبھی دوسرے نے۔

جب غزوۂ احزاب کے موقع پر کفار کے لشکر نے اجتماعی رنگ میں مسلمانوں پر حملہ کیا تو اس وقت تک اسلام بہت کچھ طاقت پکڑ چکا تھا گو ابھی اِتنی زیادہ طاقت حاصل نہیں ہوئی تھی کہ انہیں آئندہ کے لیے کسی حملے کا ڈر ہی نہ رہتا۔ اس کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ فتح کرنے کے لیے گئے تو اس وقت عرب کے بعض قبائل بھی آپؐ کی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اِس طرح خدا نے تدریجی طور پر دشمنوں میں جوش پیدا کیا تا کہ وہ اتنا زور نہ پکڑ لیں کہ سب ملک پر چھا جائیں لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یکدم تمام عرب مرتد ہو گیا۔ صرف مکہ اور مدینہ اور ایک چھوٹا سا قصبہ رہ گئے۔ باقی تمام مقامات کے لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور وہ لشکر لے کر مقابلہ کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ صرف زکوٰۃ کا انکار نہیں کیا بلکہ لشکر لے کر مقابلے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ بعض جگہ تو ان کے پاس ایک ایک لاکھ کا بھی لشکر تھا۔ مگر اِدھر صرف دس ہزار کا ایک لشکر تھا اور وہ بھی شام کو جا رہا تھا اور یہ وہ لشکر تھا جسے اپنی وفات کے قریب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی علاقہ پر حملہ کرنے کے لیے تیار کیا تھا اور اسامہ کو اس کا افسر مقرر کیا تھا۔ باقی لوگ جو رہ گئے تھے وہ یا تو کمزور اور بڈھے تھے اور یا پھر گنتی کے چند نوجوان تھے۔ یہ حالات دیکھ کر صحابہ نے سوچا کہ اگر ایسی بغاوت کے وقت اسامہ کا لشکر بھی روانہ ہو گیا تو مدینہ کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں ہو سکے گا۔

چنانچہ اکابر صحابہ کا یہ وفد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے اور عرض کیا کہ کچھ عرصہ کے لیے اس لشکر کو روک لیا جائے۔ جب بغاوت فرو ہو جائے تو پھر بے شک اسے بھیج دیا جائے مگر اس وقت اس کا بھیجنا خطرہ سے خالی نہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت غصہ کی حالت میں فرمایا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ابو قُحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا اسے روک لے۔ بہر حال آپؓ نے کہا یہ تو

روانہ ہو گا اور میں اِس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا جس کو روانہ کرنے کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ اگر تم دشمن کی فوجوں سے ڈرتے ہو تو بے شک میرا ساتھ چھوڑ دو۔ میں اکیلا تمام دشمن کا مقابلہ کروں گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا (النور:56) کی صداقت کا بڑا ثبوت ہے۔ یعنی خلافت پہ قائم ہونے والے یا خلافت کے ساتھ رہنے والے یہ مومن میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اور یہ وہ حالت ہے جو خلافت کے نظام کے ساتھ جاری ہے اور جاری رہے گی۔

پھر آپؓ فرماتے ہیں کہ دوسرا سوال زکوٰۃ کا تھا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اگر آپ لشکر نہیں روک سکتے تو صرف اتنا کر لیجیے کہ اِن لوگوں سے عارضی صلح کر لیں اور انہیں کہہ دیں کہ ہم اس سال تم سے زکوٰۃ نہیں لیں گے اور اس دوران میں ان کا جوش ٹھنڈا ہو جائے گا اور تفرقہ کے مٹنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے گی۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔ یہ بات بھی نہیں مانی۔ اس پر صحابہ نے کہا کہ اگر جیشِ اسامہ بھی چلا گیا اور ان لوگوں سے عارضی صلح بھی نہ کی گئی تو پھر دشمن کا کون مقابلہ کرے گا؟ مدینہ میں تو یہ بڈھے اور کمزور لوگ ہیں اور یہ صرف چند نوجوان ہیں وہ بھلا لاکھوں کا کیا مقابلہ کر سکتے ہیں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا۔ اے دوستو! اگر تم ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ابو بکر اکیلا ان کا مقابلہ کرنے کے لیے نکل کھڑا ہو گا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ یہ دعویٰ اس شخص کا ہے جسے فنونِ جنگ سے کچھ زیادہ واقفیت نہیں تھی اور جس کے متعلق عام طور پر یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ دل کا کمزور ہے۔ پھر یہ جرأت، یہ دلیری، یہ یقین اور یہ وثوق اس میں کہاں سے پیدا ہوا۔ اسی بات سے یہ یقین پیدا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے سمجھ لیا تھا کہ میں خلافت کے مقام پر خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہوا ہوں اور مجھ پر ہی تمام کام کی ذمہ داری ہے۔ پس میرا فرض ہے کہ میں مقابلہ کے لیے نکل کھڑا ہوں۔ کامیابی دینا یا نہ دینا خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ کامیابی دینا چاہے گا تو آپ دے دے گا اور اگر نہیں دینا چاہے گا تو سارے لشکر مل کر بھی کامیاب نہیں کر سکتے۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 102 تا 104)

حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کے کیسے زبردست نتائج پیدا ہوئے اس بارے میں بھی حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے صحابہ کی خلافِ مرضی حضرت اسامہ بن زیدؓ کو لشکر سمیت مؤتہ کی طرف روانہ کر دیا۔ چنانچہ چالیس دن بعد یہ مہم اپنا کام پورا کر کے فاتحانہ شان سے مدینہ واپس آئی اور خدا کی نصرت اور فتح کو نازل ہوتے سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

پھر اس مہم کے بعد حضرت ابو بکرؓ جھوٹے مدعیان کے فتنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اس فتنہ کی ایسی ایسی سرکوبی کی کہ اسے کچل کر رکھ دیا اور یہ فتنہ بالکل ملیامیٹ ہو گیا۔ بعد ازاں یہی حال مرتدین کا ہوا۔ اور صحابہ کبار بھی حضرت ابو بکرؓ سے اختلاف کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ جو لوگ توحید اور رسالت کا اقرار کرتے ہیں اور صرف زکوٰۃ دینے کے منکر ہیں ان پر کس طرح سے تلوار اٹھائی جا سکتی ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے نہایت جرأت اور دلیری سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ اگر آج زکوٰۃ نہ دینے کی اجازت دے دی تو آہستہ آہستہ لوگ نماز روزے کو بھی چھوڑ بیٹھیں گے

اور اسلام محض نام کا رہ جائے گا۔ الغرض ایسے حالات میں حضرت ابو بکرؓ نے منکرین زکوٰۃ کا مقابلہ کیا اور انجام یہی تھا کہ اس میدان میں بھی آپ کو فتح اور نصرت حاصل ہوئی اور تمام بگڑے ہوئے لوگ راہ حق کی طرف لوٹ آئے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 478)

ابھی یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ اس کا ذکر کروں گا۔ جیسا کہ میں ہمیشہ تحریک کر رہا ہوں **آجکل دنیا کے حالات کے لیے دعائیں کرتے رہیں، ان** میں کمی نہ کریں۔ خاص طور پر یہ دعا کریں کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے لگ جائے، یہی ایک حل ہے دنیا کو تباہی سے بچانے کا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہماری دعائیں بھی قبول فرمائے۔

میں ایک مرحوم کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔ جمعہ کے بعد جنازہ پڑھاؤں گا۔ یہ مکرم و محترم **مولانا مبارک نذیر صاحب ہیں جو جامعہ کینیڈا کے پرنسپل بھی** رہے ہوئے ہیں اور مبلغ انچارج کینیڈا بھی رہے ہیں۔ 8/ مارچ کو ان کی وفات ستاسی سال کی عمر میں ہوئی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ بڑے بے نفس، متوکل علی اللہ، دعا گو، قناعت پسند انسان تھے۔ بڑے درویش صفت تھے۔ ان کو دیکھ کر مجھے ہمیشہ حقیقی بزرگ دیکھنے کا احساس پیدا ہوتا تھا۔ ان کے خاندانی تعارف کے بارے میں بھی بیان کر دوں کہ آپ سلسلہ کے کامیاب مبلغ مولانا نذیر احمد علی صاحب اور مکرمہ آمنہ بیگم صاحبہ کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت بابو فقیر علی صاحبؓ کے ذریعہ ہوا تھا جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور بعد میں وہ قادیان میں پہلے اسٹیشن ماسٹر مقرر ہوئے تھے۔

قادیان میں ان کے دادا کا مکان بھی تھا جو فقیر منزل کے نام سے معروف تھا۔ مولانا مبارک نذیر صاحب کے والد حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق 1929ء میں پہلے گھانا خدمت کی توفیق ملی اور بعد ازاں ان کا تقرر سیرالیون میں ہوا۔ 1943ء میں ان کے والد حضرت مولانا نذیر احمد علی صاحب سیرالیون واپس جا رہے تھے تو مبارک نذیر صاحب بھی اپنے والد اور والدہ کے ساتھ سیرالیون کے سفر پر روانہ ہوئے۔ اس سفر کے دوران ایک ایمان افروز واقعہ بھی ہوا اور مولانا مبارک نذیر صاحب اس کا ذکر کرتے ہیں۔ بحری جہاز کے ذریعہ سے یہ سفر تین ماہ کا تھا۔ اس وقت مبارک نذیر صاحب کی عمر گیارہ سال کی تھی۔

دوران سفر ان کی طبیعت خراب ہوئی اور بیماری کے آثار ایسے ظاہر ہوئے کہ لگتا تھا کہ اب جان نہیں بچے گی۔ بحری جہاز کا سفر تھا جیسا کہ میں نے کہا۔ تو جہاز پر چڑھنے لگے یا جہاز بدلا یا اس وقت چڑھنے لگے تھے یا سفر سے پہلے کی بات ہے بہرحال جہاز پر چڑھنے سے پہلے یہ بیمار ہو چکے تھے اور جہاز کی انتظامیہ نے ان کی حالت دیکھ کر ان کے والد صاحب سے کہا کہ آپ کا بیٹا ادھ مرا ہے۔ یہ تو تقریباً ختم ہوا ہوا ہے۔ اگر دوران سفر یہ فوت ہو گیا تو ہمارے پاس تو جہاز میں لاش کو رکھنے کے لیے کوئی سرد خانہ نہیں ہے، کوئی سہولت نہیں ہے۔ اس لیے ہم آپ کے بچے کی وجہ سے آپ کو نہیں لے جا سکتے۔

مولانا صاحب نے اصرار کیا کہ مجھے خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا حکم ہے اور میں نے ہر حال میں اس جہاز پر سوار

ہونا ہے۔ پھر جہاز کی انتظامیہ نے اس شرط پر انہیں جہاز پر چڑھنے کی اجازت دی کہ وہ یہ لکھ کر دیں کہ اگر ان کا بیٹا دوران سفر مر گیا تو اس کی لاش کو سمندر میں پھینکنے کی اجازت ہو گی۔ جب یہ شرط جہاز کے کیپٹن نے کہی تو مبارک نذیر صاحب کی والدہ رونے لگیں۔ سکتے میں آ گئیں اور مولانا نذیر علی صاحب سے کہنے لگیں کہ یہ بیٹا ہے، ہمارا ہے۔ کسی اَور جہاز پر چلے جائیں گے۔ مولانا نذیر علی صاحب نے اپنی بیوی کو تسلی دی کہ میں ایک مبلغ ہوں جسے حضرت صاحب نے ایک ذمہ داری دے کر بھیجا ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ کب دوسرا جہاز ملے۔ تم تسلی رکھو۔ بیوی کو کہا تم تسلی رکھو مبارک کو کچھ نہیں ہو گا۔ یہ کہہ کر انہوں نے جہاز کے کپتان سے پُریقین لہجے میں کہا، کہاں دستخط کرنے ہیں لاؤ کاغذ اور پھر کیپٹن کو کہا کہ اگر یہ مر گیا تو اسے سمندر میں پھینک دینا لیکن ساتھ میں تمہیں یہ بھی بتا دوں کہ اسے کچھ بھی نہیں ہو گا۔ یہ وہ توکّل تھا جو آپ کے والد کو خدا تعالیٰ کی ذات پر تھا کہ مَیں ایک واقف زندگی ہوں، اس کے دین کی اشاعت کے لیے نکلا ہوں، خدا تعالیٰ ضرور میری مدد اور میرے اہل و عیال کی حفاظت فرمائے گا۔ چنانچہ خدا تعالیٰ کے فضل سے وہ گیارہ سالہ بچہ نہ صرف زندہ رہا بلکہ اس نے ستاسی سال عمر پائی اور اسلام اور احمدیت کی خدمت کی توفیق بھی ملی۔ اپنے آباء کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی بھی وقف کی۔ اس کی سعادت بھی پائی اور خدمت دین کے میدان میں خود بھی توکل علی اللہ کی اعلیٰ مثالیں قائم کیں۔

گریجوایشن کرنے کے بعد ان کو سرکاری محکمے میں اچھی نوکری بھی مل گئی تھی جہاں کچھ عرصہ انہوں نے کام کیا پھر حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر الفضل میں یہ اعلان پڑھا کہ وقف کریں، چاہے عارضی وقف کریں۔ تو اپنے کام سے استعفیٰ دے کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں اپنے آپ کو عارضی وقف کے لیے پیش کیا اور حضرت خلیفہ ثانیؓ کے ارشاد کی روشنی میں 1963ء میں پہلی دفعہ وقف عارضی کے لیے سیرالیون چلے گئے جہاں ایک لمبا عرصہ آپ کے والد حضرت مولانا نذیر علی صاحب کو بھی خدمت کی توفیق مل چکی تھی اور ان کی قبر بھی یہیں تھی، وہیں دفن ہوئے تھے مولوی نذیر علی صاحب۔ سیرالیون پہنچتے ہی سب سے پہلے اپنے والد کی قبر پر حاضر ہوئے۔ اس وقت موصوف نے اپنے والد کے وہ الفاظ یاد کیے جو مکرم مولانا نذیر علی صاحب نے 26/ نومبر 1945ء کو اپنی ایک روح پرور تقریر میں کہے تھے۔

انہوں نے کہا تھا کہ آج ہم خدا تعالیٰ کے لیے جہاد کرنے اور اسلام کو مغربی افریقہ میں پھیلانے کے لیے جا رہے ہیں۔ موت فوت انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو آپ لوگ یہ سمجھیں کہ دنیا کا کوئی دور دراز حصہ ہے جہاں تھوڑی سی زمین احمدیت کی ملکیت ہے۔ احمدی نوجوانوں کا فرض ہے کہ اس تک پہنچیں اور اس مقصد کو پورا کریں جس کی خاطر اس زمین پر ہم نے قبروں کی شکل میں قبضہ کیا ہو گا۔ کہنے کا مطلب یہ تھا کہ تھوڑی سی زمین ہے احمدیت کی جہاں ایک احمدی مبلغ کی قبر ہے اور اس قبر کی وجہ سے اس زمین پر اس کا قبضہ ہے۔ پس ہماری قبروں کی طرف سے یہی مطالبہ ہو گا کہ اپنے بچوں کو ایسے رنگ میں ٹریننگ دیں کہ جس مقصد کے لیے ہماری جانیں صَرف ہوئیں اسے وہ پورا کریں۔ چنانچہ اپنے والد بزرگوار کی وصیت کو پورا کرتے ہوئے مولانا مبارک نذیر صاحب وہاں پہنچے اور اپنے والد کی قبر پر حاضر ہو کر کہا کہ لبیک میں حاضر ہوں اور آپ کی پکار کا

جواب دینے کے لیے آیا ہوں۔

سیر الیون کے مختلف مقامات میں آپ کو خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ارشاد پر 1985ء میں پاکستان واپس آ گئے۔ 1985ء میں جب افریقہ سے واپس آئے تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خدمت میں انہوں نے عارضی کی بجائے مستقل زندگی وقف کرنے کی درخواست دی جسے حضور نے قبول فرمایا اور پھر 1988ء میں ان کو بطور مبلغ کینیڈا بھجوایا گیا جہاں یہ مختلف جگہوں پر مبلغ کے طور پر خدمت سرانجام دیتے رہے۔ 2003ء میں جب یہ فیصلہ ہوا کہ جامعہ کینیڈا کھولا جائے جس کی منظوری حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے دے دی تھی اور پرنسپل کے طور پر ان کی تقرری بھی کی تھی لیکن جامعہ کھلا نہیں تھا ان کی زندگی تک۔ جو بعد میں پھر میرے وقت میں کھلا اور پھر میں نے بھی اسی کی توثیق کر دی جو حضرت خلیفہ رابعؒ نے ان کو مقرر کیا تھا کہ پرنسپل یہی رہیں گے۔ بہرحال یہ جامعہ احمدیہ کینیڈا کے پہلے پرنسپل تھے۔

پھر 2009ء تک انہوں نے جامعہ میں بطور پرنسپل خدمت کی۔ 2010ء میں مشنری انچارج کینیڈا کی خدمت پر ان کو میں نے مقرر کیا اور 2018ء تک ان کو بھرپور خدمت کی توفیق ملی۔ کُل عرصہ خدمت ان کا انسٹھ سال پر محیط ہے۔ عارضی وقف بھی اُن کا مستقل وقف ہی تھا۔ اسی طرح مولانا صاحب کو بطور مرکزی نمائندہ کئی جلسوں اور پروگراموں میں شرکت کی توفیق ملی اور ان کی تقریریں اپنے اور غیر بہت پسند کیا کرتے تھے، بہت اثر کرنے والی تقریریں ہوا کرتی تھیں۔ سننے والوں کو بالکل اپنی طرف کھینچ لیا کرتے تھے۔ 2016ء میں ان کو میری نمائندگی میں گوئٹے مالا میں نور ہسپتال کا سنگ بنیاد رکھنے کی بھی توفیق ملی۔ پھر ان کے تبلیغی مضامین بھی شائع ہوتے تھے کینیڈا کے نیشنل نیوز، ٹورنٹو سٹار اور آٹوا سٹیزن جیسے اخبارات میں شائع ہوتے تھے۔ مولانا مبارک نذیر صاحب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب تجلیات الٰہیہ اور فتح اسلام کا انگریزی ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ پھر گلف کرائسز جو حضرت خلیفہ رابعؒ کی کتاب تھی اس کا بھی انہوں نے ترجمہ کیا۔

ان کے لواحقین میں ان کی اہلیہ امۃ الحفیظ نذیر صاحبہ اور تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا کہ یہ بہت سی خصوصیات کے حامل تھے اور ایک مثالی واقف زندگی تھے اور مربیان کے لیے خاص طور پر ایک نمونہ تھے۔ ان کی زندگی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی ایک عملی تصویر تھی۔ ہمیشہ جماعت کی خدمت کی اور خلیفہ وقت کی اطاعت کو اپنا نصب العین بنایا۔ جیسا کہ میں نے کہا فن تقریر میں بھی مہارت رکھتے تھے اردو اور انگریزی دونوں زبانوں میں بڑے قادر الکلام تھے۔ بہت پُراثر تقریریں ہوتی تھیں۔ ان کی اہلیہ امۃ الحفیظ صاحبہ لکھتی ہیں کہ ساری زندگی بہت نیکی اور تقویٰ کے ساتھ انہوں نے بسر کی۔ جماعت کے ایک ایک پیسے کا درد رکھتے تھے اور اپنی زندگی نہایت سادگی سے گزاری۔ سیر الیون چھوڑنے کے بعد بھی وہاں کے بہت سے غرباء کی مدد مستقل طور پر خاموشی سے کرتے۔ کہتی ہیں میں اس بات کی گواہ ہوں کہ وہ بہترین واقف زندگی کے ساتھ ساتھ بہترین خاوند اور نہایت شفیق باپ بھی تھے۔ ہمیشہ اس بات کی فکر میں رہے کہ جماعت مجھ پر اتنا خرچ کر رہی ہے تو میں کس طرح فائدہ پہنچا سکتا ہوں۔ اکثر اس بات کو بھی دہراتے تھے کہ میں خلیفۂ وقت کی ناراضگی کسی صورت میں

بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

ان کے بچوں کے بھی تاثرات ہیں ساروں نے اکثر یہی لکھا ہے کہ والد صاحب کا اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر بڑا پکا ایمان تھا۔ خلافت کی اطاعت اور نظام جماعت پر پختہ یقین تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ پر بہت زیادہ توکل تھا اکثر کہا کرتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کبھی نہیں چھوڑے گا اور ہمیشہ میری مدد کو آئے گا اور اللہ تعالیٰ کا سلوک بھی ان سے یہی تھا۔ مالی تحریکات کے لیے جہاں بھی جاتے، بعد میں جب مشنری انچارج تھے اس وقت بھی امیر صاحب جہاں بھی بھیجتے تھے یا اس کے علاوہ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی جب ان کی طبیعت خراب ہوئی ہے کبھی کبھی ان سے فائدہ اٹھایا جاتا تھا، جہاں بھی یہ جاتے تھے مالی قربانی کی تحریک کرتے تھے اور لوگوں کو اثر ہوتا تھا۔ اس لیے کہ پہلے خود اس میں حصہ ڈالتے تھے پھر باقی جماعت کو تلقین کرتے تھے۔

ان کی بڑی بیٹی کہتی ہیں کہ خلافت احمدیہ کے ساتھ مضبوط تعلق رکھنے کا مشورہ دیتے تھے۔ ہمیشہ ہم میں نظامِ جماعت کی محبت اور احترام پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ ان کی یہ خواہش تھی کہ ہم ہمیشہ خلیفۃ المسیح کی ہر ہدایت پر عمل کریں۔ کہتی ہیں کہ شاذ ہی کوئی ایسی مجلس ہوتی تھی جس میں ان باتوں کی تلقین نہ کرتے۔ پھر پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں جب بھی اکٹھے ہوتے تو ان سب کو پتا تھا کہ ہمیں بٹھا کر آپ نصیحت کریں گے اور نصیحت میں ہمیشہ یہ پیغام ہوتا تھا کہ ہمیں دنیاوی مشاغل میں نہیں پڑنا چاہیے، ہمیں ہمیشہ اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ ہمارا تعلق اللہ تعالیٰ اور خلافت سے ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ ہمیں بتاتے تھے کہ جماعت کا کام تو مکمل ہو کر رہے گا اس میں تو کوئی شک نہیں اگر آپ لوگ جماعت کی خدمت نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ اَور لوگوں کو اس سے بہتر کام کرنے کے لیے لے آئے گا۔

پھر ان کی چھوٹی بیٹی ایک واقعہ لکھتی ہیں کہ سیرالیون میں ایک مسجد کی تعمیر کے وقت جب مزدوروں نے تنخواہ کا مطالبہ کیا، تعمیر ہو رہی تھی، پیسے ٹھُہر گئے، اس وقت والد صاحب کے پاس دینے کے لیے رقم موجود نہیں تھی تاہم مولانا مبارک نذیر صاحب نے ان سے کہا کہ وہ کل آئیں تو ان کو ان کی تنخواہ دے دیں گے، جو اجرت ہے وہ دے دیں گے۔ جب صبح ہوئی اور مبارک نذیر صاحب اپنے گھر سے باہر نکلے تو دیکھتے ہیں کہ مزدور تو سامنے کھڑے انتظار کر رہے ہیں اور پیسے کا انتظام ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ اس پر انہوں نے مزدوروں سے کہا کہ ابھی میرے پاس پیسے نہیں ہیں لیکن میں دعا کر رہا ہوں تھوڑا سا انتظار کرو۔

ان شاء اللہ جلد اللہ تعالیٰ انتظام فرمائے گا۔ اسی دوران کہتے ہیں ایک گاڑی تیزی سے ان کے پاس آئی اور ان کو ایک لفافہ دیا جس میں رقم تھی اور ان سے کہا کہ کسی شخص نے سنا تھا کہ آپ مسجد بنا رہے ہیں اس لیے اس نے یہ پیسے بھجوائے ہیں، یہ آپ رکھ لیں۔ اس سے پہلے کہ والد صاحب اس سے پوچھتے کہ کس نے پیسے دیے ہیں وہ گاڑی لفافہ دے کے تیزی سے چلی گئی۔ کہتے ہیں ان کو اس بات پر یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا سن لی ہے۔ اس طرح انہوں نے مزدوروں کو رقم ادا کر دی۔

تو یہ تھا ان کا اللہ تعالیٰ پر توکّل اور پھر اللہ تعالیٰ کا ان سے سلوک بھی۔ اس قسم کے توکّل اور اللہ تعالیٰ کے

ان کے ساتھ سلوک کے بے شمار واقعات ہیں جو لوگوں نے لکھے ہیں مختلف لوگوں نے مربیان نے بھی لکھے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا یقیناً وہ ایک عالم باعمل تھے اور اسی لیے ان کی تقریروں کا لوگوں پر اثر بھی بہت ہوتا تھا لیکن خلافت کے سامنے ان کی عاجزی کی انتہا تھی۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی اولاد اور نسل کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ ان کی دعاؤں کا ان کی اولاد کو وارث بنائے، نسل کو وارث بنائے اور اللہ تعالیٰ جماعت کو بھی ان جیسے بے لوث خدمت کرنے والے عطا فرماتا رہے۔ خاص طور پر جامعہ کینیڈا کے جو پڑھے ہوئے مربیان ہیں انہوں نے ان کے ساتھ بہت سے واقعات لکھے ہیں۔ کس طرح وہ تربیت کرتے تھے، کس طرح انہوں نے تبلیغ کرنا سکھایا، کس طرح اخلاق سکھائے، کس طرح دین سکھایا۔ بہرحال ان مربیان نے بہت فیض پایا۔ تو یہ ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ واقعات صرف یاد رکھنے کے لیے یا بیان کرنے کے لیے نہ ہوں بلکہ ان مربیان کو بھی ان چیزوں کا عملی نمونہ بننا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/ اپریل 2022ء جلد 29 شمارہ 28 صفحہ 05 تا 10)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 25/ مارچ 2022ء بمطابق 25/ امان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

دو دن پہلے 23/ مارچ کا دن تھا۔ **یہ دن جماعت میں یوم مسیح موعود کے دن سے پہچانا جاتا** ہے۔ اس دن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلی بیعت لی تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دن کے حوالے سے جماعت میں جلسے بھی منعقد کیے جاتے ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ اور زمانے کے لحاظ سے آپؑ کے آنے کی ضرورت، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے بارے میں پیشگوئیاں، آپ کی سیرت کے مختلف پہلو وغیرہ بیان کیے جاتے ہیں۔ زمانے کی **ضرورت کے لحاظ سے اپنی بعثت کی اہمیت کا ایک موقع پر آپؑ نے** یوں ذکر فرمایا کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ نے بڑا فضل کیا ہے اور اپنے دین (یعنی دین اسلام) اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں غیرت دکھا کر ایک انسان کو جو تم میں بول رہا ہے بھیجا ہے تا کہ وہ اس روشنی کی طرف لوگوں کو بلائے۔ اگر زمانے میں ایسا فتنہ و فساد نہ ہوتا اور دین کے محو کرنے کے لیے جس قسم کی کوششیں ہو رہی ہیں نہ ہوتیں تو چنداں حرج نہ تھا۔ پھر ضرورت کوئی نہیں تھی کسی کے بھیجنے کی۔ لیکن اب تم دیکھتے ہو کہ ہر طرف، یمین و یسار اسلام ہی کو معدوم کرنے کی فکر میں جملہ اقوام لگی ہوئی ہیں۔ ہر طرف دائیں بائیں جہاں دیکھو یہی ہے کہ اسلام کو کس طرح ختم کیا جائے۔ اُس وقت بھی یہ حال تھا، یہی کوشش ہو رہی تھی جب آپؑ نے دعویٰ فرمایا اور اب بھی یہی حال ہے لیکن مسلمان کہلانے والوں کی اکثریت کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی۔

بہر حال آپؑ فرماتے ہیں کہ براہین احمدیہ میں بھی مَیں نے ذکر کیا ہے کہ اسلام کے خلاف چھ کروڑ کتابیں تصنیف اور تالیف ہو کر شائع کی گئی ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی تعداد بھی چھ کروڑ۔ یعنی اس وقت جب آپؑ نے یہ فرمایا اس وقت مسلمانوں کی تعداد چھ کروڑ تھی اور اسلام کے خلاف کتابوں کا شمار بھی اسی قدر۔ اگر اس زیادتی کو جو اَب تک ان تصنیفات میں ہوئی ہے چھوڑ بھی دیا جائے تو بھی ہمارے مخالف ایک ایک کتاب پاک و ہند کے ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں دے چکے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا جوش غیرت میں نہ ہوتا اور اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر :10) اس کا وعدہ صادق نہ ہوتا تو یقیناً سمجھ لو کہ اسلام آج دنیا سے اٹھ جاتا اور اس کا نام و نشان تک مٹ جاتا۔ مگر نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کا پوشیدہ ہاتھ اس کی حفاظت کر رہا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد اوّل صفحہ 73)

آپؑ نے اپنے دعوے کے بعد یہ بتایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ کی تائید اور نصرت آپ کے ساتھ ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ کی قرآن کریم میں بیان کردہ پیشگوئیاں آپ کے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں اپنے مہدی اور مسیح کے حق میں پوری ہو رہی ہیں۔ یہ باتیں جیسا کہ میں نے کہا مختلف جلسے ہوتے ہیں ان جلسوں میں بھی سن رہے ہوں گے ایم ٹی اے پر بھی پروگرام آتے ہیں اس پر بھی سن رہے ہوں گے اور اس کی وضاحت ہو رہی ہو گی تو سننے والوں کو سننا چاہیے۔

اس وقت مَیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ بعض باتیں بیان کروں گا۔ یہ وہ واقعات ہیں یا وہ باتیں ہیں جو حضرت مصلح موعودؓ نے دیکھے یا براہ راست حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنے یا بعض روایت بیان کرنے والوں نے آپؓ کو سنائے جنہوں نے خود یہ دیکھے تھے اور ان بیان کرنے والوں میں غیر بھی شامل تھے، اپنے بھی شامل تھے۔ جہاں یہ واقعات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی بیان کرتے ہیں وہاں ہمیں اپنی اصلاح اور اپنے ایمان میں مضبوطی کی طرف بھی توجہ دلاتے ہیں۔ اگر ان کو سن کر ہمیں اپنی اصلاح اور بہتری کی طرف توجہ نہیں ہوتی تو انہیں سننے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس لیے اس نظر سے ان باتوں کو ہمیں سننا چاہیے اور اب بھی سنیں تا کہ ہم اپنے ایمان میں مضبوطی پیدا کریں اور انہیں اپنے ایمان میں مضبوطی کا ذریعہ بنائیں۔

انبیاء کے مخالفین کا انبیاء کے متعلق ہمیشہ یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ جو بھی کوئی علم و عرفان کی بات کریں تو یہی کہتے ہیں کہ کوئی دوسرا انہیں سکھاتا ہے حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی قرآن کریم کے بارے میں یہ اعتراض ہے کہ نعوذ باللہ آپؐ کو کوئی سکھاتا تھا حالانکہ یہ وہ کتاب ہے جس کی کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا چیلنج ہے۔ بہر حال حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے میں ذکر کرتا ہوں کہ جب براہین احمدیہ آپؑ نے تحریر فرمائی اور آپؑ نے شروع میں یہ بیان فرمایا کہ اتنی تعداد میں میں لکھوں گا۔ لیکن اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ماموریت کا جو مقام عطا فرمایا تو آپؑ نے فرمایا کہ یہ باتیں اب خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لی ہیں، یہ کام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ حسبِ حالات جو مضامین سکھاتا رہے گا وہ میں بیان کرتا رہوں گا تو مخالفین نے یہ اعتراض کر دیا کہ آپؑ کو کوئی لکھ کر دیتا تھا اور آپؑ بیان کر دیتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس بارے میں ایک تقریر میں بیان فرمایا ہے اس زمانے میں ایک اخبار ہوتا تھا 'زمیندار' اور 'احسان' ایک دوسرا اخبار تھا یہ مخالف اخبارات یہ بھی لکھتے رہتے ہیں کہ کوئی مولوی چراغ علی صاحب حیدر آبادی تھے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ مضامین لکھ کر بھیجا کرتے تھے۔ جو آپؑ براہین احمدیہ میں شائع کر دیتے تھے۔ اور جب تک ان کی طرف سے مضامین کا سلسلہ جاری رہا آپ علیہ السلام بھی کتاب لکھتے رہے۔ مگر جب انہوں نے مضمون بھیجنے بند کر دیے تو آپؑ کی کتاب بھی ختم ہو گئی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ مولوی چراغ علی صاحب کو کیا ہو گیا۔ لوگ کہتے ہیں ناں وہ لکھ کے دیا کرتے تھے۔ کیا ہو گیا انہیں کہ جو اچھا نکتہ سوجھتا ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھ کر بھیج دیتے اور اِدھر اُدھر کی معمولی باتیں اپنے پاس رکھتے۔ آخر مولوی چراغ علی صاحب مصنف ہیں۔ براہین احمدیہ کے مقابلہ میں ان کی کتابیں رکھ کر دیکھ لیا جائے۔ ان کی بعض کتابیں ہیں، ان کو براہین احمدیہ کے

مقابلے میں رکھ لو کہ آیا کوئی بھی ان میں نسبت ہے؟ کہاں براہین احمدیہ اور کہاں ان کی تصنیف۔ پھر وجہ کیا ہے کہ دوسروں کو تو ایسا مضمون لکھ کر دے سکتے تھے جس کی کوئی نظیر ہی نہیں ملتی اور جب اپنے نام پر کوئی مضمون شائع کرنا چاہتے تو اس میں وہ بات ہی پیدا نہ ہوتی۔ پس اوّل تو انہیں ضرورت ہی کیا تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مضمون لکھ لکھ کر بھیجتے۔ اور اگر بھیجتے تو عمدہ چیز اپنے پاس رکھتے اور معمولی چیز دوسرے کو دے دیتے۔ جیسے ذوق کے متعلق، ذوق بھی شاعر ایک گزرے ہیں، ان کے متعلق سب جانتے ہیں کہ وہ ظفر کو، بہادر شاہ ظفر کو نظمیں لکھ لکھ کر دیا کرتے تھے۔ مگر "دیوانِ ذوق" اور "دیوانِ ظفر" آج کل دونوں پائے جاتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر صاف نظر آتا ہے کہ ذوق کے کلام میں جو فصاحت اور بلاغت ہے وہ ظفر کے کلام میں نہیں۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ظفر کو کوئی چیز دیتے بھی تھے تو اپنی بچی ہوئی دیتے تھے، اعلیٰ چیز نہیں دیتے تھے۔ حالانکہ بادشاہ ظفر تھا۔ غرض ہر معمولی عقل والا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مولوی چراغ علی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مضامین بھیجا کرتے تھے تو انہیں چاہیے تھا کہ معرفت کے عمدہ عمدہ نکتے اپنے پاس رکھتے اور معمولی علم کی باتیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو لکھ کر دیتے۔ مگر مولوی چراغ علی صاحب کی کتابیں بھی موجود ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں بھی۔ انہیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں رکھ کر دیکھ لو۔ کوئی بھی ان میں نسبت نہیں ہے۔ انہوں نے یعنی مولوی چراغ علی صاحب نے تو اپنی کتابوں میں صرف بائبل کے حوالے جمع کیے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کے وہ معارف پیش کیے ہیں جو تیرہ سو سال میں کسی مسلمان کو نہیں سوجھے اور ان معارف اور علوم کا سینکڑواں بلکہ ہزارواں حصہ بھی ان کی کتابوں میں نہیں۔

(ماخوذ از فضائل القرآن (6)، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 350)

پھر اور مولوی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف شور مچاتے ہیں، ان مولویوں اور مخالفین کے شور اور مخالفت کا ذکر کرتے ہوئے آپؑ نے ایک جگہ بیان کیا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعویٰ کیا اس وقت آپؑ کی حالت اور آپؑ کے ماننے والوں کی حالت بظاہر بہت کمزور تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"میری پیدائش" حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے "دعوے سے پہلے کی ہے اور گو میں نے ابتدا نہیں دیکھی مگر ابتداء کے قرب کا زمانہ دیکھا ہے۔" یعنی ہوش و حواس میں۔ "وہ زمانہ بھی کمزوری کا زمانہ تھا" جماعت کی۔ "طرح طرح مولوی لوگوں کو جوش دلاتے تھے اور ہر ممکن طریق سے دکھ اور تکالیف پہنچاتے تھے۔"

(خطباتِ محمود جلد 8 صفحہ 248)

لیکن کوئی روک نہیں پیدا کر سکے۔ جو اللہ تعالیٰ کے کام تھے وہ پورے ہوتے رہے۔ پھر یہ جو مخالفت ہوتی رہی اس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کیا ردّ عمل ہوتا تھا حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کئی دفعہ سنا ہے کہ لوگ گالیاں دیتے ہیں تب بھی برا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ہمیں گالیاں دے کے کیوں اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں اور اگر گالیاں نہ دیں تب بھی ہمیں تکلیف ہوتی ہے کیونکہ مخالفت کے بغیر جماعت کی ترقی نہیں ہوتی۔ گالیاں دیتے ہیں تو اس مخالفت کی وجہ سے جماعت کا پیغام پہنچتا ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ پس ہمیں تو گالیوں میں بھی مزہ آتا ہے۔ اس

لیے اعتراضات یا لوگوں کی بدزبانی کی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

پھر پنجابی میں ایک ضرب المثل بیان کی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے تھے کہ "اونٹ اڑاندے ای لدے جاندے نے" یعنی اونٹ گو چیختا رہتا ہے مگر مالک اس پر ہاتھ پھیر کے پھر بھی اسباب لاد ہی دیتا ہے۔ اسی طرح لوگ خواہ کچھ کہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نصیحت فرمائی کہ تم نرمی اور محبت سے پیش آتے رہو۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 15 صفحہ 265)

اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ انہی لوگوں میں سے قبول کرنے والے آجائیں گے۔ اس مخالفت کے حوالے سے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعویٰ فرمایا تو آپؑ کو ماننے والے صرف چند آدمی تھے مگر اس کے بعد آتھم کے ساتھ آپؑ کا مقابلہ ہوا تو لوگوں پر ایک ابتلا آیا اور انہوں نے سمجھا کہ آپؑ کی پیشگوئی اپنے ظاہری الفاظ کے لحاظ سے پوری نہیں ہوئی۔ پھر لیکھرام سے آپؑ کا مقابلہ ہوا تو گو آپؑ کی پیشگوئی نہایت شان سے پوری ہوئی مگر ہندوؤں میں آپؑ کے خلاف جوش پیدا ہو گیا اور انہوں نے آپؑ کی سخت مخالفت شروع کر دی۔ اسی طرح مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے فتووں کا وقت آیا تو جماعت پر ایک ابتلاء آیا۔ پھر ڈاکٹر عبدالحکیم کے ارتداد کا وقت آیا تو جماعت پر ابتلاء آیا۔ غرض مختلف اوقات میں ایسے زور سے شورشیں اٹھیں کہ دیکھنے والوں نے سمجھا کہ اب یہ لوگ ختم ہو گئے۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ان سب فتنوں کو مٹانے کے سامان پیدا کر دیئے اور وہ فتنے بجائے جماعت کو تباہ کرنے کے اس کی ترقی اور عزت کا موجب بن گئے۔ اسی طرح اب ہو رہا ہے۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں "تم دیکھ لو" کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں شورش اٹھی تھی "کہ کس کس رنگ میں جماعت کے خلاف شورشیں اٹھیں، فساد ہوئے اور کس طرح لوگوں نے سمجھ لیا کہ اب احمدیت مٹ جائے گی۔ مگر ہر بار بجائے مٹنے کے جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے پہلے سے بھی زیادہ ترقی کر گئی۔"

(خطباتِ محمود جلد 33 صفحہ 298)

تو یہ تو جماعت کی تاریخ ہے اور الٰہی جماعتوں کی یہی تاریخ ہوتی ہے۔ یہ طریق مخالفت کا بھی جاری رہتا ہے۔ اب بھی ایسا ہی ہے اور انہی مخالفتوں میں سے گزرتی ہوئی جماعت ترقی کرتی جاتی ہے اور اب بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ترقی کرتی رہے گی اور کر رہی ہے۔ مخالفین بھی زور لگاتے ہیں، منافقین بھی زور لگاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے کام پورے کر کے رہتا ہے جو اس نے وعدے کیے ہوئے ہیں وہ پورے کر کے رہے گا۔ ان شاء اللہ۔

مخالفت کے حوالے سے ایک تقریر میں آپؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک پہلو تو اس کا یہ ہے کہ لوگوں کے اندر مخالفت ہوتی ہے اور وہ مخالفت کی وجہ سے ہماری باتوں کے سننے کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ ان کے دلوں میں غصہ پیدا ہوتا ہے یہ چیز تو ہمارے لیے بری ہوتی ہے۔ مگر ایک صورت یہ بھی ہوا کرتی ہے کہ جب کوئی شخص مخالفت کی باتیں سنتا ہے تو وہ پھر کریدتا ہے کہ اچھا یہ ایسے گندے لوگ ہیں۔ ذرا میں بھی تو جا کے دیکھوں۔ اور جب وہ دیکھتا ہے تو حیران ہو جاتا ہے کہ جو باتیں مجھے انہوں نے بتائی تھیں وہ تو بالکل اَور تھیں۔ یعنی مخالفین نے جو بتائی تھیں وہ تو اَور تھیں اور یہ باتیں جو احمدی کہتے ہیں بالکل اَور ہیں اور وہ ہدایت کو تسلیم کر لیتا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں مجھے یاد ہے مَیں چھوٹا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف رکھتے تھے، مجلس لگی ہوئی تھی کہ ایک صاحب رام پور سے تشریف لائے۔ وہ رہنے والے تو لکھنؤ یا اس کے پاس کے کسی مقام سے تھے لیکن رام پور میں رہتے تھے۔ چھوٹا قد تھا ان کا، دبلے پتلے آدمی تھے۔ ادیب بھی تھے، شاعر بھی تھے اور ان کو محاوراتِ اردو کی لغت لکھنے پر نواب صاحب رامپور نے مقرر کیا ہوا تھا۔ وہ آ کے مجلس میں بیٹھے اور انہوں نے اپنا تعارف کروایا کہ میں رام پور سے آیا ہوں اور نواب کا درباری ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو یہاں آنے کی تحریک کس طرح ہوئی؟ انہوں نے کہا کہ میں بیعت میں شامل ہونے کے لیے آیا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمانے لگے۔ اس طرف یعنی رام پور کی طرف تو ہماری جماعت کا آدمی بہت کم پایا جاتا ہے اور اس طرف تبلیغ بھی بہت کم ہے۔ آپ کو اس طرف آنے کی تحریک کس نے کی؟ تو حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ یہ لفظ میرے کانوں میں آج تک گونج رہے ہیں اور میں آج تک اس کو بھول نہیں سکا حالانکہ میری عمر اس وقت سولہ سال کی تھی کہ اِس کے جواب میں انہوں نے بے ساختہ طور پر کہا کہ یہاں آنے کی تحریک **مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب نے کی ہے۔** حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ میں تو اپنی کم عمر کے لحاظ سے اس بات کو نہ ہی سمجھا ہوں گا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر ہنس پڑے جو انہوں نے جواب دیا اور فرمایا کہ وہ کس طرح؟ تو انہوں نے کہا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی کتابیں نواب صاحب کے دربار میں آئی تھیں۔ اور نواب صاحب بھی پڑھتے تھے اور مجھے بھی پڑھنے کے لیے کہا گیا تو میں نے کہا جو جو حوالے یہ لکھتے ہیں میں مرزا صاحب کی کتابیں بھی نکال کر دیکھ لوں کہ وہ حوالے کیا ہیں۔ خیال تو مَیں نے یہ کیا کہ میں اس طرح احمدیت کے خلاف اچھا مواد جمع کر لوں گا لیکن جب مَیں نے حوالے نکال کر پڑھنے شروع کیے تو اُن کا مضمون ہی اَور تھا۔ اس سے مجھے اَور دلچسپی پیدا ہوئی اور میں نے کہا کہ چند اَور صفحے بھی اگلے پچھلے پڑھ لوں۔ جب میں نے وہ پڑھے تو مجھے معلوم ہوا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور آپؐ کی شان اور آپؐ کی عظمت جو مرزا صاحب بیان کرتے ہیں وہ تو ان لوگوں کے دلوں میں ہے ہی نہیں۔ پھر کہنے لگے مجھے فارسی کا شوق تھا۔ اتفاقاً مجھے درثمین فارسی مل گئی اور وہ میں نے پڑھی اور وہ جب پڑھنی شروع کی تو اِس کے بعد میرا دل بالکل صاف ہو گیا اور میں نے کہا کہ جا کر بیعت کر لوں۔ تو مخالفت جہاں فساد کا ذریعہ ہے وہاں فائدہ بھی ہوتا ہے۔

(ماخوذ از چشمہ ہدایت، انوار العلوم جلد 22 صفحہ 433 تا 435)

پس ان دونوں حالات کو سامنے **رکھتے ہوئے ہمیں بھی اپنی تبلیغ کی حکمت عملی تیار کرنی چاہیے۔** نبی کی اگر مخالفت نہ ہو تو تب بھی وہ پریشان ہو جاتے ہیں کیونکہ مخالفت ہی ترقی کا ذریعہ ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ اس مضمون کو بیان کرتے ہوئے ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ مصری حکومت اپنے زمانے میں نہایت نامور حکومت تھی اور اس کا بادشاہ اپنی طاقت اور قوت پر ناز رکھتا تھا یعنی فرعون کے زمانے میں۔ ایسے بادشاہ کے مقابل میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی کوئی حیثیت ہی نہیں تھی مگر باوجود اس کے جب وہ بادشاہ کے پاس گئے تو گو بادشاہ نے ان کو ڈرایا دھمکایا اور انہیں اور ان کی قوم کو تباہ و برباد کر دینے کا

ارادہ ظاہر کیا اور کہا کہ اگر تم باز نہ آئے تو تمہیں بھی مٹا دیا جائے گا اور تمہاری قوم کو بھی مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام باز نہ آئے اور انہوں نے کہا جو پیغام مجھے خدا نے دینے کے لیے دیا ہے وہ میں ضرور پہنچاؤں گا۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے اس سے روک نہیں سکتی۔ یہی حال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا۔ یہی حال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ایسی ہی حالت ہم نے، حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دیکھی ہے۔ ساری قومیں آپؑ کی مخالف تھیں۔ حکومت بھی ایک رنگ میں آپؑ کی مخالف ہی تھی گو آخری زمانے میں یہ رنگ نہیں رہا۔ بہر حال قومیں آپؑ کی مخالف تھیں۔ تمام مذاہب کے پیرو آپؑ کے مخالف تھے۔ مولوی آپؑ کے مخالف تھے۔ گدی نشین آپؑ کے مخالف تھے۔ عوام آپؑ کے مخالف تھے اور امراء اور خواص بھی آپؑ کے دشمن تھے۔ غرض چاروں طرف مخالفت کا ایک طوفان برپا تھا۔ لوگوں نے آپ کو بہت کچھ سمجھایا۔

بعض نے دوست بن کر کہا کہ **آپؑ اپنے دعووں میں کسی قدر کمی کر دیں**۔ بعض نے کہا کہ اگر آپ فلاں فلاں بات چھوڑ دیں تو سب لوگ آپ کی جماعت میں شامل ہو جائیں گے مگر آپؑ نے ان میں سے کسی بات کی بھی پرواہ نہ کی اور ہمیشہ اپنے دعوے کو پیش فرماتے رہے اور اس پر شور ہوتا رہا۔ ماریں پڑتی رہیں قتل ہوتے رہے مگر باوجود ان تمام تکالیف کے اور باوجود اس کے کہ آپؑ کا مقابلہ ایک ایسی دنیا سے تھا جس کا مقابلہ کرنے کی ظاہری سامانوں کے لحاظ سے آپؑ میں قطعاً طاقت نہ تھی پھر بھی آپؑ نے مقابلے کو جاری رکھا بلکہ مجھے خوب یاد ہے میں نے متعدد بار حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا کہ نبی کی مثال تو ویسی ہی ہوتی ہے جیسی لوگ کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں ایک مجذوب سی عورت تھی۔ جب وہ باہر نکلتی تو چھوٹے چھوٹے لڑکے اکٹھے ہو کر اسے چھیڑنے لگ جاتے۔ اس کے ساتھ مذاق کرتے۔ اسے تنگ کرتے، دِق کرتے اور اسے بار بار تنگ کرتے۔ وہ بھی مقابلے میں ان لڑکوں کو گالیاں دیتی اور بد دعائیں دیتی۔ آخر ایک دن گاؤں والوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ یہ عورت مظلوم ہے اور ہمارے لڑکے اسے ناحق تنگ کرتے رہتے ہیں۔ مظلومیت کی حالت میں یہ انہیں بد دعائیں دیتی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی بد دعائیں کوئی رنگ لائیں۔ ہمیں چاہیے کہ اپنے لڑکوں کو روک لیں تا کہ نہ وہ اسے تنگ کریں اور نہ یہ بد دعائیں دے۔ چنانچہ اس مشورے کے بعد انہوں نے فیصلہ کیا کہ کل سے سب گاؤں والے اپنے لڑکوں کو گھروں میں بند رکھیں گے اور انہیں باہر نہ نکلنے دیں۔ چنانچہ دوسرے دن سب لوگوں نے اپنے لڑکوں سے کہہ دیا کہ آج سے باہر نہیں نکلنا اور مزید احتیاط کے طور پر انہوں نے باہر کے دروازوں کی زنجیریں لگا دیں۔ جب دن چڑھا اور وہ پاگل عورت حسب معمول اپنے گھر سے نکلی تو کچھ عرصہ تک وہ ادھر ادھر گلیوں میں پھرتی رہی۔ کبھی ایک گلی میں جاتی، پھر کبھی دوسری گلی میں مگر اسے کوئی لڑکا نظر نہ آتا۔ پہلے تو یہ حالت ہوا کرتی تھی کہ کوئی لڑکا اس کے دامن کو گھسیٹ رہا ہے۔ کوئی اسے چٹکی کاٹ رہا ہے۔ کوئی اسے دھکا دے رہا ہے۔ کوئی اس کے ہاتھوں کے ساتھ چمٹا ہوا ہے اور کوئی اس سے مذاق کر رہا ہے مگر آج اسے کوئی لڑکا دکھائی نہ دیا۔ دوپہر تک تو اس نے انتظار کیا مگر جب دیکھا کہ اب تک کوئی لڑکا اپنے گھر سے نہیں نکلا تو وہ دوکانوں پر گئی اور ہر دوکان پر جا کر کہتی ہے کہ آج تمہارا گھر گر گیا ہے؟ بچے مر گئے ہیں؟ آخر ہوا کیا ہے کہ وہ نظر نہیں آتے؟ تھوڑی دیر کے بعد جب اس طرح اس نے ہر دکان پر جا کر یہ

کہنا شروع کیا تو لوگوں نے کہا کہ گالیاں تو اس طرح بھی ملتی ہیں، بددعائیں تو یہ اب بھی دے رہی ہے اور اس طرح بھی ملتی ہیں جب لڑکے چھیڑتے ہیں۔ تو چھوڑو بچوں کو، ان کو قید کیوں کر رکھا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ حکایت بیان کر کے فرمایا کرتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کا حال بھی اپنے رنگ میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے کہ دنیا ان کو چھیڑتی ہے تنگ کرتی ہے ان پر ظلم و ستم ڈھاتی ہے اور اس قدر ظلم کرتی ہے کہ ان کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک طبقے کے دل میں یہ احساس پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے کہ لوگ ظلم سے کام لے رہے ہیں انہیں نہیں چاہیے کہ ایسا کریں مگر فرمایا کہ وہ بھی یعنی انبیاء بھی دنیا کو نہیں چھوڑ سکتے۔ جب دنیا ان کو نہیں ستاتی تو وہ خود اس کو جھنجھوڑتے ہیں اور بیدار کرتے ہیں۔ پیغام دیتے ہیں۔ کوئی بات بتاتے ہیں۔ تبلیغ کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں تا کہ دنیا ان کی طرف متوجہ ہو اور ان کی باتوں کو سنے۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 24 صفحہ 272 تا 274)

پھر انبیاء میں سختی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انبیاء سختی کیوں کرتے ہیں؟ تو اس بارے میں بھی آپؓ نے بیان فرمایا کہ انبیاء کی سختی اپنی ذات کے لیے نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقام کو قائم کرنے کے لیے اگر کبھی سختی دکھاتے ہیں اور غیرت دکھاتے ہیں تو وہ ہوتی ہے۔ اپنی ذات کے لیے تو ان میں بالکل عاجزی ہوتی ہے۔ اس بارے میں "حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ لاہور کی ایک گلی میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دیا۔ آپؑ گر گئے جس سے آپؑ کے ساتھی جوش میں آ گئے اور قریب تھا کہ اسے مارتے لیکن آپؑ نے فرمایا کہ اس نے اپنے جوش میں سچائی کی حمایت میں ایسا کیا ہے۔" یہ شخص جو ہے یہ تو یہی سمجھا ہے ناں مولویوں کی باتیں سن کے کہ مرزا صاحب جھوٹے ہیں تو میں اپنا بدلہ لوں تو اس نے تو سچائی کی وجہ سے یہ کیا ہے "اسے کچھ نہ کہو۔ پس انبیاء اپنے نفس کے سوال کی وجہ سے نہیں بولتے بلکہ خدا کی عزت کے قیام کے لئے بولتے ہیں۔ تو یہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ایسا ہی کرتے ہیں" یعنی اگر وہ کبھی سختی کریں۔ "ان میں اور عام لوگوں میں بڑا فرق ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور عام لوگ اپنے لئے کرتے ہیں۔ پس اگر کسی شخص کو یہ احساس پیدا ہو جائے۔" پھر آگے آپؑ نصیحت فرما رہے ہیں "کہ میں واقعہ میں کمزور ہوں تو ایسا انسان گمراہ ہو نہیں سکتا۔" وہ اپنی کمزوری کی طرف نظر رکھے گا اللہ تعالیٰ سے مدد مانگے گا۔ "انسان گمراہ اس وقت ہوتا ہے جب وہ یقین رکھتا ہے کہ میں حق پر ہوں۔" اور پھر اس پہ تکبر ظاہر ہوتا ہے۔ پس ہمیں انبیاء کے اسوہ کو دیکھتے ہوئے ہمیشہ عاجزی کا اظہار کرتے رہنا چاہیے اور یہی گناہ سے بچنے کا بھی ذریعہ ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک حوالہ ہے۔ "حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت معاویہ کی نماز کا واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ ان سے ایک مرتبہ فجر کی نماز قضا ہو گئی لیکن وہ اس غلطی کے نتیجے میں نیچے نہیں گرے بلکہ ترقی کی۔" شیطان نے ان پر قابو نہیں پا لیا بلکہ اللہ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کی۔ "پس جو گناہ کا احساس کرتا ہے وہ گناہ سے بچتا ہے۔ جب گناہ کا احساس نہیں رہتا تو انسان معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس مومن کو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ وہ خطرات سے محفوظ نہیں ہوا۔ صرف اسی وقت محفوظ ہو سکتا ہے کہ جبکہ خدا کی آواز اسے کہہ دے۔ پس انسان

کو اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ ایسے شخص کے لئے روحانیت کے راستے کھل جاتے ہیں "جو اپنا محاسبہ کرتا رہتا ہے "جو ایسا نہیں کرتا اس کے لئے روحانیت کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ایسا انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔"
(خطباتِ محمود جلد 18 صفحہ 141-142)

ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ "بغیر محنتِ دینی یا محنتِ دنیوی کے کوئی انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ:

ہمارے زمانہ میں تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ اب عزت پانے والے یا ہمارے مرید ہوں گے یا ہمارے مخالف ہوں گے۔" عزت پانے والے لوگوں کو دیکھ لو یا تو وہی لوگ عزت پائیں گے جو حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے والے ہیں یا وہ جو مخالفت کرنے والے ہیں۔ دینی لحاظ سے جو اپنے آپ کو مخالف سمجھتے ہیں۔ "چنانچہ فرماتے تھے" حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے تھے کہ "مولوی ثناء اللہ صاحب کو دیکھ لو وہ کوئی بڑے مولوی نہیں ان جیسے ہزاروں مولوی پنجاب اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو اگر اعزاز حاصل ہے تو محض ہماری مخالفت کی وجہ سے۔ وہ لوگ خواہ اس امر کا اقرار کریں یا نہ مگر واقعہ یہی ہے کہ آج ہماری مخالفت میں عزت ہے یا ہماری تائید میں۔ گویا اصل مرکزی وجود ہمارا ہی ہے اور مخالفین کو بھی اگر عزت حاصل ہوتی ہے تو ہماری وجہ سے" ہوتی ہے۔ (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 614)

پس یہی ہم آج بھی دیکھتے ہیں۔ اگر مولویوں کی روٹی چل رہی ہے یا انہیں کرسی ملی ہوئی ہے تو احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے ہے اور اب تو سیاستدان بھی بعض ملکوں میں خاص طور پر پاکستان میں احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے اپنی سیاست چمکانے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ ان کی کرسی قائم رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف جو سازشیں ہوئیں ان کا ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بھی لوگوں نے سازشیں کیں۔ قتل کے مقدمات دائر کیے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ مخالفین کو اپنے مقاصد میں نامراد رکھا۔ ایسے ہی اقدام قتل کے مقدمہ میں مولوی محمد حسین بٹالوی، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف عدالت میں گواہی دینے آیا اور اس امید پر آیا کہ مرزا صاحب کو ہتھکڑی اگر نہ لگی ہو گی تو عدالت میں نعوذ باللہ ذلیل حالت میں کھڑے ہوں گے مگر باوجود اس کے کہ وہ انگریز ڈپٹی کمشنر جس کے سامنے مقدمہ پیش تھا وہ ہمارے سلسلہ کا مخالف بھی تھا اور اس نے ضلع میں تعینات ہوتے ہی کہا تھا کہ یہ شخص یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو ہمارے یسوع مسیح کی ہتک کرتا ہے، ان کو کہتا ہے کہ وہ فوت ہو گئے اب تک بچا ہوا ہے اس کو سزا کیوں نہیں دی جاتی؟ میں اب اسے سزا دوں گا۔ مگر جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس کے سامنے پیش ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایسا تصرّف کیا کہ آپؑ کی شکل دیکھتے ہی اس کا بغض دور ہو گیا اور اس نے اپنے پاس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹھنے کے لیے کرسی بچھا دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس پر بیٹھ گئے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو آیا ہی اس لیے تھا کہ آپؑ کو ذلت کی حالت میں دیکھے۔ اس نے جب دیکھا کہ آپؑ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں تو برداشت نہ کرتے ہوئے اس نے کپتان ڈگلس ڈپٹی کمشنر سے سوال کیا کہ مجھے بھی

کرسی دی جائے۔ اس نے، مولوی محمد حسین نے یہ خیال کیا کہ جب مجرم کے لیے کرسی بچھائی جاتی ہے تو گواہ کو کیوں کرسی نہیں ملے گی مگر کپتان ڈگلس نے جب یہ بات سنی تو اسے سخت غصہ آیا اور اس نے غضبناک ہو کر کہا کہ تجھے کرسی نہیں ملے گی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا میرے باپ کو لارڈ صاحب کے دربار میں کرسی ملا کرتی تھی مجھے بھی کرسی دی جائے۔ میں اہل حدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور میرا حق ہے کہ مجھے کرسی ملے۔ تب کپتان ڈگلس نے کہا کہ بک بک مت کر اور پیچھے ہٹ اور سیدھا کھڑا ہو جا۔ اب بجائے اس کے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تذلیل دیکھتا خدا تعالیٰ نے اسے ذلیل کر دیا۔ پھر یہ تو عدالت کے کمرے کے اندر کا واقعہ ہے۔ جب مولوی صاحب باہر نکلے تو لوگوں کو یہ دکھانے کے لیے کہ گویا اندر بھی انہیں کرسی ملی ہے برآمدے میں ایک کرسی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئے لیکن چونکہ نوکر وہی کرتے ہیں جو وہ اپنے آقا کو کرتے دیکھتے ہیں۔ چپڑاسی نے جب دیکھا کہ مولوی صاحب کو اندر تو کرسی نہیں ملی اور اب برآمدے میں کرسی پر آبیٹھے ہیں تو اسے خیال آیا کہ اگر صاحب بہادر نے دیکھ لیا تو مجھ پر ناراض ہو گا۔ وہ دوڑا دوڑا آیا اور کہنے لگا آپ کو یہاں پر بیٹھنے کا حق نہیں۔ اٹھ جایئے۔ اس طرح باہر کے لوگوں نے بھی دیکھ لیا کہ مولوی صاحب کی عدالت میں کتنی عزت ہوئی ہے۔ مولوی صاحب اس پر غصہ میں جل بھن کر آگے بڑھے تو کسی شخص نے زمین پر چادر بچھائی ہوئی تھی اس پر بیٹھ گئے مگر اتفاق کی بات ہے کہ چادر والا بھی جھٹ آپہنچا اور کہنے لگا کہ میری چادر چھوڑ دو۔ یہ تمہارے بیٹھنے سے پلید ہوتی ہے کیونکہ تم ایک مسلمان کے خلاف عیسائیوں کی طرف سے عدالت میں گواہی دینے آئے ہو۔ تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب نصرت آتی ہے تو کوئی شخص اسے روک نہیں سکتا۔ پولیس کے افسر اور سپاہی کیا بڑے سے بڑے آدمی کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اور ایک سیکنڈ میں اللہ تعالیٰ دشمنوں کو ہلاک کر سکتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حضور جھکو اور اس سے دعائیں کرو۔ ہاں مومنوں کے لیے ابتلاؤں کا آنا بھی مقدر ہوتا ہے سو اگر صبر سے کام لوگے اور دعائیں کروگے تو اللہ تعالیٰ ان ابتلاؤں کو دور کر دے گا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 15 صفحہ 184 تا 186)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور عیسائیوں کے درمیان ایک مباحثہ ہوا تھا اس کی روئیداد جو بیان ہوئی ہے وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں جنگِ مقدس کے نام سے شامل ہے۔ اس مباحثہ کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ اپنے خطبہ میں حضرت خلیفہ اولؓ کے حوالے سے بات کر رہے ہیں کہ حضرت خلیفہ اولؓ فرمایا کرتے تھے آتھم کے مباحثے میں ہم نے جو نظارہ دیکھا اس سے پہلے تو ہماری عقلیں دنگ ہو گئیں یعنی اس کو دیکھ کر پہلے تو ہماری عقلیں دنگ ہو گئیں اور پھر ہمارے ایمان آسمانوں تک پہنچ گئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ جب عیسائی مباحثے سے تنگ آ گئے اور انہوں نے دیکھا کہ ہمارا کوئی داؤ نہیں چلا تو چند مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر انہوں نے ہنسی کرنے کے لیے یہ شرارت کی کہ کچھ اندھے کچھ بہرے اور کچھ لولے اور کچھ لنگڑے بلا لیے اور انہیں مباحثے سے پہلے ایک طرف بٹھا دیا۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تو جھٹ انہوں نے اندھوں بہروں اور لولوں لنگڑوں کو آپ کے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ باتوں سے جھگڑے طے نہیں ہوتے۔ آپ کہتے ہیں کہ میں مسیح ناصری کا مثیل ہوں اور مسیح ناصری اندھوں کو آنکھیں دیا کرتے تھے۔ بہروں کو

کان بخشا کرتے تھے اور لولوں لنگڑوں کے ہاتھ پاؤں درست کیا کرتے تھے۔ مسیح ناصری تو یہ کیا کرتے تھے ہم نے آپ کو تکلیف سے بچانے کے لیے اس وقت چند اندھے، بہرے اور لولے، لنگڑے اکٹھے کر دیے ہیں۔ اگر آپ واقعی مثیل مسیح ہیں تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجیے۔ خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ ہم وہاں بیٹھے تھے۔ ہم لوگوں کے دل ان کی اس بات کو سن کر بیٹھ گئے اور گو ہم سمجھتے تھے کہ یہ بات یونہی ہے یعنی حقیقت اس میں کوئی نہیں ہے جو مسیح ناصری کی طرف منسوب کی جاتی ہے لیکن پھر بھی ہمارے دل بیٹھ گئے۔ اس بات سے گھبرا گئے کہ آج ان لوگوں کو ہنسی مذاق اور ٹھٹھے کا موقع مل جائے گا مگر جب ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چہرے کو دیکھا تو آپؑ کے چہرے پر ناپسندیدگی یا گھبراہٹ کے کوئی آثار ہی نہیں تھے۔

جب وہ بات ختم کر چکے تو حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ دیکھئے پادری صاحب! مَیں جس مسیح کے مثیل ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں اسلامی تعلیم کے مطابق وہ اس قسم کے اندھوں بہروں اور لولوں لنگڑوں کو اچھا نہیں کیا کرتا تھا مگر آپ کا عقیدہ یہ ہے کہ مسیح جسمانی اندھوں، جسمانی بہروں، جسمانی لولوں اور لنگڑوں کو اچھا کیا کرتا تھا تو آپ کی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اگر تم میں ایک ذرّہ بھر بھی ایمان ہو اور تم پہاڑوں سے کہو کہ یہاں سے وہاں چلا جائے تو وہ چلا جائے گا اور اگر تم بیماروں پر ہاتھ رکھو گے تو وہ اچھے ہو جائیں گے۔

پس یہ سوال مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ مَیں تو وہ معجزے دکھا سکتا ہوں جو میرے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائے۔ آپ ان معجزوں کا مطالبہ کریں تو مَیں دکھانے کے لیے تیار ہوں۔ باقی رہے اس قسم کے معجزے سو آپ کی کتاب نے بتا دیا ہے کہ ہر وہ عیسائی جس کے اندر ایک رائی کے برابر بھی ایمان ہو ویسے ہی معجزے دکھا سکتا ہے جیسے حضرت مسیح ناصری نے دکھائے۔ سو آپ نے بڑی اچھی بات کی ہے جو ہمیں تکلیف سے بچا لیا اور ان اندھوں بہروں اور لولوں اور لنگڑوں کو اکٹھا کر دیا ہے۔ اب یہ اندھے بہرے اور لولے لنگڑے موجود ہیں اگر آپ میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان موجود ہے تو ان کو اچھا کر کے دکھا دیجئے۔ حضرت خلیفہ اولؓ فرماتے تھے کہ ہم نے دیکھا کہ اس جواب سے پادریوں کو ایسی حیرت ہوئی کہ بڑے بڑے پادری ان لولوں اور لنگڑوں کو کھینچ کھینچ کر الگ کرنے لگے۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو ہر موقع پر عزت بخشتا ہے اور ان کو ایسے ایسے جواب سمجھاتا ہے جس کے نتیجہ میں دشمن بالکل ہکا بکا رہ جاتا ہے۔ (ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 23 صفحہ 88-89)

حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کا ایک واقعہ سیالکوٹ کا ہے جو آپ نے بیان کیا۔ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیالکوٹ میں گئے تو مولویوں نے فتویٰ دیا کہ جو ان کے لیکچر میں جائے گا اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ حضرت مرزا صاحب کی کشش ایسی تھی کہ لوگوں نے اس فتوے کی بھی کوئی پرواہ نہ کی تو مولویوں نے راستوں پر پہرے لگا دیے تا کہ لوگوں کو جانے سے روکیں اور سڑکوں پر پتھر جمع کر لیے کہ جو نہ رکے گا اسے ماریں گے پھر جلسہ گاہ سے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر لے جاتے کہ لیکچر نہ سن سکیں۔ کہتے ہیں ایک بی ٹی صاحب ہوتے تھے جو اس وقت سیالکوٹ میں سٹی انسپکٹر تھے اور پھر سپرنٹنڈنٹ پولیس ہو گئے تھے۔ اب معلوم نہیں ان کا کیا عہدہ ہے جب یہ بیان کر رہے تھے۔ ان بی ٹی صاحب کا انتظام تھا۔ جب لوگوں نے شور مچایا اور فساد کرنا چاہا تو چونکہ حضرت صاحب

کی تقریر اس نے بھی سنی تھی وہ حیران ہو گیا کہ اس تقریر میں تو حملہ آریوں اور عیسائیوں پر کیا گیا ہے اور جو کچھ مرزا صاحب نے کہا ہے اگر وہ مولویوں کے خیالات کے خلاف بھی ہو تو بھی اس سے اسلام پر کوئی اعتراض نہیں آتا۔ یہ تو عیسائیوں کے خلاف باتیں ہو رہی ہیں اور اگر باتیں سچی ہیں جو مرزا صاحب بیان کر رہے ہیں تو اسلام کا سچا ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اگر یہ باتیں سچی ہیں تو اس سے تو اسلام سچا ثابت ہوتا ہے۔ پھر مسلمانوں کے فساد کرنے کی وجہ کیا ہے؟ اگرچہ وہ سرکاری افسر تھا وہ جلسہ میں کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا یہ تو کہتے ہیں کہ عیسائیوں کا خدا مر گیا۔ اس پر اس نے وہاں مسلمانوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم کیوں غصہ ہوتے ہو؟ یہ تو یہی کہہ رہے ہیں ناں کہ عیسائیوں کا خدا مر گیا اس میں تمہارے غصہ کی کیا بات ہے۔ یہ تمہارے لیے اچھی بات ہے۔

غرض ان لوگوں کا ہم سے یہ سلوک ہے یعنی جو مخالفت کرنے والے ہیں اور بادی النظر میں یہی نظر آتا ہے کہ ان میں سے یعنی کہ مسلمانوں میں سے اگر کوئی آریوں میں چلا جائے تو مسلمانوں کو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن مرزا صاحب کی بات کوئی نہ سنے۔ آپؑ فرماتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یہ خیال غلط ہے۔ اگر مسلمانوں میں سے کوئی اپنا مذہب بدلتا ہے تو ہمیں فرق پڑتا ہے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ:

اے دل تُو نیز خاطرِ ایناں نِگاہ دار کآخر کنند دعوٰئے حُبِّ پیمبرم

(ماخوذ از تاریخ شدھی ملکانہ، انوار العلوم جلد 7 صفحہ 192)

اے دل! تُو ان لوگوں کا لحاظ رکھ کیونکہ آخر یہ میرے پیغمبر کی محبت کا دعوٰی کرتے ہیں۔ اس لیے ہمیں تو بہر حال ان کے دین بدلنے کا یا مذہب بدلنے کا یا بگڑنے کا درد ہو گا۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ایک شخص نے کہا کہ میں آپ کا بہت مداح ہوں لیکن ایک بہت بڑی غلطی آپ سے ہوئی ہے۔ آپؑ جانتے ہیں کہ علماء کسی کی بات نہیں مانا کرتے کیونکہ وہ جانتے ہیں اگر مان لی تو ہمارے لیے موجب ہتک ہو گی۔ لوگ کہیں گے یہ بات فلاں کو سوجھی انہیں نہ سوجھی۔ اس لیے ان سے منوانے کا یہ طریق ہے کہ ان کے منہ سے ہی بات نکلوائی جائے۔ جب آپؑ کو وفاتِ مسیح کا مسئلہ معلوم ہوا تھا تو آپؑ کو چاہیے تھا کہ چیدہ چیدہ علماء کی دعوت کرتے اور ایک میٹنگ کر کے یہ بات ان کے سامنے پیش کرتے کہ عیسائیوں کو حیات مسیح کے عقیدے سے بہت مدد ملتی ہے اور وہ اعتراض کر کے اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ تمہارا نبی فوت ہو گیا اور ہمارے مذہب کا بانی آسمان پر ہے۔ اس لیے وہ افضل ہے بلکہ خود خدا ہے۔ اس کا جواب دیا جائے؟ یہ سوال کرتے۔ اس وقت جو علماء آپؑ نے دعوت پہ بلائے ہوتے تو وہ علماء جو تھے یہی کہتے کہ آپ ہی فرمائیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کہتے۔ آپ فرمائیں اس کا کیا جواب ہے؟ تو آپؑ کہتے کہ رائے تو دراصل آپؑ لوگوں کی ہی صائب ہو سکتی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ فلاں آیت سے حضرت مسیح کی وفات ثابت ہو سکتی ہے۔ علماء فوراً کہہ دیتے کہ یہ بات ٹھیک ہے۔ بسم اللہ کہہ کے اعلان کیجئے ہم تائید کے لیے تیار ہیں۔ یہ طریقہ اس شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مولویوں کو منانے کا بتایا۔ پھر کہتا ہے کہ پھر اسی طرح یہ مسئلہ پیش ہو جاتا کہ حدیثوں میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر ہے مگر جب مسیح علیہ

السلام فوت ہو گئے تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا۔ اس پر کوئی عالم آپ کے متعلق کہہ دیتا کہ آپ ہی مسیح ہیں اور تمام علماء نے اس پر مہر تصدیق ثبت کر دینی تھی۔ یہ تجویز سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ:

اگر میرا دعویٰ انسانی چال سے ہوتا تو میں بیشک ایسا ہی کرتا مگر یہ خدا کے حکم سے تھا۔ خدا نے جس طرح سمجھایا اسی طرح میں نے کیا۔ تو چالیں اور فریب انسانی چالوں کے مقابلے میں ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی جماعتیں ان سے ہرگز نہیں ڈر سکتیں۔ یہ ہمارا کام نہیں۔ خود خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ وہی اس پیغام کو پہنچائے گا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 12 صفحہ 196-197)

چاند اور سورج گرہن کا واقعہ ہماری جماعت کا مشہور واقعہ ہے۔ اس بارے میں بھی ایک مخالف مولوی جو غالباً گجرات کا رہنے والا تھا ہمیشہ لوگوں سے کہتا رہتا تھا کہ مرزا صاحب کے دعویٰ سے بالکل دھوکا نہ کھانا۔ حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ مہدی کی علامت یہ ہے کہ اس کے زمانے میں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں گرہن لگے گا۔ جب تک یہ پیشگوئی پوری نہ ہو اور سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں گرہن نہ لگے۔ ان کے دعوے کو ہرگز سچا نہیں سمجھنا۔ اتفاق کی بات کہ وہ زندہ ہی تھا کہ سورج اور چاند کے گرہن کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اس کے ہمسائے میں ایک احمدی رہتا تھا اس نے سنایا کہ جب سورج کو گرہن لگا تو اس مولوی نے اس گھبراہٹ میں اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر ٹہلنا شروع کر دیا۔ وہ ٹہلتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ ”ہن لوگ گمراہ ہون گے۔ ہن لوگ گمراہ ہون گے“، بار بار یہی کہتا تھا یعنی اب لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ تو اس نے یہ نہ سمجھا کہ جب پیشگوئی پوری ہو گئی ہے تو لوگ حضرت مرزا صاحب کو مان کر ہدایت پائیں گے۔ گمراہ نہیں ہوں گے۔ عیسائی بھی ایک طرح سے یہ مانتے تھے کہ وہ تمام علامتیں پوری ہو گئی ہیں جو پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں مگر دوسری طرف رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سن کر یہ بھی کہتے تھے کہ اس وقت اتفاقی طور پر ایک جھوٹے نے دعویٰ کر دیا۔ جیسے مسلمان کہتے ہیں علامتیں پوری ہو رہی ہیں مگر اتفاق کی بات یہ ہے کہ اس وقت ایک جھوٹے نے دعویٰ کر دیا۔ یہ مسلمانوں کی حالت ہے اب۔ مگر عجیب بات یہ ہے کہ ایسا اتفاق ایک جھوٹے کو ہی نصیب ہوتا ہے سچے کو نصیب نہیں ہوتا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 56)

حضرت مسیح موعودؑ کے ماضی کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ ”ہر ایک بدی بتدریج پیدا ہوتی ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوتا کہ ایک شخص رات کے وقت صادق سوئے اور صبح کو بدترین جھوٹ کا مرتکب ہو کر پہلے تو انسانوں پر بھی جھوٹ نہ بولتا تھا اور اب خدا پر جھوٹ بولنے لگا“ صبح اٹھ کے۔ ”اس کے مطابق ہم حضرت مرزا صاحبؑ کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے ہیں۔ تو آپؑ نے یہاں کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار باعلان فرمایا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو؟ مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔ مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہو گیا اس نے اپنے رسالہ میں آپؑ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی اور مسٹر ظفر علی خان کے والد نے اپنے اخبار میں آپؑ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا اور اس کی زندگی پاکباز رہی وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہو گیا اور بگڑ

گیا۔ علماءِ نفس نے مانا ہے "یعنی سائیکاٹرسٹ (Psychiatrists) جو ہیں سائیکالوجسٹ (Psychologists) جو ہیں وہ بھی کہتے ہیں "کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوا کرتا ہے۔ ایک دم کوئی تغیر اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے"!

(معیار صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 60-61)

پھر اللہ تعالیٰ **حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کس طرح نصرت فرماتا رہا**۔ اس بارے میں ہم دیکھتے ہیں۔ آپؑ لکھتے ہیں کہ:

جو خدا کا رسول ہو اس کے ساتھ خدا کی نصرت ہوتی ہے۔ اگر نصرت نہیں تو وہ خدا کا مرسل اور رسول نہیں۔ لوگ قریب ہوتے ہیں کہ اس کو ہلاک کر دیں مگر خدا کی نصرت آتی ہے اور اس کو کامیاب کرتی ہے اور اس کے دشمنوں کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ یہی معاملہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقابلے میں ہوا۔ آپ کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی، لوگ مارنے پر متعین ہوئے جن کا علم ہو گیا اور وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوئے۔ مقدمے آپؑ پر جھوٹے اقدام قتل کے بنائے گئے۔ چنانچہ مارٹن کلارک نے جھوٹا مقدمہ قتل کا بنایا اور ایک شخص نے کہہ بھی دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے متعین کیا تھا۔ مجسٹریٹ وہ جو اس دعویٰ کے ساتھ آیا تھا کہ اس مدعی مہدویت اور مسیحیت کو اب تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں؟ مَیں پکڑوں گا مگر جب مقدمہ ہوتا ہے تو وہی مجسٹریٹ کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ جھوٹا مقدمہ ہے۔ بار بار اس نے یہی کہا اور آخر اس شخص کو عیسائیوں سے علیحدہ کر کے پولیس افسر کے ماتحت رکھا گیا اور وہ شخص روپڑا اور اس نے بتا دیا کہ مجھے عیسائیوں نے سکھایا تھا اور خدا نے اس جھوٹے الزام کا قلع قمع کر دیا۔

اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ہماری جماعت کے ایک پُرجوش مبلغ ہیں مولوی عمر الدین صاحب شملوی۔ یہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی معیار پر پرکھ کر احمدی ہوئے تھے۔ وہ سناتے ہیں کہ شملے میں مولوی محمد حسین اور مولوی عبد الرحمن سیاح اور چند اَور آدمی مشورہ کر رہے تھے کہ اب مرزا صاحب کے مقابلے میں کیا طریق اختیار کرنا چاہیے۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ مَیں اب مباحثہ نہیں کروں گا۔ ہم اشتہار مباحثہ دیتے ہیں اگر وہ مقابلے پر کھڑے ہو جائیں گے تو ہم کہیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا کہ پہلے تو اشتہار دیا کہ ہم مباحثہ کسی سے نہ کریں گے اور اب مباحثہ کے لیے تیار ہو گئے ہیں اور اگر مباحثے پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم شور مچا دیں گے کہ دیکھو مرزا صاحب ہار گئے۔ اس پر مولوی عمر الدین صاحب نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟ میں جاتا ہوں اور جا کے ان کو قتل کر دیتا ہوں۔ مسئلہ ہی ختم ہو۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ لڑکے تجھے کیا معلوم یہ سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جس کی خدا اتنی حفاظت کر رہا ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہو گا۔

یہ لڑکے تو تھے۔ انہوں نے کہا کہ اتنی حفاظت اللہ تعالیٰ کر رہا ہے کہ اتنی تدبیروں کے باوجود بچے رہے تو پھر یہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔ پھر انہوں نے جب بیعت کر لی تو واپس جاتے ہوئے ان کو مولوی محمد حسین بٹالوی

سٹیشن پر ملے۔ کہا تُو کدھر؟ تو انہوں نے کہا کہ قادیان بیعت کر کے آیا ہوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ تُو بڑا شریر ہے۔ تیرے باپ کو لکھوں گا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ مولوی صاحب یہ تو آپ ہی کے ذریعہ سے ہوا ہے جو کچھ ہوا ہے۔ پس مخالف اس کو، اللہ تعالیٰ کے پیارے کو مارنا چاہتے ہیں اور وہ بچایا جاتا ہے۔ خدا اس کی اپنے تازہ علم سے نصرت کرتا ہے اور ہر میدان میں اس کو عزت دیتا ہے۔

(ماخوذ از معیار صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61-62)

اسی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں مرزا صاحب کو تباہ کر دوں گا۔

"مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جوانی کے دوست تھے اور آپؑ سے تعلق رکھنے والے تھے اور جو ہمیشہ آپؑ کے مضامین کی تعریف کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اس دعویٰ کے معاً بعد یہ اعلان کیا" حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دعویٰ کیا تو انہوں نے اعلان کر دیا "کہ میں نے ہی اس شخص کو بڑھایا تھا اور اب میں ہی اس کو تباہ کر دوں گا... پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے رشتہ داروں نے اعلان کر دیا بلکہ بعض اخبارات میں یہ اعلان چھپوا بھی دیا کہ اس شخص نے دکانداری چلائی ہے اس کی طرف کسی کو توجہ نہیں کرنی چاہیے اور اس طرح ساری دنیا کو انہوں نے بدگمان کرنے کی کوشش کی۔" حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ "پھر یہ میرے ہوش کی بات ہے کہ بہت سے کام کرنے والے لوگوں نے جو زمیندارہ انتظام میں کمین کہلاتے ہیں آپ کے گھر کے کاموں سے انکار کر دیا" یعنی کام کرنے والے جو کہلاتے ہیں انہوں نے گھروں میں باوجود زمیندارہ ماحول ہونے کے، علاقے کے زمیندار ہونے کے آپ کے گھر میں آ کے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ "اس کے محرک دراصل ہمارے رشتہ دار ہی تھے۔

غرض اپنوں اور بیگانوں نے مل کر آپؑ کو مٹانا اور آپؑ کو تباہ اور برباد کر دینا چاہا۔ مگر خدا نے اپنے بندے سے کہا 'دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔' ایک بے کس اور بے بس انسان قادیان جیسی بستی میں جہاں ہفتہ میں صرف ایک دفعہ ڈاک آیا کرتی تھی، جہاں ایک پرائمری سکول بھی نہ تھا اور جہاں ایک روپیہ کا آٹا بھی لوگوں کو میسر نہیں آتا تھا کھڑا ہوتا ہے اور پھر وہ انسان بھی ایسا ہے جو نہ مولوی ہے اور نہ بہت بڑی جائیداد کا مالک ہے۔ (بے شک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک شریف خاندان میں سے تھے مگر راجوں اور نوابوں کی طرح بہت بڑی جائیداد کے مالک نہیں تھے۔) وہ اٹھ کر دنیا کے سامنے یہ اعلان کرتا" ایک شخص "اور پہلے دن ہی کہتا ہے کہ خدا میرے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچائے گا اور کون ہے جو آج کہہ سکے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام دنیا کے کناروں تک نہیں پہنچا۔"

(خطباتِ محمود جلد 1 صفحہ 324-325)

آج تو ہم دیکھتے ہیں کوئی دنیا کا کونہ ایسا نہیں جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام نہ پہنچا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے لیکن جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لیے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے

ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو۔ پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو تلف کر سکے؟ یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے" جیسا کہ انہوں نے کہا کہ دکانداری ہے "تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔" ان شاء اللہ۔ "اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے۔ تب بھی میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہو گا۔" ان شاء اللہ (ملفوظات جلد 8 صفحہ 148)

پس اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آپ کی بیعت کا حق ادا کرنے والے بھی بنیں اور آپ کے پیغام کو دنیا میں پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کے وارث بھی بنیں۔ بے وفاؤں میں نہ ہوں بلکہ وفاداروں میں ہمارا شمار ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کی ہمیں توفیق دے۔

آج میں ایک ویب سائٹ کا بھی اعلان کروں گا۔ لانچ کروں گا۔ یہ بھی تبلیغ کا، دنیا کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ یہ کُردش زبان میں جماعتی ویب سائٹ ہے Islamahmadiyya.krd۔ اس ویب سائٹ کی نگرانی ڈاکٹر اسماعیل محمد صاحب کر رہے ہیں جن کے ساتھ کردش جماعت کے ممبران کی ایک ٹیم بھی ہے۔ اس ویب سائٹ کا مقصد کردش زبان جاننے والے قارئین کو یہ موقع فراہم کرنا ہے کہ وہ پہلی بار احمدیہ جماعت کے عقائد کو اپنی زبان میں خود پڑھ سکیں۔ یہ ویب سائٹ بنیادی طور پر کردش زبان کے سرانی ڈائیلیکٹ (Dialect) پر مشتمل ہے جس کے ساتھ بادینی ڈائیلیکٹ میں بھی کچھ مواد موجود ہے۔ ویب سائٹ پر خبریں، مضامین، تفسیر، کتابیں اور خطبات جمعہ اور ویڈیو سیکشن شامل ہیں۔ کردش ترجمہ کمیٹی کے تعاون سے اس ویب سائٹ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متعدد کتابوں کے ساتھ دیگر جماعتی کتب بھی مہیا کی گئی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں ہیں۔ حضرت خلیفہ ثانیؓ کی کتابیں ہیں اور دوسرا جماعتی لٹریچر ہے جس میں 'اسلامی اصول کی فلاسفی' 'مسیح ہندوستان میں' 'ضرورۃ الامام' 'حقیقۃ المہدی' 'دعوت الامیر'، منصب خلافت وغیرہ شامل ہیں۔ تو جمعہ کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ویب سائٹ بھی لانچ ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بابرکت کرے۔

اسی طرح دنیا کے جو حالات ہیں اس بارے میں بھی کہنا چاہوں گا کہ دعاؤں کو جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہی سے بچائے اور انسانوں کو عقل دے اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچاننے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/اپریل 2022ء جلد 29 شمارہ 30 صفحہ 05 تا 10)

13

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 01/اپریل2022ء بمطابق 01/شہادت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے فتنوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تصنیف سر الخلافہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ”ابن خلدون نے..... لکھا ہے ’عرب کے عوام وخواص مرتد ہو گئے اور بنو طے اور بنو اسد طُلَیحہ کے ہاتھ پر جمع ہو گئے اور بنو غطفان مرتد ہو گئے۔ اور بنو ہَوازَن متردّد ہوئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینی روک دی۔ نیز بنو سُلَیم کے سردار مرتد ہو گئے اور اسی طرح ہر جگہ پر باقی لوگوں کا بھی یہی حال تھا،“ ابنِ اثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ... **عرب مرتد ہو گئے، ہر قبیلہ میں سے عوام یا خواص اور نفاق ظاہر ہو گیا** اور یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنی گردنیں اٹھا اٹھا کر دیکھنا شروع کر دیا۔ اور مسلمانوں کی اپنے نبیؐ کی وفات کی وجہ سے، نیز اپنی قلت اور دشمنوں کی کثرت کے باعث ایسی حالت ہو گئی تھی جیسی بارش والی رات میں بھیڑ بکریوں کی ہوتی ہے“ یعنی خوف سے ایک جگہ اکٹھی ہو جاتی ہیں اور پناہ تلاش کرتی ہیں۔ ”اس پر لوگوں نے ابو بکرؓ سے کہا کہ یہ لوگ صرف اسامہ کے لشکر کو ہی مسلمانوں کا لشکر سمجھتے ہیں۔ اور جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں عربوں نے آپؐ سے بغاوت کر دی ہے پس مناسب نہیں کہ آپ مسلمانوں کی اس جماعت کو اپنے سے الگ کر لیں۔ اس پر (حضرت) ابو بکرؓ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اگر مجھے اس بات کا یقین بھی ہو جائے کہ درندے مجھے اچک لیں گے تب بھی مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ کے لشکر کو ضرور بھیجوں گا۔ جو فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میں اسے منسوخ نہیں کر سکتا۔“

حضرت مسیح موعود علیہ السلام عبد اللہ بن مسعودؓ کا حوالہ دے کے فرماتے ہیں کہ ”عبد اللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم ایک ایسے مقام پر کھڑے ہو گئے تھے کہ اگر اللہ ہم پر ابو بکرؓ کے ذریعہ احسان نہ فرماتا تو قریب تھا کہ ہم ہلاک ہو جاتے۔ آپؓ نے ہمیں اس بات پر اکٹھا کیا کہ ہم بنت مخاض“ یعنی ”(ایک سالہ اونٹنی) اور بنت لبون (دو سالہ اونٹنی) کی (زکوٰۃ کی وصولی کے لئے) جنگ لڑیں اور یہ کہ ہم عرب بستیوں کو کھا جائیں اور ہم اللہ کی عبادت کرتے چلے جائیں یہاں تک کہ موت ہمیں آ لے۔“

(سر الخلافہ اردو ترجمہ صفحہ نمبر 188، 189 حاشیہ، شائع کردہ نظارت اشاعت)

یہ جو بحث چل رہی ہے اس میں بعض غلط فہمیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اور یہ سوال بھی اٹھایا جا سکتا ہے کہ

کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟ اس بارے میں مختصر بیان کر دیتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب تقریباً سارے عرب نے ارتداد اختیار کر لیا اور بعض لوگوں نے کُلّی طور پر اسلام سے دُوری اختیار کر لی اور بعض نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سب کے خلاف قتال کیا۔ کتبِ تاریخ اور سیرت میں ایسے تمام افراد کے لیے مرتدین کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ جس کی وجہ سے بعد میں آنے والے سیرت نگار اور علماء کو غلطی لگی یا وہ غلط تعلیم پھیلانے کا باعث بنے کہ گویا مرتد کی سزا قتل ہے اور اسی لیے حضرت ابو بکرؓ نے تمام مرتدین کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور ایسے سب لوگوں کو قتل کروا دیا سوائے اس کے کہ وہ دوبارہ اسلام قبول کر لیں اور یوں ان مؤرخین اور سیرت نگاروں نے حضرت ابو بکرؓ کو عقیدہ ختم نبوت کا محافظ اور اس کے ہیرو کے طور پر پیش کیا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خلافت راشدہ کے اس دور میں ختم نبوت اور عقیدہ ختم نبوت کے اس طرح کے تحفظ کی کوئی سوچ یا نظریہ موجود ہی نہیں تھا اور نہ ہی ان لوگوں کے خلاف اس لیے تلوار اٹھائی گئی تھی کہ ختمِ نبوت کو کوئی خطرہ تھا یا مرتد کی سزا چونکہ قتل تھی اس لیے ان کو قتل کیا جائے۔ اس کی تفصیل تو آگے بیان ہو گی اور اس بارے میں تو بیان ہو گا کہ ان کے خلاف اعلان جنگ کیوں کیا گیا؟ لیکن اس سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ کیا قرآن کریم نے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتد کی سزا قتل بیان کی ہے یا کوئی اَور سزا بھی مقرر کی ہے؟ اسلامی اصطلاح میں مرتد اس کو کہا جاتا ہے جو دینِ اسلام سے انحراف کر جائے اور اسلام قبول کرنے کے بعد پھر دائرۂ اسلام سے نکل جائے۔ جب ہم قرآنِ کریم کو دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے متعدد جگہوں پر مرتد ہونے والوں کا باقاعدہ ذکر تو فرمایا ہے لیکن ان کے لیے قتل یا کسی بھی قسم کی دنیاوی سزا دینے کا ذکر نہیں کیا۔

چنانچہ چند آیات نمونے کے طور پر پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی آیت یہ ہے کہ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَ هُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ۔ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔ (البقرۃ:218) یعنی اور تم میں سے جو بھی اپنے دین سے برگشتہ ہو جائے پھر اس حال میں مرے کہ وہ کافر ہو تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا میں بھی ضائع ہو گئے اور آخرت میں بھی اور یہی وہ لوگ ہیں جو آگ والے ہیں۔ اس میں وہ بہت لمبا عرصہ رہنے والے ہیں۔

اس آیت میں بیان ہوا ہے کہ تم میں سے جو کوئی مرتد ہو جائے اور آخر کار اسی کفر کی حالت میں مر جائے۔ اس سے خوب واضح ہو رہا ہے کہ مرتد کی سزا قتل نہ تھی کیونکہ اگر اس کی سزا قتل ہوتی تو یہ بیان نہ ہوتا کہ ایسا مرتد آخر کار کفر کی حالت میں مر جائے۔

پھر ایک جگہ فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ۔ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۔ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ۔ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۔ (المائدۃ:55) اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے تو ضرور اللہ اس کے بدلے ایک ایسی قوم لے آئے گا جس سے وہ محبت کرتا ہو اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں۔ مومنوں پر وہ بہت مہربان ہوں گے اور کافروں پر بہت سخت۔ وہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور

کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا کوئی خوف نہ رکھتے ہوں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ اس کو جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بہت وسعت عطا کرنے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔ اس جگہ بھی مرتد ہونے والوں کا ذکر فرماتے ہوئے مومنوں کو یہ خوش خبری تو دی گئی کہ ایسے لوگوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ قوموں کی قومیں عطا فرمائے گا لیکن کہیں یہ ذکر نہیں فرمایا کہ مرتد ہونے والوں کو قتل کر دو یا فلاں فلاں سزا دو۔

پھر ایک اَور **آیت جو کہ ہر قسم کے شکوک و شبہات اور سوالات کو ختم کر دینے والی ہے** وہ سورۃ النساء کی یہ آیت ہے۔ فرمایا: اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ اٰمَنُوۡا ثُمَّ کَفَرُوۡا ثُمَّ ازۡدَادُوۡا کُفۡرًا لَّمۡ یَکُنِ اللّٰہُ لِیَغۡفِرَ لَہُمۡ وَ لَا لِیَہۡدِیَہُمۡ سَبِیۡلًا (النساء:138) یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انکار کر دیا۔ پھر ایمان لائے پھر انکار کر دیا۔ پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ اللہ ایسا نہیں کہ انہیں معاف کر دے اور انہیں راستہ کی ہدایت دے۔

پس بڑی واضح نفی ہے اس میں کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے اور یہی تشریح ہمارے لٹریچر میں بھی کی جاتی ہے اور مفسرین نے بھی اس کی وضاحت کی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اس کی تھوڑی سی وضاحت اپنے ترجمۃ القرآن میں اس طرح فرمائی ہے کہ ”یہ آیت اس عقیدہ کی نفی کرتی ہے کہ مرتد کی سزا قتل ہے۔ چنانچہ فرمایا اگر کوئی مرتد ہو جائے، پھر ایمان لے آئے، پھر مرتد ہو جائے، پھر ایمان لے آئے تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور اگر کفر کی حالت میں مرے گا تو لازمی طور پر جہنمی ہو گا۔ اگر مرتد کی سزا قتل ہوتی تو اس کے بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔“

(قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ صفحہ 158 حاشیہ)

اس کے علاوہ **قرآن کریم میں کچھ اَور آیات ہیں جو اصولی طور پر قتل مرتد کی نفی کرنے والی ہیں** جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَ قُلِ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّکُمۡ ۟ فَمَنۡ شَآءَ فَلۡیُؤۡمِنۡ وَّ مَنۡ شَآءَ فَلۡیَکۡفُرۡ ۟ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلظّٰلِمِیۡنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِہِمۡ سُرَادِقُہَا ؕ وَ اِنۡ یَّسۡتَغِیۡثُوۡا یُغَاثُوۡا بِمَآءٍ کَالۡمُہۡلِ یَشۡوِی الۡوُجُوۡہَ ؕ بِئۡسَ الشَّرَابُ ؕ وَ سَآءَتۡ مُرۡتَفَقًا ؕ (الکھف :30) اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔ یقیناً ہم نے ظالموں کے لیے ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی دیواریں انہیں گھیرے میں لے لیں گی اور اگر وہ پانی مانگیں گے تو انہیں ایسا پانی دیا جائے گا جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا جو اُن کے چہروں کو جھلس دے گا۔ بہت ہی بُرا مشروب ہے اور بہت ہی بُری آرام گاہ ہے۔

دین میں کسی قسم کے جبر کی نفی کرتے ہوئے فرمایا: لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ۟ لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (البقرۃ:257) دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا اور دائمی علم رکھنے والا ہے۔ قرآنِ کریم کی کچھ آیات بطور نمونہ پیش کی گئی ہیں جن میں دین کے نام پر کسی بھی قسم کی سختی، جبر اور سزا کی نفی کی گئی ہے اور مرتد ہونے والوں کا ذکر کر کے کسی بھی قسم کی سزا کا ذکر نہ کرنا

ہماری راہنمائی کرتا ہے کہ مرتد ہونے والے کے لیے شریعتِ اسلامی کوئی جسمانی اور دنیاوی سزا مقرر نہیں کرتی۔

اسی قرآنی تعلیم اور نظریہ کی مزید تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ قرآن کریم میں جگہ جگہ منافقین کا ذکر موجود ہے اور منافقین کی برائیاں اس قدر زور سے بیان کی گئی ہیں کہ کفار کی برائیوں کا بھی اس طرح ذکر نہیں۔ ان لوگوں کو فاسق بھی کہا گیا ہے۔ ان کو کافر بھی کہا گیا ہے۔ ان کے بارے میں اسلام لانے کے بعد کفر اختیار کرنے کا ذکر کیا گیا ہے لیکن ایسے کسی بھی منافق کے لیے نہ تو کسی قسم کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے اور تاریخِ اسلام گواہ ہے کہ نہ ہی کسی منافق کو ان کے نفاق کی بنا پر کوئی سزا دی گئی۔ چنانچہ منافقین کا ذکر کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے :قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۔ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ۔ وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّآ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ۔ (التوبۃ:53-54) تُو کہہ دے کہ خواہ تم خوشی سے خرچ کرو خواہ کراہت کے ساتھ ہر گز تم سے قبول نہیں کیا جائے گا۔ یقیناً تم ایک بدکردار قوم ہو۔ اور انہیں کسی چیز نے اس بات سے محروم نہیں کیا کہ ان سے ان کے اموال قبول کیے جائیں سوائے اس کے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کا انکار کر بیٹھے تھے نیز یہ کہ وہ نماز کے قریب نہیں آتے تھے مگر سخت سستی کی حالت میں۔ اور خرچ بھی نہیں کرتے تھے مگر ایسی حالت میں کہ وہ سخت کراہت محسوس کرتے تھے۔

اس آیت کریمہ میں منافقین کو فاسق قرار دیا اور اللہ اور اس کے رسول کا کفر کرنے والا قرار دیا۔ پھر ان کے کفر کی شدت کا ذکر مزید اس آیت میں بیان کیا کہ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ۔ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۔ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۔ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۔ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۔ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۔ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۔ (التوبۃ:74) وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ وہ یقیناً کفر کا کلمہ کہہ چکے ہیں جبکہ وہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے۔ اور وہ ایسے پختہ ارادے رکھتے تھے جنہیں وہ پا نہیں سکے۔ اور انہوں نے مومنوں سے پرخاش نہ رکھی مگر صرف اس وجہ سے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ان کو اپنے فضل سے مالامال کر دیا۔ پس اگر وہ توبہ کر لیں تو ان کے لیے بہتر ہو گا۔ ہاں اگر وہ پھر جائیں تو اللہ انہیں دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب دے گا اور ان کے لیے ساری زمین میں نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ مددگار۔

اسی طرح سورۂ توبہ میں آیت 66 میں فرمایا۔ تم ایمان لانے کے بعد کافر بن گئے ہو لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ کوئی عذر پیش نہ کرو۔ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۔ کوئی عذر پیش نہ کرو یقیناً تم اپنے ایمان لانے کے بعد کافر ہو چکے ہو۔

اسی طرح منافقین کے متعلق پوری سورۃ المنافقین نازل ہوئی۔ اس میں فرمایا اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ (المنافقون: 3-4) انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔ پس وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں۔ یقیناً بہت بُرا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ ایمان لائے پھر انکار کر دیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی پس

وہ سمجھ نہیں رہے۔ یہاں بھی ان لوگوں کے ایمان لانے اور اس کے بعد پھر کفر اختیار کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن کسی قسم کی کوئی سزا مقرر نہیں کی گئی اور نہ ہی دی گئی۔

غرض اسی طرح کی بہت سی آیات ہیں جن میں ایسے لوگوں کا ذکر ہے کہ جو ایمان لاتے ہیں اور پھر اعلانیہ یا عملی طور پر کفر اختیار کرتے ہیں۔ **ان لوگوں کو فاسق اور کافر اور مرتد تو کہا گیا ہے لیکن ان کے لیے قتل وغیرہ کی کوئی سزا مقرر نہیں کی۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مرتد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کے بعد اب اس بارے میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ جس مبارک وجود پر قرآن کریم اتارا گیا، جو کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنَ کا مصداق وجود تھا، جس نے اپنے عمل سے قرآن کریم کے احکامات نافذ کرتے ہوئے اپنا نمونہ اور اسوہ پیش کیا اس مبارک ہستی نے مرتد کے حوالے سے کیا فرمایا۔ صحیح بخاری میں درج ذیل واقعہ اس امر کا فیصلہ کر دیتا ہے کہ مرتد کے لیے محض ارتداد کے جرم میں کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی۔ اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اسلام قبول کرتے ہوئے آپؐ سے بیعت کی۔ اگلے روز اعرابی کو مدینہ میں بخار ہو گیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت مجھے واپس دے دیں۔ پھر وہ دوبارہ آیا اور کہنے لگا کہ میری بیعت مجھے واپس دے دیں۔ آپؐ نے تین مرتبہ انکار فرمایا۔ اس کا جواب نہیں دیا۔ پھر وہ اعرابی مدینہ سے چلا گیا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے وہ میل کو نکال دیتا ہے اور اصل پاکیزہ چیز کو خالص کر دیتا ہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل المدینة، بَابٌ: المَدِينَةُ تَنْفِي الخَبَثَ حدیث1883)

حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ نے اپنی تصنیف ”قتل مرتد اور اسلام“ (یہ ان کی ایک کتاب تھی۔ یہ کتاب جو تھی یہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی نگرانی میں تیار کی گئی تھی اس) میں یہ حدیث درج کی ہے اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ اس شخص کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بار بار آنا بھی ظاہر کرتا ہے کہ مرتد کے لیے قتل کی سزا مقرر نہ تھی ورنہ کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ آتا بلکہ کوشش کرتا کہ بلا اطلاع چپکے سے نکل جائے اور کسی پر ظاہر نہ کرتا کہ وہ ارتداد اختیار کرنا چاہتا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ہمیں بتایا جاتا ہے کہ مرتد کی سزا قتل ارتداد کو روکنے کے لیے شریعت اسلام میں مقرر کی گئی ہے اور اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ لوگوں کو اسلام پر رہنے کے لیے مجبور کیا جائے۔ اگر یہ بات سچ ہے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں اس شخص کو متنبہ نہ کیا جو بار بار آپؐ کے پاس آرہا تھا اور کیوں یہ نہ کہہ دیا کہ یاد رکھو کہ اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے۔ اگر تم ارتداد اختیار کرو گے تو تمہیں قتل کیا جائے گا اور جبکہ وہ بار بار ارتداد کا ارادہ ظاہر کرتا تھا اور خوف تھا کہ وہ مرتد ہو کر چلا جائے گا۔ پھر ایسی صورت میں کیوں اس پر پہرہ مقرر نہ کیا گیا تا کہ اگر وہ مرتد ہو کر جانے لگے تو اس کو پکڑ لیا جاوے اور اس پر شرعی حد جاری کی جاوے۔ کیوں صحابہ نے اس کو یہ نہ کہا کہ میاں اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو ارتداد کا نام نہ لو کیونکہ اس شہر میں تو یہ قاعدہ جاری ہے کہ جو شخص اسلام لا کر پھر ارتداد اختیار کرتا ہے اس کو فوراً قتل کر دیا جاتا ہے۔

پس اس اعرابی کا بار بار ارتداد کا اظہار کرنا اور اس کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بار بار جانا اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کو ارتداد کے نتیجہ سے متنبہ نہ کرنا اور نہ صحابہ کو اس کے قتل کا حکم سنانا اور آخر کار اس کا بغیر کسی قسم کے تعرض کے مدینہ سے نکل جانا یہ سب امور صاف طور پر اس امر کے شاہد بین ہیں کہ اسلام **میں مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی**۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے نکل جانے پر ایک طرح کی خوشی کا اظہار کرنا اور فرمانا کہ مدینہ ایک بھٹی کی طرح ہے جو میل کچیل کو پاکیزہ جوہر سے جدا کر دیتا ہے صاف ظاہر کرتا ہے کہ آپؐ اس اصول کے مخالف تھے کہ کسی کو جبر سے اسلام پر رکھا جاوے اور لوگوں کو جبری ذرائع اختیار کر کے ارتداد سے روکا جائے بلکہ اگر ناپاک انسان مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جاتا تو آپؐ اس پر ناخوش نہیں ہوتے تھے اور آپ یہ کوشش نہیں فرماتے تھے کہ اس کو اس کی مرضی کے خلاف جبراً اسلام میں رکھا جائے بلکہ ایسے شخص کا چلا جانا آپؐ کے نزدیک گویا خس کم جہاں پاک کے مصداق تھا۔ اگر آپؐ کا یہ اصول ہوتا کہ جو شخص ایک دفعہ اسلام میں داخل ہو جائے اس کو ہر ممکن ذریعہ سے اسلام میں رہنے کے لیے مجبور کیا جائے اور اگر وہ کسی طرح بھی نہ مانے تو اس کو قتل کیا جائے تا اس کی مثال دوسروں کے لیے عبرت ہو تو چاہیے تھا کہ آپ اس اعرابی کے جانے پر خفا ہوتے اور صحابہ کو ڈانٹتے کہ تم نے اس کو کیوں جانے دیا؟ کیوں اس کو پکڑ کر قتل کی دھمکی نہ دی اور چاہیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو حکم دیتے کہ دوڑو اور جہاں ہو اس خبیث کو پکڑ لاؤ تا اس کو قتل کی سزا دی جائے مگر آپؐ نے ایسا نہ کیا بلکہ دوسرے الفاظ میں یہ فرمایا کہ اچھا ہوا وہ چلا گیا۔ وہ اس قابل نہ تھا کہ مسلمانوں میں رہے۔ خدا تعالیٰ نے خود اس کو اپنے ہاتھ سے ہم سے جدا کر دیا۔ غرض اس اعرابی کی مثال ایک قطعی اور یقینی ثبوت اس امر کا ہے کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی سزا مقرر نہ تھی اور مسلمانوں میں قطعاً یہ طریق جاری نہ تھا کہ وہ ہر ایک مرتد کو محض اس کے ارتداد کی وجہ سے قتل کر دیتے۔

(ماخوذ از قتل مرتد اور اسلام از مولوی شیر علی صاحب صفحہ 109 تا 111 مطبوعہ 1925ء)

دوسرا ثبوت اس امر کا کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی وہ شرائط ہیں جن کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں مشرکین مکہ کے ساتھ صلح کی۔ صلح حدیبیہ کی حدیث میں لکھا ہے جو براء بن عازب سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کے دن مشرکین کے ساتھ تین باتوں پر صلح کی۔ پہلی شرط یہ تھی کہ اگر مشرکین میں سے کوئی شخص مسلمان ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جائے تو آپ اس کو مشرکین کی طرف واپس کر دیں گے۔ دوسری شرط یہ تھی کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی شخص مرتد ہو کر مشرکین کی طرف چلا جائے تو مشرکین اس کو آپ کی طرف واپس نہیں کریں گے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلح بَابُ الصُّلْحِ مَعَ المُشْرِكِينَ حدیث 2700)

اس صلح نامہ کی دوسری شرط سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ مرتد کے لیے کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی کیونکہ اگر ارتداد کے لیے شریعت اسلام میں یہ سزا مقرر ہوتی کہ اس کو قتل کیا جائے تو شرعی حد کے معاملہ میں بھی کبھی آپؐ مشرکین کی بات قبول نہ فرماتے۔ اس کے علاوہ بھی ایسے کئی واقعات ہیں جن سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے **عہدِ مبارک میں چند لوگوں نے دین اسلام سے ارتداد اختیار کیا لیکن** محض ارتداد کی

وجہ سے ان سے کوئی تعارض نہ کیا گیا تاوقتیکہ انہوں نے محاربت اور بغاوت جیسے افعالِ شنیعہ کا ارتکاب نہ کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے قرآن مجید کی ایک اَور آیت سے بھی اس مسئلے کو یوں واضح فرمایا ہے کہ " وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ" فرمایا کہ اس "میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ تلوار کی بجائے تبلیغ سے کام لینا ہی ایک دیرینہ اصول ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسی اصول کو اختیار کیا تھا۔ اور ان کے زمانہ کے لوگوں کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی ارشاد ہوا تھا کہ ہمارے اس رسول کا کام صرف بات پہنچا دینا ہے تلوار سے منوانا نہیں اور یہی سارے قرآن کا خلاصہ ہے کہ دلیل کے ساتھ بات منوانا مذہبی لوگوں کا کام ہوتا ہے۔

جبر سے منوانا مذہبی لوگوں کا کام نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ اب تک دنیا اس مسئلہ کو نہیں سمجھی بلکہ خود مسلمانوں میں بھی قتل مرتد کو جائز سمجھا جاتا ہے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حالانکہ کسی کا عقیدہ جھوٹ ہو یا سچ، عقیدہ رکھنے والا اسے بہر حال ویسا ہی سچا سمجھتا ہے جیسے ایک مسلمان اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے۔ عیسائیت جھوٹی سہی مگر سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر عیسائی عیسائیت کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ ہندو مذہب جھوٹا ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ دنیا کا اکثر ہندو اپنے مذہب کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ یہودی مذہب یقیناً اس وقت سچا نہیں۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ یہودیوں کا اکثر حصہ یہودیت کو کیا سمجھتا ہے۔ وہ یقیناً اسے سچا سمجھتا ہے۔ پس اگر اِس بات پر کسی کو قتل کرنا جائز ہے کہ میں سمجھتا ہوں میرا مذہب سچا ہے دوسرے کا نہیں۔" صرف یہی بات اگر ہے "تو پھر ایک عیسائی کو یہ کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جس مسلمان کو چاہے قتل کر دے۔ ایک ہندو کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً دوسروں کو ہندو بنالے یا انہیں مار ڈالے۔ چین میں کنفیوشس مذہب کے پیروؤں کو یہ کیوں حق نہیں کہ وہ زبردستی لوگوں کو اپنے مذہب میں شامل کر لیں۔ فلپائن میں جہاں اب بھی پندرہ بیس ہزار مسلمان ہے۔" اس زمانے میں جب آپؓ نے بیان فرمایا۔ اب تو زیادہ ہیں۔ "عیسائیوں کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ مسلمانوں کو جبراً عیسائی بنالیں۔ امریکہ کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً ان مسلمانوں کو جو اس کے ملک میں رہتے ہیں عیسائی بنالے۔ روس کو کیوں حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً سب کو عیسائی بنالے یا جبراً سب کو کمیونسٹ بنالے۔ اگر مسلمان دوسروں کو جبراً اپنے عقیدہ پر لا سکتے ہیں تو ویسا ہی حق عقلاً دوسروں کو بھی حاصل ہے لیکن کیا اس حق کو جاری کر کے دنیا میں کبھی امن قائم رہ سکتا ہے۔

کیا اس حق کو جاری کر کے تم اپنے بیٹے کو بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے یا بیوی کو بھی کہہ سکتے ہو کہ یہ مسئلہ ٹھیک ہے کہ عیسائیوں کا حق ہے کہ وہ مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنالیں۔ مسلمانوں کا حق ہے کہ وہ عیسائیوں کو زبردستی مسلمان بنالیں۔ ایران والوں کا حق ہے کہ وہ سب حنفیوں کو زبردستی شیعہ بنالیں اور حنفیوں کا حق ہے کہ وہ سب کو زبردستی سنّی بنالیں۔ غرض یہ ایسی عقل کے خلاف بات ہے کہ کوئی انسان اس کو ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم نہیں کر سکتا۔ گذشتہ انبیاء کی قوموں نے جب بھی خدائی ہدایت کو ماننے سے انکار کیا تو خدا تعالیٰ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ (ھود:29)۔ یعنی اگر تم خود ہدایت لینا پسند نہیں کرتے تو ہم جبراً تمہیں ہدایت نہیں دے سکتے لیکن افسوس کہ موجودہ زمانے میں مسلمانوں میں اس اصل کا

انکار کرنے والے لوگ بھی موجود ہیں" اور اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ اکثریت مسلمانوں کی یہی کہتی ہے۔ "اگر دنیا اس مسئلہ کو سمجھ جائے تو یقیناً ظلم اور تعدی مذہبی اور سیاسی امور میں بند ہو جائے۔ نہ لوگ اپنے عقیدے لوگوں پر جبراً ٹھونسیں اور نہ اپنے سیاسی نظام دوسرے ملکوں میں جبراً جاری کرنے کی کوشش کریں۔"

(تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 606-607)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دینِ اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا اور جبر کے کونسے سامان تھے۔ اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے، باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمنوں کو شکست دے دیں اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کے لئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ اور خدا کی توحید کے پھیلانے کے لئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں۔ اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اٹھا کر چین تک پہنچیں نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر اور اس ملک میں پہنچ کر دعوتِ اسلام کریں جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے بابرکت وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی آواز پہنچاویں۔ تم ایماناً کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔"

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 468-469)

ان آیاتِ قرآنیہ اور ارشادات کی روشنی میں یہ تو ثابت ہو گیا کہ مرتد کی سزا قتل نہیں ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مرتد کی سزا قتل نہیں تو حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کو **کیوں قتل کیا اور قتل کرنے کا حکم دیا؟** حقیقت یہ ہے کہ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے بڑی آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں مرتد ہونے والے صرف مرتد ہی نہیں تھے بلکہ وہ باغی تھے اور خونخوار ارادوں کے حامل باغی تھے جنہوں نے نہ صرف یہ کہ ریاستِ مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو قتل کرنے کے بھیانک منصوبے بنائے بلکہ مختلف علاقوں میں مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر بڑی بے رحمی سے قتل کیا۔ ان کے اعضاء کاٹ کر ان کو مارا گیا۔ انہیں زندہ آگ میں جلایا گیا۔ یہ مرتدین ظلم و ستم اور قتل و غارت اور بغاوت اور لوٹ مار جیسے بھیانک جرائم کا ارتکاب کرنے والے لوگ تھے جس کی وجہ سے دفاعی اور انتقامی کارروائی کے طور پر ان محارب لوگوں سے جنگ کی گئی اور جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ: 41) کے تحت ان کو بھی ویسی ہی سزائیں دے کر قتل کرنے کے احکامات صادر کیے گئے جیسے جرائم کے وہ مرتکب ہوئے تھے۔ چنانچہ تاریخ اور سیرت کی کتابوں سے کچھ تفصیل پیش کی جاتی ہے۔

تاریخ خمیس میں لکھا ہے کہ خَارِجہ بن حِصْن جو مرتدین میں سے تھا اپنی قوم کے کچھ سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اہلِ مدینہ کو جنگ کے لیے نکلنے سے قبل ہی روک دے یا انہیں غفلت میں پا کر حملہ کر دے۔ چنانچہ اس نے حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کے ساتھ کے مسلمانوں پر اس وقت چھاپہ مارا جبکہ وہ لوگ بے خبر تھے۔

(تاریخ الخمیس جلد3صفحہ173 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ2009ء)

مرتدین نے نہ صرف مدینہ پر حملہ کیا بلکہ جب حضرت ابو بکرؓ نے انہیں شکست دی تو انہوں نے صادق الایمان مسلمانوں کو بھی تہ تیغ کر دیا جو اُن قوموں میں بستے تھے جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں اس کا مَیں ذکر کچھ کر چکا ہوں اور جو باوجود اپنی قوم کے مرتد ہو جانے کے اسلام پر قائم رہے تھے۔ چنانچہ علامہ طبری لکھتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مختلف حملہ آور قبائل کو شکست دی تو بنو ذُبیان اور عَبْس اُن مسلمانوں پر حملہ آور ہوئے جو اُن میں رہتے تھے اور اُن کو ہر ایک طریق سے قتل کیا اور ان کے بعد دیگر اقوام نے بھی انہی کی طرح کیا یعنی انہوں نے بھی ایسے لوگوں کو قتل کر دیا جو اسلام پر قائم رہے۔

(تاریخ طبری جلد2 صفحہ256 دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

علامہ ابنِ اثیر لکھتے ہیں کہ عَبْس اور بنو ذُبیان قبائل نے اپنے ہاں کے نہتے مسلمانوں کو بری طرح قتل کرنا شروع کر دیا اور ان کی دیکھا دیکھی دوسرے قبائل نے بھی ایسا ہی کیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھائی کہ وہ ہر قبیلے کے ان لوگوں کو ضرور قتل کریں گے جنہوں نے مسلمانوں کو قتل کیا ہے۔

(البدایہ والنہایہ لابن کثیر جلد3 جزء6 صفحہ310 فَصْلٌ فِی تصدّي الصّدیق لِقِتَالِ أَهْلِ الرِّدَّةِ، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

جیسا کہ بیان کیا گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر جن قبائل نے ارتداد اختیار کیا ان کا ارتداد مذہبی **اختلاف تک محدود نہ تھا بلکہ انہوں نے سلطنت اسلامی سے بغاوت اختیار کی تھی۔** تلوار کو اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ مدینہ منورہ پر حملہ کیا۔ اپنی اپنی قوموں کے مسلمانوں کو قتل کیا۔ آگ میں ڈالا اور ان کا مثلہ کیا۔ جیسا کہ تاریخ طبری میں حضرت خالد بن ولیدؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب اسد اور غَطَفَان اور ہَوَازِن اور سُلَیم اور طَیء کو شکست ہوئی تو خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے معافی قبول نہ کی سوائے اس کے کہ وہ آپ کے پاس ان لوگوں کو لے کر آئیں جنہوں نے مرتد ہونے کی حالت میں مسلمانوں کو آگ میں ڈال کر جلایا اور ان کا مُثلہ کیا اور ان پر مظالم برپا کیے۔

(تاریخ طبری جلد2 صفحہ 265، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جزیرۂ عرب کے یہ مرتد قبائل مدینہ کا قصد کرتے ہوئے نکلے تا کہ حضرت ابو بکرؓ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کریں۔

(تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 436 خبر بنی تمیم و سجاح، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے عَبْس اور ذُبْیَان نے حملہ کیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ کو حضرت اسامہؓ کی واپسی سے قبل ان سے لڑائی کرنی پڑی۔

(تاریخ الطبری لابن جریر الطبری جلد2 صفحہ 254 باب بقیۃ الخبر عن امر الکذب العَنْسِی، دارالفکر 2002ء)

علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں کہ ربیعہ قبیلہ نے ارتداد اختیار کر لیا اور انہوں نے مُنْذِر بن نعمان کو کھڑا کیا

جس کا نام مغرور پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے اسے بادشاہ بنا دیا۔

(تاریخ ابن خلدون جلد 2 صفحہ 439-440 باب ردۃ الحطم و اھل البحرین، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

علامہ عینی جو صحیح بخاری کے شارح ہیں وہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے زکوٰۃ دینے سے انکار کرنے والوں سے صرف اس لیے قتال کیا کیونکہ انہوں نے تلوار کے ذریعہ سے زکوٰۃ روکی اور امت مسلمہ کے خلاف جنگ برپا کی۔

(عمدۃ القاری کتاب استتابۃ المرتدین و المعاندین و قتالھم باب قتل من ابیٰ ...الخ جلد 24 صفحہ 122 دارالکتب العلمیۃ 2001ء)

علامہ شوکانی بیان کرتے ہیں کہ امام خطابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ارتداد اختیار کرنے والوں اور زکوٰۃ وغیرہ کی ادائیگی سے انکار کرنے والوں کے بارے میں مختلف امور تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے کہ یہ لوگ درحقیقت باغی ہی تھے اور ان کو مرتد صرف اس وجہ سے کہا گیا ہے کہ یہ لوگ مرتدین کی جماعتوں میں داخل ہو گئے تھے۔

(نیل الاوطار لعلامۃ محمد الشوکانی۔ کتاب الزکاۃ، صفحہ 724 دارالکتاب العربی بیروت 2004ء)

ایک مصنف نے بار بار اپنی کتاب میں ارتداد اختیار کرنے والوں کے لیے بغاوت اور باغی وغیرہ کے الفاظ لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سارے عرب میں پھیل گئی اور ہر طرف بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے تو ان شعلوں کی زد میں سب سے زیادہ یمن کا علاقہ تھا۔ اگرچہ آگ کا بھڑکانے والا شخص عَنْسِی قتل ہو چکا تھا۔ بنو حنیفہ میں مسیلمہ اور بنو اسد میں طُلَیحہ نے نبوت کا دعویٰ کر کے ہزاروں لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ اسد اور غطفان کے حلیف قبیلوں کا نبی ہمیں قریش کے نبی سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وفات پا چکے ہیں اور طُلَیحہ زندہ ہے جب ان بغاوتوں کی خبر حضرت ابو بکرؓ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا کہ ہمیں اس وقت تک انتظار کرنا چاہیے جب تک ان علاقوں کے عُمّال اور امراء کی طرف سے تمام واقعات کی مکمل رپورٹیں موصول نہ ہو جائیں۔ زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ امراء کی طرف سے رپورٹیں پہنچنے لگیں۔ ان رپورٹوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ باغیوں کے ہاتھوں نہ صرف سلطنت کا امن خطرے میں تھا بلکہ ان لوگوں کی جانوں کو بھی سخت خطرہ تھا جنہوں نے ارتداد کی رو میں باغیوں کا ساتھ نہیں دیا تھا اور اسلام پر قائم رہے تھے۔ اس صورت حال میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے لیے پوری قوت سے بغاوتوں کا مقابلہ کرنا اور باغیوں کو ہر قیمت پر زیر کر کے صورت حال کو قابو میں لانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 131 علم و عرفان پبلشرز لاہور)

ایک مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے پیش نظر ان مرتدین کی سرکوبی تھی جو عرب کے مختلف خِطّوں میں بغاوت کے شعلوں کو ہوا دے رہے تھے اور ان کے ہاتھوں شمع اسلام اور ان کے پروانوں کو سخت خطرہ لاحق تھا۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 603)

پھر ایک مصنف لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بہت سے سردارانِ عرب

مرتد ہو گئے اور ہر ایک اپنے اپنے علاقے میں خود مختار ہو گیا۔ محققین کے مطابق یہ ارتداد زیادہ تر سیاسی تھا۔ دینی ارتداد بہت ہی کم تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیوی زندگی کے آخری ایام میں عرب کے کچھ قبائل کے لیڈروں نے اپنی بغاوت کی سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ دینے کے لیے نبوت کا دعویٰ کر دیا۔

(ماخوذ از خلفائے راشدین از حکیم محمود ظفر صفحہ 58 مطبوعہ تخلیقات اکرم آرکیڈ لاہور)

بہر حال یہ سلسلہ ابھی چل رہا ہے ان شاء اللہ اس کا بقیہ حصہ آئندہ ان شاء اللہ پیش ہو گا۔

ان تاریخی حوالوں کا خلاصہ یہی ہے کہ مرتد ہونے والے قبائل نے اموالِ زکوٰۃ روک لیے تھے یعنی حکومت کا ٹیکس جبراً روک لیا تھا۔ بعض جگہ سے اموالِ زکوٰۃ کو لوٹ لیا تھا۔ فوجیں تیار کیں۔ دارالخلافہ مدینہ پر حملے کیے۔ جن مسلمانوں نے ارتداد سے انکار کیا ان کو قتل کر دیا۔ بعض کو زندہ آگ میں جلا دیا۔ لہٰذا ایسے مرتدین حکومت کے خلاف مسلح بغاوت، حکومت کے اموال کو لوٹنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے اور انہیں زندہ جلا دینے کی **بنا پر قتل کی سزا کے مستحق ہو چکے تھے۔** جیسا کہ قرآن پاک فرماتا ہے جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (الشوریٰ:41) کہ مجرم جیسا کہ جرم کرے اس کو ویسی ہی سزا دو۔ ایک اور جگہ فرمایا اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ (المائدۃ:34) کہ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کریں یعنی جس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ رسول اور خلیفۃ الرسول یا اسلامی حکومت کے ساتھ جنگ کریں کیونکہ اللہ کے ساتھ لڑائی نہیں ہو سکتی۔ اللہ کو نہ تھپڑ مارا جا سکتا ہے نہ پتھر نہ تیر نہ تلوار۔ اس لیے ان سے جنگ کرنے سے مراد ہے۔ وَ يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا میں اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ اور رسول سے جنگ سے کیا مراد ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو لوگ اللہ اور رسول سے جنگ کرتے ہیں یعنی ملک میں فساد کرتے ہیں۔ قتل و غارت، ڈاکہ زنی، لُوٹ مار، مسلح بغاوت کرتے ہیں ان کی سزا یہ ہے کہ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا انہیں سختی سے قتل کیا جائے یا صلیب پر مار دیا جائے۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا تھوڑا سا میں نے آگے بیان کر دیا تھا۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

اس وقت میں بعض مرحومین کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں جن کے جنازے نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ پہلا ذکر **مکرم محمد بشیر شاد صاحب کا ہے جو ریٹائرڈ مربی سلسلہ تھے۔** آج کل یہ امریکہ میں تھے۔ اکانوے سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

ان کے والد کو 1926ء میں بیعت کی توفیق ملی تھی۔ 1945ء میں انہوں نے مڈل پاس کرنے کے بعد مدرسہ احمدیہ میں داخلہ لیا۔ 1952ء میں فاضل عربی کا امتحان اچھی پوزیشن میں پاس کیا۔ 1954ء میں جامعۃ المبشرین ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ پھر ایک سال طب کی تعلیم حاصل کی۔ 56ء سے 57ء تک ان کو وکالت تبشیر ربوہ میں خدمت کی توفیق ملی۔ 1958ء میں یہ سیرالیون چلے گئے۔ وہاں مبلغ کے طور پر بھیجے گئے۔ وہاں ان کو مختلف جگہوں پر خدمت کی توفیق ملی۔ وہاں سیرالیون میں پریس بھی اس دوران انہوں نے جاری کیا۔ پھر ان کی تقرری وہاں سے نائیجیریا ہو گئی۔ وہاں بھی انہوں نے اچھا کام کیا۔ پھر تین سال کے بعد 1964ء میں یہ نائیجیریا

سے واپس بلا لیے گئے تھے۔ پھر 64ء میں دوبارہ ان کو نائیجیریا بھیجا گیا۔ 67ء میں مرحوم بینن کے تبلیغی دورے پر گئے۔ وہاں مقامی افراد کو تبلیغ کر کے ان کی بیعتیں حاصل کرنے کی اللہ تعالیٰ نے ان کو توفیق دی۔ 1970ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے دورۂ افریقہ کے دوران جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کانو تشریف لائے تو انہوں نے 100 نئے احمدیوں کا تحفہ پیش کیا حضور کی خدمت میں۔ اس پر حضور رحمہ اللہ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا، دعا کرائی اور پھر اپنی دستار مبارک بھی بشیر شاد صاحب کو عطا فرمائی۔

1970ء میں جب ان کی واپسی ہوئی تو عمرے کی سعادت بھی ملی۔ 1983ء میں مرحوم کا تقرر بطور سیکرٹری مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ ربوہ ہوا اور 1984ء میں جماعت کے خلاف جو آرڈیننس ہوا تھا اس کے بعد جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو ہجرت کرنی پڑی تو ہجرت سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی موجودگی میں جو خطبہ تھا وہ ان کو دینے کی توفیق ملی۔ اس لحاظ سے ان کا اس تاریخ میں بھی ذکر ہے۔ 1988ء میں ذاتی حالات کی وجہ سے مرحوم نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ سے ریٹائرمنٹ کی درخواست کی جو قبول ہو گئی اور پھر امریکہ چلے گئے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ مکرمہ نسرین اختر شاد صاحبہ اور ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی کامل وفا کے ساتھ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔

اگلا ذکر رانا محمد صدیق صاحب کا ہے جو رانا علم دین صاحب ملیانوالہ ضلع سیالکوٹ کے بیٹے تھے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم کے والد نے 1938ء میں قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ تہجد گزار تھے۔ دعا گو تھے۔ بہت بہادر اور نڈر انسان تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت کرتے، خلیفہ وقت کے حکم پر عمل کرنے والے تھے۔ اپنے سارے بچوں کو ہمیشہ جماعت سے وابستہ رہنے اور خلافت سے محبت اور اطاعت کی تلقین کی۔ 1974ء اور 84ء میں ان پر جماعت کی مخالفت کی وجہ سے سخت حالات بھی آئے لیکن انہوں نے بڑی ثابت قدمی دکھائی۔ پسماندگان میں چھ بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ان کے ایک بیٹے رانا محمد اکرم محمود صاحب نائیجیریا میں مبلغ سلسلہ ہیں جو میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازہ اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے۔ اس سے پہلے ان کی والدہ بھی 2018ء میں وفات پا گئی تھیں۔ یہ اس میں بھی شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم کی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرم ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب اسلام آباد کا ہے۔ ان کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 78 سال ان کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد خواجہ محمد شریف صاحب کے ذریعہ ہوا۔ انہوں نے ایک خواب کی بنا پر حضرت خلیفہ ثانیؓ کے دور میں بیعت کی تھی۔ بڑے نیک فطرت تھے۔ اس لیے باوجود اس کے کہ باقی خاندان جماعت کا مخالف تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو تین مرتبہ خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کرنے کا حکم دیا۔ آخر انہوں نے بیعت کی۔

ڈاکٹر محمود خواجہ صاحب نے ابتدائی تعلیم پشاور سے حاصل کی۔ اس کے بعد 1966ء میں

یونیورسٹی آف پشاور سے کیمسٹری میں ایم ایس سی کی ڈگری حاصل کی۔ پھر 1973ء میں لاٹروب یونیورسٹی (La Trobe University)ٹروبے ہے یا ٹروب ہے ملبرن آسٹریلیا سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی۔ پاکستان میں بھی اور باہر بھی مختلف یونیورسٹیز میں پڑھاتے رہے ہیں۔ گھانا میں کیپ کوسٹ یونیورسٹی Cape) (Coast University میں جب پڑھاتے تھے تو وہاں ان کی مجھ سے واقفیت ہوئی تھی اور مَیں نے دیکھا ہے انتہائی سادہ مزاج اور عاجز اور بے نفس انسان تھے۔ بہت اچھے ریسرچ سکالر تھے۔

پاکستان میں بھی اور باہر بھی ان کی ریسرچ سکالر کے طور پہ بڑی قدر کی جاتی تھی۔ چودھری اکرام اللہ صاحب کی بیٹی امۃ القیوم صاحبہ سے ان کی شادی ہوئی۔ ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔

ڈاکٹر محمود خواجہ صاحب کو نصرت جہاں سکیم کے تحت 1979ء سے 1984ء تک سیرالیون میں اپنی اہلیہ کے ساتھ وقف کی بھی توفیق ملی۔ ان کے بیٹے ڈاکٹر طارق خواجہ کہتے ہیں کہ رمضان میں خصوصاً قرآن کریم مع ترجمہ بہت غور اور انہماک سے پڑھتے تھے۔ اس بات پر زور دیتے تھے کہ خدا اور اس کے رسول اور خلیفہ کے ارشادات کو من و عن پیش کرنا چاہیے۔ الفاظ کی معمولی غلطی سے بھی غلط مطلب اخذ ہو سکتا ہے۔

عبدالباری صاحب امیر ضلع اسلام آباد لکھتے ہیں کہ مجھے بھی اور خواجہ صاحب کو بھی نصرت جہاں سکیم کے تحت سیرالیون میں ایک ساتھ خدمت کرنے کا موقع ملا۔ پاکستان واپسی پر آپ نے پہلے گورنمنٹ کے ادارہ میں ملازمت اختیار کی۔ بعد ازاں اسلام آباد شفٹ ہو گئے جہاں ایس ڈی پی آئی میں شمولیت اختیار کی۔ آپ اس ادارے میں بہت مقبول ہوئے اور شہرت کے باوجود آپ نے کمال اخلاص سے کام کیا۔ آپ نے اشیائے طعام، نظام نکاسی اور دیگر اشیائے زینت (بیوٹی پروڈکٹس) وغیرہ میں موجود خطرناک کیمیکل کے خاتمہ کے لیے کام کیا اور اس کام میں بین الاقوامی طور پر کافی شہرت حاصل کی اور اس حوالے سے کئی کتب تصنیف کیں۔ جب بھی کوئی کتاب تحریر کرتے تو اس کتاب کی ایک نقل باری صاحب کہتے ہیں کہ مجھے بھی بھجواتے۔ کہتے ہیں میرے پاس اب ان کی کافی کتب موجود ہیں۔ نہایت مخلص احمدی تھے۔ خلافت کے ساتھ محبت کا تعلق تھا۔ ہمیشہ خدام کی تربیت کے لیے ان کی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے رہتے۔

خواجہ محمود صاحب کے بارے میں پاکستان کے علاوہ جرمنی، سویڈن، برکینا فاسو، امریکہ، آذربائیجان، سوئٹزرلینڈ، نائیجیریا، مصر، بحرین اور بہت سے ممالک کے سائنس دانوں اور حکومتی وزارتوں کے نمائندوں نے اور یونیورسٹیز کے چانسلرز اور پروفیسرز نے، سول سوسائٹی کے این جی اوز کے صدران نے تعزیت کے پیغامات بھیجے تھے۔ ان کے کافی پیغام آئے تھے۔ مجھے بھی ان کے بچوں نے بھجوائے۔ مثلاً ایک دو پیغام نمونۃً پڑھ دیتا ہوں۔

مسٹر چارلس جی براؤن(Charles G. Brown) صدر ورلڈ الائنس فار مرکری فری ڈینٹسٹری (World Alliance for Mercury-Free Dentistry)واشنگٹن ڈی سی امریکہ نے لکھا کہ ڈاکٹر محمود خواجہ انتہائی منفرد دانشور اور بہت نایاب سماجی کارکن تھے۔ جدید سائنس اور زہریلے مادوں پر ان کی شان دار

سائنسی تحریریں اسکالرشپ کو ترقی دینے اور سرکاری اور نجی شعبوں کو کام کی بنیاد فراہم کرنے کے لیے بہت اہم ہیں۔

بین الاقوامی تنظیموں کے ذریعہ کام کرنے والی ان کی کئی دہائیوں پر محیط کاوشوں نے اقوام کے درمیان معاہدوں کو عملی جامہ پہنانے، سول سوسائٹی کے درمیان باہمی ہم آہنگی کو فروغ دینے اور پاکستان میں زہریلے مواد کو کم کرنے میں مدد کی۔ انہیں 2019ء میں پی بی سی (The Pacific Basin Consortium for Environment and Health chairman) کا ایوارڈ ملا۔ ڈاکٹر محمود کے کارناموں میں ایک بین الاقوامی طبی تنظیم کا صدر ہونا بھی شامل ہے۔ وہ اب تک منتخب کیے گئے صدور میں سے واحد ڈاکٹر ہیں جو فزیشن نہیں تھے بلکہ پی ایچ ڈی ڈاکٹر تھے۔

اسی طرح اَور بھی بہت سارے سائنس دانوں نے آپ کی تعریف کی ہے جن میں جرمنی کے بھی اور سوئٹزرلینڈ کے بھی ڈاکٹر شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22/اپریل2022ء جلد29 شمارہ32 صفحہ 05تا10)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 08/ اپریل 2022ء بمطابق 08/ شہادت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ۔ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لِیْ وَ لْیُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُوْنَ(البقرۃ:187) اس آیت کا ترجمہ ہے: اور جب میرے بندے تجھ سے میرے متعلق سوال کریں تو یقیناً مَیں قریب ہوں۔ مَیں دعا کرنے والے کی دعا کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ پس چاہیے کہ وہ بھی میری بات پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ ہدایت پائیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے رمضان کے مہینے سے ہم گزر رہے ہیں۔ یہ مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس مہینے میں خاص رحمت سے دعاؤں کو قبول کرنے کا اعلان فرمادیا ہے، اپنے فیضِ خاص کا چشمہ جاری فرما دیا ہے کیونکہ اس میں انسان اپنا ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے کرتا ہے۔ حتیٰ کہ کھانا پینا بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور ایک مقررہ وقت میں کرتا ہے۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنت کے دروازے اس مہینے میں کھول دیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ اس مہینے میں شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان حدیث 2495)

پس یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے سامان ہمارے لیے مہیا فرما دیتا ہے جس میں ہم اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا سامان کر سکتے ہیں۔ یہ ہماری بد قسمتی ہو گی کہ ایسے حالات اللہ تعالیٰ کی طرف سے میسر آنے کے بعد بھی ہم اس سے فیض نہ پا سکیں۔ کیا دنیا میں رمضان کے مہینے میں زانی، ڈاکو، چور، فاسق، فاجر اپنے کام نہیں کرتے؟ کرتے ہیں اور یقیناً کرتے ہیں۔ اگر ہر ایک کا شیطان جکڑ دیا جائے تو پھر وہ یہ شیطانی کام کیوں کریں۔ یہ نصیحت ہے مومنوں کو، اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کا قرب پانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رمضان کے مہینے میں اس لیے کہ تم میرے کہنے سے اپنے آپ کو جائز کام سے بھی روک رہے ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں تمہیں خوشخبری دیتا ہوں کہ عام حالات میں جو شیطان کو کھلی چھٹی ہے جیسا کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے مہلت مانگی تھی کہ دائیں بائیں آگے پیچھے سے انسان پر حملہ کرے اور اسے ورغلا کر اپنے پیچھے چلائے اسے آج میں نے ان لوگوں کے لیے جکڑ کر باندھ دیا ہے یا رمضان کے مہینے میں اسے باندھ دیا ہے اور ان لوگوں کو مکمل اپنی حفاظت کے حصار میں لے لیا ہے جو میری خاطر

روزہ رکھ رہے ہیں، اپنے کھانے پینے کو کم کر رہے ہیں، اپنی روحانیت میں بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مادی خوراک کو کم کر کے روحانی خوراک میں اضافہ کر رہے ہیں یا کوشش کر رہے ہیں اور یہی رمضان کی روح ہے، روزے کی روح ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد9 صفحہ 123)

اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے شیطان کو مکمل طور پر جکڑ دیتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ روزے دار کی جزا میں خود ہو جاتا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ حدیث7492)

کتنی بڑی خوشخبری ہے۔ پس ہمیں اس سے فیض پانے کی کوشش کرنی چاہیے اور جنت کے دروازے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کھولے ہیں ان میں ہر دروازے سے داخل ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی اس بات کے نیچے آنے والے بن جائیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھے تمہارے بھوکا پیاسا رہنے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ اگر تم نے صبح سحری کھالی اور شام کو افطاری کھالی اور رات اور دن میں جو نیکیاں کرنے کی تم سے توقع کی جاتی تھی وہ نہ کیں تو یہ بھوکا پیاسا رہنا، سارا دن کچھ کھانا پینا نہ کرنا نہ تمہیں کوئی فائدہ دے گا نہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے اس بھوکا پیاسا رہنے سے کوئی غرض ہے۔ یہ پیغام ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملا۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل بہ فی الصوم حدیث1903)

پس ہمیں اس روح کو سمجھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو گزارنے کی ضرورت ہے جو رمضان کا مقصد ہے۔ یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے یہ رمضان کی فرضیت اور احکامات اور روزوں کی اہمیت کے بارے میں بیان کی جانے والی آیات کے بیچ میں آنے والی آیت ہے اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ دعاؤں کی قبولیت کے طریق یا کن لوگوں کی دعا قبول ہوتی ہے ان کے بارے میں بیان فرما رہا ہے۔ ان لوگوں کے بارے میں بیان فرما رہا ہے جو عبادالرحمٰن ہیں، عبادالرحمٰن بننا چاہتے ہیں، شیطان کے چنگل سے نکلنا چاہتے ہیں، اپنی دعاؤں کی قبولیت کے نظارے دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے شروع ہی اس طرح فرمایا کہ جب میرے بندے اے رسول! تجھ سے سوال کریں اور پوچھیں کہ ہمارا خدا کہاں ہے؟ ایک عاشق کی طرح بے چین ہو کر سوال کریں، اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے ہر کوشش کرنے کا بے چینی سے اظہار کریں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان سے کہہ دو گھبراؤ نہیں۔ مَیں تمہارے قریب ہی ہوں۔ پس پہلی بات یا شرط تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پانے کے لیے اللہ تعالیٰ کا بندہ بننے کی لگا دی۔

اگر انسان خدا تعالیٰ کا بندہ بننے کا حق ادا کرنے والا بن جائے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اس کی پکار بھی سنتا ہوں، اس کے شیطان کو جکڑ دیتا ہوں۔ جب بھی شیطان حملہ آور ہو میں مدد کے لیے آجاتا ہوں۔ صرف سال کا ایک مہینہ نہیں جو رمضان کا مہینہ ہے بلکہ ہمیشہ ایسے شخص کو شیطان کے حملے سے بچاؤں گا بشرطیکہ میری بندگی کا حق ادا کرو، میرے حکموں کو مستقل مانو۔ صرف رمضان کے مہینے میں ہی نیکیاں نہ بجا لاؤ بلکہ حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرو۔ قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کرو، اپنے ایمان کو پختہ کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری تمام صفات پر

کامل یقین اور ایمان رکھو۔ پھر دیکھو کس طرح قبولیتِ دعا کے نظارے بھی تم دیکھتے ہو اور اپنی زندگیوں کو اس طرح ڈھالنے والے ہی حقیقی رشد اور ہدایت پانے والے ہیں۔ پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ جو اس رمضان کو اپنی قبولیت دعا کا ہمیشہ ذریعہ بنالیں۔ اللہ تعالیٰ کے حقیقی عبد بننے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والے ہوں۔ اپنے ایمان کو کامل کرنے والے ہوں۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق مسیح موعود اور مہدی معہود کو ماننے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی ہے جنہوں نے ہمیں اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کے راستے اور دعا کی قبولیت کے راستے اور طریق دعا دکھائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں:

"اللہ جل شانہ نے جو دروازہ اپنی مخلوق کی بھلائی کے لئے کھولا ہے وہ ایک ہی ہے یعنی دعا۔ جب کوئی شخص بکاوزاری سے اس دروازہ میں داخل ہوتا ہے تو وہ مولائے کریم اس کو پاکیزگی وطہارت کی چادر پہنا دیتا ہے اور اپنی عظمت کا غلبہ اس پر اس قدر کر دیتا ہے کہ بے جا کاموں اور ناکارہ حرکتوں سے وہ کوسوں بھاگ جاتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 438)

پھر اس بات کی وضاحت **کرتے ہوئے کہ قبولیت دعا کے لیے کیسی حالت پیدا کرنے کی ضرورت** ہے، کیا لوازمات ہیں جو قبولیت دعا کے لیے ضروری ہیں، اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لیے ضروری ہیں آپ فرماتے ہیں کہ "یہ سچی بات ہے کہ جو شخص اعمال سے کام نہیں لیتا وہ دعا نہیں کرتا بلکہ خدا تعالیٰ کی آزمائش کرتا ہے۔ اس لیے دعا کرنے سے پہلے اپنی تمام طاقتوں کو خرچ کرنا ضروری ہے۔ اور یہی معنی اس دعا "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" کے ہیں۔" فرمایا "پہلے لازم ہے کہ انسان اپنے اعتقاد، اعمال میں نظر کرے۔" اپنے اعتقاد پہ، اپنے اعمال پہ نظر کرے "کیونکہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ اصلاح اسباب کے پیرایہ میں ہوتی ہے۔ وہ کوئی نہ کوئی ایسا سبب پیدا کر دیتا ہے کہ جو اصلاح کا موجب ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ اس مقام پر ذرا خاص غور کریں جو کہتے ہیں کہ جب دعا ہوئی تو اسباب کی کیا ضرورت ہے۔" دعا کر لی اس لیے عمل کی ضرورت کوئی نہیں، سامانوں کی ضرورت کوئی نہیں، کوشش کی ضرورت کوئی نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "وہ نادان سوچیں کہ دعا بجائے خود ایک مخفی سبب ہے جو دوسرے اسباب کو پیدا کر دیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 124)

دعا تو خود ایک سبب ہے، چھپا ہوا سبب ہے، اور دوسرے سبب کو، اسباب کو پیدا کرنے کی وجہ بنتی ہے۔ پس قبولیت دعا کے لیے، اللہ تعالیٰ کا عبد بننے کے لیے یہ ضروری ہے کہ انسان کوشش کر کے اللہ تعالیٰ سے ایک تو اس کا فضل مانگے اور فضل یہ ہے کہ بکاوزاری کر کے اس کے بندوں میں شامل ہو اور اس کے لیے کوشش کرے۔ یہ دعا کرے کہ مجھے اپنے بندوں میں شامل کر لے۔ ان بندوں میں جو اعتقاد اور اعمال کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے خالص بندے ہیں۔ وہ دعا کرنے سے پہلے اپنے عمل کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے اور ان بندوں میں شامل ہو جن کے ایمان غیر متزلزل ہیں اور پکے اور مضبوط ہیں۔ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ میں یہ طاقت ہے کہ وہ مٹی کے ذرّے کو بھی سونا بنا سکتا ہے۔ وہ یہ طاقت رکھتا ہے کہ انتہائی بگڑے ہوؤں کو

بھی اپنے عباد میں شامل کر لے۔ ان کو اپنے راستے دکھائے اور پھر وہ خدا تعالیٰ کی طرف چلنے والے راستوں پر چلنے والے بن جائیں۔ اس مضمون کو بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ میرے راستے پر چلنے کے لیے جہاد کرنے والوں کو میں اپنا راستہ دکھاتا ہوں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ضرور ان کو اپنے راستے دکھاتے ہیں۔ پس یہ رمضان کا مہینہ خاص طور پر اس جہاد کا مہینہ ہے۔ اس میں ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہیے، ایک جہاد کرنا چاہیے کہ ہم خدا تعالیٰ کے اُن بندوں میں شامل ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کے عباد میں شامل ہیں، اُن لوگوں میں شامل ہو جائیں جن کے اللہ تعالیٰ قریب ہے۔ اُن لوگوں میں شامل ہو جائیں جن کی دعائیں اللہ تعالیٰ سنتا ہے۔ اُن لوگوں میں شامل ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے والے لوگ ہیں۔ اُن لوگوں میں شامل ہو جائیں جن کو اللہ تعالیٰ کی تمام صفات پر کامل ایمان اور یقین ہے۔ اُن لوگوں میں شامل ہو جائیں جو حقیقی ہدایت یافتہ ہیں۔ اُن لوگوں میں شامل ہو جائیں جن کا شیطان ہمیشہ کے لیے جکڑا جاتا ہے لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے ظاہر ہے اس کے لیے پہلے ہمیں جہاد کی ضرورت ہے۔ اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بنانے کی ضرورت ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مختلف مواقع پر ہماری راہنمائی فرمائی، مختلف زاویوں سے راہنمائی فرمائی۔ چنانچہ ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں "بھلا یہ کیونکر ہو سکے کہ جو شخص نہایت لاپروائی سے سستی کر رہا ہے وہ ایسا ہی خدا کے فیض سے مستفیض ہو جائے جیسے وہ شخص کہ جو تمام عقل اور تمام زور اور تمام اخلاص سے اس کو ڈھونڈتا ہے۔ اسی کی طرف ایک دوسرے مقام میں بھی اللہ تعالیٰ نے اشارہ فرمایا ہے اور وہ یہ ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو بالضرور اپنی راہیں دکھلا دیا کرتے ہیں۔"

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 566-567 حاشیہ نمبر 11)

پس واضح فرما دیا کہ لاپروائی اور سستی دکھانے والے کے لیے ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو بھی ان لوگوں میں شامل کر لے جو اپنی تمام تر طاقتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی کوشش کرتے ہیں، ایک جہاد کرتے ہیں۔ لوگ سوال کرتے ہیں، خطوں میں مجھے لکھ دیتے ہیں کہ ہم نے بہت دعا کی ہے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ پس جو یہ کہتے ہیں وہ غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ غلط نہیں۔ جس کو انسان اپنی طرف سے بہت دعا کا معیار سمجھ رہا ہوتا ہے ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس میں بھی کمی ہو اور ابھی اسے مزید جہاد کی ضرورت ہو۔ پھر اپنے طریقِ دعا کو بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ فرما رہے ہیں کہ جو شخص اپنی تمام عقل اور تمام زور اور تمام اخلاص کے ساتھ اسے ڈھونڈ رہا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم اسے بالضرور اپنی راہیں دکھلا دیا کرتے ہیں۔ پس ہمیں دیکھنا ہو گا کہ ہم نے اپنی عقل کے مطابق، اپنی تمام تر صلاحیتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کر لیا ہے کہ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ کہ میری بات پر لبیک کہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر مکمل عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ تمام زور اس بات پر لگا دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات پر لبیک کہنا ہے۔ **پورے اخلاص و وفا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر رہے ہیں۔** اگر نہیں تو پھر ہمیں شکوہ نہیں کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعاؤں کو نہیں سنا۔ پس دعاؤں کی قبولیت کے لیے بھی پہلے اپنی حالتوں کو بدل کر خدا تعالیٰ کی

طرف قدم بڑھانا ضروری ہے، جہاد کرنا ضروری ہے۔

بندے نے جہاد کی انتہا کیا کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندے پر اتنا مہربان ہے کہ اس کی ذرا سی کوشش کو ہی وہ اس کا جہاد سمجھ کر نواز دیتا ہے۔ اس کی رحمانیت جو ہر چیز پر حاوی ہو جاتی ہے تو پھر بندے کا جہاد بھی آسان ہو جاتا ہے۔ اس کو بھی آسان کر دیتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بندہ میری طرف ایک قدم چل کر آتا ہے تو میں دو قدم چل کے آتا ہوں، اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ جب وہ چل کر میری طرف آرہا ہوتا ہے، تیز چل کے آرہا ہوتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔

(صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء..... باب فضل الذکر والدعاء والتقرب الی اللہ تعالیٰ حدیث6833)

پس خدا تعالیٰ تو ہم پر اتنا مہربان ہے **لیکن بات وہی ہے کہ اخلاص و وفا شرط ہے۔** یہ نہیں کہ رمضان میں تو دعویٰ کریں کہ ہم نمازیں پڑھیں گے، اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کریں گے، حقوق اللہ بھی ادا کریں گے اور حقوق العباد بھی ادا کریں گے اور رمضان میں یہ کرتے بھی رہیں لیکن رمضان گزرنے کے بعد پھر خدا تعالیٰ کو اور اس کے احکامات کو بھول جائیں۔ دنیاداری ہم پر غالب ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ پر یہ شکوہ نہیں ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ تو یہ کہتا ہے کہ میں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں اور مَیں نے تو رمضان میں اللہ تعالیٰ کو بہت پکارا ہے لیکن میری دعائیں تو نہیں سنی گئیں۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ اسے یہ بھی پتہ ہے کہ انسان نے اپنا عہدِ وفا نبھانے کے پہلے بھی وعدے کیے اور توڑ دیے اور اب یہ صرف رمضان میں ہی نیکیوں کی طرف توجہ کر رہا ہے تو پھر ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ سلوک کرتا ہے لیکن یہ بھی ہے کہ بعض دفعہ ایسے لوگوں کی بھی بعض دعائیں اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے تا کہ انہیں پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف ہی ہر وقت جھکے رہنا چاہیے۔ پس اللہ تعالیٰ تو بندے پر ظلم نہیں کرتا۔ وہ تو اُسے ہر وقت اپنے پیار کی آغوش میں لینے کی کوشش کرتا ہے۔ اُسے تو اپنے بندے کے اپنی طرف آنے اور خالص ہو کر اس کی باتیں ماننے کی اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے جتنی ایک ماں کو اپنے گمشدہ بچے کے ملنے کی خوشی ہوتی ہے یا جس طرح ایک مسافر کو ریگستان میں اپنے سامان سے لدے ہوئے اونٹ کے گم جانے کے بعد اس کے ملنے سے خوشی ہوتی ہے۔ پس یہ مثالیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دے دے کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو تو اس طرح خوشی ہوتی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الادب باب رحمة الولد..... حدیث5999، کتاب الدعوات باب التوبة حدیث 6309)

پس یہ ہم ہی ہیں جو خدا تعالیٰ کے حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتے ہیں اور پھر شکوہ بھی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں نہیں سُنیں۔ پس ہمیں اس لحاظ سے اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم اس رمضان کو خدا تعالیٰ کو پانے کا ذریعہ بنائیں گے۔ اس کے حکموں پر چلنے کی بھرپور کوشش کریں گے۔ جیسے بھی حالات ہم پر گزریں، جتنا لمبا عرصہ بھی ہمیں جہاد کرنا پڑے اللہ تعالیٰ کے پیار اور قرب کو حاصل کرنے کے لیے ہم یہ جہاد کرتے چلے جائیں گے۔ اپنے ایمانوں کو مضبوط سے مضبوط تر کرنے کی کوشش کرتے چلے جائیں گے۔ اگر ایسی حالت ہم اپنے پر طاری کرنے والے بن جائیں تو قبولیتِ دعا کے معجزات بھی ہم دیکھنے والے ہوں گے اور یہ باتیں نہیں بلکہ یہ مقام لوگ حاصل کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "اس آیت کو نازل

ہوئے تیرہ سو برس گذر گیا ہے اور کچھ شک نہیں کہ بر طبق مضمون اس آیت کے ہر یک جو اس عرصہ میں مجاہدہ کرتا رہا ہے وہ وعدہ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سے حصہ مقسومہ لیتا رہا ہے اور اب بھی لیتا ہے اور آئندہ بھی لے گا"۔

(الحق مباحثہ دہلی، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 192)

پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فیض سے حصہ لینے والے بنیں اور کبھی اپنا جہاد جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے جہاد ہے، جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کا جہاد ہے، جو قرآن کریم کے سات سو یا زیادہ حکموں پر چلنے کا جہاد ہے، جو ایمان کو کامل کرنے کا جہاد ہے، جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو حاصل کرنے کا جہاد ہے کبھی اسے کم نہ ہونے دیں۔ ہمارا ہر قدم ترقی کی طرف بڑھنے والا قدم ہو اور یہ رمضان ہمارے اس جہاد کا سنگ میل ہو۔ اس مضمون کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اَور اقتباسات اور حوالے بھی پیش کرتا ہوں۔ یہ ایسا مضمون ہے کہ جس کو بار بار سن کر سمجھنے کی ضرورت ہے اور اگر یہ ہماری زندگیوں کا حقیقت میں حصہ بن جائے تو ایک انقلاب ہم دنیا میں پیدا کر سکتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"جس طرح ہماری دنیوی زندگی میں صریح نظر آتا ہے کہ ہمارے ہر ایک فعل کے لئے ایک ضروری نتیجہ ہے اور وہ نتیجہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے۔ ایسا ہی دین کے متعلق بھی یہی قانون ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ ان دو مثالوں میں صاف فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ (الصف:6) یعنی جو لوگ اس فعل کو بجالائے کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی جستجو میں پوری پوری کوشش کی تو اس فعل کے لئے لازمی طور پر ہمارا یہ فعل ہو گا کہ ہم ان کو اپنی راہ دکھاویں گے اور جن لوگوں نے کجی اختیار کی اور سیدھی راہ پر چلنا نہ چاہا تو ہمارا فعل اس کی نسبت یہ ہو گا کہ ہم ان کے دلوں کو کج کر دیں گے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 389)

پس اس کو ایک اَور زاویے سے آپؑ نے پیش فرما دیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اگر ہماری راہ کو حاصل کرنے کے لیے تم جہاد کر کے ہمارا فیض پاتے ہو تو اس بات کو بھی یاد رکھو کہ اس کے منفی پہلو بھی ہیں کہ میری راہ پر نہیں چلو گے تو تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے۔ دعاؤں کا قبول ہونا تو ایک طرف رہا اس کے نتیجہ میں، اللہ کے رستے پر نہ چلنے کے نتیجہ میں تم شیطان کی گود میں گر جاؤ گے اور شیطان کی گود میں گرا ہوا انسان پھر اپنی دنیا اور عاقبت دونوں خراب کرنے والا بن جاتا ہے۔ پس اس ارشاد میں جہاں خوشخبری ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ انذار بھی دے دیا ہے۔ پھر ایک اور جگہ آپؑ وضاحت فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "انسان کے دل پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہوتی رہتی ہیں۔ آخر خدا تعالیٰ سعید روحوں کی کمزوری کو دور کرتا ہے اور پاکیزگی اور نیکی کی قوت بطور موہبت عطا فرماتا ہے۔ پھر اس کی نظر میں وہ سب باتیں مکروہ ہو جاتی ہیں جو خدا تعالیٰ کی نظر میں مکروہ ہیں اور وہ سب راہیں پیاری ہو جاتی ہیں جو خدا تعالیٰ کو پیاری ہیں۔ تب اس کو ایک ایسی طاقت ملتی ہے جس کے بعد ضعف نہیں اور ایک ایسا جوش عطا ہوتا ہے جس کے بعد کسل نہیں۔ اور ایسی تقویٰ دی جاتی ہے کہ جس کے بعد معصیت نہیں۔ اور رب کریم ایسا راضی ہو جاتا ہے کہ جس کے بعد خطا نہیں۔ مگر یہ نعمت دیر کے بعد عطا ہوتی ہے۔ اوّل اوّل انسان اپنی کمزوریوں

سے بہت سی ٹھوکریں کھاتا ہے اور اسفل کی طرف گر جاتا ہے مگر آخر اس کو صادق پا کر طاقتِ بالا کھینچ لیتی ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی طاقت اسے اپنی طرف کھینچتی ہے۔ "اس کی طرف اشارہ ہے جو اللہ جل شانہ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا "(العنکبوت:70) عربی میں ہی آپؑ فرماتے ہیں کہ "یعنی نُثَبِّتُهُمْ عَلَى التَّقْوٰى وَالْاِيْمَانِ وَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَ الْمَحَبَّةِ وَالْعِرْفَانِ۔ وَسَنُيَسِّرُهُمْ لِفِعْلِ الْخَيْرَاتِ وَ تَرْكِ الْعِصْيَانِ۔"
(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 3 صفحہ 626)

یعنی ہم ان کو تقویٰ اور ایمان پر ثابت قدم کر دیں گے اور ضرور انہیں محبت اور معرفت کے راستوں کی ہدایت دیں گے اور انہیں نیک اعمال بجالانے اور معصیت کو ترک کرنے کی توفیق دیتے رہیں گے۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا کے حوالے سے ہمیں مختلف پیرائے میں نصائح فرمائی ہیں اور علم و عرفان کے دروازے کھولے ہیں۔ اس حوالے میں جو بیان ہوا ہے انسانی فطرت کا نقشہ کھینچ کر تفصیل بیان فرمائی کہ انسان ایک حالت پر مستقل قائم نہیں رہ سکتا۔ اتار چڑھاؤ انسان کی طبیعت میں آتا رہتا ہے لیکن جو سعید فطرت ہے وہ اپنی کمزوری کی حالت سے بھی سبق حاصل کرتا ہے، توبہ واستغفار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتا ہے اور اپنی کمزوری پر شرمندہ ہو کر پھر اللہ تعالیٰ کی تلاش میں جہاد کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی محبت جوش میں آتی ہے، اس کی بخشش جوش میں آتی ہے اور وہ اپنے بندے کی طرف دوڑ کر آتا ہے اور اسے پاکیزگی اور نیکی کی قوت عطا فرماتا ہے اور جب انسان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکیزگی اور نیکی کی قوت پیدا ہو جاتی ہے تو پھر اس کا ہر فعل خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بن جاتا ہے۔

ہر قسم کی کمزوری و سستی سے وہ پاک ہو جاتا ہے۔ وہ تقویٰ پر چلنے والا بن جاتا ہے اور گناہوں سے بچایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی رضا حاصل کرنے والا ایسا انسان بن جاتا ہے کہ پھر اس سے ایسی غلطیاں سرزد ہی نہیں ہوتیں جو خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والی ہوں۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا لیکن یاد رکھو کہ اس حالت کو حاصل کرنے کے لیے مستقل مزاجی سے محنت کرنی پڑتی ہے۔ عارضی محنت نہیں مستقل محنت کی ضرورت ہے۔ اور پھر یہ نیکیاں اور دعاؤں کی قبولیت کے نظارے زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔

پھر ایک جگہ **آپؑ فرماتے ہیں کہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرے گا ہم اس کو اپنی راہیں دکھلا دیں گے۔** فرمایا یہ تو وعدہ ہے اور ادھر یہ دعا بھی ہمیں سکھا دی کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ سو انسان کو چاہیے کہ اس کو مد نظر رکھ کر نماز میں بالحاح دعا کرے اور تمنا رکھے کہ وہ بھی ان لوگوں میں سے ہو جاوے جو ترقی اور بصیرت حاصل کر چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ اس جہان سے بے بصیرت اور اندھا اٹھایا جاوے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 20)

پس اس مقام کو حاصل کرنے کے لیے جہاں اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اپنے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ یہ دعا بھی ضروری ہے اور سورۂ فاتحہ پڑھتے وقت بار بار پڑھنی چاہیے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ قادیان کا کسی نے ایک واقعہ بیان کیا ہوا ہے کہ کسی بزرگ کی نماز پڑھتے ہوئے کیسی حالت ہوتی تھی۔ وہ بیان کرنے والے

کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک صحابی مسجد مبارک کے ایک کونے میں کھڑے تھے، نماز پڑھ رہے تھے۔ بڑی خشیت طاری تھی، رقت طاری تھی اور بڑی دیر تک ہاتھ باندھ کے کھڑے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے تجسّس پیدا ہوا کہ جا کے دیکھوں کیونکہ ہلکی ہلکی آواز بھی آ رہی تھی کہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ تو بار بار وہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو ہی دہراتے چلے جا رہے تھے اور رقّت طاری ہوئی ہوئی تھی۔ تو یہ وہ دعا ہے جو انسان کو اپنی ہدایت کے لیے بہت پڑھنی چاہیے۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ”خدا تعالیٰ کا یہ سچا وعدہ ہے کہ جو شخص صدق دل اور نیک نیتی کے ساتھ اس کی راہ کی تلاش کرتے ہیں“ وہ ان پر ہدایت اور معرفت کی راہیں کھول دیتا ہے۔ ”جیسا کہ اس نے خود فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) یعنی جو لوگ ہم میں ہو کر مجاہدہ کرتے ہیں ہم ان پر اپنی راہیں کھول دیتے ہیں۔ ہم میں ہو کر سے یہ مراد ہے کہ محض اخلاص اور نیک نیتی کی بناء پر خدا جوئی اپنا مقصد رکھ کر“ یہ مجاہدہ کرتے ہیں کہ خدا کو ہی ہم نے پانا ہے۔ کوئی خاص دنیاداری کا مقصد نہیں ہوتا۔ اصل چیز خدا کا مقصد ہے۔ اخلاص کے ساتھ خدا کو پانا مقصد ہے فرمایا ”لیکن اگر کوئی استہزاء اور ٹھٹھے کے طریق پر آزمائش کرتا ہے وہ بدنصیب محروم رہ جاتا ہے۔“ فرمایا ”پس اسی پاک اصول کی بنا پر اگر تم سچے دل سے کوشش کرو اور دعا کرتے رہو تو وہ غفورٌ رحیم ہے لیکن اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی پروا نہیں کرتا وہ بے نیاز ہے۔“

(ملفوظات جلد6 صفحہ 439)

یعنی اللہ تعالیٰ کو بھی تمہاری کوئی پروا نہیں ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں ”جس قدر کاروبار دنیا کے ہیں سب میں اول انسان کو کچھ کرنا پڑتا ہے۔“ جو بھی دنیا کے کاروبار ہیں پہلے انسان کو کوشش کرنی پڑتی ہے دنیا کے کاموں میں بھی تم دیکھ لو۔ یہی مثال ہے دنیا میں۔ ”جب وہ ہاتھ پاؤں ہلاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی برکت ڈال دیتا ہے۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی راہ میں وہی لوگ کمال حاصل کرتے ہیں جو مجاہدہ کرتے ہیں۔ اس لئے فرمایا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70)۔ پس کوشش کرنی چاہئے کیونکہ مجاہدہ ہی کامیابیوں کی راہ ہے۔“

(ملفوظات جلد7 صفحہ 224)

پس جب ہم دنیاوی چیزوں کے حصول کے لیے اپنی کوششوں کو انتہا تک پہنچاتے ہیں اور اس کے لیے کوشش کرتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ کو پانے کے لیے، پانے کے راستوں کے لیے انتہائی کوشش کیوں نہیں کرتے۔ کیوں یہ سمجھتے ہیں کہ ذرا سا ہم نے منہ سے کہا اور اللہ تعالیٰ ہمیں مل جائے گا یا ہماری دعائیں قبول کر لے گا۔ پس یہاں پھر وہی بات آ گئی کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہماری دعائیں قبول نہیں ہوتیں وہ پہلے اپنے جائزے لیں۔ یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے تن آسانی ہو اور دنیاوی چیزوں کو حاصل کرنے کے لیے محنت کے اصول کو سامنے رکھا جائے۔ یہ اصول پھر ہر جگہ چلے گا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام ایک اَور جگہ اس بات کو بیان کرتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے محنت کی ضرورت ہے فرماتے ہیں کہ ”جو لوگ کوشش کرتے ہیں ہماری راہ میں انجام کار راہنمائی پر پہنچ جاتے ہیں۔ جس طرح وہ دانہ تخم ریزی کا بدوں کوشش اور آبپاشی کے بے برکت رہتا بلکہ خود بھی فنا ہو جاتا ہے اسی طرح

تم بھی اس اقرار کو ہر روز یاد نہ کرو گے اور دعائیں نہ مانگو گے کہ خدایا! ہماری مدد کر تو فضل الٰہی وارد نہیں ہو گا اور بغیر امداد الٰہی کے تبدیلی ناممکن ہے۔"

(ملفوظات جلد7 صفحہ 225)

پس یہ قانونِ قدرت ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پانے کے لیے بھی یہ ضروری ہے۔ جس طرح دانہ ڈال کر ایک زمیندار بیٹھا نہیں رہتا اسی طرح یہاں بھی انسان کو صرف یہ لے کے کہ میں ایمان لے آیا، میں نے مان لیا، بیٹھ جانے سے کچھ نہیں ہو گا بلکہ کوشش کرنی ہو گی۔ اپنے ایمان کے پودوں کی نگہداشت کرنی ہو گی۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "جو شخص خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی طرف رجوع کرے گا۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ جہاں تک بس چل سکے وہ اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرے۔ پھر جب اس کی کوشش اس کے اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچے گی تو وہ خدا تعالیٰ کے نور کو دیکھ لے گا۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا میں" فرمایا کہ اس میں "اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو حق کوشش کا اس کے ذمہ ہے اسے بجالائے یہ نہ کرے کہ اگر پانی 20 ہاتھ نیچے کھودنے سے نکلتا ہے تو وہ صرف دو ہاتھ کھود کر ہمت ہار دے۔" بیس فٹ یا تیس فٹ کھودنے سے پانی نکلتا ہے تو دو چار فٹ کھود کے بیٹھ جائے کہ پانی نہیں نکلا۔ فرمایا کہ "ہر ایک کام میں کامیابی کی یہی جڑ ہے کہ ہمت نہ ہارے۔ پھر اس امت کے لئے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر کوئی پورے طور سے دعا و تزکیہ نفس سے کام لے گا تو سب وعدے قرآن شریف کے اس کے ساتھ پورے ہو کر رہیں گے۔" جو ہمت کے ساتھ پورے طور پر دعا اور تزکیہ نفس سے کام لے گا اس کے ساتھ قرآن شریف کے سب وعدے پورے ہو کر رہیں گے۔ "ہاں جو خلاف کرے گا وہ محروم رہے گا کیونکہ اس کی ذات غیور ہے۔ اس نے اپنی طرف آنے کی راہ ضرور رکھی ہے لیکن اس کے دروازے تنگ بنائے ہیں۔ پہنچتا وہی ہے جو تلخیوں کا شربت پی لیوے۔" محنت کرنی پڑتی ہے۔ "لوگ دنیا کی فکر میں دردبرداشت کرتے ہیں۔" فرمایا کہ لوگ دنیا کی فکر میں دردبرداشت کرتے ہیں "حتی کہ بعض اسی میں ہلاک ہو جاتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے ایک کانٹے کی درد بھی برداشت کرنا پسند نہیں کرتے۔ جب تک اس کی طرف سے صدق اور صبر اور وفاداری کے آثار ظاہر نہ ہوں" یعنی جب بندے کی طرف سے صدق اور صبر اور وفاداری کے آثار ظاہر نہ ہوں تو ادھر سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی رحمت کے آثار نہیں ظاہر ہوتے فرمایا کہ "تو ادھر سے رحمت کے آثار کیسے ظاہر ہوں۔" گے پھر؟

(ملفوظات جلد7 صفحہ 291)

پس یہ ان لوگوں کے سوال کا جواب ہے جو پھر وہی بات کہتے ہیں کہ ہم نے بہت دعا کی اور قبول نہیں ہوئی۔ گویا وہ خدا تعالیٰ کو پابند کر رہے ہیں کہ ہم آئیں گے بھی خدا تعالیٰ کے پاس اپنی مرضی سے اور جب ضرورت ہو گی اس وقت آئیں گے اور خدا تعالیٰ نعوذ باللہ ہمارا پابند ہے کہ ہم جو کہیں اور جیسا چاہیں وہ ہماری دعا قبول کر لے لیکن یہ بات تو وہ دنیا کے قانون اور تعلقات میں بھی دیکھتے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہیں ہوتا پھر خدا تعالیٰ کے معاملے میں یہ توقع کیوں ہے کہ جس طرح ہم چاہیں وہ ہو جائے اور بغیر محنت کے ہو

جائے۔ پس یہاں یہی فرمایا کہ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف آؤ تو پھر دیکھو اس کے پیار کے نظارے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں "یاد رکھنا چاہئے کہ ایمان بغیر اعمال کے ایسا ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے۔ "نہروں کے بغیر، پانی کے بغیر کوئی باغ ہو۔ "جو درخت لگایا جاتا ہے اگر مالک اس کی آبپاشی کی طرف توجہ نہ کرے تو ایک دن خشک ہو جائے گا۔ اسی طرح ایمان کا حال ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا یعنی تم ہلکے ہلکے کام پر نہ رہو بلکہ اس راہ میں بڑے بڑے مجاہدات کی ضرورت ہے۔ نفس کو بیل سے مشابہت دی گئی ہے۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد3 صفحہ 631)

پس اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ کہ مجھے پکارنے والے مجھ پر ایمان لائیں تو ایمان یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حق ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ ایمان کے باغ کی پرورش اور نگہداشت کرنے کا اپنے بندوں کو فرماتا ہے۔ ہم اپنے گھروں میں بھی دیکھتے ہیں کہ پودوں کو بھی اگر ہم باقاعدگی سے نہ دیکھیں، ان کا خیال نہ رکھیں تو وہ سوکھنے لگ جاتے ہیں۔ پھر ایمان کے باغ کو کس طرح ہم بغیر نگہداشت کے چھوڑ سکتے ہیں۔ پھر ایک اور زاویے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بات کو بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "ہمارے راہ کے مجاہد راستہ پاویں گے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس راہ میں پیمبر کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنا ہو گا۔ ایک دو گھنٹہ کے بعد بھاگ جانا مجاہد کا کام نہیں بلکہ جان دینے کے لئے تیار رہنا اس کا کام ہے۔ سو متقی کی نشانی استقامت ہے۔"

(ملفوظات جلد1 صفحہ 25)

پس ہم نے جب اپنے **عہد بیعت میں یہ عہد کیا ہے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے** تو پھر اس عہد پر قائم رہنے کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ دین ہم سے کیا چاہتا ہے جس کو ہم نے مقدم رکھنا ہے اور پھر اس پر مستقل مزاجی سے قائم بھی رہنا ہے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"جو شخص محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی راہ کی تلاش میں کوشش کرتا ہے اور اس سے اس امر کی گرہ کشائی کے لئے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون کے موافق وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا یعنی جو لوگ ہم میں ہو کر کوشش کرتے ہیں ہم اپنی راہیں ان کو دکھا دیتے ہیں خود ہاتھ پکڑ کر راہ دکھا دیتا ہے اور اسے اطمینانِ قلب عطا کرتا ہے اور اگر خود دل ظلمت کدہ اور زبان دعا سے بوجھل ہو اور اعتقاد شرک و بدعت سے ملوث ہو۔ "اعتقاد شرک اور بدعت سے ملوث ہو "تو وہ دعا ہی کیا ہے اور وہ طلب ہی کیا ہے جس پر نتائج حسنہ مترتب ہوں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد3 صفحہ 632)

پس ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنا چاہیے کہ کیا ہم اس سوچ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہوں کی تلاش کر رہے ہیں اور ہمارے دل غیر اللہ سے بالکل خالی ہو چکے ہیں؟ پھر توبہ و استغفار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ: "توبہ استغفار وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) پوری کوشش سے اس کی راہ میں لگے رہو منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کو کسی سے بخل نہیں۔"

(ملفوظات جلد10 صفحہ 107)

فرمایا کہ "بموجب تعلیم قرآن شریف ہمیں یہ امر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ قرآن شریف

میں اپنے کرم، رحم، لطف اور مہربانیوں کی صفات بیان کرتا ہے اور رحمان ہونا ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے کہ اَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (النجم:40) اور وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) فرما کر اپنے فیض کو سعی اور مجاہدہ میں منحصر فرماتا ہے نیز اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرز عمل ہمارے واسطے ایک اسوۂ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے۔ صحابہ کی زندگی میں غور کر کے دیکھو بھلا انہوں نے محض معمولی نمازوں سے ہی وہ مدارج حاصل کر لئے تھے؟ نہیں بلکہ انہوں نے تو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے واسطے اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کی اور بھیڑ بکریوں کی طرح خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو گئے جب جا کر کہیں ان کو یہ رتبہ حاصل ہوا تھا۔" فرماتے ہیں کہ "اکثر لوگ ہم نے ایسے دیکھے ہیں وہ یہی چاہتے ہیں کہ ایک پھونک مار کر ان کو وہ درجات دلا دیئے جاویں اور عرش تک ان کی رسائی ہو جاوے۔"

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 205)

یہ نہیں ہو سکتا۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ رحیم و کریم بھی ہے لیکن ساتھ ہی اس نے کامل الایمان بننے والے لوگوں کے لیے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کے مقام اونچے کرتا چلا جاتا ہے۔ قبولیت دعا کے بھی وہ نظارے دیکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کے بھی پہلے سے بڑھ کر نظارے دیکھتے ہیں جو صحابہ نے دیکھے اور خدا تعالیٰ کی محبت میں وہ لوگ ایسے ڈوبے جس کی مثال نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے بھی گئے تو پھر وہ جنتوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی خوشخبری پانے والے بھی بن گئے۔

پھر آپؑ فرماتے ہیں "جو لوگ خدا میں ہو کر خدا کے پانے کے واسطے تڑپ اور گدازش سے کوشش کرتے ہیں ان کی محنت اور کوشش ضائع نہیں جاتی اور ضرور ان کی راہبری اور ہدایت کی جاتی ہے۔ جو کوئی صدق اور خلوصِ نیت سے خدا کی طرف قدم اٹھاتا ہے خدا تعالیٰ اس کی طرف راہنمائی کے واسطے بڑھتا ہے۔ انسان کا فرض ہے کہ تدبر کرے اور حق طلبی کی سچی تڑپ اور پیاس اپنے اندر پیدا کرے۔ معلومات کے وسیع کرنے کی جو سبیل اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے ان پر کاربند ہو۔ خدا بھی بے نیاز ہو جاتا ہے اس شخص سے جو خدا سے لاپروائی کرتا ہے"۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 284)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "اپنے نفس کی تبدیلی کے واسطے سعی کرو۔" کوشش کرو۔ "نماز میں دعائیں مانگو۔ صدقات خیرات سے اور دوسرے ہر طرح کے حیلہ سے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا (العنکبوت:70) میں شامل ہو جاؤ۔ جس طرح بیمار طبیب کے پاس جاتا، دوائی کھاتا، مسہل لیتا، خون نکلواتا، ٹکور کرواتا اور شفا حاصل کرنے کے واسطے ہر طرح کی تدبیر کرتا ہے اسی طرح اپنی روحانی بیماریوں کو دور کرنے کے واسطے ہر طرح کی کوشش کرو۔ صرف زبان سے نہیں بلکہ مجاہدہ کے جس قدر طریق خدا تعالیٰ نے فرمائے ہیں وہ سب بجالاؤ۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 188)

پس یہ وہ طریق ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے پانے کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں اور پھر دعاؤں کی طرف توجہ بھی دلاتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ "انسان کو چاہئے کہ اس زندگی کو اس قدر قبیح خیال کر کے اس سے نکلنے کے لئے کوشش کرے۔" اس زندگی کو سب کچھ نہ سمجھو بلکہ یہ دنیاداری جو ہے اسے عارضی زندگی اور گندی زندگی

سمجھو" اور دعا سے کام لے کیونکہ جب وہ حق تدبیر کا ادا کرتا ہے اور پھر سچی دعاؤں سے کام لیتا ہے تو آخر اللہ تعالیٰ اس کو نجات دے دیتا ہے اور وہ گناہ کی زندگی سے نکل آتا ہے کیونکہ دعا بھی کوئی معمولی چیز نہیں ہے بلکہ وہ بھی ایک موت ہی ہے۔ جب اس موت کو انسان قبول کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو مجرمانہ زندگی سے جو موت کا موجب ہے بچالیتا ہے اور اس کو ایک پاک زندگی عطا کرتا ہے۔" فرمایا"..... بہت سے لوگ دعا کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ دعا یہی نہیں کہ معمولی طور پر نماز پڑھ کر ہاتھ اٹھا کر بیٹھ گئے اور جو کچھ آیا منہ میں سے کہہ دیا۔ اس دعا سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ یہ دعا نری ایک منتر کی طرح ہوتی ہے۔ نہ اس میں دل شریک ہوتا ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر کوئی ایمان ہوتا ہے۔ یاد رکھو دعا ایک موت ہے اور جیسے موت کے وقت اضطراب اور بیقراری ہوتی ہے اسی طرح پر دعا کے لئے بھی ویسا ہی اضطراب اور جوش ہونا ضروری ہے۔ اس لئے دعا کے واسطے پورا پورا اضطراب اور گدازش جب تک نہ ہو تو بات نہیں بنتی۔ پس چاہئے کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر نہایت تضرع اور زاری وابتہال کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اپنی مشکلات کو پیش کرے اور اس دعا کو اس حد تک پہنچاوے کہ ایک موت کی سی صورت واقع ہو جاوے۔ اس وقت دعا قبولیت کے درجہ تک پہنچتی ہے۔"

فرماتے ہیں کہ "**یہ بھی یاد رکھو کہ سب سے اول اور ضروری دعا یہ ہے** کہ انسان اپنے آپ کو گناہوں سے پاک صاف کرنے کی دعا کرے۔ ساری دعاؤں کا اصل اور جزو یہی دعا ہے کیونکہ جب یہ دعا قبول ہو جاوے اور انسان ہر قسم کی گندگیوں اور آلودگیوں سے پاک صاف ہو کر خدا تعالیٰ کی نظر میں مطہر ہو جاوے تو پھر دوسری دعائیں جو اس کی حاجاتِ ضروریہ کے متعلق ہوتی ہیں" یعنی انسان کی دوسری دنیاوی ضرورتوں کے لیے ہوتی ہیں "وہ اس کو مانگنی بھی نہیں پڑتیں وہ خود بخود قبول ہوتی چلی جاتی ہیں۔ بڑی مشقت اور محنت طلب یہی دعا ہے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاوے۔" سب سے بڑی دعا یہی ہے کہ انسان اپنے لیے دعا کرے کہ وہ گناہوں سے پاک ہو جاوے "اور خدا تعالیٰ کی نظر میں متقی اور راستباز ٹھہرایا جاوے۔ یعنی اول اول جو حجاب انسان کے دل پر ہوتے ہیں ان کا دور ہونا ضروری ہے۔ جب وہ دور ہو گئے تو دوسرے حجابوں کے دور کرنے کے واسطے اس قدر محنت اور مشقت کرنی نہیں پڑے گی کیونکہ خدا تعالیٰ کا فضل اس کے شامل حال ہو کر ہزاروں خرابیاں خود بخود دُور ہونے لگتی ہیں اور جب اندر پاکیزگی اور طہارت پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ خود بخود اس کا متکفل اور متولی ہوتا ہے اور اس سے پہلے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی کسی حاجت کو مانگے اللہ تعالیٰ خود اس کو پورا کر دیتا ہے۔ یہ ایک باریک سرّ ہے جو اس وقت کھلتا ہے" یہ بڑا باریک راز ہے اور یہ راز اس وقت کھلتا ہے "جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے۔ اس سے پہلے اس کی سمجھ میں آنا بھی مشکل ہوتا ہے لیکن یہ ایک عظیم الشان مجاہدہ کا کام ہے کیونکہ دعا بھی ایک مجاہدہ کو چاہتی ہے۔ جو شخص دعا سے لاپروائی کرتا ہے اور اس سے دور رہتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا اور اس سے دور ہو جاتا ہے۔ جلدی اور شتاب کاری یہاں کام نہیں دیتی۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے جو چاہے عطا کرے اور جب چاہے عنایت فرمائے۔ سائل کا کام نہیں ہے کہ وہ فی الفور عطا نہ کئے جانے پر شکایت کرے اور بدظنی کرے بلکہ استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جاوے۔"

(ملفوظات جلد6 صفحہ 406-407)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس رمضان کو ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق جوڑنے والا بنادے۔ اس کی باتوں پر عمل کرنے والا بنادے۔ اس پر کامل ایمان لانے والا بنادے۔ قبولیتِ دعا کے نظارے ہمیں دیکھنے والا بنادے اور یہ حالت ہمیشہ قائم رہنے والی ہو۔ رمضان میں بھی اور رمضان کے بعد بھی ہم اللہ تعالیٰ کا خالص عبد بننے کا کردار ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے ایسے راستے دکھائے جن سے ہم کبھی بھٹکنے والے نہ ہوں اور ہمیشہ اس کی پیار کی نظر ہم پر پڑتی رہے۔ ہم زمانے کے امام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو پاکر کبھی اس سے محروم رہنے والے نہ بنیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں زمانے کے امام کو ماننے کا یہ انعام دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے مخالفین اور دشمنوں کے شر سے ہمیشہ ہمیں محفوظ رکھے۔ ہماری دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے دشمنوں کے شر اُن پر الٹائے۔ جماعت کی ترقی کے سامان ہمیشہ پیدا فرماتا رہے۔ پس اس رمضان کو اپنی مقبول دعاؤں کا ذریعہ بنالیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دنیا کے حالات کے لیے بھی دعائیں کریں۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو تباہ کاریوں سے بچائے اور ان کو عقل دے کہ یہ اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچاننے والے ہوں۔ نماز جمعہ کے بعد میں ایم ٹی اے کی ایک سائٹ کا بھی اجرا کروں گا **جو ایم ٹی اے انٹرنیشنل نے ویب سائٹ بنائی ہے۔ اس کی موبائل ایپلیکیشن بنائی ہے جس میں تین سو تیرہ بدری صحابہ رضی اللہ عنہم** کے متعلق میرے خطبات جمعہ کو ایک جگہ جمع کیا گیا ہے۔ اس ویب سائٹ پر احباب یہ خطبات جمعہ دیکھنے کے ساتھ ساتھ بدری صحابہ کے متعلق بنائی گئی پروفائلز پڑھ سکتے ہیں اور جہاں تک کسی نے مشاہدہ اور مطالعہ کیا ہوا ہو گا اس کو بُک مارک (book mark) بھی کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہر صحابی کے متعلق سوال وجواب کا ایک کوئز موجود ہے۔ ویب سائٹ پر متعلقہ مفید نقشے بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ ناموں اور مشکل الفاظ کا عربی تلفظ بھی سنا جاسکتا ہے۔ اب تک کی اپلوڈ کی گئی معلومات کے علاوہ آئندہ آنے والی نئی معلومات اور ویڈیوز بھی ہر ہفتے اس میں جاری کی جائیں گی۔ ویب سائٹ کا جو پتہ ہے وہ یہ ہے کہ:

www.313companions.org

جیسا کہ میں نے کہا کہ نماز کے بعد اس کا اجرا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی لوگوں کے لیے فائدے کا موجب بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 29/ اپریل2022ء جلد29 شمارہ34 صفحہ 05تا10)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15/ اپریل 2022ء بمطابق 15/ شہادت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ سے پہلے جو خطبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعات کے بارے میں دیا جارہا تھا اس میں مختلف حوالے بیان کیے گئے تھے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مرتدین کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سزا **ان کے ارتداد کی وجہ سے نہیں دی تھی بلکہ بغاوت اور جنگ کی وجہ سے ان کو جواب دیا گیا تھا۔** اس بارے میں زمانے کے حکم وعدل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہدِ خلافت میں اس **ارتداد کو سرکشی اور بغاوت سے تعبیر کیا ہے۔**

چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے کہ حضرت ابو بکرؓ کی جرأت اور دلیری کتنی تھی آپؑ فرماتے ہیں کہ:

”اہل تحقیق سے یہ امر مخفی نہیں کہ آپ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا وقت تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ بہت سے منافق مرتد ہو گئے اور مرتدوں کی زبانیں دراز ہو گئیں اور افترا پردازوں کے ایک گروہ نے دعویٔ نبوت کر دیا اور اکثر بادیہ نشین ان کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب جاہل اور بدکردار آدمی مل گئے اور فتنے بھڑک اٹھے اور مصائب بڑھ گئے۔ اور آفات نے دور و نزدیک کا احاطہ کر لیا۔ اور مومنوں پر ایک شدید زلزلہ طاری ہو گیا۔ اس وقت تمام لوگ آزمائے گئے اور خوفناک اور حواس باختہ کرنے والے حالات نمودار ہو گئے اور مومن ایسے لاچار تھے کہ گویا ان کے دلوں میں آگ کے انگارے دہکائے گئے ہوں یا وہ چھری سے ذبح کر دیئے گئے ہوں۔ کبھی تو وہ خَیْرُ الْبَرِیَّۃ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) کی جدائی کی وجہ سے اور گاہے ان فتنوں کے باعث جو جلا کر بھسم کر دینے والی آگ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے روتے۔ امن کا شائبہ تک نہ تھا۔ فتنہ پرداز گند کے ڈھیر پر اُگے ہوئے سبزے کی طرح چھا گئے تھے۔ مومنوں کا خوف اور ان کی گھبراہٹ بہت بڑھ گئی تھی۔ اور دل دہشت اور بے چینی سے لبریز تھے۔ ایسے (نازک) وقت میں (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ حاکم وقت اور (حضرت) خاتم النبیینؐ کے خلیفہ بنائے گئے۔ منافقوں، کافروں اور مرتدوں کے جن رویوں اور طور طریقوں کا آپ نے مشاہدہ کیا ان سے آپ ہم و غم میں ڈوب گئے۔ آپ اس طرح روتے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو اور آپ کے آنسو چشمۂ رواں کی طرح بہنے لگتے اور آپ (رضی اللہ عنہ) (اپنے) اللہ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر کی دعا مانگتے۔ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا

سے مروی ہے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ بنائے گئے اور اللہ نے انہیں امارت تفویض فرمائی تو خلافت کے آغاز ہی میں آپ نے ہر طرف سے فتنوں کو موجزن اور جھوٹے مدعیان نبوت کی سرگرمیوں اور منافق مرتدوں کی بغاوت کو دیکھا اور آپ پر اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے اور فوراً گر کر ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن آپ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا۔"

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔ فتنے دور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کے لیے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے۔ اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا۔ میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اس تحقیق کی خاطر تمہارا سینہ کھول دے۔" حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "غور کرو کہ آپ کے خلیفہ ہونے کے وقت مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ اسلام مصائب کی وجہ سے آگ سے جلے ہوئے شخص کی طرح (نازک حالت میں) تھا۔ پھر اللہ نے اسلام کو اس کی طاقت لوٹا دی اور اسے گہرے کنویں سے نکالا اور جھوٹے مدعیان نبوت دردناک عذاب سے مارے گئے اور مرتد چوپاؤں کی طرح ہلاک کئے گئے اور اللہ نے مومنوں کو اس خوف سے جس میں وہ مُردوں کی طرح تھے امن عطا فرمایا۔ اس تکلیف کے رفع ہونے کے بعد مومن خوش ہوتے تھے اور (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کو مبارک باد دیتے اور مرحبا کہتے ہوئے ان سے ملتے تھے۔ آپ کی تعریف کرتے اور رب الارباب کی بارگاہ سے آپ کے لئے دعائیں کرتے تھے۔ آپ کی تعظیم اور تکریم کے آداب بجالانے کے لئے لپکتے تھے۔ اور انہوں نے آپ کی محبت کو اپنے دل کی گہرائی میں داخل کر لیا اور وہ اپنے تمام معاملات میں آپ کی پیروی کرتے تھے اور وہ آپ کے شکر گزار تھے۔ انہوں نے اپنے دلوں کو روشن اور چہروں کو شاداب کیا اور وہ محبت و الفت میں بڑھ گئے اور پوری جدوجہد سے آپ کی اطاعت کی۔ وہ آپ کو ایک مبارک وجود اور نبیوں کی طرح تائید یافتہ سمجھتے تھے۔ اور یہ سب کچھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کے صدق اور گہرے یقین کی وجہ سے تھا۔"

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ عربی عبارت شائع کردہ نظارت اشاعت صفحہ 47 تا 51)

یہ سر الخلافہ آپ کی عربی میں کتاب ہے۔ یہ اس عربی کا اردو ترجمہ ہے۔ فتنہ ارتداد اور بغاوت جب ہوا ہے تو اس کی طرف آپ نے بعض مہمات بھیجی تھیں جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد تقریباً سارے عرب نے ہی ارتداد اختیار کر لیا تھا۔ کچھ لوگ تو وہ تھے جنہوں نے صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا۔ ان کے خلاف جو کارروائیاں حضرت ابو بکرؓ کی طرف سے کی گئیں ان کا تذکرہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔

اب دوسرے گروہ کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے نہ صرف اسلام سے ارتداد اختیار کر لیا تھا بلکہ بغاوت کر دی تھی اور مسلمانوں کو قتل بھی کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی خبر لینے کا عزم فرمایا چنانچہ بِدَایَة و النِّهَایَة میں لکھا ہے کہ حضرت اسامہؓ کے لشکر کے آرام کرنے کے بعد حضرت ابو بکرؓ اسلامی افواج کے ساتھ تلوار سونتے ہوئے مدینہ سے سوار ہو کر ذُوالقَصَّہ کی طرف روانہ ہوئے جو مدینہ سے اس زمانے میں جو سفر کا ذریعہ تھا اس کے مطابق ایک رات اور ایک دن کے فاصلے پر واقع ہے۔ صحابہ کرامؓ جن میں حضرت علیؓ بھی تھے وہ آپ سے اصرار کر رہے تھے کہ آپ مدینہ واپس تشریف لے جائیں اور اَعراب سے جنگ کے لیے اپنے سوا کسی دوسرے بہادر کو بھیج دیں۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میرے والد تلوار سونتے ہوئے سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو حضرت علی بن ابی طالبؓ نے آکر آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑ لی اور عرض کیا: اے خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ سے وہ بات کہتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احد کے دن فرمائی تھی۔ آپ نے تلوار کیوں سونتی ہے؟ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے مصیبت میں نہ ڈالیے۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ ہمیں اپنی جان کی وجہ سے مصیبت میں نہ ڈالیے۔ اللہ کی قسم! اگر ہمیں آپ کی جان کی مصیبت پہنچی تو آپ کے بعد ہمیشہ کے لیے اسلام کا نظام نہ رہے گا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ واپس تشریف لے گئے اور فوج کو بھیج دیا۔

(البداية و النهاية جلد 3 جزء 6ص 311-312 مطبوعه دار الكتب العلمية)

جب حضرت اسامہؓ اور ان کے لشکر نے آرام کر لیا اور ان کی سواریاں بھی تازہ دم ہو گئیں اور اموالِ زکوٰۃ بھی بکثرت آ گئے جو مسلمانوں کی ضرورت سے زائد تھے تو حضرت ابو بکرؓ نے فوج کو تقسیم **کیا اور گیارہ جھنڈے** باندھے۔ ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ طُلَیحہ بن خُوَیلِد کے مقابلے پر جائیں اس سے فارغ ہو کر بُطَاح میں مَالِك بن نُوَیرَہ سے مقابلہ کے لیے جائیں اگر اس وقت تک وہ ان کے مقابلہ پر جما رہے۔ یہ سب مرتدین تھے، جنگ کرنا چاہتے تھے۔ بُطاح بنو اسد کے علاقے میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ اس طرف آپ نے بھیجا۔ حضرت عکرمہ بن ابو جہلؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو مُسَیلمہ کے مقابلے کا حکم دیا۔ تیسرا جھنڈا حضرت مُهَاجِر بن ابواُمَیّہؓ کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ عَنْسِی کی فوجوں کا مقابلہ کریں۔ پھر قَیس بن مَکْشُوح اور ان اہل یمن کے مقابلہ میں جو اَبْنَاء سے برسرپیکار تھے اَبْنَاء کی امداد کریں۔ اَبْنَاء بھی اہل فارس میں سے ایک قوم کی اولاد تھی جنہوں نے یمن میں سکونت اختیار کر لی تھی اور عربوں میں شادیاں کی تھیں۔ اور فرمایا کہ اس سے فارغ ہو کر کِندہ کے مقابلے کے لیے حضر موت چلے جائیں۔ حضر موت بھی یمن کا ایک علاقہ ہے۔ چوتھے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو حَنْقَتَیْن کی طرف بھیجا جو شام کی سرحد پر ہے۔ پانچویں حضرت عمرو بن عاصؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو قُضَاعَہ وَدِیعَہ اور حَارِث کی جمعیتوں کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا۔ چھٹا جھنڈا حضرت حذیفہ بن مِحْصَن غَلْفَانِیؓ کے لیے باندھا اور ان کو اہل دَبَا کی طرف جانے کا حکم دیا۔ دَبَا بھی عمان میں عربوں کا ایک بازار تھا۔ عمان کا ایک قدیم اور مشہور شہر تھا۔ مارکیٹ لگا کرتی تھی۔ ساتواں حضرت عَرفَجَہ بن هَرْثَمَہؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو مَهْرَہ جانے کا حکم دیا۔ مَهْرَہ یمن کے ایک علاقے کا نام

ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کو فرمایا کہ ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں مگر جو علاقے ان کے سپرد کیے گئے ہیں ان میں وہ ایک دوسرے پر امیر رہیں گے۔ یعنی پہلے یمن والے اور دوسرے ان کو۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے شُرَحْبِیل بن حَسَنَہ کو حضرت عکرمہ بن ابو جہل کے پیچھے روانہ کیا اور حکم دیا کہ یمامہ سے فارغ ہو کر قُضَاعہ کے مقابلہ پر چلے جانا اور مرتدین سے جنگ کے موقع پر تم ہی اپنے لشکر کے امیر ہو گے۔ نوواں حضرت طُرَیْفَہ بن حَاجِزؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ بنو سُلَیم اور ہَوَازِن کا مقابلہ کریں۔ دسواں جھنڈا حضرت سُوَید بن مُقَرِّنؓ کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ یمن کے علاقے تِہَامہ کی طرف جائیں اور گیارھواں جھنڈا حضرت عَلَاء رضی اللہ عنہ بن حَضْرَمِی کے لیے باندھا اور ان کو بحرین جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ یہ اُمَرا ذُوالقَصَّہ سے اپنی اپنی سمت روانہ ہو گئے۔

(معجم الوسیط زیر مادہ "بنی")

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء) (ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے صفحہ 288 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان) (معجم البلدان جلد1 صفحہ527، جلد 2 صفحہ 270، 311، 496)

حضرت ابو بکرؓ نے ہر دستے کے امیر کو حکم دیا کہ جہاں جہاں سے وہ گزریں وہاں کے طاقتور مسلمانوں کو اپنے ساتھ لیں اور بعض طاقتور افراد کو وہیں اپنے علاقے کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ دیں۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

حضرت ابو بکرؓ کی اس تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف لکھتے ہیں کہ ذُوالقَصَّہ فوجی مرکز قرار پایا۔ یہاں سے **منظم اسلامی افواج ارتداد کی تحریک کو کچلنے کے لیے مختلف علاقوں کی طرف روانہ ہوئیں۔** حضرت ابو بکرؓ کے منصوبہ سے منفرد عبقریت اور دقیق جغرافیائی تجربہ کا پتہ چلتا ہے۔ دستوں کی تقسیم اور ان کے مواقع کی تحدید سے واضح ہوتا ہے کہ **ابو بکر جغرافیہ کا دقیق علم رکھتے تھے** اور زمین کے نشانات اور انسانی آبادیوں اور جزیرۃ العرب کے راستوں سے بخوبی واقف تھے۔ گویا کہ جزیرہ عرب مجسم شکل میں آپ کی آنکھوں کے سامنے تھا جیسا کہ دورِ حاضر میں جدید ٹیکنالوجی سے لیس مراکز قیادت میں ہوتا ہے۔ جو شخص بھی لشکروں کو روانہ کرنے ان کی جہت کا تعین کرنے، تفرق کے بعد اجتماع اور دوبارہ مجتمع ہونے کے لیے تفرق میں غور و فکر کرے گا اس کو یہ اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ یہ منصوبہ بندی پورے جزیرہ عرب پر مثالی اور صحیح انداز سے محیط تھی اور ان لشکروں کے ساتھ رابطہ بھی انتہائی دقیق تھا۔ ابو بکر کو ہمہ وقت اس کا پتا رہتا تھا کہ فوج کہاں ہے۔ اس کے تحرکات اور جملہ امور سے بخوبی واقف رہتے تھے اور یہ بھی پتا رہتا تھا کہ ان کو کیا کامیابی ہوئی اور کل کو کیا پروگرام ہے؟ مراسلات انتہائی دقیق اور تیز ہوا کرتے تھے اور میدانِ قتال سے خبریں برابر مدینہ مرکزِ قیادت میں حضرت ابو بکرؓ کو پہنچتی رہتی تھیں۔ پوری فوج سے برابر رابطہ قائم رہتا تھا۔ مرکزِ قیادت اور میدانِ قتال کے درمیان فوجی خبر رسانی میں ابوخَیْثَمَہ انصاری، سَلَمہ بن سَلَامہ، ابوبَرْزَہ اسلَمِی اور سَلَمہ بن وَقْش نے نمایاں حیثیت حاصل کی۔ جن لشکروں کو ابو بکر نے روانہ فرمایا وہ آپس میں مربوط تھے اور یہ خلافت کی اہم کامیابیوں میں سے تھا کیونکہ ان لشکروں کے اندر قیادت کی مہارت کے ساتھ حسنِ تنظیم بھی موجود تھا۔

مزید برآں اس کے علاوہ قتال میں تجربہ پہلے سے تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں غزوات و سرایا کی

تحریک میں انہیں عسکری اعمال کا اچھا تجربہ ہو چکا تھا۔ ابو بکر کی حکومت کا عسکری نظام جزیرہ عرب میں تمام عسکری قوتوں پر فوقیت رکھتا تھا اور ان لشکروں کے قائد سیفُ اللّٰہ الْمَسْلُول خالد بن ولید تھے جو اسلامی فتوحات اور حروب ارتداد میں منفرد عبقری شخصیت کے حامل تھے۔ اسلامی فوج کی یہ تقسیم انتہائی اہم فوجی منصوبہ کے تحت عمل میں آئی تھی کیونکہ مرتدین ابھی تک اپنے اپنے علاقوں میں متفرق تھے یعنی کہ بکھرے ہوئے تھے جمع نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں کے خلاف ان کی جتھہ بندی عمل میں نہ آ سکی تھی۔ بڑے قبائل دور دراز علاقوں میں بکھرے تھے۔ وقت اس کے لیے کافی نہ تھا کہ وہ آپس میں جتھہ بندی کر سکیں کیونکہ ارتداد شروع ہوئے ابھی تین ماہ سے زیادہ کا عرصہ نہ گزرا تھا اور ثانیاً وہ اپنے خلاف مسلمانوں کے خطرے کو نہ سمجھ سکے۔ وہ یہ تصور کیے ہوئے تھے کہ چند ماہ میں تمام مسلمانوں کا صفایا کر دیں گے۔ اسی لیے ابو بکر نے چاہا کہ اچانک ان کی شوکت و حکومت کا صفایا کیا جائے، قبل ازیں کہ وہ اپنے باطل کی نصرت کے لیے جتھہ بندی کر سکیں۔ اس لیے ابو بکر نے ان کے فتنہ کے بڑھنے سے قبل ہی ان کی خبر لی اور انہیں اس بات کا موقع نہ دیا کہ وہ اپنا سر اٹھا سکیں اور اپنی زبان دراز کر سکیں جس سے مسلمانوں کو تکلیف پہنچا سکیں۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 288 تا 290 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

حضرت ابو بکرؓ کی **جانب سے قائدین کی تقرری کے حوالے سے** مختلف امور کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک لکھنے والے مصنف لکھتے ہیں کہ نمبر ایک تو اس منصوبہ میں اس بات کا اہتمام کیا گیا کہ لشکروں کے درمیان آپس میں ربط اور تعاون برابر قائم رہے۔ اگرچہ ان کے مقامات اور جہات مختلف تھے لیکن سب ایک ہی سلسلہ کی کڑیاں تھیں۔ ان کا آپس میں ملنا اور جدا ہونا ایک ہی مقصد کے پیش نظر تھا اور خلیفہ کے مدینہ میں ہوتے ہوئے قتال کے جملہ امور کا کنٹرول، پاور اس کے ہاتھ میں تھا یعنی خلیفہ کے ہاتھ میں تھا۔ (ب) دوسرا نمبر یہ کہ صدیق اکبر نے دارالخلافہ مدینہ کی حفاظت کے لیے فوج کا ایک حصہ اپنے پاس رکھا اور اسی طرح امور حکومت میں رائے اور مشورہ کے لیے کبار صحابہ کی ایک جماعت اپنے پاس رکھی۔ تیسرے یہ کہ ابو بکر کو معلوم تھا کہ ارتداد سے متاثرہ علاقوں میں اسلامی قوت موجود ہے۔ آپ کو اس کی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں یہ مسلمان مشرکین کے غیظ و غضب کا نشانہ نہ بنیں اس لیے قائدین کو حکم فرمایا کہ ان میں سے جو قوت اور طاقت کے مالک ہیں ان کو اپنے ساتھ شامل کر لیں اور ان علاقوں کی حفاظت کی خاطر کچھ افراد کو وہاں مقرر کر دیں۔ چوتھے مرتدین کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے ابو بکر نے اَلْحَرْبُ خُدْعَۃٌ کے اصول کو اپنایا۔ فوج کے اہداف کچھ ظاہر کرتے حالانکہ مقصود کچھ اَور ہی ہوتا۔ انتہائی احتیاط اور حذر کا طریقہ اختیار کیا کہ کہیں ان کا منصوبہ فاش نہ ہونے پائے۔ اس طرح ابو بکر کی قیادت میں سیاسی مہارت، علمی تجربہ، علم راسخ اور ربانی فتح اور نصرت نمایاں ہوتی ہیں۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 297-298 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

اس موقع پر **حضرت ابو بکرؓ نے دو فرمان بھی لکھے تھے:** ایک عرب قبائل کے نام اور دوسرا سپہ سالاران فوج کی ہدایت کے لیے۔ (حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط مؤلفہ خورشید احمد فاروق صفحہ 22)

یہی پہلے مصنف ڈاکٹر علی محمد صلابی جو ہیں، یہ ایک خط کے متعلق لکھتے ہیں کہ اسلامی لشکروں کی تیاری اور ٹھوس تنظیم کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ تحریری دعوت کا سلسلہ جاری رہا اور اس نے اہم کردار ادا کیا۔ آپؓ نے ایک عام خط تحریر کیا جو محدود مضمون پر مشتمل تھا۔ مرتدین سے قتال کے لیے افواج کو روانہ کرنے سے قبل آپ نے اس خط کو مرتدین اور ثابت قدم رہنے والے سب کے درمیان اونچے پیمانے پر ممکنہ حد تک نشر کرنے کی کوشش کی۔ قبائل کے پاس لوگوں کو روانہ کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہاں پہنچ کر ہر مجمع میں یہ خط سنائیں اور جس کو بھی اس خط کا مضمون پہنچے اسے حکم فرمایا کہ وہ ان لوگوں تک بات پہنچا دے جن تک نہیں پہنچی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس خط میں عام اور خاص سب کو خطاب کیا خواہ وہ اسلام پر ثابت قدم رہنے والے ہوں یا اس سے مرتد ہو جانے والے۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 290-291 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

حضرت ابو بکرؓ کا وہ خط جو قبائل عرب کے نام تھا وہ سب سے زیادہ تفصیلات کے ساتھ طبری نے بیان کیا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تصنیف سر الخلافہ میں اس خط کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مناسب ہے کہ ہم یہاں وہ خط درج کر دیں جو صدیق اکبر نے مرتد ہونے والے قبائل عرب کی طرف لکھا تا کہ اس خط پر اطلاع پانے والے صدیق اکبر کی شعائر اللہ کی ترویج اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام سنن کے دفاع میں مضبوطی کو دیکھ کر ایمان اور بصیرت میں ترقی کریں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہ خط لکھتے ہیں جو اس طرح شروع ہوتا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ یہ خط ابو بکر خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہر خاص و عام کے لیے ہے۔ جس تک پہنچے خواہ وہ اسلام پر قائم رہا ہے یا اس سے پھر گیا ہے۔ ہدایت کی اتباع کرنے والے ہر شخص پر سلامتی ہو جو ہدایت کے بعد گمراہی اور اندھے پن کی طرف نہیں لوٹا۔ پس میں تمہارے سامنے اس اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد ہے لاشریک ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور جو تعلیم آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے اس کا ہم اقرار کرتے ہیں اور جس نے اس سے انکار کیا اسے ہم کافر قرار دیتے ہیں اور اس سے جہاد کرتے ہیں۔ امابعد واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جناب سے حق دے کر اپنی مخلوق کی طرف مبشر نذیر اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے اور ایک منور کر دینے والے سورج کے طور پر بھیجا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ڈرائیں جو زندہ ہو اور کافروں پر فرمان صادق آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حق کے ساتھ ہدایت دی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کیا اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیٹھ پھیر لی اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک جنگ کی کہ وہ طوعًا و کرھًا اسلام میں آگیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے بعد اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم کو نافذ فرما لیا اور امت کی خیر خواہی کر لی اور جو ذمہ داری آپ پر تھی اسے پورا کر لیا اور اللہ نے آپ پر اور اہل اسلام پر اپنی اس کتاب میں جو اس نے نازل فرمائی اس بات کو خوب کھول کر بیان کر دیا۔ چنانچہ فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمۡ مَّيِّتُوۡنَ (الزمر :31)۔ یعنی یقیناً تُو بھی مرنے

والا ہے اور یقیناً وہ بھی مرنے والے ہیں۔

نیز فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الانبیاء:35)۔ اور ہم نے کسی بشر کو تجھ سے پہلے ہمیشگی نہیں دی۔ اَفَاْئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ (الانبیاء:35)۔ پس اگر تُو مر جائے تو کیا وہ ہمیشہ رہنے والے ہوں گے؟ مزید برآں مومنوں سے فرمایا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔ اَفَاْئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ۔ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا۔ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (آل عمران:145)۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں مگر ایک رسول یقیناً اس سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔ پس اگر یہ وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟ اور جو بھی اپنی ایڑیوں کے بل پھر جائے گا وہ اللہ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا اور اللہ یقیناً شکر گزاروں کو جزا دیتا ہے۔

پھر آپ لکھتے ہیں۔ پس وہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد تو فوت ہو چکے اور وہ جو واحد و یگانہ لاشریک اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا اسے معلوم ہو کہ اللہ اس کی گھات میں لگا ہوا ہے۔ وہ زندہ ہے اور قائم دائم ہے۔ وہ نہیں مرے گا۔ اسے اونگھ اور نیند نہیں آتی۔ وہ اپنے کاموں کا محافظ ہے۔ اپنے دشمن سے انتقام لینے والا ہے اور اسے سزا دینے والا ہے۔ میں تمہیں اللہ کے تقویٰ کی اور تمہارے اس بخت کی اور نصیب کے حصول کی جو اللہ کے ہاں تمہارے لیے مقرر ہے اور وہ تعلیم جو تمہارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے پاس لے کر آیا اس پر عمل کرنے کی تمہیں تاکید کرتا ہوں اور یہ کہ تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی سے راہنمائی حاصل کرو اور اللہ کے دین کو مضبوطی سے پکڑے رکھو کیونکہ ہر وہ شخص جسے اللہ ہدایت نہ دے وہ گمراہ ہے اور ہر وہ شخص جسے وہ نہ بچائے وہ آزمائش میں پڑے گا اور ہر وہ شخص جس کی وہ اعانت نہ فرمائے وہ بے یارومددگار ہے۔ پس جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گمراہ قرار دے وہ گمراہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا (الکہف:18)۔ جسے اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پانے والا ہے اور جسے وہ گمراہ ٹھہرا دے تو اس کے حق میں کوئی ہدایت دینے والا دوست نہ پائے گا۔ آپ آگے لکھتے ہیں کہ اور اس کا دنیا میں کیا ہوا کوئی عمل اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک وہ اس دین اسلام کا اقرار نہ کر لے اور نہ ہی آخرت میں اس کی طرف سے کوئی معاوضہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا اور مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے بعض نے اسلام کا اقرار کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتے ہوئے اور اس کے معاملے میں جہالت برتتے ہوئے اور شیطان کی بات مانتے ہوئے اپنے دین سے ارتداد اختیار کر لیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ۔ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ۔ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا (الکہف:51)۔ اور جب ہم نے فرشتوں کو کہا کہ آدم کے لئے سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے وہ جنّوں میں سے تھا۔ پس وہ اپنے رب کے حکم سے روگردان ہو گیا۔ تو کیا تم اسے اور اس کے چیلوں کو میرے سوا دوست پکڑ کر بیٹھو گے جبکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لئے تو یہ بہت ہی بُرا بدل ہے۔

نیز فرمایا : اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا۔ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ (فاطر:7)۔ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے پس اسے دشمن ہی بنائے رکھو۔ وہ اپنے گروہ کو محض اس لئے بلاتا ہے تا کہ وہ بھڑکتی آگ میں پڑنے والوں میں سے ہو جائیں۔ آپؐ اس خط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ اور میں نے مہاجرین انصار اور حسن عمل سے پیروی کرنے والے تابعین کے لشکر پر فلاں آدمی کو مقرر کر کے تمہاری طرف بھیجا ہے اور میں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ نہ تو کسی سے جنگ کرے اور نہ اسے اس وقت تک قتل کرے جب تک وہ اللہ کے پیغام کی طرف بلا نہ لے۔

پھر جو اس پیغام کو قبول کر لے اور اقرار کر لے اور باز آجائے اور نیک عمل کرے تو اس سے قبول کرے اور اس پر اس کی مدد کرے اور جس نے انکار کیا تو مَیں نے اسے حکم دیا ہے کہ وہ اس سے اس بات پر جنگ کرے اور جس پر قابو پائے ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی رہنے نہ دے اور یا وہ انہیں آگ سے جلا ڈالے اور ہر طریق سے انہیں قتل کرے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنالے اور کسی سے اسلام سے کم کوئی چیز قبول نہ کرے۔ پھر جو اس کی اتباع کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے اور جس نے اسے ترک کیا تو وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکے گا اور میں نے اپنے پیغامبر کو حکم دیا ہے کہ وہ میرے اس خط کو تمہارے ہر مجمع میں پڑھ کر سنا دے اور اذان ہی اسلام کا اعلان ہے۔ پس جب مسلمان اذان دیں اور وہ بھی اذان دے دیں تو ان پر حملہ سے رک جائیں اور اگر وہ اذان نہ دیں تو ان پر حملہ جلد کرو اور جب وہ اذان دے دیں تو جو اُن پر فرائض ہیں ان کا مطالبہ کرو اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر جلد حملہ کرو اور اگر اقرار کر لیں تو ان سے قبول کر لیا جائے۔

(ماخوذ از سر الخلافۃ اردو ترجمہ عربی عبارت شائع کردہ نظارت اشاعت صفحہ 190 تا 194 حاشیہ)

بہر حال اس بارے میں جو تفصیل تھی کہ کیوں ان سے جنگ ہوئی اور کیوں سب سے یہ سلوک کیا گیا، تو یہ اس لیے کہ یہ لوگ جنگ کرنے والے تھے۔ مسلمانوں پر جنگ ٹھونسنے والے تھے اور نہ صرف جنگ کرتے تھے بلکہ ظلم بھی کرنے والے تھے اور جو اُن کے علاقوں میں نہتے مسلمان تھے ان پر ظلم کر رہے تھے۔

دوسرا خط جو حضرت ابو بکرؓ نے ان سب امرائے لشکر جن کی تعداد گیارہ تھی کے نام تحریر فرمایا ان امرا کا ذکر ہو چکا ہے۔ وہ خط ان لشکروں کے امرا کے نام تھا۔ وہ حسب ذیل ہے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یہ فرمان ابو بکر خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے فلاں شخص کے لیے لکھا گیا ہے اور جب انہوں نے اسے مسلمانوں کی فوج کے ساتھ مرتدین سے لڑنے کے لیے روانہ کیا یعنی امیر کا نام اس پہ لکھا گیا تھا۔ انہوں نے اس امیر کو تاکیدی حکم دیا ہے کہ وہ ہر معاملے میں ظاہر اور باہر میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرے جہاں تک اس کی استطاعت ہے اور اس کو اللہ کے معاملے میں جدوجہد کا اور ان لوگوں سے جہاد کا حکم دیا ہے جنہوں نے اللہ سے پیٹھ پھیر لی اور اسلام سے رجوع کرتے ہوئے شیطانی آرزوؤں کو اختیار کر لیا ہے۔ سب سے پہلے ان پر اتمام حجت کرے۔ انہیں اسلام کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ اس کو قبول کر لیں تو ان لوگوں سے لڑائی سے رک جائے اور اگر وہ اس کو قبول نہ کریں تو ان پر فی الفور حملہ کرے یہاں تک کہ اس کے سامنے جھک جائیں۔ پھر وہ ان لوگوں کو ان کے حقوق اور فرائض

بتائے اور وہ ان سے وصول کرے جو اُن پر فرض ہے اور انہیں دے جو اُن کے حقوق ہیں۔ وہ ان لوگوں کو مہلت نہ دے یعنی ایسی مہلت جس سے وہ جنگ کے لیے تیار ہو کر مسلمانوں پر حملہ کر دیں۔ وہ مسلمانوں کو ان کے دشمنوں سے لڑائی کرنے سے نہ روکے اور مسلمان اگر سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ باز نہیں آئیں گے اور وہ لڑنا چاہتے ہیں تو ان کو جنگ سے نہ روکو۔ یہ حکم ان لیڈروں کو دیا جنہیں اس علاقے کے لوگ زیادہ جانتے تھے۔ پس جس نے اللہ عزوجل کے حکم کو قبول کیا اور اس کی فرمانبرداری کی تو اس کی یہ بات قبول کرے اور معروف طریق پر اس کی مدد کرے اور صرف اس سے جنگ کی جائے گی جس نے اس اقرار کے بعد اللہ کا انکار کیا کہ جو اللہ کی جانب سے آیا تھا۔ اگر وہ دعوت کو قبول کر لے تو اس پر کوئی الزام نہیں ہو گا اور اللہ اس سے حساب لینے والا ہے بعد اس کے جو اس نے چھپایا۔ اور جس نے اللہ کے پیغام کو قبول نہ کیا تو اس سے لڑائی کی جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے جہاں بھی وہ ہو اور وہ خواہ کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو۔ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کی جائے گی جو وہ دے سوائے اسلام کے۔

پس جس نے اسلام قبول کر لیا اور اقرار کر لیا تو اس سے قبول کیا جائے اور اس کو اسلامی تعلیمات سکھائی جائیں اور جس نے انکار کیا یعنی مسلمان ہو کے مرتد ہو گئے۔ پھر لڑائیاں کر رہے ہیں تو اسلامی تعلیمات کے خلاف کر رہے ہیں ان کو بتاؤ کہ اسلام کیا ہے، حقیقت کیا ہے، تم مسلمان ہونے کا دعویٰ کر کے پھر حکومت کے خلاف جنگ نہیں لڑ سکتے۔ جس نے انکار کیا تو اس سے لڑائی کی جائے۔ اگر اللہ اسے ان پر فتح عطا کرے تو ان کو بُری طرح اسلحہ اور آگ کے ذریعہ قتل کیا جائے گا۔ پھر اللہ جو اس کو مالِ فَے عطا فرمائے تو وہ اس کو تقسیم کر دے سوائے خمس کے۔ وہ ہمیں پہنچائے گا۔ اور وہ سپہ سالار اپنے ساتھیوں کو جلدی اور فساد سے روکے اور ان میں کوئی غیر آدمی داخل نہ کرے جب تک کہ وہ جان نہ لے کہ اس میں کیسی صلاحیت ہے۔ یہ نہ ہو کہ وہ جاسوس ہو۔ یعنی کسی شخص کو داخل کر لو اور وہ جاسوس ہو۔ (صحیح طرح چھان کر کے، چھان پھٹک کر کے پھر لینا۔) اور ان کی وجہ سے مسلمانوں پر مصیبت آ جائے۔ سفر اور قیام میں مسلمانوں کے ساتھ نرمی اور میانہ روی اختیار کرے اور ان کی خبر گیری کرتا رہے۔ لشکر کے ایک حصہ کو دوسرے سے جلدی کرنے کا حکم نہ دے۔ مسلمانوں کے ساتھ برتاؤ اور گفتار میں خوش خلقی اور ملائم لہجہ اختیار کرے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ258-259 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

اب بعض باتیں ایسی بھی ہیں جن کی وضاحت کرنی پڑتی ہے لیکن وضاحت نہیں کی گئی۔ اس وجہ سے **بعض دفعہ اسلام کا غلط تاثر بھی پیدا ہو جاتا ہے۔** اس کی وضاحت گذشتہ خطبہ میں مَیں کر چکا ہوں کہ یہ سب مرتدین **ایسے تھے جنہوں نے جنگ کی، محارب تھے اور نہ صرف جنگ کی بلکہ جو** مسلمان ان کے علاقوں میں تھے ان پر انہوں نے ظلم بھی کیا، ان کو مارا، ان کو جلایا۔ ان کے گھروں کو جلایا، ان کو خود بھی جلا دیا۔ تو ان کے خلاف پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ ضرور بدلہ لینا ہے اور ان کو اسی طریق سے پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی خط کو quote کیا ہے کہ اسی طریق سے پھر ان کو بھی سزا دینی ہے کیونکہ پھر بدلہ لینے کے لیے قرآن شریف کا بھی، اللہ تعالیٰ کا بھی یہی حکم ہے کہ جیسا کوئی کرتا ہے اس کو ویسا ہی سزا دو۔ لیکن اس بات کی وضاحت ایک جگہ انہی مصنف ڈاکٹر علی محمد صلابی صاحب نے اس طرح بھی لکھی ہے کہ اس میں یہ ذکر ہے کہ مرتدین باغیوں کو آگ میں

جلا دیا جائے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ کسی کو جلانے کی سزا دینا تو جائز نہیں ہے۔ ارشاد نبویؐ بھی ہے کہ اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِھَا اِلَّا اللّٰہُ۔ کہ آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف اللہ کا کام ہے لیکن یہاں انہیں جلانے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ ان بدمعاشوں نے اہلِ ایمان کے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا لہٰذا یہ قصاص کے طور پر تھا۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے حاشیہ صفحہ 293 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

اسی کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کے اسی خط کا ذکر کرتے ہوئے جو بیان ہوا ہے یہ بھی لکھا ہے کہ جو مسلمانوں کی صف کی طرف لَوٹنے سے انکاری ہو اور ارتداد پر ڈٹ جائے وہ محاربین میں سے ہے اس پر حملہ کرنا ضروری ہے اس کو قتل کر دیا جائے یا جلا دیا جائے۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے صفحہ 294-295 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی یہی فرمایا ہے کہ جب تمہیں مشکل میں ڈالتے ہیں تو اس کے مطابق ہی ان کو سزا دو جس طرح انہوں نے تمہارے ساتھ کیا ہے۔ باغیوں نے جیسا کہ پہلے میں ذکر کر چکا ہوں گذشتہ خطبہ میں بھی، ابھی بھی میں نے بتایا ہے کہ مسلمانوں کو جلانے اور انہیں گھناؤنے طریقے سے قتل کرنے کے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ ان کو آگ میں جلایا، ان کے گھروں کو جلایا، ان کے بچوں، بیویوں سب کو جلایا، ان کا مُثلہ کیا۔ لہٰذا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسی طرح ان کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا کہ جو اس میں شامل تھے ان سے وہی سلوک کرنا ہے جو انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کیا تھا۔ بہرحال یہ ذکر جو ہے وہ آگے بھی ان شاء اللہ بیان ہو گا۔ رمضان میں شاید دوسرے خطبے بھی بیچ میں آتے رہیں گے۔ ہو سکتا ہے وقت لگ جائے لیکن بہرحال جو بھی آئندہ خطبہ اس پہ آئے گا اس میں آئندہ ذکر، اس کی تفصیل بیان ہو گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06/ مئی 2022ء جلد 29 شمارہ 36 صفحہ 05 تا 08)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22/ اپریل 2022ء بمطابق 22/ شہادت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج کل ہم رمضان کے مہینے سے گزر رہے ہیں اور تقریباً دو عشرے ختم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر مومن اس مہینے میں یہ کوشش کرتا ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ اس مہینے کے فیض سے حصہ لے۔ اللہ تعالیٰ نے روزوں کی فرضیت کے حکم میں شروع میں ہی روزے کا یہ مقصد بیان فرمایا ہے کہ روزے تم پر اس لیے فرض کیے گئے ہیں تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

پس روزوں اور رمضان کے فیض سے ہم تبھی حصہ پا سکیں گے جب ہم روزوں کے ساتھ اپنے تقویٰ کے معیار بھی بلند کرنے والے ہوں گے۔ ہر قسم کی برائیوں سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی کوشش کریں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ حدیث 7492)

کیا صرف نام کا روزہ رکھنا ہی ہمارے لیے کافی ہے؟ سحری اور افطاری کرنا ہی کافی ہے؟ کیا ہمارا اتنا کام ہی ہمیں روزے کی ڈھال کے پیچھے لے آئے گا کہ ہم نے سحری اور افطاری کر لی؟ نہیں بلکہ اس کے لوازمات کو بھی دیکھنا ہو گا اور بنیادی مقصد جو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے جیسا کہ میں نے کہا کہ وہ یہ ہے کہ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرۃ:184) تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس اگر ہم نے اپنے روزوں کو، اپنے رمضان کو وہ روزے اور رمضان بنانا ہے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ہو، جس کا اجر خود اللہ تعالیٰ بنتا ہو تو ہمیں پھر اسے اس معیار پر لانا ہو گا جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے اور جس کے لیے روزے فرض کیے گئے ہیں اور وہ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو۔

ہم اپنے آپ کو مومن کہتے ہیں، مسلمان کہتے ہیں، یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر عمل کرتے ہوئے، آپؐ پر اپنے ایمان کو کامل کرتے ہوئے اس بات کو بھی مانا ہے کہ آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق جس مسیح و مہدی نے آنا تھا وہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے وجود میں آ چکا ہے اور اب دین اسلام کی نشأتِ ثانیہ کا کام اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق اس مسیح و مہدی کے ہاتھ سے ہی ہونا ہے۔

پس ہمارا فرض ہے کہ اپنے اندر اسلام کی حقیقی روح کو قائم رکھنے کے لیے مسیح موعود علیہ السلام سے ہی

راہنمائی لیں۔ چنانچہ جب ہم دیکھتے ہیں کہ تقویٰ کے متعلق آپؑ کیا ارشاد فرماتے ہیں تو اس مضمون سے بھی ہمیں آگاہی ہوتی ہے کہ تقویٰ کیا ہے؟ جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور ہم ایمان لانے والوں میں شامل ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں تو پھر سنو کہ ایمان کا پہلا مرحلہ یہ ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کرے اور پھر فرمایا کہ تقویٰ کیا ہے؟ پھر اس کا جواب یہ ہے کہ ہر قسم کی بدی سے اپنے آپ کو بچانا۔ اب اگر ہم جائزہ لیں تو یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ہمیں اپنے جائزہ سے ہی پتہ چل جائے گا کہ کیا ہم تقویٰ کا حق ادا کرتے ہوئے حقوق اللہ کی ادائیگی کر رہے ہیں۔ کیا ہم تقویٰ پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے حق ادا کر رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ بات کہ تقویٰ کیا ہے اس وقت تک پتہ نہیں چل سکتی جب تک ان باتوں کا مکمل علم نہ ہو۔ علم حاصل کرنا ضروری ہے کیونکہ بغیر علم کے کوئی چیز حاصل ہی نہیں ہو سکتی، اس کو آدمی پا ہی نہیں سکتا۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ علم حاصل کرنے کے لیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے حق ہیں؟ کیا بندوں کے حق ہیں؟ کن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے؟ کن باتوں کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس کے لیے بار بار قرآن شریف کو پڑھو۔ فرمایا اور تمہیں چاہیے کہ جب قرآن شریف پڑھ رہے ہو تو بُرے کاموں کی تفصیل لکھتے جاؤ اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل اور تائید سے کوشش کرو کہ ان بدیوں سے بچتے رہو۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ تقویٰ کا پہلا مرحلہ ہو گا۔

پس اس رمضان میں ہم قرآن شریف بھی پڑھ رہے ہیں اور عموماً قرآن کریم پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے تو اس سوچ سے پڑھنا چاہیے کہ اس کے اوامر و نواہی پر ہم نے غور کرنا ہے اور بُرے کاموں سے رکنا ہے اور اچھے کاموں کو ادا کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ ان پر عمل کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ آپؑ نے فرمایا قرآن شریف میں اوّل سے آخر تک اوامر و نواہی اور احکام الٰہی کی تفصیل موجود ہے۔ پس ہمیں ان چیزوں کو دیکھنا ہو گا، ان پر غور کرنا اور ان پر عمل کرنا ہو گا اور یہی ایک مومن کی نشانی ہے۔ آپؑ نے اس بات کو بڑے زور سے بیان فرمایا کہ جب تک انسان متقی نہیں بنتا اس کی عبادات اور دعاؤں میں قبولیت کا رنگ پیدا نہیں ہوتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے، جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ (المائدہ:28) یعنی بے شک اللہ تعالیٰ متقیوں کی ہی عبادت کو قبول فرماتا ہے۔ فرمایا یہ سچی بات ہے کہ نماز روزہ بھی متقیوں کا ہی قبول ہوتا ہے۔ پھر اس کا جواب دیا کہ عبادات کی قبولیت کیا ہے؟ اور اس سے مراد کیا ہے؟ قبولیت کیا چیز ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ نماز قبول ہو گئی ہے تو اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ نماز کے اثرات اور برکات نماز پڑھنے والے میں پیدا ہو گئے ہیں۔ جب تک وہ برکات اور اثرات پیدا نہ ہوں، فرمایا اس وقت تک نری ٹکریں ہی ہیں۔ پس ہمیں دیکھنا ہو گا کہ کیا ہمارا رمضان، ہمارے روزے ہمیں اس معیار پر لے جانے کی کوشش کر رہے ہیں؟ آپؑ نے فرمایا کہ عیبوں اور برائیوں میں اگر مبتلا کا مبتلا ہی رہا تو تم ہی بتاؤ کہ اس نماز نے اس کو کیا فائدہ پہنچایا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ نماز کے ساتھ اس کی برائیاں اور بدیاں جن میں وہ مبتلا تھا کم ہو جاتیں اور نماز اس کے لیے ایک عمدہ ذریعہ ہے۔ فرمایا پس پہلی منزل اور مشکل اس انسان کے لیے جو مومن بننا چاہتا ہے یہی ہے کہ بُرے کاموں سے پرہیز کرے اور اس کا نام تقویٰ ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 8 صفحہ 374 تا 377)

پس ہماری عبادتوں، ہمارے روزوں، ہمارے قرآن کریم پڑھنے نے اگر ہم میں عملی تبدیلیاں پیدا نہیں

کیں اور تقویٰ جس کا حصول روزوں کا مقصود ہے وہ حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی تو ہم نے اپنے روزوں کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ ہم نے اس ڈھال کے متعلق باتیں تو کی ہیں جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے لیکن ہم نے اس ڈھال کے استعمال کا طریق سیکھنے کی کوشش نہیں کی۔ ہم نے سحری اور افطاری کا اہتمام تو کیا لیکن ہم نے سحری اور افطاری کھانے کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ ہم نے سارا دن بغیر کھائے پیئے گزار تو دیا لیکن ہم نے اس فاقے کے مقصد کو پورا نہیں کیا۔ پس ہمیں یہ جائزے لینا ہوں گے کہ جو مقصد تقویٰ سے پورا ہوتا ہے اور جو تقویٰ ہم میں پیدا ہونا چاہیے تھا وہ ہوا کہ نہیں ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اَور اقتباسات بھی مَیں تقویٰ کے بارے میں پیش کرتا ہوں جن سے ہماری راہنمائی ہوتی ہے کہ **اصل تقویٰ کیا ہے** اور کس قسم کا تقویٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں پیدا کرنا چاہتے ہیں؟ اس بارے میں ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ:

"اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے انبیاء آتے ہیں وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے۔ کوئی ہوگا جو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا (الشمس:10) کا مصداق ہوگا۔" یعنی جس نے اس کو پاک کیا وہ اپنا مقصد پا گیا۔ فرمایا: کوئی ہوگا جو قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا کا مصداق ہوگا۔ "پاکیزگی اور طہارت عمدہ شے ہے۔ انسان پاک اور مطہر ہو تو فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔ لوگوں میں اس کی قدر نہیں ہے ورنہ ان کی لذات کی ہر ایک شے حلال ذرائع سے ان کو ملے۔ چور چوری کرتا ہے کہ مال ملے لیکن اگر وہ صبر کرے تو خدا تعالیٰ اسے اَور راہ سے مالدار کر دے" گا اور یہ چوری صرف ظاہری چوری نہیں ہے۔ بعض کاروباری لوگ بھی جو اپنی غلط قسم کی چیزیں بیچتے ہیں وہ بھی اسی زمرے میں آجاتی ہیں۔ "اسی طرح زانی زنا کرتا ہے اگر صبر کرے تو خدا تعالیٰ اس کی خواہش کو اَور راہ سے پوری کر دے جس میں اس کی رضا حاصل ہو۔ حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔" یعنی کہ ایمان جب دل سے نکل جاتا ہے تو اسی وقت پھر انسان سے اس قسم کی حرکتیں ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ "جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے۔" گناہوں اور برائیوں کو جب انسان کرتا ہے تو اس وقت یہ احساس ہونا چاہیے کہ خدا تعالیٰ ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے۔ فرمایا کہ "اصل جڑ اور مقصود تقویٰ ہے۔ جسے وہ عطا ہو تو سب کچھ پا سکتا ہے بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صغائر اور کبائر سے بچ سکے۔" چھوٹے گناہوں اور بڑے گناہوں سے بچے۔ "انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے حکام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ ان کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے ورنہ وہ کبھی نہ کرے اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے۔" ایمان اس کے اندر کوئی نہیں ہوتا۔ خدا اس کے دل سے نکل چکا ہوتا ہے۔ وہ اس وقت دہریہ ہو جاتا ہے "اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ مجھے دیکھتا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا" کہ خدا دیکھ رہا ہے "تو کبھی گناہ نہ کرتا۔ تقویٰ سے سب شے ہے۔ قرآن نے ابتدا اسی سے کی ہے۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (الفاتحہ:5) سے مراد بھی تقویٰ ہے کہ انسان اگرچہ عمل کرتا ہے مگر خوف سے جرأت نہیں کرتا کہ اسے اپنی طرف منسوب کرے اور اسے خدا کی استعانت سے خیال کرتا ہے اور پھر اسی سے آئندہ کے

لئے استعانت طلب کرتا ہے۔" اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہے۔ اگر نیکی کی بھی تو یہ نہیں کہ میرا کوئی کمال ہے میرا دل نیک ہے یا میں بہت اعلیٰ نیکی کے معیار پر پہنچ گیا ہوں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجھے اس نیکی کی نماز پڑھنے کی توفیق دی، دعا کرنے کی توفیق دی۔" پھر دوسری صورت بھی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:3) سے شروع ہوتی ہے۔

نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔ اس وقت خدا تمام داغی گناہ کے اٹھا دیتا ہے۔ "یعنی گناہ کی طرف بلانے والی تمام چیزیں جو ہیں اگر تقویٰ ہو تو ان کو اللہ تعالیٰ دور کر دیتا ہے۔ "بیوی کی ضرورت ہو تو بیوی دیتا ہے، دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے۔ جس شے کی حاجت ہو وہ دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔" فرمایا کہ "ایک اَور آیت قرآن شریف میں ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا (حٰمٓ السجدۃ:31)۔ اس سے بھی مراد متقی ہیں۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ یعنی ان پر زلزلے آئے، ابتلا آئے، آندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو اس سے کر چکے اس سے نہ پھرے۔" وفا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھا۔ ایمان ایک دفعہ لے آئے تو ایمان پر مضبوط ہوتے چلے گئے۔ یہ نہیں کہ ذرا ذرا سی بات پر ایمان ہلنے لگ جائے، متزلزل ہو جائے۔

"پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا کیا اور صدق اور وفا دکھلائی تو اس کا اجر یہ ملا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ یعنی ان پر فرشتے اترے اور کہا کہ خوف اور حزن مت کرو۔ تمہارا خدا متولی ہے۔ وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ (حٰمٓ السجدۃ:31) اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے اور اس جنت سے یہاں مراد دنیا کی جنت ہے۔ جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرحمٰن:47)۔ پھر آگے ہے نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ (حٰمٓ السجدۃ:32) دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے ولی اور متکفل ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 251 تا 253)

پس کیا خوش قسمت ہیں جن کا اللہ تعالیٰ ولی ہو جائے اور متکفل ہو جائے، جو اپنا ہر کام خدا کی رضا کے حصول کے لیے کرنے والے ہوں۔ پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ مومن اور کافر کی کامیابی میں کیا فرق ہوتا ہے، مومن کس طرح اپنی کامیابی کو دیکھتا ہے اور کافر کس طرح دیکھتا ہے۔ فرمایا کہ اس اصول کو ہمیشہ مد نظر رکھو کہ مومن کا کام یہ ہے کہ وہ کسی کامیابی پر جو اسے دی جاتی ہے شرمندہ ہوتا ہے۔ شرمندہ کیوں ہوتا ہے؟ یہ اظہار ہوتا ہے اس سے کہ میں تو اس قابل نہیں تھا اللہ تعالیٰ کے فضل نے یہ سب کچھ دے دیا۔ جو بھی عطا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی ہوئی ہے نہ کہ میری کسی خوبی کی وجہ سے، میرے کسی علم کی وجہ سے، میری عقل کی وجہ سے، میری دولت کی وجہ سے یا میری جسمانی حالت کی وجہ سے۔ نہیں بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے اور جب یہ احساس ہوتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی حمد کرتا ہے کہ اس نے اپنا فضل کیا اور اس طرح پر وہ قدم آگے آگے رکھتا ہے اور ہر ابتلا میں ثابت قدم رہ کر ایمان پاتا ہے۔ فرمایا کہ یاد رکھو کہ کافر کی کامیابی ضلالت کی راہ ہے اور مومن کی کامیابی سے اس کے لیے نعمتوں کا دروازہ کھلتا ہے۔ کافر کیونکہ ہر چیز اپنے پر فخر کرتا ہے اور اس کا کریڈٹ اپنے اوپر لیتا ہے تو وہ گمراہی میں گرتا چلا جاتا ہے لیکن مومن، حقیقی مومن جب اللہ تعالیٰ کے فضل کی طرف ہر چیز منسوب کرتا ہے تو پھر اس

کے اوپر نعمتوں کا دروازہ کھلتا چلا جاتا ہے۔ فرمایا کہ کافر کی کامیابی اس لیے ضلالت کی طرف لے جاتی ہے کہ وہ خدا کی طرف رجوع نہیں کرتا بلکہ اپنی محنت، دانش اور قابلیت کو خدا بنا لیتا ہے مگر مومن خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے خدا سے ایک نیا تعارف پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر ہر ایک کامیابی کے بعد اس کا خدا سے ایک نیا معاملہ شروع ہو جاتا ہے اور اس میں تبدیلی ہونے لگتی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا (النحل:129) خدا ان کے ساتھ ہوتا ہے جو متقی ہوتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے قرآن شریف میں تقویٰ کا لفظ بہت مرتبہ آیا ہے (سو سے زیادہ دفعہ آیا ہے۔) اس کے معنی پہلے لفظ سے کیے جاتے ہیں۔ یہاں مَعَ کا لفظ آیا ہے یعنی جو خدا کو مقدم سمجھتا ہے خدا اس کو مقدم رکھتا ہے اور دنیا میں ہر قسم کی ذلتوں سے بچا لیتا ہے۔ فرمایا کہ میرا ایمان یہی ہے کہ اگر انسان دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنا چاہے تو اس کے لیے ایک ہی راہ ہے کہ متقی بن جائے پھر اس کو کسی چیز کی کمی نہیں۔ پس مومن کی کامیابی اس کو آگے لے جاتی ہے اور وہ وہیں پر نہیں ٹھہر جاتا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 155-156)

فرمایا "تقویٰ کا اثر اسی دنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے۔ یہ صرف ادھار نہیں نقد ہے۔ بلکہ جس طرح زہر کا اثر اور تریاق کا اثر فوراً بدن پر ہوتا ہے اسی طرح تقویٰ کا اثر بھی ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 324)

پس اگر نیک کام کرنے، عبادات کرنے، نیکیاں بجالانے کے باوجود انسان کی حالت پر اثر نہیں پڑ رہا تو پھر قابل فکر بات ہے۔ بہت سارے لوگ کچھ سوال بھی لکھتے ہیں، بھیجتے ہیں کہ کس طرح پتا لگے۔ تو پتا اسی طرح لگے گا کہ اگر نیکیوں کی طرف زیادہ توجہ پیدا ہو رہی ہے، اللہ کی طرف توجہ زیادہ پیدا ہو رہی ہے تو پھر وہ کام انسان اللہ تعالیٰ کی خاطر کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال رہا ہے۔

تقویٰ کی راہوں کی نشاندہی کرتے ہوئے، اس طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ "انسان کی تمام روحانی خوبصورتی تقویٰ کی تمام باریک راہوں پر قدم مارنا ہے۔ تقویٰ کی باریک راہیں روحانی خوبصورتی کے لطیف نقوش اور خوشنما خط و خال ہیں۔" تقویٰ کی باریک راہیں کیا ہیں کہ روحانی طور پر اس میں ایک خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ "اور ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی امانتوں اور ایمانی عہدوں کی حتی الوسع رعایت کرنا اور سر سے پیر تک جتنے قویٰ اور اعضاء ہیں جن میں ظاہری طور پر آنکھیں اور کان اور ہاتھ اور پیر اور دوسرے اعضاء ہیں اور باطنی طور پر دل اور دوسری قوتیں اور اخلاق ہیں ان کو جہاں تک طاقت ہو ٹھیک ٹھیک محل ضرورت پر استعمال کرنا اور ناجائز مواضع سے روکنا اور ان کے پوشیدہ حملوں سے متنبہ رہنا اور اسی کے مقابل پر حقوقِ عباد کا بھی۔" یہ چیزیں جو ہیں ایمانی عہد ہیں جو اللہ تعالیٰ سے ہم نے کیے ہیں کہ اپنی آنکھ کو بھی صحیح جگہ استعمال کرنا ہے۔ بد نظری سے بچانا ہے۔ غلط کاموں سے بچانا ہے۔ کانوں کو بھی غلط باتیں سننے سے بچانا ہے۔ ہاتھ اور پیر سے بھی نیک عمل کرنے ہیں۔ دل کے اندر جو گندے خیالات ہیں ان کو بھی نکالنا ہے اور اس کے لیے زیادہ سے زیادہ استغفار بھی کرنی چاہیے۔

دوسری قوتیں ہیں ان سے بھی کام لینا ہے۔ اپنے اخلاق کو اعلیٰ معیار تک پہنچانا ہے۔ یہ عہد ہیں ایمانی عہد

جو اللہ تعالیٰ سے انسان کرتا ہے۔ فرمایا کہ تم نے ان کو پورا کرنا ہے اور اس کے مقابلے پر فرمایا کہ حقوق العباد کا بھی لحاظ رکھنا ہے۔ بندوں کے جو حقوق ہیں ان کا بھی خیال رکھنا ہے۔ وہ چیزیں تو تمہارے اپنے لیے ہو گئیں اب بندوں کے حق بھی ادا کرنے ہیں اور اگر یہ حق ادا ہوں گے تو فرمایا "..... یہ وہ طریق ہے جو انسان کی تمام روحانی خوبصورتی اس سے وابستہ ہے۔" اللہ کے حق ادا ہو گئے، بندوں کے حق ادا ہو گئے تو روحانی خوبصورتی انسان میں پیدا ہو جاتی ہے "اور خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ لِبَاسُ التَّقْوٰی قرآن شریف کا لفظ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ روحانی خوبصورتی اور روحانی زینت تقویٰ سے ہی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ انسان خدا کی تمام امانتوں اور ایمانی عہد اور ایسا ہی مخلوق کی تمام امانتوں اور عہد کی حتی الوسع رعایت رکھے یعنی ان کے دقیق در دقیق پہلوؤں پر تا بمقدور کاربند ہو جائے۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 209-210)

عبادات کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے جو حکم ہیں، اپنی ذات کو صحیح کرنے کے بارے میں، لوگوں کے حق ادا کرنے کے بارے میں ان کی باریکیوں میں جا کر اُن کو ادا کرنے کی کوشش کرو۔ پس جب تک انسان حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باریک در باریک پہلوؤں پر عمل کرنے کی کوشش نہ کرے اس وقت تک آپؑ نے فرمایا کہ تقویٰ کا معیار حاصل نہیں ہوتا۔ پس یہ بہت اہم نکتہ ہے جسے ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ صرف عبادتیں اگر اس کے ساتھ بندوں کے حقوق کی ادائیگی نہیں تو کچھ فائدہ نہیں دیتیں اور صرف مخلوق کے بعض حق ادا کر دینا اور خدا تعالیٰ کو بھول جانا جس طرح لوگ کہتے ہیں ہم بندوں کے حق ادا کر رہے ہیں یہ بھی تقویٰ پر چلنے والے نہیں بنا سکتے۔ ایک حقیقی مومن کے لیے دونوں حقوق کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ پھر بدعات کے پھیلنے اور تقویٰ سے دوری کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ "ہزارہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں۔ تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصود تھا جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کن کی ہے۔" یعنی جرائم پیشہ لوگ جو ہیں ان میں کن کی تعداد ہے آپ اس طرف اشارہ فرما رہے ہیں کہ جرائم پیشہ مسلمان زیادہ ہیں۔ گھانا میں ہمارے ایک منسٹر تھے۔ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں وہ بتایا کرتے تھے کہ ہماری میٹنگ ہو رہی تھی تو انہوں نے کہا کہ ہماری جیلوں میں زیادہ تعداد مسلمانوں کی ہے۔ انہوں نے کہا میں احمدی ہوں اور میں یہ چیلنج کرتا ہوں کہ ان مسلمانوں میں سے تم دیکھ لو گے کہ احمدی کوئی نہیں ہو گا یا احمدی ہوں گے تو اس نسبت کے لحاظ سے بالکل برائے نام اور جب جا کے جائزہ لیا گیا تو یہی بات صحیح نکلی۔ تو حقیقی مومن، حقیقی احمدی کی یہ نشانی ہے اور یہ پھر تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اگر اس چیز کو ہم اپنے سامنے رکھیں اور ہر معاملے میں، ہر عمل میں، اپنے کاروباروں میں، اپنی نوکریوں میں، اپنی روزمرہ کی لوگوں کے ساتھ dealing میں اپنے اعلیٰ اخلاق دکھلانے والے ہوں، اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرنے والے ہوں۔ تقویٰ دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں، اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنے والے ہوں تو پھر جہاں

یہ ہماری اصلاح کا باعث بنے گی وہاں تبلیغ کا بھی ایک خاموش ذریعہ بن جاتی ہے۔

فرمایا "زنا، شراب اور اتلافِ حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ اگر مختلف طبقاتِ قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاوے۔ ہر دانشمند اور غور کرنے والا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کر کے اس صحیح اور یقینی نتیجہ پر پہنچ جاوے گا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علّت غائی تھا جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت تھا آج موجود نہیں۔" قرآن کریم تو تقویٰ پیدا کرنا چاہتا تھا۔ یہی مقصد تھا قرآن کریم کا۔ وہ مسلمانوں میں مفقود ہو گیا۔ فرمایا کہ "عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی کہ اچھی ہوتی اور جو غیروں اور مسلمانوں میں مابہ الامتیاز تھی سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہیں۔"

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 4)

اگر ایسی حالت ہو تو پھر کیا تبلیغ ہونی ہے اور پھر کیا مسلمانوں کا اثر دنیا پہ ہونا ہے اور اسی کا نتیجہ ہم آج کل **دیکھ رہے ہیں اور اس کا حل احمدیوں کے پاس ہے۔** اگر ہم بھی بگڑ گئے تو پھر کون سنبھالے گا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں وہ تو پورے ہونے ہیں لیکن ہم اگر ان میں شامل نہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ اور قوموں کو کھڑا کر دے گا اور ان کے ذریعہ سے وعدے پورے کروا دے گا۔ جب ہمارے معاشرے کی یہ حالت ہو جائے جیسی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان کی ہے تو ہمیں کتنی فکر اپنے نیکی اور تقویٰ کے معیاروں کے لیے کرنی چاہیے اور کتنی فکر ہمیں اپنی نسلوں کی نیکی اور تقویٰ کے معیاروں کے لیے کرنی چاہیے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ **تقویٰ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے** بلکہ ان سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے تو یہ بھی تقویٰ سے دوری ہے۔ بعض نام نہاد بزرگ اور پیر فقیر دکھاوے کے لیے اپنی طرف سے سادہ لباس اور بدمزہ کھانا کھاتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہم متقی ہیں۔ بڑے نیک ہیں۔ فرمایا کہ:

"یاد رکھو کہ انسان کو چاہئے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:12) پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہئے۔" ان کا ذکر کرنا چاہیے۔ ان کا اظہار ہونا چاہیے "اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے۔ اور" نعمتوں کا اظہار ہو گا تو "اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کے لئے ایک جوش پیدا ہوتا ہے۔ تحدیث کے یہی معنے نہیں ہیں کہ انسان صرف زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہئے۔ مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کچیلے کپڑے پہنتا ہے اس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جاوے یا اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے اور نفاق سے کام لیتا ہے۔ دھوکا دیتا ہے اور مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ مومن کی شان سے بعید ہے۔" مومن ایسا نہیں ہوتا "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب مشترک تھا" یعنی ہر چیز جو میسر تھی وہ آپ کیا کرتے تھے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک طرف رجحان ہو گیا۔ اعلیٰ کپڑے ملے تو اعلیٰ کپڑے بھی پہنے۔ اگر نہیں تھے تو عام کپڑے بھی پہنے۔ فرمایا کہ "آپ کو جو ملتا تھا پہن لیتے تھے اعراض نہ کرتے تھے۔ جو کپڑا پیش کیا جاوے اسے قبول کر لیتے تھے لیکن آپؐ

کے بعد بعض لوگوں نے اسی میں تواضع دیکھی کہ رہبانیت کی جزو ملا دی۔ بعض درویشوں کو دیکھا گیا کہ گوشت میں خاک ڈال کر کھاتے تھے۔ ''اپنے آپ کو درویش کہتے اور گوشت میں مٹی ڈال کر کھاتے ہیں۔ ''ایک درویش کے پاس کوئی شخص گیا اس نے کہا اس کو کھانا کھلا دو۔ ''اس درویش نے اپنے مریدوں کو کہا کہ مہمان کو کھانا کھلا دو۔ ''اس شخص نے'' مہمان نے ''اصرار کیا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا'' میں پیر صاحب آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا۔ ''آخر جب وہ اس درویش کے ساتھ کھانے بیٹھا تو اس کے لئے نیم کے گولے تیار کر کے آگے رکھے گئے۔''

نیم ایک درخت ہے جس کے پتے بڑے کڑوے ہوتے ہیں اور نمولیاں لگتی ہیں وہ بھی بڑی کڑوی ہوتی ہیں۔ اس کا کھانا بنا کے اس کو کڑوا کھانا پیش کیا گیا۔ اس کا کوئی مزہ نہیں تھا۔ مزہ کیا؟ خطرناک قسم کا اس کا کڑوا مزہ تھا۔ فرمایا کہ ''اس قسم کے امور بعض لوگ اختیار کرتے ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے باکمال ہونے کا یقین دلائیں۔ مگر اسلام ایسی باتوں کو کمال میں داخل نہیں کرتا۔ اسلام کا کمال تو تقویٰ ہے جس سے ولایت ملتی ہے، جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں، خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے۔ ہم اس قسم کی تعلیم نہیں دیتے کیونکہ اسلام کی تعلیم کے منشا کے خلاف ہے۔ قرآن شریف تو كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ ''کہ پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ'' کی تعلیم دے اور یہ لوگ طیب عمدہ چیز میں خاک ڈال کر غیر طیب بنا دیں۔ اس قسم کے مذاہب اسلام کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اضافہ کرتے ہیں۔ ان کو اسلام سے اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ خود اپنی شریعت الگ قائم کرتے ہیں۔ میں اس کو سخت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ حسنہ ہیں۔ ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو آپ'' صلی اللہ علیہ وسلم'' کے نقش قدم پر چلیں اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔'' یہ تو کھانے پینے کی بات ہے۔ پھر روزمرہ کے اخلاق کی بات جہاں تک آتی ہے فرمایا کہ ''اسی طرح عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات'' ہیں، لوگوں کے جو گھریلو رویے ہیں ان کے بارے میں بھی فرما دیا کہ ''عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے بہک گئے ہیں۔'' سیدھے راستے سے ہٹ گئے ہیں۔ ''قرآن شریف میں لکھا ہے کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء: 20) مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 43-44)

معروف کیا کرنا ہے انہوں نے بلکہ بعض گھروں میں ظلم ہو رہے ہوتے ہیں۔ پس اچھے کپڑے پہننا اگر توفیق ہے، اچھے کھانے کھانا اگر توفیق ہے تقویٰ میں کمی نہیں کرتا بلکہ اضافہ کرتا ہے۔ نیز معاشرتی اخلاق کے بارے میں بھی بتایا کہ اپنی بیوی سے حسن سلوک کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ اپنے بچوں کا خیال رکھنا، ان کی ضروریات پوری کرنا، ان کی صحیح تربیت کرنا یہ بھی ضروری ہے۔ یہ بھی تقویٰ ہے اور یہ قرآن کریم کا حکم ہے۔

پس حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی ضروری ہے۔ پھر آپؑ نے ایک بات بیان فرمائی کہ متقی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور دیا جاتا ہے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

''حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہو سکتی۔ حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے جیسا کہ

اللہ جل شانہٗ فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ یُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ (الانفال:30) وَ یَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (الحدید:29) یعنی اے ایمان لانے والو! اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اِتّقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔ وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے۔ یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آجائے گا۔ تمہاری عقل میں بھی نور ہو گا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا۔'' کوئی غلط حرکت اس سے سرزد ہو ہی نہیں سکتی جو اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق چلنے والا ہو۔ اگر ہو گی بھی تو فوراً اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کی طرف توجہ بھی دلا دے گا۔ استغفار کرنے کی طرف اللہ تعالیٰ توجہ دلائے گا۔

فرمایا کہ ''تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہو گا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہو گا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہو گا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔ غرض جتنی تمہاری راہیں، تمہارے قویٰ کی راہیں، تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے۔''

(آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 177-178)

جتنی تمہاری راہیں ہیں وہ نیکی کی طرف لے جانے والی راہیں ہوں گی۔ تمہارے قویٰ جو ہیں وہ بھی نیک کام کرنے والے ہوں گے۔ تمہاری سوچیں اور خیالات جو ہیں وہ بھی نیک ہو جائیں گی۔ بدیوں کے خیالات مٹ جائیں گے اور جب ایسا معاشرہ قائم ہوتا ہے تو پھر وہ یقیناً تقویٰ پر چلنے والوں کا معاشرہ ہوتا ہے۔ فرمایا کہ:

''قانون قدرت قدیم سے ایسا ہی ہے کہ یہ سب کچھ معرفت کاملہ کے بعد ملتا ہے۔ خوف اور محبت اور قدردانی کی جڑھ معرفت کاملہ ہے پس جس کو معرفت کاملہ دی گئی اس کو خوف اور محبت بھی کامل دی گئی۔ اور جس کو خوف اور محبت کامل دی گئی اس کو ہر ایک گناہ سے جو بیباکی سے پیدا ہوتا ہے نجات دی گئی۔ پس ہم اِس نجات کے لئے نہ کسی خون کے محتاج ہیں اور نہ کسی صلیب کے حاجتمند اور نہ کسی کفارہ کی ہمیں ضرورت ہے بلکہ ہم صرف ایک قربانی کے محتاج ہیں جو اپنے نفس کی قربانی ہے۔ جس کی ضرورت کو ہماری فطرت محسوس کر رہی ہے۔ ایسی قربانی کا دوسرے لفظوں میں نام اسلام ہے۔'' نفس کی قربانی کرنا تقویٰ پر جانے کا باعث بنتا ہے اور اسی کا نام اسلام ہے۔

''**اسلام کے معنے ہیں ذبح ہونے کے لئے** گردن آگے رکھ دینا یعنی کامل رضا کے ساتھ اپنی روح کو خدا کے آستانہ پر رکھ دینا۔ یہ پیارا نام تمام شریعت کی روح اور تمام احکام کی جان ہے۔ ذبح ہونے کے لئے اپنی دلی خوشی اور رضا سے گردن آگے رکھ دینا کامل محبت اور کامل عشق کو چاہتا ہے اور کامل محبت کامل معرفت کو چاہتی ہے۔'' جب تک کسی چیز کی معرفت نہ ہو محبت پیدا نہیں ہو سکتی۔ ''پس اسلام کا لفظ اِسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حقیقی قربانی کے لئے کامل معرفت اور کامل محبت کی ضرورت ہے نہ کسی اَور چیز کی ضرورت۔ اِسی کی طرف خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اشارہ فرماتا ہے۔ لَنْ یَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰی

مِنْكُمْ (الحج:38)۔ یعنی تمہاری (قربانیوں) کے نہ تو گوشت میرے تک پہنچ سکتے ہیں اور نہ خون بلکہ صرف یہ قربانی میرے تک پہنچتی ہے کہ تم مجھ سے ڈرو اور میرے لئے تقویٰ اختیار کرو۔"

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 151-152)

پس یہ وہ تقویٰ کا معیار ہے جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ جو خدا تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چاہتے ہیں۔ جو زمانے کے امام ہم سے چاہتے ہیں اور اس کی بار بار قرآن کریم میں تلقین کی گئی ہے اور اس کے حصول کے لیے رمضان کے مہینے میں روزوں کی فرضیت رکھی گئی ہے۔ خوش قسمت ہوں گے ہم میں سے وہ جو اس سوچ کے ساتھ کوشش کریں گے کہ یہ تقویٰ حاصل کرنے کے لیے رمضان کے بقیہ روزے ہم نے گزارنے ہیں اور یا جو گزارے ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ وہ اس طرح ہی گزارے ہوں اور ہم نے اپنے ہر قول و فعل کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنا ہے۔ ایک شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس آیا۔ اس نے کہا کہ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو آپ تو سید نہیں ہیں اور سید ایک امتی کی بیعت کس طرح کر سکتا ہے؟ بعض سید اور سیدوں کو اونچا مقام دینے والے اب بھی یہ اعتراض کرتے ہیں کہ سیدوں کا غیر معمولی مقام ہے تو سید کس طرح بیعت کر سکتا ہے غیر سید کی؟ اسی طرح آج کل بعض عربوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے کہ مسیح موعود نے اگر آنا تھا تو عربوں میں سے آنا تھا، غیر عربوں سے کس طرح آ گیا۔ ہم کس طرح مان لیں؟ قرآن کریم پڑھتے ہیں لیکن غور نہیں کرتے جواب تو وہاں پہلے سے موجود ہے۔ یہ مقام اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں نے دینا ہوتا ہے۔ بندے نہیں ہیں جو اس مقام کی تقسیم کر رہے ہوں۔ بہر حال آپؑ فرماتے ہیں کہ:

"خدا تعالیٰ نہ محض جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قوم سے۔ اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات:14)۔ یعنی اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی رکھنے والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ یہ بالکل جھوٹی باتیں ہیں کہ میں سید ہوں یا مغل ہوں یا پٹھان اور شیخ ہوں۔ اگر بڑی قومیت پر فخر کرتا ہے تو یہ فخر فضول ہے۔ مرنے کے بعد سب قومیں جاتی رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور قومیت پر کوئی نظر نہیں اور کوئی شخص محض اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے نجات نہیں پا سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو کہا ہے کہ اے فاطمہؓ تو اس بات پر ناز نہ کر کہ تُو پیغمبر زادی ہے۔ خدا کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں۔" پس جب حضرت فاطمہؓ کے لیے یہ حکم ہے، یہ ارشاد ہے تو پھر اَور کون رہ جاتا ہے؟ فرمایا کہ "وہاں جو مدارج ملتے ہیں وہ تقویٰ کے لحاظ سے ملتے ہیں۔ یہ قومیں اور قبائل دنیا کا عرف اور انتظام ہیں۔ خدا تعالیٰ سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی محبت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی مدارجِ عالیہ کا باعث ہوتا ہے۔

اگر کوئی سید ہو اور وہ عیسائی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے اور خدا کے احکام کی بے حرمتی کرے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آلِ رسول ہونے کی وجہ سے نجات دے گا۔ اور وہ بہشت میں داخل ہو جاوے گا۔ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:20)۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سچا دین جو نجات کا باعث ہوتا ہے اسلام ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہو جاوے یا یہودی ہو یا آریہ ہو وہ خدا کے نزدیک عزت پانے کے لائق نہیں۔

خدا تعالیٰ نے ذاتوں اور قوموں کو اڑا دیا ہے۔ یہ دنیا کے انتظام اور عرف کے لئے قبائل ہیں۔ مگر ہم نے خوب غور کر لیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں ان کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے۔ جو متقی ہے وہ جنت میں جائے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے لیے فیصلہ کر چکا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز متقی ہی ہے۔ پھر یہ جو فرمایا ہے اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ (المائدۃ:28) کہ اعمال اور دعائیں متقیوں کی قبول ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ مِنَ السَّيِّدِيْن۔ پھر متقی کے لیے تو فرمایا مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (طلاق:3-4) یعنی متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے۔ اس کو ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اب بتاؤ کہ یہ وعدہ سیدوں سے ہوا ہے یا متقیوں سے۔ اور پھر یہ فرمایا ہے کہ متقی ہی اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ بھی سیدوں سے نہیں ہوا۔ ولایت سے بڑھ کر اَور کیا رتبہ ہو گا۔ یہ بھی متقی ہی کو ملا ہے۔ بعض نے ولایت کو نبوت سے فضیلت دی ہے اور کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے بڑھ کر ہے۔ نبی کا وجود دراصل دو چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔ نبوت اور ولایت۔ نبوت کے ذریعہ وہ احکام اور شرائع مخلوق کو دیتا ہے اور ولایت اس کے تعلقات کو خدا سے قائم کرتی ہے۔

پھر فرمایا ہے۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ۔ فِيْهِ۔ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:3) هُدًى لِّلسَّيِّدِيْنَ نہیں کہا۔ غرض خدا تعالیٰ تقویٰ چاہتا ہے۔ ہاں سید زیادہ محتاج ہیں کہ وہ اس طرف آئیں کیونکہ وہ متقی کی اولاد ہیں۔ اس لئے ان کا فرض ہے۔" کہ وہ تقویٰ اختیار کرنے کی کوشش کریں۔ نہ یہ کہ ان کا سید ہونا ان کو کوئی مقام دے رہا ہے۔ فرمایا کہ "اس لیے ان کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے آئیں نہ یہ کہ خدا تعالیٰ سے لڑیں کہ یہ سادات کا حق تھا۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔ (الجمعہ:5) یہ ایسی بات ہے کہ جیسے یہودی کہتے ہیں کہ بنی اسمٰعیل کو نبوت کیوں ملی۔ وہ نہیں جانتے تِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ (آل عمران: 141) خدا تعالیٰ سے اگر کوئی مقابلہ کرتا ہے تو وہ مردود ہے۔" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ وہ ایام ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ سے اگر کوئی مقابلہ کرتا ہے۔ تو وہ مردود ہے "وہ ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 343 تا 345)

پھر آپؑ اپنے دعویٰ پر الزام کے جواب میں فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے اور آپؐ نے دعویٰ کیا تو اس وقت بھی لوگوں کی نظروں میں بہت سے یہودی عالم متقی اور پرہیز گار مشہور تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک بھی متقی ہوں۔ خدا تعالیٰ تو ان متقیوں کا ذکر کرتا ہے جو اس کے نزدیک تقویٰ اور اخلاص رکھتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ سنا، لوگوں میں جو ان کی وجاہت تھی اس میں فرق آتا دیکھ کر رعونت سے انکار کر دیا اور حق کو اختیار کرنا گوارا نہ کیا۔ اب دیکھو کہ لوگوں کے نزدیک تو وہ بھی متقی تھے مگر ان کا نام حقیقی متقی نہیں تھا۔

حقیقی متقی وہ شخص ہے کہ جس کی خواہ آبرو جائے۔ ہزار ذلت آتی ہو۔ جان جانے کا خطرہ ہو فقر و فاقہ کی نوبت آئی ہو تو وہ محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر ان سب نقصانوں کو گوارا کرے لیکن حق کو ہرگز نہ چھپاوے۔ متقی کے یہ

معنے جیسے آج کل کے مولوی عدالتوں میں بیان کرتے ہیں ہر گز نہیں ہیں کہ جو شخص زبان سے سب مانتا ہو خواہ اس کا عمل درآمد اس پر ہو یا نہ ہو اور وہ جھوٹ بھی بول لیتا ہو، چوری بھی کرتا ہو تو وہ متقی ہے۔" یعنی صرف مسلمان کہہ دینا تقویٰ نہیں ہے "تقویٰ کے بھی مراتب ہوتے ہیں اور جب تک کہ یہ کامل نہ ہوں تب تک انسان پورا متقی نہیں ہوتا۔ ہر ایک شے وہی کار آمد ہوتی ہے جس کا پورا وزن لیا جاوے۔ اگر ایک شخص کو بھوک اور پیاس لگی ہے تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ لے لینے سے اسے سیری حاصل نہ ہوگی۔" مولوی لوگ اپنے آپ کی علمیت کا اظہار کرتے ہیں تو یہ ان کا تقویٰ نہیں ہے تقویٰ تو پیدا ہوتا ہے عمل سے۔ کسی کو مولوی کہنے سے یا اس کے بڑا عالم بننے سے تقویٰ نہیں پیدا ہو جاتا۔ فرمایا کہ "اگر ایک شخص کو بھوک اور پیاس لگی ہے تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ لے لینے سے اسے سیری حاصل نہ ہوگی اور نہ جان کو بچا سکے گا جب تک پوری خوراک کھانے اور پینے کی اسے نہ ملے۔ یہی حال تقویٰ کا ہے کہ جب تک انسان اسے پورے طور پر ہر ایک پہلو سے اختیار نہیں کرتا تب تک وہ متقی نہیں ہو سکتا۔ اور اگر یہ بات نہیں تو ہم ایک کافر کو بھی متقی کہہ سکتے ہیں کیونکہ کوئی نہ کوئی پہلو تقویٰ کا (یعنی خوبی) "تو اس میں ہوگی "اس کے اندر ضرور ہوگی۔" کوئی نہ کوئی نیکی تو وہ کرتا ہی ہے جس سے وہ متقی تو نہیں بن جاتا۔ "اللہ تعالیٰ نے محض ظلمت تو کسی کو پیدا نہیں کیا۔" ساری برائیاں تو نہیں ہر ایک میں پیدا کیں۔ اچھائیاں بھی ہوتی ہیں "مگر تقویٰ کی یہ مقدار اگر ایک کافر کے اندر ہو تو اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ کافی مقدار ہونی چاہئے جس سے دل روشن ہو۔" جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ وہ اللہ کے بھی حق ادا کرنے والے ہوں اور بندوں کا حق بھی ادا کرنے والا ہو۔ ہر قسم کی خوبیاں اس میں ہوں۔ فرمایا "خدا تعالیٰ راضی ہو اور ہر ایک بدی سے انسان بچ جاوے۔ بہت سے ایسے مسلمان ہیں کہ جو کہتے ہیں کیا ہم روزہ نہیں رکھتے۔ نماز نہیں پڑھتے وغیرہ وغیرہ مگر ان باتوں سے وہ متقی نہیں ہو سکتے۔ تقویٰ اَور شے ہے۔ جب تک انسان خدا تعالیٰ کو مقدم نہیں رکھتا اور ہر ایک لحاظ کو خواہ برادری کا ہو خواہ قوم کا خواہ دوستوں اور شہر کے رؤساء کا خدا تعالیٰ سے ڈر کر نہیں توڑتا اور خدا تعالیٰ کے لیے ہر ایک ذلت برداشت کرنے کو تیار نہیں ہوتا تب تک وہ متقی نہیں ہے۔ قرآن شریف میں جو بڑے بڑے وعدے متقیوں کے ساتھ ہیں وہ ایسے متقیوں کا ذکر ہے جنہوں نے تقویٰ کو وہاں تک نبھایا جہاں تک ان کی طاقت تھی۔ بشریت کے قویٰ نے جہاں تک ان کا ساتھ دیا برابر تقویٰ پر قائم رہے حتی کہ ان کی طاقتیں ہار گئیں۔ اور پھر خدا تعالیٰ سے انہوں نے اَور طاقت طلب کی جیسے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ سے ظاہر ہے۔ اِیَّاکَ نَعْبُدُ۔ یعنی اپنی طاقت تک تو ہم نے کام کیا اور کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یعنی آگے چلنے کے لیے اَور نئی طاقت تجھ سے طلب کرتے ہیں۔ جیسے حافظ نے کہا ہے۔" شاعر نے

"مابِدَاں منزل عالی نتوانیم رسید ہاں اگر لطفِ شُما پیش نہد گامے چند"

کہ ہم اس عالی منزل تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ تمہاری مہربانی ساتھ نہ ہو۔

"پس خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک متقی ہونا اَور شے ہے اور انسانوں کے نزدیک متقی ہونا اَور شے۔ مسیح علیہ السلام کے وقت جو مخالفوں کے جتھے وغیرہ بنتے تھے اس کا باعث بھی یہی تھا کہ جو عام لوگ یہود کے نزدیک مسلّم تھے اور متقی پرہیز گار تسلیم کیے جاتے تھے وہ مخالف تھے۔ اگر وہ مخالف نہ ہوتے تو جتھے وغیرہ نہ بنتے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی یہی حال تھا۔ عُجب، بخل، ریا، نمود اور وجاہت کی پاسداری وغیرہ باتیں تھیں جنہوں نے حق کی قبولیت سے ان کو روکے رکھا۔ غرضکہ تقویٰ مشکل شے ہے جسے اللہ تعالیٰ عطا کرتا ہے تو اس کی علامات بھی ساتھ ہی رکھ دیتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حق جب ظاہر ہو تو جو اسے خواہ نخواہ رد کرتا ہے اور دلائل، معقولات، منقولات اور خدا تعالیٰ کے نشانوں کو ٹالتا جاوے وہ کب متقی ہو سکتا ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ حق جب ظاہر ہو تو اسے جو خواہ نخواہ رد کرتا ہے اور دلائل معقولات منقولات اور خدا تعالیٰ کے نشانات کو ٹالتا جاتا ہے وہ ہرگز متقی نہیں ہو سکتا۔ متقی کو تو ترساں اور لرزاں ہونا چاہیے۔"

اپنی بعثت کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ "کیا دنیا میں ایسا ہوا ہے کہ چوبیس سال سے برابر ایک انسان رات کو منصوبہ بناتا ہے اور صبح کو خدا کی طرف لگا کر کہتا ہے کہ مجھے یہ وحی یا الہام ہوا اور خدا تعالیٰ اس سے مواخذہ نہیں کرتا۔ اس طرح سے تو دنیا میں اندھیر پڑ جاوے اور مخلوق تباہ ہو جاوے۔ متقی تو ایک ہی بات سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور یہاں تو ہزاروں ہیں۔ زمانہ الگ پکار رہا ہے۔ احادیث مِنْکُمْ مِنْکُمْ کہہ رہی ہیں۔ سورۂ نور میں بھی مِنْکُمْ لکھا ہے۔ قساوت قلبی اور بہائم کی طرح جو زندگی بسر ہو رہی ہے وہ الگ بتا رہی ہے۔ صدی کے سر پر کہتے تھے کہ مجدد آتا ہے۔ اب بائیس سال بھی ہو چکے۔" اس وقت جب بیان دے رہے ہیں۔ اس وقت فرماتے ہیں۔ "کسوف و خسوف بھی ہو لیا۔ طاعون بھی آگئی۔ حج بھی بند ہوا۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر اگر اب بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو ہم کیونکر جانیں کہ ان میں تقویٰ ہے۔" یہ غیروں کو جواب ہے جو متقی ہونے کا اور نیک ہونے کا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کے فتوے لگانے کی باتیں کرتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کو بھی ورغلاتے ہیں ان کو بھی خراب کر رہے ہیں۔ فرمایا "ہم نے بار بار کہا کہ آؤ اور جن باتوں کا تم کو سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے وہ پوچھو۔ ہاں یہ نہیں ہو گا کہ قرآن شریف تو کچھ کہے اور تم کچھ کہو اور ایسے اقوال پیش کرو جو اس کے مخالف ہوں۔ مسیح کا نزول جسمانی آسمان سے مانتے ہیں حالانکہ وہ تب صحیح ہو سکتا ہے جبکہ صعود اول ہو۔ قرآن مسیح کی وفات بیان کرتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ کیا تقویٰ اس بات کا نام ہے کہ یقین کو ترک کر کے توہمات کی اتباع کی جاوے۔ سچے تقویٰ کا پتہ قرآن سے ملتا ہے کہ دیکھ لیوے کہ تقویٰ والوں نے کیا کیا کام کئے۔" (ملفوظات جلد 7 صفحہ 73 تا 76)

تقویٰ کے حوالے سے جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "تقویٰ والے پر خدا کی ایک تجلّی ہوتی ہے۔ وہ خدا کے سایہ میں ہوتا ہے مگر چاہئے کہ تقویٰ خالص ہو اور اس میں شیطان کا کچھ حصہ نہ ہو ورنہ شرک خدا کو پسند نہیں اور اگر کچھ حصہ شیطان کا ہو تو خدا تعالیٰ کہتا ہے کہ سب شیطان کا ہے۔" فرمایا "... ہم اپنی جماعت کو کہتے ہیں کہ صرف اتنے پر وہ مغرور نہ ہو جائے کہ ہم نماز روزہ کرتے ہیں یا موٹے موٹے جرائم مثلاً زنا، چوری وغیرہ نہیں کرتے۔ ان خوبیوں میں تو اکثر غیر فرقہ کے لوگ مشرک وغیرہ تمہارے ساتھ شامل ہیں۔" یعنی وہ بھی نہیں کرتے یہ باتیں۔ "تقویٰ کا مضمون باریک ہے اس کو حاصل کرو۔ خدا کی عظمت دل میں بٹھاؤ۔ جس کے اعمال میں کچھ بھی ریاکاری ہو خدا اس کے عمل کو واپس الٹا کر اس کے منہ پر مارتا ہے۔" دکھاوے کے لئے عمل نہ ہو۔ "متقی ہونا مشکل ہے مثلاً اگر کوئی تجھے کہے کہ تُو نے قلم چرایا ہے تو تُو کیوں غصہ کرتا ہے۔" چھوٹی سی بات کی۔ کسی نے کہہ دیا۔ تُو نے

میرا قلم اٹھایا ہے تو وہ غصہ میں آجائے تو یہ تقویٰ والوں کی نشانی نہیں ہے۔ صبر اور حوصلہ دکھانا چاہیے۔ فرمایا ”تیرا پرہیز تو محض خدا کے لیے ہے۔“ بچنا چاہیے تھا اس بات سے۔ غصہ سے بچنا چاہیے تھا۔ ”یہ طیش“ یہ غصہ ”اس واسطے ہوا کہ روبحق نہ تھا۔“ صحیح سچائی کی طرف تیرا قدم نہیں تھا۔ ”جب تک واقعی طور پر انسان پر بہت سی موتیں نہ آجائیں وہ متقی نہیں بنتا۔ معجزات اور الہامات بھی تقویٰ کی فرع ہیں۔ اصل تقویٰ ہے۔ اس واسطے تم الہامات اور رؤیا کے پیچھے نہ پڑو بلکہ حصول تقویٰ کے پیچھے لگو۔“ یہ نہیں ہے کہ فلاں کو الہام ہوا، فلاں کو رؤیا ہوا۔ یہ دیکھو تقویٰ کیا ہے۔ ”جو متقی ہے اسی کے الہامات بھی صحیح ہیں اور اگر تقویٰ نہیں تو الہامات بھی قابل اعتبار نہیں۔ ان میں شیطان کا حصہ ہو سکتا ہے۔ کسی کے تقویٰ کو اس کے ملہم ہونے سے نہ پہچانو بلکہ اس کے الہاموں کو اس کی حالت تقویٰ سے جانچو اور اندازہ کرو۔ سب طرف سے آنکھیں بند کر کے پہلے تقویٰ کے منازل کو طے کرو۔“ فرمایا ”... جتنے نبی آئے سب کا مدّعا یہی تھا کہ تقویٰ کا راہ سکھلائیں۔ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ (الانفال:35) مگر قرآن شریف نے تقویٰ کی باریک راہوں کو سکھلایا ہے۔ کمال نبی کا کمال امت کو چاہتا ہے۔ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین تھے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس لئے آنحضرتؐ پر کمالات نبوت ختم ہوئے۔ کمالات نبوت ختم ہونے کے ساتھ ہی ختم نبوت ہوا۔ جو خدا تعالیٰ کو راضی کرنا چاہے اور معجزات دیکھنا چاہے اور خوارق عادت دیکھنا منظور ہو تو اس کو چاہئے کہ وہ اپنی زندگی بھی خارق عادت بنالے۔ دیکھو امتحان دینے والے محنتیں کرتے کرتے مدقوق کی طرح بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں۔ پس تقویٰ کے امتحان میں پاس ہونے کے لئے ہر ایک تکلیف اٹھانے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ جب انسان اس راہ پر قدم اٹھاتا ہے تو شیطان اس پر بڑے بڑے حملے کرتا ہے لیکن ایک حد پر پہنچ کر آخر شیطان ٹھہر جاتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے کہ جب انسان کی سفلی زندگی پر موت آکر وہ خدا کے زیر سایہ ہو جاتا ہے۔... مختصر خلاصہ ہماری تعلیم کا یہی ہے کہ انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگادے۔“

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 301-302)

مختلف زاویوں سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں جو نصائح فرمائی ہیں وہ بعض حوالے میں نے پیش کیے ہیں تا کہ ہمیں تقویٰ کے مطلب اور اس کی گہرائی کا بھی علم ہو اور ہم جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے آپؑ کی جماعت میں شامل ہو کر تقویٰ کی حقیقی روح کو سمجھتے ہوئے اس پر چلنے والے بھی ہوں۔ رمضان کے ان بقیہ دنوں میں جس حد تک ممکن ہو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ تقویٰ کی حقیقت کو سمجھتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 / مئی 2022ء جلد 29 شمارہ 38 صفحہ 05 تا 10)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29/ اپریل 2022ء بمطابق 29/ شہادت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

رمضان آیا اور تمام ان لوگوں پر جنہوں نے اس سے فیض پانے کی کوشش کی، برکتیں بکھیرتے ہوئے گزر گیا۔ اب دو روز باقی رہ گئے ہیں یا شاید بعض جگہ تین روزے رہتے ہوں لیکن بہر حال رمضان اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ **ایک عقل مند اور حقیقی مومن ہمیشہ یاد رکھتا ہے اور رکھنا چاہیے کہ** رمضان کے ختم ہونے سے ہم اپنی بہت سی ذمہ داریوں اور فرائض سے آزاد نہیں ہو گئے بلکہ رمضان ان فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگی کا حق ادا کرنے کی تربیت کر کے گیا ہے۔ ان فرائض کی ادائیگی اور مستقل ادائیگی کے طریق سکھانے آیا تھا اور ان میں ترقی کی منازل کی نشاندہی کرنے آیا تھا اور یہ سکھاتے ہوئے اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ بے شک فرض روزوں کا مہینہ تو ختم ہو رہا ہے لیکن باقی فرائض کی ادائیگی کے معیاروں کو اونچا رکھنے اور ان میں ترقی کرتے چلے جانے کا وقت شروع ہو رہا ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کو بھول گئے کہ رمضان کے بعد ہم نے اپنے فرائض اور حقوق کی ادائیگی کے معیاروں کو کس طرح قائم رکھنا ہے تو ہم نے اپنا رمضان اس طرح نہیں گزارا جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ایک حدیث میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچوں نمازیں، ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جاتے ہیں بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔

(صحیح مسلم کتاب الطھارۃ باب الصلوات الخمس ... الخ حدیث 552)

یہاں واضح ہو کہ اگر انسان اپنی چھوٹی چھوٹی غلطیوں اور گناہوں کی نشاندہی نہیں کرتا، ان سے بچنے کی کوشش نہیں کرتا اور ان کے سرزد ہونے پر توبہ و استغفار نہیں کرتا تو وہی کبیرہ گناہ بن جاتے ہیں۔ پس یہاں مراد یہ ہے کہ انسان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھے، استغفار کرتا رہے تا کہ ان چیزوں سے بچتا رہے۔ پس اگر ہم ایک رمضان کو دوسرے رمضان کے ساتھ نیکیاں کرتے ہوئے اور اپنے فرائض کی ادائیگی کرتے ہوئے، اپنے حق ادا کرتے ہوئے جو عبادتوں کے بھی حق ہیں اور لوگوں کے بھی حق ہیں سال کے باقی مہینے نہیں گزارتے تو ہم نے رمضان سے بھرپور فائدہ نہیں اٹھایا۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہر معاملے میں بڑی کھول کر ہماری راہنمائی فرمائی ہے۔ بار بار مسلسل ہمیں نصیحت فرمائی کہ اپنی عبادتوں کے بھی حق ادا کرو اور بندوں

کے بھی حق ادا کرو۔ اپنی زندگیاں گزارنے کے لیے ایک لائحہ عمل ہمیں دے دیا۔ اگر ہم اس لائحہ عمل کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنالیں، اس طریق کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کریں تو یقیناً ہم ان راستوں پر چلنے والے بن جائیں گے جو نیکیوں میں بڑھنے اور ترقی کرنے کے راستے ہیں، جو ایک رمضان سے دوسرے رمضان کو ملانے کے راستے ہیں، جو اس دوران کی جانے والی غلطیوں اور گناہوں سے بچانے کے راستے ہیں، معاف کروانے کے راستے ہیں۔ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ غلامِ صادق ہی ہیں جو ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیم کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی بار بار تلقین فرماتے ہیں اور کھول کر بیان فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے مستقل وارث بننا ہے تو ان پر عمل کرو۔ پس آپؑ کی نصائح میں سے چند نصائح مَیں اس وقت بیان کروں گا۔

رمضان میں ہماری عبادت کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ فرض نمازیں اور نوافل ہم خاص اہتمام سے ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نمازوں کی فرضیت کوئی خاص مہینہ اور کسی خاص وقت کے لیے مخصوص نہیں ہے بلکہ دن میں پانچ نمازیں اپنے مقررہ وقت پر سال کے بارہ مہینوں میں ادا کرنی ضروری ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں مومنوں کو بار بار توجہ دلائی ہے۔ آپؐ نے ایک موقع پر فرمایا کہ نماز کو چھوڑنا انسان کو کفر اور شرک کے قریب کر دیتا ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلوٰۃ حدیث 247)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے **جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔** اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور نجات پا گیا۔

(سنن الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ما جاء ان اول ما یحاسب به العبد ... الخ حدیث 413)

پس یہ اہمیت ہے نماز کی۔ کسی خاص مہینے کے لیے مخصوص نہیں بلکہ دن میں پانچ نمازوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بار بار نمازوں کی اہمیت کی تلقین کی ہے اور نصیحت فرمائی ہے اور کھول کر بیان فرمایا کہ نماز کیا ہے؟ کس طرح ادا کرنی چاہیے؟ کس طرح ہم نماز سے لذت اٹھا سکتے ہیں؟ اور یہ لذت اٹھانے کی کوشش بھی کرنی چاہیے۔ ایسی نمازیں ہوں جو اللہ تعالیٰ سے محبت میں بڑھانے والی ہوں۔ یہ نہیں کہ جب ضرورت ہوئی، کوئی دنیاوی مسئلہ پیش ہوا تو جائے نماز بچھائی یا مسجد میں چلے گئے اور تھوڑی سی گریہ وزاری کر لی، رو لیے، دعائیں کر لیں۔ جب مسئلہ حل ہو گیا تو پھر بھول گئے یا صرف رمضان میں ہی نمازوں کی طرف توجہ کر لی پھر بھول گئے یا وہ توجہ نہیں رہی جو ہونی چاہیے تھی۔ اگر یہ ہو تو پھر نہ نمازیں گناہوں سے معاف کروانے والی ہوتی ہیں نہ جمعہ اور نہ روزے۔ جیسا کہ حدیث میں بیان ہوا ہے جو مَیں نے پیش کی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ ”نماز کیا ہے؟“ فرمایا ”یہ ایک خاص دعا ہے۔ مگر لوگ اس کو بادشاہوں کا ٹیکس سمجھتے ہیں۔“ مجبوری سے پڑھنی ہے۔ ”نادان اتنا نہیں جانتے کہ بھلا خدا تعالیٰ کو ان باتوں کی کیا حاجت ہے۔ اس کے غناء ذاتی کو اس بات کی کیا حاجت ہے کہ انسان دعا، تسبیح اور تہلیل میں مصروف ہے۔ بلکہ اس میں انسان کا اپنا ہی فائدہ ہے کہ وہ اس طریق پر اپنے مطلب کو پہنچ جاتا ہے۔“ فرمایا کہ ”مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ آج کل عبادات اور تقویٰ اور دینداری سے محبت نہیں ہے۔“ یہ تو محبت کی باتیں ہیں، محبت ہو تو صحیح طرح ان

فرائض کی ادائیگی ہوتی ہے۔ ”اس کی وجہ ایک عام زہریلا اثر رسم کا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت سرد ہو رہی ہے۔“ رسموں میں انسان زیادہ پڑ گیا ہے۔ ”اور عبادت میں جس قسم کا مزہ آنا چاہئے وہ مزہ نہیں آتا۔ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں جس میں لذت اور ایک خاص حظ اللہ تعالیٰ نے نہ رکھا ہو۔ جس طرح پر ایک مریض ایک عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ چیز کا مزہ نہیں اٹھا سکتا اور وہ اسے تلخ یا بالکل پھیکا سمجھتا ہے۔“ دوائیاں کھا کے یا مرض کی وجہ سے منہ بک بکا ہو جاتا ہے، مزہ ہی نہیں آتا کسی چیز کا۔ مریض کھانے سے انکار کر دیتے ہیں یا کھانے میں برائیاں نکالنے لگ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ”اسی طرح وہ لوگ جو عبادت الٰہی میں حظّ اور لذت نہیں پاتے۔“ وہ بھی بیماروں کی طرح ہیں ”ان کو اپنی بیماری کا فکر کرنا چاہئے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں خدا تعالیٰ نے کوئی نہ کوئی لذت نہ رکھی ہو۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو عبادت کے لئے پیدا کیا تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس عبادت میں اس کے لئے لذت اور سرور نہ ہو۔“ فرمایا کہ ”لذت اور سرور تو ہے۔“ یہ نہیں کہ نہیں ہے ”مگر اس سے حظ اٹھانے والا بھی تو ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذٰریات:57) اب انسان جبکہ عبادت ہی کے لئے پیدا ہوا ہے ضروری ہے کہ عبادت میں لذت اور سرور بھی درجہ غایت کا رکھا ہو۔“ ضرور اس درجہ کا رکھا ہونا چاہیے جس کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ”اس بات کو ہم اپنے روزمرہ کے مشاہدہ اور تجربے سے خوب سمجھ سکتے ہیں۔“ فرمایا کہ ”مثلاً دیکھو اناج اور تمام خوردنی اور نوشیدنی اشیاء انسان کے لئے پیدا ہوئی ہیں۔“ سب کھانے والی چیزیں انسان کے لیے پیدا ہوئی ہیں۔ ”تو کیا ان سے وہ ایک لذت اور حظّ نہیں پاتا ہے؟ کیا اس ذائقہ، مزے اور احساس کے لئے اس کے منہ میں زبان موجود نہیں؟ کیا وہ خوبصورت اشیا دیکھ کر نباتات ہوں یا جمادات، حیوانات ہوں یا انسان حظ نہیں پاتا؟ کیا دل خوش کن اور سریلی آوازوں سے اس کے کان محظوظ نہیں ہوتے؟ پھر کیا کوئی دلیل اَور بھی اس امر کے اثبات کے لئے مطلوب ہے کہ عبادت میں لذت نہیں۔“ ہر چیز میں لذت ہے اور انسان اس سے حظّ اٹھاتا ہے تو پھر عبادت میں کیوں نہیں۔ فرمایا کہ ”.....خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں ہے اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے اور یہ لذت اور سرور دنیا کی تمام لذتوں اور تمام حظوظ نفس سے بالاتر اور بلند ہے۔“ فرمایا ”..... جیسے ایک مریض کسی عمدہ سے عمدہ خوش ذائقہ غذا کی لذت سے محروم ہے اسی طرح پر ہاں ٹھیک ایسا ہی وہ کم بخت انسان ہے جو عبادت الٰہی سے لذت نہیں پا سکتا۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 160-159)

اس کی حالت بھی مریضوں والی ہے۔ اپنے مرض کا علاج کرو، فکر کرو۔ پس اس نکتہ کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ لذت کس طرح حاصل کرنے کی کوشش کی جائے۔ جس چیز کا انسان کو ادراک ہی نہیں، پتہ ہی نہیں اس کی لذت کس طرح حاصل کر سکتا ہے؟ جس کی تمام حسیں ہی مر گئی ہوں وہ کس طرح کسی نعمت اور اس کی لذت سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور حظ محسوس کر سکتا ہے؟ دنیا داری میں اگر انسان پڑ جائے، فکر ہی نہ ہو ان چیزوں کی تو وہ تو مریض بن گیا۔ اس کے حل کا بھی آپ نے طریقہ بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”میں دیکھتا ہوں کہ لوگ نمازوں میں غافل اور سست اس لئے ہوتے ہیں کہ ان کو اس لذت اور سرور سے اطلاع نہیں جو اللہ تعالیٰ نے نماز کے اندر رکھا ہے اور بڑی بھاری وجہ اس کی یہی ہے“ کہ اس کو پتہ نہیں ہے۔ ”پھر شہروں اور گاؤں میں تو اَور بھی سستی اور

غفلت ہوتی ہے۔ سو پچاسواں حصہ بھی تو پوری مستعدی اور سچی محبت سے اپنے مولیٰ حقیقی کے حضور سر نہیں جھکاتا۔ پھر سوال یہی پیدا ہوتا ہے کہ کیوں؟ ''کیوں سر نہیں جھکاتا۔ کیوں عبادت نہیں کرتا؟'' ان کو اس لذت کی اطلاع نہیں اور نہ کبھی انہوں نے اس مزہ کو چکھا۔ اور مذاہب میں ایسے احکام نہیں ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ہم اپنے کاموں میں مبتلا ہوتے ہیں اور مؤذن اذان دے دیتا ہے۔ پھر وہ سننا بھی نہیں چاہتے۔ ''اذان مؤذن کی۔ کہتے ہیں ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ اذان دے کے کیا مشکل ڈال دی ہے۔ ''گویا ان کے دل دکھتے ہیں۔'' اذان کی آواز سن کے ان کے دل دکھتے ہیں۔ پھر بعض دفعہ لوگ لوگوں کو یہ بھی کہتے ہیں کہ دکھاوے کے لیے نماز پڑھنے جانا پڑے گا یا دکان بند کرنی پڑے گی۔ ''یہ لوگ بہت ہی قابل رحم ہیں۔ بعض لوگ یہاں بھی ایسے ہیں کہ ان کی دکانیں دیکھو تو مسجدوں کے نیچے ہیں مگر کبھی جا کر کھڑے بھی تو نہیں ہوتے۔ ''مسجد میں۔ ''پس میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ سے نہایت سوز اور ایک جوش کے ساتھ یہ دعا مانگنی چاہئے کہ جس طرح پھلوں اور اشیاء کی طرح طرح کی **لذتیں عطا کی ہیں نماز اور عبادت کا بھی ایک بار مزہ چکھا دے۔**''

یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ سے کرنے کی ضرورت ہے تبھی لذت آئے گی کہ اللہ تعالیٰ نماز کا وہ مزہ چکھا دے اور جب مزہ ایک دفعہ انسان کو آ جاتا ہے تو پھر اس لذت کا بھی پتہ لگ جاتا ہے، پھر اس طرف توجہ بھی کرتا ہے۔ ''...دیکھو! اگر کوئی شخص کسی خوبصورت کو ایک سرور کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ اسے خوب یاد رہتا ہے اور پھر اگر کسی بد شکل اور مکروہ ہیئت کو دیکھتا ہے تو اس کی ساری حالت بہ اعتبار اس کے مجسم ہو کر سامنے آ جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی تعلق نہ ہو تو کچھ یاد نہیں رہتا۔ اسی طرح بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے کہ ناحق صبح اٹھ کر سردی میں وضو کر کے خواب راحت کو چھوڑ کر کئی قسم کی آسائشوں کو کھو کر پڑھنی پڑتی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اسے بیزاری ہے وہ اس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس لذت اور راحت سے جو نماز میں ہے۔'' کہنے کو تو وہ مومن اور مسلمان ہے لیکن اصل میں دل میں ایک بیزاری ہے جس کو سمجھ نہیں سکتا۔ اس نماز کے مقابلے میں اس کو راحت میں زیادہ لذت آ رہی ہے۔ نیند اور سونے میں زیادہ لذت آ رہی ہے۔ فرمایا ''اس کو اطلاع نہیں ہے پھر نماز میں لذت کیونکر حاصل ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ ایک شرابی اور نشہ باز انسان کو جب سرور نہیں آتا تو وہ پے در پے پیالے پیتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کو ایک قسم کا نشہ آ جاتا ہے۔ دانش مند اور بزرگ انسان اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور وہ یہ۔'' کس طرح فائدہ اٹھائے۔ اس شرابی کے، نشہ کرنے والے کے نشہ سے کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے؟ اگر مخلص مومن ہے تو اس طرح اٹھا سکتا ہے ''کہ نماز پر دوام کرے۔'' نماز مستقل مزاجی سے پڑھتا چلا جائے ''اور پڑھتا جاوے یہاں تک کہ اس کو سرور آ جاوے اور جیسے شرابی کے ذہن میں ایک لذت ہوتی ہے جس کا حاصل کرنا اس کا مقصود بالذات ہوتا ہے اسی طرح سے ذہن میں اور ساری طاقتوں کا رجحان نماز میں اسے سرور کا حاصل کرنا ہو۔'' دعا بھی کرے اور کوشش بھی کرے۔ ''اور پھر ایک خلوص اور جوش کے ساتھ کم از کم اس نشہ باز کے اضطراب اور قلق کرب کی مانند ہی ایک دعا پیدا ہو۔'' دل میں دعا بھی پیدا ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ مجھے سرور دے ''کہ وہ لذت حاصل ہو۔'' آپؑ فرماتے ہیں کہ ''تو مَیں کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ یقیناً یقیناً وہ لذت حاصل ہو جاوے گی۔'' اگر اس درد سے دعا ہو گی تو لذت بھی حاصل ہو جائے گی۔ ''پھر نماز پڑھتے وقت ان مفاد کا حاصل کرنا

بھی ملحوظ ہو جو اس سے ہوتے ہیں اور احسان پیش نظر رہے۔" فرمایا کہ "اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:115)۔" اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ کہ "نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں۔ پس ان حسنات کو اور لذات کو دل میں رکھ کر دعا کرے کہ وہ نماز جو کہ صدیقوں اور محسنوں کی ہے وہ نصیب کرے۔ یہ جو فرمایا ہے اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ (ھود:115)۔ یعنی نیکیاں یا نماز بدیوں کو دور کرتی ہے یا دوسرے مقام پر فرمایا ہے نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ باوجود نماز پڑھنے کے پھر بدیاں کرتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نہ روح اور راستی کے ساتھ۔" اگر کوئی اثر نہیں ہو رہا تو مطلب یہ ہے کہ وہ نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر روح اور راستی کے ساتھ نہیں۔ "وہ صرف رسم اور عادت کے طور پر ٹکریں مارتے ہیں۔ ان کی روح مردہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام حسنات نہیں رکھا۔" ایسی نمازیں حسنات میں شمار نہیں ہوتیں۔ "اور یہاں جو حسنات کا لفظ رکھا الصلوٰۃ کا لفظ نہیں رکھا۔ باوجود یکہ معنی وہی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تا نماز کی خوبی اور حسن و جمال کی طرف اشارہ کرے کہ وہ نماز بدیوں کو دور کرتی ہے جو اپنے اندر ایک سچائی کی روح رکھتی ہے اور فیض کی تاثیر اس میں موجود ہے۔ وہ نماز یقیناً یقیناً برائیوں کو دور کرتی ہے۔ نماز نشست و برخاست کا نام نہیں ہے۔" اٹھنے بیٹھنے کا نام نہیں ہے۔ "نماز کا مغز اور روح وہ دعا ہے جو ایک لذت اور سرور اپنے اندر رکھتی ہے۔"

(ملفوظات جلد اول صفحہ 162 تا 164)

پس اس لذت اور سرور کو حاصل کرنے کے لیے اور اس بیماری سے باہر نکلنے کے لیے بھی دعا ضروری ہے۔ صرف اپنی دنیاوی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے دعا نہ ہو بلکہ اس کے لیے بھی دعا ہو۔ جس طرح بیماری سے صحت یاب ہونے کے لیے انسان ہر حیلہ استعمال کرتا ہے۔ علاج بھی کرتا ہے، دعا بھی کرتا ہے اسی طرح اس کے لیے بھی کرے۔ پھر آپؑ نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نماز کو اسی طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ البتہ اپنی حاجتوں اور مطالب کو مسنون اذکار کے بعد اپنی زبان میں بے شک ادا کرو اور خدا تعالیٰ سے مانگو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس سے نماز ہرگز ضائع نہیں ہوتی۔ آج کل لوگوں نے نماز کو خراب کر رکھا ہے۔ نمازیں کیا پڑھتے ہیں ٹکریں مارتے ہیں۔ نماز تو بہت جلد مرغ کی طرح ٹھونگیں مار کر پڑھ لیتے ہیں اور پیچھے دعا کے لیے بیٹھے رہتے ہیں۔ ہمارے خاص طور پر ایشیا میں ہندوستان پاکستان میں یہی رواج ہے۔ نماز جلدی جلدی پڑھی اور اس کے بعد ہاتھ اٹھا کے دعا کرنے لگ گئے۔ فرمایا کہ نماز کا اصل مغز اور روح تو دعا ہی ہے۔ نماز سے نکل کر دعا کرنے سے وہ اصل مطلب کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ہے جس طرح ایک شخص بادشاہ کے دربار میں جائے اور اس کو اپنا عرض حال کرنے کا موقع بھی ہو لیکن اس وقت تو وہ کچھ نہ کہے لیکن جب دربار سے باہر آجائے تو اپنی درخواست پیش کرے۔ ایسے کیا فائدہ ہو گا؟ ایسا ہی حال ان لوگوں کا ہے جو نماز میں خشوع و خضوع کے ساتھ دعائیں نہیں مانگتے۔ تم کو جو دعائیں کرنی ہوں نماز میں کر لیا کرو اور پورے آداب الدعا کو ملحوظ رکھو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 258)

نماز پڑھنے کا طریق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کس طرح سکھایا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کے سلام کیا۔ آپؐ نے فرمایا

جاؤ اور دوبارہ نماز پڑھو۔ آپؐ اسے دیکھ رہے تھے اور اس مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجلس لگی ہوئی تھی۔ اس طرح تین مرتبہ اس سے نماز پڑھوائی۔ تو آخر اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں اس سے بہتر نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے اب آپؐ ہی مجھے صحیح طریق بتادیں کس طرح نماز پڑھنی ہے۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ جب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو جاؤ تو تکبیر کہو۔ پھر حسبِ توفیق قرآن پڑھو۔ سورۂ فاتحہ کے ساتھ قرآن پڑھو۔ پھر پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ یہ نہیں کہ ذرا سا جھکے اور کھڑے ہو گئے۔ پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کرو۔ پھر سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ پھر پورے اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو اور پھر سجدے سے اٹھ کر پوری طرح بیٹھو۔ بعض لوگ صرف سجدہ کے لیے بیچ میں دو سجدوں کے درمیان اٹھتے ہیں اور پھر فوراً دوبارہ سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ فرمایا پوری طرح بیٹھو۔ اس کے بعد دوسرا سجدہ کرو۔ اس طرح ساری نماز ٹھہر ٹھہر کر، سنوار کر ادا کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب امر النبیؐ ... الخ حدیث 793)

بعض لوگ پوچھتے ہیں کہ سنوار کر نمازیں کس طرح پڑھی جاتی ہیں؟ تو یہ ہے سنوار کر نماز پڑھنے کا طریقہ کہ ٹھہر ٹھہر کر نماز کی جو ہر حرکت ہے اس کو پورا وقت دے کے آرام سے پڑھے۔ پھر نماز کی حقیقت کو سمجھ کر اس کو ادا کرنے کی طرف توجہ کرنے کے بعد ایک مومن کا کام ہے کہ قرآن کریم کو بھی پڑھے اور سمجھے، اس کی طرف توجہ رکھے۔ جس طرح اکثر کی رمضان میں اس طرف توجہ پیدا ہوتی ہے۔ تفسیر پر بھی غور کرو اور یہ بھی ایک ذریعہ ہے رمضان کو اگلے رمضان سے جوڑنے کا۔ قرآن کریم پر توجہ دینی چاہیے۔ قرآن کریم پڑھنے کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایہ ناز ایمان واعتقاد ہوتے تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔ مَیں نے قرآن کے لفظ میں غور کی تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیش گوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اَور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہو گی جبکہ اَور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنی ہیں۔

یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآنِ کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تأسف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 122)

پھر نیکیوں کو قائم رکھنے کے لیے آپؑ نے یہ ہدایت فرمائی کہ دین کو ہر حال میں دنیا پر مقدم رکھو۔ اس کی تفصیل میں آپؑ فرماتے ہیں کہ دیکھو! دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ لوگ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروباروں اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں۔ صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امر اُن کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔ میرا مطلب اس سے صرف یہ ہے کہ جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پالیتا ہے۔

دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر کرتے ہیں فکر میں ہوتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔ مال چونکہ تجارت سے بڑھتا ہے اس لیے خدا تعالیٰ نے بھی طلبِ دین اور ترقیٔ دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے۔ دین کو حاصل کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایک تجارت ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ (الصف: 11) کہ پس کیا مَیں تمہیں ایک ایسی تجارت پر مطلع کروں جو تمہیں ایک دردناک عذاب سے نجات دے دے۔ فرمایا سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے جو دردناک عذاب سے نجات دیتی ہے۔ پس میں بھی خدا تعالیٰ کے انہی الفاظ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ هَلۡ اَدُلُّكُمۡ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنۡجِيۡكُمۡ مِّنۡ عَذَابٍ اَلِيۡمٍ۔ آپؑ نے فرمایا کہ یہ جو دینی ترقی اور شوق کو کم کرتے ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ شیطان پھر ان پر قابو نہ پالے۔ کبھی اس میں سستی نہیں ہونی چاہیے۔ ہر ایک امر پر جو سمجھ نہ آئے آپؑ نے فرمایا پوچھنا چاہیے تا کہ معرفت میں زیادتی ہو۔ پوچھنا حرام نہیں ہے۔ سمجھ نہیں آئی پوچھو۔ سوال ضرور اٹھنے چاہئیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ عملی ترقی کے لیے بھی پوچھنا چاہیے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 193-194)

عملی ترقی کے لیے ضروری ہے۔ پس دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لیے جہاں ایمان میں مضبوطی ضروری ہے وہاں علمی اور عملی ترقی بھی ضروری ہے اور اس کے لیے کوشش بھی کرنی چاہیے۔ پھر رمضان کے فیض کو جاری رکھنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں جو طریق بتایا وہ ہے آپس کے تعلقات میں جو اعلیٰ اخلاق دکھانے کی رمضان میں ہم نے کوشش کی تھی انہیں جاری رکھنا۔ آپس میں محبت اور بھائی چارے کو بڑھانا اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔ جو پوری طاقت دی گئی ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔ مَیں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اس کے لیے دعا کرے، محبت کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہو جاتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے، ہمدردی نہ کی جاوے اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔

جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کر کے پردہ پوشی کی جائے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔

آپس میں محبت حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ہونی چاہیے۔ ایسی ہمدردی ہو۔ فرمایا کہ مثلاً ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ سمجھا یا جاتا ہے۔ بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے۔ بھائی دوسرے بھائی کی پردہ پوشی کرتا ہے اگر حقیقی بھائی ہوں تو۔ کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے لیے اشتہار دے کہ اس نے یہ ظلم کیا، یہ گناہ کیا۔ پھر جب خدا تعالیٰ بھائی بناتا ہے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؟ دنیا کے بھائی اخوت کا طریق نہیں چھوڑتے تو پھر تم لوگ کیوں چھوڑو۔ فرمایا بعض وقت انسان جانور بندر یا کتے سے بھی سیکھ لیتا ہے۔ یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی پھوٹ ہو۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق و نعمتِ اخوت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں۔ اس نے وعدہ کیا ہے کہ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ (آل عمران: 56) مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی مگر یہ دن جو ابتلا کے دن ہیں اور کمزوری کے ایام ہیں۔ ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ دیکھو! ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسروں کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد سوم صفحہ 348-349)

فرمایا کہ "ہماری جماعت میں شہزور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں" پہلوان نہیں ہمیں چاہئیں "بلکہ ایسی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں جو تبدیل اخلاق کے لئے کوشش کرنے والے ہوں۔ یہ ایک امرِ واقعی ہے کہ وہ شہزور اور طاقت والا نہیں جو پہاڑ کو جگہ سے ہٹا سکے۔ نہیں نہیں۔ اصلی بہادر وہی ہے جو تبدیل اخلاق پر مقدرت پاوے۔ پس یاد رکھو کہ ساری ہمت اور قوت تبدیل اخلاق میں صرف کرو کیونکہ یہی حقیقی قوت اور دلیری ہے۔"

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 140)

آپس میں محبت اور پیار اور ایک دوسرے کے حق ادا کرنے، عاجزی اور مسکینی سے زندگی گزارنے کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ "اہلِ تقویٰ کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ اپنی زندگی غربت اور مسکینی میں بسر کریں۔ یہ تقویٰ کی ایک شاخ ہے جس کے ذریعہ سے ہمیں ناجائز غضب کا مقابلہ کرنا ہے۔ بڑے بڑے عارف اور صدیقوں کے لئے آخری اور کڑی منزل غضب سے بچنا ہی ہے۔ عجب و پندار غضب سے پیدا ہوتا ہے اور ایسا ہی کبھی خود غضب عجب و پندار کا نتیجہ ہوتا ہے۔" یعنی غصہ تکبر اور غرور سے پیدا ہوتا ہے یا غصہ کی وجہ سے تکبر اور غرور پیدا ہو جاتا ہے۔ "کیونکہ غضب اس وقت ہوگا جب انسان اپنے نفس کو دوسرے پر ترجیح دیتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ میری جماعت والے آپس میں ایک دوسرے کو چھوٹا یا بڑا سمجھیں یا ایک دوسرے پر غرور کریں یا نظر استخفاف سے

دیکھیں۔ خدا جانتا ہے کہ بڑا کون ہے یا چھوٹا کون ہے۔ یہ ایک قسم کی تحقیر ہے۔ جس کے اندر حقارت ہے، ڈر ہے کہ یہ حقارت بیج کی طرح بڑھے اور اس کی ہلاکت کا باعث ہو جاوے۔ بعض آدمی بڑوں کو مل کر بڑے ادب سے پیش آتے ہیں لیکن بڑا وہ ہے جو مسکین کی بات کو مسکینی سے سنے۔ اس کی دلجوئی کرے۔ اس کی بات کی عزت کرے۔ کوئی چڑ کی بات منہ پر نہ لاوے کہ جس سے دکھ پہنچے۔" خاص طور پر بڑوں کو، عہدیداروں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ ہر شخص سے جس سے وہ بات کرتے ہیں بڑے آرام سے اور پیار سے اور محبت سے کیا کریں۔ "خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ۔ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ۔ وَمَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ (الحجرات:12) تم ایک دوسرے کا چڑ کے نام نہ لو۔ یہ فعل فساق وفجار کا ہے۔ جو شخص کسی کو چڑاتا ہے وہ نہ مرے گا جب تک وہ خود اسی طرح مبتلا نہ ہو گا۔ اپنے بھائیوں کو حقیر نہ سمجھو۔ جب ایک ہی چشمہ سے کُل پانی پیتے ہو تو کون جانتا ہے کہ کس کی قسمت میں زیادہ پانی پینا ہے۔ مکرم و معظم کوئی دنیاوی اصولوں سے نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑا وہ ہے جو متقی ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (الحجرات:14)۔"
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 36)

پس رمضان میں جو تقویٰ پیدا کیا ہے اس تقویٰ کا تقاضا یہی ہے کہ آپس کے تعلقات کو بھی بہتر سے بہتر کیا جائے اور ایک دوسرے سے معاملات میں بھی اخلاق اور حسن اخلاق کا نمونہ دکھایا جائے۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "مَیں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لئے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔" آج کل کے حالات کی وجہ سے اگر ایک فاصلہ دیا جاتا ہے تو یہ ضرورت کی وجہ سے ہے۔ اس کو بچے بھی اور بعض دوسرے بھی یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ مستقل چیز بن گئی ہے۔ حالات آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہے ہیں تو فاصلے بھی کم ہو رہے ہیں اور ان شاء اللہ نارمل حالات بھی آ جائیں گے۔ اصل چیز یہی ہے کہ جب مسجد میں صفیں ہوں تو ایک دوسرے سے جڑ کے کھڑا ہوا جائے۔ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ ہاں ضرورت کے تحت ایک عارضی arrangement کی گئی تھی۔ اس لیے فاصلہ دیا گیا ہے تا کہ کم از کم باجماعت نمازیں جاری رہیں۔ اور امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جس طرح حالات ٹھیک ہو رہے ہیں جلدی نارمل حالات آ جائیں گے۔ بہرحال آپؑ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرو۔" بڑی اہم بات ہے۔ ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دعا کرو۔ چاہے تمہیں کوئی دعا کے لیے کہتا ہے یا نہیں کہتا۔ جانتے ہو یا نہیں جانتے۔ عمومی طور پر جماعت کے افراد ایک دوسرے کے لیے یا جماعت کے لیے من حیث الجماعت دعا کریں تو یہ بہت بڑی نیکی ہے۔ فرمایا کہ "اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لئے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔" فرمایا "مَیں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اوّل خدا کی توحید

اختیار کرو دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔

وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لئے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران: 104) ”کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا۔ ”یاد رکھو تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لئے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لئے پسند کرے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 48)

پھر خدا تعالیٰ سے محبت کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ نے فرمایا ”خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کو مقدم کر لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرۃ:201)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔“ فرمایا کہ ”...اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔“ عملی طور پر بھی محبت کرنی ہو گی، اظہار کرنا ہو گا۔ ”نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔“ اس کا منہ میٹھا نہیں ہو جاتا اگر صرف چینی کا نام لے لے، شوگر کا نام لے لے تو میٹھا ہو جائے گا۔ نہیں۔ ”یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلو تہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو اور یہی اسلام ہے۔ یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے۔ پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالبِ صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمۂ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھ دے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانہ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کر لے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔“ یہی اللہ تعالیٰ نے، قرآن شریف نے ابراہیم کی خوبی بیان فرمائی ہے کہ وہ وفادار تھے۔ ”پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو تم ان راہوں سے آؤ۔“ پیر بن کے یہ نہیں کہ پیروں کی طرح نخوت اور تکبر پیدا ہو

جائے بلکہ عاجزی انکساری پیدا کرو، وفاداری پیدا کرو۔ یہ مراد ہے اس سے۔ آج کل کے پیروں کی طرح دنیاداری کے اظہار اس سے مراد نہیں ہے۔ فرمایا کہ ”بے شک وہ تنگ راہیں ہیں“ تم ان راہوں سے آؤ ”لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھری سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھری کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھری ہے پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو وفاداری کو چھوڑ کر غداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 188 تا 190)

آپؑ نے اس بات کی بھی وضاحت فرمائی کہ صبر اور دعا سے سچا اخلاص ملتا ہے۔ پس اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس کے لیے مستقل مزاجی سے اللہ تعالیٰ کے در پر جھکے رہنے کی ضرورت ہے۔ پس ہمیں اپنے ہر آنے والے دن، وفاداری کے ساتھ خدا تعالیٰ سے تعلق میں بڑھاتے چلے جانے کی کوشش کرنے والا ہونا چاہیے۔ یہ ہمارا لائحہ عمل ہے۔ نمازوں کی طرف مستقل توجہ ان کو سنوار کر ادا کرنا، قرآن کریم کو پڑھنا سمجھنا اور اس کے احکامات پر عمل کرنا، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنا، اور توحید کا قیام کرنا، اصل میں تو ایک حقیقی مومن کا ہر کام اور فعل ہی توحید کے قیام کے لیے ہوتا ہے اور ہونا چاہیے اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد تھا اور اس بات کا آپؑ نے بار بار اظہار فرمایا ہے۔

پس اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے ورنہ نری بیعت کر لینا تو کوئی فائدہ نہیں دیتا۔ یہ بات بڑی کھول کر متعدد جگہ آپؑ نے بیان فرمائی ہے۔ مثلاً ایک جگہ فرمایا کہ ”جو بیعت اور ایمان کا دعویٰ کرتا ہے اس کو ٹٹولنا چاہئے کہ کیا مَیں چھلکا ہی ہوں یا مغز؟ جب تک مغز پیدا نہ ہو ایمان، محبت، اطاعت، بیعت، اعتقاد، مریدی، اسلام کا مدعی سچا مدعی نہیں ہے۔ یاد رکھو کہ یہ سچی بات ہے۔“ یہ سب دعویٰ جو محبت کرنے کا یا ایمان کا یا اطاعت کا یا بیعت کا ہے یہ سب دعوے ہیں سچا دعویٰ نہیں ہو گا۔ یاد رکھو کہ سچی بات یہ ہے ”کہ اللہ تعالیٰ کے حضور مغز کے سوا چھلکے کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ خوب یاد رکھو کہ معلوم نہیں موت کس وقت آجاوے لیکن یہ یقینی امر ہے کہ موت ضرور ہے۔ پس نرے دعویٰ پر ہرگز کفایت نہ کرو اور خوش نہ ہو جاؤ۔ وہ ہرگز ہرگز فائدہ رساں چیز نہیں جب تک انسان اپنے آپ پر بہت موتیں وارد نہ کرے اور بہت سی تبدیلیوں اور انقلابات میں سے ہو کر نہ نکلے وہ انسانیت کے اصل مقصد کو نہیں پا سکتا۔“

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 167)

آپؑ نے فرمایا کہ ”دنیا کی حالت کو دیکھو کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اپنے عمل سے یہ دکھایا کہ میرا مرنا اور جینا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یا اب دنیا میں مسلمان موجود ہیں۔ کسی سے کہا جاوے کہ کیا تُو مسلمان ہے؟ تو کہتا ہے الحمدللہ۔ جس کا کلمہ پڑھتا ہے اس کی زندگی کا اصول تو خدا کے لئے تھا مگر یہ دنیا کے لئے

جیتا ہے اور دنیا ہی کے لئے مرتا ہے۔" عام مسلمان۔ "اس وقت تک کہ غرغرہ شروع ہو جاوے۔" جب موت آتی ہے اس وقت اللہ یاد آتا ہے۔ "دنیا ہی اس کی مقصود، محبوب، مطلوب رہتی ہے پھر کیونکر کہہ سکتا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتا ہوں۔ یہ بڑی غور طلب بات ہے۔ اس کو سرسری نہ سمجھو۔ مسلمان بننا آسان نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور اسلام کا نمونہ جب تک اپنے اندر پیدا نہ کرو مطمئن نہ ہو۔ یہ صرف چھلکا ہی چھلکا ہے۔ اگر بدوں اتباع مسلمان کہلاتے ہو۔"

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر مسلمان کہلاتے ہو تو پھر یہ تو کوئی بات نہیں۔ صرف چھلکا ہے۔ "نام اور چھلکے پر خوش ہو جانا دانشمند کا کام نہیں ہے۔" ایک مثال دی آپؑ نے "کسی یہودی کو ایک مسلمان نے کہا کہ تو مسلمان ہو جا۔ اس نے کہا کہ تُو صرف نام ہی پر خوش نہ ہو جا۔" کہہ دے مسلمان ہے تو تُو اس بات پر خوش ہے۔ یہودی نے کہا کہ "مَیں نے اپنے لڑکے کا نام خالد رکھا تھا اور شام سے پہلے ہی اسے دفن کر آیا۔" وہ تو ہمیشہ رہنے والا نہ ہوا۔ لمبی زندگی بھی اس نے نہ پائی۔

"**پس حقیقت کو طلب کرو۔ نرے ناموں پر راضی نہ ہو جاؤ۔** کس قدر شرم کی بات ہے کہ انسان عظیم الشان نبیؐ کا امتی کہلا کر کافروں کی سی زندگی بسر کرے۔ تم اپنی زندگی میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ دکھاؤ۔ وہی حالت پیدا کرو اور دیکھو اگر وہی حالت نہیں ہے تو تم طاغوت کے پیرو ہو۔" بہت بڑی تنبیہ ہے کہ شیطان کے پیرو بن جاؤ گے۔ اس کے پیچھے چلنے والے بن جاؤ گے تم۔ "غرض یہ بات اب بخوبی سمجھ میں آسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہونا انسان کی زندگی کی غرض وغایت ہونی چاہئے کیونکہ جب تک اللہ تعالیٰ کا محبوب نہ ہو اور خدا کی محبت نہ ملے کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا اور یہ امر پیدا نہیں ہوتا جب تک رسول اللہؐ کی سچی اطاعت اور متابعت نہ کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے دکھا دیا ہے کہ اسلام کیا ہے؟ پس تم وہ اسلام اپنے اندر پیدا کرو تا کہ تم خدا کے محبوب بنو۔"

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 187-188)

آپؑ نے فرمایا کہ "یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لئے نہیں ہے جیسے عام دنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نرا زبان سے کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر الحمد للہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعائر اللہ کی حرمت نہیں کرتے۔ پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ۔ یہ نکمی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا اور دنیا کی اس حالت نے ہی تقاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے۔

پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔" عمل سے یہ کہہ رہا ہے کہ مسیح موعود کے آنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ "پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد

کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔

خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جاوے۔ یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے وہ عمل کے بدوں زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی دنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو۔ پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے یہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔'' **پس یہ ثابت کرنا ہو گا۔**

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 370-371)

پس اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت اس یقین کے ساتھ کی ہے کہ آپؑ وہی مسیح و مہدی ہیں جن کے آنے کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی تو ہمیں اپنے اندر ایک پاک تبدیلی پیدا کرنی ہو گی، ایک انقلاب پیدا کرنا ہو گا۔ دنیا کے لیے ایک نمونہ بننا ہو گا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے معیار قائم کرنے ہوں گے۔ رمضان میں جو ہم نے تربیت حاصل کی ہے اس کو سال کے باقی حصوں مہینوں میں بھی جاری رکھنا ہو گا۔ یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں ایک لائحہ عمل میں نے سامنے رکھا ہے اس پر عمل کرنے کی بھی بھرپور کوشش کرنی ہو گی۔ اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کرنا ہو گا۔ قرآن کریم پر عمل کرنا ہو گا۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے ہوں گے۔

توحید کے قیام کے لیے ہر قربانی دینی ہو گی تبھی ہم بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ دعائیں بھی کریں۔ دنیا کے لیے بھی دعائیں کریں کہ دنیا کے حالات بہتر ہوں۔ آپس میں جو دشمنیاں چل رہی ہیں، ملک ملک پر حملے کر رہے ہیں وہ عقل کے ناخن لیں اور ان چیزوں سے باز آجائیں ورنہ دنیا بہت زیادہ تباہی کی طرف جا رہی ہے اور اپنے پیدا کرنے والے خدا کو یہ پہچان لیں تو تبھی اس سے نکل سکتے ہیں۔

اسی طرح اسیران، احمدی اسیران جو ہیں ان کے لیے دعا کریں۔ پاکستان میں احمدیوں کے جو حالات ہیں ان کے لیے دعا کریں۔ دنیا کے بعض اَور ممالک میں حالات ہیں ان کے لیے دعا کریں۔ افغانستان کے اسیران ہیں ان کے لیے دعا کریں۔ الجزائر کے اسیران ہیں ان کے لیے دعا کریں۔ پاکستان میں تو قانون کی وجہ سے ان کی ہر جگہ اور پھر یہ کہ مولوی کا خوف یا عوام کے نام پر عوام کا خوف جو ہے وہ ججوں کو صحیح فیصلہ بھی کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ حالات بہتر کرے اور پاکستان میں بھی احمدی آزادی سے رہنے لگیں۔

نماز کے بعد میں ایک جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔ **حاضر جنازہ مکرم عبد الباقی ارشد صاحب کا ہے** جو ان دنوں میں الشرکۃ الاسلامیہ یوکے کے چیئرمین تھے۔ ڈاکٹر عبد الحمید صاحب فیصل آباد کے بیٹے تھے۔ 27/ اپریل کو ان کی 88 سال کی عمر میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت میاں چراغ دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پڑپوتے تھے اور حضرت محمد حسین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرہم عیسیٰ والے اور میاں محمد یوسف صاحب جو ایک وقت میں حضرت مصلح موعودؓ کے پرائیویٹ سیکرٹری بھی رہے ہیں ان کے خاندان میں سے تھے۔ ارشد باقی صاحب 1955ء میں انگلستان آئے اور یہاں الیکٹریکل انجنیئرنگ کی۔ مسجد فضل میں ہی یہ اپنی اہلیہ کے ساتھ رہتے تھے۔ پھر 1963ء میں ملازمت ملی تو سعودی عرب چلے گئے اور 72ء تک وہاں رہے۔ سعودی عرب میں قیام کے دوران آپ کو حج اور عمرہ پہ آنے والے احمدیوں کی خدمت کرنے کی بھی توفیق ملی جن میں بعض صحابہ بھی شامل تھے۔ سعودی عرب میں قیام کے دوران احمدی ہونے کی وجہ سے اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت بھی ان کو ملی۔ ان کو حکومت کی طرف سے آفر ہوئی کہ احمدیت سے انکار کر دیں تو ٹھیک ہے رہائی ہو جائے گی۔ آپ نے اسیری برداشت کر لی لیکن احمدیت چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

بہر حال 1972ء میں ان کو ملک سے نکال دیا گیا پھر آپ یوکے آ گئے۔ یہاں آنے کے بعد آخری سانس تک انہوں نے جماعت کی خدمت کی توفیق پائی۔ مختلف عہدوں پر کام کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب ہجرت کی ہے تو یہ ان کو لینے کے لیے ہالینڈ بھی گئے تھے۔ پھر وہ ہالینڈ سے یہاں یوکے ان کے ساتھ ہی آئے تھے۔ سیکرٹری جائیداد کے طور پر یوکے میں ان کو کام کی توفیق ملی۔ اسلام آباد کی زمین جو خریدی گئی ہے اس میں بھی ان کا کافی کردار تھا۔ نائب امیر یوکے کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ افسر جلسہ سالانہ یوکے، چیئرمین افریقہ ٹریڈ، چیئرمین الشرکۃ الاسلامیہ لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ ان کے ایک بیٹے نبیل ارشد صاحب یہاں جماعت کی کافی اچھی خدمت کرتے ہیں۔

ان کے بارے میں دفتر کے سابقہ کارکن مبشر ظفر صاحب کہتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ رضاکارانہ خدمت کی توفیق مل رہی تھی۔ جماعت سے کوئی الاؤنس نہیں لیتے تھے لیکن بڑی ذمہ داری سے کام کرتے تھے۔ وقت کے بڑے پابند تھے۔ روزانہ آٹھ دس گھنٹے دفتر میں آ کے باوجود ضعیف ہونے کے بیٹھتے تھے۔ بیماری کی بھی پروا نہیں کی۔ کہتے ہیں دوسری بات یہ تھی کہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کی ان کو بڑی عادت تھی۔ چائے کی پیالی تک خود بنانے کی کوشش کرتے تھے۔

اگر ان کو چائے کی پیالی بنا کے دے دو تو پھر یہ کسی کو اپنے برتن دھونے نہیں دیتے تھے اور خود ہی دھوتے تھے۔ اور بعض دفعہ لوگ دوپہر کے کھانے کے وقت وہاں ڈیئر پارک میں میز پر کچھ برتن چھوڑ جاتے تھے تو یہ کسی کو کہنے کی بجائے خود ہی اٹھا دیتے اور میز کی صفائی کر دیتے تھے۔ بعض دفعہ اگر ضرورت ہوتی، ٹائلٹ کی صفائی کرنے والا نہ آتا تو ٹائلٹ کی صفائی بھی کر دیا کرتے تھے۔ ایسے افسر تھے جنہوں نے بڑی عاجزی سے کام کیا اور بڑی محنت سے کام کیا۔ حافظہ بھی بہت اچھا تھا اور جماعتی رقوم اور جو بھی ذمہ داریاں تھیں ان کو آخر وقت تک بڑے احسن رنگ میں ادا کرتے رہے۔

نمازوں کی بڑی پابندی کرنے والے، باجماعت ادا کرنے والے، خلافت کا بہت زیادہ احترام، خلافت

کی طرف سے اگر کوئی ہدایت چلی جاتی تو خود چاہے ان کی ذاتی رائے اس سے مختلف بھی ہوتی لیکن فوراً شرح صدر کے ساتھ خوشی سے اس کو فوری طور پہ تسلیم کر لیتے اور اپنی رائے، مشورہ بھی یہ بھول جاتے۔ ودود ملک صاحب کہتے ہیں کہ مَیں چھوٹا تھا، ان سے بہت زیادہ چھوٹا ہوں لیکن اس کے باوجود جب بھی کبھی گیا بڑی شفقت سے راہنمائی کی اور بڑی عاجزی سے پیش آئے اور مجھ سے اس طرح پیش آتے تھے جس طرح میں عمر میں چھوٹا نہیں بلکہ برابر ہی ہوں۔

منیر الدین شمس صاحب نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلام آباد کے گھروں کی ضروریات کا پتہ کرنا شروع میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کے سپرد کیا تھا۔ اس کو بڑے احسن رنگ میں انہوں نے انجام دیا۔ اسی طرح الشرکۃ الاسلامیہ کی ذمہ داریاں بھی بڑے احسن رنگ میں آخر تک انجام دیتے رہے۔ ایم ٹی اے کے ساتھ بھی ان کا رابطہ تھا اور ایم ٹی اے کے جو مالی معاملات تھے یاcontractوغیرہ کے کام بھی اس میں بھی ان کا کافی کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کے بچوں کو بھی خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے اور اخلاص ووفا کے ساتھ جماعت اور خلافت سے وابستہ رکھے۔ نماز کے بعد جیسا کہ مَیں نے کہا جنازہ حاضر ہے۔ مَیں باہر جا کے نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20/ مئی 2022ء جلد29 شمارہ40 صفحہ 05تا10)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06 رمئی 2022ء بمطابق 06 رہجرت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں گذشتہ خطبات میں مہمات بھجوانے کا جو ذکر ہوا تھا ان کی کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں تا کہ اس وقت کے حالات کی شدت کا بھی کچھ اندازہ ہو۔ جیسا کہ ذکر ہوا تھا گیارہ مہمات بھیجی گئی تھیں۔ **ان میں سے پہلی مہم کی تفصیل کچھ یوں ہے** جو طُلَیحَہ بن خُوَیلِد، مالک بن نُوَیرَہ، سَجَاح بنت حارث اور مسیلمہ کذاب وغیرہ باغی مرتدین اور جھوٹے نبیوں کے قلع قمع کے لیے بھیجی گئی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جھنڈا حضرت خالد بن ولیدؓ کے سپرد کیا اور آپؓ کو حکم دیا کہ طُلَیحَہ بن خُوَیلِد کے مقابلے کے لیے جائیں اور اس سے فارغ ہو کر بُطَاح میں مالک بن نُوَیرَہ سے لڑیں اگر وہ لڑائی پر مصر ہو یعنی کہ اگر لڑنے پہ اصرار کر رہا ہو تو پھر لڑنا ہے۔ بُطَاح بنو اسد کے علاقے میں ایک چشمہ کا نام ہے وہاں (مقابلہ) ہوا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء) (معجم البلدان جلد1 صفحہ 527)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ثابت بن قیسؓ کو انصار کا امیر مقرر کیا اور انہیں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ماتحت کر کے حضرت خالد کو حکم دیا کہ وہ طُلَیحہ اور عُیَیْنَہ بن حِصْن کے مقابلے پر جائیں جو بنو اسد کے ایک چشمہ بُزَاخَہ پر فروکش تھے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ260 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

جب حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین سے جنگ کے لیے حضرت خالد بن ولیدؓ کے واسطے جھنڈا باندھا تو فرمایا: مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو **فرماتے سنا ہے کہ خالد بن ولید اللہ کا بہت ہی اچھا بندہ ہے** اور ہمارا بھائی ہے جو اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار اور منافقین کے خلاف سونتا ہے۔

(البدایۃ و النہایۃ جلد 3 صفحہ 313 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2001ء)

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو طُلَیحہ اور عُیَیْنَہ کی طرف بھیجا۔ ان دونوں مخالفین کا مختصر تعارف بھی پیش ہے۔ طُلَیحہ اَسَدِی جھوٹے مدعیان نبوت میں سے ایک تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے آخری دور میں نمودار ہوا۔ اس کا نام طُلَیحَہ بن خُوَیلِدْ بن نوفل بن نَضْلَہ اسدی تھا۔ عَامُ الوُفُود یعنی وفود کی آمد والے سال میں، نو ہجری میں اپنی قوم بنو اسد کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور

مدینہ پہنچ کر ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور احسان جتاتے ہوئے کہا کہ ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں ہے اور آپ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا کہ حالانکہ آپؐ نے ہماری طرف کسی کو نہیں بھیجا اور ہم اپنے پیچھے والوں کے لیے کافی ہیں۔ جب یہ لوگ واپس چلے گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی طُلَیحہ ارتداد کا شکار ہوا اور نبوت کا دعویٰ کر بیٹھا اور سَمِیراء کو اپنا فوجی مرکز بنایا۔ سَمِیراء: قومِ عاد کے ایک شخص کے نام پر اس مقام کا نام رکھا گیا تھا اور مدینہ سے مکہ کی جانب ایک منزل کے فاصلے پر یہ واقع ہے۔ اس علاقے کے ارد گرد سیاہ رنگ کے پہاڑ ہیں جن کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ بہرحال اس نے جو دعویٰ کیا تھا عوام اس کے مرید ہو گئے۔ لوگوں کی گمراہی کا پہلا سبب یہ ہوا کہ وہ اپنی قوم کے ساتھ ایک سفر میں تھا، پانی ختم ہو گیا تو لوگوں کو شدید پیاس لگی۔ اس نے لوگوں سے کہا کہ تم میرے گھوڑے اِعلاۃ پر سوار ہو کر چند میل جاؤ وہاں تمہیں پانی ملے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہیں پانی مل گیا۔ اس وجہ سے یہ دیہاتی اس فتنہ کا شکار ہو گئے۔ پانی کی کوئی جگہ اس نے دیکھی ہو گی پہلے ہی۔ بڑی ہوشیاری سے اس نے ان کو وہاں بھیجا اور اس وجہ سے جو اَن پڑھ لوگ تھے وہ اس کے فتنہ کا شکار ہوئے۔ بہرحال اس کی بے حقیقت باتوں میں سے یہ بھی تھی کہ اس نے نماز سے سجدوں کو ختم کر دیا تھا۔ یعنی نمازوں میں سجدے کی ضرورت کوئی نہیں اور اس کا یہ زعم تھا کہ آسمان سے اس پر وحی آتی ہے اور مُسَجَّعْ و مُقَفّٰی عبارتیں بطور وحی کے پیش کیا کرتا تھا۔

تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کاہن لوگ مسجع ومُقَفّٰی عبارتیں لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان پر رعب بٹھاتے تھے۔ طُلَیحہ بھی کاہن تھا۔ طُلَیحہ اسدی کے نفس نے اس کو دھوکا میں ڈالا۔ اس کا مسئلہ زور پکڑ گیا۔ اس کی طاقت بڑھی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے معاملے کی اطلاع ملی تو آپؐ نے ضِرار بن اَزْوَر اَسَدِی کو اس سے قتال کے لیے روانہ کیا لیکن ضِرار کے بس کی بات نہ تھی کیونکہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی قوت بڑھ چکی تھی۔ خاص طور پر اسد اور غطفان دونوں حلیفوں کے اس پر ایمان لے آنے کے بعد مزید بڑھ گئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور طُلَیحہ کے معاملے کا تصفیہ نہ ہوا۔ جب خلافت کی باگ ڈور ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنبھالی اور باغی مرتدین کو کچلنے کے لیے فوج تیار کی اور قائدین مقرر کیے تو طُلَیحہ اسدی کی طرف حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولید کی قیادت میں فوج روانہ کی۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت وکارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 316 تا 318 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)
(اسد الغابہ جزء3 صفحہ94 دار الکتب العلمیۃ بیروت2016ء)(معجم البلدان جلد3 صفحہ290)

یہ صرف مرتد نہیں تھے یا نبوت کے دعوے دار نہیں تھے بلکہ یہ مسلمانوں سے جنگیں بھی کیا کرتے تھے اور ان کو نقصان پہنچانے کی کوشش بھی کرتے تھے۔

عُیَیْنَہ بن حِصنْ کون تھا؟ اس کے متعلق لکھا ہے۔ عُیَیْنَہ وہی شخص ہے جو غزوۂ احزاب کے موقع پر بنو فَزَارَہ کا سردار تھا۔ اس غزوہ کے دوران کفار کے تین لشکروں نے بنو قُرَیظہ سے مل کر مدینہ پر زبردست حملہ کرنے کا ارادہ کیا تو ان میں سے ایک لشکر کا سردار عُیَینہ تھا۔ غزوۂ احزاب میں کفار کی شکست کے بعد بھی اس نے

مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر سے باہر نکل کر اس کے حملہ کو روکا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ یہ غزوہ ذی قَرَد کہلاتا ہے۔

(سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 139 مطبوعہ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

عُیَینہ بن حِصْن فتح مکہ سے پہلے اسلام لایا اور اس میں شرکت کی۔ فتح مکہ کے موقع پر یہ مسلمان تھا۔ غزوۂ حُنَین اور طائف میں بھی شرکت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نو ہجری میں بنو تمیم کی سرکوبی کے لیے پچاس سواروں کے ساتھ بھیجا تھا جن میں کوئی بھی انصار یا مہاجر صحابی نہ تھا اور اس سَرِیَّہ کا سبب یہ ہوا تھا کہ بنو تمیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل کو صدقات لے کر جانے سے روک دیا تھا۔ پھر عہدِ صدیقی میں باغی مرتدوں کے ساتھ یہ بھی فتنہ ارتداد کا شکار ہو گیا اور طُلَیحہ کی طرف مائل ہو گیا اور اس کی بیعت کر لی۔ بہر حال بعد میں پھر یہ اسلام کی طرف بھی لوٹ آیا تھا۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جزء4صفحہ639 دارالکتب العلمیۃ بیروت2005ء)

(ضیاء النبی ﷺ از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد4 صفحہ 566-567 مطبوعہ تخلیق مرکز پرنٹرز لاہور1420ھ)

یہ لوگ پہلے بھی اسلام کے خلاف لڑتے رہے تھے۔ پھر مسلمان ہوئے پھر لڑائی شروع کر دی۔ پھر لکھا ہے کہ جب عَبْس اور ذُبْیَان اور ان کے حامی بُزَاخَہ مقام پر جمع ہو گئے تو طُلَیحہ نے بنوجَدِیْلَہ اور غَوث کو جو کہ قبیلہ طَے کی دو شاخیں تھیں کہلا بھیجا کہ تم فوراً میرے پاس آ جاؤ۔ ان قبائل کے کچھ لوگ فوراً اس کے پاس پہنچ گئے اور انہوں نے اپنی قوم والوں کو بھی ہدایت کی کہ وہ ان سے آملیں۔ پس وہ لوگ بھی طُلَیحہ کے پاس آ گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو ذُوالقَصَّہ سے روانہ کرنے سے قبل حضرت عدیؓ سے کہا کہ تم اپنی قوم یعنی قبیلہ طَے کے پاس جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ برباد ہو جائیں۔ جنگ کریں اور برباد ہوں۔ حضرت عدیؓ اپنی قوم کے پاس آئے اور ذَرْوَہ اور غَارِب میں ان کو روک لیا اور ان کو اسلام کی دعوت دی اور ان کو خوف دلایا۔ ذَرْوَہ بھی غَطَفَان کے علاقے میں ایک جگہ کا نام ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ بنو مُرّہ میں بن عوف کے چشمہ کا نام ہے۔

بہر حال ان کے پیچھے ہی حضرت خالدؓ روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو حکم دیا تھا کہ پہلے وہ طَے قبیلہ کے اطراف سے مہم کا آغاز کریں اور پھر بُزَاخَہ کا رخ کریں اور وہاں سے آخر میں بُطَاح جائیں اور جب وہ دشمن سے فارغ ہو جائیں تو تاوقتیکہ ان کو جدید احکام موصول نہ ہوں وہ کسی اور جگہ حملے کا قصد نہ کریں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس امر کا اظہار کیا کہ آپؓ خود خیبر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں۔ آپؓ نے یہ اظہار کر دیا۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ حضرت ابو بکرؓ خود خیبر کی طرف روانہ ہو رہے ہیں اور پھر وہاں سے مڑ کر وہ خالد سے سلمٰی پہاڑ کے اطراف پر آملیں گے۔ دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ تدبیر اس لیے کی تھی تا کہ جب دشمن کو یہ خبر پہنچے تو وہ مرعوب ہو جائے کہ ایک اَور فوج بھی ہے حالانکہ آپ تمام لشکر حضرت خالدؓ کے ہمراہ روانہ فرما چکے تھے۔ حضرت خالدؓ روانہ ہوئے۔ بُزَاخَہ سے انہوں نے مڑ کر اَجَاء کا رخ کیا۔ اَجَاء اور سَلْمٰی یہ دو پہاڑ ہیں۔ سلمٰی کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے جو سَمِیْرَاء کے بائیں طرف ہیں۔ ایک قول کے مطابق اَجَاء بنو طَے کا ایک پہاڑ ہے۔

بہر حال حضرت خالدؓ نے یہ ظاہر کیا کہ وہ خیبر کی طرف جا رہے ہیں پھر وہاں سے طَے کے مقابلہ پر پلٹیں

گے۔ اس تدبیر سے قبیلہ طَے کے لوگ اپنی جگہ بیٹھے رہے اور طُلَیحہ کے پاس جانے سے رک گئے۔ حضرت عدیؓ بھی طَے کے پاس آئے اور ان کو اسلام کی دعوت دی۔ انہوں نے کہا کہ ابوالفَصِیل کی ہرگز اطاعت نہیں کریں گے۔ ابوالفصیل سے ان کی مراد حضرت ابو بکرؓ تھے۔ فصیل اونٹنی یا گائے کے بچے کو کہتے ہیں جو اپنی ماں سے بچھڑ گیا ہو یا جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو۔ چونکہ کلمہ بِکْر اور کلمہ فَصِیل دونوں کے معنی اونٹ کے بچے کے ہیں اس لیے بعض لوگ حضرت ابو بکرؓ کو حقارت و توہین کی غرض سے ابوالفَصِیل یعنی اونٹ کے بچے کا باپ کہتے تھے۔ حضرت عدیؓ نے کہا کہ تمہاری جانب ایک ایسا لشکر بڑھا چلا آ رہا ہے جو تم پر ہرگز رحم نہ کرے گا اور قتل و غارت کا بازار اس طرح گرم کرے گا کہ کسی بھی شخص کو امان نہ مل سکے گی۔ میں نے تمہیں سمجھا دیا آگے تم جانو اور تمہارا کام۔

ایک اَور روایت کے مطابق انہوں نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو یہ بھی کہا کہ پھر **اس وقت تم حضرت ابو بکرؓ کو فَحْلُ الْاَکْبَر کی کنیت سے یاد کرو گے۔** فحل ہر جانور کے نر کو کہتے ہیں یعنی اب تو تم تمسخر اور حقارت سے ان کو اونٹ کا چھوٹا سا بچہ کہہ رہے ہو پھر تم ان کو مضبوط نر اونٹ کہنے پر مجبور ہو گے۔ قبیلہ طَے کے لوگوں نے ان کی باتیں سن کے کہا کہ اچھا تم اس حملہ آور لشکر سے جا کر ملو اور اسے ہم پر حملہ کرنے سے روکو یہاں تک کہ ہم اپنے ان ہم قوم لوگوں کو جو بُزَاخَہ میں ہیں واپس بلا لیں۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ اگر ہم طُلَیحہ کی مخالفت کریں گے جبکہ ہمارے لوگ اس کے قبضہ میں ہیں تو وہ ان سب کو قتل کر دے گا یا ان کو یرغمال کی حیثیت سے قید کر لے گا۔ یہ اس کے بارے میں مشہور تھا کہ اپنے مخالفین کو وہ پھر چھوڑتا نہیں ہے اور طَے قبیلہ کے لوگوں نے بھی کہا کہ کیونکہ ہمارے لوگ وہاں ہیں اس لیے اگر ہم آ گئے یا اس کو بھنک پڑ گئی کہ یہ مسلمان ہونے والے ہیں تو یہ قتل کر دے گا۔

حضرت عدیؓ نے حضرت خالدؓ کا سُنُح مقام میں استقبال کیا۔ سُنُح بھی مدینہ کے مضافات میں ایک جگہ ہے۔ حضرت عدیؓ نے کہا۔ خالد! آپ مجھے تین دن کی مہلت دیں۔ پانچ سو جنگجو آپ کے ساتھ اکٹھے ہو جائیں گے جن کے ساتھ مل کر آپ دشمن پر حملہ کریں۔ یہ بات اس سے بہتر ہے کہ آپ ان کو جہنم کی آگ میں داخل کریں یعنی طَے قبیلے کے لوگ آپ کے ساتھ آ جائیں گے اور ان کے ساتھ برسرپیکار ہو جائیں۔ حضرت خالدؓ نے ان کی تجویز مان لی۔ حضرت عدیؓ اپنی قوم کے پاس آئے۔ اس سے پہلے قبیلہ طَے کے لوگ بُزَاخَہ سے اپنی قوم والوں کو واپس بلانے کے لیے آدمی بھیج چکے تھے۔ قبیلے کے لوگوں نے طُلَیحہ کے لشکر میں اپنے آدمیوں کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ فوراً واپس آ جائیں کیونکہ مسلمانوں نے طُلَیحہ کے لشکر پر حملہ کرنے سے پہلے ان پر چڑھائی یعنی طَے قبیلے پر چڑھائی کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ اس لیے وہ آئیں اور اس حملہ کو روکیں۔ یہ تدبیر انہوں نے چلی۔ چنانچہ وہ بطور کمک اپنی قوم کے پاس واپس آ گئے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو طُلَیحہ اور اس کے ساتھی انہیں زندہ نہ چھوڑتے۔ پھر حضرت عدیؓ نے حضرت خالدؓ کو آ کر اپنے قبیلے کے دوبارہ اسلام لے آنے کی اطلاع دی۔

ایک مصنف نے لکھا ہے کہ عدی کا یہ عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو اسلامی فوج میں شمولیت کی دعوت دی۔ بنو طَے کی لشکر خالد میں شمولیت دشمن کی پہلی شکست تھی کیونکہ قبیلہ طَے کا شمار جزیرہ عرب کے قوی ترین قبائل میں ہوتا تھا۔ دیگر قبائل ان کو اہمیت دیتے تھے۔ ان کی طاقت و قوت کا اعتبار تھا۔ ان سے خوف کھاتے تھے۔

اپنے علاقے میں ان کو عزت اور غلبہ حاصل تھا۔ پڑوسی قبائل ان کے حلیف بننے کے لیے کوشاں رہتے تھے۔

(تاریخ طبری جلد2صفحہ260 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (عبداللہ بن سبا اور دوسرے تاریخی افسانے جلد2-3 صفحہ 92 مترجم سید قلبی حسین رضوی مطبوعہ 1427ھ) (سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 138 مطبوعہ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور) (سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 324 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان) (حضرت ابو بکر صدیقؓ، از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ شیخ احمد پانی پتی، صفحہ 157) (معجم البلدان جلد3 صفحہ 6، جلد1 صفحہ 119) (المنجد صفحہ 585 زیر لفظ فصل، صفحہ 570-571 زیر لفظ فخل) (فرہنگ سیرت صفحہ 157 زوار اکیڈیمی کراچی)

پھر حضرت خالدؓ نے یہاں سے جَدِیلَہ کے مقابلے کے خیال سے اَنْسُر کی طرف کوچ کیا۔ اَنْسُر بھی قبیلہ طَے کے ایک چشمہ کا نام ہے۔ وہاں اس چشمہ کے ارد گرد آبادی تھی۔ حضرت عدیؓ نے ان سے کہا کہ قبیلہ طَے کی مثال ایک پرندے کی ہے اور قبیلہ جَدِیلَہ قبیلہ طَے کے دو بازوؤں میں سے ایک بازو ہے۔ آپ مجھے چند روز کی مہلت دیں۔ شاید اللہ تعالیٰ جَدِیلَہ کو بھی راہ راست پر لے آئے۔ بغیر جنگ کے ہی یہ لوگ ٹھیک ہو جائیں جس طرح اس نے غوث یعنی قبیلہ طَے کی دوسری شاخ کو گمراہی سے نکال لیا ہے۔ حضرت خالدؓ نے ایسا ہی کیا۔ حضرت عدیؓ جَدِیلَہ کے پاس آئے۔ حضرت عدیؓ مسلسل ان سے بات چیت کرتے رہے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت عدیؓ کی بیعت کی اور ان کے اسلام لے آنے کی بشارت حضرت عدیؓ نے حضرت خالدؓ کو آکر دی اور اس قبیلے کے ایک ہزار سواروں کے ساتھ مسلمانوں کے پاس آ گئے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ260 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء) (معجم البلدان جلد1 صفحہ 314)

حضرت خالد بن ولیدؓ قبیلہ طَے کے قبول اسلام کے بعد طُلَیحہ اَسَدِی کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جب دشمن کے قریب پہنچ گئے تو آپؓ نے حضرت عُکَّاشہ بن مِحْصَنؓ اور حضرت ثابت بن اَقْرَمؓ کو دشمن کی خبر لانے کے لیے آگے روانہ کیا۔ جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو طُلَیحہ اور اس کا بھائی سَلَمہ دیکھنے کے لیے اور دریافتِ حال کے لیے نکلے۔ سَلَمہ نے حضرت ثابت کو مہلت بھی نہ دی اور انہیں شہید کر دیا اور طُلَیحہ نے جب دیکھا کہ اس کا بھائی اپنے مقابل سے فارغ ہو چکا ہے تو اس نے اسے اپنے مد مقابل یعنی عکاشہ کے خلاف مدد کے لیے پکارا کہ آؤ میری مدد کرو ورنہ یہ شخص مجھے کھا جائے گا۔ چنانچہ ان دونوں نے مل کر حضرت عکاشہؓ پر حملہ کیا اور ان کو بھی شہید کر دیا اور اپنی جگہ واپس چلے گئے۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خالدؓ نے حضرت عکاشہؓ اور ثابت انصاری کو دشمن کی خبر گیری کے لیے بھیجا تو طُلَیحہ کا بھائی حِبَال ان کو ملا تو ان دونوں نے اس کو قتل کر دیا۔ کس حد تک اس میں صداقت ہے اللہ جانتا ہے یا اگر یہ روایت صحیح ہے تو وہ لڑائی کے لیے آمادہ ہوا تو لڑائی ہوئی تب قتل ہوا۔ کیونکہ بہر حال یہ لوگ تو خبر لینے کے لیے گئے تھے۔ لڑائی کرنے کے لیے گئے ہی نہیں تھے۔ جب یہ خبر طُلَیحہ کو پہنچی تو طُلَیحہ اور اس کا بھائی سلمہ نکلے۔ طُلَیحہ نے حضرت عکاشہ کو شہید کر دیا اور اس کے بھائی نے حضرت ثابتؓ کو اور پھر دونوں واپس چلے گئے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ261-262 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

(الکامل فی التاریخ۔ جلد2 صفحہ208-209 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 2003ء)

حضرت خالدؓ اپنی فوج کے ساتھ آگے بڑھے یہاں تک وہ اس جگہ پہنچے جہاں حضرت ثابتؓ مقتول ہونے

کی حالت میں پڑے ہوئے تھے لیکن ان میں سے کسی کو ان کی خبر نہ تھی یہاں تک کہ اچانک کسی سواری کا ان پر پاؤں آ گیا۔ مسلمانوں پر یہ بہت گراں گزرا۔ پھر جب غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت عکاشہ بن محصنؓ بھی شہید پڑے ہیں۔ اس سے مسلمان اَور بھی غمگین ہو گئے اور کہنے لگے کہ مسلمانوں کے سرداروں میں سے دو بڑے سردار اور گھڑ سواروں میں سے دو گھڑ سوار شہید ہو گئے۔ تو اس صورت حال کو دیکھ کر حضرت خالدؓ فوج کو مرتب کرنے لگے۔ فوج کو جنگ کے لیے ترتیب دیا اور قبیلہ طَے کی طرف لوٹ گئے۔ ایک روایت میں ہے حضرت عدی بن حاتمؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہلا بھیجا کہ آپؓ میرے پاس آ کر چند روز قیام کریں۔ مَیں طَے کے تمام قبائل کے پاس آدمی بھیجتا ہوں اور جس قدر مسلمان اس وقت آپ کے ساتھ ہیں ان سے کہیں زیادہ فوج آپؓ کے لیے جمع کیے دیتا ہوں اور پھر مَیں خود آپ کے دشمن کے مقابلے میں آپؓ کے ساتھ چلوں گا۔ پس آپؓ میری طرف چل پڑے یعنی اس طرف آ گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے قصبہ سَلْمٰی میں اُرْک مقام پر قیام کیا تھا مگر دوسری روایت کے مطابق آپ نے اَجَاء مقام پر قیام کیا تھا۔ یہاں سے حضرت خالدؓ نے طُلَیحہ کے مقابلے کے لیے اپنی فوج کو مرتب کیا اور بُزَاخَہ پر دونوں کا مقابلہ ہوا۔ جب لوگوں نے لڑائی شروع کی تو عُیَیْنہ نے بنو فَزَارَہ کے سات سو افراد کے ساتھ مل کر طُلَیحہ کی معیت میں سخت لڑائی کی۔ عیینہ اور طُلَیحہ اکٹھے مل گئے۔ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی۔ طُلَیحہ اپنے اُونی خیمے کے صحن میں چادر اوڑھے بیٹھا تھا۔ یہ نبی بنا ہوا تھا اس لیے یہ خیمے میں بیٹھا رہا اور غیب کی خبریں دیتا تھا۔ کہتا تھا تم لوگ جنگ لڑو میں یہاں سے تمہیں بتاتا ہوں کہ کیا نتیجہ نکلنے والا ہے جبکہ لوگ قتال میں مصروف تھے۔ جب عُیَیْنہ کو لڑائی میں تکلیف اٹھانا پڑی اور اس کا شدید نقصان ہوا تو وہ طُلَیحہ کے پاس آیا اور کہا کیا ابھی تک جبرائیل تمہارے پاس نہیں آئے؟ جنگ میں تو مار پڑ رہی ہے تم کہتے ہو مجھے الہام ہوتے ہیں، وحی ہوتی ہے اور جبرائیل مجھے بتائیں گے کیا ہونا ہے تو بتاؤ ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں نکلا؟ جبرائیل آئے نہیں؟ اس نے کہا نہیں۔

عُیَیْنہ واپس گیا پھر لڑائی میں مصروف ہو گیا۔ جب اس کو دوبارہ لڑائی کی شدت نے پریشان کر دیا تو وہ پھر طُلَیحہ کے پاس آیا اور کہا کہ تمہارا برا ہو کیا جبرائیل ابھی تک تمہارے پاس نہیں آئے؟ اس نے کہا اللہ کی قسم نہیں آئے۔ عُیَیْنہ نے قسم کھاتے ہوئے کہا کب آئیں گے؟ ہمارا تو کام تمام ہوا چاہتا ہے۔ وہ پھر میدانِ جنگ میں پلٹ کر لڑنے لگا اور اب جب پھر اسے ناکامی ہوئی تو وہ پھر طُلَیحہ کے پاس گیا اور پوچھا کیا جبرائیل تمہارے پاس ابھی تک نہیں آئے؟ طُلَیحہ نے کہا ہاں آئے ہیں۔ عُیَیْنہ نے پوچھا پھر جبرائیل نے کیا کہا؟ طُلَیحہ نے کہا انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ تیری چکی بھی ان کی چکی کی طرح ہو گی اور ایک ایسا واقعہ ہو گا، تیرا ایسا بول بالا ہو گا کہ جو تم کبھی بھُلا نہیں سکو گے۔ عُیَیْنہ نے یہ سنا تو اپنے دل میں کہا کہ اللہ جانتا ہے کہ عنقریب ایسے واقعات پیش آئیں گے جنہیں تم بدل نہیں سکو گے یا بھُلا نہیں سکو گے۔ پھر وہ اپنی قوم کے پاس آیا اور اس قوم سے کہا کہ اے بنو فزارہ! بخدا یہ طُلَیحہ کذاب ہے۔ پس تم لوگ واپس چلو۔ اس پر تمام بنو فَزَارَہ لڑائی سے کنارہ کش ہو گئے اور ان لوگوں کو شکست ہوئی تو وہ بھاگے اور طُلَیحہ کے ارد گرد اکٹھے ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ آپ ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ اس سے پہلے

ہی طُلَیحہ نے اپنے لیے اپنا گھوڑا اور اپنی بیوی نَوار کے لیے اونٹ تیار کر رکھا تھا۔ وہ کھڑا ہوا اور لپک کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اپنی بیوی کو سوار کیا پھر اس کے ساتھ بھاگ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ تم میں سے جو کوئی بھی اس کی استطاعت رکھتا ہے جیسا مَیں نے کیا ہے وہ بھی ایسا کرے اور اپنے اہل کو بچائے۔ دوڑ جاؤ میدان جنگ سے۔ پھر طُلَیحہ نے حُوشِیَّہ کی راہ اختیار کی یہاں تک کہ شام پہنچ گیا۔ اس کی جماعت پراگندہ ہو گئی اور اللہ نے ان میں سے بہتوں کو مار دیا۔ بہت سے مارے گئے۔ ایک روایت کے مطابق طُلَیحہ میدان جنگ سے بھاگ کر نَقْع میں بنو کَلْب کے پاس مقیم ہو گیا اور وہاں جا کے اسلام لے آیا۔ نقع بھی طائف کے اطراف میں مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات تک وہ بنو کَلْب میں ہی مقیم رہا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ261-262، 264مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)
(معجم البلدان جلد5 صفحہ346، جلد2 صفحہ215)

بنو عامر اپنے خاص و عام افراد کے ساتھ اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے اور قبائل سُلَیم اور ہَوَازِن کا بھی یہی حال تھا۔ پھر جب اللہ نے بنو فَزَارَہ اور طُلَیحہ کو بری طرح شکست دی تو وہ قبائل یہ کہتے ہوئے آئے کہ جس دین سے ہم نکلے تھے ہم پھر اسی میں داخل ہوتے ہیں۔ وہ خود ہی آ کے اسلام میں شامل ہو گئے اور کہا ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہیں اور اپنے جان اور مال کے متعلق اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو تسلیم کرتے ہیں۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 260تا 262 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

تاریخ طبری کی ایک روایت میں ہے کہ اہل بُزَاخَہ کی شکست کے بعد بنو عامر آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم دین میں داخل ہوتے ہیں جس سے ہم نکل گئے تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سے اس شرط پر بیعت لی جو آپؓ نے اہل بُزَاخَہ یعنی اَسَد، غَطَفَان اور طَے سے لی تھی اور ان سب نے اسلام قبول کرنے کی شرط پر اطاعت قبول کر لی۔ اس بیعت کے الفاظ یہ تھے۔ تم سے اللہ تعالیٰ کا عہد و پیمان لیا جاتا ہے کہ تم ضرور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ گے اور ضرور نماز کو قائم کرو گے اور ضرور زکوٰۃ ادا کرو گے اور اسی چیز پر تم اپنے بیٹوں اور عورتوں کی طرف سے بھی بیعت کرو گے۔ اس پر وہ کہتے ہاں۔

(الکامل فی التاریخ۔ جلد2 صفحہ210-211مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 2003ء)

حضرت خالدؓ نے اَسَد، غَطَفَان، ہَوازِن، سُلَیم اور طَے میں سے کسی کی بیعت قبول نہیں کی سوائے اس کے کہ وہ ان تمام لوگوں کو مسلمانوں کے حوالے کر دیں جنہوں نے ارتداد کی حالت میں اپنے ہاں کے مسلمانوں کو آگ میں جلایا تھا اور ان کا مُثلہ کیا تھا اور مسلمانوں پر چڑھائی کی تھی۔

حضرت خالدؓ نے ان سے یہ بیعت اس صورت میں لی کہ اپنے ان لوگوں کو ہمارے سپرد کرو جنہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا، قتل کیا، ان کے گھروں کو آگ لگائی۔ مسلمانوں کو آگ میں جلایا۔ پھر ان کا مُثلہ کیا اور آگ میں جلایا۔ یہ ساری باتیں کیں۔ انہوں نے کہا ہمارے حوالے کرو گے پھر تمہاری بیعت قبول کی جائے گی۔ وہ ملزمان جو ہیں، سارے مجرم جو ہیں وہ سب پیش ہوں۔ پس ان تمام قبائل نے ان لوگوں کو حضرت خالدؓ کے سپرد کر

دیا تو حضرت خالدؓ نے ان قبائل کی بیعت کو قبول کر لیا اور جن لوگوں نے مسلمانوں پر مظالم کیے تھے ظلم کرنے والے جو لوگ تھے ان کے اعضاء بھی قطع کرا دیے اور ان کو آگ میں بھی جلایا گیا۔

(الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصی جزء1 صفحہ76 مطبوعہ دارالکتاب1997ء)

بہرحال جو ظلم انہوں نے مسلمانوں پر کیے تھے جیسا کہ گذشتہ خطبہ میں مَیں بیان کر چکا ہوں سزا کے طور پر ان سے اسی طرح سلوک کیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حضرت خالدؓ کے ایک خط کا ذکر ہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے قُرَّہ بن ہُبَیرہ اور اس کے چند ساتھیوں کو رسیوں سے باندھ دیا اور پھر قُرَّہ اور دوسرے قیدیوں کو حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے پاس روانہ کیا اور آپؓ کی خدمت میں لکھا کہ بنو عامر اسلام سے روگردانی اور انتظار کے بعد پھر سے اسلام میں داخل ہو گئے ہیں۔ جن قبائل سے میری جنگ ہوئی یا جن سے بغیر جنگ کے مصالحت ہوئی مَیں نے ان سب سے کسی کی بیعت قبول نہیں کی یہاں تک کہ وہ ان لوگوں کو میرے پاس لائیں جنہوں نے مسلمانوں پر طرح طرح کے مظالم کیے تھے۔ مَیں نے ان کو قتل کر دیا۔ قُرَّہ اور اس کے ساتھیوں کو آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے بھی حضرت خالدؓ کے نام ایک خط لکھا جو نافع سے مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس خط کے جواب میں حضرت خالدؓ کو لکھا کہ جو کچھ تم نے کیا اور جو کامیابی تم کو حاصل ہوئی اللہ تم کو اس کی جزائے خیر دے۔ تم اپنے ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہو۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ (النحل:129)۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہیں۔

تم اللہ کے کام میں پوری جدوجہد کرنا اور تساہل نہ کرنا۔ جس شخص نے کسی مسلمان کو مارا ہو اور وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے تو اس کو ضرور قتل کر دو اور اس طرح قتل کرو کہ دوسرے عبرت پکڑیں۔ وہ لوگ جنہوں نے خدا کے حکم سے نافرمانی کی ہو اور اسلام کے دشمن ہوں ان کے قتل سے اگر اسلام کو فائدہ پہنچتا ہو تو قتل کر سکتے ہو۔ حضرت خالدؓ ایک ماہ بُزَاخَہ میں فروکش رہے اور اس قسم کے لوگوں کی تلاش میں ہر طرف چھاپے مار کر ان لوگوں کو گرفتار کرتے رہے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 265 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

اور یوں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت کے مطابق ان لوگوں کو سخت سزائیں دیں۔ قُرَّہ بن ہُبَیرہ اور عُیَیْنہ بن حِصن کے قید ہو کر مدینہ آنے کے متعلق تاریخ طبری میں اس طرح ذکر آتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے بنو عامر کے معاملے کا تصفیہ کر کے جب ان سے بیعت لے لی اور عُیَیْنہ بن حِصن اور قُرَّہ بن ہُبَیرہ کو قید کر کے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیا اور جب یہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے آئے تو قُرَّہ نے کہا کہ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مَیں مسلمان ہوں۔ حضرت عمرو بن عاصؓ میرے اسلام کے گواہ ہیں۔ جب وہ میرے پاس سفر کے دوران آئے مَیں نے ان کو اپنا مہمان بنایا، ان کی تعظیم و تکریم کی اور ان کی حفاظت کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو بلا کر اس کی تصدیق چاہی۔

حضرت عمرؓ نے تمام واقعہ بیان کیا اور جو کچھ قُرَّہ نے کہا تھا وہ بتایا اور جب وہ زکوٰۃ کے متعلق اس کی گفتگو کو بیان کرنے لگے تو قُرَّہ نے کہا بس کیجیے آگے بیان نہ کریں۔ اس پر انہوں نے کہا اللہ کی رحمت ہو۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ نہیں ہو سکتا۔ مَیں تو پوری بات حضرت ابو بکرؓ سے بیان کروں گا۔ چنانچہ انہوں نے تمام گفتگو بیان کر دی۔ قُرَّہ نے زکوٰۃ کے حوالے سے پہلے کہا تھا کہ اس کے مطالبہ کو ختم کر دیں تو عرب بات سنیں گے یعنی زکوٰۃ نہ لی جائے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے کہا گویا تم کافر ہو چکے تو قُرَّہ نے کہا پھر آپ زکوٰۃ کے مطالبے کا ایک وقت مقرر کر دیں تو ہم لوگ مل کر فیصلہ کر لیں گے کہ زکوٰۃ دینی ہے کہ نہیں دینی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس سے درگزر کیا۔ بہر حال اس کی باتیں سننے کے باوجود حضرت ابو بکرؓ نے اس سے درگزر کیا اور اس کی جان بخشی کر دی۔

عُیَینہ بن حِصن اس حالت میں مدینہ آیا کہ اس کے دونوں ہاتھ رسی سے اس کی گردن پر بندھے تھے۔ مدینہ کے لڑکے اسے کھجور کی شاخیں چبھو رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے اللہ کے دشمن! کیا ایمان لانے کے بعد تُو کافر ہو گیا ہے؟ تو اُس نے کہا بخدا! مَیں آج کے دن تک کبھی اللہ پر ایمان ہی نہیں لایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس **سے درگزر کیا اور اس کی بھی جان بخشی کر دی۔**

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 263-264 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

ایک اَور مصنف لکھتے ہیں کہ عُیَینہ کو خلیفۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر کیا گیا۔ اس نے حضرت ابو بکرؓ سے عفو و درگزر کا ایسا برتاؤ پایا جس کا اس کو یقین نہ تھا۔ آپ نے اس کے ہاتھ کھولنے کا حکم دیا۔ پھر اس سے توبہ کا مطالبہ کیا تو عُیَینہ نے خالص توبہ کا اعلان کیا اور اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہوئے معذرت پیش کی اور اسلام لایا پھر اچھی طرح اسلام پر کاربند رہا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 326 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

جھوٹے مدعیٔ نبوت اور باغی، طُلَیحہ اسدی نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ طُلَیحہ اسدی کے اسلام لانے کا سبب یہ ہوا کہ جب اسے اطلاع ملی کہ قبیلہ اسد، غطفان اور بنو عامر مسلمان ہو چکے ہیں تو وہ بھی مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ حضرت ابو بکرؓ کی امارت میں عمرہ کرنے مکہ روانہ ہوا۔ وہ مدینہ کے اطراف سے گزرا تو حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا گیا یہ طُلَیحہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا مَیں اس کا کیا کروں؟ اس کو چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ نے اسے اسلام کی طرف ہدایت دے دی ہے۔ طُلَیحہ مکہ کی طرف گیا اور عمرہ ادا کیا۔ پھر حضرت عمرؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد ان کی بیعت کرنے آیا تو حضرت عمرؓ نے اس سے کہا کہ تم عکاشہ اور ثابت کے قاتل ہو۔ بخدا! مَیں کبھی تم کو پسند نہیں کر سکتا۔ طُلَیحہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ ان دو شخصوں کا کیا غم کرتے ہیں جن کو اللہ نے میرے ہاتھوں سے عزت دی۔ شہید ہوئے اور مجھے ان دونوں کے ہاتھوں ذلیل نہیں کیا۔ یعنی میں ذلیل نہیں ہوا۔ ان کے حملے سے مرا نہیں ورنہ میں جہنم میں جاتا اور آج میں اسلام قبول کر کے اللہ تعالیٰ کا فضل پانے والا بن رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس سے بیعت لے لی اور کہا اے دھوکے باز! تمہاری کہانت میں سے کیا باقی ہے؟ یعنی تم کاہن تھے اس میں سے ابھی بھی کچھ کہانت کا کام کرتے ہو؟ اس نے کہا کہ ایک آدھ پھونک مار لیتا ہوں۔ پھر وہ اپنی قوم کی قیام

گاہ کی طرف آیا اور وہیں مقیم رہا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ264 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

عراق کی جنگوں میں طُلَیحہ نے ایرانیوں کے مقابلے میں کارہائے نمایاں انجام دیے۔ مسلمان ہونے کے بعد عراق کی جنگوں میں یہ لڑا اور اچھا لڑا اور جنگ نَہَاوَنْد میں 21ر ہجری میں شہید ہوا۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 144، بک کارنر شوروم بک سٹریٹ جہلم پاکستان)

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جزء3 صفحہ441 دارالکتب العلمیۃ بیروت2005ء)

حضرت خالد بن ولید کا ظَفَر، یہ ایک علاقہ ہے اس جانب جانا اور اُمِّ زِمل سلمٰی بنت اُمِّ قِرْفَہ کی طرف پیش قدمی۔ ام زِمل کا نام سلمٰی بنت مالِک بن حُذَیفہ تھا جو اپنی ماں اُمِّ قِرْفہ بنت رَبِیعہ سے مشابہ تھی۔ وہ عزت و شہرت میں اپنی ماں جیسی تھی اور اس کے پاس اُمِّ قرفہ کا اونٹ بھی تھا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 265 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

اُمِّ قِرْفہ کا تعارف یہ ہے کہ اُمِّ قرفہ کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا اور وہ بنو فَزَارَہ کی سردار تھی۔ یہ عورت اپنی قوت اور حفاظتی انتظامات کے طور پر ایک ضرب المثل مانی جاتی تھی۔ اس کے گھر میں ہر وقت پچاس تلواریں آویزاں رہتی تھیں اور پچاس مردانِ شمشیر زَن ہر وقت وہاں موجود ہوتے تھے۔ یہ سب کے سب اس کے بیٹے اور پوتے تھے۔ اس کے ایک بیٹے کا نام قرفہ تھا اس کی وجہ سے اس کی کنیت اُمِّ قرفہ تھی جبکہ اس کا اصلی نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ اس کا گھر وَادِی القُرٰی کی ایک جانب تھا جو مدینہ طیبہ سے سات رات کی مسافت پر تھا۔

(پیغمبر اسلام ﷺ اور غزوات و سرایا از حکیم محمود احمد ظفر صفحہ 447 مطبوعہ شفیق پریس)

ام قرفہ کی طرف ایک سَرِیَّہ چھ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ اُمِّ قرفہ کی سرکوبی کی ایک وجہ یہ تھی کہ اس نے مدینہ پر حملہ کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش کی تھی۔ اس بارے میں ایک مصنف نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ اس نے اپنے تیس بیٹوں اور پوتوں کا ایک دستہ تیار کیا اور کہا کہ مدینہ پر چڑھائی کرو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرو۔ اس لیے مسلمانوں نے اس فتنہ باز عورت کو کیفرِ کردار تک پہنچا دیا۔

(ضیاء النبی ﷺ از پیر محمد اکرم شاہ الازہری جلد4 صفحہ 121 مطبوعہ تخلیق مرکز پرنٹرز لاہور1420ھ)

اس کا دوسرا سبب یہ تھا کہ حضرت زید بن حارثہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کے پاس دیگر صحابہ کرام کے اموالِ تجارت تھے۔ جب وادی القرٰی پہنچے تو قبیلہ فَزَارَہ کی شاخ بنو بدر کے بہت سے آدمی نکل آئے۔ انہوں نے حضرت زیدؓ اور ان کے ساتھیوں کو سخت مارا پیٹا اور سارا سامان بھی چھین لیا۔ انہوں نے واپس آکر بارگاہِ رسالت میں یہ واقعہ عرض کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر اُن کے ساتھ بھیجا تا کہ ان لٹیروں کی گوشمالی کرے۔

(ضیاء النبی ﷺ از پیر محمد کرم شاہ الازہری جلد4 صفحہ 120 مطبوعہ ضیاع القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ام قرفہ کی بیٹی اُمِّ زِمل سلمٰی کا واقعہ یوں ہے کہ غَطَفَان، طَے، سُلَیم اور ہَوَازِن کے بعض لوگ جنہوں نے بُزَاخَہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں شکست کھائی تھی، بھاگ کر اُمِّ زِمل سلمٰی بنت مالک کے پاس پہنچے اور وعدہ کیا

کہ اس کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے جانیں قربان کر دیں گے لیکن پیچھے نہیں ہٹیں گے۔
(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ منسوب بہ استاذ عمر ابو النصر، صفحہ 610، مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور)

غطفان کے شکست خوردہ لوگ ظَفَر میں جمع ہو گئے۔ یہ ظَفَر جو ہے بصریٰ اور مدینہ کے راستے پر ایک مقام ہے۔ یہ حَوأب کے قریب ایک مقام ہے۔ حَوأب بھی مدینہ اور بصریٰ کے راستے پر ایک جگہ ہے اور وہاں ایک کنواں ہے۔ وہاں ام زِمل سلمٰی نے ان لوگوں کو ان کی شکست پر غیرت دلائی اور جنگ کا حکم دیا اور پھر خود بھی مختلف قبائل میں بار بار چکر لگا کر ان کو حضرت خالدؓ سے جنگ کے لیے اکسایا یہاں تک کہ وہ لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور جنگ کے لیے دلیر ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکانے والی تھی اور ہر طرف سے بھٹکے ہوئے لوگ اس کے پاس آ گئے۔ اس سے قبل اُمّ قرفہ کی زندگی میں یہ اُمّ زِمل سلمٰی قید ہو کر حضرت عائشہؓ کو ملی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ یہ کچھ عرصہ ان کے پاس رہی پھر اپنی قوم میں چلی آئی۔ وہاں جا کے مرتد ہو گئی۔

(الکامل فی التاریخ۔ جلد2 صفحہ211 ذکر ردۃ بنی عامر، و ھوازن و سلیم۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ 2003ء)
(المعجم البلدان جلد4 صفحہ 68، جلد2 صفحہ 360)

جب حضرت خالدؓ کو اس کی اطلاع ہوئی وہ اس وقت مجرموں کی گرفتاری، زکوٰۃ کی تحصیل، دعوتِ اسلام اور لوگوں کی تسکین میں منہمک تھے تو اُمّ زِمل سلمٰی کے مقابلہ کے لیے بڑھے جس کی شوکت اور طاقت بہت بڑھ چکی تھی اور اس کا معاملہ بہت شدت اختیار کر گیا تھا۔ پس حضرت خالدؓ اس کے اور اس کی جمعیتوں سے مقابلے کے لیے آگے بڑھے۔ نہایت شدید جنگ ہوئی۔ اُمّ زِمل سلمٰی اس وقت اپنی ماں کی طرح بڑی شان سے اپنی ماں کے اونٹ پر سوار تھی اور دونوں لشکروں کے درمیان شدید جنگ ہوئی۔ اُمّ زِمل اونٹ پر سوار اشتعال انگیز تقریروں سے برابر فوج کو جوش دلا رہی تھی۔ مرتدین بھی بڑی بہادری سے جان توڑ کر لڑ رہے تھے۔ اُمّ زِمل کے اونٹ کے گرد سو اونٹ اَور تھے جن پر بڑے بڑے بہادر سوار تھے اور بڑی پامردی سے اُمّ زِمل کی حفاظت کر رہے تھے۔ مسلمان شہسواروں نے اُمّ زِمل کے پاس پہنچنے کی سر توڑ کوشش کی لیکن اس کے محافظوں نے ہر بار انہیں پیچھے ہٹا دیا۔ پورے سو آدمیوں کو قتل کرنے کے بعد مسلمان آخر کار اُمّ زِمل کے اونٹ کے قریب پہنچے۔ وہاں پہنچتے ہی انہوں نے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالیں اور اُمّ زِمل کو قتل کر دیا۔ اس کے ساتھیوں نے جب اس کے اونٹ کو گرتے اور اُسے قتل ہوتے دیکھا تو اُن کی ہمت نے جواب دے دیا اور بدحواس ہو کر بے تحاشا میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ اس طرح اس فتنہ کی آگ ٹھنڈی ہو گئی **اور جزیرہ نما عرب کے شمال مشرقی حصہ میں ارتداد اور بغاوت کا خاتمہ ہو گیا۔**
(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل۔ اردو ترجمہ ص156-157 مطبوعہ بک کارنر جہلم)

حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس فتح کی بشارت بھیجی۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 265 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں یہ ذکر ابھی آگے بھی ان شاء اللہ بیان ہو گا۔ اس وقت اتنا ہی بیان کرتا ہوں۔

اس وقت میں دو مرحومین کا ذکر بھی کروں گا۔ جمعہ کی نماز کے بعد ان کے جنازے پڑھاؤں گا۔ پہلے **صابرہ بیگم صاحبہ اہلیہ رفیق احمد** بٹ صاحب سیالکوٹ ہیں جو گذشتہ دنوں وفات پا گئی تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ مرحومہ کے بارے میں ان کے بیٹے نے لکھا ہے کہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، دعا گو، مہمان نواز، غریب پرور، نیک فطرت خاتون تھی۔ خلافت کے ساتھ گہری وابستگی تھی اور عقیدت کا تعلق تھا۔ باقاعدہ اہتمام کے ساتھ خطبات سنا کرتی تھیں۔ واقفینِ زندگی کا بہت احترام کرتی تھیں۔ ان کے بیٹے نسیم بٹ صاحب کاڈونا (Kaduna) نائیجیریا میں مربی سلسلہ ہیں۔ میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ کے جنازے اور تدفین میں شامل نہیں ہو سکے تھے اس لیے ان کا جنازہ پڑھا رہا ہوں۔ ان کا سارا خاندان ہی، ان کے خاوند بھی اور باقی ان کے بیٹے، پوتے جماعت کی خدمت کرنے میں پیش پیش ہیں۔

دوسرا **جو ذکر ہے وہ جنازہ ثریا رشید صاحبہ کا ہے۔** مرحومہ رشید احمد باجوہ صاحب کی اہلیہ تھیں۔ 20/اپریل کو ان کی کینیڈا میں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ بھی بڑی نیک خاتون تھیں۔ تقویٰ شعار، دعا گو، غریب پرور، مہمان نواز، ملنسار۔ عرصہ تک انہیں اپنے محلہ کی صدر لجنہ کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ بچوں کو قرآن کریم پڑھانے کی بھی ان کو بہت زیادہ توفیق ملی اور پھر ربوہ آ گئیں جہاں انہوں نے اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کی وجہ سے اپنا سب کچھ بیچ کے ربوہ آ کر اپنا گھر بنایا۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے بھی ایک بیٹے سفیر باجوہ صاحب ربوہ میں مربی سلسلہ ہیں۔ ایک بیٹی بھی مربی سلسلہ کی اہلیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کو اور ان کی نسلوں کو بھی ان نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24/مئی تا 30/مئی 2022ء خصوصی اشاعت برائے یومِ خلافت جلد 29 شمارہ 41-42 صفحہ 05 تا 09)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13/ مئی 2022ء بمطابق 13/ ہجرت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کے جو فتنے تھے ان کے خلاف جو مہمات ہوئیں ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں **حضرت خالد بن ولیدؓ کی بُطاح کے علاقہ کی جانب، مالک بن نُوَیْرَہ کی** طرف پیش قدمی کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے۔ بُطاح بنو اسد کے علاقے میں ایک چشمہ کا نام ہے۔ مالک بن نُوَیْرَہ کا تعلق بنو تمیم کی ایک شاخ بنو یربوع سے تھا۔ اس نے 9/ ہجری میں اپنی قوم کے ساتھ مدینہ آ کر اسلام قبول کیا۔ مالک بن نُوَیْرَہ اپنی قوم کے سرداروں میں سے ایک تھا۔ عرب کے مشہور بہادر اور شہسواروں میں اس کا شمار ہوتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنے قبیلہ کی زکوٰۃ کے اموال وصول کرنے اور جمع کرنے کی ڈیوٹی سپرد کرتے ہوئے عاملِ زکوٰۃ کے عہدے پر مقرر کیا تھا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور عرب میں ارتداد اور بغاوت کی لہر اٹھی تو مالک بن نُوَیْرَہ بھی مرتد ہونے والوں میں سے ایک تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر اس کو پہنچی تو اس نے خوشی اور مسرت کا جشن منایا۔ اس کے گھر کی عورتوں نے مہندی لگائی، ڈھول بجائے اور خوب فرحت و شادمانی کا اظہار کیا اور اپنے قبیلے کے ان مسلمانوں کو قتل کیا جو زکوٰۃ کی فرضیت کے قائل ہونے کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کی رقم کو مسلمانوں کے مرکز یعنی مدینہ میں بھجوانے کے بھی قائل تھے۔

پس یہ بھی بات یاد رکھنے والی ہے کہ ہر ایک شخص جس کو سزا دی گئی یا جس کے خلاف سختی کے اقدام کیے گئے اس نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی صرف یہی نہیں کہ مرتد ہو گئے تھے۔ بہرحال اس ضمن میں مزید ہے کہ اس نے ایک طرف تو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا اور زکوٰۃ کے جمع شدہ اموال اپنی قوم کے لوگوں کو واپس کر دیے اور دوسری طرف نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والی باغیہ سَجَاح بنت حارث کے ساتھ شامل ہو گیا جو کہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے آئی تھی۔

(الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد5صفحہ 560 دارالکتب العلمیۃ بیروت) (سیرت سیدنا صدیق ابو بکرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 598، 713 مشتاق بک کارنر لاہور) (فرہنگ سیرت صفحہ 63 زوار اکیڈیمی کراچی) (معجم البلدان جلد1 صفحہ 527)

سَجَاحْ کا تعارف یہ ہے کہ سَجَاحْ بنت حارث اس کا نام تھا۔ ام صَادِرْ کنیت تھی۔ عرب کی ایک کاہنہ تھی اور ان چند مدعیانِ نبوت اور باغی قبائلی سرداروں میں سے تھی جو عرب میں ارتداد سے تھوڑی مدت پہلے یا اس کے

دوران نمودار ہوئے تھے۔ سَجَاحْ قبیلہ بنو تمیم سے تعلق رکھتی تھی اور ماں کی جانب سے اس کا نسب قبیلہ بنو تَغْلَب سے جاملتا تھا جو اکثر مسیحی تھے۔ سَجَاحْ خود بھی مسیحی تھی اور اپنے مسیحی قبیلہ اور خاندان کی بنا پر مسیحیت کی اچھی خاصی عالم عورت تھی۔ یہ عراق سے مریدوں کے ساتھ آئی تھی اور مدینہ پر حملہ کا ارادہ رکھتی تھی۔ بعض مؤرخین کا کہنا ہے کہ سَجَاحْ ایرانیوں کی سازش کے تحت عرب میں داخل ہوئی تھی تا کہ حالات کو دیکھ کر ایرانی حکومت کے زوال پذیر اقتدار کو تھوڑا سنبھالا دیا جاسکے۔ بہر حال سَجَاحْ ان عوامل سے متاثر ہو کر جزیرۂ عرب میں داخل ہوئی۔ یہ طبعی امر تھا کہ وہ سب سے پہلے اپنی قوم بنو تمیم میں پہنچی۔ ایک گروہ زکوٰۃ ادا کرنے اور خلیفہ رسول اللہ کی اطاعت کرنے پر آمادہ تھا لیکن اس قبیلہ کا دوسرا فریق اس کی مخالفت کر رہا تھا۔ ایک تیسرا فریق بھی تھا جس کی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا کرے اور کیا نہ کرے۔ بہر حال اس اختلاف نے اتنی شدت اختیار کی کہ بنو تمیم نے آپس ہی میں لڑنا اور جدال اور قتال شروع کر دیا۔ اسی اثنا میں ان قبائل نے سَجَاحْ کے آنے کی خبر سنی اور انہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ س سَجَاحْ مدینہ پہنچ کر ابو بکرؓ کی فوجوں سے جنگ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ پھر تو اختلاف نے مزید وسعت اختیار کر لی۔ سَجَاحْ اس ارادے سے بڑھی چلی آرہی تھی کہ وہ اپنے عظیم الشان لشکر کے ہمراہ اچانک بنو تمیم میں پہنچ جائے گی اور اپنی نبوت کا اعلان کر کے انہیں اپنے آپ پر ایمان لانے کی دعوت دے گی۔ سارا قبیلہ بالاتفاق اس کے ساتھ ہو جائے گا اور عُیَینہ کی طرح بنو تمیم بھی اس کے متعلق یہ کہنا شروع کر دیں گے کہ بنو یَرْبُوع کی نَبِیَّہ قریش کے نبی سے بہتر ہے کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے ہیں اور سَجَاحْ زندہ ہے۔ اس کے بعد وہ بنو تمیم کو ہمراہ لے کر مدینہ کی طرف کُوچ کرے گی، یہ اس کا پلان تھا، اور ابو بکرؓ کے لشکر سے مقابلہ کے بعد فتح یاب ہو کر مدینہ پر قابض ہو جائے گی۔ بہر حال سَجَاحْ اور مالک بن نُوَیْرَہ کا آپس میں رابطہ بھی ہوا۔ سَجَاحْ اپنے لشکر کے ہمراہ جب بنو یربوع کی حدود پر پہنچ گئی تو وہاں ٹھہر گئی اور قبیلہ کے سردار مالک بن نُوَیْرَہ کو بلا کر مصالحت کرنے اور مدینہ پر حملہ کرنے کی غرض سے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی۔ مالک نے صلح کی دعوت تو قبول کر لی لیکن اس نے اسے مدینہ پر چڑھائی کے ارادے سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ مدینہ پہنچ کر ابو بکر کی فوجوں کا مقابلہ کرنے سے بہتر یہ ہے کہ پہلے اپنے قبیلہ کے مخالف عنصر کا صفایا کر دیا جائے۔ سَجَاحْ کو بھی یہ بات پسند آئی اور اس نے کہا کہ جو تمہاری مرضی ہے۔ میں تو بنو یربوع کی ایک عورت ہوں جو تم کہو گے وہی کروں گی۔ سَجَاحْ نے مالک کے علاوہ بنو تمیم کے دوسرے سرداروں کو بھی مصالحت کی دعوت دی لیکن وَکِیع کے سوا کسی نے یہ دعوت قبول نہیں کی۔ اس پر سَجَاحْ نے مالک، وَکِیع اور اپنے لشکر کے ہمراہ دوسرے سرداروں پر دھاوا بول دیا۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں جانبین کی کثیر تعداد، آدمی قتل ہوئے اور ایک ہی قبیلے کے لوگوں نے ایک دوسرے کو گرفتار کر لیا لیکن کچھ ہی عرصہ کے بعد مالک اور وکیع نے یہ محسوس کیا کہ انہوں نے اس عورت کی اتباع کر کے سخت غلطی کی ہے۔ اس پر انہوں نے دوسرے سرداروں سے مصالحت کر لی اور ایک دوسرے کے قیدی واپس کر دیے۔ اس طرح قبیلہ تمیم میں امن قائم ہو گیا۔ اب یہاں سَجَاحْ نے جب دیکھا کہ اس کی دال گلنی مشکل ہے، جو مقصد لے کے آئی تھی وہ پورا نہیں ہو سکتا تو اس نے بنو تمیم سے بوریا بستر اٹھایا اور مدینہ کی جانب کوچ کر دیا۔ بِنَباجْ کی بستی میں پہنچ کر اَوس بن خُزَیمہ سے

اس کی مڈھ بھیڑ ہوئی جس میں سَجَاحْ نے شکست کھائی اور اوس بن خزیمہ نے اس طرح پر اسے واپس جانے دیا کہ اس امر کا پختہ ارادہ کرے کہ وہ مدینہ کی جانب پیش قدمی نہیں کرے گی۔ اس واقعہ کے بعد اہلِ جزیرہ کی فوج کے سردار ایک جگہ جمع ہوئے اور انہوں نے سَجَاحْ سے کہا اب آپ ہمیں کیا حکم دیتی ہیں۔ مالک اور وکیع نے اپنی قوم سے صلح کر لی ہے۔ نہ وہ ہمیں مدد دینے کے لیے تیار ہیں اور نہ اس بات پر رضامند کہ ہم ان کی سرزمین سے گزر سکیں۔ ان لوگوں سے بھی ہم نے یہ معاہدہ کیا ہے اور مدینہ جانے کے لیے ہماری راہ مسدود ہو گئی ہے۔ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟ سَجَاحْ نے جواب دیا کہ اگر مدینہ جانے کی راہ مسدود ہو گئی ہے تو بھی فکر کی کوئی بات نہیں تم یمامہ چلو۔ انہوں نے کہا اہلِ یمامہ شان و شوکت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں اور مسیلمہ کی طاقت اور قوت بہت زیادہ ہو چکی ہے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب اس کے لشکر کے سرداروں نے سَجَاحْ سے آئندہ اقدام سے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ عَلَيْكُمْ بِالْيَمَامَةِ، وَدُفُّوْا دَفِيفَ الْحَمَامَةِ، فَإِنَّهَا غَزْوَةٌ صَرَّامَةٌ، لَا يَلْحَقُكُمْ بَعْدَهَا مَلَامَةٌ کہ یمامہ چلو۔ کبوتر کی طرح تیزی سے ان پر جھپٹو۔ وہاں ایک زبردست جنگ پیش آئے گی جس کے بعد تمہیں پھر کبھی ندامت نہ اٹھانی پڑے گی۔ یہ مُسَجَّع مُقَفّٰی عبارت سننے کے بعد جسے اس کے لشکر والے وحی خیال کرتے تھے کہ نبی ہے۔ اس کو وحی ہوئی ہے۔ اس کے لیے ان کا حکم ماننے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ اس کا حکم مانا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل، مترجم شیخ احمد پانی پتی۔ صفحہ 193 تا 198۔ اسلامی کتب خانہ)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 10 صفحہ 738 مطبوعہ لاہور)

سجاح جب اپنے لشکر کے ہمراہ یمامہ پہنچی تو مسیلمہ کو بڑا فکر پیدا ہوا۔ اس نے سوچا کہ اگر وہ سَجَاحْ کی فوجوں سے جنگ میں مشغول ہو گیا تو اس کی طاقت کمزور ہو جائے گی۔ اسلامی لشکر اس پر دھاوا بول دے گا اور ارد گرد کے قبائل بھی اس کی اطاعت کا دم بھرنے سے انکار کر دیں گے۔ یہ سوچ کر اس نے سَجَاحْ سے مصالحت کرنے کی ٹھانی۔ پہلے اسے تحفے تحائف بھیجے۔ پھر کہلا بھیجا کہ وہ خود اس سے ملنا چاہتا ہے۔ اس نے مسیلمہ کو باریابی کی اجازت دے دی۔ مسیلمہ بنو حنیفہ کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ اس کے پاس آیا اور خلوت میں اس سے گفتگو کی اور اس گفتگو میں مسیلمہ نے کچھ مسجع مقفی عبارتیں سَجَاحْ کو سنائیں جن سے وہ بہت متاثر ہوئی۔ سَجَاحْ نے بھی جواب میں اسی قسم کی عبارتیں سنائیں۔ سجاح کو پوری طرح اپنے قبضہ میں لینے اور ہمنوا بنانے کے لیے مسیلمہ نے یہ تجویز پیش کی کہ ہم دونوں اپنی نبوتوں کو یکجا کر لیں اور باہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جائیں، شادی کر لیں۔ سَجَاحْ نے یہ مشورہ قبول کر لیا اور مسیلمہ کے ساتھ اس کے کیمپ میں چلی گئی۔ تین روز تک وہاں رہنے کے بعد یہ اپنے لشکر میں واپس آئی اور ساتھیوں سے ذکر کیا کہ اس نے مسیلمہ کو حق پر پایا ہے اس لیے اس سے شادی کر لی ہے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کچھ مہر بھی مقرر کیا۔ اس نے کہا مہر تو مقرر نہیں کیا۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ آپ واپس جائیں اور مہر مقرر کر کے آئیں کیونکہ آپ جیسی شخصیت کے لیے مہر کے بغیر شادی کرنا زیبا نہیں۔ چنانچہ وہ مسیلمہ کے پاس واپس گئی اور اسے مہر کے بارے میں اپنی آمد کے مقصد سے آگاہ کیا۔ مسیلمہ نے اس کی خاطر عشاء اور فجر کی نمازوں میں تخفیف کر دی۔ یعنی کہ عشاء اور فجر کی نمازوں میں کمی کر دی اور وہ بند کر دیں۔

بہر حال مہر کے بارے میں یہ تصفیہ ہوا کہ مسیلمہ یمامہ کی زمینوں کے لگان کی نصف آمد سَجَاحْ کو بھیجے گا۔ سَجَاحْ نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آئندہ سال کی نصف آمدنی میں سے اس کا حصہ پہلے ہی ادا کر دے۔ اس پر مسیلمہ نے نصف سال کی آمدنی کا حصہ اسے دے دیا جسے لے کر وہ جزیرہ واپس آ گئی۔ بقیہ نصف سال کی آمدنی کے حصول کے لیے اس نے اپنے کچھ آدمیوں کو بنو حنیفہ ہی میں چھوڑ دیا۔ سَجَاحْ بدستور بنو تغلب میں مقیم رہی۔ اس کے بارے میں یہ بھی آتا ہے کہ بعد میں اس نے توبہ کر لی اور اسلام قبول کر لیا۔ بعض کے نزدیک حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس نے اسلام قبول کیا یہاں تک کہ حضرت امیر معاویہؓ نے قحط والے سال اسے اس کی قوم کے ساتھ بنو تمیم میں بھیج دیا جہاں وہ وفات تک مسلمان ہونے کی حالت میں مقیم رہی۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ، از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ از شیخ احمد پانی پتی ص198-199)(تاریخ طبری جلد2 صفحہ 271 دار الکتب العلمیة بیروت 2012ء) (البدایة والنهایة جلد 7 صفحہ 259 دار هجر بیروت 1997ء)

مالک بن نویرہ کا قتل:

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولید کو حکم دیا تھا کہ طُلَیْحَہ اَسَدِی کے معاملے سے فارغ ہو کر مالِک بن نُوَیْرَہ کے مقابلے کے لیے جائیں جو بُطَاحْ میں ٹھہرا ہوا تھا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 257 دارالکتب العلمیة بیروت 2012ء)

حضرت خالدؓ جب بُطَاحْ آئے تو انہوں نے وہاں کسی کو بھی نہیں پایا۔ البتہ انہوں نے دیکھا کہ مالک کو جب اسے اپنے معاملہ میں تردد ہوا تو اس نے اپنے تمام ساتھیوں کو ان کی جائیداد کی دیکھ بھال کے لیے بھیج دیا اور اکٹھا ہونے کی ممانعت کی ہے۔ پہلے اس عورت سے علیحدگی بھی ہو چکی تھی یا شاید اس وجہ سے بھی اس میں خیال پیدا ہوا کہ مقابلہ مشکل ہے۔ بہر حال حضرت خالدؓ نے مختلف فوجی دستے ادھر ادھر روانہ کیے اور ان کو ہدایت کی کہ جہاں پہنچیں وہاں پہلے اسلام کی دعوت دیں جو اس کا جواب نہ دے اسے گرفتار کر لائیں اور جو مقابلہ کرے اسے قتل کر دیں۔ انہی دستوں میں سے ایک دستہ مالک بن نُوَیْرَہ کو جس کے ساتھ بنو ثَعْلَبہ بن یَرْبُوع کے چند آدمی عَاصِم، عُبَید، عَرِیْن اور جعفر تھے گرفتار کر کے خالد کے پاس ان کو لایا گیا۔ اس دستے کے لوگوں میں جن میں حضرت ابو قتادہؓ بھی تھے ان کا اختلاف ہو گیا۔ یہاں ایک روایت عروہ کے باپ سے ہے کہ اس موقع پر مہم کے بعد لوگوں نے تو شہادتیں دیں کہ جب ہم نے اذان دی، اقامت کہی اور نماز پڑھی تو ان لوگوں نے بھی ایسا ہی کیا مگر دوسروں نے کہا کہ نہیں ایسا کچھ نہیں ہوا۔ حضرت ابو قتادہؓ نے اس بات کی شہادت دی کہ انہوں نے اذان دی، اقامت کہی اور نماز پڑھی۔ اس اختلاف شہادت کی وجہ سے حضرت خالدؓ نے ان لوگوں کو قید کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 272،273، دارالکتب العلمیة بیروت 2012ء)

مالک بن نُوَیْرَہ کے قتل کے متعلق دو طرح کی روایتیں ملتی ہیں یہ روایت ہے کہ مالک بن نُوَیْرَہ کو قتل کیا گیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس رات اس قدر شدید سردی تھی کہ کوئی چیز اس کی تاب نہیں لاتی تھی۔ جب سردی اَور بڑھنے لگی تو حضرت خالدؓ نے منادی کو حکم دیا۔ اس نے بلند آواز سے کہا کہ أَدْفِئُوا أَسْرَاكُمْ کہ اپنے قیدیوں کو گرم کرو۔ یعنی ان کو سردی سے بچانے کا انتظام کرو لیکن بنو کنانہ میں یہ محاورہ مختلف تھا۔ یہاں کے

محاورے میں اس لفظ کے معنی یہ تھے کہ قتل کرو۔ سپاہیوں نے اس لفظ کا مفہوم مقامی محاورے کے اعتبار سے یہ سمجھ لیا کہ ان قیدیوں کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔

اس پر انہوں نے ان سب کو قتل کر ڈالا۔ حضرت ضِرار بن اَزْوَر نے مالک کو قتل کیا اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ عبد بن اَزْوَر اَسَدی نے مالک کو قتل کیا تھا۔ مگر کلبی کہتے ہیں ضرار بن ازور نے ان کو قتل کیا تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو جب شور وغل سنائی دیا تو وہ اپنے خیمہ سے باہر آئے مگر اس وقت تک سپاہی ان سب قیدیوں کا کام تمام کر چکے تھے۔ اب کیا ہو سکتا تھا۔ انہوں نے کہا اللہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے وہ تو بہر حال ہو کر رہتا ہے۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 273، 274 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

دوسری روایت یہ بھی ہے کہ حضرت خالدؓ نے مالک بن نُوَیْرَہ کو اپنے پاس بلایا۔ سَجَاحْ کا ساتھ دینے اور زکوٰۃ روکنے کے سلسلہ میں اس کو تنبیہ فرمائی اور اسے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ زکوٰۃ نماز کی ساتھی ہے یعنی دونوں ایک جیسے ہی حکم ہیں اور تم نے زکوٰۃ کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ مالک نے کہا تمہارے صاحب کا یہی خیال تھا یعنی بجائے اس کے کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خیال تھا۔ رسول کے بجائے صاحب یا ساتھی کہہ کر پکارا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کیا وہ ہمارے صاحب ہیں۔ تمہارے صاحب نہیں؟ پھر حکم دیا اے ضِرار اس کی گردن اڑا دو۔ پھر اس کی گردن اڑا دی گئی۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 332 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

اس کے مرنے کی ایک روایت یہ ہے۔ تواریخ کی روایات کے مطابق اس سلسلہ میں ابو قتادہ نے خالدؓ سے گفتگو کی اور دونوں کے درمیان بحث ہوئی اور ابو قَتَادَہؓ حضرت خالدؓ سے اختلاف کرتے ہوئے لشکر کو چھوڑ کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس چلے آئے اور حضرت ابو بکرؓ سے شکایت کی کہ خالدؓ نے مالِک بن نُوَیْرَہ کو قتل کروایا ہے جبکہ وہ مسلمان تھا اور پھر اس کی بیوی سے شادی کر لی ہے اور نہ ہی عرب کے لوگ دورانِ جنگ اس طرح کی شادی کو اچھی بات سمجھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے بھی ابو قتادہ کے موقف کی پُرزور حمایت کی۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 273-274 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت ابو بکرؓ ابو قتادہؓ سے اس بات پر سخت برہم ہوئے کہ وہ امیر لشکر حضرت خالدؓ کی اجازت کے بغیر لشکر کو چھوڑ کر مدینہ آئے ہیں اور ان کو حکم دیا کہ وہ حضرت خالدؓ کے پاس واپس جائیں۔ چنانچہ ابو قتادہ حضرت خالدؓ کے پاس واپس چلے گئے۔ (تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 273 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

تاریخ طبری میں اس کی مزید تفصیل یوں مذکور ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں عرض کیا کہ خالدؓ ایک مسلمان کے خون کا ذمہ دار ہے اور اگر یہ بات ثابت نہ ہو سکے تو اس قدر تو ثابت ہے کہ جس سے ان کو قید کر دیا جائے۔ اس معاملے میں کہ قتل تو بہر حال ہوا ہے حضرت عمرؓ نے بہت اصرار کیا۔ چونکہ حضرت ابو بکرؓ اپنے عُمّال اور فوجی افسران کو کبھی قید نہیں کرتے تھے اس لیے انہوں نے فرمایا اے عمر! اس معاملے میں خاموشی اختیار کرو۔ خالد بن ولیدؓ سے اجتہادی غلطی ہوئی ہے۔ تم ان کے بارے میں ہرگز کچھ مت کہو اور حضرت ابو بکرؓ نے مالک کا خون بہا ادا کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے خالد کو خط لکھ کر آنے کو کہا۔ وہ آئے اور انہوں نے اس واقعہ کی پوری تفصیل بیان کی اور معذرت چاہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کی معذرت قبول کی۔ (تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 273، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

ایک روایت میں حضرت خالدؓ کے مدینہ حاضر ہونے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ خالدؓ اس مہم سے پلٹ کر مدینہ آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے۔ جب مسجد میں آئے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا تم نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا اور پھر اس کی بیوی پر قبضہ کر لیا۔ بخدا میں تم کو سنگسار کروں گا۔ خالدؓ نے اس وقت ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کا بھی یہی خیال ہے۔ وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس چلے گئے۔ سارا واقعہ سنایا۔ معذرت چاہی اس پر حضرت ابو بکرؓ نے ان کی معذرت قبول فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ کی خوشنودی حاصل کر کے وہ اٹھ آئے۔ حضرت عمر مسجد میں بیٹھے تھے۔ خالد نے کہا: اے ام شَمْلَہ کے بیٹے! میرے پاس آؤ۔ کیا کہتے ہو۔ حضرت عمرؓ سمجھ گئے کہ حضرت ابو بکرؓ ان سے راضی ہو گئے ہیں جو حضرت خالدؓ اس طرح بات کر کے جا رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ خاموشی سے اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور خالدؓ سے کوئی بات نہیں کی۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 274، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

ایک اَور روایت کے مطابق مالک کا بھائی مُتَمِّم بن نُوَیْرَہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس اپنے بھائی کا قصاص لینے آیا اور اس نے درخواست کی کہ ہمارے قیدی رہا کر دیے جائیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے قیدیوں کی رہائی کے لیے اس کی درخواست قبول کر لی اور حکم لکھ دیا اور مالک کی دیت ادا کر دی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت خالدؓ کے متعلق ابو بکرؓ سے سخت اصرار کیا کہ ان کو برطرف کر دیا جائے اور کہا کہ ان کی تلوار میں بے گناہ مسلمان کا خون ہے مگر حضرت ابو بکرؓ نے کہا عمر! یہ نہیں ہو سکتا۔ میں اس تلوار کو جسے اللہ نے کفار کے لیے نیام سے نکالا ہے پھر نیام میں نہیں رکھوں گا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 273، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

جب حضرت ابو بکرؓ نے دیت ادا کر دی تو شریعت کے مطابق انصاف تو پھر قائم ہو گیا اور مزید کارروائی کی ضرورت نہیں تھی **اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس قصے کو اب بند کرو۔** اس بارے میں مالک بن نُوَیْرَہ کا جو قصہ ہے، اس کے قتل کی بابت جو الزام ہے اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی لکھتے ہیں۔ تحفہ اثنا عشریہ ان کی کتاب ہے اس میں لکھتے ہیں کہ دراصل جو واقعہ پیش آیا اس کی تعبیر ان لوگوں نے صحیح بیان نہیں کی اور جب تک صحیح حالات نہ معلوم ہوں اس وقت تک اعتراض کی بے وقعتی ظاہر ہے۔ سیرت و تاریخ کی معتبر کتابوں میں اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مدعی نبوت طُلَیْحَہ بن خُوَیلد اَسَدِی کی مہم سے حضرت خالدؓ جب فارغ ہو کر نَواحِ بُطَاح کی طرف متوجہ ہوئے تو اطراف اور جوانب کی طرف فوجی دستے روانہ کیے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد اور طریقے کے مطابق ان کو ہدایت کی کہ جس قوم، قبیلہ اور گروہ پر چڑھائی کرو وہاں سے اگر تمہیں اذان سنائی دے تو وہاں قتل و غارت گری سے باز رہو۔ اگر اذان سنائی نہ دے تو اسے دارالحرب قرار دے کر پوری فوجی کارروائی کرو۔ اتفاقاً اس دستہ میں جناب ابو قتادہ انصاریؓ بھی تھے جو مالک بن نُوَیْرَہ کو پکڑ کر حضرت خالدؓ کے پاس لائے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے بُطَاح کی سرداری ملی ہوئی تھی اور اس کے گرد و نواح کے صدقات کی وصولی بھی اسی کے سپرد تھی۔ جناب ابو قتادہؓ نے اذان سننے کی گواہی دی مگر اسی دستے کی ایک جماعت نے کہا کہ ہم نے اذان کی آواز نہیں سنی مگر اس کے پیشتر گرد و نواح کے معتبرین کے ذریعہ یہ بات حتمی اور ثبوتی طور پر معلوم ہو چکی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر مالک بن نُوَیْرَہ کے اہل خانہ

نے خوب جشن منایا تھا۔ عورتوں نے ہاتھوں میں مہندی رچائی تھی، ڈھول بجائے تھے اور خوب خوب فرحت و شادمانی کا اظہار کیا تھا اور مسلمانوں کی اس مصیبت پر خوش ہوئے تھے۔ پھر مزید ایک بات یہ ہوئی کہ مالک بن نُوَیْرَہ سے سوال و جواب کے دوران اس کے منہ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایسے الفاظ نکلے جس کے کفار اور مرتدین اپنی گفتگو میں عادی تھے اور استعمال کرتے تھے۔ یعنی قَالَ رَجُلُکُمْ اَوْ صَاحِبُکُم کہ تمہارے آدمی یا تمہارے ساتھی نے ایسا کہا۔ علاوہ ازیں یہ بات بھی منکشف ہو چکی تھی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر مالک بن نُوَیْرَہ نے وصول شدہ صدقات بھی اپنی قوم کو یہ کہہ کر واپس کر دیے تھے کہ اچھا ہوا اس شخص کی موت سے تم نے مصیبت سے چھٹکارا پا لیا۔ ان حالات اور اپنے سامنے اس کی گفتگو کے انداز سے حضرت خالدؓ کو اس کے ارتداد کا یقین ہو گیا اور آپؓ نے اس کے قتل کا حکم دے دیا اور جب مدینہ میں اس واقعہ کی اطلاع پہنچی اور پھر جناب ابو قتادہؓ بھی آپؓ سے ناراض ہو کر دارالخلافہ پہنچے اور قصور وار حضرت خالد کو ہی ٹھہرایا۔ تو ابتداءً حضرت عمر فاروقؓ کا یہی خیال تھا کہ خون ناحق ہوا ہے اور قصاص واجب ہے مگر حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو طلب فرما کر تفتیش حال کی۔ ان سے پورا واقعہ پوچھا اور حالات و واقعات کا سارا راز آپ پر منکشف ہوا تو آپؓ نے ان کو بے قصور قرار دے کر ان سے کچھ تعارض نہ کیا اور ان کو اسی سابقہ عہدے پر بحال رکھا۔

(تحفہ اثنا عشریہ اردو صفحہ 517-518 مترجم خلیل الرحمٰن نعمانی دارالاشاعت کراچی 1982ء)

مالک بن نُوَیْرَہ کے قتل کے متعلق ایک اور مصنف لکھتے ہیں کہ مالک بن نُوَیْرَہ کے سلسلہ کی روایات میں بہت زیادہ اختلاف ہے۔ ان کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں بہت اختلاف ہے کہ آیا وہ مظلوم قتل ہوا یا یہ کہ وہ قتل کا مستحق تھا۔ مالک بن نُوَیْرَہ کو جس چیز نے ہلاک کیا وہ اس کا کبر اور غرور اور تمرّد تھا۔ جاہلیت اس کے اندر باقی رہی ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ رسول کی اطاعت اور بیت المال کے حق زکوٰۃ کی ادائیگی میں ٹال مٹول نہ کرتا۔ یہ لکھتے ہیں کہ میرے تصور کے مطابق یہ شخص سرداری اور قیادت کا شوقین تھا اور ساتھ ہی ساتھ بنو تمیم کے سرداروں میں سے اپنے ان بعض اقارب سے اس کو خلش تھی جنہوں نے اسلامی خلافت کی اطاعت قبول کر لی تھی اور حکومت کے سلسلہ میں اپنے واجبات کو ادا کر دیا تھا۔ جو لوگ خلافت کی اطاعت میں آ گئے تھے اور زکوٰۃ وغیرہ ادا کر رہے تھے ان سے اس کو خلش تھی۔ اس کے اقوال و افعال دونوں ہی اس تصور کی تائید کرتے ہیں۔ اس کا مرتد ہونا اور سَجَاحْ کا ساتھ دینا، زکوٰۃ کے اونٹوں کو اپنے لوگوں میں تقسیم کر دینا، زکوٰۃ کا ابو بکر کو دینے سے روکنا، تَمَرُّدْ وعِصیان کے سلسلہ میں اپنے قرابت دار مسلمانوں کی نصیحتوں کو نہ سننا یہ سب اس پر فرد جرم ثابت کرتے ہیں اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ شخص اسلام کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھا۔ ایک طرف مسلمان کہلاتا تھا، کہلانا چاہتا تھا اور دوسری طرف کفر کے قریب تھا اور اگر مالک بن نُوَیْرَہ کے خلاف کوئی حجت و دلیل نہ ہو تو اس کا صرف زکوٰۃ روک لینا ہی اس پر فرد جرم عائد کرنے کے لیے کافی ہے۔ متقدمین کے یہاں یہ ایک ثابت شدہ حقیت ہے کہ اس نے زکوٰۃ کی ادائیگی سے انکار کیا تھا۔ ابن عبد السلام کی کتاب طبقات فُحُوْلُ الشُّعَرَاء میں ہے کہ یہ متفق علیہ بات ہے کہ خالد نے مالک سے گفتگو کی اور اس کو اس کے موقف سے پھیرنے کی کوشش کی لیکن مالک نے نماز کو

تسلیم کیا۔ اس نے کہا نماز تو پڑھ لوں گا اور زکوٰۃ سے اعراض کیا اور شرح مسلم میں امام نَوَوِی مرتدین کے سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ انہی کے ضمن میں وہ حضرات بھی تھے جو زکوٰۃ کو تسلیم کرتے تھے اور اس کی ادائیگی سے رکے نہیں تھے لیکن ان کے سرداروں نے انہیں اس سے روک دیا۔ بعض لوگ چاہتے تھے کہ جن پر نمازوں کے ساتھ زکوٰۃ بھی فرض ہے وہ زکوٰۃ ادا کریں لیکن سرداروں نے اسے روک دیا اور ان کے ہاتھ پکڑ رکھے تھے جیسا کہ بَنُوْیَرْبُوع۔ انہوں نے اپنی زکوٰۃ اکٹھی کی اور اس کو ابو بکرؓ کے پاس بھیجنا چاہتے تھے لیکن مالک بن نُوَیْرَہ نے انہیں روک دیا اور ان کی زکوٰۃ کو لوگوں میں تقسیم کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے مالک بن نُوَیْرَہ کے معاملے میں پوری تحقیق کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ خالد بن ولیدؓ مالک بن نُوَیْرَہ کے قتل کے اتہام میں بری ہیں۔ ابو بکرؓ اس سلسلہ میں حقائقِ امور سے دوسروں کی بہ نسبت زیادہ واقف تھے اور گہری نگاہ رکھتے تھے کیونکہ آپؓ خلیفہ تھے اور تمام خبریں آپؓ کو پہنچتی تھیں اور آپؓ کا ایمان بھی سب پر بھاری تھا۔ خالدؓ کے ساتھ تعامل میں آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کر رہے تھے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالد کو جو ذمہ داری سونپی اس سے انہیں کبھی معزول نہیں کیا اور اگرچہ ان سے بعض ایسی چیزیں صادر ہوئیں جن سے آپ مطمئن نہ تھے۔ آپ ان کے عذر کو قبول فرماتے اور لوگوں سے فرماتے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خالد کے عذر کو قبول فرماتے اور لوگوں سے فرماتے خالد کو تکلیف مت پہنچاؤ۔ وہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ تعالیٰ نے کفار پر مسلط کر دیا تھا۔

(ماخوذ سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 333-334 و 337 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

پھر ایک اَور اعتراض اسی ضمن میں آگے یہ بھی آتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے ام تمیم بنت مِنْہَال سے شادی کی تھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے متعلق اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپؓ نے دوران جنگ لیلیٰ بنت مِنْہَال سے شادی کی اور عدت گزرنے کا بھی انتظار نہیں کیا۔ اس شادی کے متعلق تاریخ طبری میں ان الفاظ میں ذکر ہے کہ حضرت خالدؓ نے ام تمیم مِنْہَال کی بیٹی سے نکاح کیا تھا اور زمانہ طہر کو ختم کرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا کیونکہ عرب جنگ کے دوران عورتوں سے تعلقات کو برا سمجھتے تھے اور جو ایسا کرتا اسے طعنہ دیتے تھے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 273۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب وہ یعنی لَیلیٰ بنت مِنْہَال حلال ہو گئی تو حضرت خالدؓ نے اس سے شادی کی۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر جلد 3 صفحہ 318 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

علامہ ابن خَلِّکَان لکھتے ہیں کہ ام تمیم نے تین مہینے گزار کر اپنی عدت پوری کی اور پھر حضرت خالدؓ نے اسے نکاح کا پیغام بھیجا جو اس نے قبول کر لیا۔

(وفیات الاعیان جزء5 صفحہ10 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1998ء)

حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ **دراصل یہ قصہ ہی من گھڑت ہے اس لیے کہ** کسی مستند اور معتبر کتاب میں اس کی کوئی روایت نہیں ملتی۔ بعض غیر معتبر کتابوں میں یہ روایت ملتی بھی ہے تو اس کا جواب بھی ساتھ ساتھ اسی روایت میں موجود ہے کہ مالک بن نُوَیْرَہ نے اس عورت کو ایک عرصہ سے طلاق دے رکھی تھی۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مالک بن نُوَیْرَہ کی بیوی تھی اور اس کو قتل کر کے

حضرت خالد بن ولیدؓ نے شادی فوراً کر لی اور اصل میں قتل ہی اس لیے کیا تھا کہ شادی کرنا چاہتے تھے لیکن بہر حال یہ کہتے ہیں کہ مالک بن نُوَیْرَہ نے اس عورت کو ایک عرصہ سے طلاق دے رکھی تھی اور اس نے جاہلیت کی پائیداری میں اسے یوں ہی گھر میں ڈال رکھا تھا۔ اسی رسم جاہلیت کے توڑنے پر قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ جب تم عورتوں کو طلاق دے دو اور ان کی عدت پوری ہو جائے تو انہیں روکے نہ رکھو۔ لہٰذا اس عورت کی عدت تو کب کی پوری ہو چکی تھی اور نکاح حلال ہو چکا تھا۔

(تحفہ اثنا عشریہ مترجم خلیل الرحمان نعمانی صفحہ 518 دار الاشاعت کراچی 1982ء)

کیونکہ اس نے طلاق دے کر صرف اپنے گھر میں رکھا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ کی شادی کے متعلق ایک اَور مصنف لکھتے ہیں کہ ام تمیم کا نام لیلیٰ بنت سِنَان مِنْهَال تھا۔ یہ مالک بن نُوَیْرَہ کی بیوی تھی۔ حضرت خالدؓ کی اس سے شادی سے متعلق بڑا جدال واقع ہوا ہے۔ بڑی لڑائی جھگڑے ہوتے رہے، بڑی بحثیں چلیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ لوگوں نے خالد پر اتہام باندھا کہ وہ ام تمیم کے حسن و جمال پر فریفتہ تھے اور اس سے عشق رکھتے تھے اس لیے صبر نہ کر سکے اور قید میں آتے ہی اس سے شادی کر لی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ نعوذ باللہ یہ شادی نہیں بلکہ زنا تھا لیکن یہ قول من گھڑت اور صریح جھوٹ ہے۔ اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ قدیم مراجع مصادر میں اس کی طرف اشارہ تک نہیں ملتا۔ جو بھی روایتیں ہیں یا سورسز (sources) ہیں ان میں کوئی ثبوت نہیں جو ثابت ہو رہا ہو۔

علامہ ماوَردی فرماتے ہیں کہ خالد نے مالک بن نُوَیْرَہ کو اس لیے قتل کیا تھا کہ اس نے زکوٰۃ روک لی تھی جس کی وجہ سے اس کا خون حلال ہو گیا تھا اور اس کی وجہ سے ام تمیم سے اس کا نکاح فاسد ہو گیا تھا اور مرتدین کی عورتوں کے سلسلہ میں شرعی حکم یہ ہے کہ جب وہ دار الحرب سے جا ملیں تو ان کو قید کیا جائے قتل نہ کیا جائے۔ جیسا کہ امام سَرْخَسِی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جب ام تمیم قیدی بن کر آئی تو خالد نے اس کو اپنے لیے منتخب کر لیا اور جب وہ حلال ہو گئی تب اس نے اس سے ازدواجی تعلقات قائم کیے اور شیخ احمد شاکر اس مسئلہ پر تعلیق چڑھاتے ہوئے کہتے ہیں، مزید وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ خالدؓ نے ام تمیم اور اس کے بیٹے کو مِلک یمین کے طور پر لیا تھا کیونکہ وہ جنگی قیدی تھیں اور اس طرح کی خواتین کے لیے کوئی عدت نہیں۔ اگر وہ حاملہ ہو تو وضع حمل تک اس کے مالک کا اس کے قریب ہونا حرام ہے۔ اگر حاملہ نہیں ہے تو صرف ایک مرتبہ حیض آنے تک دور رہے گا۔ یہ مشروع اور جائز ہے اس پر طعن و تشنیع کی گنجائش نہیں لیکن خالد کے مخالفین اور دشمنوں نے اس موقع کو اپنے لیے غنیمت سمجھا اور اس زعم باطل میں مبتلا ہوئے کہ مالک بن نُوَیْرَہ مسلمان تھا اور خالد نے اس کو اس کی بیوی کے لیے قتل کر دیا۔ اسی طرح خالد پر یہ اتہام لگایا گیا کہ انہوں نے اس شادی کے ذریعہ سے عرب کے عادات و اطوار کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ عَقَّاد کا کہنا ہے کہ خالدؓ نے مالک بن نُوَیْرَہ کو قتل کر کے اس کی بیوی سے میدانِ قتال میں شادی کی جو جاہلیت اور اسلام میں عربوں کی عادت کے خلاف اور اسی طرح مسلمانوں کی عادات اور اسلامی شریعت کے حکموں کے منافی ہے۔ عَقَّاد کا یہ قول سچائی سے بالکل دور ہے۔ عربوں کے ہاں اسلام سے قبل بہت دفعہ ایسا ہوتا تھا کہ جنگوں اور دشمنوں پر فتح یابی کے بعد خواتین سے شادیاں کرتے تھے اور انہیں اس پر فخر ہوتا تھا۔

ڈاکٹر علی محمد صلابی اس بارے میں لکھتے ہیں، یہ سارا واقعہ یہی بیان کر رہے ہیں کہ شرعی نقطہ نظر سے دیکھا

جائے تو خالد نے ایک جائز کام کیا اور اس کے لیے شرعاً جائز طریقہ اختیار کیا اور یہ فعل تو اس ذات سے بھی ثابت ہے جو خالد سے افضل تھے۔ اگر خالد پر یہ اعتراض ہے کہ انہوں نے جنگ کے دوران میں یا اس کے فوراً بعد شادی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ مُرَیْسِیع کے فوراً بعد جُوَیرِیہ بنت حارِث سے شادی کر لی تھی اور یہ اپنی قوم کے لیے بڑی بابرکت ثابت ہوئی تھیں کہ اس شادی کی وجہ سے ان کے خاندان کے سو آدمی آزاد کر دیے گئے کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرالی رشتہ میں آ گئے اور اس شادی کے بابرکت اثرات میں سے یہ ہوا کہ ان کے والد حارِث بن ضِرار مسلمان ہو گئے۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے فوراً بعد صفیہ بنتِ حُیَیّ بنتِ اَخْطَب سے شادی کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سلسلہ میں اسوہ اور نمونہ موجود ہے تو عتاب اور ملامت کی کوئی وجہ نہیں۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 334 تا 336 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلاوجہ اس پر الزام لگایا جائے اس لیے یہ تفصیل میں نے بیان کی ہے کہ بعض کم علم آج کل بھی یہ سوال اٹھاتے ہیں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اصل میں یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اس بارے میں صحیح تھے اور حضرت ابو بکرؓ نے نعوذ باللہ انصاف سے کام نہیں لیا اور غلط رنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی حمایت کی ہے حالانکہ یہ ساری تفصیلات جو انہوں نے دیکھیں، حضرت ابو بکرؓ نے سارا جائزہ لیا پھر فیصلہ کیا اور اس سارے الزام سے حضرت خالدؓ کو بری فرمایا۔

حضرت خالدؓ کی یمامہ کی طرف روانگی کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ قبیلہ اَسَد، غَطَفَان اور مالک بن نُوَیْرَہ وغیرہ سے فارغ ہو کر یَمَامہ کا رخ کریں اور اس کی بڑی تاکید کر رکھی تھی۔ شَہِیك بن عَبْدَہ فَزَارِی بیان کرتے ہیں۔ میں ان لوگوں میں سے تھا جو معرکہ بُزَاخَہ میں شریک تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؓ نے مجھے خالد کی طرف روانہ کیا۔ میرے ساتھ حضرت خالدؓ کے نام ایک خط تھا جس میں لکھا تھا کہ اَمَّا بَعْد! تمہارے پیغام رساں کے ذریعہ سے تمہارا خط ملا۔ اس میں معرکہ بُزَاخَہ میں اللہ کی فتح اور نصرت کا تم نے ذکر کیا ہے اور اسد و غطفان کے ساتھ جو معاملہ تم نے کیا ہے وہ مذکور ہے اور تم نے تحریر کیا ہے کہ میں یمامہ کی طرف رخ کر رہا ہوں۔ تمہیں میری وصیت ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک سے تقویٰ اختیار کرو اور تمہارے ساتھ جو مسلمان ہیں ان کے ساتھ نرمی برتو۔ ان کے ساتھ باپ کی طرح پیش آؤ۔ اے خالد! خبردار بَنِی مُغِیرہ کی نخوت و غرور سے بچنا۔ میں نے تمہارے متعلق ان کی بات نہیں مانی ہے جن کی بات میں کبھی نہیں ٹالتا۔ لہٰذا تم جب بنو حنیفہ سے مقابلہ میں اترو تو ہوشیار رہنا۔ یاد رکھو! بنو حنیفہ کی طرح اب تک کسی سے تمہارا مقابلہ نہیں پڑا۔ وہ سب کے سب تمہارے خلاف ہیں اور ان کا ملک بڑا وسیع ہے۔ لہٰذا جب وہاں پہنچو تو بذاتِ خود فوج کی کمان سنبھالو۔ میمنہ پر ایک شخص کو اور میسرہ پر ایک شخص کو اور شہسواروں پر ایک کو مقرر کرو۔ اکابرین صحابہ اور مہاجرین و انصار میں سے جو تمہارے ساتھ ہیں ان سے برابر مشورہ لیتے رہو اور ان کے فضل و مقام کو پہچانو۔ پوری تیاری کے ساتھ میدانِ جنگ میں جب دشمن صف بستہ ہوں تو ان پر ٹوٹ پڑو۔ تیر کے مقابلے میں تیر، نیزے کے مقابلے میں نیزہ، تلوار کے مقابلے میں تلوار۔ ان کے قیدیوں کو تلواروں پر اٹھالو۔ قتل کے ذریعہ ان

میں خوف وہراس پیدا کرو۔ ان کو آگ میں جھونکو۔ خبردار میری حکم عدولی نہ کرنا۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔

یہ خط جب خالد کو ملا تو آپؓ نے اس کو پڑھا اور کہا ہم نے سن لیا اور ہم اس کی مکمل فرمانبرداری کریں گے۔ خالد نے مسلمانوں کو اپنے ساتھ تیار کیا اور بنو حنیفہ یعنی مسیلمہ یا جن کی سربراہی مسیلمہ کذاب کر رہا تھا ان سے قتال کے لیے روانہ ہوئے۔ انصار پر ثَابِت بن قَیس بن شَمَّاس امیر مقرر تھے۔ مرتدین میں سے جن سے راستہ میں واسطہ پڑتا اس کو عبرت ناک سزا دیتے۔ ادھر حضرت ابو بکرؓ نے پیچھے سے خالد کی حفاظت کے لیے ایک بہت بڑی فوج بہترین اسلحہ سے لیس روانہ کی تا کہ لشکرِ خالد پر کوئی پیچھے سے حملہ آور نہ ہو سکے۔ خالد کا گزر یمامہ کے راستے میں بہت سے بدو قبائل سے ہوا جو مرتد ہو چکے تھے۔ ان سے جنگ کر کے انہیں اسلام کی طرف واپس لائے۔ راستہ میں سَجَاحْ کی بچی کھچی فوج ملی ان کی خبر لی۔ انہیں قتل کیا اور عبرت ناک سزائیں دیں۔ پھر یمامہ پر حملہ آور ہوئے۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 353-354 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

جنگ یمامہ کی تفصیل ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03/ جون 2022ء جلد 29 شمارہ 44 صفحہ 05 تا 09)

20

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20 رمئی 2022ء بمطابق 20 رہجرت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں جنگ یمامہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ **جنگ یمامہ کی تفصیل** میں لکھا ہے کہ یمامہ یمن کا ایک مشہور شہر ہے۔ آج کل یہ علاقہ سعودی عرب میں واقع ہے۔

(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن صفحہ 321 زوار اکیڈمی پبلیکیشنز کراچی 2003ء)

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 23 صفحہ 311 زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور 2002ء)

یمامہ ایک انتہائی سرسبز اور زرخیز علاقہ تھا۔ چنانچہ یمامہ کے بارے میں لکھا ہے کہ یمامہ خوبصورت ترین شہروں میں سے ایک شہر تھا اور اس میں مال، درخت اور کھجوریں بکثرت تھیں۔

(معجم البلدان جلد 5 صفحہ 506 زیر لفظ یمامہ۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

یمامہ میں بنو حنیفہ آباد تھے جو سخت جنگجو قوم تھی۔ ان کے بارے میں تفسیر قرطبی میں آیت سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ تُقَاتِلُوْنَهُمْ اَوْ یُسْلِمُوْنَ (الفتح :17) کہ تم عنقریب ایک ایسی قوم کی طرف بلائے جاؤ گے جو سخت جنگجو ہو گی۔ تم ان سے قتال کرو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے، کی تفسیر میں لکھا ہے کہ حسن کہتے ہیں کہ سخت جنگجو قوم سے مراد فارس اور روم ہیں۔ ابنِ جبیر کہتے ہیں کہ اس سے مراد ہوازن اور ثقیف کے قبائل ہیں۔ زُہری اور مُقَاتِل کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنو حنیفہ ہیں جو یمامہ میں رہنے والے ہیں اور مسیلمہ کے ساتھی تھے۔ رافع بن خَدِیج کہتے ہیں کہ ہم یہ آیت پڑھتے تھے لیکن ہمیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہ جنگجو قوم کون ہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ نے ہمیں بنو حنیفہ سے قتال کے لیے بلایا تو ہمیں پتہ چلا کہ ان سے مراد یہ قوم ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن از علامہ قرطبی صفحہ 2850-2851 زیر آیت سورۃ الفتح آیت 16 مطبوعہ دار ابن حزم)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 7 رہجری کی ابتدا میں یا بعض کے نزدیک 6 رہجری میں مختلف ممالک کے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط لکھے تو ایک خط یمامہ کے بادشاہ هَوْذَہ بن علی اور اہلِ یمامہ کے نام بھی لکھا جس میں اسے اور یمامہ والوں کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ جب 9 رہجری میں مختلف وفود مدینہ آئے تو یمامہ سے بنو حنیفہ کا وفد بھی آیا۔ اس وفد میں مُجَّاعَہ بن مُرَارَہ بھی تھے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جاگیر میں ایک غیر آباد زمین عطا فرمائی تھی جس کی اس نے درخواست کی تھی۔ اس وفد میں رَجَّال بن عُنْفُوَہ بھی تھا اس کے علاوہ مسیلمہ کذاب، ثُمَامہ بن کبیر بن حبیب بھی تھا۔ ابن ہشام کے نزدیک اس کا نام مسیلمہ بن ثُمامہ تھا اور اس کی کنیت

ابو ثمامہ تھی۔ بنو حنیفہ کا یہ وفد مدینہ میں انصار کی ایک عورت رَمْلَہ بنت حارث کے گھر ٹھہرا۔

(ماخوذ از فتوح البلدان لامام ابی الحسن احمد بن یحییٰ البلاذری صفحہ 59 دارالکتب العلمیۃ بیروت2000ء)

(ماخوذ از السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 852 ، قدوم وفد بنی حنیفہ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت2001ء)

جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کرنے کے لیے متواتر وفود آئے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ایک گھر مقرر کر لیا تھا جہاں وفود ٹھہرتے تھے۔ یہ گھر رملہ بنت حارث کا تھا جو بنو نجار کی ایک خاتون تھیں۔ یہ ایک بہت وسیع مکان تھا۔

(المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام از جواد علی جزء 5 صفحہ258 مکتبۃ جریر 2006ء)

جب بنو حنیفہ کے یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے گئے تو مسیلمہ کو اپنے ساتھ لے کر نہیں گئے۔ اسے اپنے سامان کی حفاظت کی خاطر پیچھے چھوڑ گئے۔ جب انہوں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے مسیلمہ کے بارے میں ذکر کیا اور کہا یا رسول اللہؐ! ہم اپنے ایک ساتھی کو پیچھے اپنے سامان اور سواریوں کے پاس چھوڑ آئے ہیں۔ وہ ہمارے لیے ہمارے سامان کی حفاظت کر رہا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کے لیے بھی اسی قدر تحائف کا حکم دیا جس قدر لوگوں کو دینے کا ارشاد فرمایا تھا اور فرمایا: وہ مرتبہ میں تم سے کم تر نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے ساتھیوں کے سامان کی حفاظت کر رہا ہے۔ پھر وہ وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے چلا گیا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیلمہ کے لیے دیا تھا وہ بھی لے گئے۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 852 ، قدوم وفد بنی حنیفہ... دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

اس بیان کردہ روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ کے علاوہ بنو حنیفہ کے وفد میں موجود تمام افراد کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تھی مگر بعض روایات ایسی بھی ملتی ہیں **جن میں مسیلمہ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا ذکر موجود ہے۔** عموماً اسی بارے میں روایات ہیں کہ مسیلمہ ملا۔ اس بارے میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ہو سکتا ہے جب دوسری دفعہ آیا ہو تب ملا ہو۔ بہر حال اس کی تفصیل میں مزید لکھا ہے کہ جب یہ وفد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس میں مسیلمہ بھی موجود تھا جو دوسری جگہ لکھا ہے۔ وہ لوگ مسیلمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس حالت میں لائے کہ اس کو کپڑوں سے ڈھانپا گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام میں تشریف فرما تھے۔ آپؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی۔ مسیلمہ نے آپؐ سے گفتگو کی اور کچھ مطالبات کیے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تُو مجھ سے یہ کھجور کی شاخ بھی مانگے جو میرے ہاتھ میں ہے تو مَیں وہ بھی تجھے نہیں دوں گا۔

(سبل الھدٰی والرشاد الباب التاسع والثلاثون فی وفود بنی حنیفہ..... جلد6 صفحہ326 دارالکتب العلمیۃ 1993ء)

صحیح بخاری میں موجود روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لیے نہیں گیا تھا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کے پاس تشریف لے گئے تھے۔ چنانچہ عُبَیداللہ بن عبداللہ بن عُتْبَہ نے بیان کیا کہ ہمیں یہ خبر پہنچی کہ مسیلمہ کذاب مدینہ آیا اور حارث کی بیٹی کے گھر میں اترا اور حارث بن کُرَیز کی بیٹی اس کی بیوی تھی اور وہ عبداللہ بن عامر کی ماں تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے

پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شَمَّاسؓ تھے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطیب کہلاتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپؐ مسیلمہ کے پاس کھڑے ہوئے اور اس سے گفتگو کی۔ مسیلمہ نے آپؐ سے کہا کہ اگر آپؐ چاہیں تو ہمارے درمیان اور اس معاملے کے درمیان ہمیں چھوڑ دیں۔ پھر آپؐ اسے اپنے بعد ہمارے لیے مقرر کر دیں۔ یعنی نبوت کا جو معاملہ ہے اس کا جو فیصلہ ہو یا آپؐ کے بعد نبوت ہمیں مل جائے۔ یہی اس کا زیادہ بڑا مطالبہ تھا۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگو تو مَیں تمہیں یہ نہیں دوں گا اور مَیں تجھے وہی شخص سمجھتا ہوں جس کے بارے میں مجھے خواب دکھائی گئی ہے جو مجھے دکھائی گئی۔ اور یہ ثابت بن قیسؓ ہے، وہ میری طرف سے تمہیں جواب دے گا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے گئے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی بَابُ قِصَّةِ الْأَسْوَدِ الْعَنْسِيِّ روایت نمبر 4378)

اسی طرح ایک اَور روایت میں ذکر ہے حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مسیلمہ کذاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آیا اور کہنے لگا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعد مجھے جانشین بنائیں تو مَیں ان کی پیروی کروں گا۔ یہ پھر پہلی روایت کی وضاحت ہوتی ہے اور وہ وہاں اپنی قوم کے بہت سے لوگوں کے ساتھ آیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ثابت بن قیس بن شَمَّاس تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی یہاں تک کہ آپؐ مسیلمہ کے سامنے جبکہ وہ اپنے ساتھیوں میں تھا کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے فرمایا اگر تُو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے تو مَیں تجھے یہ بھی نہیں دوں گا اور تُو اپنے متعلق ہر گز اللہ کے فیصلے سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور اگر تُو نے پیٹھ پھیری تو اللہ تیری جڑ کاٹ دے گا اور مَیں دیکھتا ہوں کہ تُو وہی شخص ہے جس کے متعلق مجھے خواب میں بہت کچھ دکھایا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہیں یعنی ثابت بن قیسؓ جو میری طرف سے تجھے جواب دیں گے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ یہ روایت بھی بخاری کی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی بَابُ وَفْدِ بَنِي حَنِيفَةَ، وَحَدِيثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ روایت نمبر 4373)

حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے متعلق پوچھا کہ تم کو مَیں وہی شخص پاتا ہوں جس کے متعلق مجھے خواب میں وہ کچھ دکھایا گیا جو دکھایا گیا۔ حضرت ابوہریرہؓ نے مجھ سے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک بار مَیں سویا ہوا تھا اس اثنا میں مَیں نے اپنے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن دیکھے۔ (یہ خواب کا ذکر ہو رہا ہے)۔ ان کی کیفیت نے مجھے فکر میں ڈال دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَیں نے خواب میں کنگن دیکھے اس کیفیت نے مجھے فکر میں ڈالا۔ پھر مجھے خواب میں وحی کی گئی کہ میں ان پر پھونکوں۔ چنانچہ مَیں نے ان پر پھونکا اور وہ اُڑ گئے۔ مَیں نے ان کی تعبیر دو جھوٹے شخص سمجھے جو میرے بعد ظاہر ہوں گے۔

راوی عبید اللہ نے کہا۔ ان میں سے ایک وہ عَنْسِی ہے جس کو فیروز نے یمن میں مار ڈالا اور دوسرا مسیلمہ کذاب

ہے۔ یہ بھی بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی بَابُ وَفْدِ بَنِی حَنِیفَةَ، وَحَدِیثِ ثُمَامَةَ بْنِ أُثَالٍ روایت نمبر 4374)
(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصة الاسود العنسی روایت نمبر 4379)

بہرحال مندرجہ بالا روایات سے یہی لگتا ہے کہ مسیلمہ کذاب ایک سے زیادہ مرتبہ مدینہ آیا تھا۔ ایک مرتبہ اُس وقت جب اُس کے وفد والے اسے سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ گئے تھے اور اس کی ملاقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ہو سکی تھی اور دوسری مرتبہ وہ اُس وقت مدینہ آیا تھا جب اس کی ملاقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی اور جس میں اُس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جانشین بننے کا مطالبہ کیا تھا۔ اس حوالے سے صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ مسیلمہ دو دفعہ مدینہ آیا ہو۔ پہلی دفعہ اس وقت جب بنو حنیفہ کا رئیس اس کی بجائے کوئی اَور تھا۔ یعنی اس وقت وہ قبیلہ کا رئیس نہیں تھا۔ کوئی اَور تھا اور یہ اس کا تابع تھا۔ اسی وجہ سے اسے سامان کی حفاظت کے لیے پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ اور دوسری مرتبہ وہ اس وقت آیا جب لوگ اس کے تابع تھے اور اس وقت ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے گفتگو ہوئی تھی یا یہ بھی ممکن ہے کہ ایک ہی واقعہ ہو اور وہ اپنی مرضی سے اپنی حمیت اور اس بات پر تکبر کرتے ہوئے کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہو سامان کے پاس رک گیا ہو لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تالیفِ قلب کی عادت کی وجہ سے اس سے عزت کا سلوک کیا۔ پھر حدیث میں یہ بھی ذکر ہے کہ وہ ایک بڑی تعداد کے ساتھ آیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ سترہ لوگوں کے ساتھ آیا۔ یہ بات بھی مسیلمہ کے ایک سے زائد دفعہ مدینہ آنے کی دلیل ہے۔

(ماخوذ از فتح الباری شرح صحیح البخاری لابن حجر جلد 8 صفحہ 112 روایت 4373 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

بہرحال جب یہ وفد واپس یمامہ پہنچا تو اللہ تعالیٰ کا دشمن مسیلمہ مرتد ہو گیا اور اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور کہا مجھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک کر لیا گیا ہے۔ کیا جب تم نے رسول اللہؐ کے پاس میرا ذکر کیا تھا تو انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ وہ مقام و مرتبہ کے اعتبار سے تم سے بُرا نہیں ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ صرف اس لیے کہا تھا کہ آپ جانتے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں اور بنو حنیفہ جانتے تھے کہ مجھے بھی آپ کے معاملے میں شریک کر لیا گیا ہے۔ پھر مسیلمہ بناوٹ کر کے کلام بنانے لگا اور لوگوں کے لیے قرآن کریم کی نقل کرتے ہوئے کلام بنانے لگا اور ان سے نماز معاف کر دی۔ اس نے اپنی ہی شریعت شروع کر دی۔ نماز معاف کر دی۔ ایک روایت کے مطابق اس نے دو نمازیں نماز عشاء اور فجر معاف کر دی تھی اور لوگوں کے لیے شراب اور زنا کو حلال قرار دے دیا۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی گواہی دیتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہیں۔ بنو حنیفہ نے ان باتوں پر اس سے اتفاق کر لیا۔

(ماخوذ از سبل الهدٰی والرشاد الباب التاسع والثلاثون فی وفود بنی حنیفه..... جلد 6 صفحه326 دارالکتب العلمیة 1993ء) (ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحه 271۔ دارالکتب العلمیة بیروت 1987ء)

ایک اَور سبب جس نے مسیلمہ کی طاقت بڑھائی وہ تھا رَجَّال بن عُنْفُوَہ کا اس سے مل جانا۔ بڑی ہوشیاری سے اس نے ایک تو یہ کہ آسانیاں پیدا کر دیں کہ شریعت میں یہ یہ آسانیاں ہیں اور مجھے بھی اللہ تعالیٰ نے وحی کی ہے

اور ساتھ یہ بھی تسلیم کرتا تھا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نبی بھی ہیں تا کہ جو لوگ مسلمان ہوئے تھے ان میں کسی کو یہ احساس پیدا نہ ہو کہ ہمیں یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور لے کے جا رہا ہے۔ بڑی منافقت سے اس نے یہ سارے کام کیے۔ بہر حال لکھا ہے کہ ایک اَور سبب جس نے مسیلمہ کی طاقت بڑھائی وہ تھا رَجَّال بن عُنْفُوَہ کا اس سے مل جانا۔ یہ شخص بھی یمامہ کا ہی رہنے والا تھا اور بنو حنیفہ کے وفد کے ساتھ بھی آیا تھا۔ ہجرت کر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ آ گیا تھا یہاں اس نے قرآن کریم پڑھا اور دینی تعلیم حاصل کی۔

جب مسیلمہ نے ارتداد اختیار کر لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اہلِ یمامہ کی طرف معلم بنا کر بھیجا اور لوگوں کو مسیلمہ کی اطاعت سے روکنے کے لیے بھیجا لیکن یہ مسیلمہ سے زیادہ فتنہ کا باعث ہوا۔ جب اس نے دیکھا کہ لوگ مسیلمہ کی اطاعت قبول کرتے جا رہے ہیں تو وہ ان لوگوں کی نظروں میں اپنے آپ کو سرخرو کرنے کے لیے ان کے ساتھ مل گیا۔ بھیجا تو اس لیے گیا تھا تا کہ وہاں اصلاح کرے اور فتنہ کا تدارک کرے لیکن یہ مسیلمہ کے ساتھ شامل ہو گیا اور مسیلمہ کی نبوت کا جھوٹا اقرار کرنے کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ایک جھوٹا قول بھی منسوب کیا کہ مسیلمہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نبوت میں شریک کیا گیا ہے۔ یہ بھی اس نے مشہور کر دیا۔ قرآن کریم کا علم حاصل کیا تھا اس لیے لوگوں نے اس کی باتوں پر یقین بھی کر لیا۔ جب اہلِ یمامہ نے دیکھا کہ ایک ایسا شخص مسیلمہ کی نبوت کی گواہی دے رہا ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں میں سے ہے اور وہ لوگوں کو قرآن کریم کی تعلیم سے آگاہ کرنے والا ہے تو ان لوگوں کے لیے مسیلمہ کی نبوت سے انکار کی گنجائش نہ رہی اور لوگ جوق در جوق مسیلمہ کے پاس آ کر اس کی بیعت کرنے لگے۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل (مترجم) صفحہ 187-188)

(تاریخ ابن خلدون جلد2 صفحہ 437-438، خبر مسیلمة والیمامة، دارالکتب العلمیة بیروت 2016ء)

مسیلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایک خط بھی لکھا جس کا متن اس طرح سے ہے کہ اللہ کے رسول مسیلمہ کی جانب سے محمد رسول اللہ کی طرف۔ امابعد، نصف زمین ہماری ہے اور نصف قریش کی مگر قریش انصاف نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خط لکھا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے مسیلمہ کذاب کے نام۔ امابعد، یقیناً زمین اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا اس کا وارث بنا دے گا اور عاقبت متقیوں کی ہی ہوا کرتی ہے اور اس پر سلامتی ہو جو ہدایت کی پیروی کرے۔

(فتوح البلدان لامام ابی الحسن احمد بن یحییٰ البلاذری صفحہ 59 – 60 دارالکتب العلمیة بیروت 2000ء)

ایک روایت میں ذکر ہے کہ حضرت حَبِیب بن زید انصاریؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر مسیلمہ کے پاس گئے تھے۔ جب انہوں نے یہ خط مسیلمہ کو دیا تو اس نے کہا کہ کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ پھر اس نے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے فرمایا کہ مَیں بہرہ ہوں۔ مَیں سنتا نہیں۔ بات ٹال دی۔ یہ چاہتا تھا کہ وہ تسلیم کریں کہ وہ بھی نبی ہے۔ مسیلمہ بار بار یہی سوال دہراتا رہا۔ آپؓ وہی جواب دیتے رہے اور ہر مرتبہ جب حضرت حبیبؓ اس کے منشا کا

جواب نہ دیتے۔ جب اسے منشا کا جواب **نہ ملتا تو وہ ان کے جسم کا ایک عضو کاٹ دیتا**۔ ٹارچر کرنے کے لیے کہ اب جواب ہاں میں دو۔ وہ ان کا کوئی نہ کوئی عضو کاٹ دیتا۔ حضرت حبیبؓ صبر و استقامت کا پہاڑ بنے رہے یہاں تک کہ اس نے آپؓ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اس کے سامنے حضرت حبیبؓ نے جام شہادت نوش کر لیا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی صفحہ 349)

مسیلمہ نے یمامہ میں علَم بغاوت بلند کر دیا تھا۔ اب یہ صرف نبوت کا دعویٰ نہیں ہے بلکہ ظلم بھی ہے۔ کس طرح اس نے اپنے آپ کو نبی نہ ماننے والوں سے سلوک کیا۔ مسیلمہ نے یمامہ میں علم بغاوت بلند کر دیا اور یمامہ میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل حضرت ثُمامہ بن اُثالؓ کو نکال دیا۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 101 علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

(تاریخ الخمیس جلد3 صفحه 81قصة سجاح، دارالكتب العلمية بيروت 2009ء)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کی طرف مختلف لشکر بھیجے تو حضرت عکرمہؓ کی سرکردگی میں ایک لشکر مسیلمہ کی طرف بھی بھیجا اور ان کی مدد کے لیے ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ کو روانہ فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عکرمہؓ کو یہ تاکید فرمائی کہ شُرَحْبِیل کے پہنچنے سے پہلے مسیلمہ سے لڑائی نہ چھیڑنا مگر حضرت عکرمہؓ نے جلد بازی سے کام لیا اور حضرت شُرَحْبِیلؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی اہلِ یمامہ پر حملہ کر دیا تا کہ کامیابی کا سہرا ان کے سر آئے مگر وہ مصیبت میں پھنس گئے اور انہیں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ مسیلمہ کی فوج بہت بڑی تھی۔ حضرت شُرَحْبِیلؓ کو جب اس واقعہ کی خبر ملی تو وہ راستے میں ہی رک گئے اور حضرت عکرمہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف اس واقعہ کے متعلق لکھا تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا کہ مَیں تمہاری صورت نہیں دیکھوں گا اور نہ تم مجھے دیکھنا۔ جو مَیں نے تمہیں کہا تھا تم نے اس ہدایت کی نافرمانی کی ہے۔ یہاں لوٹ کر مت آنا مبادا لوگوں میں بزدلی پیدا ہو۔ تم حضرت حُذَیفہ اور عَرْفَجَہ کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ مل کر عمان اور مَہْرَہ والوں سے جنگ کرو۔ مہرہ بھی عرب کے جنوب میں مشرقی ساحل پر بحر ہند کے کنارے ایک علاقہ ہے اور پھر وہاں سے اپنی فوج کے ہمراہ یمن اور حضر موت میں جانا اور وہاں جا کر اسلامی لشکر سے جاملنا۔ حضر موت بھی یمن کے مشرق میں ایک مملکت ہے جن کی جنوبی سرحد پر سمندر ہے۔

ایک اَور روایت میں حضرت ابو بکرؓ کے خط کے الفاظ اس طرح سے ملتے ہیں کہ استادی جانتے نہیں۔ شاگردی سے گھبراتے ہو۔ اتنا بھی تمہیں صحیح طرح پتہ نہیں۔ جنگوں کے جو طریقے سلیقے ہوتے ہیں اس میں جتنا ماہر ہونا چاہیے اتنے تم ہو نہیں اور سیکھنے سے گھبراتے ہو۔ جس دن تم مجھ سے ملو گے دیکھو تمہارے سے کیسا سلوک کرتا ہوں۔ تم اس وقت تک کیوں نہ ٹھہرے کہ شُرَحْبِیل آ جاتے اور ان کی مدد اور تعاون سے جنگ کرتے۔ اب حذیفہ کے پاس جاؤ اور مدد پہنچاؤ۔ تم نے اب خلیفۂ وقت کے حکم کی نافرمانی کی ہے اور اپنے آپ کو بڑا استاد سمجھتے ہو اور سیکھنا نہیں چاہتے۔ اب یہی ہے کہ اب میرے پاس نہ آنا۔ جب ملو گے تو پھر مَیں دیکھوں گا تمہارے سے سلوک کیا کرنا ہے لیکن بہر حال فی الحال اب تمہارا (کام) یہی ہے کہ تم حذیفہ کے پاس جاؤ اور ان کی مدد کرو۔ ان کے ساتھ مل کر

جس مہم کو وہ سر کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں اس میں ان کی مدد کرو۔ اگر ان کو تمہاری پشت پناہی کی ضرورت نہ ہو تو یمن اور حضرموت چلے جاؤ اور مُہَاجِر بن اُمَیّہ کی مدد کرو۔ حضرت ابو بکرؓ نے مُہَاجِر بن اُمَیّہ کو کِنْدَہ قبیلہ کے مقابلے کے لیے حضرموت میں بھجوایا ہوا تھا۔

(سیرۃ خلیفۃ الرسولؐ سیدنا ابو بکر صدیقؓ از طالب الہاشمی صفحہ 204)(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 21 صفحہ 898 زیر لفظ مہرہ)(اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8 صفحہ 408 زیر لفظ حضرموت)(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 24 مطبوعہ 1960ء)(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 257)(ماخوذ از الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 218-219 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو کسی دوسرے حکم کے آنے تک وہیں ٹھہرنے کا حکم دیا۔ پھر حضرت خالد بن ولید کو یمامہ کی طرف بھیجنے سے پہلے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ جب خالد تمہارے پاس آئیں اور یمامہ کی مدد سے فارغ ہو جاؤ تو قُضَاعَہ کا رخ کرنا اور حضرت عَمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضَاعَہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 275 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

صرف انکار نہیں ہے بلکہ مخالفت بھی ہے۔ حضرت شُرَحْبِیل نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت کے برعکس حضرت عکرمہؓ کی طرح جلد بازی سے کام لیا اور حضرت خالدؓ کے ان تک پہنچنے سے پہلے ہی مسیلمہ سے لڑائی شروع کر دی مگر انہیں بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا جس پر حضرت خالدؓ نے ان سے ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کی مدد کے لیے حضرت سلیطؓ کی قیادت میں مزید کمک بھی روانہ فرمائی تا کہ وہ ان کے عقب کی حفاظت کرے۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 219 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کی طرف بھیجا اور ان کے ساتھ مل کر جنگ کرنے کے لیے مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت بھی روانہ فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے انصار پر حضرت ثابت بن قیسؓ اور مہاجرین پر حضرت ابو حذیفہؓ اور زید بن خطابؓ کو امیر مقرر فرمایا اور اس طرح جتنے قبائل تھے ان میں سے ہر قبیلے پر ایک آدمی کو نگران بنایا۔ حضرت خالدؓ بُطَاحْ مقام پر اس لشکر کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ بُطَاحْ بنی تمیم کے علاقے میں ایک جگہ ہے۔ بہرحال جب یہ سب حضرت خالدؓ کے پاس پہنچ گئے تو وہ یمامہ کی طرف روانہ ہوئے۔ بنو حنیفہ اس دن بہت زیادہ تھے۔ ان کی تعداد چالیس ہزار جنگجوؤں پر مشتمل تھی۔ یمامہ کے یہ لوگ جو مسیلمہ کے ساتھ تھے ان کی تعداد چالیس ہزار تھی یا ایک روایت کے مطابق ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ تھی جبکہ مسلمان دس ہزار سے زائد تھے۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ 267 دارالکتب العلمیۃ) (فرہنگ سیرت صفحہ 58)

بہرحال وہاں جب یہ جنگ شروع ہونی تھی تو اس بڑے معرکے سے پہلے ہی مسلمانوں نے بنو حنیفہ کے ایک سردار کو گرفتار کر لیا۔ چنانچہ ایک روایت میں ذکر ہے کہ مُجَّاعَہ بن مُرَارہ جو کہ بنو حنیفہ کا ایک سردار تھا ایک گروہ کے ساتھ باہر نکلا تو مسلمانوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے اس کے ساتھیوں کو قتل

کر دیا اور مُجَّاعَہ کو زندہ رکھا کیونکہ بنو حنیفہ میں اس کی بہت عزت تھی۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2 صفحہ219-220 دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء) (تاریخ طبری جلد2 صفحہ278، دارالکتب العلمیۃ2012ء)

اس کی مزید تفصیل یہ ہے کہ حضرت خالدؓ جب عَارِض مقام پر اترے تو انہوں نے دو سو گھڑ سوار آگے بھیجے اور فرمایا جو لوگ بھی تمہیں ملیں انہیں پکڑ لیں۔ وہ گھڑ سوار روانہ ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے مُجَّاعَہ بن مُرَارہ حنفی کو اس کے تیئیس ہم قبیلہ افراد کے ساتھ پکڑ لیا جو بَنُو نُمَیر کے ایک شخص کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ وہ باہر نکلے تھے اور انہیں خالد کے آنے کا علم نہیں تھا۔ مسلمانوں نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم بنو حنیفہ سے ہیں۔ مسلمانوں نے سمجھا کہ وہ خالد کی طرف مسیلمہ کے ایلچی ہیں۔ جب صبح ہوئی اور لوگ آمنے سامنے ہوئے تو مسلمان ان لوگوں کو لے کر حضرت خالدؓ کے پاس آئے۔ حضرت خالدؓ نے جب انہیں دیکھا تو انہوں نے بھی یہی سمجھا کہ وہ لوگ مسیلمہ کے ایلچی ہیں۔ آپؓ نے ان سے پوچھا کہ اے بنو حنیفہ! اپنے صاحب یعنی مسیلمہ کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ انہوں نے گواہی دی کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ حضرت خالدؓ نے مُجَّاعَہ سے پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا بخدا! مَیں تو بنو نُمَیر کے ایک شخص کی تلاش میں نکلا تھا جس نے ہمارے قبیلہ میں قتل کیا تھا اور مَیں مسیلمہ کے قریبیوں میں سے نہیں ہوں۔ بہر حال اس وقت وہ خوف سے یا کسی وجہ سے اپنی بات سے مکر گیا۔ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور مَیں نے اسلام قبول کیا تھا اور ابھی بھی اسی حالت پر ہوں۔ باقی لوگ بھی لائے گئے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کو قتل کروا دیا یہاں تک کہ جب سَارِیَہ بن مسیلمہ بن عامر باقی رہ گیا تو اس نے کہا اے خالد! اگر تم اہلِ یمامہ کے بارے میں کوئی خیر یا شر چاہتے ہو تو مُجَّاعَہ کو زندہ رکھو کیونکہ یہ جنگ اور امن کے ایام میں تمہارا مددگار ہو گا اور مُجَّاعَہ ایک سردار ہے۔ آپ کو سارِیَہ کی یہ بات پسند آئی۔ آپ نے اسے بھی زندہ رکھا۔ آپ نے اسے قتل نہیں کیا اور ان دونوں کے متعلق حکم دیا کہ انہیں لوہے کی بیڑیوں سے باندھ دیا جائے۔ آپ مُجَّاعَہ کو بلاتے تھے اور وہ بیڑیوں میں ہی ہوتا تھا اور اس کے ساتھ گفتگو کرتے۔ مُجَّاعَہ یہ سمجھتا تھا کہ حضرت خالدؓ اس کو قتل کر دیں گے۔ اسی دوران جبکہ وہ دونوں باتیں کر رہے تھے کہ مُجَّاعَہ نے آپ سے کہا کہ اے ابن مغیرہ (یہ خالد بن ولید کی کنیت تھی) مَیں مسلمان ہوں۔ اللہ کی قسم! مَیں نے کفر نہیں کیا۔ مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور آپؐ کے پاس سے مسلمان ہو کر نکلا تھا اور اب میں جنگ کے لیے نہیں نکلا۔ پھر نُمیری کو تلاش کرنے کی بات اس نے دہرائی۔ حضرت خالدؓ نے کہا قتل اور چھوڑ دینے کے درمیان تھوڑا فاصلہ ہے یعنی قید۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہماری جنگ میں فیصلہ فرما دے جس کا وہ فیصلہ کرنے والا ہے اور آپ نے اس کو اپنی بیوی کے سپرد کر دیا جس سے آپ نے مالک بن نُویرہ کے قتل کے بعد شادی کی تھی۔ اسے حکم دیا کہ قید میں اس کا اچھا خیال رکھے۔ مُجَّاعَہ نے سمجھا کہ خالد اس کو قید کرنا چاہتے ہیں تا کہ وہ انہیں دشمن کا پتہ بتائے اور اس کی خبر دے۔ اس نے کہا آپ جانتے ہیں کہ مَیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی اسلام پر بیعت کی۔ بار بار یہی بات وہ

دہراتا تھا۔ پھر مَیں اپنی قوم کی طرف واپس لوٹا اور آج بھی میری وہی حالت ہے۔ لیکن آگے جو واقعات ہیں ان سے پتہ لگتا ہے یہ سب غلط بیانی تھی۔ کہتا ہے آج بھی میری وہی حالت ہے جو کل تھی۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله والثلاثة الخلفاء جزء2 صفحه 119، 120 دار الکتب العلمیة بیروت 1420ھ)

مُجَّاعَہ کے گروہ سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالدؓ یمامہ کی طرف چلے۔ ان کے آنے کی خبر پا کر مسیلمہ اپنے قبیلہ بنو حَنِیفہ کے ساتھ مقابلہ کے لیے نکلا اور عَقْرَبَاء میں آکر پڑاؤ ڈالا۔ یہ مقام بھی یمامہ کی سرحد پر یمامہ کے کھیتوں اور سرسبز علاقے کے سامنے واقع تھا۔ خالد نے محکم منصوبہ بندی کا اہتمام کیا۔ آپ دشمن کو کبھی بھی کمزور نہیں سمجھتے تھے۔ میدانِ معرکہ میں ہمیشہ پوری پوری تیاری اور مکمل احتیاط کے ساتھ رہتے کہ کہیں اچانک دشمن حملہ نہ کر دے اور کوئی سازش نہ کر بیٹھے۔ آپ کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ آپ خود سوتے نہیں تھے، دوسروں کو سلاتے تھے۔ پوری تیاری کے ساتھ رات گزارتے۔ آپ پر دشمن کی کوئی بات مخفی نہیں رہتی تھی۔ فوج کو مرتب کرنے کا وقت قریب آچکا تھا۔ اس معرکے میں علمبردار حضرت عبداللہ بن حَفْص بن غَانِم تھے۔ پھر یہ حضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہ کو منتقل ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے اس معرکے میں حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنہؓ کو آگے بڑھایا اور اسلامی فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کر دیا۔ مقدمہ پر حضرت خالد مخزومی، میمنہ پر حضرت ابوحذیفہ، میسرہ پر حضرت شُجَاع اور قلب پر حضرت زید بن خطاب اور شاہسواروں پر اسامہ بن زید کو مقرر فرمایا اور اونٹوں کو پیچھے رکھا جن پر خیمے لدے ہوئے تھے اور خواتین سوار تھیں اور یہ معرکہ سے قبل آخری ترتیب تھی۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی صفحہ 358-357)

دوسری طرف مسیلمہ کذاب کی فوج بھی تیار کھڑی تھی اور مسیلمہ کے بیٹے شُرَحْبِیل نے اپنے قبیلے سے کہا اے بنو حنیفہ! آج کا دن غیرت دکھانے کا ہے۔ اگر آج تم نے شکست کھائی تو تمہاری عورتیں لونڈیاں بنالی جائیں گی اور بغیر نکاح کے ان سے فائدہ اٹھایا جائے گا۔ لہٰذا آج تم اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کے لیے پوری جوانمردی دکھاؤ اور اپنی عورتوں کی حفاظت کرو۔

(تاریخ الطبری لابی جعفرمحمد بن الطبری جلد دوم :ذکر بقیة خبر مسیلمة الکذاب وقومه من اهل الیمامة صفحه278، دارالکتب العلمیة، 2012ء)

بہرحال اس کے بعد گھمسان کی جنگ ہوئی۔ وہ جنگ ایسی سخت تھی کہ مسلمانوں کو اس سے پہلے ایسی جنگ کا کبھی سامنا نہیں کرنا پڑا۔ مسلمان پسپا ہو گئے۔ یہاں بھی پسپائی ہوئی اور بنو حنیفہ کے افراد مُجَّاعَہ کو چھڑانے کے لیے آگے بڑھے اور حضرت خالدؓ کے خیمہ کا قصد کیا۔ حضرت خالدؓ خیمہ چھوڑ چکے تھے اس لیے وہ مُجَّاعَہ تک پہنچ گئے جو حضرت خالد کی بیوی کی نگرانی میں تھا۔ مرتدوں نے آپ کی بیوی کو قتل کرنا چاہا مگر مُجَّاعَہ نے ان کو روک دیا اور کہا کہ مَیں اس کو پناہ دیتا ہوں۔ لہٰذا انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ مُجَّاعَہ نے کہا کہ تم مردوں پر حملہ کرو۔ ایک طرف تو یہ دعویٰ تھا کہ مَیں مسلمان ہوں اور اب یہ ان مخالفین کو کہہ رہا ہے کہ تم مردوں پر حملہ کرو اور انہوں نے خیمے کو کاٹ دیا۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مسیلمه واهل الیمامة جلد2 صفحه221 دارالکتب العلمیة بیروت2003ء)

لشکرِ اسلام کے پیچھے ہٹنے کے باوجود حضرت خالد بن ولیدؓ کے عزم و ثبات اور جرأت و استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی اور انہیں ایک لمحے کے لیے بھی اپنی شکست کا خیال پیدا نہ ہوا۔ حضرت خالدؓ نے پکار کر اپنے لشکر سے کہا کہ اے مسلمانو! علیحدہ علیحدہ ہو جاؤ یعنی ہر قبیلہ الگ الگ ہو کر لڑے اور اسی حالت میں دشمن سے لڑو تا کہ ہم دیکھ سکیں کہ کس قبیلہ نے لڑائی میں سب سے اچھا بہادری کا مظاہرہ کیا ہے۔ اس اعلان کا مطلب یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے اپنے قبیلہ کے علم تلے لڑیں۔ اس سے انہوں نے تمام قبائل میں گویا ایک نئی روح پھونک دی اور اس میں اپنی انفرادیت اور بہادری ثابت کرنے کے لیے ایک جذبۂ مسابقت پیدا کر دیا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل (مترجم) صفحہ 195-196)

مسلمانوں نے بھی ایک دوسرے کو ترغیب دلائی۔ چنانچہ اس کی مزید تفصیل اس طرح ملتی ہے کہ حضرت ثابت بن قیسؓ نے کہا اے مسلمانوں کے گروہ! کتنی بُری ہے وہ چیز جس کا تم نے خود کو عادی بنا دیا ہے، اگر آسانی کا عادی بنایا ہے تو یہ بہت بُری چیز ہے۔ صحابہ کرامؓ ایک دوسرے کو جنگ پر ابھارنے لگے اور کہنے لگے کہ اے سورۂ بقرہ والو! آج جادو ٹوٹ گیا۔ **حضرت ثابت بن قیسؓ نے آدھی پنڈلیوں تک زمین کھود لی** اور اپنے آپ کو اس میں گاڑ لیا۔ آپؓ انصار کا پرچم اٹھائے ہوئے تھے اور آپؓ نے حنوط مل لیا تھا۔ عرب میں یہ دستور تھا کہ بعض لوگ جو اپنے آپ کو بہت بہادر دکھانا چاہتے تھے وہ ایسا کیا کرتے تھے گویا یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ وہ کام جو مرنے کے بعد لوگوں نے میرے ساتھ کرنا تھا وہ میں نے خود اپنے ساتھ کر لیا ہے۔ آدھا زمین میں گاڑ لیا گویا میں مرنے کو تیار ہوں اور حنوط چند خوشبودار چیزوں کا ایک مرکب تھا جو کہ مردے کو غسل دینے کے بعد اس پر ملتے ہیں یا وہ دوائیں جنہیں لاش پر لگانے سے وہ مدتوں گلنے سڑنے سے محفوظ رہتی ہے۔ بہر حال روایت ہے کہ انہوں نے کفن باندھ لیا اور دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہے یہاں تک کہ جام شہادت نوش کیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 جزء 6 صفحہ 320 دارلکتب العلمیۃ بیروت 2001ء) (فیروز اللغات اردو صفحہ 609 زیر لفظ حنوط)

اس کی یہ تفصیل ابھی مزید ہے۔ ان شاء اللہ آئندہ ذکر ہو گا۔

اس وقت مَیں بعض مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلے تو ایک شہید کا ذکر ہے جنہیں گذشتہ دنوں **شہید کیا گیا عبد السلام صاحب ابن ماسٹر منور احمد** صاحب صدر جماعت ایل پلاٹ اوکاڑہ۔ ان کو 17/ مئی کو شہید کیا گیا تھا۔ 35/ سال ان کی عمر تھی۔ ایک معاند احمدیت نے خنجر سے وار کر کے آپ کو شہید کیا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ تفصیلات کے مطابق عبد السلام صاحب اپنے دو چھوٹے بچوں عزیزم قمر اسلام جس کی عمر چھ سال تھی اور عزیزم بدر اسلام عمر ساڑھے چار سال کے ساتھ کسی کام سے گھر سے نکلے بلکہ ان کو بلایا گیا تھا کہ اپنے گھروں کا پانی وغیرہ کا کنکشن ٹھیک کروالو اور لگتا ہے یہ بھی کوئی پلاننگ تھی۔ پلاننگ سے گھر سے باہر بلایا گیا اور پیچھے سے حملہ کر کے دشمن نے ان پر وار کیے۔ بہر حال جب یہ گھر سے نکلے تو حافظ علی رضا عرف ملازم حسین نامی معاند احمدیت نے ان کا تعاقب کیا اور خنجر سے حملہ کر دیا۔ شام کا وقت تھا۔ حملہ کے نتیجہ میں عبد السلام صاحب زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنے دو معصوم بچوں کے سامنے موقعہ پر شہید ہو گئے۔ ان پر پہلے پیچھے سے حملہ کیا۔ گردہ ان کا کاٹ دیا،

پھر انتڑیوں پر حملہ کیا، پھر دل پہ وار کیا۔ بہر حال یہ موقعہ پر بچوں کے سامنے ہی شہید ہو گئے اور وہ ملزم جو تھا موقعہ سے فرار ہو گیا۔ یہ جنت کی تلاش میں احمدیوں کو شہید کرتے ہیں۔ قاتل مقامی مدرسہ جامعہ امینیہ فرید یہ ایل پلاٹ ضلع اوکاڑہ کا طالبعلم تھا اور واقعہ سے دو دن قبل ہی مدرسہ کا حفظ کا کورس مکمل کر کے فارغ ہوا تھا۔ مدرسہ کی طرف سے جو اختتامی تقریب ہوئی اس میں مدرسہ کے منتظم مولوی نے اپنی تقریر میں پاس ہونے والے طالبعلموں کو کہا تھا کہ جماعت احمدیہ کے خلاف تم لوگوں کو کارروائی کرنی چاہیے اور خوب اشتعال دلایا اور انتہائی اقدامات کی تحریک بھی کی۔ بہر حال تقریب تو ہو رہی ہے حفظ کلاس کی لیکن جس ذریعہ سے یہ لوگوں کو جنت دلوانا چاہتے ہیں یہ خود بھی جہنم کے رستے کی تلاش کر رہے ہیں اور لوگوں کو بھی جہنم واصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ شہید مرحوم کے پڑدادا حضرت نبی بخش صاحب کے ذریعہ سے ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جو پھمبیاں ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے تھے۔ شہید کے دادا مکرم محمد صدیق صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ پھر پاکستان کے قیام کے بعد یہ لوگ اوکاڑہ میں آ گئے۔ شہید مرحوم نے میٹرک تک، سیکنڈری سکول تک پڑھائی کی پھر زمیندارہ کر رہے تھے۔ وقفِ نو کی بابرکت تحریک میں بھی شامل تھے۔ ان کی والدہ کا بھی بیان ہے کہ انہوں نے جب ان کو کہا کہ تم بھی وقفِ نو ہو۔ تمہارے دو بھائی تو مربی بن گئے ہیں تم نہیں بنے۔ تو جواب دیتے کہ میں ان کی خدمت کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ میری اس خدمت کو بھی کچھ قبول کر ہی لے گا کیونکہ مَیں باقی خاندان کے لیے گھر کے لیے جو کام کر رہا ہوں۔ سارا گھر انہوں نے زمیندارے سے اور اپنے کام سے سنبھالا ہوا تھا۔ مالی لحاظ سے سب کو بے فکر کیا ہوا تھا۔ اس وقت بحیثیت قائد خدام الاحمدیہ خدمت کی توفیق پا رہے تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے نظام وصیت میں بھی شامل تھے۔ نہایت ملنسار محبت کرنے والے تھے۔ جس سے بھی ملتے اپنائیت کا تعلق قائم کر لیتے تھے۔ غیر احمدی جو ان کے واقف کار تھے وہ بھی یہی کہہ رہے تھے کہ بہت ظلم ہوا ہے، لیکن دہشت گرد ملاں کے سامنے بولنے کی کسی کو جرأت نہیں ہے۔ پاکستان میں شرافت بالکل گونگی ہو چکی ہے۔

بہر حال مرحوم کے بارے میں ان کے بھائیوں نے بھی، رشتہ داروں نے بھی بیان کیا ہے کہ خلافت سے بے پناہ عشق تھا۔ بلا تمیز ضرورت مند احمدیوں اور غیر احمدیوں کی خاموشی کے ساتھ مدد کرتے تھے۔ مہمان نوازی ان کا نمایاں وصف تھا۔ خاص طور پر مرکزی مہمانوں کی خدمت میں پیش پیش رہتے تھے۔ ان کے عزیزوں نے سب نے لکھا ہے کہ بڑے نڈر تھے اور اپنے خاندان میں بہادر نوجوان کے طور پر جانے جاتے تھے۔ ماضی میں بھی مخالفین کی طرف سے شہید مرحوم کو عیدین کے موقع پر تشدد کا نشانہ بنایا گیا تھا۔ بہر حال اس وقت تو اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرتا رہا لیکن اب یہ مقدر تھا۔

شہید مرحوم نے پسماندگان میں والد مکرم ماسٹر منور احمد صاحب صدر جماعت ایل پلاٹ ضلع اوکاڑہ اور والدہ شمشاد کوثر صاحبہ کے علاوہ ان کی اہلیہ فرزانہ ارم ہیں اور تین چھوٹے بچے قمر اسلام، چھ سال۔ بدر اسلام، ساڑھے چار سال اور بیٹی ہے عزیزہ سحر، ایک سال چھ ماہ یادگار چھوڑے ہیں۔ شہید مرحوم کے چار بھائی بھی ہیں جن

میں ظہور الٰہی توقیر صاحب ریسرچ سیل میں مربی سلسلہ ہیں۔ حافظ انوار احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ یہ بھی پاکستان میں ہیں اور اس کے علاوہ دو بھائی ہیں ایک لندن میں ہیں اور ایک ربوہ میں ہیں۔ تین ہمشیر گان ہیں۔ ایک ان کی ہمشیرہ یہاں مانچسٹر یو کے میں ذیشان خالد صاحب کی اہلیہ ہیں۔ پھر ایک کویت میں ہیں اور تیسری بھی لندن میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے۔ شہید کے معصوم بچوں، اہلیہ، والدین اور جملہ پسماندگان کا خود حامی و ناصر ہو۔ معصوم بچوں کے سامنے ان کے باپ کو شہید کیا گیا تھا ان کے دل کی کیا کیفیت ہو گی، کیا احساسات ہوں گے! اللہ ہی جانتا ہے۔ بڑا بیٹا جس کے سامنے ہوا چھ سال کا تھا، کہتے ہیں کہ فی الحال تو وہ بالکل گم سم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کو صبر اور سکون عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان بچوں کی بھی خود حفاظت فرمائے اور دشمن کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

دوسرا جو ذکر ہے وہ عزیزم ذوالفقار احمد ابن شیخ سعید اللہ صاحب فیصل آباد کا ہے جو گذشتہ دنوں آذربائیجان گئے ہوئے تھے۔ وہاں 36/ سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہو جانے کی وجہ سے ہوٹل میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے پڑدادا حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور حضرت شیخ جنڈا صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ حضرت شیخ رحمت اللہ صاحب کی مسجد مبارک قادیان کے ساتھ پنسار کی دکان تھی اور بیعت کے بعد قادیان سے قریبی یہ اپنے گاؤں طُلّقل والا سے ہجرت کر کے قادیان آ گئے تھے۔

ایک دفعہ کسی نے حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ اول کو شکایت کے رنگ میں کہا کہ مسجد کے قریب دکان نہیں ہونی چاہیے۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ذکر کیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام **نے فرمایا یہ لوگ اصحابِ صفہ ہیں۔**

(اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 187-189)

اور ان اصحاب صفہ کو پھر اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے وہ کشائش عطا فرمائی اور ان کے خاندانوں کو بھی بڑھایا۔ مرحوم نے 2005ء میں مانچسٹر یونیورسٹی سے ٹیکسٹائل کی فیلڈ میں بی ایس سی آنرز کی ڈگری حاصل کی تھی۔ اس کے بعد خاندانی کاروبار سنبھالنے میں مصروف ہو گئے۔ دنیاوی ترقی کی انتہا کے باوجود عاجزی اور انکساری کی مثال تھے۔ ملنا ملانا ہر قسم کے طبقہ کے لوگوں سے تھا۔ ہر ایک کے ساتھ نہایت عزت اور احترام کا سلوک کرتے تھے اور اپنے دوست اور بھائی کی طرح ہر ایک سے ان کا سلوک تھا۔ ملازمین کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ ان سے بڑی ہمدردی کرتے تھے۔ صدقہ و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے اور پھر یہ ہسپتال وغیرہ کے خیراتی کاموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ جماعتی چندوں میں ہر مد میں حصہ لیتے بلکہ سیکرٹری مال کو خود یاددہانی کرواتے کہ میرے سے چندے لیں اور ہر مد جو ہے اس کے بارے میں بتائیں اور اس کا چندہ لیں۔ ہیومینٹی فرسٹ کے پراجیکٹس میں انہوں نے کثرت سے حصہ لیا۔ لوگوں کو گھر بنوا کر دیے۔ غریبوں کی شادیاں کروائیں۔ کسی سے ملتے تو اچھی چیزیں سیکھنے کی کوشش کرتے۔ اپنی زندگی میں انہیں عمل میں لانے کی کوشش کرتے۔ رمضان میں خاص طور پر بہت

خدمت خلق کرتے۔ مرحوم اور ان کے والدین نے بیلیز میں ایک مسجد بھی بنوائی ہے۔ یہ بہت بڑا پراجیکٹ تھا اور وہاں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت بڑی خوبصورت مسجد بنی ہے۔ ان کے بارے میں لکھا ہے کہ نمازوں کے لیے بھی کام روک کر وقت نکالتے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتے اور اپنی زندگی کو باقاعدہ انہوں نے ریگولیٹ کیا ہوا تھا۔ جب مسجدوں کی پابندیاں ہو گئیں تو گھر میں باجماعت نماز کا اہتمام تھا۔ ملائیشیا میں تھوڑی دیر کے لیے سیر کے لیے گئے تھے۔ وہاں جماعت کی مسجد پہ پولیس نے جب جماعت کے افراد کو پکڑا تو ان کو بھی تھوڑی دیر کے لیے اسیر راہ مولیٰ ہونے کی سعادت ملی۔ مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ اور دو بچوں کے علاوہ والدین، پانچ بھائی اور ایک بہن شامل ہیں۔ ان کی والدہ آصفہ سعید صاحبہ صدر لجنہ ضلع فیصل آباد ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

ڈاکٹر حامد محمود صاحب ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ احمدیت اور خاص کر خلافت سے لگاؤ اور پیار کا تعلق تھا۔ اپنے سماجی سیاسی اور انتظامی تعلقات سے لوگوں کی مدد کی کوشش کرتے اور جن کو بھی مدد کی ضرورت ہوتی بڑھ چڑھ کر ان کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر خاموشی سے اس کی مدد کرنا بھی فرض سمجھتے تھے۔ انتہائی خاموشی سے اور بغیر خود نمائی کے یہ کام کرنے کی کوشش کرتے۔

ڈاکٹر مسعود الحسن نوری صاحب کہتے ہیں کہ ذوالفقار بہت نیک، باوقار اور مخلص نوجوان احمدی تھے۔ کہتے ہیں میرا جب سے ان سے تعارف ہوا ان کی صلاحیتوں کو میں بخوبی جان گیا۔ ہیومینٹی فرسٹ کی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر مالی قربانی کرنے والے تھے۔ قربانی کا جذبہ اور سخاوت کا معیار بہت بڑھا ہوا تھا۔ کئی کئی لاکھ روپے دے دیا کرتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی پھر اپنے عجز و انکساری کا اظہار بھی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ دے۔ بیوی کو صبر اور حوصلہ دے۔ بچوں کی خود حفاظت فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا ذکر مکرم ملک تبسم مقصود صاحب کینیڈا کا ہے جن کی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے والد ملک مقصود احمد صاحب 28/ مئی 2010ء کو دارالذکر لاہور میں ہونے والے حملہ میں شہید ہو گئے تھے۔ والد ملک مقصود احمد شہید کے نانا حضرت ملک علی بخش صاحب بھوپال والے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیکچر سیالکوٹ کو سن کر بیعت کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ ملک تبسم مقصود صاحب نے 1991ء میں اپنی زندگی وقف کی۔ 2006ء میں ان کی ڈیوٹی نظارت امور عامہ میں لگی۔ وہاں آپ نے نائب ناظر امور عامہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ پھر 2011ء میں بطور مشیر قانونی تحریک جدید ان کو مقرر کیا گیا۔ پھر یہ 2016ء میں میری اجازت سے شہداء کی فیملیوں کے ساتھ کینیڈا چلے گئے۔ پہلے تو نہیں جانا چاہتے تھے لیکن میرے کہنے پر چلے گئے۔ کینیڈا میں بھی انہوں نے امورِ عامہ اور جائیداد کے شعبوں میں خدمت کرنے کے علاوہ ناظم دارالقضا کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مرحوم صوم و صلوٰۃ کے پابند، تہجد کا باقاعدگی سے التزام کرنے والے، قرآن کریم سے گہرا لگاؤ رکھنے والے، خلافت سے گہری وابستگی اور خلیفہ وقت کی آواز پر لبیک کہنے والے تھے۔ بڑے نیک اور ہمدرد انسان تھے۔ ان کے پسماندگان میں والدہ اور اہلیہ کے علاوہ ایک

بیٹا اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے اکلوتے بیٹے ڈاکٹر اطہر احمد وقفِ زندگی ہیں اور ان کے داماد عمر فاروق صاحب بھی مربی سلسلہ ہیں۔ مرحوم ملک طاہر احمد صاحب امیر جماعت ضلع لاہور کے بھانجے تھے۔

ان کی بیٹی رضیہ تبسم لکھتی ہیں کہ ان کو تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ ایک دفعہ رات کو یہ تبلیغ کرنے کے لیے نکلے تو وہاں ان پر لڑکوں نے حملہ کر دیا۔ بہر حال ان سے بچ بچا کے یہ نکلے لیکن اس لڑائی میں ایک مکا اُن کی آنکھ پہ لگا اور آنکھ زخمی ہو گئی۔ بڑی مشکلوں سے گھر پہنچے لیکن کسی کو بتایا نہیں۔ کئی سالوں کے بعد جب آنکھ میں دوبارہ تکلیف ہوئی اور ڈاکٹر کو دکھایا تو اس نے کہا یہ پرانی کسی چوٹ کا اثر ہے۔ تب انہوں نے بتایا کہ اس طرح یہ واقعہ ہوا تھا اور بہر حال اس بات پہ خوش تھے کہ میری بینائی کی کمزوری حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام پہنچانے کی وجہ سے ہوئی ہے۔ ملک طاہر احمد صاحب لکھتے ہیں کہ تبسم مقصود بچپن سے ہی نیکی کا رجحان رکھتے تھے۔ ذیلی تنظیموں اور پھر جماعتی نظام کے تحت خدمت بجالاتے رہے۔ خلافت سے گہری وابستگی اور نظام جماعت کی اطاعت ان کا شعار رہا۔ بے انتہا منکسر المزاج اور اللہ پر توکل کرنے والے تھے۔ بچوں کی نہایت اعلیٰ درجہ تربیت کی اور ان کے خلافت اور نظام جماعت سے پختہ تعلق قائم کرنے کے لیے بہت کوشش کی۔

حافظ محمد اکرم قریشی صاحب جو نائب وکیل المال ثانی ہیں، کہتے ہیں کہ میرا ان سے پرانا تعلق ہے۔ ہمسائیگی کا بھی تعلق رہا۔ بڑے مخلص، وفا شعار، ہمدرد، خدمتِ خلق کے جذبہ سے ہر دم معمور خلافت کے شیدائی تھے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر انہیں کامل یقین تھا۔ ایک بار میں نے دیکھا کسی شخص کو عرفانِ الٰہی کے متعلق سمجھا رہے تھے تو مَیں نے دیکھا کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کی عظمت کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ ان کے ساتھ کام کرنے والے ایک کارکن نے مجھے بتایا کہ مجھے کہا کرتے تھے کہ میری نصیحت ہے کہ کوئی کیا کرتا ہے یہ مت دیکھو، کسی کی مت سنو، بس اپنے ایمان کو بچاؤ۔ خلافت کا دامن مت چھوڑنا اس کے علاوہ کہیں امن نہیں۔ خدام الاحمدیہ کے زمانے میں ہی جماعت کے ساتھ نہایت گہرا تعلق اور اپنے جان، مال، وقت اور عزت کے ساتھ ہر دم پیش پیش تھے۔ پھرتیلے جوان تھے۔ چاق و چوبند تھے۔ جسم مضبوط تھا۔ لمبا قد تھا۔ سپورٹس مین تھے اور اس طرح جو ساری صلاحیتیں تھیں جماعت کی خدمات کے لیے صرف کرتے تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی سپریم کورٹ کی پریکٹس کا لائسنس بھی ان کو مل گیا۔ مختلف نوعیت کے کاموں کی انجام دہی کا غیر معمولی تجربہ اور صلاحیت تھی اور دنیا کے سفر بھی کیے ہوئے تھے۔ یہ نہیں کہ صرف اپنے حالات میں ہی رہتے تھے لیکن ہمیشہ عاجزی تھی۔ کبھی ان میں خود پسندی نہیں پیدا ہوئی۔ کوئی تفاخر نہیں تھا۔

اللہ تعالیٰ مرحوم سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10/جون 2022ء جلد 29 شمارہ 46 صفحہ 05 تا 10)

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27/ مئی 2022ء بمطابق 27/ ہجرت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج 27/ مئی ہے۔ یہ **دن جماعت احمدیہ میں یوم خلافت کے نام سے جانا جاتا** ہے۔ ہم ہر سال یوم خلافت کے جلسے اس دن یا اس دن کے آگے پیچھے کرتے ہیں لیکن کیوں؟ اس سوال کا جواب ہمیں ہر وقت سامنے رکھنا چاہیے اور اپنی نسلوں، اپنے بچوں کو بھی اس پر غور کرنے اور سوچنے کے لیے کہنا چاہیے۔ اس دن کا آغاز 27/ مئی 1908ء کو ہوا تھا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق ہم پر فضل فرماتے ہوئے جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام جاری فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کی جماعت کی ترقی کے لیے جو وعدہ فرمایا تھا اسے اس دن پورا فرمایا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک عرصہ سے اپنی جماعت کو اس بات پر تیار فرما رہے تھے کہ کوئی شخص موت سے باہر نہیں۔ انبیاء بھی جب وہ اپنا کام پورا کر لیتے ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ انہیں بھی اٹھا لیتا ہے۔ آپؑ بار بار جماعت کو اس بات پر تیار فرما رہے تھے کہ آپ علیہ السلام کی واپسی کا وقت قریب ہے لیکن ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی دیتے تھے کہ آپ علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت نے پھولنا ہے، پھلنا ہے اور پھیلنا ہے اور اللہ تعالیٰ کے جو آپؑ سے وعدے ہیں وہ یقیناً پورے ہونے ہیں۔ جماعت کی ترقی اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہونی ہے اور کوئی نہیں جو اس ترقی کو روک سکے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ارشاد میں اپنے زمانے سے لے کر آخرین کے زمانے تک یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام **اور پھر بعد میں آپ کے جاری نظام خلافت کا نقشہ کھینچا ہے**۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی مجلس میں بیان فرماتے ہیں: تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود صحابہ میں موجود رہے گا۔ پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت علی منہاج النبوۃ قائم ہو گی۔ یعنی وہ خلافت راشدہ قائم ہو گی جو مکمل طور پر نبوت کے قدموں پر چلنے والی ہو گی۔ پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا۔ گذشتہ کچھ عرصہ سے مَیں بدری صحابہ کے سلسلہ میں خلفائے راشدین کا بھی ذکر کر رہا ہوں۔ آج کل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ تمام خلفاء کے ذکر میں یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ سب نے بڑے بے نفس ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے اور قرآن کریم کو اپنا دستور العمل بناتے ہوئے اپنا عرصہ خلافت گزارا۔ گویا قدم قدم پر منہاج نبوت پر قائم رہنے کی کوشش کی۔

بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ارشاد کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ پھر اس کی تقدیر کے مطابق ایذا رساں بادشاہت قائم ہو گی جس سے لوگ دل گرفتہ ہوں گے اور تنگی محسوس کریں گے۔ یہ دور ختم ہو گا تو اس کی دوسری تقدیر کے مطابق اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہو گی۔ اور تاریخ نے یہ بھی دیکھا بلکہ آج تک مسلمانوں کے دین سے ہٹے ہوئے جو حکمران ہیں اپنی رعایا سے یہی کچھ کر رہے ہیں چاہے سیاسی حکومتیں ہوں یا بادشاہت۔ ایک گروہ ہو یا دوسرا۔ جس کے ہاتھ میں بھی حکومت آئے اس پر دنیا غالب رہتی ہے۔ بہر حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب یہ سب کچھ امت کے ساتھ ہو گا تو پھر اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آئے گا اور اس ظلم و ستم کے دور کو ختم کر دے گا۔ پھر خلافت علیٰ منہاجِ نبوت قائم ہو گی۔ یہ فرما کر آپؐ خاموش ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 285 حدیث النعمان بن بشیر حدیث نمبر 18596 عالم الکتب بیروت 1998ء)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم و ستم کے دَور کو ختم کرنے کی جو پیشگوئی فرمائی تھی وہ ان لوگوں کے لیے تھی جو خاتم الخلفاء مسیح موعود اور مہدی معہود کی بیعت میں آئیں گے اور اس کی تعلیم کے مطابق اس پر عمل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے تو انتظام فرما دیا ہے۔ اگر لوگ اس انتظام کے تحت نہ آئیں، اپنی ضد پر قائم رہیں تو پھر اس کا وہی نتیجہ نکلتا ہے اور نکلا ہے جو آج کل مسلمان دیکھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بھی عقل اور سمجھ دے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی پہچان کرنے والے ہوں نہ کہ انکار کر کے مسیح موعود کی جماعت پر ظلم اور تعدی میں بڑھنے والے ہوں۔ بہر حال یہ بھی واضح ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کہنے کے بعد پھر خاموش ہونا کہ تم میں خلافت علیٰ منہاجِ نبوت آخری زمانے میں قائم ہو گی اس بات کا اظہار ہے کہ یہ ایک لمبا عرصہ چلنے والا نظام ہے۔

یہ جو بعض لوگ بعض باتوں کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ باتیں کرتے ہیں کہ اس خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ یہ نظام بھی جلد ختم ہو جائے گا **یعنی مسیح موعود علیہ السلام کے بعد جو نظام خلافت ہے۔ یہ سب لوگ غلطی خوردہ** ہیں۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت فرما دی ہے کہ یہ نظام جاری رہنے والا نظام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدے فرمائے ہیں وہ پورے ہونے والے ہیں اور زمین و آسمان ٹل سکتے ہیں لیکن خدائی وعدوں کو پورا ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ بہر حال اس بات کی وضاحت کہ یہ نظامِ خلافت جاری رہنے والا نظام ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اَب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو مَیں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو“ یعنی اپنی وفات کی خبر جو دی۔ ”اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہو گا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے

گی جیسا کہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے۔" (رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 305)

پس آپ کے یہ الفاظ کہ خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے اور وہ دوسری قدرت یعنی خلافت تم میں قیامت تک قائم رہے گی۔ ایسے لوگ ہمیشہ پیدا ہوتے رہیں گے جو خلافتِ احمدیہ کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔ پس خوش قسمت ہیں ہم میں سے وہ لوگ جو خلافت احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ جڑے رہیں اور اپنی نسلوں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہیں اور بد قسمت ہیں وہ جو خلافت احمدیہ کو کسی دَور تک محدود کرنا چاہتے ہیں یا یہ سوچ رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ کی طرح ناکامی اور نامرادی دیکھیں گے۔ جیسا کہ جماعت کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے۔ جو مخالفین تھے انہوں نے خلافتِ اولیٰ یا خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے وقت ناکامیاں دیکھیں۔

بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ السلام خلافت کے قائم رہنے کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ "وہ وعدہ" یعنی خلافت کے قائم رہنے کا وعدہ) "میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ تمہاری نسبت وعدہ ہے جیسا کہ خدا فرماتا ہے کہ مَیں اس جماعت کو جو تیرے پیرو ہیں قیامت تک دوسروں پر غلبہ دوں گا۔ سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اس کے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے وہ ہمارا خدا وعدوں کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے وہ سب کچھ تمہیں دکھائے گا جس کا اس نے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہیں اور بہت بلائیں ہیں جن کے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جب تک وہ تمام باتیں پوری نہ ہو جائیں جن کی خدا نے خبر دی۔" ابھی تو اللہ تعالیٰ کے آپ سے بے شمار وعدے ہیں جو پورے ہونے والے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا": مَیں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور مَیں خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اَور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کا مظہر ہوں گے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 305، 306)

پس اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ اور ترقی کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو وعدے کیے ہوئے ہیں، جن باتوں کے پورا ہونے کا اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو بتایا ہوا ہے وہ ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پوری ہوں گی، وہ وعدے ضرور پورے ہوں گے۔ اسلام کے غلبہ کے دن جماعت ان شاء اللہ دیکھے گی۔ جماعت کی ترقی کے دن جماعت دیکھے گی۔ ان شاء اللہ۔ جو لوگ خلافت سے جڑے رہیں گے وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں گے۔ جماعت احمدیہ نے دنیا میں پھیلنا ہے اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ چنانچہ آپؑ اپنی جماعت کے غلبہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اس نے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور ان کو غلبہ دیتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (المجادلۃ:22) اور غلبہ سے مراد یہ ہے کہ جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشاء ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ ان کی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اس کی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اس کی

پوری تکمیل ان کے ہاتھ سے نہیں کرتا بلکہ..... ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 304)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو یہ پیشگوئیاں فرمائی ہیں، اللہ تعالیٰ کے جن وعدوں کا ذکر فرمایا ہے انہوں نے اپنے کمال تک پہنچنا ہے اور یہ **آپؑ کے بعد جو جاری نظامِ خلافت ہے اس کے ذریعہ سے ہی پہنچنا ہے۔** اللہ تعالیٰ نے جماعت کو ترقی دینی ہے اور دے رہا ہے۔ خود لوگوں کی راہنمائی فرماتا ہے۔ خلافت کے ساتھ ان کو جوڑتا ہے اور جوڑ رہا ہے ورنہ یہ انسانی بس کی بات نہیں ہے۔ افرادِ جماعت اور خلیفۂ وقت کو ایک ایسے مضبوط بندھن میں باندھنا جس کی مثال ممکن نہ ہو، یہ انسان کے بس کی بات نہیں اور نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے دل خلافت کے ساتھ جوڑتا ہے جو پہلے احمدی ہیں بلکہ ان کے بھی دل خلافت کے ساتھ جوڑتا ہے کہ جو خود بعد میں شامل ہو رہے ہیں اور بالکل نئے آنے والے ہیں جن کی پوری طرح تربیت بھی نہیں ہے۔ یہ صرف خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ وہی اخلاص و وفا بیعت کے بعد لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے دکھاتے ہیں۔ وہی اخلاص و وفا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو پورا کرنے کے لیے اور آپ علیہ السلام کے نام پر خلافتِ احمدیہ سے دکھاتے ہیں اور دکھا رہے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی بیعت جس طرح لوگوں نے کی وہ اللہ تعالیٰ کی خالص تائید و نصرت نہیں تھی تو اَور کیا تھا۔ سوائے چند منافق طبع لوگوں کے جو ہر جماعت میں ہوتے ہیں خلافت کے فدائی اور شیدائی بڑھتے چلے گئے اور جو منافق تھے ان کی آپؓ نے اچھی طرح سرزنش کی اور ان کو ان کے مقام پر رکھا۔ ان کو سر اٹھانے کی ہمت نہیں ہوئی۔ پھر خلافتِ ثانیہ کے انتخاب کے وقت انہی مخالفوں کے شور مچانے کے باوجود جو خلافتِ اولیٰ میں منافقت کرتے ہوئے جماعت میں رہ رہے تھے۔ انہوں نے مخالفت کی۔ لیکن جماعت نے باوجود ان لوگوں کے ورغلانے کے، شور مچانے کے، فتنہ اور فساد پیدا کرنے کے حضرت میاں صاحبؓ، حضرت مرزا محمود احمد صاحبؓ کہہ کر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیعت کر لی اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس طرح تیزی سے جماعت ترقی کرتی چلی گئی۔ دنیا میں مشن ہاؤس کھلے، مساجد بنیں، لٹریچر کی اشاعت ہوئی۔ وہ کام جن کے کرنے کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام آئے تھے آگے بڑھتے رہے۔

پھر خلافتِ ثالثہ میں اللہ تعالیٰ نے باوجود حکومتِ وقت کے بہت سخت حملے کے جماعت کو ترقیات سے نوازا۔ کشکول جماعت کے ہاتھ میں پکڑانے والے خود بُری حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

پھر خلافتِ رابعہ میں ترقیات کا ایک اَور باب کھلا۔ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور نصرت کے نئے نظارے ہم نے دیکھے۔ اشاعتِ اسلام کے نئے نئے رستے کھلے۔ خلیفۂ وقت کے ہاتھ کاٹنے کا سوچنے والوں کے اپنے ہاتھ کٹ گئے اور فضا میں ان کے جسم بکھر گئے لیکن جماعت کی ترقی کے قدم نہیں رکے۔ تبلیغ کے میدان میں وسعت پیدا ہوئی۔ ایم ٹی اے کا آغاز ہوا جس سے ہر گھر میں جماعت کا پیغام پہنچنا شروع ہوا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سے اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا تکمیل کی طرف بڑھنا ہے اور یہی چیز ہے اگر کوئی سمجھے تو۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا پورا ہونا نہیں تو اَور کیا تھا۔

پھر خلافتِ خامسہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات و نصرت کے نظارے دکھائے۔ ایم ٹی اے میں ہی اسلام کا پیغام پہنچانے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو پورا کرنے کے لیے نئے نئے راستے کھلنے کا انتظام ہوا۔ ایک کے بجائے ایم ٹی اے کے سات آٹھ چینل مختلف زبانوں میں جاری ہوئے۔ دنیا کی مختلف زبانوں میں مختلف پروگراموں کے ترجمے ہونے شروع ہو گئے۔ دنیا کے ہر کونے تک جہاں پہلے ایم ٹی اے نہیں جا رہا تھا وہاں بھی ایم ٹی اے پہنچ گیا اور وہاں کی اپنی زبان میں ان لوگوں، ان ملکوں اور ان علاقوں کے رہنے والوں کو احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام پہنچنے لگ گیا جس سے لاکھوں سعید روحوں کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ایم ٹی اے اور ریڈیو پروگراموں کے علاوہ خود بھی لوگوں کی راہنمائی فرمائی اور لوگوں کو خوابوں کے ذریعہ اور مختلف لٹریچر کے ذریعہ احمدیت کے پیغام کو قبول کرنے کی توفیق دی۔ ہم جب احمدیت کی تاریخ دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کی خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی طرف آپ کے زمانے میں بھی راہنمائی فرماتا تھا۔ پھر یہی سلسلہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانے میں بھی جاری رہا۔ اللہ تعالیٰ خود راہنمائی فرماتا رہا۔ پھر اَور سعید روحیں جو تھیں وہ جماعت میں شامل ہوتی رہیں۔ پھر خلافتِ ثانیہ میں بھی بہت سے ایسے واقعات ہیں۔ پرانے خاندانوں میں، ان کے گھروں میں یہ روایات چل رہی ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے بڑوں کو حق قبول کرنے کی توفیق دی۔ پھر خلافتِ ثالثہ میں بھی یہ سلسلہ نظر آتا ہے۔ خلافتِ رابعہ میں بھی سعید روحوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے احمدیت کے قبول کرنے کی طرف راہنمائی ہوئی۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدوں کا نتیجہ تھا۔ اس طرح ہر خلافت کے دور میں جماعت بڑھتی رہی۔ خلافت خامسہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے یہی سلوک ہیں۔ اللہ تعالیٰ تبلیغ کے نئے نئے راستے بھی کھولتا جا رہا ہے اور لوگوں کے دلوں کو بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو جو اسلام کا حقیقی پیغام ہے سننے اور قبول کرنے کی طرف مائل کرتا چلا جا رہا ہے۔ ایسے ایسے واقعات ہوتے ہیں جو خالص تائید الٰہی کا پتہ دے رہے ہوتے ہیں ورنہ صرف انسانی کوششوں سے کبھی اس طرح لوگ قبول نہ کریں۔ مَیں چند واقعات بیان کر دیتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو اسلام اور احمدیت کی طرف پھیرنے کے سامان فرمائے اور خلافت احمدیہ کی بھی سچائی جو ہے ان پر کھولی اور کس طرح لوگوں کے دلوں میں خلافت سے محبت پیدا کی۔

گنی بساؤ افریقہ کا ایک دُور دراز کا ملک ہے وہاں عبد اللہ صاحب پہلے ایک عیسائی دوست تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ کچھ عرصہ پہلے انہوں نے خواب دیکھی کہ ایک شخص ہے جس کی سفید داڑھی ہے اور اس نے پگڑی پہنی ہوئی ہے اور لوگوں سے خطاب کر رہا ہے اور مکمل خاموشی کے ساتھ لوگ یہ خطاب سن رہے ہیں۔ کہتے ہیں اس شخص کا خطاب کرنے کا انداز بالکل سادہ اور ہمارے لوگوں سے مختلف تھا۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو ان کو کچھ سمجھ نہیں آئی پھر وہ بھول گئے۔ کچھ دنوں کے بعد پھر ان کو دوبارہ اسی طرح سے ملتی جلتی خواب آئی اور اس سے ان کے ذہن

میں وہ چہرہ بیٹھ گیا۔ پھر تیسری مرتبہ ان کو خواب آئی اور وہ کوشش کرتے رہے کہ پتہ چلے کہ یہ کون شخص ہے لیکن پتہ نہیں کر سکے۔ ایک دن اتفاق سے گاؤں کے قریبی شہر فرین (Farin) میں واقع ہماری مسجد میں گئے۔ اس دن جمعہ تھا۔ احباب جماعت ایم ٹی اے پر میرا خطبہ جمعہ سن رہے تھے۔ وہ کہتے ہیں مجھے دیکھ کر انہوں نے فوراً معلم صاحب سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو خطبہ دے رہا ہے؟ انہوں نے کہا یہ ہمارے خلیفہ ہیں۔ بہر حال وہ اس پر خاموشی سے بیٹھے خطبہ سنتے رہے اور خطبہ جمعہ کے بعد احباب کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز ختم ہونے کے فوراً بعد کھڑے ہو گئے اور سب احباب کے سامنے کہنے لگے کہ:

مَیں آج اسلام قبول کرتا ہوں اور بتانے لگے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے تین بار خواب میں یہ شخص دکھایا ہے جس کا میری روح پر بڑا اثر تھا اور مَیں ایک عرصہ سے اس تلاش میں تھا مگر آج اتفاق سے آپ کی مسجد میں آیا ہوں تو آپ کے خلیفہ کو دیکھا ہے۔ وہی چہرہ ہے جو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا اور اسی طرح نظارہ تھا جو مَیں نے خواب میں دیکھا تھا کہ لوگ خاموشی سے بیٹھے خطاب سن رہے ہیں اور مَیں اسلام احمدیت میں داخل ہوتا ہوں۔ ایک دور دراز علاقے کے شخص کی اس طرح راہنمائی کہ پہلے خواب میں دیکھتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ایسے سامان بھی کر دیتا ہے کہ اسی طرح کا نظارہ بھی نظر آ جائے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ایسا کیوں نہیں ہوتا؟ تو یہ تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کی چاہے راہنمائی فرمائے لیکن اس کے لیے نیک فطرت ہونا بھی ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنا بھی ضروری ہے۔ یقیناً انسان کی، اس شخص کی کوئی نیکی ہو گی جو اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کی راہنمائی فرمائی۔

پھر گیمبیا کے امیر صاحب نے لکھا کہ وہاں ایک خاتون سسٹر فاٹو صاحبہ ہیں۔ ساٹھ سال کے قریب ان کی عمر ہے۔ وہ کہتی ہیں ہمارے علاقے میں ایک اسلامی گروپ کے افراد آئے اور جماعت کے خلاف باتیں کرنے لگے کہ احمدی کافر ہیں۔ وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ان سے کسی قسم کا لین دین نہیں رکھنا چاہیے۔ گاؤں کے اکثر لوگوں نے ان کی باتوں کو مان لیا لیکن یہ خاتون کہتی ہیں کہ وہ پریشان ہو گئیں اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کے لیے دعا کرنی شروع کر دی۔ کچھ دن کے بعد انہیں خواب آئی کہ اسی اسلامی گروپ کے افراد جنہوں نے اس گاؤں کا دورہ کیا تھا ان کی آنکھیں گو تاروں کی طرح چمک رہی ہیں اور انہوں نے ہاتھ میں قرآن مجید بھی پکڑا ہوا ہے لیکن وہ یہ شکایت کر رہے ہیں کہ قرآنِ مجید کی تحریر کو دیکھ نہیں سکتے۔ اس پر وہ شور مچانے لگ گئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا ہے اور اس طرح وہ اپنی روزی بھی نہیں کما سکتے اور ذلیل و خوار اور تباہ ہو گئے۔ کہتی ہیں کہ مَیں نے خواب میں یہ بھی دیکھا کہ اس گروپ کے ممبران جماعتِ احمدیہ کے خلیفہ کے ساتھ ہاتھ ملانا چاہتے ہیں پر اس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکے اور وہ یہ اعتراف کر رہے ہیں کہ احمدیت تو بے شک سچ ہے مگر اگر ہم مان لیں تو پھر ہمارے مرید ہم سے پھر جائیں گے۔ بہر حال ان خاتون نے اپنے گھر والوں کو صبح یہ خواب سنائی۔ لوگ کہتے ہیں کہ افریقنوں میں سوچ سمجھ کم ہے لیکن بہر حال انہوں نے اپنی تعبیر بھی یہ کی کہ جس طرح روشن آنکھیں تھیں اس کے باوجود قرآن کی تحریر نہیں پہچان رہے اس کا مطلب یہی تھا کہ وہ حق سے مکمل طور پر گمراہ ہو چکے ہیں۔ تو ایسے عجیب واقعات بعض لوگوں کے قبول احمدیت کے ہوتے ہیں کہ ظاہر ہو رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید ان

لوگوں کو یہ نظارے دکھا رہی ہے۔

گوئٹے مالا ساؤتھ امریکہ کے ملکوں میں سے ہے۔ یہاں جو ہماری مسجد ہے وہاں سے اڑھائی سو کلو میٹر دور میکسیکو کے بارڈر پر ایک جگہ سان مارکوس (San Marcos) ہے، وہاں کی ایک خاتون ویرونیکا (Veronica) صاحبہ کہتی ہیں مَیں نے دس سال پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ ایک شخص خواب میں آئے ہیں اور انہوں نے کہا سچائی کا راستہ اسلام ہے۔ قرآنِ مجید پڑھنے کو کہا لیکن انہوں نے کہا کہ مَیں تو قرآن پڑھنا نہیں جانتی۔ مگر اس شخص نے کہا تم پڑھ سکتی ہو۔ صبح اٹھ کر انہوں نے اپنے خاوند اور باپ سے اس خواب کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ اسلام کوئی سچائی کا راستہ نہیں ہے یہ تو دہشت گردی کا مذہب ہے۔ اب یہ سارے عیسائی لوگ ہیں۔ لیکن کہتی ہیں میرے دل کو سکون نہیں ہوا۔ مَیں نے انٹرنیٹ پر اسلام کے بارے میں تحقیق شروع کر دی اور خود ہی انٹرنیٹ سے اسلام کے بارے میں سیکھ رہی تھی۔ ایک دن بازار میں جا رہی تھیں کہ ایک پردہ دار خاتون ان کو مل گئیں۔ بہر حال ان کا پردہ دیکھ کے ان کو تجسس پیدا ہوا کہ اس کو جا کے ملیں اور اس سے پوچھا تمہارا یہ لباس کیسا ہے؟ اس نے کہا مَیں مسلمان ہوں۔ اس لیے مَیں نے پردہ کیا ہوا ہے۔ چنانچہ ان سے ان کا رابطہ ہو گیا اور اس نے اسلام کے بارے میں تفصیل بتائی۔ وہ خاتون احمدی تھیں۔ کہتی ہیں مَیں نے تو ان کی یہ باتیں سن کے، اسلام کی تعلیم کو سن کے بیعت کر لی لیکن گھر والے راضی نہیں ہوتے تھے، کوئی نہ کوئی اعتراض کر دیتے تھے۔ ان کا جواب کہتی ہیں مَیں نہیں دے سکتی تھی تو پھر انہوں نے ان کو کہا کہ آپ ہمارے گھر آئیں۔ رشتہ داروں کو اکٹھا کروں گی۔ اعتراضات کا جواب دیں۔

چنانچہ ہماری بے شمار تبلیغی نشستیں ہوئیں، تبلیغ بھی کرنے لگ گئیں۔ صرف بیعت نہیں کی بلکہ پیغام بھی آگے پہنچانے لگ گئیں۔ دوستوں کو اکٹھا کیا اور پھر ان کے لیے ریفریشمنٹ کا انتظام بھی کیا۔ ان کا ایک بیٹا ہے جو وکالت کی تعلیم حاصل کر رہا ہے، یونیورسٹی کے آخری سال میں ہے۔ اس نے بھی بیعت کر لی اور ان کو اتنا جوش اور شوق ہے کہ انٹرنیٹ کے ذریعہ انہوں نے ناظرہ قرآن کریم خود سیکھا۔ بہت ساری سورتیں زبانی یاد کیں اور پھر آڈیو سن کے اپنی زبان میں، عربی تو نہیں لکھ سکتی تھیں، رومن میں قرآن کریم پورے کا پورا لکھا۔ امیر صاحب کہتے ہیں کہ جب مَیں دورے پر گیا ہوں تو ان کی نوٹ بک دیکھی۔ سارا قرآن کریم انہوں نے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا اور اب عربی بھی سیکھ رہی ہیں اور اسے عربی میں لکھ رہی ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نہ صرف سعید روحوں کو جماعت میں لا رہا ہے بلکہ آپ کے بعد جو آپ سے وعدے تھے ان کو بھی پورا فرما رہا ہے۔

انڈونیشیا، ایک اَور دُور دراز کا علاقہ، وہاں ایک نوجوان کو تبلیغ کی گئی تو اس نے فوراً بیعت کر لی۔ اس جماعت کے صدر جماعت نور صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے اس کو واپس جانے سے پہلے کچھ کتابیں دیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصاویر والے بروشر بھی دیے۔ جب وہ نوجوان گھر پہنچا تو اس کے والد نے ایک بروشر دیکھ کے پوچھا کہ یہ تصویر کس کی ہے؟ اس لڑکے نے جواب دیا کہ یہ امام مہدی کی تصویر ہے۔ کل رات مَیں نے ایک خواب دیکھی تھی کہ امام مہدی تشریف لے آئے ہیں۔ اس لیے کچھ جماعتِ احمدیہ کا تعارف پہلے تھا تو مَیں نے فوراً بیعت کر لی ہے۔ اس پر اس کے والد کہنے لگے پھر تو مَیں بھی اب بیعت کرنا چاہتا

ہوں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ شامل کر رہا ہے۔

برکینا فاسو کے معلم زیلا کریم صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے علاقے کے ایک رہائشی حمید صاحب ہیں۔ باقاعدہ ریڈیو سنتے تھے۔ جماعت سے ہمدردی بھی رکھتے تھے۔ چندہ بھی کبھی آ کے دے دیتے تھے بلکہ بعض دفعہ باقاعدگی سے دینے لگ گئے تھے لیکن بیعت کرنے کو کہا جاتا تو کسی نہ کسی طرح ٹال دیتے۔ عام چندہ تو نہیں دیتے ہوں گے تحریکِ جدید، وقف جدید میں دے دیتے ہوں گے یا کسی اَور مد میں، صدقات میں، بہرحال یہ چندہ دیتے تھے۔ جو مالی قربانی ہے وہ دے دیا کرتے تھے۔ گھانا میں بھی مَیں نے دیکھا ہے، جب مَیں وہاں تھا تو بہت سارے لوگ جو زمیندار تھے آ کے اپنی زکوٰۃ دے جایا کرتے تھے کہ اپنے مولویوں کو دیں تو وہ کھا جائیں گے۔ جماعتِ احمدیہ اس کا صحیح استعمال کرے گی۔ بہرحال اس طرح لوگ وہاں دیتے ہیں۔ ایک دن انہوں نے خواب میں دیکھا کہ اجتماع ہو رہا ہے جس میں لوگ ایک چار دیواری کے اندر ہیں اور کچھ چار دیواری سے باہر ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا اس چار دیواری کے اندر تمام احمدی احباب ہیں۔ اس پر مَیں کہتا ہوں مَیں بھی ان کے ساتھ ہوں۔ مجھے بھی اندر داخل کیا جائے۔ تو یہ آواز آتی ہے کہ اس چار دیواری میں وہی داخل ہو سکتے ہیں جنہوں نے بیعت کی ہے اور آپ نے چونکہ بیعت نہیں کی اس لیے آپ اس کے اندر نہیں جا سکتے۔ چنانچہ اس خواب کے بعد اگلے دن ہی انہوں نے آ کے بیعت کر لی۔ انسانی کوششیں تو انہیں جماعت میں شامل نہیں کر سکیں لیکن نیک فطرت تھے، اللہ تعالیٰ نے انہیں ضائع نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے اس طرح ان کی راہنمائی فرمائی۔ یہ بھی ان لوگوں کے اعتراض کا جواب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو خواب نہیں آتی۔ پہلے پاک فطرت بنیں، ذہن کو خالی کریں، دعا کریں تو پھر ہی اللہ تعالیٰ راہنمائی بھی کرتا ہے۔

مالی کے ایک دوست محمد کونے صاحب ہیں۔ انہوں نے جماعت کے ریڈیو کو سنا اور لوگ جو جماعت کے خلاف بولتے ہیں ان کی باتیں بھی سنیں۔ اس کے بعد انہوں نے دعا کرنی شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ انہیں سیدھی راہ دکھائے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جو کہہ رہا تھا، بزرگ تھے جو یہ کہہ رہے تھے کہ ہر بندہ احمدیت میں آئے گا خواہ ابھی آئے یا بعد میں۔ تو یہ تو اب اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ خلافتِ احمدیہ کی جاری نعمت جو ہے اس کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل ہو گی۔ بہرحال اس بات پر انہوں نے بیعت کی۔

پھر گنی بساؤ کے مبلغ نے لکھا کہ عثمان صاحب ہمارے نومبائع ہیں۔ انہیں علم ہوا کہ ان کے رشتے دار کثرت سے احمدیت قبول کر رہے ہیں تو بعض مولویوں کو اکٹھا کر کے اس علاقے میں لے کر آ گئے تا کہ جماعت کی مخالفت کر سکیں۔ تو ہمارے معلم نے انہیں کہا کہ آپ ضرور مخالفت کریں آپ کو روکا نہیں جاتا مگر ہمارا پیغام ایک مرتبہ سن لیں، بات سن لیں۔ پھر جو مخالفت کرنی ہے دلیل کے ساتھ کریں۔ مولوی صاحبان نے تو پیغام سننے کے لیے آنے سے انکار کیا مگر عثمان صاحب نے دعوت قبول کی اور جماعت کا پیغام سننے آ گئے۔ انہیں حضرت مسیح موعود

علیہ السلام کی آمد کے متعلق بتایا گیا۔ جس دن وہ آئے جمعہ کا دن تھا اور وہاں اس دن ایم ٹی اے پر میرا خطبہ آرہا تھا تو ہم نے انہیں کہا کہ اگر آپ کے پاس وقت ہے تو کچھ دیر خطبہ سن لیں تو انہوں نے کہا تھوڑا سا وقت ہے مَیں تھوڑی دیر کے لیے خطبہ سن لیتا ہوں لیکن جب خطبہ سننا شروع کیا تو بھول گئے کہ کتنا وقت لگ گیا ہے اور مکمل خطبہ سنا۔ بعد میں کہنے لگے کہ احمدیہ جماعت کافر نہیں ہو سکتی جیسا کہ مَیں نے سنا ہے کیونکہ آپ کے خلیفہ تو صحابی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پیش کر رہے ہیں اور کوئی کافر جماعت یہ کام نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد جماعت کی مخالفت انہوں نے ختم کر دی اور کچھ عرصہ بعد اپنی فیملی کے ساتھ جماعت میں شامل بھی ہو گئے اور نہ صرف شامل ہوئے بلکہ اب تبلیغ بھی کر رہے ہیں۔ اپنے چندے بھی یہ باقاعدگی سے دیتے ہیں۔ اب یہ بھی خطبات کا اثر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ خلیفہ وقت کے خطبات میں ڈالتا ہے۔

کونگو کنشاسا کے لوکل مشنری کہتے ہیں کہ وہاں ایک علاقے میں تبلیغی مہم شروع کی۔ غیر از جماعت نے منظّم طور پر مخالفت کا آغاز کر دیا۔ تین ماہ کے بعد ایک دن انہی مخالفین میں سے ایک دوست عثمان صاحب نے مشن میں رابطہ کیا اور کہا کہ اپنی ساری فیملی کے ساتھ جماعت میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ جب ان سے وجہ پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ ایک دن میری بیوی سیٹلائٹ چینل دیکھ رہی تھی تو آپ کا چینل ایم ٹی اے لگ گیا کیونکہ اس کو معلوم تھا کہ مَیں احمدیت کی مخالفت میں پیش پیش تھا اس نے مجھے بھی بلا لیا اور جب مَیں جماعت کے بارے میں کچھ غلط بولنے لگا تو میری بیوی نے کہا کہ پہلے پورا پروگرام سنو پھر بولنا۔ اس وقت بھی وہاں ایم ٹی اے پر میرا خطبہ نشر ہو رہا تھا۔

کہتے ہیں کہ خطبہ سننے کے بعد مجھے یقین ہو گیا جو آواز آج میرے کانوں میں پڑی ہے یہی اسلام کی حقیقی تصویر ہے اور خلیفہ کو سننے کے بعد جماعت کی سچائی میں مجھے کوئی شک نہیں رہ گیا۔ اب یہ میری ذات کا کوئی کمال نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے خلافت کے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل کا جو وعدہ فرمایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں اور ان کا اظہار ہے۔

گنی بساؤ کے مبلغ انچارج کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں تبلیغ کی۔ اکثر احباب نے احمدیت قبول کر لی۔ چار خاندانوں نے احمدیت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جب ہماری ٹیم وہاں ایم ٹی اے انسٹال کرنے گئی تو معلم صاحب نے ان تمام خاندانوں کو بھی جو انکاری تھے مسجد میں مدعو کیا اور کہا کہ ہمارا مسلم چینل ہے اسے دیکھیں جہاں آپ تصویر بھی دیکھ لیں گے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی اور خلیفۂ وقت کی بھی۔ تو بہرحال کہتے ہیں جب انسٹالیشن مکمل ہو گئی۔ نماز کی ادائیگی کرنے کے بعد جب دوبارہ ٹی وی آن کیا گیا تو اس وقت میرا خطبہ ایم ٹی اے پہ چل رہا تھا۔ جو غیر از جماعت تھے انہوں نے بڑے غور سے خطبہ سنا، مجھے دیکھتے رہے اور انگلش زبان میں کیونکہ آرہا تھا تو معلم نے کہا مَیں آپ کے لیے ترجمہ کر دیتا ہوں تو کہنے لگے کہ مجھے سمجھ نہیں آرہی مگر مَیں خدا کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ شخص جو بول رہا ہے یہ جھوٹ نہیں بول سکتا اور اگر یہ جماعتِ احمدیہ کا خلیفہ ہے تو جماعت کبھی جھوٹی نہیں ہو سکتی اور انہوں نے اسی وقت پھر احمدیت قبول کرنے کا اعلان کیا۔

مالی سے وہاں کے معلم لکھتے ہیں کہ ایک شخص ہمارے مشن آیا اور بتایا کہ مَیں باقاعدگی کے ساتھ آپ کا

ریڈیو سنتا ہوں اور بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ موصوف نے بیعت فارم پُر کر لیا۔ چونکہ یہ پڑھے لکھے تھے اس لیے کہنے لگے کہ اگر کوئی لٹریچر فرنچ زبان میں ہے تو مجھے دیں تا کہ مَیں اس سے بھی استفادہ کروں اور اپنے ساتھیوں کو بھی دوں۔ معلم نے انہیں وہ کتاب دی جو مختلف لیکچر ہیں۔ امن کے اوپر میرے ایڈریس ہیں۔ ورلڈ کرائسز اینڈ پاتھ وے ٹو پیس (World Crisis and the Pathway to Peace)۔ اس کا فرنچ ترجمہ ان کو دیا۔ انہوں نے وہیں کتاب کھولی۔ جب انہوں نے تصویر دیکھی تو رونے لگ گئے۔ پھر انہوں نے بتایا کہ پہلے میں گابون میں تھا اور خدا سے ہمیشہ سیدھے رستے کی ہدایت مانگتا تھا۔ اس وقت میں نے بے شمار دفعہ خلیفۃ المسیح کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے پتہ تو نہیں چلتا تھا کہ یہ کون شخص ہے۔ آج مجھے سمجھ آئی ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری راہنمائی فرمائی۔

نُسْمَہ صاحبہ ہیں عرب عورت ہیں۔ کہتی ہیں کہ بیعت سے دو سال قبل مَیں نے پہلی دفعہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو مخاطب کر کے عرض کیا، عرب ہیں ناں تو کہتی ہیں کہ تصویر کو مخاطب کر کے کہا۔ اس سے پہلے وہ ذکر کر رہی ہیں کہ آپ نے بچے کا ذکر کیا تھا جس نے ٹیڑھی میڑھی لکیریں کھینچی ہوئی تھیں اور یہ لکھا تھا کہ حضور مجھے آپ سے پیار ہے۔ بہرحال کہتی ہیں بچے جھوٹ نہیں بولتے اور میرے دل پہ اس کا بڑا اثر تھا۔ انہوں نے بھی بیعت کر لی۔ کہتی ہیں کہ لیکن مَیں نے کچھ عرصہ کے بعد تصویر دیکھی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے خدوخال تو بتاتے ہیں کہ آپ نیک آدمی ہیں اور جھوٹ نہیں بولتے لیکن اس کے باوجود میں آپ کی اس بات پہ تصدیق نہیں کر سکتی کہ آپ آسمانی مبعوث ہیں۔ کہتی ہیں میں نے مطالعہ کیا اور اس کے دو سال کے بعد 2016ء کے شروع میں بیعت کر لی۔ اس کے باوجود خلافت کے بارے میں دل میں شک تھا۔ میرے نفس کا شیطان کہتا تھا کہ خلافت کے دعوے دار کو میں کیسے اپنی زندگی کا کنٹرول دے دوں۔ کیوں مَیں ایسے شخص کو خط لکھوں اور اپنے حالات بتاؤں۔ خلافت کا کیا فائدہ ہے؟ کہتی ہیں لیکن یہ شک حضرت مصلح موعودؓ کی کتاب 'خلافتِ راشدہ' اور آپ کی کتاب 'نظامِ خلافت اور اطاعت' کے مطالعہ سے زائل ہو گیا۔ مجھے ساری باتوں کی وضاحت ہو گئی۔ پھر مَیں نے خط لکھا اور جو آپ کا جواب آیا اس سے وہ شک کلیۃً ختم ہو گیا اور یقین ہو گیا کہ خلافت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قدموں پر چلنے والی ہے۔ پھر لکھتی ہیں کہ جو محبت خدا تعالیٰ خود دلوں میں ڈالتا ہے وہ خوب مضبوطی سے ڈالتا ہے اور ہمیں اس کا سبب معلوم نہیں ہوتا۔ پھر کہتی ہیں اسی لیے اکثر احمدیوں کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام سے محبت اور آپ کے خلفاء سے عموماً اور آپ سے خصوصاً بچوں کی سی محبت ہے۔ بیعت سے قبل ہمیں اس قسم کی محبت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔

نائیجیریا سے سرکٹ مشنری کہتے ہیں کہ ایک مجلس سوال و جواب کے دوران لوگوں کی اس بات پہ بحث چلی کہ بچوں کو باپ کے نام کی مناسبت کے ساتھ پکارنے کی بجائے ان کے فیملی نام جو ان کے آباؤ اجداد کے چلے آ رہے ہیں اس کے ساتھ پکارا جائے۔ اس پر انہیں بتایا گیا قرآنِ کریم کی تعلیم ہے کہ بچوں کو ان کے اپنے باپوں کے نام کے ساتھ پکارو جس پر بعض بالخصوص غیر احمدی اور نومبائع حضرات ابھی پوری طرح مطمئن نہیں تھے مگر دو دن کے بعد کہتے ہیں جب آپ صحابہ پر خطبہ دے رہے تھے تو حضرت زید بن ثابتؓ کے واقعات بیان کیے اور یہ بتایا کہ

عرب زید کو زید بن محمد کہنے لگے تھے تو اللہ تعالیٰ کا حکم آیا کہ انہیں ان کے باپ کے نام سے یاد کیا جائے۔ یہ خطبہ سن کر ساری جماعت اور وہ احباب بھی بہت خوش ہوئے جو دو دن پہلے یہ بحث کر رہے تھے کہ اب خلیفۂ وقت نے ہماری راہنمائی کر دی ہے۔ بعض لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ ان دو دنوں میں مبلغ نے شاید وہاں خلیفۂ وقت کو خبر پہنچائی ہو تب انہوں نے ذکر کر دیا ہے لیکن اس نے کہا مَیں نے تو کچھ نہیں بتایا۔ تو پھر یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بڑی خوشی ہوئی کہ ہمارے اللہ تعالیٰ نے خود ہی ہمارے سوال کا جواب دلوا دیا اور اس خوشی میں جماعت کے ایک فرد نے، امیر آدمی نے ایک اَور بڑا ٹی وی ایم ٹی اے دیکھنے کے لیے خریدا کہ مسجد کے اس حصہ میں لگوایا جائے جہاں لجنہ ہیں اور عورتیں بیٹھی ہیں تا کہ وہ بھی خلافت کی برکات سے محروم نہ ہوں۔ کہنے لگے خلافت تو دلوں میں بولتی ہے۔ اب ان دُور دراز علاقوں میں مختلف ممالک میں رہنے والے جو احمدی ہیں مختلف قوموں کے ہیں، نسلوں کے ہیں ان میں خلافت سے یہ تعلق کون پیدا کر رہا ہے! یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت ہے ورنہ انسانی سوچ اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔

پھر ناروے سے ایک خاتون بریفان صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ ہر سچا احمدی کہتا ہے کہ ہمارے پیارے حضور ہمارے دلوں اور آنکھوں میں بستے ہیں اور ہم ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اس دنیا میں ہمارا کوئی ہم و غم نہیں سوائے اس کے کہ آپ کو خوش کرنے اور آپ کا بوجھ بانٹنے کے طریقے سوچیں۔ آپ نے خطبات میں بیان فرمایا کہ کیسے صحابہ کرامؓ نے اپنے جسموں پر تیر لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی اور حملوں کے سامنے ڈٹے رہے۔ اس نظارے کو سوچ کر میری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور سوچتی ہوں کہ اگر مَیں ایسے موقع پر ہوتی تو کیا کرتی۔ یہ عرب عورت ہیں۔ کیا ڈٹی رہتی؟ پھر دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ان صحابہؓ کی طرح خلیفۂ وقت اور خلافت کی اپنے دل و جان اور مال اور اولاد کو قربان کر کے بھی حفاظت کریں۔ کئی سال سے مَیں نماز میں دعا کرتی ہوں کہ جتنے آپ کے ہمّ و غم اور جتنی ذمہ داریاں ہیں اللہ تعالیٰ آپ پر ان سب کی تعداد کے برابر فرشتے نازل فرمائے جو آپ کو اپنے گھیرے میں رکھیں۔ پس یہ ہے وہ اخلاص و وفا کا تعلق جو اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں پیدا کر رہا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک اللہ تعالیٰ یہ وفا و اخلاص میں بڑھنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو عطا فرماتا رہے گا۔ خلافت احمدیہ کو عطا فرماتا رہے گا۔ دنیا دار اس کو نہیں سمجھ سکتے۔

جرمنی میں ایک عرب نے بیعت کی تو اس کے واقف کار نے اسے کہا کہ کیا تم قادیانی ہو گئے ہو؟ اس نومبائع نے جواب دیا، یہ عرب تھا، کہ تم لوگ یہاں سو عرب ہو۔ تم لوگ کسی بات پر اکٹھے نہیں ہو سکتے ہو۔ جماعتِ احمدیہ میں ایک امام ہے اور اس کے کہنے پر جماعت اٹھتی ہے اور بیٹھتی ہے اور اسی لیے اس کے کاموں میں برکت ہے۔ تو اب بتاؤ تمہارے میں کیا خوبی ہے جو مَیں تمہارے ساتھ مل جاؤں اور ان کو چھوڑ دوں؟ پس جب تک خلافت سے ہر احمدی چمٹا رہے گا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنتا رہے گا۔ اس کے لیے ہمیں اپنے عملوں کو بھی خدا تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہو گا تبھی یہ نعمت فائدہ دے گی۔ یہی اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو لوگ ایمان لانے کے ساتھ اپنے عمل اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق رکھیں گے وہ خلافت کی برکات سے فیض پاتے رہیں گے۔ یعنی ہم اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان لاتے ہوئے اس کی عبادت کا حق بجالانے والے بھی ہوں اور ہمارا ہر عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کی

تلاش کرنے والا ہو تبھی ہم یہ فیض پائیں گے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے۔ عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرّہ بھر فساد نہ ہو۔" آپؑ فرماتے ہیں "...اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عملِ صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو۔ صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 274-275)

پس ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنا چاہیے کہ کسی وقت بھی شیطان ہم پر حملہ نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ دادا کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے کی توفیق دی یا ہمیں آپ کو ماننے کی توفیق دی یہ اس کا احسان ہے اور اس احسان کے فیض کو جاری رکھنے کے لیے ہمیں مستقل اپنے ایمان کو بڑھانے اور ایمان پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ ہم میں سے ہر ایک اس فیض سے بھی حصہ پاتا رہے جس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی فرمایا یعنی خلافت کا نظام۔ پس اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے کہ کس قدر ہم خلافت سے اپنے آپ کو جوڑنے والے ہیں تاکہ ہم خدا تعالیٰ کی وحدانیت کو ایک ہو کر دنیا میں قائم کرنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں:

"تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔" یعنی اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ اس کی طرف بڑھنے کا میدان خالی ہے۔ "ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف دنیا کو توجہ نہیں۔" خدا کی طرف آنے کی طرف دنیا کی توجہ نہیں۔ "وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں" یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بڑھنے والے دروازے کی طرف سے داخل ہونا چاہتے ہیں۔ "ان کے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پاویں یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 308-309)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اپنی جماعت کو اطلاع دوں کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔"

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

یہ سب باتیں آپؑ نے رسالہ الوصیت میں فرمائی ہیں جس **میں خلافت کے جاری ہونے کی بھی آپ** نے خوشخبری فرمائی تھی۔ پس آپؑ کا یہ فرمان اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہے **کہ ہر احمدی کا خلافت سے بھی اخلاص و وفا کا تعلق ہونا** چاہیے اور وہی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے جو اس معیار کو حاصل کرنے والے ہوں گے اور

جب یہ ہو گا تبھی ہم آج یوم خلافت منانے کے حق کو ادا کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ وہ خلافت سے بیعت کے حق کو بھی ادا کرنے والے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی حاصل کرنے والے ہوں۔

آج یہ تھوڑا سا مختلف اعلان بھی ہے کہ آج گھانا جماعت اپنا جلسہ کر رہی ہے دو روزہ جلسہ ہے۔ 27، 28 کو اور بستان احمد میں جلسہ ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے ملک بھر میں 119 سینٹرز بنائے ہیں ان میں بھی پانچ بڑے اجتماعی سینٹر ہیں اور ان کا رابطہ آپس میں آڈیو ویڈیو کے ذریعہ سے ہے۔

گھانا جماعت کی ابتدا فروری 1921ء میں ہوئی تھی۔ مولانا عبدالرحیم نیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں لندن سے روانہ ہو کر گھانا پہنچے تھے گذشتہ سال گھانا جماعت اپنی سو سالہ تقریبات منعقد کرنا چاہتی تھی لیکن کووڈ کی وجہ سے کوئی پروگرام منعقد نہیں ہو سکا۔ اس لیے اب انہوں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ 22ء اور 23ء دو سال یہ پروگرام جاری رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا جلسہ بھی ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور ان کو، سب احمدیوں کو اخلاص و وفا میں بڑھاتا چلا جائے۔ اسی طرح گیمبیا کا بھی جلسہ سالانہ آج ہو رہا ہے یہ بھی تین دن کا جلسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17 / جون 2022ء جلد 29 شمارہ 48 صفحہ 05 تا 10)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03/ جون 2022ء بمطابق 03/ احسان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر چل رہا تھا۔ اس ضمن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوری بعد منافقین سے، مخالفین سے جو لڑائیاں ہوئیں ان کا ذکر ہو رہا تھا اور اس سلسلہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ کا ذکر ہوا تھا۔ اس ضمن میں مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے علم برداروں کی بہادری کا ذکر ہو رہا ہے۔ جیسا کہ ذکر ہوا کہ انصار کا جھنڈا حضرت ثابت بن قیسؓ کے پاس تھا اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن خطابؓ کے پاس۔ حضرت زید بن خطابؓ نے لوگوں سے کہا۔ لوگو! مضبوطی کے ساتھ قائم ہو جاؤ، دشمن پر ٹوٹ پڑو اور آگے قدم بڑھاؤ۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم! مَیں اس وقت تک بات نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ انہیں شکست دے دے گا یا مَیں اللہ سے جاملوں گا اور دلیل کے ساتھ اس سے بات کروں گا۔ پھر آپؓ بھی شہید ہو گئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 جزء 6 صفحہ 320 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت زید بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپؓ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوتیلے بھائی تھے۔ قدیم الاسلام ہیں۔ شروع میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔ بدر اور اس کے بعد کے غزوات میں شریک رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد آپ اور مَعْن بن عَدِی انصاری رضی اللہ عنہ کے درمیان مؤاخات کرائی تھی اور دونوں ہی یمامہ کی جنگ میں شہید ہو گئے۔ جنگِ یمامہ میں حضرت خالدؓ نے جب لشکر کو ترتیب دیا تو ایک حصہ کا سپہ سالار حضرت زید بن خطابؓ کو بنایا اور اسی طرح اس جنگ میں مہاجرین کا پرچم بھی آپؓ کے ہاتھ میں تھا۔ آپؓ پرچم لیے آگے بڑھتے رہے اور بڑی بے جگری سے لڑے یہاں تک کہ شہید ہو گئے تو پرچم گر گیا۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما نے پرچم تھام لیا۔ اس معرکے میں زید رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کے دستِ راست اور ایک بہادر شہسوار جس کا نام رَجَّال بن عُنْفُوَہ تھا، اس کو قتل کیا اور آپؓ کو جس نے شہید کیا اس کو ابو مریم حنفی کہتے ہیں۔ اس کے بعد وہ مسلمان ہو گیا اور ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ نے اسے کہا کہ تم نے میرے بھائی کو قتل کیا تھا تو اس نے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں زید رضی اللہ عنہ کو شرف بخشا اور ان کے ہاتھوں مجھے ذلیل نہیں کیا۔ یعنی وہ شہادت کی موت پا گئے اور اگر اس وقت ان کے ہاتھوں مَیں مارا جاتا تو ذلت کی موت مرتا۔ اب مجھے اسلام کی توفیق مل گئی ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ کے بیٹے **حضرت عبداللہ بن عمرؓ بھی جنگِ یمامہ میں شامل ہوئے تھے۔** وہ جب واپس مدینہ آئے تو حضرت عمرؓ نے اپنے اس شہید ہونے والے بھائی کے غم میں ان کو کہا کہ جب تمہارے چچازید شہید ہو گئے تو تم واپس کیوں آ گئے اور کیوں اپنا چہرہ مجھ سے چھپانہ لیا؟ جب زیدؓ کے قتل کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا: زیدؓ دو نیکیوں میں مجھ سے آگے نکل گیا تھا۔ یہ ذکر پہلے بھی ایک دفعہ بیان ہو چکا ہے کہ مجھ سے پہلے اسلام قبول کیا اور مجھ سے پہلے شہید ہو گئے۔ مالک بن نُوَیرہ کو جب حضرت خالدؓ نے قتل کر دیا تو اس کے بھائی مُتَمِّم بن نُوَیرہ نے اپنے بھائی مالک کے قتل پر اشعار کہے۔ اس کو اپنے بھائی سے بہت محبت تھی اور وہ اکثر ان کی جدائی میں روتا رہتا اور شعر کہتا تھا۔ ایک مرتبہ جب حضرت عمرؓ سے اس کی ملاقات ہوئی اور اس نے بھائی کا مرثیہ حضرت عمرؓ کو سنایا تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ اگر مَیں شعر کہنا جانتا تو تمہاری طرح مَیں بھی اپنے بھائی زیدؓ کے لیے شعر کہتا۔ اس پر مُتَمِّم نے عرض کیا: اگر میرے بھائی کی موت ایسی ہوتی جیسی موت آپؓ کے بھائی کی ہوئی ہے یعنی شہادت کی موت تو مَیں کبھی بھی اپنے بھائی پر غمگین نہ ہوتا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس خوبصورت انداز میں میرے بھائی کی تعزیت تم نے کی ہے اَور کسی نے نہیں کی۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جب بادِ صبا چلتی ہے تو زیدؓ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے صفحہ 362-363 از علی محمد الصلابی الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ280 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

(الاکتفاء جزء2 صفحہ111 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1420ھ)

بہر حال جنگ کا ذکر ہو رہا ہے۔ مسیلمہ کذّاب ابھی تک ثابت قدم تھا اور کافروں کی جنگ کا مرکز بنا ہوا تھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ تجزیہ کیا کہ جب تک مسیلمہ کو قتل نہ کیا جائے گا جنگ ختم نہیں ہو گی کیونکہ اگر کوئی بنو حنیفہ سے قتل ہوتا ہے تو اس کا ان پر یعنی مسیلمہ کے ساتھیوں پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے حضرت خالدؓ اکیلے ان کے سامنے آئے اور ایک ایک کو انفرادی جنگ کی آواز لگائی اور اپنے شعار کا نعرہ لگایا۔ مسلمانوں کا شعار یا محمداہ! تھا۔

پس جو بھی مقابلے کے لیے نکلا حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کر دیا۔ پھر مسلمانوں نے بڑے جوش سے جنگ کی۔ حضرت خالدؓ نے مسیلمہ کو مقابلے کے لیے آواز دی۔ اس نے قبول کر لی تو حضرت خالدؓ نے اس پر اس کی خواہش کے مطابق چند چیزیں پیش کیں۔ پھر حضرت خالدؓ اس پر حملہ آور ہوئے تو وہ بھاگ گیا اور اس کے ساتھی بھی بھاگ گئے تو حضرت خالدؓ نے لوگوں کو، مسلمانوں کو پکار کر کہا کہ خبردار! اب کوتاہی نہ کرنا۔ آگے بڑھو اور کسی کو بچ کر جانے نہ دو۔ اس پر مسلمان ان پر چڑھ دوڑے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر ذکر مسیلمہ واھل الیمامۃ جلد2 صفحہ221 دارالکتب العلمیۃ بیروت2003ء)

صحابہ کرامؓ نے اس معرکے میں انتہائی صبر و استقامت کا ایسا ثبوت دیا جس کی مثال نہیں ملتی اور برابر دشمن کی طرف بڑھتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے خلاف فتح عطا فرمائی اور کفار پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا، انہیں قتل کرتے رہے اور تلواریں ان کی گردنوں پر چلاتے رہے یہاں تک کہ انہیں ایک باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ بنو حنیفہ کے ایک سردار مُحَکِّم بن طُفَیل نے بھاگتے ہوئے لوگوں

سے کہا کہ اے لوگو! اس باغ میں داخل ہو جاؤ۔ یہ بہت وسیع باغ تھا جس کے گرد دیواریں تھیں۔ محکم بن طفیل نے بنو حنیفہ کا تعاقب کرنے والے مسلمانوں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ باغ میدانِ جنگ کے قریب ہی تھا اور مسیلمہ کی ملکیت تھا۔ اس باغ کو حدیقۃ الرحمان کہا جاتا تھا، جس طرح مسیلمہ کو رحمان الیمامہ کہا جاتا تھا لیکن اس جنگ کے دوران اس باغ میں کثرت سے دشمنوں کے مارے جانے کی وجہ سے اس باغ کو حدیقۃ الموت یعنی موت کا باغ کہا جانے لگا۔ مسیلمہ کذاب بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس باغ میں چلا گیا۔ حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ نے دیکھا کہ بنو حنیفہ کا ایک سردار محکِّم خطاب کر رہا ہے۔ انہوں نے اس پر تیر چلا کر اس کو قتل کر دیا۔ بنو حنیفہ نے باغ کا دروازہ بند کر دیا اور صحابہ نے چاروں طرف سے اس باغ کا محاصرہ کر لیا۔

مسلمان کوئی جگہ تلاش کرنے لگے کہ کسی طرح اس باغ کے اندر جایا جا سکے لیکن یہ قلعہ نما باغ تھا۔ باوجود تلاش کے اس کے اندر جانے کی کوئی جگہ نہ مل سکی۔ آخر حضرت بَرَاء بن مالِکؓ جو حضرت انس بن مالکؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ نے غزوۂ اُحد اور خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حصہ لیا تھا۔ بہت بہادر تھے۔ آپؓ نے کہا کہ مسلمانو! اب صرف ایک طریقہ ہے کہ تم مجھے اٹھا کر باغ میں پھینک دو، مَیں اندر جا کر دروازہ کھول دوں گا مگر مسلمان یہ گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ان کا ایک عالی مرتبہ ساتھی ہزاروں دشمنوں کے درمیان اپنی جان گنوا دے۔ انہوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا لیکن حضرت بَراء بن مالکؓ نے اصرار کرنا شروع کیا اور کہا مَیں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے باغ میں دیوار کے اندر کی طرف پھینک دو۔ آخر مجبور ہو کر مسلمانوں نے انہیں باغ کی دیوار پر چڑھا دیا۔ دیوار پر چڑھ کر جب حضرت بَراء بن مالک نے دشمن کی بڑی تعداد کو دیکھا تو ایک لمحے کے لیے رکے لیکن پھر اللہ کا نام لے کر باغ کے دروازے کے سامنے کود پڑے اور دشمنوں سے لڑتے اور قتل کرتے دروازے کی طرف بڑھنے لگے۔ آخر کار آپ دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے اور باغ کا دروازہ کھول دیا۔ مسلمان باہر دروازہ کھلنے ہی کے منتظر تھے۔ جونہی دروازہ کھلا وہ باغ میں داخل ہو گئے اور دشمنوں کو قتل کرنے لگے۔ بنو حنیفہ مسلمانوں کے سامنے سے بھاگنے لگے لیکن وہ باغ سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہزاروں آدمی مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ صرف حضرت بَراء بن مالکؓ نے نہیں بلکہ اَور بھی کئی مسلمانوں نے دیوار پھلانگ کر دروازے کا رخ کیا تھا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 200-201)(البداية والنهاية جلد 3 جزء 6 صفحه 321 دار الكتب العلمية بيروت 2001ء) (البداية والنهاية جلد 7 صفحه 256 دار هجر 1998ء) (معجم البلدان جلد 2 صفحه 268 دار الكتب العلمية بيروت) (اسد الغابه جلد اول صفحه 363-364 دار الكتب العلمية بيروت 2016ء)

مسلمان مرتدین سے قتال کرتے ہوئے مسیلمہ کذاب تک پہنچ گئے۔ وہ ایک دیوار کے شگاف میں کھڑا ہوا تھا جیسے خاکستری رنگ کا اونٹ ہو۔ وہ بچاؤ کے لیے اس دیوار پر چڑھنا چاہتا تھا اور غصہ سے پاگل ہو چکا تھا۔ وَحْشِی بن حَرْب جنہوں نے غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کی طرف بڑھے اور آپؓ نے اپنا وہی برچھا جس سے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا مسیلمہ کی طرف پھینکا اور وہ اسے جا لگا اور دوسری طرف سے پار ہو گیا۔ پھر جلدی سے اَبُودُجَانہ سِمَاک بِن خَرَشَہؓ اس کی طرف بڑھے۔ اس پر تلوار چلائی اور وہ زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ قلعہ سے ایک عورت

نے آواز دی۔ ہائے حسینوں کے امیر کو ایک سیاہ فام غلام نے قتل کر دیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 جزء 6 صفحہ 321 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 528 دارالکتب العلمیۃ 2001ء)

مسیلمہ کذاب کو کس نے جہنم رسید کیا؟ بلَاذُرِی کا بیان ہے کہ قبیلہ بنو عامر کا کہنا ہے کہ ان کے قبیلے کے ایک فرد خِدَاشُ بن بَشِیر نے قتل کیا۔ ایک روایت ہے کہ انصار کے قبیلہ خزرج کے عبد اللہ بن زید نے قتل کیا۔ بعض نے کہا کہ حضرت اَبُودُجَانَہؓ نے قتل کیا۔ معاویہ بن ابوسفیان کا کہنا تھا کہ انہوں نے اس کو قتل کیا تھا۔ بعض کے نزدیک ہو سکتا ہے کہ سب اس کے قتل میں شریک ہوں۔ بعض کتب میں جس میں طبری بھی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسیلمہ کو ایک انصاری اور وَحْشِی نے مشترکہ طور پر قتل کیا تھا۔

(الصدیق، از پروفیسر علی محسن صدیقی، صفحہ 102-103)

وَحْشِی بن حَرْبؓ مسیلمہ کو قتل کرنے کا واقعہ خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کے بعد جب لوگ لوٹے تو میں بھی ان کے ساتھ لوٹا اور میں مکہ میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا اور اس میں اسلام پھیلا تو میں طائف کی طرف بھاگ گیا۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایلچی بھیجے اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایلچیوں سے تعَرُّض نہیں کرتے۔ انہوں نے یعنی وَحْشِی نے کہا کہ میں بھی ان کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ مَیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مجھے دیکھا تو فرمایا کیا تم وَحْشِی ہو؟ مَیں نے کہا جی ہاں۔

آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اور مجھے تفصیل سے بتاؤ کہ تم نے حمزہؓ کو کیسے قتل کیا تھا۔ تو مَیں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تفصیل سے آگاہ کیا۔ جب مَیں نے بات ختم کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟ وَحْشِی کہتے ہیں کہ مَیں وہاں سے نکل گیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے اور مسیلمہ کذاب نے بغاوت کی تو مَیں نے کہا:

مَیں مسیلمہ کی طرف ضرور نکلوں گا تا کہ مَیں اسے قتل کروں تا کہ اس کے ذریعہ سے حضرت حمزہؓ کو قتل کرنے کا کفارہ ادا کر سکوں۔ بہرحال یہ کہتے ہیں کہ مَیں بھی لوگوں کے ساتھ اس جنگ میں نکلا۔ پھر اس کا حال ہوا جو ہوا۔ آگے بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے دیکھا کہ ایک شخص دیوار کے شگاف میں کھڑا ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گندمی رنگ کا اونٹ ہے۔ سر کے بال پراگندہ ہیں۔ مَیں نے اس کو اپنا برچھا مارا اور اسے اس کی چھاتیوں کے درمیان مارا یہاں تک کہ وہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان سے نکل گیا۔ بہرحال یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد انصار میں سے ایک شخص اس کی طرف لپکا اور اس کی کھوپڑی پر تلوار کی ضرب لگائی۔ راوی سلیمان بن یَسَار نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے سنا۔ وہ کہتے تھے کہ جب مسیلمہ مارا گیا تو ایک لڑکی جو اس گھر کی چھت پر تھی بولی۔ امیر المومنین یعنی مسیلمہ کو کالے غلام نے مار ڈالا ہے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

وَحْشِی کہتے ہیں کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہم دونوں یعنی انصاری صحابی اور حضرت وَحْشِی میں سے کس نے مسیلمہ کو قتل کیا لیکن اگر مَیں نے ہی اسے مارا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین شخص یعنی

حضرت حمزہؓ کے قتل کا ارتکاب بھی مَیں نے کیا تھا اور سب سے بدترین شخص کو بھی مَیں نے ہی مارا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام صفحہ 528 ، تحریض ھند والنسوۃ معھا، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل حمزۃ بن عبدالمطلب روایت نمبر 4072)

صحیح بخاری کی روایت میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وَحْشِی کو جو یہ فرمایا تھا کہ 'کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟' اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ نے لکھا ہے کہ ''وَحْشِیؓ میں جو تبدیلی پیدا ہوئی وہ ان کے اخلاص پر دلالت کرتی ہے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح اپنی غلطی کا کفارہ دیں۔ چنانچہ یمامہ کی ہولناک جنگ میں اپنی یہ خواہش اور نذر پوری کر کے سرخرو ہوئے۔'' شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ:

فَهَلْ تَسْتَطِيْعُ اَنْ تُغَيِّبَ وَجْهَكَ عَنِّيْ''

کیا تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم میرے سامنے نہ آؤ؟ ''بہت بلند اخلاق کے آئینہ دار ہیں'' یہ الفاظ۔ ''وَحْشِیؓ سے خواہش کا اظہار کیا کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو۔ یہ لب ولہجہ آمرانہ نہیں بلکہ التماس کا لب ولہجہ ہے اور اس سے اس محبت و عزت کا پتہ چلتا ہے جو حضرت حمزہؓ کے لئے آپؐ کے دل میں تھی۔ ایک منتقم مزاج انتقام لے کر دل ٹھنڈا کر سکتا تھا مگر آپؐ نے عفو سے کام لیا۔ صرف اتنا چاہا کہ وہ آپؐ کے سامنے نہ آئے تا حضرت حمزہؓ کی دردناک شہادت کی یاد سے آپؐ کے دل کو ٹھیس نہ پہنچے۔''

(صحیح البخاری مترجم از زین العابدین صاحب جلد 8 صفحہ 198-199)

اسی جنگِ یمامہ کی تفصیل ایک اَور جگہ بیان ہوئی ہے جس میں مسلمانوں کی طرف سے جرأت اور دلیری کا ذکر اس طرح بیان ہوا ہے کہ دونوں گروہوں کے درمیان شدید لڑائی ہوئی یہاں تک کہ دونوں گروہوں کے بہت سے لوگ قتل اور زخمی ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے سب سے پہلے مالک بن اوس شہید ہوئے۔ مسلمانوں میں سے حفاظ قرآن بھی کثرت سے شہید ہو گئے۔ دونوں لشکروں میں گھمسان کا رَن پڑا یہاں تک کہ مسلمان مسیلمہ کے لشکر میں اور مسیلمہ کا لشکر مسلمانوں کے لشکر سے جا ملا۔

جب مسلمان ہٹتے تو وہ لوگ آگے بڑھتے تا کہ مُجَّاعَہ تک پہنچ سکیں۔ سالم مولیٰ ابو حذیفہ نے اپنی نصف پنڈلیوں تک گڑھا کھودا۔ ان کے پاس مہاجرین کا جھنڈا تھا اور ثابت نے بھی اسی طرح کا گڑھا اپنے لیے کھودا۔ پھر ان دونوں نے اپنے جھنڈوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیا اور لوگ ہر طرف پراگندہ ہو گئے تھے۔ یعنی گڑھا کھود کے اس میں خود کھڑے ہو گئے اور جھنڈے اپنے ساتھ لگا لیے جبکہ سالمؓ اور ثابتؓ اپنے جھنڈوں کے ساتھ قائم رہے یہاں تک کہ سالم شہید ہو گئے اور ابو حذیفہؓ بھی شہید ہو گئے۔ حضرت ابو حذیفہؓ کا سر سالمؓ کے قدموں میں تھا اور سالم رضی اللہ عنہ کا سر حضرت ابو حذیفہؓ کے قدموں میں تھا۔ جب سالمؓ شہید ہو گئے تو جھنڈا کچھ دیر اسی طرح پڑا رہا۔ کسی نے اسے اٹھایا نہیں۔ پھر یزید بن قَیسؓ نے جو بدری صحابی تھے وہ آگے بڑھے اور انہوں نے اس جھنڈے کو اٹھا لیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر حکم بن سعید بن عاص نے اس جھنڈے کو اٹھایا اور اس کی حفاظت میں سارا دن لڑتے رہے۔ پھر وہ بھی شہید ہو گئے۔

وَحْشِیؓ کہتے ہیں کہ شدید لڑائی ہوئی۔ تین مرتبہ مسلمانوں کے قدم اکھڑے۔ چوتھی مرتبہ مسلمانوں نے پلٹ کر حملہ کیا اور ان کے قدم جم گئے اور وہ تلواروں کے سامنے ڈٹ گئے۔ بنو حنیفہ اور ان کی تلواریں ایک دوسرے پر پڑنے لگیں یہاں تک کہ مَیں نے آگ کی چنگاریاں ان میں سے نکلتی ہوئی دیکھیں اور ان کی گھنٹی کی طرح کی آوازیں سنیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہم پر اپنی مدد نازل کی اور بنی حنیفہ کو اللہ تعالیٰ نے شکست دی اور اللہ نے مسیلمہ کو قتل کر دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے اس روز اپنی تلوار خوب چلائی یہاں تک کہ وہ تلوار میرے ہاتھ میں دستے تک خون سے بھر گئی۔ حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمارؓ کو ایک چٹان پر چڑھے ہوئے دیکھا، وہ پکار رہے تھے کہ اے مسلمانوں کے گروہ! کیا تم جنت سے بھاگ رہے ہو؟ مَیں عمار بن یاسر ہوں میری طرف آؤ۔

راوی کہتے ہیں کہ مَیں دیکھ رہا تھا کہ ان کا کان کٹ کر لٹک رہا تھا۔ اَبُو خَیْثَمَہ نَجَّارِی کہتے ہیں جب مسلمان جنگِ یمامہ کے دن پراگندہ ہو گئے تو مَیں ایک طرف ہٹ گیا اور میری آنکھوں کے سامنے یہ منظر ہے کہ مَیں اس دن حضرت اَبُودُجانہؓ کو دیکھ رہا تھا۔ ان کا نام سِماک بن خَرَشَہ تھا اور ابو دُجانہ کی کنیت سے معروف تھے۔ یہ وہ مشہور صحابی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور غزوۂ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر کہا:

اس کا حق کون ادا کرتا ہے؟ اَبُودُجانہ بولے مَیں ادا کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ تلوار عنایت فرمائی اور بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے دریافت کیا کہ اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا۔ حضرت اَبُودُجانہؓ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور فخریہ انداز سے اکڑتے ہوئے صفوں کے درمیان آکر کھڑے ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند ہے لیکن ایسے موقع پر کچھ حرج نہیں۔ معرکہ کارزار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور بہت سے کافر قتل کیے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے لیکن میدان سے نہیں ہٹے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا یہ پچھلا واقعہ بیان ہو رہا ہے۔ بہرحال جنگِ یمامہ کے واقعہ میں بیان ہے کہ اس میں اَبُودُجانہ پر بنو حنیفہ کے ایک گروہ نے حملہ کیا۔ اب یمامہ میں کیا ہوا۔ ان کے بارے میں لکھا ہے ان پر ایک گروہ نے حملہ کیا تو آپؓ اپنے سامنے بھی تلوار چلاتے، اپنے دائیں بھی تلوار چلاتے اور اپنے بائیں بھی تلوار چلاتے۔ آپؓ نے ایک شخص پر حملہ کیا اور اسے زمین پر گرا دیا۔ آپؓ کوئی بات نہیں کر رہے تھے یہاں تک کہ وہ گروہ آپ سے دُور ہو گیا اور واپس چلا گیا اور مسلمان قریب آ گئے۔ بنو حنیفہ شکست کھا کر باغ کی طرف بھاگے۔ مسلمان ان کے پیچھے بھاگے اور انہیں باغ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ ان لوگوں نے باغ کے دروازے بند کر لیے تو حضرت اَبُودُجانہؓ نے کہا مجھے ڈھال میں ڈال کر پھینک دو تا کہ مَیں اندر جا کر باغ کا دروازہ کھول سکوں۔

چنانچہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور آپؓ باغ میں پہنچ گئے۔ آپؓ کہہ رہے تھے تمہارا بھاگنا تمہیں ہم سے بچا نہیں سکتا۔ آپؓ نے ان کے ساتھ سخت جنگ کی یہاں تک کہ دروازہ کھول دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم آپ کے پاس باغ میں اس وقت داخل ہوئے جب آپ شہید ہو چکے تھے۔ ایک اَور روایت کے مطابق بَرَاء بن مالک کو باغ میں

پھینکا گیا تھا لیکن پہلی روایت جو براء بن مالک والی ہے وہ زیادہ درست معلوم ہوتی ہے۔

(الاکتفاء جزء 2 صفحہ 121 تا 126 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1420ھ)

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل ابی دجانۃ..... حدیث 6353)

(کنز العمال جزء 4 صفحہ 339 حدیث 10792 موسسۃ الرسالۃ بیروت 1985ء)

اس کی تفصیل بھی ہے۔ بہرحال باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہوگا۔

اس وقت میں پاکستان کے لیے دعا کے لیے بھی کہنا چاہتا ہوں۔ احمدیوں کے لیے خاص طور پر دعا کریں۔ پاکستان کے حالات عمومی طور پر جو بگڑ رہے ہیں وہ تو ہیں۔ ایسے حالات میں پھر احمدیوں کی طرف بھی ان کی توجہ ہو جاتی ہے۔ مخالفت بڑھ رہی ہے۔ پرانی قبریں اکھیڑنے کی طرف سے بھی انہوں نے گریز نہیں کیا۔ انتہائی بدطینت قسم کے لوگ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی پکڑ کرے۔ اسی طرح الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں وہ بھی آج کل مشکلات میں گرفتار ہیں۔ افغانستان کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب پر اپنا فضل نازل فرمائے۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور اس کے بعد پھر ان کی نماز جنازہ بھی نماز کے بعد پڑھاؤں گا۔ **اس میں پہلا ذکر مکرم نسیم مہدی صاحب مبلغ سلسلہ کا ہے** جو مکرم مولانا احمد خان نسیم صاحب کے بیٹے تھے۔ گذشتہ دنوں ان کی انہتر سال کی عمر میں وفات ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ موصی بھی تھے۔ ان کی دو شادیاں تھیں۔ پہلی بیوی وفات پاگئی تھیں۔ پسماندگان میں اب ان کی دوسری اہلیہ اور دونوں بیویوں سے دو دو بیٹے اور ایک ایک بیٹی شامل ہیں۔ یہ 1976ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے فارغ ہوئے تھے۔ پھر اصلاح و ارشاد مقامی میں ان کو خدمت کا موقع ملا۔

پھر 77ء میں ان کو بطور مبلغ سوئٹزرلینڈ بھجوایا گیا۔ وہاں ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ 84ء میں ان کو نائب وکیل التبشیر مقرر کیا گیا۔ چند ماہ یہ بطور قائم مقام وکیل التبشیر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ 1984ء میں دسمبر میں یہ یہاں لندن آئے تو یہاں پر پرائیویٹ سیکرٹری لندن کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ پھر چند مہینے بعد یہ 85ء میں لندن سے ہی کینیڈا روانہ ہوگئے۔ 85ء سے 2008ء تک بطور مبلغ اور بعد ازاں مبلغ انچارج کینیڈا خدمت کی توفیق پائی۔ اس عرصہ میں یہ کینیڈا کے امیر بھی رہے۔ 2009ء سے 16ء تک مبلغ انچارج امریکہ خدمت کی توفیق ملی۔ پھر یہ بیمار ہوگئے تھے۔ ان کا تقرر پھر دوبارہ سوئٹزرلینڈ میں ہوا لیکن انہوں نے لکھا کہ ڈاکٹر نے مجھے صحت کی خرابی کی وجہ سے کہا ہے کہ مَیں مزید زیادہ بوجھ والا کام نہیں کر سکتا تو انہوں نے غیر معینہ مدت کی رخصت لے لی۔ بہرحال ان کو پھر مَیں نے لکھا تھا کہ اگر ایسی حالت ہے اور ڈاکٹر کہتا ہے تو اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ جب ٹھیک ہو جائیں تو بتا دیں، ان شاء اللہ تعالیٰ پھر آپ سے خدمت لی جائے گی لیکن بہرحال بیماری ان کی بڑھتی رہی۔

جیسا کہ مَیں نے کہا 1985ء میں یہ کینیڈا گئے تھے۔ 1986ء میں مشن ہاؤس بیت الاسلام کے لیے 24 ایکڑ زمین خریدی گئی اور اس کو پھر وہاں آباد بھی کیا گیا۔ ان کے وقت میں بہت سے احمدی کینیڈا میں آکر آباد ہوئے اور انہوں نے ان لوگوں کی بڑی مدد کی۔ بہت سے دوسرے لوگ بھی ان کے ممنون احسان ہیں۔ چندہ اور تجنید کے سسٹم کو انہوں نے کمپیوٹرائزڈ کروایا۔ ٹورانٹو اور کیلگری میں دو بڑی مساجد کی تعمیر کی گئی اور دیگر جماعتوں میں بھی

سینٹر قائم کیے گئے۔ میرا خیال ہے شاید وینکوور کی مسجد بھی ان کے زمانے میں بنی تھی۔ بہرحال یہ دو بڑی مساجد تو ہیں۔ 2003ء میں ان کے وقت میں ہی اللہ تعالیٰ کے فضل سے جامعہ احمدیہ کینیڈا کا قیام ہوا۔ ایم ٹی اے نارتھ امریکہ سٹیشن کے قائم کرنے میں بھی آپ نے بڑا کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے یہ سب کام قبول فرمائے۔

ان کی اہلیہ امۃ النصیر صاحبہ لکھتی ہیں کہ نسیم مہدی صاحب کو ازدواجی زندگی کے 26 سال میں جو مَیں نے دیکھا کہ ہر دکھ درد میں ان کو اپنا ساتھی پایا۔ بڑے پیار کرنے والے، عزت کرنے والے شوہر تھے۔ شفیق باپ تھے۔ جاں نثار بھائی تھے۔ انسانیت کا درد رکھنے والے تھے۔ خلافت کے مطیع اور فرمانبردار تھے۔ اللہ تعالیٰ پر مکمل توکل رکھنے والے تھے۔ نیک انسان تھے۔ ان کی اہلیہ نے پھر مزید یہی بیان کیا ہے کہ لوگوں کی بڑی بے لوث خدمت کرنے والے تھے اور دوسروں سے محبت کے ساتھ پیش آنا اور جماعت کے خلاف نہ کوئی بات سنتے تھے نہ کسی کو کرنے دیتے تھے اور نہ ان کے سامنے کرنے کی جرأت ہوتی تھی۔ اور بہت زیادہ مہمان نوازی تھی۔ درود شریف پڑھنے کی طرف بہت توجہ رہتی تھی۔ کہتی ہیں جب عمرے پر گئے تو مَیں نے پوچھا کہ کیا دعائیں کیں۔ تو انہوں نے کہا کہ مَیں نے تو وہاں صرف درود شریف پڑھا ہے۔

ان کی بیٹی سعدیہ مہدی کہتی ہیں کہ میرے والد بہت دعا گو شخصیت کے مالک تھے۔ کہتی ہیں: جب مَیں کبھی دعا کے لیے کہتی تو مجھے کہتے کہ درود شریف پڑھا کرو۔ جب بھی کسی معاملے میں دعا کے لیے کہا تو ہمیشہ درود شریف پڑھنے کی طرف توجہ دلائی۔ مَیں نے ایک دن ان سے پوچھا کہ آپ ہر بات پر یہی کہتے ہیں کہ درود شریف پڑھا کرو تو کہتے کہ درود شریف پڑھو اور سمجھاتے کہ سب سے بڑی دعا درود شریف ہی ہے۔ اگر یہ قبول ہو گئی تو سب دعائیں پوری ہو جائیں گی۔

پھر عصمت شریف صاحبہ ہیں، کہتی ہیں کہ مہدی صاحب میرے بہنوئی تھے۔ ان کو بائیس سال بہت قریب سے دیکھا۔ بے حد شفیق، بے حد خیال رکھنے والے، بہت محبت سے پیش آنے والے۔ خلیفۂ وقت سے بھی بے انتہا عقیدت رکھنے والے انسان تھے۔ ان کی ہمشیرہ کہتی ہیں کہ جب آپ سوئٹزرلینڈ میں مربی سلسلہ تھے تو اس وقت ایک سوئس لڑکی جو احمدی ہو گئی تھی وہ جلسہ سالانہ پر ربوہ آئی اور ربوہ میں ہمارے گھر آئی کہ مَیں نے نسیم مہدی صاحب کی والدہ سے ملنا ہے اور کہتی ہیں میری خواہش ہے کہ مَیں اس ماں سے ملوں جس کا بیٹا اتنا ذہین ہے، جس نے اتنے تھوڑے عرصہ میں اتنی زبانوں پر عبور حاصل کر لیا اور بغیر کسی جھجھک کے وہ تبلیغ کے کاموں میں مصروف ہے اور بڑی روانی سے ہر موضوع پر بات کر لیتا ہے۔

ان کی بہو کہتی ہیں کہ ہمیشہ ہمیں درود شریف کی اہمیت اور اس کے سہارے سے دعاؤں کی قبولیت کی اہمیت کے بارے میں بتاتے۔ انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ میں ایئرپورٹ کی لائن میں کھڑا ہوا اور خیال ہوا کہ ان کے پاسپورٹ کی مدت ختم ہو چکی ہے تو فوراً ہی درود شریف پڑھنا شروع کر دیا اور لائن میں اسی طرح لگے رہے۔ کاؤنٹر میں موجود شخص نے پاسپورٹ کو دیکھا بھی نہیں اور اسی طرح آگے گزار دیا۔

ان کے داماد لکھتے ہیں کہ جب سے میری شادی ہوئی آپ بہت ہی پیار اور شفقت کا سلوک کرتے تھے۔

اپنے ہاتھ سے چائے بنا کر دیتے۔ فجر کی نماز کے بعد میرے ساتھ بیٹھ جاتے اور قرآن پاک کی کوئی آیت یا واقعہ سناتے۔ پھر اس کی تفسیر پیش کرتے اور یوں بڑے لطیف انداز میں ہماری تربیت کرتے۔

ان کی بیٹی نوال مہدی کہتی ہیں کہ میں نے ہمیشہ دیکھا کہ آپ کو قرآن کریم کی طرف بہت توجہ اور شوق تھا۔ قرآن کے بڑے سچے عاشق تھے اور ہمیں بھی کہتے تھے کہ غور سے مطالعہ کیا کرو۔ اس کے معانی اور مطالب کو سمجھنے کی کوشش کرو تو پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نظارے نظر آئیں گے اور قرآن کریم پڑھنے کا سرور بھی ملنا شروع ہو جائے گا۔ کہتی ہیں بڑی باقاعدگی سے تہجد کی نماز پڑھنے والے تھے۔ قیام اور رکوع اور سجدہ طویل ہوتا تھا۔ ان کی نمازوں میں بڑی رقّت اور گداز ہوتی تھی۔ رمضان المبارک میں قرآن کریم کے درس دینے کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ بڑی محنت سے درس تیار کرتے تھے۔ یہ اَور لوگوں نے بھی لکھا ہے۔ قرآن کریم کے مشکل الفاظ کے معنی اور مطالب بیان کرتے تھے اور اس سے ملتے جلتے الفاظ کا ذکر کرتے جس سے لوگوں کو آسانی سے سمجھ آجاتی۔

امیر جماعت کینیڈا لال خان صاحب کہتے ہیں کہ سابق امیر اور مشنری انچارج کینیڈا کے ساتھ مَیں نے 1987ء سے لے کر ایک لمبا عرصہ کام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑے اوصاف سے نوازا تھا اور وہ جو خصوصیات تھیں ان کو جماعت کی خدمت میں انہوں نے استعمال کیا۔ انہیں دوست بنانے اور دوستی نبھانے اور ان روابط کو جماعت کے مفاد میں استعمال کرنے کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی۔ کینیڈین سوسائٹی کے متعدد شعبوں کے عمائد سے انہوں نے ذاتی تعلق پیدا کیے اور ان کو جماعت سے متعارف کروایا۔ ماشاء اللہ یہ ملکہ بھی ان میں خوب تھا اور جن سے بھی تعلق قائم کیا بڑا اچھا اور گہرا تعلق تھا اور دوسروں نے بھی اس تعلق کو نبھایا۔ ان کی وفات پر بھی اسی طرح غیروں نے بہت زیادہ تعزیت کی ہے۔ پھر یہ لال خان صاحب لکھتے ہیں کہ پاکستان اور دوسرے ممالک سے آنے والے افراد اور خاندانوں کی راہنمائی اور امداد کی ذمہ داری کی توفیق اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی۔ پھر کہتے ہیں کہ مجلس عاملہ کے اراکین سے ان کا رابطہ دوستوں کی طرح رہتا تھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے ان کی امارت میں تقریباً بیس سال خدمت کی توفیق ملی۔ اس دوران میں مجھے انہوں نے یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ ان کے امیر ہونے کے باعث مَیں ان کا ماتحت ہوں بلکہ ان کا رویہ مجھ سے ایک دوست والا رہا ہے۔

پھر ڈاکٹر اسلم داؤد صاحب کہتے ہیں کہ نسیم مہدی صاحب کو آرڈر آف اونٹاریو کا تمغہ 2009ء میں ملا جو کہ صوبے کا سب سے معزز اعزاز ہے جو کسی شہری کو دیا جا سکتا ہے۔ یہ ایوارڈ کسی بھی فیلڈ میں کامیابی اور اعلیٰ خدمات بجالانے پر دیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب ان کی تقرری امریکہ میں ہوئی تو ایک دفعہ جلسہ سالانہ پر میری ان سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ تم جس پوزیشن میں اب ہو تم جتنی زیادہ لوگوں کی خدمت کر سکتے ہو کرو۔ جب بھی کوئی فرد جماعت تمہارے پاس آئے تو اس کی مدد کرو اور کبھی نہ دھتکارنا۔ جو کچھ ان کے لیے کر سکتے ہو کرو اور یہ بھی بتایا کہ لوگ بعض دفعہ صحیح طرح بات نہیں کرتے تو پوشیدہ طور پہ بھی ان کا پتا کر کے ان کی مدد کرنی چاہیے۔ کہتے ہیں مَیں نے انہیں ہمیشہ ضرورت مندوں کی مدد کرتے ہوئے دیکھا ہے اور ہمیشہ ایسے رنگ میں پردہ داری کرتے ہوئے مدد کرتے تھے کہ ضرورت مند کسی طرح بھی شرمندہ نہ ہو۔

شکور صاحب مربی سلسلہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ان کی بہت ساری باتوں میں سے ایک نصیحت جو میرے ذہن نشین ہو گئی وہ یہ ہے کہ کہتے ہیں میں جامعہ کے ابتدائی سالوں میں شاید درجہ ثانیہ میں تھا۔ ایک دفعہ عصر کی نماز پر چپل پہن کے مسجد میں آ گیا تو انہوں نے مجھے کہا کہ واقفین سلسلہ کو تمام حالات کے لیے تیاری کر کے گھر سے نکلنا چاہیے تا کہ اگر کبھی کوئی حکم مل جائے تو فوری طور پر وہیں سے اس کو بجالانے کے لیے تم لوگ تیار ہو کے چلے جاؤ۔ یہ نہ ہو کہ کہو مَیں گھر جا کے تیار ہو کے آتا ہوں۔ ذہنی کے علاوہ جسمانی طور پر بھی ہمیشہ تیار رہنا چاہیے۔

اسی طرح فراست عمر مربی سلسلہ امریکہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ جب میرا جامعہ کا انٹرویو ہوا تو مہدی صاحب نے ایک سوال پوچھا کہ اگر بطور مشنری افریقہ بھیجا جائے اور وہاں مخالفت ہو جائے مقامی لوگوں کی طرف سے تو کس سے پہلے رابطہ کرو گے اپنی والدہ سے یا خلیفۃ المسیح سے؟ تو کہتے ہیں مَیں نے سوچنے کے بعد کہا خلیفۃ المسیح سے۔ اس پر مہدی صاحب نے کہا کہ اسی بنیاد پر مَیں تمہاری سفارش کر رہا ہوں کہ تمہیں داخلہ دیا جائے اور یہی صحیح جواب ہے۔

کرنل دلدار صاحب سیکرٹری مشن ہاؤس ہیں۔ کہتے ہیں کہ نسیم مہدی صاحب میں خلفاء کی اطاعت کا جذبہ نمایاں پایا جاتا تھا۔ ان کے کارناموں میں ایک 'پیس ولیج' کا قیام ہے۔ یہ اس طرح معرض وجود میں آیا کہ جس زمانے میں کینیڈا کا جلسہ سالانہ مسجد بیت الاسلام کے ساتھ میدان میں ہوتا تھا، اس وقت ساتھ والے قطعہ زرعی زمین کی مالکہ جلسہ کے موقع پر ہر سال شکایت کرتی کہ ان کے جلسہ کے شور سے مجھے گھبراہٹ ہوتی ہے اور ان کے لنگر کی بُو میرے لیے ناقابل برداشت ہے۔ بہرحال کچھ عرصہ بعد جب حکومت نے اس زرعی زمین کی زوننگ (Zoning) کی اور اس کو رہائشی زون میں تبدیل کر دیا تو پھر نسیم مہدی صاحب کو فکر ہوئی کہ یہ ایک مالکہ ہمیں پریشان کر رہی تھی اب تو کئی مالک بن جائیں گے، کئی گھروں کے مکین آ جائیں گے تو بڑا مشکل ہو جائے گا۔ اس پر انہوں نے عید کے موقع پر احباب جماعت میں سکیم پیش کی کہ کیوں نہ یہاں سارے احمدی گھر بنالیں اور یہ جگہ احمدی لوگ خرید لیں۔ چنانچہ احباب جماعت نے اس تحریک پر لبیک کہا اور اللہ کے فضل سے پھر پیس ولیج کا قیام عمل میں آیا۔

ذیشان گورائیہ صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ کہتے ہیں بے شمار نوجوانوں نے ان سے تربیت حاصل کی اور آج اس تربیت کے نتیجہ میں ہم لوگ دنیا کے مختلف ممالک میں بطور مربی سلسلہ جماعت کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کی تربیت کی وجہ سے ہم نے خلافت سے محبت کرنا سیکھا اور اطاعت کی روح کو اپنے اندر نشوونما پاتے دیکھا۔

اسی طرح آصف خان صاحب کینیڈا کے سیکرٹری امور خارجہ ہیں، کہتے ہیں مَیں تیرہ سال کی عمر میں وان (Vaughan) میں آیا تھا۔ اس وقت مشن ہاؤس کے آس پاس کچھ درجن بھر احمدی تھے۔ میرا اس وقت جماعتی علم بہت کم تھا۔ مہدی صاحب نے مجھ سے اپنے بیٹے کی طرح سلوک کیا، میرے استاد بن گئے۔ باسکٹ بال کھیلتے اور ہمیں جماعتی تعلیم دیتے۔ میں نے ہوش سنبھالی تو مجھے مختلف سیاستدانوں سے رابطہ کرنے کے لیے جماعتی کام دیتے۔ اور اسی طرح آج بھی اللہ کے فضل سے یہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں مَیں نے سب تربیت ان سے حاصل کی۔

مرزا مغفور احمد صاحب امیر جماعت امریکہ کہتے ہیں کہ 2016ء میں بطور مشنری انچارج اور نائب امیر

جماعت امریکہ ان کو خدمت کی توفیق ملی اور امریکہ میں انہوں نے بڑا اچھا کام کیا۔ دورہ جات کیے۔ مختلف سٹیٹس میں دورہ جات پر گئے، تبلیغ کے کام کو مؤثر طور پر شروع کرنے کی کوشش کی۔ اس دوران مرحوم کو میڈیا اور مختلف کمپینز (campaigns) کے ذریعہ اسلام احمدیت کا پیغام امریکہ میں پھیلانے کی توفیق ملتی رہی۔ پھر میکسیکو میں جماعت کے قیام کے بارے میں مرکز کی ہدایت کی روشنی میں وہاں مشن ہاؤس قائم کرنے کے سلسلہ میں ان کو توفیق ملی۔ سیکرٹری تبلیغ امریکہ وسیم سید صاحب کہتے ہیں کہ ہر ایک کے ساتھ پیار اور محبت کا تعلق قائم کرنے والے تھے۔ اس میں پہل کرتے تھے اور خدمتِ اسلام میں ہر ایک کو ساتھ لگانے کا طریق آتا تھا۔ امریکہ آنے کے بعد مرحوم نے 11/ ستمبر کی مناسبت سے ہر سال منعقد ہونے والی تقریبات کو اسلام کی تعلیمات پھیلانے کا مؤثر ذریعہ بنایا اور Muslims for life اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں Muhammad, Messenger of peace مہم شروع کی۔ امریکہ کی چھپن یونیورسٹیز میں اس موضوع پر لیکچر ہوئے۔ 'لائف آف محمد' کتاب وسیع طور پر ان کے لیکچر میں شامل ہونے والے افراد کو تحفۃً دی گئی۔ Muslims for loyalty کی مہم بھی انہوں نے شروع کی۔ مختلف یونیورسٹیز میں لیکچر دیے۔ مقامی حکومتی حلقوں کے ساتھ میٹنگز کیں اور اسلام کی تعلیم کو اجاگر کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے جلسہ سالانہ کے موقع پر ایک دفعہ اپنی تقریر میں سوئٹزرلینڈ کے مشن کی مساعی میں جماعت کے تعارفی فولڈر کی سکیم پر مہدی صاحب کے مستعدی سے کام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ سوئٹزرلینڈ کی پہاڑیوں پر جو لوگ رہتے ہیں، یہ جانور پالنے والے تین قبیلے ہیں۔ تینوں کی زبان بھی مختلف ہے۔ اٹھائیس ہزار کی تعداد میں ہیں۔ اس سے بھی کم ہے ان کی تعداد، تو بہرحال کہتے ہیں اتفاقاً اٹھائیس ہزار بولنے والوں کا فولڈر شائع کر دیا نسیم مہدی صاحب نے (اللہ تعالیٰ انہیں جزا دے) مجھ سے مشورہ کرنے کے بعد اور آٹھ ہزار فولڈر ہر گھر میں پہنچا دیا اس علاقے کے۔ وہاں اس علاقے کے ہر گھر میں پہنچا دیا وہاں تو شور مچ گیا۔ دو اخباروں نے بڑی سخت تنقید لکھی ہے۔ (ماخوذ از سبیل الرشاد جلد دوم صفحہ 426-427)

تو مَیں نے کہا اچھی دعا ان کے حق میں ہو گئی ہے کئی لاکھ فولڈر تقسیم ہوا۔

(ماخوذ از خطابات ناصرؒ جلد دوم صفحہ 543-544)

بہرحال یہ مختصر سی رپورٹ تھی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے وہاں پیش کی جلسہ پہ۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند فرمائے۔ اپنے پیاروں کے قدموں میں ان کو جگہ دے۔ ان کے بچوں اور بیوی کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جس طرح انہوں نے وفا سے زندگی گزاری ہے ان کی اولاد بھی اسی طرح وفا سے زندگی گزارنے والی ہو۔

اگلا ذکر ہے عزیزم محمد احمد شارم ربوہ کا۔ یہ بچہ سولہ سال کی عمر میں بقضائے الٰہی فوت ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ خلافت کا فدائی، ایک ہنس مکھ اور ہر دلعزیز بچہ تھا۔ مالی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔ جماعتی اور تنظیمی پروگراموں میں باقاعدہ شامل ہوتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھا۔ اس عمر میں اس نے وصیت کر لی

تھی۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بہنیں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

تیسرا ذکر مکرمہ سلیمہ قمر صاحبہ اہلیہ رشید احمد صاحب مرحوم کا ہے۔ 16/ مئی کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد چودھری محمد صدیق صاحب کے نانا حضرت مولوی وزیر الدین صاحب آف مکیریاں کے ذریعہ ہوا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی تھے اور کانگڑہ میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کے والد چودھری محمد صدیق صاحب مولوی فاضل جو تھے وہ جماعت کی بزرگ شخصیت تھے۔ لمبا عرصہ ان کو انچارج خلافت لائبریری کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ بطور صدر عمومی ربوہ بھی ان کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی۔ مولوی صاحب کو، سلیمہ قمر صاحبہ کے والد کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہدایت پر قیام ربوہ کے موقع پر خیمہ لگانے اور پہلی رات ربوہ میں بسر کرنے کا اعزاز بھی نصیب ہوا۔ مرحومہ نے اپنی ابتدائی تعلیم ربوہ میں حاصل کی اور تعلیم الاسلام کالج سے ایم اے عربی کی ڈگری حاصل کی۔ لمبا عرصہ تک مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی۔ لجنہ اماء اللہ مقامی میں 1972ء تا 82ء بطور جنرل سیکرٹری خدمت کا موقع ملا۔ 82ء تا 87ء امۃ الحئ لائبریری میں بطور لائبریرین کام کیا۔ 87ء تا 18ء اکتیس سال بطور مدیرہ رسالہ مصباح خدمت کا موقع ملا اور اس دوران انہوں نے باوجود نامساعد حالات کے مصباح کو بڑی اچھی طرح چلایا۔ مرحومہ نہایت نیک سیرت، عبادت گزار، دعا گو اور سادہ طبیعت کی مالک تھیں۔ باقاعدگی سے نماز تہجد کے ساتھ دیگر نفلی نمازیں چاشت اور اشراق پابندی سے ادا کرتی تھیں۔ خلافتِ احمدیہ سے بہت اخلاص اور وفا کا تعلق تھا۔ آپ کی زندگی کے ہر پہلو میں دعا کا رنگ نمایاں ہوتا تھا۔ ایک فرشتہ صفت خاتون تھیں۔ ہر ایک سے نہایت پیار اور محبت کا تعلق تھا۔ کبھی کسی سے ناراض نہیں ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24/ جون 2022ء جلد 29 شمارہ 50 صفحہ 05 تا 09)

23

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10 / جون 2022ء بمطابق 10 / احسان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر میں جنگِ یمامہ کے بارے میں ذکر چل رہا تھا۔ اس بارے میں مزید یوں بیان ہوا ہے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے عَبَّاد بن بِشر کو کہتے ہوئے سنا کہ اے ابو سعید! جب ہم **بُزَاخہ سے فارغ ہوئے تو اس رات مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ گویا آسمان کھولا گیا** ہے پھر مجھ پر بند کر دیا گیا ہے۔ اس سے مراد شہادت ہے۔ ابو سعید کہتے ہیں مَیں نے کہا ان شاء اللہ جو بھی ہو گا بہتر ہو گا۔ وہ کہتے ہیں کہ یمامہ کے روز مَیں آپ کو دیکھ رہا تھا اور آپ انصار کو پکار رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ ہماری طرف آؤ۔ اس پر چار سو آدمی واپس آئے۔ براء بن مالک اور ابو دُجانہ اور عَبَّاد بن بِشر ان میں آگے آگے تھے یہاں تک کہ وہ سب باغ کے دروازے پر پہنچ گئے۔ مَیں نے عَبَّاد بن بِشر کی شہادت کے بعد انہیں دیکھا کہ آپ کے چہرے پر بہت زیادہ تلوار کے نشان تھے مَیں نے آپ کو آپ کے جسم پر موجود ایک علامت سے پہچانا۔

پھر حضرت ام عمارہؓ کا ذکر آتا ہے۔ ام عمارہ جو تاریخ اسلام کی بہت بہادر خواتین میں سے ایک صحابیہ تھیں ان کا نام نُسَیْبہ بنت کعب تھا۔ یہ غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئیں اور نہایت پامردی سے لڑیں۔ جب تک مسلمان فتح یاب تھے وہ مشک میں پانی بھر بھر کر لوگوں کو پلا رہی تھیں لیکن جب شکست ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور سینہ سپر ہو گئیں۔ کفار جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتے تو یہ تیر اور تلوار سے روکتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں خود فرمایا کہ مَیں احد میں ان کو اپنے دائیں اور بائیں برابر لڑتے ہوئے دیکھتا تھا۔ ابن قِمئَہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو ام عمارہؓ نے اس کو بڑھ کر روکا۔ چنانچہ اس کے وار سے حضرت ام عمارہؓ کے کندھے پر گہرا زخم آیا۔ انہوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دوہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لیے کارگر نہ ہوئی۔ بہرحال یہ ام عمارہ کا تاریخی مقام ہے یہ بیان کرتی ہیں کہ ان کے بیٹے عبد اللہ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کیا۔ حضرت ام عمارہؓ اس روز خود بھی جنگِ یمامہ میں شامل تھیں اور اس میں ان کا ایک بازو کٹ گیا تھا۔ حضرت ام عمارہؓ کے اس جنگ میں شامل ہونے کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ ان کے بیٹے حبیب بن زید جو حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ عُمان میں تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی یہ عُمان میں تھے اور یہ خبر عمرو تک پہنچی تو وہ عُمان سے لوٹے۔ راستے میں مسیلمہ سے ان کا سامنا ہوا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ آگے نکل

گئے۔ حبیب بن زید اور عبد اللہ بن وہب پیچھے تھے ان دونوں کو مسیلمہ نے پکڑ لیا اور کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں؟ عبد اللہ بن وہب نے کہا ہاں۔ مسیلمہ نے ان کو لوہے کی زنجیروں میں قید کرنے کا حکم دیا۔ ان کو یقین نہیں آیا، خیال تھا کہ شاید جان بچانے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ بہر حال پھر حبیب بن زید سے کہا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں؟ انہوں نے جواب دیا کہ مَیں سنتا نہیں۔ اس نے پھر کہا کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد اللہ کے رسول ہیں؟ آپؓ نے کہا ہاں۔ مسیلمہ نے ان کے بارے میں حکم دیا تو ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے اور جب بھی ان سے وہ کہتا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ مَیں اللہ کا رسول ہوں تو وہ کہتے کہ مَیں سن نہیں سکتا۔ اور جب وہ یہ کہتا کہ کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں تو آپؓ کہتے ہاں۔ یہاں تک کہ اس نے آپؓ کا ایک ایک عضو کاٹ ڈالا۔ آپؓ کے ہاتھ کندھے کے جوڑ سے کاٹے گئے۔ آپؓ کی ٹانگیں گھٹنوں سے اوپر تک کاٹ دیں پھر آپؓ کو آگ میں جلا دیا۔ اس سارے واقعہ کے دوران نہ تو آپؓ اپنی بات سے پیچھے ہٹے اور نہ مسیلمہ اپنی بات سے پیچھے ہٹا یہاں تک کہ آپؓ آگ میں شہید ہو گئے۔

ایک دوسری روایت کے مطابق حضرت حبیبؓ مسیلمہ کے پاس جب خط لے کر گئے تو اس وقت اس نے **حضرت حبیبؓ کو اس طرح ایک ایک عضو کاٹ کے شہید کیا اور پھر آگ میں جلا دیا۔** جب حضرت ام عمارہؓ کو اپنے بیٹے کی شہادت کی خبر ملی تو انہوں نے قسم کھائی کہ وہ خود مسیلمہ کذاب کا سامنا کریں گی اور یا اس کو مار ڈالیں گی یا خود خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں گی۔

جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ کے لیے لشکر تیار کیا تو ام عمارہؓ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں **حاضر ہوئیں اور جنگ میں شمولیت کے لیے آپؓ سے اجازت طلب کی۔** حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ آپ جیسی خاتون کے جنگ کے لیے نکلنے میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔ اللہ کا نام لے کر نکلیں۔ اس جنگ میں ان کا ایک اَور بیٹا عبد اللہ بھی شریک تھا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ جب ہم یمامہ پہنچے تو شدید جنگ ہوئی۔ انصار نے مدد کے لیے پکارا اور مسلمان مدد کے لیے پہنچے۔ جب ہم باغ کے سامنے پہنچے تو باغ کے دروازے پر اژدہام ہو گیا اور ہمارے دشمن باغ میں ایک طرف تھے اور اس جانب تھے جس طرف مسیلمہ تھا۔ ہم اس میں زبردستی گھس گئے اور کچھ دیر تک ہم نے ان سے جنگ کی۔ اللہ کی قسم! مَیں نے ان سے زیادہ اپنی مدافعت کرنے والا نہیں دیکھا اور مَیں نے دشمن خدا مسیلمہ کا قصد کیا کہ اسے پاؤں اور دیکھوں۔ مَیں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر مَیں نے اسے دیکھ لیا تو مَیں اس کو چھوڑوں گی نہیں۔ اس کو ماروں گی یا خود مر جاؤں گی۔ لوگ آپس میں حملہ آور ہوئے ان کی تلواریں آپس میں ٹکرانے لگیں گویا کہ وہ بہرے ہو گئے اور سوائے تلوار کی ضرب کی آواز کے اَور کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ یہاں تک کہ مَیں نے اللہ کے دشمن کو دیکھا۔ مَیں نے اس پر حملہ کر دیا۔ ایک شخص میرے سامنے آیا اس نے میرے ہاتھ پر ضرب لگائی اور اسے کاٹ دیا۔ اللہ کی قسم! مَیں ڈگمگائی نہیں تا کہ مَیں اس خبیث تک پہنچ جاؤں اور وہ زمین پر پڑا تھا اور مَیں نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو وہاں پایا اس نے اسے مار دیا تھا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام عمارہؓ بیان کرتی ہیں کہ میرا بیٹا اپنے کپڑے سے اپنی تلوار کو

صاف کر رہا تھا مَیں نے پوچھا کیا تم نے مسیلمہ کو قتل کیا ہے؟ اس نے کہا ہاں اے میری والدہ۔

مَیں نے اللہ کے سامنے سجدہ شکر کیا حضرت ام عمارہؓ کہتی ہیں کہ اللہ نے دشمنوں کی جڑ کاٹ دی۔ جب جنگ ختم ہو گئی اور مَیں اپنے گھر واپس لوٹی تو حضرت خالد بن ولیدؓ ایک عرب طبیب کو میرے پاس لے کر آئے۔ اس نے ابلتے ہوئے تیل کے ساتھ میرا علاج کیا۔ اللہ کی قسم! یہ علاج میرے لیے ہاتھ کٹنے سے زیادہ تکلیف دہ تھا۔ حضرت خالدؓ میرا بہت زیادہ خیال رکھتے تھے اور ہم سے حسن سلوک کرتے تھے۔ ہمارا حق ہمیشہ یاد رکھتے تھے اور ہمارے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال رکھتے تھے۔ عَبَّاد کہتے ہیں مَیں نے کہا اے میری دادی! جنگِ یمامہ میں مسلمانوں کے زخمیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ ان سے سوال پوچھا۔ انہوں نے کہا ہاں اے میرے بیٹے۔ اللہ کا دشمن مارا گیا اور مسلمان سب کے سب ہی زخمی تھے۔ مَیں نے اپنے دونوں بھائیوں کو اس حال میں زخمی دیکھا کہ ان میں زندگی کی کوئی رمق نہیں تھی۔ لوگ یمامہ میں پندرہ روز ٹھہرے۔ جنگ ختم ہو چکی تھی اور زخموں کی وجہ سے انصار اور مہاجرین میں سے بہت تھوڑی تعداد حضرت خالدؓ کے ساتھ نماز ادا کرتی تھی۔ وہ کہتی ہیں مَیں جانتی ہوں کہ بنوطَیْء اس روز اچھی طرح آزمائے گئے۔ مَیں نے اس روز عدی بن حاتم کو پکارتے ہوئے سنا، صبر کرو صبر کرو میرے ماں باپ تم پر قربان۔ اور میرے بیٹے زید نے اس روز بڑی بہادری سے جنگ کی۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ام عمارہؓ یمامہ کے روز زخمی ہوئیں۔ تلوار اور نیزے کے گیارہ زخم انہیں لگے علاوہ ازیں ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت ابو بکرؓ ان کا حال دریافت کرنے تشریف لاتے رہے۔ کعب بن عُجْرہ نے اس دن سخت جنگ کی۔ اس دن لوگوں کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی اور لوگ شکست کھا کر بھاگتے ہوئے لشکر کے آخری حصہ کو بھی پار کر گئے۔ کعب نے پکارا۔ اے انصار! اے انصار! اللہ اور رسول کی مدد کو آؤ اور یہ کہتے ہوئے وہ مُحِکَّم بن طُفیل تک پہنچ گئے۔ مُحِکَّم نے ان پر ضرب لگائی اور ان کا بایاں ہاتھ کاٹ دیا۔ اللہ کی قسم! کعب اس کے باوجود لڑ کھڑائے نہیں اور دائیں ہاتھ سے ضرب لگاتے جبکہ بائیں ہاتھ سے خون بہ رہا تھا یہاں تک کہ وہ باغ تک پہنچے اور اس میں داخل ہو گئے۔ حاجب بن زید نے اوس کو پکارتے ہوئے کہا کہ اے اَشْہَلْ! تو ثابت نے کہا کہو اے انصار! وہ ہمارا اور تمہارا لشکر ہیں تو انہوں نے پکارا اے انصار! اے انصار! یہاں تک کہ بنو حنیفہ ان پر ٹوٹ پڑے۔ لوگ منتشر ہو گئے۔ آپ نے دو دشمنوں کو قتل کیا اور خود بھی شہید ہو گئے۔ آپ کی جگہ عمیر بن اوس نے لی۔ ان پر بھی دشمنوں نے حملہ کر دیا اور وہ بھی شہید ہو گئے۔ پھر ابو عقیل کے بارے میں ہے کہ ابو عقیل انصار کے حلیف تھے۔ آپ یمامہ کے روز سب سے پہلے جنگ کے لیے نکلے۔ آپ کو ایک تیر لگا جو کندھے کو چیرتا ہوا دل تک پہنچ گیا آپ نے اس تیر کو کھینچ کر باہر نکالا۔ آپ اس زخم سے کمزور ہو گئے۔ آپ نے مَعْن بن عدی کو کہتے ہوئے سنا کہ اے انصار! دشمن پر حملے کے لیے لوٹو۔ ابو عَمرو کہتے ہیں کہ ابو عقیل اپنے لوگوں کی طرف جانے کے لیے اٹھے مَیں نے پوچھا ابو عقیل آپ کا کیا ارادہ ہے؟ آپ میں جنگ کی اب ہمت نہیں ہے بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ پکارنے والے نے میرا نام پکار کر آواز لگائی ہے۔ مَیں نے کہا انہوں نے تو صرف انصار کا نام لیا ہے اور ان کی مراد زخمیوں سے نہیں تھی۔ ابو عقیل نے جواب دیا کہ مَیں انصار میں سے ہوں اور مَیں ضرور

جواب دوں گا خواہ دوسرے کمزوری دکھائیں۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ ابو عقیل ہمت کر کے اٹھے اپنے دائیں ہاتھ میں ننگی تلوار لی پھر پکارنے لگے اے انصار! یومِ حنین کی طرح پلٹ کر حملہ کرو۔ وہ سب اکٹھے ہو گئے اور دشمن کے سامنے مسلمانوں کی ڈھال بن گئے یہاں تک کہ انہوں نے دشمن کو باغ میں دھکیل دیا۔ وہ آپس میں مل جل گئے یعنی اندر جا کے پھر گھمسان کی جنگ ہوئی اور تلواریں ایک دوسرے پر پڑنے لگیں۔ مَیں نے ابو عقیل کو دیکھا آپ کا زخمی ہاتھ کندھے سے کٹ گیا اور آپ کا وہ بازو زمین پر گر پڑا۔ آپ کو چودہ زخم آئے ان سب زخموں کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔ ابن عمر کہتے ہیں کہ میں ابو عقیل کے پاس پہنچا تو وہ زمین پر گرے ہوئے آخری سانسیں لے رہے تھے۔ مَیں نے کہا اے ابو عقیل تو انہوں نے لڑکھڑاتی ہوئی زبان سے کہا لبّیک۔ پھر کہا کس کو شکست ہوئی؟ مَیں نے بلند آواز سے کہا خوشخبری ہو اللہ کا دشمن مسیلمہ مارا گیا۔ انہوں نے الحمد للہ کہتے ہوئے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور جان دے دی۔ ابن عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں نے اپنے والد حضرت عمرؓ کو ان کا یہ سارا واقعہ بتایا تو انہوں نے فرمایا اللہ ان پر رحم کرے وہ ہمیشہ شہادت کی آرزو رکھتے تھے اور میرے علم کے مطابق وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چند چنیدہ صحابہ میں سے تھے اور ان میں سے قدیم الاسلام تھے۔

مُجَّاعَہ بن مُرارہ بنو حنیفہ کا سردار تھا، اس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس نے ایک روز مَعْن بن عدی کا ذکر کیا کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں میرے پاس آیا کرتے تھے اس دوستی کی وجہ سے جو میرے اور اس کے درمیان قدیم سے تھی۔ مُجَّاعَہ کہتے ہیں کہ جب وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس جنگِ یمامہ کے ختم ہونے کے بعد وفد میں آئے تو حضرت ابو بکرؓ ایک روز شہداء کی قبروں کی زیارت کے لیے اپنے ساتھیوں کے ساتھ جا رہے تھے۔ مَیں بھی ان کے ساتھ نکلا یہاں تک کہ حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کے ساتھی ستر صحابہ کی قبروں پر گئے۔ مَیں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول! مَیں نے جنگِ یمامہ میں شامل ہونے والے اصحاب سے زیادہ کسی کو تلواروں کے واروں کے سامنے ثابت قدم رہنے والا نہیں دیکھا اور نہ ان سے زیادہ شدت سے حملہ کرنے والا دیکھا ہے۔ مَیں نے ان میں ایک شخص کو دیکھا۔ اللہ ان پر رحم کرے۔ میری اور ان کی دوستی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا (پہچان گئے آپ) کہ معن بن عدی؟ مَیں نے عرض کیا ہاں اور حضرت ابو بکرؓ میری اور ان کی دوستی کو جانتے تھے۔ آپؓ نے فرمایا اللہ ان پر رحم کرے تم نے ایک صالح شخص کا ذکر کیا ہے۔ مَیں نے کہا اے خلیفہ رسول! گویا مَیں اب بھی چشمِ تصور میں انہیں دیکھ رہا ہوں اور مَیں خالد بن ولید کے خیمے میں بندھا ہوا تھا۔ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور اس شدت سے قدم اکھڑے کہ مَیں نے سمجھا کہ اب ان کے قدم دوبارہ جم نہیں سکیں گے اور مجھے یہ ناگوار لگا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بخدا! واقعی تمہیں ناگوار گزرا تھا؟ کیونکہ یہ مرتد ہو گیا تھا اور اسی لیے قید کیا گیا تھا۔ بہر حال کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے یہ ناگوار گزرا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس پر مَیں اللہ کی حمد کرتا ہوں۔

مُجَّاعَہ کہتے ہیں مَیں نے مَعْن بن عدی کو دیکھا وہ سر پر سرخ کپڑا پہنے ہوئے پلٹ کر حملہ کر رہے تھے۔ تلوار کندھے پر رکھی ہوئی تھی اور اس سے خون ٹپک رہا تھا۔ وہ پکار رہے تھے اے انصار! پوری قوت سے حملہ کرو۔ مُجَّاعَہ کہتے ہیں کہ انصار نے پلٹ کر حملہ کیا اور اتنا شدید حملہ تھا کہ انہوں نے دشمن کے قدم اکھاڑ

دیے۔ مَیں خالد بن ولیدؓ کے ساتھ چکر لگا رہا تھا۔ مَیں بنو حنیفہ کے مقتولین کو پہچانتا تھا۔ مَیں انصار کو بھی دیکھ رہا تھا وہ شہید ہو کر گرے ہوئے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کر رو پڑے یہاں تک کہ آپؓ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔

ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ جب ظہر کا وقت آیا تو مَیں باغ میں داخل ہوا اور شدید جنگ ہو رہی تھی۔ **حضرت خالد بن ولیدؓ نے مؤذن کو حکم دیا** اس نے باغ کی دیوار پر ظہر کی اذان دی۔ لوگ لڑائی کی وجہ سے مضطرب تھے یہاں تک کہ عصر کے بعد جنگ ختم ہو گئی تو حضرت خالدؓ نے ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپؓ نے پانی پلانے والوں کو مقتولین کی طرف روانہ کیا۔ مَیں ان کے ساتھ چکر لگانے لگا۔ مَیں ابو عقیل کے پاس سے گزرا انہیں پندرہ زخم آئے تھے انہوں نے مجھ سے پانی مانگا مَیں نے انہیں پانی پلایا تو ان کے تمام زخموں سے پانی بہ نکلا اور وہ شہید ہو گئے۔ مَیں بِشْر بن عبد اللہ کے پاس سے گزرا۔ وہ اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے پانی مانگا۔ مَیں نے انہیں پانی پلایا۔ وہ بھی شہید ہو گئے۔

محمود بن لبید سے روایت ہے کہ جب حضرت خالدؓ نے اہل یمامہ کو قتل کیا تو مسلمان بھی اس جنگ میں بڑی تعداد میں شہید ہوئے یہاں تک کہ اکثر صحابہ رسولؐ شہید ہو گئے اور مسلمانوں میں سے جو زندہ بچ گئے تھے ان میں بہت زیادہ زخمی تھے۔ (سیر الصحابیات از سعید انصاری صفحہ 122 مشتاق بک کارنر لاہور)

(الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ 57 تا 66 عالم الکتب بیروت 1997ء)

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی صفحہ 349 فرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

جب حضرت خالدؓ کو مسیلمہ کے قتل کی خبر دی گئی تو وہ مُجَّاعَہ کو بیڑیوں میں جکڑ کر ساتھ لائے تا کہ مسیلمہ کی شناخت کروائیں۔ وہ لاشوں میں اسے دیکھتا رہا مگر وہاں مسیلمہ نہ ملا۔ پھر وہ باغ میں داخل ہوا تو ایک پستہ قد، زرد رنگ، چپٹی ناک والے آدمی کی لاش نظر آئی تو مُجَّاعَہ نے کہا یہ مسیلمہ ہے جس سے تم فراغت حاصل کر چکے ہو۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا یہ ہے وہ آدمی جس نے تمہارے ساتھ یہ سب کچھ کیا ہے۔ مُجَّاعَہ کیونکہ قید تھا، بنو حنیفہ کا نمائندہ تھا، سردار تھا۔ اس لیے ان کو بچانا بھی چاہتا تھا۔ مرد تو اکثر مر چکے تھے لیکن اس نے ایک چال چلی۔ باقی جو لوگ قلعہ میں بند تھے ان کو بچانے کے لیے اس نے فریب کیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ سے ایک صلح کا معاہدہ کیا۔ اس نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے کہا کہ یہ لوگ جو تمہارے مقابلے میں جنگ کے لیے نکلے تھے یہ تو صرف جلد باز لوگ تھے جبکہ قلعے تو ابھی بھی جنگجوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا تم پر ہلاکت ہو تم یہ کیا کہہ رہے ہو؟ اس پر مُجَّاعَہ نے کہا بخدا! جو کہہ رہا ہوں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ پس آؤ اور میرے پیچھے موجود میری قوم کی طرف سے مجھ سے صلح کر لو۔ دھوکے سے اس نے یہ باتیں کیں بہر حال آگے اس کا واضح بھی ہو جائے گا۔ حضرت خالدؓ اس ہولناک جنگ میں مسلمانوں کا جس قدر جانی نقصان دیکھ چکے تھے اس کے پیش نظر انہوں نے یہی مناسب سمجھا کہ اب جبکہ بنو حنیفہ کا سردار اور اصل باغی سرغنہ مع اپنے ساتھیوں کے مارا جا چکا ہے تو اب مسلمانوں کا مزید جانی نقصان نہ ہی کروایا جائے تو بہتر ہے چنانچہ حضرت خالدؓ نے صلح کے لیے رضا مندی ظاہر کر دی۔ حضرت خالدؓ کی طرف سے صلح کی ضمانت لے کر مُجَّاعَہ نے کہا مَیں ان کے پاس جا کر ان سے مشورہ کرتا ہوں پھر وہ ان لوگوں کے پاس گیا جبکہ مُجَّاعَہ اچھی طرح جانتا تھا کہ قلعوں میں سوائے عورتوں بچوں اور انتہائی عمر کو پہنچے

ہوئے بوڑھوں اور کمزوروں کے کوئی بھی نہیں تھا۔ اس نے انہیں زرہیں پہنائیں اور عورتوں سے کہا کہ میری واپسی تک وہ قلعے کی دیواروں پر چڑھ جائیں۔ پھر وہ حضرت خالدؓ کے پاس آیا اور کہا کہ جس شرط پر مَیں نے صلح کی تھی وہ اس کو قبول نہیں کرتے۔ جب حضرت خالدؓ نے قلعوں کی طرف دیکھا تو وہ آدمیوں سے بھرے ہوئے نظر آئے۔ زرہیں پہنا کے عورتیں وغیرہ وہاں بٹھا آیا تھا۔

اس جنگ نے مسلمانوں کو بھی نقصان پہنچایا تھا اور لڑائی بہت طویل ہو گئی تھی اس لیے مسلمان یہ چاہتے تھے کہ وہ فتح حاصل کر کے واپس چلے جائیں کیونکہ ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ اس لیے حضرت خالدؓ نے نسبتاً نرم شرائط پر، سونے، چاندی، اسلحہ اور نصف قیدیوں پر صلح کر لی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ایک چوتھائی پر صلح کی تھی۔ جب قلعوں کے دروازے کھولے گئے تو ان میں سوائے عورتوں بچوں اور کمزوروں کے کوئی بھی نہیں تھا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے مُجَّاعَہ سے کہا تیرا بُرا ہو تُو نے مجھے دھوکا دیا ہے۔ مُجَّاعَہ نے کہا یہ میری قوم کے لوگ ہیں ان کو بچانا میرے لیے ضروری تھا۔ اس کے علاوہ مَیں اَور کیا کر سکتا تھا۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا خط حضرت خالدؓ کو پہنچا کہ ہر بالغ کو قتل کر دیا جائے لیکن یہ خط اس وقت پہنچا کہ جب حضرت خالدؓ ان لوگوں سے صلح کر چکے تھے اس لیے انہوں نے اپنے عہد کو پورا کیا اور بد عہدی نہیں کی۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2 صفحہ 222-223 دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء)

ان کی جان کی امان دے دی تھی چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے مسلمانوں کی حالت اور صلح کی وجہ بتانے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کی طرف ایک خط **بھیجا جس کو پڑھ کر حضرت ابو بکرؓ مطمئن اور خوش ہو گئے۔** جب حضرت خالدؓ صلح کے معاہدے سے فارغ ہوئے تو آپؓ نے قلعوں کے متعلق حکم دیا چنانچہ وہاں آدمی مقرر کر دیے گئے۔ مُجَّاعَہ نے اللہ کی قسم کھائی کہ جن چیزوں پر صلح ہوئی ہے ان میں سے کوئی بھی چیز آپؓ سے پوشیدہ نہیں رہے گی اور جو بھی کسی پوشیدہ چیز کو جاننے والا ہو گا اس کی خبر خالدؓ تک پہنچائی جائے گی۔ پھر قلعے کھول دیے گئے، بہت زیادہ اسلحہ برآمد ہوا جسے خالدؓ نے علیحدہ اکٹھا کر لیا اور ان قلعوں میں سے جو دینار اور درہم ملے انہیں بھی الگ جمع کر لیا گیا اور ان کی زرہیں جمع کی گئیں۔ پھر قیدی باہر نکالے گئے اور ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پھر مالِ غنیمت کی قرعہ اندازی کی گئی اور زرہوں اور بیڑیوں اور سونے چاندی وغیرہ کا وزن کیا گیا اور خمس الگ کیا گیا۔ خمس کا چوتھا حصہ لوگوں میں تقسیم کیا گیا۔ گھڑ سواروں کے لیے دو حصے مقرر کیے گئے اور گھوڑے کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر کیا گیا اور ان سب میں سے بھی خمس الگ کیا گیا اور یہ سارا خمس حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں بھجوا دیا گیا۔

(الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ70-71 عالم الکتب بیروت 1997ء)

اس کے بعد بنو حنیفہ بیعت کرنے اور مسیلمہ کی نبوت سے لاتعلقی کا اظہار کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ یہ تمام لوگ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس لائے گئے جہاں انہوں نے بیعت کی اور اپنے دوبارہ اسلام لانے کا اعلان کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کا ایک وفد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔ جب وہ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے بڑا تعجب کا اظہار کیا کہ آخر تم لوگ مسیلمہ کے پھندے میں پھنس کس طرح گئے اور گمراہ ہو گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اے خلیفہ رسول! ہمارے تمام حال سے آپؓ اچھی طرح آگاہ ہیں۔

مسیلمہ نہ اپنے آپ کو فائدہ پہنچا سکا اور نہ اس کے رشتے داروں اور قوم کو اس سے کوئی فائدہ حاصل ہو سکا۔
(حضرت ابو بکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 206)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کی ایک خواب کا ذکر ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب حضرت خالدؓ کو یمامہ کی طرف روانہ فرمایا تو آپؓ نے خواب میں دیکھا تھا کہ آپؓ کے پاس ھَجَرْ بستی ہے اس کی کھجوروں میں سے کھجوریں لائی گئیں۔ آپ نے ان میں سے ایک کھجور کھائی اس کو آپ نے گٹھلی پایا جو کھجور کی شکل میں تھی۔ بڑی سخت تھی کھجور نہیں تھی بلکہ گٹھلی تھی۔ کچھ دیر آپؓ نے اس کو چبایا پھر اس کو پھینک دیا۔ آپؓ نے اس خواب کی تعبیر یہ فرمائی، فرمایا کہ خالد کو اہل یمامہ کی طرف سے شدید مقابلے کا سامنا کرنا پڑے گا اور اللہ ضرور اس کے ہاتھ پر فتح عطا فرمائے گا۔

(الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ72 عالم الکتب بیروت 1997ء)

حضرت ابو بکرؓ یمامہ کی طرف سے آنے والی خبروں کا بشدت انتظار فرماتے تھے اور جیسے ہی خالدؓ کی طرف سے کوئی ایلچی آتا تو آپؓ ان سے خبریں حاصل کرتے۔ ایک روز حضرت ابو بکرؓ دوپہر کے وقت گرمی میں نکلے۔ آپؓ صرار نامی مقام کی طرف جانا چاہتے تھے جو مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر تھا۔ آپ کے ساتھ حضرت عمرؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، طلحہ بن عبید اللہؓ اور مہاجرین و انصار کا ایک گروہ تھا۔ آپؓ ابو خیثمہ نجاری سے ملے جنہیں خالدؓ نے بھیجا تھا۔ جب انہیں حضرت ابو بکرؓ نے دیکھا تو فرمایا اے ابو خیثمہ! کیا خبر ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول! اچھی خبر ہے۔ اللہ نے ہمیں یمامہ پر فتح عطا فرمائی ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے سجدہ کیا۔ ابو خیثمہ نے کہا کہ خالد کا آپؓ کے نام خط ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کے اصحاب نے اللہ کی حمد کی پھر آپؓ نے فرمایا مجھے جنگ کے بارے میں بتاؤ کہ کیسا رہا؟ ابو خیثمہ آپؓ کو بتانے لگے کہ خالدؓ نے کیا کیا کیا تھا اور کیسے اپنے ساتھیوں کی صف آرائی کی تھی اور کس طرح مسلمانوں کو ہزیمت پہنچی اور کون ان میں سے شہید ہوئے۔ حضرت ابو بکر اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھنے لگے اور ان کے لیے رحم کی دعا کرنے لگے۔ ابو خیثمہ نے مزید کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بدوی ہیں۔ انہوں نے ہمیں شکست دی اور ہمارے ساتھ وہ کیا جو ہم اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اس کے بعد اللہ نے ہمیں ان پر فتح عطا فرمائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو خواب مَیں نے دیکھی تھی مَیں اس کو سخت ناپسند کرتا تھا اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خالد کو ضرور شدید جنگ کا سامنا کرنا پڑے گا اور کاش خالدؓ نے ان لوگوں سے صلح نہ کی ہوتی اور ان کو تلوار کی دھار پر رکھا ہوتا۔ ان شہداء کے بعد اہل یمامہ میں سے کسی کے زندہ رہنے کا کیا حق ہے۔ فرمایا کہ یہ لوگ جو اس کے ساتھی تھے اپنے اس مسیلمہ کذاب کی وجہ سے قیامت تک آزمائش میں رہیں گے سوائے اس کے کہ اللہ انہیں بچا لے۔ اس کے بعد اہل یمامہ کا وفد حضرت خالدؓ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

(الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ72-73 عالم الکتب بیروت 1997ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 172 زوار اکیڈیمی کراچی 2004ء)

مقتولین کی تعداد کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس جنگ میں قتل ہونے والے مرتدین کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی اور ایک روایت میں اکیس ہزار بھی بیان ہوئی ہے جبکہ پانچ سو یا چھ سو کے قریب مسلمان شہید ہوئے۔

بعض روایات میں جنگ یمامہ میں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد سات سو، بارہ سو اور سترہ سو بھی بیان ہوئی ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد 3 جزء 6 صفحہ 321 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

(فتوح البلدان لامام ابی الحسن احمد بن یحییٰ البلاذری صفحہ 63 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2000ء)

ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں شہید ہونے والوں میں سات سو سے زائد حفاظ قرآن تھے۔

(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن۔ جلد 20 صفحہ 23 دارالکتب العلمیۃ 2001ء)

ان شہداء میں اکابرین صحابہ اور حفاظِ قرآن بھی شامل تھے جن کا مقام اور درجہ مسلمانوں میں بے حد بلند تھا۔ ان کی شہادت ایک بہت بڑا سانحہ تھا۔ لیکن ان حفاظ قرآن کی شہادت ہی بعد میں جمع قرآن کا باعث بنی۔ **ان شہداء میں بعض مشہور صحابہ کے نام یہ تھے۔** حضرت زید بن خطابؓ، حضرت ابو حُذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ، حضرت سالم مولیٰ ابوحُذیفہؓ، حضرت خالد بن اُسَیدؓ، حضرت حَکَم بن سعیدؓ، حضرت طفیل بن عَمرو دَوسیؓ، حضرت زبیر بن عوامؓ کے بھائی حضرت سائب بن عوامؓ، حضرت عبداللہ بن حارث بن قَیسؓ، حضرت عَبَّاد بن حارثؓ، حضرت عَبَّاد بن بشرؓ، حضرت مالک بن اوسؓ، حضرت سُراقہ بن کعبؓ، حضرت مَعْنبن عدیؓ، خطیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثابت بن قَیس بن شَمَّاسؓ، حضرت ابو دجانہؓ، رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ بن سلول کے مومن صادق فرزند حضرت عبداللہؓ بن عبداللہؓ اور حضرت یزید بن ثابت خزرجیؓ۔

(فتوح البلدان صفحہ 124 تا 126 مطبوعہ مؤسسۃ المعارف بیروت 1987ء)

بعض مؤرخین کے نزدیک جنگ یمامہ ربیع الاول بارہ ہجری کو ہوئی جبکہ بعض کا قول ہے کہ یہ گیارہ ہجری کے آخر میں ہوئی۔ ان دونوں اقوال کی تطبیق اس طرح ہو سکتی ہے کہ اس جنگ کا آغاز گیارہ ہجری میں ہوا ہو اور اس کا اختتام بارہ ہجری میں ہوا ہو۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد 3 جزء 6 صفحہ 322 سنہ 11 ھجری دارالکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا اور جن سے صحابہؓ نے جنگ کی وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا..... مسیلمہ نے تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کو لکھا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آدھا ملک عرب کا ہمارے لئے ہے اور آدھا ملک قریش کے لئے ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے ھَجَر اور یمامہ میں سے ان کے مقرر کردہ والی ثُمامہ بن اُثال کو نکال دیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسی طرح مدینہ کے دو صحابہ حَبِیب بن زیدؓ اور عبداللہ بن وہب کو اس نے قید کر لیا اور ان سے زور کے ساتھ اپنی نبوت منوانی چاہی۔ عبداللہ بن وہب نے تو ڈر کر اس کی بات مان لی مگر حَبِیب بن زیدؓ نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسیلمہ نے اس کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ اسی طرح یمن میں بھی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افسر مقرر تھے ان میں سے بعض کو قید کر لیا اور بعض کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسی طرح طبری نے لکھا ہے کہ اَسْوَد عَنْسی نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو حکام مقرر تھے ان کو اس نے تنگ کیا تھا اور ان سے زکوٰۃ چھین لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر اس نے

صنعا میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حاکم شَہْر بن باذان پر حملہ کر دیا تھا۔ بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، لوٹ مار کی، گورنر کو قتل کر دیا اور اس کو قتل کر دینے کے بعد اس کی مسلمان بیوی سے جبراً نکاح کر لیا۔ بنو نجران نے بھی بغاوت کی اور وہ بھی اسود عَنْسی کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے دو صحابہ عمرو بن حزمؓ اور خالد بن سعیدؓ کو علاقہ سے نکال دیا۔

ان واقعات سے ظاہر ہے **کہ مدعیانِ نبوت کا مقابلہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا تھا** کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نبی ہونے کے دعوے دار تھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے مدعی تھے بلکہ صحابہ نے ان سے اس لئے جنگ کی تھی کہ وہ شریعت اسلامیہ کو منسوخ کر کے اپنے قانون جاری کرتے تھے اور اپنے اپنے علاقہ کی حکومت کے دعوے دار تھے اور صرف علاقہ کی حکومت کے دعوے دار ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے صحابہ کو قتل کیا۔"

(مولانا مودودی صاحب کے رسالہ "قادیانی مسئلہ" کا جواب، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 12 تا 14)

اسلامی ملکوں پر چڑھائیاں کیں، قائم شدہ حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اپنی آزادی کا اعلان کیا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ "جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی... اس کے بعد بادیہ نشین اعراب مرتد ہو گئے۔ ایسے نازک وقت کی حالت کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے اور بعض جھوٹے مدعی نبوت کے پیدا ہو گئے ہیں اور بعضوں نے نمازیں چھوڑ دیں اور رنگ بدل گیا ہے۔ ایسی حالت میں اور اس مصیبت میں میرا باپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین ہوا۔ میرے باپ پر ایسے ایسے غم آئے کہ اگر پہاڑوں پر آتے تو وہ بھی نابود ہو جاتے۔

اب غور کرو کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے پر بھی ہمت اور حوصلہ کو نہ چھوڑنا یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں۔ **یہ استقامت صدق ہی کو چاہتی تھی اور صدیقؓ نے ہی دکھائی۔** ممکن نہ تھا کہ کوئی دوسرا اس خطرہ کو سنبھال سکتا۔ تمام صحابہؓ اس وقت موجود تھے۔ کسی نے نہ کہا کہ میرا حق ہے۔ وہ دیکھتے تھے کہ آگ لگ چکی ہے۔ اس آگ میں کون پڑے۔ حضرت عمرؓ نے اس حالت میں ہاتھ بڑھا کر آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی۔ یہ ان کا صدق ہی تھا کہ اس فتنہ کو فرو کیا اور ان موذیوں کو ہلاک کیا۔

مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھا اور اس کے مسائل اباحت کے مسائل تھے۔ "اباحت جو ہے کسی چیز کا شریعت میں مباح یعنی جائز یا حلال ہونا ہے (اردو لغت تاریخی اصول پر زیر لفظ اباحت)۔ لوگ اس کی اباحتی باتوں کو دیکھ دیکھ کر اس میں شامل ہو جاتے تھے۔ بہت ساری غلط چیزوں کو بھی وہ جائز قرار دیا کرتا تھا۔ پہلے اس کا بیان بھی ہو چکا ہے۔ بہر حال فرمایا کہ "لوگ اس کی اباحتی باتوں کو دیکھ دیکھ کر اس کے مذہب میں شامل ہوتے جاتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی معیت کا ثبوت دیا اور ساری مشکلات کو آسان کر دیا۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 378-379)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مزید فرماتے ہیں "اہلِ تحقیق سے یہ امر مخفی نہیں کہ آپؓ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا وقت تھا چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اسلام اور

مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے۔ بہت سے منافق مرتد ہو گئے اور مرتدوں کی زبانیں دراز ہو گئیں اور افترا پردازوں کے ایک گروہ نے دعویٔ نبوت کر دیا اور اکثر بادیہ نشین ان کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب جاہل اور بدکردار آدمی مل گئے اور فتنے بھڑک اٹھے اور مصائب بڑھ گئے اور آفات نے دور و نزدیک کا احاطہ کر لیا اور مومنوں پر ایک شدید زلزلہ طاری ہو گیا۔ اس وقت تمام لوگ آزمائے گئے اور خوفناک اور حواس باختہ کرنے والے حالات نمودار ہو گئے اور مومن ایسے لاچار تھے کہ گویا ان کے دلوں میں آگ کے انگارے دہکائے گئے ہوں یا وہ چھری سے ذبح کر دیئے گئے ہوں۔ کبھی تو وہ خیر البریہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جدائی کی وجہ سے اور گاہے ان فتنوں کے باعث جو جلا کر بھسم کر دینے والی آگ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے روتے۔ امن کا شائبہ تک نہ تھا۔ فتنہ پرداز گند کے ڈھیر پر اُگے ہوئے سبزے کی طرح چھا گئے تھے۔ مومنوں کا خوف اور ان کی گھبراہٹ بہت بڑھ گئی تھی اور دل دہشت اور بے چینی سے لبریز تھے۔ ایسے (نازک) وقت میں (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ حاکم وقت اور (حضرت) خاتم النبیینؐ کے خلیفہ بنائے گئے۔ منافقوں، کافروں اور مرتدوں کے جن رویوں اور طور طریقوں کا آپ نے مشاہدہ کیا ان سے آپ ہم و غم میں ڈوب گئے۔ آپ اس طرح روتے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو اور آپ کے آنسو چشمہ رواں کی طرح بہنے لگتے اور آپ (رضی اللہ عنہ) (اپنے) اللہ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر کی دعا مانگتے۔ (حضرت) عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب میرے والد خلیفہ بنائے گئے اور اللہ نے انہیں امارت تفویض فرمائی تو خلافت کے آغاز ہی میں آپ نے ہر طرف سے فتنوں کو موجزن اور جھوٹے مدعیان نبوت کی سرگرمیوں اور منافق مرتدوں کی بغاوت کو دیکھا اور آپ پر **اتنے مصائب ٹوٹے کہ اگر وہ پہاڑوں پر ٹوٹتے تو وہ پیوست زمین ہو جاتے** اور فوراً گر کر ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن آپ کو رسولوں جیسا صبر عطا کیا گیا۔ یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔ فتنے دور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مؤمنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کیلئے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا۔"

(سر الخلافۃ اردو ترجمہ صفحہ 47 تا 50 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پھر حضرت خالدؓ کے بارے میں بیان ہوا ہے کہ حضرت خالدؓ یمامہ کی مہم سے فارغ ہو کر ابھی وہیں ٹھہرے ہوئے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا کہ عراق کی طرف روانہ ہو جائیں۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ307 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علاء بن حضرمیؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کمک مانگی۔ آپؓ نے خالد بن

ولید کو لکھا اور یہ حکم دیا کہ یمامہ سے علاء کے پاس بعجلت روانہ ہو جاؤ اور ان کی مدد کرو اور وہ ان کی مدد کے پاس پہنچے۔ حُطَم کو قتل کیا پھر ان کے ساتھ مل کر حُط کا محاصرہ کیا۔ حُط بھی بحرین میں قبیلہ عبد القیس کا محلہ ہے جہاں کثرت سے کھجوریں ہوتی تھیں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے انہیں عراق کی طرف کوچ کا حکم دیا اور انہوں نے بحرین سے ادھر کوچ کیا۔

(فتوح البلدان از بلاذری مترجم صفحہ 135 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 433)

مُجَّاعَہ بن مُرارہ کی بیٹی سے حضرت خالدؓ کی شادی کے بارے میں جو سوال اٹھتے ہیں اس بارے میں کتب تاریخ اور سیرت میں لکھا ہے کہ جنگِ یمامہ کے ختم ہونے اور بنو حنیفہ کے باقی ماندہ بچ جانے والوں کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو جانے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ کی ایک شادی ہوئی تھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ مؤرخین کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کو جب اس شادی کی خبر ملی تو حضرت ابو بکرؓ حضرت خالدؓ سے ناراض ہوئے لیکن جب حضرت خالدؓ نے تفصیلی وضاحت بذریعہ خط پیش خدمت کی تو حضرت ابو بکرؓ کی ساری ناراضگی جاتی رہی۔ اس کی تفصیلات کے مطابق صلح ہو جانے کے بعد خالد رضی اللہ عنہ نے مُجَّاعَہ سے مطالبہ کیا کہ وہ اپنی بیٹی کی شادی آپؓ سے کر دے۔ مُجَّاعَہ کو مالک بن نُوَیرہ کی بیوی لیلیٰ ام تمیم کا واقعہ اور حضرت ابو بکرؓ کا حضرت خالدؓ سے شادی کی ناراضگی کا علم تھا چنانچہ اس نے کہا کہ رک جائیے۔ آپ میری کمر توڑ دینے کا باعث بنیں گے اور خود بھی حضرت ابو بکرؓ کے عتاب سے بچ نہ سکیں گے لیکن حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا تُو اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دے چنانچہ اس نے اپنی بیٹی کی شادی آپ سے کر دی۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یمامہ کی خبروں کے برابر منتظر رہتے تھے اور آپ کو خالدؓ کے خبر رساں کا انتظار رہتا تھا۔ ایک روز آپ شام کے وقت مہاجرین اور انصار کی ایک جماعت کے ساتھ ایک مقام پر تھے کہ وہاں خالد رضی اللہ عنہ کے فرستادہ ابوخَیْثَمہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو گئی جبکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو ان سے دریافت کیا: پیچھے کیا خبریں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ خیر ہے اے خلیفہ رسول! اللہ تعالیٰ نے ہمیں یمامہ پر فتح نصیب فرمائی ہے اور لیجیے یہ خالد رضی اللہ عنہ کا خط ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فوراً سجدہ شکر بجالایا اور فرمایا مجھ سے معرکے کی کیفیت بیان کرو کیسے ہوا۔ اس حوالے سے ایک پہلے بھی روایت گزر چکی ہے۔ بہر حال ابو خیثمہ نے معرکہ کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتایا کہ خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا کیا، کس طرح فوج کی صف بندی کی، کون کون سے صحابہ شہید ہوئے اور کس طرح ہمیں دشمن کی پسپائی کا سامنا کرنا پڑا اور انہوں نے ہمیں ایسی چیزوں کا عادی بنا دیا جسے ہم اچھی طرح نہیں جانتے تھے۔

پھر حضرت خالدؓ کی شادی کا بھی ذکر ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خط لکھا کہ اے ام خالد کے بیٹے! تمہیں عورتوں سے شادی کی سوجھی ہے اور ابھی تمہارے صحن میں ایک ہزار دو سو مسلمانوں کا خون خشک نہیں ہوا اور پھر مُجَّاعَہ نے تمہیں فریب دے کر مصالحت کر لی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان پر مکمل قدرت عطا کر دی تھی۔ مُجَّاعَہ سے مصالحت اور اس کی بیٹی سے شادی کی وجہ سے خلیفہ رسول ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے یہ عتاب خالد رضی اللہ عنہ کو پہنچا تو آپ نے جوابی خط حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا جس

میں اپنے موقف کی وضاحت اور اس کے دفاع میں لکھا۔

حضرت خالدؓ نے لکھا کہ امّا بعد! دین کی قسم، مَیں نے اس وقت تک شادی نہیں کی جب تک خوشی مکمل نہ ہو گئی اور استقرار حاصل نہ ہو گیا۔ مَیں نے ایسے شخص کی بیٹی سے شادی کی ہے کہ اگر میں مدینہ سے پیغام بھیجتا تو وہ انکار نہ کرتا۔ معاف کیجیے، مَیں نے اپنے مقام سے پیغام دینے کو ترجیح دی۔ اگر آپ کو یہ رشتہ دینی یا دنیاوی اعتبار سے ناپسند ہو تو مَیں آپ کی مرضی پوری کرنے کے لیے تیار ہوں۔ رہا مسئلہ مسلم مقتولین کی تعزیت کا تو اگر کسی کا حزن و غم کسی زندہ کو باقی رکھ سکتا یا مردہ کو لوٹا سکتا تو میرا حزن و غم زندہ کو باقی رکھتا اور مردہ کو لوٹا دیتا۔ مَیں نے اس طرح حملہ کیا کہ زندگی سے مایوس ہو گیا اور موت کا یقین ہو گیا اور رہا مسئلہ مُجَّاعَہ کی فریب دہی کا تو مَیں نے اپنی رائے میں غلطی نہیں کی لیکن مجھے علم غیب نہیں ہے۔ جو کچھ کیا اللہ نے مسلمانوں کے حق میں خیر کیا ہے۔ انہیں زمین کا وارث بنایا اور انجام کار متقیوں کے لیے ہے۔ جب **یہ خط حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو موصول ہوا تو آپؓ کا غصہ جاتا رہا اور قریش** کی ایک جماعت نے اور جو حضرت خالدؓ کا خط لے کر آیا تھا اس نے بھی حضرت خالد کی طرف سے عذر خواہی کی تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم سچ کہہ رہے ہو اور حضرت خالد کی وضاحت اور معذرت قبول فرمائی۔

(الاکتفاء جلد2 جزء1 صفحہ69-70 عالم الکتب بیروت 1997ء)

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ۔ از ڈاکٹر علی محمد صلابی، اردو ترجمہ صفحہ 367-368)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔ مرتدین کا ایک قصہ تو ختم ہو گیا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 01/ جولائی 2022ء جلد29 شمارہ52 صفحہ 05 تا09)

24

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 / جون 2022ء بمطابق 17 / احسان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفوڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبہ میں مَیں نے بیان کیا تھا کہ مرتدین یا منافقین کا قصہ ختم ہوا جو یمامہ کے تعلق میں تھا اور مُسَیْلِمہ کذاب اور اس کے ساتھیوں کا جو قصہ تھا وہ گذشتہ خطبہ میں ختم ہوا تھا۔ مرتدین جنہوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہتھیار اٹھائے ان کا ابھی ذکر چل رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان کیا تھا کہ کئی مہمات تھیں۔ پہلی مہم جو کافی لمبی تھی وہ تو بیان ہوئی، جو بقیہ دس مہمات ہیں ان میں سے دو اور تین کے ذکر میں یہ آتا ہے کہ حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عَرْفَجَہؓ کے ذریعہ سے یہ مہم سر کی گئی جو عُمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ عُمان بحرین کے قریب یمن کا ایک شہر ہے۔ جو خلیج فارس اور بحیرہ عرب کے درمیان واقع ہے جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ اَزْد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دَبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں عُمان ایرانیوں کی عمل داری میں شامل تھا اور ان کی طرف سے جَیْفر نامی شخص عامل مقرر تھا۔ اس علاقے میں مجوسی مذہب پھیلا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے 8 ہجری میں حضرت ابوزید انصاریؓ کو تبلیغِ اسلام کی غرض سے اور حضرت عمرو بن عاصؓ کو یہاں کے دو رئیس بھائیوں جَیْفر بن جُلُنْدی اور عَبَّاد بن جُلُنْدی کے نام خط دے کر بھیجا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا مضمون یہ تھا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی طرف سے جَیْفر اور عَبَّاد پسر ان جُلُنْدی کی طرف ہے۔ سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ مَیں تمہیں اسلام لانے کی دعوت دیتا ہوں۔ تم اسلام قبول کر لو، محفوظ رہو گے۔ مَیں اللہ کا رسول ہوں اور ساری دنیا کی طرف بھیجا گیا ہوں تا کہ ہر اس شخص کو ڈراؤں جو زندہ ہے اور کافروں پر اتمامِ حجت کروں۔ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو مَیں تمہیں بدستور وہاں کا حاکم رہنے دوں گا اور اگر اسلام قبول کرنے سے انکار کرو گے تو تمہاری ریاست تم سے چھن جائے گی۔

(سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ صفحہ 49 مؤلفہ ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن، اردو ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی) (فتوح البلدان صفحہ 103۔ 104 موسسۃ المعارف بیروت 1987ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 209 زوار اکیڈمی پبلی کیشنز کراچی 2003ء)
(اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 68 مکتبہ دار السلام الریاض 1424ھ)

بعض روایات کے مطابق کافی دن کی بحث کے بعد ان بھائیوں نے اسلام قبول کیا اور ایک روایت کے

مطابق عُمان کے حاکم جَیْفر نے کہا مجھے اسلام لانے میں تو کوئی عذر نہیں لیکن یہ ڈر ہے کہ اگر مَیں نے یہاں سے زکوٰۃ اکٹھی کر کے مدینہ بھیجی تو میری قوم مجھ سے بگڑ جائے گی۔ اس پر حضرت عمرو بن عاصؓ نے اس کو پیشکش کی کہ اس علاقے سے زکوٰۃ کا جو مال وصول ہو گا وہ اسی علاقے کے غرباء پر خرچ کر دیا جائے گا۔ چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عَمروؓ یہاں دو سال تک مقیم رہے اور لوگوں کو تبلیغِ اسلام کرتے رہے۔ آپؓ کی اس کامیاب تبلیغی مساعی سے اس علاقے کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور عرب کے چاروں طرف ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عَمرو بن عاصؓ کو عُمان سے مدینہ طلب فرما لیا۔ دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لَقِیط بن مالک اَزْدیان میں اٹھا جس کا لقب ذوتاج تھا اور یہ دورِ جاہلیت میں شاہ عُمان جُلُنْدی کے ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔ جُلُنْدی عُمان کے بادشاہوں کا لقب تھا۔ بہر حال اس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا اور عُمان کے جاہلوں نے اس کی پیروی کی، یہ عُمان پر قابض ہو گیا اور جَیْفر اور اس کے بھائی عَبَّاد کو پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی اور جَیْفر نے حضرت ابو بکرؓ کو اس ساری صورتِ حال سے باخبر کیا اور مدد طلب کی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے پاس دو امیر بھیجے، ایک حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانی حِمْیَری کو عُمان کی طرف اور دوسرے عَرْفَجہ بن هَرْثَمَہ بارقی اَزْدیؓ کو مَہْرَہ کی طرف اور حکم دیا کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ سفر کریں اور جنگ کا آغاز عُمان سے کریں۔ مَہْرَہ یمن کے ایک قبیلے کا نام تھا اور حکم دیا کہ جب عُمان میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ قائد ہوں گے اور جب مَہْرَہ میں جنگ ہو تو حُذَیفہؓ سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیں گے۔

حضرت حُذَیفہؓ اور حضرت عَرْفَجہؓ کا تعارف یہ ہے۔ تاریخ طبری میں حضرت حُذَیفہؓ کا نام حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانیؓ بیان ہوا ہے جبکہ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتاب میں ان کا نام حُذَیفہ قَلْعانیؓ بیان ہوا ہے۔ آپ حضرت ابو بکرؓ کی وفات تک عُمان کے والی رہے۔ صحابہ کے حالات پر مشتمل کتب میں حضرت عَرْفَجہؓ کا مکمل نام عَرْفَجہ بن خُزیمہؓ بیان ہوا ہے۔ علامہ ابن اثیر کے نزدیک ان کے والد کا نام هَرْثَمَہ تھا۔ یہ دشمن کے خلاف جنگی چالوں کے لیے مشہور تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کی مدد کے لیے حضرت عِکْرِمَہؓ بن ابو جہل کو روانہ کیا۔ اس سے پہلے جنگِ یمامہ کی تفصیلات میں مُسَیْلِمہ کذاب کے ذکر میں یہ بیان ہو چکا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عِکْرِمَہؓ کو فتنہ ارتداد اور بغاوت کا مقابلہ کرنے کے لیے بھیجا اور شُرَحْبِیل بن حسنہ کو ان کی مدد کے لیے روانہ کیا تو عِکْرِمَہ کو حکم دیا تھا کہ وہ شُرَحْبِیل کے آنے سے پہلے حملہ نہیں کریں گے لیکن انہوں نے اس کا انتظار کیے بغیر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں انہیں شکست کھانا پڑی جس پر حضرت ابو بکرؓ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق عِکْرِمَہ اپنی فوج کے ساتھ عُمان کی طرف عَرْفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکْرِمَہ عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں ان دونوں سے جا ملے اور انہوں نے جَیْفر اور اس کے بھائی عَبَّاد کے پاس اپنا پیغام بھیج دیا۔ تاریخ کی بعض کتب جیسے کامل ابن اثیر میں اس کا نام عِیاذ بیان کیا جاتا ہے۔ رِجام عُمان میں ایک طویل پہاڑی سلسلہ ہے۔

بہر حال مسلمان لشکر کے سرداروں کے پیغام ملنے کے بعد جَیْفر اور عَبَّاد اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے

جو پہلے چھپ گئے تھے۔ اس مرتد کے نبی کے اعلان ہونے کے بعد جس نے اپنی فوج بنالی تھی اس کی طاقت زیادہ ہو گئی تھی تو بہر حال یہ اپنی قیام گاہوں سے نکلے اور انہوں نے صُحار میں آکر پڑاؤ کیا اور حُذَیفہؓ، عَرْفَجہؓ اور عِکْرِمَہؓ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آجائیں۔ صُحار بھی عُمان میں پہاڑوں سے متصل ایک قصبہ ہے۔ اس کے بارے میں آتا ہے کہ عُمان کا ایک بازار جو رجب کے شروع میں پانچ راتوں تک یہاں لگتا تھا۔ چنانچہ مسلمانوں کا لشکر صُحار میں جمع ہو گیا اور متصلہ علاقوں کو مرتدین سے پاک کر دیا۔ ادھر لَقِیط بن مالک کو اسلامی لشکر کے پہنچنے کی خبر ملی تو وہ اپنی فوج لے کر مقابلے کے لیے نکلا اور دبا کے مقام پر فروکش ہوا۔ اس نے عورتوں بچوں اور مال و متاع کو اپنے پیچھے رکھا تاکہ اس سے جنگ میں تقویت ملے۔ دَبا بھی اس علاقے کا شہر تھا اور تجارتی منڈی تھی۔ مسلمان امراء نے لَقِیط کے ساتھی سرداروں کو خطوط لکھے اور اس کی ابتدا انہوں نے قبیلہ بنو جُدید کے رئیس سے کی۔ ان کے جواب میں ان سرداروں نے بھی مسلمان امراء کو خطوط لکھے۔ اس مراسلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ یہ سب سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔

(اسدالغابة جلد 4 صفحه 21-22 دارالكتب العلمية بيروت 2008ء) (المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام، الفصل السادس والاربعون:انساب القبائل، جلد 4 صفحه 329، مكتبه جرير 2006ء) (تاريخ الطبری جلد2 صفحه291-292 دارالكتب العلمية بيروت2012ء) (سیدنا ابو بکر صدیق شخصیت اور کارنامے از صلابی صفحہ 338 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ) (معجم البلدان جلد 5 صفحه270، جلد 3 صفحه 31 دارالكتب العلمية بيروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 170 زوار اکیڈمی کراچی)

اور مسلمانوں کے ساتھ آملے۔ اسی جگہ یعنی دَبا کے مقام پر لَقِیط کی فوج کے ساتھ پھر گھمسان کی جنگ ہوئی۔ ابتدا میں لَقِیط کا پلہ بھاری رہا اور قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے احسان فرمایا اور اس نازک گھڑی میں مدد نازل فرمائی۔ بحرین کے مختلف قبائل اور بنو عبد القَیس کی طرف سے بھاری کمک پہنچ گئی جس سے ان کی قوت اور طاقت میں اضافہ ہو گیا اور انہوں نے آگے بڑھ کر لَقِیط کی فوج پر شدید حملہ کر دیا جس سے لَقِیط کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کا پیچھا کیا اور دس ہزار مقاتلین کو تہ تیغ کیا اور بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا۔ مال و بازار پر قبضہ کر لیا اور اس کا خُمُس عَرْفَجہؓ کے ہاتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا۔ اس طرح عُمان میں بھی اس فتنہ کا خاتمہ ہو گیا اور مسلمانوں کی حکومت پائیدار بنیادوں پر قائم ہو گئی۔ جنگ کے بعد حُذَیفہؓ نے عُمان ہی میں سکونت اختیار کر لی اور یہاں کے حالات کی درستی اور امن و امان قائم کرنے میں مصروف ہو گئے۔ عَرْفَجہؓ تو جیسا کہ ذکر ہوا مالِ غنیمت لے کر مدینہ چلے گئے اور حضرت عِکْرِمَہؓ اپنے لشکر لے کر مَہْرَہ کی بغاوت کا سدباب کرنے کے لیے روانہ ہو گئے۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 338-339 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)
(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجمہ شیخ احمد پانی پتی، صفحہ 244-245)

حضرت عِکْرِمَہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہمات کے بارے میں آتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عِکْرِمَہؓ کو دیا تھا اور ان کو مُسَیْلِمہ کے مقابلہ کا حکم دیا تھا۔

(تاريخ الطبری جلد 2 صفحه 257 مطبوعه دارالكتب العلمية)

حضرت ابو بکرؓ نے عِکْرِمَہ کو مُسَیْلِمہ کے مقابلے کے لیے یمامہ کی طرف روانہ کیا اور ان کے پیچھے

حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ بھیجا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کے لیے یمامہ کا نام لیا البتہ عِکْرِمَہؓ سے فرمایا کہ جب تک شُرَحْبِیل نہ پہنچ جائیں حملہ نہیں کرنا لیکن عِکْرِمَہ نے جلدی کی جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور شُرَحْبِیل کے آنے سے پہلے آگے بڑھ کر حملہ کر دیا اور مُسَیْلِمہ نے ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ شکست کھا کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو جب واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ جہاں تھے وہیں ٹھہر گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عِکْرِمَہؓ کو یہ لکھا کہ مَیں اب تمہاری شکل نہیں دیکھوں گا، پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، اور نہ ہی تمہاری کوئی بات سنوں گا مگر بعد اس کے کہ تم کوئی کارہائے نمایاں سرانجام دو۔ کوئی غیر معمولی کام کر کے دکھاؤ پھر ٹھیک ہے، پھر میرے پاس آنا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تم عُمان جاؤ اور اہلِ عُمان سے لڑو اور حُذَیفہؓ اور عَرْفَجہؓ کی مدد کرو۔ بہرحال عُمان جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ خلیج فارس کا حصہ تھا جس میں ان دنوں آج کے متحدہ عرب امارات کے مشرقی علاقے بھی شامل تھے۔ یہاں بت پرست قبیلہ ازد اور دیگر قبائل آباد تھے جو مجوسی تھے۔ مسقط، صُحار اور دبا یہاں کے ساحلی شہر تھے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ تم میں ہر ایک شخص اپنے گھڑ سواروں کا سردار رہے گا البتہ جب تک تم لوگ حُذَیفہؓ کے زیرِ نگرانی علاقے میں رہو گے وہ تم سب کے امیر ہوں گے۔ جب تم لوگ فارغ ہو جاؤ تو پھر مَہْرَہ چلے جانا، پھر وہاں سے یمن چلے جانا یہاں تک کہ یمن اور حضرَموت کی کارروائیوں میں مہاجر بن ابو اُمَیَّہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا اور مجھے جنگ میں تمہارے کارہائے نمایاں کی خبر پہنچتی رہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

(اٹلس سیرت نبوی ﷺ صفحہ 68 مکتبہ دار السلام الریاض 1424ھ)

یہ حضرت ابو بکرؓ نے ارشاد فرمایا۔ بہرحال عِکْرِمَہ کی روانگی سے قبل حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت کے مطابق حُذَیفہ بن مِحْصَن غَلْفانیؓ عُمان اور عَرْفَجہ بارقیؓ مَہْرَہ کے مرتدین سے لڑنے کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے مطابق عِکْرِمَہ اپنی فوج کے ساتھ عَرْفَجہؓ اور حُذَیفہؓ کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے اور قبل اس کے کہ وہ دونوں عُمان پہنچتے عِکْرِمَہ ان سے جا ملے۔ اس سے قبل حضرت ابو بکرؓ نے ان دونوں کو یہ تاکیدی حکم دے دیا تھا کہ عُمان سے فارغ ہونے کے بعد وہ عِکْرِمَہ کی رائے پر عمل کریں چاہے وہ ان کو اپنے ساتھ لے لیں یا عُمان میں ٹھہرنے کا حکم دیں۔ بہرحال پھر جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے جب یہ تینوں امیر عُمان کے قریب ایک مقام رجام میں باہم جا ملے تو انہوں نے جَیْفر اور عَبَّاد کے پاس اپنے پیامبر بھیجے اور دوسری طرف جب لَقِیط کو ان کی فوج کی آنے کی خبر ہوئی تو اس نے اپنی جماعتوں کو اکٹھا کیا اور دَبا میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ جَیْفر اور عَبَّاد بھی اپنی اپنی قیام گاہوں سے نکلے۔ انہوں نے صُحار میں آ کر پڑاؤ کیا۔ حُذَیفہؓ، عَرْفَجہؓ اور عِکْرِمَہ کو کہلا بھیجا کہ آپ سب ہمارے پاس آ جائیں۔ چنانچہ جیسا کہ ذکر ہوا ہے وہ سب ان دونوں کے پاس صُحار میں جمع ہو گئے اور اپنے متصلہ علاقے کو مرتدین سے پاک کر دیا یہاں تک کہ اپنے قرب و جوار میں سب لوگوں سے صلح ہو گئی۔ نیز ان امراء نے لَقِیط کے ساتھی

سرداروں کو خطوط لکھے۔ انہوں نے بنو جُدَید کے رئیس سے ابتدا کی۔ اس کے جواب میں سرداروں نے بھی مسلمانوں کو خطوط لکھے۔ جیسا کہ ذکر ہوا ہے اس کے نتیجہ میں سردار لَقِیط سے علیحدہ ہو گئے۔ اس کے بعد لَقِیط کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کی شدید لڑائی ہوئی اور اس کی تفصیل پہلے آ چکی ہے۔ اس معرکے کے بعد عِکْرِمَہؓ اور حُذَیفہؓ اس رائے پر متفق ہوئے کہ حُذَیفہؓ عُمان میں ہی قیام کریں اور معاملات کو سلجھائیں اور لوگوں کو امن دلائیں اور حضرت عِکْرِمَہؓ مسلمانوں کی بڑی فوج کے ساتھ دوسرے مشرکین کی سرکوبی کے لیے آگے بڑھ گئے۔ انہوں نے مَہْرَہ سے اپنی جنگی کارروائی کی ابتدا کی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 292 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

حضرت عِکْرِمَہؓ کی مَہْرَہ قبیلہ کی طرف پیش قدمی کے بارہ میں آتا ہے کہ عُمان کے مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد عِکْرِمَہ اپنے لشکر کے ہمراہ نجد کے علاقے مَہْرَہ قبیلہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ لکھا ہے کہ انہوں نے اہلِ عُمان اور عُمان کے ارد گرد کے لوگوں سے اپنی اس مہم کے لیے مدد طلب کی۔ وہ چلتے رہے یہاں تک کہ مَہْرَہ قبیلے کے علاقے میں پہنچ گئے۔ ان کے ساتھ مختلف قبائل کے لوگ تھے یہاں تک کہ عِکْرِمَہ نے مَہْرَہ قبیلے اور اس کے مضافاتی علاقوں پر چڑھائی کر دی۔ ان کے مقابلہ کے لیے مَہْرَہ کے لوگ دو گروہوں میں تقسیم تھے۔ ایک گروہ بمقام جَیرُوت میں ایک شخص شِخْرِیت کی سرکردگی میں مورچہ زن تھا۔ دوسرا گروہ نجد میں بنو مُحارب کے ایک شخص مُصَبَّح کی سرکردگی میں تھا۔ دراصل تمام مَہْرَہ اسی لشکر کے سردار کے تابع تھا سوائے شِخْرِیت اور اس کی جمعیت کے۔ یہ دونوں سردار ایک دوسرے کے مخالف تھے اور ایک دوسرے کو اپنی طرف بلاتے تھے اور ان دونوں فوجوں میں سے ہر ایک یہ چاہتا تھا کہ ان کے سردار کو ہی کامیابی حاصل ہو۔ یہی وہ بات تھی جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کی اور ان کو ان کے دشمنوں کے خلاف مضبوط کیا اور دشمنوں کو کمزور کر دیا۔ جب عِکْرِمَہؓ نے شِخْرِیت کے ہمراہ تھوڑی تعداد میں لوگ دیکھے تو انہوں نے اسے اسلام کی طرف رجوع کرنے کی دعوت دی۔ یہ پہلے مسلمان تھا۔ اسے کہا کہ دوبارہ مسلمان ہو جاؤ اور اب مسلمانوں سے جنگ نہ کرو۔ چنانچہ اس ابتدائی تحریک پر ہی شِخْرِیت نے ان کی دعوت کو قبول کر لیا اور اس طرح اللہ نے مُصَبَّح کو کمزور کر دیا۔ پھر عِکْرِمَہؓ نے مُصَبَّح کی طرف پیغامبر بھیجا اور اسے اسلام کی طرف واپس آنے اور کفر سے لوٹنے کی دعوت دی مگر اس کے ساتھ لوگوں کی جو کثیر تعداد تھی اس کثرت نے اس کو دھوکا دیا۔ شِخْرِیت کے اسلام لانے کی وجہ سے مُصَبَّح اور شِخْرِیت میں دوری مزید بڑھ گئی۔ بہرحال عِکْرِمَہؓ نے اس کی طرف پیش قدمی کی اور شِخْرِیت بھی آپؓ کے ساتھ تھا۔ ان دونوں کا نجد میں مُصَبَّح کے ساتھ مقابلہ ہوا اور انہوں نے یہاں دَبا سے بھی زیادہ شدید جنگ کی۔

اللہ نے مرتد باغیوں کے لشکر کو شکست دی اور ان کا سردار مارا گیا۔ مسلمانوں نے بھاگنے والوں کا تعاقب کیا اور ان میں سے بہت سی تعداد کو قتل کیا اور بکثرت قیدی بنائے گئے اور مالِ غنیمت میں دو ہزار کی تعداد میں عمدہ نسل کی اونٹنیاں بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے مالِ غنیمت کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا اور شِخْرِیت کو خُمُس کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کی طرف روانہ کر دیا۔ باقی چار حصے انہوں نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیے۔

اس طرح عِکْرِمَہؓ کا لشکر سواریوں اور مال و متاع اور ساز و سامان کی وجہ سے مزید طاقتور ہو گیا۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے وہیں قیام کر کے اس علاقے کے تمام لوگوں کو جمع کیا اور ان سب نے اسلام قبول کر لیا۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس فتح کی خوشخبری سائب نامی ایک شخص کے ذریعہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں پہنچائی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 292-293 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

پھر حضرت عِکْرِمَہؓ کی یمن کی طرف پیش قدمی کا ذکر ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے خط میں جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے حضرت عِکْرِمَہؓ کو ہدایت دی تھی کہ مَہْرَہ کے بعد یمن چلے جانا اور یمن اور حَضْرَمَوت کی کارروائیوں میں حضرت مہاجر بن ابو امیہ کے ساتھ رہنا اور عُمان اور یمن کے درمیان جن لوگوں نے ارتداد اختیار کیا ہے ان کی سرکوبی کرنا۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

چنانچہ حضرت عِکْرِمَہؓ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اِس ارشاد کی تکمیل میں مَہْرَہ سے نکل کر یمن کی طرف پیش قدمی کی یہاں تک کہ اَبْیَن جا پہنچے۔ اَبْیَن بھی یمن کی ایک بستی ہے۔ ان کے ساتھ ایک بہت بڑا لشکر تھا جس میں قبیلہ مَہْرَہ اور دوسرے قبائل کے بہت سے لوگ شامل تھے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اپنا مکمل قیام جنوبی یمن میں ہی رکھا اور وہاں نَخَعْ اور حِمْیَرْ کے قبائل کی سرکوبی میں مشغول رہے اور شمالی یمن کی طرف بڑھنے کی نوبت ہی نہ آئی۔

حضرت عِکْرِمَہؓ نے قبیلہ نَخَعْ کے مفرور لوگوں کو پکڑ لینے کے بعد اس قبیلے کے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کی اسلام کے بارے میں کیا رائے ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی ہم اہلِ مذہب تھے، مذہب سے ہمیں لگاؤ تھا، ہم عرب ایک دوسرے پر چڑھائی نہیں کرتے تھے تو ہمارا اس وقت کیا حال ہو گا جب ہم اس دین میں داخل ہو جائیں جس کی فضیلت سے ہم واقف ہو چکے ہیں اور اس کی محبت ہمارے دلوں میں داخل ہو چکی ہے، یعنی اسلام کی محبت ہمارے دلوں میں اب داخل ہو چکی ہے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے جب ان کے بارے میں تحقیقات کیں کہ دل سے یہ کہہ رہے ہیں یا صرف جان بچانے کے لیے تو معلوم ہوا کہ معاملہ ویسا ہی ہے جیسا کہ انہوں نے بیان کیا تھا۔ وہ حقیقت میں صحیح بیان دے رہے تھے۔ ان کے عوام بدستور اسلام پر ثابت قدم رہے البتہ ان کے خواص میں سے جو مرتد ہو گئے تھے وہ بھاگ گئے۔ اس طرح حضرت عِکْرِمَہؓ نے نَخَعْ اور حِمْیَرْ قبائل کو ارتداد کے الزام سے بری قرار دیا اور وہ ان کو جمع کرنے کے لیے وہیں مقیم رہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 298 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء) (حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 233 مطبوعہ بک کارنر شوروم جہلم) (معجم البلدان جلد1 صفحہ 109)

اَبْیَن میں حضرت عِکْرِمَہؓ کی اقامت سے اَسْوَد عَنْسِی کی باقی ماندہ جماعت پر گہرا اثر پڑا جس کی قیادت قَیس بن مَکشوح اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ کر رہے تھے۔ صنعا سے بھاگنے کے بعد قَیس صنعا کے مابین چکر کاٹتا رہا اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ، اَسْوَد عَنْسِی کی لَحْج میں موجود پارٹی میں شامل ہوا تھا لیکن جب حضرت عِکْرِمَہؓ اَبْیَن پہنچے تو دونوں یعنی قَیس اور عمرو بن مَعدی کَرِبْ آپ سے قتال کے لیے اکٹھے ہو گئے، جنگ کے لیے تیار ہو گئے، لیکن جلد ہی دونوں میں اختلاف ہوا اور ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اس طرح حضرت عِکْرِمَہؓ کے مشرق کی طرف سے آنے

نے لَحج میں موجود مرتدین کی جماعتوں کے خاتمہ میں اہم کردار ادا کیا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 304 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

یمن کے ساتھ ہی کِنْدَہ قبیلہ آباد تھا جو حَضْرَموت کے علاقے میں تھا۔ اس علاقے کے عامل حضرت زیاد بن لبیدؓ تھے۔ انہوں نے زکوٰۃ کے بارے میں سختی کی تو ان کے خلاف بغاوت برپا ہو گئی۔ چنانچہ حضرت عِکْرِمَہؓ اور حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ دونوں ان کی مدد کے لیے پہنچے۔ اس کی تفصیل جو ہے وہ حضرت مہاجر بن امیہؓ کے ضمن میں بیان ہو جائے گی۔ بہر حال جب حضرت عِکْرِمَہؓ نے مرتدین سے مہمات کے بعد مدینہ لَوٹنے کی تیاری شروع کر دی تو ان کے ہمراہ نعمان بن جَوْن کی بیٹی بھی تھی جس سے انہوں نے میدانِ جنگ میں شادی کر لی تھی۔ اگرچہ انہیں علم تھا کہ اس سے پہلے اُمّ تمیم اور مَجَاعہ کی بیٹی سے شادی کر لینے کے باعث حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خالد بن ولیدؓ پر سخت ناراض ہوئے تھے، اس کا پہلے تفصیلی ذکر گذشتہ خطبہ میں ہو چکا ہے۔ لیکن انہوں نے یعنی حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس کے باوجود اس سے شادی کر لی۔ اس پر حضرت عِکْرِمَہؓ کی فوج کے کئی افراد نے ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ معاملہ حضرت مہاجرؓ کے سامنے پیش کیا گیا مگر وہ بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکے اور یہ تمام حالات حضرت ابو بکر صدیقؓ کی خدمت میں لکھ کر ان سے رائے دریافت کی۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریر فرمایا کہ عِکْرِمَہ نے شادی کر کے کوئی نامناسب کام نہیں کیا۔ بعض لوگ جو ناراض تھے ان کی بہر حال تسلی ہو گئی۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ کچھ لوگ جو حضرت عِکْرِمَہؓ سے ناراض ہوئے تھے ان کی ناراضگی کا پس منظر یہ تھا کہ نعمان بن جَوْن نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بیٹی کو اپنے عقدِ زوجیت میں قبول فرمالیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار فرما دیا اور اس کی بیٹی کو اس کے والد کے ساتھ ہی واپس روانہ کر دیا۔ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لڑکی کو ردّ کر چکے تھے اس لیے حضرت عِکْرِمَہؓ کی فوج کے ایک حصہ کا خیال تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل کرتے ہوئے حضرت عِکْرِمَہؓ کو بھی اس لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہیے تھی لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے یہ دلیل تسلیم نہیں کی۔ انہوں نے کہا یہ بالکل غلط ہے اور حضرت عِکْرِمَہؓ کی شادی کو جائز قرار دیا۔ حضرت عِکْرِمَہؓ اپنی بیوی کے ہمراہ مدینہ واپس آ گئے اور لشکر کا وہ حصہ بھی جو ان سے خفا ہو کر علیحدہ ہو گیا تھا وہ دوبارہ ان سے آملا۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 242-243 شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

اسماء بنت نعمان بن جَوْن، جس لڑکی کا ذکر ہے اس کا مختصر تعارف یہ ہے۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے جس خاتون سے شادی کی تھی بخاری اور دیگر کتب احادیث میں اس کی بابت روایات مذکور ہیں۔ اس خاتون کا نکاح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا تھا تاہم رخصتی سے قبل ہی اس سے ایسی حرکت سرزد ہوئی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاتون کو واپس اس کے قبیلے میں بھجوا دیا۔ ان کے نام سمیت واقعات میں بہت اختلاف بھی ہیں۔ بعض نے ان کی شادی حضرت مہاجر بن ابی امیہ سے بھی بیان کی ہے۔ بہر حال اس واقعہ کی تفصیلات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ جب عرب فتح ہوا اور اسلام پھیلنے لگا تو کِنْدَہ قبیلہ کی ایک عورت جس کا نام اسما یا اُمَیمہ تھا اور وہ جَوْنیہ یا بنت الجَوْن بھی کہلاتی تھی۔ اس کا بھائی لقمان رسول کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی قوم کی طرف سے بطور وفد حاضر ہوا اور اس موقع پر اس نے یہ بھی خواہش کی کہ اپنی ہمشیرہ کی شادی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دے اور بالمشافہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست بھی کر دی کہ میری ہمشیرہ جو پہلے ایک رشتہ دار سے بیاہی ہوئی تھی اب بیوہ ہے، نہایت خوبصورت اور لائق ہے، آپ اس سے شادی کر لیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو چونکہ قبائلِ عرب کا اتحاد منظور تھا آپؐ نے اس کی یہ دعوت منظور کر لی اور فرمایا ساڑھے بارہ اوقیہ چاندی پر نکاح پڑھ دیا جائے۔ اس نے کہا یا رسول اللہؐ! ہم معزز لوگ ہیں مہر تھوڑا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اس سے زیادہ مَیں نے اپنی کسی بیوی یا لڑکی کا مہر نہیں باندھا۔

جب اس نے رضامندی کا اظہار کر دیا تو نکاح پڑھا گیا اور اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ کسی آدمی کو بھیج کر اپنی بیوی منگوا لیجیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابواُسَید کو اس کام پر مقرر کیا۔ وہ وہاں تشریف لے گئے۔ جَونیہ نے ان کو اپنے گھر بلایا تو حضرت ابواُسَیدؓ نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں پر حجاب نازل ہو چکا ہے۔ اس پر اس نے دوسری ہدایات دریافت کیں جو آپؓ نے بتا دیں اور اونٹ پر بٹھا کر مدینہ لے آئے اور ایک مکان میں جس کے گرد کھجوروں کے درخت بھی تھے لا کر اتارا۔ اس کے ساتھ اس کی دایہ بھی اس کے رشتہ داروں نے روانہ کی تھی۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ جس طرح ہمارے ملک میں بھی امیر لوگ جو ہیں ایک بے تکلف نوکر ساتھ کر دیتے ہیں تا کہ اسے یعنی لڑکی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ چونکہ یہ عورت حسین مشہور تھی اور یوں بھی عورتوں کو دلہن دیکھنے کا شوق ہوتا ہے، مدینہ کی عورتیں اس کو دیکھنے گئیں اور اس عورت کے بیان کے مطابق کسی عورت نے اس کو سکھا دیا کہ رعب پہلے دن ہی ڈالا جاتا ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو کہہ دینا کہ مَیں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، اس پر وہ تیرے زیادہ گرویدہ ہو جائیں گے۔

حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ اگر یہ بات اس عورت کی بنائی ہوئی نہیں ہے یعنی جس کی شادی تھی تو کچھ تعجب نہیں کہ اس طرح کا فقرہ کہلوانا کسی منافق نے اپنی بیوی یا اَور کسی رشتہ دار کے ذریعہ یہ شرارت کی ہو۔ غرض جب اس کی آمد کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آپؐ اس گھر کی طرف تشریف لے گئے جو اس کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ احادیث میں لکھا ہے کہ، اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے تو آپؐ نے اس سے فرمایا کہ تُو اپنا نفس مجھے ہبہ کر دے۔ اس نے جواب دیا کہ کیا ملکہ بھی اپنے آپ کو عام آدمیوں کے سپرد کیا کرتی ہے؟ نعوذ باللہ اپنے آپ کو بڑا ظاہر کیا۔ ابواُسَیدؓ کہتے ہیں کہ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال سے کہ اجنبیت کی وجہ سے گھبرا رہی ہے اسے تسلی دینے کے لیے اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ ابھی رکھا ہی تھا کہ اس نے یہ نہایت ہی گندا اور نامعقول فقرہ کہہ دیا کہ مَیں تجھ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتی ہوں۔ چونکہ نبی خدا تعالیٰ کا نام سن کر ادب کی روح سے بھر جاتا ہے اور اس کی عظمت کا متوالا ہوتا ہے۔ اس کے اس فقرے پر آپؐ نے فوراً فرمایا کہ تُو نے ایک بڑی ہستی کا واسطہ دیا ہے اور اس کی پناہ مانگی ہے جو بڑا پناہ دینے والا ہے اس لیے میں تیری درخواست کو قبول کرتا ہوں۔ چنانچہ آپؐ اسی وقت باہر تشریف لے آئے اور فرمایا کہ اے ابواُسَید! اسے دو چادریں دے دو اور اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔ چنانچہ اس کے بعد اسے مہر کے حصہ کے علاوہ بطور

احسان دوراز قی چادریں دینے کا بھی حکم دیا۔ بڑی اچھی سفید لمبی سوتی چادریں تھیں تاکہ قرآن کریم کا حکم وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ (البقرۃ : 238) پورا ہو جو ایسی عورتوں کے متعلق ہے جن کو بلا صحبت طلاق دے دی جائے۔ اور آپؐ نے اسے رخصت کر دیا اور ابو اُسَیدؓ ہی اس کو اس کے گھر پہنچا آئے۔ اس کے قبیلے کے لوگوں پر یہ بات نہایت شاق گزری اور انہوں نے اس کو ملامت کی مگر وہ یہی جواب دیتی رہی کہ یہ میری بد بختی ہے اور بعض دفعہ اس نے یہ بھی کہا کہ مجھے ورغلایا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے پاس آئیں تو تم پرے ہٹ جانا اور نفرت کا اظہار کرنا اس طرح ان پر تمہارا رعب قائم ہو جائے گا۔ معلوم نہیں یہی وجہ ہوئی یا کوئی اَور، بہر حال اس نے نفرت کا اظہار کیا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے علیحدہ ہو گئے اور اسے رخصت کر دیا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 533 تا 535)

مَیں ایک صحابی حضرت اسیدؓ کے ذکر میں یہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال حضرت عِکْرِمَہؓ کِندہ، حَضْرَمَوت سے یمن اور مکہ کے راستے واپس ہوئے۔ جب آپؓ مدینہ پہنچے تو حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو حکم دیا کہ خالد بن سعید کی مدد کے لیے روانہ ہو جائیں۔ حضرت عِکْرِمَہؓ نے اپنی فوج کو جس نے آپ کے ساتھ ارتداد کی جنگوں میں شرکت کی تھی چھٹی دے دی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کے بدلے دوسری فوج تیار کی۔ اس لیے چھٹی دے دی کہ اب تم لوگ تھک گئے ہو گے، کافی بڑی مہمات کر کے آئے ہو۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے دوسری فوج تیار کی اور **انہیں حکم دیا کہ عِکْرِمَہؓ کے پرچم تلے شام کے لیے روانہ ہو جائیں۔**

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از صلابی مترجم صفحہ 433 حاشیہ مطبوعہ مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

وہاں حضرت عِکْرِمَہؓ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیے اور بڑی دلیری سے لڑتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرمایا اس کی تفصیل ان شاء اللہ شام کی مہمات میں بیان ہو جائے گی۔

پھر پانچویں مہم جو تھی حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عِکْرِمَہؓ کو مُسَیْلِمہ کی طرف یمامہ کے علاقے میں بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو بھی یمامہ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کا مختصر تعارف یہ ہے کہ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کے والد کا نام عبد اللہ بن مُطاع تھا اور والدہ کا نام حسنہ تھا۔ بعض لوگوں انہیں کِندی اور بعض تمیمی کہتے ہیں۔ شُرَحْبِیل کے والد بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی والدہ حسنہ کے نام پر شُرَحْبِیل بن حسنہ کہلائے۔ حضرت شُرَحْبِیل ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ آپؓ نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی اور جب حبشہ سے واپس آئے تو مدینہ میں آپؓ بنو زُرَیق کے مکانوں میں قیام پذیر ہوئے۔ خلافتِ راشدہ میں یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ اٹھارہ ہجری میں ستاسٹھ سال کی عمر میں طاعون عَمواس میں وفات پائی۔

(ماخوذ از اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 619-620، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

بہر حال جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ عِکْرِمَہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے حکم کے باوجود کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ کے پہنچنے سے پہلے حملہ نہ کرنا، انہوں نے جلدی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ کے آنے سے قبل ہی مُسَیْلِمہ پر حملہ کر دیا تاکہ فتح کا سہرا انہی کے سر بندھے تاہم مُسَیْلِمہ نے ان کو پیچھے دھکیل دیا اور حضرت عِکْرِمَہؓ نے اس ناکامی کی اطلاع

جب حضرت ابو بکرؓ کو دی تو جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں تنبیہی خط لکھا اور فرمایا کہ یہ شکست کا داغ لے کر مدینہ نہ آنا کہیں لوگوں میں بد دلی نہ پھیل جائے اور انہیں عُمان کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ حضرت عِکْرِمَہؓ کی شکست کی خبر ان کو موصول ہوئی۔ انہوں نے پیش قدمی بند کر دی اور حضرت ابو بکرؓ کو نئی ہدایات کے لیے مراسلہ بھیجا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو لکھا کہ تم جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔

(حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 43)

حضرت ابو بکرؓ نے شُرَحْبِیل کو لکھا کہ تم یمامہ کے قریب ہی مقیم رہو یہاں تک کہ تمہیں میرا دوسرا حکم موصول ہو اور جس شخص یعنی مُسَیْلِمہ کے مقابلے کے لیے تم کو بھیجا ہے سر دست اس کا مقابلہ نہ کرو۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 291 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

پھر جب حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو یمامہ کی مہم پر مامور کیا تو حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا کہ جب خالد بن ولیدؓ تم سے آملیں اور یمامہ کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضَاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضَاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں۔ صرف انکار نہیں ہے بلکہ مخالفت بھی ہے۔

(حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 24)

قُضَاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ تھا جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد تھا۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 237 زوار اکیڈیمی کراچی)

بہر حال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ارشاد کے مطابق حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر سمیت رکے رہے تاہم مُسَیْلِمہ نے ان پر اپنے لشکر کے ساتھ چڑھائی کر دی۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے مصنف نے لکھا ہے کہ ابھی حضرت خالد بن ولیدؓ یمامہ کے راستے ہی میں تھے کہ مُسَیْلِمہ کی فوج نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کی فوج سے نبرد آزمائی کی اور اسے پیچھے دھکیل دیا۔ کچھ مؤرخین یہ لکھتے ہیں کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ نے بھی وہی غلطی کی جو اس سے قبل ان کے پیش رو حضرت عِکْرِمَہؓ کر چکے تھے یعنی مُسَیْلِمہ پر فتح یابی کا مقام خود حاصل کرنے کے شوق میں آگے بڑھے لیکن انہیں بھی شکست کھا کر پیچھے ہٹنا پڑا تاہم واقعہ ایسا نہیں ہے بلکہ خود یمامہ کے لشکر نے اس خیال سے کہ کہیں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالدؓ سے مل کر انہیں نقصان نہ پہنچائیں آگے بڑھ کر لشکر پر حملہ کر دیا اور شکست دے کر انہیں پیچھے ہٹانے میں کامیاب رہا۔ دونوں میں سے کوئی بات ہوئی ہو مگر واقعہ یہی ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اپنے لشکر لے کر پیچھے ہٹ گئے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس پہنچے اور تمام حالات و واقعات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو سرزنش کی۔ حضرت خالدؓ کا یہ خیال تھا کہ اگر دشمن سے ٹکر لینے کی پوری طاقت نہ ہو تو بے شک اس وقت تک اس کے مقابلے سے گریز کیا جائے جب تک کہ مطلوبہ طاقت میسر نہ ہو جائے۔ بجائے اس کے کہ طاقت نہ ہونے کے باوجود دشمن سے جنگ چھیڑی جائے اور اس کے نتیجہ میں شکست کھانی پڑے۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 190 مطبوعہ شرکت پرنٹنگ پریس لاہور)

بہر حال پھر بعد میں حضرت شُرَحْبِیلؓ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ جنگ میں شریک رہے۔

حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت شُرَحْبِیلؓ کو مقدمۃ الجیش پر نگران مقرر کیا یعنی فوج کا جو اگلا حصہ تھا اس کا نگران انہیں بنایا اور میمنہ اور میسرہ دائیں اور بائیں پر زید بن خطاب اور ابو حُذَیفہ بن عتبہ بن ربیعہ کو مقرر فرمایا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 355 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)

یمامہ کی مہم سے فارغ ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ارشاد کے مطابق حضرت شُرَحْبِیلؓ بنو قُضاعہ کے باغیوں کی خبر لینے کے لیے حضرت عمرو بن عاصؓ سے جا ملے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت شُرَحْبِیلؓ اور حضرت عمرو بن عاصؓ قُضاعہ کے مرتد باغیوں پر حملہ کرنے لگے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے قبیلہ سعد اور بلق پر چڑھائی کی اور حضرت شُرَحْبِیلؓ نے قبیلہ کلب اور اس کے تابع قبائل پر چڑھائی کی۔

(تاریخ ابن خلدون جلد2 صفحہ440 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2016ء)

چھٹی مہم جو ہے یہ حضرت عمرو بن عاصؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عمرو بن عاصؓ کو دیا تھا اور ان کو تین قبائل قُضاعہ، ودیعہ اور حارث کے مقابلے پر جانے کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

قُضاعہ بھی عرب کا ایک مشہور قبیلہ ہے جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القُریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد ہے۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 237 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت عمرو بن عاصؓ کا بھی مختصر تعارف یہ ہے کہ آپ کا نام عمرو اور کنیت عبد اللہ بن ابو عبد اللہ یا بعض کے نزدیک ابو محمد تھی۔ آپؓ کے والد کا نام عاص بن وائل، آپ کی والدہ کا نام نابغہ بنت حرملہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق آپ کی والدہ کا اصل نام سلمٰی تھا۔ نابغہ ان کا لقب تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے آٹھ ہجری میں فتح مکہ سے چھ ماہ پہلے اسلام قبول کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹھ ہجری میں آپؓ کو عُمان کا عامل مقرر فرمایا اور آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسی منصب پر رہے۔ اس کے بعد آپؓ شام کی فتوحات میں شامل ہوئے اور حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں فلسطین کے حاکم رہے۔ ان کے کارناموں میں سے ایک نمایاں کارنامہ مصر کی فتح بھی ہے۔ فتح مصر کے بعد حضرت عمرؓ نے ان کو مصر کا حاکم بنا دیا۔ حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں مصر کی حکومت سے معزول ہوئے اور فلسطین میں گوشہ نشینی اختیار کی۔ امیر معاویہ نے آپ کو دوبارہ مصر کا حاکم بنایا اور تاوقت وفات آپ اسی خدمت پر متعین رہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کی وفات 43/ ہجری میں ہوئی، بعض کے نزدیک 47/ ہجری میں ہوئی، بعض 48/ کہتے ہیں، بعض 51/ ہجری میں کہتے ہیں لیکن 43/ ہجری میں وفات والا قول عموماً درست تسلیم کیا جاتا ہے۔ (اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 232 تا 234 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

حضرت عمرو بن عاصؓ بڑے خوش گفتار اور شیریں بیان خطیب تھے۔ قادر الکلام مدبر تھے، سیاست دان اور سپہ سالار تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عسکری مہموں میں ان پر اعتماد فرماتے تھے۔ عمرو بن عاص، ان کے بیٹے عبد اللہ اور اُمّ عبد اللہ پر مشتمل خاندان کو بہترین گھرانہ قرار دیا گیا۔ (اٹلس سیرت نبوی صفحہ 386 دار السلام پاکستان)

ایک مصنف لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جو گیارہ عَلَم تیار کرائے تھے ان میں سے ایک عَلَم حضرت عمرو بن عاصؓ کے لیے بھی تھا۔ آپ نے انہیں قُضاعہ کے مرتدین سے جنگ کرنے کا کام سپرد کیا کیونکہ وہ رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بھی جنگ ذات السَّلاسِل میں قبیلہ قُضاعہ سے لڑ چکے تھے اور اس قبیلہ کے تمام حالات اور تمام راستوں سے بخوبی واقف تھے۔

(فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ از محمد فرج مصری مترجم صفحہ 109 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کو ذوالحجہ 8ھ ہجری میں عُمان کے دو رئیسوں جَیْفر اور عَبَّاد پسر ان جُلندی کے پاس ایک تبلیغی خط دے کر روانہ فرمایا تھا۔ یہ سفارت نہایت کامیاب رہی اور اہل عُمان حضرت عمرو بن عاصؓ کے ہاتھ پر اسلام لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہارِ خوشنودی کے طور پر آپ کو عُمان ہی میں زکوٰۃ کی وصولی کے کام پر مقرر فرما دیا۔ آپؓ عُمان ہی میں مقیم تھے کہ آپؓ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خط کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ملی۔ آپؐ کی وفات کے بعد عرب کے بیشتر قبائل مرتد ہو گئے۔ ان کی سرکوبی کے لئے حضرت ابو بکرؓ نے عمرو بن عاص کو عُمان سے طلب فرمایا تو آپ حضرت ابو بکرؓ کے حکم کی تعمیل میں عُمان سے مدینہ آ گئے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ از ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن مترجم صفحہ 49 تا 53 مطبوعہ مکتبہ جدید لاہور)

جب فتنۂ ارتداد اور بغاوت کے سد باب کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے گیارہ امراء مقرر فرمائے تھے تب

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت شُرَحْبِیل بن حسنہؓ کو حکم دیا تھا کہ جب یمامہ کی مہم سے تم بخیر و خوبی فارغ ہو جاؤ تو قبیلہ قُضاعہ کا رخ کرنا اور حضرت عمرو بن عاصؓ کے ساتھ ہو کر قُضاعہ کے ان باغیوں کی خبر لینا جو اسلام لانے سے انکار کریں اور اس کی مخالفت پر کمربستہ ہوں۔

(حضرت ابو بکر کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق، کتاب میلہ مطبع جاوید بٹ پریس صفحہ 43)

چنانچہ حضرت عمرو بن عاصؓ اور حضرت شُرَحْبِیلؓ دونوں نے مل کر بنو قُضاعہ کے باغیوں کے خلاف کارروائی کا آغاز کر دیا اور ان پر چھاپے مارنے لگے۔ اس کی تفصیل میں ایک مصنف لکھتے ہیں کہ بنو قُضاعہ خوشی سے اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے بلکہ دیگر قبائل کی طرح انہوں نے بھی خوف کے باعث یا مال و جاہ کی طمع میں اسلام قبول کیا تھا اور ان کے دل اسلام کی محبت سے خالی تھے لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جونہی انہیں مسلمانوں کی کمزوری کا احساس ہوا انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا۔ بارگاہِ خلافت سے حکم ملتے ہی عمرو بن عاص اپنے لشکر کے ساتھ اسی رستے سے جُذام کی جانب روانہ ہوئے جس سے پہلے گئے تھے۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ بنو قُضاعہ جنگ کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔ مقابلہ شروع ہوا گھمسان کا رَن پڑا۔ پہلے کی طرح اب بھی قُضاعہ کو شکست کھانی پڑی اور حضرت عمرو بن عاصؓ ان سے زکوٰۃ لے کر اور انہیں دوبارہ حلقہ بگوش اسلام بنا کر مظفر و منصور مدینہ واپس آ گئے۔

(فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ از محمد فرج مصری مترجم صفحہ 109 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

باقی جو مہمات ہیں ان کا ذکر ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08/ جولائی 2022ء جلد 29 شمارہ 54 صفحہ 05 تا 09)

25

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24/جون2022ء بمطابق 24/احسان 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی باغیوں کے خلاف مہمات کا ذکر ہو رہا تھا۔

ساتویں مہم جو باغیوں کے خلاف تھی اس کے متعلق جو تفصیل ہے اس کے مطابق یہ مہم حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کی تھی جو مرتد باغیوں کے خلاف بھیجے گئے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کے لیے جھنڈا باندھا اور ان کو شام کے سرحدی علاقے حَمْقَتَیْن کی طرف بھیجا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا تعارف یہ ہے کہ آپؓ کا نام خالد، کنیت ابو سعید تھی۔ آپؓ کے والد کا نام سعید بن عاص بن امیہ اور والدہ کا نام لُبَینہ بنت حباب تھا جو ام خالد کے نام سے مشہور تھیں۔

(اسد الغابہ جلد2 صفحہ124 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت2008ء) (المستدرک علی الصحیحین لحاکم جزء5 صفحہ 1896 حدیث 5081۔ مطبوعہ نزار مصطفیٰ الباز ۔الریاض2000ء)

حضرت خالدؓ بہت ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ بعض کا بیان ہے کہ آپؓ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اسلام قبول کیا تھا اور آپؓ تیسرے یا چوتھے مسلمان تھے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ آپ پانچویں مسلمان تھے۔ آپؓ سے پہلے ابھی تک صرف حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔

حضرت خالدؓ کے اسلام قبول کرنے کے واقعہ کا ذکر یہ ہے کہ آپؓ نے خواب میں دیکھا کہ آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں اور ان کا باپ انہیں اس میں گرانے کی کوشش کر رہا ہے اور آپؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو کمر سے پکڑے ہوئے ہیں کہ کہیں آپ آگ میں گر نہ جائیں۔ حضرت خالدؓ اس پر گھبرا کر بیدار ہوئے اور کہا اللہ کی قسم! یہ خواب سچا ہے۔ پھر آپؓ کی ملاقات حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ہوئی تو آپؓ نے اپنا خواب حضرت ابو بکرؓ کو سنایا۔ ان سے ذکر کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ تم سے بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہیں بچائے۔ یہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں ان کی پیروی کر لو کیونکہ جب تم اسلام قبول کرتے ہوئے ان کی پیروی کرو گے تو وہ تمہیں آگ میں گرنے سے بچائے گا اور تمہارا باپ اس آگ میں پڑنے والا ہے۔

چنانچہ حضرت خالدؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اَجْیَاد مقام پر تھے۔ اَجْیَاد بھی مکہ میں صفا پہاڑی سے متصل ایک مقام کا نام ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکریاں چرائی تھیں۔ حضرت خالدؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کس کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا کی طرف بلاتا ہوں جو اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کا بندہ اور اس کا رسول ہے اور یہ کہ تم ان پتھروں کی پوجا چھوڑ دو جو نہ سنتے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا کہ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خالدؓ کے اسلام لانے پر بہت خوش ہوئے۔ اسلام لانے کے بعد حضرت خالدؓ چھپ گئے۔ جب ان کے باپ کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا تو اس نے اپنے باقی بیٹوں کو جو اسلام نہیں لائے ہوئے تھے حضرت خالدؓ کی تلاش میں بھیجا۔ چنانچہ انہوں نے آپؓ کو تلاش کیا اور انہیں اپنے باپ کے پاس لائے۔ ان کا باپ حضرت خالدؓ کو برا بھلا کہنے لگا اور مارنے لگا اور وہ سوٹا جو اس کے ہاتھ میں تھا اس کے ساتھ مارنا شروع کیا یہاں تک کہ ان کے سر پر مار مار کر توڑ دیا اور کہنے لگا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کر لی ہے حالانکہ تم اس کی قوم کی اس کے ساتھ مخالفت کو دیکھ رہے ہو اور اس کو بھی جو وہ ان لوگوں کے معبودوں کی برائیاں بیان کرتے ہیں اور ان لوگوں کے آباؤ اجداد کی برائیاں بھی۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا کہ اللہ کی قسم! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کر چکا ہوں۔ اس پر ان کا باپ سخت غصہ ہوا اور ان کو کہا کہ اے بیوقوف! میری نظروں سے دُور ہو جاؤ اور جہاں چاہو چلے جاؤ میں تمہارا کھانا بند کر دوں گا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے کہا کہ اگر آپ میرا کھانا بند کر دیں گے تو اللہ میرے زندہ رہنے کے لیے مجھے رزق عطا فرمائے گا۔ چنانچہ آپؓ کے والد نے انہیں گھر سے نکال دیا اور اپنے بیٹوں سے کہہ دیا کہ ان میں سے کوئی اس سے بات نہیں کرے گا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ وہاں سے نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنے لگے۔ عمومی طور پر اپنے باپ سے چھپ کر مکہ کے نواح میں رہتے تھے کہ کہیں دوبارہ نہ پکڑ لے اور پھر سختی نہ کرے۔

حضرت خالدؓ کا باپ مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم وستم کرنے والا تھا اور مکہ کے معززین میں سے تھا۔ ایک مرتبہ وہ بیمار ہوا تو مرض کی شدت کی وجہ سے اس نے کہا کہ اگر اللہ نے مجھے اس بیماری سے شفا دے دی۔ پتا نہیں اللہ کہا تھا یا اپنے معبودوں کا نام لیا تھا۔ بہرحال اس نے کہا کہ اگر مجھے اس بیماری سے شفا ہو گئی تو پھر ابنِ اَبِی کَبْشَہ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا کی عبادت مکہ میں نہیں ہو گی۔ میں ایسی سختی کروں گا کہ یہاں سے سب مسلمانوں کو نکال دوں گا۔ جب حضرت خالدؓ کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے باپ کے خلاف دعا کی کہ اے اللہ! اس کو شفا نہ دینا۔ چنانچہ وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

جب مسلمانوں نے حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کی تو حضرت خالدؓ بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ ان کے ساتھ ان کی بیوی اُمَیمہ بنت خالد خُزَاعِیہ بھی تھی۔ حضرت خالدؓ کے ایک اَور بھائی حضرت عمرو بن سعید نے بھی

ان کے ساتھ ہجرت کی۔ حضرت خالدؓ غزوۂ خیبر کے زمانہ میں حبشہ سے حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ غزوۂ خیبر میں شریک نہیں ہوئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت میں ان کو بھی حصہ دیا۔ اس کے بعد عمرۃ القضاء، فتح مکہ، غزوۂ حنین، طائف اور تبوک وغیرہ سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 30زوار اکیڈمی کراچی)

(اسد الغابہ جلد2 صفحہ124-125 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت2008ء)

آپؓ غزوۂ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے اس محرومی پر ہمیشہ متأسف رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یارسول اللہؐ! ہم لوگ آپؐ کے ساتھ غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگوں کو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہو اور تم کو دو ہجرتوں کا۔

(طبقات ابن سعد جلد4صفحہ75 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے دیباچہ تفسیر القرآن میں جو کاتبین وحی کے نام بیان فرمائے ہیں ان میں حضرت خالد بن سعید بن عاصؓ کا نام بھی ہے۔

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد20 صفحہ 425)

حضرت خالد بن سعیدؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر فرمایا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک آپؓ اسی منصب پر رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ آ گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا کہ تم واپس کیوں آ گئے ہو؟ انہوں نے کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف سے کام نہیں کریں گے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت میں توقف کیا لیکن جب بنو ہاشم نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی تو حضرت خالدؓ نے بھی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کر لی۔ پھر بعد میں حضرت ابو بکرؓ نے انہیں مختلف مواقع پر لشکروں کا امیر بنا کر بھیجا۔ حضرت خالدؓ جنگ مَرْجُ الصُّفَّر میں حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں شہید ہوئے اور بعض لوگوں کا بیان ہے کہ جنگ مَرْجُ الصُّفَّر چونکہ 14ر ہجری میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے شروع میں ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت خالدؓ ملک شام میں جنگ اَجْنَادَیْن میں حضرت ابو بکرؓ کی وفات سے چوبیس دن پہلے شہید ہوئے تھے۔

(اسد الغابہ جلد2 صفحہ125 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت2008ء)

تاریخ طبری میں حضرت خالدؓ کی مرتدین کے خلاف مہم کی تفصیل یوں بیان ہوئی ہے: حضرت ابو بکرؓ نے جب مرتدین کی سرکوبی کے لیے جھنڈے باندھے اور جنہیں منتخب کرنا تھا کر لیا تو ان میں سے ایک حضرت خالد بن سعیدؓ بھی تھے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو انہیں امیر مقرر کرنے سے منع کیا اور عرض کیا کہ آپؓ ان سے کوئی کام نہ لیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت عمرؓ کی رائے سے اختلاف کیا اور حضرت خالدؓ کو تَیْمَاء میں امدادی دستہ پر متعین کر دیا۔ تَیْمَاء بھی شام اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے جب حضرت خالد بن سعیدؓ کو تَیْمَاء جانے کا حکم دیا تو فرمایا کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا اور اطراف کے لوگوں کو اپنے سے ملنے کی دعوت دینا اور صرف ان لوگوں کو قبول کرنا جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور کسی

سے لڑائی نہ کرنا سوائے اس کے جو تم سے لڑائی کرے یہاں تک کہ میرے احکام پہنچ جائیں۔ حضرت خالدؓ نے تیماء میں قیام کیا اور اطراف کی بہت سی جماعتیں ان سے آملیں۔ رومیوں کو مسلمانوں کے اس عظیم الشان لشکر کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے زیرِ اثر عربوں سے شام کی جنگ کے لیے فوجیں طلب کیں۔ حضرت خالدؓ نے رومیوں کی تیاری اور عرب قبائل کی آمد کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کو مطلع کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب لکھا کہ تم پیش قدمی کرو۔ ذرا مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔ حضرت خالدؓ یہ جواب ملتے ہی دشمن کی طرف بڑھے اور جب قریب پہنچے تو دشمن پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ سب اپنی جگہ چھوڑ کر اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور بھاگ گئے۔ حضرت خالدؓ دشمن کے مقام پر قابض ہو گئے۔ اکثر لوگ جو حضرت خالدؓ کے پاس جمع تھے مسلمان ہو گئے۔ اس کامیابی کی اطلاع حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے لکھا کہ تم آگے بڑھو مگر اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 331-332مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 78زوار اکیڈمی کراچی)

کتبِ تاریخ سے حضرت ابو بکرؓ کے دور میں مرتدین کے خلاف حضرت خالد بن سعیدؓ کی کارروائیوں کا صرف اتنا ہی ذکر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں فتوحاتِ شام کے تذکرے میں ان کا کردار جو ہے وہ آئندہ بیان ہو جائے گا۔

آٹھویں مہم حضرت طُرَیْفَہ بن حَاجِز کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت طُرَیْفَہ بن حاجز کے لیے باندھا اور ان کو حکم دیا کہ وہ بنوسُلَیم اور بَنو ھَوَازِن کا مقابلہ کریں۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے قبیلہ بنو سلیم اور بنو ھَوَازِن کے مقابلے کے لیے **مَعْن بن حَاجِز** کو بھیجا تھا۔ بہر حال علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب میں حضرت طُریفہ اور مَعن کے والد کا نام حاجز یعنی زاء کے ساتھ اور علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ میں حاجر یعنی راء کے ساتھ لکھا ہے۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2صفحہ208دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (الاستیعاب جلد 2صفحہ326 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2010ء) (اسدالغابۃ جلد 3 صفحہ 73 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2016ء)

حضرت ابو بکرؓ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد حضرت طُریفہ بن حاجز کو بنو سُلَیم کے ان عربوں پر جو اسلام پر قائم تھے والی بنایا تھا۔ یہ مخلص اور جوشیلے کارکن تھے۔ انہوں نے ایسی مؤثر تقریریں کیں کہ بنو سُلَیم کے بہت سے عرب ان سے آملے۔ (حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 33)

ایک اَور روایت میں ہے۔ یہ روایت حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ بنو سلیم کی یہ حالت تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان میں سے بعض مرتد ہو گئے اور کفر کی طرف لوٹ گئے اور ان کے بعض افراد اپنے قبیلے کے امیر مَعن بن حاجز یا بعض کے نزدیک ان کے بھائی طُریفہ بن حاجز کے ساتھ اسلام پر ثابت قدم رہے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ طُلَیحہ کے مقابلے کے لیے روانہ ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ نے مَعن کو

لکھا کہ بنو سُلَیم میں سے جو لوگ اسلام پر ثابت قدم ہیں ان کو لے کر حضرت خالدؓ کے ساتھ جاؤ۔ حضرت معنؓ اپنی جگہ اپنے بھائی طُرَیفہ بن حاجز کو جانشین مقرر کر کے حضرت خالدؓ کے ساتھ نکل پڑے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 266 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ سے ہی ایک اور روایت بھی مروی ہے کہ بنو سلیم کا ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا۔ اسے فُجَاءَہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام اِیَاس بن عبداللہ تھا۔ فُجَاءَہ کے لفظ میں اچانک کا مفہوم پایا جاتا ہے کیونکہ یہ شخص اچانک مسافروں اور بستیوں پر حملہ کر کے انہیں لُوٹ لیتا تھا اس لیے اس کا نام فجاءہ پڑ گیا تھا۔ بہر حال یہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں مسلمان ہوں۔ مَیں ان لوگوں کے خلاف جہاد کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے کافروں میں سے ارتداد اختیار کر لیا ہے۔ آپؓ مجھے سواری عطا کیجیے اور میری مدد کیجیے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو سواری دی اور اسلحہ دیا۔ ایک جگہ اس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے اس کو دو گھوڑے یا دوسری روایت کے مطابق تیس اونٹ اور تیس سپاہیوں کے ہتھیار دیے اور دس مسلمان ہتھیاروں سے مسلّح ان کے ساتھ کر دیے۔ یہ شخص وہاں سے چلا اور جو مسلمان یا مرتد ان کے سامنے آتا ان کے اموال چھین لیتا اور جو انکار کرتا اسے قتل کر دیتا۔ یہ ہر ایک کے ساتھ یہی کر رہا تھا۔ مسلمانوں کو بھی قتل کر دیتا تھا، شہید کر دیتا تھا۔ اس کے ہمراہ بَنُو شَرِید کا ایک شخص بھی تھا جسے نَجَبَہ بن اَبُو مَیْثَاء کہا جاتا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ فُجَاءَہ اپنے قبیلے کی طرف چلا اور راستے میں مرتد عربوں کو اپنے ساتھ ملاتا رہا۔ جب اس کی جمعیت بڑھ گئی تو اس نے پہلے اپنے مسلمان ساتھیوں کو قتل کیا اور ان کا سب مال لوٹ لیا۔ پھر اس نے غارت گری شروع کر دی۔ کبھی اِس قبیلے پر چھاپہ مارتا کبھی اُس قبیلے پر۔ مسلمانوں کی ایک پارٹی مدینہ جا رہی تھی ان کو لوٹ کر مار ڈالا۔ پہلے لُوٹا اور پھر قتل کر دیا، شہید کر دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت طُرَیفہ بن حاجز کو لکھا یا بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے یہ حکم دراصل معن کو بھیجا تھا۔ انہوں نے اپنے بھائی طُرَیفہ کو روانہ کیا تھا۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے تحریر فرمایا کہ دشمنِ خدا فُجَاءَہ میرے پاس آیا اور وہ کہہ رہا تھا کہ وہ مسلمان ہے۔ اس نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس کو اسلام سے ارتداد اختیار کرنے والوں کے خلاف طاقت مہیا کروں۔ چنانچہ میں نے اس کو سواری دی اور اسلحہ دیا۔ اب مجھے یقینی طور پر یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ اللہ کا دشمن مسلمانوں اور مرتدین کے پاس گیا اور ان کے اموال لیتا رہا اور جو اس کی مخالفت کرتا اسے قتل کر دیتا۔ لہٰذا تم اپنے پاس موجود مسلمانوں کو ساتھ لے کر جاؤ اور اسے قتل کر دو یا گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت طُرَیفہ کی مدد کے لیے حضرت عبداللہ بن قیسؓ کو بھی روانہ کیا۔ حضرت طُرَیفہ بن حاجزؓ اس کے مقابلے پر گئے۔ جب دونوں گروہوں کی آپس میں مڈھ بھیڑ ہوئی تو پہلے صرف تیروں سے مقابلہ ہوا۔ ایک تیر نَجَبَہ بن ابو میثاء کو لگا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ فُجَاءَہ نے جو مسلمانوں کی شجاعت اور ثابت قدمی دیکھی تو اس نے حضرت طُرَیفہ سے کہا کہ اس کام کے تم مجھ سے زیادہ حقدار نہیں ہو۔ تم بھی حضرت ابو بکرؓ کے مقرر کردہ امیر ہو اور میں بھی ان کا مقرر کردہ امیر ہوں۔ بڑی چالاکی سے اس نے ان کو جنگ سے روکنے کی کوشش کی۔ حضرت طُرَیفہؓ نے اس سے کہا کہ:

اگر سچے ہو تو ہتھیار رکھ دو۔ مجھے تو حضرت ابو بکرؓ نے تمہیں پکڑنے کے لیے بھیجا ہے۔ ہتھیار رکھ دو اور میرے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے پاس چلو۔ وہیں فیصلہ ہو جائے گا کہ تم امیر ہو کہ نہیں۔ چنانچہ فُجَاءَہ حضرت طُرَیفہؓ کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ جب دونوں حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت طُرَیفہؓ کو حکم دیا کہ اسے بقیع میں لے جاؤ اور آگ میں جلا ڈالو۔ یہ سلوک اس لیے اس سے کیا گیا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا رہا تھا۔ حضرت طُرَیفہؓ اسے وہاں لے گئے انہوں نے آگ جلائی اور اس میں اسے پھینک دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ لڑائی کے دوران فجاءہ بھاگ گیا تو حضرت طُرَیفہؓ نے اس کا پیچھا کر کے اس کو قیدی بنا لیا اور ابو بکرؓ کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ حضرت ابو بکرؓ کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کے لیے مدینہ میں ایک آگ کا بڑا الاؤ روشن کروایا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس میں پھینک دیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 266 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء) (حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق صفحہ 33-34) (فتوح البلدان للبلاذری مترجم صفحہ 152 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

نویں مہم جو تھی وہ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کی تھی جو مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کو دیا اور ان کو بحرین جانے کا حکم دیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان 2012ء)

بحرین یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھا اور اس میں موجودہ قطر اور امارت بحرین بھی جو جزیرہ ہے شامل تھے۔ یہ آجکل کا چھوٹا بحرین نہیں بلکہ بڑا وسیع علاقہ تھا۔ اس کا دارالحکومت دَارِیْن تھا۔ عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں یہاں مُنْذِر بن سَاوِی حکمران تھے جو حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔ ان دنوں بحرین یا سعودی عرب کو اَلْاَحْسَاء کہتے ہیں۔ (اٹلس سیرت النبی ﷺ صفحہ 68)

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کا تعارف یہ ہے کہ آپؓ کا نام عَلَاء تھا۔ آپؓ کے والد کا نام عبد اللہ تھا۔ آپ کا تعلق یمن کے علاقہ حَضرَمَوت سے تھا۔ دعوتِ اسلام کے آغاز میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کا ایک بھائی عَمرو بن حَضْرَمِی مشرکوں کا وہ پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا تھا اور اس کا مال پہلا مال تھا جو بطور خُمس اسلام میں آیا۔ جنگِ بدر کے بنیادی اور فوری اسباب میں بھی یہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک سبب یہ قتل بھی تھا۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کا ایک بھائی عامر بن حضرمی بدر کے دن بحالتِ کفر مارا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں کو تبلیغی خطوط ارسال فرمائے تو منذر بن ساوی حاکم بحرین کے پاس خط لے جانے کی خدمت حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کے سپرد ہوئی۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرما دیا۔

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ نے جب انہیں دعوتِ اسلام دی تو منذر بن ساوی نے اسلام قبول کر لیا۔ مُنْذِر کو جب اسلام کا پیغام ملا تو اس کا جواب یہ تھا کہ میں نے اس امر کے سلسلہ میں غور و فکر کیا ہے جو میرے ہاتھ میں ہے تو میں نے دیکھا کہ یہ دنیا کے لیے ہے۔ آخرت کے لیے نہیں ہے یعنی جو کچھ میرے پاس ہے یہ دنیاداری ہے۔ آخرت کی تو میں نے کوئی تیاری نہیں کی اور مَیں نے جب تمہارے دین کے بارے میں غور و فکر کیا تو اسے دنیا و آخرت دونوں کے لیے مفید پایا۔ لہٰذا دین کو قبول کرنے سے مجھے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔

اسلام کی سچائی کا مجھے یقین ہو گیا ہے۔ اس دین میں زندگی کی تمنا اور موت کی راحت ہے۔ کہنے لگا کہ کل مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا تھا جو اس کو قبول کرتے تھے اور آج ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو اس کو ردّ کرتے ہیں۔ تعلیم کی خوبصورتی کا مجھے پتا لگا تو اب میری ترجیحات بدل گئی ہیں۔ کہنے لگا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی عظمت کا تقاضا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کی جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک حضرت عَلَاءؓ بحرین کے عامل رہے۔ بعد میں حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں بھی اسی عہدے پر قائم رہے اور حضرت عمرؓ نے بھی اپنی خلافت میں انہیں اسی کام پر مقرر کیے رکھا یہاں تک کہ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں ان کی وفات ہو گئی۔

(اسدالغابہ جلد4صفحہ71 دارالکتب العلمیۃ2016ء) (سیر الصحابہ جلد4 صفحہ397-398)(سیدنا ابو بکر صدیقؓ، از ڈاکٹر علی محمد صلابی، اردو ترجمہ صفحہ 339)

طبقات ابن سعد کے مطابق ایک دفعہ جب اہلِ بحرین نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معزول کر دیا اور حضرت اَبَان بن سعید بن عاصؓ کو والی بنا دیا۔

(طبقات ابن سعد جلد 4 صفحہ 266 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب وہاں ارتداد اور بغاوت پھیل گئی تو حضرت اَبَانؓ مدینہ واپس چلے آئے اور یہ عہدہ چھوڑ دیا اور جب حضرت ابو بکرؓ نے انہیں دوبارہ بحرین بھیجنا چاہا تو یہ کہہ کر معذرت کر لی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کسی کا عامل نہ بنوں گا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے پھر حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کو بحرین کا عامل بنا کر بھیجا جس پر وہ اپنی وفات تک قائم رہے۔ **حضرت عَلَاءؓ مستجاب الدعوات مشہور تھے۔** ان کے بارے میں مختلف روایات آتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ ان کی خوبیوں اور قبولیتِ دعا کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ مَیں ان سے بڑا متاثر ہوں۔ روایت میں بیان کرتے ہیں اور بہت سی باتوں کے علاوہ یہ تھا کہ ایک مرتبہ مدینہ سے بحرین کے ارادے سے چلے کہ راستے میں پانی ختم ہو گیا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی تو کیا دیکھا کہ ریت کے نیچے سے ایک چشمہ پھوٹا اور ہم سب سیر اب ہوئے۔

پھر حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں عَلَاءؓ کے ساتھ بحرین سے لشکر کے ہمراہ بصرہ کی جانب روانہ ہوا۔ ہم لوگ لَیَاسْ میں تھے کہ ان کی وفات ہو گئی۔ لَیَاس بنو تمیم کے علاقے میں ایک گاؤں کا نام تھا۔ ہم ایسے مقام پر تھے جہاں پانی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے ایک بادل کا ٹکڑا ظاہر کیا جس نے ہم پر بارش برسائی۔ ہم نے انہیں غسل دیا اور اپنی تلواروں سے ان کے لیے قبر کھودی۔ ہم نے ان کے لیے لحد نہیں بنائی تھی۔ تب ہم واپس آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد جب واپس جا کے دیکھا کہ لحد بنائیں مگر ان کی قبر کا مقام نہیں پایا۔

(طبقات ابن سعد (مترجم) جلد4 صفحہ 375، 377 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

(الأعلام للزرکلی جلد4 صفحہ245 مطبوعہ دارالعلم2002ء)

ان کی وفات کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک آپؓ کی وفات 14/ ہجری میں اور بعض کے

نزدیک 21ھ ہجری میں ہوئی تھی۔

(اسد الغابہ جلد 4 صفحہ 71، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بحرین کے حالات کے بارے میں ذکر آتا ہے۔ بحرین شاہانِ حِیْرَہ کی عمل داری میں تھا اور شاہانِ حِیرہ، کسریٰ بادشاہوں کے ماتحت تھے۔ حِیرہ اسلام سے پہلے شاہانِ عراق کی تخت گاہ تھی۔ بحرین کے ساحلی اور تجارتی شہروں میں مخلوط آبادی تھی۔ فارسی بھی تھے، عیسائی بھی تھے، یہودی بھی تھے، جاٹ بھی تھے اور عرب کی تجارت پر فارسیوں کا غلبہ تھا۔ ان علاقوں میں تاجروں کی ایک جماعت بھی مقیم تھی جو ہندوستان اور ایران سے آئے ہوئے تھے اور دریائے فرات کے دہانے سے عدن کے ساحلی علاقے تک کے درمیانی خطہ میں آباد ہو گئے تھے۔ ان تاجروں نے یہاں کے مقامی باشندوں سے سلسلۂ ازدواج بھی قائم کر لیا تھا اور ان سے جو نسل پیدا ہوئی تھی اسے اَبْنَاء کے نام سے پکارا جاتا تھا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ، از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ صفحہ 237)(فرہنگ سیرت صفحہ 110 زوار اکیڈمی کراچی)

ساحلی شہروں کے عقب میں تین بڑے قبیلے اور ان کی بہت سی شاخیں آباد تھیں۔ ایک بَکْر بنِ وَائِل، دوسرا عبدالقَیس اور تیسرا رَبِیعہ۔ ان کے بہت سے خاندان عیسائی تھے۔ گھوڑے اونٹ اور بکریاں پالنا اور کھجوروں کے باغ لگانا ان کا خاص پیشہ تھا۔ ان قبائل کے ناظم الامور وہ مقامی لیڈر ہوا کرتے تھے جن کو حکومتِ حِیرہ کا اعتماد حاصل ہوتا تھا۔ ان میں ایک مُنذِر بن ساوٰی تھا وہ بحرین کے ضلع ھَجَر میں رہتا تھا اور ھَجَر کے آس پاس قبیلہ عبدالقَیس پر اُس کی حکومت تھی۔

(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 48، ندوۃ المصنفین دہلی)

قبیلہ عبدالقیس کے دو وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ایک وفد پانچ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس میں تیرہ یا چودہ افراد شامل تھے اور قبیلہ عبدالقیس کا دوسرا وفد عامُ الوفود یعنی نو ہجری میں دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا جس میں جَارُوْد سمیت چالیس افراد شامل تھے۔ جَارُوْد نصرانی تھا جو یہاں آکر مسلمان ہو گیا۔

(اٹلس سیرت نبویؐ صفحہ 438)

ایک قول کے مطابق اس وفد نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے سے قبل ہی اسلام قبول کیا ہوا تھا۔

(زرقانی جلد 5 صفحہ 141 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

ھَجَر کے فارسیوں، عیسائیوں اور یہودیوں نے نہایت ناگواری سے جزیہ دینا منظور کر لیا تھا۔ بحرین کی باقی بستیاں اور شہر غیر مسلم رہے لیکن یہ لوگ جب بھی موقع ملتا وقتاً فوقتاً بغاوت کرتے رہتے تھے۔

(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 48، ندوۃ المصنفین دہلی)(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 4 صفحہ 398)

مُنذِر بن ساوٰی کے اسلام قبول کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بدستور بحرین کا حاکم مقرر کیے رکھا۔ اسلام لانے کے بعد اس نے اپنی قوم کو بھی دینِ حق کی دعوت دینی شروع کی اور جَارُوْد بن مُعَلّٰی کو دین کی تربیت حاصل کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ کیا۔ جَارُود نے مدینہ پہنچ کر اسلامی

تعلیمات اور احکام سے واقفیت حاصل کی اور اپنی قوم میں واپس جا کر لوگوں کو دین کی تبلیغ کرنے اور اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کا کام شروع کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات یعنی گیارہ ہجری کے چند دن بعد مُنذِر کا انتقال ہو گیا۔ اس پر عرب اور غیر عرب سب نے بغاوت کا اعلان کر دیا۔ قبیلہ عبدالقیس نے کہا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوتے تو وہ کبھی نہ مرتے اور سب مرتد ہو گئے۔ اس کی اطلاع حضرت جَارُودؓ کو ہوئی۔ حضرت جَارُودؓ اپنی قوم کے اشراف میں سے تھے، جو تربیت حاصل کرنے مدینہ گئے تھے اور ان میں سے تھے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور ایک اچھے خطیب تھے۔

(البداية و النهاية جلد9 صفحه 475-476 مطبوعه دار هجر)

حضرت جَارُودؓ نے اس بات پہ ان سب لوگوں کو جمع کیا جو مرتد ہو گئے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کیوں ہوئی اور تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور کہا کہ اے عبدالقیس کے گروہ! میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں۔ اگر تم اسے جانتے ہو تو مجھے بتا دینا اور اگر تمہیں اس کا علم نہیں تو نہ بتانا۔ انہوں نے کہا جو چاہو سوال کرو۔ حضرت جَارُودؓ نے کہا جانتے ہو کہ گذشتہ زمانے میں اللہ کے نبی دنیا میں آ چکے ہیں؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ حضرت جَارُودؓ نے کہا تمہیں ان کا علم ہے یا تم نے ان کو دیکھا بھی ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن ہمیں اس کا صرف علم ہے۔ یہ لوگوں کا جواب تھا۔ حضرت جَارُودؓ نے کہا پھر انہیں کیا ہوا؟ تو لوگوں نے کہا کہ وہ فوت ہو گئے۔ تو حضرت جَارُودؓ نے کہا اسی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو گئے جس طرح وہ سب فوت ہو گئے اور مَیں اعلان کرتا ہوں کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ ان کی قوم نے ان کی یہ تقریر سننے کے بعد، سوال جواب کے بعد کہا کہ ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ سوائے اللہ کے کوئی حقیقی معبود نہیں اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور ہم تم کو اپنا برگزیدہ اور اپنا سردار تسلیم کرتے ہیں۔ اس طرح وہ لوگ اسلام پر ثابت قدم رہے اور ارتداد کی وبا ان تک نہ پہنچی۔

(تاريخ طبری جلد2 صفحه 285 مطبوعه دارالكتب العلمية لبنان2012ء)

باقی عرب اور غیر عرب سب نے مدینہ کا اقتدار ختم کرنے کے لیے کمرِ ہمت باندھ لی۔ ایرانی حکومت نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور بغاوت کی کمان ایک بڑے عرب لیڈر کو سونپ دی۔ هَجَر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے اَبان بن سعید بن عَاص بغاوت کے سیاہ بادل اٹھتے دیکھ کر مدینہ چلے آئے۔

(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 49، ندوۃ المصنفین دہلی)

بنو عبدالقیس گو بظاہر ان میں سے بعض لوگ اسلام لے آئے تھے لیکن بحرین کے دوسرے قبائل حُطَم بن ضُبَیْعَہ کے زیرِ سرکردگی بدستور حالت ارتداد پر قائم رہے اور انہوں نے بادشاہی کو دوبارہ آلِ منذر میں منتقل کر کے منذر بن نعمان کو اپنا بادشاہ بنا لیا۔ ایک روایت میں ہے کہ

جب انہوں نے مُنذِر بن نعمان کو بادشاہ بنانے کا ارادہ کیا تو ان کے معززین اور سرداروں کی جماعت ایران کے بادشاہ کسریٰ کے پاس پہنچی۔ انہوں نے اس کے رُوبرو حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ اس نے ان کو

اجازت دے دی اور وہ لوگ بادشاہوں کے شایانِ شان خیر سگالی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے سامنے حاضر ہوئے۔ کسریٰ نے کہا! اے عرب کے گروہ! کون سی بات تمہیں یہاں لائی ہے؟ انہوں نے کہا اے بادشاہ! عرب کا وہ شخص فوت ہو گیا ہے جس کو قریش اور مضر کے جملہ قبائل معزز سمجھتے تھے۔ اس سے ان کی مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور پھر کہنے لگے کہ اس کے بعد ان کا جانشین ایک شخص کھڑا ہوا ہے جو کمزور بدن والا ضعیف الرائے ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں انہوں نے یہ رائے دی۔ اور اس کے عُمال اپنے ساتھیوں کی طرف بغرض راہنمائی واپس چلے گئے ہیں۔ آج بحرین کا علاقہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔

سوائے عبد القیس کی چھوٹی سی جماعت کے کوئی بھی اب دین اسلام پر قائم نہیں ہے اور ہمارے نزدیک ان کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ اور ہمیں ان پر سواروں اور پیادوں کے لحاظ سے اکثریت حاصل ہے۔ آپ کسی آدمی کو بھیجیں جو اگر بحرین پر قبضہ کرنا چاہے تو کوئی اسے اس سے روک نہ سکے۔ اس پر کسریٰ نے ان سے کہا کہ تم کسے پسند کرتے ہو جسے میں تمہارے ساتھ بحرین روانہ کروں؟ انہوں نے کہا کہ جو بادشاہ سلامت پسند کریں۔ کسریٰ نے کہا کہ تم منذر بن نعمان بن منذر کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ انہوں نے کہا: اے بادشاہ! ہم اسی کو پسند کرتے ہیں اور ہم اس کے علاوہ کسی اَور کو نہیں چاہتے۔ پھر کسریٰ نے منذر بن نعمان کو بلایا اور وہ نوجوان تھا جس کی ابھی تازہ تازہ داڑھی نکلی تھی۔ بادشاہ نے اس کو خلعت سے نوازا اور تاج پہنایا اور ایک سو گھڑ سوار دیے اور مزید سات ہزار پیادے اور سوار دیے۔ اسے قبیلہ بکر بن وائل کے ہمراہ بحرین جانے کا حکم دیا اور اس کے ساتھ ابوضُبَیْعَہ حُطَم بن زید اس کا نام شُرَیح بن ضُبَیْعَہ تھا یہ بنو قَیس بن ثَعْلَبَہ میں سے تھا اور حُطَم اس کا لقب تھا اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد پھر ارتداد اختیار کر لیا تھا اور ظَبْیَان بن عَمْرو اور مُسْمِع بن مالك بھی تھے۔

(کتاب الردۃ للواقدی صفحہ 147 تا 149، دار الغرب الاسلامی 1990ء)

سب سے پہلے انہوں نے جَارُودؓ اور قبیلہ عبد القیس کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے۔ اس پر حُطَم بن ضُبَیْعَہ نے طاقت کے زور سے انہیں زیر کرنا چاہا۔ اس نے قَطِیف اور ھَجَر میں مقیم غیر ملکی تاجروں اور ان لوگوں کو جنہوں نے اس سے قبل اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ انہیں اپنے ساتھ ملا لیا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 238-239، اسلامی کتب خانہ لاہور)

عبد القیس قبیلے کے لوگ اپنے سردار حضرت جَارُود بن مُعَلّیٰؓ کے پاس چار ہزار کی تعداد میں اپنے حلیفوں اور اپنے غلاموں کے ہمراہ اکٹھے ہوئے اور قبیلہ بکر بن وائل اپنے نو ہزار ایرانیوں اور تین ہزار عربوں کے ساتھ ان کے قریب ہوئے۔ پھر فریقین کے درمیان شدید جنگ ہوئی اور قبیلہ بکر بن وائل کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ ان میں سے اور ایرانیوں میں سے بہت سے قتل ہوئے۔ پھر انہوں نے دوسری مرتبہ شدید قتال کیا۔ اس مرتبہ عبد القیس کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا۔ اسی طرح وہ ایک دوسرے سے انتقام لیتے رہے اور ان کے درمیان کئی دنوں تک جنگ جاری رہی یہاں تک کہ بہت سے لوگ قتل ہو گئے اور عبد القیس قبیلے کے عوام نے بکر بن وائل سے امن کی درخواست کی۔ اس وقت عبد القیس نے جان لیا کہ اب وہ بکر بن وائل کے خلاف کوئی طاقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ انہوں نے شکست کھائی یہاں تک کہ وہ ھَجَر کی سرزمین میں اپنے جُوَاثَا نامی قلعہ میں محصور ہو گئے۔ جُوَاثِی/ جُوَاثَا

جو ہے یہ بھی بحرین کی وہ بستی ہے جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلے جمعہ پڑھا گیا تھا۔ چنانچہ بخاری میں ایک یہ روایت ہے جو حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ إِنَّ أَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِي مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فِي مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَيْسِ بِجُوَاثٰى مِنَ الْبَحْرَيْنِ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد کے بعد سب سے پہلا جمعہ قبیلہ عبد القیس کی مسجد میں بحرین کی بستی جُوَاثٰی میں ہوا تھا۔

بنو بکر بن وائل نے اپنے ایرانی لوگوں کے ساتھ پیش قدمی کی اور ان کے قلعہ تک پہنچ گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا اور خوراک ان سے روک لی۔ بنو بکر بن کِلاب کے ایک شخص عبد اللہ بن عوف عبدی جس کا نام عبد اللہ بن حَدَف بھی آتا ہے اس نے اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ اور اہالیانِ مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے کچھ اشعار کہے جن میں اپنی بے بسی اور بے چارگی اور حوصلہ اور صبر کی کیفیت کا اظہار کیا۔

أَلَا أَبْلِغْ أَبَابَكْرٍ رَسُوْلًا ۔۔۔ وَفِتْيَانَ الْمَدِيْنَةِ أَجْمَعِيْنَا
فَهَلْ لِيْ فِي شَبَابٍ مِنْكَ أَمْسَوْا ۔۔۔ جِيَاعًا فِي جَوَاثٰى مُحْصَرِيْنَا
كَأَنَّ دِمَاءَهُمْ فِي كُلِّ فَجٍّ ۔۔۔ شُعَاعُ الشَّمْسِ يَغْشَى النَّاظِرِيْنَا
تُحَاصِرُهُمْ بَنُوْ ذُهْلٍ وَعِجْلٍ ۔۔۔ وَشَيْبَانَ وَقَيْسٍ ظَالِمِيْنَا
يَقُوْدُهُمُ الْغُرُوْرُ بِغَيْرِ حَقٍّ ۔۔۔ لِيَسْتَلِبَ الْعَقَائِلَ وَالْبَنِيْنَا
فَلَمَّا اشْتَدَّ حَصْرُهُمُ وَطَالَتْ ۔۔۔ أَكُفُّهُمُ بِمَا فِيْهِ بُلِيْنَا
تَوَكَّلْنَا عَلَى الرَّحْمٰنِ إِنَّا ۔۔۔ وَجَدْنَا الْفَضْلَ لِلْمُتَوَكِّلِيْنَا
وَقُلْنَا قَدْ رَضِيْنَا اللّٰهَ رَبًّا ۔۔۔ وَبِالْإِسْلَامِ دِيْنًا قَدْ رَضِيْنَا
وَقُلْنَا وَالْأُمُوْرُ لَهَا قَرَارٌ ۔۔۔ وَقَدْ سَفِهَتْ حُلُوْمُ بَنِيْ أَبِيْنَا
نُقَاتِلُكُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ حَتّٰى ۔۔۔ تَكُوْنُوْا أَوْ نَكُوْنَ الذَّاهِبِيْنَا
بِكُلِّ مُهَنَّدٍ عَضْبٍ حُسَامٍ ۔۔۔ يَقُدُّ الْبَيْضَ وَالزُّرَدَ الدَّفِيْنَا

یہ تھوڑی سی لمبی نظم ہے۔ بہر حال اس کا جو ترجمہ ہے وہ اس طرح ہے کہ اے سننے والے! ابو بکرؓ اور مدینہ کے سب جوانوں کو پیغام پہنچا دے۔ وہ نوجوان جنہوں نے جُوَاثٰی میں بھوک اور محاصرے کی حالت میں شام کی، کیا ان کے بارے میں مجھے آپ کی طرف سے مدد ملے گی؟ اور ہر راستے میں ان کے خون ایسے پڑے ہوئے ہیں کہ سورج کی کرنیں ہیں جو دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہیں۔ بنوذُھل اور عِجل اور شَیْبَان اور قَیس قبائل نے ظلم کرتے ہوئے ان سب کا محاصرہ کر لیا ہے۔ ان کی قیادت غُرُوْر کر رہا ہے (غُرُوْر کا اصل نام مُنذِر بن نعمان بن منذر تھا) تا کہ ناحق وہ ہماری بیویاں اور اولاد چھین لے۔ جب ان کا محاصرہ شدت اور طوالت اختیار کر گیا تو انہوں نے ہم پر غلبہ پا لیا جس سے ہم آزمائش میں ڈالے گئے۔ ہم نے رحمان خدا پر توکل کر لیا کیونکہ ہم نے اس کا فضل توکل کرنے والوں کو ملتا ہوا دیکھا ہے۔ تو ہم نے کہا کہ ہم اس بات پر راضی ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے اور اس بات پر بھی راضی ہیں کہ اسلام ہمارا دین ہے اور ہم نے کہا معاملات سنبھل ہی جاتے ہیں اور ہمارے آباء کی اولادوں

کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ ہم اسلام پر قائم رہتے ہوئے تم سے جنگ کرتے رہیں گے یہاں تک کہ یا تم مارے جاؤ یا ہم۔ ہر اس تیز ہندی تلوار کے ساتھ جنگ کریں گے جو تیز کاٹ رکھنے والی اور خَود اور زرہ کو کاٹتی ہے۔ تو یہ پیغام نظم کی صورت میں "عبدی" نے بھجوایا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے یہ شعر پڑھے تو عبدالقیس کی حالت کا علم ہونے پر آپؓ کو شدید غم پہنچا۔ آپؓ نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کو طلب فرمایا اور لشکر کی کمان ان کے سپرد کی اور دو ہزار مہاجرین و انصار کے ساتھ بحرین کی طرف عبدالقیس کی مدد کے لیے روانگی کا حکم دیا اور ہدایت فرمائی کہ عرب کے قبائل میں سے جس قبیلے کے پاس سے تم گزرو تو اسے بنو بکر بن وائل سے جنگ کی ترغیب دلانا کیونکہ وہ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے مقرر کردہ منذر بن نعمان بن منذر کے ساتھ آئے ہیں۔ انہوں نے یعنی اس بادشاہ نے اس کے سر پر تاج رکھا ہے اور اللہ کے نور کو مٹانے کا ارادہ کیا ہے اور اولیاء اللہ کو قتل کیا ہے۔ پس تم لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ۔ یعنی نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ نیکی کی طاقت ہے مگر اللہ کے ذریعہ، پڑھتے ہوئے روانہ ہو جاؤ۔

(ماخوذ از کتاب الردۃ للواقدی صفحہ 152-154، دار الغرب الاسلامی 1990ء) (صحیح بخاری، کتاب الجمعہ باب الجمعہ فی القرٰی و المدن حدیث 892) (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 286 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ روانہ ہو گئے۔ جب وہ یمامہ کے قریب سے گزرے تو حضرت ثُمَامَہ بن اُثَال بنو حَنِیفہ کی ایک جماعت کے ساتھ ان سے آملے۔ حضرت اُثال ان سے آملے۔ ان کے علاوہ قیس بن عاصم بھی اپنے قبیلہ بنو تمیم کے ساتھ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ اس سے پہلے قیس بن عاصم منکرینِ زکوٰۃ میں شامل تھے اور انہوں نے قبیلہ کی زکوٰۃ مدینہ بھیجنی بالکل بند کر دی تھی اور زکوٰۃ کا جمع شدہ مال لوگوں کو واپس کر دیا تھا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے جب یَمامہ میں بنو حنیفہ کو زیر کر لیا تو قیس بن عاصم نے مسلمانوں کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے میں ہی عافیت سمجھی اور اپنے قبیلے بنو تمیم سے زکوٰۃ اکٹھی کی اور حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کے لشکر میں شامل ہو گئے۔ (ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 239، اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت عَلَاءؓ کا لشکر دَھْنَا کے راستے بحرین کی طرف چلا۔ عَلَاءؓ اپنے لشکر کو دھنا کے راستے بحرین کی طرف لے کر چلے۔ دَھْنَا: یہ بھی دیارِ بنو تمیم میں بصرہ سے مکہ کے راستے میں ایک جگہ ہے۔ وہ کہتے ہیں جب ہم اس کے درمیان پہنچے تو انہوں نے ہمیں پڑاؤ کا حکم دیا۔ راوی نے کہا کہ رات کے اندھیرے میں اونٹ بے قابو ہو کر بھاگ گئے۔ ان میں سے کسی کے پاس نہ کوئی اونٹ رہا نہ توشہ نہ توشہ دان نہ خیمہ۔ سب کا سب اونٹوں پر ریگستان میں غائب ہو گیا یعنی اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ اونٹ چلے گئے تو کچھ بھی پاس نہیں رہا اور یہ واقعہ اس وقت ہوا جب لوگ سواریوں سے اتر چکے تھے لیکن ابھی اپنا سامان نہ اتار سکے تھے۔ اس وقت وہ رنج و غم میں مبتلا ہوئے۔ سب اپنی زندگیوں سے مایوس ہو کر ایک دوسرے کو وصیت کرنے لگے۔ اتنے میں حضرت عَلَاءؓ کے منادی نے سب کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ سب ان کے پاس جمع ہوئے۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا مَیں یہ کیا پریشانی اور اضطراب تم میں دیکھ رہا ہوں اور تم لوگ اس قدر فکر مند کیوں ہو۔ لوگوں نے کہا یہ تو کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس پر ہمیں موردِ الزام قرار دیا جائے۔ ہمارے اونٹ دوڑ گئے ہیں۔ ہماری یہ حالت ہے کہ اگر اسی طرح صبح ہو گئی تو ابھی آفتاب اچھی طرح طلوع بھی نہیں ہونے پائے گا کہ ہم سب ہلاک ہو چکے ہوں گے۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا:

اے لوگو! ڈرو نہیں۔ کیا تم مسلمان نہیں ہو؟ کیا تم اللہ کی راہ میں جہاد کرنے نہیں آئے؟ کیا تم اللہ کے مدد گار نہیں ہو؟ سب نے کہا بے شک ہم ہیں۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا کہ تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ اللہ ہر گز ایسے لوگوں کو جس حال میں تم ہو کبھی نہیں چھوڑے گا۔ طلوعِ فجر کے ساتھ صبح کی نماز کی اذان ہوئی۔ حضرت عَلَاءؓ نے نماز پڑھائی۔ بعض لوگوں نے تیمم کر کے نماز پڑھی، پانی نہیں تھا۔ بعض کا ابھی تک سابقہ وضو باقی تھا۔ جب نماز مکمل ہو گئی تو حضرت **عَلَاءؓ اپنے دونوں گھٹنوں کے بل دعا کے لیے بیٹھ گئے** اور سب لوگ بھی اسی طرح دوزانو دعا کے لیے بیٹھ گئے اور آہ وزاری کے ساتھ دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا میں لگ گئے۔ لوگوں نے بھی اسی طرح کیا یہاں تک کہ سورج طلوع ہو گیا۔ جب سورج کی تھوڑی سی روشنی مشرقی افق میں نمودار ہوئی تو حضرت عَلَاء صف کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے کہا کوئی ہے کہ جا کر خبر لائے کہ یہ روشنی کیا ہے؟ ایک شخص اس کام کے لیے گیا۔ اس نے واپس آ کر کہا کہ یہ روشنی محض سراب ہے۔ جہاں روشنی پڑی وہاں چمک پیدا ہو رہی تھی وہ پانی نہیں تھا بلکہ سراب ہے۔ حضرت عَلَاءؓ پھر دعا میں مصروف ہو گئے۔

دوسری مرتبہ پھر وہ روشنی نظر آئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سراب ہے۔ تیسری مرتبہ پھر روشنی نمودار ہوئی۔ اس مرتبہ خبر دینے والے نے آ کر کہا کہ پانی ہے۔ حضرت عَلَاءؓ کھڑے ہو گئے اور سب لوگ بھی کھڑے ہو گئے اور پانی کے پاس پہنچے سب نے پانی پیا اور غسل کیا۔ وہاں کوئی چشمہ پھوٹ پڑا تھا۔ ابھی دن نہیں چڑھا تھا کہ لوگوں کے اونٹ ہر سمت سے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آتے ہوئے نظر آئے وہ ان کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔ ہر شخص نے اپنی سواری کو پکڑ لیا اور ان کے سامان میں سے کسی کی کوئی چیز بھی ضائع نہیں ہوئی۔ دعا کا یہ معجزہ وہاں ہوا کہ پانی بھی اللہ تعالیٰ نے نکال دیا۔ اونٹ بھی واپس آ گئے لوگوں نے ان کو بھی پانی پلایا۔ پھر دوسری مرتبہ خوب سیر ہو کر پانی پیا اور ان جانوروں کو بھی پلایا اور اپنے ساتھ پانی کا ذخیرہ بھی لے لیا اور پھر خوب آرام کیا۔

مِنْجَاب بن راشِد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت ابوہریرہؓ میرے ساتھ تھے۔ جب ہم اس مقام سے ذرا دُور نکل گئے تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ اس پانی کے مقام سے واقف ہو؟ میں نے کہا کہ میں دیگر تمام عربوں کے مقابلے میں اس علاقے کے چپے چپے سے زیادہ واقف ہوں۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ تم پھر مجھے اس جگہ لے چلو۔ میں نے اونٹ کو موڑا اور ٹھیک اسی پانی والے مقام پر ان کو لے آیا۔ وہاں آ کر دیکھا کہ نہ کوئی پانی کا حوض ہے، نہ پانی کا کوئی نشان ہے۔ میں نے حضرت ابوہریرہؓ سے کہا۔ بخدا! اگرچہ یہاں مجھے کوئی حوض نظر نہیں آ رہا تب بھی میں ضرور یہی کہوں گا کہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے ہم نے پانی لیا ہے۔ مگر آج سے پہلے کبھی میں نے اس مقام پر صاف اور شیریں پانی نہیں دیکھا تھا۔ حالانکہ اس وقت بھی پانی سے برتن لبریز تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ اے ابوسَہْمْ! بخدا یہی وہ مقام ہے۔ اس لیے مَیں یہاں آیا ہوں اور تم کو لے کر آیا ہوں۔ میں نے اپنے برتن پانی سے بھرے تھے اور ان کو اس حوض کے کنارے رکھ دیا تھا۔ میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کا معجزہ اور اللہ کی طرف سے نازل شدہ رحمت ہے تو میں معلوم کر لوں گا اور اگر یہ محض بارش کا پانی ہے تو اسے بھی معلوم کر لوں گا۔ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ واقعۃً اللہ کا ایک معجزہ تھا جو اس نے ہمیں بچانے کے لیے ظاہر کیا تھا۔ اس پر حضرت ابوہریرہؓ نے اللہ کی حمد

کی۔ وہاں سے پلٹ کر پھر ہم اپنے راستے چلے اور ھَجَر آ کر پڑاؤ کیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ286تا 288مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 123زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت عَلَاءؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو ایک خط لکھا تھا جو یہ ہے کہ امّا بعد اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے وادیٔ دَھْنَا میں پانی کا ایک چشمہ جاری کر دیا تھا۔ اس واقعہ کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ کو یہ خبر پہنچی تو آپؓ نے یہ خط لکھا حالانکہ وہاں چشمہ کے کوئی آثار نہ تھے اور سخت تکلیف اور پریشانی کے بعد ہم کو اپنا ایک معجزہ دکھایا۔ حضرت عَلَاءؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خط لکھا۔ اور پریشانی کے بعد ہم کو اپنا ایک معجزہ دکھایا جو ہم سب کے لیے نصیحت کا باعث ہے اور یہ اس لیے کہ اس کی حمد و ثنا کریں۔ لہٰذا اللہ کی جناب میں دعا مانگیے اور اس کے دین کے مددگاروں کے لیے نصرت طلب کیجیے۔ حضرت عَلَاءؓ پانی ملنے کے بعد، واقعہ ہونے کے بعد حضرت ابو بکرؓ کو یہ رپورٹ بھجوا رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی۔ اس سے دعا مانگی اور کہا کہ عرب ہمیشہ سے وادیٔ دَھْنَا کے متعلق یہ بات بیان کرتے آئے ہیں کہ حضرت لقمان سے جب اس وادی کے لیے پوچھا گیا کہ آیا پانی کے لیے اسے کھودا جائے یا نہیں تو انہوں نے اسے کھودنے کی ممانعت کی اور کہا کہ یہاں کبھی پانی نہیں نکلے گا تو اس وجہ سے اس وادی میں چشمہ کا جاری ہو جانا اللہ کی قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے جس کا حال ہم نے پہلے کسی قوم میں نہیں سنا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ290مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

تو اس طرح کے معجزات بھی صحابہؓ کے ساتھ ہوتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی خاطر مہمات پر نکلتے تھے۔

بہرحال اس کا بقایا حصہ ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15/جولائی2022ء جلد29 شمارہ56 صفحہ 05تا10)

26

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ یکم رجولائی 2022ء بمطابق یکم روفا 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں مرتدین اور باغیوں کے خلاف مہمات کا ذکر ہو رہا تھا، اس **سلسلہ میں نویں مہم کا ذکر تھا جو بحرین کی تھی**۔ اس ضمن میں مزید تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے جو حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کی حُطم پر فوج کشی کے بارے میں ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت عَلَاءؓ نے حضرت جَارُودؓ کو حکم بھیجا کہ تم قبیلہ عبد القیس کو لے کر حُطَم کے مقابلے کے لیے ھَجَر سے ملحق علاقے میں جا کر پڑاؤ کرو اور حضرت عَلَاءؓ اپنی فوج کے ساتھ حُطَم کے مقابلے پر اس علاقے میں آئے۔ اہلِ دَارِیْن کے علاوہ تمام مشرکین حُطَم کے پاس جمع ہو گئے۔ اس طرح تمام مسلمان حضرت عَلَاء بن حَضْرَمیؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ دونوں نے اپنے اپنے آگے خندق کھود لی۔ وہ روزانہ اپنی خندق عبور کر کے دشمن پر حملہ کرتے اور لڑائی کے بعد پھر خندق کے پیچھے ہٹ آتے۔ ایک مہینے تک جنگ کی یہی کیفیت رہی۔ اسی اثنا میں ایک رات مسلمانوں کو دشمن کے پڑاؤ سے زبردست شور و غوغا سنائی دیا۔ حضرت عَلَاءؓ نے کہا کوئی ہے جو دشمن کی اصل حالت کی خبر لائے؟ حضرت عبد اللہ بن حَذَفؓ نے کہا مَیں اس کام کے لیے جاتا ہوں اور انہوں نے واپس آ کر یہ اطلاع دی کہ ہمارا حریف نشہ میں مدہوش ہے اور نشہ میں دھت واہی تباہی بک رہا ہے۔ یہ سارا شور اس کا ہے۔

جب یہ سنا تو مسلمانوں نے فوراً دشمن پر حملہ کر دیا اور اس کے پڑاؤ میں گھس کر ان کو بے دریغ موت کے گھاٹ اتارنا شروع کیا۔ وہ اپنی خندق کی طرف بھاگ گئے۔ کئی اس میں گر کر ہلاک ہو گئے، کئی بچ گئے۔ کئی خوفزدہ ہو گئے۔ بعض قتل کر دیے گئے یا گرفتار کر لیے گئے۔ مسلمانوں نے ان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ جو شخص بچ کر بھاگ سکا وہ صرف اس چیز کو لے جا سکا جو اس کے جسم پر تھی۔ البتہ اَبْجَرْ جان بچا کر بھاگ گیا۔ حُطَم کی خوف و دہشت سے یہ کیفیت تھی کہ گویا اس کے جسم میں جان ہی نہیں۔ وہ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھا جبکہ مسلمان مشرکین کے وسط میں آ چکے تھے۔ اپنی بدحواسی میں حُطَم خود مسلمانوں میں سے فرار ہو کر اپنے گھوڑے پر سوار ہونے کے لیے جانے لگا۔ جیسے ہی اس نے رکاب میں پاؤں رکھا رکاب ٹوٹ گئی۔ حضرت قَیس بن عاصمؓ نے اس کو واصل جہنم کیا۔ مشرکین کی قیام گاہ کی ہر چیز پر قبضہ کرنے کے بعد مسلمان ان کی خندق سے نکل کر ان کے تعاقب میں چلے۔

حضرت قَیس بن عاصمؓ اَبْجَرْ کے قریب پہنچ گئے مگر اَبْجَرْ کا گھوڑا حضرت قَیسؓ کے گھوڑے سے زیادہ طاقتور تھا۔ ان کو یہ اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں میری گرفت سے نکل نہ جائے۔ انہوں نے اَبْجَرْ کے گھوڑے کی پیٹھ پر نیزہ مارا جس سے گھوڑا زخمی ہو گیا۔ بہر حال لکھا ہے کہ اَبْجَرْ بھاگ گیا، ان کے قابو نہیں آیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت قَیس بن عاصِمؓ نے اَبْجَرْ کے سر پر ضرب لگائی جو اس کے خَود کو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ اس کے بعد حضرت قَیسؓ نے دوبارہ ایسا وار کیا کہ وہ لہولہان ہو گیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ288-289مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 227 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2003ء)

(کتاب الردۃ للواقدی صفحہ 163، دارالغرب الاسلامی 1990ء)

صبح کو حضرت عَلَاءؓ نے مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا اور ایسے لوگوں کو جنہوں نے خاص طور سے جنگ میں بہادری دکھائی تھی مرنے والے سرداروں کے قیمتی کپڑے بھی دیے۔ ان میں حضرت عَفِیف بن مُنْذِرؓ، حضرت قَیس بن عاصمؓ اور حضرت ثُمَامَہ بن اُثَالؓ کو کپڑے دیے گئے۔ حضرت ثُمَامَہؓ کو جو کپڑے دیے گئے ان میں حُطَم کا ایک سیاہ رنگ کا قیمتی منقش چوغہ تھا جس کو پہن کر وہ بڑے فخر و غرور سے چلا کرتا تھا۔

(طبری جلد 2صفحہ289 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

اس مہم کی کامیابی کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ کو دی گئی۔ حضرت عَلَاءؓ نے اپنے ایک خط میں حضرت ابو بکرؓ کو خندق والوں کی شکست اور حُطَم کے قتل کی اطلاع دی جس کو زید اور معمر نے قتل کیا تھا اور اس میں لکھا کہ اَمَّابَعْد! اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمارے دشمن کی عقلوں کو سلب کر لیا۔ ان کی قوتوں کو اس شراب کے ذریعہ جس کو انہوں نے دن کے وقت پیا تھا ختم کر دیا۔ ہم خندق عبور کر کے ان میں گھس گئے۔ ہم نے انہیں مدہوش پایا۔ سوائے چند ایک کے باقی سب کو ہم نے قتل کر دیا۔ اللہ نے حُطَم کا کام بھی تمام کر دیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ290-291مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

ھَجَر اور اس کے مضافات پر حضرت عَلَاءؓ کا قبضہ ہو گیا لیکن بہت سے مقامی فارسی نئی حکومت کے مخالف رہے۔ وہ اکثر یہ خبر پھیلا کر لوگوں میں ہراس پیدا کرتے کہ بس کوئی دم جاتا ہے کہ ھَجَر میں حکومتِ مدینہ کی بساط الٹ جائے گی۔ مَفْرُوق شَیْبَانِی اپنی قوم تَغْلِب اور نَمِر کی فوجیں لیے چلا آ رہا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ باتیں معلوم ہوئیں تو انہوں نے حضرت عَلَاءؓ کو لکھا کہ اگر تحقیق سے یہ معلوم ہو جائے کہ بنو شَیبان بن ثَعلَبہ جس کا لیڈر مفروق تھا تم پر حملہ کرنے والے ہیں اور شر پسند عناصر یہ خبر مشہور کر رہے ہیں تو ان کی سرکوبی کے لیے فوج روانہ کرنا اور ان لوگوں کو روند ڈالنا اور ان کے عقب والے قبائل کو ایسا خوفزدہ کرنا کہ انہیں کبھی سر اٹھانے کا حوصلہ نہ ہو۔

(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 49 ادارہ اسلامیات لاہور)

(تاریخ الطبری جلد 2صفحہ 291 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

مرتدین دَارِین میں جمع ہو گئے۔ اس کے بارے میں بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ دَارِین کی جنگ کو حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں بیان کیا جاتا ہے لیکن بعض مؤرخین دَارِین کی جنگ کو حضرت عمرؓ کے دور میں

لکھتے ہیں۔ بہر حال مرتدین کا اجتماع یہاں ہوا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 285 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

(فتوح البلدان صفحہ117 مؤسسۃ المعاف بیروت1987ء)

دَارِیْن خلیج فارس کا ایک جزیرہ تھا جو بحرین کے بالمقابل چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وہاں پہلے سے عیسائی خاندان آباد تھے۔ حضرت عَلَاءؓ سے شکست کھانے کے بعد بچ جانے والے شکست خوردہ باغیوں کا ایک بڑا حصہ کشتیوں میں بیٹھ کر دَارِیْن چلا گیا اور دوسرے لوگ اپنے اپنے قبائل کے علاقوں میں پلٹ گئے۔ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ نے قبیلہ بَکر بن وَائِل کے اُن لوگوں کو جو اسلام پر قائم تھے لکھا کہ ان کا مقابلہ کریں۔ نیز حضرت عُتَیْبَہ بن نَہَّاسؓ اور حضرت عَامِر بن عبدُ الْاَسْوَدؓ کو حکم بھیجا کہ تم وہیں پر رہو جہاں پر تم ہو اور ہر راستے پر مرتدین کے مقابلے کے لیے پہرے بٹھا دو۔ نیز انہوں نے حضرت مِسْمَعؓ کو حکم دیا کہ وہ خود بڑھ کر مرتدین کا مقابلہ کریں اور انہوں نے حضرت خَضْفَہ تَیْمِیؓ اور حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِیؓ کو حکم دیا کہ وہ بھی ان مرتدین کا مقابلہ کریں۔ بحرین میں فتنۂ ارتداد کی آگ بجھانے میں مثنّٰی بن حارثہ نے بہت بڑا کردار ادا کیا۔ انہوں نے اپنی فوج کے ساتھ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کا ساتھ دیا اور بحرین سے شمال کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے قَطِیف اور ھَجَر پر قبضہ کیا۔ اپنے اس مشن میں لگے رہے یہاں تک کہ فارسی فوج اور ان کے عُمّال پر غالب آئے جنہوں نے بحرین کے مرتدین کی مدد کی تھی۔ مرتدین سے قتال کے لیے ان علاقوں میں جو اسلام پر ثابت قدم رہے تھے انہیں لے کر حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ساحل کے ساتھ شمال کی طرف بڑھتے رہے اور جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِیؓ کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت قَیس بن عاصمؓ نے کہا کہ یہ کوئی غیر معروف، مجہول النسب اور غیر شریف انسان نہیں۔ وہ تو مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِی ہیں۔

چنانچہ حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثَہ شَیْبَانِیؓ مرتدین کے روکنے کے لیے راستوں کے ناکوں پر کھڑے ہوئے اور مرتدین میں سے بعض نے توبہ کی اور اسلام لے آئے جسے تسلیم کیا گیا۔ اور بعض نے توبہ کرنے سے انکار کر دیا اور ارتداد پر اصرار کیا۔ ان کو ان کے علاقے میں جانے سے روک دیا گیا۔ اس لیے وہ پھر اسی رستے پر پلٹے جہاں سے وہ آئے تھے یہاں تک کہ وہ بھی کشتیوں کے ذریعہ دَارِیْن پہنچ گئے۔ اس طرح اللہ نے ان سب کو ایک جگہ جمع کر دیا۔ حضرت عَلَاءؓ ابھی تک مشرکین کے لشکر میں ہی مقیم تھے کہ ان کے پاس بَکر بن وَائِل، جن کو انہوں نے خط لکھے تھے، کے خطوط کے جواب موصول ہو گئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ لوگ اللہ کے حکم پر عمل کریں گے اور اس کے دین کی حمایت کریں گے۔ جب حضرت عَلَاءؓ کو ان لوگوں کے بارے میں حسبِ مراد خبر مل گئی یعنی کہ وہ مسلمان ہیں اور بغاوت نہیں کر رہے اور لڑائی نہیں کریں گے اور ان کو یقین ہو گیا کہ ان کے جانے کے بعد پیچھے اہلِ بحرین میں سے کسی کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آئے گا تو انہوں نے کہا کہ اب تمام مسلمانوں کو دَارِیْن کی طرف چلنا چاہیے اور ان کو دَارِیْن پر پیش قدمی کی دعوت دی۔

یہ واقعہ جس کی تفصیل آگے آئے گی، اس واقعہ کو جس طرح بیان کیا گیا ہے وہ بظاہر ناممکن نظر آتا ہے کہ کس طرح انہوں نے سمندر کو عبور کیا۔ اس کے بیان میں ہو سکتا ہے کچھ حد تک صداقت بھی ہو اور کچھ مبالغہ

سے بھی کام لیا گیا ہو۔ بہر حال اگر اس میں کچھ صداقت ہے تو اس کی وضاحت کیا ہے؟ اس کی وضاحت آخر میں بیان کر دوں گا۔ بہر حال بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے پاس کشتیاں وغیرہ نہیں تھیں جن پر سوار ہو کر وہ جزیرے تک پہنچتے۔ یہ دیکھ کر حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے تقریر کی جس میں کہا کہ اللہ نے تمہارے لیے شیاطین کے گروہوں کو جمع کر دیا ہے اور جنگ کو سمندر میں دھکیل دیا ہے۔ وہ پہلے خشکی میں تمہیں اپنے نشانات دکھا چکا ہے تا کہ ان نشانات کے ذریعہ سمندر میں بھی تم سبق سیکھو۔ اپنے دشمن کی طرف چلو۔ سمندر کو چیرتے ہوئے اس کی طرف پیش قدمی کرو کیونکہ اللہ نے انہیں تمہارے لیے اکٹھا کیا ہے۔

ان سب نے جواب دیا کہ بخدا! ہم ایسا ہی کریں گے اور وادیٔ دَھْنَا کا معجزہ دیکھنے کے بعد ہم جب تک زندہ ہیں ان لوگوں سے نہیں ڈریں گے۔ طبری میں یہ روایت لکھی ہوئی ہے۔ **وہ معجزہ پہلے بیان ہو چکا ہے** جس میں مسلمانوں کے بھاگے ہوئے اونٹ بھی واپس آ گئے تھے اور پانی کا چشمہ بھی جاری ہوا تھا۔ اس کے بارے میں انہوں نے حوالہ دیا کہ وہ معجزہ ہم دیکھ چکے ہیں تو سمندر کے پانی پہ بھی ہم چلنے کا معجزہ دیکھ لیں گے۔ حضرت عَلَاءؓ اور تمام مسلمان اس مقام سے چل کر سمندر کے کنارے آئے۔ حضرت عَلَاءؓ اور آپؓ کے ساتھی خدا کے حضور یہ دعا کر رہے تھے کہ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ یَا کَرِیْمُ یَا حَلِیْمُ یَا اَحَدُ یَا صَمَدُ یَاحَیُّ یَا مُحْیِیَ الْمَوْتِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ یَارَبَّنَا۔ اے رحم کرنے والوں میں سے سب سے زیادہ رحم کرنے والے! اے کریم! اے بہت ہی بُردبار! اے وہ جو اکیلا ہے! اے بے نیاز! اے وہ جو زندہ ہے جو دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے اور اے مُردوں کو زندہ کرنے والے! اے وہ جو زندہ ہے اور دوسروں کو زندگی بخشنے والا ہے! اے وہ جو قائم ہے اور دوسروں کو قائم کرنے والا ہے! اے ہمارے رب! تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

بہر حال بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عَلَاءؓ نے لشکر کے تمام افراد کو کہا کہ یہ دعا کرتے ہوئے سمندر میں اپنی سواریاں ڈال دیں۔ چنانچہ تمام مسلمان اپنے سپہ سالار حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کی پیروی کرتے ہوئے ان کے پیچھے اپنے گھوڑوں، گدھوں، اونٹوں اور اپنے خچروں پر سوار **ہوئے اور انہیں سمندر میں ڈال دیا اور پھر** اللہ کی قدرت! اس خلیج کو بغیر کسی نقصان کے عبور کر لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نرم ریت جس پر پانی چھڑکا گیا ہے اس پر چل رہے ہیں کہ اونٹوں کے پاؤں تک نہ ڈوبے اور سمندر میں مسلمانوں کی کوئی چیز غائب نہ ہوئی۔ ایک چھوٹی سی گٹھڑی کے غائب ہونے کا ذکر ہے۔ اس کو بھی حضرت عَلَاءؓ اٹھا لائے تھے۔ بہر حال ساحل سے دَارِیْن تک کا سفر بیان کیا جاتا ہے کہ کشتیوں کے ذریعہ ایک دن اور ایک رات میں طے ہوتا تھا لیکن اس قافلے نے ایک ہی دن کے بہت ہی تھوڑے وقت میں یہ فاصلہ طے کر لیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ289 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)
(سیدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد صلابی صفحہ 344-345، مکتبہ الفرقان ضلع مظفر گڑھ پاکستان)
(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 241-242 اسلامی کتب خانہ لاہور)

تاریخ طبری میں اس طرح اس کی یہ تفسیر بیان کی گئی لیکن موجودہ زمانے کے بعض مصنف سمندر عبور کرنے کے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ اس وقت خلیج فارس میں جزر آیا ہو یا روایات میں

مبالغہ ہو اور درحقیقت مسلمانوں کو مقامی باشندوں کے ذریعہ سے کشتیاں دستیاب ہو گئی ہوں جن پر سوار ہو کر انہوں نے سمندر عبور کیا ہو۔ لیکن بہرحال روایت میں اس تفصیل کا کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ مختلف لوگوں نے یہ روایت لکھی ہے۔ انہوں نے عبور کرنے کا ذکر کیا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ مسلمان دَارِین پہنچ گئے تھے۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ صفحہ 242 اسلامی کتب خانہ لاہور)

کس طرح پہنچے اللہ بہتر جانتا ہے۔ **باقی رہا معجزات کے بارے میں تو حضرت** مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایک تفسیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے جو اصولی راہنمائی کی ہے وہ بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت مصلح موعودؓ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہجرت کے وقت سمندر کے پھٹنے والے واقعہ کی تفسیر اور وضاحت کرتے ہوئے بیان فرمایا جو قرآن شریف میں آیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے بیان کے مطابق واقعہ کی کیفیت یہ معلوم ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل ارضِ مقدس کے ارادے سے چلے جا رہے تھے کہ پیچھے سے فرعون کا لشکر آپہنچا۔ اسے دیکھ کر بنی اسرائیل گھبرائے اور سمجھے کہ اب پکڑے جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کی معرفت ان کو تسلی دلائی اور حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اپنا عصا سمندر پر ماریں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سمندر میں ایک راستہ ہو گیا اور وہ اس میں سے آگے روانہ ہوئے۔ ان کے دونوں طرف پانی تھا جو ریت کے ٹیلوں کی مانند یعنی اونچا نظر آتا تھا۔ لشکر فرعون نے ان کا پیچھا کیا مگر بنی اسرائیل کے صحیح سلامت پار ہونے پر پانی پھر لَوٹا اور مصری غرق ہو گئے۔ اب لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے سمجھنے کے لیے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق تمام معجزات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کسی انسان کا اس میں دخل اور تصرف نہیں ہوتا۔ پس حضرت موسیٰؑ کا عصا اٹھانا اور سمندر پر مارنا صرف ایک نشانی کے لیے تھا نہ اس لیے کہ حضرت موسیٰؑ کا یا عصا کا سمندر کے سمٹ جانے میں کوئی دخل تھا۔

اس عصا کا سمندر کے سمٹ جانے میں کوئی دخل تھا۔ اسی طرح یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کریم کے الفاظ سے ہرگز ثابت نہیں کہ سمندر کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے اور اس میں سے حضرت موسیٰؑ نکل گئے تھے بلکہ قرآنِ کریم میں اس واقعہ کے متعلق دو لفظ استعمال کیے گئے ہیں، ایک فَرَقَ اور ایک اِنْفَلَقَ کا، جن کے معنی جدا ہو جانے کے ہیں۔ پس قرآن کریم کے الفاظ کے مطابق اس واقعہ کی یہی تفصیل ثابت ہوتی ہے کہ بنی اسرائیل کے گذرنے کے وقت سمندر جدا ہو گیا تھا یعنی کنارے سے ہٹ گیا تھا اور جو خشکی نکل آئی تھی اس میں سے بنی اسرائیل گذر گئے تھے اور سمندر کے کناروں پر ایسا ہو جایا کرتا ہے۔

چنانچہ نپولین کی (زندگی) لائف میں بھی لکھا ہے کہ جب وہ مصر پر حملہ آور ہوا تو وہ بھی اپنی فوج کے ایک حصہ سمیت بحیرۂ احمر کے کنارے کے پاس جزر کے وقت گزرا تھا اور اس کے گزرتے گزرتے مدّ کا وقت آ گیا اور مشکل سے بچا۔ اس واقعہ میں معجزہ یہ تھا یعنی حضرت موسیٰؑ والے واقعہ میں جو معجزہ تھا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایسے وقت میں سمندر کے سامنے پہنچایا جبکہ جزر کا وقت تھا اور حضرت موسیٰؑ کے ہاتھ اٹھاتے ہی اللہ تعالیٰ کے حکم کے ماتحت پانی گھٹنا شروع ہوا لیکن فرعون کا لشکر جب سمندر میں داخل ہوا تو ایسی غیر معمولی رو کیں اس کے

راستے میں پیدا ہو گئیں کہ اس کی فوج بہت سست رفتاری سے بنی اسرائیل کے پیچھے چلی اور ابھی سمندر ہی میں تھی کہ مدّ آ گئی اور دشمن غرق ہو گیا... سمندر میں مدّ و جزر پیدا ہوتا رہتا ہے اور ایک وقت میں پانی کنارے پر سے بہت دور پیچھے ہٹ جاتا ہے اور دوسرے وقت میں وہ خشکی پر اَور آگے آ جاتا ہے۔ سمندر پھاڑنے کے واقعہ کا اسی مدّ و جزر کی کیفیت سے تعلق ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسے وقت میں سمندر سے گزرے جبکہ جزر کا وقت تھا اور سمندر پیچھے ہٹا ہوا تھا اور اس کے بعد فرعون پہنچا۔ وہ بوجہ اس کے کہ کم سے کم ایک دن بعد حضرت موسیٰؑ کے چلا تھا وہ مارا مار کرتا ہوا جس وقت سمندر پر پہنچا ہے اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سمندر کے اس خشک ٹکڑے کا جس سے وہ گزر رہے تھے اکثر حصہ طے کر چکے تھے۔ فرعون نے ان کو پار ہوتے دیکھ کر جلدی سے اس میں اپنی رتھیں ڈال دیں مگر سمندر کی ریت جو گیلی تھی اس کی رتھوں کے لیے مہلک ثابت ہوئی اور اس کی رتھیں اس میں پھنسنے لگیں اور اس قدر دیر ہو گئی کہ مدّ کا وقت آ گیا اور پانی بڑھنے لگا۔ اب اس کے لیے دونوں باتیں مشکل تھیں۔ نہ وہ آگے بڑھ سکتا تھا نہ پیچھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سمندر نے اسے درمیان میں آ لیا اور وہ اور اس کے بہت سے ساتھی سمندر میں غرق ہو گئے اور چونکہ مدّ کا وقت تھا، سمندر کا پانی جو کنارے کی طرف بڑھ رہا تھا اس نے ان کی لاشوں کو خشکی کی طرف لا پھینکا۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 419 تا 422)

بہرحال مسلمان دَارِین کسی طرح پہنچ گئے تھے جیسا کہ مَیں نے بیان کیا ہے اور وہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسی طرح کا مدو جزر والا کوئی واقعہ ہوا ہو۔ دَارِین پہنچ کر وہاں مسلمانوں کا اور مرتد باغیوں کا مقابلہ ہوا اور نہایت ہی خونریز جنگ ہوئی جس میں وہ سب مارے گئے یعنی باغی مارے گئے۔ کوئی خبر دینے والا بھی نہ بچا۔ مسلمانوں نے ان کے اہل و عیال کو لونڈی یا غلام بنا لیا اور ان کی املاک پر قبضہ کر لیا۔ ہر ایک شہ سوار کو چھ ہزار اور ہر پیادے کو دو ہزار درہم غنیمت میں ملے۔ مسلمانوں کو ساحلِ سمندر سے ان تک پہنچنے اور ان کے مقابلے میں پورا دن صرف ہو گیا۔ ان سے فارغ ہو کر وہ پھر واپس آ گئے۔

حضرت ثُمَامہ بن اُثَالؓ کی شہادت کا واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ تمام لوگوں کو واپس لے آئے سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے وہیں پر قیام کرنے کو پسند کیا۔ حضرت ثُمَامہ بن اُثَالؓ بھی واپس آنے والوں میں تھے۔ عبداللہ بن حَدَفؓ کہتے ہیں کہ ہم بنو قَیس بن ثعلبہ کے ایک چشمہ پر مقیم تھے۔ لوگوں کی نظر حضرت ثُمَامہؓ پر پڑی اور انہوں نے حُطَم کا چوغہ آپؓ کے جسم پر دیکھا۔ حُطَم کا یہ وہی چوغہ تھا جو اس کے قتل ہونے کے بعد مالِ غنیمت میں حضرت ثُمَامَہؓ کو دیا گیا تھا۔ انہوں نے ایک شخص کو دریافت کے لیے بھیجا، یعنی اس قبیلے والوں نے اور اُسے کہا کہ جا کر حضرت ثُمَامَہؓ سے دریافت کرو کہ یہ چوغہ تمہیں کہاں سے ملا ہے اور حُطَم کے متعلق دریافت کرو کہ کیا تم نے ہی اسے قتل کیا تھا (حُطَم ان کا لیڈر تھا) یا کسی اَور نے؟ اس شخص نے آ کر حضرت ثُمَامَہؓ سے چوغہ کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ مجھے مالِ غنیمت میں ملا ہے۔ اس شخص نے کہا کہ تم نے حُطَم کو قتل کیا ہے؟ حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا کہ نہیں۔ اگرچہ میری تمنا تھی کہ مَیں اس کو قتل کرتا۔ اس شخص نے کہا کہ یہ چوغہ تمہارے

پاس کہاں سے آیا ہے؟ حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا اس کا جواب مَیں تمہیں پہلے ہی دے چکا ہوں کہ مالِ غنیمت میں ملا ہے۔ تو اس قبیلے کے اس شخص نے آ کے اپنے دوستوں کو اپنی ساری گفتگو کی اطلاع دی۔ وہ سب پھر حضرت ثُمَامَہؓ کے پاس اکٹھے ہو کے آئے اور ان کو آ کر گھیر لیا۔ ان سب نے کہا کہ تم حُطَم کے قاتل ہو۔ حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا کہ تم جھوٹے ہو۔ مَیں اس کا قاتل نہیں ہوں۔ البتہ یہ چوغہ مجھے مالِ غنیمت میں بطور حصہ کے ملا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حصہ تو صرف قاتل ہی کو ملتا ہے حضرت ثُمَامَہؓ نے کہا کہ یہ چوغہ اس کے جسم پر نہیں تھا بلکہ اس کی سواری یا اس کے سامان سے ملا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ تم جھوٹ بولتے ہو۔ پھر ان کو شہید کر دیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ289 تا290 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

دسویں مہم کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ حضرت سُوَید بن مُقَرِّنؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم تھی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جھنڈا حضرت سُوَید بن مُقَرِّنؓ کو دیا اور ان کو حکم دیا کہ وہ یمن کے علاقے تِہَامہ کو جائیں۔ (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 257مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

لغت میں تِہَامہ کے معنی شدت گرمی اور ہوا کے رک جانے کے بھی ہیں۔ اسی طرح لغت میں اس کے ایک معنی نشیب کے بھی ہیں۔ (لسان العرب زیر مادہ: تہم)

یمن کے مغرب اور جنوب میں بحر قلزم کے ساحل پر نشیبی اراضی کی ایک پٹی ہے جسے تِہَامہ کہتے ہیں۔ اس اراضی میں بہت سی نیچی لیکن تہ بہ تہ پہاڑیاں پائی جاتی ہیں۔ تِہَامہ کی شمالی سرحد مکہ کے قریب پہنچتی تھی اور جنوبی یمن کے پایہ تخت صَنْعَاء سے کوئی ساڑھے تین سو میل کے فاصلے پر ختم ہوتی تھی۔ تِہَامَہ یمن کا ایک ضلع تھا جس میں بہت سے گاؤں اور قصبے تھے۔

(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ 40-41 ادارہ اسلامیات لاہور)

یہ تو تِہَامہ یمن کا مختصر تعارف ہے۔ حضرت سُوَید بن مُقَرِّنؓ کا تعارف یہ ہے کہ حضرت سُوَیدؓ کے والد کا نام مُقَرِّن بن عَائِذ تھا۔ ان کا تعلق مُزَینہ قبیلہ سے تھا۔ ان کی کنیت ابوعدی تھی۔ ابو عمرو بھی کنیت بیان کی گئی ہے۔ پانچ ہجری میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ انہوں نے جنگِ خندق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شمولیت کی۔ پھر اس کے بعد تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ آپ حضرت نعمان بن مُقَرِّنؓ کے بھائی تھے جنہوں نے ایرانی فتوحات میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے تھے۔

(اسدالغابہ جلد 2صفحہ 600 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2008ء)

(ماخوذ از طبقات الکبریٰ جلد 6 صفحہ 97 ، جلد اول صفحہ 222 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

تاریخی کتب میں حضرت سُوَیدؓ کے تِہَامہ جانے اور وہاں ان کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کی تفصیل نہیں ملتی تاہم کتبِ تاریخ میں اہل تِہَامہ کے ارتداد اور بغاوت کے حالات وواقعات یوں بیان ہوئے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہجری میں حجۃ الوداع کے بعد یمن میں محصلین زکوٰۃ مقرر فرمائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کو سات حصوں میں تقسیم فرمایا تھا۔ تِہَامہ پر طاہر بن ابوہالہ کو عامل مقرر فرمایا تھا۔ تِہَامَہ میں ادنیٰ درجہ کے عربوں کے علاوہ دو بڑے اور اہم قبیلے تھے۔ ایک عَکّ اور دوسرا اَشْعَر۔ (حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط صفحہ41 ادارہ اسلامیات لاہور)

تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے حضرت عَتَّابْ بن اُسَیدؓ اور حضرت عثمان بن ابو العاصؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو لکھا کہ ہمارے علاقے میں مرتدین نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا ہے۔ مرتدین صرف مرتدین نہیں تھے بلکہ جیسا کہ پہلے بھی بیان کر چکا ہوں یہ لوگ مسلمانوں پر حملے بھی کرتے تھے۔ یہاں بھی یہی صورتحال تھی۔ تو حضرت عَتَّابْؓ نے اپنے بھائی حضرت خالد بن اُسَیدؓ کو اہلِ تِہَامہ کی سرکوبی کے لیے بھیجا جہاں بنو مُدْلِج کی ایک بڑی جماعت اور خُزَاعہ اور کِنَانَہ کی مختلف جماعتیں بنو مُدْلِج کے خاندان بنو شَنُوق کے جُنْدُبْ بن سُلْمٰی کی سرکردگی میں مرتد ہو کر مقابلہ کے لیے جمع تھیں۔ دونوں حریفوں کا مقابلہ ہوا اور حضرت خالد بن اُسَیدؓ نے ان کو شکست دے کر پراگندہ کر دیا اور بہت سارے افراد کو قتل کر دیا۔ اس میں بنو شَنُوق کے افراد سب سے زیادہ مارے گئے۔ اس واقعہ کے بعد ان کی تعداد بہت کم رہ گئی۔ اس واقعہ نے حضرت عَتَّابْؓ کے علاقے کو فتنۂ ارتداد سے پاک صاف کر دیا اور جندب بھاگ گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ294 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

(الکامل فی التاریخ جلد2صفحہ230 دارالکتب العلمیۃ لبنان)

ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد تِہَامَہ میں سب سے زیادہ قبیلہ عَكْ اور اَشْعَر نے بغاوت کی اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی اطلاع ملی تو ان میں سے متفرق لوگ جمع ہوئے اور پھر خَثْعَمْ قبیلہ کے لوگ بھی ان کے ساتھ جا ملے۔ انہوں نے ساحلِ سمندر کی جانب اَعْلَابْ مقام میں اپنا پڑاؤ ڈالا اور ان کے ساتھ وہ سپاہی بھی آ ملے جن کا کوئی سردار نہ تھا۔ اَعْلَابْ جو ہے یہ بھی مکہ کے ساحل کے درمیان قبیلہ عَكْ کا علاقہ ہے۔ حضرت طاہر بن ابو ہالہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع دی اور خود ان کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے اور اپنی روانگی کی اطلاع بھی انہوں نے حضرت ابو بکرؓ کو لکھ دی۔ حضرت طاہرؓ کے ساتھ مَسروق عَبْسِی اور قبیلہ عَكْ میں سے ان کی قوم کے وہ افراد تھے جو مرتد نہیں ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ مقام اَعْلَابْ میں ان لوگوں سے جا ملے اور وہاں ان سے شدید جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو، دشمنوں کو شکست دی۔ مسلمانوں نے ان کو بے دریغ قتل کیا۔ تمام راستوں میں ان کے مقتولین کی بدبو پھیل گئی اور مسلمانوں کو ایک شاندار فتح حاصل ہوئی۔

تِہَامَہ میں ارتداد کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف نے لکھا ہے کہ تِہَامَہ کے ارتداد کو کچلنے میں سرفہرست طاہر بن ابی ہالہ تھے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تِہَامَہ کے لیے تِہَامَہ کے حصہ پر والی تھے جو قبیلہ عَكْ اور اشعریوں کا وطن تھا۔ پھر ابو بکرؓ نے عُكَّاشہ بن ثَور کو حکم دیا کہ وہ تِہَامَہ میں اقامت پذیر ہوں اور اپنے پاس اس کے باشندوں کو اکٹھا کر کے حکم کا، حضرت ابو بکرؓ کے حکم کا انتظار کریں۔ حضرت عکاشہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت حَضْرَمَوت کے دو علاقوں سَکَاسِكْ اور سَکُوْن پر عامل مقرر تھے اور بَجِیْلَہ قبیلہ کے پاس حضرت ابو بکرؓ نے جَرِیر بنِ عبد اللہ بَجَلِیؓ کو واپس بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی قوم کے ثابت قدم رہنے والے مسلمانوں کو لے کر اسلام سے مرتد ہونے والوں سے قتال کریں اور پھر قبیلہ خَثْعَم کے پاس پہنچیں اور ان کے مرتدین سے قتال کریں۔ جَرِیر اپنی مہم پر روانہ ہوئے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حکم دیا تھا

اس کو بجالائے اور تھوڑے سے افراد کے علاوہ ان کے مقابلے میں کوئی نہ آیا۔ آپؓ نے ان کو قتل کیا اور انہیں منتشر کر دیا۔
(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ294-295مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)
(الکامل فی التاریخ جلد2صفحہ230 دارالکتب العلمیۃ لبنان) (سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت وکارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 303 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ پاکستان)(معجم البلدان جلد1 صفحہ 263)

یہ مہمات کا ذکر ہو رہا ہے آئندہ ان شاء اللہ گیارھویں مہم کا ذکر ہو گا۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ **ان میں سے دو تو برکینا فاسو کے ہمارے نوجوان ہیں۔** 11 رجون کی شام کو یہ اپنے علاقے، ڈوری ریجن کے علاقے میں ایک گاؤں میں تھے جہاں دہشت گردوں نے حملہ کیا اور یہاں بہت سے افراد مارے گئے۔ اس میں ہمارے یہ دو احمدی خادم بھی شہید ہوئے جو اپنی دکان پہ کام کر رہے تھے۔ فائرنگ ہوئی اور یہ موقع پر شہید ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

ایک ان میں سے جو ہیں **ان کا نام ہے ڈیکوز کریا(Dicku Zakariya) ان کی عمر 32 سال تھی۔** ڈوری ریجن میں ان کو بطور ریجنل قائد خدام الاحمدیہ خدمت کی توفیق ملی۔ مدرسۃ الحفظ گھانا میں قرآن کریم حفظ کرنے کے لیے بھی گئے تھے۔ کچھ عرصہ حفظ کیا پھر واپس آ گئے۔ ہمیشہ جماعتی کاموں کے لیے حاضر رہتے تھے۔ ہر کام کے لیے لبیک کہہ کر اپنے آپ کو پیش کرتے تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کے پابند تھے۔ تہجد اور نوافل بھی باقاعدہ ادا کرنے والے تھے۔ اپنے چندہ جات بھی باقاعدہ ادا کرتے تھے۔ ماہانہ آمد کے علاوہ بھی کوئی آمد ہوتی تو اس پر بھی فوری چندہ ادا کرتے۔ جماعت اور خلافت سے سچی محبت تھی۔ باقاعدہ خطبہ جمعہ سنا کرتے تھے۔ ایم ٹی اے کے دوسرے پروگرام بڑے شوق سے دیکھا کرتے تھے۔ ان کے لوکل مشنری کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ آخری ملاقات میں انہوں نے کہا کہ خلیفۂ وقت سے کب ملاقات نصیب ہوتی ہے۔ ان کی بڑی خواہش تھی خلیفۂ وقت سے ملنے کی۔ یہ معلم صاحب نے لکھا ہے کہ ایک مثالی خادم تھے۔ پسماندگان میں ان کی ایک اہلیہ اور دو بیٹیاں اور ایک بیٹا شامل ہیں۔

دوسرے شہید جو تھے وہ ڈیکو موسیٰ (Dicku Mussa) صاحب تھے۔ ان کی عمر 34 سال تھی۔ یہ اس وقت اپنی مجلس سائی تنگا (Seytenga) کے قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ اپنی جماعت کے تمام پروگراموں میں سب سے بڑھ کر حصہ لیتے۔ دوسروں کو شامل کرتے۔ نمازوں اور چندہ جات میں باقاعدہ تھے۔ ان کی جماعت میں مسجد نہیں تھی تو یہ مقامی طور پر کوشش کر رہے تھے ایک شیڈ بنا کر وہاں باقاعدہ نماز ادا کریں۔ یہ مجھے خط بھی باقاعدہ لکھتے رہتے تھے۔ کیسیٹل سے کوئی بھی دورے کے لیے جاتا تو اس کی خاطر تواضع کرتے۔ خود ساتھ ساتھ رہتے، کام کرواتے، دورہ میں شامل ہوتے۔ ان کے پسماندگان میں ان کی دو بیویاں ہیں اور تین بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔

ان دونوں شہداء کے بارے میں وہاں کے امیر جماعت لکھتے ہیں: یہ دونوں خدام ہمارے لوکل مشنری ڈیکو احمدو بوریما (Dicku Amadou Bourema) صاحب کے بھائی تھے جو کہ اس وقت ریڈیو احمدیہ ڈوری کے انچارج ہیں۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد ابراہیم بُنتی (Bonti) صاحب کے ذریعہ سے آئی تھی۔ وہ بہت ہی مخلص اور پرجوش داعی الی اللہ تھے۔ وہ ڈوری ریجن کے زعیم انصار اللہ بھی رہے۔ 2011ء میں ان کی

وفات ہو گئی تھی۔ پھر آگے امیر صاحب دعا کے لیے بھی لکھتے ہیں کہ برکینا فاسو میں 2015ء سے دہشت گرد حملے ہو رہے ہیں اور ملک کے نارتھ کے علاقے میں بہت زیادہ تباہی ہے۔ دو ملین سے زائد لوگ بے گھر ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بھی امن کے حالات پیدا کرے اور دنیا کے جو معاشی اور سیاسی حالات اب ہو رہے ہیں ان سے دہشت گردی کے امکانات مزید بڑھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہی انسانیت پر رحم فرمائے اور ان کو عقل دے۔

دوسرا ذکر محمد یوسف بلوچ صاحب ابن نورنگ خان صاحب، بستی صادق پور ضلع عمر کوٹ سندھ کا ہے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ بلوچ ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کے ہیں۔ وہاں پیدا ہوئے تھے۔ 1934ء میں حضرت مولانا غلام رسول راجیکی صاحبؓ کے ذریعہ سے ان کے ہاں، ان کے خاندان میں احمدیت آئی۔ قیامِ پاکستان کے بعد ہجرت کر کے یہ تحریک جدید کی زمینوں پر صادق پور ضلع عمر کوٹ میں آ گئے۔ پھر یہ کچھ عرصہ چھ سال کے قریب ربوہ میں بھی مقیم رہے اور اس محلے میں خادم مسجد کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ کے فضل سے موصی تھے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ سات بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے شبیر احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں۔ آجکل آئیوری کوسٹ میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں اور میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنے والد کے جنازے میں شریک نہیں ہو سکے۔ مرحوم کے دو پوتے بھی مربی سلسلہ ہیں۔

ان کے بیٹے شبیر صاحب مربی سلسلہ لکھتے ہیں کہ بہت ساری خوبیوں کے مالک تھے۔ ہم نے بچپن سے ان کو تہجد کا پابند دیکھا۔ روزانہ فجر کے بعد بلند آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے۔ کہتے ہیں جب بھی میں گھر گیا ہوں تو مجھے بلا کر کہتے کہ میری دو باتیں ہمیشہ یاد رکھنا کہ خلافت سے ہمیشہ وفا کرنا اور اپنے وقف کا حق ادا کرنا۔ کہتے ہیں مہمان نواز بھی بہت تھے۔ راہ چلتے لوگوں کو گھر لے آتے۔ آپ کی تعزیت پر بھی بہت سے غیر از جماعت لوگ اور ہندو وغیرہ سب آئے اور بڑے اچھے الفاظ میں ان کو یاد کیا اور یہ بھی اظہار کیا کہ ہمارا باپ فوت ہو گیا ہے کیونکہ غرباء کی بہت مدد کیا کرتے تھے۔

تیسرا ذکر عزیزہ مبارزہ فاروق (واقفہ نو) کا ہے جو فاروق احمد صاحب کی بیٹی تھیں۔ یہ ربوہ کی ہیں۔ ان کا بھی گذشتہ دنوں انتقال ہوا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ بچی جب گیارہ سال کی تھی تو ہائی ٹینشن بجلی کی تار کو ہاتھ لگانے کی وجہ سے ان کے دونوں بازو مفلوج ہو گئے، خراب ہو گئے اور پھر دونوں بازو کاٹنے پڑے لیکن اس حالت میں بھی عزیزہ نے ہمت نہیں ہاری۔ اپنی تعلیم کو جاری رکھا۔ پہلے اس نے منہ سے قلم پکڑ کر لکھنے کی پریکٹس کی۔ پھر دونوں کہنیوں کے ساتھ قلم پکڑ کر لکھنے کی مشق کی اور اس طرح چند ماہ میں نہایت خوش خط لکھنے لگی۔ تعلیم کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ کچھ عرصہ بعد یہ فیملی ربوہ شفٹ ہو گئی۔ یہاں بھی اپنی تعلیم جاری رکھی۔ 2013ء میں اچھے نمبروں میں بی اے پاس کر لیا۔ پھر تعلیم الاسلام کالج سے ایم اے عربی بھی کیا۔ واقفہ نو کی حیثیت سے کچھ عرصہ انہوں نے طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں بھی خدمت کی۔ قرآنِ کریم صحت تلفظ کے ساتھ اور لفظی ترجمہ کے ساتھ سیکھا اور ہمیشہ سو فیصد نمبر لیا کرتی تھیں۔ محلہ میں ترجمۃ القرآن کلاس بھی لیتی تھیں۔ ان کے پسماندگان میں والدین کے علاوہ دو بھائی اور دو بہنیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے والدین کو

بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے مکرم آنزومانا واترا(Aanzumana Wattara) صاحب جو آئیوری کوسٹ میں ماساداگو علاقے کے معلم سلسلہ تھے۔ ان کی بھی گذشتہ دنوں وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

وہاں کے مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ مرحوم سادہ لوح، صوم و صلوٰۃ کے پابند، منکسر المزاج، دعا گو، نیک اور پارسا بزرگ تھے۔ کثرت سے نوافل ادا کرتے اور سوموار اور جمعرات کو نفلی روزہ باقاعدگی سے رکھتے تھے۔ کثرت سے ان کی دعائیں بھی قبول ہوتی تھیں۔ خلافت سے ان کو ایک والہانہ عشق تھا۔ ایک بہترین مبلغ تھے۔ 1997ء میں ایک خواب کے ذریعہ انہوں نے احمدیت قبول کی اور خواب میں دیکھا کہ ایک جنگل میں ہیں اور وہاں سے ایک جگہ ناسیاں گاؤں ہے، وہاں جارہے ہیں اور ایک تلوار کے ساتھ وہاں جانے کے لیے راستہ بنارہے ہیں اور ساتھ ہی کلمہ طیبہ اونچی آواز سے پڑھتے ہوئے جارہے ہیں۔ کہتے ہیں اس خواب کے بعد ایک دن مجھے پتہ چلا کہ ایک احمدی مشنری عمر معاذ صاحب ناسیاں تبلیغ کے لیے آئے ہیں تو یہ خود بھی ناسیاں تشریف لے گئے اور جماعت کا پیغام سنتے ہی بیعت کرلی اور کہا کہ یہی وہ پیغام تھا جس کو قبول کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں بتایا تھا۔ کوشش کرکے میں نے اس گاؤں میں جانا ہے جہاں مجھے دین ملے گا۔ بہرحال قبولیتِ احمدیت کے کچھ عرصہ کے بعد آپ نے وقف کیا اور باقاعدہ معلم سلسلہ کے طور پر جماعت کی خدمت شروع کی۔ 2002ء میں جب ملک میں خانہ جنگی شروع ہوئی تو مرکز کا ان کی جگہ سے رابطہ بحال نہ رہ سکا۔ معلم صاحب نے گاؤں اور ارد گرد کی جماعتوں میں اپنا رابطہ بحال رکھا اور جماعت کے افراد کے لیے تعلیم و تربیت کا کام ہر حال میں جاری رکھا اور مرکز سے رابطہ میں رہے۔ اس طرح انہوں نے اپنے گاؤں میں، اپنے گھر کے احاطے میں ایک مسجد بھی تعمیر کی اور وہیں سے احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کا کام بھی کرتے تھے۔ اس طرح نیشنل سطح کے ہر جماعتی پروگرام میں باقاعدگی سے لمبا سفر طے کرکے شامل ہوتے تھے۔ 1998ء میں آپ کو جلسہ سالانہ یوکے میں شرکت کا موقع ملا۔ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور حضور رحمہ اللہ کے ساتھ ایم ٹی اے کے پروگرام The French Mulaqat جو تھی اس میں بھی شرکت کا موقع ملا اور اس ملاقات سے بہت خوش تھے اور لوگوں کو سنایا کرتے تھے کہ یہ ملاقات میری زندگی کا بہت خوبصورت حصہ ہے اس کو میں بیان نہیں کرسکتا۔

2004ء میں جب مَیں نے برکینا فاسو کا دورہ کیا تو وہاں یہ مجھ سے ملے اور کہنے لگے کہ یہ جو مَیں آپ سے مل رہا ہوں یہ میں اپنی ایک نئی زندگی کی وجہ سے مل رہا ہوں۔ اور یہ آپ کے دورہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرمایا ہے اور یہ برکت مجھے حاصل ہو رہی ہے۔ کہنے لگے کہ دو ماہ پہلے میں شدید بیمار ہو گیا یہاں تک کہ گھر والوں نے سمجھا کہ شاید میرا آخری وقت ہے۔ کہتے ہیں اس وقت میں نے خواب میں دیکھا۔ یعنی انہوں نے مجھے خواب میں دیکھا کہ میں ان کے سر پہ ہاتھ پھیر رہا ہوں اور کہتے ہیں خواب ہی میں میں نے محسوس کیا کہ تمام بیماری جسم کو چھوڑ چکی ہے۔ کہتے ہیں جب میں بیدار ہوا تو واقعۃً بیماری مجھے چھوڑ چکی تھی اور میں صحت یاب ہو گیا تھا۔ بہرحال جب مَیں نے وہاں دورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ اب اس خواب کو جو میں نے دیکھی تھی عملی شکل میں پورا بھی

کر دیں اور اپنا سر آگے کر دیا کہ اس پر ہاتھ پھیریں اور بڑے خوش تھے۔ خلافت سے کامل وفا کا تعلق تھا اور لوگوں کو بتاتے تھے کہ یہ زندگی جو مجھے ملی ہے وہ اس لیے ملی ہے کہ میں خدمت دین کروں اور اب میں اسی کام میں اپنی زندگی صرف کروں گا اور اس عہد کو انہوں نے نبھایا۔ 94 سال کی عمر پائی اور آخر عمر تک فعال اور صحت مند تھے۔ پیرانہ سالی کے باوجود قریبی جماعتوں کا دورہ بھی خود کیا کرتے تھے۔ ان کی دوسری ملاقات بھی 2008ء میں مجھ سے ہوئی جب میں گھانا گیا ہوں تو وہاں پہ یہ آئے اور گھانا میں جوبلی کے جلسہ میں شامل ہوئے۔ بڑے خوش تھے۔

''بندوکو'' کے ریجنل مشنری شاہد صاحب کہتے ہیں کہ پاکستانی مبلغین سے بہت محبت کا تعلق رکھتے تھے۔ بڑی عاجزی اور انکساری سے ملتے تھے۔ بہت عزت و احترام سے پیش آتے تھے اور مالی قربانی میں بھی ہمیشہ پیش پیش تھے۔ باقاعدگی سے چندہ دیا کرتے تھے۔ کہتے ہیں اس سال جنوری کے آخر میں جب میں ان کے گاؤں دورے پہ گیا تو معلم صاحب نے مجھے کہا کہ اس سال میں چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا کیا آپ نے سفر پر کہیں جانا ہے؟ کہتے ہیں نہیں۔ میں اس دنیا سے چلا جاؤں گا کیونکہ اس سال میں بہت خوش ہوں۔ مبلغ کہتے ہیں پھر انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کی خاطر زندگی بھر کام کیا۔ 'اللہ تعالیٰ کی ذات پہ بڑا یقین تھا' اور اب میں اپنی تنخواہ لینے اللہ کے پاس جا رہا ہوں اور وفات سے ایک ہفتہ قبل انہوں نے اپنی فیملی کو کہا کہ میرا اب اللہ تعالیٰ سے ایک ہفتے کا کنٹریکٹ ہے۔ ایک ہفتہ رہ گیا ہے باقی۔ کہتے ہیں اگلے جمعہ ایک ہفتہ کے بعد صبح یہ حسب معمول تہجد کے لیے اٹھے، وضو کیا اور وضو مکمل کیا ہی تھا کہ وضو کرتے کرتے وہیں اسی جگہ پہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ چکر آیا ان کو اور وہیں گرے۔ تو اس قسم کے بے لوث اور اخلاص و وفا سے بھرے ہوئے دور دراز علاقوں میں رہنے والے لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا فرمائے ہیں جو اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے بے نفس جماعت کو ہمیشہ عطا کرتا رہے اور خدمت کرنے والے بھی ہوں۔

ان کے پسماندگان میں پانچ بیٹے اور چھ بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ کے فضل سے سب احمدیت پر قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ثبات قدم بھی عطا فرمائے اور اپنے والد کے نقش قدم پر چلنے والے ہوں۔ نماز جمعہ کے بعد مَیں ان کی سب کی نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 22/ جولائی 2022ء جلد 29 شمارہ 58 صفحہ 5 تا 09)

27

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08/ جولائی 2022ء بمطابق 08/ وفا 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کی مہمات کا جو باغیوں کے خلاف تھیں ذکر چل رہا ہے۔ اس سلسلہ میں گیارھویں مہم کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ مہم مُہَاجِر بن ابوامیہؓ کی یمن کے مرتد باغیوں کے خلاف تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک جھنڈا حضرت مُہَاجِر بن ابو امیہؓ کو دیا تھا اور انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اَسْوَد عنسی کی فوج کا مقابلہ کریں اور ابناء کی مدد کریں جن سے قَیْس بن مَکْشُوح اور دوسرے اہلِ یمن برسرپیکار تھے۔ اس وقت یمن میں دو اہم طبقے تھے۔ ایک اصلی باشندے جن کا تعلق سبا اور حِمْیَر کے خاندان سے تھا اور دوسرے فارسی آباء کی نسل جن کو اَبْنَاء کہتے تھے۔ یہ ابناء اس وقت یمن کی سب سے مقتدر اقلیت تھے۔ ایک عرصہ سے یمن کا حاکم کسریٰ کی حکومت کے ماتحت تھا۔ اس لیے حکومت کے اکثر عہدے ابناء کو حاصل تھے۔ بہرحال لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُہَاجِر کو ہدایت دی کہ فارغ ہو کر کِنْدَہ قبیلے کے مقابلے کے لیے حَضْرَمَوت چلے جانا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ257 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)
(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق صفحہ 59 مطبوعہ جاوید بٹ پریس)

حَضْرَمَوت یمن سے مشرق کی طرف ایک وسیع علاقہ ہے جس میں بیسیوں بستیاں ہیں۔ حَضْرَمَوت اور صَنْعَاء کے درمیان 216 میل کا فاصلہ ہے۔ (معجم البلدان جلد2صفحہ311)

(فرہنگ سیرت صفحہ 226 زوار اکیڈیمی کراچی)

کِنْدَہ یمن کے ایک قبیلہ کا نام ہے۔ (فرہنگ سیرت صفحہ 248 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت مُہَاجِرؓ کے تعارف کے بارے میں لکھا ہے کہ آپؓ کا نام مُہَاجِر بن ابو امیہؓ بن مغیرہ بن عبد اللہ تھا۔ حضرت مُہَاجِر بن ابو امیہ اُمّ المومنین حضرت اُمّ سلمہؓ کے بھائی تھے۔ آپؓ غزوۂ بدر میں مشرکین کی طرف سے شامل ہوئے اور اس دن آپؓ کے دو بھائی ہشام اور مسعود قتل ہوئے۔ آپؓ کا اصل نام ولید تھا جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبدیل کر دیا تھا۔ (اسد الغابہ جزء 5 صفحہ 265 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

(الإصابۃ فی تمییز الصحابۃ جزء 6 صفحہ180 دار الکتب العلمیۃ بیروت2005ء)

ایک روایت میں ہے کہ مُہَاجِر غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ سے واپس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناراض تھے۔ ایک روز حضرت اُمّ سلمہؓ آنحضور صلی

اللہ علیہ وسلم کا سر دھو رہی تھیں تو انہوں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی بھی چیز کس طرح فائدہ پہنچا سکتی ہے جبکہ آپؐ میرے بھائی سے ناراض ہیں؟ جب حضرت اُمّ سلمہؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں کچھ نرمی اور شفقت کے آثار دیکھے تو انہوں نے اپنی خادمہ کو اشارہ کیا اور وہ مُہَاجِر مسلسل اپنا عذر بیان کرتے رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول فرما لیا اور ان سے راضی ہو گئے اور ان کو کِندَہ کا عامل مقرر فرما دیا مگر وہ بیمار ہو گئے اور وہاں نہ جا سکے تو انہوں نے زیاد کو لکھا کہ وہ ان کی خاطر ان کا کام بھی سرانجام دیں۔ پھر جب انہوں نے بعد میں شفا پائی تو حضرت ابو بکرؓ نے ان کی امارت کے تقرر کو پورا کیا اور انہیں نجران سے لے کر یمن کے آخری حدود تک حاکم مقرر کیا اور قتال کا حکم دیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 300 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

ضَحَّاک بن فَیْرُوز کہتے ہیں کہ سب سے پہلے یمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ارتداد شروع ہوا جس کا بانی ذُوالخِمَار عَبْہَلَہ بن کعب تھا جو اَسْوَد عنسی کے نام سے مشہور ہوا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 224، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اَسْوَد عنسی یمن کے قبیلہ بنو عَنْس کا سردار تھا۔ سیاہ فام ہونے کی وجہ سے اَسْوَد کہلاتا تھا۔

(سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 570)

ایک روایت میں اس کا نام عَبْہَلَہ بن کَعْب کی بجائے عَیْہَلَہ بن کَعب بن عَوف عنسی بیان ہوا ہے۔ اَسْوَد عنسی کا لقب ذُوالخِمَار تھا کیونکہ وہ ہر وقت کپڑا لپیٹے ہوئے رہتا تھا۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2 صفحہ201 ذکر اخبار الأسود العنسی بالیمن دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء)

اور بعض کے نزدیک اس کا لقب ذُوالخُمار یعنی نشہ میں مست رہنے والا بھی ملتا ہے۔

(سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 570)

بعض روایت میں اس کا لقب ذُوالحِمَار بیان کیا جاتا ہے اور اس کی ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ اَسْوَد کے پاس ایک سدھایا ہوا گدھا تھا۔ یہ جب اس کو کہتا کہ اپنے مالک کو سجدہ کرو تو وہ سجدہ کرتا۔ بیٹھنے کو کہتا تو بیٹھ جاتا۔ کھڑے ہونے کو کہتا تو کھڑا ہو جاتا۔

(الأنساب لصحاری جزء 1 صفحہ387 مطبوعہ2006ء)

بعض کے نزدیک اس کو ذُوالحِمَار اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہ کہتا تھا کہ جو شخص مجھ پر ظاہر ہوتا ہے وہ گدھے پر سوار ہوتا ہے۔ (مدارج النبوۃ مترجم جلد2 صفحہ 481 مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور)

بہر حال لکھا ہے کہ اَسْوَد نے اپنا لقب رَحْمَانُ الیَمَن رکھا جیسے مسیلمہ نے اپنا لقب رَحْمَانُ الیَمَامَہ رکھا تھا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اس پر وحی آتی ہے اور اسے دشمنوں کے تمام منصوبوں کا علم قبل از وقت ہو جاتا ہے۔

(سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 571)

اَسْوَد شعبدہ باز تھا اور لوگوں کو عجیب و غریب شعبدے دکھاتا تھا۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2 صفحہ201 ذکر اخبار الأسود العنسی بالیمن دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء)

بخاری کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں پہلے سے ہی بتا دیا گیا تھا کہ دو جھوٹے مدعیان نبوت خروج کریں گے چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ بَیْنَا أَنَا نَائِمٌ أُتِیْتُ بِخَزَائِنِ الْأَرْضِ، فَوُضِعَ فِیْ کَفَّیَّ سِوَارَانِ مِنْ ذَھَبٍ، فَکَبُرَا عَلَیَّ، فَأَوْحَی اللّٰہُ إِلَیَّ أَنِ انْفُخْھُمَا، فَنَفَخْتُھُمَا فَذَھَبَا، فَأَوَّلْتُھُمَا الْکَذَّابَیْنِ اللَّذَیْنِ أَنَا بَیْنَھُمَا، صَاحِبَ صَنْعَاءَ، وَصَاحِبَ الْیَمَامَةِ

(صحیح بخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفة روایت نمبر 4375)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس **دوران کہ مَیں سویا ہوا تھا رؤیا میں مجھے زمین** کے خزانے عطا کیے گئے اور میرے ہاتھ میں دو سونے کے کڑے رکھے گئے تو مجھ پر گراں گزرا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے وحی کی کہ مَیں ان دونوں پر پھونک ماروں۔ مَیں نے ان پر پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے۔ مَیں نے اس سے مراد دو جھوٹے لیے جن کے درمیان مَیں ہوں۔ صنعاء والا اَسْوَد عنسی، یمامہ والا مسیلمہ کذّاب۔

بخاری میں ہی ایک اَور روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا بتائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں سویا ہوا تھا کہ مجھے دکھایا گیا کہ میرے دونوں ہاتھوں پر دو سونے کے کڑے رکھے گئے ہیں جس پر میں گھبرا گیا اور ان کو بُرا جانا۔ مجھے کہا گیا تو مَیں نے ان دونوں پر پھونک ماری تو وہ اُڑ گئے یعنی اللہ کی طرف سے کہا گیا۔ مَیں نے ان کی تعبیر کی کہ دو جھوٹے ہیں جو میرے خلاف نکلیں گے۔ راوی عبید اللہ نے کہا کہ ان دو میں سے ایک تو عنسی تھا جسے یمن میں فیروز نے قتل کیا اور دوسرا مسیلمہ کذّاب۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصة الأسْوَد العنسی حدیث: 4379)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایرانی بادشاہ کِسریٰ کو دعوتِ اسلام کا خط لکھا تو اس نے غضبناک ہو کر اپنے ماتحت عاملِ یمن بَاذَانْ بعض اس کا نام بَذْھَانْ بھی بیان کرتے ہیں، اس کو حکم دیا کہ وہ اس شخص کا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر لے کر دربار میں پہنچے۔ بَاذَان نے دو آدمی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ کیے مگر آپؐ نے فرمایا: میرے اللہ نے مجھے بتایا ہے کہ تمہارے بادشاہ کو اس کے بیٹے شِیْرَوَیْہ نے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی جگہ خود بادشاہ بن بیٹھا ہے اور ساتھ ہی بَاذَان کو دعوتِ اسلام دی اور فرمایا کہ اگر وہ اسلام قبول کر لے گا تو اسے بدستور یمن کا حاکم رکھا جائے گا۔ یہ سن کر دونوں اشخاص واپس چلے گئے۔ بَاذَان کو ساری بات بتائی اور اسی دوران بَاذَان کو یہ خبر بھی مل گئی کہ واقعی ایسا ہوا کہ کسریٰ کو اس کے بیٹے شِیْرَوَیْہ نے ہلاک کر دیا ہے اور اس کی جگہ خود بادشاہ بن گیا ہے۔ بَاذَان نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بات کو پورا ہوتے دیکھ لیا تو اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوتِ اسلام قبول کر لی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حاکم یمن برقرار رکھا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ (مترجم) از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ صفحہ 117-118)

اس خط کے بارے میں اور دعوتِ اسلام کے بارے میں اور جو کسریٰ نے کہا تھا اس کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک جگہ لکھا ہے۔ کہتے ہیں کہ:

''عبد اللہ بن حُذَافہؓ کہتے ہیں کہ جب مَیں کسریٰ کے دربار میں پہنچا تو مَیں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی جو دی گئی۔ جب مَیں نے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط کسریٰ کے ہاتھ میں دیا تو اس نے ترجمان

کو پڑھ کر سنانے کا حکم دیا۔ جب ترجمان نے اس کا ترجمہ پڑھ کر سنایا تو کسریٰ نے غصہ سے خط پھاڑ دیا۔ جب عبد اللہ بن حُذَافہ نے یہ خبر آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائی تو آپؐ نے فرمایا۔

کسریٰ نے جو کچھ ہمارے خط کے ساتھ کیا خدا تعالیٰ اس کی بادشاہت کے ساتھ بھی ایسا ہی کرے گا۔ کسریٰ کی اس حرکت کا باعث یہ تھا کہ عرب کے یہودیوں نے ان یہودیوں کے ذریعہ سے جو روم کی حکومت سے بھاگ کر ایران کی حکومت میں چلے گئے تھے اور بوجہ رومی حکومت کے خلاف سازشوں میں کسریٰ کا ساتھ دینے کے کسریٰ کے بہت منہ چڑھے ہوئے تھے، کسریٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بہت بھڑکا رکھا تھا۔ جو شکایتیں وہ کر رہے تھے اس خط نے کسریٰ کے خیال میں ان کی تصدیق کر دی اور اس نے خیال کیا کہ یہ شخص میری حکومت پر نظر رکھتا ہے۔ ''یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسریٰ کی حکومت پر نظر رکھتے ہیں یہ اس کا خیال تھا۔'' چنانچہ اس خط کے معاً بعد کسریٰ نے اپنے یمن کے گورنر کو ایک چٹھی لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ قریش میں سے ایک شخص نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اور اپنے دعوؤں میں بہت بڑھتا چلا جاتا ہے۔ تُو فوراً اس کی طرف دو آدمی بھیج جو اس کو پکڑ کر میری خدمت میں حاضر کریں۔ اِس پر بَاذَان نے جو اس وقت کسریٰ کی طرف سے یمن کا گورنر تھا ایک فوجی افسر اور ایک سوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھجوائے اور ایک خط بھی آپ کی طرف لکھا کہ آپ اس خط کے ملتے ہی فوراً اِن لوگوں کے ساتھ کسریٰ کے دربار میں حاضر ہو جائیں۔ وہ افسر پہلے مکہ کی طرف گیا۔ طائف کے قریب پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ آپ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' مدینہ میں رہتے ہیں۔ چنانچہ وہ وہاں سے مدینہ گیا۔ مدینہ پہنچ کر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ کسریٰ نے بَاذَان گورنر یمن کو حکم دیا ہے کہ آپ کو پکڑ کر اس کی خدمت میں حاضر کیا جائے۔ اگر آپ اس حکم کا انکار کریں گے تو وہ آپ کو بھی ہلاک کر دے گا اور آپ کی قوم کو بھی ہلاک کر دے گا اور آپ کے ملک کو برباد کر دے گا۔ اس لئے آپ ضرور ہمارے ساتھ چلیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر فرمایا۔ اچھا کل پھر تم مجھ سے ملنا۔ رات کو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور خدائے ذوالجلال نے آپؐ کو خبر دی کہ کسریٰ کی گستاخی کی سزا میں ہم نے اس کے بیٹے کو اس پر مسلط کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ اسی سال جمادی الاولیٰ کی دسویں تاریخ پیر کے دن اس کو قتل کر دے گا اور بعض روایات میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا آج کی رات اس نے اسے قتل کر دیا ہے ممکن ہے وہ رات وہی دس جمادی الاولیٰ کی رات ہو۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو بلایا اور ان کو اس پیشگوئی کی خبر دی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بَاذَان کی طرف خط لکھا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی ہے کہ کسریٰ فلاں تاریخ فلاں مہینے قتل کر دیا جائے گا۔ جب یہ خط یمن کے گورنر کو پہنچا تو اس نے کہا اگر یہ سچا نبی ہے تو ایسا ہی ہو جائے گا ورنہ اس کی اور اس کے ملک کی خیر نہیں۔ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایران کا ایک جہاز یمن کی بندرگاہ پر آکر ٹھہرا اور گورنر کو ایران کے بادشاہ کا ایک خط دیا جس کی مہر کو دیکھتے ہوئے یمن کے گورنر نے کہا۔ مدینہ کے نبی نے سچ کہا تھا۔ ایران کی بادشاہت بدل گئی اور اس خط پر ایک اَور بادشاہ کی مہر ہے۔ جب اس نے خط کھولا تو اس میں یہ لکھا ہوا تھا کہ بَاذَان گورنر یمن کی طرف ایران کے کسریٰ شِیْرَوَیْہ کی طرف سے یہ خط لکھا جاتا ہے۔ مَیں نے اپنے باپ سابق کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اس لئے

کہ اس نے ملک میں خونریزی کا دروازہ کھول دیا تھا اور ملک کے شرفاء کو قتل کرتا تھا اور رعایا پر ظلم کرتا تھا۔ جب میرا یہ خط تم تک پہنچے تو فوراً تمام افسروں سے میری اطاعت کا اقرار لو اور اس سے پہلے میرے باپ نے جو عرب کے ایک نبی کی گرفتاری کا حکم تم کو بھجوایا تھا اس کو منسوخ سمجھو۔ یہ خط پڑھ کر باذَان اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت وہ اور اس کے کئی ساتھی اسلام لے آئے اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام کی اطلاع دے دی۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 317 تا 319)

دیباچہ تفسیر القرآن میں یہ تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے لکھی ہے۔ جب بَاذَان کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے امراء کو یمن کے مختلف علاقوں پر عامل مقرر فرمایا اور مُعَاذ بن جبل یمن اور حَضْرَمَوْت کے ان تمام علاقوں کے معلم تھے۔ لہٰذا وہ ان سب مقامات کا دورہ کرتے رہتے تھے۔ اَسْوَد جو کہ ایک کاہن تھا اور یمن کے جنوبی حصہ میں رہتا تھا اس نے شعبدہ بازی اور مُسَجَّع اور مُقَفّٰی گفتگو کی وجہ سے بہت جلد لوگوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی اور اس نے نبوت کا دعویٰ بھی کر دیا۔ وہ لوگوں پر یہ ظاہر کرتا کہ اس کے پاس ایک فرشتہ آتا ہے جو ہر بات اس کو بتا دیتا ہے اور اس کے دشمنوں کے منصوبے اور راز فاش کر دیتا ہے جس پر سادہ اور جاہل لوگوں کی بہت بڑی تعداد اس کے گرد اکٹھی ہو گئی۔ دراصل اَسْوَد عنسی نے یہ نعرہ بھی لگایا کہ یمن صرف یمنیوں کا ہے تو یمن کے باشندے قومیت کے اس نعرے سے بہت متاثر ہوئے۔ یہ نعرہ بڑا پرانا ہے آج بھی یہی استعمال ہوتا ہے اور دنیا میں جو فساد پھیلا ہوا ہے اسی وجہ سے ہے۔ بہرحال کیونکہ یمن میں اسلام ابھی پوری طرح لوگوں میں راسخ نہیں ہوا تھا اس لیے ان لوگوں نے اجنبی تسلط سے آزاد ہونے کے لیے اَسْوَد کی قومیت کے نعرے پر لبیک کہا اور اس کے ساتھ مل گئے۔ جب یہ **تشویشناک اطلاعات مدینہ پہنچیں** تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ موتہ کے شہداء کا انتقام لینے اور شمالی جانب سے حملوں کی روک تھام کے لیے حضرت اسامہ بن زیدؓ کے لشکر کی تیاریوں میں مشغول تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کے سرداروں کے نام پیغام بھیجا کہ وہ اپنے طور پر اَسْوَد کا مقابلہ جاری رکھیں اور جونہی اسامہ کا لشکر فتح یاب ہو کر لوٹے گا تو اسے یمن کی جانب روانہ کر دیا جائے گا۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 201 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 571)

اَسْوَد عنسی کی فوج میں سات سو گھڑ سوار تھے۔ اس نے بڑی فوج بنائی تھی اور اونٹ سوار اس کے علاوہ تھے۔ بعد میں اس کا اقتدار مضبوط ہوتا گیا۔ قبیلہ مُذْحِجْ میں اس کا قائم مقام عَمرو بن مَعْدِی کَرِب تھا۔ عَمرو بن مَعْدِی کَرِب یمن کا مشہور شہسوار تھا، شاعر تھا اور مقرر تھا۔ اس کی کنیت ابو ثَوْر تھی۔ دس ہجری میں اس نے اپنے قبیلہ بَنُوزَبِید کے وفد کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یہ مرتد ہو گیا لیکن بعد میں پھر حق کی طرف رجوع کر لیا اور جنگِ قادسیہ میں کارہائے نمایاں انجام دیے اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے آخری ایام میں اس کا انتقال ہوا۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 202، 166، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

(تاریخ ادب عربی مترجم صفحہ 67-68 مطبوعہ غلام علی پرنٹرز لاہور)

بہر حال لکھا ہے کہ اَسْوَد عنسی نے پہلے اہلِ نجران پر حملہ کر کے حضرت عَمرو بن حَزمؓ اور حضرت خالد بن سعیدؓ کو وہاں سے نکال دیا۔ اس کے بعد اس نے صَنْعَاء پر چڑھائی کی۔ وہاں حضرت شَہْر بن بَاذَانؓ نے اس کا مقابلہ کیا لیکن وہ شہید ہو گئے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ ان دنوں صنعاء میں ہی تھے مگر اس صورتحال کے پیش نظر حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس مَآرِب چلے گئے جہاں سے وہ دونوں حَضْرَمَوت چلے گئے۔ اس طرح اَسْوَد عنسی یمن کے تمام علاقے پر قابض ہو گیا۔ اَسْوَد عنسی نے حضرت شَہْر بن بَاذَانؓ کی شہادت کے بعد ان کی بیوی سے زبردستی شادی بھی کر لی تھی جس کا نام "مَرزُبَانَہ" یا بعض کتب کے مطابق "آزاد" تھا۔ اسی اثناء میں حَضْرَمَوت اور یمن کے مسلمانوں کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط پہنچا جس میں ان کو اَسْوَد عنسی کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے حضرت معاذ بن جبلؓ کھڑے ہوئے اور اس سے مسلمانوں کے دل مضبوط ہو گئے۔ جِشْنَس دَیْلَمِی کہتے ہیں کہ وَبَرْبن یُحَنِّس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر ہمارے پاس آئے۔ جِشْنَس دَیْلَمِی کا نام بعض جگہ جُشَیْش دَیْلَمِی بھی بیان ہوا ہے۔ بہر حال یہ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اَسْوَد عنسی کے قتل کے لیے یمن میں خط لکھا تھا اور انہوں نے فیروز اور دَاذُوَیْہ کے ساتھ مل کر اسے قتل کیا تھا۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ201، 202، دارالکتب العلمیۃ بیروت) (اسد الغابہ جزء 1صفحہ535 ، جزء 2 صفحہ 643 دارالکتب العلمیۃ بیروت) (مدارج النبوت جلد دوم صفحہ 474 شبیر برادرز لاہور 2004ء)

وَبَرْبن یُحَنِّس کا نام وَبْرَہ بن یُحَنِّس بھی بیان ہوا ہے۔ وہ ابنائے یمن میں سے تھے اور دس ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا تھا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ اس خط میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم اپنے دین پر قائم رہیں اور لڑائی یا حیلے سے اَسْوَد کے خلاف جنگی کارروائی کریں نیز ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو ان لوگوں کو بھی پہنچائیں جو اس وقت اسلام پر راسخ ہوں اور دین کی حمایت کے لیے آمادہ ہوں۔ ہم نے عمل کیا مگر ہم نے دیکھا کہ اَسْوَد کے خلاف کامیاب ہونا بہت دشوار ہے۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 248، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (طبقات الکبریٰ جزء6صفحہ62-63 دارالکتب العلمیۃ2017ء) (اسد الغابہ جلد5صفحہ408 دارالکتب العلمیۃ2016ء)

جِشْنَس دَیْلَمِی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ایک بات معلوم ہوئی کہ اَسْوَد اور قَیس بن عَبْدِ یَغُوث کے درمیان کچھ پرخاش پیدا ہو چکی ہے۔ آپس میں پھوٹ پڑ گئی ہے یا کم از کم کچھ رنجشیں پیدا ہو گئی ہیں لہٰذا ہم نے سوچا کہ قَیس کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔

قَیس بن عَبْدِ یَغُوث کے نام اور نسب کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک قول کے مطابق اس کا نام هُبَیْرَہ بن عَبْدِ یَغُوث تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عَبْدِ یَغُوث بن هُبَیْرَہ تھا۔ بہر حال ابو موسیٰ کا کہنا ہے کہ یہ قَیس بن عَبْدِ یَغُوث بن مَکْشُوح تھے۔ ایک قول کے مطابق یہ صحابی نہ تھے جبکہ دوسرے قول کے مطابق ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ یہ اَسْوَد عنسی کو قتل کرنے والوں میں شامل تھے اور عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کے بھانجے تھے۔ یہ یمن میں مرتد ہونے والوں میں سے تھے لیکن بعد میں اسلام کی طرف لوٹ آئے اور فتح عراق اور جنگ قادسیہ میں ان کا بہت نمایاں نام آتا ہے۔ یہ جنگ

نِہَاوَنْد میں شریک تھے اور جنگِ صِفِّیْن میں حضرت علیؓ کی ہمراہی میں شہید ہوئے۔ جِشْنَسْ دَیْلَمِی کہتے ہیں کہ ہم نے قَیس کو اسلام کی دعوت دی اور اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچایا تو اسے ایسا محسوس ہوا کہ گویا ہم آسمان سے اترے ہیں۔ اس لیے اس نے فوراً ہماری بات مان لی اور اسی طرح ہم نے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی خط و کتابت کی۔ مختلف قبائلی سردار بھی اَسْوَد کے مقابلے کے لیے تیار ہو چکے تھے۔ انہوں نے ہم سے خط کے ذریعہ مدد کا وعدہ کیا۔ ہم نے جواب میں لکھا کہ جب تک ہم آخری فیصلہ کر کے ان کو جواب نہ دیں وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کریں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کے موصول ہونے کی وجہ سے اَسْوَد کے خلاف کارروائی کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے تمام باشندوں کو اَسْوَد کے معاملہ کے متعلق لکھا تھا۔

انہوں نے آپ کی بات مان لی۔ جب یہ اطلاع اَسْوَد تک پہنچی تو اسے اپنی ہلاکت نظر آنے لگی۔ جِشْنَسْ دَیْلَمِی کہتے ہیں کہ مجھے ایک ترکیب سوجھی۔ مَیں اَسْوَد کی بیوی آزاد کے پاس گیا جو شَہْر بن بَاذَان کی بیوہ تھی اور اس سے اَسْوَد نے شَہْرِ بن بَاذَان کو قتل کرنے کے بعد شادی کر لی تھی۔ میں نے اسے اَسْوَد کے ہاتھوں اس کے پہلے خاوند حضرت شَہْرِ بن بَاذَان کی شہادت، اس کے خاندان کے دیگر افراد کی ہلاکت اور خاندان کو پہنچنے والی ذلت اور مظالم یاد دلائے اور اسے اَسْوَد کے خلاف اپنی مدد کے لیے کہا تو وہ بڑی خوشی سے تیار ہو گئی اور اس نے کہا کہ بخدا! مَیں اَسْوَد کو اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے بُرا سمجھتی ہوں۔ یہ اللہ کے کسی حق کا احترام نہیں کرتا اور نہ اللہ کی کسی حرام کردہ شے سے اجتناب کرتا ہے۔ پس جب تمہارا ارادہ ہو مجھے مطلع کرنا۔ مَیں اس معاملہ کی تدبیر کروں گی اور آخر کار ایک مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ اَسْوَد عنسی کی اسی بیوی کی تائید کے ساتھ اَسْوَد عنسی کو ایک رات اس کے محل میں داخل ہو کر قتل کر دیا گیا اور جب صبح ہوئی تو قلعہ کی دیوار پر کھڑے ہو کر اس امتیازی نشان کے ساتھ آواز لگائی گئی کہ مرتد باغی اَسْوَد اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے تو مسلمان اور کافر قلعہ کے ارد گرد جمع ہو گئے۔ پھر انہوں نے صبح کی اذان دی اور کہا اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یعنی مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ اَسْوَد عنسی جھوٹا ہے پھر اس کا سر ان لوگوں کے سامنے پھینک دیا۔

اس طرح **یہ فتنہ تین ماہ تک اور ایک قول کے مطابق چار ماہ کے** قریب بھڑک کر ٹھنڈا ہو گیا اور تمام عُمّال اور امراء وغیرہ اپنے اپنے علاقوں میں حسبِ معمول مصروف عمل ہو گئے اور حضرت معاذ بن جبل ان لوگوں کی امامت کراتے تھے۔ اَسْوَد عنسی کے قتل، اس کی فوج کی شکست اور اس کے فتنے کے اختتام کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھیجی گئی تو اس سے پہلے آپؐ کا وصال ہو چکا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے قبل اَسْوَد عنسی کے قتل کی خبر بذریعہ وحی اسی رات دے دی تھی جس رات وہ قتل ہوا تھا۔ چنانچہ آپ نے اگلی صبح اس کی اطلاع صحابہ کو بھی دے دی اور یہ بھی بتا دیا کہ اسے فیروز نے قتل کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد ملنے والی سب سے **پہلی خوش خبری اَسْوَد عنسی کے قتل کی خبر تھی**۔ اَسْوَد کے قتل کی خبر جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی اس کی صبح کو آپؐ کا وصال ہو گیا اور ایک روایت کے مطابق جب اَسْوَد کے قتل کی خبر لانے والا مدینہ آیا تو اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کو دفن کیا جا رہا تھا اور ایک روایت یہ ہے کہ اَسْوَد کے قتل کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دس بارہ دن بعد مدینہ پہنچی جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں لیکن بہرحال یہ انہی دنوں کی، آٹھ دس دن پہلے یا بعد کی بات ہے۔ اَسْوَد کے قتل کے بعد صنعاء میں پہلے کی طرح مسلمانوں کی حکومت قائم ہو گئی۔

(ماخوذ از الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد5 صفحہ404-405 دارا الکتب العلمیۃ 2005ء) (حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق صفحہ 60 مطبوعہ جاوید بٹ پریس) (ماخوذ از الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2 صفحہ201-204 ذکر اخبار الأسود العنسی بالیمن دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء) (سیدنا ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 301 مترجم شمیم احمد خلیل سلفی)

لیکن یمن میں ایک دفعہ پھر بغاوت اٹھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا جب یمن میں چرچا ہوا تو سدھرتے حالات پھر خراب ہو گئے۔ قَیس بن عَبْدِیَغُوث جو فَیْرُوْز اور دَاذُوَیہ کو ملا کر اَسْوَد سے باغی ہو گیا تھا اور جس نے ان کے تعاون سے اَسْوَد کو قتل کیا تھا اب پھر اسلام کی وفاداری سے منحرف ہو گیا۔ لائق اور اولوالعزم آدمی تھا۔ قومی عصبیت سے سرشار تھا۔ یمن میں فارسیوں کا اقتدار اسے ہمیشہ سے کھٹکتا رہتا تھا۔ اس کے خاتمہ کے بعد وہ ابناء کی خوشحالی اور ان کی اجتماعی اور اقتصادی برتری کو خاک میں ملانا چاہتا تھا۔ ایک کامیاب فوجی لیڈر وہ پہلے سے تھا اس نے اَسْوَد کے فوجی لیڈروں سے ساز باز کی اور ابناء کو ملک سے نکالنے کا منصوبہ بنالیا۔ فیروز اور دَاذُوَیہ دونوں سے اس نے تعلقات خراب کر لیے۔ دَاذُوَیہ کو دھوکا سے قتل کر دیا۔ فیروز قتل ہوتے ہوتے بچ گیا۔ فیروز نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنی اور ابناء کی وفاداری سے مطلع کر کے درخواست کی کہ ہماری مدد کیجیے۔ ہم اسلام کے لیے ہر قربانی کرنے کو تیار ہیں۔

(حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط از خورشید احمد فارق صفحہ 60-61 مطبوعہ جاوید بٹ پریس)

لکھا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو حَضْرَمَوت کے علاقوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل زِیَاد بن لَبِید تھے۔ حضرت زیاد بن لبید صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت زیادؓ کا ایک بیٹا عبد اللہ تھا۔ عقبہ ثانیہ میں ستر اصحاب کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا تھا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد جب مدینہ واپس آئے تو انہوں نے آتے ہی اپنے قبیلے بَنُوبَیَاضَہ کے بت توڑ دیے جو بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ پھر آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مکہ چلے گئے اور وہیں مقیم رہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف ہجرت کی تو آپ نے بھی ہجرت کی۔ اس لیے حضرت زیادؓ کو مہاجر انصاری کہا جاتا ہے۔ مہاجر بھی ہوئے اور انصاری بھی تھے۔ حضرت زیادؓ غزوہ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ پہنچے اور قبیلہ بَنُوبَیَاضَہ کے محلہ سے گزرے تو حضرت زِیادؓ نے اھلاً وسھلاً کہا اور قیام کے لیے اپنا مکان پیش کیا تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو۔ یہ خود منزل تلاش کر لے گی۔ محرم نو ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ وزکوٰۃ وصول کرنے کے لیے الگ الگ محصلین مقرر فرمائے تو حضرت زِیادؓ کو حضرمَوت کے علاقے کا محصل

مقرر فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے دَور تک آپؓ اسی خدمت پر مامور رہے۔ اس منصب سے سبکدوش ہونے کے بعد آپؓ نے کوفہ میں سکونت اختیار کر لی اور وہیں اکتالیس ہجری میں وفات پائی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 302 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت 1996ء)
(پچاس صحابہؓ، از طالب ہاشمی صفحہ 557 تا 559 البدر پبلیکیشنز لاہور)

پھر حضرت مُہَاجِرؓ کی نجران کی طرف روانگی کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے تشکیل کردہ گیارہ لشکروں میں سے سب سے آخر میں حضرت مُہَاجِر بن ابو امیہؓ کا لشکر مدینہ سے یمن کے لیے روانہ ہوا۔ یمن کے ساتھ مہاجرین و انصار صحابہ کرامؓ کا ایک دستہ بھی تھا۔ یہ لشکر مکہ مکرمہ سے گزرا تو عَتَّاب بن اُسَید کے بھائی خالد بن اسید امیر مکہ بھی ساتھ ہو لیے۔ جب یہ لشکر طائف سے گزرا تو عبد الرحمٰن بن ابی العاص اپنے ساتھیوں سمیت اس لشکر میں شامل ہو گئے۔ اسی طرح راستے میں مختلف قبائل کے لوگ آپ کے لشکر میں شامل ہوتے گئے۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 305 مترجم شمیم احمد خلیل سلفی)

تو یہ کافی بڑا لشکر آگے چلتا گیا۔ **عَمرو بن مَعْدِی کَرِب اور قَیس بن مَکْشُوح کی گرفتاری کے بارے میں لکھا** ہے۔ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ عَمرو بن مَعْدِی کَرِب نے اپنی بہادری اور طاقت کے زعم میں اسلامی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی اور قَیس بن عَبْدِ یَغُوث کو بھی ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ دونوں ہر قبیلے میں جاتے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر عَلَم بغاوت بلند کرنے پر آمادہ کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے نجران کے عیسائی باشندوں کے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہدِ مَوَدَّت باندھا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں بھی اپنے معاہدے پر بدستور قائم رہے، باقی تمام قبائل نے عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کا ساتھ دیا اور مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ خدا کی قدرت کہ اہلِ یمن کو جب حضرت مُہَاجِرؓ کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ یمن کی طرف آمد کی اطلاعیں ملنی شروع ہوئیں تو اہلِ یمن شش و پنج میں مبتلا ہو گئے کہ وہ حضرت مُہَاجِرؓ کے لشکر کا سامنا کرنے کی تاب نہیں لا سکیں گے! یہ لوگ ابھی اسی کیفیت میں تھے کہ ان کے سرداروں قَیس اور عَمرو بن مَعْدِی کَرِب میں پھوٹ پڑ گئی اور اس کے باوجود کہ انہوں نے حضرت مُہَاجِرؓ سے مقابلہ کرنے کا عہد کیا تھا وہ دونوں ایک دوسرے کو زک پہنچانے کی کوشش میں مصروف ہو گئے اور آخر عَمرو بن مَعْدِی کَرِب نے مسلمانوں کے ساتھ مل جانے کا فیصلہ کیا اور ایک رات اس نے اپنے آدمیوں کے ساتھ قَیس کی رہائش گاہ پر حملہ کیا اور اسے گرفتار کر کے حضرت مُہَاجِرؓ کے سامنے پیش کر دیا لیکن حضرت مُہَاجِرؓ نے صرف قَیس کو ہی گرفتار کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کو بھی قید کر لیا اور ان دونوں کے حالات حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں لکھے اور ان دونوں کو حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔

قَیس اور عَمرو بن مَعْدِی کَرِب حضرت ابو بکرؓ کے پاس لائے گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے قَیس سے فرمایا: کیا تم اللہ کے بندوں پر ظلم و زیادتی کرتے ہوئے انہیں قتل کرتے رہے ہو اور تم نے مومنین کو چھوڑ کر مشرکوں اور مرتد باغیوں کو دوست بنا لیا ہے۔ اگر اس کا کوئی واضح جرم مل جاتا تو حضرت ابو بکرؓ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ قَیس نے

ذَاذُوَیہ کے قتل کی سازش اور اس میں شرکت سے صاف انکار کر دیا اور یہ ایسا عمل تھا کہ جو خفیہ طور پر سرانجام دیا گیا تھا اور اس بارے میں قَیس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہ مل سکا۔ لہٰذا حضرت ابو بکرؓ نے اسے چونکہ ثبوت کوئی نہیں تھا قتل کرنے سے اعراض کیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ پھر دوسرے کی باری آئی اور حضرت ابو بکرؓ نے عَمرو بن مَعْدِی کَرِب سے کہا کہ تمہیں رسوائی محسوس نہیں ہوتی کہ ہر روز تم شکست کھاتے ہو یا تمہارے گرد گھیرا تنگ ہو جاتا ہے۔ اگر تم اس دین کی مدد کرو تو اللہ تم کو بلند مراتب سے نوازے گا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بھی آزاد کر دیا اور ان دونوں یعنی عمرو اور قَیس کو ان کے قبائل کے سپرد کر دیا۔ عمرو نے کہا یقیناً مَیں اب امیر المومنین کی نصیحت کو ضرور قبول کروں گا اور ہرگز یہ غلطی دوبارہ نہیں کروں گا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ299 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

(حضرت ابو بکر صدیقؓ (مترجم) از محمد حسین ہیکل، اردو ترجمہ صفحہ 253-254)

چونکہ واضح ثبوت نہیں تھے تو دونوں کو ان کی سرداری کی وجہ سے اور ان کے علم کی وجہ سے معاف کر دیا۔ ان لوگوں **کی معافی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق** ایک اَور سیرت نگار نے لکھا ہے کہ ابو بکر بڑے دُور اندیش، گہری بصیرت کے مالک اور انجام کار پر نگاہ رکھتے تھے۔ جہاں سختی کی ضرورت ہوتی سختی کرتے۔ جہاں عفو و درگزر کی ضرورت ہوتی عفو و درگزر سے کام لیتے۔ آپؓ قبائل کے بکھرے ہوئے لوگوں کو اسلام کے پرچم تلے جمع کرنے کے حریص اور شوقین تھے۔ آپؓ کی حکیمانہ سیاست یہ تھی کہ مخالف زعمائے قبائل کو حق کی طرف لوٹ آنے کے بعد درگزر کر دیا جائے۔ جس وقت آپؓ نے یمن کے مرتد قبائل کو تابع کیا انہیں اسلامی سلطنت کے سطوت و غلبہ اور مسلمانوں کی عزت و فتح مندی کی قوت اور ان کی عزیمت کی پیش قدمی کا مشاہدہ کرایا تو قبائل نے اعتراف کر لیا اور اسلامی حکومت کے تابع ہو گئے اور خلیفۂ رسول کی اطاعت قبول کر لی۔ ابو بکرؓ نے یہ مناسب سمجھا کہ ان زعمائے قبائل کے ساتھ تالیف کی جائے اور سختی کی بجائے نرمی اور رفق کا برتاؤ کیا جائے۔ چنانچہ ان سے سزائیں اٹھالیں۔ ان سے نرم گفتگو کی اور قبائل کے اندر ان کے نفوذ و اثر کو اسلام اور مسلمانوں کی بھلائی کے لیے استعمال کیا۔ آپؓ نے ان کی لغزشوں کو معاف کیا۔ ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے۔ قَیس بن عَبْدِ یَغُوث اور عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کے ساتھ یہی برتاؤ کیا۔ یہ دونوں عرب کے بہادروں اور عقلمندوں میں سے تھے۔ ان کو ضائع کرنا ابو بکرؓ کو اچھا نہ لگا۔ آپؓ نے اس بات کی کوشش کی کہ انہیں اسلام کے لیے خالص کر لیں اور اسلام اور ارتداد کے درمیان تردد سے ان کو نکال باہر کریں۔ ابو بکرؓ نے عَمرو بن مَعْدِی کَرِب کو رہا کر دیا۔ پھر اس دن کے بعد عمرو کبھی مرتد نہ ہوا بلکہ اسلام قبول کیا اور اچھی طرح مسلم بن کر زندگی گزاری۔ اللہ نے اس کی مدد کی اور اس نے اسلامی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ قَیس بھی اپنے کیے پر نادم ہوا۔ ابو بکرؓ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ عرب کے ان دونوں سورماؤں کو معاف کر دینے سے بڑے دُوررس اثرات مرتب ہوئے۔ ابو بکرؓ نے اس طرح ان لوگوں کے دلوں کو جوڑا جو ارتداد کے بعد خوف یا لالچ میں اسلام کی طرف واپس ہوئے اور آپ نے اَشْعَثْ بن قَیس کو معاف کر دیا۔ اس طرح صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے دلوں کو اسیر کیا اور ان کے دلوں کے مالک بن بیٹھے اور مستقبل میں

یہ لوگ اسلام کی نصرت اور مسلمانوں کی قوت کا ذریعہ بنے۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ، از ڈاکٹر علی محمد صلابی، اردو ترجمہ صفحہ 313-314)

یعنی کوئی زبردستی نہیں تھی بلکہ دل سے انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی اطاعت کی۔ حضرت مُہَاجِر نجران سے لَحْجِیَّہ علاقے کی طرف روانہ ہوئے اور جب گھڑ سواروں نے ان لوگوں کے گروہ کو گھیر لیا تو انہوں نے امان کی درخواست کی مگر مُہَاجِر نے ان کو امان دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر لوگ دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے۔ ان میں سے ایک گروہ سے حضرت مُہَاجِرؓ کا عجیب مقام پر مقابلہ ہوا۔ عجیب جو ہے یہ یمن میں ایک جگہ ہے۔ حضرت مُہَاجِرؓ کے دیگر گھڑ سواروں نے حضرت عبد اللہؓ کی قیادت میں اَخَابِثْ کے رستے میں ان لوگوں کا مقابلہ کیا اور بھاگنے والے دشمن ہر رستے پر قتل کیے گئے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ299 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء) (معجم البلدان جلد4 صفحہ99)

یمن کے علاقے اَعْلَاب میں بَنُو عَك نے جب بغاوت کی تو انہیں اَخَابَث کا نام دیا گیا اور جس راستے پر ان بدباطن اور خبیث فطرت لوگوں سے جنگ ہوئی اسے بعد میں طریق الاَخَابِث کا نام دیا گیا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ294-295 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت مُہَاجِرؓ کے صنعاء پہنچنے کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت مُہَاجِر عجیب سے روانہ ہوئے یہاں تک کہ صنعاء پہنچ گئے تو آپؓ نے فرار ہونے والے متفرق قبائل کا تعاقب کرنے کا حکم دیا۔ مسلمانوں نے ان میں سے جس پر قابو پایا اسے اچھی طرح قتل کیا اور کسی سرکش کو معاف نہیں کیا گیا۔ البتہ سرکشوں کے علاوہ جنہوں نے توبہ کی ان لوگوں کی توبہ قبول کی گئی۔ جو جنگ کرنے والے تھے، ظلم کرنے والے تھے ان کو تو معاف نہیں کیا لیکن باقیوں کو معاف کر دیا اور ان کے گذشتہ حالات کے مطابق ان سے سلوک کیا گیا اور ان کی طرف سے اصلاح کی امید تھی۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ299 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

اگلا بیان کچھ تفصیلی تھا اس لیے یہ بیان یہیں بند کرتا ہوں۔ باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26/ جولائی تا 08/ اگست 2022ء جلد 29 شمارہ 59 تا 62 صفحہ 03 تا 09)

28

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15 / جولائی 2022ء بمطابق 15 / وفا 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

مسلمانوں کی مرتدین باغیوں کے خلاف کارروائیوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس بارے میں حضرت مُہَاجِرؓ اور حضرت عکرمہؓ **کی کِنْدَہ اور حَضْرَمَوت کے علاقوں میں مرتدین کے خلاف جو کارروائیاں** تھیں اس میں مزید بیان ہوا ہے کہ جب صنعاء میں حضرت مُہَاجِرؓ کو استقرار حاصل ہو گیا، پاؤں ٹک گئے تو آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خط کے ذریعہ سے اپنی تمام کارروائیوں سے مطلع کیا اور جواب کا انتظار کرنے لگے اور اسی وقت مُعاذ بن جبلؓ اور یمن کے دیگر عُمّال نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دَور سے چلے آ رہے تھے حضرت ابو بکرؓ کو خطوط ارسال کیے اور مدینہ واپس آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت ابو بکرؓ نے مُعاذ بن جبلؓ اور ان کے ساتھ دیگر عُمّال کو اختیار دیا کہ چاہیں تو یمن میں رہیں اور چاہیں تو مدینہ واپس آ جائیں لیکن اپنی جگہ کسی کو مقرر کر کے آئیں۔ اختیار ملنے کے بعد تمام ہی لوگ مدینہ واپس آ گئے اور حضرت مُہَاجِرؓ کو حکم ملا کہ عکرمہ سے جا ملو۔ پھر دونوں مل کر حَضْرَمَوت پہنچو اور زِیاد بن لبید کا ساتھ دو اور ان کو ان کے عہدے پر باقی رکھتے ہوئے حکم فرمایا کہ تمہارے ساتھ مل کر جو لوگ مکہ اور یمن کے درمیان جہاد کرتے رہے ہیں انہیں لَوٹنے کی اجازت دے دو، واپس آنا چاہیں تو واپس آ جائیں مگر یہ کہ بذات خود جہاد میں شرکت کو ترجیح دیں۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 305، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ)

سوائے اس کے کہ خود لوگ کہیں کہ ہم جہاد میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ عکرمہ کو حضرت ابو بکرؓ کا خط موصول ہوا۔ اس میں انہیں حکم دیا گیا تھا کہ مُہَاجِر بن ابو امیہ سے جا ملو جو صنعاء سے آ رہے ہیں اور پھر دونوں مل کر کِنْدَہ قبیلے کا رخ کرو۔ یہ خط پا کے عکرمہ مَہْرَہ سے نکلے اور اَبْیَنْ میں قیام پذیر ہو کر مُہَاجِر بن ابو امیہ کا انتظار کرنے لگے۔ اَبْیَنْ بھی یمن کی ایک بستی کا نام ہے۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 304 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ)

کِنْدَہ قبیلہ کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کے متعلق تاریخ طبری میں لکھا ہے کہ ارتداد سے پہلے جب کِنْدَہ اور حَضْرَمَوت کا سارا علاقہ اسلام لے آیا۔ ان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ حَضْرَمَوت میں سے بعض لوگوں کی زکوٰۃ کِنْدَہ میں جمع کی جائے اور بعض اہلِ کِنْدَہ کی

زکوٰۃ حَضْرَمَوت میں جمع کی جائے یعنی ان کو وہاں بھجوا دی جائے، ایک دوسرے پر خرچ ہو اور اہلِ حَضْرَمَوت میں سے بعض کی زکوٰۃ سَکُوْن میں جمع کی جائے اور بعض اہلِ سَکُوْن کی زکوٰۃ حَضْرَمَوت میں جمع کی جائے۔ اس پر کِنْدَہ کے بعض لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے پاس اونٹ نہیں ہیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مناسب خیال فرمائیں تو یہ لوگ سواری پر ہمارے پاس اموالِ زکوٰۃ پہنچا دیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے کہا یعنی حَضْرَمَوت والوں سے کہ اگر تم ایسا کر سکتے ہو تو اس پر عمل کرنا۔ انہوں نے کہا ہم دیکھیں گے۔ اگر ان کے پاس جانور نہ ہوئے تو ہم ایسا کریں گے۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور زکوٰۃ وصول کرنے کا وقت آیا تو زِیادؓ نے لوگوں کو اپنے پاس بلایا۔ وہ آپ کے پاس حاضر ہوئے اور بَنُو وَلِیْعَہ یعنی اہلِ کِنْدَہ نے کہا کہ تم نے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا اموالِ زکوٰۃ ہمارے پاس پہنچا دو تو انہوں نے کہا تمہارے پاس باربرداری کے جانور ہیں؟ اپنے جانور لاؤ اور اموالِ زکوٰۃ لے جاؤ۔ انہوں نے خود اموالِ زکوٰۃ پہنچانے سے انکار کر دیا اور کندی اپنے مطالبہ پر مصر رہے۔ پھر وہ لوگ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ ان کا طرزِ عمل متذبذب ہو گیا۔ ایک قدم آگے بڑھاتے اور دوسرا پیچھے ہٹاتے اور زِیادؓ، مُہَاجِرؓ کے انتظار میں ان کے خلاف کوئی کارروائی کرنے سے رکے رہے یعنی جو زکوٰۃ دینے سے انکاری تھے ان سے کوئی کارروائی نہیں کی حتیٰ کہ حضرت مُہَاجرؓ آ جائیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے مُہَاجر اور حضرت عکرمہؓ کو یہ خط بھیجا کہ تم دونوں حَضْرَمَوت روانہ ہو جاؤ اور زِیاد کو ان کی ذمہ داری پر برقرار رکھنا، مکہ سے لے کر یمن تک کے درمیانی علاقے کے جو لوگ تمہارے ساتھ ہیں ان کو واپس جانے کی اجازت دے دو سوائے ان لوگوں کے جو اپنی خوشی سے جہاد میں شریک ہونا چاہیں اور عُبَیْدَہ بن سَعد کو زِیادؓ کی مدد کے لیے روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت مُہَاجرؓ نے اس ارشاد پر عمل کیا۔ وہ صنعاء سے حَضْرَمَوت کے ارادے سے روانہ ہوئے اور عکرمہؓ اَبْیَنْ سے حَضْرَمَوت کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مَآرِب مقام پر دونوں مل گئے۔ ان دونوں نے صُھَیْد صحرا کو پار کیا یہاں تک کہ حَضْرَمَوت پہنچ گئے۔ جب کِندی حضرت زِیادؓ سے خفا ہو کر واپس چلے گئے تو حضرت زِیادؓ نے بنو عمرو سے زکوٰۃ کی وصولی اپنے ذمہ لے لی۔ کِنْدَہ کے ایک نوجوان نے حضرت زِیادؓ کو غلطی سے اپنے بھائی کی اونٹنی زکوٰۃ کے لیے پیش کر دی۔ حضرت زِیادؓ نے اس کو آگ سے داغ کر زکوٰۃ کا نشان لگا دیا۔ مہر لگا دی کہ یہ بیت المال کی ہے اور زکوٰۃ کا مال ہے اور جب اس لڑکے نے اونٹنی بدلنے کا کہا کہ غلطی سے ہو گیا تھا تو حضرت زِیادؓ سمجھے کہ یہ بہانے بنا رہا ہے۔ اس لیے آپؓ راضی نہ ہوئے۔ اس پر انہوں نے یعنی اونٹنی دینے والوں نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو اور اَبُوسُمَیْط کو مدد کے لیے پکارا۔ اَبُوسُمَیْط نے جب حضرت زِیادؓ سے اونٹنی بدلنے کا مطالبہ کیا تو حضرت زِیادؓ اپنے موقف پر مصر رہے۔ اَبُوسُمَیْط کو غصہ آیا۔ اس نے زبردستی اونٹنی کھول دی جس پر حضرت زِیادؓ کے ساتھیوں نے اَبُوسُمَیْط اور اس کے ساتھیوں کو قید کر لیا اور اونٹنی کو بھی قبضہ میں لے لیا۔ ان لوگوں نے ایک دوسرے کو مدد کے لیے پکارا۔ چنانچہ بنو مُعَاوِیہ اَبُوسُمَیْط کی مدد کے لیے آ گئے۔ بَنُو مُعَاوِیہ وہ لوگ ہیں جو بنو حارِث بن مُعَاوِیہ اور بنو عَمرو بن مُعَاوِیہ، قبیلہ کِنْدَہ کی شاخیں ہیں۔ انہوں نے حضرت زِیادؓ سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ کیا لیکن حضرت زِیادؓ نے ان کے منتشر ہونے تک قیدیوں کو رہا کرنے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے کہا اس

طرح نہیں، تم لوگ چلے جاؤ پھر مَیں دیکھوں گا۔ جب یہ لوگ منتشر نہ ہوئے تو حضرت زِیادؓ نے ان پر حملہ کر کے ان کے بہت سے آدمیوں کو قتل کر دیا اور کچھ لوگ وہاں سے فرار ہو گئے۔ حضرت زِیادؓ نے واپس آ کر ان کے قیدی بھی رہا کر دیے مگر ان لوگوں نے واپس جا کر جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ چنانچہ بَنُو عَمرو، بَنُو حَارِث اور اَشْعَثْ بن قَیْس اور سِمْط بن اَسْوَد اپنے اپنے مورچوں میں چلے گئے اور انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور ارتداد اختیار کر لیا جس پر حضرت زِیادؓ نے فوج جمع کر کے بنو عمرو پر حملہ کر دیا اور ان کے بہت سے آدمی قتل ہوئے اور جو بھاگ سکتے تھے وہ بھاگ گئے اور ایک بڑی تعداد کو حضرت زِیادؓ نے قید کر کے مدینہ روانہ کر دیا۔ راستے میں اَشْعَثْ اور بَنُو حارِث کے لوگوں نے حملہ کر کے مسلمانوں سے اپنے قیدی چھڑوا لیے۔ اس واقعہ کے بعد اطراف کے کئی قبائل بھی ان لوگوں کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے بھی ارتداد کا اعلان کر دیا۔ اس پر حضرت زِیادؓ نے مدد کے لیے حضرت مُہَاجِرؓ کی طرف خط لکھا۔ حضرت مُہَاجِرؓ نے حضرت عکرمہؓ کو اپنا نائب بنایا اور خود اپنے ساتھیوں کو لے کر کِنْدَہ پر حملہ آور ہوئے۔ کِنْدَہ کے لوگ بھاگ کر نُجَیْر نامی اپنے ایک قلعہ میں محصور ہو گئے۔ یہ بھی یمن کا ایک قلعہ تھا حَضْر مَوت کے قریب۔ اس قلعہ کے تین راستے تھے۔ ایک راستے پر حضرت زِیادؓ اتر گئے۔ دوسرے پر حضرت مُہَاجِرؓ نے ڈیرہ ڈال لیا اور تیسرا راستہ کِنْدَہ ہی کے تصرف میں رہا یہاں تک کہ حضرت عکرمہؓ پہنچے اور اس راستے پر قابض ہو گئے۔ حضرت زِیادؓ اور حضرت مُہَاجِرؓ کا لشکر پانچ ہزار مُہَاجرین اور انصار صحابہ اور دیگر قبائل پر مشتمل تھا۔ جب قلعہ نُجَیْر کے محصورین نے دیکھا کہ مسلمانوں کو برابر امداد پہنچ رہی ہے تو ان پر دہشت طاری ہو گئی۔ اس وجہ سے ان کا سردار اَشْعَثْ فوراً حضرت عکرمہؓ کے پاس پہنچ کر امان کا طالب ہوا۔ حضرت عکرمہؓ اَشْعَثْ کو لے کر حضرت مُہَاجِرؓ کے پاس آئے۔ اَشْعَثْ نے اپنے لیے اور اپنے ساتھ نو افراد کے لیے اس شرط پر امان طلب کی کہ وہ مسلمانوں کے لیے قلعہ کا دروازہ کھول دیں گے۔ حضرت مُہَاجِرؓ نے یہ شرط تسلیم کر لی۔ جب اَشْعَثْ نے نو افراد کے نام لکھے تو جلد بازی اور دہشت کی وجہ سے اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ پھر حضرت مُہَاجِرؓ کے پاس تحریر لے کر گیا جس پر انہوں نے مہر ثبت کر دی۔ پھر اَشْعَثْ واپس چلا گیا۔ جب اس نے قلعہ کا دروازہ کھول دیا تو مسلمان اس میں داخل ہو گئے۔ فریقین کی لڑائی میں سات سو کندی قتل کر دیے گئے۔ قلعہ والوں نے بھی آگے سے مقابلہ کیا اور لڑائی کی۔ بہرحال ان کے آدمی قتل کیے اور ایک ہزار عورتوں کو قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد حضرت مُہَاجِرؓ نے امان نامہ منگوایا اور اس میں درج تمام لوگوں کو معاف کر دیا مگر اس میں اَشْعَثْ کا نام نہ تھا۔ اس پر حضرت مُہَاجِرؓ نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا مگر حضرت عکرمہؓ کی درخواست پر اسے باقی قیدیوں کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کر دیا کہ اس کے بارے میں بھی حضرت ابو بکرؓ ہی فیصلہ فرمائیں۔ جب **مسلمان فتح کی خبر اور قیدیوں کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر** ہوئے تو آپ نے اَشْعَثْ کو طلب کیا اور فرمایا تم بنو وَلِیْعَہ کے فریب میں آ گئے اور وہ ایسے نہیں کہ تم انہیں فریب دے سکو اور وہ بھی تمہیں اس کام کا اہل نہیں سمجھتے تھے۔ وہ خود ہلاک ہوئے اور تمہیں بھی ہلاک کیا۔ کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا کا ایک حصہ پہنچا۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کِنْدَہ قبیلے کے چار سرداروں پر لعنت کی تھی جنہوں نے اَشْعَثْ کے ساتھ اسلام

قبول کیا تھا پھر مرتد ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ اَشْعَثْ نے کہا مجھے آپ کی رائے کا علم نہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تمہیں قتل کر دینا چاہیے۔ اس نے کہا مَیں وہ ہوں جس نے اپنی قوم کے دس آدمیوں کی جان بخشی کا تصفیہ کرایا ہے۔ میرا قتل کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ کیا مسلمانوں نے معاملہ تمہارے سپرد کیا تھا؟ اس نے کہا جی ہاں۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: جب انہوں نے معاملہ تمہارے سپرد کیا اور پھر تم ان کے پاس آئے تو کیا انہوں نے اس پر مہر ثبت کی تھی۔ اس نے کہا جی ہاں۔ آپؓ نے فرمایا کہ تحریر پر مہر ثبت ہونے کے بعد صلح اس کے مطابق واجب ہو گئی جو اس میں تحریر تھا۔ اس سے پہلے تم صرف مصالحت کی گفتگو کر رہے تھے۔ جب اَشْعَثْ ڈرا کہ وہ مارا جائے گا تو اس نے عرض کیا کہ اگر آپ مجھ سے کسی بھلائی کی توقع رکھتے ہیں تو ان قیدیوں کو آزاد کر دیجیے اور میری لغزشیں معاف فرمایئے اور میرا اسلام قبول کر لیجیے اور میرے ساتھ وہی سلوک روا رکھیے جو مجھ جیسوں کے ساتھ آپ کیا کرتے ہیں اور میری بیوی میرے پاس واپس لَوٹا دیجیے۔ لکھا ہے کہ اس واقعہ سے قبل ایک مرتبہ اَشْعَثْ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس نے حضرت ابو بکرؓ کی بہن اُمِّ فَرْوَہ بنتِ اَبُوقُحَافَہ کو پیغامِ نکاح دیا تھا۔ حضرت ابو قحافہ نے اپنی لڑکی اس کی زوجیت میں دے دی تھی اور رخصتی کو اَشْعَثْ کی دوبارہ آمد پر اٹھا رکھا تھا کہ دوبارہ آئے گا تو رخصتی ہو جائے گی۔ ایک مصنف نے اُمِّ فَرْوَہ کو حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی بھی قرار دیا ہے۔

بہر حال پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور اَشْعَثْ مرتد اور باغی ہو گیا۔ اس لیے اسے اندیشہ ہوا کہ اس کی بیوی اس کے حوالے نہ کی جائے گی۔ اَشْعَثْ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا کہ آپؓ مجھے اللہ کے دین کے لیے اپنے علاقے کے بہترین لوگوں میں پائیں گے۔ **اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اس کی جان بخش دی** اور اس کا اسلام قبول کر لیا اور اس کے گھر والے اس کے سپرد کر دیے۔ نیز فرمایا: جاؤ اور مجھے تمہارے متعلق خیر کی خبریں پہنچیں۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر دیا اور وہ سب اپنے اپنے علاقوں میں چلے گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ300 تا 304 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 240-241 بک کارنر شوروم جہلم)(جمھرۃ انساب العرب صفحہ425 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت2007ء)(سیدنا ابو بکر الصدیق از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 537-538 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ)(معجم البلدان جلد1 صفحہ109) (معجم البلدان جلد 5 صفحہ315) (مسند احمد بن حنبل ،مسند عمرو بن عبسہ جلد 6 صفحہ 575 -576 روایت نمبر19675۔ عالم الکتب 1998ء) (الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد5 صفحہ 8-9 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ایک روایت کے مطابق اپنی قوم سے بد عہدی کرنے کے باعث اَشْعَثْ اپنے قبیلے میں واپس جانے کی جرأت نہ کر سکا اور قید سے چھوٹنے کے بعد اُمِّ فَرْوَہ کے ساتھ مدینہ میں قیام پذیر رہا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں جب عراق اور شام کی جنگیں پیش آئیں تو وہ بھی اسلامی فوجوں کے ہمراہ ایرانیوں اور رومیوں سے جنگ کرنے کے لیے باہر نکلا اور کارہائے نمایاں انجام دیے جس کی وجہ سے لوگوں کی نظر میں اس کا وقار پھر بلند ہو گیا اور اس کی گم گشتہ عزت پھر واپس مل گئی۔ الغرض جب تک پوری طرح امن و امان قائم نہ ہو گیا اور اسلامی حکومت کی بنیادیں مستحکم نہ

ہو گئیں حضرت مُہاجرؓ اور حضرت عکرمہؓ اس وقت تک حَضْرَمَوت اور کِنْدَہ میں ہی مقیم رہے۔ مرتد باغیوں کے ساتھ یہ آخری جنگیں تھیں۔ ان کے بعد عرب سے بغاوت کا مکمل طور پر خاتمہ ہو گیا اور تمام قبائل حکومت اسلامیہ کے زیر نگیں آ گئے۔ حضرت مُہاجرؓ نے اس علاقے میں امن و امان قائم رکھنے اور بغاوت اور سرکشی کے اسباب کے مکمل طور پر نابود کرنے کے لیے اسی سختی سے کام لیا جس سے وہ یمن میں کام لے چکے تھے۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 241 بک کارنر شوروم جہلم)

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُہاجرؓ کو یمن اور حَضْرَمَوت میں سے کسی ایک علاقے کو اختیار کرنے کے بارے میں لکھا تو انہوں نے یمن کو اختیار کر لیا۔ اس طرح یمن پر دو امیر مقرر ہوئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین اور باغیوں کے خلاف کام کرنے والے عُمّال کو تحریر فرمایا: اَمَّا بَعْد! میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ امر یہ ہے کہ آپ لوگ حکومت میں صرف انہی اشخاص کو شریک کریں جن کا دامن ارتداد اور بغاوت کے داغ سے پاک رہا ہو۔ بے شک وہ واپس آ گئے ہیں لیکن یہ دیکھو ان میں وہ شامل تو نہیں جو پہلے ارتداد اختیار کر چکے ہیں یا بغاوت کر چکے ہیں۔ پھر فرمایا کہ آپ سب اسی پر عمل کریں اور اسی پر کاربند رہیں۔ فوج میں جو لوگ واپسی کے خواہاں ہوں ان کو واپسی کی اجازت دے دو اور دشمن سے جہاد کرنے میں کسی مرتد باغی سے ہرگز مدد نہ لو۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ305 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ لبنان2012ء)

اکثر مصنفین اور خاص طور پر اس زمانے کے **سیرت نگار عموماً حضرت ابو بکرؓ کی ان جنگوں کا ذکر کرتے** ہوئے بیان کرتے ہیں کہ گویا جن لوگوں نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا ان کے خلاف یہ سارا جہاد کیا گیا اور تلوار کے زور سے ان کا قلع قمع کیا گیا کیونکہ یہی ان کی شرعی سزا تھی لیکن تاریخ و سیرت کا مطالعہ کرنے والا ہرگز اس بات کی تائید نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طرز عمل اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں پہلے بیان ہو چکا ہے کہ نہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی محض نبوت کا دعویٰ کرنے پر کوئی کارروائی فرمائی اور نہ ہی حضرت ابو بکرؓ کی یہ جنگی مہمات صرف اس وجہ سے تھیں کہ جھوٹے مدعیان نبوت کا قلع قمع کیا جاتا **بلکہ اصل سوچ ان لوگوں کی باغیانہ روش تھی۔** چنانچہ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ مدعیانِ نبوت سے صحابہ نے کیوں جنگیں کیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ مولانا مودودی صاحب کا یہ لکھنا کہ صحابہ نے ہر اس شخص کے خلاف جنگ کی جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کیا صحابہ کے اقوال کے خلاف ہے۔

مولانا مودودی صاحب کو یاد رکھنا چاہیے۔ (اس وقت ان کی زندگی کی بات ہے) کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جن لوگوں نے دعویٰ نبوت کیا اور جن سے صحابہ نے جنگ کی وہ سب کے سب ایسے تھے جنہوں نے اسلامی حکومت سے بغاوت کی تھی اور اسلامی حکومت کے خلاف اعلانِ جنگ کیا تھا۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مولانا کو اسلامی لٹریچر کے مطالعہ کا بہت بڑا دعویٰ ہے۔ کاش وہ اس امر کے متعلق رائے ظاہر کرنے سے پہلے اسلامی تاریخ پڑھ کر دیکھ لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ مسیلمہ کَذَّاب، اَسْوَد عَنْسی، سَجَاح بنتِ حَارِث اور طُلَیحہ بن خُوَیْلِدْ اَسَدِی یہ

سب کے سب ایسے لوگ تھے جنہوں نے مدینہ کی حکومت کی اتباع سے انکار کر دیا تھا اور اپنے اپنے علاقوں میں اپنی حکومتوں کا اعلان کر دیا تھا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ تاریخ ابنِ خلدون کو اگر غور سے پڑھتے تو یہ واضح ہو جاتا کہ مولانا صاحب کا جو نظریہ ہے وہ غلط ہے۔ چنانچہ وہاں لکھا ہے کہ تمام عرب خواہ وہ عام ہوں یا خاص ہوں ان کے ارتداد کی خبریں مدینہ میں پہنچیں۔ صرف قریش اور ثقیف دو قبیلے تھے جو ارتداد سے بچے اور مسیلمہ کا معاملہ بہت قوت پکڑ گیا اور طَے اور اَسَد قوم نے طُلَیْحَہ بن خُوَیلِد کی اطاعت قبول کر لی اور غَطَفَان نے بھی ارتداد قبول کر لیا اور ہَوَازِن نے بھی زکوٰۃ روک لی اور بنی سُلَیم کے امراء بھی مرتد ہو گئے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ امراء یمن اور یَمَامہ اور بنی اسد اور دوسرے ہر علاقہ اور شہر سے واپس لَوٹے اور انہوں نے کہا کہ عربوں کے بڑوں نے بھی اور چھوٹوں نے بھی سب کے سب نے اطاعت سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انتظار کیا کہ اسامہؓ واپس آئے تو پھر ان کے ساتھ جنگ کی جائے لیکن عَبْس اور ذُبْیَان کے قبیلوں نے جلدی کی اور مدینہ کے پاس اَبْرَقُ مقام پر آ کر ڈیرے ڈال دیے اور کچھ اَور لوگوں نے ذُوالْقَصَّہ میں آ کر ڈیرے ڈال دیے۔ ان کے ساتھ بنی اسد کے معاہد بھی تھے اور بَنِی کِنَانَہ میں سے بھی کچھ لوگ ان سے مل گئے تھے۔ ان سب نے حضرت ابو بکرؓ کی طرف وفد بھیجا اور مطالبہ کیا کہ نماز تک تو ہم آپ کی بات ماننے کے لیے تیار ہیں۔ مدینہ کے ارد گرد جمع ہو گئے اور یہ بات کی کہ نماز تک تو بات ماننے کے لیے تیار ہیں لیکن زکوٰۃ ادا کرنے کے لیے ہم تیار نہیں لیکن حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اس بات کو رد کر دیا۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں اِس حوالہ سے ظاہر ہے کہ صحابہؓ نے جن لوگوں سے لڑائی کی تھی **وہ حکومت کے باغی تھے**۔ انہوں نے ٹیکس دینے سے انکار کر دیا تھا اور انہوں نے مدینہ پر حملہ کر دیا تھا۔

مدینہ کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے کہ اگر یہاں بات نہ مانی تو ہم حملہ کریں گے۔ مسیلمہ نے تو خود رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آپؐ کو لکھا تھا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ آدھا ملک عرب کا ہمارے لیے ہے اور آدھا ملک قریش کے لیے ہے۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس نے حجر اور یمامہ میں سے ان کے مقرر کردہ والی ثُمَامَہ بن آثال کو نکال دیا اور خود اس علاقہ کا والی بن گیا تھا۔ اور اس نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔ اسی طرح مدینہ کے دو صحابہ حبیب بن زیدؓ اور عبد اللہ بن وہبؓ کو اس نے قید کر لیا اور ان سے زور کے ساتھ اپنی نبوت منوانی چاہی۔ جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ عبد اللہ بن وہب نے تو ڈر کر اس کی بات مان لی مگر حبیب بن زید نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ اس پر مسیلمہ نے ان کا عضو عضو کاٹ کر آگ میں جلا دیا۔ اسی طرح یمن میں بھی جو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افسر مقرر تھے ان میں سے بعض کو قید کر لیا اور بعض کو سخت سزائیں دی گئیں۔ اسی طرح طبری نے لکھا ہے کہ اسود عنسی نے بھی علم بغاوت بلند کیا تھا اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو حکام مقرر تھے ان کو اس نے تنگ کیا تھا اور ان سے زکوٰۃ چھین لینے کا حکم دیا تھا۔ پھر اس نے صَنْعَاء میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر کردہ حاکم شَہْرِ بن بَاذَان پر حملہ کر دیا۔ بہت سے مسلمانوں کو قتل کیا، لُوٹ مار کی، گورنر کو قتل کر دیا اور اس کو قتل کر دینے کے بعد اس کی مسلمان بیوی سے جبراً نکاح کر لیا۔ بنو

نجران نے بھی بغاوت کی اور وہ بھی اسود عنسی کے ساتھ مل گئے اور انہوں نے دو صحابہ عمرو بن حَزمؓ اور خالد بن سعیدؓ کو علاقہ سے نکال دیا۔ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ مدعیانِ نبوت کا مقابلہ اس وجہ سے نہیں کیا گیا تھا کہ وہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نبی ہونے کے دعویدار تھے اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی اشاعت کے مدعی تھے بلکہ صحابہ نے ان سے اس لیے جنگ کی تھی کہ وہ شریعتِ اسلامیہ کو منسوخ کر کے اپنے قانون جاری کرتے تھے اور اپنے علاقہ کی حکومت کے دعویدار تھے اور صرف علاقہ کی حکومت کے دعویدار ہی نہیں تھے بلکہ انہوں نے صحابہ کو قتل کیا، اسلامی ملکوں پر چڑھائیاں کیں، قائم شدہ حکومت کے خلاف بغاوت کی اور اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ ان واقعات کے ہوتے ہوئے آپؓ لکھتے ہیں کہ مولانا مودودی صاحب کا یہ کہنا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہؓ نے مدعیانِ نبوت کا مقابلہ کیا، یہ جھوٹ نہیں تو اَور کیا ہے؟ اگر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ صحابہ کرامؓ انسانوں کے قتل کو جائز قرار دیتے تھے تو کیا یہ محض اس وجہ سے ٹھیک ہو جائے گا کہ مسیلمہ کذاب بھی انسان تھا اور اسود عنسی بھی انسان تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ:

جو لوگ توڑ مروڑ کر اسلام کی تاریخ پیش کرتے ہیں وہ اسلام کی خدمت نہیں کر رہے۔ اگر ان کے مدِ نظر اسلام کی خدمت ہے تو وہ سچ کو سب سے بڑا مقام دیں اور غلط بیانی اور واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے سے کُلّی طور پر احتراز کریں۔

(ماخوذ از مولانا مودودی صاحب کے رسالہ ”قادیانی مسئلہ“ کا جواب، انوار العلوم جلد 24 صفحہ 11 تا 14)

بہرحال سرزمین عرب سے ان سب کے ختم ہونے کی وجہ سے بغاوتوں کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ ایک تاریخ نگار نے لکھا ہے کہ اب عرب کی تمام بغاوتوں کا خاتمہ ہو چکا تھا اور تمام مرتدین کی سرکوبی کی جا چکی تھی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس ملک گیر فتنہ کا جس منصوبہ بندی اور سُرعت کے ساتھ قلع قمع کیا وہ آپ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار ہے اور صاف نظر آتا ہے کہ کس طرح قدم قدم پر آپ کو الٰہی تائید و نصرت حاصل تھی۔ ایک سال سے بھی کم مدت میں فتنۂ ارتداد اور بغاوت پر قابو پالینا، سرزمین عرب پر اسلام کی حاکمیت کو دوبارہ قائم کر دینا ایک حیرت انگیز کارنامہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اسلام کے غلبہ سے بے حد خوشی تھی لیکن اس مسرت میں غرور اور تکبر کا نام تک نہیں تھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ جو کچھ ہوا محض اللہ کے فضل اور اس کی مہربانی سے ہوا۔ ان کی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ مٹھی بھر مسلمانوں کے ذریعہ سے سارے عرب کے مرتدین کی جرار فوجوں کا مقابلہ کر کے انہیں شکست دے کر اسلام کا عَلَم نہایت شان و شوکت سے دوبارہ بلند کر سکتے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے اب یہ مسئلہ تھا کہ وحدتِ دینی کو تقویت دینے اور اسلام کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے کیا کیا اقدامات کیے جائیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیاست کا محور صرف اور صرف رعبِ اسلام تھا اور یہی خواہش ہر لحظہ ان کے دل و دماغ میں رہتی تھی۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 243-244 مترجم انجم سلطان شہباز، بک کارنر شوروم جہلم)

ہر چند کہ مرتد باغیوں کا قلع قمع کرنے کے بعد ہر شخص کو یہ یقین ہو گیا تھا کہ اب خلیفہ رسول صلی اللہ

علیہ وسلم کے سامنے کوئی فتنہ پر دازجم نہیں سکتا لیکن عام لوگوں کی طرح حضرت ابو بکرؓ کسی خوش فہمی کا شکار نہ تھے۔ آپؓ جانتے تھے کہ بیرونی طاقتیں ارتداد اور بغاوت کے فتنہ خوابیدہ کو پھر سے بیدار کر کے بدامنی پھیلانے کا موجب بن سکتی ہیں۔ یہ فتنہ عارضی طور پہ نہ سو گیا ہو۔ بیرونی طاقتیں جو مخالف ہیں اسلام کی وہ بڑی بڑی حکومتیں تھیں، وہ عرب کی سرحدوں پر دوبارہ بدامنی پھیلا سکتی ہیں اس لیے وہ کسی خوش فہمی میں مبتلا نہیں تھے۔ عرب قبائل کی اس متوقع شورش انگیزی سے بچنے کے لیے مناسب سمجھا گیا کہ عرب قبائل کی توجہ ایران اور شام کی طرف منعطف کی جائے تا کہ انہیں حکومت کے خلاف فساد برپا کرنے کا موقع نہ مل سکے اور اس طرح مسلمانوں کو اطمینان نصیب ہو اور وہ دلجمعی سے احکام دین پر عمل پیرا ہو سکیں۔

(سیدنا صدیق اکبر از حکیم غلام نبی ایم اے صفحہ 178)

چنانچہ عرب کی سرحدوں کے دفاع اور اسلامی ریاست کو اپنے مضبوط حریفوں سے محفوظ رکھنے کے لیے ضروری ہو گیا تھا کہ ان طاقتور قوموں تک اسلام کا پیغام پہنچایا جائے تا کہ یہ قومیں اسلام کے عالمگیر پیغام کو تسلیم کر کے یا سمجھ کر خود بھی امن وسلامتی کے ساتھ اپنی زندگیاں بسر کریں اور دوسرے بھی ان کی چیرہ دستیوں سے محفوظ اور مامون ہو کر امن اور سلامتی کے ساتھ آزادانہ طور پر اپنے اپنے دین ومذہب پر کاربند ہو سکیں۔ بہر حال اس کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے کیا طریق اور حکمت عملی اختیار کی۔ اس بارے میں تاریخ کی کتب میں لکھا ہے کہ مرتد باغیوں کی جنگوں اور مہمات کے ختم ہونے کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ آئندہ کے اقدامات کے متعلق غور وفکر میں مشغول تھے کہ عرب اور اسلام کی دیرینہ دشمن ایران اور روم کی سلطنتوں سے مستقل طور پر محفوظ رہنے کے لیے کیا لائحہ عمل اختیار کیا جائے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں بھی یہ دونوں طاقتیں عرب کو اپنے زیرِ نگیں رکھنا چاہتی تھیں اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی اور بہت سے علاقوں اور قبائل میں ارتداد اور بغاوت کی آگ نے ریاستِ مدینہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تو بعض جگہوں پر اس کے پیچھے ایک ہاتھ انہی طاقتوں کا بھی تھا اور اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے ہِرَقْل کی فوجیں شام میں اور ایران کی فوجیں عراق میں جمع ہونے لگیں۔ اس لیے ممکن ہی نہ تھا کہ حضرت ابو بکرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ مبارک کی تعمیل میں سب سے پہلے رومیوں کے خلاف پہلا لشکر حضرت اسامہؓ کی قیادت میں بھیج چکے تھے وہ ان غاصب اور جابر طاقتوں سے بے خوف ہو کر بے فکر رہ سکتے لیکن قبل اس کے کہ آپ ابھی کوئی لائحہ عمل سب کے سامنے رکھتے، آپ کو خبر ملی کہ حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثہؓ جنہوں نے بحرین میں مرتد باغیوں کی بغاوت کو ختم کرنے میں مدد کی تھی انہوں نے اپنے ساتھیوں کو ہمراہ لیا اور خلیج فارس کے ساحل کے ساتھ ساتھ شمال کی جانب عراق کی طرف پیش قدمی شروع کر دی۔

آخر وہ ان عربی قبائل میں جا پہنچے جو دِجْلَہ اور فُرَات کے ڈیلٹائی علاقوں میں آباد تھے۔ حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ بحرین کے ایک قبیلہ بَکْرِ بنِ وَائِل سے تعلق رکھتے تھے۔ بحرین کا علاقہ یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع تھا اور اس میں موجودہ قطر اور امارت بحرین کے جزیرے بھی شامل تھے۔ اس کا دارالحکومت دَارِیْن تھا۔ بہر حال

حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ حضرت عَلَاء بن حضرمیؓ کے ساتھ مل کر باغیوں سے بھی جنگ کر چکے تھے اور بحرین اور اس کے نواح میں جو لوگ اسلام پر قائم رہے تھے اور جنہوں نے اسلامی فوجوں کے ساتھ مل کر باغیوں کی جنگوں میں حصہ لیا تھا حضرت مُثَنّٰیؓ ان کے سردار تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئندہ اقدام کے متعلق ابھی فیصلہ کرنے نہ پائے تھے کہ حضرت مُثَنّٰیؓ خود مدینہ آ گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو عراق کے حالات سے متعلق آگاہ کیا کہ جو عرب قبائل دِجلَہ اور فُرات کے ڈیلٹائی علاقوں میں آباد ہیں وہ وہاں کے مقامی باشندوں کے ہاتھوں مصیبت میں ہیں، ان کو تنگ کیا جا رہا ہے۔ عرب زیادہ تر کھیتی باڑی کرتے ہیں اور جب فصل پک جاتی ہے تو مقامی لوگ لُوٹ لیتے ہیں۔

چنانچہ حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ نے عرض کی کہ اسلامی فوجیں روانہ کر کے ان لوگوں کو مصیبت سے نجات دلائی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ کے اہل الرائے اصحاب سے مشورہ کیا اور حضرت مُثَنّٰی بن حارثہؓ کی تجویز سامنے رکھی۔ چونکہ مدینہ کے لوگ عراق کے حالات سے ناواقف تھے اس لیے مشورہ دیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو بلا کر سارا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا جائے، ان سے مشورہ لیا جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ان دنوں یمامہ میں موجود تھے۔ چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں مدینہ طلب فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے مدینہ پہنچنے پر جب حضرت ابو بکرؓ نے عراق پر فوج کشی کی، حضرت مُثَنّٰی کی تجویز ان کے سامنے رکھی، تو حضرت خالد بن ولیدؓ کا بھی یہ خیال تھا کہ **حضرت مُثَنّٰیؓ نے حدودِ عراق میں ایرانیوں کے خلاف جو کارروائی شروع کی ہے** اگر خدانخواستہ وہ ناکام ہو گئی اور حضرت مُثَنّٰیؓ کی فوج کو عرب کی جانب پسپا ہونا پڑا تو ایرانی حکام اَور دلیر ہو جائیں گے۔ وہ صرف حضرت مُثَنّٰیؓ کی فوج کو عراق کی حدود سے باہر نکالنے پر اکتفا نہیں کریں گے بلکہ بحرین اور اس کے ملحقہ علاقوں پر دوبارہ اثر و رسوخ قائم کرنے اور تسلط بٹھانے کی بھی کوشش کریں گے اور ایسی صورتحال میں اسلامی حکومت کو خطرہ پیدا ہو جائے گا۔ لہٰذا انہوں نے بھی یہ کہا کہ اس خطرہ سے بچنے کے لیے حضرت مُثَنّٰیؓ کو قرار واقعی امداد مہیا کی جائے۔ وہاں فوج بھیجی جائے اور ایرانیوں کو عرب کی حدود میں اثر و رسوخ جمانے کی بجائے مزید پسپائی پر مجبور کیا جائے تا کہ ان کی جانب سے آئندہ کبھی عرب کو کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی یہ رائے پیش کی تو آپ کی یہ رائے سن کے دیگر اصحاب نے بھی حضرت مُثَنّٰیؓ کی تجاویز قبول کر لیں اور حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُثَنّٰیؓ کو ان لوگوں کا سردار مقرر کر دیا جنہیں ہمراہ لے کر انہوں نے عراقی حدود میں پیش قدمی کی تھی اور حکم دیا کہ فی الحال وہاں کے عرب قبائل کو ساتھ ملانے اور اسلام قبول کرنے پر آمادہ کریں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جلد ہی مدینہ سے ایک لشکر بھی ان کی امداد کے لیے روانہ کر دیا جائے گا جس کی مدد سے وہ مزید پیش قدمی جاری رکھ سکیں گے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ نہ مُثَنّٰی امداد کی درخواست کرنے کے لیے مدینہ گئے اور نہ حضرت ابو بکرؓ سے ان کی ملاقات ہوئی بلکہ وہ اپنے لشکر کے ہمراہ ڈیلٹائی علاقے میں پیش قدمی کرتے ہوئے بہت دور نکل گئے اور آگے جا کر ایرانی سپہ سالار ھُرْمُزْ کی افواج کا سامنا کرنا پڑا۔ ھُرْمُزْ اس وقت سرحدی افواج کا افسر تھا اور کسریٰ کے نزدیک جو سب سے بڑا درجہ کسی شخص کو مل سکتا تھا ھُرْمُزْ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا تھا۔ ابھی ھُرْمُزْ اور مُثَنّٰی کے درمیان جنگ جاری تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان واقعات کی خبر ہو گئی۔ وہ اس وقت مُثَنّٰی کے نام سے

بالکل بے خبر تھے۔ ان خبروں کے پہنچنے پر جب انہوں نے تحقیقات کیں تو معلوم ہوا کہ مُثَنّٰی نے ارتداد اور بغاوت کی جنگوں کے دوران بحرین کے اندر متعدد کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولید کو حکم دیا کہ حضرت مُثَنّٰیؓ کی مدد کے لیے ایک لشکر کے ہمراہ عراق جائیں اور ھُرْمُزْ پر فتحیاب ہو کر حِیْرَہ کی جانب کوچ کریں۔

حِیْرَہ بھی کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک شہر ہے۔ بہر حال ساتھ ہی حضرت عیاض بن غَنْمؓ کو حکم دیا کہ وہ دُوْمَۃُ الْجَنْدَل جائیں۔ دومۃ الجندل شام اور مدینہ کے درمیان ایک قلعہ اور بستی ہے جو مدینہ سے اس زمانے کے طریقۂ سفر کے مطابق پندرہ سولہ دن کی مسافت پر تھا اور وہاں کے سرکش اور مرتد باشندوں کو مطیع کر کے حِیْرَہ پہنچیں۔ حضرت عِیَاض بن غَنْمؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ آپؓ نے صلح حدیبیہ سے پہلے اسلام قبول کیا تھا اور اس میں شامل بھی ہوئے تھے۔ حضرت اَبُو عُبَیْدَہؓ نے اپنی وفات کے وقت انہیں شام میں اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے انہیں اس منصب پر قائم رکھا اور فرمایا کہ میں اس امیر کو تبدیل نہیں کروں گا جسے حضرت اَبُو عُبَیْدَہؓ نے امیر مقرر کیا ہے۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ حضرت خَالِد بن وَلِیدؓ اور حضرت عِیَاضِ بن غَنْمؓ میں سے جو پہلے حِیْرَہ پہنچ جائے اسی کو اس علاقے میں جنگی کارروائی کرنے والی فوج کی قیادت حاصل ہو گی۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکرؓ، صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 261 تا 266، اشاعت 2004ء)(اٹلس سیرت النبی ﷺ صفحہ 68)(معجم البلدان جلد2 صفحہ 376 دار الکتب العلمیۃ ، بیروت)(فرہنگ سیرت صفحہ 123)(اسد الغابہ جلد4 صفحہ315 دار الکتب العلمیۃ)

ایک روایت کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ جب یمامہ سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں لکھا کہ فَرْجُ الْھِنْد یعنی اُبُلّہ سے آغاز کریں اور عراق کے بالائی علاقے سے عراق پہنچیں اور لوگوں کو اپنے ساتھ ملائیں اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیں۔ اگر وہ اسے قبول کر لیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جزیہ وصول کریں اور اگر وہ جزیہ دینے سے انکار کریں تو پھر ان سے قتال کریں اور حکم فرمایا کہ کسی کو اپنے ساتھ قتال کے لیے نکلنے پر مجبور نہ کریں اور اسلام سے مرتد ہونے والے کسی بھی شخص سے مدد نہ لیں خواہ وہ بعد میں اسلام میں واپس بھی آ چکا ہو اور جس مسلمان کے پاس سے گزریں تو اسے اپنے ساتھ ملا لیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ حضرت خالدؓ کی امداد کے لیے لشکر کی تیاری میں لگ گئے۔

(البدایۃ والنہایۃ لابن اثیر، جلد3، جزء6 صفحہ338 ، بعث خالد بن الولید الی العراق، دار الکتب العلمیۃ بیروت 2001ء)

حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ سے عراق کی طرف کوچ کے وقت اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا اور سب کو ایک ہی راستے پر روانہ نہیں کیا تھا بلکہ حضرت مُثَنّٰیؓ کو اپنی روانگی سے دو روز قبل روانہ کیا۔ ان کے بعد عَدِی بن حَاتِم اور عَاصِم بن عَمرو کو ایک ایک دن کے فاصلے سے روانہ کیا۔ سب کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ خود روانہ ہوئے۔ ان سب سے حَفِیْر پر جمع ہونے کا وعدہ کیا تا کہ وہاں سے ایک دم اپنے دشمن سے ٹکرائیں۔ حَفِیْر بصرہ سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے پہلی منزل ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ سرحد فارس کی تمام سرحدوں میں شان و شوکت کے لحاظ سے سب سے بڑی اور مضبوط سرحد تھی اور اس کا حاکم ھُرْمُزْ تھا۔ یہاں کا سپہ سالار ایک طرف خشکی میں

عربوں سے نبرد آزما ہوتا تھا اور دوسری طرف سمندر میں اہل ہند سے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 309 ، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء) (معجم البلدان جلد2 صفحہ319) (الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ239 دارالکتب العلمیۃ بیروت2003ء)

بہر حال حضرت خالدؓ کے لشکر کی تعداد بہت کم تھی کیونکہ ایک تو اس کا بہت حصہ جنگ یمامہ میں کام آچکا تھا۔ دوسرے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں ہدایت کی تھی کہ اگر کوئی شخص عراق نہ جانا چاہے تو اس پر زبردستی نہ کی جائے اور اس کے ساتھ ہی ایک نہایت ہی اہم ہدایت یہ بھی دی کہ اس کے علاوہ کسی سابق مرتد کو جو دوبارہ اسلام لے بھی آیا ہو اس وقت تک اسلامی لشکر میں شامل نہ کیا جائے جب تک خلیفہ سے خاص طور پر اجازت حاصل نہ کر لی جائے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں مزید کمک بھیجنے کے لیے لکھا تو انہوں نے صرف ایک شخص قَعْقَاعْ بن عَمرو کو ان کی مدد کے لیے روانہ فرمایا۔ لوگوں کو بہت تعجب ہوا اور انہوں نے عرض کیا آپ خالد کی مدد کے لیے صرف ایک شخص کو روانہ کر رہے ہیں حالانکہ لشکر کا بیشتر حصہ اب ان سے علیحدہ ہو چکا ہے، الگ ہو چکا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا جس لشکر میں قَعْقَاعْ جیسا شخص شامل ہو وہ کبھی شکست نہیں کھا سکتا۔ پھر بھی قَعْقَاعْ کے ہاتھ آپؓ نے خالد کو ایک خط بھیجا جس میں لکھا کہ وہ ان لوگوں کو اپنے لشکر میں شامل ہونے کی ترغیب دیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بدستور اسلام پر قائم رہے اور جنہوں نے مرتدین کے خلاف جنگوں میں حصہ لیا۔ یہ خط موصول ہونے پر حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کو ترتیب دینا شروع کر دیا۔

(حضرت ابو بکرؓ، صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 268، اشاعت 2004ء)

عراق کے کاشتکاروں کے سلسلہ میں حضرت ابو بکرؓ نے جو وصیت کی تھی اور جو حکمتِ عملی تھی اس کے بارے میں لکھا ہے کہ عرب عراق کی سرزمینوں میں بطور کاشتکار کام کرتے تھے۔ فصل تیار ہونے پر انہیں بٹائی کا بہت تھوڑا حصہ ملتا تھا۔ اکثر حصہ ان ایرانی زمینداروں کے پاس چلا جاتا تھا جو ان زمینوں کے مالک تھے۔ یہ زمیندار غریب عربوں پر بے حد ظلم توڑتے تھے اور ان کے ساتھ غلاموں سے بھی بدتر سلوک کیا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عراق میں اپنے سالاروں کو حکم دے دیا کہ جنگ کے دوران میں ان عرب کاشتکاروں کو کوئی تکلیف نہ دی جائے اور نہ انہیں قتل کیا جائے اور نہ قیدی بنایا جائے۔ غرض ان سے کسی قسم کی بدسلوکی نہ کی جائے کیونکہ وہ بھی ان کی طرح عرب ہیں اور ایرانیوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پس رہے ہیں۔ انہیں اس بات کا احساس دلانا چاہیے کہ یہاں عربوں کی حکومت قائم ہونے سے ان کی مظلومانہ زندگی کے دن ختم ہو جائیں گے اور اب وہ اپنے ہم قوم لوگوں کی بدولت حقیقی عدل و انصاف اور جائز آزادی اور مساوات سے بہرہ ور ہو سکیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ کی اس حکمت عملی نے مسلمانوں کو بے حد فائدہ پہنچایا۔ ان کی فتوحات کے راستے میں آسانیاں پیدا ہو گئیں اور انہیں یہ خدشہ نہ رہا کہ پیش قدمی کرتے وقت کہیں پیچھے سے حملہ ہو کر ان کا راستہ مسدود نہ ہو جائے۔

(حضرت ابو بکرؓ، صدیق اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم، صفحہ 267-268، اشاعت 2004ء)

جب حضرت خالد بن ولیدؓ نے نِبَاجْ میں پڑاؤ ڈالا تو حضرت مُثَنّٰیؓ اس وقت اپنی فوج کے ساتھ خَفَّانْ میں موجود تھے۔ نِبَاجْ بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک مقام ہے۔ خَفَّانْ کوفہ کے قریب ایک جگہ ہے۔ حضرت خالدؓ نے

حضرت مُثَنّٰی کی طرف ایک خط لکھا کہ وہ آپؓ کے پاس آئیں اور اس کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کا وہ خط بھی بھیجا جس میں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت مُثَنّٰی بن حَارِثہؓ کو حضرت خالدؓ کی اطاعت کا حکم دیا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد 2صفحہ 308دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012)(فرہنگ سیرت صفحہ296)(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 434دارالکتب العلمیۃ بیروت)

یہ ساری تاریخ طبری کی روایت ہے۔ پہلے تو وہ تھی پھر یہ تھا کہ خالدؓ کو حضرت ابو بکرؓ نے خود بھیجا تھا۔ بہر حال پھر جنگیں ہوئیں۔ کون کون سی جنگیں ہیں؟ کیا ان کے نام تھے اور ان کی فتوحات کا تذکرہ ان شاء اللہ آئندہ ہو گا۔ یہ جنگیں جو مسلمانوں نے ایرانیوں کے خلاف عراق کے علاقے میں لڑیں اور اللہ تعالیٰ نے ان میں مسلمانوں کو حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں جو فتوحات عطا فرمائیں ان کا ذکر ہو گا۔ ان شاء اللہ۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2صفحہ201 ذکر اخبار الأسود العنسی بالیمن دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء)

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26/ جولائی تا08/ اگست 2022ء سالانہ نمبر خلافت احمدیہ دنیا کی راہنمائی جلد29 شمارہ59 تا62 جلسہ سالانہ نمبر صفحہ 11 تا15)

29

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22/ جولائی 2022ء بمطابق 22/ وفا 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

جیسا کہ مَیں نے گذشتہ جمعہ میں بتایا تھا کہ آج **حضرت ابو بکرؓ کے دَورِ خلافت میں ایرانیوں کے خلاف کارروائیوں کا بیان ہو گا۔** اس سلسلہ میں ایک جنگ جو ہوئی اسے جنگِ ذات السلاسل یا جنگِ کاظمہ کہتے ہیں۔ یہ جنگ محرم الحرام 12/ ہجری میں ہوئی۔ یہ جنگ تین ناموں سے معروف ہے۔ جنگِ ذات السلاسل، جنگِ کاظمہ اور جنگِ حَفِیر۔ اس جنگ کو ذاتُ السَّلَاسِل یعنی زنجیروں والی جنگ اس لیے کہا جاتا ہے کہ عربی میں سلسلۃ زنجیر کو کہتے ہیں جس کی جمع سلاسل ہے۔ کیونکہ اس جنگ میں ایرانی فوج نے اپنے آپ کو ایک دوسرے کے ساتھ زنجیروں میں جکڑ لیا تھا تا کہ کوئی شخص جنگ سے بھاگنے نہ پائے۔ جنگِ ذات السلاسل کی اس روایت کو بعض مؤرخین تسلیم نہیں کرتے۔ یہ جنگ مسلمانوں اور ایرانیوں کے درمیان کَاظِمَہ مقام کے قریب لڑی گئی تھی اس لیے اسے **جنگِ کاظمہ** کے نام سے بھی موسوم کرتے ہیں۔ کاظمہ بصرہ سے بحرین جاتے ہوئے بحر سیف البحر پر ایک بستی ہے۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از استاذ عمر ابو النصر، صفحہ 664)(ماخوذ از الکامل فی التاریخ، جلد2صفحہ239 ، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2003ء) (ابو بکر صدیق اکبرؓ، از محمد حسین ہیکل، مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 272، علم و عرفان پبلشرز لاہور2004ء)(معجم البلدان جلد 4 صفحہ488)

حَفِیر علاقہ میں ہونے کی وجہ سے اس جنگ کو جنگِ حفیر بھی کہا جاتا ہے۔

(الصدیقؓ، صفحہ 127، مصنفہ پروفیسر علی محسن صدیقی)

مسلمانوں کی طرف سے اس جنگ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور ایرانیوں کی جانب سے سپہ سالار کا نام ہُرمز تھا۔ مسلمانوں کے لشکر کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ309، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء)

جیسا کہ گذشتہ خطبات میں بیان ہو چکا ہے کہ ہُرمُز ایرانیوں کی جانب سے اس علاقے کا حاکم تھا جو حسب و نسب اور شرف و عزت میں اکثر امرائے ایران سے بڑھا ہوا تھا۔ ایرانی معززین کی عادت تھی کہ وہ معمولی ٹوپیوں کی بجائے قیمتی ٹوپیاں پہنتے تھے اور حسب و نسب اور شرف و عزت میں جو شخص جس مرتبے کا ہوتا تھا اسی مناسبت سے قیمتی ٹوپی پہنتا تھا۔ سب سے بیش قیمت ٹوپی کہا جاتا ہے کہ ایک لاکھ درہم کی ہوتی تھی جسے وہی شخص پہن سکتا تھا جو

شرف و عزت اور توقیر و وجاہت میں کمال درجہ پر پہنچا ہوا ہو اور ہُرمُز کے مرتبے کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے کہ اس کی ٹوپی کی قیمت بھی ایک لاکھ درہم تھی۔ ایرانیوں کے نزدیک تو اس کی وجاہت مسلّم تھی لیکن عراق کی حدود میں بسنے والے عربوں میں اس کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا کیونکہ وہ ان عربوں پر تمام سرحدی امراء سے زیادہ سختی اور ظلم کرتا تھا۔ عربوں کی نفرت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی یعنی غیر مسلمان عرب جو تھے کہ وہ کسی شخص کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے ہُرمُز کا نام بطور ضرب المثل لینے لگے تھے۔ چنانچہ کہتے تھے کہ فلاں شخص تو ہُرمُز سے بھی زیادہ خبیث ہے۔ فلاں ہُرمُز سے بھی زیادہ بدفطرت اور بدطینت ہے۔ فلاں شخص ہُرمُز سے بھی زیادہ احسان فراموش ہے۔ اور اسی وجہ سے ہُرمُز کو عربوں کے پے در پے چھاپوں اور جھڑپوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا تھا اور دوسری طرف ہُرمُز کی جھڑپیں ہندوستان کے بحری قزاقوں سے بھی ہوتی رہتی تھیں۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ، از ہیکل، مترجم، صفحہ 269-270)

بہرحال حضرت خالد بن ولیدؓ نے یمامہ سے روانگی سے قبل ہُرمُز کو خط لکھا تھا۔ انہوں نے اپنے خط میں لکھا کہ اَمَّا بَعد! فرمانبرداری اختیار کر لو، تم محفوظ رہو گے یا اپنی اور اپنی قوم کے لیے حفاظت کی ضمانت حاصل کر لو اور جزیہ دینے کا اقرار کرو ورنہ تم بجز اپنے آپ کے کسی اَور کو ملامت نہیں کر سکو گے۔ میں تمہارے مقابلے کے لیے ایسی قوم کو لایا ہوں جو موت کو یوں پسند کرتی ہے جیسے تم زندگی کو پسند کرتے ہو۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ309، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء)

جب حضرت خالدؓ کا خط ہُرمُز کے پاس پہنچا تو اس نے اردشیر شاہِ کسریٰ کو اس کی اطلاع دی اور اپنی فوجیں جمع کیں اور ایک تیز رَو دستے کو لے کر فوراً حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے کاظمہ پہنچا اور اپنے گھوڑوں سے آگے بڑھ گیا مگر اس نے اس راستے پر حضرت خالد بن ولیدؓ کو نہ پایا اور اس کو یہ اطلاع ملی کہ مسلمانوں کا لشکر حَفِیر میں جمع ہو رہا ہے۔ اس لیے پلٹ کر حفیر کی طرف روانہ ہوا۔ حفیر بصرہ سے مکہ کی طرف جاتے ہوئے پہلی منزل تھی۔ وہاں پہنچتے ہی اپنی فوج کی صف آرائی کی۔ ہُرمُز نے اپنے دائیں بائیں دو بھائیوں کو مقرر کیا۔ ان میں سے ایک کا نام قُبَاذ اور دوسرے کا نام اَنُوْشَجَانَ تھا۔ ایرانیوں نے اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا تھا۔ اس روایت میں تو یہی بیان ہوا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اس پر وہ لوگ جن کی رائے اس کے خلاف تھی جب انہوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا کہ تم لوگوں نے دشمن کے لیے خود ہی اپنے آپ کو زنجیروں میں جکڑ لیا ہے۔ ایسا نہ کرو۔ یہ بری فال ہے۔ اس کا انہوں نے جواب دیا جو اس حق میں تھے کہ زنجیروں سے جکڑا جائے کہ تمہارے متعلق ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم بھاگنے کا ارادہ رکھتے ہو۔ جب حضرت خالدؓ کو ہُرمُز کے حفیر پہنچنے کی اطلاع ملی تو آپ اپنے لشکر کو لے کر کاظمہ کی طرف مڑ گئے۔

ہُرمُز کو اس کا پتا چل گیا تو وہ فوراً کاظمہ کی طرف روانہ ہوا اور وہاں پڑاؤ کیا۔ ہُرمُز اور اس کے لشکر نے صف آرائی کی اور پانی پر ان کا قبضہ تھا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ آئے تو ان کو ایسے مقام پر اترنا پڑا جہاں پانی نہیں تھا۔ لوگوں نے آپؓ سے اس کی شکایت کی۔ آپؓ کے منادی نے اعلان کیا کہ سب لوگ اتر پڑیں اور سامان نیچے اتار لیں اور دشمن سے پانی کے لیے لڑائی کریں کیونکہ بخدا پانی پر اسی جماعت کا قبضہ ہو گا جو دونوں گروہوں میں سے

زیادہ ثابت قدم رہے گی اور دونوں لشکروں میں زیادہ معزز ہو گی۔ اس پر سامان اتار لیا گیا۔ سوار فوج اپنی جگہ کھڑی رہی۔ پیدل فوج نے پیش قدمی کی اور دشمن پر حملہ آور ہوئی۔ دونوں طرف لڑائی شروع ہوئی تو اللہ نے ایک بدلی بھیجی۔ مسلمانوں کی صفوں کے پیچھے بارش ہوئی۔ مسلمانوں کو اس سے قوت ملی۔ ہُرمُز نے حضرت خالدؓ کے لیے ایک سازش تیار کی۔ اس نے اپنے دفاعی دستے سے کہا کہ مَیں حضرت خالدؓ کو مبارزت کی دعوت دیتا ہوں اور اس دوران کہ مَیں ان کو اپنے ساتھ مصروف رکھوں گا تم لوگ اچانک چپکے سے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دینا۔ اس کے بعد ہُرمُز میدان میں نکلا۔ حضرت خالدؓ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے۔ ہُرمُز بھی اپنے گھوڑے سے اترا اور اس نے حضرت خالدؓ کو مقابلے کی دعوت دی۔ حضرت خالدؓ چل کر اس کی طرف آئے اور دونوں میں مقابلہ ہوا۔ دونوں طرف سے وار ہونے لگے۔ حضرت خالدؓ نے ہُرمُز کو بھینچ لیا۔ اس پر ہُرمُز کے دفاعی دستے نے خیانت سے کام لیتے ہوئے حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا اور انہیں گھیرے میں لے لیا۔ جب اس طرح ایک ایک کی لڑائی ہو رہی ہو تو پھر دوسرے حملہ نہیں کرتے لیکن بہر حال ان کی فوج نے ان پہ حملہ کر دیا۔ اس کے باوجود حضرت خالدؓ نے ہُرمُز کا کام تمام کر دیا۔

حضرت قَعْقَاعْ بن عَمروؓ نے جیسے ہی ایرانیوں کی یہ خیانت دیکھی تو ہُرمُز کے دفاعی دستے پر حملہ کر دیا اور انہیں گھیرے میں لے کر موت کی نیند سلا دیا۔ ایرانیوں کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ بھاگ گئے۔ بھاگنے والوں میں قُبَاذ اور اَنُوشَجَانَ بھی تھے۔ مسلمانوں نے رات کے اندھیرے میں ایرانیوں کا تعاقب کیا اور دریائے فُرات کے بڑے پل تک جہاں آج کل بصرہ آباد ہے انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ جنگ کے اختتام پر حضرت خالدؓ نے مالِ غنیمت جمع کرایا۔ اس میں ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر زنجیریں بھی تھیں۔ ان کا وزن ایک ہزار رَطَلْ تھا یعنی زنجیروں کا تقریباً تین سو پچہتر کلو۔ جو مالِ غنیمت حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھیجا گیا اس میں ہُرمُز کی ایک ٹوپی بھی تھی جس کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی اور وہ جواہرات سے مرصّع تھی۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ ٹوپی حضرت خالد بن ولیدؓ کو عطا فرما دی تھی۔ حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری، مال غنیمت میں سے خُمُس اور ایک ہاتھی مدینہ روانہ کیا اور ہر طرف اسلامی لشکر کی فتح کا اعلان کر دیا۔ زِرّبن کُلَیْب خُمُس اور ہاتھی کو لے کر مدینہ پہنچے۔ اہل مدینہ کو اس سے قبل ہاتھی دیکھنے کا کبھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ مدینہ والوں کا تو ذکر ہی کیا، عرب کے کسی اَور باشندے نے بھی ابرہہ کے ہاتھیوں کے سوا آج تک ہاتھی کی صورت نہ دیکھی تھی۔ جب لوگوں کو دکھانے کے لیے اس کو سارے شہر میں گشت کرایا گیا تو بوڑھی عورتیں اس ہاتھی کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئیں اور کہنے لگیں جو ہم دیکھ رہی ہیں کیا یہ خدا کی تخلیق میں سے ہے؟ وہ یہ سمجھیں کہ کوئی بناوٹی چیز ہے۔ اس ہاتھی کو حضرت ابو بکرؓ نے زِرّ کے ساتھ ہی حضرت خالدؓ کے پاس واپس بھیج دیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 309 – 310، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء) (سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 404، 405) (حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از ہیکل صفحہ 271 تا 273) (معجم البلدان جلد2 صفحہ 319، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان) (لغات الحدیث زیر لفظ رَطْلْ جلد2 صفحہ 121)

اس جنگ میں مسلمانوں کی فتح کی ایک بڑی وجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ پالیسی بھی تھی جو انہوں نے عراق کے کاشتکاروں کے بارے میں وضع کی تھی اور جس پر خالد نے سختی سے عمل کیا تھا۔ اس پالیسی کے

تحت انہوں نے کاشتکاروں سے مطلق تعرض نہ کیا۔ جہاں جہاں وہ آباد تھے انہیں وہیں رہنے دیا اور جزیہ کی معمولی رقم کے سوا اَور کسی قسم کا تاوان یا ٹیکس ان سے وصول نہ کیا۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 272 مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

معرکہ ذَاتُ السَّلَاسِل میں جنگ میں شامل ہونے والے سوار کو ایک ہزار درہم کا حصہ دیا گیا اور پیدل کو اس کا ایک تہائی دیا گیا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 311، دارالکتب العلمیۃ،بیروت، 2012ء)

جنگ کَاظِمَہ دوررَس نتائج کی حامل ثابت ہوئی۔ اس لڑائی نے مسلمانوں کی آنکھیں کھول دیں اور انہوں نے دیکھ لیا کہ وہ ایرانی جن کی سطوت کا شہرہ ایک عرصہ سے سننے میں آرہا تھا اپنی پوری طاقت کے باوجود ان کی معمولی فوج کے مقابلے میں بھی نہ ٹھہر سکے۔ اس جنگ میں مالِ غنیمت کی جو مقدار ان کے ہاتھ لگی اس کا وہ تصور بھی نہ کر سکتے تھے۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 272 مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

پھر جنگ اُبُلَّہ کا ذکر ہے جو بارہ ہجری میں لڑی گئی۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو ہدایت کی تھی کہ وہ عراق میں جنگ کا آغاز اُبُلَّہ سے کریں جو خلیج فارس پر ایک سرحدی مقام تھا۔ ہندوستان اور سندھ کو جو تجارتی قافلے عراق سے آتے تھے سب سے پہلے اُبُلَّہ میں قیام کرتے تھے۔ اُبُلَّہ کی فتح کے متعلق دو روایتیں مذکور ہیں۔ ایک یہ کہ مسلمانوں نے اُبُلَّہ کو سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں فتح کیا لیکن بعد میں یہ دوبارہ ایرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا اور حضرت عمر بن خطابؓ کے زمانے میں مسلمان اس پر پوری طرح قابض ہوئے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ اس کی فتح حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از ہیکل صفحہ 269)

بہر حال علامہ طبری نے اپنی کتاب میں حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں اس جنگ کا مختصر تذکرہ کیا ہے تاہم اس کے بعد وہ یہ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے دور خلافت میں اُبُلَّہ کی فتح کا قصہ عام سیرت نگاروں اور صحیح روایات کے خلاف ہے کیونکہ اُبُلَّہ کی فتح حضرت عمرؓ کے عہد میں چودہ ہجری میں حضرت عُتْبہ بن غَزْوَانؓ کے ہاتھ سے عمل میں آئی تھی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 310 دار الکتب العلمیۃ بیروت، 2012ء)

تاریخ کی اَور کتابوں میں جنگِ اُبُلَّہ کا ذکر اس طرح آیا ہے۔ بعض مؤرخین اس کو پہلی بار حضرت ابو بکرؓ کے عہد مبارک میں ہونا بیان کرتے ہیں اور بعض اس کی تردید کرتے ہیں کہ یہ جنگ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں نہیں بلکہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ہوئی تھی لیکن کتب تاریخ میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دونوں کے عہد مبارک میں جنگ اُبُلَّہ اور اُبُلَّہ کی فتح کا ذکر ملتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ اس کی پہلی بار فتح حضرت ابو بکرؓ کے عہد مبارک میں ہوئی تھی لیکن بعد میں ایرانیوں کی بحری امداد کے بل بوتے پر اہلِ اُبُلَّہ نے بغاوت کر کے آزادی حاصل کر لی۔ پھر حضرت عمرؓ کے عہد مبارک میں یہ دوبارہ فتح ہوا۔ (الصدیقؓ، از پروفیسر علی محسن صدیقی، صفحہ 128)

بہر حال اُبُلّہ کی جنگ کی تفصیل کچھ یوں ہے۔ جنگِ ذَاتُ السَّلَاسِل کے اختتام پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت مُثَنّٰی کو ایرانیوں کے شکست خوردہ لشکر کے تعاقب میں بھیجا اور ساتھ ہی حضرت مَعْقَلؓ کو اُبُلّہ بھیجا کہ وہاں پہنچ کر مال غنیمت جمع کر لیں اور قیدیوں کو گرفتار کر لیں۔ چنانچہ مَعْقَل وہاں سے روانہ ہو کر اُبُلّہ پہنچے اور مالِ غنیمت اور قیدی جمع کر لیے۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 310)

بعد میں حضرت عمرؓ کے عہدِ مبارک میں اس کی فتح کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ کو چودہ یا سولہ ہجری میں بصرہ کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت عتبہؓ وہاں ایک مہینہ رہے۔ اہلِ اُبُلّہ ان کے مقابلے کے لیے نکلے۔ یہ پانچ سو عجمی سپاہی تھے جو اُبُلّہ کی حفاظت پر مامور تھے۔ حضرت عتبہؓ نے ان لوگوں سے لڑائی کی اور انہیں شکست دی یہاں تک کہ ایرانی شہر کے اندر گھس گئے اور حضرت عتبہؓ اپنے لشکر میں لوٹ آئے۔ اللہ نے فارسیوں کے دل میں رعب ڈال دیا، وہ شہر سے نکل گئے اور تھوڑا بہت سامان لے کر کشتیوں میں بیٹھے اور دریا عبور کر کے چلے گئے۔ اس طرح پورا شہر خالی ہو گیا۔ مسلمان شہر میں داخل ہو گئے یہاں پر مسلمانوں کو کافی سامان ہتھیار اور دیگر مختلف چیزیں ہاتھ آئیں اور قیدی بھی ملے۔ اس سارے سامان کا خُمس نکال کر باقی مالِ غنیمت مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کی تعداد تین سو تھی۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 335 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

پھر ایک جنگ مَذَارْ ہے۔ جنگِ مَذَارْ: یہ معرکہ صفر بارہ ہجری میں ہوا۔ جنگ بارہ ہجری میں لڑی گئی۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 311 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

مَذَارْ مَیْسَان کا قصبہ ہے۔ مَذَارْ اور بصرہ کے درمیان چار دن کی مسافت کے برابر فاصلہ ہے۔

(معجم البلدان جلد 5 صفحہ 104، المَذَارْ، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان)

اس واقعہ کے روز لوگوں کی زبان پر یہ فقرہ تھا کہ صفر کا مہینہ آ گیا ہے اور اس میں ہر ظالم سرکش قتل ہو گا جہاں دریا اکٹھے ہوتے ہیں۔ ہُرمُز ذَاتُ السَّلَاسِل کی جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے مدمقابل تھا اس نے اپنے بادشاہ کو مدد کے لیے لکھا تھا۔ بادشاہ نے اس کی مدد کے لیے قَارِن کی قیادت میں ایک لشکر بھیجا مگر وہ لشکر ابھی مَذَارْ کے مقام پر پہنچا تھا کہ اس کو جنگ ذَاتُ السَّلَاسِل میں ہُرمُز کی شکست کی اور اس کے مارے جانے کی اطلاع ملی اور ساتھ ہی ہُرمُز کی فوج کے شکست کھائے ہوئے دستے بھی مَذَارْ میں قَارِن سے آملے اور ان میں سے بعض دستوں کے سپاہیوں نے دوسرے دستوں کے سپاہیوں سے کہا کہ اگر آج تم متفرق ہو گئے تو پھر کبھی جمع نہیں ہو سکو گے۔ اس لیے ایک دم واپسی کے لیے اکٹھے ہو جاؤ۔ وہ دوڑی ہوئی فوج جو تھی وہ بھی اور جو نئی کمک آ رہی تھی یا نئی فوج جو ایران سے آ رہی تھی دونوں مل گئے اور دونوں نے ایک دوسرے کو اس بات پر جوش دلایا کہ جنگ ہونی چاہیے۔ جو دوڑے ہوئے تھے انہوں نے کہا یہ بادشاہ کی مدد پر مشتمل نیا لشکر آن پہنچا ہے۔ اور یہ اس کا سپہ سالار قَارِن ہمارے ساتھ ہے ممکن ہے کہ خدا ہمیں غلبہ عطا کرے اور ہمارے دشمن سے ہمیں نجات عطا فرمائے اور ہم اپنے نقصانات کی کسی قدر تلافی کر لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور انہوں نے مَذَارْ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ قَارِن نے ہراول دستے پر قُبَاذ اور اَنُوشَجَان کو مقرر کیا جو جنگِ ذات السلاسل میں فرار ہو گئے تھے۔ دوسری طرف دشمن کی اس تیاری کی اطلاع

حضرت مُثَنّٰی اور حضرت مُعَنّٰی نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیج دی۔ حضرت خالدؓ نے قَارِن کی اطلاع پاتے ہی معرکہ ذات السلاسل میں حاصل ہونے والا مالِ غنیمت انہی مجاہدین میں تقسیم کر دیا جن کو خدا نے وہ مال غنیمت دیا تھا اور خُمس میں سے مزید جس قدر چاہا دیا اور معرکہ ذات السلاسل میں حاصل ہونے والا باقی مال غنیمت اور اس معرکے میں جو فتح ہوئی تھی اس کی خوشخبری حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھجوادی اور اس امر سے بھی مطلع کر دیا کہ معرکہ ذات السلاسل میں دشمنوں کی ہزیمت خوردہ افواج اور قَارِن کی سربراہی میں آنے والا نیا لشکر ایک جگہ جمع ہو رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت خالدؓ روانہ ہوئے اور مَدَار میں قَارِن کی فوج کے مقابلے پر آئے اور اپنی فوج کی صف آرائی کی۔ دونوں طرف سے مقابلہ ہوا۔ دونوں حریفوں کی نہایت غیظ و غضب کی حالت میں مڈھ بھیڑ ہوئی۔ قَارِن مبارزت کے لیے میدان میں نکلا۔ دوسری طرف سے اس کے مقابل کے لیے حضرت خالدؓ اور حضرت معقل بن اَعْشیٰ آگے بڑھے۔ دونوں قَارِن کی طرف لپکے مگر حضرت مَعْقَلؓ نے حضرت خالدؓ سے پہلے قَارِن کو جالیا اور اسے قتل کر دیا۔ حضرت عاصمؓ نے اَنُوشَجَان کو اور حضرت عدی نے قُبَاذ کو قتل کر دیا۔ ان تینوں سرداروں کے مارے جانے سے ایرانی حوصلہ ہار بیٹھے اور میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ اس جنگ میں اہل فارس کی بہت بڑی تعداد ماری گئی اور جو لوگ پسپا ہوئے وہ اپنی کشتیوں میں سوار ہو کر بھاگے۔ حضرت خالدؓ نے مَدَار میں قیام کیا اور ہر مقتول کا سامان خواہ وہ کسی قیمت کا ہو اسی مجاہد کو عطا کیا جس نے اسے قتل کیا تھا اور مال فَے کو بھی ان میں تقسیم کیا نیز خمس میں سے ان لوگوں کو حصہ دیا جنہوں نے نمایاں کارنامے سرانجام دیے تھے اور خمس کے باقی حصہ کو ایک وفد کے ساتھ حضرت سعید بن نعمان کی سرکردگی میں مدینہ روانہ کر دیا۔ ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے اور یہ ان کے علاوہ ہیں جو نہر میں ڈوب کر مر گئے اور کہا جاتا ہے کہ اگر یہ پانی مانع نہ ہوتا تو ان میں سے ایک بھی نہ بچتا۔ پھر بھی جو لوگ بچ کر بھاگے وہ بہت پراگندہ حال اور اپنا سب کچھ چھوڑ کر بھاگے۔ جنگ کے بعد لڑائی میں حصہ لینے والوں اور ایرانی فوج کی حمایت کرنے والوں کو مع اہل و عیال کے قید کر لیا گیا۔ ان قیدیوں میں ابوالحسن بصری بھی شامل تھے۔ ابوالحسن بصری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ امام حسن بصری کے والد تھے جو کہ بصرہ کے مشہور واعظ اور صوفی تھے، مسلمان ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ ابوالحسن بصری کو قید کرنے کے بعد مدینہ لایا گیا جہاں ان کی مالکہ نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 311، 312، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ جلد 8 صفحہ 262)

اس فتح کے بعد عام رعایا سے بے حد نرمی کا سلوک کیا گیا۔ کاشتکاروں اور ان تمام لوگوں کو بغیر کسی قسم کی تکلیف پہنچائے جزیہ کی ادائیگی پر آمادہ کر دیا گیا اور انہیں ان کی زمینوں اور جگہوں پر برقرار رکھا گیا۔ ان ابتدائی امور سے فراغت حاصل کر کے حضرت خالدؓ نے مفتوحہ علاقے کے نظم و نسق کی طرف توجہ کی۔ جزیہ وصول کرنے کے لیے جابجا عُمّال مقرر کیے گئے۔ مفتوحہ علاقے کی حفاظت کے لیے انہوں نے حَفِیر اور جِسْرِ اَعظم یعنی سب سے بڑے پل پر فوجیں متعین کر رکھی تھیں۔ ان کا انتظام اَور بہتر بنایا گیا اور فوجوں کے تمام دستوں کو مختلف افسروں کے زیر نگرانی دے کر انہیں دشمنوں کی خفیہ اور اعلانیہ سرگرمیوں سے خبردار رہنے اور موقع پڑنے پر ان کا مقابلہ کرنے کا حکم دے دیا گیا۔ خالد کی جنگی مہارت کا ثبوت اس سے بڑھ کر اَور کیا ہو گا کہ سرزمینِ ایران میں ان کی پیش

قدمی کے آغاز ہی سے کسریٰ کی طاقتور فوجیں مغلوب ہونی شروع ہو گئیں اور ان کے دم خم، حوصلے اور ولولے سب سرد پڑ گئے۔ جنگ مَذَارْ حِیْرَہ سے کچھ ہی فاصلے پر ہوئی تھی۔ حِیْرَہ خلیج اور مدائن کے تقریباً درمیان میں واقع ہے۔
(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 275 مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

اس جنگ کے بعد کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ دشمن کی نقل و حرکت کی خبروں کی جستجو میں لگ گئے۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 312، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

تا کہ دیکھیں دشمن کی کیا موومنٹ ہے۔ وہ دوبارہ اسلام کے خلاف اکٹھے تو نہیں ہو رہے؟

جنگ وَلَجَہ ایک جنگ ہے۔ جنگِ وَلَجَہ۔ صفر بارہ ہجری میں ہوئی۔ وَلَجَہ کَسکَر کے قریب خشکی کا علاقہ ہے۔ جنگ مَذار میں ایرانیوں کو جس شرمناک شکست کا سامان کرنا پڑا کہ اس میں ان کے بڑے بڑے سردار بھی مارے گئے تھے۔ اس پر ایرانی شہنشاہ نے ایک اَور حکمت عملی طے کرتے ہوئے اَور زیادہ تیاری کے ساتھ مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کی منصوبہ بندی کی۔ چنانچہ ایرانی حکومت نے عراق میں بسنے والے عیسائیوں کے ایک بہت بڑے قبیلہ بَکْر بن وَائِل کے سرکردہ لوگوں کو دربارِ ایران میں بلایا اور ان کو مسلمانوں کے ساتھ لڑنے پر آمادہ کر کے ایک لشکر ترتیب دیا اور اس لشکر کی قیادت ایک مشہور شہسوار اَنْدَرْزَغَرْ کے ہاتھ میں دی اور یہ لشکر وَلَجَہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ عراق میں عیسائیوں کا ایک بہت بڑا قبیلہ بکر بن وائل آباد تھا۔

شہنشاہ اَرْدَشِیْر نے انہیں طلب کیا اور ان کی ایک فوج مرتب کر کے انہیں مسلمانوں سے معرکہ آرائی کے لیے وَلَجَہ کی جانب روانہ کر دیا۔ حِیْرَہ اور کَسْکَر کے نواحی علاقوں کے لوگ اور کسان بھی اس لشکر کے ساتھ مل گئے۔ حِیْرَہ کوفہ سے تین میل جنوب مغرب میں ایک شہر ہے۔ کَسْکَر کوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک قصبہ تھا۔ بہرحال لیکن اس خیال سے کہ مسلمانوں پر فتح یابی کا فخر مکمل طور پر عیسائی عربوں کے حصہ میں نہ آئے اپنے ایک بڑے سپہ سالار بَہْمَنْ جَاذْوَیہ کو بھی ایک بھاری لشکر کے ساتھ ان کے پیچھے ہی روانہ کر دیا۔

(تاریخ طبری جلد دوم صفحہ 312۔ دار الکتب العلمیۃ 2012)
(حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 287-288)

جب اس فارسی سردار کو یہ محسوس ہوا کہ ان کی فوج بہت بڑی ہو گئی ہے تو اس نے حضرت خالد بن ولیدؓ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو فارسی فوج کے وَلَجہ میں جمع ہونے کی خبر ملی اس وقت آپؓ بصرہ کے قریب تھے۔ آپؓ نے مناسب سمجھا کہ فارسی فوج پر تین جہات سے حملہ کریں تا کہ ان کی جمعیت منتشر ہو جائے اور اس طرح اچانک حملے سے فارسی فوج پریشانی کا شکار ہو جائے۔ (سیدنا ابو بکر صدیق از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 406)

چنانچہ آپؓ نے سُوَید بن مُقَرِّن کو قائمقام مقرر کیا اور انہیں حفیر میں ہی قیام پذیر ہونے کا حکم دیا اور ان لوگوں کے پاس پہنچے جن کو دِجْلَہ کے زیریں جانب چھوڑا ہوا تھا۔ ان کو حکم دیا کہ دشمن سے ہر وقت چوکنے رہیں اور غفلت اور فریب میں مبتلا نہ ہوں اور اپنی فوج کو لے کر وَلَجَہ کی طرف پیش قدمی کی اور دشمن کے لشکر اور اس کی معاون جماعتوں کے مقابلے پر اترے اور شدید ترین جنگ ہوئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کے دونوں طرف مجاہدین کے ذریعہ گھات لگا رکھی تھی۔ آخر کار گھات لگائے ہوئے دونوں دستے دونوں طرف سے دشمن پر حملہ آور

ہوئے۔ ایرانیوں کی فوجیں شکست کھا کر بھاگیں مگر حضرت خالد بن ولیدؓ نے سامنے سے اَور گھات لگائے ہوئے دونوں دستوں نے پیچھے سے ان کو ایسا گھیرا کہ وہ بوکھلا گئے یہاں تک کہ کسی کو اپنے ساتھی کے قتل کی بھی پروانہ رہی۔ دشمن فوج کا سپہ سالار ہزیمت خوردہ ہو کر بالآخر مارا گیا۔ کاشتکاروں کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ نے وہی سلوک کیا جو ان کا طریق تھا یعنی ان میں سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ صرف جنگجو لوگوں کی اولاد اور ان کے معاونین کو گرفتار کیا اور عام باشندگان ملک کو جزیہ دینے اور ذِمّی بن جانے کی دعوت دی جس کو ان لوگوں نے قبول کر لیا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 312 دارالکتب العلمیۃ 2012ء)

پھر جنگ اُلَّیس کا ذکر ہے۔ جنگ اُلَّیس ماہ صفر بارہ ہجری میں ہوئی۔ اُلَّیس بھی عراق میں اَنْبار کی بستیوں میں سے ایک بستی تھی۔ حضرت خالدؓ کے ہاتھوں وَلَجَہ کے دن قبیلہ بکر بن وائل اور ایرانیوں کو پہنچنے والی ایک اَور عبرتناک شکست سے ان کے ہم قوم عیسائی غضبناک ہو گئے۔ انہوں نے ایرانیوں کو اور ایرانیوں نے ان کو خطوط لکھے اور اُلَّیس کے مقام پر سب جمع ہو گئے۔ ان کا سردار عَبْدُ الْاَسْوَد عِجْلِی مقرر ہوا۔ اسی طرح ایرانی بادشاہ نے بَہْمَنْ جَاذْوَیہ کو خط لکھا کہ تم اپنے لشکر کو لے کر اُلَّیس پہنچو اور فارس اور عرب کے نصاریٰ میں سے جو لوگ وہاں جمع ہیں ان سے جاملو لیکن بَہْمَنْ جَاذْوَیہ خود تو لشکر کے ساتھ نہ گیا البتہ اس نے اپنی جگہ ایک اَور نامور بہادر جَابَانْ کو روانہ کیا اور اس کو حکم دیا کہ لوگوں کے دلوں میں جنگ کا جوش پیدا کرو مگر میرے آنے تک دشمن سے لڑائی شروع نہ کرنا سوائے اس کے وہ خود پہل کریں۔ جَابَانْ اُلَّیس کی طرف روانہ ہوا۔ بَہْمَنْ جَاذْوَیہ خود ایرانی بادشاہ اَرْدَشِیر کے پاس گیا تا کہ اس سے مشورہ کرے مگر یہاں آ کر دیکھا کہ بادشاہ بیمار پڑا ہے۔ اس لیے بَہْمَنْ جَاذْوَیہ تو اس کی تیمارداری میں لگ گیا اور جَابَانْ کو کوئی ہدایت نہ بھیجی۔ جَابَانْ اکیلا لشکر کے ہمراہ محاذ جنگ کی طرف روانہ ہو کر ماہ صَفَر میں اُلَّیس پہنچا۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 313، دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء)

(معجم البلدان جلد1 صفحہ 294، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت)

مختلف قبائل اور حِیْرَہ کے نواحی علاقوں کے عرب عیسائی جَابَانْ کے پاس جمع ہو گئے۔ حضرت خالدؓ کو جب ان عیسائی گروہوں کے اکٹھا ہونے کی اطلاع ملی تو آپ ان کے مقابلے کے لیے نکلے مگر آپ کو معلوم نہ تھا کہ جَابَانْ بھی قریب آ گیا ہے۔ حضرت خالدؓ صرف ان عربوں اور نصرانیوں سے لڑنے کے ارادے سے آئے تھے مگر اُلَّیس میں جَابَانْ سے سامنا ہو گیا۔ جب جَابَانْ اُلَّیس پہنچا تو اس موقع پر عجمیوں نے جَابَانْ سے پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ آیا پہلے ہم ان کی خبر لیں یا لوگوں کو کھانا کھلا دیں۔ یعنی جنگ شروع کریں یا پہلے کھانا کھا لیں اور پھر کھانے سے فارغ ہو کر ان سے جنگ کریں۔ جَابَانْ نے کہا کہ اگر دشمن تم سے کوئی تعرض نہ کریں تو تم بھی خاموش رہو لیکن میرا خیال ہے کہ وہ تم پر اچانک حملہ کریں گے اور تمہیں کھانا نہیں کھانے دیں گے۔ ان لوگوں نے جَابَانْ کی بات نہ مانی۔ دستر خوان بچھائے۔ کھانا چنا گیا اور سب کو بلا کر کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 241، دارالکتب العلمیۃ بیروت، 2006ء)

حضرت خالدؓ دشمن کے مقابل پر پہنچ کر ٹھہر گئے۔ سامان اتارنے کا حکم دیا۔ اس کام سے فراغت ہوئی تو دشمن کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے عقب کی حفاظت کے لیے محافظ دستے مقرر کیے اور دشمن کی

صف کی طرف بڑھ کر للکارتے ہوئے کہا۔ اَبْجَر کہاں ہے؟ عبد الاسود کہاں ہے؟ مالک بن قَیس کہاں ہے؟ مالک کے علاوہ باقی سب بزدلی کی وجہ سے خاموش رہے۔ مالک آپ کے مقابلے کے لیے نکلا۔ حضرت خالدؓ نے اس سے کہا: ان سب میں سے تجھے میرے مقابل پر آنے کی کس بات نے جرأت دلائی ہے؟ تجھ میں میرا مقابلہ کرنے کی طاقت کہاں! یہ کہہ کر آپؓ نے اس پر وار کیا اور اسے قتل کر دیا اور عجمیوں کو قبل اس کے کہ وہ کچھ کھائیں، دستر خوان پر سے اٹھا دیا۔ جَابَانْ نے اپنے لوگوں سے کہا کیا مَیں نے تم سے پہلے نہیں کہا تھا کہ کھانا شروع نہ کرو۔ بخدا! مجھے کسی سپہ سالار سے ایسی دہشت نہیں ہوئی ہے جیسی کہ آج اس لڑائی میں ہو رہی ہے۔ جب وہ لوگ کھانا کھانے پر قادر نہ ہو سکے تو اپنی بہادری جتانے کے لیے کہنے لگے کہ کھانے کو فی الحال ہم چھوڑ دیتے ہیں یہاں تک کہ ہم مسلمانوں سے فارغ ہو لیں پھر ہم کھانا کھالیں گے۔ جَابَانْ نے کہا کہ بخدا میرا گمان یہ ہے کہ تم نے یہ کھانا دشمن کے لیے رکھ چھوڑا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ تم لوگ جیت جاؤ گے اور پھر کھالو گے بلکہ مجھے لگتا ہے یہ کھانا تو تمہارا دشمن ہی کھائیں گے یعنی مسلمان ہی کھائیں گے جبکہ تم شعور نہیں رکھتے۔ تو پھر اس نے لوگوں کو کہا میری بات مانو تو یہ ہے کہ کھانے میں زہر ملا دو۔ اگر تمہاری فتح ہوئی تو یہ نقصان بہت کم ہے کھانا ضائع ہونے کا اور اگر فتح دشمن کی ہوئی تو تم کوئی ایسا کام کر چکے ہو گے جس سے دشمن زہریلا کھانا کھانے کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا ہو گا۔ مگر وہ لوگ جو تھے ان کو تو اپنی فتح کا پختہ یقین تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ نہیں اس کی، زہر ملانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم آرام سے جنگ جیتیں گے اور پھر کھانا کھائیں گے۔ حضرت خالدؓ نے اپنی فوج کی صف آرائی اس طرح کی جیسا کہ اس سے پہلے کی لڑائیوں میں کر چکے تھے۔ شدید ترین لڑائی ہونے لگی۔ ایرانیوں کو بَہْمَنْ جَاذْوَیہ کے آنے کی توقع تھی اس لیے خوب جم کر بڑی شدت سے لڑے کیونکہ جَابَانْ ان کو امید دلا رہا تھا کہ وہ ایک بڑا لشکر لے کر چل پڑا ہے اور ابھی پہنچنے ہی والا ہے جبکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ بہمن کو تو ایرانی بادشاہ کے بیمار ہونے کی وجہ سے نہ تو بادشاہ سے صورتحال ذکر کرنے کا موقع ملا اور نہ ہی وہ خود لشکر لے کر آسکتا تھا بلکہ اس کا جَابَانْ سے کسی قسم کا رابطہ بھی نہ رہا تھا۔ بہرحال اس جنگ میں مسلمان بھی ان کے خلاف خوب جوش اور غضب میں آئے بڑی سخت جنگ ہوئی۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 313 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

ایرانی فوج کے جوش و جذبہ اور مسلمانوں کی کمزور پڑتی حالت کا ذکر کرتے ہوئے ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ ایرانی لشکر میں سے پہلے عیسائیوں نے حملہ کیا لیکن ان کا سردار مالک بن قیس مارا گیا۔ اس کا مارا جانا تھا کہ ان کی ہوا اکھڑ گئی اور وہ بددل ہو گئے۔ یہ دیکھ کر جَابَانْ نے ایرانی فوج کو آگے جھونک دیا۔ ایرانی اس امید پر کہ ابھی بہمن نئی کمک لے کر آیا چاہتا ہے خوب دلیری سے لڑے۔ مسلمانوں نے بار بار حملے کیے لیکن ہر بار ایرانیوں نے کمال پامردی اور مستقل مزاجی سے حملے کو ناکام بنا دیا۔ بالآخر حضرت خالد بن ولیدؓ نے مادی اسباب و ذرائع کو ناکافی ہوتا دیکھ کر بڑی عاجزی سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی اور عرض کی کہ اے اللہ! اگر تو مجھے دشمنوں پر غلبہ عطا فرمائے گا تو میں کسی ایک دشمن کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا اور یہ دریا ان کے خون سے سرخ ہو جائے گا۔ بعض کتب میں ہے کہ حضرت خالدؓ نے قسم کھائی تھی یا نذر مانی تھی کہ اگر اس جنگ میں فتح ہو گئی تو کسی بھی دشمن جنگجو کو زندہ نہیں

چھوڑوں گا۔ بہر حال اس کے بعد حضرت خالدؓ نے جنگی چال چلتے ہوئے فوج کو دائیں اور بائیں جانب سے ایرانی لشکر کے عقب پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اس حملے سے ایرانی لشکر تتر بتر ہو گیا اور اسے بھاگنے یا ہتھیار ڈالنے میں ہی عافیت نظر آئی۔ حضرت خالدؓ نے حکم دیا کہ دشمن کو پکڑ کر قیدی بنالو اور مقابلہ کرنے والوں کے سوا کسی کو قتل نہ کرو۔ صرف ان کو قتل کرنا جو مقابلہ کرتے ہیں۔ (تاریخ طبری اردو جلد 2 صفحہ 564 دارالاشاعت)

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ، صفحہ 671-672، منسوب بہ استاذ عمر ابوالنصر، مترجم)

اس بارے میں ریسرچ سیل کا ایک نوٹ ہے اور میں نے بھی دیکھا ہے۔ یہی بات صحیح لگتی ہے۔ اس کی وضاحت کرتے ہوئے تاریخ طبری سمیت اکثر سیرت نگاروں اور مورخین نے ذکر کیا ہے کہ حضرت خالدؓ نے اپنی اس دعا میں جو عہد کیا تھا اس کے مطابق ایک دن اور ایک رات ان قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالا گیا تا کہ اس کا پانی خون سے سرخ ہو جائے یعنی انہوں نے نہ صرف جنگ کرنے والوں سے جنگ لڑی بلکہ قیدیوں کو بھی قتل کر دیا اور اس وجہ سے یہ نہر آج تک نہر الدم یعنی خون کی نہر کے نام سے مشہور ہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 314 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

لیکن بہر حال یہ حقیقت نہیں لگتی کہ قیدیوں کو قتل کر کے پھر نہر میں خون پھینکا گیا ہو اور سیرت نگاروں نے اس میں کچھ تساہل یا مبالغہ سے کام لیا ہے یا عین ممکن ہے کہ وہ ذہن جو اسلامی جنگوں میں جان بوجھ کر ظلم و بربریت کی جھوٹی کہانیاں شامل کرنے کا بیڑہ اٹھائے ہوئے تھے انہوں نے جہاں موقع ملا اپنی طرف سے ایسے واقعات کو شامل کر دیا تھا۔ تاریخ نگاروں میں بعض دشمن بھی تھے تو ایسے دشمنی رکھنے والے یا کینہ رکھنے والے جو مسلمانوں کے خلاف کوئی نہ کوئی ایسی بات لکھ دیا کرتے تھے انہوں نے لکھ دیا ہو کہ قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں بہا دیا لیکن بظاہر یہ لگتا ہے کہ بہر حال ایسی کوئی بات شامل کی گئی ہے تا کہ دجل اور فریب سے لوگوں کے سامنے یہ پیش کریں کہ دیکھیں کس طرح مسلمانوں نے ظلم و ستم کیے اور نہتے قیدیوں کو قتل کیا گیا۔ ہر چند کہ اول تو قیدیوں کو قتل کرنا اس وقت کے قواعد و ضوابط اور جاری جنگی اصولوں کی رو سے کوئی قابل اعتراض امر بھی نہیں تھا لیکن اسلامی جنگوں نے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک اور عہد خلافت راشدہ کی جنگوں میں واقعۃً ایسا ہوا بھی نہیں کہ قیدیوں کو اس طرح قتل کیا گیا ہو۔ ہر چند کہ ان جنگوں میں ہزاروں لاکھوں تک مقتولین کی تعداد ملتی ہے لیکن یہ سب وہ تھے کہ جو حالتِ جنگ میں مارے گئے تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ جیسے سپہ سالار کی جنگوں کا مطالعہ کیا جائے تو انہوں نے بھی جہاں تک ممکن ہوا میدان جنگ میں بھی ہر اس شخص کی جان بخشی ہی کی ہے جس نے ہتھیار پھینک دیے یا اطاعت قبول کر لی اور جس کو بھی قتل کیا باوجود تاریخ نگاروں کی افسانہ طرازی کے تحقیق کرنے پر اس کے قتل کی ٹھوس وجوہ اور اسباب موجود پائے گئے ہیں۔ بہر حال اس واقعہ کو دیکھا جائے تو یہ بھی کچھ بناوٹی قصہ زیادہ معلوم ہوتا ہے کیونکہ مورخین اور سیرت نگار جو کہ ان جگہوں کی تمام تر تفصیلات بیان کرتے ہیں اور بیان کرتے ہوئے ہر چھوٹی سے چھوٹی بات کا بھی ذکر کرتے ہیں ان میں سے بعض نے اس واقعہ کا سرے سے ذکر ہی نہیں کیا اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بنائی گئی باتیں ہیں۔ اور ایک مصنف نے جو بہت آزادانہ رائے رکھتے ہوئے تاریخ کو بیان کرتے ہیں اور قابل اعتراض حد تک ایسی باتیں بھی بیان کر جاتے ہیں کہ جس سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا وہ بھی اس

واقعہ کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ راویوں نے یہ روایت بیان کر کے مبالغہ آرائی کی انتہا کر دی ہے۔ اتنا یقینی ہے کہ خالد نے قتلِ دشمنانِ اسلام میں اتنا تشدد برتا تھا کہ اسے دیکھ کر قعقاع اور اس کے ساتھیوں سے رہا نہ گیا۔
(حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ از ڈاکٹر طٰہٰ حسین، صفحہ 85-86)

اسی طرح ایک مصنف نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ یعنی سختی تو کی تھی قیدیوں پر لیکن قتل کرنا یہ غلط ہے۔ اسی طرح ایک مصنف نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عملاً یا حقیقی طور پر ایرانیوں کو نہر میں قتل کر کے پھینکا نہیں گیا تھا۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت خالدؓ نے پھرتی سے حملے کر کے عیسائیوں کو اس طرح کاٹا اور ایرانی صفوں کو زیر و زبر کرنا شروع کیا جیسے وہ مٹی کے بنے ہوئے ہوں اور گوشت پوست کے انسان نہ ہوں۔ چونکہ ایرانی لمبائی میں دور تک پھیلے ہوئے تھے اس لیے انہوں نے ہلالی صورت میں آدھا دائرہ بنا لیا تھا اور بڑھ کر مسلمانوں کو نرغے میں لے لیا۔ اب صورت یہ ہو گئی کہ مسلمانوں کے چاروں طرف ایرانی اور عیسائی عرب چھا گئے اور بڑے جوش سے لڑنے لگے لیکن جس جوش و خروش سے مسلمان لڑ رہے تھے وہ عیسائیوں میں نہیں تھا۔

ہر مسلمان خونخوار شیر بن گیا اور زور دار حملے کر کے عیسائیوں کو گھاس پھوس کی طرح کاٹ رہا تھا۔ اگرچہ ایرانی بھی مسلمانوں کو شہید اور زخمی کر رہے تھے لیکن مسلمان بہت کم گر رہے تھے اور جو زخمی ہوتا وہ اَور بھی جوش کے ساتھ لڑنے لگتا تھا۔ ایرانی اس کثرت سے مر رہے تھے کہ ان کی لاشوں سے میدان اٹا پڑا تھا اور جو ایرانی زخمی ہو جاتا تھا وہ میدان جنگ سے ہٹ جاتا تھا۔

مسلمانوں نے اس قدر خونریزی کی کہ ان کے کپڑوں پر خون کے دھبے جم گئے۔ خالد بن ولید کے کپڑوں کا بھی یہی حال تھا۔ ایرانیوں کے خون سے زمین سیر اب ہو گئی اور فالتو خون پانی کی طرح بہنے لگا۔ آخر ایرانیوں کو ہزیمت ہوئی اور وہ بدحواس ہو کر بھاگے۔ مسلمان ان کے پیچھے لگ گئے اور دور تک انہیں قتل اور گرفتار کرتے چلے گئے اور ایرانی ایسے بدحواس ہو کر بھاگے کہ ان کے ہزاروں سپاہی دریا میں گر کر ڈوب گئے۔ جب ایرانی دور نکل گئے تب مسلمان واپس لوٹے۔ اس لڑائی میں ستر ہزار ایرانی مارے گئے۔ مسلمان ایک سو اڑتیس شہید ہوئے۔ بہر حال مورخین کو اس بات پر بھی حیرت ہوتی ہے کہ مسلمانوں نے ایرانیوں کی اتنی بڑی تعداد کو کیسے مار ڈالا۔
(حضرت خالد بن ولیدؓ از صادق حسین صدیقی صفحہ 161-162)

ایک تاریخ نگار نے یہ لکھا ہے۔ اس حوالے سے صاف نظر آتا ہے کہ اگر نہر کے پانی کے سرخ ہو جانے والے واقعہ کو درست تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ لوگ جن کی وجہ سے نہر خون سے سرخ ہو گئی وہ انہیں زخمی سپاہیوں کے ڈوبنے کی وجہ سے بھی تو ہو سکتی تھی۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ ایسے واقعات میں مبالغہ آرائی کی آمیزش بھی کسی حد تک شامل ہو گئی جس کی بنا پر اسلامی جنگوں اور حضرت خالد بن ولیدؓ کی ذات پر رکیک حملے کرنے والوں کو مواقع ملے۔ یا جنگوں میں مسلمانوں پر وحشیانہ طرز اختیار کرنے کا الزام لگایا گیا۔ بہر حال اللہ بہتر جانتا ہے لیکن بظاہر یہی لگتا ہے کہ صرف الزام لگایا گیا۔ بہر حال جب دشمن ہزیمت اٹھا چکا اور اس کی فوج پراگندہ ہو گئی اور مسلمان ان کے تعاقب سے فارغ ہو کر واپس آ گئے تو حضرت خالدؓ کھانے کے پاس آ کر کھڑے ہوئے اور کہا یہ مَیں تم لوگوں کو دیتا ہوں یہ تمہارے لیے ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوات میں جب میدان چھوڑ کر بھاگنے والے دشمن کا

تیار کھانا پاتے تو اس کو اپنی فوج میں تقسیم کر دیتے تھے۔ چنانچہ مسلمان رات کے کھانے کے طور پر اسے کھانے لگے اُلّیس کی جنگ میں دشمن کے ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 314، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء)

اَمْغِیْشِیَا کی فتح کے بارے میں لکھا ہے۔ اَمْغِیْشِیَا کو اللہ نے صَفَر بارہ ہجری میں جنگ کے بغیر ہی فتح کرا دیا تھا۔ اَمْغِیْشِیَا عراق میں ایک جگہ کا نام ہے۔ جب حضرت خالدؓ اُلّیس کی فتح سے فارغ ہو گئے تو آپ نے تیاری کی اور اَمْغِیْشِیَا آئے مگر آپؓ کے آنے سے قبل ہی وہاں کے باشندے جلدی سے بستی چھوڑ کر بھاگ گئے اور سَوَادْ میں منتشر ہو گئے۔ عراق میں وہ بستیاں جن کو مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں فتح کیا تو وہاں کھیتوں میں سرسبزی کی وجہ سے اسے سَوَاد کا نام دیا گیا۔ حضرت خالدؓ نے اَمْغِیْشِیَا اور اس کے قرب و جوار میں جو کچھ بھی تھا اسے منہدم کرنے کا حکم دیا۔ اَمْغِیْشِیَا حِیْرَہ کے برابر کا شہر تھا۔ اُلّیس اس مقام کی فوجی چوکی تھی۔

مسلمانوں کو اَمْغِیْشِیَا سے اس قدر مالِ غنیمت حاصل ہوا کہ ذات السلاسل سے لے کر اب تک کسی جنگ میں حاصل نہیں ہوا تھا۔ اس جنگ میں گھڑ سواروں کا حصہ پندرہ سو درہم تھا اور یہ حصہ ان اموالِ غنیمت کے علاوہ تھا جو کارہائے نمایاں انجام دینے والوں کو دیا گیا تھا۔ اُلّیس اور اَمْغِیْشِیَا کی فتح کی اطلاع حضرت خالدؓ نے بنو عِجْل کے ایک جَنْدَل نامی شخص کے ذریعہ روانہ کی تھی جو ایک بہادر گائیڈ کے طور پر مشہور تھے۔ انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں پہنچ کر اُلّیس کی فتح کی خوشخبری، مالِ غنیمت کی مقدار، قیدیوں کی تعداد، خُمُس میں جو چیزیں حاصل ہوئی تھیں اور جن لوگوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے تھے۔ ان سب کی تفصیل اور خاص طور پر حضرت خالدؓ کی بہادری کے کارنامے بہت عمدگی سے بیان کیے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی شجاعت، پختہ رائے اور فتح کی خبر سنانے کا یہ انداز بہت پسند آیا یعنی جو نمائندہ بھیجا تھا اس کا جو طریق تھا اور اس کی بہادری کے قصے تھے اور جو اندازِ بیان تھا اس کا، وہ حضرت ابو بکرؓ کو بڑا پسند آیا۔ آپؓ نے اس سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے عرض کیا میرا نام جَنْدَل ہے۔ آپ نے فرمایا بہت خوب جندل۔ اور پھر آپؓ نے اس کو مالِ غنیمت میں سے ایک لونڈی دینے کا حکم دیا جس سے اس کے ہاں اولاد پیدا ہوئی۔ اسی طرح اس موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اب عورتیں حضرت خالد بن ولیدؓ جیسا شخص پیدا نہیں کر سکیں گی۔

(تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 314-315، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2012ء) (حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 312 اسلامی کتب خانہ) (معجم البلدان جلد 1 صفحہ 301، دار الکتب العلمیۃ، بیروت) (معجم البلدان جلد 3 صفحہ 309، دار الکتب العلمیۃ، بیروت)

باقی ان شاء اللہ آئندہ

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ اگست تا 15/ اگست 2022ء جلد 29 شمارہ 63-64 صفحہ 05 تا 09)

30

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29/ جولائی2022ء بمطابق 29/ وفا1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی مہمات کا ذکر ہو رہا تھا۔ جنگوں کا بقایا ذکر آج کروں گا جو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سرکردگی میں لڑی گئی تھیں۔ یہ مضمون جو جنگوں کا ہے یہ آج ختم کرنے کے لیے ہو سکتا ہے کہ شاید خطبہ تھوڑا سا لمبا بھی ہو جائے۔

جنگ حِیْرَہ، ربیع الاول بارہ ہجری کے اوائل میں حضرت خالدؓ نے امغیشیا سے حِیْرَہ کی طرف کوچ کیا۔
(ماخوذ از سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از عمر ابو النصر صفحہ 672 مترجم اردو مشتاق بک کارنر اردو بازار لاہور 2020ء)

اس کے بارے میں یہ ہے کہ حضرت خالدؓ نے امغیشیا سے دریائے فرات کے قریب، حِیْرَہ کی طرف کوچ کیا۔ حِیْرَہ عیسائی عربوں کا قدیم مرکز تھا اور اس وقت حِیْرَہ کا حاکم ایک ایرانی تھا۔ حِیْرَہ کے حاکم کو اندازہ تھا کہ اب خالدؓ کی فوجوں کا رخ اس کی طرف ہو گا اس لیے اس نے حضرت خالدؓ سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں اور اس نے یہ اندازہ بھی کر لیا کہ خالدؓ ادھر آنے کے لیے دریائی راستہ اختیار کریں گے اور کشتیوں پر سوار ہو کر پہنچیں گے۔ اس نے اپنے بیٹے کو دریائے فرات کا پانی روکنے کا حکم دیا تا کہ خالد کی کشتیاں دلدل میں پھنس جائیں اور خود اس کے پیچھے چلا اور حِیْرَہ کے باہر اپنے لشکر کو ٹھہرایا۔ جب حضرت خالدؓ امغیشیا سے روانہ ہوئے اور سامان اور مالِ غنیمت کے ساتھ فوج بھی کشتیوں میں سوار کرا دی گئی تو پانی کی کمی کی وجہ سے کشتیاں زمین کے ساتھ لگنے کی وجہ سے حضرت خالدؓ کو بڑی پریشانی ہوئی۔ ملاحوں نے کہا کہ اہل فارس نے فرات کا پانی اس طرف آنے سے روک کر نہروں کو کھول دیا ہے۔ تمام پانی دوسرے راستوں کی طرف بہ رہا ہے۔ جب تک نہریں بند نہ ہوں گی ہمارے پاس پانی نہیں آ سکتا۔ اس پر حضرت خالدؓ فوراً سواروں کا ایک دستہ لے کر حاکم کے بیٹے کی طرف بڑھے۔ راستے میں دریائے عتیق کے کنارے پر لشکر کے ایک حصہ سے حضرت خالدؓ کی مڈھ بھیڑ ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے ان پر اچانک حملہ کر دیا جبکہ وہ بالکل غافل تھے۔ حضرت خالدؓ نے ان سب کا خاتمہ کر دیا۔ پھر آگے بڑھے اور دیکھا کہ حاکم حِیْرَہ کا بیٹا دریا کا رخ پھیرنے کے کام کی نگرانی کر رہا ہے۔ انہوں نے اچانک اس پر حملہ کر کے اس کو اور اس کی فوج کو قتل کر دیا اور بند توڑ کر دریا میں دوبارہ پانی جاری کروا دیا اور پھر خود وہاں کھڑے ہو کر اس کام کی نگرانی کرتے رہے یہاں تک کہ کشتیوں نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔

اس کے بعد حضرت خالدؓ نے اپنے تمام سرداروں کو جمع کیا اور خورنق کے مقام پر پہنچ گئے۔ خورنق حِیْرَہ کے قریب ایک قلعہ تھا مگر جب حاکم کو معلوم ہو گیا کہ اردشیر مر گیا ہے اور خود اس کا بیٹا بھی جنگ میں مارا جا چکا ہے تو وہ بغیر لڑے دریائے فرات عبور کر کے بھاگ گیا لیکن حاکم کے بھاگ جانے کے باوجود اہل حِیْرَہ نے ہمت نہیں ہاری اور وہ قلعہ بند ہو گئے۔ یہاں چار قلعے تھے اور چاروں قلعوں میں محصور ہو کر لڑائی کی تیاری کرنے لگے۔

لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے قلعوں کا محاصرہ مندرجہ ذیل طریقہ سے کیا۔ ضرار بن اَزور قصر ابیض کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے۔ اس میں ایاس بن قُبیصہ طائی پناہ گزین تھا۔ ضرار بن خطاب قصر عدسیّین کے محاصرے کے لیے مقرر ہوئے۔ اس میں عدی بن عدی پناہ گزین تھا۔ ضرار بن مقرن قصر بنی مازن کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے اس میں ابن اَکّال پناہ گزین تھا۔ مثنیٰ بن حارثہ قصر ابن بُقیلہ کے محاصرہ کے لیے مقرر ہوئے اس میں عمرو بن عبد المسیح پناہ گزین تھا۔

حضرت خالدؓ نے اپنے امراء کے نام یہ فرمان جاری کیا کہ وہ پہلے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو ان کے اسلام کو مان لیں اور اگر وہ انکار کریں تو انہیں ایک دن کی مہلت دیں اور انہیں حکم دیا کہ دشمن کو موقع نہ دیں بلکہ ان سے قتال کریں اور مسلمانوں کو دشمن سے قتال کرنے سے نہ روکیں۔

دشمن نے مقابلہ آرائی کو اختیار کیا اور مسلمانوں پر پتھر برسانے شروع کر دیے۔ مسلمانوں نے ان پر تیروں کی بارش کی اور ان پر ٹوٹ پڑے اور محلات اور قلعوں کو فتح کر لیا۔ وہاں جو پادری موجود تھے ان پادریوں نے آواز لگائی کہ اے محل والو! ہمیں تمہارے سوا کوئی قتل نہ کرنے پائے۔ ان کو جوش دلانے کی کوشش کی۔ محل والوں نے آواز دی۔ اے عربو! ہم نے تمہاری تین شرطوں میں سے ایک کو قبول کر لیا ہے لہٰذا تم رُک جاؤ۔ جب انہوں نے وہاں دیکھا کہ عرب مسلمان غالب آ رہے ہیں تو انہوں نے شرطوں پر قلعے کھولنے کا خیال ظاہر کیا۔ ان محلات کے سردار باہر نکلے۔ پھر حضرت خالدؓ نے ان محل والوں سے الگ الگ ملاقات کی اور ان کے اس فعل پر ملامت کی۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 410 فرقان ٹرسٹ مظفر گڑھ) (حضرت ابوبکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 315 اسلامی کتب خانہ لاہور) (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 315 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 459)

اور ملامت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم پر افسوس! تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھ کر ہم سے مقابلہ کیا! اگر تم عرب ہو تو کس وجہ سے تم اپنے ہی ہم قوم لوگوں کا مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو گئے اور اگر تم عجمی ہو تو کیا تمہارا خیال ہے کہ تم ایک ایسی قوم کے مقابلے میں جیت جاؤ گے جو عدل و انصاف میں نظیر نہیں رکھتی! سرداروں نے جزیہ دینے کا اقرار کر لیا۔ خالدؓ کو امید تھی کہ ہم قوم ہونے کی وجہ سے یہ عراقی عرب ضرور اسلام قبول کر لیں گے لیکن انہیں بے حد تعجب ہوا جب انہوں نے بدستور عیسائی رہنے پر اصرار کیا۔ بہر حال حضرت خالدؓ نے اہلِ حِیْرَہ اور مسلمانوں کے درمیان ہونے والا معاہدہ لکھا جو یہ تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ وہ معاہدہ ہے جو خالد بن ولید نے عدی بن عدی، عمرو بن عدی، عمرو بن

عبد المسیح، ایاس بن قَبیصہ اور حِیری بن اکّال سے کیا ہے۔ یہ اہل حِیْرَہ کے سردار ہیں اور حِیْرَہ والے اس معاہدے پر راضی ہیں اور انہوں نے اس کا انہیں حکم دیا ان سے ایک لاکھ نوے ہزار درہم پر معاہدہ کیا ہے جو ہر سال ان سے ان کی حفاظت کے عوض وصول کیا جائے گا۔

یعنی مقامی لوگوں کی حفاظت کے لیے یہ جزیہ لگایا کہ جو دنیاوی مال و متاع ان کے قبضہ میں ہے خواہ وہ راہب ہوں یا پادری لیکن جن کے پاس کچھ نہیں، دنیا سے الگ ہیں، اس کو چھوڑ چکے ہیں، یہ معاہدہ ان کی حفاظت کی شرط پر ہے۔ اور اگر وہ ان کی حفاظت کا انتظام نہ کر سکیں تو ان پر کوئی جزیہ نہیں یہاں تک کہ وہ یعنی حاکم ان کی حفاظت کا انتظام کرے۔ اگر انہوں نے اپنے کسی فعل یا قول کے ذریعہ سے غداری کی تو یہ معاہدہ فسخ ہو جائے گا۔ یہ معاہدہ ربیع الاول بارہ ہجری میں لکھا گیا۔

یہ تحریر اہلِ حِیْرَہ کے حوالے کر دی گئی اور جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد اہل سواد مرتد ہو گئے تو ان لوگوں نے اس معاہدے کی توہین کی اور اس معاہدے پر عمل نہ کیا اور دوسرے لوگوں کے ساتھ انہوں نے بھی کفر کا ارتکاب کیا اور لوگوں پر اہل فارس کا تسلط ہو گیا۔ جب حضرت مثنیٰ نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں حِیْرَہ کو دوبارہ فتح کیا تو ان لوگوں نے اسی معاہدے کو پیش کیا مگر حضرت مثنیٰ نے اس کو قبول نہیں کیا اور ان پر دوسری شرط عائد کی۔ پھر جب حضرت مثنیٰ بعض مقامات میں مغلوب ہو گئے۔ جنگوں میں ان کو بھی کچھ پیچھے ہٹنا پڑا تو ان لوگوں نے دوبارہ لوگوں کے ساتھ مل کر کفر اختیار کیا۔ باغیوں کی اعانت اور معاہدے کی توہین کی اور اس معاہدے پر عمل نہ کیا۔ پھر جب حضرت سعدؓ نے حِیرَہ کو فتح کیا تو ان لوگوں نے سابقہ معاہدے پر تصفیہ چاہا تو حضرت سعدؓ نے کہا ان دونوں میں سے کوئی ایک معاہدہ پیش کرو مگر وہ لوگ پیش کرنے سے قاصر رہے۔ اس پر حضرت سعدؓ نے ان پر خراج عائد کیا اور ان کی مالی استطاعت کی تحقیقات کرنے کے بعد علاوہ موتیوں کے چار لاکھ کا خراج عائد کیا۔

جب حِیرَہ فتح ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے نماز فتح پڑھی جس میں آٹھ رکعات ایک سلام سے ادا کیں۔ یعنی اکٹھی آٹھ رکعات پڑھیں۔ اس سے فارغ ہو کر آئے تو کہا جنگ موتہ میں جب میں نے لڑائی کی تھی تو اس وقت میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹی تھیں۔ میں نے کبھی کسی قوم سے جنگ نہیں کی جیسی اس قوم سے جنگ کی ہے جو اہل فارس میں سے ہیں اور میں نے اہل فارس میں سے کسی سے جنگ نہیں کی جیسی اہل اُلّیس سے کی۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ316 تا 319 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر لکھا ہے کہ ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کی خدمت میں تحائف بھی بھیجے تھے لیکن حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری کے ساتھ وہ تحائف بھی حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی عدل و انصاف کے اعلیٰ معیار کا سبق دیتے ہوئے ان سب تحائف کو جزیہ میں شمار کر کے قبول کر لیا اور حضرت خالدؓ کو لکھا کہ یہ تحائف اگر جزیہ میں شامل ہیں تو خیر، ورنہ تم ان کو جزیہ میں شامل کر کے بقیہ رقم وصول کرو۔ یعنی تحفہ کے طور پر یہ چیزیں وصول نہیں کیں بلکہ جزیہ کے طور پر کیں۔ مسلمانوں نے حِیْرَہ کے مقامی باشندوں کے ساتھ بڑی کشادہ دلی کا معاملہ کیا۔ یہ سلوک دیکھ کر گردونواح کے زمینداروں اور رئیسوں نے بھی

جزیہ دینا قبول کر کے مسلمانوں کی ماتحتی اختیار کر لی۔

(حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 318-319 اسلامی کتب خانہ لاہور)

فتح حِیْرَہ عظیم جنگی اہمیت کی حامل ثابت ہوئی۔ اس سے مسلمانوں کی نگاہ میں فتح فارس کی امیدیں بڑھ گئیں کیونکہ عراق اور فارسی سلطنت کے لیے جغرافیائی اور ادبی حیثیت سے اس شہر کی بڑی اہمیت تھی۔ اس کو اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم نے اپنا مرکز اور صدر مقام قرار دیا جہاں سے اسلامی افواج کو ہجوم و دفاع اور نظم و امداد کے احکام جاری کیے جاتے تھے اور قیدیوں کے امور کے نظم وضبط سے متعلق تدبیر وسیاست کا مرکز بنایا اور وہاں سے حضرت خالدؓ نے خراج اور جزیہ کو وصول کرنے کے لیے مختلف صوبوں پر عامل مقرر کیے اور اس طرح سرحدوں پر امراء مقرر کیے تا کہ دشمن سے حفاظت ہو سکے اور خود یہاں ٹھہر کر نظام امن و استقرار بحال کرنے میں لگ گئے۔ آپ کی خبریں جاگیرداروں اور سرداروں کو ملیں۔ وہ آپؓ سے مصالحت کے لیے آگے بڑھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ یہ لوگ فتح پا رہے ہیں تو انہوں نے مصالحت کر لی۔ سواد عراق اور اس کے اطراف میں کوئی باقی نہ رہا جس نے مسلمانوں کے ساتھ مصالحت یا معاہدہ نہ کر لیا ہو۔

(سیّدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی مترجم صفحہ 412 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

حضرت خالدؓ ایک سال تک حِیْرَہ میں مقیم رہے اور شام کی طرف روانگی سے قبل اس کے بالائی اور زیریں علاقوں میں دورے کرتے رہے اور اہل فارس بادشاہ بناتے رہے اور معزول کرتے رہے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ321 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

یعنی اس کے مقابلے میں اہل فارس نے کیا کیا وہاں صرف بادشاہ بنتے رہے اور معزول ہوتے رہے۔ جب عراق کی فضا سازگار ہو گئی اور حِیْرَہ و دجلہ کے درمیان عرب علاقوں سے فارسی حکومت کے ختم ہو جانے سے پیچھے سے خطرہ باقی نہ رہا تو حضرت خالدؓ نے براہ راست ایران پر حملہ آور ہونے کا عزم کر لیا اور اس دوران میں اردشیر کسریٰ کے مر جانے سے ایرانی حکومت خلفشار کا شکار ہوئی۔ ان کے درمیان اس کے جانشین کے انتخاب کے سلسلہ میں سخت اختلاف رونما ہوا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے حضرت خالدؓ نے ان کے بادشاہوں اور امراء و خاص لوگوں کو خط لکھے۔ ان بادشاہوں کو تحریر کرتے ہوئے فرمایا: خالد بن ولید کی جانب سے بادشاہان فارس کے نام۔ اَمَّا بَعْدُ! اللہ ہی کے لیے تمام حمد ہے جس نے تمہارے نظام کو توڑ دیا۔ تمہاری چال ناکام کر دی۔ تمہارے اندر اختلاف برپا کر دیا۔ تمہاری قوت کمزور کر دی۔ تمہارے مال چھین لیے۔ تمہارے غلبہ و عزت کو خاک میں ملا دیا۔ لہٰذا جب تمہیں میرا یہ خط ملے اسلام قبول کرو، محفوظ و مامون رہو گے یا پھر معاہدہ کر کے جزیہ دینے پر راضی ہو جاؤ۔ اگر اسلام قبول نہیں کرنا تو صلح کا معاہدہ کر لو اور جزیہ دینے پر راضی ہو جاؤ اور اگر ایسا کرو گے تو ہم تمہیں اور تمہارا علاقہ چھوڑ کر دوسری طرف چلے جائیں گے۔ ورنہ اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں ایسی فوج لے کر تمہارے پاس آؤں گا جو موت سے ایسی ہی محبت کرتی ہے جس طرح تم زندگی سے محبت رکھتے ہو اور آخرت میں اتنی ہی رغبت رکھتے ہیں جتنی رغبت تمہیں دنیا سے ہے۔

اور ایرانی عُمّال و امراء کو خط تحریر کرتے ہوئے فرمایا۔ خالد بن ولید کی طرف سے فارس کے امراء کے نام۔ یہ خط خالد بن ولید کی طرف سے ایرانی عُمّال و امراء کے نام ہے تم لوگ اسلام قبول کر لو سلامت رہو گے یا جزیہ ادا کرو ہم تمہاری حفاظت کے ذمہ دار ہوں گے ورنہ یاد رکھو کہ میں نے ایسی قوم کے ساتھ تم پر چڑھائی کی ہے جو موت کی اتنی ہی فریفتہ ہے جتنا تم شراب نوشی کے۔

حِیْرَہ کی فتح سے عراق کو فتح کرنے اور اس کو اسلامی سلطنت کے تابع کرنے سے متعلق حضرت ابو بکرؓ کی آرزوؤں کا ایک حصہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا جو ایران پر براہ راست حملہ آور ہونے کی تمہید تھی۔ حضرت خالدؓ نے اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری اچھے طریقے سے ادا کی اور تھوڑی ہی مدت میں حِیْرَہ تک پہنچ گئے کیونکہ عراق کے خلاف آپؓ کی مہم کا آغاز محرم بارہ ہجری میں معرکہ کاظمہ سے ہوا اور اسی سال ربیع الاول بارہ ہجری میں حِیْرَہ فتح ہو گیا۔

پھر اس کے بعد جنگ انبار یا ذات العیون کا ذکر ہے جو بارہ ہجری میں ہوئی۔ ایرانی فوج حِیْرَہ کے بالکل قریب انبار اور عین التمر میں خیمہ زن ہو چکی تھی۔ انبار بھی بغداد کے قریب ایک شہر ہے۔ انبار کی وجہ تسمیہ میں لکھا ہے کہ عربی زبان میں انبار غلہ و سامان رکھنے کی کوٹھڑی کو کہتے ہیں اور اس شہر کو انبار اس لیے کہا جاتا تھا کہ وہاں کھانے پینے کی چیزیں بکثرت موجود تھیں۔ عین التمر انبار کے قریب کوفہ کے مغرب میں واقع ایک شہر ہے۔

لکھا ہے کہ اسلامی فوج کو ان مقامات میں ایرانی فوج کی موجودگی سے سخت خطرہ پیدا ہو چکا تھا۔ ان حالات میں اگر حضرت خالد بن ولیدؓ خاموشی سے حِیْرَہ میں بیٹھے رہتے اور باہر نکل کر ایرانی فوجوں کے خلاف کارروائی نہ کرتے تو اندیشہ تھا کہ مسلمان اس علاقے یعنی حِیْرَہ جسے مسلمانوں نے فتح کیا تھا اس سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے جو انتہائی مشقت کے بعد ان کے ہاتھ آیا تھا۔ چنانچہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فوج کو تیار ہونے کا حکم دیا۔

(ماخوذ از سیّدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی مترجم صفحہ 413 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ) (حضرت ابو بکرؓ صدیق اکبر، صفحہ 287 از ہیکل، مترجم، علم و عرفان پبلشرز 2004ء) (الکامل فی التاریخ جلد 2، صفحہ 245 دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(ماخوذ از المنجد زیر لفظ نہر) (معجم البلدان جلد1 صفحہ305، جلد 4 صفحہ 199 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حِیْرَہ اور اس کے گرد و نواح میں جب حالات قابو میں آ گئے اور امن بحال ہو گیا تو حضرت خالدؓ نے حِیْرَہ پر حضرت قعقاع بن عمرو تمیمیؓ کو اپنا نائب مقرر کر کے خود حضرت عیاض بن غنم کی امداد کے لیے روانہ ہوئے۔ حضرت عیاض بن غنم کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے شمال سے عراق کی فتح کے لیے روانہ کیا تھا اور انہیں حضرت خالد بن ولیدؓ سے جا ملنے کا حکم دیا تھا۔

(سیّدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد الصلابی مترجم صفحہ 416)

انبار کے لشکر کا سپہ سالار ساباط کا رئیس شِیر زاد تھا۔ وہ اپنے زمانے میں بڑا عقل مند، معزز اور عرب و عجم میں ہر دلعزیز عجمی تھا۔ ساباط بھی مدائن میں ایک مشہور جگہ کا نام ہے۔ بہر حال لکھا ہے کہ اہلِ انبار قلعہ بند ہو گئے اور ان لوگوں نے قلعہ کے ارد گرد خندق کھودی ہوئی تھی جس کو پانی سے بھر دیا گیا تھا اور یہ خندق قلعہ کی دیوار کے بہت قریب تھی۔ کوئی بھی مسلمان اگر اس کے قریب بھی ہوتا تو قلعہ کی دیواروں میں متعین مخالف سپاہی زبردست تیر اندازی سے مسلمانوں کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیتے۔ وہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ حضرت خالدؓ اپنے

لشکر کے اگلے حصہ کو لے کر وہاں پہنچے۔ انہوں نے خندق کے اطراف ایک چکر لگایا، قلعہ کے دفاعی انتظامات کا جائزہ لیا اور اپنی خداداد فراست سے ایک منصوبہ بنایا۔ حضرت خالدؓ اپنے تیر اندازوں کے پاس گئے اور ایک ہزار تیر انداز منتخب کیے جو بہت اچھے نشانہ باز تھے اور ان کو ہدایت کی اور کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ یہ لوگ اصولِ جنگ سے بالکل ناآشنا ہیں۔ تم لوگ صرف ان کی آنکھوں کو اپنے تیروں کا نشانہ بناؤ اور اس کے سوا کہیں اَور نہ مارو۔

چنانچہ ان لوگوں نے ایک ساتھ تیر چلائے اور اس کے بعد کئی دفعہ ایسا ہی کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس روز تقریباً ایک ہزار آنکھیں پھوٹ گئیں۔ اسی لیے یہ جنگ ذات العیون کے نام سے بھی مشہور ہے یعنی آنکھوں والی جنگ۔ دشمنوں میں شور مچ گیا کہ اہلِ انبار کی آنکھیں جاتی رہیں لیکن اس پر بھی حاکم انبار نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے سے پس و پیش کی تو حضرت خالد بن ولیدؓ اپنی فوج کے کچھ کمزور اور نڈھال اونٹ لے کر خندق کے تنگ ترین مقام پر آئے۔ پھر اونٹوں کو ذبح کر کے اس خندق میں ڈال دیا جس سے وہ بھر گئی اور ان جانوروں سے ایک پل بن گیا۔ اب مسلمان اور مشرکین خندق میں ایک دوسرے کے سامنے تھے۔ یہ دیکھ کر دشمن پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گیا۔ چنانچہ حاکم انبار شیر زاد نے پھر حضرت خالد بن ولیدؓ سے صلح کے لیے مراسلت کی اور درخواست کی کہ مجھ کو سواروں کے ایک دستے کے ساتھ جن کے ساتھ سامان وغیرہ کچھ نہ ہو یہاں سے نکلنے اور اپنے ٹھکانے پر پہنچنے کی اجازت دی جائے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اس کو منظور کر لیا۔

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ جو مؤرخ اور سیرت نگار حضرت خالدؓ پر یہ الزام لگاتے ہیں کہ حضرت خالدؓ وحشت و بربریت کا بازار گرم رکھتے تھے اور قتل و غارت گری کیے جاتے تھے ان کے لیے قابل غور ہے کہ سخت ترین جنگ کرنے اور بار بار صلح کی پیشکش کو بھی قبول نہ کرنے کے باوجود اس پر، دشمن پہ غلبہ پا لیا اور اس نے جب یہاں سے جانے کی اجازت مانگی تو پھر تین دن کا سامانِ رسد ساتھ لے کر جانے کی اجازت بھی دے دی اور کسی قسم کا تعرض نہیں کیا۔

پس یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آپ پر یہ الزام ہے کہ آپ ظلم کیا کرتے تھے۔ جب شیر زاد یہاں سے جان بچا کر بہمن جاذویہ کے پاس پہنچا اور اس کو واقعات سے مطلع کیا تو اس نے شیر زاد کو ملامت کی اور اس پر شیر زاد نے کہا کہ میں وہاں ایسے لوگوں میں تھا جو عقل سے عاری تھے اور جو عربوں کی نسل سے تھے۔ اس کا مسلمانوں کی طرف اشارہ نہیں تھا بلکہ اہلِ انبار میں سے عرب قبیلے کے لوگوں کی طرف اشارہ تھا جن کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ شیر زاد نے کہا میں نے سنا کہ مسلمان اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر ہم پر حملہ آور ہیں اور جب بھی کوئی قوم اپنی جانوں کی پروا کیے بغیر کام کرے تو فتح اس پر واجب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ جب ان سے ہماری فوج کا مقابلہ ہوا تو انہوں نے ہمارے قلعہ اور زمینی لشکر میں سے ایک ہزار آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ صلح کرنا ہی بہتر ہے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ کو اور سب مسلمانوں کو انبار کے حالات کے بارے میں اطمینان ہو گیا اور اہلِ انبار بھی بے خوف ہو کر باہر آ گئے تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے دیکھا کہ وہ لوگ عربی زبان لکھتے پڑھتے ہیں۔ تو حضرت خالدؓ نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ

ہم عرب کی ہی ایک قوم ہیں اور ہم یہاں ان عربوں کے پاس آکر اترے تھے جو ہم سے پہلے یہاں آباد تھے اور وہ پہلے عرب بخت نصر کے عہد میں آئے تھے جب اس نے عربوں کو آباد ہونے کی اجازت دی تھی اور پھر یہیں رہ پڑے۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا تم نے لکھنا کس سے سیکھا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہم نے لکھنا عربی قبیلہ بنو اِیاد سے سیکھا ہے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ نے انبار کے اطراف کے لوگوں سے بھی صلح کر لی۔

(تاریخ الطبری جلد 2صفحہ 322، 323، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

(معجم البلدان جلد3 صفحہ209 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

پھر جنگ عین التمر بھی بارہ ہجری میں لڑی گئی، اس کا ذکر ہے۔ جب حضرت خالدؓ انبار کی فتح سے فارغ ہوئے اور وہ مکمل طور پر آپؓ کے قبضہ میں آ گیا تو آپؓ نے اس کے قریبی علاقہ عین التمر کا قصد کیا جو عراق اور صحرائے شام کے درمیان صحرا کے کنارے واقع ہے۔ انبار سے عین التمر تک پہنچنے میں تین دن لگے۔ ایرانیوں کی طرف سے وہاں کا حاکم مہران بن بہرام تھا۔ وہ عجمیوں کے ایک بڑے لشکر کے ساتھ وہاں موجود تھا۔ ایرانی فوج کے علاوہ عرب کے مختلف بدوی قبائل بھی وہاں موجود تھے جن کا سردار عقہ بن ابی عقہ تھا۔ جب ان لوگوں نے حضرت خالدؓ کے متعلق سنا تو عقہ نے مہران سے کہا عرب عربوں سے جنگ کرنا خوب جانتے ہیں۔ پس ہمیں اور خالد کو چھوڑ دو۔ اس کو یہ زعم تھا کہ ہمیں پتا ہے ہم ان سے کس طرح جنگ کریں گے۔ مہران نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے کہ عربوں سے لڑنے میں تم ایسے ہی ماہر ہو جیسے ہم عجمیوں سے لڑنے میں ماہر ہیں۔ اس طرح اس نے عقہ کو دھوکا دیا اور اس کے ذریعہ اپنا بچاؤ کیا اور اس نے کہا: تم ان سے لڑو اگر تمہیں ہماری ضرورت ہوئی تو ہم تمہاری مدد کریں گے۔ جب عقہ حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے چلا گیا تو عجمیوں نے عقہ کے متعلق انتہائی سخت زبان استعمال کرتے ہوئے مہران سے کہا۔ تجھے کس چیز نے آمادہ کیا تھا کہ تم اس سے یہ بات کرو۔ اس نے کہا تم مجھے چھوڑ دو۔ میں نے وہی چاہا جو تمہارے لیے بہتر اور مسلمانوں کے لیے برا ہے۔ یقیناً تمہارے پاس وہ بندہ آ رہا ہے جس نے تمہارے بادشاہوں تک کو قتل کر دیا ہے، حضرت خالد بن ولیدؓ کے بارے میں کہا، بڑے زبردست سپہ سالار ہیں اور تمہاری شوکت و سطوت کو روند کر رکھ دیا ہے۔ پس میں نے تو عقہ کو ان کے مقابلے میں بطور ڈھال استعمال کیا ہے۔ اگر ان کو خالد کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی تو یہ فتح تمہاری ہو گی اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو تم مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں جاؤ گے مگر اس حال میں کہ وہ کمزور پڑ چکے ہوں گے۔ پھر ہم ان سے جنگ کریں گے تو ہم طاقتور اور وہ کمزور ہوں گے۔ یہ بات سن کر انہوں نے مہران کی رائے کی برتری کا اعتراف کر لیا۔ مہران وہیں عین التمر میں مقیم رہا اور عقہ نے حضرت خالدؓ کے مقابلے کے لیے راستے میں پڑاؤ ڈال لیا۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکرؓ صدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 288-289)

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ324، خبر عین التمر، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

عقہ ابھی اپنے لشکر کی صفیں ہی درست کر رہا تھا کہ حضرت خالدؓ نے بذاتِ خود اس پر حملہ کر دیا اور اسے قید کر لیا اور اس کا لشکر بغیر لڑائی کے ہی شکست کھا کر بھاگ گیا اور ان میں سے اکثر کو قید کر لیا گیا۔ جب یہ خبر مہران تک پہنچی تو وہ اپنے لشکر کو لے کر فرار ہو گیا اور انہوں نے قلعہ چھوڑ دیا۔ جب شکست کھانے والے اس قلعہ تک

پہنچے، اس میں پناہ لی اور حضرت خالدؓ نے ان کا محاصرہ کر لیا جس پر انہوں نے حضرت خالدؓ سے امان طلب کی مگر آپؓ نے انکار کر دیا۔ انہوں نے آپؓ کا فیصلہ قبول کرتے ہوئے ہتھیار ڈال دیے اور آپؓ نے انہیں قیدی بنالیا اور عقہ اور جو لوگ اس کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شامل تھے ان سب کو قتل کر دیا اور جو قلعہ میں تھے ان کو قید کر لیا اور جو سامان قلعہ میں موجود تھا اس کو بطور غنیمت لے لیا۔ آپؓ نے ان کے کلیسیا کے اندر چالیس لڑکوں کو پایا جنہیں عیسائیوں نے گروی بنالیا تھا۔ یہ لڑکے بیشتر عربی نژاد تھے۔ ان لڑکوں کو اسلامی تاریخ میں اس لیے اہمیت حاصل ہے کہ ان کی اولاد میں سے ایسے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے اس عہد میں اور بعد کے عہد کی تاریخ پر گہرے اور اَن مٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان لڑکوں میں محمد بن سیرین کے والد سیرین، موسیٰ بن نصیر کے والد نصیر اور حضرت عثمانؓ کے آزاد کردہ غلام حمران بھی شامل تھے۔ سیرین عراق کے رہنے والے تھے۔ معرکہ عین التمر میں قیدی ہوئے اور حضرت انس بن مالکؓ کے غلام بنے۔ وہ بہت بڑے صناع تھے۔ انہوں نے حضرت انسؓ سے مکاتبت کرتے ہوئے آزادی حاصل کر لی تھی۔ ان کے بیٹے کا نام محمد بن سیرین تھا جو مشہور تابعی تھے اور تفسیر اور حدیث اور فقہ اور تعبیر الرؤیا وغیرہ فنون میں امام تھے۔ یہ محمد بن سیرین ان کے بیٹے تھے جو جنگ میں قیدی بنائے گئے تھے اور پھر بعد میں انہوں نے آزادی لے لی۔ پھر نُصیر تھے یہ موسیٰ بن نُصیر کے والد تھے۔ یہ بنو امیہ کے قیدیوں میں سے تھے۔ بنو امیہ کے کسی شخص نے انہیں آزاد کروایا تھا۔ یہ اپنے بیٹے موسیٰ کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں۔ موسیٰ بن نُصیر نے شمالی افریقہ میں شہرت پائی اور طارق بن زیاد کے ساتھ مل کر سپین میں اسلامی حکومت قائم کرنے میں بہت بڑا کردار ادا کیا تھا۔

پھر حمران بن ابان بھی معرکہ عین التمر کے قیدیوں میں سے تھے۔ یہ یہود میں سے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں آزاد کروا دیا۔ حضرت عثمانؓ کا خاص قرب پانے والے تھے۔ اکتالیس ہجری میں یہ کچھ عرصہ کے لیے بصرہ کے حاکم بنے اور بعد میں بنو امیہ کی حکومت میں بڑا نام پیدا کیا۔ حضرت خالدؓ نے فتح کی خوشخبری اور خُمس حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔

(الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 246، ذکر فتح عین التمر، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء) (سیر الصحابہ جلد3 صفحہ 277-278 دار الاشاعت کراچی) (فتوح البلدان مترجم صفحہ 325، 346) (مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، جزء 4 صفحہ 228 دارالکتب العلمیۃ) (تاریخ الطبری جلد 3 صفحہ 169، 524 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

انبار اور عین التمر کی فتح کے بعد خالدؓ نے ولید بن عقبہ کو خمس دے کر فتح کی خوشخبری کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ انہوں نے مدینہ پہنچ کر انہیں تمام حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ خالد نے ان کے احکام نظر انداز کرتے ہوئے حِیْرَہ اس لیے چھوڑا اور انبار اور عین التمر پر اس لیے چڑھائی کی کہ انہیں حِیْرَہ میں قیام کیے ہوئے پورا ایک سال ہو گیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہدایت دی تھی وہاں حِیْرَہ میں انتظار کرنا لیکن بہر حال انہوں نے یہ کیا۔ ان حالات میں اسی کو بہتر سمجھا اور عیاض کا کچھ پتا نہ تھا کہ وہ کب دومۃ الجندل سے فارغ ہو کر خالد کی مدد کے لیے حِیْرَہ پہنچتے ہیں۔ دیر ہو گئی تھی۔ عیاض وہاں پہنچ نہیں رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ بھی عیاض کی سست روی سے تنگ آ چکے تھے اور ان کا خیال تھا کہ وہ مسلمانوں کے حوصلے پست کر رہے ہیں۔ اگر دشمن کو خالدؓ کے ان

کارناموں کی اطلاعات ملتی رہتیں جو انہوں نے عراق میں انجام دیے تھے تو یقیناً وہ عیاض کی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو سخت زک پہنچاتے۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ اکبر از محمد حسین ہیکل صفحہ 325 اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر جنگِ دومۃ الجندل ہے۔ یہ بھی بارہ ہجری کی ہے۔ دومۃ الجندل دمشق سے پانچ راتوں اور مدینہ سے پندرہ راتوں کی مسافت پر ایک شہر ہے۔ یعنی اس زمانے کے جو سفر کے ذرائع تھے اس کے مطابق۔ شام کا یہ شہر مدینہ کے سب سے زیادہ قریب ہے۔ حضرت عیاض بن غنم جنہیں حضرت ابو بکرؓ نے دومہ کی طرف بھیجا تھا انہیں طویل مدت تک دشمن کی طرف سے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا اس لیے وہ حضرت خالدؓ سے نہ مل سکے۔ جب حضرت خالدؓ نے ولید بن عقبہ کو عین التمر کی فتح کی خبر دے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں روانہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ کو عیاض کے بارے میں پریشانی ہوئی۔ چنانچہ آپؓ نے ولید بن عقبہ کو عیاض کی مدد کے لیے بھیج دیا۔

(ابو بکر الصدیق اول الخلفاء الراشدین از محمد رضا صفحہ 124، دار احیاء الکتب العربیہ 1950ء)

جب ولید بن عقبہ حضرت عیاضؓ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ حضرت عیاضؓ نے دشمن کو گھیر رکھا ہے اور دشمن نے انہیں گھیر رکھا ہے اور ان کا راستہ بھی روک رکھا ہے۔ ولید بن عقبہ نے حضرت عیاضؓ سے کہا کہ بعض اوقات فوج کی کثرت تعداد کے مقابلے میں ایک عقل کی بات زیادہ کارگر ہوتی ہے۔ آپ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس قاصد بھیجیے اور ان سے مدد طلب کیجئے۔ حضرت عیاضؓ کے لیے ولید کی بات ماننے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کیونکہ انہیں دومۃ الجندل پہنچے ہوئے سال بھر ہو چکا تھا اور ابھی تک فتح کی کوئی شکل نہ نظر آتی تھی۔ حضرت عیاضؓ نے ایسا ہی کیا۔ جب ان کا قاصد مدد طلب کرنے کے لیے حضرت خالدؓ کے پاس پہنچا تو اس وقت عین التمر فتح ہو چکا تھا۔ انہوں نے حضرت عیاضؓ کے نام ایک مختصر خط دے کر قاصد کو فوراً واپس کر دیا کہ ان کی پریشانی کچھ کم ہو جائے۔ خط میں لکھا تھا کہ تھوڑا ٹھہریں۔ سواریاں آپ کے پاس پہنچ رہی ہیں جن پر شیر سوار ہوں گے اور تلواریں چمک رہی ہوں گی اور لشکر فوج در فوج پہنچ رہے ہوں گے۔ پھر حضرت خالد بن ولیدؓ کی دومۃ الجندل روانگی کے بارے میں آتا ہے کہ جب حضرت خالدؓ عین التمر کی فتح سے فارغ ہوئے تو اس میں عویم بن کاہل اسلمی کو نگران مقرر کیا اور خود اپنی فوج کو جو عین التمر میں تھی لے کر دومۃ الجندل کی طرف روانہ ہوئے۔ تین سو میل کا یہ فاصلہ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دس روز سے بھی کم عرصہ میں طے کیا۔ اہل دومہ کو حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے حلیف قبائل سے مدد طلب کی۔ یہ قبائل اپنے ساتھ کئی اَور قبائل کو ملا کر دومۃ الجندل پہنچے اور ان کی تعداد اس وقت سے کئی گنا زیادہ تھی جب ایک سال قبل حضرت عیاضؓ ان کی سرکوبی کے لیے پہنچے تھے۔ دومۃ الجندل کی فوج دو بڑے حصوں میں منقسم تھی۔

(ماخوذ از حضرت ابو بکر صدیق از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 290-291) (تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر جلد2 صفحہ 324-325 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از علی محمد صلابی مترجم اردو صفحہ 418 فرقان ٹرسٹ مظفر گڑھ)

فوج کے دو سردار تھے۔ ایک اُکیدر بن عبد الملک اور دوسرا جودی بن ربیعہ۔ جب ان کو حضرت خالدؓ کی

آمد کی اطلاع ملی تو ان میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ اکیدر نے کہا کہ میں خالد کو خوب جانتا ہوں اس سے بڑھ کر کوئی شخص اقبال مند نہیں ہے اور نہ اس سے زیادہ کوئی جنگ میں تیز ہے۔ جو قوم خالد سے مقابلہ کرتی ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہو یا زیادہ ضرور شکست پاتی ہے۔ تم لوگ میرے مشورے پہ عمل کرو اور ان لوگوں سے صلح کر لو مگر انہوں نے اس کا انکار کر دیا اس پر اکیدر نے کہا میں خالد کے ساتھ لڑنے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔ تم جانو اور تمہارا کام جانے۔ یہ کہہ کر وہ وہاں سے چل دیا۔ اس کی اطلاع حضرت خالدؓ کو ہو گئی۔ انہوں نے اس کا راستہ روکنے کے لیے عاصم بن عمرو کو بھیجا۔ صلح کے لیے راضی نہیں ہوا تھا بلکہ وہاں سے چھوڑ کے چلا گیا، اپنے علاقے کی طرف جا رہا تھا۔ عاصم نے اکیدر کو جا پکڑا۔ اس نے کہا تم مجھے اپنے امیر خالد کے پاس لے چلو۔ جب وہ حضرت خالدؓ کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے اکیدر کو قتل کروا دیا اور اس کے تمام سامان پر قبضہ کر لیا۔

(تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر جلد 2صفحہ325دارالکتب العلمیة بیروت)

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اکیدر کو قید کرنے کے بعد کیوں قتل کیا گیا تھا تو اس کی وجہ یہ بیان ہوئی ہے کہ حضرت خالدؓ کو غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکیدر کی طرف روانہ کیا تھا۔ آپؓ اس کو قید کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کر کے اسے چھوڑ دیا تھا اور اس سے معاہدہ لکھوایا تھا لیکن اس نے اس کے بعد بدعہدی کی اور اس نے مدینہ کی حکومت کے خلاف بغاوت کر دی تھی۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 327-328 اسلامی کتب خانہ لاہور)

جس وقت اکیدر کو حضرت خالدؓ کے دومۃ الجندل آنے کی اطلاع ملی تو یہ اپنی قوم کا ساتھ چھوڑ کر نکل گیا۔ حضرت خالدؓ کو دومۃ الجندل کے راستے میں اس کی خبر ملی جیسا بیان ہوا ہے۔ آپؓ نے عاصم بن عمرو کو اس کے گرفتار کرنے کے لیے روانہ کیا۔ انہوں نے اسے گرفتار کر لیا اور اس کی سابقہ خیانت کی وجہ سے حضرت خالدؓ نے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا اور اس کو قتل کر دیا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس کی خیانت اور غداری کی وجہ سے اسے ہلاک کیا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 419)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسے قید کر کے مدینہ بھیج دیا گیا تھا اور حضرت عمرؓ کے عہد میں اسے رہائی ملی اور وہ مدینہ سے عراق چلا گیا۔ وہاں عین التمر کے مقام دومہ ہی میں قیام پذیر ہوا اور آخر تک وہیں رہا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 328 اسلامی کتب خانہ لاہور)

یہ دو روایتیں ہیں۔ بہرحال اہلِ دومہ سے لڑائی کا جو واقعہ ہے اس بارہ میں لکھا ہے کہ حضرت خالدؓ آگے بڑھ کر دومہ پہنچے۔ حضرت خالدؓ نے دومہ کو اپنی اور حضرت عیاضؓ کی فوج کے وسط میں لے لیا۔ نصرانی عرب جو اہلِ دومہ کی امداد کے لیے آئے تھے وہ قلعہ کے اطراف میں بیرونی جانب تھے کیونکہ قلعہ میں ان کی گنجائش نہیں تھی۔ جب حضرت خالدؓ اطمینان سے صف آرائی کر چکے تو دومہ کے سرداروں نے قلعہ سے نکل کر حضرت خالدؓ پر حملہ کر دیا۔ دونوں فریقوں میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ بالآخر حضرت خالدؓ اور حضرت عیاضؓ نے اپنے مدمقابل کو شکست دی۔ حضرت خالدؓ نے ایک سردار جودی اور حضرت اقرع بن حابسؓ نے وَدِیعہ کو گرفتار کر لیا جو قبیلہ کلب کا سردار تھا۔

باقی لوگ پسپا ہو کر قلعہ بند ہو گئے مگر قلعہ میں کافی گنجائش نہیں تھی۔ جب قلعہ بھر گیا تو اندر والوں نے بہت سے لوگوں کو باہر چھوڑ کر قلعہ کا دروازہ بند کر لیا جس کی وجہ سے باہر کے لوگ حیران و پریشان پھرنے لگے۔

عاصم بن عمرو نے کہا اے بنو تمیم! اپنے حلیف قبیلہ کلب کی مدد کرو اور ان کو پناہ دو کیونکہ تمہیں ان کی امداد کا ایسا موقع پھر کبھی نہیں ملے گا۔ یہ سن کر بنو تمیم نے ان کی مدد کی۔ اس روز عاصم کے امان دینے کی وجہ سے کلب قبیلہ کی جان بچ گئی۔ حضرت خالدؓ نے قلعہ کی طرف پسپا ہونے والوں کا پیچھا کیا اور اتنے آدمی قتل کیے کہ ان کی لاشوں سے قلعہ کا دروازہ مسدود ہو گیا۔ پھر جو دی اور اس کے ساتھ باقی قیدیوں کو بھی قتل کر دیا۔ صرف کلب کے قیدی بچ گئے کیونکہ عاصم اور اقرع اور بنو تمیم نے کہہ دیا تھا کہ ہم نے ان کو امان دی ہے۔ پھر حضرت خالدؓ قلعہ کے دروازے پر مسلسل چکر لگاتے رہے یہاں تک کہ اس کو توڑ کر دم لیا۔ مسلمان قلعہ میں گھس گئے۔ جنگجوؤں کو قتل کیا گیا اور نو عمروں کو قیدی بنا لیا گیا۔

(تاریخ طبری از ابو جعفر محمد بن جریر جلد 2صفحہ325دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اقرع بن حابس کو انبار واپس جانے کا حکم دیا اور خود دومۃ الجندل میں قیام کیا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 293)

دومۃ الجندل کے فتح ہونے سے مسلمانوں کو جنگی اعتبار سے بڑا اہم مقام حاصل ہو گیا کیونکہ دومۃ الجندل ایسے راستے پر واقع تھا جہاں سے تین سمتوں میں اہم راستے نکلتے تھے۔ جنوب میں جزیرہ نمائے عرب اور شمال مشرق میں عراق اور شمال مغرب میں شام۔ طبعی طور پر یہ شہر حضرت ابو بکرؓ اور آپؓ کی فوج کی توجہ اور اہتمام کا مستحق تھا جو عراق میں برسرپیکار تھی اور شام کی سرحدوں پر کھڑی تھی۔ یہی سبب تھا کہ حضرت عیاضؓ نے دومۃ الجندل سے حرکت نہ کی بلکہ وہاں ڈٹے رہے اور حضرت خالدؓ کے وہاں پہنچنے کا انتظار کیا۔ اگر دومۃ الجندل مسلمانوں کے قبضہ میں نہ آتا تو عراق میں مسلم فوجوں کے لیے خطرات کا سامنا تھا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر علی محمد صلابی مترجم صفحہ 419-420)

پھر جنگِ حصید اور خنافس کا ذکر ہے۔ حصید کوفہ اور شام کے درمیان ایک چھوٹی سی وادی ہے۔ خنافس عراق کی طرف انبار کے قریب ایک جگہ ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ دومۃ الجندل میں مقیم تھے اور عجمی بدستور حضرت خالدؓ کے خلاف، مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں مصروف تھے۔ عقہ کے انتقام کے جوش میں جزیرے کے عربوں نے عجمیوں سے ساز باز کر لی تھی۔ چنانچہ بغداد سے زرمہر اور اس کے ساتھ روزبہ انبار کی طرف روانہ ہوئے اور دونوں نے حصید اور خنافس پر ملنے کا وعدہ کیا۔ حِیْرَہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے نائب حضرت قعقاع بن عمروؓ نے یہ خبر سنی تو آپؓ نے اعبد بن فدکی کو حصید کی طرف پہنچنے کا حکم دیا اور عروہ بن جعد کو خنافس کی طرف روانہ کیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ دومہ سے حِیْرَہ واپس آئے تو آپؓ کو بھی اس کی اطلاع ملی۔ حضرت خالدؓ کا مدائن پر چڑھائی کا ارادہ تھا مگر یہاں پہنچ کر جب ان واقعات کا علم ہوا تو آپ نے حضرت قعقاع بن عمروؓ اور ابو لیلی کو روزبہ اور زرمہر کے مقابلے کے لیے بھیج دیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے پاس امراء القیس کلبی کا خط آیا۔ یہ قبیلہ قضاعہ اور کلب پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عامل تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں یہ اسلام پر ثابت قدم رہے تھے۔ ان

کا خط آیا کہ ھذیل بن عمران نے مصیخ میں اور ربیعہ بن بجیر نے ثنی اور بشر میں فوجیں جمع کی ہیں یہ لوگ عقہ کے انتقام کے جوش میں روزبہ اور زرمہر کے پاس جا رہے ہیں۔ یہ معلوم ہوتے ہی حضرت خالد بن ولیدؓ نے حِیْرَہ پر حضرت عیاض بن غنمؓ کو اپنا نائب مقرر کیا اور خود وہاں سے روانہ ہوئے۔ آپؓ نے خنافس جانے کے لیے وہی راستہ اختیار کیا جس سے قعقاع اور ابولیلی گئے تھے۔ آپؓ عین التمر میں ان دونوں سے مل گئے۔ یہاں آ کر آپ نے حضرت قعقاعؓ کو امیر فوج بنایا اور ان کو حصید کی طرف روانہ کیا اور ابولیلی کو خنافس کی طرف بھیجا اور ان دونوں کو حکم دیا کہ دشمن اور ان کے بھڑکانے والوں کو گھیر کر ایک جگہ جمع کرو اور اگر وہ جمع نہ ہوں تو اسی حالت میں ان پر حملہ کر دو۔ حضرت قعقاعؓ نے جب دیکھا کہ زرمہر اور روزبہ کوئی حرکت نہیں کر رہے تو انہوں نے حصید کی طرف پیش قدمی کی۔ اس طرف کی عربی و عجمی فوجوں کا سردار روزبہ تھا۔

جب اس نے دیکھا کہ قعقاع اس کی طرف آ رہے ہیں تو اس نے زرمہر سے مدد طلب کی۔ زرمہر نے اپنی فوج پر نائب مقرر کیا اور بذات خود روزبہ کی مدد کے لیے آیا۔ حصید میں دونوں فریقوں کا مقابلہ ہوا۔ بڑی شدت کی جنگ ہوئی۔ اللہ نے عجمیوں کی بہت بڑی تعداد کو قتل کرایا۔ قعقاع نے زرمہر کو قتل کیا اور روزبہ بھی مارا گیا۔ اس جنگ میں کثیر مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حصید کے بھاگے ہوئے لوگ خنافس میں جا کر جمع ہو گئے۔ جنگ خنافس کے بارے میں لکھا ہے کہ ابولیلی اپنی فوج اور جو کمک ان کے پاس آئی تھی ان کو لے کر خنافس کی طرف نکلے۔ حصید کا شکست خوردہ لشکر زرمہر کے نائب کے پاس پہنچا۔ جب اس کو مسلمانوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ خنافس چھوڑ کر سب کے ساتھ مصیخ بھاگ گیا۔ وہاں کا افسر ھذیل تھا۔ خنافس کی فتح کے لیے ابولیلی کو کچھ دشواری پیش نہ آئی۔ ان تمام فتوحات کی اطلاع حضرت خالد بن ولیدؓ کی خدمت میں بھیج دی گئی۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 325-326۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 307، 446) (الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 205 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جنگ مصیّخ۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو اہلِ حصید اور اہل خنافس کے بھاگنے کی اطلاع ہوئی تو آپؓ نے حضرت قعقاعؓ، ابولیلی اعبد اور عروہ کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے ان کو ایک رات ایک وقت مقرر کر کے مصیخ پر ملنے کا وعدہ کیا۔ مصیخ حوران اور قلت کے درمیان واقع ہے۔ حوران بھی دمشق کے قریب ایک وسیع علاقہ ہے جہاں بیشمار بستیاں اور کھیت ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ عین التمر سے مصیخ روانہ ہوئے اور مقررہ رات کو طے شدہ وقت کے مطابق حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان کے افسروں نے مصیخ پر ایک دم حملہ کر دیا اور ھذیل اس کی فوج اور تمام پناہ گزینوں پر تین اطراف سے حملہ کر دیا اور ھذیل چند لوگوں کے ساتھ جان بچا کر بھاگ گیا۔

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 326 دارالکتب العلمیۃ بیروت) (فرہنگ سیرت صفحہ 109 زوار اکیڈمی کراچی)

اس جنگ کے دوران دو ایسے مسلمان اسلامی فوج کے ہاتھ مارے گئے جو مصیخ میں مقیم تھے اور جن کے پاس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عطا کیا ہوا امان نامہ بھی تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ کو ان کے مارے جانے کی اطلاع ملی تو آپ نے ان کا خون بہا ادا کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے اصرار کیا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کے اس فعل کی سزا ملنی چاہیے۔ حضرت عمرؓ بڑے پرجوش تھے کہ کیوں مسلمانوں کو قتل کیا لیکن حضرت ابو بکرؓ نے

فرمایا کہ جو مسلمان دشمن کی سرزمین میں دشمن کے ساتھ قیام پذیر ہوں گے ان کے ساتھ ایسی صورتحال پیدا ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ اس طرح ہو جاتا ہے۔ تاہم حضرت ابو بکرؓ نے ان کی اولاد کی پرورش اور ان کا خیال رکھنے کے متعلق وصیت بھی فرمائی۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 311)(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ327۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

ثنی اور زمیل کا واقعہ۔ زمیل ایک مقام ہے۔ اس کا نام بشر بھی آتا ہے۔ یہ ثنی مقام کے ساتھ ہے۔ عقہ جو معرکہ عین التمر میں مارا گیا تھا اس کے انتقام کے جوش میں ربیعہ بن بجیر اپنی فوج کو لے کر ثنی اور بشر میں اترا اور حضرت خالدؓ نے مصیخ کے معرکہ کو سر کر کے قعقاع اور ابولیلی کو اپنے آگے روانہ کر دیا اور ایک رات مقرر کر کے طے کیا کہ ہم سب مصیخ کی طرح یہاں بھی تین مختلف سمتوں سے دشمن پر حملہ کریں گے۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ مصیخ سے چل کر مختلف مقامات سے ہوتے ہوئے زمیل آئے۔ حضرت خالدؓ نے ثنی سے آغاز کیا۔ یہاں ان کے دونوں ساتھی بھی ان سے مل گئے۔ ان تینوں نے رات کے وقت تینوں اطراف سے ربیعہ کی فوج پر اور ان لوگوں پر جو بڑی شان سے لڑنے کے لیے جمع ہوئے تھے شب خون مارا اور تلواریں سونت کر ان کا ایسا صفایا کیا کہ کوئی بھاگ کر کہیں خبر بھی نہ دے سکا۔ ان کی عورتیں گرفتار کر لی گئیں۔ بیت المال کا خمس حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا گیا اور باقی مال غنیمت مسلمان لشکر میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہذیل جس نے جنگ مصیخ میں بھی شکست کھا کر جان بچائی تھی وہ حسب وعدہ ربیعہ بن بجیر کی فوج میں شامل ہوا۔ اب پھر اس نے بھاگ کر زمیل میں عتاب کے پاس پناہ لی۔ عتاب ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ بشر میں قیام پذیر تھا۔ اس سے پہلے کہ اس تک ربیعہ کے خاتمہ کی خبر پہنچتی حضرت خالدؓ نے اس پر بھی تین اطراف سے حملہ کر دیا۔ اس معرکہ میں بھی کثرت سے آدمی قتل ہوئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ حضرت خالدؓ نے مال غنیمت مسلمانوں میں تقسیم کر دیا اور خُمس حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ حضرت خالدؓ بشر کے قریب ایک مقام رضاب کی طرف مڑے۔ وہاں کا افسر ہلال بن عقہ تھا۔ اس کی فوج کو جب حضرت خالدؓ کے آنے کی اطلاع ملی تو وہ اس سے الگ ہو گئی۔ مجبوراً ہلال وہاں سے بھاگ نکلا اور مسلمانوں نے بغیر کسی دِقّت کے رضاب کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔

(تاریخ الطبری جلد2صفحہ327-328 ، دارالکتب العلمیۃ ، بیروت)

(معجم البلدان جلد 3صفحہ 170، دارالکتب العلمیۃ بیروت)

پھر جنگ فراض کے بارے میں آتا ہے۔ فراض بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے۔ یہاں شام، عراق اور جزیرے کے راستے آ کر ملتے ہیں۔ یہ معرکہ مسلمانوں اور رومیوں کے درمیان ذی قعدہ بارہ ہجری میں فراض کے مقام پر ہوا۔ اسی نسبت سے یہ جنگ جنگ فراض کے نام سے مشہور ہوئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ رضاب پر قبضہ کر کے فراض پہنچے۔ اس سفر میں حضرت خالدؓ کو بہت سی لڑائیاں پیش آئیں۔ یہاں حضرت خالدؓ رمضان کے روزے بھی نہ رکھ سکے۔ خالدؓ کے ان اچانک حملوں اور قبائل کے ان کے مقابل پہ عاجز رہنے کی خبریں عراق بھر میں پھیل چکی تھیں اور صحرا میں رہنے والے تمام قبائل خوفزدہ ہو چکے تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کے آگے ہتھیار ڈالنے اور ان کی اطاعت قبول کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوجوں کے ہمراہ

دریائے فرات کے ساتھ ساتھ شمالی علاقوں کی طرف پیش قدمی شروع کر دی اور وہ جہاں بھی پہنچتے وہاں کے باشندے ان سے مصالحت کر لیتے اور ان کی اطاعت کرنے کا اقرار کرتے۔ آخر وہ فراض پہنچ گئے جہاں شام عراق اور الجزیرہ کی سرحدیں ملتی تھیں۔ فراض عراق اور شام کے انتہائی شمال میں واقع ہے۔ اگر عیاض بن غنم کی قسمت ساتھ دیتی اور وہ ابتدا ہی سے دومۃ الجندل فتح کر لیتے تو غالباً خالد یہاں تک نہ پہنچتے کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کا منشا سارے عراق اور شام کو فتح کرنے کا نہ تھا۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ ان دونوں ملکوں کی سرحدوں پر جو عرب سے ملتی ہیں امن وامان قائم ہو جائے اور ان اطراف سے ایرانی اور رومی عرب پر حملہ آور نہ ہو سکیں لیکن اللہ کو یہی منظور تھا کہ یہ دونوں مملکتیں مکمل طور پر مسلمانوں کے قبضہ میں آجائیں اس لیے اس نے ایسے اسباب پیدا کر دیے کہ خالد عراقی قبائل کو مطیع کرنے کی غرض سے انتہائی شمال تک چلے گئے اور اس طرح مسلمانوں کے لیے بالائی جانب سے شام پر حملہ کرنے کا راستہ کھل گیا۔

ایرانی سرحدوں سے رومیوں پر حملہ کا رستہ کھل جانا ایک ایسا معجزہ تھا جس کا خیال حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی نہیں آسکا اور یہ کارنامہ ایسے شخص کے ہاتھوں رونما ہوا جس کی نظیر پیدا کرنے سے عرب اور عجم کی عورتیں واقعی عاجز رہیں جیسا کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تھا۔ فراض میں خالد کو کامل ایک مہینے تک قیام کرنا پڑا۔ یہاں بھی انہوں نے ایسی جرأت اور عزم واستقلال کا مظاہرہ کیا کہ وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ وہ چاروں طرف سے دشمن میں گھرے ہوئے تھے۔ مشرقی جانب ایرانی تھے جو ان کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے۔ مغربی جانب رومی تھے جن کا یہ خیال تھا کہ اگر اس وقت خالد کی جمعیت کو تباہ و برباد نہ کیا تو پھر یہ سیلاب روکے نہ رکے گا۔ رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان صرف دریائے فرات حائل تھا۔ ان کے علاوہ چاروں طرف بدوی قبائل آباد تھے جن کے بڑے بڑے سرداروں کو قتل کر کے خالد نے ان کے دلوں میں انتقام کی ایک نہ ختم ہونے والی آگ بھڑکا دی تھی۔ اس نازک صورتحال سے خالد لاعلم نہ تھے۔ اگر وہ چاہتے تو حِیْرَہ واپس آکر اپنی قوت و طاقت میں اضافہ کرتے ہوئے پھر رومیوں کے مقابلے کے لیے روانہ ہو سکتے تھے۔ انہوں نے ایسا نہ کیا کیونکہ دشمن کو سامنے دیکھ کر خالد کے لیے صبر کرنا ناممکن ہو جاتا تھا۔ طبیعت ایسی تھی ان کی۔ ان کی نظروں میں کیا ایرانی اور کیا اہل بادیہ سب قابل تسخیر تھے۔ ان کی عظیم الشان فوجوں کو وہ نہ پہلے کبھی خاطر میں لائے اور نہ آئندہ خاطر میں لانے کو تیار تھے، اس لیے وہ بڑے اطمینان سے لڑائی کی تیاریوں میں مشغول رہے۔ ادھر رومیوں کو ابھی تک خالد سے واسطہ نہ پڑا تھا اور وہ ان کے حملے کی شدت سے ناواقف تھے۔ جب اسلامی فوجیں فراض میں اکٹھی ہو گئیں اور برابر ایک مہینے تک ان کے سامنے ڈیرے ڈالے پڑی رہیں تو انہیں بہت جوش آیا اور انہوں نے اپنے قریب کی ایرانی چوکیوں سے مدد مانگی۔ ایرانیوں نے بڑی خوشی سے رومیوں کی مدد کی کیونکہ مسلمانوں نے انہیں ذلیل و رسوا کر دیا تھا اور ان کی شان و شوکت کو تہ و بالا کر کے ان کا غرور خاک میں ملا دیا تھا۔ ایرانیوں کے علاوہ تغلب، ایاد اور نمر کے عربی النسل قبائل نے بھی رومیوں کی پوری پوری مدد کی کیونکہ وہ اپنے روؤسا اور سربرآوردہ اشخاص کے قتل کو بھولے نہیں تھے۔ چنانچہ رومیوں، ایرانیوں اور عربی النسل قبائل کا ایک بہت بڑا لشکر مسلمانوں سے لڑنے کے لیے روانہ ہوا۔ دریائے فرات پر پہنچ کر انہوں نے مسلمانوں کو کہلا بھیجا کہ تم دریا کو عبور کر کے ہماری طرف آؤ گے یا ہم دریا کو عبور

کر کے تمہاری طرف آئیں۔ حضرت خالدؓ نے جواب دیا تم ہی ہماری طرف آجاؤ۔ تم لڑنے آئے ہو تو ادھر آجاؤ۔ چنانچہ دشمن کا لشکر دریا عبور کر کے دوسری جانب اترنا شروع ہوا۔ اس دوران میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنے لشکر کی اچھی طرح اور باقاعدہ صفیں قائم کر کے انہیں دشمن سے لڑنے کے لیے پوری طرح تیار کر دیا۔ جب لڑائی شروع ہونے کا وقت آیا تو رومی لشکر کے سپہ سالار نے فوج کو حکم دیا کہ تمام قبائل علیحدہ علیحدہ ہو جائیں تا کہ معلوم ہو سکے کس گروہ نے زیادہ شاندار کارنامہ انجام دیا ہے چنانچہ ساری فوج اپنے اپنے سرداروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ہو گئی۔ لڑائی شروع ہوئی تو حضرت خالد بن ولیدؓ نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ چاروں طرف سے دشمن کو گھیر لیں اور انہیں ایک جگہ جمع کر دیں۔ اس طرح پے در پے حملے کریں کہ سنبھلنے کا موقع ہی نہ مل سکے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اسلامی دستوں نے رومی لشکر کو گھیر کر ایک جگہ جمع کر دیا اور ان پر پُرزور حملے شروع کر دیے۔ رومیوں اور ان کے حلیفوں کا خیال تھا کہ وہ قبائل کو علیحدہ علیحدہ مسلمانوں کے مقابلے میں بھیج کر لڑائی کو زیادہ طول دے سکیں گے اور جب مسلمان تھک کر چور ہو جائیں گے تو ان پر بھرپور حملہ کر کے انہیں مکمل طور پر شکست دے دیں گے لیکن ان کا یہ خیال خام ثابت ہوا اور ان کی تدبیر خود ان پر الٹ پڑی۔

جب مسلمانوں نے انہیں ایک جگہ جمع کر کے ان پر حملے شروع کیے تو وہ ان کی تاب نہ لا سکے اور بہت جلد شکست کھا کر میدان جنگ سے فرار ہونے لگے لیکن مسلمان انہیں کہاں چھوڑنے والے تھے، انہوں نے ان کا پیچھا کیا اور دور تک انہیں قتل کرتے چلے گئے۔ تمام مؤرخین اس امر پر متفق ہیں کہ اس معرکہ میں میدانِ جنگ اور بعد ازاں تعاقب میں دشمن کے ایک لاکھ آدمی کام آئے۔ فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے فراض میں دس دن قیام کیا اور پچیس ذی قعدہ بارہ ہجری کو انہوں نے اپنی فوج کو واپس حِیْرَہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔

(حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 312 تا 315، بک کارنر شوروم جہلم)

(تاریخ طبری جلد 2 صفحہ 328 دار الکتب العلمیۃ بیروت)(معجم البلدان جلد 4 صفحہ 276)

ایک مصنف اس جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ مسلمانوں نے حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں پہلی مرتبہ روم و ایران کی دونوں سپر طاقتوں اور ان کے ہمنوا عرب فوجوں کا مقابلہ کیا۔ اس کے باوجود مسلمانوں کو زبردست فتح حاصل ہوئی اور بلاشبہ یہ معرکہ تاریخی اور فیصلہ کن معرکوں میں سے رہا۔ اگرچہ اس کو وہ شہرت حاصل نہ ہوئی جو دیگر بڑے معرکوں کو حاصل ہوئی لیکن بہر حال اس سے کفار کی اندرونی قوت ختم ہو گئی خواہ وہ ایران سے تعلق رکھتے ہوں یا روم سے یا عرب اور عراق سے۔ عراق میں خالد سیف اللہ نے جو معرکے سر کیے یہ اس کی آخری کڑی تھی۔ اس معرکہ کے بعد ایرانیوں کی شان و شوکت خاک میں مل گئی۔ پھر اس کے بعد ان کو ایسی جنگی قوت حاصل نہ ہو سکی جس سے مسلمان خوفزدہ ہوں۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت و کارنامے از صلابی صفحہ 423)

ایک مؤرخ نے جنگ فراض کی اہمیت کو کچھ یوں بیان کیا ہے کہ اُلّیس میں مسلمانوں کی فتح کے بعد ایرانی لشکر کی کمر ٹوٹ گئی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے پیش قدمی جاری رکھی اور بالترتیب امغیشیا، حیرہ، انبار، عین التمر اور دومۃ الجندل کو فتح کر لیا اور بالآخر فراض کے مقام تک جا پہنچے۔ فراض دریائے فرات پر واقع ایک شہر تھا جو کہ

سلطنتِ روم کی سرحد سے بہت نزدیک تھا۔ یہاں رومیوں، ایرانیوں اور عیسائی قبائل کا متحدہ لشکر مسلمانوں سے نبرد آزما ہوا لیکن حضرت خالد بن ولیدؓ نے کفار کی اس بھاری جمعیت کو بھی شکست فاش دی۔ فاتح عراق سیدنا خالد بن ولیدؓ نے عراق کو ایک سال دو ماہ میں فتح کر لیا۔ ان کے ساتھ کل دس ہزار فوجی تھے اور تقریباً اتنے ہی فوجی دیگر اسلامی سپہ سالاروں کے ساتھ تھے۔ اتنی قلیل فوج نے اس مدت میں جو شاندار کارنامے سرانجام دیے وہ تاریخ میں بے مثال ہیں۔ حضرت خالد بن ولیدؓ ہر معرکہ میں شامل ہوئے، انہیں کسی موقع پر بھی شکست کا منہ نہ دیکھنا پڑا۔

دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے آپؓ کو سیف اللہ یعنی اللہ کی تلوار کا خطاب ملا تھا اور آپؓ نے اس خطاب کا حق ادا کر دیا۔ پھر آپؓ نے جو علاقے فتح کیے ان میں اتنا عمدہ بندوبست کیا کہ لوگ ایرانی حکومت کے مقابلے میں عرب حکومت کو پسند کرنے لگے۔ بہرحال عراق کی آخری فتح فراض مقام کی فتح تھی۔ حضرت خالدؓ دس روز تک فراض میں قیام پذیر رہے۔ پھر نصف لشکر لے کر شام کے محاذ پر روانہ ہو گئے۔

عراق کی فتح پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ عراق پر چڑھائی بہت بڑی کامیابی کی علامت تھی۔ وہاں مسلمانوں نے فارسی افواج کو جو ان سے تعداد اور سامان حرب میں کہیں زیادہ طاقتور تھیں پے در پے تباہ کن شکستیں دیں۔ یاد رہے کہ فارسی لشکر اپنے وقت کا سب سے مہلک جنگی لشکر تھا۔ عہد صدیقی کا یہ ایک ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس میں شک نہیں کہ عسکری میدان میں تمام تر کامیابی خالد بن ولیدؓ اور ان کے رفقاء و سپہ سالاروں کی مرہون منت ہے مگر اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان فتوحات اور کامیابیوں کو حضرت ابو بکرؓ جیسی عظیم شخصیت کی سرپرستی حاصل تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ کسی فوج کا کوئی بڑے سے بڑا اصلاحیت سپہ سالار ایسے تیقن اور یکسوئی اور وفاداری اور خلوص کا مظاہرہ نہیں کر سکتا جب تک اسے سربراہ مملکت کی ذاتی خوبیوں اور اعلیٰ کردار نے متاثر نہ کیا ہو۔

منکرین اور ارتداد اور بغاوت کی جنگوں سے لے کر فتح عراق کے تمام مراحل کے دوران جس ذاتی نمونے، حسن انتظام اور استقلال کا مظاہرہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پیش کیا اس نے امت مسلمہ کے دلوں کو بڑی سے بڑی قربانی کے لیے گرمائے رکھا۔ جہاں ان کے تمام احکامات اور ہدایات جامعیت اور فہم و فراست سے لبریز تھے وہاں ان کا ذاتی کردار ان سے کہیں زیادہ ممتاز تھا۔ کوئی راہنما استقلال اور اولوالعزمی کا اس سے بڑھ کر ثبوت کیا پیش کر سکتا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک کوئی ایسا موقع نظر نہیں آیا جہاں انہوں نے اپنے جاری کردہ احکام اور ضوابط کو ذاتی وقار یا کسی شخصی دباؤ کے سامنے جھک کر تبدیل کیا ہو۔ یہی نہیں بلکہ باصلاحیت ماتحتوں کی کارگزاری کے لیے اعلیٰ معیار کو قائم رکھنے کے لیے اور ایثار و قربانی کے جذبے کو فزوں تر کرنے کے لیے جس حسن ظن اور اعتماد کا نمونہ حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا اس کی مثال ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ کیا کوئی ماتحت ایسے راہنما کے احکام کو عملی جامہ پہنانے میں کوئی کسر اٹھا رکھے گا جو بذات خود اپنے راہنما کے ارشادات و فرمودات اور اقدار کی خاطر انتہائی وفاداری اور بے دریغ قربانی پیش کرنے کا زندہ نمونہ ہو جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود تھے۔ سیدنا حضرت خالدؓ کی عسکری قابلیت بجا طور پر ان کو دنیا کے عظیم سپہ سالاروں کی صف میں لا کر کھڑا کر دیتی ہے اپنے مخالفین کے مقابلے

میں جن حکمت حرب کے اصولوں کو سیدنا خالدؓ نے اپنایا بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ سیدنا خالدؓ نے جن اصولوں کو مرتب کیا وہ عسکری تاریخ کے درخشندہ باب ہیں۔

سیدنا خالد کی ہمت طلب منصوبوں کو کامیاب بنانے کے لیے مسلمانوں کی جنگی صلاحیت اور ان کی فوج کی مسلسل حرکت ان کے سب سے اہم وسیلے تھے۔ ان دونوں چیزوں سے سیدنا خالد نے قوت برداشت کی آخری حد تک استفادہ کیا اور یہ صرف اس لیے ممکن تھا کہ انہوں نے اپنے سپاہ کو کبھی ایسی مشکل میں نہیں ڈالا جس کو انہوں نے خود نہ جھیلا ہو۔ جہاں خلیفہ اول کو تاریخ اسلام میں ایک ممتاز ترین مقام حاصل ہے وہاں پر سیدنا خالدؓ بھی ان نامور سپہ سالاروں میں سے سب سے پہلے تھے جو بیرونی علاقوں کو فتح کرنے اور دنیا کے سیاسی و مذہبی نقشے کو نئی شکل دینے میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دست راست تھے۔ جس طرح ہر مسلمان حضرت ابو بکر صدیقؓ کی سیاسی وروحانی راہنمائی میں اور سیدنا خالدؓ کی عسکری قیادت کے ذریعہ عراق کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک تند طوفان کی طرح چھا گئے اب وہ اسی طرح ایک دوسری سلطنت پر دھاوا کرنے والے تھے اور وہ مشرقی روما تھا۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 679 تا 681)

بہر حال یہ کچھ تھوڑا سا حصہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے زمانے کا ہے۔ بقایا ان شاء اللہ آئندہ پیش ہو گا۔ جیسا کہ میں نے کہا تھا کچھ وقت زائد لگے گا۔ یہ جنگوں کا سلسلہ ختم ہوا۔ اگلے جمعہ ان شاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ **برطانیہ کا جلسہ سالانہ بھی شروع ہو رہا ہے۔** دعا کریں اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسہ کو بابرکت فرمائے۔ شامل ہونے والے جو آ رہے ہیں وہ بھی، ان کا سفر بھی خیریت سے ہو۔ خیریت سے آئیں شامل ہونے کے لیے۔ جو ڈیوٹی دینے والے ہیں ان کے لیے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فرائض صحیح طرح ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور کیونکہ دو سال بلکہ تین سال کے وقفہ کے بعد بڑا جلسہ ہو رہا ہے، پچھلے سال ہوا تھا لیکن چھوٹے پیمانے پر، تو مکمل طور پر بڑا جلسہ اب ہو رہا ہے اس لیے بعض دقتیں بھی ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ جو بھی انتظامی دقتیں ہیں یا جو بھی دقتیں کسی بھی صورت میں پیدا ہو سکتی ہیں ان کو دور فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19/ اگست 2022ء جلد 29 شمارہ 66 صفحہ 05 تا 11)

31

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05/ اگست 2022ء بمطابق 05/ ظہور 1401 ہجری شمسی
بمقام حدیقۃ المہدی، آلٹن، (ہمپشئر)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

خدا تعالیٰ کے فضل سے اس **سال جلسہ سالانہ برطانیہ** 2019ء کے بعد دوبارہ وسیع پیمانے پر منعقد ہو رہا ہے۔ گذشتہ سال بھی جلسہ ہوا تھا لیکن محدود تعداد کے ساتھ۔ گو اس سال بھی یہ جلسہ سالانہ صرف برطانیہ جماعت کا ہے اور باہر کے مہمان بہت محدود تعداد میں شامل ہو رہے ہیں لیکن تینوں دن ان شاء اللہ تعالیٰ برطانیہ کی سب جماعتوں کو شامل ہونے کی اجازت ہے اور ان شاء اللہ ہوں گی۔ امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اچھی حاضری ہو جائے گی۔ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں کووِڈ وبا کی وجہ سے باقاعدہ جلسہ سالانہ کا تسلسل ایک سال تو بالکل ہی توڑنا پڑا اور جلسہ کی برکات سے ہم باقاعدہ فیضیاب نہیں ہو سکے۔ اس سال بھی اس وبا کا زور کم زیادہ ہوتا رہا ہے اور آجکل بھی یہ پوری طرح ختم نہیں ہوئی بلکہ بعض جگہوں پر، یہاں بھی اور دنیا کے دوسرے ممالک میں بھی، گذشتہ دنوں میں یہ بڑھی ہے لیکن حکومت کی طرف سے جو اکٹھے ہونے پر پابندیاں تھیں وہ اب اتنی نہیں رہیں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم سب احتیاطی تدبیروں کو ختم کر دیں۔

سب احتیاطی پہلوؤں کو سب شاملین کو بہرحال سامنے رکھنا چاہیے اور ان کی پابندی کرنی چاہیے۔ احتیاطی تدبیروں میں سے ایک تو یہ ہے کہ سب شاملین بھی جب جلسہ گاہ میں بیٹھے ہوں اس وقت اور ڈیوٹی والے بھی جب ڈیوٹیاں دے رہے ہوں اس وقت یا پھر باہر پھر رہے ہوں تب بھی ماسک پہن کر رکھنے کی پابندی کریں۔ اسی طرح انتظامیہ نے بھی اس سال یہ انتظام کیا ہوا ہے کہ صبح آتے ہوئے اور واپس جاتے ہوئے ہومیو پیتھی دوائی جو اُن کے خیال میں اس بیماری کے لیے بہتر ہے، دینے کا انتظام کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں شفا بھی رکھے۔ دوائی میں شفا رکھنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن ہمیں ظاہری کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں مَیں تمام شاملین سے کہوں گا کہ انتظامیہ سے تعاون کریں۔

جلسہ کے حوالے سے کارکنان، وہ رضاکار جو اپنا وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کے لیے قربان کرتے ہیں انہیں مَیں جلسہ سے عموماً ایک ہفتہ پہلے خطبہ میں بعض باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ گذشتہ خطبہ میں مَیں اس طرف توجہ نہیں دلا سکا اس لیے آج اس بارے میں کچھ باتیں کروں گا۔ بعض بچے، نوجوان اور ڈیوٹی میں نئے شامل ہونے والے بھی ہیں ان کو توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ گذشتہ تین سالوں میں پاکستان سے

بھی یہاں بہت سے لوگ آئے ہیں جنہیں جلسہ کی ڈیوٹیوں کا تجربہ نہیں ہے۔ ایک لمبا عرصہ ہو گیا وہاں جلسے نہیں ہوئے۔ اس طرف توجہ دلانے سے ان کو ان کے جو اپنے فرائض ہیں ان کی ادائیگی کا بھی پتا چل جاتا ہے یا پتا چل جائے گا۔ اسی طرح پرانے کارکنان کو بھی یاددہانی ہو جاتی ہے۔ بہر حال مختصراً اس بارے میں کچھ کہوں گا اور اس کے علاوہ آنے والے مہمانوں سے بھی بعض باتیں یاددہانی کے طور پر کہوں گا۔ اگر ہم ان باتوں کو مد نظر رکھیں تو جلسہ کے حقیقی ماحول سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہم فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ جلسہ کوئی دنیوی میلہ نہیں ہے۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

بلکہ اللہ اور رسولؐ کی باتوں کو سننے اور ان کے مطابق اپنے آپ کو ڈھالنے کے لیے ہم یہاں جمع ہوتے ہیں اور ہوئے ہیں۔ جب ہم ان باتوں پر عمل کرتے ہیں جو اللہ اور رسولؐ نے کہیں تو حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی احسن رنگ میں ہم کرنے والے بن سکتے ہیں۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا پہلے کارکنان سے چند باتیں کہنی چاہوں گا۔ ماسک کے بارے میں اور دوائی کے بارے میں تو میں نے پہلے ہی بتا دیا، اس کی پابندی کریں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے نوجوانوں کو بھی، بچوں کو بھی، بوڑھوں کو بھی، عورتوں کو بھی اس بات کا شوق بھی ہے اور ادراک بھی ہے کہ ہم نے جلسہ پر آنے والے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنا ہے اور احسن رنگ میں خدمت بھی کرنی ہے۔ چاہے وہ لوگ جو خدمت کرنے والے ہیں کسی بھی پیشے سے تعلق رکھنے والے ہیں یا کسی بھی خاندان سے تعلق رکھنے والے ہیں، امیر ہیں یا غریب ہیں، سب اس جذبہ سے آتے ہیں۔ جلسہ کا کام صرف جلسہ کے ان تین دنوں میں نہیں ہو رہا ہوتا بلکہ کئی ہفتے پہلے شروع ہو جاتا ہے اور اب تو ایم ٹی اے اپنی خبروں میں اور چھوٹے چھوٹے کلپس (clips) کی صورت میں یہ دکھاتا رہتا ہے کہ کس طرح کام ہو رہا ہے۔ کچھ کام بیشک باہر کی کمپنیوں اور ٹھیکیداروں سے کروایا جاتا ہے لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سا کام ہے جس کے لیے افرادی قوت کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ قوت رضا کار اپنا وقت قربان کر کے، اپنی خدمات پیش کر کے مہیا کرتے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا ہر طبقہ کے لوگ اس میں شامل ہیں۔ دنیا یہ کوشش کرتی ہے کہ ہمیں رضاکارانہ کام کرنے کے لیے لوگ ملیں لیکن جماعت احمدیہ کی تاریخ اس کے بالکل برعکس مثال پیش کرتی ہے کہ اتنے کام کرنے والے آجاتے ہیں کہ انتظامیہ کو مشکل پیش آتی ہے کہ انہیں سنبھالیں کس طرح۔

جو جلسہ کی باقاعدہ ڈیوٹیاں ہیں ان میں تو پہلے چارٹ بن جاتے ہیں، پروگرام بن جاتے ہیں، ہر شعبہ کو اس کی ضرورت کے مطابق کارکن مہیا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور کر دیے جاتے ہیں لیکن جلسہ سے پہلے کا جو وقار عمل ہے یا بعد کا جو وقار عمل کا کام ہے اس میں بسا اوقات توقع سے زیادہ افراد آجاتے ہیں کیونکہ عمومی تحریک کی جاتی ہے۔ ابھی گذشتہ اتوار کو ہی اتنے کارکن حدیقۃ المہدی میں جمع ہو گئے جس کی انتظامیہ کو امید بھی نہیں تھی اور ان کے لیے مجھے پتا لگا ہے کھانے کا بھی صحیح انتظام نہیں ہو سکا حالانکہ انتظامیہ کو چاہیے تھا کہ دیکھ لیتے کہ اتنے لوگ ہیں تو پہلے ہی انتظام کرتے۔ یہ ضیافت والوں کا کام ہے۔ یہ رضا کار کوئی کھانے کے موقع پر تو جمع نہیں ہو گئے

تھے۔ آخر صبح سے کام کر رہے ہیں یا وہاں موجود تھے۔ میرے خیال میں جب گذشتہ جمعہ کو میں نے آخر میں جلسہ کے حوالے سے دعا کے لیے کہا اور جو کام کرنے والے ہیں ان کے لیے بھی دعا کے لیے کہا تو فوراً ایک جذبہ کے ساتھ اَور لوگوں نے بھی اپنی خدمات پیش کیں لیکن بہر حال انتظامیہ کو چاہیے کہ خاص طور پر جو weekends ہیں ان پہ خاص انتظام رکھا کرے۔ ضیافت کے شعبہ کو آئندہ کے لیے یہ بات نوٹ کرنی چاہیے۔

اسی طرح ضیافت کے شعبہ کا یہ بھی کام ہے کہ جلسہ کے دنوں میں بھی عموماً وافر مقدار میں کھانا تیار کریں۔ اس سال جو جلسہ ہو رہا ہے کیونکہ اندازہ صحیح نہیں ہے، کچھ لوگوں کے تحفظات ہیں کہ پتا نہیں بیماری کی وجہ سے لوگ آئیں کہ نہ آئیں، کچھ خوف کی وجہ سے آئیں کہ نہ آئیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ ایک عرصہ کے بعد جلسہ ہو رہا ہے اس لیے ضرور آئیں گے لیکن عموماً ہماری انتظامیہ کا، خاص طور پر کھانے والوں کا، ضیافت کا جہاں خرچ کرنے کا سوال آتا ہے وہ منفی طرف جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ وافر مقدار میں کھانا تیار کریں اس امید پہ ہوتے ہیں کہ کم کھانا تیار کرو لوگ کم آئیں گے۔ یہ بالکل غلط چیز ہے۔ ضیافت کی ذمہ داری ہے کہ جو مہمان آ رہا ہے اس کی پوری طرح مہمان داری کریں۔ اسی طرح کھانے کے بارے میں اسی ضمن میں مَیں ہدایت دے دوں کہ آجکل گرمیوں کے دن ہیں تو ضیافت کے شعبہ کو چاہیے کہ جب گوشت کٹواتے ہیں تو جس طرح کٹتا جاتا ہے تھوڑا تھوڑا گوشت فوری طور پر چلر (chiller) میں چلا جانا چاہیے نہ یہ کہ سارا دن پڑا رہے اور خراب ہو اور پھر لوگوں کو بیمار کرے۔ اسی طرح باقی کھانے کی بھی تسلی کرنی چاہیے۔ بہر حال جو لوگ، خدمت کے لیے رضاکار آئے تھے جن کا مَیں پہلے ذکر کر رہا تھا، وہ تو خدمت کے لیے آئے تھے۔ انہیں کھانا ملا یا نہیں ملا وہ تو خاموشی سے چلے گئے لیکن انتظامیہ کی ایک کمی سامنے آ گئی۔

کارکنوں کو بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جلسہ کے ان تین دنوں میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی اس جذبہ سے خدمت کریں کہ انہیں ہمیشہ یہ احساس رہے اور دل میں یہ رہے کہ ہم نے اپنے افسروں سے یا کسی مہمان کی طرف سے اس خدمت کا کوئی صلہ نہیں لینا اور نہ ہمیں صلہ ملنا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ان مہمانوں کی خدمت کرنی ہے اور اس صحابی کے اسوہ کو اور اس کی بیوی کے اسوہ کو سامنے رکھنا ہے جس نے بچوں کو بھی بھوکا سلا دیا تھا اور خود بھی بھوکے رہے اور مہمان کی مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ مہمان پر یہی ظاہر کیا روشنی بجھا کر کہ جس طرح وہ بھی اس کے ساتھ کھانے میں شریک ہیں اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو اتنا سراہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کی خبر دی اور اگلے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی سے فرمایا کہ تمہاری رات کی تدبیر سے یعنی اس مہمان کو کھانا کھلانے کے لیے جو مسلمان کی تدبیر تھی اس پر اللہ تعالیٰ بھی ہنسا۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر بڑا خوش ہوا اور ہنسا اور قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایسی قربانی کرنے والوں کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ قربانی کرنے والے ہیں جو بے نفس ہو کر قربانی کرتے ہیں اور یہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قول اللہ و یؤثرون علی انفسھم ... الخ حدیث 3798)

پس یہ تھے صحابہؓ کے طریق مہمان نوازی کرنے کے، مہمان کی خدمت کرنے کے۔ **کتنے خوش قسمت**

ہیں وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مہمانوں کی خدمت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور پھر مہمان بھی وہ جو زمانے کے امام کے بلانے پر آئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں سننے کے لیے آئے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی خواہش لے کر آئے ہیں۔

پس بہت خوش قسمت ہیں وہ سب رضا کار جو دین کی خاطر آنے والے مہمانوں کی خدمت اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے کر رہے ہیں۔ جب بڑی تعداد میں لوگ ہوں تو مختلف مزاج کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ بعض زیادہ گرم طبیعت کے بھی ہوتے ہیں اور بعض دفعہ سختی سے کارکن سے مخاطب ہو جاتے ہیں یا سختی سے کسی چیز کا مطالبہ کرتے ہیں لیکن کارکن کا کام ہے، مرد کارکنان کا بھی، لجنہ کی کارکنات کا بھی کہ کسی سے سختی نہیں کرنی۔ کسی سختی سے بولنے والے کا سختی سے جواب نہیں دینا بلکہ مسکراتے ہوئے جواب دینا ہے۔ اگر ضرورت پوری کر سکتے ہیں تو ضرورت پوری کریں ورنہ نرمی سے، پیار سے معذرت کر دیں یا اپنے بالا افسر کے پاس لے جائیں جو مہمان کا مسئلہ حل کر دے۔ بعض دفعہ یہ کام بہت مشکل ہو جاتا ہے لیکن خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرنا چاہیے۔ اپنے جذبات کو، اپنی زبان کو قابو میں رکھنا چاہیے۔ اسی طرح آپس میں بھی کارکنان جو ہیں اپنی زبان کو ایک دوسرے کے لیے نرم رکھیں۔ افسران اور نگران بھی اپنے معاونین کے ساتھ نرم زبان میں گفتگو کریں۔ اگر کسی سے کوئی غلطی ہو جائے تو پیار سے سمجھائیں۔

افسران کو بھی یہ احساس ہونا چاہیے کہ یہ رضا کار اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمانوں کی خدمت کے لیے آئے ہیں اور باوجود اس کے کہ کسی خاص شعبہ کے لیے تربیت یافتہ نہیں ہیں خدمت کے جذبہ سے بے نفس ہو کر خدمت کر رہے ہیں تو ان کی عزت افزائی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ آپس میں بھی سب کو مل جل کر کام کرنے کی توفیق دے اور یہ جذبہ اس وقت پیدا ہو گا جب افسروں کو بھی اور معاونین کو بھی اس بات کا ادراک ہو گا کہ ہم نے یہ خدمت قربانی کے جذبہ سے کرنی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان کے غلط رویے پر بھی خدمت اور قربانی کا کیا معیار قائم فرمایا اس بارے میں ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک مہمان جو غیر مسلم تھا وہ آتا ہے تو اس کی کھانے سے خاطر تواضع کی جاتی ہے۔ اسے بستر رات کو سونے کے لیے مہیا کیا جاتا ہے۔ رات کو زیادہ کھانے کی وجہ سے یا کسی وجہ سے اس کا پیٹ خراب ہو گیا یا جان بوجھ کر تنگ کرنے کی وجہ سے اس نے یہ حرکت کی کہ وہ اپنا بستر گندا کر کے صبح صبح چلا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس حرکت کا برا نہیں منایا بلکہ پانی منگوایا اور خود ہی اسے دھونے لگ گئے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ باوجود ہمارے کہنے کے کہ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں ہم خادم حاضر ہیں ہمیں دھونے دیں، آپؐ نے فرمایا وہ میرا مہمان تھا۔ پس خود ہی یہ کام کروں گا۔
(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 295)(ماخوذ از مثنوی مولوی معنوی دفتر پنجم صفحہ 20 تا 25)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرتا ہے۔
(صحیح البخاری، کتاب الأدب باب من کان یؤمن باللّٰہ ... الخ حدیث 6018)

پس ہمارے سب رضا کاروں، کارکنان، کارکنات، افسر یا معاون سب کا فرض ہے کہ جو مہمان دین کی

غرض سے آئے ہیں **حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہمان ہیں**، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے آئے ہیں، ان کی خدمت ہم قربانی کر کے بھی کریں گے۔ بلند حوصلگی کا مظاہرہ بھی ہر وقت کریں۔ خوش دلی سے چہرے پر بغیر کسی قسم کی ناپسندیدگی کے آثار ظاہر کیے خدمت کریں۔ یہ جذبہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے کارکنان میں بہت سوں میں ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس جذبے سے سب کارکنان کام کریں گے۔ مختلف شعبوں کے جو افسران مقرر کیے گئے ہیں وہ بھی ہمیشہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہیں خدمت کا موقع مل رہا ہے وہ افسر بن کر نہیں بلکہ خادم بن کر اپنے فرائض ادا کریں۔ اپنے اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کریں تو ماتحت اور معاونین بھی جو ہیں وہ بھی اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مہمانوں سے حسن سلوک کے بارے میں بہت سے مواقع پر نصائح فرمائی ہیں۔ ایک موقع پر فرمایا دیکھو! بہت سے مہمان آئے ہوئے ہیں ان میں سے بعض کو تم جانتے ہو۔ بعض کو تم شناخت کرتے ہو بعض کو نہیں۔ اس لیے مناسب ہے کہ سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 226)

پس یہ اصول ہمیشہ ہر کارکن کو اور خصوصاً ان کارکنان کو جن کا براہ راست لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے سامنے رکھنا چاہیے۔ خاص طور پر شعبہ مہمان نوازی اور طعام وغیرہ کی جو خدمت ہے وہ اس پر بہت پابندی سے عمل کریں۔ اس سال کیونکہ covid کی وجہ سے احتیاط بھی بہت کرنی پڑے گی اس لیے ایسا انتظام ہونا چاہیے اور میرے خیال میں شعبہ نے یہ انتظام کرنے کی کوشش کی ہے کہ کھانے کے وقت زیادہ لوگ زیادہ دیر تک بیٹھے نہ رہیں اور کھانا کھا کر جلد مارکی سے نکل جائیں۔ مہمانوں کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے اور انتظامیہ سے تعاون کرنا چاہیے۔ کھانا کھاتے ہوئے تو مجبوری ہے۔ ویسے عام طور پر جیسا کہ میں نے کہا ماسک پہنے رکھنے کی پابندی کریں اور کھانا کھاتے ہوئے کم سے کم بولیں اور باتیں کریں۔ خاموشی سے کھانا کھانے کی کوشش کریں اور جلد فارغ ہو کر چلے جائیں۔ نہ اپنے آپ کو مشکل میں ڈالیں نہ انتظامیہ کو۔ کارکنان کو تو میں نے چند بنیادی باتیں کہہ دیں اور انہیں مہمانوں کی خدمت کی طرف توجہ بھی دلا دی۔ اب مہمان بھی چند باتیں سن لیں۔ اگر مہمان اس بات کو سمجھ جائیں اور اس کی پابندی کر لیں جو اسلام کی تعلیم ہے کہ مہمان اپنے میزبان پر غیر معمولی، غیر ضروری بوجھ نہ ڈالے تو پھر محبت اور پیار والی فضا قائم رہتی ہے۔ مہمان اگر میزبان سے غلط توقعات یا ضرورت سے زیادہ توقعات وابستہ کریں تو مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ پس مہمانوں کو بھی چاہیے کہ ضرورت سے زیادہ توقعات وابستہ نہ کریں۔ اگر یہ صورت ہو گی تو پھر گھر والے بھی سہولت میں رہیں گے اور جن کے سپرد مہمانوں کا انتظام ہے وہ بھی اور مہمان بھی سہولت میں رہیں گے۔ پس اس بات کو ہمیشہ ذہن میں رکھیں۔ جماعتی نظام کے تحت بھی جو ٹھہرے ہوئے ہیں وہ ان کارکنان کے شکر گزار ہوں کہ ان کے احمدی بھائی بہنوں نے باوجود اپنی اچھی پوزیشنوں کے اپنے آپ کو مہمانوں کی خدمت کے لیے پیش کیا ہوا ہے۔ بعض دفعہ کھانا مہمان کے مزاج کے مطابق نہیں بنتا حالانکہ اس جماعتی روایت کا ہر احمدی کو پتا ہے کہ جلسہ کے دنوں میں ہمارے ہاں عموماً آلو گوشت اور دال پکتی ہے تو مہمانوں کو ان کے مزاج کے

مطابق کھانا نہ بھی ملے تو خوشی سے کھالینا چاہیے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مہمان کو میزبان کی طرف سے جو بھی کھانا پیش کیا جائے اسے خوشی سے کھالینا چاہیے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 204 حدیث 15048 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

گذشتہ سالوں میں تو یہ ہوتا تھا کہ اگر کسی نے لنگر کا کھانا نہیں کھانا یا اس کا دل نہ چاہے تو عارضی طور پر یہاں جلسہ کے اس علاقے میں جو بازار لگایا جاتا ہے وہاں سے جا کر کچھ نہ کچھ کھالیتے ہیں۔ اس دفعہ تو بازار کی سہولت اس طرح میسر نہیں ہے اس لیے ایسے لوگوں کو جن کے کھانے کے مزاج مختلف ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر خوشدلی سے جو میسر ہو کھالینا چاہیے لیکن ضیافت والوں کو میں پھر کہوں گا کہ وہ اپنی بھرپور کوشش کریں کہ اچھا کھانا پکائیں۔ گو چند لوگ ہوتے ہیں اس مزاج کے لیکن وہ چند لوگ بھی بعض دفعہ پریشانی کا باعث بن جاتے ہیں۔ اچھے اخلاق کا مظاہرہ صرف کارکنوں کا ہی کام نہیں ہے بلکہ ہر شامل ہونے والے کا کام ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شاملین جلسہ سے بھی فرمایا کہ **اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرو اور ایک دوسرے کا خیال رکھو۔**

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد6 صفحہ 394)

ہمیشہ ہر شامل ہونے والا یہ بات پیش نظر رکھے کہ اس نے اس جلسہ میں شمولیت اپنی دینی اور علمی اور روحانی پیاس بجھانے کے لیے کی ہے اور اس بات کے حصول کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہیے کہ یہ جلسہ خالصۃً للّٰہی جلسہ ہے۔ اس لیے کبھی بھی چھوٹی چھوٹی باتوں پر کسی قسم کی بے چینی اور رنجش کا اظہار نہیں کرنا چاہیے۔ کارکن بھی انسان ہیں۔ اگر ان سے کوئی زیادتی ہو جاتی ہے تو صَرفِ نظر کرنا چاہیے اور اپنے اخلاق کی درستگی کا یہ بہت بڑا ذریعہ ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ بعض دفعہ ایسا ماحول بن جاتا ہے جہاں آپس میں کسی طرف سے، مہمانوں کی طرف سے بھی، کارکنوں کی طرف سے بھی، کوئی بات دوسرے کا غصہ بھڑکانے کا باعث بن جاتی ہے۔ لیکن اعلیٰ اخلاق تو یہی ہیں کہ صَرفِ نظر کرتے ہوئے انسان اس جگہ سے چلا جائے اور جھگڑے کو نہ بڑھائے۔ نوجوانوں میں بعض دفعہ ایسی صورتحال پیدا ہو جاتی ہے تو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم جس مقصد کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں وہ بہت بڑا مقصد ہے۔ اپنی روحانی پیاس بجھانے کا مقصد ہے، اپنے دینی علم میں اضافے کا مقصد ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے طریق سیکھنا مقصد ہے تو پھر اس کے لیے کم از کم اپنے جذبات کی قربانی بھی دینی ہو گی اور اللہ تعالیٰ سے دعا کے ذریعہ بھی مدد مانگنی ہو گی۔ جب یہ جذبہ ابھرے گا، جب زبانیں ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہوں گی، جب توبہ اور استغفار کی طرف توجہ ہو گی تو پھر اگر کسی سے کوئی تکلیف پہنچ بھی جائے گی تو عفو اور درگذر سے کام لیا جائے گا۔ پس ہمیشہ ان دنوں میں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ یہاں ہم اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے گھر چھوڑ کر سفر کر کے آئے ہیں۔ سفر کی دعا سکھاتے ہوئے ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ دعا کیا کرو کہ اے اللہ! ہم تجھ سے اس سفر میں بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں۔ تُو ہمیں ایسے نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج باب استحباب الذکر اذا رکب ... الخ حدیث(3275))

پس جب ہم اس طرح دعا کر رہے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے یہاں قیام کو بھی اور سفر کو بھی برکتوں سے بھر دے گا۔ پس ان دنوں کو دعاؤں اور ذکر الٰہی سے بھرنے کی کوشش کریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

نے تو ہمیں ہر موقع کی دعا سکھائی ہے۔ بعض لوگ اپنے گھروں کو چھوڑ کر جلسہ کی برکات سے مستفیض ہونے کے لیے آئے ہیں۔ انہیں پیچھے اپنے گھر والوں کی فکر بھی ہو گی تو آپؐ نے فرمایا یہ دعا کیا کرو اے ہمارے خدا! مَیں پناہ مانگتا ہوں سفر کی سختیوں سے، ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر سے، مال اور اہل و عیال میں بُرے نتیجہ سے اور غیر پسندیدہ تبدیلی سے۔

(صحیح مسلم، کتاب الحج باب استحباب الذکر اذا رکب ... الخ حدیث(3275))

بڑی جامع دعا ہے۔ سفر میں اپنے آپ کو بھی ہر طرح سے محفوظ رکھنے کے لیے دعا ہے اور گھر والوں کے اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہنے کی بھی دعا ہے۔ ایسی سوچ اور ایسی دعاؤں سے زبانوں کو تر کرتے ہوئے جب یہاں ہر مرد، عورت پھر رہا ہو گا تو پھر جہاں ماحول پُر سکون ہو گا، دلوں کی تسکین کے سامان ہو رہے ہوں گے وہاں اللہ تعالیٰ ہر برے منظر سے بھی بچا کے رکھے گا۔ آجکل covid کی وجہ سے فکر مندی بھی ہے۔ دعاؤں کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ یہاں شاملین کو بھی محفوظ رکھے اور جو گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی محفوظ رکھے۔ پس عمومی دعاؤں کے ساتھ ان دنوں میں درود بھی خاص طور پر پڑھیں۔ اسی طرح نمازوں کے اوقات میں نمازوں کے لیے آئیں۔ باہر باتوں میں وقت ضائع نہ کریں۔ اسی طرح کارکنان بھی نمازوں کے اوقات میں جن کی ڈیوٹی نہیں ہے، باجماعت نماز ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اسی طرح سب شاملین یہ کوشش کریں کہ جلسہ کے پروگراموں کے دوران جلسہ گاہ میں بیٹھ کر تقریریں سنیں۔ مقررین نے بڑی محنت سے تقریریں تیار کی ہوتی ہیں۔ ان سے علمی اور روحانی فائدہ ہوتا ہے۔ اس لیے صرف یہ نہ دیکھیں کہ کون اچھی تقریر کر رہا ہے، کون اچھا مقرر ہے۔ یہ دیکھیں کہ نفس مضمون کیا ہے اور اس کا کتنا فائدہ ہے۔ عموماً تقریریں ایسے موضوعات پر ہوتی ہیں جن کی اس وقت ضرورت ہے اور اگر غور سے سنی جائیں تو بہت سے سوالات کے جوابات مل جاتے ہیں جو دلوں میں پیدا ہو رہے ہوتے ہیں۔

پس تقریروں کو بہت غور سے بیٹھ کر سنیں۔ اس مرتبہ تو بازار نہیں ہے جیسا کہ میں نے کہا ہے لیکن جلسہ کے پروگراموں میں وقفہ کے دوران جو مختلف نمائشیں لگائی گئی ہیں، گو چھوٹے پیمانے پر ہیں اس دفعہ، وہاں جائیں اور ان کو دیکھیں۔ ان سے فائدہ اٹھائیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ حالات ٹھیک ہوں گے تو نمائشیں بھی وسیع ہو جائیں گی اور باقی نظام بھی اسی طرح چلنا شروع ہو جائے گا۔ یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ اس دفعہ خشک موسم بھی ہے۔ بارشیں نہیں ہوئیں۔ اس لیے مجھے امید ہے گذشتہ سال کی طرح کارپارکنگ میں اتنی دِقّت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا ان شاء اللہ۔ گذشتہ سال تو بارشوں کی وجہ سے بہت زیادہ دقت ہوئی تھی۔ ویسے بھی اس سال بہتر انتظام ہے۔ ٹریک وغیرہ کا انتظام بہتر کیا گیا ہے نیز مستقل بنیادوں پر پانی کے نکاس کے لیے ماہرین کی مدد سے پانی کے نکاس کا وسیع کام ہوا ہے۔ گذشتہ مہینے جو بارشیں ہوئی تھیں ان میں جس طرح پانی کی نکاسی ہو رہی تھی اس ذریعہ سے لگتا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی یہ بڑا فائدہ مند ثابت ہو گا۔ بہر حال اس سال تو ان دنوں میں خشک موسم کی پیشگوئی ہے لیکن کارپارکنگ میں بعض دفعہ زیادہ کاروں کے آنے کی وجہ سے انتظامیہ کو بھی بعض دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن اگر کاروں پر آنے والوں کا تعاون ہو تو آرام سے یہ سب کچھ کنٹرول ہو جاتا ہے۔ اس لیے صبر اور حوصلے سے

کاروں پر آنے والے ٹریفک کے نظام کے ساتھ تعاون کریں تا کہ کسی بھی قسم کی دقت نہ ہو۔

اسی طرح جیسا کہ میں ہر سال کہتا ہوں ٹائلٹس استعمال کرنے والے، غسل خانے استعمال کرنے والے جو ہیں وہ صفائی کا بھی خیال رکھیں اور اس سال خاص طور پہ پانی کو بھی ضائع نہ کریں۔ کم بارشوں کی وجہ سے حکومت نے بھی کم پانی استعمال کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ احتیاط سے پانی استعمال کریں۔ اسی طرح خشک گھاس کو بڑی آسانی سے یہاں آگ لگ جاتی ہے۔ اس بارے میں بھی خاص احتیاط کریں۔ کسی بھی قسم کی بے احتیاطی مشکل پیدا کر سکتی ہے۔ اپنوں کو یا ہمسایوں کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔ حفاظتی نقطۂ نظر سے بھی ہر ایک کو محتاط ہونا چاہیے۔ ماحول پر گہری نظر رکھیں۔ کوئی بیگ یا کوئی ایسی چیز پڑی نظر آئے جس پہ شک ہو تو فوراً انتظامیہ کو اطلاع کریں۔ انتظامیہ بھی اور سکیننگ والے بھی کارڈ چیک کرتے ہوئے ماسک اتار کر ہر ایک کا چہرہ دیکھیں کہ کارڈ کی تصویر کے مطابق ہے کہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر شر سے ہر ایک کو محفوظ رکھے اور اپنی خاص برکات نازل فرماتا رہے۔

پھر دوبارہ مَیں **کہتا ہوں کہ ان دنوں میں ذکرِ الٰہی اور عبادتوں کی طرف خاص توجہ رکھیں۔** جماعت کی ترقی اور دشمنوں سے محفوظ رہنے کے لیے بہت دعائیں کریں۔ اسیر ان جو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں ان کے لیے دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جلد رہائی کے سامان پیدا فرمائے۔ جمعہ کی نماز میں بھی اور جمعہ کے بعد بھی، باقی دنوں میں بھی خاص دعائیں کرتے رہیں۔ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلسہ کے حوالے سے دعائیہ کلمات پیش کرتا ہوں۔ آپؑ فرماتے ہیں: ”ہر یک صاحب جو اس للّٰہی جلسہ کے لیے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجرِ عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دیوے اور ان کے ہم و غم دور فرماوے اور ان کو ہر یک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہیں ان پر کھول دیوے اور روزِ آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل و رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔ اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما کہ ہر یک قوت اور طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین“

(مجموعہ اشتہارات جلد1 صفحہ 342)

اللہ تعالیٰ جلسہ میں شامل ہونے والے سب مرد و زن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا وارث بنائے۔ بعض لوگ جلسہ میں شامل ہونے کی نیت سے باہر کے ممالک سے بھی آئے ہیں لیکن یہاں آ کر بیمار ہو گئے یا بعض بڑی خواہش سے شامل ہونا چاہتے تھے لیکن شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی ان کی نیتوں کا اجر دے اور ان دعاؤں کا انہیں بھی وارث بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26/ اگست2022ء جلد29 شمارہ68 صفحہ 05تا08)

32

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12 / اگست 2022ء بمطابق 12 / ظہور 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

الحمد للہ، اللہ تعالیٰ نے ہمیں گذشتہ ہفتہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ منعقد کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ **کے بے شمار فضل ہم نے ان تین دنوں میں دیکھے**۔ اس سال بھی پہلے یہی خیال تھا کہ کووڈ (covid) کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس کی وجہ سے گذشتہ سال کی طرح چھوٹے پیمانے پر جلسہ کیا جائے لیکن پھر آخری مہینے میں یہ فیصلہ ہوا کہ برطانیہ کے تمام احمدیوں کو جلسہ میں شمولیت کی اجازت دی جائے۔ اس فیصلہ پر شروع میں تو انتظامیہ کچھ پریشان تھی لیکن بہرحال پھر انہوں نے تیاری شروع کی اور جیسا کہ میں نے کہا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو برستے دیکھا۔ جلسہ کا بڑا انتظار ہوتا ہے، سارا سال انتظار رہتا ہے۔ بڑی تیاریاں بھی انتظامیہ کو کرنی پڑتی ہیں لیکن پھر جب جلسہ شروع ہوتا ہے تو پتا ہی نہیں چلتا کہ یہ تین دن کس طرح پلک جھپکنے میں گزر گئے۔ اس سال لوگوں کو بھی مختلف حوالوں سے بعض تحفظات تھے۔ مجھے بھی بعض نے خط لکھے اور فکر کا اظہار کیا۔ لوگ خود بھی بہت دعائیں کر رہے تھے۔ مَیں بھی دعائیں کر رہا تھا۔ جماعت کے افراد بھی دعائیں کر رہے تھے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ نے تمام تحفظات اور خوفوں کو امن میں بدل دیا۔ کووڈ کی جو وبا پھیلی ہوئی ہے اس کی بھی ایک وجہ تھی۔ بہرحال اس کا کچھ اثر تو شاید بعض شاملین پر ہو لیکن عمومی طور پر اللہ تعالیٰ کا بہت فضل ہے۔

بہرحال اب جلسہ کے حوالے سے میں بعض باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ جلسہ کے **اگلے خطبہ میں عموماً کارکنان کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں اور** شامل ہونے والے مہمانوں کے تاثرات کا بھی ذکر کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے جلسے کے حوالے سے فضلوں کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ پہلے تو مَیں تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے جلسہ کی تیاری سے لے کر وائنڈ اپ تک بے لوث ہو کر کام کیا اور اب تک وائنڈ اپ کا کام کر رہے ہیں جو کسی نہ کسی صورت میں جاری ہے۔ پھر جلسہ کے دوران مختلف شعبہ جات میں کارکنان اور کارکنات نے عموماً اپنی صلاحیتوں کے مطابق اچھا کام کیا جس کے لیے تمام شاملین کو شکر گزار ہونا چاہیے۔ یہی اسلامی اخلاق ہے کہ جس سے تمہیں کسی رنگ میں بھی فائدہ ہو، تمہارے کوئی کام آئے تو اس کا شکریہ ادا کرو اور بندوں کی شکر گزاری ہی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری کی طرف لے کر جاتی ہے۔ بچوں، بڑوں، عورتوں، لڑکیوں نے خدمت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی۔ بعض خامیاں اور کمزوریاں بھی سامنے آئی ہیں لیکن اتنے بڑے انتظام میں یہ کمزوریاں ہو جاتی ہیں لیکن انتظامیہ کا یہ کام ہے کہ ان کمزوریوں اور

خامیوں کو دور کرے۔ مثلاً لجنہ کے کھانا کھلانے کے شعبہ کی بعض شکایات ہیں یا بعض اَور باتیں ہیں۔ اس بارے میں لوگوں کے جو خطوط آئے ہیں وہ میں ساتھ ساتھ انتظامیہ کو بھجوا رہا ہوں۔ اس کے مطابق جائزہ لے کر انہیں اپنی لال کتاب میں یہ کمیاں درج کر کے اگلے سال بہتر انتظام کرنے کی ہر شعبہ میں کوشش کرنی چاہیے۔

لیکن بہر حال عمومی طور پر کارکنان نے بہت کام کیا ہے، اچھا کام کیا ہے۔ بچوں نے بھی اپنی ڈیوٹیوں کا حق ادا کیا ہے۔ بہر حال ان سب کا میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ایم ٹی اے نے بھی بہت اچھی کوریج دی ہے۔ اس دفعہ انہوں نے سٹوڈیو بھی تمام کا تمام خود تیار کیا ہے اور اس سے کئی ہزار پاؤنڈ کی بچت بھی ہوئی۔ اس سال یہ بھی تھا کہ بہت سے ترقی یافتہ اور غیر ترقی یافتہ ملکوں کو جلسہ کی کارروائی کے دوران ملا دیا جس سے یہاں بیٹھے ہوئے لوگ بھی دوسرے ملکوں میں بسنے والے اپنے بھائیوں کو دیکھ رہے تھے۔ ایک وحدت تھی جس کا نظارہ ہم نے ایم ٹی اے کے کیمرے کی آنکھ کے ذریعہ کیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے۔ ایم ٹی اے کے کارکنان اس بات پر شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے جماعت احمدیہ کی اکائی کو ایم ٹی اے کے ذریعہ تمام دنیا کو دکھا کر مخالفین کے منہ بند کیے۔ بہر حال اب میں بعض غیروں اور اپنوں کے تاثرات پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا ذکر کرتا ہوں۔ جلسہ کے ذریعہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچایا اس کا ذکر کرتا ہوں۔

نائیجر کے ایک صاحب ابو بکر سِیُنی صاحب، غیر از جماعت ہیں اور ایک غیر احمدی عالم ہیں۔ نیامے شہر میں ایک مسجد کے امام بھی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ جس بات نے متاثر کیا وہ لوگوں کا خلیفۂ وقت سے پیار اور محبت کا تعلق ہے اور کس طرح **لوگ خلیفۂ وقت کے ایک اشارے پر کامل اطاعت کا مظاہرہ کر رہے تھے۔** تقریروں کے دوران مکمل خاموشی اور سکوت طاری تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ یوں گمان ہوتا ہے کہ یہ محبت خود خدا تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ڈالی ہے کیونکہ اس میں بناوٹ کا کوئی شائبہ نہیں تھا۔

پھر برکینا فاسو کے ایک اَور غیر از جماعت دوست اسحاق صاحب کہتے ہیں کہ آپ کا جلسہ سالانہ بہت شاندار تھا۔ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اتنے لوگوں کا ایک جگہ جمع ہونا کسی معجزے سے کم نہیں اور ایک امام کی پیروی۔ یہ جلسہ اپنی مثال آپ ہے۔ کہنے لگے کوئی مانے یا نہ مانے آج حقیقی اسلام احمدیت ہی ہے اور وہ دن دُور نہیں جب لوگ اس حقیقت کو پہچان لیں گے اور اس میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ غیروں کے تبصرے ہیں جو مسلمان بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ اس طرف ان کے رخ پھیر رہا ہے۔

پھر فرنچ گیانا میں ایک سیرین غیر از جماعت ہیں۔ پہلی دفعہ انہوں نے جلسہ دیکھا ہے۔ عربی بولنے والوں کے لیے مسجد میں ایم ٹی اے العربیہ کے ذریعہ کارروائی دیکھنے کا انتظام بھی تھا۔ یہ کہتے ہیں کہ میں پہلی بار جماعت کا پیغام سن رہا ہوں اور پہلی بار میں نے آپ کے خلیفہ کی تقریر سنی ہے۔ میں بہت متاثر ہوا ہوں کہ مسلمانوں میں ایک ایسی تنظیم ہے جو اس طرح اسلام کا حقیقی پیغام دنیا میں پہنچا رہی ہے اور ایک خلیفہ کی بیعت میں ساری دنیا میں کام کر رہی ہے۔ میں ان شاء اللہ اب ضرور آپ کی جماعت کے بارے میں مطالعہ کروں گا اور مزید تحقیق کروں گا۔

پھر فرنچ گیانا کے ہی ایک غیر از جماعت مسلمان ہیں۔ کارروائی سننے کے لیے آئے۔ کہتے ہیں کہ جلسہ

سالانہ یوکے کی کارروائی میں نے پہلی بار سنی ہے اور میں بہت متاثر ہوا ہوں۔ آپ کی جماعت عالمگیر ہے۔ کہتے ہیں کہ میرا اصل تعلق گنی کناکری سے ہے۔ جلسہ کی کارروائی کے دوران دیکھ رہا تھا کہ بہت سے ممالک لائیو سٹریم کے ذریعہ اس جلسہ میں شامل ہیں لیکن گنی کناکری نظر نہیں آیا۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسی وقت سکرین پر گنی کناکری کی جماعت کی ویڈیو آگئی اور مجھے بہت خوشی ہوئی کہ وہاں بھی آپ کی جماعت قائم ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ **آپ کے خلیفہ نے جو عورتوں کے حقوق بیان کیے ہیں اس پر مجھے اپنے آپ کے مسلمان ہونے پر فخر ہے۔**

لائبیریا سے ایک غیر مسلم مہمان بوب ایم ڈَوْلَو (Bob M. Dolo) صاحب ہیں۔ یہ ایک بجلی کے محکمے میں مینیجر کے طور پر کام کرتے ہیں۔ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں احمدیہ خلیفہ کے خطاب کو سن کر بہت متاثر ہوا ہوں۔ اس سے قبل میں یہی سمجھتا تھا کہ اسلام میں عورتوں کے کوئی حقوق نہیں ہیں لیکن آج یہ خطاب سن کر مجھے اس بات کا علم ہوا کہ اسلام میں عورتوں کے حقوق بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں جو کسی اَور مذہب میں ہمیں نہیں ملتے۔ اس سے پہلے میں نے یہ سن رکھا تھا کہ احمدیہ جماعت بڑی منظم جماعت ہے۔ آج اپنی آنکھوں سے بھی دیکھ لیا ہے کہ **کس طرح احمدیہ جماعت ایک لیڈر کے ہاتھ پر متحد ہے اور دنیا میں امن کی کوششوں میں مصروف ہے۔**

زیمبیا کے ایک صاحب کاٹے بولے (Katebule) صاحب ہیں۔ پیشہ کے لحاظ سے یہ پاسٹر (Pastor) ہیں۔ یہ کہتے ہیں جلسہ سالانہ کے آخری روز آپ کے خلیفہ کا اختتامی خطاب سنا، بہت متاثر ہوا۔ کہنے لگے کہ آپ کے خلیفہ کا خطاب بہت حیرت انگیز تھا۔ اسلام جس خوبصورتی سے عورت کے حقوق بیان کرتا ہے مجھے قطعاً اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔ میں یہی سمجھتا تھا کہ اسلام نے عورت کے حقوق ضبط کیے ہیں اور عورت کو کسی قسم کی آزادی نہیں دی۔ میرے نزدیک اسلام نے عورت کو گھر کے اندر بند کر کے رکھ دیا تھا مگر آج یہ خطاب سن کر میرا نظریہ بدل گیا ہے۔ میں اس بات کو کہتے ہوئے قطعاً نہیں شرماؤں گا کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں وہ عیسائیت نے نہیں دیے۔ یہ عیسائی پادری ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حقوق اسلام نے دیے ہیں وہ عیسائیت نے نہیں دیے۔ ہم اپنی عورتوں پر بلاوجہ زیادتی کرتے ہیں اور عورتوں کو **اپنی غلام سمجھتے ہیں۔ آپ کے خلیفہ نے بالکل صحیح کہا** کہ مرد کسی نہ کسی طرح طاقت کے زور پر اپنے حقوق ادا کرواہی لیتا ہے۔ آج مجھے محسوس ہوا کہ اسلام متشدد تعلیم کا روادار نہیں بلکہ اسلام کی تعلیم بہت خوبصورت ہے۔

پھر آئیوری کوسٹ کے ایک زیرِ تبلیغ دوست ہیں۔ کہنے لگے کہ جماعت کا تعارف مختلف ذرائع سے ہوتا رہا ہے لیکن جلسہ سالانہ یوکے نے ایک منفرد انداز سے اپنا تعارف پیش کیا۔ انہوں نے پہلی بار کوئی جلسہ ٹی وی کے ذریعہ براہ راست دیکھا ہے۔ جلسہ کے انتظامات دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ کہتے ہیں کہ اتنی بڑی تعداد کا ایک منظم اور ایک باسلیقہ طریقے پر ایک پروگرام میں شرکت کرنا بتاتا ہے کہ خلافت کی تربیت کا ان پر ایک گہرا اثر ہے۔ کہنے لگے کہ انہیں معلوم تو نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر لوگ کیسے بیعت کرتے ہیں لیکن آج خلیفہ کے ہاتھ پر لوگوں کو بیعت کرتا دیکھ کر جو گہرا اثر دل پر ہوا ہے اور جو کیفیت ہے وہ ناقابل بیان ہے۔ انہوں نے کہا کہ

اب باقاعدہ آپ کے خلیفہ کا خطبہ سنا کروں گا۔

کونگو کنشاسا، یہاں امیگریشن ڈیپارٹمنٹ کے نمائندہ آئے۔ جلسہ میں شامل ہوئے اور وہاں انہوں نے لوگوں میں میرا خطاب سنا۔ کہنے لگے اس خطاب نے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ وہ اب تک احمدی کیوں نہیں ہیں اور اس بات کا وعدہ کر کے گئے ہیں کہ آئندہ مشن ہاؤس آتے رہیں گے اور جماعت کے بارے میں مزید تحقیق کریں گے۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے لوگوں کی تربیت بھی ہوتی ہے۔

مراؤ(Maroua) جماعت کے مشن ہاؤس میں بھی جلسہ یوکے دیکھنے کا انتظام تھا۔ کیمرون میں ایک جماعت مراؤ کی ہے۔ یہاں جو لوگ جلسہ دیکھ رہے تھے ان میں قریبی گاؤں سے ایک خاتون جن کا نام اُمل (Ummul) تھا شامل تھیں۔ تینوں دن پروگرام سے استفادہ کیا۔ جلسہ سالانہ ختم ہونے پر انہوں نے وہاں پر موجود سب لوگوں کو کہا کہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہمارے پاس ایم ٹی اے ہے۔ ایم ٹی اے ایک ٹی وی چینل نہیں بلکہ ایک سکول اور یونیورسٹی ہے جہاں انسان روزانہ علم سیکھتا ہے۔ ہم نے بھی ان تین دنوں میں بہت علم پایا ہے۔ ہمارے پاس کیبل پر ایم ٹی اے میسر ہے۔ (وہاں کیبل پر بھی ایم ٹی اے میسر ہے۔) اس لیے ہر ایک کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔ انہوں نے وہاں نصیحت کی کہ باقاعدگی سے گھروں میں ایم ٹی اے دیکھنا چاہیے اور بچوں کو بھی دکھانا چاہیے، کہ سب کا اسلامی علم بڑھے۔ **خاص طور پر خلیفۂ وقت کے خطابات اور خطبات ضرور سنیں** تا کہ ہمارا ایمان بڑھے۔

کونگو کنشاسا سے ہی ایک اور تاثر ہے۔ ایلیبو (Ilebo) جماعت میں جلسہ کی کارروائی دیکھنے کے لیے حنبلی مسلمانوں کے امام کو مدعو کیا گیا۔ جلسہ کے اختتام پر وہ کہنے لگے کہ جس طرح جماعت احمدیہ نے اسلام کی اس حقیقی تعلیم کو پیش کیا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دی تھی، میرے نزدیک یہ جماعت کا ہی طرۂ امتیاز ہے۔ میں اب یہ چاہتا ہوں کہ کچھ بھی کر کے جماعت میں شمولیت اختیار کر لوں۔ اللہ مجھے اس کی توفیق دے۔ اللہ تعالیٰ کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق دے۔

ایک البانین زیرِ تبلیغ مسلمان لڑکی وِلما(Vilma) ہیں۔ کہنے لگیں کہ جلسہ سالانہ یوکے ایک عظیم الشان جلسہ تھا جس میں شاملین کی تعداد غیر معمولی تھی۔ میں ابھی تک جماعت میں شامل تو نہیں ہوئی لیکن اس جلسہ سے مجھے تحریک ہوئی ہے کہ میں اس جماعت کی اہمیت اور سچائی کے متعلق سنجیدگی سے غور کروں اور خلیفۂ وقت کا خطاب سن کر مجھے محسوس ہوا کہ میں ان کی باتوں سے متفق ہوں۔ جس طرح انہوں نے مضامین بیان کیے ہیں ان سے میرے ایمان میں بہت اضافہ ہوا۔ میری خواہش ہے کہ اس طرح کے جلسوں میں آئندہ بھی مَیں ذاتی طور پر شامل ہو سکوں۔

فرنچ گیانا میں ایک افغان خاتون ہیں۔ اپنے بچوں کے ساتھ اختتامی خطاب سننے آئی تھیں۔ کہتی ہیں کہ آپ کی جماعت کے بارے میں ہمیں پہلے سے تھوڑا بہت معلوم تھا لیکن **جلسہ یوکے میں آپ کے خلیفہ کی تقریر سن کر ایک عجیب سی کیفیت ہو گئی تھی**۔ اسلام میں عورتوں کے حقوق کے بارے میں سن کر کہ ہمارا مذہب عورتوں کے

حقوق کا کتنا خیال رکھتا ہے بہت سکون مل رہا تھا۔ کہتی ہیں شاید اس لیے بھی زیادہ محسوس ہو رہا تھا کیونکہ افغانستان میں طالبان جو اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں تو عورت کی کوئی حیثیت ہی نہیں ہے جبکہ حقیقت میں اسلام تو عورتوں کے حقوق کا کامل ضامن ہے۔

لائبیریا میں ایک غیر مسلم مہمان اموس وُونسِے (Amos Wonseah) صاحب تھے۔ پولیس میں سی آئی ڈی کمانڈر ہیں۔ پڑھے لکھے آدمی ہیں۔ دعوت پر جلسہ میں شامل ہوئے۔ کہنے لگے جب دوسرے روز کا انہوں نے میرا خطاب سنا تو کافی متاثر ہوئے۔ دوسرے روز کی ان کو دعوت تھی۔ تیسرے دن وہ خود ہی دوبارہ آ گئے اور خطاب کے بعد اس بات کا اظہار کیا کہ اسلام کے بارے میں میرے خیالات بہت منفی تھے اور اس کی کچھ وجہ بعض مسلمانوں کا رویہ بھی تھا لیکن جلسہ کے پروگرام دیکھ کر میں نے محسوس کیا کہ اسلام ایک پُرامن مذہب ہے اور احمدیہ جماعت ہر لحاظ سے خدمتِ انسانیت میں مصروف ہے۔ اس لیے آج سے اسلام کے بارے میں میرے خیالات بدل گئے ہیں اور جو تحفظات تھے دور ہو گئے ہیں۔ نیز یہ بھی کہا کہ اگر اس علاقے میں احمدیہ جماعت پہلے پہنچی ہوتی تو اب تک بہت سے لوگ جماعت کے ذریعہ اسلام میں داخل ہو چکے ہوتے۔

فرنچ گیانا، وہاں بھی جماعتی طور پہ جلسہ سننے کا انتظام تھا۔ چھوٹی سی جماعت ہے اور تھوڑے سے لوگ وہاں آئے تھے۔ وہاں ملک ہیٹی سے تعلق رکھنے والے دو عیسائی جو زیرِ تبلیغ ہیں وہ اختتامی خطاب سننے کے لیے آئے۔ دونوں دوست تھے۔ کہنے لگے کہ ہم حیران ہیں کہ آپ کے خلیفہ نے جو موضوع اپنی تقریر کا چنا یعنی عورتوں کے حقوق یہ وہی موضوع ہے جس پر ہم دونوں پچھلے دو دنوں سے بات کر رہے تھے کہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ ہمیں معلوم نہیں تھا کہ اسلام عورتوں کے حقوق کے بارے میں اتنی کامل اور جامع تعلیم دیتا ہے۔ اگر آج ہم نے آپ کے خلیفہ کی تقریر نہ سنی ہوتی تو ہمیں شاید اس خوبصورت اور کامل تعلیم کا پتا ہی نہ چلتا۔ آج کے زمانے میں عورت کے حقوق پر بات تو بہت ہوتی ہے لیکن مرد اور عورت دونوں کی جو ذمہ داریاں ہیں انہیں حقیقی رنگ میں اسلام ہی پیش کرتا ہے۔ آج کل یہ لوگ Life of Muhammad بھی پڑھ رہے ہیں اور پھر انہوں نے مزید لٹریچر بھی مانگا ہے۔

ماریشس کی رپورٹ ہے۔ وہاں نشریات جو ہو رہی تھیں تو لوگ دیکھنے کے لیے جمع ہوئے۔ ممبر آف پارلیمنٹ تانیہ دیولے (Tania Diolle) صاحبہ ہیں۔ وہ آئی تھیں۔ یہ پارلیمنٹری پرائیویٹ سیکرٹری بھی ہیں۔ کہتی ہیں کہ شاندار نظارہ ہے۔ جماعت احمدیہ کی تقریبات اور جماعت احمدیہ کے کلچر کا مشاہدہ کرنے کا بہت اچھا تجربہ ہے۔ بہت متاثر کن بات ہے کہ آپ لوگ لندن جیسے شہر میں اتنی بڑی مذہبی تقریب کا انعقاد کر رہے ہیں۔ کہتی ہیں یہ بات بھی درست ہے کہ آج کل کی معاشی اور معاشرتی صورتحال کے پیش نظر مذہب بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہو گیا ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کا اپنا محاسبہ کرنے کے لیے اور ایک روحانی مقصد کے لیے جمع ہونا بڑی بات ہے۔ خاص کر جبکہ ہم سارے ایک مشکل دور میں سے گزر رہے ہیں جس میں دنیا بہت سے بحرانوں کا شکار ہے۔ میرے نزدیک اس قسم کی چیزیں معاشرے کو صحیح راستے پر گامزن اور اعلیٰ اقدار کو برقرار رکھنے میں بہت

ممد ہیں۔ میرے لیے یہ تجربہ بہت خوشگوار ہے۔ میں نے بہت سی باتیں یہاں سیکھی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ لمحات میرے لیے قابل فکر بھی ہیں۔

نومبائعین نے بھی اپنے تاثرات بھیجے ہیں۔

برکینا فاسو کی ایک نومبائعہ خاتون حوا صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ خلیفۂ وقت کے کھلے اور صاف الفاظ ہمیں بتا رہے ہیں کہ ہم نے احمدیت کو حقیقی اسلام سمجھ کر صرف اس لیے بیعت نہیں کی کہ ہم دوسروں کو بھی احمدی بنائیں بلکہ اس لیے بھی کہ ہم نے کس طرح معاشرے میں خود بھی ایک مثالی احمدی بن کے رہنا ہے اور اپنے قول و فعل کو ایک کر کے اپنے ایمان کو بھی مضبوط کرنا ہے اور یقین میں بڑھنا ہے۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ جی افریقہ کے لوگ اَن پڑھ ہیں۔ اب یہ خاتون ہیں، انہوں نے کہا صرف ہم نے ایسی تبدیلی پیدا کرنی ہے کہ ہمارے قول اور فعل برابر ہو جائیں۔ اور یہ ہر پڑھے لکھے احمدی کے لیے اور اپنے آپ کو پڑھا لکھا سمجھنے والے احمدی کے لیے، یورپ میں رہنے والوں کے لیے، ترقی یافتہ ملکوں میں رہنے والوں کے لیے یہ جو بات ہے سوچنے والی ہے اور ان کو غور کرنا چاہیے کہ اپنے قول و فعل کو ہر جگہ ایک بنائیں۔

انڈونیشیا میں ایک نومبائعہ خاتون ہیں۔ کہتی ہیں کہ جلسہ سالانہ یوکے ایک غیر معمولی چیز ہے۔ کہتی ہیں میں ایک نومبائعہ ہوں۔ یہ میرے لیے اس الٰہی جماعت میں اپنی روحانیت کو بڑھانے کا لمحہ ہے۔ میں نے دیکھا کہ لوگ جوق در جوق اس مبارک جلسہ میں شرکت کے لیے آتے ہیں۔ اگرچہ میں نے یہ جلسہ صرف ٹی وی پر دیکھا ہے لیکن میرا دل و دماغ جلسہ یوکے میں موجود تھا۔ اس جلسہ سے میرا اس الٰہی جماعت پر ایمان بڑھا ہے اور میں مستقبل میں مزید بہتر ہو جاؤں گی۔

کونگو برازاویل کی ایک رپورٹ ہے کہ مستورات کی طرف جو میرا خطاب ہوا اسے سن کر لوکل لجنہ نے عہد کیا کہ ہم بھی اسلام احمدیت کو پھیلانے کے لیے اپنے آپ کو اور اپنے بچوں کو ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار کریں گی۔

پھر ایک نومبائعہ کہتی ہیں کہ روحانی ماحول میں تین دن گزرے ہیں۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہر دن اس طرح گزرے اور ہم روحانی ماحول سے لطف اندوز ہوتے رہیں۔

انڈونیشیا سے ایک نو مبائع ایری ہیماوان (Erry Himawan) صاحب کہتے ہیں میں ایک نو مبائع ہوں۔ جلسہ سالانہ یوکے کو لائیو سٹریم کے ذریعہ دیکھنے کے بعد میری طرف سے صرف ایک لفظ ہے: حیرت انگیز۔ میں حیران ہوں دنیا بھر میں صرف ایک اسلامی تنظیم ایسی ہے جس کے ارکان پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ایک ٹی وی سٹیشن ہے جو چوبیس گھنٹے چلتا ہے۔ میں اپنے آپ سے پوچھتا تھا کیا کوئی اسلامی تنظیم ہے جیسے یہوواز وِٹنس (Jehovah's Witnesses) اور مورمنز (Mormons) اور ایڈونٹسٹ ایس ڈی اے (Adventist-SDA) والے۔ یہ سبھی عیسائی تنظیمیں ہیں جن کے لاکھوں پیروکار ہیں اور سینکڑوں ممالک میں کام کر رہے ہیں لیکن مجھے اس کا جواب مل گیا کہ ایک اسلامی تنظیم احمدیہ جماعت ہے جو ساری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور میں اس تنظیم کا ممبر ہونے پر خوش ہوں۔ یہی اسلامی تنظیم میرے کردار اور شخصیت کے مطابق ہے۔ اب میں

احمدی ہو کر ایک کارآمد شخص بن سکتا ہوں اور جسمانی اور روحانی ترقی حاصل کر سکتا ہوں۔

قزاختستان سے بُگوُبَایَوس دَاؤرِیْن صاحب کہتے ہیں۔ جلسہ نے میرے دل پر ایک خاص اثر کیا ہے۔ میں نے جلسہ سالانہ کی کارروائی اپنی اہلیہ کے ساتھ ایک روحانی ماحول میں دیکھی۔ **خلیفۂ وقت کے خطاب نے دل پر ایک خاص اثر کیا جو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔** اسی طرح دیگر مقررین کی تقاریر بھی بہت اچھی تھیں۔ تمام دنیا کے احمدیوں کو بذریعہ ایم ٹی اے جلسہ کی کارروائی دیکھنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ تمام کارکنان اور انتظامیہ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اپنے لیے بھی دعا کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ یہ روحانی احساس اور کیفیت اگلے سال کے جلسہ تک قائم رکھے اور ہمیشہ قائم رکھے۔

زیمبیا کے ایک نومبائع نے جب میرا خطاب سنا تو جذبات پہ قابو نہیں پا سکے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ساتھ بیٹھے ہوئے دوست نے پوچھنا چاہا تو جواب نہ دے سکے اور ہال سے چند منٹ کے لیے باہر چلے گئے۔ آنسو پونچھ کر دوبارہ واپس آئے اور پوچھنے پر بتایا کہ زندگی میں پہلی مرتبہ خلیفۂ وقت کو دیکھا ہے اور آواز سنی ہے اس لیے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہتے ہیں میری عمر اسّی سال ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی بھیڑیوں کے درمیان میں گزار دی یعنی ظالم لوگوں کے درمیان اور احمدیت میں آ کے مجھے پتہ چلا کہ اسلام کی اصل تعلیم تو محبت پھیلانا ہے نہ کہ لوگوں میں نفرت پھیلانا۔ پھر ایک دن نمازِ فجر کے درس کے بعد اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور تمام احباب کو مخاطب کر کے کہا کہ اس مسجد کو لوگوں سے بھرنا صرف مربی کا کام نہیں بلکہ ہم سب کی ذمہ داری ہے۔ ہمیں سب کو تبلیغ کرنی چاہیے۔

آسٹریلیا کے ایک نومبائع عیسیٰ گَیبری (Esaw Gebre) صاحب ہیں جنہوں نے پہلے بیعت تو کر لی تھی لیکن غیر احمدیوں کے اعتراضات سے کچھ متاثر بھی ہو جاتے تھے اور خاص طور پر یہ اعتراض کہ جلسہ جو ہے بدعت ہے۔ انہوں نے وہاں آسٹریلیا میں مسجد بیت المسرور میں عالمی بیعت میں شرکت کر کے کہا کہ میرے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے ہیں کیونکہ مجھے صاف نظر آ رہا تھا کہ جلسہ لِلّٰہ منعقد کیا جاتا ہے۔ یہ میرے لیے اپنے ایمان کی تجدید کرنے کا موقع تھا۔ بیعت کے دوران خلیفۂ وقت کے ساتھ دعا میں شریک ہو کر مجھے کامل یقین ہو گیا ہے کہ میری دعائیں ضرور قبول ہوں گی۔

لوگوں میں ایمان میں مضبوطی بھی جلسہ کی کارروائیاں دیکھ کے پیدا ہوتی ہے۔

آسٹریلیا سے ایک نومبائع مکیاس گبری (Mikias Gebre) صاحب کہتے ہیں کہ عالمی بیعت میرے لیے ایک حیرت انگیز تجربہ تھا۔ اس وقت میں جس روحانی کیفیت سے گزرا اس سے قبل میں نے وہ کیفیت کبھی نہیں محسوس کی۔ ایک ایسا روحانی ماحول تھا جس نے مجھے اطمینانِ قلب اور روحانی سرور عطا کیا۔

لیسوتھو سے ایک نومبائع یوسف لاِیسَا صاحب کہتے ہیں: یہ میرا پہلا جلسہ ہے اور میں نے پہلی دفعہ خلیفۂ وقت کو دیکھا ہے۔ جس طرح انہوں نے معاشرے کی کمزوریوں اور برائیوں کی طرف اسلام کی اعلیٰ تعلیمات کے ذریعہ اصلاح کے طریقے بتائے ہیں وہ آج تک میں نے کہیں نہیں سنے۔ نہ ہی عیسائیت میں مَیں نے سیکھے۔ جب میں

احمدیت کے بارے میں تحقیق کر رہا تھا اور جب میں نے پہلی بار خلیفۂ وقت کی تصویر دیکھی تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے خواب میں کہا کہ یہ سچا مذہب ہے۔ احمدیت کی طرف میرا آنا اور حقیقی اسلام کو پانا اصل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی ہدایت ہے جو مجھے خلیفۂ وقت کو دیکھنے کے بعد حاصل ہوئی ہے۔ اس طرح جلسہ کو زندگی میں پہلی بار دیکھنا اور بیعت کے روح پرور مناظر کو دیکھنا اس سے میں اس میں شامل ہونے کے بعد اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں جیسے ایک نئی زندگی حاصل ہو گئی ہو۔

البانیا کے پلُّومُب بے یَا (Pellumb Beja) صاحب جرمنی میں ہسٹری کے ٹیچر ہیں۔ انہوں نے تین چار سال پہلے بیعت کی تھی۔ کہتے ہیں کہ اس سال جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت ورچوئلی (virtually) تھی لیکن مجھے ایسے لگ رہا تھا کہ گویا میں بذاتِ خود اس میں شامل تھا۔ جلسہ کا ماحول اور خلیفۂ وقت کے خطاب کا اثر اتنا زبردست تھا کہ مجھے لگا کہ میں بھی جسمانی طور پر جلسہ میں شامل ہوں۔

یہ عالمی جلسہ سالانہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ جماعت میں اتحاد ہے۔ ساری دنیا کے احمدی ایک خلیفۂ وقت کے ہاتھ پر جمع ہیں۔ تمام احمدی احباب اپنے فرائض کو سمجھنا چاہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں تمام لوگ خلیفۂ وقت کی ہدایات سننے کے منتظر ہیں اور ان پر عمل کرنے کی خواہش رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اپنے اختتامی خطاب میں نہایت سادہ الفاظ میں ہمیں نہایت واضح ہدایات دی ہیں اور یہ الفاظ جو ہیں ایسے تھے جو سوسائٹی کا ہر طبقہ بآسانی سمجھ سکتا ہے۔ یہ خطاب ہمیں اپنی ذمہ داریوں کے سامنے کھڑا کر دیتا ہے۔ بالخصوص ہمیں، جو البانین سوسائٹی میں رہتے ہیں، جہاں پر عورتوں کے حقوق کے معاملے میں بہت سے مسائل ہیں۔

پھر نائیجر کے ریجن گُڈاں رُوُمجی (Guidan Roumji) کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ آج لجنہ کا خطاب سن کر مجھے عورتوں کے حقوق اور عورتوں کی ذمہ داریوں کا حقیقی ادراک ہوا ہے اور کہتی ہیں کہ جب آپ نے حضرت اماں جانؓ کا بتایا کہ کس طرح وہ اپنے بچوں کا خیال رکھتی تھیں اور ان کی مثالی تربیت کرتی تھیں تو میں نے اسی وقت عہد کیا کہ آج سے میں بھی اپنے بچوں کی تربیت پر خصوصی توجہ دوں گی تا کہ وہ مثالی خادم دین بن سکیں۔ دیکھیں کس طرح اللہ تعالیٰ تبدیلیاں پیدا کر رہا ہے۔

عاطف زاہد صاحب مربی سلسلہ ایڈیلیڈ ہیں۔ یہ لکھتے ہیں کہ ایڈیلیڈ کے وقت کا لندن سے ساڑھے آٹھ گھنٹے کا فرق ہے۔ جلسہ کے تمام پروگرام رات دیر سے یہاں نشر ہونے تھے۔ فکر تھی کہ لوگ نہیں آئیں گے، حاضری اچھی نہیں ہو گی لیکن لوگوں کی طرف سے غیر معمولی اخلاص کا مظاہرہ ہوا اور جمعہ کو working day ہونے کے باوجود مسجد میں لوگ تشریف لائے، خطاب سنا، عالمی بیعت کے وقت بھی لوگ موجود تھے۔ رات تین بجے تک جاگ کر انہوں نے اختتامی خطاب سنا اور سب کی خلافت سے جو محبت تھی وہ دیدنی تھی اور اس بات پہ ایم ٹی اے کے بھی شکر گزار ہیں۔

قزاخستان سے گُلّیان آئی کِیْنَا صاحبہ کہتی ہیں کہ جلسہ سالانہ خدا کے فضل سے کامیابی سے اختتام پذیر ہوا۔ مختلف موضوعات پر خلیفۂ وقت اور دیگر مقررین کی تقاریر بہت ہی مفید اور دلچسپ تھیں۔ ان تقاریر نے میرے

دل پر ایک خاص اثر کیا اور میں نے تبلیغ کرنے کے طریقے بھی سیکھے۔ مجھے یقین ہے کہ اس طرح دیگر سامعین کو بھی اپنے سوالات کے جوابات مل گئے ہوں گے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے تجدیدِ بیعت کی توفیق عطا کی۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دل اور آنکھیں کھولے اور وہ ہدایت کو قبول کرنے والے بنیں۔

یمن سے شیما قاسم صاحبہ کہتی ہیں۔ ہم نے جلسہ کی کارروائی **دیکھی۔ ایسا لگتا تھا کہ ہم جنت میں ہیں۔** اسلام کا سورج ہم پر دوبارہ طلوع ہوا ہے اور ہمارے دلوں اور روح کو تازگی بخشی ہے۔ ہم میں حقیقی ایمان اور محبت اور وحدت اور اخلاق کی روح پھونکی گئی ہے۔ ہم آپ سے دور تھے لیکن ہمارے دل آپ کے ساتھ تھے۔ ہم ایک ہی گھر میں موجود تھے۔ ایک احمدی کے سوا کوئی اَور اس تعلق کو محسوس نہیں کر سکتا۔ ہمارے ملک میں موسلا دھار بارشوں کے باوجود جلسہ کے تینوں دن موسم ٹھیک رہا اور اللہ کے فضل سے ہم نے جلسہ کی ساری کارروائی دیکھی۔ مولیٰ کریم خلافت کو دوام بخشے۔ اس کے بغیر نہ ہمارا کوئی وجود ہے نہ کوئی مقصد۔

پھر کبابیر سے ایک اَور عرب خاتون دعا صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں کہ آپ کے خطاب کے نوٹس لکھنے کی کوشش کرتی رہی۔ اختتامی خطاب میں جو خواتین کے حقوق کی طرف توجہ دلائی تھی اس کی وجہ سے بہت ممنون ہوں۔ میں اس مذہب کی پیرو ہوں جو میرے حقوق اور احساسات کی حفاظت کرتا ہے۔ مجھے ان تمام باتوں کو اپنی غیر مسلم سہیلیوں کے سامنے دہرانے میں فخر محسوس ہوتا ہے۔

پھر عورت کے نکتہ نگاہ سے بھی آپ نے مردوں کے حقوق کے بارے میں ہمیں بتایا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ کیا میں اپنے والد صاحب، بھائیوں اور شوہر کے حقوق اچھی طرح ادا کرتی ہوں یا نہیں۔ بیعت کے وقت مجھے احساس تھا کہ ہم حقیقت میں خلیفۂ وقت کے ساتھ ہیں اور ہمارے درمیان نہ کوئی ملک اور نہ کوئی سمندر ہے۔ میں اس قدر خوشی محسوس کر رہی تھی کہ مجھے لگ رہا تھا کہ میرا دل پھٹ جائے گا۔

اردن سے ایک خاتون اٰیۃ الشافی صاحبہ لکھتی ہیں کہ میں نے آپ کا جلسہ سالانہ کا پہلے روز کا خطاب سنا۔ میرا جسم اپنی ذمہ داری کا احساس کر کے کانپ کے رہ گیا۔ دوسرے روز کے پروگرام میں وَغَاندا نامی بستی کے احمدیوں کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلیفۂ وقت سے محبت کو دیکھا۔ اگرچہ یہ بستی نہایت پسماندہ ہے اور اس کے باسی ابھی تک زندگی کی ابتدائی ضروریات سے بھی محروم ہیں، پھر بھی اس بستی کے ایک سرکردہ کی بات سن کر میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ اور مسیح موعودؑ سے محبت کرتا ہے۔ یہ بظاہر بہت سادہ سے الفاظ تھے لیکن اس کا میرے دل پر بہت اثر ہوا۔

پھر مصر کی مروہ عبداللہ صاحبہ ہیں۔ کہتی ہیں: امیر المومنین! آپ نے ہمارے دلوں کو اپنی تقریروں اور دیگر مقررین کی تقاریر سے روحانی دولت سے مالا مال کر دیا ہے۔ میں اس دوران آسمانِ روحانیت پر اڑنے لگی اور اپنے رب کی ملاقات کے لیے بے چین ہو گئی۔ میری تمنا ہے کہ اس روحِ مطمئنہ کے درجہ تک پہنچوں جس کا آپ نے ذکر کیا۔ دل چاہتا ہے کہ میں خدا کی محبت اور اس کے وصل کے شوق میں ایسی گم ہو جاؤں کہ آس پاس کی خبر نہ رہے۔ میرا جسم تو بے شک لوگوں کے سامنے موجود ہو لیکن میری روح خدا اور اس کے رسولؐ کی محبت کے

آسمان میں محو پرواز ہو۔ عربوں میں ایک خاص ملکہ ہے۔ الفاظ بڑے اچھے استعمال کرتے ہیں اور ان کو اخلاص و وفا کا بڑا اظہار کرنا آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان و ایقان میں ترقی دے۔

پھر ملائیشیا کے ایک نومبائع دوست نزلان ازگان (Nazlan Azgan) صاحب ہیں۔ بڑے سادہ سے انسان ہیں۔ بڑی سادہ زندگی گزارنے والے ہیں اور مالی حالات بھی اچھے نہیں۔ ان کے پاس کچھ بھی رقم انٹرنیٹ پر جلسہ دیکھنے کے لیے نہیں تھی۔ انہوں نے اپنے گھر کے سامنے ایک درخت سے آم توڑے اور آموں کو بیچا اور پھر کہتے ہیں کہ وہاں جا کے بیچ کر جو رقم آئی اس سے انہوں نے انٹرنیٹ کا ڈیٹا (data) خریدا اور پھر جلسہ کی کارروائی سنی۔

گنی بساؤ کے ایک غیر احمدی دوست آسینی بالڈے صاحب نے جلسہ کی کارروائی سنی۔ وہ کہتے ہیں میں نے آج تک کبھی ایسا پروگرام نہیں دیکھا جس میں لوگ اپنے لیڈر کو اتنے پیار اور احترام سے سنتے ہوں۔ اور عالمی بیعت کے مناظر بہت خوبصورت تھے، انہوں نے صرف عالمی بیعت کا نظارہ دیکھا تھا، جس میں پوری جماعت ایک ہاتھ پر اکٹھی تھی۔ مجھے یہ مناظر دیکھ کر یقین ہو گیا ہے کہ احمدیہ جماعت اپنے خلیفہ کی مکمل اطاعت کرتی ہے اور یہی ان کی ترقی کا راز ہے اور حقیقت میں احمدیہ جماعت ایک **سچی جماعت ہے اور آپ لوگ سچے رستے پر ہیں۔**

میکسیکو سے ثریّا گومیز (Gomez) صاحبہ کہتی ہیں کہ جلسہ سالانہ یوکے کے خطابات سننے کا موقع ملا۔ اختتامی خطاب سب سے دلچسپ لگا جس میں عورتوں کے حقوق کا ذکر کیا گیا تھا اور کس طرح گھر کے ماحول کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔ یہ ایسی اسلامی تعلیمات ہیں جن پر میں خود اپنی زندگی میں عمل کرنے کی کوشش کروں گی۔ اس کے علاوہ بیعت کی تقریب سے بہت جذباتی ہو گئی تھی۔ ایک ایسی کیفیت تھی جس کو میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتی مگر میں بڑی خوشی اور سکینت محسوس کر رہی تھی۔

گنی بساؤ کی ایک نومبائعہ خاتون ہیں۔ وہ اپنی ایک غیر از جماعت خاتون زیب النساء کو جلسہ کے لیے لے کر آئیں اور کہتی ہیں کہ جلسہ کے تینوں دنوں کے تمام پروگراموں میں خاص طور پر آپ کے تمام خطابات سنے اور آخری دن مسجد میں اس خاتون نے جو غیر از جماعت تھی اعلان کیا کہ میرے جماعت احمدیہ کے بارے میں بہت سے اعتراضات تھے مگر آپ کے خلیفہ کے خطابات سن کر تمام اعتراضات ختم ہو گئے ہیں اور میں احمدیت میں شامل ہونے کا اعلان کرتی ہوں اور میں اپنے بیٹے کو بھی جماعت احمدیہ کے لیے وقف کرتی ہوں۔

گنی بساؤ کے ایک گاؤں کی رہنے والی خاتون کمبا کیٹا صاحبہ ہیں۔ جلسہ یوکے کے پروگرام میں شامل ہوئیں۔ عالمی بیعت کے بارے میں سنا تو معلم سے اس کی تفصیل پوچھی۔ معلم صاحب نے دس شرائطِ بیعت کے بارے میں بتایا۔ چنانچہ یہ خاتون بیعت کی تقریب میں شامل ہوئیں۔ بیعت کے تمام الفاظ دہرائے اور اختتامی خطاب بھی سنا۔ آخر پر کہنے لگیں کہ میں نے احمدیت تو اسی وقت قبول کر لی تھی جب عالمی بیعت ہوئی تھی مگر اب اس خطاب کے بعد اعلان کرنا چاہتی ہوں کہ اس وقت اگر امت مسلمہ کو کوئی بچا سکتا ہے تو خلافت احمدیہ ہی ہے اور آج میں احمدیت میں شامل ہونے کا اعلان کرتی ہوں۔ اور اپنے بچوں کو بھی احمدیت قبول کرنے کی نصیحت کروں گی کیونکہ احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔

پھر کونگو برازاویل میں مختلف جماعتوں کے مشنری لکھتے ہیں کہ اجتماعی طور پر جلسہ کی تمام نشریات بذریعہ ایم ٹی اے افریقہ لائیو دیکھنے کی توفیق ملی اور جو خطابات تھے اس سے بہت لوگ متاثر ہوئے اور اللہ کے فضل سے ان خطابات کو سننے کی وجہ سے جلسہ کی کارروائی کو سننے کی وجہ سے 23 افراد کو ان دنوں میں بیعت کرنے کی توفیق ملی۔

کونگو برازاویل سے مسٹر مَبُورَا بِن جِیلی (Mboura Ben Jeli) صاحب کو جن کا تعلق عیسائیت سے ہے جلسہ میں مدعو کیا گیا تھا۔ دو دن انہوں نے جلسہ کی کارروائی سنی۔ کہتے ہیں کہ میں یہاں پر دو دن سے حقوق اللہ، حقوق العباد، تقویٰ اور استغفار کے بارے میں باتیں سن رہا ہوں جو میرے دل میں گھر کر رہی ہیں اور اپنے اندر ایک تبدیلی محسوس کر رہا ہوں جبکہ چرچ میں سوائے جادو ٹونے یا بدروحوں کو نکالنے کے اَور انہیں کچھ بھی نہیں بتایا جاتا۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں آپ کی جماعت میں شامل ہو جاؤں کیونکہ یہاں ہی مجھے روحانی سکون میسر آیا ہے۔ چنانچہ وہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔

برکینا فاسو سے نو مسلم دوست نِیسے بِیسَا (Gnisse Bessa) صاحب کہتے ہیں کہ خلیفۃ المسیح کو براہ راست دیکھنے کا یہ میرا پہلا تجربہ ہے۔ میں اسلام میں نیا داخل ہوا ہوں اور میرے ذہن میں ہمیشہ یہ سوال آتا تھا کہ دنیا کو لازمی طور پر ایک لیڈر کے ہاتھ پر متحد ہونا چاہیے۔ اب یہاں جماعت احمدیہ کے لوگوں کو دیکھا تو وہ اتحاد نظر آتا ہے اس لیے میں نے ان کے ساتھ احمدیہ مسجد میں نمازیں پڑھنی شروع کر دیں اور آج میں جلسہ سالانہ یوکے اور عالمی بیعت میں شامل ہوا ہوں جس میں تمام احمدی ایم ٹی اے کے ذریعہ سے شامل تھے۔ جب میں نے یہ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو میں مطمئن ہو گیا اور وہ بات **جو میں ہر وقت سوچتا تھا کہ سب ایک ہاتھ پر متحد ہوں وہ بھی میں** نے دیکھ لی اور میرے اس سوال کا جواب مل گیا۔ اس لیے آج سے میں احمدیت قبول کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور میں اپنے خاندان کو بھی خلافت کے پیچھے چلنے کا کہوں گا۔

سری لنکا کے صدر جماعت قبولیت احمدیت کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مقامی جماعتوں میں اجتماعی طور پر جلسہ سننے کا انتظام کیا گیا تھا۔ کولمبو میں جماعتی سینٹر میں ملکی حالات کے پیش نظر آمد و رفت کی شدید مشکلات کے باوجود پچاسی احمدی اور غیر احمدی افراد جلسہ اور عالمی بیعت کے پروگرام میں شامل ہوئے۔ اس موقع پر دو احباب بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ اسی طرح لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ نو گمبو، پَسْیَالَہ اور پَولَونَرُوَا میں احباب جماعت اجتماعی طور پر جلسہ میں شامل ہوئے اور سارے پروگراموں کا تامل زبان میں ترجمہ بھی کیا گیا۔ ان پروگراموں کے نتیجہ میں چار احباب کو قبول احمدیت کی توفیق ملی۔

البانیہ کے بارے میں رپورٹ ہے کہ وہاں لائیو ترجمہ یوٹیوب پر نشر ہو رہا تھا جو البانیہ، کوسووو، مقدونیہ، جرمنی وغیرہ میں البانین لوگ سن رہے تھے۔ ایک زیرِ تبلیغ البانین مسلمان دوست البرٹ (Albert) صاحب پہلی مرتبہ جلسہ سالانہ یوکے کے اختتامی سیشن میں شامل ہوئے۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد کہنے لگے کہ خلیفۃ المسیح کا خطاب قرآن مجید کی آیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور عقلی دلائل سے لیس ہے لیکن نہایت ہی سادہ زبان میں تھا۔ جو لوگ عورتوں کے حقوق کے بارے میں اعتراض کرتے ہیں ان کے تمام سوالات کے جوابات

بھی آج انہوں نے اپنے خطاب میں بیان کر دیے۔ واپس جانے کے تھوڑی ہی دیر کے بعد دوبارہ ان کا فون آیا اور جماعت احمدیہ اور جلسہ کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے رہے۔ کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ ہی حقیقی اسلام ہے۔ جب شرائطِ بیعت کا ذکر ہوا تو جماعت کی ایک البانین کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اس میں دس شرائط بیعت درج ہیں اور میں نے پڑھ لی ہیں اور اب میں بیعت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ چنانچہ وہ جماعت میں شامل ہو گئے۔

کونگو برازاویل کے معلم نے لکھا ہے کہ ایک خاتون بی یُو کُو سِٹیْوِی (Biyoko Stevie) کا خاوند پہلے ہی احمدیت قبول کر چکا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ بیوی بھی اسلام قبول کر لے۔ تبلیغ بھی کر رہا تھا۔ دعا بھی کرتا تھا لیکن بیوی چرچ کو چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔ جلسہ سالانہ دیکھنے کے لیے دعوت دی گئی۔ تینوں دن جلسہ کی کارروائی انہوں نے دیکھی اور جلسہ کے آخری دن اس خاتون نے کہا کہ **میں تین دن سے اپنے پادری اور آپ کے خلیفہ کی باتوں کو compare کر رہی تھی۔** میں اس **نظریے پر پہنچی ہوں کہ خلیفہ کی باتوں میں بہت وزن ہے** اور ہر بات دل میں اتر رہی تھی جبکہ پادری کی باتیں ہم روزانہ سنتے ہیں لیکن کبھی بھی ایسا محسوس نہیں ہوا کہ اس کی باتوں نے ہمارے دل پر اثر کیا ہو۔ چنانچہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئی۔

یہ لوگوں کے چند واقعات تھے جو مَیں نے بتائے ہیں۔ جلسہ کے موقع پر جیسا کہ آپ لوگوں نے جلسہ کی کارروائی کے دوران دیکھا تھا کہ نمایاں شخصیات کی طرف سے بہت سارے پیغامات ملے۔ 126 پیغامات دنیا بھر کے مختلف سیاستدانوں اور لیڈروں کی طرف سے ملے۔ 101 ان میں سے ویڈیو تھے اور 25 تحریری پیغام تھے۔ وزراء اور ایم پیز کے پیغام تھے۔ یوکے کے علاوہ دوسرے ملکوں سے جن لوگوں نے پیغام بھجوائے ان میں امریکہ، کینیڈا، سیرالیون، یوگنڈا، لائبیریا، نیوزی لینڈ، سپین اور ہالینڈ شامل تھے۔ لائیو سٹریمنگ کا جو انتظام تھا وہ 53 ممالک میں تھا اس کے ذریعہ ترپن ممالک کے لوگ یوکے جلسہ میں شامل ہوئے اور یورپ میں بھی، افریقہ میں بھی، ایشیا میں بھی اور ان ترپن ملکوں میں اسّی مقامات تھے جہاں کے لوگ شامل ہوئے۔

پریس اور میڈیا کی جو کوریج ہے اس سال کووڈ کی وجہ سے عام طور پر دعوت نہیں دی گئی تھی لیکن دو میڈیا آؤٹ لٹس نے خاص طور پر درخواست کر کے آنے کی اجازت لی۔ چنانچہ ان کو اجازت دی گئی اور پریس سیکشن کا خیال تھا کہ اس دفعہ بڑا چیلنجنگ ہے کہ کس طرح ہم جلسہ سالانہ کے بارے میں دنیا کو بتائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس طرح انتظام کیا کہ خود ہی کوریج کے سامان پیدا کر دیے۔ اور دو میڈیا والے، بی بی سی والے اور ایک اَور چینل والے تو آئے بھی تھے۔ اس کے علاوہ بی بی سی، آئی ٹی وی، میٹرو، ایل بی سی، بی بی سی ریڈیو سرے، بی بی سی ساؤتھ ٹوڈے، بی بی سی نیوز ویب سائٹ وغیرہ نے بڑی کوریج دی اور اسی کو لے کر پھر دوسرے میڈیا نے بھی دیا۔ اس طرح ریجنل سطح پر بھی آٹھ میڈیا آؤٹ لٹس نے جلسہ کو کور کیا۔ اس کے علاوہ اٹھائیس ویب سائٹس نے جلسہ کے حوالے سے خبریں یا آرٹیکل شائع کیے۔ ان ویب سائٹس کی پہنچ بیس ملین سے زائد لوگوں تک ہے۔ پرنٹ میڈیا میں دیکھا جائے تو اخبارات میں جلسہ کے حوالے سے چودہ آرٹیکل شائع ہوئے اور ان اخبارات کو پڑھنے والوں کی تعداد 1.2 ملین ہے۔ مختلف ٹی وی چینلز پر بتیس پروگراموں میں جلسہ سالانہ کو کور کیا گیا۔ ان ٹی وی چینلز کو دیکھنے

والوں کی تعداد بارہ ملین سے زائد ہے۔ ریڈیو سٹیشنز پر تینتیس پروگراموں میں جلسہ سالانہ یوکے کا ذکر ہوا۔ ان ریڈیو سٹیشنز کو سننے والوں کی تعداد ایک ملین سے زائد ہے۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ سے بعض میڈیا آؤٹ لٹس، صحافی حضرات اور پبلک فگرز نے جلسہ کے حوالے سے میسج وغیرہ دیے جن کی پہنچ بارہ ملین سے زائد افراد تک ہے۔ پریس اینڈ میڈیا کی ٹیم نے ویڈیو بنا کر بھی سوشل میڈیا پر ڈالیں جن کی پہنچ دو لاکھ چونتیس ہزار افراد سے زائد تھی۔ ان تمام کو ملا کر 57.5 ملین سے زائد افراد تک جلسہ کی کوریج ہوئی۔

جرنلسٹس کو آنے کی کیونکہ اجازت نہیں تھی اور پریس میڈیا کی ٹیم نے یوکے جماعت کے تبلیغی ڈیپارٹمنٹ کی معاونت سے 32 جرنلسٹس کو لنگر کا کھانا بھجوایا اور اس کا بھی انہوں نے بڑا مثبت جواب دیا، بڑا appreciate کیا۔ بی بی سی ساؤتھ کے نمائندہ جرنلسٹ ایڈورڈ سالٹ (Edward Sault) نے کہا کہ میں نے جلسہ میں بہت اچھا وقت گزارا۔ مہمان نوازی بہت عمدہ تھی۔ مختلف تقاریر سن کر بھی بہت اچھا لگا۔ آئندہ بھی آپ لوگوں کے ساتھ کام کروں گا۔ ایک جرنلسٹ Tevy Nitha نے کہا آپ کی جماعت کی فراخ دلی دیکھ کر میں ششدر رہ گئی۔ ایک صحافی نتاشا دیون (Natasha Devon) نے کہا اصل میں تو تمام مذاہب یکساں ہیں۔ اچھے لوگ مذہب کو لوگوں کو اکٹھا کرنے کے لیے اور غربا کی مدد کے لیے استعمال کرتے ہیں جبکہ برے لوگ مذہب کو برے کاموں کے لیے استعمال کرتے ہیں اور جلسہ سالانہ یقیناً اچھے لوگوں کی مثال ہے۔

ایم ٹی اے کی جانب سے جلسہ سالانہ کے حوالے سے 1885 پوسٹس، تصاویر اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر اَپ لوڈ کی گئیں۔ اس کے ذریعہ چار ملین افراد تک یہ خبر پہنچی۔ دو لاکھ تیرہ ہزار افراد نے ان پوسٹس کو لائک کیا۔ سوشل میڈیا پر ان پر تبصرے ہوئے۔ 1236 ویڈیوز اَپ لوڈ کی گئیں جن کو دو لاکھ اکتیس ہزار افراد نے دیکھا اور ان دیکھنے والوں کے کل وقت کا حساب لگایا جائے تو چار لاکھ ستر ہزار گھنٹے بنتے ہیں۔ ایم ٹی اے کی ویب سائٹ کو چوبیس ہزار لوگوں نے بانوے ہزار مرتبہ دیکھا۔

ایم ٹی اے افریقہ کی رپورٹ یہ ہے کہ بیس ٹی وی چینلز پر جلسہ سالانہ کی نشریات براہِ راست دکھائی گئیں۔ ان میں سے بعض حکومتی چینلز اور بعض نجی چینلز تھے۔ بعض چینلز ایسے تھے جو پورے ملک میں دیکھے جاتے ہیں۔ ان چینلز میں گیمبیا نیشنل ٹی وی، سیرالیون نیشنل ٹی وی، لائبیریا نیشنل ٹی وی اور متعدد پرائیویٹ چینلز شامل ہیں۔ عالمی بیعت کی تقریبات بھی ان میں دکھائی گئیں۔ بیس ٹی وی چینلز کے ذریعہ میرے جو خطابات تھے ان کو دکھایا گیا اور پینتیس ملین افراد تک یہ پہنچے۔ جلسہ کی لائیو کوریج کے علاوہ جلسہ کے حوالے سے نیوز آئٹم تیار کر کے افریقہ بھر میں بھجوائے گئے تھے۔ چنانچہ جلسہ کے تینوں دن میں پندرہ چینلز نے جلسہ سالانہ کے حوالے سے نیوز چلائیں جن کی پہنچ پندرہ ملین افراد تک ہے۔

ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ سے بھی کافی کوریج ہوئی۔ سوشل میڈیا کے ذریعہ سے اور یوٹیوب کے ذریعہ سے ان کی کوریج ہوئی ہے۔ جلسہ کے حوالے سے چالیس آرٹیکل لکھے گئے۔ 12 ویڈیوز بنائی گئیں۔ 110 سے زائد پوسٹس ڈالی گئیں۔ تین لاکھ افراد تک جلسہ کی کوریج پہنچی۔

پس اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کے بے شمار پھل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائے۔ آئے ہوئے واقعات جو ہیں اور جو تاثرات ہیں جیسا کہ میں نے کہا ان میں سے چند مثالیں میں نے پیش کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر احمدی کے ایمان و ایقان میں ترقی دے اور جلسہ کے اثرات دائمی ہوں اور وقتی نہ ہوں۔

نماز کے بعد میں کچھ جنازے بھی پڑھاؤں گا مرحومین کا ذکر کر دوں۔

پہلا ذکر ہے مکرمہ نصرت قدرت سلطانہ صاحبہ کا جو مکرم قدرت اللہ عدنان صاحب کینیڈا کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں ان کی وفات پچپن سال کی عمر میں ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحومہ نمازوں کی پابند، تہجد گزار، ایک نیک مخلص اور فرشتہ صفت خاتون تھیں۔ ہسپتال میں تھیں تو کوئی ایسا ڈاکٹر نہیں چھوڑا جس کو تبلیغ نہ کی ہو۔ ایک مسلمان عرب ڈاکٹر بھی تھی جو نصرت صاحبہ سے قرآن سننے کے لیے آتی تھیں اور آپ انہیں سورۂ یٰسین پڑھ کر سناتی تھیں۔ ہر بات میں خلافت کا ذکر کرتیں۔ خلافت سے بڑا وفا کا تعلق تھا۔ بہت سارے رشتہ دار ان کے غیر احمدی سُنّی ہیں۔ ان سب کو پیغام بھیجا، تبلیغ کی کہ آپ لوگ بھی امام وقت کی بیعت کر لیں۔ پسماندگان میں میاں کے علاوہ تین بچے ہیں۔ ان کا ایک بیٹا رضی اللہ نعمان جو ہے وہ جامعہ احمدیہ کینیڈا کے طالبعلم ہیں اور ایک اس کا بھائی ہے اور ایک بہن ہے۔

ان کے میاں کہتے ہیں کہ میری اہلیہ نے ایک واقف زندگی کی طرح زندگی گزاری۔ تربیت اولاد پر اپنی ساری طاقت اور کوشش صرف کی۔ خلافت سے بہت زیادہ محبت اور عقیدت تھی۔ تبلیغ کا تو بڑا شوق تھا جیسا کہ میں نے کہا اپنے بچوں میں بھی یہ شوق پیدا کیا ہے اور مَیں نے ان میں دیکھا ہے کہ سب بچے ہی تبلیغ کا شوق رکھتے ہیں اور غیر معمولی شوق رکھتے ہیں، معمولی شوق نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی بچوں کو ایک خاص تربیت ہے اور ان کو پڑھنے کا بھی شوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملکہ دیا۔ ان کے ذریعہ سے بیعتیں بھی ہوتی ہیں۔ ایک لڑکا رضی اللہ نعمان جیسا کہ میں نے کہا جامعہ میں بھی ہے، بڑا اچھا کام کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آئندہ بھی اور باقی بچوں کو بھی بے نفس ہو کر دین کی خدمت کرنے کی توفیق دے اور ان سب بچوں کو اپنی ماں کی دعاؤں کا وارث بنائے۔

ان کے بیٹے جری اللہ عدنان کہتے ہیں کہ والدہ بہت نیک، پرہیزگار، متقی اور مثالی احمدی خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا خاص تعلق تھا۔ بچوں کی تربیت کی بہت فکر رہتی تھی اور ہر آن اللہ تعالیٰ کی طرف ان کی نظر رہتی تھی۔ یتیموں کا بہت خیال رکھتی تھیں۔ بچپن سے ہی خدا تعالیٰ پر پختہ ایمان تھا۔ ان کو کینسر کی بیماری تھی۔ جب اس کی تشخیص ہوئی تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی تھیں بلکہ ہمیں کہتی تھیں کہ تم لوگوں کو مضبوط ہونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ پر تمہارا ایمان زیادہ مضبوط ہونا چاہیے۔ اپنے ڈاکٹر کو بھی کہتیں کہ زندگی اور موت تو کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ اصل چیز یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی اس طرح گزارے کہ ہر کوئی اس سے خوش ہو اور وہ خود بھی اپنے اعمال سے مطمئن ہو۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ **جس کا ذکر کروں گا، وہ محترم چودھری لطیف احمد جھمٹ صاحب کا ہے** گذشتہ دنوں میں ان کی اناسی 79 سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا حضرت چودھری محمد دین صاحبؓ واصل باقی نویس کے ذریعہ ہوا جن کا نام انجامِ آتھم روحانی خزائن جلد گیارہ صفحہ 325 میں تین سو تیرہ اصحاب کی فہرست میں تیسرے نمبر پر میاں محمد دین پٹواری بلانی ضلع گجرات لکھا ہے۔ چودھری لطیف جھمٹ صاحب نے 66ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ایم ایس سی ریاضی کی ڈگری حاصل کی۔ شعبہ تعلیم سے منسلک ہو گئے۔ 1966ء سے 68ء تک تعلیم الاسلام کالج ربوہ میں بطور لیکچرر خدمت کی توفیق پائی۔ اسی طرح 68ء سے 94ء تک کم و بیش چھبیس سال تک آپ نے سیرالیون میں تدریس کے شعبہ میں بطور استاد اور پرنسپل نہایت خوش اسلوبی سے فرائض سرانجام دیے۔ واقفِ زندگی تھے۔ افریقہ سے واپسی پر آپ نے تقریباً پانچ سال بطور نائب وکیل المال ثانی اور سات سال بطور نائب وکیل المال ثالث خدمت کی توفیق پائی۔ سیرالیون میں جماعتی سکول میں تدریس کے فرائض انجام دیے جیسا کہ میں نے کہا۔ اور 1971ء میں انہوں نے باقاعدہ طور پر زندگی وقف کی تھی۔ یکم جنوری 2007ء کو ان کا تقرر بطور وکیل المال ثالث ہوا۔ اس طرح کل عرصۂ خدمت ان کا نصف صدی سے زائد بنتا ہے۔

ان کی اہلیہ رشیدہ لطیف صاحبہ کہتی ہیں کہ میرے خاوند سیرالیون میں تھے اور میں شادی ہو کر وہاں گئی تو وہاں جاتے ہی انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ ایک واقفِ زندگی کے لیے یہاں ایشیائی چیزیں خرید کر کھانا مشکل ہے۔ واقف زندگی اور اس کی اہلیہ کو مقامی کھانے کھانے چاہئیں۔ اس لیے تم مقامی کھانے بنانے سیکھ لو جس کی وجہ سے ہمیں بعد میں بہت آسانی رہی۔ بہت سادہ مزاج تھے۔ بہت خیال رکھنے والے تھے۔ ان کے اپنے ساتھ کام کرنے والے جو تھے وہ بھی ان کے حسنِ سلوک کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ ہر ایک ان کی تعریف کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند کرے، ان کے لواحقین کو صبر دے۔ ایک بچہ تو ان کا بچپن میں ہی فوت ہو گیا تھا۔ ان کا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہیں۔ ان کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا ذکر مشتاق احمد عالم صاحب ابن مکرم محمد عالم صاحب مرحوم میرا بھڑ کا میرپور آزاد کشمیر کا ہے۔ 19/ جولائی 2022ء کو ساٹھ سال کی عمر میں یہ وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ عظمت بی بی کے علاوہ چھ بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ تین بیٹے، ایک داماد حافظِ قرآن ہیں۔ تین بیٹے مربیان ہیں۔ ان میں سے ایک حافظ مصور احمد مزمل مغربی افریقہ سینیگال میں ہیں اور دوسرے بیٹے حافظ اخلاق احمد ہیں۔ تیسرے بیٹے عبدالخالق صاحب ہیں جو آرکیالوجی میں تخصص کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحوم سے رحم کا سلوک فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02/ ستمبر 2022ء تا جلد 29 شمارہ 70 صفحہ 05 تا 12)

33

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19 / اگست 2022ء بمطابق 19 / ظہور 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

بدری صحابہ کے ذکر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کا ذکر چل رہا تھا اور آپؓ کے دور میں جو واقعات ہوئے **ان کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپؓ کے عہدِ خلافت میں شام کی طرف جو پیش قدمی ہوئی** اس بارے میں آج ذکر ہو گا۔ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ باغی مرتدین کی سرکوبی سے فارغ ہو گئے اور عرب مستحکم ہو گیا تو آپؓ نے بیرونی جارحیت کے مرتکب مخالفین میں سے اہلِ روم سے جنگ کرنے کے متعلق سوچا؛ مگر ابھی تک کسی کو اس سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ یہ لوگ جارح قوم تھے۔ مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ ملک شام کی حکومت کو، جو آج کل شام ہے، سلطنتِ روم کہا جاتا تھا۔ وہاں کے بادشاہ کو قیصر روم کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔

آپؓ ابھی اسی غور و فکر میں لگے ہوئے تھے کہ اسی دوران حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنہؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ کے پاس بیٹھ گئے اور عرض کیا، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! کیا آپؓ شام پر لشکر کشی کے بارے میں سوچ رہے ہیں؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ہاں ارادہ تو ہے لیکن ابھی کسی کو مطلع نہیں کیا۔ تم نے کس وجہ سے یہ سوال کیا ہے؟ حضرت شرحبیلؓ نے عرض کیا کہ جی ہاں اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! مَیں نے خواب دیکھا ہے کہ آپؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشوار گزار پہاڑی راستے پر چل رہے ہیں۔ پھر آپؓ ایک بلند چوٹی پر چڑھ گئے اور لوگوں کی طرف دیکھا اور آپؓ کے ساتھ آپؓ کے ساتھی بھی ہیں۔ پھر آپؓ اس چوٹی سے اتر کر ایک نرم زرخیز زمین میں آ گئے جس میں فصلیں، چشمے، بستیاں اور قلعے موجود ہیں اور آپؓ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ مشرکین پر حملہ کر دو۔ مَیں تمہیں فتح اور مالِ غنیمت کے حصول کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس پر مسلمانوں نے حملہ کر دیا اور مَیں بھی جھنڈے کے ساتھ اس لشکر میں شامل تھا۔ میں ایک بستی کی طرف گیا تو اس کے رہنے والوں نے مجھ سے امان طلب کی۔ میں نے انہیں امان دے دی۔ پھر میں آپؓ کے پاس واپس پہنچا تو آپ ایک عظیم قلعہ تک پہنچ چکے تھے۔ آپؓ کو فتح عطا کی گئی۔ انہوں نے آپؓ سے صلح کی درخواست کی۔ پھر آپؓ کے لیے ایک تخت رکھا گیا۔ آپؓ اس پر تشریف فرما ہو گئے۔ پھر آپؓ سے ایک کہنے والے نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو فتح سے نوازا ہے اور آپؓ کی مدد کی ہے لہٰذا آپؓ اپنے رب کا شکر ادا کریں اور اس کی اطاعت کرتے رہیں۔ پھر اس شخص نے ان آیات کی تلاوت کی کہ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۔ فَسَبِّحْ

بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا۔ یعنی جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آئے گی اور تُو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو رہے ہیں۔ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ۔ یقیناً وہ بہت توبہ قبول کرنے والا ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ یہ لمبی خواب تھی۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے یہ خواب سن کے فرمایا کہ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے اور اچھا ہی ہو گا ان شاء اللہ۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اس خواب میں تم نے فتح کی خوشخبری اور میری موت کی اطلاع بھی دی ہے یہ بات کہتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپؓ نے فرمایا، رہا وہ پتھریلا علاقہ جس پر چلتے ہوئے ہم پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے تھے اور وہاں سے نیچے جھانک کر لوگوں کو دیکھا تھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اس لشکر کے معاملہ میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا اور ان لشکر والوں کو بھی مصیبت جھیلنی پڑے گی۔ اس کے بعد پھر ہمیں غلبہ اور استحکام حاصل ہو جائے گا اور جہاں تک ہمارا پہاڑ کی چوٹی سے اتر کر زرخیز زمین کی طرف جانے کا تعلق ہے جس میں سرسبز و شاداب فصلیں، چشمے، بستیاں اور قلعے تھے تو اس سے مراد یہ ہے کہ ہم پہلے سے زیادہ آسانی پائیں گے جس میں خوشحالی اور فراخی ہو گی اور ہمیں پہلے سے زیادہ زرخیز زمین میسر آئے گی۔

جہاں تک میرا مسلمانوں کو یہ حکم دینے کا تعلق ہے کہ دشمن پر حملہ کرو، مَیں فتح اور مالِ غنیمت کی ضمانت دیتا ہوں تو اس سے مراد میرا مسلمانوں کو مشرکین کے ممالک کی طرف بھیجنا اور انہیں جہاد پر ابھارنا ہے۔ اور جہاں تک اس جھنڈے کا تعلق ہے جو تمہارے پاس تھا جس کو تم لے کر ان بستیوں میں سے ایک بستی کی طرف گئے اور اس میں داخل ہوئے اور وہاں کے لوگوں نے تم سے امان طلب کی اور تم نے انہیں امان دے دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس علاقے کو فتح کرنے والے امرا میں سے ایک ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں فتح دے گا اور رہا وہ قلعہ جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے فتح کرایا تو اس سے مراد وہ علاقہ ہے جسے اللہ تعالیٰ میرے لیے فتحیاب کرے گا اور جہاں تک اس تخت کا تعلق ہے جس پر تُو نے مجھے بیٹھا ہوا دیکھا تو اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عزت و رفعت سے نوازے گا اور مشرکین کو ذلیل و رسوا کرے گا۔ اور جہاں تک اس آدمی کا تعلق ہے جس نے مجھے نیک اعمال اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیا اور میرے سامنے سورۂ نصر کی تلاوت کی تو اس طرح اس نے مجھے میری موت کی خبر دی ہے۔ یہی سورت جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپؐ کو علم ہو گیا تھا کہ اس سورت میں آپؐ کی وفات کی خبر دی جا رہی ہے۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللّٰہ... جلد2 جزء1صفحه 109-110 عالم الکتب بیروت 1997ء)
(تاریخ دمشق الکبیر جلد 1 جزء 2 صفحه 44 ذکر اهتمام ابو بکر...الخ)
(مردانِ عرب حصہ اول از علامہ عبدالستار ہمدانی صفحہ 108-109 مطبوعہ 2013ء)

تو یہ تعبیر حضرت ابو بکرؓ نے اس خواب کی فرمائی۔ بہرحال جب حضرت ابو بکرؓ نے شام کی فتح کے لیے لشکر تیار کرنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے مشورے کے لیے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ اور اہلِ بدر میں سے کبار مہاجرین و انصار نیز دیگر صحابہؓ کو طلب کیا۔ جب یہ اصحاب آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؓ نے فرمایا اللہ کی

نعمتیں بے شمار ہیں۔ اعمال ان کا بدلہ نہیں ہو سکتے۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد کرو کہ اس نے تم پر احسان کیا اور تمہیں ایک کلمہ پر جمع کیا اور تمہارے درمیان صلح کروائی۔ تمہیں اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور تم سے شیطان کو دور کیا۔ اب شیطان کو تمہارے شرک میں مبتلا ہونے اور خدا کے سوا کسی اَور کو معبود بنانے کی امید نہیں رہی۔ آج عرب ایک امّت ہیں جو ایک ہی ماں باپ کی اولاد ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ میں ان کو رومیوں سے جنگ کے لیے شام بھجواؤں۔ جو ان میں سے مارا گیا وہ شہید ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نیک کام کرنے والوں کے لیے بہترین بدلہ تیار کر رکھا ہے۔ اور ان میں سے جو زندہ رہا وہ دینِ اسلام کا دفاع کرتے ہوئے زندہ رہے گا اور اللہ تعالیٰ سے مجاہدین کے اجر و ثواب کا مستحق ہو گا۔ یہ میری رائے ہے۔ اب آپ لوگوں میں سے ہر شخص اپنی رائے کے مطابق مشورہ دے۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے مشورہ مانگا۔ اس پر حضرت عمر بن خطابؓ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے کہا: سب تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا ہے خیر و برکت سے نوازتا ہے۔ اللہ کی قسم! بھلائی کے جس معاملے میں بھی ہم نے آپؓ سے آگے بڑھنا چاہا آپؓ اس میں ہمیشہ ہم پر سبقت لے گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم ہے وہ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔ اللہ کی قسم! میں آپؓ سے اسی مقصد کے لیے ملاقات کرنا چاہتا تھا جو آپؓ نے ابھی بیان کیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ میں یہ بات آپؓ سے کر نہ سکا حتی کہ آپ نے خود ہی اس کا تذکرہ کر دیا۔ یقیناً آپؓ کی رائے صحیح ہے۔ اللہ نے آپ کو صحیح راہ کا ادراک عطا فرمایا ہے۔

پھر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، حضرت سعید بن زیدؓ، حضرت علیؓ اور دیگر تمام حاضرینِ مجلس مہاجرین اور انصار نے آپ کی رائے کی تائید کرتے ہوئے عرض کیا ہم آپؓ کی بات بھی سنیں گے اور اطاعت بھی کریں گے۔ ہم آپؓ کی حکم عدولی نہیں کریں گے اور آپؓ کی تحریک پر لبیک کہیں گے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ لوگوں سے خطاب کرنے کے لیے دوبارہ کھڑے ہوئے اور آپؓ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جس کا وہ اہل ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجا۔ پھر فرمایا: اے لوگو! بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی نعمت دے کر تم پر بڑا احسان کیا۔ تمہیں جہاد کے ذریعہ سے معزز کیا۔ تمہیں دینِ اسلام کے ذریعہ دوسرے ادیان پر فضیلت دی۔ لہٰذا اللہ کے بندو! ملکِ شام میں رومیوں سے جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ اب میں تمہارے امر امقرر کرنے والا ہوں اور انہیں تمہارا کمانڈر بنانے لگا ہوں۔ تم اپنے رب کی اطاعت کرنا، اپنے امر اکی خلاف ورزی نہ کرنا اور اپنی نیت رضائے الٰہی کے لیے خالص رکھنا۔ سیرت و کردار بہتر سے بہتر بنانا اور کھانا پینا صحیح رکھنا۔ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں اور احسان کرنے والوں کا ساتھ دیتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انہوں نے لوگوں میں اعلان کر دیا کہ اے لوگو! اپنے رومی دشمن سے جنگ کے لیے شام کی طرف نکلو اور مسلمانوں کے امیر حضرت خالد بن سعیدؓ ہوں گے۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللّٰہؐ... جلد2 جزء1 صفحہ 110 تا 114 عالم الکتب بیروت 1997ء)

ملک شام کی فتوحات کے سلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے حضرت خالد بن سعیدؓ کو روانہ فرمایا چنانچہ ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ جب حج کر کے واپس مدینہ تشریف

لائے تو تیرہ ہجری میں آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو ایک لشکر کے ہمراہ شام کی طرف روانہ فرمایا جبکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے خالد بن ولیدؓ کو عراق کی طرف روانہ فرمایا تھا اسی وقت حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی طرف روانہ فرمایا تھا۔ لہٰذا سب سے پہلا جھنڈا جو شام کی فتح کے لیے لہرایا گیا وہ حضرت خالد بن سعیدؓ کا تھا۔

اس کے علاوہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے خلاف گیارہ لشکر تیار کر کے روانہ فرمائے تھے تو اس وقت ہی آپؓ نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو شام کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے تَیْمَاء جانے کا حکم دیا تھا اور ہدایت فرمائی تھی کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹنا۔ اطراف کے لوگوں کو اپنے سے ملنے کی دعوت دینا اور صرف ان لوگوں کو بھرتی کرنا جو مرتد نہ ہوئے ہوں اور صرف ان سے جنگ کرنا جو تم سے جنگ کریں یہاں تک کہ میری طرف سے کوئی اَور حکم آ جائے۔ تَیْمَاء بھی شام اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور شہر ہے۔

(الکامل فی التاریخ جلد 2 صفحہ 252 ثم دخلت سنة ثلاث عشرة، ذکر فتوح الشام، دارالکتب العلمیة بیروت 2006ء) (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 332 دارالکتب العلمیة بیروت 2012ء) (فرہنگ سیرت صفحہ 78 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت ابو بکرؓ نے رومیوں کے خلاف جنگ کے لیے اہل مدینہ کے علاوہ دیگر علاقوں کے مسلمانوں کو بھی تیار کرنا شروع کیا اور انہیں جہاد میں شامل ہونے کی ترغیب دلائی۔ چنانچہ آپ نے اہل یمن کی طرف بھی ایک خط لکھا جس کا متن اس طرح سے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی طرف سے اہل یمن میں سے مومنین اور مسلمانوں کے ہر فرد کے لیے جس پر یہ پڑھا جائے، تم پر سلامتی ہو۔ میں تمہارے سامنے اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر جہاد فرض کیا ہے اور انہیں حکم دیا ہے کہ وہ اس کے لیے تھوڑی تیاری یا بھرپور تیاری کر کے نکلیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ: 41) اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ پس جہاد لازمی فریضہ ہے اور اللہ کے ہاں اس کا اجر عظیم ہے اور ہم نے مسلمانوں کو شام میں رومیوں سے جہاد کے لیے تیاری کا حکم دیا ہے۔ ان کی نیتیں اچھی اور مرتبہ بلند ہے۔ پس اے اللہ کے بندو! اپنے رب کے فرض اور اس کے نبی کی سنت اور دو میں سے ایک نیکی کی طرف جلدی کرو؛ یا تو شہادت یا پھر فتح اور مال غنیمت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بے عمل باتوں سے راضی نہیں ہوتا اور نہ اس کے دشمنوں سے جہاد ترک کرنے سے راضی ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ حق کو قبول کر لیں اور قرآن کریم کے حکم کو مان لیں۔ اللہ تمہارے دین کی حفاظت کرے اور تمہارے دلوں کو ہدایت دے اور تمہارے اعمال کو پاک کر دے اور تمہیں صبر کرنے والے مجاہدین جیسا اجر عطا کرے۔

حضرت ابو بکرؓ نے یہ خط حضرت انس بن مالکؓ کے ہاتھ بھیجا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں یمن پہنچا اور ایک ایک محلے اور ایک ایک قبیلے سے آغاز کیا۔ میں ان کے سامنے حضرت ابو بکرؓ کا خط پڑھتا تھا اور جب میں خط پڑھنے سے فارغ ہوتا تھا تو کہتا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد، اللہ کے رسول ہیں، صلی اللہ علیہ وسلم۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ اور مسلمانوں کا پیغام رساں ہوں۔ غور سے سنو! میں نے مسلمانوں کو اس حالت میں چھوڑا ہے کہ وہ ایک لشکر کی صورت میں جمع ہیں۔

انہیں اپنے دشمن کی طرف روانہ ہونے سے صرف تمہارا (یعنی مدینہ آمد کا) انتظار روکے ہوئے ہے۔ پس تم جلدی سے اپنے بھائیوں کی طرف کوچ کرو۔ اے مسلمانو! اللہ تم پر رحم کرے۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللہ... جلد 2 جزء 1 صفحہ 115-116 عالم الکتب 1997ء)

حضرت انسؓ مدینہ واپس پہنچے اور حضرت ابو بکرؓ کو لوگوں کی آمد کی خوشخبری سناتے ہوئے عرض کیا کہ یمن کے بہادر، دلیر اور شہسوار پراگندہ بالوں والے اور گرد و غبار سے بھرے ہوئے آپؓ کے پاس پہنچنے والے ہیں۔ وہ اپنے مال و اسباب اور بیوی بچوں کے ساتھ نکل چکے ہیں۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 439 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

دوسری طرف حضرت خالد بن سعیدؓ تَیْمَاء پہنچ کر وہیں مقیم ہو گئے اور اطراف کی بہت سی جماعتیں ان سے آملیں۔ رومیوں کو مسلمانوں کے اس عظیم لشکر کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے زیرِ اثر عربوں سے شام کی جنگ کے لیے فوجیں طلب کیں۔

حضرت خالد بن سعیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو رومیوں کی اس تیاری کے متعلق لکھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواباً لکھا کہ تم پیش قدمی کرو اور ذرا مت گھبراؤ اور اللہ سے مدد طلب کرو۔ اس پر حضرت خالد بن سعیدؓ رومیوں کی طرف بڑھے مگر جب آپؓ ان کے قریب پہنچے تو وہ اِدھر اُدھر منتشر ہو گئے اور انہوں نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ اس جگہ پر قابض ہو گئے اور اکثر لوگ جو آپؓ کے پاس جمع تھے مسلمان ہو گئے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو اس کی اطلاع دی۔ حضرت ابو بکرؓ نے لکھا کہ تم آگے بڑھو مگر اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے۔ حضرت خالد بن سعیدؓ ان لوگوں کو لے کر چل پڑے یہاں تک کہ ایک مقام پر پڑاؤ کیا۔ وہاں ان کے مقابلے پر ایک رومی پادری بَاہَان نامی آیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے اسے شکست دی اور اس کے لشکروں میں سے بہتوں کو قتل کیا اور باہان نے فرار ہو کر دمشق کی طرف پناہ لی۔ حضرت خالد بن سعیدؓ نے اس کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ کو دے کر مزید کمک طلب کی۔ اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے پاس یمن سے جہادِ شام کی غرض سے ابتدائی طور پر کوچ کر کے آنے والے لوگ موجود تھے۔ اس کے علاوہ مکہ اور یمن کے درمیان کے لوگ بھی آئے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں حضرت ذُوالْکَلَاعؓ بھی تھے۔ نیز حضرت عکرمہؓ بھی مرتدین کے خلاف جنگ سے کامیاب ہو کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس واپس لَوٹے تھے جن کے ساتھ کچھ علاقوں کے اَور لوگ بھی تھے۔ ان سب کے متعلق حضرت ابو بکرؓ نے امرائے صدقات کو لکھا کہ جو لوگ تبدیلی کے خواہاں ہوں ان کو تبدیل کر دو تو سب نے تبدیل ہونا چاہا اور ان سب کو بدل کر ایک نیا لشکر تیار کیا گیا۔ اس لیے اس لشکر کا نام جَیْشُ الْبِدَال پڑ گیا۔ یہ فوجیں حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس پہنچیں۔ اس کے بعد بھی حضرت ابو بکرؓ لوگوں کو شام کی جنگ کے لیے ترغیب دلاتے رہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ولید بن عقبہؓ کو حضرت خالد بن سعیدؓ کی طرف شام پہنچنے کا ارشاد فرمایا۔ وہ جب خالد بن سعیدؓ کے پاس پہنچے تو انہوں نے انہیں بتایا کہ اہل مدینہ اپنے بھائیوں کی مدد کے لیے بے تاب ہیں اور حضرت ابو بکرؓ فوجیں بھیجنے کا بندوبست کر رہے ہیں۔ یہ سن کر حضرت خالد بن سعیدؓ

کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور انہوں نے اس خیال سے کہ رومیوں پر فتح یابی کا فخر انہی کے حصہ میں آئے حضرت ولید بن عقبہؓ کو ساتھ لے کر رومیوں کی عظیم الشان فوج پر حملہ کرنا چاہا جس کی قیادت ان کا سپہ سالار باہان کر رہا تھا۔

(کامل فی التاریخ جلد2 صفحہ252، 253 دار الکتب العلمیۃ بیروت) (البدایہ والنہایہ جلد4 جزء7 صفحہ4 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت) (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ332 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان) (حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 340-341 مطبوعہ بک کارنر شوروم جہلم)

گویا حضرت خالد بن سعیدؓ نے رومی لشکر پر حملہ کرتے وقت حضرت ابو بکرؓ کی اس ہدایت کو نظر انداز کر دیا کہ تم اتنا آگے نہ نکل جانا کہ پیچھے سے دشمن کو حملہ کرنے کا موقع مل جائے اور بہر حال وہ اپنی پشت کے دفاع سے غافل ہو گئے اور دیگر امرا کے پہنچنے سے پہلے ہی رومیوں سے جنگ شروع کر دی۔ باہان اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے سامنے سے ہٹ کر دمشق کی طرف نکل گیا۔ باہان کا پیچھے ہٹنا اصل میں ایک چال تھی۔ وہ مسلمانوں کو گھیرے میں لے کر پیچھے سے ان پر حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس خطرے سے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں خبر دار کیا تھا لیکن کامیابی کے جذبے نے حضرت خالد بن سعیدؓ کو خلیفۂ وقت کی اس تنبیہ سے غافل کر دیا اور آگے بڑھنے پر اکسا دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ دشمن کی فوج میں آگے گھستے گئے۔ اس وقت ان کے ہمراہ حضرت ولید بن عقبہؓ کے علاوہ حضرت ذوالکلاعؓ اور حضرت عکرمہؓ بھی تھے۔ وہاں حضرت خالد بن سعیدؓ کو باہان کی فوجی چوکیوں نے ایک ساتھ مل کر محصور کر لیا اور ان کے راستے روک لیے۔ حضرت خالدؓ کو اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ اس کے بعد باہان نے پیش قدمی کی اور ایک جگہ حضرت خالد کے بیٹے سعید کو کچھ لوگوں کے ساتھ پانی کی تلاش میں گھومتے ہوئے پا لیا اور ان سب کو قتل کر دیا۔ حضرت خالد بن سعیدؓ کو اس کی خبر ہوئی یعنی ان کے بیٹے اور ان کے ساتھیوں کے قتل ہونے کی، شہید ہونے کی خبر ہوئی، تو سواروں کے ایک دستہ کے ساتھ وہاں سے فرار ہو گئے اور بجائے اس کے کہ مقابلہ کرتے وہاں سے چھوڑ کے چلے گئے۔ ان کے بعد بہت سے ساتھی بھی گھوڑوں اور اونٹوں پر سوار ہو کر اپنے لشکر سے منقطع ہو گئے۔ خالد شکست کھاتے ہوئے ذُوالْمَرْوَہ تک پہنچ گئے مگر حضرت عکرمہؓ اپنی جگہ سے نہ ہٹے بلکہ مسلمانوں کی مدد کرتے رہے۔ ذوالمروہ مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے کوئی چھیانوے میل کے فاصلے پر ایک جگہ ہے۔ بہر حال حضرت عکرمہؓ نے باہان اور اس کی فوجوں کو حضرت خالد کا تعاقب کرنے سے باز رکھا۔ اس کی اطلاع جب حضرت ابو بکرؓ کو ہوئی تو آپ نے حضرت خالدؓ سے ناراضگی کا اظہار فرمایا اور مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔ البتہ بعد میں جب انہیں مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے اس فعل پر معافی مانگی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جزء الثانی صفحہ 333-334 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء) (ماخوذ از سیدنا ابو بکر صدیقؓ از ہیکل مترجم صفحہ 341) (فرہنگ سیرت صفحہ 56 و 269 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت خالد بن سعیدؓ کی اس ناکامی کے باوجود حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عزم و حوصلہ میں ہرگز فرق نہ آیا۔ جب انہیں یہ خبر پہنچی کہ حضرت عکرمہؓ اور حضرت ذُوالکَلَاعؓ اسلامی لشکروں کو رومیوں کے چنگل سے بچا کر واپس شام کی سرحدوں پر لے آئے ہیں اور وہاں مدد کے منتظر ہیں تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر کمک بھیجنے کا انتظام شروع کر دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اس سلسلہ میں چار بڑے لشکر تیار کیے جنہیں شام کے

مختلف علاقوں کی جانب روانہ کیا۔ ان کی تفصیل اس طرح ملتی ہے۔

ایک لشکر جو پہلا تھا یزید بن ابوسفیان کا تھا۔ یہ حضرت معاویہؓ کے بھائی تھے اور ابوسفیان کے خاندان میں بہترین آدمی تھے۔ بطور کمک بھیجے جانے والے ان چار لشکروں میں سے یہ پہلا لشکر تھا جو شام کی طرف آگے بڑھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس لشکر کا امیر حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو بنایا۔ ان کے ذمہ دمشق پہنچ کر اس کو فتح کرنا اور دیگر تین لشکروں کی بوقتِ ضرورت مدد کرنا تھا۔ اس لشکر کی تعداد ابتدا میں تین ہزار تھی۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے مزید امداد بھیجی جس سے ان کی تعداد تقریباً سات ہزار ہو گئی۔ حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے اس لشکر میں مکہ کے لوگوں میں سے سُہَیل بن عَمرو اور ان جیسے اور ذی مرتبہ لوگ بھی شریک تھے۔ سُہَیل بن عَمرو زمانہ جاہلیت میں قریش کے سرکردہ لوگوں اور زیرک سرداروں میں سے تھے اور صلح حدیبیہ کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدہ کرتے ہوئے انہوں نے کفارِ مکہ کی نمائندگی کی تھی۔ یہ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے تھے۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 441 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان) (تاریخ الطبری جلد2 صفحہ333 دارالکتب العلمیۃ بیروت) (اسد الغابہ جلد2 صفحہ585-586 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے لیے جھنڈا باندھا تو ربیعہ بن عامر کو بلایا اور ان کے لیے بھی ایک جھنڈا باندھا اور انہیں فرمایا کہ تم یزید بن ابوسفیان کے ساتھ جاؤ گے۔ ان کی نافرمانی اور مخالفت نہ کرنا۔ پھر آپؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ سے فرمایا اگر تم اپنے مقدمۃ الجیش کی نگرانی ربیعہ بن عامر کے سپرد کرنا مناسب سمجھو تو ضرور ایسا کرنا۔ ان کا شمار عرب کے بہترین شہسواروں اور تمہاری قوم کے صلحاء میں سے ہوتا ہے اور میں بھی امید رکھتا ہوں کہ یہ اللہ کے نیک بندوں میں سے ہیں۔ اس پر حضرت یزیدؓ نے عرض کیا کہ ان کے بارے میں آپؓ کے حسن ظن اور ان کے متعلق آپؓ کی امید نے میرے دل میں ان کی محبت کو اَور زیادہ بڑھا دیا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ ان کے ساتھ پیدل چلنے لگے تو حضرت یزیدؓ نے کہا کہ اے خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم! یا تو آپؓ بھی سوار ہو جائیں یا مجھے اجازت دیں کہ میں بھی آپؓ کے ساتھ پیدل چلنا شروع کر دوں کیونکہ میں ناپسند کرتا ہوں کہ خود تو سوار ہوں اور آپؓ پیدل چلیں۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: نہ تو میں سوار ہوں گا اور نہ ہی تم سواری سے نیچے اترو گے۔ میں اپنے ان قدموں کو اللہ کی راہ میں اٹھتے ہوئے سمجھتا ہوں۔

پھر آپؓ نے حضرت یزید کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے یزید! میں تمہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے، اس کی اطاعت کرنے، اس کی خاطر ایثار کرنے اور اس سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں۔ جب دشمن سے تمہاری مڈھ بھیڑ ہو اور اللہ تمہیں فتح نصیب کرے تو تم خیانت نہ کرنا اور مثلہ نہ کرنا یعنی لوگوں کی، مقتولوں کی شکلیں نہ بگاڑنا اور تم بدعہدی نہ کرنا اور نہ ہی بزدلی دکھانا اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ کھجور کے درخت کو جلانا اور نہ ہی انہیں تباہ و برباد کرنا اور کسی پھل دار درخت کو نہ کاٹنا۔ تم کسی جانور کو ذبح نہ کرنا سوائے کھانے کے لیے۔ بلاوجہ جانوروں کو بھی ذبح نہیں کرنا یا مارنا نہیں۔ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرو گے جنہوں نے اللہ کے لیے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہو گا، پس تم انہیں اور اس

چیز کو جس کے لیے انہوں نے اپنے آپ کو وقف کر رکھا ہو گا چھوڑ دینا۔ یعنی جو راہب ہیں، گرجوں کے پادری ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا اور تم کچھ ایسے لوگوں کو بھی پاؤ گے کہ شیطان نے ان کے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے۔ ان کے سروں کا درمیانی حصہ اس طرح ہو گا جیسے تیتر نے انڈے دینے کے لیے زمین میں گڑھا کھودا ہو۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف سے پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے۔ پس تم ان کے سروں کے صاف کیے ہوئے حصوں پر تلوار سے ضرب لگانا۔ ان لوگوں کو جو مارنے کا حکم ہے، ان لوگوں کے بارے میں مختلف روایات ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ عیسائیوں کا ایک گروہ تھا جو راہب تو نہیں تھے لیکن مذہبی لیڈر تھے جو مسلمانوں کے خلاف جنگ کے لیے بھڑکاتے رہتے تھے اور جنگ میں حصہ بھی لیتے تھے۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے یہ تو فرمایا کہ جو راہب ہیں، گرجوں کے اندر ہیں ان کو کچھ نہیں کہنا لیکن ایسے لوگ اور ان لوگوں کے پیچھے چلنے والے وہ لوگ، جو جنگ کے لیے بھڑکاتے ہیں اور مسلمانوں سے جنگ کرتے ہیں، ان سے بہرحال جنگ کرنی ہے کیونکہ یہ لوگ جنگ کرنے والے بھی ہیں اور جنگ کے لیے بھڑکانے والے بھی ہیں۔ فرمایا کہ ان سے جنگ کرنی ہے یہاں تک کہ وہ اسلام کی طرف مائل ہو جائیں یا بے بس ہو کر جزیہ دیں۔ جو اللہ اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ غیب سے اس کی مدد کرتا ہے۔ اور میں تمہیں سلام کہتا ہوں اور اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہؐ... جلد2 جزء1صفحہ 117-118 عالم الکتب بیروت 1997ء)
(ماخوذ از تاریخ طبری جلد دوم صفحہ 246 دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ایک اَور روایت میں ان کے علاوہ مزید ہدایت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو فرمایا میں نے تمہیں والی مقرر کیا تا کہ تمہیں آزماؤں، تمہارا تجربہ کروں اور تمہیں باہر نکال کر تمہاری تربیت کروں۔ اگر تم نے اپنے فرائض بحسن وخوبی ادا کیے تو تمہیں دوبارہ تمہارے کام پر مقرر کروں گا اور تمہیں مزید ترقی دوں گا۔ اگر تم نے کوتاہی کی تو تمہیں معزول کر دوں گا۔ اللہ کے تقویٰ کو تم لازم پکڑو۔ وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے۔ فرمایا کہ لوگوں میں خدا کے زیادہ قریب وہ ہے جو اللہ سے دوستی کا سب سے بڑھ کر حق ادا کرنے والا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ شخص ہے جو اپنے عمل کے ذریعہ سب سے زیادہ اس سے قربت حاصل کرے۔ میں نے خالد بن سعید کی جگہ تم کو مقرر کیا ہے۔ جاہلی تعصّب سے بچنا۔ اللہ کو یہ باتیں اور ایسا کرنے والا انتہائی ناپسند ہیں۔ جب تم اپنے لشکر کے پاس پہنچو تو ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ ان کے ساتھ خیر سے پیش آنا اور ان کو خیر کا وعدہ دلانا اور جب انہیں وعظ و نصیحت کرنا تو مختصر کرنا کیونکہ بہت زیادہ گفتگو بہت سی باتوں کو بھلا دیتی ہے۔ تم اپنے نفس کو درست رکھو، لوگ تمہارے لیے درست ہو جائیں گے۔ لیڈر اپنے آپ کو ٹھیک رکھیں تو لوگ خود درست ہو جائیں گے۔ اور نمازوں کو ان کے اوقات پر رکوع و سجود کو مکمل کرتے ہوئے ادا کرنا، ان میں خشوع و خضوع کا مکمل اہتمام کرنا اور جب دشمن کے سفیر تمہارے پاس آئیں تو ان کا اکرام کرنا۔ سفیر آتا ہے تو اس کی عزت کرنی ہے۔ انہیں بہت کم ٹھہرانا اور تمہارے لشکر سے جلد

نکل جائیں تا کہ وہ اس لشکر کے بارے میں کچھ جان نہ سکیں۔ یہ بھی حکمت ہے کہ سفیر آئیں تو ان کو کم سے کم ٹھہراؤ اور جلدی رخصت کر دو۔ اور اپنے امور پر ان کو مطلع نہ ہونے دینا کہ انہیں تمہاری خرابی کا پتہ چل جائے اور وہ تمہاری معلومات حاصل کر لیں۔ انہیں اپنے لشکر کے جمگھٹے میں رکھنا۔ اپنے لوگوں کو ان سے بات کرنے سے روک دینا۔ جب تم خود ان سے بات کرو تو اپنے بھید کو ظاہر نہ کرنا ورنہ تمہارا معاملہ خلط ملط ہو جائے گا۔ جب تم کسی سے مشورہ لینا تو بات سچ کہنا، صحیح مشورہ ملے گا۔ مشیر سے اپنی خبر مت چھپانا ورنہ تمہاری وجہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔ یہ بھی ایک اصول ہے کہ جس سے مشورہ لینا ہے اس کو پھر ہر باریک بات بھی بتانی پڑتی ہے تا کہ وہ صحیح مشورہ دے سکے اور کم سے کم نقصان ہو۔ رات کے وقت اپنے دوستوں سے باتیں کرو تمہیں بہت سی خبریں مل جائیں گی اور رات کو معلومات اکٹھی کرو تو پوشیدہ باتیں تم پر ظاہر ہو جائیں گی۔ حفاظتی دستہ میں زیادہ افراد کو رکھنا اور انہیں اپنی فوج میں پھیلا دینا اور اکثر بغیر اطلاع دیے اچانک ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنا۔ جسے اپنی حفاظت گاہ سے غافل پاؤ اس کی اچھی طرح تادیب کرنا اور سزا دیتے ہوئے افراط سے کام نہ لینا۔ رات میں ان کی باریاں مقرر کرنا۔ اول شب کی باری آخری شب سے لمبی رکھنا کیونکہ دن سے قریب ہونے کی وجہ سے یہ باری آسان ہوتی ہے۔ شروع رات کی جو ڈیوٹی ہے وہ لمبی رکھو کیونکہ اس میں جاگنا آسان ہے اور آخری رات کی جو ڈیوٹی ہے وہ ذرا کم ہو۔ سزا کے مستحق کو سزا دینے سے مت ڈرنا۔ اس میں نرمی نہ کرنا۔ سزا دینے میں جلدی نہ کرنا اور نہ بالکل نظر انداز کرنا۔ پھر فرمایا کہ اپنی فوج سے غافل نہ رہنا کہ وہ خراب ہو جائیں اور ان کی جاسوسی کر کے ان کو رسوا نہ کرنا۔ ان کی راز کی باتیں لوگوں سے نہ بیان کرنا۔ ان کے ظاہر پر اکتفا کرنا۔ بیکار قسم کے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔ سچے اور وفادار لوگوں کے ساتھ بیٹھنا۔ دشمن سے مڈھ بھیڑ کے وقت ڈٹ جانا۔ بزدل نہ بننا ورنہ لوگ بھی بزدل ہو جائیں گے۔ مالِ غنیمت میں خیانت سے بچنا؛ یہ محتاجی سے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے۔ تم ایسے لوگوں کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہو گا۔ پس تم انہیں اور جس کام میں انہوں نے اپنے آپ کو مشغول رکھا ہو گا اسے چھوڑ دینا۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ253-254 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

تو یہ ایک مکمل لائحہ عمل ہے جو ہر لیڈر کے لیے، ہر عہدے دار کے لیے، کام کرنے کے لیے، عمل کرنے کے لیے بڑا ضروری ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزیدؓ کا ہاتھ پکڑا اور انہیں الوداع کرتے ہوئے فرمایا:

تم پہلے شخص ہو جسے میں نے مسلمانوں کے معززین پر امیر مقرر کیا ہے جو نہ تو کم حیثیت کے لوگ ہیں نہ کمزور، نہ گھٹیا، نہ مذہبی تشدد رکھنے والے ہیں۔ پس تم ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا اور اپنا بازو ان پر جھکائے رکھنا اور ان سے اہم معاملات میں مشورہ کرنا، حسن سلوک کرنا۔ اللہ تمہارے لیے تمہارے ساتھیوں کو حسن سلوک کرنے والا بنائے۔ اور پھر فرمایا کہ ہماری خلافت کی ذمہ داریوں کی ادائیگی میں مدد فرمائے۔

پھر حضرت یزیدؓ اپنے لشکر کو لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ حضرت ابو بکرؓ ہر صبح شام نمازِ فجر اور عصر کے بعد یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے اللہ! تُو نے ہمیں پیدا کیا ہم کچھ بھی نہ تھے۔ پھر تُو نے اپنی جناب سے رحمت اور فضل نازل کرتے ہوئے ہماری طرف ایک رسولؐ بھیجا۔ پھر تُو نے ہمیں ہدایت دی جبکہ ہم گمراہ تھے اور تُو نے

ہمارے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی جبکہ ہم کافر تھے۔ ہم تعداد میں تھوڑے تھے اور تُو نے ہمیں زیادہ کیا۔ ہم پراگندہ تھے، تُو نے ہمیں اکٹھا کر دیا۔ ہم کمزور تھے، تُو نے ہمیں طاقت بخشی۔ پھر تُو نے ہم پر جہاد فرض کیا اور ہمیں مشرکین سے اس وقت تک جنگ کرنے کا حکم دیا یہاں تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں اور وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں اور وہ بے بس ہو چکے ہوں۔ یا تو مسلمان ہو جائیں یا اگر مسلمان نہیں ہوتے تو پھر جزیہ ادا کریں۔ اے اللہ! ہم تیرے اس دشمن سے جہاد کے بدلے تیری خوشنودی کے خواہاں ہیں جس نے تیرے ساتھ شریک ٹھہرایا اور تیرے سوا اَور معبودوں کی عبادت کی۔ اے اللہ! تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ ظالم جو کہتے ہیں تیری شان اس سے بہت بلند ہے۔ اے اللہ! اپنے مشرک دشمنوں کے مقابلے میں اپنے مسلمان بندوں کی مدد فرما۔ اے اللہ! انہیں آسان فتح نصیب فرما اور ان کی بھرپور مدد کر۔ ان میں سے جو کم ہمت ہیں انہیں بہادر بنا دے اور ان کے قدموں کو ثبات بخش اور ان کے دشمنوں کو لڑکھڑا دے اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دے اور ان کو تباہ و برباد کر دے اور انہیں جڑ سے کاٹ ڈال اور ان کی کھیتیوں کو تباہ کر دے اور ہمیں ان کی زمینوں، ان کے گھروں، ان کے اموال اور ان کے نشانات کا وارث بنا اور تُو ہمارا ولی اور ہم پر مہربان ہو جا۔ اور ہمارے معاملات کو درست کر دے۔ تیری نعمتوں سے حصہ پانے کے لیے ہمیں شکر گزار لوگوں میں سے بنا دے۔ تُو ہمیں اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کو اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو بھی بخش دے۔ ان میں سے جو زندہ ہیں ان کو بھی اور جو وفات پا چکے ہیں ان کو بھی۔ اللہ ہمیں اور تمہیں دنیا اور آخرت میں قول ثابت کے ساتھ مضبوطی سے کھڑا رہنے والا بنائے۔ یقیناً وہ مومنوں کے ساتھ بہت مہربان اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللّٰہ ﷺ... جلد2 جزء1 صفحہ118-119 عالم الکتب بیروت 1997ء)

دوسرا شکر جو تھا شُرَحبیل بن حَسَنہؓ کا تھا۔ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کے والد کا نام عبداللہ بن مُطَاع اور والدہ کا نام حَسَنہ تھا۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ تھی اور حضرت شرحبیلؓ کے والد ان کے بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے اور یہ اپنی والدہ حسنہ کے نام پر شرحبیل بن حسنہ کہلائے۔ حضرت شرحبیلؓ ابتدائی اسلام لانے والوں میں سے تھے۔ خلافتِ راشدہ میں یہ مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک تھے۔ اٹھارہ ہجری میں ساٹھ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

(ماخوذ از اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جلد 2 صفحہ 619-620، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کی روانگی کے لیے حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کی روانگی کے تین دن بعد کی تاریخ مقرر فرمائی۔ جب تیسرا دن گزر گیا تو آپ نے حضرت شرحبیل کو الوداع کہا اور فرمایا، اے شرحبیل! کیا تم نے یزید بن ابو سفیان کو جو وصیت میں نے کی اس کو نہیں سنا۔ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ پہلے میں نے سنی ہیں (جو نصیحتیں مَیں نے پڑھی ہیں)۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا، میں تمہیں اسی کی مانند وصیت کرتا ہوں اور ان باتوں کی بھی وصیت کرتا ہوں جن کا ذکر یزید کو کرنا بھول گیا تھا۔

میں تمہیں نماز وقت پر ادا کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور جنگ کے روز ثابت قدم رہنے کی یہاں تک کہ تم فتح حاصل کر لو یا شہید ہو جاؤ اور مریضوں کی عیادت کرنے اور جنازوں میں شامل ہونے اور ہر حال میں بکثرت اللہ

کا ذکر کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ ابوسفیان نے آپؓ سے عرض کیا کہ یزید ان صفات پر پہلے ہی کاربند ہے اور شام جانے سے قبل ہی اس پر دوام اختیار کیے ہوئے تھا۔ اب وہ اس کو زیادہ لازم کرلے گا ان شاء اللہ۔ حضرت شرحبیلؓ نے جواب دیا: اللہ سے مدد مانگتے ہیں جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا۔ پھر حضرت ابوبکرؓ کو الوداع کہا اور اپنے لشکر کے ساتھ جانبِ شام روانہ ہوگئے۔ حضرت شرحبیلؓ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے چار ہزار تک تھی۔ آپ کو یہ حکم فرمایا کہ تبوک اور بَلْقَاء جائیں اور پھر بُصْرٰی کا رخ کریں اور یہ آخری منزل ہو۔ بُصْرٰی شام کا ایک قدیم اور مشہور شہر ہے۔ حضرت شرحبیلؓ بَلْقَاء کی طرف روانہ ہوگئے۔ کوئی قابل ذکر مقابلہ نہ ہوا۔ بَلْقَاء بھی شام کے علاقہ میں واقع ہے آپ کا لشکر حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کے بائیں اور لشکر عمرو بن عاص کے دائیں جانب چلتے ہوئے بَلْقَاء پہنچا اور اندر گھس گیا اور بُصْرٰی پہنچ کر اس کا محاصرہ کرلیا لیکن فتح حاصل نہ ہوسکی کیونکہ یہ رومیوں کے محفوظ اور مضبوط مراکز میں سے تھا۔

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 446-447 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول اللهؐ..... جلد2 جزء1 صفحہ120 عالم الکتب بیروت 1997ء)

(فرہنگ سیرت صفحہ 58، 61 زوار اکیڈمی کراچی)

تیسرا لشکر ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کا نام عامر بن عبداللہ تھا اور ان کے والد کا نام عبداللہ بن جراح تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اپنی کنیت کی وجہ سے زیادہ مشہور ہیں جبکہ آپؓ کے نسب کو آپ کے دادا جَرَّاح سے جوڑا جاتا ہے۔ آپ ان دس صحابہ میں سے ہیں جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں جنت کی بشارت دی تھی۔ جنہیں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں۔ ان کی وفات اٹھارہ ہجری میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر اٹھاون سال تھی۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جزء ثالث صفحه 475، عامر بن عبد الله، دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، 2005ء)

(اسد الغابة فی معرفة الصحابه جلد ثالث صفحه 126، عامر بن عبد الله، دارالکتب العلمیة 2008ء)

(الاستیعاب جلد دوم صفحه 343 دار الکتب العلمیة بیروت 2002ء)

تیسرا لشکر جو حضرت ابوبکرؓ نے شام کی جانب روانہ کیا جیسا کہ میں نے کہا اس کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ تھے۔ ان کو حِمص کی جانب روانہ فرمایا ہے۔ حِمص بھی دمشق کے قریب شام کا ایک قدیم شہر ہے اور بڑا شہر تھا۔ حضرت ابوعبیدہؓ کے لشکر کی تعداد سات ہزار تھی جبکہ ایک روایت کے مطابق آپ کے لشکر کی تعداد تین ہزار سے چار ہزار تک تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ راستے میں گزرتے ہوئے بلقاء کی ایک بستی مَآبْ کے پاس سے گزرے۔ یہ کوئی شہر نہیں تھا بلکہ خیموں کی ایک بستی تھی۔ وہاں کے لوگوں سے آپ کی جنگ ہوئی مگر پھر ان لوگوں نے آپ سے صلح کی درخواست کی جس پر آپ نے ان کے ساتھ صلح کرلی۔ یہ سب سے پہلی صلح تھی جو شام کے علاقے میں ہوئی۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحه 333، 341 دارالکتب العلمیة بیروت2012ء)

(سیدنا ابوبکر صدیقؓ از صلابی صفحہ 447)

حضرت ابوبکرؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کے ساتھ قیس بن هُبَیْرَہ کو بھی روانہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان کے متعلق ابوعبیدہ کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

تمہارے ساتھ عرب کے شہسواروں میں سے ایک عظیم شرف و منزلت کا شخص ہے۔ میں نہیں سمجھتا

کہ جہاد کے معاملے میں اس سے بڑھ کر کوئی نیک نیت ہو۔ اس کی رائے اور مشورے سے اور جنگی قوت سے مسلمان بے نیاز نہیں ہو سکتے۔ اس کو اپنے سے قریب رکھنا اور اس کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کرنا اور اسے یہ محسوس کرانا کہ تم اس سے بے نیاز نہیں ہو۔ اس سے تمہیں اس کی خیر خواہی حاصل رہے گی اور دشمن کے مقابلے میں اس کی کوششیں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ حضرت ابوعبیدہؓ وہاں سے چلے گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے قَیس بن ھُبَیْرَہ کو بلایا اور فرمایا تمہیں ابوعبیدہ امینِ امت کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ ان پر اگر ظلم کیا جائے تو وہ اس کے بدلے میں ظلم نہیں کرتے اور اگر ان کے ساتھ بدسلوکی کی جائے تو معاف کر دیتے ہیں اور ان سے تعلق توڑا جائے تو اس کو جوڑنے کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔ مومنوں کے ساتھ بڑے رحیم ہیں اور کفار کے مقابلے میں سخت ہیں۔ تم ان کی حکم عدولی نہ کرنا اور یہ تمہیں خیر ہی کا حکم دیں گے۔ میں نے ان کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہاری بات سنیں۔

لہٰذا تم انہیں اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہوئے مشورہ دینا۔ ہم سنتے آئے ہیں کہ تم شرک اور دور جاہلیت میں جنگ کے تجربہ کار سردار ہو جبکہ جاہلیت میں گناہ اور کفر پایا جاتا تھا۔ لہٰذا تم اپنی قوت اور بہادری کو اسلام کی حالت میں کافروں اور ان لوگوں کے خلاف استعمال میں لاؤ جنہوں نے اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجر عظیم اور مسلمانوں کے لیے عزت و غلبہ رکھا ہے۔ یہ نصیحت سن کر قیس بن ھُبَیْرَہ نے عرض کیا، اگر آپ زندہ رہے اور میں بھی زندہ رہا تو آپ کو میرے بارے میں مسلمانوں کی حفاظت اور مشرکوں کے خلاف جہاد کی ایسی خبریں پہنچیں گی جو آپ کو پسندیدہ ہوں گی اور آپ کو خوش کر دیں گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا تم جیسا شخص ہی ایسا کر سکتا ہے اور جب ابو بکرؓ کو جَابِیَہ میں (رومیوں کے) دو کمانڈروں کے ساتھ ان کی مبارزت اور ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دینے کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا قیس نے سچ کر دکھایا اور اپنا وعدہ پورا کر دیا۔

(تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر الجزء52ذکر قیس بن ھبیرۃ المکشوح، صفحہ336-337داراحیاءالتراث العربی بیروت 2001ء)

یہ ذکر باقی ہے اور آئندہ چلتا رہے گا۔

اس وقت میں ایک شہید کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ **ایک ہمارے شہید نصیر احمد صاحب ہیں جو عبدالغنی** صاحب کے بیٹے تھے۔ ربوہ میں دارالرحمت شرقی میں رہتے تھے۔ بارہ اگست کو ایک معاندِ احمدیت نے خنجروں کے وار کر کے ان کو شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

تفصیلات کے مطابق نصیر احمد صاحب بس سٹاپ پر اپنے ایک اخبار فروش دوست کے پاس رکے تو ایک مذہبی جنونی حافظ شہزاد حسن وہاں آ گیا اور ان سے پوچھا کہ کیا آپ احمدی ہیں جس پر نصیر احمد صاحب نے جواباً کہا کہ میرا تعلق جماعت احمدیہ سے ہے۔ اس پر مذکورہ شخص نے جماعت مخالفانہ نعرے بازی کا مطالبہ کیا۔ انکار پر اپنے تھیلے سے خنجر نکال کر نعرے لگاتے ہوئے نصیر احمد صاحب پر متعدد وار کیے اور چند سیکنڈ میں اتنے وار کیے کہ وہ جان لیوا ثابت ہوئے۔ بہرحال خنجر کے متعدد واروں کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ شہید ہو گئے۔ ان کی عمر شہادت کے وقت

باسٹھ سال تھی۔ وقوعہ کے بعد قاتل نے اپنے بیان میں کہا کہ مجھے اس فعل پر کوئی شرمندگی نہیں ہے اور آئندہ بھی موقع ملا تو اس کام سے گریز نہیں کروں گا۔ یہ سارا واقعہ جو ہوا ہے ایک دو منٹ میں بلکہ ایک منٹ کے اندر اندر ہی ہوا اور کہتے ہیں کہ ڈھائی تین منٹ کے اندر اندر ان کو ہسپتال بھی پہنچا دیا تھا لیکن بہر حال اللہ کو یہی منظور تھا اور جو بھی وار تھے وہ جان لیوا ثابت ہوئے اور شہید ہوئے۔

شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ شہید مرحوم کے دادا مکرم فیروز دین صاحب آف رائے پور، ضلع سیالکوٹ کے ذریعہ ہوا جنہوں نے 1935ء میں خلافت ثانیہ میں بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ پرائمری تعلیم کے بعد انہوں نے آگے پڑھائی نہیں کی اور اپنے آبائی پیشہ زمینداری سے منسلک ہو گئے۔ پھر دس سال پہلے یہ باہر بھی کچھ عرصہ رہے۔ ملائیشیا وغیرہ میں ملازمت کرتے رہے پھر پاکستان آ گئے۔ دس سال پہلے یہ رائے پور ضلع سیالکوٹ سے ربوہ شفٹ ہوئے۔ آج کل فارغ تھے۔ کوئی کام نہیں کر رہے تھے۔ دل کے مریض بھی تھے۔ زیادہ وقت محلہ کی سطح پر جماعتی خدمات میں گزارتے تھے۔ اس وقت بھی مجلس انصار اللہ میں بطور منتظم ایثار اور محصل شعبہ مال خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔

بے شمار خوبیوں کے مالک تھے۔ محلے میں ہر کسی کی مدد بالخصوص یتامیٰ اور غریبوں کی مدد کے لیے ہر دم تیار رہتے۔ مسجد کی صفائی کا بھی خاص خیال رکھتے۔ نہایت دیانت دار، محنتی، ملنسار اور دلیر انسان تھے۔ ان کی ٹانگ میں چوٹ لگنے کی وجہ سے فریکچر ہو گیا تھا اس کی وجہ سے چلنے میں بھی دقت تھی لیکن اس کے باوجود بھی رات کے وقت جماعتی طور پر اگر ڈیوٹی اور پہرے کے لیے بلایا جاتا تو حاضر ہو جاتے۔ خطبہ سننے کا باقاعدہ انتظام تھا۔ نمازوں کی ادائیگی کا بالخصوص اہتمام کرتے اور اپنے محلے میں جائزہ بھی لیتے۔ خلافت سے ان کا والہانہ عشق تھا۔ نماز فجر کے بعد ایک گھنٹہ موبائل فون پر تلاوت سماعت کرنا ان کا روزانہ کا معمول تھا اور تقریباً روزانہ دعا کے لیے بہشتی مقبرے بھی جاتے تھے۔ اور صدر محلہ کہتے ہیں کہ جب بھی جماعتی کام کے لیے ضرورت پڑی شہید مرحوم فوراً حاضر ہوتے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہوں نے انکار کیا ہو۔

مرحوم کی بیٹی مبارکہ صاحبہ کہتی ہیں کہ شہادت سے چند دن قبل انہوں نے خواب میں دیکھا کہ لوگوں کا ہجوم ہے اور صدمہ کا ماحول ہے جس پر صدقہ بھی دیا گیا۔ شہید مرحوم گذشتہ کچھ عرصہ سے خود بھی بار بار اظہار کرتے تھے کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ میرا وقت کم رہ گیا ہے۔

ان کی اہلیہ پروین اختر صاحبہ کے علاوہ تین بیٹیاں ہیں جو ان کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

ان کے بھائی تنویر اختر صاحب کہتے ہیں کہ ظاہری تعلیم اور جماعت کے متعلق اگرچہ علم اتنا نہیں تھا لیکن بچپن سے ہی جماعت کے لیے بے حد غیرت تھی اور خلافت سے بے انتہا پیار تھا۔ ایک سادہ دل اور بے نفس انسان تھا اور دوسروں کو خوش دیکھ کر خوشی پاتا تھا۔ لاہور سے عیدوں کے موقع پر گھر آتے تو بہت سا کھانے پینے کا سامان لے کر آتے اور ہمیشہ بہت اچھے نئے کپڑے اپنے لیے سلائی کروا کے لاتے اور کہتے ہیں کہ صرف عید کے روز پہنتے

اور پھر وہ سوٹ کیونکہ میں واقف زندگی تھا تو مجھے دے دیا کرتے تھے اور میرا پرانا سوٹ لے لیتے تھے۔ ان کے بھتیجے کہتے ہیں کہ فون ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے تھے کہ جماعت میں سے کسی کو مدد کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ اگر فون پاس نہ ہوا تو رابطہ کس طرح ہو گا۔ رات کے اوقات میں بھی فون بجتا تو فوراً اٹھ کر جماعتی خدمت کے لیے تیار ہو جاتے۔ ربوہ کے کونے کونے میں بھی مدد کے لیے جانا پڑتا تو جاتے۔

خون کے عطیات کے لیے ہمیشہ تیار رہتے اور اس طرح بے شمار لوگوں کی جانیں بچانے کا سبب بنے۔ دل کی بیماری کی آپ نے کبھی پروا نہیں کی۔ آپ کے نزدیک ضرورتمندوں کی امداد کرنا اخلاقی فرض تھا جس کی اہمیت آپ کی بیماری سے زیادہ آپ کو تھی۔

اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور پسماندگان کا بھی حامی و ناصر ہو۔ ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی ان کی اولاد کو بھی توفیق دے۔

نماز کے بعد میں ان شاء اللہ ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09/ ستمبر 2022ء جلد 29 شمارہ 72 صفحہ 05 تا 10)

34

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26/ اگست 2022ء بمطابق 26/ ظہور 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شام کی طرف بھیجے ہوئے لشکروں کا ذکر ہو رہا تھا جو دشمن کو جارحیت سے روکنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ تین کا ذکر گذشتہ خطبہ میں ہو چکا ہے۔ چوتھا لشکر **حضرت عمرو بن عاصؓ** کا تھا۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک لشکر حضرت عمرو بن عاصؓ کی قیادت میں شام کی طرف روانہ کیا تھا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ شام جانے سے قبل قضاعہ کے ایک حصہ کے صدقات کی تحصیل کے لیے مقرر تھے۔ جبکہ قضاعہ کے دوسرے نصف حصہ کی صدقات کی تحصیل کے لیے حضرت ولید بن عقبہؓ مقرر کیے گئے تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے شام کی جانب مختلف لشکر روانہ فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ان کی خواہش تھی کہ حضرت عمرو بن عاصؓ کو شام کی طرف بھیجیں لیکن ان کے کارناموں کی وجہ سے، حضرت عمروؓ کے کارناموں کی وجہ سے جو انہوں نے فتنہ ارتداد کو ختم کرنے کے لیے انجام دیے تھے حضرت ابو بکرؓ نے انہیں یہ اختیار دیا کہ خواہ وہ قضاعہ میں ہی مقیم رہیں یا شام جا کر وہاں کے مسلمانوں کی تقویت کا باعث بنیں۔

(البداية والنهاية جلد4 جزء7 صفحه3 دارالكتب العلمية بيروت 2001ء)
(ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 340 مطبوعہ بک کارنر شوروم جہلم)

چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو خط لکھا کہ اے ابو عبد اللہ! میں تم کو ایک ایسے کام میں مصروف کرنا چاہتا ہوں جو تمہاری دنیا اور آخرت دونوں کے لیے بہترین ہے سوائے اس کے کہ تمہیں وہ کام زیادہ پسند ہو جو تم انجام دے رہے ہو۔ اس کے جواب میں حضرت عمرو بن عاصؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو یہ لکھا کہ میں اسلام کے تیروں میں سے ایک تیر ہوں اور اللہ کے بعد آپؓ ہی ایک ایسے شخص ہیں جو ان تیروں کو چلانے اور جمع کرنے والے ہیں۔ آپؓ دیکھیں کہ ان میں سے جو تیر نہایت سخت، زیادہ خوفناک اور بہترین ہو اسے اس طرف چلا دیجیے جس طرف آپؓ کو کوئی خطرہ نظر آئے۔

(تاريخ الطبرى جزء الثانى صفحه 332 دارالكتب العلمية بيروت لبنان 2012ء)

یعنی کہ میں تو ہر قسم کے خطرے میں جانے کے لیے ہر طرح تیار ہوں۔ جب حضرت عمرو بن عاصؓ مدینہ آئے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں حکم دیا کہ مدینہ سے باہر جا کر خیمہ زن ہو جائیں تا کہ لوگ آپؓ کے ساتھ جمع ہوں۔

اشرافِ قریش میں سے بہت سے لوگ آپؓ کے ساتھ شامل ہوئے۔ جب فیصلہ ہو گیا کہ شام کی طرف جانا ہے تو پھر حضرت عمرو بن عاصؓ کو مدینہ بلایا گیا۔ آپ وہاں آئے اور پھر یہاں حضرت ابو بکرؓ نے آپ کو اپنے ساتھ لشکر تیار کرنے کے لیے فرمایا کہ مدینہ کے باہر خیمہ زَن ہو جائیں تا کہ لوگ آپؓ کے پاس آئیں۔ جب آپؓ نے روانہ ہونے کا ارادہ فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ آپؓ کو رخصت کرنے نکلے۔ فرمایا: اے عمرو! تم رائے اور تجربہ کے مالک ہو اور جنگی بصیرت رکھتے ہو۔ تم اپنی قوم کے اشراف اور مسلم صلحاء کے ساتھ جا رہے ہو اور اپنے بھائیوں سے ملو گے۔ لہٰذا ان کی خیر خواہی میں کوتاہی نہ کرنا اور ان سے اچھے مشورے کو نہ روکنا کیونکہ تمہاری رائے جنگ میں قابلِ تعریف اور انجام کار بابرکت ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی مشورہ دے تو ان سے اچھے مشورے کو نہ روکنا، اگر تمہارے پاس کوئی تجویز ہے تو اس کو بے شک استعمال کرنا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے عرض کیا کتنا بہتر ہے میرے لیے کہ میں آپؓ کے گمان کو سچ کر دکھاؤں اور آپؓ کی رائے میرے بارے میں خطا نہ کرے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ اپنے لشکر کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ آپؓ کی فوج چھ سات ہزار کے درمیان تھی اور ان کی منزلِ مقصود فلسطین تھی۔

حضرت عمرؓ نے ایک ہزار مجاہدین پر مشتمل دستہ تیار کیا اور حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی قیادت میں روم کی جانب پیش قدمی کے لیے روانہ کیا۔ یہ دستہ رومیوں سے جا ٹکرایا اور دشمن کی قوت کو پارہ پارہ کر کے ان پر فتح حاصل کی اور بعض قیدیوں کے ساتھ واپس ہوا۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے ان قیدیوں سے پوچھ گچھ کی جس سے پتہ چلا کہ رومی فوج رُوئیُس کی قیادت میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کرنے کی تیاری میں ہے۔ ان معلومات کی روشنی میں حضرت عمرؓ نے اپنی فوج کو منظم کیا۔ جب رومی حملہ آور ہوئے تو مسلمان ان کا حملہ روکنے میں کامیاب ہو گئے اور رومی فوج کو واپس ہونے پر مجبور کر دیا اور اس کے بعد ان پر جوابی حملہ کر کے دشمن کی قوت کو تباہ کر دیا اور راہِ فرار اختیار کرنے اور میدان چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ اسلامی فوج نے ان کا پیچھا کیا اور روم کے ہزاروں فوجی مارے گئے اور اسی پر یہ معرکہ ختم ہو گیا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 448-449 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

ان لشکروں کو روانہ کر کے حضرت ابو بکرؓ نے اطمینان کا سانس لیا۔ انہیں کامل امید تھی کہ اللہ ان فوجوں کے ذریعہ سے مسلمانوں کو رومیوں پر غلبہ عطا فرمائے گا۔ وجہ یہ تھی کہ ان میں ایک ہزار سے زیادہ مہاجر اور انصار صحابہ شامل تھے جنہوں نے ہر موقع پر انتہائی وفاداری کا ثبوت دیا تھا اور ابتدائے اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش بدوش لڑائیوں میں حصہ لیا تھا۔ ان میں وہ اہل بدر بھی شامل تھے جن کے متعلق آپؐ، یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حضور یہ التجا کی تھی کہ اے اللہ! اگر آج تو نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو آئندہ پھر کبھی زمین پر تیری پرستش نہیں کی جائے گی۔

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 322 علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

پھر لکھا ہے کہ شاہِ روم ہرقل ان دنوں فلسطین میں تھا۔ جب اسے مسلمانوں کی تیاریوں کی خبریں ملیں تو اس نے علاقے کے سرداروں کو جمع کیا اور ان کے سامنے جوشیلی تقریریں کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ

کرنے پر آمادہ کیا۔ اس نے مسلمانوں کے متعلق کہا کہ یہ بھوکے ننگے، غیر مہذب لوگ صحرائے عرب سے نکل کر تم پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ تم انہیں ایسا منہ توڑ جواب دو کہ پھر یہ کبھی تمہاری طرف دیکھنے کی بھی جرأت نہ کر سکیں۔ سامانِ حرب اور فوجیوں کے ذریعہ سے تمہاری پوری مدد کی جائے گی۔ جو امر اتم پر مقرر کیے گئے ہیں تم دل و جان سے ان کی اطاعت کرو۔ فتح تمہاری ہو گی۔ ہرقل نے وہاں کے لوگوں کو یہ تقریر کی عربوں کے خلاف ابھارنے میں، مسلمانوں کے خلاف ابھارنے میں۔ فلسطین کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ پیکار کر کے ہرقل دمشق آیا۔ وہاں سے حمص اور انطاکیہ پہنچا اور فلسطین کی طرح ان علاقوں میں بھی اس نے جوشیلی تقریریں کر کے وہاں کے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ خود انطاکیہ کو ہیڈ کوارٹر بنا کر مسلمانوں سے مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 347، ترجمہ شیخ محمد احمد پانی پتی، علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

روم کی شام میں دو افواج تھیں۔ ایک فلسطین میں اور دوسری انطاکیہ میں اور ان دونوں افواج نے درج ذیل مقامات پر اپنے مراکز بنا رکھے تھے۔ نمبر ایک انطاکیہ: یہ رومی سلطنت کے دور میں شام کا دارالسلطنت تھا۔ دوسرا قِنَّسْرِین: یہ شام کی سرحد ہے جو شمال مغرب میں فارس کے مقابل پڑتی ہے۔ تیسرا حِمْص: یہ شام کی سرحد ہے جو شمال مشرق میں فارس کے مقابل پڑتی ہے۔ چوتھا۔ عمان: بَلْقَاء کا صدر مقام یہاں مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا۔ پانچواں اجنادین: یہ فلسطین کے جنوب میں روم کا عسکری مرکز تھا جو بلادِ عرب کی مشرقی اور مغربی سرحدوں اور حدود مصر سے ملتا تھا۔ چھٹا قَیْسَارِیَّہ: یہ فلسطین کے شمال میں حیفا سے تیرہ کلومیٹر پر واقع ہے اور اس کے کھنڈرات ابھی تک باقی ہیں۔ رومی ہائی کمان کا مرکز انطاکیہ یا حمص تھا۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 450 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

ایک روایت میں یہ بھی ذکر ملتا ہے کہ جب ہرقل کو اسلامی لشکروں کی آمد کی خبر ملی تو اس نے پہلے اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ میری رائے ہے کہ تم مسلمانوں سے صلح کر لو۔ خدا کی قسم! اگر ان سے شام کی نصف پیداوار پر صلح کرو گے اور تمہارے پاس نصف پیداوار اور روم کا علاقہ رہا تو وہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ شام کے تمام علاقے اور روم کے نصف علاقے پر قابض ہو جائیں مگر اہلِ روم اٹھ کر چلے گئے اور انہوں نے اس کی بات نہیں مانی۔ اس لیے وہ انہیں اکٹھا کر کے حمص لے گیا اور وہاں اس نے فوجیوں اور لشکروں کو تیار کرنا شروع کیا۔ حمص کے بعد ہرقل انطاکیہ گیا۔ چونکہ اس کے پاس فوج بہت زیادہ تھی اس لیے اس نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمانوں کے ہر لشکر کے مقابلے میں الگ الگ لشکر بھیجے تا کہ مسلمانوں کے لشکر کے ہر حصہ کو اپنے مدمقابل کے ذریعہ کمزور کر دے۔ چنانچہ اس نے اپنے بھائی تَذَارِق کو نوے ہزار فوج دے کر حضرت عمروؓ کے مقابلے میں بھیجا اور جَرَجَۃ بِن تُوذَرْ کو حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اسی طرح قَیْقَار بن نَسْطُوس کو ساٹھ ہزار فوج دے کر حضرت ابوعُبیدہؓ کی طرف روانہ کیا اور حضرت شُرَحْبِیل بن حَسَنَہؓ کے مقابلے کے لیے دُرَاقِص کو بھیجا۔

(الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ255 دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء)

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از ہیکل صفحہ 347)

حضرت ابوعُبیدہ بن جَرَّاحؓ جب جَابِیہ کے قریب تھے تو ان کے پاس ایک آدمی خبر لے کر آیا کہ ہِرَقل

انطاکیہ میں ہے اور اس نے تمہارے مقابلے کے لیے اتنا بڑا لشکر تیار کیا ہے کہ اس سے قبل ایسا لشکر اس کے آباؤ اجداد میں سے بھی کسی نے تم سے پہلی قوموں کے مقابلے کے لیے تیار نہیں کیا تھا۔

اس پر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو خط لکھا کہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ شاہ روم ہرقل شام کی ایک بستی جسے انطاکیہ کہتے ہیں وہاں آکر قیام پذیر ہوا ہے اور اپنی سلطنت کے لوگوں کی طرف آدمی بھیجے کہ انہیں جمع کر کے لائیں۔ چنانچہ لوگ ہر مشکل اور آسان راستوں سے ہوتے ہوئے ہرقل کی طرف آئے۔ لہٰذا میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اس کی اطلاع بھیج دوں تا کہ اس بارے میں آپ فیصلہ کر سکیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے حضرت ابوعُبَیدہؓ کی طرف جواباً لکھا کہ تمہارا خط مجھے ملا میں نے اس کو سمجھا جو تم نے شاہِ روم ہرقل کے متعلق تحریر کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ انطاکیہ میں اس کا قیام کرنا اس کی اور اس کے ساتھیوں کی شکست اور اس میں اللہ کی طرف سے تمہاری اور مسلمانوں کی فتح ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ تم نے جو ہرقل کے اپنے مملکت کے لوگوں کو جمع کرنے اور کثیر تعداد میں لوگوں کے جمع ہونے سے متعلق تحریر کیا ہے تو یہ ہم اور تم پہلے سے جانتے ہیں کہ وہ ایسا کریں گے کیونکہ کوئی قوم بغیر قتال کے اپنے بادشاہ کو نہ چھوڑ سکتی ہے اور نہ اپنی مملکت سے نکل سکتی ہے۔

پھر آپ نے لکھا کہ الحمد للہ! مجھے یہ معلوم ہے کہ ان سے لڑنے والے بہت سے مسلمان موت سے اسی قدر محبت رکھتے ہیں جس قدر دشمن زندگی سے محبت رکھتا ہے اور اپنے قتال میں اللہ سے اجر عظیم کی امید رکھتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے اس سے زیادہ محبت رکھتے ہیں جتنی انہیں کنواری عورتوں اور قیمتی مال سے ہوتی ہے۔ ان میں سے ایک مسلمان جنگ کے وقت ہزار مشرکین سے بہتر ہے۔ تم اپنی فوج کے ساتھ ان سے ٹکراؤ اور جو مسلمان تم سے غائب ہیں اس کی وجہ سے پریشان نہ ہو۔ یقیناً اللہ جس کا ذکر بہت بلند ہے وہ تمہارے ساتھ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں تمہاری مدد کے لیے لوگوں کو بھیج رہا ہوں یعنی اَور فوج بھی بھیج رہا ہوں جو تمہارے لیے کافی ہو گی اور مزید کی ان شاء اللہ خواہش نہ رہے گی۔ والسلام

(تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 212-213 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

اسی طرح حضرت عمرو بن عاصؓ کا بھی خط حضرت ابو بکرؓ کو ملا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا کہ تمہارا خط مجھے موصول ہوا جس میں تم نے رومیوں کے فوج اکٹھی کرنے کا ذکر کیا ہے تو یاد رہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی **صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کثرت فوج کی بنا پر ہمیں فتح و نصرت نہیں عطا کی**۔ ہماری تو حالت یہ تھی کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد کرتے اور ہمارے پاس صرف دو گھوڑے ہوتے اور اونٹ پر بھی باری باری سواری کرتے۔ احد کے دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور ہمارے پاس صرف ایک ہی گھوڑا تھا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے دشمن پر غلبہ عطا فرماتا اور ہماری مدد کرتا تھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ عَمرو! یاد رکھو اللہ کا سب سے بڑا مطیع وہ ہے جو معصیت سے سب سے زیادہ بغض رکھے۔ خود بھی اللہ کی اطاعت کرو اور اپنے ساتھیوں کو بھی اطاعتِ الٰہی کا حکم دو۔

(سیدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از علی محمد الصلابی، مترجم صفحہ 452-453 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

حضرت یزید بن ابوسفیانؓ نے بھی حضرت ابو بکرؓ کو خط میں وہاں کے حالات لکھتے ہوئے مدد طلب کی جس کے جواب میں حضرت ابو بکرؓ نے لکھا کہ جب ان سے تمہارا مقابلہ ہو تو اپنے ساتھیوں کو لے کر ان پر ٹوٹ پڑو اور ان سے قتال کرو، اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خبر دی ہے کہ اللہ کے حکم سے چھوٹا گروہ بڑے گروہ پر غالب آ جاتا ہے اور اس کے باوجود میں تمہاری مدد کے لیے مجاہدین پر مجاہدین بھیج رہا ہوں یہاں تک کہ تمہارے لیے کافی ہو جائیں گے اور مزید کی حاجت نہ محسوس کرو گے۔ ان شاء اللہ۔ والسلام۔ حضرت ابو بکرؓ نے دستخط فرمائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ خط حضرت عبد اللہ بن قُرطؓ کو حضرت یزیدؓ کی طرف لے جانے کے لیے دیا اور حضرت عبد اللہؓ آپؓ کا خط لے کر روانہ ہوئے یہاں تک کہ حضرت یزیدؓ کے پاس پہنچے اور یہ خط مسلمانوں کے سامنے پڑھا جس سے مسلمان بہت خوش ہوئے۔

(ماخوذ از تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ213 دارالکتب العلمیۃ بیروت2009ء)

حضرت ابو بکرؓ نے ہاشم بن عُتبہ کو بلایا اور ان سے فرمایا اے ہاشم! یقیناً تمہاری سعادت مندی اور نیک بختی ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ہو جس سے امت اپنے دشمن مشرکین کے خلاف جہاد میں مدد حاصل کر رہی ہے اور جس کی خیر خواہی، صحت رائے، پاکدامنی اور جنگی صلاحیت پر حاکم کو اعتماد اور بھروسا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں یعنی ہاشم کو فرمایا کہ مسلمانوں نے مجھے خط لکھ کر اپنے دشمن کفار کے مقابلے میں مدد طلب کی ہے تو تم اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے پاس جاؤ۔ میں لوگوں کو تمہارے ساتھ جانے پر تیار کر رہا ہوں۔ تم یہاں سے روانہ ہو جاؤ یہاں تک کہ ابوعُبَیدہؓ سے جا ملو۔ حضرت ابو بکرؓ لوگوں میں کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اور فرمایا۔ اما بعد! یقیناً تمہارے مسلمان بھائیوں میں سے کچھ خیر و عافیت سے ہیں۔ کچھ زخمی ہیں جن کا دفاع کیا جا رہا ہے اور ان کی دیکھ بھال کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کے دلوں میں ان کا رعب بٹھا دیا ہے۔ انہوں نے اپنے قلعوں میں پناہ لے کر ان کے دروازے بند کر لیے ہیں۔

مسلمانوں کی طرف سے پیغام رساں یہ خبر لائے ہیں کہ شاہِ روم ہرقل نے ان کے سامنے سے بھاگ کر شام کے کنارے ایک بستی میں پناہ لے لی ہے۔ انہوں نے ہمیں یہ خبر بھیجی ہے کہ ہرقل نے اس جگہ سے بہت بڑی فوج مسلمانوں سے مقابلے کے لیے روانہ کی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ تمہارے مسلمان بھائیوں کی مدد کے لیے تمہاری فوج روانہ کروں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے ان کی پشت مضبوط کرے گا یعنی اس فوج کے ذریعہ سے مسلمانوں کی پشت مضبوط کرے گا اور دشمن کو ذلیل کرے گا اور ان کے دلوں میں اس کا رعب ڈال دے گا۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ ہاشِم بن عُتبہ کے ساتھ تیار ہو جاؤ اور اللہ سے اجر و خیر کی امید رکھو۔ اگر تم کامیاب ہوئے تو فتح و غنیمت حاصل ہو گی اور اگر ہلاک ہوئے تو شہادت و کرامت حاصل ہو گی۔

پھر حضرت ابو بکرؓ اپنے گھر آئے اور لوگ ہاشم بن عتبہ کے پاس جمع ہونے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد بڑھ گئی۔ جب ایک ہزار ہو گئے تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں کوچ کرنے کا حکم دے دیا۔ ہاشم نے حضرت ابو بکرؓ کو سلام کیا اور الوداع کہا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے فرمایا اے ہاشم! ہم بڑے بوڑھے کی رائے، مشورہ اور حسن تدبیر

سے استفادہ کیا کرتے تھے اور نوجوانوں کے صبر، قوت اور شجاعت پر بھروسا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے اندر یہ سب خصائل جمع کر دیے ہیں۔ تم ابھی نوعمر اور خیر کی طرف بڑھنے والے ہو۔

جب دشمن سے مڈھ بھیڑ ہو تو ڈٹ کر مقابلہ کرنا اور صبر کا مظاہرہ کرنا اور یاد رکھو اللہ کی راہ میں جو قدم بھی تم اٹھاؤ گے، جو خرچ بھی کرو گے اور جو پیاس تھکاوٹ اور بھوک تمہیں لاحق ہو گی اس کے بدلے اللہ تعالیٰ تمہارے نامہ اعمال میں عملِ صالح لکھے گا۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ ہاشم نے عرض کیا کہ اگر اللہ نے میرے ساتھ خیر خواہی چاہی تو مجھے ایسا ہی کرے گا اور میں ایسا ہی کروں گا۔ قوت و طاقت اللہ ہی عطا کرنے والا ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اگر میں مارا نہ گیا تو میں ان سے لڑوں گا۔ پھر ان سے لڑوں گا پھر ان سے لڑوں گا۔ پھر کہا کہ مجھے امید ہے کہ اگر میں قتل نہ کیا گیا تو میں ان سے بار بار لڑائی کروں گا یا انہوں نے یہ کہا کہ میری خواہش ہو گی کہ میں قتل کیا جاؤں اور بار بار قتل کیا جاؤں۔ یہ دو روایتیں ہیں۔ پھر ان سے ان کے چچا حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے کہا کہ اے بھتیجے! تم جو بھی نیزے چلاؤ اور جو ضرب بھی لگاؤ اس سے مقصود اللہ کی رضا ہو اور جان لو کہ تم بہت جلد دنیا سے رخصت ہونے والے ہو اور عنقریب اللہ کی طرف لوٹنے والے ہو اور دنیا سے لے کر آخرت تک تمہارے ساتھ سچائی کا قدم ہو گا جو تم نے اٹھایا ہو گا یا عمل صالح ہو گا جو تم نے کیا ہے۔ ہاشم نے کہا: چچا جان! آپؓ میری طرف سے اس بارے میں بالکل بے خوف رہیں۔ اگر میرا قیام و سفر، صبح شام کی نقل و حرکت، کوشش کرنا اور لشکر کشی کرنا اور اپنے نیزے سے زخم لگانا اور اپنی تلوار سے ضرب لگانا لوگوں کو دکھانے کے لیے ہو تو پھر مَیں خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا۔ یعنی کہ میرا ہر عمل تو اللہ کی خاطر ہو گا لوگوں کے لیے نہیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس سے روانہ ہوئے اور حضرت ابوعُبَیدہؓ کا راستہ اختیار کیا یہاں تک کہ ان کے پاس آ گئے۔ ان کے پہنچنے سے مسلمان خوش ہو گئے اور ایک دوسرے کو ان کی آمد کی خوشخبری سناتے۔

حضرت سعید بن عَامِر بن حِذْیَمؓ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابو بکرؓ انہیں جہاد شام پر بھیجنا چاہتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ یہ ایک اَور لشکر تیار کر رہے تھے۔ حضرت سعید کا خیال تھا کہ یہ ان کی سرکردگی میں جائے گا۔ بہرحال ان کو یہ خبر پہنچی لیکن جب حضرت ابو بکرؓ نے کچھ تاخیر کر دی اور کچھ دن ان سے ذکر کرنے سے رُکے رہے تو حضرت سعیدؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور عرض کیا اے ابو بکرؓ! اللہ کی قسم مجھے یہ خبر ملی تھی کہ آپؓ مجھے رومیوں کی جانب بھیجنے کا ارادہ رکھتے ہیں مگر پھر مَیں نے دیکھا کہ آپؓ نے خاموشی اختیار کر لی۔ میں نہیں جانتا کہ میرے بارے میں آپؓ کے دل میں کیا خیال آیا ہے اگر آپؓ میرے علاوہ کسی اَور کو امیر بنا کر بھیجنا چاہتے ہیں تو مجھے اس کے ساتھ بھیج دیں۔ میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی خوشی والی بات نہیں ہو گی۔ اور اگر آپ کسی کو بھی بھیجنا نہیں چاہتے تو میں جہاد کا شوق رکھتا ہوں آپؓ مجھے اجازت دیں کہ میں مسلمانوں سے جا ملوں۔ اللہ آپؓ پر رحم فرمائے۔ میرے سامنے یہ ذکر کیا گیا ہے کہ رومیوں نے بہت بڑا لشکر جمع کیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا:

اے سعید بن عامر! تمام رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والا تم پر رحم کرے۔ جہاں تک میں تمہیں جانتا ہوں تمہارا شمار تواضع اختیار کرنے والوں، صلہ رحمی کرنے والوں، صبح کے وقت تہجد ادا کرنے والوں اور

بکثرت اللہ کا ذکر کرنے والوں میں سے ہوتا ہے۔

تو حضرت سعیدؓ نے آپؓ سے عرض کیا کہ اللہ آپؓ پر رحم کرے اللہ کے مجھ پر اس سے بڑھ کر احسانات ہیں۔ اسی کا فضل اور احسان ہے۔ بخدا جہاں تک میں آپ کو جانتا ہوں آپ حق کو کھل کر بیان کرنے والے، انصاف کے ساتھ مضبوطی سے کھڑے ہونے والے، مومنوں کے ساتھ بہت رحم کرنے والے، کافروں کے مقابلے میں انتہائی سخت ہیں۔ آپؓ عدل کے ساتھ فیصلہ کرتے ہیں اور مال کی تقسیم کے وقت کسی کو ترجیح نہیں دیتے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں فرمایا: بس کرو اے سعید! بس کرو۔ اللہ آپ پر رحم کرے۔ جاؤ اور جنگ پر جانے کی تیاری کرو۔ میں شام میں موجود مسلمانوں کی طرف ایک لشکر بھیجنے والا ہوں اور اس پر تمہیں امیر مقرر کرتا ہوں۔ پھر آپ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں میں اعلان کریں۔ انہوں نے اعلان کیا۔ مسلمانو! حضرت سعید بن عامر بن حِذْیَمؓ کے ساتھ شام کی مہم کے لیے تیار ہو جاؤ۔ چند دن میں ان کے ساتھ سات سو افراد تیار ہو گئے اور جب حضرت سعیدؓ نے کوچ کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت بلالؓ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:

اے رسول اللہؐ کے خلیفہ! اگر اللہ تعالیٰ کی خاطر آزاد کیا تھا تا کہ میں اپنے نفس کا مالک رہوں اور نفع بخش چیز کے سلسلہ میں نقل و حرکت کروں تو آپؓ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنے رب کی راہ میں جہاد کروں۔ مجھے بیٹھے رہنے سے جہاد زیادہ محبوب ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ گواہ ہے کہ میں نے تمہیں اسی کی خاطر آزاد کیا تھا اور میں تم سے اس کے بدلہ کسی قسم کی جزا اور شکریہ کا طلبگار نہیں ہوں۔ یہ زمین بہت وسیع ہے پس جس رستے کو تم پسند کرو اس پر چلو۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا۔ اے صدیقؓ! شاید آپ نے میری اس بات کا بُرا منایا ہے اور آپؓ مجھ سے ناراض ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: نہیں بخدا! میں اس بات سے ناراض نہیں ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم میری خواہش کی وجہ سے اپنی خواہش کو ترک مت کرو کیونکہ تمہاری خواہش تمہیں اللہ کی اطاعت کی طرف بلاتی ہے۔ حضرت بلالؓ نے عرض کیا اگر آپ چاہتے ہیں تو میں آپؓ کے پاس رک جاتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اگر تمہاری خواہش جہاد کرنے کی ہے تو میں تمہیں ٹھہرنے کا حکم کبھی نہیں دوں گا۔ میں تمہیں صرف اذان کے لیے چاہتا ہوں اور اے بلالؓ! مجھے تمہاری جدائی سے وحشت محسوس ہوتی ہے لیکن ایسی جدائی ضروری ہے جس کے بعد قیامت تک ملاقات نہ ہو گی۔ اے بلالؓ! تم عملِ صالح کرتے رہنا۔ یہ دنیا سے تمہارا زادِ راہ ہو، عملِ صالح اور جب تک تم زندہ رہو گے اس کی وجہ سے اللہ تمہارا ذکر باقی رکھے گا اور جب وفات پاؤ گے تو اس کا بہترین ثواب عطا کرے گا۔ حضرت بلالؓ نے آپؓ سے عرض کیا: اللہ آپؓ کو اس دوست اور بھائی کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ بخدا! آپؓ نے جو ہمیں اللہ کی اطاعت پر صبر اور حق اور عمل صالح پر مداومت کا حکم فرمایا ہے تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے اور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان نہیں دینا چاہتا۔ پھر حضرت سعید بن عامرؓ کے ساتھ حضرت بلالؓ بھی روانہ ہو گئے۔

(الاکتفاء بما تضمنه من مغازی رسول الله... جلد2 جزء1 صفحه 130 تا 132 عالم الکتب بیروت 1997ء)

یہ بھی درخواست کی کہ اگر صرف اذان کے لیے روکنا ہے تو میری خواہش یہی ہے کہ میں اذان نہ دوں

کیونکہ دل نہیں مانتا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کے لیے اذان دوں۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے پاس اَور لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے حضرت معاویہؓ کو ان پر امیر بنایا اور انہیں ان کے بھائی حضرت یزیدؓ سے مل جانے کا حکم دیا۔ حضرت معاویہؓ روانہ ہو کر حضرت یزیدؓ سے جا ملے۔ جب حضرت معاویہؓ کا گزر حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس سے ہوا تو ان کی فوج کا بقیہ حصہ بھی حضرت معاویہؓ کے ساتھ ہو گیا۔

(تاریخ الطبری جزء الثانی صفحہ 333 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012)

پھر حمزہ بن مالک ہمذانی ایک لشکر لے کر حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس لشکر کی تعداد ایک ہزار کے قریب یا اس سے بھی زیادہ تھی۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے ان کی تعداد اور تیاری دیکھی تو آپؓ بہت خوش ہوئے اور فرمایا مسلمانوں پر اللہ کے اس احسان پر تمام تعریفیں اسی کے لیے ہیں۔ اللہ ہمیشہ ان لوگوں کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کر کے ان کی راحت کے سامان مہیا کرتا رہتا ہے۔ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی پشت کو مضبوط کرتا ہے اور ان کے دشمن کی پشت کو توڑ کر رکھ دیتا ہے۔ پھر حمزہ نے حضرت ابو بکرؓ سے عرض کیا: کیا آپؓ کے علاوہ مجھ پر کوئی اَور بھی امیر ہو گا؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: ہاں ہم نے تین امیر مقرر کیے ہیں تم ان میں سے جس کے ساتھ چاہو جا ملو۔ پھر جب حمزہ مسلمانوں سے ملے اور ان سے دریافت کیا کہ ان امرا میں سے کون سا امیر سب سے افضل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کے لحاظ سے سب سے بہترین ہے تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت ابوعُبَیدہ بن جراحؓ۔ چنانچہ وہ ان سے جا ملے۔ یہ بھی ان لوگوں کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار تھا کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہا میں اس کے ساتھ رہوں۔ جہادی وفود کے آنے کا سلسلہ مدینہ میں جاری رہا اور حضرت ابو بکرؓ انہیں مہمات پر روانہ کرتے رہتے۔ دوسری طرف حضرت ابوعُبَیدہؓ برابر حضرت ابو بکرؓ کو لکھتے رہے۔ رومی اور ان کے حاشیہ نشین قبائل مسلمانوں سے لڑنے کے لیے بھاری تعداد میں اکٹھے ہو رہے ہیں اس لیے مجھے ارشاد فرمائیں کہ اس موقع پر کیا کرنا چاہیے۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللّٰہ... جلد2 جزء1 صفحہ 133 تا136 عالم الکتب بیروت 1997ء)

حضرت ابوعُبَیدہؓ کے پے در پے خطوط کے نتیجہ **میں حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو شام بھیجنے** کا فیصلہ کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں ضرور خالد بن ولیدؓ کے ذریعہ رومیوں کو ان کے شیطانی وسوسے بھلا دوں گا۔ حضرت خالدؓ اس وقت عراق میں تھے جس وقت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت خالدؓ کو شام جانے اور وہاں اسلامی افواج کی امارت سنبھالنے کا حکم دیا تو حضرت ابوعُبَیدہؓ کو لکھا: امابعد! میں نے شام میں دشمنوں سے جنگ کی قیادت خالد کو سونپ دی ہے۔ تم اس کی مخالفت نہ کرنا۔ ان کی بات سننا اور ان کے حکم کی تعمیل کرنا۔ میں نے ان کو تمہارے اوپر اس لیے مقرر نہیں کیا کہ تم میرے نزدیک ان سے افضل نہیں ہو لیکن میرے خیال میں جو جنگی مہارت انہیں حاصل ہے تمہیں نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے لیے خیر کا ہی ارادہ کرے۔ والسلام۔

(الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللّٰہ... جلد2 جزء1 صفحہ 148 عالم الکتب بیروت 1997ء)
(تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 220)

حضرت خالدؓ کی عراق سے شام کی طرف روانگی کے بارے میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کا خط

حضرت خالدؓ کو ملا تو اس کی مختلف روایات ہیں کہ وہ آٹھ سو یا چھ سو یا پانچ سو یا ہزاروں میں بھی ہیں، نو ہزار تک بھی ہے یا چھ ہزار کی بھی۔ یہ جمعیت لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ کچھ روایتوں میں سینکڑوں میں بات آتی ہے، کچھ میں ہزاروں میں۔ بہر حال وہ شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ قُنَّاقِرَہ مقام پر پہنچے تو آپ نے وہاں کے لوگوں پر حملہ کیا اور پھر وہاں سے صحرا کو عبور کرتے ہوئے انتہائی پُر صعوبت سفر طے کرنے کے بعد اپنا سیاہ رنگ کا جھنڈا لہراتے ہوئے دمشق کے قریب ثَنِیَّۃُ الْعُقَاب پہنچے۔ اس کے بارے میں، اس جھنڈے کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا تھا جس کا نام عُقَاب تھا۔ اس جھنڈے کی وجہ سے اس گھاٹی کا نام بھی ثَنِیَّۃُ الْعُقَاب پڑ گیا۔

(ماخوذ الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 256تا258 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2006ء)

(حضرت ابو بکر صدیقؓ اکبر از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 350 علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

اس کے بعد دمشق کے مشرقی دروازے سے ایک میل کے فاصلے پر حضرت خالدؓ نے ایک جگہ قیام فرمایا۔ بعض روایات میں مذکور ہے کہ حضرت ابوعُبَیدہؓ آپ کو یہیں ملے تھے اور دشمن کا محاصرہ اصل میں اسی روز شروع ہوا تھا۔ بعض روایات میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضرت خالدؓ نے دمشق کے سامنے زیادہ دن تک قیام نہ کیا بلکہ آگے بڑھ کر فَنَاۃِ بُصریٰ پہنچے۔ جب حضرت خالد بن ولیدؓ مسلمانوں کے ساتھ بُصریٰ پہنچے تو تمام لشکر یہاں جمع ہو گئے اور سب نے یہاں کی جنگ میں انہیں اپنا امیر بنا لیا۔ انہوں نے شہر کا محاصرہ کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ اس جنگ کے قائد حضرت یزید بن ابوسفیانؓ تھے کیونکہ یہ دمشق کی عملداری میں تھا جس کے وہ والی اور قائد تھے۔ یہاں کے باشندوں نے اس پر صلح کی کہ مسلمانوں کو جزیہ دیں گے اور مسلمان ان کی جانوں اور ان کے اموال اور ان کی اولاد کو امان دیں گے۔

(فتوح البلدان للبلاذری صفحہ 174 مترجم ابوالخیر مودودی، نفیس اکیڈمی لاہور 1986ء)

(حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ از محمد حسین ہیکل مترجم شیخ محمد احمد پانی پتی صفحہ 351 علم و عرفان پبلشرز لاہور 2004ء)

پھر معرکہ اَجْنَادَیْن یا اجنادِین ہے۔ دونوں لکھے ہیں۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ فلسطین کے نواحی علاقوں میں سے یہ ایک معروف بستی کا نام ہے۔

(معجم البلدان جلد 1 صفحہ 129 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

بُصریٰ کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ، حضرت ابوعُبَیدہؓ، حضرت شرحبیلؓ اور حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کو ساتھ لے کر حضرت عمرو بن عاصؓ کی مدد کے لیے فلسطین کی طرف روانہ ہوئے۔ حضرت عمرؓ اس وقت فلسطین کے نشیبی علاقوں میں مقیم تھے۔ آپ اسلامی لشکروں سے آ کر ملنا چاہتے تھے مگر رومی لشکر ان کے تعاقب میں تھا اور اس کوشش میں تھا کہ انہیں جنگ پر مجبور کر دے۔ رومیوں نے جب مسلمانوں کی آمد کے متعلق سنا تو وہ اجنادین کی طرف ہٹ گئے۔ حضرت عمرو بن عاصؓ نے جب اسلامی لشکروں کے متعلق سنا تو وہ وہاں سے چل پڑے یہاں تک کہ اسلامی لشکروں سے جا ملے اور پھر سب اجنادین کے مقام پر جمع ہو گئے اور رومیوں کے سامنے صف آرا ہو گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ 346 – 347 دارالکتب العلمیۃ بیروت1987ء)

(ماخوذ از الخلیفۃ الاول ابوبکر الصدیقؓ شخصیتہ و عصرہ للصلابی صفحہ 312 دار المعرفۃ)

دوسری روایت یہ بھی ہے کہ اس کے مطابق اجنادین جانے سے قبل حضرت خالد بُصریٰ کی بجائے دمشق کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اور حضرت ابوعُبَیدہؓ بھی ان کے ہمراہ تھے۔ اس محاصرے کے دوران ہرقل نے اہلِ دمشق کی مدد کے لیے ایک لشکر بھی بھیجا تھا جس کے ساتھ مسلمانوں کی جھڑپ ہوئی تھی جو بعد میں دمشق کی فتح کے ذیل میں بیان ہو جائے گی۔

(ماخوذ از حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل صفحہ 379-380 بک کارنر شوروم جہلم)

بہرحال دمشق کے محاصرے کے دوران حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ کو معلوم ہوا کہ حِمص کے حاکم نے ایک لشکر اکٹھا کیا ہے تا کہ حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کا راستہ کاٹے جو کہ اس وقت بُصریٰ میں تھے اور یہ کہ رومیوں کا ایک بڑا لشکر اجنادین کے مقام پر اترا ہے۔ اس خبر نے حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ کو پریشان کر دیا کیونکہ آپؓ اس وقت اہل دمشق سے جنگ میں مصروف تھے۔ اس پر حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ نے باہم مشورہ کیا۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ ہم یہاں سے چلیں اور حضرت شرحبیلؓ تک پہنچ جائیں اس سے قبل کہ دشمن ان تک پہنچ جائے۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ اگر ہم حضرت شرحبیلؓ کی طرف گئے تو اجنادین میں موجود رومی لشکر ہمارا پیچھا کرے گا اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ہم اسی بڑے لشکر کا قصد کریں جو کہ اجنادین میں موجود ہے اور حضرت شرحبیلؓ کی طرف پیغام بھیج دیں اور انہیں دشمن کی ان کی طرف ہونے والی حرکت سے آگاہ کر دیں اور انہیں کہیں کہ وہ اجنادین میں ہمارے ساتھ آ ملیں۔ اسی طرح ہم حضرت یزید بن ابوسفیانؓ اور حضرت عمروؓ کو بھی کہلا بھیجیں کہ وہ ہم سے اجنادین میں آ کر مل جائیں پھر ہم اپنے دشمن سے مقابلہ کریں۔ اس پر حضرت ابوعُبَیدہؓ نے کہا کہ یہ رائے بہت عمدہ ہے اللہ اس میں برکت رکھے۔ اس پر عمل کریں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت ابوعُبَیدہؓ نے حضرت خالدؓ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ ہمارا لشکر شام میں متفرق مقامات پر منتشر ہے۔ لہٰذا ان تمام کو خط لکھا جائے کہ وہ ہمیں اجنادین کے مقام پر آ کر ملیں چنانچہ جب حضرت خالدؓ نے دمشق سے اجنادین کی طرف جانے کا ارادہ کیا تو تمام امرا کو خط لکھ کر اجنادین میں جمع ہونے کا ارشاد فرمایا۔ حضرت خالدؓ اور حضرت ابوعُبَیدہؓ بھی لوگوں کو لے کر دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین والوں کی طرف سرعت کے ساتھ نکل پڑے۔ حضرت ابوعُبَیدہؓ لشکر کے پچھلے حصہ میں تھے۔ اہلِ دمشق نے تعاقب کر کے حضرت ابوعُبَیدہؓ کو جالیا اور ان کا گھیراؤ کر لیا۔ آپ دو سو آدمیوں کے ساتھ تھے۔ دراصل یہ عورتوں بچوں اور مال و اسباب پر مشتمل قافلہ تھا۔ ایک روایت کے مطابق ان کی نگرانی اور حفاظت کے لیے ایک ہزار سوار بھی موجود تھے۔ جبکہ اہلِ دمشق بہت بڑی تعداد میں تھے۔ بہرحال حضرت ابوعُبَیدہؓ نے ان سے شدید لڑائی کی۔ جب اس کی اطلاع حضرت خالدؓ تک پہنچی جو کہ سواروں کے ساتھ لشکر کے اگلے حصہ میں تھے تو آپؓ واپس لوٹے اور آپؓ کے ساتھ دوسرے لوگ بھی لوٹے۔

پھر سواروں نے رومیوں پر حملہ کر دیا اور انہیں ایک دوسرے پر گراتے ہوئے تین میل تک پیچھے دھکیل دیا یہاں تک کہ وہ واپس دمشق میں داخل ہو گئے۔ دوسری طرف اجنادین میں مقیم رومی فوج نے اپنے دوسرے لشکر کی جانب خط روانہ کیا اور انہیں بھی اجنادین آنے کی ہدایت کی۔ رومیوں کا یہ لشکر حضرت شرحبیلؓ پر

حملہ کی غرض سے بُصریٰ کی طرف جارہا تھا چنانچہ وہ لشکر بھی اجنادین آگیا۔ اسی طرح حضرت خالدؓ کی ہدایت پر تمام اسلامی لشکر بھی اجنادین میں جمع ہو گئے۔

(ماخوذ از تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 228 تا 230 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)(مردان عرب صفحہ 214، 216)

رومی سپہ سالار نے مسلمانوں کو کچھ دے دلا کر واپس بھیجنا چاہا کیونکہ ایرانیوں کی طرح اس کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ بھوکے ننگے لوگ ہیں۔ اپنے غریب ملک سے لوٹ مار کے لیے نکلے ہیں۔ وہ صدیوں کے غیر متمدن جاہل مفلس اور بے سروسامان صحرا نشین عربوں سے کسی اعلیٰ مقصد کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ حضرت خالدؓ کو ایک پیشکش کی کہ اگر وہ اور ان کی فوج واپس چلے جائیں تو ہر سپاہی کو ایک دستار ایک جوڑا کپڑا اور ایک طلائی دینار دیا جائے گا۔ سپہ سالار کو دس جوڑے کپڑے اور ایک سو طلائی دینار اور خلیفہ کو ایک سو جوڑے کپڑے اور ایک ہزار دینار۔ تو یہ انہوں نے کہا کہ یہ ڈاکو لٹیرے ہیں۔ ان کو اتنا دو اور رخصت کر دو۔ حضرت خالدؓ نے یہ سنا تو یہ پیشکش بڑی حقارت سے ٹھکرا دی اور انتہائی سخت الفاظ میں کہا کہ رومیو! ہم تمہاری خیرات کو حقارت سے ٹھکراتے ہیں کیونکہ جلد ہی ہم تمہارے مال و دولت، تمہارے کنبوں اور تمہاری ذاتوں کے مالک بن جائیں گے۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 156-157 البدر پبلیکیشنز لاہور)

جب دونوں لشکر قریب ہو گئے تو رومیوں کے ایک سردار نے ایک عربی شخص کو بلا کر کہا کہ تم مسلمانوں میں داخل ہو جاؤ۔ وہ عربی مسلمان نہیں تھا اور ان میں ایک دن رات ٹھہرو۔ پھر میرے پاس ان کی خبریں لاؤ۔ وہ شخص لوگوں میں جا گھسا۔ عربی شخص ہونے کی وجہ سے کسی نے اس کو اجنبی نہ سمجھا وہ مسلمانوں کے درمیان ایک دن اور ایک رات مقیم رہا۔ پھر جب رومی سردار کے پاس واپس آیا تو اس نے پوچھا: کیا خبر لائے ہو؟ اس نے کہا خبر کا پوچھتے ہو تو پھر خبر یہ ہے کہ رات کو یہ عبادت گزار ہیں، رات کی عبادت کرنے والے ہیں اور دن کو شہسوار۔ اپنے درمیان انصاف کو قائم رکھنے کی خاطر اگر ان کے بادشاہ کا بیٹا بھی چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیتے ہیں اور اگر زنا کرے تو اس کو سنگسار کر دیتے ہیں۔ رومی سردار نے اسے کہا کہ اگر تم مجھ سے سچ کہہ رہے ہو تو سطح زمین پر ان سے مقابلہ کرنے کی نسبت زمین کے اندر سما جانا بہتر ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھ پر بس اتنی عنایت کرے کہ مجھے اور انہیں اپنے حال پر چھوڑ دے نہ ان کے خلاف میری مدد کرے اور نہ ہی میرے خلاف ان کی۔

(تاریخ طبری جلد2 صفحہ347 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

تاریخ طبری میں یہ لکھا ہے۔ بہرحال صبح کے وقت لوگ ایک دوسرے کے قریب ہو گئے تو حضرت خالدؓ نکلے اور لشکر کو ترتیب دیا۔ حضرت خالدؓ لوگوں کے درمیان انہیں جہاد کی ترغیب دلاتے ہوئے چلتے جاتے تھے اور ایک جگہ نہ رکتے تھے اور آپ نے مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ مضبوطی سے ڈٹی رہیں اور لوگوں کے پیچھے کھڑی ہو جائیں۔ اللہ کو پکاریں اور اسی سے فریاد کرتی رہیں اور جب کبھی مسلمانوں میں سے کوئی آدمی ان کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے بچوں کو ان کی طرف بلند کریں اور ان سے کہیں کہ اپنی اولاد اور عورتوں کو بچانے کے لیے جنگ کرو۔ حضرت خالدؓ ہر دستے کے پاس ٹھہرتے اور فرماتے: اے اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور اللہ کے راستے میں اور ان لوگوں سے جنگ کرو جنہوں نے اللہ کا انکار کیا ہے اور اپنی ایڑیوں کے بل پھر نہ جانا اور تم اپنے

دشمن سے مرعوب نہ ہونا بلکہ شیروں کی طرح پیش قدمی کرو یہاں تک کہ رعب چھٹ جائے اور تم آزاد معزز لوگ ہو۔ تمہیں دنیا بھی دی گئی ہے اور آخرت کا بدلہ بھی تمہارے لیے اللہ کے ذمہ واجب قرار دیا گیا ہے۔ دشمن کی کثرت جو تم دیکھ رہے ہو تمہیں خوف میں مبتلا نہ کرے۔ یقیناً اللہ اپنا عذاب اور سزا نازل کرنے والا ہے۔ حضرت خالدؓ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب میں حملہ کروں تو تم بھی حملہ کر دینا۔

(ماخوذ از تاریخ الخمیس جلد3صفحہ 230-231دارالکتب العلمیۃ بیروت2009ء)

اس کے بعد دونوں لشکروں میں شدید لڑائی ہوئی۔ حضرت سعید بن زید نے مسلمانوں کو اس طرح نصیحت کر کے جوش دلایا کہ اے لوگو! اللہ کے سامنے اپنی موت کو یاد رکھو اور جنگ سے بھاگ کر جہنم کے مستحق مت بنو۔ اے دین کی حفاظت کرنے والو! اور اے قرآن کی تلاوت کرنے والو! صبر سے کام لو، صبر سے! جب جنگ ہوئی اور سخت جنگ ہوئی تو رومیوں نے بھاگ کر جان بچائی۔ جب اپنے مقام پر پہنچ گئے تو وَرْدَان نے اپنی قوم کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اگر یہی حالت رہی تو یہ ملک و دولت تم سے چلی جائے گی۔ بہتر ہے کہ اب بھی اپنے دلوں کے زنگ کو دھو ڈالو۔ ہمارے دلوں میں خیال تک نہیں گزرا تھا کہ یہ چرواہے اور یہ بھوکے ننگے غلام عرب ہم سے لڑیں گے۔ ان کو قحط و خشک سالی نے ہماری طرف روانہ کیا اور اب انہوں نے یہاں آ کر پھل کھائے، میوے کھائے، جَو کی جگہ گندم کی روٹی مل گئی۔ سرکہ کی جگہ شہد کھا رہے ہیں۔ انجیر، انگور اور عمدہ اشیاء سے لطف اٹھا رہے ہیں۔ پھر اس نے کچھ سرداروں سے رائے طلب کی تو ایک سردار نے یہ مشورہ دیا کہ اگر مسلمانوں کو شکست دینا چاہتے ہو تو ان کے امیر کو کسی حیلے اور بہانے سے دھوکے سے بلا کر قتل کر دو تو باقی سب لوگ بھاگ جائیں گے۔ تم پہلے قوم کے دس سپاہیوں کو بھیجو کہ وہ گھات لگا کر بیٹھ جائیں اور پھر مسلمانوں کے امیر کو اکیلے گفتگو اور مذاکرات کے لیے بلاؤ۔ جب وہ بات چیت کی غرض سے آئے تو گھات لگائے ہوئے سپاہی دھاوا بول کر اسے قتل کر دیں۔

چنانچہ رومیوں کے امیر نے ایک فصیح و بلیغ شخص کو حضرت خالدؓ کے پاس بھیجا۔ قاصد جب مسلمانوں کے پاس پہنچا تو زور سے آواز دی کہ اے عرب! کیا خونریزی اور اس قتل پر بس نہیں کرتے ہو۔ ہم نے صلح کی ایک تجویز سوچی ہے۔ لہٰذا مناسب ہے کہ تمہارا سردار مجھ سے گفتگو کے لیے آگے آ جائے۔ حضرت خالدؓ آگے آئے اور اسے کہا کہ تُو جو پیغام لایا ہے اسے بیان کر مگر سچائی کو مدنظر رکھنا۔ اس نے کہا کہ میں اس غرض سے حاضر ہوا ہوں کہ ہمارا امیر خونریزی کو پسند نہیں کرتا۔ اب تک جو لوگ قتل ہوئے ہیں ان کو اس پر غم ہے۔ اس لیے ان کی یہ رائے ہے کہ تم لوگوں کو کچھ مال دے کر ایک معاہدہ کریں تا کہ جنگ بندی ہو جائے۔ دورانِ گفتگو اللہ تعالیٰ نے جو قاصد آیا تھا اس کے دل میں ایسا رعب ڈالا کہ اس نے حضرت خالدؓ سے اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے بدلے اپنے سردار کا پورا منصوبہ حضرت خالدؓ کے سامنے بیان کر دیا۔ سارا منصوبہ جو اس کو پتہ تھا کہ کس طرح چھپ کر حضرت خالدؓ پہ حملہ کرنا ہے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے غداری نہیں کی تو میں تجھے اور تیرے اہل و عیال کو امان دیتا ہوں۔ پھر وہ واپس چلا گیا اور اپنے سردار کو جا کر بتایا کہ حضرت خالدؓ ان سے بات چیت کے لیے تیار ہیں۔ وہ بہت خوش ہوا اور جو جگہ بات چیت کے لیے معین کی گئی تھی وہاں اپنے دس سپاہیوں کو ایک ٹیلے کے پیچھے چھپا کر گھات لگانے کا حکم

دیا۔ حضرت خالدؓ جیسا کہ اس نے بتا دیا تھا اس کے منصوبے کو جان چکے تھے۔ چنانچہ آپ نے حضرت ضرارؓ سمیت دس مسلمانوں کو اس مقام کی طرف بھیجا جہاں دشمن گھات لگائے ہوئے تھا۔ مسلمانوں نے اس جگہ پہنچ کر رومی سپاہیوں کو جالیا اور سب کو قتل کر کے خود ان کی جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت خالدؓ رومیوں کے امیر سے بات چیت کے لیے چلے گئے۔ دونوں طرف کی فوجیں بالکل ایک دوسرے کے مقابل تیار کھڑی تھیں۔ رومی امیر بھی وہاں پہنچ گیا۔ حضرت خالدؓ نے اس سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا۔

اگر تم اسلام قبول کر لو تو تم ہمارے بھائی بن جاؤ گے ورنہ جزیہ دو یا لڑائی کے لیے تیار ہو جاؤ۔ رومی امیر کو گھات لگائے ہوئے سپاہیوں پر بھروسا تھا۔ چنانچہ وہ ایک دم حضرت خالدؓ پر تلوار سے حملہ آور ہوا اور آپ کے دونوں بازوؤں کو پکڑ لیا۔ حضرت خالدؓ نے بھی اس پر حملہ کیا۔ رومی امیر نے اپنے آدمیوں کو آواز دی کہ جلدی دوڑو، مَیں نے مسلمانوں کے امیر کو پکڑ لیا ہے۔ ٹیلے کے پیچھے سے صحابہ کرامؓ نے یہ آواز سنی تو تلواریں سونت کر اس کی طرف لپکے۔ وَرْدَان پہلے تو یہ سمجھا کہ یہ میرے آدمی ہیں مگر جب حضرت ضِرارؓ پر نظر پڑی تو بدحواس ہو گیا اس کے بعد حضرت ضِرارؓ اور دوسرے سپاہیوں نے مل کر اس کا کام تمام کر دیا۔ جب رومیوں کو اپنے امیر کی موت کی خبر ہوئی تو ان کے حوصلے پست ہو گئے۔

(ماخوذ از فتوحات شام از مولانا فضل محمد یوسف زئی صفحہ 97 تا 104 مکتبہ ایمان ویقین 2011ء)

اس کے بعد لوگ ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے اور لڑائی شروع ہو گئی۔ رومیوں کے ایک اَور سردار نے مسلمانوں کی لڑائی کا حال دیکھا تو اپنے لوگوں سے کہا کہ میرے سر کو کپڑے سے باندھ دو۔ انہوں نے اس سے پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ آج کا دن بڑا منحوس ہے میں اس کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ میں نے دنیا میں آج تک ایسا سخت دن نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں نے اس کا سر قلم کیا تو وہ کپڑے میں لپٹا ہوا تھا۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ347 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1987ء)

اس جنگ میں رومیوں کی تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔

(فتوح البلدان لامام ابی الحسن البلاذری صفحہ74 دارالکتب العلمیۃ بیروت2000ء)

مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار۔

(الخلیفۃ الاول ابوبکر الصدیق شخصیتہ و عصرہ للدکتور علی محمد الصلابی صفحہ 312 دارالمعرفۃ بیروت2006ء)

اور ایک روایت کے مطابق پینتیس ہزار تھی۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 805 البدر پبلیکیشنز لاہور 2000ء)

اس جنگ میں تین ہزار رومی مارے گئے اور ان کا شکست خوردہ لشکر دیگر کئی شہروں میں پناہ لینے پر مجبور ہوا۔

(تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 231 دارالکتب العلمیۃ بیروت2009ء)

اَجْنَادَین کی فتح کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو ایک خط کے ذریعہ یہ خوشخبری سنائی۔ اس کا متن اس طرح ہے کہ السلام علیکم۔ میں آپ کو خبر دے رہا ہوں کہ ہماری اور مشرکین کی جنگ ہوئی اور انہوں نے ہمارے مقابلے میں بڑے بڑے لشکر اجنادین میں جمع کر رکھے تھے۔ انہوں نے اپنی صلیبیں بلند کی ہوئی

تھیں اور کتابیں اٹھائی ہوئی تھیں اور انہوں نے اللہ کی قسم کھا رکھی تھی کہ وہ فرار اختیار نہیں کریں گے یہاں تک کہ ہمیں فنا کر دیں یا ہمیں اپنے شہروں سے نکال باہر کریں اور ہم بھی اللہ پر پختہ یقین اور اس پر توکّل کرتے ہوئے نکلے۔ پھر ہم نے کسی قدر ان پر نیزوں سے وار کیا پھر ہم نے تلواریں نکالیں اور ان کے ذریعہ دشمن پر اتنی دیر تک ضربیں لگائیں جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے تیار کیا جاتا ہے۔

پھر اللہ نے اپنی مدد نازل کی اور اپنا وعدہ پورا کر دیا اور کافروں کو شکست دی اور ہم نے انہیں ہر کشادہ راستے، ہر گھاٹی اور ہر نشیبی جگہ پر موت کے گھاٹ اتارا۔ اپنے دین کو غلبہ عطا کرنے اور اپنے دشمن کو ذلیل کرنے اور اپنے دوستوں سے عمدہ سلوک کرنے پر تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ جب یہ خط حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پڑھا گیا تو اس وقت آپ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ آپؓ کو اس فتح نے خوش کر دیا اور آپؓ نے فرمایا الحمد للہ! تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مسلمانوں کی مدد کی اور اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کر دیا۔

(تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 231-232 دارالکتب العلمیۃ بیروت2009ء)

اَجْنَادَین کی جنگ کے بارے میں یہ بھی ابہام ہے کہ یہ کب ہوئی؟ بعض کے نزدیک تو یہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوئی تھی۔ اس بارے میں جو ایک وضاحت ہے یہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ جیسا کہ یہ سوال اٹھتا ہے کہ یہ کب ہوئی؟ تو مختلف روایات ہیں۔ ایک روایت کے مطابق یہ جنگ تیرہ ہجری میں حضرت ابو بکرؓ کی وفات سے چوبیس دن یا بیس دن یا چونتیس دن پہلے لڑی گئی۔

(تاریخ الخمیس جلد3 صفحہ 232 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2009ء)

(فتوح البلدان لامام ابی الحسن البلاذری صفحہ 74 دارالکتب العلمیۃ بیروت2000ء)

اور بعض مؤرخین کے زمانے میں یہ جنگ حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں پندرہ ہجری میں لڑی گئی۔

(الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ 266 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

بہرحال ہمارے جو تحقیق کرنے والے ہیں ان کی جو تحقیق ہے اور ان کا یہ خیال ہے اور یہ خیال صحیح لگتا ہے کہ غالب امکان یہی ہے کہ اجنادین کے مقام پر دو مرتبہ جنگ ہوئی ہو۔ پہلی بار حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں اور دوسری بار حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں، کیونکہ بعض کتب تاریخ میں دونوں مواقع پر اسلامی افواج الگ الگ بیان ہوئی ہیں۔ تیرہ ہجری میں ہونے والی جنگ کے سپہ سالار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور پندرہ ہجری میں ہونے والی جنگ کے سپہ سالار حضرت عمرو بن عاصؓ تھے۔ بہرحال اللہ بہتر جانتا ہے، واللہ اعلم۔

فتح دمشق کے بارے میں تفصیلات ہیں۔ وہ ان شاء اللہ آئندہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16/ ستمبر 2022ء جلد29 شمارہ74 صفحہ 05تا10)

35

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ ستمبر 2022ء بمطابق 02/ تبوک 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کی جنگوں کا ذکر ہو رہا تھا۔ **اس ضمن میں** فتح دمشق جو تیرہ ہجری میں ہوئی اس کے بارے میں کچھ تفصیل بیان کرتا ہوں۔ یہ آخری جنگ تھی جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ہوئی۔ دمشق کے محل وقوع کے بارے میں ہے کہ یہ قدیم دمشق شام کا دارالحکومت اور تاریخی روایات کا حامل شہر تھا۔ ابتدا میں یہ بت پرستی کا بہت بڑا مرکز تھا لیکن جب عیسائیت آئی تو اس کے بت کدے کو کلیسیا بنا دیا گیا۔ یہ ایک اہم تجارتی مرکز تھا۔ یہاں عرب بھی آباد تھے اور مسلمانوں کے تجارتی قافلے یہاں آتے رہتے تھے اور اسی وجہ سے انہیں یہاں کے بارے میں معلومات حاصل تھیں۔ دمشق ایک قلعہ نما فصیل بند شہر تھا۔ حفاظت اور پائیداری کی وجہ سے اسے امتیازی حیثیت حاصل تھی۔ اس کی فصیل بڑے بڑے پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ فصیل کی اونچائی چھ میٹر تھی۔ اس میں انتہائی مضبوط دروازے لگائے گئے تھے۔ فصیل کی چوڑائی تین میٹر تھی۔ دروازے مضبوطی سے بند کیے جاتے تھے۔ فصیل کے چاروں طرف گہری خندق تھی جس کی چوڑائی تین میٹر تھی۔ اس خندق کو دریا کے پانی سے ہمیشہ بھر کر رکھا جاتا تھا۔ اس طرح دمشق کافی مضبوط اور محفوظ حیثیت رکھتا تھا جس میں داخل ہونا آسان نہ تھا۔

(ماخوذ از سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی صفحہ 725 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

جب حضرت ابو بکرؓ نے شام کی جانب مختلف لشکر روانہ فرمائے تو حضرت ابو عبیدہؓ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر حمص پہنچنے کا حکم دیا۔ حمص دمشق کے قریب شام کا ایک قدیم مشہور اور بڑا شہر تھا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ 333 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)
(فرہنگ سیرت صفحہ 106 زوار اکیڈمی کراچی)

حضرت ابو بکرؓ کے ارشاد پر حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق پہنچ کر دوسرے اسلامی لشکر کے ساتھ اس کا محاصرہ کر لیا۔ اہل دمشق قلعہ کی دیوار پر چڑھ کر مسلمانوں پر پتھر اور تیر برساتے تھے۔ مسلمان چمڑے کی ڈھالوں سے اپنے آپ کو بچاتے۔ موقع پا کر مسلمان بھی ان کو تیر مارتے۔ اس طرح بیس دن کا عرصہ گزر گیا لیکن کوئی نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ اہلِ دمشق قلعہ میں محصور ہونے کی وجہ سے سخت تنگی میں تھے۔ قلعہ میں رسد بھی ختم ہونے والی

تھی۔ اس کے علاوہ اہل دمشق کے کھیت قلعہ سے باہر تھے لہٰذا ان کی کاشتکاری کے کاموں کو نقصان ہو رہا تھا۔ قلعہ میں غلہ نہیں آسکتا تھا۔ اشیائے صَرف کی بھی قلت تھی۔ محاصرے کی طوالت کی وجہ سے وہ سخت پریشانی اور مصیبت میں مبتلا ہو گئے تھے۔ اسی دوران جبکہ دمشق کے محاصرے کو بیس دن گزر چکے تھے مسلمانوں کو خبر ملی کہ ھِرَقل بادشاہ نے اجنادَین کے مقام پر رومیوں کا بھاری لشکر جمع کیا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی حضرت خالدؓ بابِ شرقی سے روانہ ہو کر بابِ جابیہ پر حضرت ابوعبیدہؓ کے پاس آئے اور صورتحال سے مطلع کرتے ہوئے اپنی رائے پیش کی کہ ہم دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادَین میں رومی لشکر سے نپٹ لیں اور اگر اللہ نے ہمیں فتح دی تو پھر یہاں واپس لوٹ آئیں گے اور دمشق کا مسئلہ حل کریں گے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ میری رائے اس کے برعکس ہے کیونکہ بیس دن تک قلعہ میں محصور رہنے کی وجہ سے اہل دمشق تنگ آ گئے ہیں اور ہمارا رعب ان کے دلوں میں سما گیا۔ اگر ہم یہاں سے کوچ کر گئے تو ان کو راحت حاصل ہو گی اور وہ کھانے پینے کی چیزیں قلعہ میں کثیر تعداد میں ذخیرہ کر لیں گے اور جب ہم اجنادَین سے یہاں واپس آئیں گے تو یہ لوگ طویل عرصہ تک ہمارا مقابلہ کرنے کے قابل ہو جائیں گے۔

حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے محاصرہ جاری رکھا اور دمشق کے قلعہ کے متفرق دروازوں پر مسلمانوں کے تمام متعین سرداروں کو حکم دیا کہ اپنی اپنی طرف سے حملہ میں شدت اختیار کریں۔ حضرت خالدؓ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے ہر جانب سے اسلامی لشکر نے شدید حملے شروع کیے۔ اس طرح دمشق کے محاصرے پر اکیس دن گزر گئے۔ حضرت خالدؓ نے مسلمانوں کو حملہ کی شدت بڑھانے کی ترغیب دیتے ہوئے خود بابِ شرقی سے سخت حملے جاری رکھے۔ اہلِ دمشق اب بالکل تنگ آ گئے تھے اور ھِرَقل بادشاہ کی مدد کے منتظر تھے۔ حضرت خالدؓ نے پے در پے حملے جاری رکھے۔ وہ اسی طرح مصروفِ جنگ تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ قلعہ کی دیوار پر جو رومی تھے وہ دفعتہً تالیاں بجا کر ناچنے کودنے لگے اور خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ مسلمان حیرت سے ان کو دیکھنے لگے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ایک جانب دیکھا تو ایک بڑا غبار اس طرف اٹھتا ہوا نظر آیا۔ اس کی وجہ سے آسمان تاریک نظر آتا تھا۔ دن کے وقت میں بھی اندھیرا چھایا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ حضرت خالدؓ فوراً سمجھ گئے کہ اہل دمشق کی مدد کے لیے ھِرَقل بادشاہ کا لشکر آ رہا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں چند مخبروں نے اس خبر کی تصدیق بھی کر دی کہ ہم نے پہاڑ کی گھاٹی کی طرف ایک لشکرِ جرار دیکھا ہے اور وہ بے شک رومیوں کا لشکر ہے۔ حضرت خالدؓ فوراً آئے اور حضرت ابوعبیدہؓ کو صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ تمام لشکر لے کر ھِرَقل بادشاہ کے بھیجے ہوئے لشکر سے مقابلہ کے لیے جاؤں۔ لہٰذا اس امر میں آپ کا مشورہ کیا ہے؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ یہ مناسب نہیں ہے کیونکہ اگر ہم نے اس جگہ کو چھوڑ دیا تو اہلِ دمشق قلعہ سے باہر آ کر ہم سے جنگ کریں گے۔ ایک طرف سے ھِرَقل کا لشکر حملہ آور ہو گا اور دوسری طرف سے اہلِ دمشق حملہ کریں گے۔ ہم رومیوں کے دو لشکروں کے درمیان مصیبت میں پھنس جائیں گے۔

اس پر حضرت خالدؓ نے کہا پھر آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا تم ایک جری اور بہادر شخص کا انتخاب کرو اور اس کے ساتھ ایک جماعت کو دشمن کے مقابلے کے لیے روانہ کرو۔ چنانچہ حضرت خالد بن

ولیدؓ نے حضرت ضِرار بن اَزْوَرؓ کو پانچ سو سواروں کا لشکر دے کر رومی لشکر سے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ ایک دوسری روایت میں حضرت ضِرارؓ کے لشکر کی تعداد پانچ ہزار بھی بیان ہوئی ہے۔ (فتوح الشام از واقدی جلد1 صفحہ 48) (ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اول از عبد الستار ہمدانی صفحہ 203-204 اکبر بک سیلرز لاہور)

بہر حال حضرت ضِرَارؓ پانچ سو سپاہیوں کو لے کر یا جو بھی لشکر تھا اس کو لے کر رومی لشکر کی جانب روانہ ہو گئے۔ چند سپاہیوں نے رومیوں کا لشکر دیکھ کر آپ سے کہا کہ یہ لشکر بہت بڑا ہے اور ہم صرف پانچ سو ہیں۔ بہتر یہی ہے کہ ہم واپس چلیں اور اپنے لشکر کے ساتھ مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ حضرت ضِرارؓ نے کہا دشمن کی کثرت سے مت گھبراؤ۔ خدا نے بہت دفعہ قلت کو کثرت پر غالب کیا ہے۔ وہ اب بھی ہماری مدد کرے گا۔ ساتھیو! واپس جانا تو جہاد سے فرار ہے جو اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں۔ کیا تم عرب کی بہادری اور جاں نثاری کو داغ لگاؤ گے؟ جسے واپس جانا ہو چلا جائے۔ مَیں تو لڑوں گا۔ اسلام کے نام کو بلند کروں گا۔ خدا مجھے بھاگتے ہوئے نہ دیکھے۔

تمام مسلمان یک زبان ہو کر بولے کہ ہم اسلام پر نثار ہوں گے۔ شہادت کا مرتبہ پائیں گے یعنی کہ ہم تیار ہیں جنگ کے لیے۔ حضرت ضِرارؓ خوش ہو گئے۔ حکم دیا کہ دشمن پر ایک ہی بار حملہ کر کے اسے تہس نہس کر دو۔ مسلمان اور حضرت ضِرارؓ نے رومی لشکر پر مسلسل وار کیے اور بہادری سے لڑائی کی۔ رومی سپہ سالار کے بیٹے نے حضرت ضِرارؓ پر حملہ کیا اور آپ کے بائیں بازو پر نیزہ مارا جس کی وجہ سے خون تیزی سے بہنے لگا۔ ایک لمحہ کے بعد آپؓ نے اسی کے دل پہ نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ آپ کا نیزہ اس کے سینے میں پھنس گیا اور اس کا پھل ٹوٹ گیا۔ رومی فوج نے آپ کا نیزہ خالی دیکھا تو آپ کی طرف ٹوٹ پڑے اور آپ کو قید کر لیا۔

(ماخوذ از اسلامی جنگیں صفحہ 123 تا 125 از رفیق انجم مکی دار الکتب لاہور) (ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اول از عبد الستار ہمدانی صفحہ 206 اکبر بک سیلرز لاہور)

کیونکہ ہاتھ میں ہتھیار نہیں تھا۔ صحابہ کرامؓ نے جب دیکھا کہ حضرت ضِرارؓ قید ہو گئے ہیں تو بہت غمگین اور پریشان ہو گئے۔ انہوں نے کئی دفاعی حملے کیے مگر ان کو چھڑا نہ سکے۔ حضرت ضِرارؓ کی گرفتاری کی خبر جب حضرت خالدؓ کو پہنچی تو آپ بہت پریشان ہوئے اور ساتھیوں سے رومی لشکر کے متعلق معلومات لے کر حضرت ابو عبیدہؓ سے مشورہ کیا اور حملے کے متعلق رائے لی۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا کہ دمشق کے محاصرہ کا معقول انتظام کر کے آپ حملہ کر سکتے ہیں۔ کمانڈر کیونکہ اس وقت حضرت ابو عبیدہؓ تھے۔ حضرت خالدؓ نے محاصرہ کا انتظام کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کا تعاقب کیا اور ان کو ہدایت کی کہ جیسے ہی دشمن ملے اس پر اچانک حملہ کرنا۔ اگر ضِرار کو ان لوگوں نے قتل نہ کیا ہو تو شاید ہم ضِرار کو چھڑا لائیں گے اور اگر ضِرار کو شہید کیا ہو تو بخدا ہم ان سے بھرپور انتقام لیں گے۔ تاہم مجھے امید ہے کہ اللہ ہم کو ضِرار کے متعلق صدمہ نہیں دے گا۔ اسی دوران حضرت خالدؓ نے ایک شہسوار کو سرخ عمدہ گھوڑے پر دیکھا جس کے ہاتھ میں لمبا چمکدار نیزہ تھا۔ اس کی وضع قطع سے بہادری، دانائی اور جنگی مہارت نمایاں تھی۔ زرہ کے اوپر لباس پہن رکھا تھا۔ پورا بدن اور منہ چھپا ہوا تھا اور فوج کے آگے آگے تھا۔ حضرت خالدؓ نے تمنا کی کہ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شہسوار کون ہے۔ واللہ! یہ شخص نہایت دلیر اور بہادر معلوم ہوتا ہے۔ سب لوگ اس کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے۔ لشکرِ اسلام جب کفار کے قریب پہنچا تو لوگوں نے

اس شہسوار کو رومیوں پر ایسے حملہ کرتے دیکھا جس طرح باز چڑیوں پر جھپٹتا ہے۔ اس کا ایک حملہ تھا جس نے دشمن کے لشکر میں تہلکہ ڈال دیا اور مقتولین کے ڈھیر لگا دیے اور بڑھتے بڑھتے دشمن کے لشکر کے درمیان میں پہنچ گیا۔ وہ چونکہ اپنی جان کو ہلاکت میں ڈال چکا تھا اس لیے دوبارہ پلٹا اور کافروں کے لشکر کو چیرتا ہوا اندر گھستا چلا گیا۔ جو سامنے آیا اس کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت خالدؓ ہی ہو سکتے ہیں۔ رافع نے حیرانگی سے خالد سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے؟ حضرت خالدؓ نے فرمایا:

مجھے معلوم نہیں۔ میں خود حیران ہوں کہ یہ کون ہے۔ حضرت خالدؓ لشکر کے آگے کھڑے تھے کہ وہی سوار دوبارہ رومیوں کے لشکر سے نکلا۔ رومیوں کا کوئی بھی سپاہی اس کے مقابل نہیں آ رہا تھا اور یہ تنہا کئی آدمیوں سے مقابلہ کرتے ہوئے رومیوں کے درمیان لڑ رہا تھا۔ اسی دوران حضرت خالدؓ نے حملہ کر کے اسے کفار کے گھیرے سے نکالا اور یہ شخص لشکرِ اسلام میں پہنچ گیا۔ حضرت خالدؓ نے اسے کہا: تُو نے اپنے غصہ کو اللہ کے دشمنوں پر نکالا ہے۔ بتاؤ تم کون ہو؟ اس سوار نے کچھ نہ بتایا اور پھر جنگ کے لیے تیار ہو گیا۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا اللہ کے بندے! تُو نے مجھے اور تمام مسلمانوں کو بے چینی میں ڈال دیا ہے۔ تُو اس قدر بے پرواہے۔ آخر تُو کون ہے! حضرت خالدؓ کے اصرار پر اس نے جواب دیا کہ میں نے نافرمانی کی وجہ سے اعراض نہیں کیا، یہ نہیں کہ میں نافرمان ہوں اس لیے تمہیں جواب نہیں دے رہا بلکہ مجھے شرم آتی ہے کیونکہ میں مرد نہیں ہوں، ایک عورت ہوں۔

عورتیں بھی اس بہادری کا نمونہ دکھاتی تھیں۔ مجھے میرے دردِ دل نے اس میدان میں اتارا ہے۔ خالد نے پوچھا کہ کون سی عورت؟ اس عورت نے عرض کیا کہ ضِرار کی بہن خولہ بنت ازور ہوں۔ بھائی کی گرفتاری کا پتہ لگا تو میں نے وہی کیا جو آپ نے دیکھا۔ حضرت خالدؓ نے یہ سن کر کہا کہ ہم سب کو متفقہ حملہ کرنا چاہیے۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ ضِرار کو قید سے رہائی دلا دے گا۔ حضرت خولہؓ نے کہا کہ میں بھی حملہ میں پیش پیش رہوں گی۔ پھر خالد نے بھرپور حملہ کیا۔ رومیوں کے پیر اکھڑ گئے اور رومیوں کا لشکر تتر بتر ہو گیا۔ حضرت رافعؓ نے شجاعت کے جوہر دکھائے۔ مسلمان ایک بار پھر بھرپور حملے کے لیے تیار ہوئے تھے کہ اچانک کفار کے لشکر سے کچھ سوار اس طرف تیزی سے امان مانگتے ہوئے آ گئے۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا ان کو امان دے دو اور فرمایا میرے پاس لے آؤ۔ پھر خالد نے ان سے پوچھا کہ تم لوگ کون ہو۔ انہوں نے کہا کہ ہم روم کی فوج کے لوگ ہیں اور حمص کے رہنے والے ہیں اور صلح چاہتے ہیں۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ صلح تو حمص پہنچ کر ہو گی۔ یہاں پر قبل از وقت ہم صلح نہیں کر سکتے البتہ تم کو امان ہے۔ جب اللہ فیصلہ کرے گا اور ہم غالب آئیں گے تب وہاں پر بات ہو گی۔ ہاں یہ بتاؤ کہ ہمارے ایک بہادر جس نے تمہارے سردار کے لڑکے کو قتل کیا تھا اس کے متعلق تم کو کچھ معلوم ہے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کہ شاید آپ ان کے متعلق پوچھتے ہیں جو ننگے بدن تھے اور جنہوں نے ہمارے بہت سے آدمیوں کو مارا اور سردار کے بیٹے کو قتل کیا تھا۔ خالدؓ نے فرمایا ہاں وہی ہے۔ انہوں نے کہا جس وقت وہ قید ہوئے اور وَرْدَان کے پاس پہنچے تو وَرْدَان نے اس کو سو سواروں کی جمعیت میں حمص روانہ کیا تا کہ بادشاہ کے پاس پہنچایا جائے۔ یہ سن کر خالدؓ بہت خوش ہوئے اور حضرت رافعؓ کو بلا کر فرمایا کہ تم راستوں کو اچھی طرح جانتے ہو۔ اپنی مرضی کے جوانوں کو لے

کر حمص پہنچنے سے پہلے حضرت ضِرارؓ کو چھڑاؤ اور اپنے رب کے ہاں اجر پاؤ۔ حضرت رافعؓ نے ایک سو جوانوں کو چن لیا اور ابھی جانے ہی والے تھے کہ حضرت خولہؓ نے منت سماجت کر کے حضرت خالدؓ سے جانے کی اجازت حاصل کر لی اور سب لوگ حضرت رافعؓ کی سرکردگی میں حضرت ضِرارؓ کی رہائی کے لیے حمص روانہ ہو گئے۔ حضرت رافعؓ تیزی سے چلے اور ایک مقام پر پہنچ کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہو جاؤ۔ دشمن ابھی آگے نہیں گیا اور وہاں پر اپنے ایک دستے کو چھپا دیا۔ یہ لوگ اسی حالت میں تھے کہ غبار اڑتا ہوا دکھائی دیا۔ حضرت رافعؓ نے مسلمانوں کو چوکنا رہنے کا حکم دیا۔ مسلمان تیار بیٹھے تھے کہ رومی پہنچ گئے۔ حضرت ضِرارؓ ان کی قید میں تھے اور درد بھرے لہجے میں اشعار پڑھ رہے تھے کہ ”اے مخبر! میری قوم اور خولہ کو یہ خبر پہنچا دو کہ میں قیدی ہوں اور مشکوں میں بندھا ہوا ہوں۔ شام کے کافر اور بے دین میرے گرد جمع ہیں اور تمام زرہ پہنے ہوئے ہیں۔ اے دل! تُو غم و حسرت کی وجہ سے مر جا اور اے جوانمردی کے آنسو! میرے رخسار پر بہہ جا۔“ یہ شعر پڑھ رہے تھے، ان کے معنی یہ ہیں۔ حضرت خولہؓ نے زور سے آواز دی کہ تیری دعا قبول ہو گئی۔ اللہ کی مدد آ گئی۔ میں تیری بہن خولہ ہوں اور یہ کہہ کر اس نے زور سے تکبیر بلند کر کے حملہ کر دیا اور دیگر مسلمان بھی تکبیر کہتے ہوئے حملہ آور ہوئے۔

مسلمانوں نے اس دستے پر قابو پا لیا۔ سب کو قتل کر دیا گیا۔ حضرت ضِرارؓ کو اللہ تعالیٰ نے رہائی دلائی اور مالِ غنیمت مسلمانوں کو مل گیا۔ حضرت خولہؓ نے اپنے ہاتھوں سے بھائی کی رسیاں کھول دیں اور سلام کیا۔ حضرت ضِرارؓ نے اپنی بہن کو شاباش دی اور خوش آمدید کہا۔ ایک لمبا نیزہ ہاتھ میں لیا اور ایک گھوڑے پر سوار ہوئے۔ خدا کا شکر ادا کیا۔ یہاں یہ خوشی ہوئی اور وہاں دمشق میں حضرت خالدؓ نے سخت حملہ کر کے وَرْدَان کو شکست فاش دی۔ وہ لوگ بھاگ گئے اور مسلمانوں نے ان کا تعاقب کیا۔ وہاں حضرت ضِرارؓ اور دیگر مسلمانوں سے ملاقات ہوئی۔ فتح کی خبر حضرت ابوعبیدہؓ کو بھیج دی۔ اب مسلمانوں نے یقین کر لیا کہ دمشق فتح ہونے والا ہے۔

(ماخوذ از فتوحات شام از فضل محمد یوسف زئی صفحہ 75 تا 81 مکتبہ ایمان و یقین)

دوسری طرف اسلامی لشکر دمشق میں مقیم تھا اور قلعہ کا محاصرہ جاری تھا کہ بُصریٰ سے حضرت عَبَّاد بن سعیدؓ حضرت خالدؓ کے پاس آئے اور اطلاع دی کہ رومیوں کا نوّے ہزار کا لشکر بمقام اجنادَین جمع ہوا ہے۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ابوعبیدہؓ سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا لشکر ملک شام میں متفرق مقامات میں منتشر ہے۔ لہٰذا ان تمام کو خط لکھ دو کہ وہ ہمیں اجنادَین میں آملیں اور ہم بھی اب قلعہ دمشق کا محاصرہ ترک کر کے اجنادَین کی جانب کوچ کریں گے۔

(ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اول از عبدالستار ہمدانی صفحہ 214 اکبر بک سیلرز لاہور)

ہِرَقل کو وَرْدَان کی شکست کی خبر پہنچ چکی تھی نیز اس کے بیٹے کے قتل ہونے کا مفصل حال معلوم ہو چکا تھا۔ لہٰذا ہِرَقل نے اس کو خوب ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے لکھا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ننگے بھوکے عربوں نے تجھے شکست دے دی ہے اور تیرے بیٹے کو قتل کیا ہے۔ نہ مسیح نے اس پر رحم کیا اور نہ تم پر۔ اگر تیری بہادری اور شمشیر زنی کا چرچا نہ ہوتا تو مَیں تجھے قتل کر دیتا۔ خیر اَب جو ہوا سو ہوا مَیں نے اجنادَین کی طرف نوے ہزار کی فوج روانہ کی ہے تجھے اس کا سردار مقرر کرتا ہوں۔ (ماخوذ از فتوحات شام از فضل محمد یوسف زئی صفحہ 81 مکتبہ ایمان و یقین)

حضرت خالدؓ نے دمشق کا محاصرہ ختم کر کے اجنادَین کی طرف لشکر کو روانہ ہونے کا حکم دیا۔ حکم ملتے ہی مسلمانوں نے فوراً خیمے اکھیڑ کر باقی مال اسباب اونٹوں پر لادنا شروع کیا۔ مالِ غنیمت کے اونٹوں کو اور مال و اسباب کے اونٹوں کو عورتوں اور بچوں کے ساتھ لشکر کے پیچھے کی جانب رکھا اور باقی سواروں کو لشکر کے آگے رکھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے کہا کہ میری رائے یہ ہے کہ میں عورتوں اور بچوں کے قافلہ کے ساتھ لشکر کے پیچھے رہوں، حضرت ابوعبیدہؓ کو کہا، اور آپ لشکر کے آگے رہیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے فرمایا کہ ممکن ہے کہ وَرْدَان اپنا لشکر لے کر اجنادَین سے دمشق کی طرف روانہ ہوا ہو اور اس سے آمنا سامنا ہو جائے۔ اگر تم لشکر کے آگے رہو گے تو تم ان کو روک سکو گے اور مقابلہ کر سکو گے۔ لہٰذا تم آگے رہو اور میں پیچھے رہتا ہوں۔ حضرت خالدؓ نے کہا آپ کی رائے مناسب ہے۔ میں آپ کی رائے اور تجویز کے خلاف نہیں کروں گا۔

جب اسلامی لشکر دمشق کا محاصرہ ترک کر کے روانہ ہوا تو لشکر کو کوچ کرتے دیکھ کر اہلِ دمشق خوشی سے اچھلنے کودنے لگے اور تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کرنے لگے۔ اسلامی لشکر کے کوچ کے متعلق اہل دمشق نے مختلف آرا ظاہر کیں۔ کسی نے کہا کہ اجنادَین میں ہمارے عظیم لشکر کے جمع ہونے کی خبر سن کر مسلمان ملک شام میں اپنے دوسرے لشکر کے پاس جمع ہونے گئے ہیں۔ کسی نے کہا کہ محاصرہ سے تنگ آ کر کسی اَور مقام پر لشکر کشی کرنے جا رہے ہیں اور بعض نے تو یہاں تک کہا کہ ملک حجاز کی طرف بھاگ کر جا رہے ہیں، واپس جا رہے ہیں۔

(ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اول از عبدالستار ہمدانی صفحہ 216-217 اکبر بک سیلرز لاہور)

اہلِ دمشق جتنے بھی لوگ تھے وہ ایک شخص کے پاس جمع ہو گئے جس کا نام بُولص تھا۔ اور وہ اس سے قبل کسی بھی جنگ میں صحابہ کے سامنے نہیں آیا تھا۔ یہ شخص ھِرَقل کا نہایت معتمد اور اعلیٰ درجہ کا تیر انداز تھا۔ اہل دمشق نے اس کو امیر بنایا اور ہر قسم کا لالچ دے کر جنگ کے لیے آمادہ کیا۔ نیز انہوں نے اس بات کی قسمیں کھائیں کہ وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر نہیں بھاگیں گے اور جو بھی ان میں سے میدان چھوڑے گا تو آپ کو اختیار ہو گا کہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کر دیں۔ یہ عہد و پیمان جب مکمل ہو گیا اور بُولص گھر میں داخل ہو کر زرہ پہننے لگا تو بیوی نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو۔ بُولص نے کہا کہ دمشق والوں نے مجھے اپنا امیر بنایا ہے۔ اب عربوں کے ساتھ لڑنے جا رہا ہوں۔ بیوی نے اس سے کہا کہ ایسا مت کرو بلکہ گھر میں بیٹھے رہو۔ تم میں عربوں سے لڑنے کی طاقت نہیں ہے۔ ان سے خواہ مخواہ مت لڑو۔ میں نے آج ہی خواب میں دیکھا ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کمان ہے اور ہوا میں چڑیوں کا شکار کر رہے ہو۔ بعض چڑیاں زخمی ہو کر گر گئیں مگر پھر اٹھ کر اڑنے لگیں۔ میں تعجب میں پڑ گئی کہ خواب میں ہی دیکھا کہ اچانک اوپر سے عقاب آ گئے۔ ایک نہیں کئی عقاب آ گئے اور تم اور تمہارے ساتھیوں پر ایسے ٹوٹ پڑے کہ سب کو نیست و نابود کر دیا۔ بُولص نے کہا تو نے مجھے بھی خواب میں دیکھا تھا۔ اس نے کہا ہاں۔ عُقاب نے زور سے تجھے ٹھونگ ماری اور تو بیہوش ہو گیا تھا۔ بُولص نے اس کی باتیں سن کے اپنی بیوی کو تھپڑ مارا اور کہا کہ تیرے دل میں عربوں کا خوف بیٹھ گیا ہے۔ خواب میں بھی وہی خوف ہے۔ گھبراؤ مت! میں ابھی ان کے امیر کو تیر اخادم اور اس کے ساتھیوں کو بکریوں اور خنزیروں کا چرواہا بنا دوں گا۔ بُولص نہایت تیزی سے چھ ہزار سوار اور دس ہزار پیدل لشکر

لے کر مسلمانوں کے پیچھے ان کے مقابلہ کے لیے نکل گیا اور اسلامی فوج کی عورتوں، بچوں، مال مویشی اور ابوعبیدہ کے ایک ہزار لشکر کا تعاقب کیا۔

مسلمان بھی مقابلے کے لیے تیار ہو گئے۔ دیکھتے ہی دیکھتے کفار پہنچ گئے۔ بُولص سب سے آگے تھا۔ اس نے ایک دم چھ ہزار سپاہیوں کے ساتھ ابوعبیدہ پر حملہ کیا۔ بُولص کا بھائی بُطْرُس پیدل فوج کے ساتھ عورتوں کی طرف بڑھا اور کچھ عورتیں گرفتار کر کے دمشق کی طرف واپس پلٹا۔ ایک جگہ پر پہنچ کر اپنے بھائی کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے یہ مصیبت ناگہانی دیکھ کر فرمایا کہ خالد کی رائے صحیح تھی کہ وہ لشکر کے پیچھے رہیں گے۔ اِدھر عورتیں اور بچے چِلّا رہے تھے۔ اُدھر ایک ہزار مسلمانوں نے بہادری سے مقابلہ کیا۔ بُولص نے حضرت ابوعبیدہؓ پر بار بار حملہ کیا۔ آپؓ نے بھی شدید مقابلہ کیا۔ حضرت سہل تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر حضرت خالدؓ کے پاس پہنچے اور سارا قصہ سنایا۔ حضرت خالدؓ نے اِنَّا لِلّٰہ پڑھا۔ آپؓ نے حضرت رافعؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو ایک ایک ہزار لشکر دے کر روانہ کیا تا کہ بچوں اور عورتوں کی حفاظت ہو جائے۔ اس کے بعد حضرت ضِرارؓ کو ایک ہزار سوار دے کر رخصت کیا اور خود بھی لشکر لے کر دشمن کی طرف چلے۔ ادھر حضرت ابوعبیدہؓ بُولص کے ساتھ مصروفِ جنگ تھے۔ اتنے میں مختلف علاقوں سے آنے والے مسلمانوں کے لشکر پہنچ گئے۔ انہوں نے ایسا حملہ کیا کہ دمشق سے آ کر حملہ کرنے والے رومیوں کو اپنی ذلت و خواری کا یقین ہو گیا۔ حضرت ضِرارؓ آگ کے شعلوں کی طرح بُولص کی طرف بڑھے۔ اس نے جب آپ کو دیکھا تو کانپ اٹھا اور پہچان لیا۔ بُولص گھوڑے سے اتر کر پیدل بھاگنے لگا۔ حضرت ضِرارؓ نے بھی اس کا تعاقب کیا اور اس کو زندہ پکڑ لیا اور قید کر لیا۔ اس جنگ میں کفار کے چھ ہزار آدمیوں میں سے بمشکل سو آدمی زندہ بچے تھے۔ حضرت ضِرارؓ پریشان تھے کیونکہ حضرت خولہؓ بھی قید ہو چکی تھیں۔ حضرت خالدؓ نے کہا کہ گھبراؤ نہیں ہم نے ان کے ایسے آدمی پکڑے ہوئے ہیں جن کے بدلے میں وہ ہمارے قیدی آسانی سے رہا کر دیں گے۔

حضرت خالدؓ نے دو ہزار سپاہیوں کو اپنے ساتھ لیا اور باقی تمام افواج کو حضرت ابوعبیدہؓ کے حوالے کر دیا تا کہ عورتوں کی حفاظت ہو جائے اور خود قیدی خواتین کی تلاش میں نکل گئے۔ آپ جلدی جلدی چل کر اس جگہ پہنچے جہاں پر دشمن مسلمان عورتوں کو قید کر کے لے گئے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ غبار اڑ رہا ہے۔ آپ کو تعجب ہوا کہ یہاں لڑائی کیوں ہو رہی ہے۔ پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ بُولص کا بھائی بُطْرُس عورتوں کو گرفتار کر کے نہر کے پاس بھائی کے انتظار میں رک گیا تھا اور اب وہ عورتوں کو آپس میں بانٹنے لگے تھے۔ بطرس نے حضرت خولہؓ کے بارے میں کہا کہ یہ میری ہے۔ انہوں نے عورتوں کو ایک خیمہ میں قید کر دیا اور خود آرام کرنے لگے اور انہیں بُولص کا انتظار بھی تھا۔ ان عورتوں میں سے اکثر بہادر اور تجربہ کار شہسوار عورتیں بھی تھیں۔ وہ ہر قسم کی جنگ جانتی تھیں۔ یہ آپس میں جمع ہوئیں اور حضرت خولہؓ نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے قبیلہ حِمْیَر کی بیٹیو! اور اے قبیلہ تُبَّع کی یادگارو! کیا تم اس پر راضی ہو کہ رومی کفار تم کو لونڈیاں بنائیں؟ کہاں گئی تمہاری شجاعت اور کیا ہوئی تمہاری وہ غیرت جس کا ذکر عرب مجلسوں میں ہوا کرتا تھا؟ افسوس! میں تمہیں غیرت سے علیحدہ اور شجاعت و حمیت سے خالی

پار ہی ہوں۔ اس آنے والی مصیبت سے تو تمہاری موت افضل ہے۔ یہ سن کر ایک صحابیہ نے کہا اے خولہؓ! تُو نے جو کچھ بیان کیا ہے بے شک درست ہے لیکن یہ بتاؤ کہ ہم قید میں ہیں۔ ہمارے ہاتھ میں نیزہ تلوار نہیں ہے۔ ہم کیا کر سکتی ہیں! نہ گھوڑا ہے نہ اسلحہ ہے کیونکہ اچانک ہم کو قید کر لیا گیا ہے۔ حضرت خولہؓ نے فرمایا کہ ہوش کرو۔ خیموں کے ستون تو موجود ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ انہیں اٹھا کر ان بدبختوں پر حملہ کریں۔ آگے مدد اللہ فرمائے گا۔ یا ہم غالب آجائیں گے ورنہ شہید تو ہو جائیں گی۔ اس پر ہر خاتون نے خیمہ کی ایک ایک لکڑی اٹھائی۔ حضرت خولہؓ ایک لکڑی کندھے پر رکھ کر آگے ہوئیں۔

حضرت خولہؓ نے اپنے ماتحت خواتین سے فرمایا کہ زنجیر کی کڑیوں کی طرح ایک ساتھ ہو جاؤ۔ متفرق نہ ہونا ورنہ سب قتل ہو جاؤ گی۔ اس کے بعد حضرت خولہؓ نے آگے بڑھ کر ایک رومی کافر کو مار کر قتل کیا۔ رومی لوگ ان عورتوں کی جرأت و بہادری دیکھ کر حیران ہو گئے۔ بطرس نے کہا بدبختو! یہ کیا کر رہی ہیں۔ ایک صحابیہ نے جواب دیا کہ آج ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ ان لکڑیوں سے تمہارے دماغ درست کر دیں اور تمہیں قتل کر کے اپنے اسلاف کی عزتوں کی حفاظت کریں۔ بُطرس نے کہا کہ ان کو زندہ پکڑ لو اور خولہ کو زندہ پکڑنے کا خاص خیال رکھو۔ چاروں طرف سے تین ہزار رومی حلقہ باندھ کر کھڑے تھے مگر کوئی شخص عورتوں تک نہیں آسکتا تھا۔ اگر وہ آگے بڑھتا تو یہ عورتیں ان کے گھوڑوں اور پھر ان کو مار دیتی تھیں۔ اس طرح تیس سواروں کو ان عورتوں نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ بُطرس یہ دیکھ کر آگ بگولہ ہو گیا۔ گھوڑے سے نیچے اترا۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہو کر تلواروں سے حملہ آور ہوا مگر یہ عورتیں ایک جگہ اکٹھی ہوئیں اور سب کا مقابلہ کیا اور کوئی قریب نہ آسکا۔ حضرت خولہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے بُطرس نے کہا کہ اے خولہ! اپنی جان پر رحم کرو۔ میں تمہاری قدر کرتا ہوں۔ میرے دل میں بھی تیرے لیے بہت کچھ ہے۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ میں بادشاہ جیسا آدمی تیرا مالک بنوں اور میری ساری جائیداد تمہاری جائیداد ہو جائے۔ حضرت خولہؓ نے فرمایا اے کافر بدبخت! خدا کی قسم! اگر میرا بس چلے تو ابھی تیرا سر لکڑی سے توڑ دوں۔ واللہ! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ تو میری بکریاں اور اونٹ چرائے چہ جائیکہ تو میری برابری کا دعویٰ کرے۔ اس پر بُطرس نے لشکر سے کہا کہ ان سب کو قتل کر دو۔ لشکر والے نئے سرے سے تیار ہو رہے تھے اور ابتدائی حملہ کرنے والے تھے کہ مسلمان حضرت خالدؓ کی سرکردگی میں وہاں پہنچ گئے۔ آپؓ کو تمام حالات وواقعات کا علم ہوا۔ عورتوں کی بہادری اور مقابلے سے مسلمان بہت خوش ہوئے اور پھر پورے لشکر نے کفار کے ارد گرد دائرہ ڈال دیا اور ایک ساتھ حملہ کیا۔ حضرت خولہؓ نے چلّا کر کہا اللہ کی مدد آگئی ہے! اللہ نے مہربانی کر دی ہے! جب بُطرس نے مسلمانوں کو دیکھا تو پریشان ہو گیا اور بھاگنے لگا مگر بھاگنے سے پہلے اس نے دو مسلمان شہسواروں کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ان میں سے ایک خالد اور دوسرے حضرت ضِرارؓ تھے۔ ضِرار نے اس کو ایک نیزہ مارا۔ وہ گھوڑے سے گرتے گرتے بچا۔ پھر ضِرار نے دوسرا وار کیا اور وہ ڈھیر ہو گیا۔ مسلمانوں نے بہت سے رومیوں کو قتل کیا۔ جو بچ گئے وہ دمشق بھاگ گئے۔ جب حضرت خالدؓ واپس لوٹے تو بُولص کو بلایا اور اس کو اسلام پیش کیا اور فرمایا اسلام قبول کرو ورنہ تیرے ساتھ وہی سلوک کیا جائے گا جو تیرے بھائی کے ساتھ کیا گیا۔ بُولص نے کہا میرے بھائی

کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ خالدؓ نے فرمایا اس کو قتل کیا ہے۔ بُولص نے اپنے بھائی کا انجام دیکھ کر کہا کہ اب زندگی کا کوئی مزہ نہیں ہے۔ مجھے بھی بھائی کے ساتھ ملا دو۔ چنانچہ اسے بھی قتل کر دیا گیا۔

(ماخوذ از فتوحات شام از فضل محمد یوسف زئی صفحہ 82 تا 89 مکتبہ ایمان ویقین)

بہر حال اسلامی لشکر پھر اجنادَین کے مقام پر جمع ہو گئے۔ یہ تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔ **دمشق کا یہ دوسرا محاصرہ ہوا۔** پہلے تو چھوڑ آئے تھے۔ اب اس جنگ کے بعد دوبارہ دمشق کے محاصرے کے بارے میں لکھا ہے کہ اجنادَین کی فتح کے بعد حضرت خالدؓ نے اسلامی لشکر کو دمشق کی جانب دوبارہ کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اہلِ دمشق کو اجنادَین میں رومی لشکر کی شکست کی اطلاع پہلے ہی مل چکی تھی لیکن جب انہیں یہ خبر ملی کہ اسلامی لشکر اب دمشق کی طرف آ رہا ہے تو وہ بہت گھبرائے۔ دمشق کے اطراف میں بسنے والے بھاگ کر قلعہ میں پناہ گزین ہو گئے اور قلعہ میں کافی تعداد میں غلّہ اور اشیائے صَرف جمع کر لیں تا کہ اگر اسلامی لشکر کا محاصرہ لمبا ہو جائے تو ذخیرہ ختم نہ ہو۔ اس کے علاوہ ہتھیار اور سامانِ جنگ بھی اکٹھا کر لیا۔ قلعہ کی دیواروں پر منجنیق، پتھر، ڈھال، تیر، کمان وغیرہ سامان پہنچا دیا تا کہ قلعہ کی دیوار سے محاصرہ کرنے والوں پر حملہ کیا جائے۔ اسلامی لشکر نے دمشق کے قریب پڑاؤ کیا۔ پھر اسلامی لشکر نے آگے بڑھ کر قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت خالدؓ نے دمشق کے تمام دروازوں پر سرداروں کو ان کے لشکر سمیت متعین کر دیا۔

(ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اول از عبد الستار ہمدانی صفحہ 247 اکبر بک سیلرز لاہور)

اس وقت دمشق کا حاکم تَوْمَا تھا۔ دمشق کے رؤسا، امرا اور دانشمند لوگوں نے تَوْمَا کو مشورہ دیا کہ ہمارے پاس اسلامی لشکر سے مقابلے کی طاقت نہیں۔ اس لیے یا تو ہِرَقل سے مدد طلب کرو یا پھر مسلمانوں سے مصالحت کر لو۔ جو وہ طلب کریں انہیں دے کر اپنی جان بچاؤ۔ اس پر تَوْمَا نے تکبر اور غرور سے کہا کہ میں عربوں کی کوئی حیثیت نہیں سمجھتا۔ مَیں ہِرَقل اعظم کا داماد اور جنگ کا ماہر ہوں۔ میرے ہوتے ہوئے مسلمانوں کو شہر میں پاؤں رکھنے کی جرأت نہ ہو گی۔ رؤسا کے سمجھانے پر تَوْمَا نے یہ کہہ کر انہیں تسلی دی کہ عنقریب ہِرَقل کی طرف سے ایک بڑا لشکر ہماری مدد کے لیے آ رہا ہے۔ تَوْمَا نے ہر طرف سے مسلمانوں پر شدت سے حملے کا حکم دیا۔ ان حملوں کے دوران کئی مسلمان زخمی اور شہید ہوئے۔ حضرت اَبَان بن سعیدؓ کو بھی ایک زہر آلود تیر لگا۔ تیر نکالنے کے بعد انہوں نے زخم پر عمامہ باندھ لیا لیکن تھوڑی ہی دیر میں زہر ان کے جسم میں سرایت کر گیا اور وہ غش کھا کر گر گئے اور وہیں کچھ دیر بعد جامِ شہادت نوش کر گئے۔ حضرت اَبَانؓ کا نکاح اجنادَین کی جنگ کے دوران حضرت اُمِّ اَبَان سے ہوا تھا اور ان کے ہاتھ کی مہندی کا رنگ اور سر میں عطر کی خوشبو باقی تھی یعنی بالکل تازہ شادی تھی۔ حضرت ام اَبَانؓ کا شمار عرب کی ان بہادر خواتین میں ہوتا تھا جو جہاد کرنے میں پیش پیش رہتی تھیں۔ جب ان کو اپنے خاوند کی شہادت کی اطلاع ملی تو وہ بھاگتی ہوئی اور ٹھوکریں کھاتی ہوئی آئیں اور اپنے خاوند کی لاش کے پاس صبر و استقلال کا ایک پیکر بن کر کھڑی ہو گئیں۔ اپنی زبان سے ناشکری کا ایک کلمہ بھی نہ نکالا اور اپنے خاوند کی جدائی میں چند اشعار کہے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ تدفین کے بعد حضرت ام اَبَانؓ اپنے خیمے کی طرف ایک

عزم محکم اور پختہ ارادے کے ساتھ گئیں۔ اپنے ہتھیار تھامے اور اپنے چہرے پر کپڑا باندھا اور باب تَوْمَا پر پہنچ گئیں جہاں ان کے خاوند شہید ہوئے تھے۔ باب تَوْمَا پر اس وقت سخت لڑائی جاری تھی۔ حضرت ام اَبَانؓ ان مسلمانوں میں شامل ہو کر سخت لڑائی لڑتی رہیں اور اپنے تیروں سے کئی رومیوں کو زخمی اور موت کے گھاٹ اتار دیا اور بالآخر لڑائی کے دوران موقع پا کر تَوْمَا کے محافظ کا نشانہ لیا جس کے ہاتھ میں صلیبِ اعظم تھی۔ یہ صلیب سونے کی بنی ہوئی تھی اور اس میں قیمتی جواہر جڑے ہوئے تھے۔ صلیبِ اعظم اٹھانے والا شخص رومیوں کو جنگ کی ترغیب دیتا تھا اور صلیب کے وسیلے سے فتح و کامیابی کی دعا مانگتا تھا۔ حضرت اُمِّ اَبَانؓ کا تیر جیسے ہی اس شخص کو لگا اس کے ہاتھ سے صلیب گر گئی اور مسلمانوں کے ہاتھ لگ گئی۔ تَوْمَا نے جب دیکھا کہ صلیب مسلمانوں کے قبضہ میں چلی گئی ہے تو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس کو واپس لینے کے لیے نیچے اتر آیا اور دروازہ کھول کر مسلمانوں سے مقابلہ شروع کر دیا۔ اس دوران قلعہ کے اوپر سے رومیوں نے بھی سخت حملے کرنے شروع کر دیے۔ اس دوران حضرت ام اَبَانؓ نے موقع دیکھ کر تَوْمَا کی آنکھ کا نشانہ لے کر تیر چلایا اور اس کی آنکھ ہمیشہ کے لیے اندھی کر دی۔ اس پر تَوْمَا کو اپنے ساتھیوں سمیت پیچھے ہٹنا پڑا اور انہوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ تَوْمَا کی یہ حالت دیکھ کر اہلِ دمشق نے کہا کہ اسی لیے ہم نے کہا تھا کہ ان عربوں سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔ اس لیے عربوں سے مصالحت کی کوئی صورت اختیار کرنی چاہیے۔ اس پر تَوْمَا مزید غضبناک ہو گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اپنی آنکھ کے بدلے میں ان کی ایک ہزار آنکھیں پھوڑ ڈالوں گا۔

(ماخوذ از مردانِ عرب حصہ اول از عبد الستار ہمدانی صفحہ 248 تا 254 اکبر بک سیلرز لاہور)

اہلِ دمشق کو حِمص سے بیس ہزار فوج کی مدد آنے کی توقع تھی۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی صفحہ 724)

مگر اسلامی فوج نے یہ تدبیر کی کہ فوج کے ایک دستے کو دمشق کے راستے پر مقرر کر دیا۔ اس طرح حمص سے آنے والی فوج کو وہیں روک لیا گیا۔ مسلمانوں نے دمشق کا سخت محاصرہ کیے رکھا۔ اس میں حملوں، تیر اندازی اور منجنیقوں سے دشمن کو خوب پریشان کرتے رہے۔ اہلِ دمشق کو جب یقین ہو گیا کہ ان کو امداد نہیں پہنچ سکتی اور ان میں کمزوری اور بزدلی پیدا ہو گئی تو انہوں نے مزید جدوجہد ترک کر دی اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کو زیر کرنے کا جذبہ بڑھ گیا۔

(ماخوذ از تاریخ الطبری جلد2 صفحہ357-358 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اہلِ دمشق کا خیال تھا کہ سردیوں کی شدت میں مسلمان طویل محاصرہ کی تکلیفوں کو برداشت نہیں کر سکیں گے لیکن مسلمانوں نے حالات کا نہایت بہادری سے مقابلہ کیا۔ دمشق کے اطراف کے خالی مکانات کو مسلمانوں نے راحت و آرام کے لیے استعمال کیا۔ ہفتہ واری انتظام کے مطابق باری باری جو فوج محاذ پر ہوتی وہ آ کر آرام کرتی اور جب وہ چلی جاتی تو دوسری فوج آ کر آرام کرتی اور دروازوں پر متعین ان فوجی دستوں کے پیچھے ان کی حمایت اور نگرانی کے لیے دوسری فوج مقرر ہوتی۔ اس طرح طویل سے طویل محاصرے پر بھی قابو پانا آسان ہو گیا لیکن

مسلمانوں نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ دشمن کی منظم رکاوٹوں کو توڑنے کے لیے ان کی میدانی تحقیقات اور جنگی چالیں اپنا کام کرتی رہیں اور رکاوٹوں کے اس منظم اور طویل سلسلہ میں حضرت خالد بن ولیدؓ ایک ایسے مناسب مقام کے انتخاب میں کامیاب ہو گئے جہاں سے دمشق میں داخل ہونا ممکن تھا۔ یہ دمشق کا سب سے بہتر خطہ تھا۔ اس مقام پر خندق کا پانی کافی گہرا تھا اور وہاں سے داخل ہونا کافی دشوار طلب کام تھا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے دمشق میں داخل ہونے کی تدبیر یہ نکالی کہ چند رسیوں کو اکٹھا کیا تا کہ فصیل پر چڑھنے اور دمشق میں اترنے کے لیے ان میں پھندا لگا کر سیڑھیوں کا کام لیا جا سکے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو کسی ذریعہ سے یہ خبر مل گئی تھی کہ دمشق کے بطریق، رومی فوج کے دس ہزاری لشکر کے قائد کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے، ایک کمانڈر کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی ہے اور سارے لوگ جن میں اس کے محافظ سپاہی بھی تھے دعوت میں مشغول ہیں۔ چنانچہ وہ سب خوب کھا پی کر مست ہو کر سو گئے اور اپنی اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہو گئے۔ اسی دوران حضرت خالد بن ولیدؓ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ مشکیزوں کے سہارے خندق عبور کر کے فصیل تک پہنچ گئے اور رسیوں کے پھندے لگا کر انہیں بطور سیڑھی کے فصیل پر مضبوطی سے پھنسا دیا اور متعدد رسیاں فصیل سے لٹکا دیں۔ اس پر رسیوں کے سہارے کافی زیادہ تعداد میں مسلمان فصیل پر چڑھ گئے اور اندر اتر گئے اور دروازوں تک پہنچ گئے۔ دروازوں کی کنڈیوں کو تلوار سے کاٹ کر الگ کر دیا۔ اس طرح اسلامی فوجیں دمشق میں داخل ہو گئیں۔

(سیدنا عمر بن خطابؓ از علی محمد الصلابی صفحہ 727-728 مکتبہ الفرقان مظفر گڑھ)

حضرت خالدؓ کی فوج مشرقی دروازے پر قابض ہو گئی تو رومیوں نے گھبراہٹ میں حضرت ابو عبیدہؓ سے **مغربی دروازے پر صلح کی درخواست کی حالانکہ** پہلے مسلمانوں کی طرف سے صلح کی درخواست کو مسترد کر چکے تھے اور جنگ پر بضد تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ نے خوش دلی سے صلح کو منظور کر لیا۔ اس پر رومیوں نے قلعہ کے دروازے کھول دیے اور مسلمانوں سے کہا کہ جلد آؤ اور ہمیں اس دروازے کے حملہ آوروں یعنی حضرت خالدؓ سے بچاؤ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تمام دروازوں سے مسلمان صلح کے ساتھ شہر میں داخل ہوئے اور حضرت خالدؓ اپنے دروازے سے لڑائی کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوئے۔ حضرت خالدؓ اور باقی چاروں اسلامی امراء شہر کے وسط میں ایک دوسرے سے ملے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اگرچہ دمشق کا کچھ حصہ لڑ کر فتح کیا تھا لیکن چونکہ حضرت ابو عبیدہؓ نے صلح منظور کر لی تھی اس لیے مفتوحہ علاقے میں بھی صلح کی شرائط تسلیم کی گئیں۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ357-358 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

(الفاروق از شبلی نعمانی صفحہ 106-107 مطبوعہ ادارہ اسلامیات 2004ء)

یہاں یہ واضح ہو کہ دمشق کی فتح کو بعض مؤرخین حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں بیان کرتے ہیں لیکن دمشق کا یہ معرکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں شروع ہو چکا تھا۔ البتہ اس کی فتح کی خبر جب مدینہ بھیجی گئی تو اس وقت حضرت ابو بکرؓ کی وفات ہو چکی تھی۔ تو یہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے کی آخری جنگ تھی۔ آئندہ ان شاء اللہ حضرت ابو بکرؓ کی زندگی کے جو باقی پہلو ہیں وہ بیان ہوں گے۔

اس وقت میں چند مرحومین کا ذکر بھی کرنا چاہتا ہوں۔

پہلا ذکر ہے مکرم عمر ابو عر قوب صاحب **جو جنوبی فلسطین کے صدر جماعت** تھے۔ پندرہ اگست کو ستر سال کی عمر میں ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ عمر ابو عر قوب صاحب 2010ء میں ایم ٹی اے العربیہ کے ذریعہ جماعت سے متعارف ہوئے۔ اس بارے میں انہوں نے کہا کہ جب میں نے سب سے پہلے ایم ٹی اے دیکھا تو محسوس کیا کہ بے شک یہ لوگ نیک اور صالح ہیں۔ میں ایک طرف عالمِ اسلام کو قتل وغارت، ڈاکا، چوری اور باہمی منافرت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور دوسری طرف جماعتِ احمدیہ صلہ رحمی کی تعلیم دیتی ہے اور تہجد پڑھنے اور قرآن مجید کی تلاوت کرنے کی تلقین کرتی ہے جس سے میں کافی متاثر ہوا اور میں نے کہا کہ یہی سچی جماعت ہے جس کی پیروی ہم پر واجب ہے۔ پھر کہتے ہیں استخارے کے بعد مجھے یقین ہو گیا۔ پھر میں نے خواب بھی ایک دیکھی تھی کہ یہی سچی جماعت ہے اور کہتے ہیں کہ انہوں نے یہ عہد کیا کہ میں وفات تک اس جماعت سے منسلک رہوں گا۔ ہر مشکل وقت میں مرحوم بہت ثابت قدم رہتے تھے۔ مرحوم کہا کرتے تھے کہ جب تک میں زندہ ہوں تو اپنے عہد پر ثابت قدم رہوں گا۔ ان کی بیعت کے بعد ان کی اہلیہ محترمہ نے رؤیا میں دیکھا کہ چند احمدی لوگ ہیں۔ مکرم عمر صاحب کو اپنے گھر میں ایک کمرے میں لے گئے۔ انہوں نے ان کو نہلایا اور ان کے سینے کو کھول کر صاف کیا اور مجھے کہا کہ دیکھو ہم ان کو بہترین حالت میں واپس لے آئے ہیں۔ خلافت سے بے انتہا محبت کرنے والے تھے اور بڑی دعائیں کیا کرتے تھے۔ مرحوم جماعت سے اخلاص کا تعلق رکھنے والے تھے۔ اپنے گھر کے ایک حصہ کو جو نچلی منزل تھی جماعت کے لیے وقف کیا ہوا تھا۔ جماعت احمدیہ جنوبی فلسطین مرحوم کے مکان میں نماز جمعہ، عیدین اور اجلاسات کے لیے جمع ہوتی اور ان کے بیٹے نے کہا کہ مرحوم کی وصیت ہے کہ یہ حصہ جماعت کے لیے وقف رہے گا۔ ان کے مخالفین ان کو بیماری کے دنوں میں کہتے تھے جماعت احمدیہ سے توبہ کرو بیماری ہٹ جائے گی لیکن مرحوم اس کے باوجود ان سے تبلیغی مباحثہ کیا کرتے تھے اور ایک شخص جو بہت زیادہ بڑھ بڑھ کے مخالفت میں بولنے والا تھا اس سے مباحثہ کیا اور ایسا لاجواب کر دیا کہ اس کو کوئی جواب نہیں سوجھا۔ جب ان کے بیماری کے دن گزر رہے تھے تو بیماری کی شدت کی وجہ سے اگلے دن مرحوم کو آئی سی یو میں منتقل ہونا پڑا۔ مباحثے کے دوران مرحوم کے بیٹے نے اس ملاں سے کہا جو بہت زیادہ بڑھ بڑھ کے ان سے بحث کرنے والا تھا کہ والد صاحب کو چھوڑ دو۔ یہ صاحبِ تجربہ ہیں۔ تم ان کو نہیں منا سکتے۔ بہرحال بیٹا کہتا ہے کہ مرحوم نے مرض الموت میں یہ نصیحت کی تھی کہ میری موت پر اداس نہ ہونا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول دہراتے رہے کہ غَدًا أَلْقَى الْأَحِبَّةَ مُحَمَّدًا وَصَحْبَهٗ یعنی کل میں اپنے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ سے ملوں گا۔

(شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ جلد1 صفحہ499 اسلام حمزۃ۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 1996ء)

مرحوم بہت ہر دلعزیز اور ایک پیاری شخصیت کے مالک تھے۔ مرحوم کی اہلیہ تین بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی احمدیت قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو احمدی نہیں ہیں اور مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

دوسرا ذکر مکرم شیخ ناصر احمد صاحب، مٹھی تھرپارکر کا ہے جو ابھی گذشتہ دنوں ترانوے سال کی عمر میں

وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مٹھی کے سب سے پہلے احمدی تھے۔ 1969ء میں انہوں نے احمدیت قبول کی۔ ایک پُرجوش داعی الی اللہ اور دین کی غیرت رکھنے والے نڈر احمدی تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کی پابندی، مہمان نوازی، خلافت سے والہانہ عشق ان کے نمایاں اوصاف تھے۔ انہیں مٹھی اور اس کے گرد و نواح میں متعدد بیعتیں کروانے کی بھی توفیق ملی۔ مٹھی کی پہلی مسجد انہی کی دی ہوئی جگہ پر بنائی گئی تھی۔ خاندان اور برادری کی طرف سے انہیں شدید مخالفت کا سامنا رہا۔ خاص طور پر بچوں کی شادی کا وقت آیا تو برادری نے اپنے خاندان سے باہر احمدیوں میں رشتہ کرنے سے روکنے کے لیے شدید دباؤ ڈالا۔ آپ کا بائیکاٹ کیا گیا۔ وہ ان کی شادیوں میں شامل بھی نہیں ہوئے لیکن اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے انہوں نے باوجود مخالفت کے تمام بچوں کی شادیاں احمدی گھرانوں میں کیں۔ آپ نے اپنے بچوں کی تربیت کی طرف خاص توجہ دی۔ سب کو قرآن کریم پڑھایا، نماز کا پابند کیا۔ اپنی عورتوں کو جو پہلے ہندو تھیں اور ان کا روایتی طرز لباس چھڑوا کر انہیں برقع پہنوایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ایک مرتبہ ان کو خراجِ تحسین دیتے ہوئے فرمایا تھا کہ ”اگر ہر سینٹر میں ہم ایک ناصر پیدا کر دیں تو ہم یقیناً کامیاب ہو جائیں گے۔“ ان کے پسماندگان میں دو بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔ ان کے کچھ بچے بھی واقف زندگی ہیں، خدمت دین کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔

تیسرا جو ذکر ہے وہ ملک سلطان احمد صاحب سابق معلم وقف جدید کا ہے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں چوراسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ 1938ء میں پکانسوانہ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے تھے۔ پیدائشی احمدی تھے۔ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد محترم سجادہ صاحب المعروف شہزادہ کے ذریعہ سے آئی جنہوں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں خود قادیان جا کر بیعت کی تھی۔ انہوں نے مڈل تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد 1960ء میں وقفِ جدید کے تحت خدمت کی درخواست دی۔ ان کا وقف قبول ہوا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ جب وقفِ جدید کے انچارج تھے تو یہ ان کے زیر تربیت رہے اور کچھ عرصہ وہاں سے تربیت حاصل کر کے 1960ء میں ان کی معلم کے طور پر تقرری ہوئی۔ تھرپارکر کے علاقے میں بھیجے گئے جہاں انہوں نے بڑا کام کیا۔ پھر پاکستان کے دوسرے علاقوں میں بھی رہے۔ اڑتیس سال سے زائد ان کی خدمت کا دور ہے۔ اپنے مفوضہ فرائض بڑے خوش اسلوبی سے سرانجام دیتے رہے۔ تبلیغ کا بہت شوق تھا اور اسی وجہ سے 1968ء میں ان پر قاتلانہ حملہ بھی ہوا تھا۔ سچائی، ملنساری، مہمان نوازی، خوش مزاجی ان کے بنیادی وصف تھے۔ تہجد گزار، نماز باجماعت کے پابند، دعا گو انسان تھے۔ مرتے دم تک نظامِ خلافت کے ساتھ وفا کا تعلق رکھا اور اپنی اولاد کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے ان سے، درجات بلند کرے۔

اگلا ذکر مکرم محبوب احمد راجیکی صاحب کا ہے جو سعد اللہ پور ضلع منڈی بہاؤالدین کے رہنے والے تھے۔ یہ بھی گذشتہ دنوں میں چھیاسی سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں دو بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔ ایک بیٹا ان کا باہر جرمنی میں ہے اور کچھ لاہور میں مقیم ہیں۔

مرحوم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت غلام علی صاحب راجیکیؓ کے بیٹے اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکیؓ کے بھتیجے تھے اور حضرت مولوی غوث محمد صاحبؓ کے نواسے تھے۔

ان کے بیٹے مبرور صاحب بیان کرتے ہیں: ان کو سینتیس سال بطور صدر جماعت سعد اللہ پور خدمت کی توفیق ملی۔ بہت دعا گو، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سچے فدائی، خلافت سے بے حد محبت رکھنے والے، نڈر اور بہادر خادم سلسلہ تھے۔ تین مرتبہ ان کو اسیر راہ مولیٰ رہنے کی توفیق ملی۔ پنجوقتہ نماز کے پابند ہونے کے ساتھ ساتھ باقاعدگی سے لمبی تہجد ادا کرنے والے تھے۔ بے شمار موقعوں پر خدا تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کو قبولیت کا فوری شرف بخشا۔ صاحب رؤیا و کشوف بھی تھے۔ اسیری کے دوران بھی ان کو کئی دفعہ خوابیں آتی رہیں کہ فلاں دن رہائی ہو گی یا فلاں وقت یہ واقعہ ہو گا اور اسی طرح ہوتا بھی رہا۔ دن میں اکثر درود شریف اور دعاؤں میں مصروف رہتے بلکہ ایک شخص نے لکھا کہ ایک دن فجر کی نماز کے لیے آپ آئے تو اس نے ان کو ہاتھ لگایا تو بڑا تیز بخار تھا لیکن اس کے باوجود مسجد میں آئے باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے۔ اور ایم ٹی اے سے تعلق اور خلافت سے محبت کا یہ حال تھا کہ اونچا سننے لگے تھے، سمجھ نہیں بھی آتی تھی تب بھی خطبہ کے دوران ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر ضرور سننے کی کوشش کرتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ارد گرد کے گاؤں کے غیر احمدی بہت زیادہ آئے بلکہ پہلے بھی آتے رہتے تھے اور بڑا اعتقاد تھا، ان سے دعائیں کرایا کرتے تھے۔ وفات کے بعد تو آئے ہی افسوس کرنے تھے۔ دعائیں کراتے تھے اور کہا کرتے تھے اگر یہ احمدی نہ ہوتے تو سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ان کے مرید ہوتے اور ان کی دعاؤں کی قبولیت کے کئی غیر احمدیوں نے بھی واقعات بیان کیے ہیں اور مثالیں دی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان شاء اللہ نمازوں کے بعد ان سب کی نماز جنازہ ادا کی جائے گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23/ ستمبر 2022ء جلد 29 شمارہ 76 صفحہ 05 تا 10)

36

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ ستمبر 2022ء بمطابق 09/ تبوک 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی کے کچھ واقعات ہیں جو بیان کروں گا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپؓ نے حضرت **عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو بلایا اور فرمایا مجھے عمر کے متعلق** بتاؤ تو انہوں نے یعنی حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے کہا۔ اے رسول اللہ کے خلیفہ! اللہ کی قسم وہ یعنی حضرت عمرؓ آپؓ کی جو رائے ہے اس سے بھی افضل ہیں سوائے اس کے کہ ان کی طبیعت میں سختی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ سختی اس لیے ہے کہ وہ مجھ میں نرمی دیکھتے ہیں۔ اگر امارت ان کے سپرد ہو گئی تو وہ اپنی بہت سی باتیں جو اُن میں ہیں اس کو چھوڑ دیں گے کیونکہ میں نے ان کو دیکھا ہے کہ جب میں کسی شخص پر سختی کرتا تو وہ مجھے اس شخص سے راضی کرنے کی کوشش کرتے اور جب میں کسی شخص سے نرمی کا سلوک کرتا تو اس پر مجھے سختی کرنے کا کہتے۔ اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو بلایا اور ان سے حضرت عمرؓ کے بارے میں دریافت فرمایا۔ حضرت عثمانؓ نے کہا ان کا باطن ان کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں۔

اس پر حضرت ابو بکرؓ نے دونوں اصحاب سے فرمایا جو کچھ میں نے تم دونوں سے کہا ہے اس کا ذکر کسی اَور سے نہ کرنا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر میں حضرت عمرؓ کو چھوڑتا ہوں تو میں عثمانؓ سے آگے نہیں جاتا اور ان کو یہ اختیار ہو گا کہ وہ تمہارے امور کے متعلق کوئی کمی نہ کریں۔ اب میری یہ خواہش ہے کہ میں تمہارے امور سے علیحدہ ہو جاؤں اور تمہارے اسلاف میں سے ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکرؓ کی بیماری کے دنوں میں حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا کہ آپؓ نے حضرت عمرؓ کو لوگوں پر خلیفہ بنا دیا ہے حالانکہ آپ دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی موجودگی میں لوگوں سے کس طرح سلوک کرتے ہیں اور اس وقت کیا حال ہو گا جب وہ تنہا ہوں گے اور آپ اپنے رب سے ملاقات کریں گے اور وہ آپ سے رعیت کے بارے میں پوچھے گا یعنی اللہ تعالیٰ آپ سے اپنی رعیت کے بارے میں پوچھے گا۔ حضرت ابو بکرؓ لیٹے ہوئے تھے۔ آپؓ نے فرمایا مجھے بٹھا دو۔ جب اُن کو بٹھایا گیا اور وہ سہارا لے کر بیٹھے تو آپؓ نے کہا:

کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جب میں اپنے رب سے ملوں گا اور وہ مجھ سے پوچھے گا تو میں جواب دوں گا

کہ میں نے تیرے بندوں میں سے بہترین کو تیرے بندوں پر خلیفہ بنایا ہے۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 272 -273دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان2003ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بارے میں تاریخ کی کتب کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات جب قریب آئی تو آپؓ نے صحابہ سے مشورہ لیا کہ میں کس کو خلیفہ مقرر کروں۔ اکثر صحابہ نے اپنی رائے حضرت عمرؓ کی امارت کے متعلق ظاہر کی اور بعض نے صرف یہ اعتراض کیا کہ حضرت عمرؓ کی طبیعت میں سختی زیادہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ لوگوں پر تشدد کریں۔ آپؓ نے فرمایا یہ سختی اسی وقت تک تھی جب تک ان پر ذمہ داری نہیں پڑی تھی اب جبکہ ایک ذمہ داری ان پر پڑ جائے گی تو ان کی سختی کا مادہ بھی اعتدال کے اندر آجائے گا۔ چنانچہ تمام صحابہ حضرت عمرؓ کی خلافت پر راضی ہو گئے۔

آپ کی، حضرت ابو بکرؓ کی صحت چونکہ بہت خراب ہو چکی تھی، اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے اپنی بیوی اسماء کا سہارا لیا اور ایسی حالت میں جبکہ آپؓ کے پاؤں لڑکھڑا رہے تھے، ہاتھ کانپ رہے تھے آپؓ مسجد میں آئے اور تمام مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ میں نے بہت دنوں تک متواتر اس امر پر غور کیا ہے کہ اگر میں وفات پا جاؤں تو تمہارا کون خلیفہ ہو۔ آخر بہت کچھ غور کرنے اور دعاؤں سے کام لینے کے بعد میں نے یہی مناسب سمجھا ہے کہ عمر کو خلیفہ نامزد کر دوں۔ سو میری وفات کے بعد عمر تمہارے خلیفہ ہوں گے۔ سب صحابہؓ اور دوسرے لوگوں نے اس امارت کو تسلیم کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ کی بیعت ہو گئی۔

(ماخوذ از خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 483-484)

پھر اس بارے میں مزید ایک **جگہ اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہ نامزد کیوں کیا**، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”اگر کہا جائے کہ جب قوم کے انتخاب سے ہی کوئی خلیفہ ہو سکتا ہے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عمرؓ کو نامزد کیوں کیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے یونہی نامزد نہیں کر دیا بلکہ پہلے صحابہؓ سے آپ کا مشورہ لینا ثابت ہے۔ فرق ہے تو صرف اتنا کہ اَور خلفاء کو خلیفہ کی وفات کے بعد منتخب کیا گیا اور حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کی موجودگی میں ہی منتخب کر لیا گیا۔ پھر آپؓ نے اسی پر بس نہیں کیا۔“ یعنی حضرت ابو بکرؓ نے یہیں پر بس نہیں کیا، اس کو کافی نہیں سمجھا ”کہ چند صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد آپؓ نے حضرت عمرؓ کی خلافت کا اعلان کر دیا ہو بلکہ باوجود سخت نقاہت اور کمزوری کے آپؓ اپنی بیوی کا سہارا لے کر مسجد میں پہنچے اور لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! میں نے صحابہؓ سے مشورہ لینے کے بعد اپنے بعد خلافت کے لیے عمرؓ کو پسند کیا ہے کیا تمہیں بھی ان کی خلافت منظور ہے؟ اس پر تمام لوگوں نے اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا۔ پس یہ بھی ایک رنگ میں انتخاب ہی تھا۔“

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 555)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیماری اور وصیت کے بارے میں تاریخ طبری میں مزید لکھا ہے حضرت ابو بکرؓ کی علالت اور وفات کا ذکر یوں بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی بیماری کا باعث یہ ہوا کہ سات جمادی الآخر سوموار کے دن آپؓ نے غسل کیا۔ اس روز خوب سردی تھی۔ اس وجہ سے آپؓ کو بخار ہو گیا جو پندرہ روز تک رہا۔ یہاں تک کہ آپؓ نماز کے لیے باہر آنے کے قابل نہ رہے۔ آپؓ نے حکم دے دیا کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھاتے رہیں۔

لوگ آپؓ کی عیادت کے لیے آتے تھے مگر روز بروز آپؓ کی طبیعت خراب ہوتی گئی۔ اس زمانے میں حضرت ابو بکرؓ اس مکان میں ٹھہرے ہوئے تھے جو اُن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمایا تھا اور جو حضرت عثمان بن عفانؓ کے مکان کے سامنے واقع تھا۔ علالت کے زمانے میں زیادہ تر آپ کی تیمارداری حضرت عثمانؓ کرتے رہے۔

(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ348 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء)

آپؓ پندرہ روز تک بیمار رہے۔ کسی نے آپؓ سے کہا آپؓ طبیب کو بلا لیں تو اچھا ہے۔ آپؓ نے فرمایا: وہ مجھے دیکھ چکا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اس نے آپؓ سے کیا کہا ہے۔ آپؓ نے فرمایا اس نے یہ کہا ہے کہ اِنِّیْ اَفْعَلُ مَا اَشَاءُ، میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں۔ (تاریخ الطبری جلد 2 صفحہ347 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2012ء)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ بیمار ہوئے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا ہم آپ کے لیے طبیب کو بلا لیں تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اس نے مجھے دیکھ لیا ہے اور کہا ہے کہ اِنِّی فَعَّالٌ لِّمَا أُرِیدُ کہ میں جو چاہوں گا ضرور کروں گا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد المجلد الثالث صفحہ 148 'ابوبکر الصدیق' ذکر وصیۃ ابی بکر۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

بہر حال آپ کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ کا اب یہی ارادہ ہے کہ مجھے اپنے پاس بلا لے اور کسی طبیب کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے منگل کی شام کو بتاریخ بائیس جمادی الآخر تیرہ ہجری کو تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپؓ کا عہد خلافت دو سال تین مہینے دس روز رہا۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ لابن سعد المجلد الثالث صفحہ 151 'ابوبکر الصدیق' ذکر وصیۃ ابی بکر۔ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے **لبوں سے جو آخری الفاظ ادا ہوئے وہ** قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تھی کہ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ (یوسف:102) یعنی مجھے فرمانبردار ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین کے زمرے میں شمار کر۔ (ابو بکر الصدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 478 اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت **ابو بکر صدیق کی انگوٹھی کا نقش نِعْمَ** الْقَادِرُ اللّٰہ تھا یعنی کیا ہی قدرت رکھنے والا ہے اللہ تعالیٰ۔

(طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 158 دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ میری تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر دیکھنا کہ کوئی اَور چیز تو نہیں رہ گئی۔ باقی چیزیں تو حضرت عمرؓ کو دے دی تھیں۔ اگر ہو تو اس کو بھی حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دینا۔ تجہیز و تکفین کے متعلق فرمایا۔ اس وقت جو کپڑا بدن پر ہے اسی کو دھو کر دوسرے کپڑوں کے ساتھ کفن دینا۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یہ تو پرانا ہے۔ کفن کے لیے نیا ہونا چاہیے۔ فرمایا زندے مُردوں کی بہ نسبت نئے کپڑوں کے زیادہ حقدار ہیں۔

(سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 50 دار الاشاعت کراچی)

جو نیا کپڑا ہے وہ کسی زندہ کو پہنا دو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے وصیت کی تھی کہ آپؓ کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس آپؓ کو غسل دیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمٰن

نے ان کے ساتھ معاونت کی۔ آپؓ کا کفن دو کپڑوں پر مشتمل تھا۔ ان میں سے ایک کپڑا غسل کے لیے استعمال ہونے والا تھا۔ یہ بھی روایت ہے کہ تین کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ پھر آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چارپائی پر رکھا گیا۔ یہ وہ چارپائی تھی جس پر حضرت عائشہؓ سویا کرتی تھیں۔ اسی چارپائی پر آپ کا جنازہ اٹھایا گیا اور حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی **قبر اور منبر کے درمیان آپؐ کا جنازہ پڑھایا اور آپؐ** کو رات کے وقت اسی حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ دفن کیا گیا۔ آپؓ کا سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کے مقابل میں رکھا گیا۔

(مستدرك حاكم ، الجزء الثالث صفحه66 حديث نمبر 4409 دارالكتب العلمية بيروت 2002ء)

تدفین کے وقت حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت طلحہ بن عبداللہؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ قبر میں اترے اور تدفین کی۔ ابنِ شہاب سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کو رات کے وقت دفن کیا۔

(الطبقات الكبرٰى جلد 3 صفحه 156 دارالكتب العلمية بيروت 1990ء)

حضرت سالم بن عبداللہؒ اپنے والد کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی وفات کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا غم تھا کیونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپؓ کا جسم مسلسل کمزور سے کمزور تر ہوتا گیا یہاں تک کہ آپؓ کا انتقال ہو گیا۔

(مستدرك حاكم ، الجزء الثالث صفحه 66 حديث نمبر 4410 دارالكتب العلمية بيروت 2002ء)

بعض سیرت نگاروں نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپؓ کی وفات کا باعث وہ کھانا تھا جس میں کسی یہودی نے زہر ملایا تھا لیکن عموماً سیرت نگاروں نے اس روایت کی تردید بھی کی ہے۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ از عمر ابو النصر (مترجم) صفحہ 726 مشتاق بک کارنر لاہور)

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے پوچھا یہ کون سا دن ہے؟ لوگوں نے کہا سوموار۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا اگر آج میں فوت ہو جاؤں تو کل کا انتظار نہ کرنا کیونکہ مجھے وہ دن یا رات زیادہ محبوب ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہو۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحه88 مسند ابی بكر الصديق حديث 45۔ عالم الكتب بيروت 1998ء)

یعنی تدفین وہاں ہو جائے تو زیادہ بہتر ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ترکے کی بابت فرمایا کہ میرے بعد قرآنی احکام کے مطابق اسے تقسیم کر دیا جائے۔

(سیرت خلفائے راشدین از محمد الیاس عادل صفحہ 152 مشتاق بک کارنر لاہور)

اسی طرح ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے متروکہ مال میں سے رشتہ داروں کے لیے جو وارث نہیں تھے پانچویں حصہ کی وصیت کی تھی۔

(ابو بکر الصدیق از محمد حسین ہیکل صفحہ 475 اسلامی کتب خانہ لاہور)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ازواج اور اولاد کے بارے میں ذکر ہے کہ آپؓ کی چار بیویاں

تھیں۔ نمبر ایک قُتَیلہ بنت عَبْدُالْعُزّٰی۔ ان کے اسلام لانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ یہ حضرت عبداللہؓ اور حضرت اسماءؓ کی والدہ تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے انہیں زمانۂ جاہلیت میں طلاق دے دی تھی۔ یہ ایک مرتبہ مدینہ میں حضرت اسماءؓ یعنی اپنی بیٹی کے پاس کچھ گھی اور پنیر بطور ہدیہ لے کر آئی تھیں مگر حضرت اسماءؓ نے وہ ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور انہیں گھر میں داخل بھی نہیں ہونے دیا اور حضرت عائشہؓ کو کہلا بھیجا کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کریں۔ حضرت عائشہؓ سے کہا کہ ذرا پوچھ کے بتائیں کہ میری ماں اس طرح آئی ہے اور تحفہ لائی ہے۔ میں نے تو انہیں گھر میں داخل نہیں ہونے دیا۔ کیا ارشاد ہے؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کو گھر میں آنے دو اور ان کا ہدیہ قبول کرو۔

نمبر دو جو اہلیہ تھیں وہ حضرت ام رُوْمَان بنت عامرؓ تھیں۔ آپ کا تعلق بنوکِنعَانہ بن خُزیمہ سے تھا۔ آپ کے پہلے خاوند حارث بن سَخْبَرَہ مکہ میں فوت ہو گئے اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے عقد میں آ گئیں۔ آپ ابتدا میں اسلام لے آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی اور مدینہ کی طرف ہجرت کی۔ آپؓ کے بطن سے حضرت عبدالرحمٰنؓ اور حضرت عائشہؓ کی ولادت ہوئی۔ آپؓ کی وفات چھ ہجری میں مدینہ میں ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ان کی قبر میں اترے اور ان کی مغفرت کی دعا فرمائی۔

تیسری حضرت اَسماءؓ بنت عُمَیس بن مَعْبَد بن حارِث تھیں۔ آپ کی کنیت ام عبداللہ ہے۔ آپ مسلمانوں کے دار ارقم میں داخل ہونے سے پہلے ہی اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر چکی تھیں۔ آپ ابتدائی ہجرت کرنے والی تھیں۔ آپ نے اپنے خاوند حضرت جعفر بن ابو طالبؓ کے ساتھ پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور وہاں سے سات ہجری میں مدینہ تشریف لائیں۔ آٹھ ہجری میں جنگ موتہ میں جب حضرت جعفرؓ شہید ہو گئے تو آپ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں آ گئیں۔ آپ کے بطن سے محمد بن ابو بکر پیدا ہوئے۔

چوتھی بیوی حضرت حَبِیبہ بنت خَارِجہ بن زید بن ابوزُہَیر تھیں۔ ان کا تعلق انصار کی شاخ خزرج سے تھا۔ حضرت ابو بکرؓ مدینہ کے مضافاتی علاقے سُنْحْ میں آپ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ آپ کے بطن سے حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی امِ کلثوم پیدا ہوئیں جن کی ولادت حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ہوئی۔ اولاد میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ پہلے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ۔ آپؓ حضرت ابو بکرؓ کے سب سے بڑے بیٹے تھے۔ آپؓ حدیبیہ کے دن مسلمان ہوئے اور پھر اسلام پر ثابت قدم رہے۔ آپؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل رہی۔ آپؓ شجاعت اور بہادری میں بہت مشہور تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد آپؓ کا قابل تعریف موقف رہا۔

دوسرے حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ تھے۔ آپؓ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے موقع پر اہم کردار تھا۔ آپ تمام دن مکہ میں گزارتے اور مکہ والوں کی خبریں جمع کرتے اور پھر رات کے وقت چپکے سے غار میں پہنچ کر وہ خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کو سناتے اور صبح کے وقت واپس مکہ میں آ جاتے۔ طائف کی جنگ میں آپ کو ایک تیر لگا جس کا زخم ٹھیک نہ ہوا اور آخر کار اسی کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں آپؓ نے شہادت پائی۔

محمد بن ابو بکر تیسرے بیٹے تھے۔ آپ حضرت اسماء بنت عمیس کے بطن سے پیدا ہوئے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ذوالحلیفہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ حضرت علیؓ کی گود میں آپ نے پرورش پائی اور حضرت علیؓ نے اپنے دَور میں آپ کو مصر کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ وہیں مارے گئے۔ بعض روایات میں حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے والوں میں ان کا نام بھی لیا جاتا ہے اور اسی وجہ سے ان کو قتل کیا گیا۔ واللہ اعلم۔

آپ کے بچوں میں سے چوتھی حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ ہیں۔ آپؓ ذات النطاقین کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت عائشہؓ سے عمر میں بڑی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ذات النطاقین کے لقب سے نوازا تھا کیونکہ ہجرت کے موقع پر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد کے لیے توشہ تیار کیا اور پھر اس کو باندھنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو اپنے کمربند کو پھاڑ کر توشہ باندھ دیا۔ کھانے کا جو انتظام کیا تھا وہ کھانا کمر کے کپڑے سے باندھ کر دے دیا۔ حضرت زبیر بن عوامؓ سے آپ کی شادی ہوئی اور بحالت حمل آپ نے مدینہ ہجرت کی۔ ہجرت کے بعد آپؓ کے بطن سے حضرت عبد اللہ بن زُبیرؓ پیدا ہوئے جو ہجرت کے بعد پیدا ہونے والے سب سے پہلے بچے تھے۔ حضرت اسماءؓ نے سو سال عمر پائی۔ آپ کی وفات مکہ میں تہتر ہجری میں ہوئی۔

پانچواں بچہ ام المومنین حضرت عائشہ بنت ابو بکرؓ تھیں۔ آپؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ تھیں۔ آپؓ خواتین میں سب سے بڑی عالمہ تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کو ام عبد اللہ کی کنیت عطا فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپؓ کے ساتھ مثالی محبت تھی۔ امام شعبیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب مسروق حضرت عائشہؓ سے کوئی روایت بیان کرتے تو کہتے مجھ سے صدیقہ بنت صدیق نے بیان کیا جو اللہ کے محبوب کی محبوبہ ہیں اور جن کی بریت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے۔ آپ کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ستاون ہجری میں ہوئی۔ ایک روایت کے مطابق آپؓ کی وفات اٹھاون ہجری میں ہوئی۔

چھٹی اولاد ام کلثوم بنت ابو بکر تھیں۔ آپ حضرت حبیبہ بنت خارجہ انصاریہ کے بطن سے پیدا ہوئیں۔ وفات کے وقت حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا یہ تمہارے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا کہ یہ میری بہن اسماء ہیں انہیں تو میں جانتی ہوں مگر میری دوسری بہن کون ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو خارجہ کی بیٹی کے بطن میں ہے۔ یعنی ابھی پیدا نہیں ہوئی، جو پیدا ہونے والی ہے وہ بیٹی ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ میرے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ ان کے ہاں لڑکی ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد ام کلثوم کی ولادت ہوئی۔ ام کلثوم کی شادی حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ سے ہوئی جو جنگِ جمل میں شہید ہوئے۔

(ماخوذ از سیدنا ابو بکرؓ شخصیت اور کارنامے از ڈاکٹر صلابی مترجم صفحہ 48 تا 52، الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ پاکستان) (البداية والنهاية جلد 8 صفحه 99، 58ھ، ممن توفی فی هذه السنة، دارالكتب العلمية بيروت 2001ء) (اسد الغابه جلد 5 صفحه 98 دارالكتب العلمية بيروت) (اصابه جلد 8 صفحه 392 دارالكتب العلمية بيروت)

بعض روایات کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کی ایک بیٹی کی شادی حضرت بلالؓ سے ہوئی تھی اور یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ یہ بیٹی آپ کی چار بیویوں میں سے کسی بیوی کے پہلے خاوند سے تھی۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ، از عمر ابو النصر (مترجم) صفحہ 647 مشتاق بک کارنر لاہور)

نظامِ حکومت کے بارے میں کہ کس طرح آپؓ نظام حکومت چلاتے تھے لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کو کوئی امر پیش آتا تو پھر جہاں مشورے کی ضرورت ہوتی اور اہل الرائے لوگوں کی ضرورت ہوتی، اہلِ فقہ کا مشورہ لینا چاہتے تو آپؓ مہاجرین و انصار میں سے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بھی بلاتے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 2 صفحہ 267 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

یا بعض اوقات زیادہ تعداد میں مہاجرین اور انصار کو جمع فرماتے۔

حضرت مصلح موعودؓ شَاوِرْهُمْ (آل عمران:160) کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ اس ایک لفظ پر غور کرو۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ لینے والا ایک ہے دو بھی نہیں اور جن سے مشورہ لینا ہے وہ بہر حال تین یا تین سے زیادہ ہوں۔ پھر وہ اس مشورے پر غور کرے۔ پھر حکم ہے فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ (آل عمران:160) جس بات پر عزم کرے اس کو پورا کرے اور کسی کی پروانہ کرے۔ یعنی مشورہ لینے والا مشورہ لے، اس کے بعد، مشورہ لینے کے بعد سارا تجزیہ کر کے اس پر عمل کرے اور پھر کسی کی پروانہ کرے۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اس عزم کی خوب نظیر ملتی ہے۔ جب لوگ مرتد ہونے لگے تو مشورہ دیا گیا کہ آپؓ اس لشکر کو روک لیں جو اسامہؓ کے زیرِ کمان جانے والا تھا مگر انہوں نے جواب دیا کہ جو لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے میں اسے واپس نہیں کر سکتا۔ ابو قحافہ کے بیٹے کی طاقت نہیں کہ ایسا کر سکے۔ پھر بعض کو رکھ بھی لیا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ بھی اس لشکر میں جا رہے تھے ان کو روک لیا۔

پھر زکوٰۃ کے متعلق کہا گیا کہ مرتد ہونے سے بچانے کے لیے ان کو معاف کر دو۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونٹ باندھنے کی ایک رسّی بھی دیتے تھے تو وہ بھی لوں گا اور اگر تم سب مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ اور مرتدین کے ساتھ جنگل کے درندے بھی مل جائیں تو میں اکیلا ان سب کے ساتھ جنگ کروں گا۔ یہ عزم کا نمونہ ہے۔ پھر کیا ہوا تم جانتے ہو۔ یہ عزم تھا حضرت ابو بکرؓ کا اور لوگوں کے مشورے اَور تھے لیکن کیا ہوا۔ جس عزم کا نمونہ آپؓ نے دکھایا خدا تعالیٰ نے آپؓ کے عزم کی وجہ سے فتوحات کا دروازہ کھول دیا۔ یاد رکھو! جب خدا سے انسان ڈرتا ہے تو پھر مخلوق کا رعب اس کے دل پر اثر نہیں کرتا۔

(ماخوذ از منصب خلافت، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 58)

یہ ہے منصبِ خلافت کی حقیقت۔ بیت المال کا قیام رسول اکرمؐ کے عہدِ مبارک میں غنیمت، خُمُس، فَے، زکوٰۃ وغیرہ کے جو اموال آتے تھے آپؐ اسی وقت سب کے سامنے مسجد میں بیٹھ کر تقسیم کر دیتے تھے اور یوں کہا جا سکتا ہے کہ اس رنگ میں بیت المال کا شعبہ عہدِ نبویؐ میں موجود تھا۔ البتہ حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں فتوحات کی وجہ سے دوسری مدات کے علاوہ غنیمت اور جزیہ کی آمدنی بھی کافی زیادہ آنی شروع ہو گئی، اس میں اضافہ ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ کو ایک بیت المال قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی تا کہ تقسیم اور خرچ ہو جانے تک مال وہاں رکھا جا سکے۔ چنانچہ انہوں نے اکابر صحابہؓ کے مشورہ سے ایک مکان اس کے لیے مختص کر دیا لیکن یہ بیت المال برائے نام

ہی رہا کیونکہ حضرت ابو بکرؓ کی ہمیشہ یہی کوشش ہوتی تھی کہ نقد اور جنس آنے کے ساتھ ہی تقسیم کر دیا جائے۔ بعض روایات کے مطابق محکمہ مال کی ذمہ داری حضرت ابو عبیدہؓ کے سپرد ہوئی۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 181 البدر پبلیکیشنز لاہور 2000ء)

آغاز میں حضرت ابو بکرؓ نے وادی سُنْح میں بیت المال بنایا ہوا تھا اس کے لیے کوئی محافظ مقرر نہ تھا۔ سُنْح مدینہ کے مضافات میں مسجد نبوی سے تقریباً دو میل کے فاصلے پر ایک جگہ تھی۔ ایک مرتبہ کسی نے کہا آپؓ بیت المال کی حفاظت کے لیے کوئی محافظ کیوں مقرر نہیں فرماتے؟ آپؓ نے جواب دیا اس کی حفاظت کے لیے ایک قفل کافی ہے یعنی تالا لگا ہوا ہی کافی ہے کیونکہ جو کچھ بھی بیت المال میں جمع ہوتا تھا آپؓ اسے تقسیم فرما دیتے تھے، اکثر خالی ہی رہتا تھا یہاں تک کہ وہ بالکل خالی ہو جاتا۔ پھر جب آپؓ مدینہ منتقل ہو گئے تو بیت المال اپنے گھر میں ہی منتقل کر لیا۔ آپؓ کا طریق یہ تھا کہ جو مال بیت المال میں ہوتا لوگوں کو تقسیم کر دیا کرتے حتّٰی کہ وہ خالی ہو جاتا اور تقسیم کرنے میں ہر ایک کو برابر دیا کرتے تھے اور اسی مال سے آپؓ اونٹ، گھوڑے اور ہتھیار خرید کر اللہ کی راہ میں تقسیم کر دیتے۔ ایک دفعہ آپؓ نے بدوؤں سے چادریں خرید کر مدینہ کی بیواؤں میں تقسیم کیں۔

(تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی صفحہ 63-64 دار الکتاب العربی بیروت 1999ء)(فرہنگ سیرت صفحہ 157 زوار اکیڈمی کراچی)

تقسیم تو کئی دفعہ کی ہوں گی لیکن بہر حال یہ ذکر روایت میں ایک دفعہ کا ریکارڈ ہوا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جانا اس کے بارے میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ منتخب ہوئے تو ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے بھی بیت المال سے ہی وظیفے کا انتظام کیا گیا۔ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فرمایا کہ میری قوم کو علم ہی ہے کہ میرا پیشہ ایسا نہ تھا جس سے میں اپنے گھر والوں کی خوراک مہیا نہ کر سکتا۔ میری آمدنی اتنی تھی کہ آرام سے میں گھر چلا رہا تھا مگر اب میں مسلمانوں کے کاموں میں مشغول ہو گیا ہوں۔ سو ابو بکر کے اہل و عیال اب بیت المال سے کھائیں گے اور وہ یعنی ابو بکر مسلمانوں کے لیے اس مال میں کاروبار کرے گا اور تجارت سے ان کا مال بڑھاتا رہے گا۔

(صحیح البخاری کتاب البیوع باب کسب الرجل و عمله بیده حدیث نمبر 2070)

چنانچہ مسلمانوں نے آپؓ کے لیے سالانہ چھ ہزار درہم مقرر کیے۔ بعض کہتے ہیں کہ آپؓ نے اتنا منظور کیا تھا جتنا آپؓ کی ضرورت کے لیے کافی ہو۔ آپ پہلے والی تھے یعنی حکومت کے سربراہ تھے جس کی رعایا نے آپؓ کے مصارف منظور کیے۔

(ماخوذ از الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد 2 صفحہ 272 دار الکتب العلمیة بیروت 2006ء)

ایک روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بنائے گئے تو ایک روز صبح کے وقت آپ بازار کی طرف جا رہے تھے۔ ان کے کندھے پر وہ کپڑے تھے جن کی وہ تجارت کیا کرتے تھے۔ آپؓ کو حضرت عمر بن خطابؓ اور حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ ملے۔ انہوں نے کہا اے رسول اللہ کے خلیفہ! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ بازار جا رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: یہ آپؓ کیا کرتے ہیں حالانکہ آپؓ مسلمانوں کے امور کے والی ہیں۔ آپؓ نے فرمایا تو میں اپنے عیال کو کہاں سے کھلاؤں گا۔ تو وہ آپؓ کو اپنے ساتھ یہ کہہ کر لے گئے کہ ہم آپؓ کا حصہ مقرر کرتے ہیں۔

(ماخوذ از الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 137 'ابوبکر الصدیق' دار الکتب العلمیة بیروت 2012ء)

چنانچہ سالانہ تین ہزار درہم وظیفہ مقرر ہوا۔ بعض روایات کے مطابق چھ ہزار درہم جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے وظیفہ مقرر ہوا اور بعض کے مطابق کل عہدِ خلافت میں چھ ہزار درہم دیے گئے۔ اسی طرح سیرت کی کتب میں تقریباً بالاتفاق یہ ملتا ہے کہ اگرچہ حضرت ابو بکرؓ نے بیت المال سے اپنی اور اہل و عیال کی ضروریات پوری کرنے کے لیے وظیفہ لیا مگر وفات کے وقت تمام رقمیں واپس کر دیں۔ چنانچہ ایک روایت ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت فرمائی کہ آپؓ کی زمین فروخت کر کے اس کی قیمت سے وہ رقم ادا کی جائے جو آپؓ نے بیت المال سے اپنے ذاتی مصارف کے لیے لی تھی۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2صفحہ272 دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء)

(طبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 143 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

ایک اَور روایت میں اس طرح ذکر ملتا ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ جب سے ہم خلیفہ ہوئے ہیں مَیں نے قوم کا کوئی دینار و درہم نہیں کھایا بلکہ معمولی کھانا اور موٹا لباس پہنتا رہا نیز مسلمانوں کے مالِ غنیمت میں صرف یہ چیزیں ہیں؛ غلام، اونٹ اور چادر۔ لہٰذا میرے مرنے کے بعد ان تمام چیزوں کو عمر کو بھجوا دینا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں جب آپؓ کی وفات ہوئی تو میں نے وہ چیزیں حضرت عمرؓ کے پاس بھیج دیں۔ حضرت عمرؓ چیزیں دیکھ کے رونے لگے یہاں تک کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور حضرت عمرؓ یہی فرما رہے تھے کہ اللہ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے انہوں نے اپنے بعد کے لوگوں کو مشقت میں ڈال دیا۔

(الکامل فی التاریخ لابن اثیر جلد2صفحہ271 مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت2006ء)

جب حضرت ابو بکرؓ نے وفات پائی تو حضرت عمرؓ نے چند صحابہؓ کو بلا کر بیت المال کا جائزہ لیا تو حضرت عمرؓ نے اس میں کوئی چیز نہ درہم نہ دینار پایا۔

(تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی صفحہ64 دارالکتاب العربی بیروت1999ء)

کچھ بھی نہیں تھا، خالی تھا، سب تقسیم کر دیا تھا۔ محکمہ قضا کا نظام آپؓ نے جاری کیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں اگرچہ محکمہ قضا کو باقاعدہ طور پر منظم نہیں کیا گیا تھا تاہم آپؓ نے قضا کا محکمہ حضرت عمرؓ کے سپرد کر رکھا تھا۔

(سیدنا صدیق اکبر از ابو النصر مترجم صفحہ 699)

ایک روایت میں ذکر ہے کہ جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: میں آپؓ کی طرف سے عدالت کی خدمات انجام دوں گا۔ حضرت عمرؓ ایک سال تک منتظر رہے مگر اس عرصہ میں کوئی دو شخص بھی آپ کے پاس قضیہ لے کر نہیں آئے۔ (تاریخ الطبری جلد2صفحہ351 دارالکتب العلمیۃ بیروت2012ء)

کوئی لڑائی جھگڑا ہی نہیں ہوتا تھا۔ کوئی مسائل نہیں پیدا ہوتے تھے۔ مقدمات کی تعداد بہت کم تھی۔ اگر کوئی مقدمہ آ بھی جاتا تو حضرت ابو بکرؓ خود اس کے لیے وقت نکال لیتے تھے، خود ہی حل کر دیا کرتے تھے۔ محکمہ قضا کے سربراہ حضرت عمرؓ تھے اور آپ کی مدد کے لیے درج ذیل اصحاب مقرر تھے: حضرت علیؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔ (سیدنا صدیق اکبرؓ از ابو النصر مترجم صفحہ 699-700)

حضرت عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ اس وقت امن و امان اور دیانت داری کا یہ عالم تھا کہ مہینہ مہینہ گزر جاتا

اور دو آدمی بھی فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس نہ آتے تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد الجزء الثالث صفحہ 137 'ابوبکر الصدیق' دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

محکمہ افتا کے بارے میں لکھا ہے کہ نئے نئے قبائل اور آبادیاں حلقہ اسلام میں داخل ہو رہی تھیں اور حالات کے پیش نظر بعض نئے نئے فقہی مسائل بھی پیدا ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے عام مسلمانوں کی سہولت اور راہنمائی کے لیے محکمہ افتا قائم کیا اور حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو فتویٰ دینے پر مامور کیا کیونکہ یہ حضرات تفقہ فی الدین اور علم و اجتہاد کے لحاظ سے دوسروں سے ممتاز تھے۔ ایک روایت کے مطابق حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی فتویٰ دینے والے ان اصحاب میں شامل تھے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کو فتویٰ دینے کی اجازت نہ تھی۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 182 البدر پبلیکیشنز لاہور 2000ء)

(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 700)

ایک مؤرخ نے لکھا ہے کتابت، لکھنے کا جو محکمہ تھا اس کے بارے میں لکھنے والا لکھتا ہے کہ عہدِ جدید کی اصطلاح میں کاتب کو حکومت کا سیکرٹری کہنا چاہیے۔ یعنی سیکرٹری جو نوٹس لیتا ہے، میٹنگز کے مِنٹس (Minutes) سناتا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں یہ نظام دیوان قائم نہ ہوا تھا لیکن سرکاری احکام کی تحریر، معاہدوں کی ترقیم، ان کو لکھنا اور دوسرے تحریری کاموں کے لیے کچھ حضرات مخصوص تھے۔ کتابت کی خدمت پر حضرت عبداللہ بن ارقمؓ عہدِ نبوی سے مامور تھے۔ چنانچہ عہد صدیقی میں بھی ان کے سپرد یہ خدمت تھی۔

(الصدیقؓ از پروفیسر علی محسن صدیقی صفحہ 194 قرطاس کراچی 2002ء)

ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کے دورِ خلافت میں حضرت زید بن ثابتؓ نے محکمہ کتابت سنبھالا تھا اور بسا اوقات آپؓ کے پاس موجود دیگر صحابہؓ جیسے حضرت علیؓ یا حضرت عثمانؓ اس ذمہ داری کو نبھاتے تھے۔

(ابو بکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 162 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت 2003ء)

پھر فوج کا محکمہ ہے۔ اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے دَور میں کوئی باقاعدہ فوجی نظام نہ تھا۔ جہاد کے وقت ہر مسلمان مجاہد ہوتا تھا۔ فوج کی تقسیم قبائل کے مطابق ہوتی تھی۔ ہر قبیلے کا امیر الگ الگ ہوتا تھا اور ان سب پر امیر الامراء کا عہدہ ہوتا تھا جو کہ حضرت ابو بکرؓ کی ایجاد تھی۔ (سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 701)

حضرت ابو بکرؓ نے سامانِ جنگ کی فراہمی کے لیے یہ انتظام فرمایا تھا کہ مختلف ذرائع سے جو آمدنی ہوتی تھی اس کا ایک معقول حصہ فوجی اخراجات کے لیے علیحدہ نکال لیتے تھے جس سے اسلحہ اور باربرداری کے جانور خریدے جاتے تھے۔ مزید جہاد کے اونٹوں اور گھوڑوں کی پرورش کے لیے بعض چراگاہیں مخصوص کر دی تھیں۔

(کمانڈر صحابہ از علامہ محمد شعیب چشتی صفحہ 87-88 مطبوعہ ممتاز اکیڈمی اردو بازار لاہور)

ایک سیرت نگار لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی عسکری حکومت کا نظام اس بدوی طریق کے زیادہ قریب تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد سے بھی پہلے قبائل عرب میں رائج تھا۔ اس وقت حکومت کے پاس کوئی باقاعدہ منظم لشکر موجود نہ تھا بلکہ ہر شخص اپنے طور پر جنگی خدمات کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتا تھا۔ جب لڑائی کا

اعلان کر دیا جاتا تو قبائل ہتھیار لے کر نکل پڑتے اور دشمن کی جانب کوچ کر دیتے۔ سامان رسد اور اسلحہ کے لیے قبائل مرکزی حکومت کی طرف نہ دیکھتے تھے بلکہ خود ہی ان چیزوں کا انتظام کرتے تھے۔ حکومت کی طرف سے انہیں تنخواہ بھی ادا نہ کی جاتی تھی بلکہ وہ مالِ غنیمت ہی کو اپنا حق الخدمت سمجھتے تھے۔ میدان جنگ میں جو مال غنیمت حاصل ہوتا تھا اس کا 5/4 حصہ جنگ میں حصہ لینے والوں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا تھا اور پانچواں حصہ خلیفہ کی خدمت میں دارالحکومت میں ارسال کر دیا جاتا تھا جسے وہ بیت المال میں جمع کر دیتا تھا۔ خمس کے ذریعہ سے سلطنت کے معمولی مصارف پورے کیے جاتے تھے۔

(ماخوذ از ابو بکر الصدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 456-457 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

جنگوں میں سپہ سالارانِ جنگ کو، جو جنگوں کے امیر الامراء بنائے جاتے تھے، ان کو حضرت ابو بکرؓ نے **جنگ کے بارے میں جو ہدایات دیں**، ان کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جنگ پر جانے والے سپہ سالاروں اور کمانڈروں کو بھی ہدایات دیتے تھے۔ حضرت اسامہؓ کے لشکر کو خطاب فرماتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ میں تم کو دس باتوں کی نصیحت کرتا ہوں۔

تم خیانت نہ کرنا اور مالِ غنیمت سے چوری نہ کرنا۔ تم بد عہدی نہ کرنا اور مُثلہ نہ کرنا اور کسی چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا اور نہ کسی بوڑھے کو اور نہ ہی کسی عورت کو اور نہ کھجور کے درخت کاٹنا اور نہ اس کو جلانا اور نہ کسی پھل دار درخت کو کاٹنا۔ نہ تم کسی بکری گائے اور اونٹ کو ذبح کرنا سوائے کھانے کے لیے۔ جب ضرورت ہو کرو نہیں تو نہیں۔ اور تم کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزروگے جنہوں نے اپنے آپ کو گرجوں میں وقف کر رکھا ہے۔ پس تم انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دینا انہیں کچھ نہیں کہنا جو راہب ہیں۔ اور تم ایسے لوگوں کے پاس جاؤ گے جو تمہیں مختلف قسم کے کھانے برتنوں میں پیش کریں گے۔ تم ان پر اللہ کا نام لے کر کھانا۔ اور تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو اپنے سر کے بال درمیان سے صاف کیے ہوں گے اور چاروں طرف پٹیوں کی مانند بال چھوڑے ہوں گے تو تلوار سے ان کی خبر لینا کیونکہ یہ لوگ مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے والے اور جنگیں کرنے والے لوگ ہیں۔ اللہ کے نام سے روانہ ہو جاؤ۔ اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم سے اور ہر قسم کی بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے۔

(تاریخ الطبری لابی جعفر محمد بن جریر طبری جلد2 صفحہ246 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کو شام کی جنگ کے لیے بھیجتے ہوئے فرمایا۔ اس کا ذکر میں پہلے بھی پچھلے خطبہ میں کر چکا ہوں۔ بعض اہم باتوں کا خلاصہ دوبارہ بیان کر دیتا ہوں۔ یہ بڑی ضروری باتیں ہیں۔ یاد رکھنے والی ہیں۔ ہر عہدیدار کے لیے یاد رکھنے والی ہیں۔ آپؓ نے کہا کہ مَیں نے تمہیں والی مقرر کیا تا کہ تمہیں آزماؤں۔ تمہارا تجربہ کروں اور تمہیں باہر نکال کر تمہاری تربیت کروں۔ اگر تم نے اپنے فرائض بحسن وخوبی ادا کیے تو تمہیں دوبارہ تمہارے کام پر مقرر کروں گا اور تمہیں مزید ترقی دوں گا اور اگر تم نے کوتاہی کی تو تمہیں معزول کر دوں گا۔ اللہ کے تقویٰ کو تم لازم پکڑو وہ تمہارے باطن کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح ظاہر کو دیکھتا ہے۔ لوگوں میں خدا کے زیادہ قریب وہ ہے جو اللہ سے دوستی کا سب سے بڑھ کر حق ادا کرنے والا ہے اور لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ کے قریب وہ شخص ہے جو اپنے عمل کے ذریعہ سب سے زیادہ اس سے قربت حاصل کرے۔ پھر

فرمایا۔ جاہلی تعصب سے بچنا۔ اللہ کو یہ باتیں انتہائی ناپسند ہیں۔ پھر فرمایا تم اپنے لشکر کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔ ان کے ساتھ خیر سے پیش آنا۔ جب انہیں وعظ و نصیحت کرنا تو مختصر کرنا کیونکہ بہت زیادہ گفتگو بہت سی باتوں کو بھلا دیتی ہے۔ تم اپنے نفس کو درست رکھو لوگ تمہارے لیے درست ہو جائیں گے۔ لیڈر اپنے درست رکھیں۔

عہدیدار اپنی حالت درست رکھیں تو لوگ خود بخود درست ہو جاتے ہیں۔ اور نمازوں کو ان کے اوقات پر رکوع اور سجود کو مکمل کرتے ہوئے ادا کرنا۔ نمازوں کی پابندی بڑی ضروری ہے۔ پھر فرمایا کہ جب دشمن کے سفیر تمہارے پاس آئیں تو ان کا اکرام کرنا، عزت کرنا۔ انہیں بہت کم ٹھہرانا۔ تمہارے پاس زیادہ دیر نہ ٹھہریں اور وہ تمہارے لشکر سے جلد نکل جائیں۔ لشکر میں زیادہ دیر نہ رہیں جلدی نکل جائیں تا کہ وہ اس لشکر کے بارے میں کچھ جان نہ سکیں۔ ان کو اپنے کاموں کے بارے میں مطلع نہ کرنا۔ بڑی مختصر باتیں بتانا۔ فرمایا کہ اپنے لوگوں کو ان سے بات کرنے سے روک دینا۔ ہر ایک کو ان سفیروں سے ملنے نہ دینا۔ یہ نہیں کہ جہاں چاہیں وہ چلے جائیں اور ملتے چلے جائیں۔ نہیں۔ یہ صرف جن سے ملنا ہے جن سے بات کرنی ہے ان سے بات کریں۔ وہ عوام میں نہ گھس جائیں۔ جب تم خود ان سے بات کرو تو اپنے بھید کو ظاہر نہ کرنا۔ خود بھی سفیروں سے بڑی احتیاط سے بات کرنا۔ پھر مشورہ کے بارے میں بتایا کہ جب تم کسی سے مشورہ لینا تو بات سچ کہنا، صحیح مشورہ ملے گا۔ ساری بات بتا کے پھر مشورہ لینا۔ مشیر سے اپنی خبر مت چھپانا ورنہ تمہاری وجہ سے تمہیں نقصان پہنچے گا۔ سارے دن کی معلومات حاصل کرنے کے بارے میں کہ کس طرح معلومات حاصل کی جائیں۔ کس طرح عہدیدار کو، لیڈر کو، کمانڈر کو انفارمیشن معلوم ہو تو فرمایا کہ رات کے وقت اپنے دوستوں سے باتیں کرو۔ شام کے وقت بیٹھو ان میں سے لوگ چنو ان سے باتیں کرو تمہیں خبریں مل جائیں گی۔ اکثر بغیر اطلاع دیئے ہی اچانک ان کی چوکیوں کا معائنہ کرنا۔ نگرانی بھی ضروری ہے۔ جسے اپنی حفاظت گاہ سے غافل پاؤ اس کی اچھی طرح تادیب کرنا۔ پھر فرمایا کہ سزا دینے میں جلدی نہ کرنا اور نہ بالکل نظر انداز کرنا۔ دونوں چیزیں ضروری ہیں، نہ سزا دینے میں، فیصلہ کرنے میں جلد بازی کرنی ہے۔ نہ یہ کہ بالکل غافل ہو جاؤ کچھ کہو ہی نہ۔ اپنی فوج سے غافل نہ رہنا۔ ان کی جاسوسی کر کے ان کو رسوا نہ کرنا۔ ہر وقت جستجو، اپنے لوگوں کی جاسوسی نہ کرتے رہنا کیونکہ اس طرح ان کی رسوائی ہوتی ہے۔ ان کے راز کی باتیں لوگوں سے نہ بیان کرنا۔ جو راز تمہیں پتہ لگے کسی اَور سے نہ بیان کرنا۔ بیکار قسم کے لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا۔ سچے اور وفادار لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرنا۔ بزدل نہ بننا ورنہ لوگ بھی بزدل ہو جائیں گے۔ مالِ غنیمت میں خیانت سے بچنا یہ محتاجی سے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے۔ (الکامل فی التاریخ جلد2 صفحہ253-254 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

یہ بہت سی باتیں ہیں جو میں نے نئی بیان کیں۔ ان میں سے بعض باتیں جیسا کہ میں نے پہلے کہا علاوہ فوجی افسروں کے ہمارے عہدے داروں کے لیے بھی ضروری ہیں جس کا انہیں خیال رکھنا چاہیے تبھی کام میں برکت پڑے گی۔ یہ خلاصہ میں دوبارہ جیسا کہ پہلے کہا ہے اس لیے بیان کر رہا ہوں تا کہ عہدیداروں کو یاد رہے۔ اسلامی حکومت کی مختلف ریاستوں میں تقسیم کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں بلادِ اسلامیہ کو مختلف ریاستوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان ریاستوں میں آپ نے امراء اور گورنر مقرر کیے۔ مدینہ ان کا دارالخلافہ تھا۔

یہاں حضرت ابو بکرؓ بحیثیت خلیفہ تھے۔

(خلاصہ از ابوبکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 176، 180، 181 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت 2003ء)

عُمال مقرر کرنے کے طریق کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا طریق کار یہ تھا کہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے کسی قوم پر گورنر مقرر کرتے ہوئے اس بات کا خیال رکھتے کہ اگر اس قوم کے افراد میں نیک و صالح افراد ہوتے تو انہی میں سے گورنر مقرر فرماتے۔ طائف اور بعض دیگر قبائل پر انہی میں سے گورنر مقرر فرمایا اور جب آپ کسی شخص کو بحیثیت گورنر مقرر کرتے تو اس علاقے پر اس کی گورنری کا عہد نامہ تحریر کرا دیتے اور اکثر اوقات اس علاقے تک پہنچنے کا راستہ بھی اس کے لیے متعین فرما دیتے۔ اور اس میں ان مقامات کا ذکر کرتے جہاں سے ان کو گزرنا ہوتا تھا۔ خاص کر جب یہ تقرری ان علاقوں سے متعلق ہوتی جو ابھی فتح نہیں ہوئے ہوتے تھے اور اسلامی خلافت کے کنٹرول سے باہر ہوتے۔ فتوحات شام اور عراق اور مرتدین کے خلاف جنگوں میں یہ چیزیں بالکل نمایاں نظر آتیں اور بسا اوقات آپ بعض ریاستوں کو دوسروں کے ساتھ ضم کر دیتے، خاص کر مرتدین سے قتال کے بعد یہ عمل میں آیا۔ چنانچہ حضرت زیاد بن لبیدؓ جو حضر موت کے گورنر تھے ان کی نگرانی میں کِنْدَہ کو بھی شامل کر دیا اور اس کے بعد وہ حضر موت اور کِنْدَہ دونوں کے گورنر رہے۔

(ابوبکر الصدیقؓ از ڈاکٹر علی محمد صلابی صفحہ 179 مطبوعہ دار ابن کثیر دمشق بیروت 2003ء)

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں عاملین کے انتخاب میں اولیتِ اسلام کو دیکھا جاتا نیز ایسے شخص کو مقرر کیا جاتا جو درسگاہِ نبوت سے تربیت یافتہ ہو۔ جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ملی ہو ان کو عامل مقرر کیا جاتا۔ پہلی preference وہ تھی، پہلی ترجیح وہ تھی۔ اس سلسلہ میں آپؓ کا معیار یہ تھا کہ جس شخص کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کے لیے مقرر فرما گئے تھے آپ اس میں ہرگز ردّوبدل نہ فرماتے تھے۔

مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ بعد میں بعض لوگوں نے مصلحت کے پیش نظر کسی بزرگ صحابی کو اس عہدے پر متمکن کرنے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے حضرت اسامہؓ کو ہی برقرار رکھا۔ اسی طرح آپؓ یہ بھی دیکھتے تھے کہ کس شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فیض حاصل کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ اکثر و بیشتر مختلف ذمہ داریاں ان لوگوں کے سپرد کیا کرتے تھے جو فتح مکہ سے قبل مسلمان ہوئے تھے۔ اس سلسلہ میں آپؓ نے کبھی قبائلی عصبیت یا اقربا نوازی کا رویہ اختیار نہیں کیا۔ اسی سخت اصول اور بلند معیاری کا نتیجہ تھا کہ آپؓ کے مقرر کردہ عمال و حکام نے ہمیشہ اپنی بہترین صلاحیتیں اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کے لیے استعمال کیں۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 693)

حضرت ابو بکر صدیقؓ عمال کی تقرری میں اہل علاقہ کی رائے کا بھی احترام کرتے تھے چنانچہ حضرت علاءؓ بن حضرمیؓ عہدِ نبوی میں بحرین کے گورنر رہے بعد میں کسی وجہ سے ان کو وہاں سے کہیں اَور بھجوا دیا گیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ کے دَورِ خلافت میں اہلِ بحرین نے حضرت ابو بکرؓ کو درخواست کی کہ حضرت علاءؓ کو ان کے پاس واپس بھجوا دیا جائے تو

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عَلَاء بن حَضْرَمِیؓ کو بحرین کا گورنر بنا کر ان کے پاس بھجوا دیا۔
(ماخوذ از فتوح البلدان لبلاذری صفحہ 131 مترجم مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

عاملین کو بھی آپؓ نے ہدایات دیں۔ اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ حکام کے تقرر کے موقع پر خود ہدایات دیتے تھے ۔ چنانچہ تاریخ طبری میں ہے کہ عمرو بن عاصؓ اور ولید بن عقبہؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ ظاہر و باطن میں خدا سے ڈرتے رہو۔ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے وہ اس کے لیے رہائی کا راستہ پیدا کر دیتا ہے اور اس کو ایسے ذریعہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے ملنے کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے یعنی اللہ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کو بڑھا کر اجر دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرنا ان سب میں بہتر ہے جس کی خدا تعالیٰ کے بندے ایک دوسرے کو تلقین کرتے ہیں۔ تم خدا کے راستوں میں سے ایک راستے پر جا رہے ہو لہٰذا جو امر تمہارے دین کی قوت اور تمہاری حکومت کی حفاظت کا موجب ہو اس میں تمہارا کوتاہی کرنا قابلِ معافی جرم ہے۔ پس تمہاری طرف سے سستی اور غفلت ہرگز نہیں ہونی چاہیے۔
(تاریخ الطبری جلد2 صفحہ332 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مُسْتَوْرِد بن شدادؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص ہمارا عامل ہو وہ ایک بیوی رکھ لے اور اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو وہ ایک خادم رکھ لے۔ اگر اس کے پاس رہائش کے لیے مکان نہ ہو تو رہائش کے لیے ایک مکان رکھ لے۔ مستورد نے کہا حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا جو شخص ان اشیاء کے علاوہ کچھ بھی لے تو وہ خائن ہے یا فرمایا کہ وہ چور ہے۔
(سنن ابی داؤد کتاب الخراج و الامارہ والفئ باب فی ارزاق العمال حدیث 2945)

عُمّال کا محاسبہ کس طرح ہوتا تھا؟ حضرت ابو بکرؓ عمال و حکام کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے تھے۔ چونکہ یہ لوگ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحبت حاصل کر چکے تھے اس لیے حضرت عمرؓ کے برعکس حضرت ابو بکرؓ ان کی معمولی بھول چوک سے درگذر فرماتے تھے۔ نظر رکھتے تھے کہ کیا کر رہے ہیں لیکن معمولی باتوں کو درگذر فرماتے تھے۔ تاریخ طبری میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اپنے عُمّال اور آدمیوں کو قید نہیں کرتے تھے لیکن جب کوئی سخت غلطی کرتا تو آپ اس کو مناسب تنبیہ ضرور فرماتے تھے خواہ وہ عہدے کے اعتبار سے کتنا بڑا کیوں نہ ہو۔ حضرت مہاجر بن امیہؓ کے بارے میں آپ کو معلوم ہوا کہ انہوں نے ایک ایسی عورت کے دانت اکھڑوا دیے ہیں جو مسلمانوں کی ہجو کرتی ہے تو اس پر آپؓ نے فوراً حضرت مہاجرؓ کو سرزنش کا خط لکھا۔ حتّٰی کہ اگر آپؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کی کسی کوتاہی کا علم ہوتا تو آپ ان کو بھی سرزنش کرنے میں تامل نہ فرماتے۔
(سیدنا صدیق اکبرؓ از ابوالنصر مترجم صفحہ 695)

امراء اور گورنروں کی ذمہ داریوں کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے مختلف علاقوں، شہروں اور قصبوں میں جو گورنر اور امراء مقرر کیے تھے ان کی مختلف ذمہ داریاں اور ڈیوٹیاں لگائی گئی تھیں۔ امراء اور ان کے نائبین کی مالی ذمہ داریاں بھی تھیں۔ وہ اپنے اپنے علاقے میں علاقے کے دولتمندوں سے زکوٰۃ وصول کر کے غرباء میں تقسیم کرتے تھے اور غیر مسلموں سے جزیہ لے کر بیت المال میں جمع کراتے تھے۔ ان کی یہ ذمہ داری

عہدِ نبویؐ سے چلی آ رہی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں ہونے والے معاہدوں کی تجدید کی گئی۔ نجران کے والی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل نجران کے درمیان کیے گئے معاہدے کی تجدید کی تھی کیونکہ اہلِ نجران کے عیسائیوں نے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ امراء اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کو دینی تعلیم دینے اور اسلام کی تبلیغ و دعوت اور نشر و اشاعت میں بھرپور کردار ادا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر مساجد میں حلقہ بنا کر لوگوں کو قرآن اور اسلامی احکام اور آداب سکھاتے تھے۔

وہ ایسا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی میں کرتے تھے۔ یہ ذمہ داری رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خلیفہ حضرت ابو بکرؓ کی نظر میں سب سے اہم شمار ہوتی تھی۔ اس لیے حضرت ابو بکرؓ کے امراء اور گورنروں نے اس ذمہ داری کو خوب نبھایا اور اچھی طرح نبھایا حتّٰی کہ ایک مؤرخ حضرت ابو بکرؓ کے حضرموت میں مقرر کردہ امیر زِیَاد بن لبید کے بارے میں لکھتا ہے کہ جب صبح ہوتی تو زِیَاد لوگوں کو قرآن پڑھانے کے لیے تشریف لے آتے جیسا کہ وہ امیر بننے سے پہلے قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ اسی طرح تعلیم و تربیت کے ذریعہ سے ان امراء نے اپنے علاقوں میں اسلام کی نشر و اشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

مفتوحہ علاقوں اور مرتد اور باغی ہو جانے والے علاقوں میں اسی تعلیم کی بدولت اسلام مضبوط ہوا۔ ایسے علاقے جہاں ان کے باسی نئے نئے مسلمان ہوئے تھے اور دینی احکام سے بے خبر تھے ان علاقوں میں اس تعلیم کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا جبکہ اسلام کے مضبوط مراکز مثلاً مکہ مکرمہ، طائف اور مدینہ منورہ میں بھی ایسے معلمین مقرر تھے جو لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے تھے۔ یہ سب کچھ اس کے خلیفہ یا امیر کے حکم پر ہوتا تھا یا جنہیں خلیفہ خاص طور پر مختلف علاقوں میں تعلیم کے لیے متعین کرتا تھا وہ یہ فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ علاقے کا امیر یا گورنر اپنے صوبے کے انتظامی امور کا براہِ راست ذمہ دار ہوتا تھا۔ اگر اسے کسی سفر پہ جانا ہوتا تو وہ اپنا نائب مقرر کرتا تھا جو کہ اس کی واپسی تک انتظامی امور کی نگرانی کرتا تھا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضرت مہاجر بن ابی امیہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کندہ کا گورنر مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے بھی انہیں اسی عہدے پر برقرار رکھا۔ مہاجر اپنی بیماری کی وجہ سے یمن نہیں جا سکے وہ مدینہ میں رک گئے اور اپنی جگہ زیاد بن لبید کو روانہ کیا کہ ان کی شفایابی اور یمن تشریف آوری تک ان کے فرائض انجام دیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس امر کی اجازت دے دی۔ اسی طرح عراق کی گورنری کے دوران حضرت خالد بن ولیدؓ حِیْرَہ میں اپنی واپسی تک اپنا نائب مقرر کر دیتے تھے۔

(حضرت ابو بکرؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات، از عبد المالک مجاہد، صفحہ 189-188 مکتبہ دار السلام الریاض)

یہ ذکر چل رہا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30/ ستمبر 2022ء جلد 29 شمارہ 78 صفحہ 05 تا 10)

37

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ 16 ستمبر 2022ء بمطابق 16 تبوک 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے کے کارناموں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں **ذِمیوں کے حقوق کے بارے میں کچھ** تفصیل ہے۔ ذمی وہ لوگ تھے جو اسلامی حکومت کی اطاعت قبول کر کے اپنے مذہب پر قائم رہے اور اسلامی حکومت نے ان کی حفاظت کا ذمہ لیا۔ یہ لوگ مسلمانوں کے برعکس فوجی خدمت سے بری تھے اور زکوٰۃ بھی ان پر عائد نہیں ہوتی تھی۔ اس لیے ان کے جان و مال اور دوسرے انسانی حقوق کی حفاظت کے بدلے ان سے ایک معمولی ٹیکس وصول کیا جاتا تھا جسے عرف عام میں جزیہ کہتے ہیں۔ اس کی مقدار صرف چار درہم فی کس سالانہ تھی اور یہ صرف بالغ، تندرست اور قابلِ کار افراد سے وصول کیا جاتا تھا۔ بوڑھے، اپاہج، نادار، محتاج اور بچے اس سے بری تھے بلکہ معذوروں، محتاجوں کو اسلامی بیت المال سے مدد دی جاتی تھی۔ عراق اور شام کی فتوحات کے دوران میں متعدد قبائل اور آبادیاں جزیہ کی بنیاد پر اسلامی رعایا بن گئے۔ ان سے جو معاہدے ہوئے ان میں اس قسم کی شقیں بھی رکھی گئیں کہ ان کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہیں کیے جائیں گے اور نہ ان کا کوئی ایسا قلعہ گرایا جائے گا جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے مقابلے میں قلعہ بند ہوتے ہوں۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہو گی اور نہ تہوار کے موقع پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔

(عشرہ مبشرہ از بشیر ساجد صفحہ 183 البدر پبلیکیشنز لاہور 2000ء)

یعنی وہ صلیب کا جلوس بھی نکال سکتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ کے عہدِ خلافت میں اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ نے جو معاہدہ صلح کیا تھا اس میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ بھی عہد کیا گیا تھا کہ ایسا بوڑھا آدمی جو کام سے معذور ہو جائے یا اس پر کوئی مرض یا مصیبت آن پڑے یا جو پہلے مالدار ہو اور پھر ایسا غریب ہو جائے کہ اس کے ہم مذہب اسے خیرات دینے لگیں تو اس کے سر سے جزیہ ساقط کر دیا جائے گا یعنی ختم کر دیا جائے گا اور جب تک وہ دارالہجرت اور دارالاسلام میں رہے گا، جہاں اسلامی حکومت ہے وہاں رہے گا اس کے اور اس کے اہل و عیال کے مصارف مسلمانوں کے بیت المال سے پورے کیے جائیں گے۔ البتہ اگر ایسے لوگ دارالہجرت اور دارالاسلام چھوڑ کر باہر چلے جائیں، دوسرے ملکوں میں چلے جائیں تو ان کے اہل و عیال کی کفالت مسلمانوں کے ذمہ نہیں ہو گی۔

(کتاب الخراج لابی یوسف فصل فی الکنائس والبیع صفحہ 148 مطبوعہ المکتبہ التوفیقیہ 2013ء)

ایک روایت کے مطابق اہلِ حیرہ کے ساتھ حضرت خالد بن ولیدؓ کے معاہدہ میں درج تھا کہ محتاجوں، اپاہجوں اور تارک الدنیا راہبوں کو جزیہ معاف ہو گا۔

(ابو بکر الصدیقؓ از محمد حسین ہیکل مترجم صفحہ 318 مطبوعہ اسلامی کتب خانہ لاہور)

پھر ایک جمع قرآن کا بہت بڑا کام ہے جو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں ہوا۔ جمعِ قرآن حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عہد زریں کا بے مثال اور عظیم کارنامہ ہے۔ اس کا پس منظر مسیلمہ کذاب سے ہونے والی جنگِ یمامہ سے متصل ہے۔ جنگِ یمامہ میں بارہ سو مسلمان شہید ہو گئے اور ان میں کبار صحابہؓ اور حفّاظِ قرآن کی بھی ایک واضح اکثریت تھی اور ایک روایت کے مطابق حفاظ شہداء کی تعداد سات سو تک بیان ہوئی ہے۔

(حضرت ابو بکرؓ از محمد حسین ہیکل، مترجم انجم شہباز سلطان صفحہ 393 بک کارنر جہلم پاکستان)

(قرآن کیسے جمع ہوا؟ از مولانا محمد احمد مصباحی صفحہ 58 مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور)

چنانچہ اس صورتحال میں حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کے لیے انشراحِ صدر عطا فرمایا۔ آپؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے اس کا تذکرہ کیا جس کی تفصیل صحیح بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے: عُبید بن سَبّاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابتؓ نے بتایا کہ اہلِ یمامہ سے جنگ کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے انہیں بلایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت عمر بن خطابؓ بھی آپؓ کے پاس بیٹھے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا عمرؓ میرے پاس آئے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ یمامہ کی جنگ میں قرآنِ کریم کے بہت سے حفاظ شہید ہو گئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ مختلف جنگوں میں بہت سے قاری یا حفاظِ قرآن شہید ہو جائیں گے جس کے نتیجہ میں قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے کہا کہ میری رائے میں آپؓ جمعِ قرآن کا حکم دیں۔

حضرت ابو بکرؓ نے حضرت زیدؓ کو فرمایا کہ میں نے عمرؓ سے کہا ہے کہ تُو وہ کام کیسے کرے گا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تو عمرؓ نے کہا کہ اس کام میں بخدا خیر ہی خیر ہے۔ عمرؓ نے یہ بات مجھ سے اتنی بار کی کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام کے لیے مجھے انشراحِ صدر عطا فرما دی اور میری بھی عمر کی مانند رائے ہو گئی ہے۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا اے زید! یقیناً تُو ایک جوان اور عقلمند آدمی ہے اور ہم تجھے کسی الزام یا عیب سے پاک سمجھتے ہیں۔ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ پس اب تم قرآن شریف کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اسے جمع کرو۔ حضرت زیدؓ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اگر وہ کسی پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کی ذمہ داری میرے سپرد کرتے تو وہ میرے لیے قرآن کریم کے جمع کرنے کے حکم سے زیادہ گراں نہ ہوتی۔ یہ تو بہت بڑا کام تھا جو میرے سپرد کیا۔ میں نے عرض کیا آپ لوگ وہ کام کیسے کریں گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بخدا! یہ کام سراسر خیر ہے۔

حضرت ابو بکرؓ نے اتنی بار یہ بات دہرائی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کام کے لیے انشراحِ صدر عطا فرما دیا جس کے لیے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو انشراحِ صدر عطا فرمایا تھا۔ پس مَیں نے قرآنِ کریم کی تلاش شروع کر دی اور اسے کھجوروں کی شاخوں اور سفید پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے اکٹھا کیا۔ یہاں تک کہ سورۂ توبہ کا آخری حصہ مجھے حضرت ابو خُزیمہ انصاریؓ سے ملا جو اُن کے سوا کسی اَور سے نہیں ملا جو یہ ہے: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ

مِّنۡ اَنۡفُسِکُمۡ عَزِیۡزٌ عَلَیۡہِ مَا عَنِتُّمۡ (التوبۃ:128) یہاں سے لے کر سورۂ توبہ کے آخر تک۔ پھر قرآن کریم کے تحریری صحیفے حضرت ابو بکرؓ کی وفات تک انہی کے پاس رہے۔ پھر حضرت عمرؓ کی زندگی میں ان کے پاس رہے۔ اس کے بعد حضرت حفصہ بنت عمرؓ کے پاس رہے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن حدیث نمبر 4986)

امام بغوی اپنی کتاب شرح السنہ میں جمعِ قرآن کی احادیث پر حاشیہ لکھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جس قرآن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا تھا اسے صحابہ کرامؓ نے من و عن بغیر کسی کمی بیشی کے مکمل جمع کر دیا تھا اور صحابہ کرام کا قرآن مجید کو جمع کرنے کا سبب حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ پہلے قرآن مجید کھجور کی شاخوں، پتھر کی سلیٹوں، سلوں اور حفاظِ کرام کے سینوں میں بکھرا ہوا تھا۔ صحابہ کرام کو خدشہ ہوا کہ حفاظِ کرام کی شہادت سے قرآن مجید کا کچھ حصہ ضائع نہ ہو جائے اس لیے وہ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں قرآن مجید کو ایک جگہ جمع کرنے کا مشورہ دیا۔ یہ کام سب صحابہ کرام کے اتفاق سے ہوا لہٰذا انہوں نے قرآن مجید کو بلا تقدیم و تاخیر جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا ٹھیک اسی طرح مرتب کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کو قرآن مجید سناتے تھے اور انہیں بالکل اسی ترتیب سے قرآن سکھاتے تھے جس طرح یہ اب ہمارے سامنے مصاحف میں موجود ہے۔ یہ ترتیب جبرئیل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکھائی تھی۔ وہ آپؐ کو ہر آیت کے نزول پر بتاتے تھے کہ اس آیت کو فلاں سورۃ میں فلاں آیت کے بعد لکھوایئے۔

(شرح السنۃ کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن روایت 1232 جلد 2 صفحہ 484-485 المکتبۃ التوفیقیۃ 2014ء)

قرآن کریم کے جمع کرنے کا کام حضرت ابو بکرؓ کے دور میں ہوا۔ حضرت علیؓ اس کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر صدیقؓ پر رحمت نازل فرمائے۔ وہی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے قرآن مجید کو کتابی صورت میں محفوظ کیا تھا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ کتاب فضائل القرآن روایت نمبر 30856 مترجم جلد 8 صفحہ 827 مکتبہ رحمانیہ لاہور)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمع قرآن کے حوالے سے ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”جو بات اس وقت تک نہ ہوئی تھی وہ صرف یہ تھی کہ ایک جلد میں قرآن شریف جمع نہیں ہوا تھا۔ جب یہ پانچ سو قرآن کا حافظ اس لڑائی ”یعنی جنگِ یمامہ“ میں مارا گیا۔ تو حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور انہیں جا کے کہا کہ ایک لڑائی میں پانچ سو حافظِ قرآن شہید ہوا ہے اور ابھی تو بہت سی لڑائیاں ہمارے سامنے ہیں۔ اگر اَور حفاظ بھی شہید ہو گئے تو لوگوں کو قرآنِ کریم کے متعلق شبہ پیدا ہو جائے گا اس لیے قرآن کو ایک جلد میں جمع کر دینا چاہئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پہلے تو اس بات سے انکار کیا لیکن آخر آپؓ کی بات مان لی۔ حضرت ابو بکرؓ نے زید بن ثابتؓ کو اِس کام کے لیے مقرر کیا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں قرآن کریم لکھا کرتے تھے اور کبار صحابہؓ ان کی مدد کے لیے مقرر کیے۔ گو ہزاروں صحابہؓ قرآن شریف کے حافظ تھے لیکن قرآن شریف کے لکھتے وقت ہزاروں صحابہ کو جمع کرنا تو ناممکن تھا اِس لیے حضرت ابو بکرؓ نے حکم دے دیا کہ قرآنِ کریم کو تحریری نسخوں سے نقل کیا جائے اور ساتھ ہی یہ احتیاط کی جائے کہ کم سے کم دو حافظ قرآن کے اَور بھی اس کی تصدیق کرنے والے

ہوں۔ چنانچہ متفرق چمڑوں اور ہڈیوں پر جو قرآنِ شریف لکھا ہوا تھا وہ ایک جگہ پر جمع کر دیا گیا اور قرآنِ شریف کے حافظوں نے اس کی تصدیق کی۔ اگر قرآنِ شریف کے متعلق کوئی شبہ ہو سکتا ہے تو محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اور اس وقت کے درمیانی عرصہ کے متعلق ہو سکتا ہے مگر کیا کوئی عقلمند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ جو کتاب روزانہ پڑھی جاتی تھی اور جو کتاب ہر رمضان میں اونچی آواز سے پڑھ کر دوسرے مسلمانوں کو حفاظ سناتے تھے اور جس ساری کی ساری کتاب کو ہزاروں آدمیوں نے شروع سے لے کر آخر تک حفظ کیا ہوا تھا اور جو کتاب گو ایک جلد میں اکٹھی نہیں کی گئی تھی لیکن بیسیوں صحابہؓ اس کو لکھا کرتے تھے اور ٹکڑوں کی صورت میں لکھی ہوئی وہ ساری کی ساری موجود تھی اسے ایک جلد میں جمع کرنے میں کسی کو دِقت محسوس ہو سکتی تھی۔ اور پھر کیا ایسے شخص کو دقت ہو سکتی تھی جو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن کی کتابت پر مقرر تھا اور اس کا حافظ تھا اور جب کہ قرآن روزانہ پڑھا جاتا تھا کیا یہ ہو سکتا تھا کہ اِس جلد میں کوئی غلطی ہو جاتی اور باقی حافظ اس کو پکڑ نہ لیتے۔ اگر اس قسم کی شہادت پر شبہ کیا جائے تو پھر تو دنیا میں کوئی دلیل باقی نہیں رہتی۔ حق یہ ہے کہ دنیا کی کوئی تحریر ایسے تواتر سے دنیا میں قائم نہیں جس تواتر سے قرآن شریف قائم ہے۔"

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 432-433)

بعد میں آپؓ یہ دلیل فرما رہے ہیں کہ قرآن کریم اصلی حالت میں ہے اور کوئی اس میں ردّوبدل نہیں ہے جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ تبدیلی ہوئی، اور یہ تھا، اور وہ تھا۔ آج کل بھی اعتراض اٹھتے ہیں اس کا یہ جواب ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا قرآن نہ لکھا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست نہیں ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یقیناً سارا قرآن لکھا گیا" تھا۔ یہ جو کہتے ہیں نہیں لکھا گیا یہ غلط ہے۔ لکھا گیا تھا۔ "جیسا کہ حضرت عثمانؓ کی روایت ہے کہ جب کوئی حصہ نازل ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم لکھنے والوں کو بلاتے اور فرماتے اسے فلاں جگہ داخل کرو۔ جب یہ تاریخی ثبوت موجود ہے تو پھر یہ کہنا کہ قرآن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت پورا نہ لکھا گیا تھا بے وقوفی ہے۔ رہا یہ سوال کہ پھر حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں کیوں لکھا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قرآن اس طرح ایک جلد میں نہ تھا جس طرح اب ہے۔ حضرت عمرؓ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ قرآن محفوظ نہیں۔ اس لیے انہوں نے اس بارے میں حضرت ابو بکرؓ سے جو الفاظ کہے وہ یہ تھے کہ اِنِّیْ اَرٰی اَنْ تَاْمُرَ جَمْعَ الْقُرْاٰنِ۔ مَیں مناسب سمجھتا ہوں کہ آپ قرآن کو ایک کتاب کی شکل میں جمع کرنے کا حکم دیں۔ یہ نہیں کہا کہ آپ اس کی کتابت کرالیں۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے زیدؓ کو بلا کر کہا کہ قرآن جمع کرو چنانچہ فرمایا اِجْمَعْهُ۔ اسے ایک جگہ جمع کر دو یہ نہیں کہا کہ اسے لکھ لو۔ غرض الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ اس وقت قرآن کے اوراق کو ایک جلد میں اکٹھا کرنے کا سوال تھا لکھنے کا سوال نہ تھا۔" (فضائل القرآن (۱)، انوار العلوم جلد 10 صفحہ 514-515)

حضرت ابو بکرؓ کے عہد خلافت میں قرآن کریم ایک جلد میں جمع کر دیا گیا اور بعد میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں مزید پیش رفت یہ ہوئی کہ تمام عرب بلکہ تمام مسلم دنیا کو ایک قراءت پر جمع کر دیا

گیا۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ کے دور میں قرآن کریم کی اشاعت کے حوالے سے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ کے زمانے میں شکایت آئی کہ مختلف قبائل کے لوگ مختلف قراءتوں کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھتے ہیں اور غیر مسلموں پر اس کا برا اثر پڑتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کے کئی نسخے ہیں۔ اس قراءت سے مراد یہ ہے کہ کوئی قبیلہ کسی حرف کو زبر سے پڑھتا ہے دوسرا زیر سے پڑھتا ہے تیسرا پیش سے پڑھتا ہے اور یہ بات سوائے عربی کے اَور کسی زبان میں نہیں پائی جاتی۔ اِس لیے عربی نہ جاننے والا آدمی جب یہ سنے گا تو وہ سمجھے گا کہ یہ کچھ کہہ رہا ہے اور وہ کچھ کہہ رہا ہے حالانکہ کہہ وہ ایک ہی بات رہے ہوں گے۔ پس اس فتنہ سے بچانے کے لیے حضرت عثمانؓ نے یہ تجویز فرمائی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جو نسخہ لکھا گیا تھا اس کی کاپیاں کروالی جائیں اور مختلف ملکوں میں بھیج دی جائیں اور حکم دے دیا جائے کہ بس اِسی قراءت کے مطابق قرآن پڑھنا ہے اور کوئی قراءت نہیں پڑھنی۔ یہ بات جو حضرت عثمانؓ نے کی بالکل معیوب نہ تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عرب لوگ قبائلی زندگی بسر کرتے تھے یعنی ہر قبیلہ دوسرے قبیلہ سے الگ رہتا تھا اس لیے وہ اپنی اپنی بولی کے عادی تھے۔ یعنی اپنا اپنا ان کا بولنے کا انداز تھا۔ لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر جمع ہو کر عرب لوگ متمدن ہو گئے اور ایک عامی زبان کی بجائے عربی زبان ایک علمی زبان بن گئی۔ کثرت سے عرب کے لوگ پڑھنے اور لکھنے کے علم سے واقف ہو گئے جس کی وجہ سے ہر آدمی خواہ کسی قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا اسی سہولت سے وہ لفظ ادا کر سکتا تھا جس طرح علمی زبان میں وہ لفظ بولا جاتا تھا جو درحقیقت ملک کی زبان تھی۔ پس کوئی وجہ نہ تھی کہ جب سارے لوگ ایک علمی زبان کے عادی ہو چکے تھے انہیں پھر بھی اجازت دی جاتی کہ وہ اپنے قبائلی تلفظ کے ساتھ ہی قرآن شریف کو پڑھتے چلے جائیں اور غیر قوموں کے لیے ٹھوکر کا موجب بنیں۔ اِس لیے حضرت عثمانؓ نے اِن حرکات کے ساتھ قرآن شریف کو لکھ کر جو مکہ کی زبان کے مطابق تھا سب ملکوں میں کاپیاں تقسیم کر دیں اور آئندہ کے متعلق حکم دے دیا کہ سوائے مکی لہجہ کے اَور کسی قبائلی لہجہ میں قرآن شریف نہ پڑھا جائے۔ اِس امر کو نہ سمجھنے کی وجہ سے یورپ کے مصنف اور دوسری قوموں کے مصنف ہمیشہ یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے کوئی نیا قرآن بنا دیا تھا یا عثمان نے کوئی نئی تبدیلی قرآن کریم میں کر دی تھی لیکن حقیقت وہ ہے جو بیان کی گئی ہے۔ (ماخوذ از دیباچہ تفسیر القرآن انوار العلوم جلد 20 صفحہ 433-434)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”قرآن بلاشبہ وحی متلوّ ہے اور پورے کا پورا یہاں تک کہ نقطے اور حروف بھی قطعی متواتر ہیں اور اللہ نے اسے کمال اہتمام کے ساتھ فرشتوں کی حفاظت میں نازل فرمایا ہے۔ پھر اس کے بارے میں تمام قسم کے اہتمام کرنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور آپؐ نے اپنی آنکھوں کے سامنے ایک ایک آیت جیسے وہ (قرآن) نازل ہوتا رہا لکھنے پر مداومت فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ نے اسے مکمل طور پر جمع فرمایا اور بنفس نفیس آیات کو ترتیب دیا اور انہیں جمع کیا اور نماز میں اور نماز سے باہر اس کی تلاوت پر مداومت فرمائی۔ یہاں تک کہ آپ دنیا سے رحلت فرما گئے اور اپنے رفیقِ اعلیٰ اور محبوب رب العالمین سے جا ملے۔“ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

فرماتے ہیں کہ ”پھر اس کے بعد خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تمام سورتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوئی ترتیب کے مطابق جمع کرنے کا اہتمام فرمایا۔ پھر (حضرت) ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اللہ نے خلیفۂ ثالث (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کو توفیق عطا فرمائی تو آپؓ نے لغتِ قریش کے مطابق قرآن کو ایک قراءت پر جمع کیا اور اسے تمام ملکوں میں پھیلا دیا۔“

(حمامۃ البشریٰ مترجم صفحہ 101-102)

یہ سوال ہے کہ صحیفہ صدیقی جو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے لکھوایا تھا، کب تک محفوظ رہا اس بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے ذریعہ جس قرآن کریم کو ایک جلد میں مرتب کروایا اس کو صحیفۂ صدیقی کہا جاتا ہے۔ یہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آپؓ کی وفات تک رہا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ کے پاس آ گیا اور حضرت عمرؓ نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے سپرد کر دیا اور یہ ارشاد فرمایا کہ کسی شخص کو نہ دیا جائے۔ البتہ جس کو نقل کرنا یا اپنا نسخہ صحیح کرنا ہو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں حضرت حفصہؓ سے عاریتاً لے کر چند نسخے نقل کروائے اور وہ نسخہ حضرت حفصہ کو واپس لوٹا دیا۔ جب مروان مدینہ کا حاکم ہوا تو اس نے اس نسخہ کو حضرت حفصہؓ سے لینا چاہا لیکن حضرت حفصہؓ نے انکار کر دیا۔ حضرت حفصہ کے انتقال کے بعد مروان نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے لے کر اس کو ضائع کر دیا لیکن حضرت عثمانؓ اس کو پہلے محفوظ کروا چکے تھے۔ (سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 44 دار الاشاعت کراچی 2004ء)

(فتح الباری کتاب فضائل القرآن باب جمع القرآن...الخ جلد 8 صفحہ 636-637 دار الریان للتراث القاھرہ 1887ء)

حضرت ابو بکر صدیقؓ نے سب سے پہلے جو کام سرانجام دیے یا جو کارنامے سب سے پہلے ان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہیں انہیں اوّلیاتِ ابو بکرؓ کا نام دیا گیا ہے۔ مختلف باتیں ہیں جو اُن کے کام تھے جو سب سے پہلے انہوں نے انجام دیے۔ آپؓ سب سے پہلے اسلام لائے۔ دوسرے یہ کہ مکہ میں آپؓ نے اپنے گھر کے سامنے سب سے پہلے مسجد بنائی۔ پھر تیسرا یہ کہ مکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں سب سے پہلے قریش مکہ سے قتال کیا۔ چوتھا یہ کہ سب سے پہلے متعدّد غلاموں اور باندیوں کو جو اسلام لانے کی پاداش میں ظلم و ستم کا شکار تھے خرید کر آزاد کیا۔ پانچواں یہ کہ سب سے پہلے قرآن کریم کو ایک جلد میں جمع کیا۔ چھٹا یہ کہ سب سے پہلے انہوں نے قرآن کا نام مُصْحَف رکھا۔ ساتواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفۂ راشد قرار پائے۔ آٹھواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے امیر الحج مقرر ہوئے۔ نواں یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں سب سے پہلے نماز میں مسلمانوں کی امامت کی۔ دسواں یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے بیت المال قائم کیا۔ گیارہ یہ کہ اسلام میں سب سے پہلے خلیفہ ہیں جن کا مسلمانوں نے وظیفہ مقرر کیا۔ بارھواں یہ کہ سب سے پہلے خلیفہ جنہوں نے اپنا جانشین نامزد کیا۔ حضرت عمرؓ کو آپ نے نامزد فرمایا تھا۔ تیرھواں یہ کہ وہ پہلے خلیفہ ہیں جن کی بیعتِ خلافت کے وقت ان کے والد حضرت ابو قحافہ زندہ تھے۔ چودھواں یہ کہ وہ سب سے پہلے شخص ہیں جنہیں اسلام میں کوئی لقب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ پندرھواں یہ کہ سب سے پہلے شخص جن کی چار پشتوں کو شرفِ صحابیت

حاصل ہے۔ ان کے والد صحابی حضرت ابو قحافہؓ، حضرت ابو بکرؓ خود صحابی، ان کے بیٹے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ اور ان کے پوتے حضرت محمد بن عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ یہ سب صحابہ تھے۔

(الصدیق از پروفیسر علی محسن صدیقی، صفحہ 381-382)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب کے بارے میں لکھا ہے حلیہ مبارک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں مروی ہے یعنی ان کے حوالے سے بات کی گئی ہے کہ انہوں نے ایک عربی شخص کو دیکھا جو پیدل چل رہا تھا اور آپ اس وقت اپنے ہودج میں تھیں۔ آپؓ نے فرمایا میں نے اس شخص سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ سے مشابہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔ راوی کہتے ہیں ہم نے کہا حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آپؓ ہمارے لیے حضرت ابو بکرؓ کا حلیہ بیان کریں تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ گورے رنگ کے شخص تھے۔ دبلے پتلے تھے رخساروں پر گوشت کم تھا۔ کمر ذرا خمیدہ تھی، ذرا جھکی ہوئی تھی کہ آپؓ کا تہ بند بھی کمر پہ نہیں رکتا تھا اور نیچے سرک جاتا تھا۔ چہرہ کم گوشت والا تھا۔ چہرہ زیادہ بھرا ہوا نہیں تھا۔ آنکھیں اندر کی طرف تھیں اور پیشانی بلند تھی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 140۔ 'ابوبکر الصدیقؓ' ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

ابنِ سیرین کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا کہ حضرت ابو بکرؓ خضاب لگاتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں مہندی اور کَتَم سے رنگ لگاتے تھے اپنے بالوں پہ، داڑھی پہ۔ کتم ایک بوٹی کا نام ہے۔

(صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شیبہ ﷺ حدیث 4304۔ جلد 12 صفحہ 248-249 مع حاشیہ، نورٌ فاؤنڈیشن ربوہ)

خشیتِ الٰہی اور زہد و تقویٰ کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن جعفرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کو کچھ زمین عطا فرمائی۔ دونوں میں ایک درخت کے لیے اختلاف ہو گیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بحث کے دوران کوئی سخت بات کہہ دی لیکن بعد میں اس پر نادم ہوئے اور کہا ربیعہ تم بھی مجھے کوئی ایسی سخت بات کہہ دو تا کہ وہ اس کا قصاص ہو جائے۔ جس طرح میں نے سختی سے بات کی تم بھی مجھے بات کہہ دو لیکن حضرت ربیعہؓ نے انکار کر دیا۔ وہ دونوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے سارا واقعہ بیان کیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ربیعہ تم سخت جواب نہ دو لیکن یہ دعا دو غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا اَبَابَکْرٍ اے ابو بکر! اللہ تم سے درگذر فرمائے۔ اس پر انہوں نے ایسا ہی کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے یہ بات جب سنی تو اس کا اس قدر اثر ہوا کہ وہ زار و قطار روتے ہوئے واپس لَوٹے۔

(فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر عسقلانی، جلد 7 صفحہ 31 حدیث 3661 قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ایک پرندہ دیکھا جو ایک درخت پر تھا۔ آپؓ نے کہا اے پرندے! تجھے خوشخبری ہو۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں تمہاری مانند ہوتا۔ تم درخت پر بیٹھتے ہو اور پھل کھاتے ہو اور پھر اڑ جاتے ہو۔ تم پر کوئی حساب ہو گا اور نہ ہی کوئی عذاب۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں راستے کے ایک جانب ایک درخت ہوتا اور اونٹ میرے پاس سے گزرتا اور مجھے پکڑتا اور اپنے منہ میں ڈال لیتا اور مجھے چبا ڈالتا پھر وہ مجھے جلدی سے نگل لیتا پھر اونٹ مجھے مینگنی کی صورت میں باہر نکالتا اور میں انسان نہ ہوتا۔

(کنزالعمال جزء 12 صفحہ 237 کتاب الفضائل باب فضائل الصحابہ حدیث: 35694 دارالکتب العلمیۃ بیروت)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ النبا کی آیت نمبر 41 وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا اور کافر کہے گا اے کاش! میں خاک ہو چکا ہوتا، کی تفسیر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ ”بعض مسلمان فرقے صحابہؓ کے بغض میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ موت کے وقت یہی فقرہ کہتے تھے پس ان کا کفر ثابت ہے۔“ یعنی کیونکہ حضرت ابو بکرؓ یہ پڑھا کرتے تھے وَ یَقُوْلُ الْکٰفِرُ یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرٰبًا تو اس لیے وہ کافر ہوئے نعوذ باللہ۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ”حالانکہ اگر یہ روایت ثابت ہو“ اگر یہ سچی بات ہے ”اور یہ آیت حضرت ابو بکرؓ کے متعلق ہو تو ابو بکرؓ کے ایمان کے لحاظ سے اس کے یہ معنی ہوں گے کہ کفّار کی باتوں کا منکر یعنی ابو بکرؓ یہ کہے گا کہ کاش! میرے ساتھ خدا تعالیٰ کا معاملہ ایسا ہی ہوتا کہ نہ وہ میرے نیک اعمال کا بدلہ دیتا اور نہ میری غلطیوں کی سزا دیتا۔ اور یہ فقرہ ایک مومنِ کامل کا فقرہ ہے۔ حدیثوں میں تو خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی آتا ہے کہ آپؐ یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے اعمال کی وجہ سے بخشا نہیں جاؤں گا بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخشا جاؤں گا۔ کافر کا لفظ اس جگہ طنزاً استعمال ہوا ہے اور مراد یہ ہے کہ یہ لوگ اسے کافر کہتے ہیں جو جنگ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے زیادہ قریب ہوتا تھا اور جس نے اپنا سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا تھا اور گیارہ سال کی بیٹی آپؐ سے بیاہ دی تھی جبکہ آپؐ کی عمر چوّن پچپن سال کی تھی اور ہجرت میں آپؐ کے ساتھ تھا جبکہ سارے مکہ کے مقابلہ میں آپؐ صرف ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر کھڑے ہو گئے تھے۔ قرآن کریم طنزاً کہتا ہے کہ یہ قربانیاں دینے والا شخص تو کافر ہے۔“ اگر یہ سمجھا جائے کہ ابو بکر کے متعلق بھی یہ آیت ہے تو یہ طنزاً لفظ استعمال ہوا ہے کہ یہ قربانیاں دینے والا شخص تو کافر ہے ”مگر وہ لوگ جنہوں نے اس کے اعمال کے مقابلہ میں کوئی نسبت بھی عمل کی نہیں دکھائی وہ مومن بنتے ہیں۔“ (تفسیر صغیر، سورۃ النبا زیر آیت 41 صفحہ 798 حاشیہ)

حضرت ابو بکرؓ کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا اے میری بیٹی! تُو جانتی ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب اور عزیز مجھے تم ہو اور میں نے اپنی فلاں جگہ کی زمین تمہیں ہبہ کی تھی۔ اگر تم نے اس پر قبضہ کیا ہوتا اور اس کے نفع سے استفادہ کیا ہوتا تو وہ یقیناً تمہاری ملکیت میں تھی لیکن اب وہ میرے تمام وارثوں کی ملکیت ہے۔ میں پسند کرتا ہوں کہ تم وہ واپس لوٹا دو۔ وہ ہبہ واپس لوٹا دو کیونکہ اس پہ تم نے قبضہ نہیں کیا اور میری زندگی میں وہ زمین میرے استعمال میں ہی رہی تا کہ وہ میری ساری اولاد میں اللہ کی کتاب کے مطابق تقسیم ہو جائے اور میں اپنے رب سے اس حالت میں ملوں کہ میں نے اپنی اولاد میں سے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی ہو گی۔ اس پر حضرت عائشہؓ نے عرض کیا آپ کے حکم کی حرف بہ حرف تعمیل کی جائے گی۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 145-146۔ ذکر وصیۃ ابی بکر۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت)
(تاریخ الخلفاء از علامہ سیوطی (مترجم) صفحہ 89 مطبوعہ نفیس اکیڈمی کراچی)

ذیل کا جو واقعہ میں بیان کرنے لگا ہوں یہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن آپ کے مناقب کے ضمن میں بھی یہاں دوبارہ ذکر کرتا ہوں۔ جب خلافت کی ردا آپ کو اللہ تعالیٰ نے پہنائی تو اس وقت کا ذکر ہے کہ اگلے دن حضرت ابو بکرؓ جو کپڑے کی تجارت کرتے تھے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد حسب معمول کندھے پر کپڑوں کے تھان رکھ کر بازار کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے ملاقات ہوئی۔

انہوں نے کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا بازار۔ انہوں نے کہا آپؓ مسلمانوں کے حاکم ہیں چلیے ہم آپؓ کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں۔ آپؓ واپس چلیں، وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ تجارت کی کوئی ضرورت نہیں۔ (سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 77)

علامہ ابنِ سعدؒ نے وظیفہ کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ ان کو دو چادریں ملتی تھیں۔ جب وہ پرانی ہو جاتی تھیں تو انہیں واپس کر کے دوسری لیتے تھے۔ سفر کے موقع پر سواری اور خلافت سے پہلے جو خرچ تھا اسی کے موافق اپنے اور اپنے متعلقین کے لیے خرچ لیتے تھے۔ (سیر الصحابہ جلد اول صفحہ 82)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام عالمِ اسلامی کے بادشاہ تھے مگر ان کو کیا ملتا تھا۔ پبلک کے روپیہ کے وہ محافظ تو تھے مگر خود اس روپیہ پر کوئی تصرف نہیں رکھتے تھے۔ بے شک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بڑے تاجر تھے مگر چونکہ ان کو کثرت سے یہ عادت تھی کہ جو نہی روپیہ آیا خدا تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اس لیے ایسا اتفاق ہوا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپؓ خلیفہ ہوئے تو اس وقت آپؓ کے پاس نقد روپیہ نہیں تھا۔ خلافت کے دوسرے ہی دن آپؓ نے کپڑوں کی گٹھڑی اٹھائی اور اسے بیچنے کے لئے چل پڑے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رستہ میں ملے تو پوچھا کیا کرنے لگے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ آخر مَیں نے کچھ کھانا تو ہوا۔ اگر میں کپڑے نہیں بیچوں گا تو کھاؤں گا کہاں سے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا یہ تو نہیں ہو سکتا اگر آپؓ کپڑے بیچتے رہے تو خلافت کا کام کون کرے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اگر میں یہ کام نہیں کروں گا تو پھر گزارہ کس طرح ہو گا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ آپؓ بیت المال سے وظیفہ لے لیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ میں یہ تو برداشت نہیں کر سکتا، بیت المال پر میرا کیا حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جب قرآن کریم نے اجازت دی ہے کہ دینی کام کرنے والوں پر بھی بیت المال کا روپیہ صرف ہو سکتا ہے تو آپؓ کیوں نہیں لے سکتے۔ چنانچہ اس کے بعد بیت المال سے ان کا وظیفہ مقرر ہو گیا مگر اس وقت کے لحاظ سے وہ وظیفہ صرف اتنا تھا جس سے روٹی کپڑے کی ضرورت پوری ہو سکے۔“ (تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 468)

ابن ابی مُلَیکہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ سے اگر لگام چھوٹ کر گر جاتی تو آپ اپنی اونٹنی کو بٹھاتے اور وہ لگام اٹھاتے۔ ان سے کہا گیا کہ آپؓ نے ہمیں کیوں حکم نہیں دیا تا ہم آپؓ کو پکڑا دیتے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس بات کا حکم دیا تھا کہ مَیں لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کروں۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 1 صفحہ 92 مسند ابی بکر الصدیق حدیث 65۔ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس حد تک احتیاط کرتے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

”رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ مسجد میں بعض لوگوں کی آواز سنی کہ ابو بکرؓ کو ہم پر کون سی زیادہ فضیلت حاصل ہے۔ جیسے نیکی کے کام وہ کرتے ہیں اسی طرح نیکی کے کام ہم کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا اے لوگو! ابو بکرؓ کو فضیلت نماز اور روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ اس نیکی کی وجہ سے ہے

جو اس کے دل میں ہے۔" (خطبات محمود جلد 19 صفحہ 765)

یعنی جو اُن کے دل میں نیکی ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ہے اور اللہ تعالیٰ کا جو خوف ہے اور جو خشیت ہے وہ اس معیار کی ہے کہ تب ان کو تمہارے پہ فضیلت ہے اور اس کے مطابق پھر ان کا عمل بھی ہے۔ صرف دل میں نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک آیت قرآنی کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کا مقام و مرتبہ یوں بیان فرمایا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ تُو عبادت کرتا رہ جب تک کہ تجھے یقینِ کامل کا مرتبہ حاصل نہ ہو اور تمام حجاب اور ظلماتی پردے دُور ہو کر یہ سمجھ میں آ جاوے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا بلکہ اب تو نیا ملک، نئی زمین، نیا آسمان ہے اور میں بھی کوئی نئی مخلوق ہوں۔ یہ حیاتِ ثانی وہی ہے جس کو صوفی بقاء کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ جب انسان اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی روح کا نفخ اس میں ہوتا ہے۔ ملائکہ کا اس پر نزول ہوتا ہے۔ یہی وہ راز ہے جس پر پیغمبرِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا کہ اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو بکرؓ کو دیکھے اور ابو بکرؓ کا درجہ اس کے ظاہری اعمال سے ہی نہیں بلکہ اس بات سے ہے جو اس کے دل میں ہے۔" (ملفوظات جلد 2 صفحہ 98)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی سفر پر روانہ ہوئے اور جب پڑاؤ کیا تو مختلف ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے۔ کوئی کسی کے ساتھ کوئی کسی کے ساتھ۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کی رفاقت میں پڑاؤ کیا۔ ہمارے ساتھ بادیہ نشینوں میں سے ایک دیہاتی آدمی بھی تھا۔ ہم بادیہ نشینوں کے جس گھر میں ٹھہرے ان کی ایک عورت امید سے تھی۔ اس بدوی نے اس عورت سے کہا کہ کیا تمہاری خواہش ہے کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو۔ اگر تُو مجھے ایک بکری دے دے تو تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔ اس عورت نے اس کو بکری دے دی۔ اس بدوی نے ایک وزن کے کئی ہم قافیہ الفاظ اس کے سامنے پڑھے۔ کوئی اپنا جنتر منتر پڑھا اس کے سامنے۔ پھر اس نے بکری ذبح کی اور جب لوگ کھانے کے لیے بیٹھے تو ایک آدمی نے کہا کہ کیا آپ کو معلوم بھی ہے کہ یہ بکری کیسی ہے۔ پھر اس نے اس کا سارا قصہ سنایا۔ کس طرح اس عورت سے اس نے یہ کہہ کے بکری لی تھی کہ میں اس پہ دعا پڑھوں گا تو تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہو گا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا آپ بھی وہاں تھے، کھانا کھانے والوں میں شامل۔ آپؓ سخت بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے اپنے حلق میں انگلیاں ڈال کر اس کو نکال رہے تھے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 19-20 مسند ابی سعید الخدریؓ حدیث نمبر 11420 دار الحدیث القاھرہ 2012ء)

یعنی قے کر کے کھانا نکال رہے تھے، ایسا کھانا جو شرک کا ذریعہ بنا ہو وہ میں نہیں کھا سکتا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا کہ حضرت ابو بکرؓ کا ایک غلام تھا وہ انہیں کمائی لا کر دیتا تھا اور حضرت ابو بکرؓ اس کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا حضرت ابو بکرؓ نے اس سے کھایا۔ غلام نے ان سے کہا کہ کیا آپ

جانتے ہیں کہ یہ کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے پوچھا کیا ہے؟ اس نے کہا میں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک شخص کے لیے کہانت کی تھی اور میں کہانت کا علم اچھی طرح نہیں جانتا سوائے اس کے کہ میں نے اس کو دھوکا دیا۔ وہ مجھ کو ملا تو اُس نے مجھے اس کے بدلے کچھ دیا تھا۔ سو یہ وہ ہے جس سے آپ نے کھایا ہے۔ تحفہ لے آیا تھا یا پکا کے کبھی کبھی چیز لے آیا کرتا تھا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے اپنا ہاتھ گلے میں داخل کیا اور جو کچھ پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ایام الجاهلية حديث 3842)

انہوں نے کہا ایسا حرام کھانا میں نہیں کھا سکتا۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ روز قیامت اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ میرے کپڑے کی ایک طرف ڈھیلی رہتی ہے سوائے اس کے کہ میں اس کا خاص خیال رکھوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم تو غرور سے ایسا نہیں کرتے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذاً خلیلاً حدیث 3665)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن کا تہہ بند نیچے ڈھلکتا ہے وہ دوزخ میں جائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رو پڑے کیونکہ ان کا تہہ بند بھی ویسا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تُو ان میں سے نہیں ہے۔ غرض نیت کو بہت بڑا دخل ہے اور حفظِ مراتب ضروری شئے ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 25)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور فرمانبرداری اور عشق رسول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیرت کا ذکر ہے۔ ایک دن حضرت عائشہؓ گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ تیز تیز بول رہی تھیں کہ اوپر سے ان کے ابا یعنی حضرت ابو بکرؓ تشریف لائے۔ یہ حالت دیکھ کر ان سے رہا نہ گیا اور اپنی بیٹی کو مارنے کے لیے آگے بڑھے کہ تم خدا کے رسول کے آگے اس طرح بولتی ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دیکھتے ہی باپ بیٹی کے درمیان حائل ہو گئے اور حضرت ابو بکرؓ کی متوقع سزا سے حضرت عائشہؓ کو بچا لیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ چلے گئے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے ازراہِ مذاق فرمایا۔ دیکھا! آج ہم نے تمہیں تمہارے ابا سے کیسے بچایا۔ کچھ دنوں کے بعد حضرت ابو بکرؓ دوبارہ تشریف لائے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہؓ ہنسی خوشی باتیں کر رہی تھیں۔ حضرت ابو بکرؓ کہنے لگے کہ دیکھو تم نے اپنی لڑائی میں تو مجھے شریک کیا تھا اب خوشی میں بھی شریک کر لو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے شریک کیا۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب ماجاء فی المزاح ،حدیث 4999)

حضرت عقبہ بن حارثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ کو دیکھا انہوں نے حضرت حسنؓ کو اٹھایا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ میرا باپ تجھ پر قربان۔ یہ تو نبی کی شکل و شباہت ہے، علیؓ کی شکل و شباہت نہیں ہے اور حضرت علیؓ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔

(بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما حدیث:3750)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطابؓ کی بیٹی حضرت حفصہؓ حضرت خنیس بن حذافہ سہمیؓ کے فوت ہونے پر بیوہ ہو گئیں اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے تھے۔ جنگِ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ مدینہ میں انہوں نے وفات پائی تھی تو حضرت عمر بن خطابؓ کہتے تھے میں عثمان بن عفانؓ سے ملا، ان کے پاس حفصہ کا ذکر کیا اور کہا اگر آپؓ چاہیں تو حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کر دوں۔ انہوں نے کہا میں اس معاملے پر غور کروں گا چنانچہ میں کئی روز تک ٹھہرا رہا۔ پھر عثمانؓ نے کہا مجھے یہی مناسب معلوم ہوا ہے کہ میں ان دنوں شادی نہ کروں۔ حضرت عمرؓ کہتے تھے پھر میں حضرت ابو بکرؓ سے ملا اور کہا اگر آپؓ چاہیں تو میں حفصہؓ کا نکاح آپؓ سے کیے دیتا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ خاموش ہو گئے اور مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ عثمانؓ کی نسبت میں ان سے زیادہ رنجیدۂ خاطر ہوا۔ پھر میں کچھ راتیں ٹھہرا رہا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ سے نکاح کا پیغام بھیجا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا نکاح کر دیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ مجھ سے ملے اور کہا شاید آپؓ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ جب آپ نے حفصہؓ کا ذکر کیا اور میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ میں نے کہا کہ ہاں اس طرح ہی ہے۔ تو انہوں نے کہا کہ دراصل جو بات آپ نے پیش کی تھی اس کی نسبت آپ کو جواب دینے سے نہیں روکا تھا مگر اس بات نے کہ مجھے علم ہو چکا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حفصہ سے نکاح کرنا چاہتے ہیں اور میں ایسا نہیں تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ منشا ظاہر کرتا یعنی آپ کو بتاتا کہ اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشا ہے۔ اس لیے میں چپ ہو گیا یا انکار کر دیا اور آگے کہتے ہیں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس رشتہ کو چھوڑ دیتے تو میں ضرور آپ کی بیٹی کا رشتہ قبول کر لیتا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث 4005)

حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو خراجِ عقیدت پیش کرنا اس کے بارے میں لکھا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں ان لوگوں میں کھڑا تھا جنہوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کی وفات کے بعد ان کے لیے دعا کی جبکہ انہیں تختے پر رکھ دیا گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص نے میرے پیچھے سے آ کے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھ دی۔ کہنے لگا اللہ تم پر رحم کرے۔ مجھے تو یہی امید تھی کہ اللہ تمہیں بھی ہمارے دونوں ساتھیوں کے ساتھ ہی دفن کرے گا کیونکہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے بہت سنا تھا کہ میں اور ابو بکر و عمر فلاں جگہ تھے اور میں نے اور ابو بکر و عمر نے یہ کیا۔ میں اور ابو بکر و عمر چلے گئے۔ اس لیے میں یہ امید رکھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تم کو بھی ان دونوں کے ساتھ ہی رکھے گا۔ میں نے جو مڑ کر دیکھا تو حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو کنت متخذا خلیلا حدیث نمبر 3677)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04/ اکتوبر تا 13/ اکتوبر 2022ء خصوصی اشاعت بابت سیرت النبی ﷺ جلد 29 شمارہ 79-81 صفحہ 05 تا 09)

38

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ ستمبر 2022ء بمطابق 23/ تبوک 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب بیان ہو رہے تھے۔ آج بھی یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ آیت اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَ اتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ (آل عمران:173) کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور رسول کو لبیک کہا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکے تھے ان میں سے ان لوگوں کے لیے جنہوں نے احسان کیا اور تقویٰ اختیار کیا بہت بڑا اجر ہے۔ اس کے بارے میں انہوں نے عروہ سے فرمایا کہ اے میری بہن کے بیٹے! تیرے والد حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو بکرؓ ان میں سے تھے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو احد کے دن جو تکلیف پہنچی وہ پہنچی اور مشرکین چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندیشہ ہوا کہ واپس آئیں گے۔ آپؐ نے فرمایا ان کے پیچھے کون جائے گا تو اُن میں سے ستّر آدمیوں نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ عروہ کہتے تھے ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔
(صحیح البخاری کتاب المغازی باب الذین استجابوا للّٰہ والرسول، روایت نمبر 4077)

ابوسفیان جب جنگِ احد کے خاتمے کے وقت درے میں تھا اور اس نے کہا آئندہ سال انہی ایام میں بدر کے مقام پر پھر جنگ کا وعدہ رہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا تو ابوسفیان جلدی سے اپنے لشکر کو لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس سے آگے کے واقعات حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے یوں بیان کیے ہیں کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید احتیاط کے خیال سے فوراً ستر صحابہؓ کی ایک جماعت جس میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت زبیرؓ بھی شامل تھے تیار کر کے لشکرِ قریش کے پیچھے روانہ کر دی۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ عام مؤرخین یوں بیان کرتے ہیں کہ آپؐ نے حضرت علیؓ یا بعض روایات کی رُو سے (حضرت) سعد بن وقاصؓ کو قریش کے پیچھے بھجوایا اور ان سے فرمایا کہ اس بات کا پتہ لاؤ کہ لشکر قریش مدینہ پر حملہ کرنے کی نیت تو نہیں رکھتا اور آپؐ نے ان سے فرمایا اگر قریش اونٹوں پر سوار ہوں اور گھوڑوں کو خالی چلا رہے ہوں تو سمجھنا کہ وہ مکہ کی طرف واپس جا رہے ہیں، مدینہ پر حملہ آور ہونے کا ارادہ نہیں رکھتے اور اگر وہ گھوڑوں پر سوار ہوں تو سمجھنا ان کی نیت بخیر نہیں۔ اور آپؐ نے ان کو تاکید فرمائی کہ اگر قریش کا لشکر مدینہ کا رخ کرے تو فوراً آپؐ کو اطلاع دی جاوے اور آپؐ نے بڑے جوش کی حالت میں فرمایا کہ اگر قریش نے اس وقت مدینہ پر حملہ کیا تو خدا کی قسم! ہم ان کا مقابلہ کر کے

انہیں اس حملہ کا مزا چکھا دیں گے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے آدمی آپؐ کے ارشاد کے ماتحت گئے اور بہت جلد یہ خبر لے کر واپس آ گئے کہ قریش کا لشکر مکہ کی طرف جا رہا ہے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 499-500)

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ سے کہا کہ ہمارے ساتھ ام ایمن کی طرف چلیں۔ ہم ان کی زیارت کریں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے تھے۔ انہوں نے یعنی حضرت انسؓ نے کہا کہ جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان دونوں نے کہا کہ آپؓ کیوں روتی ہیں؟ جو بھی اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسولؐ کے لیے بہتر ہے۔ وہ کہنے لگیں کہ مجھے معلوم ہے کہ جو بھی اللہ کے پاس ہے وہ اس کے رسولؐ کے لیے بہتر ہے لیکن میں اس لیے روتی ہوں کہ اب وحی آسمان سے منقطع ہو گئی ہے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اُمّ ایمن نے ان دونوں کو بھی رُلا دیا۔ وہ دونوں بھی ان کے ساتھ رونے لگے۔

(سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز حديث نمبر 1635)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کیا اور تم نے کہا تُو جھوٹا ہے اور ابو بکر نے کہا سچا ہے اور انہوں نے اپنی جان و مال سے میرے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔

(صحيح البخاری كتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیؐ لو كنت متخذا خليلا حديث 3661)

حضرت مصلح موعودؓ اس بات کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ایسے تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ تم میں سے ہر ایک نے میرا انکار کیا مگر ابو بکر ایسا تھا جس میں مَیں نے کوئی کجی نہیں دیکھی۔"

(خطبات محمود جلد 26 صفحہ 277-278)

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش مکہ کے درمیان صلح کا معاہدہ ہو رہا تھا اور ابو جندل کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدے کی شرائط کے مطابق واپس کر دیا تو اس وقت صحابہؓ بہت جوش میں تھے۔ اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے لکھا ہے کہ "مسلمان یہ نظارہ دیکھ رہے تھے اور مذہبی غیرت سے ان کی آنکھوں میں خون اتر رہا تھا مگر رسول اللہؐ کے سامنے سہم کر خاموش تھے۔ آخر حضرت عمرؓ سے نہ رہا گیا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئے اور کانپتی ہوئی آواز میں فرمایا کیا آپؐ خدا کے برحق رسول نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ضرور ہوں۔ عمرؓ نے کہا کہ کیا ہم حق پر نہیں اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟ آپؐ نے فرمایا ہاں ضرور ایسا ہی ہے۔ عمرؓ نے کہا تو پھر ہم اپنے سچے دین کے معاملہ میں یہ ذلت کیوں برداشت کریں؟ آپؐ نے حضرت عمرؓ کی حالت کو دیکھ کر مختصر الفاظ میں فرمایا۔ دیکھو عمر! میں خدا کا رسول ہوں اور میں خدا کے منشا کو جانتا ہوں اور اس کے خلاف نہیں چل سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔ مگر حضرت عمرؓ کی طبیعت کا تلاطم لحظہ بہ لحظہ بڑھ رہا تھا۔ کہنے لگے کیا آپؐ نے ہم سے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم بیت اللہ کا طواف کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں میں نے ضرور کہا تھا مگر کیا میں نے یہ بھی کہا تھا کہ یہ طواف ضرور اسی سال ہو گا؟ عمرؓ نے کہا کہ نہیں ایسا تو نہیں کہا۔ آپؐ نے

فرمایا تو پھر انتظار کرو تم ان شاء اللہ ضرور مکہ میں داخل ہو گے اور کعبہ کا طواف کرو گے۔ مگر اس جوش کے عالم میں حضرت عمرؓ کی تسلی نہ ہوئی لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص رعب تھا اس لئے حضرت عمرؓ وہاں سے ہٹ کر حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے اور ان کے ساتھ بھی اسی قسم کی جوش کی باتیں کیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اسی قسم کے جواب دیئے" جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیئے تھے "مگر ساتھ ہی حضرت ابو بکرؓ نے نصیحت کے رنگ میں فرمایا دیکھو عمر! سنبھل کر رہو اور رسولِ خدا کی رکاب پر جو ہاتھ تم نے رکھا ہے اسے ڈھیلا نہ ہونے دو کیونکہ خدا کی قسم! یہ شخص جس کے ہاتھ میں ہم نے اپنا ہاتھ دیا ہے بہر حال سچا ہے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ اس وقت میں اپنے جوش میں یہ ساری باتیں کہہ تو گیا مگر بعد میں مجھے سخت ندامت ہوئی اور میں توبہ کے رنگ میں اس کمزوری کے اثر کو دھونے کے لئے بہت سے نفلی اعمال بجالایا یعنی صدقے کئے، روزے رکھے، نفلی نمازیں پڑھیں اور غلام آزاد کئے تا کہ میری اس کمزوری کا داغ دھل جائے۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ صفحہ 767-768)

اس واقعہ کا تذکرہ حضرت مصلح موعودؓ نے بھی بیان فرمایا ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے تم کو بہت حکم دیئے مگر میں نے تم سے مخلص ترین لوگوں کے اندر بھی بعض دفعہ احتجاج کی روح دیکھی مگر ابو بکرؓ کے اندر میں نے یہ روح کبھی نہیں دیکھی۔ چنانچہ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسا انسان بھی گھبرا گیا اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور کہا کہ کیا ہمارے ساتھ خدا کا یہ وعدہ نہیں تھا کہ ہم عمرہ کریں گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں خدا کا وعدہ تھا۔ انہوں نے کہا کہ کیا خدا کا ہمارے ساتھ یہ وعدہ نہیں تھا کہ وہ ہماری تائید اور نصرت کرے گا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں تھا۔ انہوں نے کہا تو پھر کیا ہم نے عمرہ کیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا عمر! خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے؟ پھر انہوں نے کہا کہ کیا ہم کو فتح و نصرت حاصل ہوئی؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ خدا اور اس کا رسول فتح و نصرت کے معنے ہم سے بہتر جانتے ہیں مگر عمرؓ کی اس جواب سے تسلی نہ ہوئی اور وہ اسی گھبراہٹ کی حالت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! کیا خدا کا ہم سے یہ وعدہ نہ تھا کہ ہم مکہ میں طواف کرتے ہوئے داخل ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے عرض کیا کہ کیا ہم خدا کی جماعت نہیں اور کیا خدا کا ہمارے ساتھ فتح و نصرت کا وعدہ نہیں تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تو یا رسول اللہؐ! کیا ہم نے عمرہ کیا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا نے کب کہا تھا کہ ہم اسی سال عمرہ کریں گے۔ یہ تو میرا خیال تھا کہ اس سال عمرہ ہو گا۔ خدا نے تو کوئی تعیین نہیں کی تھی۔ انہوں نے کہا تو پھر فتح و نصرت کے وعدہ کے کیا معنی ہوئے؟ آپؐ نے فرمایا نصرت خدا کی ضرور آئے گی اور جو وعدہ اس نے کیا ہے وہ بہر حال پورا ہو گا۔ گویا جو جواب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا تھا وہی جواب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا۔"

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 382)

دونوں روایتوں میں صرف فرق یہ ہے کہ ایک یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ پہلے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے اور حضرت مصلح موعودؓ نے جو بیان فرمایا ہے بات وہی ہے لیکن یہ ہے کہ پہلے حضرت ابو بکرؓ کے پاس گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا۔ ایک آدمی مسلمانوں میں سے تھا اور ایک آدمی یہود میں سے تھا۔ مسلمان نے کہا اس کی قسم جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں پر فضیلت دی تو یہودی نے کہا اس کی قسم جس نے موسیٰ کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔ اس پر مسلمان نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور یہودی کے منہ پر تھپڑ مارا۔ وہ یہودی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپؐ کو بتایا جو اس کے اور مسلمان کے درمیان معاملہ ہوا تھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسلمان کو بلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے آپ کو بتایا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موسیٰ پر مجھے فضیلت نہ دو۔

(صحیح البخاری کتاب الخصومات باب ما یذکر فی الاشخاص والخصومة بین المسلم والیهود، حدیث نمبر 2411)

اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ جس مسلمان نے یہودی کو تھپڑ مارا تھا وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔

(عمدۃ القاری جزء 12 صفحہ 351 دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اس طرح فرمایا ہے کہ ”آپؐ غیر مذاہب والوں کے احساسات کا بھی بے حد خیال رکھتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کے سامنے کسی یہودی نے کہہ دیا کہ مجھے موسیٰؑ کی قسم جسے خدا نے سب نبیوں پر فضیلت دی ہے۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے اسے تھپڑ مار دیا۔ جب اس واقعہ کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی تو آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ جیسے انسان کو زجر کی۔“ ڈانٹا۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”غور کرو مسلمانوں کی حکومت ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰؑ کو ایک یہودی فضیلت دیتا ہے اور ایسی طرز سے کلام کرتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ جیسے نرم دل انسان کو بھی غصہ آجاتا ہے اور آپ اسے طمانچہ مار بیٹھتے ہیں مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ڈانٹتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم نے ایسا کیوں کیا۔ اسے حق ہے کہ جو چاہے عقیدہ رکھے۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 531)

اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو وہ بول سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابو بکرؓ کے عشق و محبت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشقیہ تھا۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہونے کے لئے مکہ سے نکلے تو اس وقت بھی آپ کا تعلق عاشقانہ تھا اور جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو اس وقت بھی تعلق عاشقانہ تھا۔

چنانچہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا۔ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا کی وحی قرآنی نازل ہوئی جس میں مخفی طور پر آپؐ کی وفات کی خبر تھی تو آپؐ نے خطبہ پڑھا اور اس میں اس سورت کے نزول کا ذکر فرمایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندہ کو اپنی رفاقت اور دنیوی ترقیات میں سے ایک کے انتخاب کی اجازت دی اور اس نے خدا تعالیٰ کی رفاقت کو ترجیح دی۔ اس سورت کو سن کر سب صحابہؓ کے چہرے خوشی سے تمتما اٹھے اور سب اللہ تعالیٰ کی تکبیر کرنے لگے اور کہنے

لگے کہ الحمد للہ! اب یہ دن آ رہا ہے مگر جس وقت باقی سب لوگ خوش تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چیخیں نکل گئیں اور آپؓ بے تاب ہو کر رو پڑے اور آپؓ نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ پر ہمارے ماں باپ اور بیوی بچے سب قربان ہوں۔ آپؐ کے لئے ہم ہر چیز قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔

گویا جس طرح کسی عزیز کے بیمار ہونے پر بکرا ذبح کیا جاتا ہے اسی طرح حضرت ابو بکرؓ نے اپنی اور اپنے سب عزیزوں کی قربانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پیش کی۔ آپؐ کے رونے کو دیکھ کر اور اس بات کو سن کر بعض صحابہؓ نے کہا دیکھو! اس بڈھے کو کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کسی بندہ کو اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ رفاقت کو پسند کرے یا دنیوی ترقی کو۔ اور اس نے رفاقت کو پسند کیا۔ یہ کیوں رو رہا ہے؟ اس جگہ جو اسلام کی فتوحات کا وعدہ پیش کیا جا رہا ہے، حتّٰی کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے بھی اس کا اظہار حیرت کیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے اس استعجاب کو محسوس کیا اور حضرت ابو بکرؓ کی بیتابی کو دیکھا اور آپ کی تسلی کے لئے فرمایا کہ ابو بکرؓ مجھے اتنے محبوب ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ان کو خلیل بناتا" پھر آگے فرمایا "مگر اب بھی یہ میرے دوست اور صحابی ہیں۔ پھر فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ آج سے سب لوگوں کے گھروں کی کھڑکیاں جو مسجد میں کھلتی ہیں بند کر دی جائیں سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے اور اس طرح آپ کے عشق کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داد دی کیونکہ یہ عشق کامل تھا جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بتا دیا کہ اس فتح و نصرت کی خبر کے پیچھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر ہے اور آپؓ نے اپنی اور اپنے سب عزیزوں کی جان کا فدیہ پیش کیا کہ ہم مر جائیں مگر آپؐ زندہ رہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر بھی حضرت ابو بکرؓ نے اعلیٰ نمونہ عشق کا دکھایا۔ غرض حضرت ابو بکرؓ نے غارِ ثور میں اپنی جان کے لئے گھبراہٹ کا اظہار نہیں کیا بلکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو خاص طور پر تسلی دی۔"

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 814-815 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 18 اکتوبر 1935ء)

ہر مقام پر جہاں بھی اظہار کیا وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کی وجہ سے کیا۔ حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابو بکرؓ کی کسی بات پر تکرار ہو گئی۔ یہ تکرار بڑھ گئی۔ حضرت عمرؓ کی طبیعت تیز تھی۔ اس لئے حضرت ابو بکرؓ نے مناسب سمجھا کہ وہ اس جگہ سے چلے جائیں تا کہ جھگڑا خواہ مخواہ زیادہ نہ ہو جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جانے کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر حضرت ابو بکرؓ کا کرتہ پکڑ لیا کہ میری بات کا جواب دے کر جاؤ۔ جب حضرت ابو بکرؓ اس کو چھڑا کر جانے لگے تو آپ کا کرتہ پھٹ گیا۔ آپ وہاں سے اپنے گھر کو چلے آئے لیکن حضرت عمرؓ کو شبہ پیدا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس میری شکایت کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی پیچھے پیچھے چل پڑے تا کہ میں بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا عذر پیش کر سکوں لیکن راستے میں حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت عمرؓ یہی سمجھے کہ آپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کرنے گئے ہیں۔ وہ بھی سیدھے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچے۔ وہاں جا کر دیکھا تو حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے لیکن چونکہ ان کے دل میں ندامت پیدا ہو چکی تھی اس لئے عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں ابو بکرؓ سے سختی سے پیش آیا ہوں۔ حضرت ابو بکرؓ کا کوئی قصور نہیں میرا ہی قصور ہے۔ جب حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابو بکرؓ کو جا کر کسی نے بتایا کہ حضرت عمرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپ کی شکایت کرنے گئے ہیں۔

حضرت ابو بکرؓ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے بھی اپنی براءت کے لئے جانا چاہئے تا کہ یک طرفہ بات نہ ہو جائے اور میں بھی اپنا نکتہ نگاہ نظر پیش کر سکوں۔ جب حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں پہنچے تو حضرت عمرؓ عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہؐ! مجھ سے غلطی ہوئی کہ میں نے ابو بکرؓ سے تکرار کی اور ان کا کرتہ مجھ سے پھٹ گیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو غصہ کے آثار آپؐ کے چہرہ پر ظاہر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا اے لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے جب ساری دنیا میرا انکار کرتی تھی اور تم لوگ بھی میرے مخالف تھے اس وقت ابو بکرؓ ہی تھا جو مجھ پر ایمان لایا اور ہر رنگ میں اس نے میری مدد کی۔ پھر افسردگی کے ساتھ فرمایا کیا اب بھی تم مجھے اور ابو بکرؓ کو نہیں چھوڑتے؟ آپؐ یہ فرما رہے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ داخل ہوئے۔"

اس کی اگلی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جب داخل ہوئے تو انہوں نے کیا رویہ اختیار کیا اس کی تمہید حضرت مصلح موعودؓ باندھ رہے ہیں کہ:

"یہ ہوتا ہے سچے عشق کا نمونہ کہ بجائے یہ عذر کرنے کے کہ یا رسول اللہؐ! میرا قصور نہ تھا عمر کا قصور تھا آپؓ نے جب دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں خفگی پیدا ہو رہی ہے آپؓ سچے عاشق کی حیثیت سے یہ برداشت نہ کر سکے کہ میری وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو۔ آتے ہی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ گئے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! عمرؓ کا قصور نہیں تھا میرا قصور تھا۔ دیکھو حضرت ابو بکرؓ کس قدر سچے عاشق تھے کہ آپؓ یہ برداشت نہ کر سکے کہ آپؐ کے معشوق کے دل کو تکلیف ہو۔ آپ یہ دیکھ کر کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمرؓ پر ناراض ہوئے ہیں۔" حضرت ابو بکرؓ اس پر "خوش نہیں ہوئے۔ عام طور پر لوگوں میں یہ عادت ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے مدمقابل کو جھاڑ پڑتی دیکھتے ہیں" ڈانٹ پڑتی دیکھے "تو خوش ہوتے ہیں کہ خوب جھاڑ پڑی لیکن اس سچے عاشق نے یہ پسند نہ کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو تکلیف ہو خواہ کسی وجہ سے ہو۔ آپؓ نے کہا میں مجرم بن جاتا ہوں لیکن میں اپنے معشوق کا دل رنجیدہ نہیں ہونے دوں گا اور نہایت لجاجت سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! عمرؓ کا قصور نہیں تھا میرا قصور ہے۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "اگر حضرت ابو بکرؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کے ملال کو دُور کرنے کی خاطر مظلوم ہونے کے باوجود ظالم ہونے کا اقرار کرتے ہیں تا آپؐ کے دل کو تکلیف نہ پہنچے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک مومن بندہ اپنے خدا کی خوشنودی کے لئے وہ کام نہ کرے جو اسے خدا تعالیٰ کی رضا کے قریب کر دے۔"

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 313 تا 314)

مومن کی بھی یہی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے کام کرے اور کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ اس حوالے سے اپنی مثال دی ہے۔ پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''حضرت عمرؓ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہؐ! یہ تورات ہے۔ آپؐ ان کی بات سن کر خاموش ہو گئے مگر حضرت عمرؓ نے تورات کھول کر اسے پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات دیکھی تو وہ حضرت عمرؓ پر ناراض ہوئے اور انہوں نے کہا کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسے بُرا منا رہے ہیں! ان کی بات سن کر حضرت عمرؓ کو بھی توجہ پیدا ہوئی اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کو دیکھا اور جب انہیں بھی آپؐ کے چہرہ پر ناراضگی کے آثار دکھائی دیئے تو انہوں نے معذرت کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی طلب کی۔''

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 253)

حضرت مصلح موعودؓ نے یہ واقعہ ایک آیت کی تفسیر میں بیان فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی حضرت عمرؓ کے تورات کی اس آیت پڑھنے پر تھی جو اسلامی تعلیم سے مختلف ہے، اس کی وجہ سے تھی نہ یہ کہ تورات کیوں پڑھی۔ اگر کسی کو اس کی تفسیر پڑھنے میں دلچسپی ہے تو تفسیر کبیر جلد 6 میں سورہ نور کی آیت تین کے ضمن میں اس کی باقی تفصیل بھی لکھی ہوئی ہے۔ وہاں سے دیکھ سکتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت صحابہؓ جس طرح کیا کرتے تھے اس کا ثبوت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک واقعہ سے مل سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بعض قبائل عرب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے خلاف جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس وقت حالت ایسی نازک تھی کہ حضرت عمرؓ جیسے انسان نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں سے نرمی کرنی چاہئے مگر حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا۔ ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے کہ وہ اس حکم کو منسوخ کر دے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اونٹ کا گھٹنا باندھنے کی ایک رسی بھی زکوٰۃ میں دیا کرتے تھے تو میں وہ رسّی بھی ان سے لے کر رہوں گا اور اس وقت تک دم نہیں لوں گا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔''

یہ بخاری کی روایت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ ''اگر تم اس معاملہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے تو بیشک نہ دو۔ میں اکیلا ہی ان کا مقابلہ کروں گا۔ کس قدر اتباعِ رسولؐ ہے کہ نہایت خطرناک حالات میں باوجود اس کے کہ اکابر صحابہ لڑائی کے خلاف مشورہ دیتے ہیں پھر بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو پورا کرنے کے لئے وہ ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح لشکر اسامہ کو روک لینے کے متعلق صحابہؓ نے بہت زور لگایا مگر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر دشمن اتنا طاقتور ہو جائے کہ وہ مدینہ پر

فتح پائے اور مسلمان عورتوں کی لاشیں کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں اس لشکر کو جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھجوانے کے لئے تیار کیا تھا روک نہیں سکتا۔"

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 108-109)

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے پاس بحرین کا مال آیا تو میں تمہیں اتنا اتنا اور اتنا دوں گا۔ ہاتھ کے اشاروں سے بتایا۔ مگر وہ مال اس وقت آیا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے تھے۔ جب بحرین کا مال آیا تو حضرت ابو بکرؓ نے منادی کو حکم دیا، اعلان کروایا اور اس نے اعلان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ جس کا کوئی قرضہ یا وعدہ ہو وہ ہمارے پاس آئے۔ یہ سن کر یہ کہتے ہیں کہ میں بھی ان کے پاس گیا اور میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ایسا ایسا وعدہ فرمایا تھا تو حضرت ابو بکرؓ نے تین لَپ بھر کر دیے۔ علی بن مدینی کہتے تھے کہ سفیان دونوں ہاتھ اکٹھے کر کے لَپ بھرتے کہ یوں اٹھا کے تین دفعہ اس طرح دیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب فرض الخمس باب ومن الدلیل علی ان الخمس لنوائب المسلمین حدیث نمبر 3137 مترجم اردو نظارت اشاعت ربوہ جلد 5 صفحہ 485-486)

حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ جب بحرین سے مال آیا تو میں نے حضرت ابو بکرؓ کے منادی کو یہ آواز دیتے ہوئے سنا کہ جس شخص سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ آئے۔ لوگ حضرت ابو بکرؓ کے پاس آئے تو وہ انہیں دیتے تھے۔ پھر حضرت ابو بشیر مازنیؓ آئے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بشیر! جب ہمارے پاس کچھ آئے تو ہمارے پاس آنا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ نے انہیں دو یا تین لَپ بھر کر دیا جس کو انہوں نے چودہ سو درہم میں پایا۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ذکر من قضی دین رسول اللہ ﷺ و عداتہ، جلد 2 صفحہ 243 دار الکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

لَپ کا مطلب ہے کہ دونوں ہاتھوں سے پورا بھر کے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ صحابہ کرامؓ سے محو گفتگو تھے کہ تھوڑی دیر کے بعد آپؓ نے اپنے غلام سے کہا کہ پانی پلاؤ۔ غلام کچھ دیر کے بعد مٹی کے برتن میں پانی لایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے برتن کو پکڑا اور پیاس بجھانے کے لیے اپنے منہ کے قریب کیا ہی تھا کہ آپ نے دیکھا کہ برتن تو شہد سے بھرا ہوا ہے جس میں پانی بھی ملا ہوا ہے۔ آپ نے وہ برتن رکھوا دیا اور وہ پانی نہیں پیا۔ پھر غلام کی طرف دیکھا اور اس سے پوچھا کہ یہ کیا ہے۔ غلام نے کہا کہ پانی میں شہد ملایا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ برتن کی طرف غور سے دیکھنے لگے۔ چند لمحات ہی گزرے تھے کہ آپؓ کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہنے لگا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہچکیاں باندھ باندھ کر رونے لگے۔ روتے روتے۔ آپؓ کی آواز اَور بلند ہو گئی اور آپؓ پر شدید گریہ طاری ہو گیا۔ لوگ متوجہ ہوئے اور تسلی دینے لگے کہ اے خلیفہ رسول! آپ کو کیا ہو گیا ہے۔ آپؓ اس قدر شدید کیوں رو رہے ہیں؟ ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ سسکیاں بھر کر کیوں رو رہے ہیں لیکن حضرت ابو بکر صدیقؓ نے رونا بند نہ کیا بلکہ آس پاس کے تمام لوگوں نے بھی آپ کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور رو رو

کر وہ خاموش بھی ہو گئے لیکن حضرت ابو بکرؓ مسلسل روتے جا رہے تھے۔ جب آپ کے آنسو ذرا تھمے تو لوگوں نے آپ سے رونے کا سبب پوچھا کہ اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ رونا کیسا ہے۔ آخر کس چیز نے آپ کو رلایا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنے کپڑے کے کنارے سے آنسو پونچھتے ہوئے اور اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت کے ایام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھا۔ میں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ چیز دُور کر رہے ہیں لیکن وہ چیز مجھے نظر نہیں آ رہی تھی۔ آپؐ کمزور آواز میں فرما رہے تھے کہ مجھ سے دُور ہو جاؤ، مجھ سے دُور ہو جاؤ۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کچھ نظر نہیں آیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کسی چیز کو اپنے سے ہٹا رہے تھے جبکہ آپ کے پاس کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ درحقیقت دنیا تھی جو اپنی تمام آرائش و نعمت کے ساتھ میرے سامنے آئی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ دُور ہو جاؤ۔ ایک کشفی کیفیت آپؐ پر طاری ہوئی تھی۔ پس وہ یہ کہتی ہوئی دور ہو گئی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے چھٹکارا پا لیا تو کیا ہوا۔ جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آئیں گے وہ مجھ سے کبھی نہیں بچ سکیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پریشانی میں اپنا سر ہلایا اور غمزدہ آواز میں فرمایا لوگو! مجھے بھی اس شہد سے ملے پانی کی وجہ سے ڈر لاحق ہوا کہ کہیں اس دنیا نے مجھے آگھیرا نہ ہو اس لیے میں سسکیاں بھر کر رویا۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ کے 100 قصے صفحہ 68 تا 70 بیت العلوم لاہور)(حلیة الاولیاء و طبقات الاصفیاء، ذکر الصحابة من المهاجرین، ابوبکر الصدیقؓ جلد1 صفحه30-31،مکتبة الایمان المنصوره2007ء)

اتنی خشیت تھی اللہ تعالیٰ کی۔ فتوحات عراق میں ایک قیمتی چادر حاصل ہوئی۔ حضرت خالدؓ نے اہلِ لشکر کے مشورہ سے اس چادر کو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس بطور تحفہ بھجوایا اور لکھا کہ اسے آپ لے لیجیے۔ آپؓ کے لیے روانہ کیا جا رہا ہے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے اسے لینا گوارا نہیں فرمایا اور نہ اپنے رشتہ داروں کو دیا بلکہ اسے حضرت امام حسینؓ کو مرحمت فرما دیا۔

(سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز صفحہ 107 مکتبۃ الحرمین لاہور 1437ھ)

باقی ان شاء اللہ آئندہ بیان ہو گا۔ اس وقت میں دو مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور بعد میں ان کا جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا **ان شاء اللہ۔ پہلا ہے محترم سمیع اللہ سیال صاحب جو تحریک جدید** میں وکیل الزراعت تھے، نواسی (89) سال کی عمر میں بقضائے الٰہی فوت ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ ان کے والد رحمت اللہ سیال صاحب تھے۔ سمیع اللہ سیال صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد رحمت اللہ سیال صاحب کے ذریعہ ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دَور میں 1938ء میں بیعت کی تھی۔ اس وقت سمیع اللہ سیال صاحب کی عمر چار سال کی تھی۔ جب بیعت کا علم ان کی والدہ کو ہوا تو انہوں نے اپنے خاوند کو چھوڑ دیا اور ان کو ساتھ لے کر چلی گئیں۔ جب یہ واقعہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں پیش ہوا تو حضورؓ نے آپ کے والد صاحب سے فرمایا کہ آپ مقدمہ کریں اور بچہ واپس لیں۔ چنانچہ مقدمہ کر کے بچہ واپس لے لیا گیا۔ اس طرح آپ اپنے والد صاحب کی کفالت میں آ گئے اور انہوں نے ہی آپ کی پرورش کی۔

سمیع اللہ سیال صاحب کے والد صاحب فسادات کے دوران مشرقی پنجاب میں شہید ہو گئے تھے۔ اس کے بعد آپ کے سب غیر احمدی رشتہ داروں نے ان کو واپس لانے کی کوشش کی، جماعت سے دور ہٹانے کی کوشش کی لیکن آپ نے احمدیت نہ چھوڑی۔ 1949ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ 1954ء میں تعلیم الاسلام کالج سے بی اے کیا۔ پھر 1956ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے ایم اے شماریات کیا۔ ان کے دو بیٹے ہیں؛ ایک کینیڈا میں ڈاکٹر ہیں اور دوسرے افتخار اللہ سیال صاحب تحریکِ جدید ربوہ میں واقفِ زندگی ہیں۔ 1949ء میں سیال صاحب نے وقف کیا اور دیگر واقفین زندگی کے ساتھ ان کا ٹیسٹ ہوا، انٹرویو ہوا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود پرچہ ترتیب دیا۔ بعد ازاں حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد پر آپ نے مزید تعلیم کے لیے تعلیم الاسلام کالج لاہور میں داخلہ لیا جہاں سے آپ نے پہلے بی ایس سی اور بعد ازاں ایم ایس سی سٹیٹسٹکس (Statistics) کی ڈگری حاصل کی۔ 1953ء میں آپ کا دفاتر میں ابتدائی تقرر ہوا۔ پھر مختلف دفاتر میں کام کرتے رہے۔ 1960ء سے 63ء تک سیرالیون میں خدمت کی توفیق پائی۔ 1983ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے آپ کو وکیل الزراعت اور صنعت و تجارت مقرر فرمایا۔ 88ء سے 99ء تک بطور وکیل الدیوان اور 99ء سے 2012ء تک وکیل الزراعت اور صنعت و تجارت کے طور پر خدمت کی توفیق ملی اور 2012ء سے وفات تک آپ وکیل الزراعت تھے۔ ان کا خدمت کا عرصہ 69 سال پر محیط ہے۔ اس کے علاوہ بھی انجمن کی اور تحریک کی بہت ساری کمیٹیوں کے ممبر تھے اور بعض رجسٹرڈ کمپنیوں کے ڈائریکٹر تھے۔ اسی طرح خدام الاحمدیہ میں بھی مہتمم کے طور پر ان کو بڑا لمبا عرصہ مختلف شعبوں میں کام کرنے کی توفیق ملی۔

ان کی اہلیہ امۃ الحفیظ سیال صاحبہ کہتی ہیں کہ چونسٹھ سالہ ازدواجی زندگی میں مَیں نے دیکھا کہ بہت نیک، ہمدرد، متوکل، پیار کرنے والے تھے۔ ہر کام میں اپنے پر دوسرے کو ترجیح دیتے تھے اور خلیفہ وقت کے احکامات کو ہر بات پر ترجیح دیتے تھے۔ کہتی ہیں جب میری شادی ہوئی تو انہوں نے شروع میں ہی مجھے یہ بات سمجھا دی کہ میں ایک واقفِ زندگی ہوں اور ایک واقفِ زندگی کی بیوی بھی واقفِ زندگی ہوتی ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ غرباء پرور تھے۔ مہمان نوازی بھی ہمارے گھر میں بہت زیادہ ہوتی تھی۔

ان کے بیٹے افتخار اللہ سیال کہتے ہیں کہ جماعت سے وفاداری اور محبت بچپن سے ہی ان میں بہت زیادہ تھی۔ 1947ء کے فسادات میں جب ان کے والد شہید ہو گئے تو وہ بالکل اکیلے رہ گئے اور جیسا کہ بیان ہوا ہے ان کے رشتہ داروں میں سے صرف ان کے والد احمدی تھے اور والدہ بھی چھوڑ کر چلی گئی تھیں۔ رشتہ داروں نے ان کو کہا کہ تم احمدیت چھوڑ دو ہم تمہارے تمام دنیاوی اور تعلیمی اخراجات اٹھائیں گے لیکن احمدیت سے محبت اور احمدیت کی سچائی پر یقین ہونے کی وجہ سے انہوں نے جواب دیا، کہا کہ اگر میں بھوکا بھی مر جاؤں گا پھر بھی احمدیت نہیں چھوڑوں گا اور پھر ہمیشہ اپنے اس ایمان پر قائم رہے۔ اس بات کی شدید خواہش تھی کہ وقف کا یہ سلسلہ آگے ان کی نسل میں بھی جاری رہے۔ تو کہتے ہیں چنانچہ جب میں نے وقف کیا تو بڑے خوش ہوئے اور یہاں لندن آئے ہوئے تھے تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کو خود بتایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بڑی خوشی کا اظہار کیا کہ اصل وقف یہی

ہے کہ یہ سلسلہ آگے اولاد میں بھی جاری ہو۔ دینی یا دنیاوی مشکلات آتی تھیں تو خدا کے آگے جھک جاتے اور اس مشکل کے حل کے لیے بہت پُرسوز دعائیں کرتے۔

پھر ان کے ایک بیٹے لکھتے ہیں: مَیں نے انہیں پوری زندگی تہجد کا ایک بھی ناغہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ غریبوں کی ہر ممکن امداد کرنے والے تھے۔ کہتے ہیں ان کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے مجھے آ کے خاص طور پر ذکر کیا کہ ہمیں جب کوئی کسی قسم کی رقم کی ضرورت ہوتی فوراً سیال صاحب کے پاس جاتے اور ہمیشہ وہ ہماری امداد کرتے۔ بعض اوقات گھروں میں کوئی مسئلہ درپیش ہوتا اور جماعتی خدمت کا بھی اس وقت موقع ہوتا تو اس وقت وہ جماعت کے کام کی طرف نکل جاتے اور اپنے گھریلو مسائل کو اللہ کے سپرد کر دیتے۔

ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ ہمیشہ مجھے جماعت سے محبت اور خلافت کا وفادار رہنے کا درس دیا اور خلیفۂ وقت کی زبان سے نکلے ہر لفظ پر بڑا حد تک یقین تھا۔ اس سلسلہ میں وہ بیان کرتے تھے کہ جب ابتدا میں وقف کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت ابھی چرچل اسّی سال کی عمر میں دوبارہ وزیر اعظم بنا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ان سے کہا کہ اگر چرچل اسّی سال کی عمر میں وزیر اعظم بن سکتا ہے تو تم جماعت کی خدمت اتنے عرصہ تک کیوں نہیں کر سکتے۔ تو اس بات سے کہتے ہیں میں نے اس وقت بھی نتیجہ نکالا تھا کہ ہم جتنے بھی لوگ اس گروپ میں شامل واقف زندگی ہیں، کم از کم اسّی سال کی عمر تو ہماری ضرور ہو گی اور اللہ تعالیٰ اسّی سال تک خدمت کی توفیق دے گا۔ چنانچہ چودھری حمید اللہ صاحب اور مصلح الدین صاحب ان کے ساتھی تھے، سب نے اسّی سال سے زائد عمر پائی۔

ان کی بہو کہتی ہیں کہ میری چھوٹی عمر میں ہی میرے والد وفات پا گئے تھے اور سسر کے روپ میں مجھے ان سے باپ کا پیار ملا۔ بائیس سال میں نے اپنی شادی شدہ زندگی میں ہمیشہ ان سے شفقت اور باپ کا پیار ہی دیکھا۔ احمدیت کے سچے شیدائی اور خلافت سے گہری محبت کرنے والے، غریب پرور، مہمان نواز، سچے انسان تھے۔ اٹھتے بیٹھتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر شکر ادا کرتے۔ میرے بچوں کی تربیت میں بھی بہت کردار ادا کیا۔ انہیں قرآن کریم کا ترجمہ سیکھنے اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے رہے اور پھر ٹیسٹ بھی لیتے تھے۔ کہتی ہیں جب بھی بچے دادا جان کے ساتھ بیٹھتے تو ہمیشہ جماعت کی تاریخ اور خلفاء کی شفقت اور محبت کے واقعات بیان کرتے۔ چھوٹے سے چھوٹا بچہ بھی اگر گھر میں آ جاتا تو اسے بھی بغیر تواضع اور مہمان نوازی کے گھر سے نہ جانے دیتے۔

باسل صاحب نائب وکیل الزراعت لکھتے ہیں کہ سمیع اللہ سیال صاحب انتہائی ہمدرد وجود تھے۔ خلافت سے بے پناہ محبت اور عشق تھا۔ دفتر میں کارکنان کی مالی امداد بھی کرتے تھے۔ ہمیشہ خلیفۂ وقت کے ساتھ تعلق میں رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ کہتے ہیں ہمیشہ یہی درس دیا کہ جماعت کے ایک ایک پیسے کی حفاظت کرنی ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یہ فکر نہیں کہ پیسہ کہاں سے آئے گا اصل یہ فکر ہے کہ پیسے کو سنبھالنے والے کہاں سے آئیں گے۔ وہ ملتے رہیں۔ (ماخوذ از الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 319)

پھر کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی واقفِ زندگی یا کارکن یا کوئی احمدی ملنے کے لیے آتا تو یہی کہتے کہ جماعت کی خدمت میں بہت ہی برکت ہے اور جو خدمت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بے انتہا نوازتا ہے اور اللہ تعالیٰ خود ہی ان کی ضروریات پوری کرتا چلا جاتا ہے۔ اپنی مثال دیتے ہیں کہ میں کچھ بھی نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بے شمار دیا اور یہ صرف وقف کی برکت ہے۔

نسرین حئی صاحبہ کہتی ہیں کہ ہمارے خاندان کے اہم افراد میں سے تھے۔ میری والدہ اور والد ہمیشہ ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ان کی کوئی بیٹی نہیں تھی۔ میں جب سات یا آٹھ سال کی ہوئی تو انہوں نے اور پھوپھو نے مجھے adopt کیا۔ اس کے بعد میں شادی تک ان کے پاس رہی۔ دونوں نے مجھے ہمیشہ اپنی بیٹی کی طرح رکھا اور بچپن سے میری ہر خواہش کا خیال رکھا۔ بہترین تعلیم دلوائی۔ میری شادی مربی سلسلہ سے کروائی۔

محمود طاہر صاحب سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن کہتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ بتایا کہ جب میں نے بی اے کر لیا اور ابتدائی تقرر ہوا تو حضرت مصلح موعودؓ کی ہدایت پر مجھے ایم اے کرنے کے لیے بھیجا جانے لگا۔ اس وقت دفتر میں کسی نے حضرت مصلح موعودؓ سے اس خدشہ کا اظہار کیا کہ اس کو آپ ایم اے کروا رہے ہیں۔ یہ ایم اے کر کے کہیں دوڑ نہ جائے اور کہیں دنیاوی نوکری نہ اختیار کر لے۔ اس پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا سیال بے وفا نہیں ہوتے۔

عمران بابر صاحب واقفِ زندگی نگران جائیداد تحریک جدید کہتے ہیں کہ مجھے پندرہ سال ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ بڑے مضبوط اعصاب کے مالک تھے۔ جماعتی کام کے حوالے سے کبھی بھی سرکاری افسر سے ملنے یا بات کرنے سے نہیں جھجکتے تھے۔ اور ٹرین میں سفر کرنے کا موقع ملا۔ سفر کے دوران تبلیغ ضرور کرتے تھے اور اونچی آواز میں کیا کرتے تھے تاکہ قریب موجود سب افراد سن لیں۔

لقمان صاحب وکیل المال اوّل کہتے ہیں کہ خلافت کی آواز پر خود بھی لبیک کہنے والے تھے۔ دوسروں کو بھی توجہ دلاتے تھے۔ ہمیشہ جب تحریک جدید کا اعلان ہوتا تو فوراً آتے اور اپنا چندہ وغیرہ ادا کرتے، وعدہ لکھواتے۔

شیخ حارث صاحب ہیں تحریکِ جدید میں۔ وہ کہتے ہیں کہ جب وقف کیا تو آپ نے میری ہر مرحلے پر راہنمائی کی۔ بہت ہی محبت اور شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ بہت نڈر اور دبنگ واقف زندگی تھے۔ سلسلہ کے اموال کی بچت کے دھنی تھے اور پھر یہ حارث صاحب ہی لکھتے ہیں کہ 2015ء میں انجنیئر جاوید صاحب چیئرمین پاکستان انجنیئرنگ کونسل اسلام آباد سے خصوصی طور پر ربوہ کے دورہ پر آئے۔ ان کی ملاقات دیگر بزرگان کے علاوہ سیال صاحب سے کروائی گئی۔ اس مختصر ملاقات میں آپ نے تبلیغ کا موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا اور انہیں بڑے اچھے رنگ میں تبلیغ کی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ جو وقفِ زندگی بیٹا ہے اسے بھی وقف نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ خلافت اور جماعت سے ان کی اولاد کو جوڑے رکھے اور ان کے لواحقین کو سکون عطا فرمائے۔

اگلا ذکر ہے محترمہ صدیقہ بیگم صاحبہ اہلیہ علی احمد صاحب مرحوم معلم وقف جدید کا جن کی گذشتہ دنوں پچاسی سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ عبد الہادی طارق صاحب ان کے بیٹے مربی سلسلہ ہیں

اور جامعہ احمدیہ گھانا میں استاد ہیں۔ پھیرو چیچی قادیان کے نزدیک ان کی پیدائش ہوئی تھی۔ ان کے والد عبدالرحمٰن صاحب جوانی میں ہی 1944ء میں وفات پاگئے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی بیوہ والدہ نواب بی بی صاحبہ اور بچوں کو کفالت میں لے لیا اور قادیان بلا لیا تو حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں اپنے بنگلے میں رکھ لیا اور مربی صاحب کہتے ہیں کہ خاکسار کی نانی حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہؓ کی خدمت کی توفیق پاتی رہیں۔ اس طرح پھر تقسیم ہند کے بعد کہتے ہیں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری نانی کو ان کے بچوں کے ساتھ ناصر آباد فارم سندھ بھجوا دیا جہاں یہ پلے بڑھے۔

حضرت میاں اللہ دتہ صاحبؓ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو تھیں۔ ایک واقفِ زندگی کی بیوی تھیں، ایک واقفِ زندگی کی والدہ تھیں۔ آپ نے اپنے واقف زندگی خاوند کے ساتھ وقف کی پوری روح سے واقف زندگی جیسی زندگی گزاری اور ہر قسم کے نامساعد حالات میں اپنے واقف زندگی شوہر کا ساتھ دیا۔ زندگی بھر کبھی کسی سے مطالبہ یا تقاضا نہیں کیا۔ بے شمار خوبیوں کی مالک تھیں جن میں نمایاں طور پر عاجزی، خدا ترسی، درویشی، مہمان نوازی، نرم مزاجی، سادگی، قناعت، ستر پوشی، صبر، بے پناہ حوصلہ شامل تھا۔ زندگی بھر کبھی کسی سے کوئی شکوہ اور شکایت نہیں کی اور نہ ہی کبھی کسی کی برائی سنی اور نہ برائی کی۔ ہمیشہ اپنوں اور پرایوں سے محبت اور خلوص کا سلوک کیا۔ پنجگانہ نمازوں کے علاوہ باقاعدہ تہجد کا انتظام رکھا۔ اسی طرح تلاوت قرآن کریم باقاعدہ کرنے والی تھیں اور آخری ایام میں خرابی صحت کے باعث جب نماز صحیح طرح ادا نہ ہو سکتی تھی تو یہی دعا کیا کرتی تھیں کہ مولیٰ اتنی صحت اور ہمت دے دے کہ تیری عبادت صحیح طرح کر سکوں۔

پسماندگان میں ان کی دو بیٹیاں اور تین بیٹے شامل ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے ایک بیٹے عبدالہادی طارق صاحب گھانا میں مربی سلسلہ ہیں اور وہاں میدان عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ کے جنازے میں شامل نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے، ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور مرحومہ سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 / اکتوبر 2022ء جلد 29 شمارہ 82 صفحہ 05 تا 09)

39

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/ ستمبر 2022ء بمطابق 30/ تبوک 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد فتح عظیم، زائن، یو ایس اے

تشہد و تعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج آپ یہاں زائن (Zion) کی مسجد کے افتتاح کے لیے جمع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جماعتِ احمدیہ امریکہ کو توفیق دی کہ اس مسجد کی تعمیر کرے اور اس شہر میں کرے جو جماعت کی تاریخ میں ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ دو دن پہلے ایک جرنلسٹ نے مجھ سے سوال کیا کہ یہ مسجد یہاں کے لیے اتنی اہم کیوں ہے؟ مسجد تو ہمارے لیے ہر ایک اہم ہوتی ہے۔ میں نے اسے یہی کہا تھا۔ تمام مساجد ہی ہمارے لیے اہم ہیں۔ اس کا خیال تھا کہ صرف اس مسجد کے لیے خاص طور پر میں یہاں آیا ہوں۔ میں نے کہا پہلے بھی میں مساجد کے افتتاح کے لیے جاتا رہتا تھا۔ تو بہر حال اس کو میں نے کہا کہ اس مسجد کی ایک اہمیت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہ مسجد اس شہر میں تعمیر ہوئی ہے جو ایک مخالفِ اسلام کا آباد کیا ہوا شہر ہے اور جن لوگوں کو تاریخ سے دلچسپی ہے وہ اس تاریخ کے جاننے کی کوشش کریں گے اور کیونکہ جماعت کے علاوہ تو کوئی اس شہر کی تاریخ کو نہیں جانتا، نہ ڈوئی کو جانتا ہے۔ اس تاریخ کے بتانے کے لیے ایک نمائش کا اہتمام بھی جماعت نے کیا ہوا ہے جس سے اس تاریخ پر روشنی پڑتی ہے جو جماعت کے نزدیک اس شہر کی اہمیت ہے اور جن کو دلچسپی ہے وہ اس نمائش سے کچھ حد تک فائدہ بھی اٹھا سکتے ہیں۔ شاید وہ کل اس بارے میں آرٹیکل بھی لکھے گی۔ بہر حال جیسا کہ میں نے کہا اس شہر کی تاریخی اہمیت اور ایک نام نہاد دعوے دار اور اس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف غلط زبان استعمال کرنا اور پھر اس کا خاتمہ ہونا اور اس شہر میں جماعت کا قائم ہونا ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے والا بناتا ہے اور بنانا چاہیے اور اس کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ہم اس شہر کے لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے باوجود اس کے کہ شروع میں کونسل نے مسجد کی تعمیر کی مخالفت کی تھی، بنانے سے انکار کر دیا تھا۔ لوگ ہمارے حق میں کھڑے ہوئے اور کونسل کو مجبور کیا کہ وہ ہمیں مسجد کی تعمیر کی اجازت دے دے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی یہ ارشاد ہے کہ جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہے۔

(سنن الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی الشكر لمن احسن اليك حديث 1954)

پس اس ارشاد کے تحت ہمیں خدا تعالیٰ، اس عظیم خدا کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے ہمیں اس مسجد کی تعمیر کی توفیق دی۔ پس اس لحاظ سے ہم احمدیوں کے لیے ایک صرف خوشی کا دن نہیں ہے بلکہ انتہائی شکر گزاری کا

دن بھی ہے۔ اس خدا کی شکر گزاری کا دن جس نے ہمیں مسجد کی تعمیر کے ساتھ زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی سچائی کا بھی زندہ نشان دکھایا۔ تاریخ کے اوراق میں بھی، جو اس زمانے کی تاریخ ہے اس میں سے بھی چند باتیں میں بیان کروں گا جس سے اس اہمیت کا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچائی کا اور لوگوں کے اس کو تسلیم کرنے کا پتہ چلتا ہے اور جتنا ہم شکر گزار بنیں گے اتنا ہی خدا تعالیٰ ہمیں اپنے فضلوں سے نوازتا رہے گا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے نشان ہم پر کھلتے جائیں گے۔

پس یہ ہماری شکر گزاری کی حالت ہے جو ہمیں ان نشانوں کی سچائی کا گواہ بنائے گی۔ بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کے وعدے ہیں، جماعت کی ترقی کے بے شمار وعدے ہیں وہ آپ کو جماعت کی ترقیات دکھائے گا۔ دکھائے اور دکھا رہا ہے اور آئندہ دکھائے گا لیکن ہم ان ترقیات کے دیکھنے اور ان کا حصہ بننے کے حق دار تب ہوں گے جب ہم اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بجالانے والے ہوں گے اور اس کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ بے شمار وعدے ہیں جو ہم نے اپنی زندگیوں میں پورے ہوتے دیکھے۔ اللہ تعالیٰ اپنے وقت پر ہر وعدے کے پورا ہونے کے نظارے دکھاتا ہے۔ یہ وعدوں کے پورا ہونے کا نظارہ نہیں تو اَور کیا ہے کہ آج سے ایک سو بیس سال پہلے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر جس جھوٹے دعویدار اور دشمنِ اسلام کی ہلاکت کی پیش گوئی آپؑ نے فرمائی تھی آج اس کے شہر میں جس کے بارے میں اس کا اعلان تھا کہ کوئی مسلمان یہاں داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ عیسائی نہیں ہو جاتا اللہ تعالیٰ نے جماعت کو مسجد بنانے کی توفیق دی۔

پس یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے کام۔ ایک ارب پتی اور دنیاوی جاہ و حشمت رکھنے والے کو اللہ تعالیٰ نے جھوٹا کر دیا، ختم کر دیا اور پنجاب کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہنے والے اپنے فرستادے کا دعویٰ جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ دنیا کے دو سو بیس ممالک میں گونجنے کے سامان پیدا کر دیے۔ لیکن کیا یہاں ہمارا کام ختم ہو جاتا ہے؟ کیا یہی کافی ہے کہ امریکہ کے ایک چھوٹے سے شہر میں ہم نے مسجد بنالی اور جماعت کو ترقی مل گئی؟ نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے تو اللہ تعالیٰ نے پوری دنیا کو میدانِ عمل بنایا ہے۔ ہم نے تو چھوٹے شہر، بڑے شہر اور ملکوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں لانا ہے۔ ہم اگر اپنے وسائل دیکھیں تو یہ بڑا وسیع کام نظر آتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سب کے باوجود ہمارے سپرد یہ کام کیا ہوا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے لیکن آپؑ نے فرمایا یہ سب کام جو کیے جا رہے ہیں یہ تو ہماری معمولی کوشش ہے۔ اس کے ساتھ اصل میں تو دعاؤں کی ضرورت ہے، دعاؤں سے یہ کام ہونے ہیں۔

پس اس اہم بات کو ہمیں **ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہیے کہ دعاؤں کی طرف توجہ دیں اور مساجد کی تعمیر بھی** اس لیے ہوتی ہے کہ اس میں عبادت کے لیے لوگ جمع ہوں۔ پانچ وقت اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں۔ جمعوں میں باقاعدگی اختیار کریں۔ دنیا کے لہو و لعب اور کاموں میں اپنی عبادتوں کو نہ بھول جائیں۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کو بھول گئے تو یہ مسجد بنانا صرف ایک ظاہری ڈھانچہ کھڑا کرنا ہے۔ دنیا کو ہم بتا رہے ہوں گے کہ یہاں مسلمانوں کی ایک مسجد بن گئی ہے، لیکن ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس قابل نہیں ہوں گے کہ اس مسجد کی برکات سے فیض

پانے والے ہوں یا ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مددگاروں میں سے ہوں۔ آپؑ نے تو فرمایا ہے کہ مسلسل دعاؤں سے میرے مددگار بنو، تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جلد سے جلد پورا ہوتا دیکھیں۔

پس آج ہم میں سے ہر ایک کا کام ہے کہ مقبول دعاؤں کے لیے اپنی عبادتوں کو زندگیوں کا حصہ بنالیں۔ اپنے بچوں کو بھی عبادت کی عادت ڈالیں۔ اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنی نمازوں کو سنوار کر ادا کریں۔ خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں اور اس سے مزید فتوحات کی بھیک مانگیں۔ کتنے خوش قسمت ہوں گے ہم میں سے وہ جن کو یہ سب کچھ حاصل ہو جائے اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش برستا دیکھیں۔ اگر ہم اپنی عبادتوں کے معیار بلند کریں گے، دین کو دنیا پر مقدم کریں گے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے جو وعدے ہیں انہیں اپنی زندگیوں میں پورا ہوتے دیکھیں گے۔

پس ہمیں اپنی حالتوں کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں آ کر دنیا میں نہ کھو جائیں۔ اب گذشتہ کچھ عرصہ سے نئے اسائلم سیکر بھی یہاں آئے ہیں پس دنیا میں نہ ڈوب جائیں۔ یہاں ہر تعمیر ہونے والی مسجد ایک نیا جوش اور ولولہ اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ہمارے اندر پیدا کرنے والی ہونی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے وعدے پورے فرمانے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ ہمارے عملوں کی وجہ سے ان کے پورا ہونے کا وقت دُور ہو جائے یا وہ کسی اَور کے ذریعہ سے، بعد میں آنے والے لوگوں کے ذریعہ سے پورے ہوں اور ہم محروم رہ جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ کا اسلام کی فتح کا وعدہ تھا اور اللہ تعالیٰ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیارا کون نبی ہو سکتا تھا اور ہے لیکن کیا اس کے باوجود جنگ بدر کے موقع پر آپ کی گریہ وزاری، عجز، خوف، خشیت اور دعا ایک عظیم مقام پر نہیں پہنچی ہوئی تھی؟ اس قدر گریہ وزاری تھی کہ آپؐ کی چادر بار بار کندھے سے اتر جاتی تھی اور پھر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! فتح و نصرت کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے تو پھر آپؐ اس قدر بے چینی کا کیوں اظہار فرما رہے ہیں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے۔ فتوحات میں بھی مخفی شرائط ہوتی ہیں اس لیے میرا کام نہایت تضرع سے اللہ تعالیٰ سے اس کی مدد مانگنا ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد اول صفحہ 11)

اور پھر دشمن کے مختلف مواقع پر بار بار حملوں اور ہر طرح سے نقصان پہنچانے کے باوجود چند سالوں کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے جو فتح دی اس جیسی فتح عظیم نہ تاریخ نے دیکھی نہ سنی کہ جان کے دشمن نہ صرف مسلمان ہو گئے بلکہ آپؐ کے عاشق بن گئے، اپنی جانیں آپ پر نچھاور کرنے کی عملی تصویر بن گئے۔ دنیا پر یہ ثابت کر دیا کہ کوئی دشمن ہماری لاشوں پر سے گزرے بغیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک نہیں پہنچ سکتا اور جن کی قسمت میں ذلت و رسوائی لکھی تھی، انہیں اللہ تعالیٰ نے تباہ و برباد کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ وہ فانی فی اللہ کی دعائیں ہی تھیں جو یہ انقلاب لائیں۔ (ماخوذ از برکات الدعاء، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 11)

پس آج بھی فانی فی اللہ کے غلامِ صادق کی دعائیں ہی ہیں جو اپنے وقت پر پوری ہو کر دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے لائیں گی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

تم جو میری طرف منسوب ہوتے ہو اپنی دعاؤں اور اپنے عمل سے میری مدد کرو۔ آج ہم اس مسجد میں بیٹھے ہیں، اس کا افتتاح کر رہے ہیں، اس کا نام بھی 'فتحِ عظیم' مسجد رکھا ہے اور یہ نام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہام اور پیش گوئی کے حوالے سے رکھا گیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ڈوئی کی ہلاکت کی پیش گوئی فرمائی تھی اور آپؑ نے فرمایا تھا کہ یہ نشان جس میں فتح عظیم ہو گی عنقریب ظاہر ہو گا۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 511 حاشیہ)

اور دنیا نے دیکھا کہ پندرہ بیس دن کے اندر ہی اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا اور بڑی ذلت سے ہلاک کر دیا۔ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا سلوک کیا وہ ایک علیحدہ تفصیل ہے۔ بہر حال اس کی **ہلاکت کے نشان کو اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر آپؑ نے فتح عظیم قرار دیا** اور آج اس کا اگلا قدم ہے جو اس شہر میں ہم مسجد کا افتتاح کر رہے ہیں۔ آپؑ کے الہام کے ایک حصہ کو ہم نے تقریباً ایک سو پندرہ سال پہلے پورا ہوتے دیکھا اور اس کا اگلا قدم ہم آج پورا ہوتے دیکھ رہے ہیں۔ ایک سو پندرہ بیس سال پہلے اس وقت کے اخباروں نے جو دنیاوی اخبار ہیں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے چیلنج کو اپنے اخباروں میں جگہ دی اور پھر اس کی ہلاکت کی بھی خبر دی۔

پس یہ خدا تعالیٰ کا نشان تھا جسے دنیا نے مانا۔ ایک اخبار کے کچھ حصہ کا میں یہاں ذکر کر دیتا ہوں، زیادہ تو نہیں ہو سکتا۔ 23/جون 1907ء کے The Sunday Herald Boston نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف لکھا۔ پھر آپؑ کا دعویٰ اور چیلنج لکھا۔ پھر ڈوئی کے حوالے سے لکھا۔ اسی اخبار کے کچھ الفاظ میں پیش کر دیتا ہوں۔ وہ کہتا ہے، اس نے ہیڈنگ یہ جمایا۔ عظیم ہے مرزا غلام احمد جو مسیح ہے جنہوں نے ڈوئی کے عبرت ناک انجام کی خبر دی اور اب وہ طاعون سیلاب اور زلزلے کی پیشگوئی کر رہے ہیں۔ یہ کہتا ہے کہ اگست کے تیئیس دن گزرے تھے جب قادیان ہندوستان کے مرزا غلام احمد نے الیگزینڈر ڈوئی جو ایلیا ثانی کہلاتا تھا، اس کی موت کی خبر دی جو گذشتہ مارچ میں پوری ہو گئی۔ پھر کہتا ہے کہ یہ انڈین آدمی دنیا کے مشرقی علاقوں میں کئی سالوں سے شہرت رکھتا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ آخری زمانے میں جس سچے مسیح نے آنا تھا وہ میں ہوں اور خدا تعالیٰ نے اسے عزت بخشی ہے۔ امریکہ میں پہلی دفعہ اس کا ذکر 1903ء میں ہوا جب ایلیا سوم کے ساتھ اس کا تنازعہ منظرِ عام پر آیا۔ ڈوئی کی وفات کے بعد سے انڈین نبی نے شہرت کی بلندیوں کو چھوا ہے کیونکہ اس نے ڈوئی کی وفات کا بتایا تھا کہ اس کی یعنی مرزا صاحب کی زندگی میں ہی نہایت دکھ اور تکلیف کے ساتھ اس کی وفات ہو جائے گی۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے اس نے لکھا ہے کہ مسٹر ڈوئی اگر میری درخواست مباہلہ قبول کرے گا اور سراہتاً یا اشارۃً میرے مقابل پر کھڑا ہو گا، تو میرے دیکھتے دیکھتے بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ اس دنیائے فانی کو چھوڑ دے گا۔

پھر کہتا ہے، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے لکھ رہا ہے کہ دیکھو اگر مسٹر ڈوئی اس مقابلے سے بھاگ گیا تو آج مَیں تمام امریکہ اور یورپ کے باشندوں کو اس بات پر گواہ کرتا ہوں کہ یہ طریق اس کا بھی شکست کی صورت سمجھی جائے گی اور نیز اس صورت میں پبلک کو یقین کرنا چاہیے کہ یہ تمام دعویٰ اس کا الیاس بننے کا محض زبان کا مکر اور فریب تھا اور اگرچہ وہ اس طرح موت سے بھاگنا چاہے گا، لیکن درحقیقت ایسے بھاری مقابلے

سے گریز کرنا بھی ایک موت ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ اس کے صیحون پر جلد تر ایک آفت آنے والی ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں سے ضرور ایک صورت اسے پکڑ لے گی۔ اب میں اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اے قادر اور کامل خدا! جو ہمیشہ نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے اور ظاہر ہوتا رہے گا، یہ فیصلہ جلد کر کہ پگٹ اور ڈوئی کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے کیونکہ اس زمانے میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسان کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دُور جا پڑے ہیں۔

پھر اخبار لکھتا ہے کہ شروع میں ڈوئی نے مشرقِ بعید کی طرف سے اس چیلنج پر کوئی عوامی توجہ نہیں دی لیکن 26/ ستمبر 1903ء کو اس نے اپنے زائن سٹی پبلیکیشن میں کہا کہ لوگ بعض دفعہ مجھ سے کہتے ہیں کہ تم اس طرح کی چیزوں کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ کہتا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ مجھے ان مکھیوں اور مچھروں کا جواب دینا چاہیے۔ اگر میں اپنے پاؤں ان پر رکھ دوں تو انہیں کچل دوں۔ میں انہیں موقع دیتا ہوں کہ اڑ جائیں اور زندہ رہیں۔ صرف ایک دفعہ اس نے کسی بھی طرح سے یہ ظاہر کیا کہ اسے مرزا غلام احمد کے وجود کا علم ہے۔ اس نے مرزا صاحب کا بیوقوف محمدی مسیح کے نام سے ذکر کیا۔ نعوذ باللہ۔ اور 12/ دسمبر 1903ء کو وہ لکھتا ہے اگر میں خدا کا نبی نہیں ہوں تو خدا کی زمین میں اَور کوئی بھی نہیں۔ اس کے بعد آنے والے جنوری میں اس نے لکھا کہ میرا کام یہ ہے کہ لوگوں کو مشرق، مغرب، شمال اور جنوب سے باہر نکالنا ہے اور انہیں اس اور دوسرے صیحونی شہروں میں آباد کرنا ہے اس وقت تک جب تک مسلمانوں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ اللہ ہمیں وہ وقت دکھائے۔ یہ اس ڈوئی نے لکھا جبکہ مرزا صاحب نے اسے سختی سے چیلنج کیا۔

اخبار پھر لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے سختی سے اسے چیلنج کیا کہ اللہ سے دعا کرو کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے ہلاک ہو جائے۔ ڈوئی اس حالت میں مرا کہ اس کے دوست اسے چھوڑ کر جانے لگے اور قسمت خراب ہو گئی۔ وہ فالج اور جنون جیسے امراض میں مبتلا ہو گیا اور اسے عبرت ناک موت ملی۔ اس کے ساتھ صیحون شہر اندرونی اختلافات کے باعث تباہ و برباد ہو گیا۔ مرزا صاحب سامنے آئے ہیں اور انہوں نے واضح طور پر بیان کیا ہے کہ وہ چیلنج یا پیشگوئی جیت گئے ہیں اور وہ ہر سچائی کے طالب کو سچائی قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اعلان کیا ہے۔ وہ اس آفت کو جو اُن کے امریکہ مخالف پر پڑی خدائی انتقام کے ساتھ ساتھ خدائی انصاف کی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک پیرو یعنی کوئی احمدی بیان کرتا ہے کہ دشمن کے مرنے پر خوشی نہیں کرنی چاہیے کہ ہم ڈوئی کی زندگی کے بعض مخصوص حالات کی طرف اشارہ کریں۔ اس طرح کی چیزیں ہمارے دماغوں میں بہت دور ہیں۔ ہم ان حقائق کو اپنے مقصد کے لیے اور مزید سچائی کے اظہار کے لیے شائع کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کا مقدس مذہب مُردوں کی برائی کرنے کی تعلیم نہیں دیتا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ حقائق کو اس وقت چھپا لیا جائے جب ان کا ظاہر کرنا معاشرے کے حق میں اور انسانیت، سچائی اور خدا کی خاطر ہو۔ پھر احمدی کے حوالے سے ہی لکھتا ہے کہ:

ڈوئی پر مصائب نازل کر کے اور بالآخر اس کی بے وقت موت کے سبب غم اور عذاب نازل کر کے خدا تعالیٰ

نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے جیسا کہ اس نے اپنے رسول کو اس واقعہ کے وقوع ہونے سے تین چار سال قبل بتا دیا تھا۔
(SUNDAY HERALD-BOSTON JUNE 23, 1907-MAGAZINE SECTION)

یہ ایک اخبار کا نمونہ ہے جو **میں نے پیش کیا ہے۔ یقیناً یہ فتح تھی اور حضرت** مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی پر دلیل بھی تھی اور ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا آپ علیہ السلام کا مشن تو بہت وسیع ہے۔ یہ تو ایک محاذ کی ایک جگہ کی فتح کا ذکر ہے۔ ہماری حقیقی خوشی تو اس وقت ہو گی، جب ہم دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کے نیچے لائیں گے۔ اس کے لیے ہمیں اب اس مسجد کے بننے کے ساتھ تبلیغ کے نئے راستے تلاش کرنے ہوں گے۔ مسیح محمدی کے دلائل کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہو گا۔ پہلے سے بڑھ کر اپنی عملی اور روحانی حالت کو بہتر بنانا ہو گا۔ جیسا کہ میں نے کہا اصل فتح عظیم تو فتح مکہ تھی۔ کیا فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین نے یا بعد کے مسلمانوں نے تبلیغ کے کام کو روک دیا تھا؟ کیا اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی بھرپور کوشش نہیں کی تھی؟ جنگوں سے علاقے فتح نہیں کیے تھے؟ ہاں جنگیں بھی ہوئیں لیکن اس لیے نہیں کہ دین پھیلے بلکہ دل جیتے تھے جس سے قربانی کرنے والے لوگ گروہ در گروہ اسلام میں شامل ہوتے چلے گئے۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ حاصل ہونے والی فتح کو مستقل تبلیغ اور دعاؤں سے دائمی کرنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ماننے والوں کا شمار ان آخرین میں ہوتا ہے جو پہلوں سے ملے۔ تو کیا پہلوں نے تبلیغ روک دی تھی؟ اپنی روحانی اور اخلاقی حالتوں میں بہتری روک دی تھی؟ عبادتوں کے معیار کم کر دیے تھے؟ جب تک یہ چیزیں مسلمانوں میں رہیں اسلام ترقی کرتا رہا اور مسلمانوں پر زوال اس وقت آنا شروع ہوا جب دنیا غالب آنے لگی اور تقویٰ کے معیار گرنے شروع ہو گئے۔ عبادتوں کی طرف توجہ کم ہوتی چلی گئی لیکن کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ تھا کہ قیامت تک اس دین کو قائم رکھنا ہے اور تمکنت عطا فرمانی ہے اس لیے آخری زمانے میں مسیح موعود اور مہدی معہود کو بھیجے گا اور پھر مسیح موعود کو بھیجا اور آپؑ نے دنیا کو اپنی بعثت کی خبر دی اور باوجود وسائل نہ ہونے کے یورپ اور امریکہ اور دنیا کے کئی ملکوں میں آپ کا پیغام پہنچا اور ڈوئی کے حوالے سے ہم دیکھ ہی رہے ہیں کہ کس شان سے پہنچا۔ آپ علیہ السلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے جو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا بیج بویا تھا وہ ایک شان سے دنیا میں پھیلتا پھولتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بے شمار وعدے فرمائے ہیں۔ آپ کو الہاماً فرمایا: خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے۔ خدا تجھے غیر معمولی عزت دے گا۔ لوگ تجھے نہیں بچائیں گے پر میں تجھے بچاؤں گا۔

(ماخوذ از ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 442)

اور اس طرح کے بے شمار وعدے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے کیے اور جماعت کی ایک سو تینتیس سالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے وعدے پورے فرماتا چلا جا رہا ہے۔ آج جو جماعت دنیا کے 220 ممالک میں پھیلی ہوئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ اس نے اس پیغام کو پہنچانے کے سامان فرمائے ہیں اور دنیا آج مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو مسیح موعود اور مہدی معہود کے طور پر جانتی ہے۔ آپؑ نے ہر مخالف کو مقابل پر بلایا اور

اسے راہِ فرار اختیار کرنے کے علاوہ چارہ نہ رہا یا اللہ تعالیٰ نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔ ہاں انبیاء کی جماعتوں کی مخالفتیں جاری رہتی ہیں لیکن دشمن جو چاہتا ہے وہ حاصل نہیں کر سکتا۔ یہی جماعت احمدیہ کے ساتھ ہو رہا ہے۔ کون سا زور ہے جو دشمن نے پورے وسائل اور طاقتوں کے ساتھ جماعت کو ختم کرنے کے لیے نہیں لگایا اور اب بھی لگا رہے ہیں۔ کمزور ایمان اس سے ٹھوکر بھی کھاتے ہیں لیکن ایک جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں عطا فرماتا ہے۔

پس اگر ہمیں اخلاص کا دعویٰ ہے۔ ہم یہ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؑ وہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہیں جن کے آنے کی پیش گوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی، تو پھر ہمیں اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ اس مسیح و مہدی کا مددگار بننا ہو گا۔ وہ نمونہ دکھانا ہو گا جو صحابہؓ نے دکھایا۔ ہم نے مسلمانوں کو بھی دینِ واحد پر جمع کر کے ان کے اندر سے تمام بدعات کو ختم کرنا ہے اور غیر مسلموں کو بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آشنا کروا کر، انہیں خدائے واحد کی عبادت کرنے والا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے والا بنانا ہے تبھی ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کر سکتے ہیں ورنہ ہمارے بیعت کے دعوے کھوکھلے ہیں۔ اس کے حصول کے لیے ہمیں اپنی عبادتوں کے معیار اونچے کرنے ہوں گے ورنہ مسجدیں بنانا تو بے مقصد ہے اور یہ تبھی ہو سکتا ہے جب ہم اپنی زندگی کے مقصد کو پہچانیں۔ زندگی کا مقصد کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انسان اپنی زندگی کا مقصد خود معین نہیں کر سکتا۔ یہ خدا ہے جس نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت:57) یعنی میں نے جن و انس کو عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس آیت کی بے شمار مقامات پر وضاحت فرمائی ہے۔ ایک موقع پر آپؑ اس طرح وضاحت فرماتے ہیں:

"**اصل غرض انسان کی خلقت کی یہ ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے**۔ اور اس کی فرمانبرداری کرے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت:57)۔ میں نے جن اور انس کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں مگر افسوس کی بات ہے کہ اکثر لوگ جو دنیا میں آتے ہیں بالغ ہونے کے بعد بجائے اس کے کہ اپنے فرض کو سمجھیں اور اپنی زندگی کی غرض اور غایت کو مدنظر رکھیں وہ خدا تعالیٰ کو چھوڑ کر دنیا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں اور دنیا کا مال اور اس کی عزتوں کے ایسے دلدادہ ہوتے ہیں کہ خدا کا حصہ بہت ہی تھوڑا ہوتا ہے اور بہت لوگوں کے دل میں تو ہوتا ہی نہیں۔ وہ دنیا ہی میں منہمک اور فنا ہو جاتے ہیں۔ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ خدا بھی کوئی ہے۔ ہاں اس وقت پتہ لگتا ہے جب قابض ارواح آ کر جان نکال لیتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 177-178)

جب موت کا وقت آ جاتا ہے۔ ہم جو زمانے کے امام کو ماننے کا دعویٰ کرتے ہیں ہمارا تو یہ کام نہیں کہ اس طرح زندگی گزاریں۔ ہمیں تو اس زندگی کے مقصد کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہوئے عبادت کا حق ادا کرنا چاہیے۔ اس خوبصورت مسجد کی طرف لوگوں کی توجہ تبھی پیدا ہو گی، تبھی ہم اسلام کا پیغام حقیقی رنگ میں آگے پہنچا سکیں گے، تبھی ہم مسیح موعودؑ کے مشن کو پورا کر سکیں گے جب ہم اپنی کوششوں کو اللہ تعالیٰ کی مدد سے حاصل کرنے کی

کوشش کریں اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم اپنی عبادتوں کے حق ادا کرنے والے نہ ہوں۔ پس ہر احمدی اس پر سوچے اور اس کو اپنی زندگی کا حصہ بنانے کی کوشش کرے کہ اس کی عبادت کے حق ادا کرنے ہیں تا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن سکیں۔

پس آج اس مسجد کا افتتاح عظیم تب بنے گا جب ہم اس حقیقت کو پہچان لیں کہ ہماری زندگی کا مقصد کیا ہے ورنہ دنیا میں بے شمار مسجدیں ہیں جو خوبصورت ہیں۔ بہت اعلیٰ ہیں لیکن وہاں آنے والے اپنے مقصد پیدائش کو پورا کرنے والے نہیں۔ عبادت صرف اتنی نہیں کہ جلدی جلدی پانچ نمازیں یا چند نمازیں ٹھونگے مار کر پڑھ لیں بلکہ عبادت یہ ہے کہ جو نماز کا حق ہے وہ ادا کیا جائے۔ اسے سنوار کر پڑھا جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تین چار مرتبہ، بار بار نماز پڑھنے کا اس لیے ارشاد فرمایا کہ آپؐ کے نزدیک وہ نماز کا حق ادا نہیں کر رہا تھا اور جس طرح سنوار کر نماز پڑھنی چاہیے اس طرح نہیں پڑھ رہا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب وجوب القراءۃ للامام ... حدیث 757)

پس نمازوں کو بھی اس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کا قرب بھی ہمیں ملتا ہے اور اسی طرح عبادتوں کی مقبولیت تب ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے بندوں کا بھی حق ادا کیا جا رہا ہو۔ جو لوگوں کے حق مارنے والے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی نمازیں ان کے لیے ہلاکت کا سامان ہیں وہ ان کے منہ پر ماری جائیں گی۔

پس ہمارا مقصد مسجدوں کو آباد کرنا اور اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے آباد کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے ادا کرنا ہے اور ہونا چاہیے۔ جس شخص کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چیلنج دیا تھا، وہ کیا چاہتا تھا؟ وہ دین کے نام پر دنیا میں اپنی حکومت چاہتا تھا۔ اس کے لیے اس نے مسیح علیہ السلام کا نام استعمال کیا۔ بڑے دعوے کیے کہ وہ مسیح محمدی کے ساتھ یہ کر دے گا وہ کر دے گا جیسا کہ میں نے ایک اخبار کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اور جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسے دعا کا چیلنج دیا تو پھر اس کا انجام ظاہر ہو گیا۔ دنیا نے ہر طرح سے ڈوئی کی ذلت و رسوائی دیکھی۔ اتنا واضح نشان ظاہر ہوا کہ اخباروں نے بھی اعتراف کیا کیونکہ اس کے بغیر چارا نہیں تھا اور مرزا غلام احمد کو عظیم قرار دینے پر مجبور ہو گئے، لیکن کیا اس عظیم فتح کی خوشی میں ہم صرف ایک یادگار مسجد بنا دیں اور خوش ہو جائیں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے۔ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے پھل کھائے اور کھا رہے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو بھی انہی قدموں پر چلنے کی تلقین فرمائی ہے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے کے راستے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چیلنج صرف ہلاک کرنے کے لیے نہیں دیا تھا بلکہ اسلام کی عظمت قائم کرنے کے لیے دیا تھا، دنیا کو اسلام کے جھنڈے تلے لانے کے لیے دیا تھا۔ اس لیے دیا تھا کہ اب مسیح محمدی کی حکومت دنیا میں قائم ہونی ہے، جس نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کو بلند کرتے ہوئے خدائے واحد کی حکومت کو دنیا میں قائم کرنا ہے۔

پس آج یہ ہمارا کام ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہوئے ہیں کہ مسیح محمدی کے پیغام کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیں۔ یہ ہمارا کام ہے۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت ان پر ثابت کریں

اور یہ کام اس وقت ہو گا جب ہم اپنا بھی خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں گے۔ تقویٰ میں بڑھیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے۔ خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ ایک ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں... جس کا دعوٰے ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی روبہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔“

(ملفوظات جلد اول صفحہ 10)

پس اپنی اندرونی صفائی بھی بہت ضروری ہے اور جب یہ اندرونی صفائی ہو گی تو تقویٰ پیدا ہو گا تو پھر دنیا دیکھے گی کہ نشانات پر نشانات ظاہر ہوتے چلے جائیں گے اور یہی وہ مقام ہے جہاں فتوحات کے مزید راستے کھلتے چلے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اور یہی وہ حالت ہے کہ فتحِ عظیم کی حقیقت کو بھی ہم دیکھیں گے۔

پس اے مسیح محمدی کے غلامو! ہر فتح کا نشان ہمارے اندر ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہونا چاہیے۔ پس یہ عہد کریں کہ آج کا دن ہمارے اندر ایک روحانی انقلاب لانے کا دن ہو گا۔ ہمارے بچوں کے لیے، ہماری نسلوں کے لیے بھی روحانی انقلاب لانے کا دن ہو گا اور ہونا چاہیے ورنہ ڈوئی کی ہلاکت سے یا اس شہر کے لوگوں کی ڈوئی کے نام سے عدم واقفیت سے ہمیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ ہم نے ان کو متعارف کرا دیا یہ جانتے نہیں تھے۔ فائدہ تو تبھی ہے جب اس فتحِ عظیم کی پیش گوئی کے پورا ہونے سے ہمارے اندر بھی ایک انقلاب پیدا ہو، ایک انقلاب عظیم پیدا ہو اور ہمارے اہل وطن بھی اور دنیا بھی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا جوا اپنی گردن پر ڈال لے۔ خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی قائل ہو جائے اور اس کے لیے ہر قربانی کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہماری نسلوں کو یہ مقام حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21/ اکتوبر 2022ء جلد 29 شمارہ 84 صفحہ 05 تا 08)

40

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07/ اکتوبر 2022ء بمطابق 07/ اخاء 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الاکرام، Dallas، ٹیکساس، یو ایس اے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ فَرِیْقًا هَدٰى وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ۔ (الاعراف: 30 تا 32)

ان آیات کا یہ ترجمہ ہے کہ تُو کہہ دے کہ میرے ربّ نے انصاف کا حکم دیا ہے۔ نیز یہ کہ تم ہر مسجد میں اپنی توجہات (اللہ کی طرف) سیدھی رکھو۔ اور دین کو اُس کے لئے خالص کرتے ہوئے اُسی کو پکارا کرو۔ جس طرح اس نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا اسی طرح تم (مرنے کے بعد) لَوٹو گے۔ ایک گروہ کو اس نے ہدایت بخشی اور ایک گروہ پر گمراہی لازم ہو گئی۔ یقیناً یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو دوست بنا لیا اور یہ گمان کرتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔ اے ابنائے آدم! ہر مسجد میں اپنی زینت (یعنی لباسِ تقویٰ) ساتھ لے جایا کرو اور کھاؤ اور پیو لیکن حد سے تجاوز نہ کرو۔ یقیناً وہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

آج آپ کو اپنی مسجد کے افتتاح کی اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرما رہا ہے۔ گو اس کی تعمیر تو کچھ عرصہ پہلے مکمل ہو گئی تھی لیکن اس کا اب رسمی افتتاح ہو رہا ہے۔ یہاں مسجد کے طور پر شروع میں ایک ہال بنایا گیا تھا لیکن اب باقاعدہ مسجد آپ نے بنائی ہے۔ بہرحال اب ایک خوبصورت اچھی مسجد بن گئی ہے اور گنجائش کے لحاظ سے بھی کافی وسیع ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس مسجد کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جنہوں نے اس مسجد کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ مسجد آپ نے خالصۃً اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے بنائی ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے فیض پانے والے ہوں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ویسا ہی گھر بنائے گا۔

(صحیح مسلم کتاب المساجد باب فضل بناء المسجد ... حدیث 1189)

اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے بنائی ہوئی مسجد کا کام مسجد کی تعمیر کے بعد ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا انسان تبھی حامل بنتا ہے جب اس کے حکموں پر چلنے والا ہو، اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والا ہو، حقوق العباد ادا

کرنے والا ہو، وفا اور اخلاص سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہو، اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والا ہو۔ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو مانا ہے۔ ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننا اور آپؑ کی بیعت میں آنا ہم پر بہت بڑی ذمہ داری ڈالتا ہے۔ ہمارا کام آپ علیہ السلام کی بیعت میں آکر ختم نہیں ہو گیا بلکہ پہلے سے بڑھ گیا ہے۔ تبھی ہم ان انعامات کے وارث ٹھہریں گے جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔ پس اپنی ذمہ داریوں کو ہم میں سے ہر ایک کو سمجھنا ہو گا۔ اس مسجد کو آباد رکھنا ہماری ذمہ داری ہے۔ آپس میں پیار و محبت سے رہنا ہماری ذمہ داری ہے۔ رواداری اور بھائی چارے کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہماری ذمہ داری ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پیغام دنیا کو دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ مسلسل دعاؤں سے اپنی اصلاح کی طرف توجہ دینا ہماری ذمہ داری ہے۔ اپنی نسلوں کی اصلاح کی فکر کرنا ہماری ذمہ داری ہے۔ تبھی ہم مسجد کا حق بھی ادا کر سکیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

جہاں اسلام کا تعارف کروانا ہو وہاں مسجد بنا دو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 119)

اب اس مسجد کے بننے سے ظاہری طور پر تو اسلام کا تعارف اس علاقے میں ہو جائے گا۔ بعض ہمسائے آئے بھی اور انہوں نے اچھے خیالات کا اظہار بھی کیا باوجود آج کل زیادہ لوگوں کے آنے اور رَش اور پھر شور کے۔ ایک بالکل ساتھ والے ہمسائے چند دن ہوئے ملنے آئے تھے تو انہوں نے یہی کہا کہ ہم خوش ہیں کہ ہمیں آپ لوگوں کی ہمسائیگی مل گئی لیکن ہمیں بہر حال اپنے ہمسایوں کا خیال رکھنا چاہیے اور غیر ضروری شور اور ہنگامہ یہاں نہیں کرنا چاہیے اور قانون کے دائرے میں رہ کر سب کام کرنے چاہئیں۔ تو بہر حال مسجد سے تعارف ہمسایوں کو بھی ہو گا اور یہاں سڑک پر سے گزرنے والوں کو بھی ہو گا اور یہ جو تعارف کا راستہ کھلا ہے اس سے آپ کے تبلیغ کے راستے بھی کھلیں گے۔ پس ہر احمدی کو اسلام کی تعلیم کا نمونہ بھی بننا پڑے گا اور بننا چاہیے۔ دنیا کو ایک واضح فرق نظر آنا چاہیے کہ اس دنیا دار معاشرے میں ایسے لوگ بھی ہیں جو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کے کام کرتے ہوئے پھر دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے بھی ہیں اور اپنے پیدا کرنے والے قادر و توانا خدا سے تعلق رکھنے والے بھی ہیں اور مخلوق کی ہمدردی کرنے والے بھی ہیں اور مخلوق کے کام آنے والے بھی ہیں۔ جب یہ چیز دنیا دار دیکھتے ہیں تو ان میں تجسس پیدا ہوتا ہے اور پھر یہی اسلام کی تبلیغ کے راستے کھولتا ہے۔

پس اب ہر احمدی کو پہلے سے بڑھ کر اسلام کی تعلیم کی عملی تصویر بننے کی ضرورت ہے۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں بھی مساجد کے ساتھ منسلک ہونے والوں کی بعض ذمہ داریوں کی طرف اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے۔ سب سے پہلے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انصاف قائم کرو اور انصاف کرنے کے بارے میں دوسری جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں انصاف سے دور نہ کرے۔ اب یہ معیار جو انصاف کا قائم کرنے والا ہے وہ کسی دوسرے کے متعلق غلط سوچ رکھ ہی نہیں سکتا۔ کسی کو نقصان پہنچانے کا تو سوال

ہی نہیں۔ ایسا شخص تو موقع تلاش کرے گا کہ میں کس طرح دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں اپنا کردار ادا کر سکتا ہوں اور ایسے حقوق قائم کرنے والا جب انسان ہو تو یقیناً ماحول پر ایک نیک اثر ڈالتا ہے اور یہی نیک اثر پھر تبلیغ کے راستے کھولتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے حقیقی مومنوں کو، مسجد میں آنے والوں کو مسجد کے حوالے سے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ حقوق العباد کی ادائیگی کے سامان کرو اور اس کے لیے سب سے اہم چیز انصاف قائم کرنا ہے۔ اب جہاں اللہ تعالیٰ غیروں اور دشمنوں سے بھی انصاف قائم کرنے کا حکم دے رہا ہے تو اپنوں سے کس قدر پیار و محبت سے ہمیں رہنا چاہیے اور جب یہ حالت ہوتی ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر بھی ایسے لوگوں پر پڑتی ہے۔ جب یہ لوگ مسجد میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی عبادت کو قبول فرماتا ہے لیکن اگر ایک شخص اپنے گھر میں اپنی بیوی سے نیک سلوک نہیں کر رہا، ہر وقت اسے طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا ہوا ہے، بچے اس سے علیحدہ خوف زدہ ہیں اور پھر وہ اپنے عمل سے بچوں کو دین سے دُوری کا باعث بھی بن رہا ہے تو پھر ایسے شخص کے نہ ہی جماعتی کام اور نہ ہی عبادتیں اللہ تعالیٰ کے حضور قابل قبول ہوتے ہیں۔ اس دو عملی کی وجہ سے دھوکا ہے جو انسان کسی اَور کو نہیں دے رہا ہوتا بلکہ اپنے آپ کو دے رہا ہوتا ہے۔ پس حقیقی مومن وہی ہے جو اندر اور باہر انصاف قائم کرنے والا ہے، جس کا قول و فعل اندر اور باہر ایک جیسا ہے اور یہی لوگ وہ ہیں جو حقیقت میں مسجد کی آبادی کا حق ادا کرنے والے ہیں کیونکہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی خشیت سے پُر ہیں۔

پس یہ معیار حاصل کرنا ہمارا کام ہے ورنہ صرف مسجد بنا دینا اور یہاں آ کر اپنے سر سے بوجھ اتارنے کے لیے جلدی جلدی نمازیں پڑھ لینا یہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اور جب انسان یہ معیار حاصل کر لیتا ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک معصوم بچے کی طرح ہے، اس کا انجام بخیر ہے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ بندوں کے حق بھی ادا کر رہا ہے۔ پس کسی کو اس بات پر ہی ناز نہیں ہونا چاہیے کہ میں بہت نماز پڑھنے والا ہوں۔ پانچ وقت مسجد میں آ جاتا ہوں اور جماعت کے کام بھی کر رہا ہوں تو یہ کافی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا نہیں کرتا۔

(جامع الترمذی ابواب البر والصلة باب ما جاء فی الشکر ... حدیث 1954)

پس کسی خوش فہمی میں ہمیں نہیں رہنا چاہیے۔ حقیقی عابد اور مسجدوں کو آباد کرنے والا وہی ہے جو خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت اپنے اندر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے والا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دوبارہ زور دے کر فرمایا کہ اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل نہ کیا، دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرتے ہوئے اپنی حالتوں کو صحیح راستوں پر چلانے کے لیے بھرپور کوشش نہ کی، توبہ اور استغفار کی طرف مستقل توجہ نہ کی تو شیطان تم پر غالب آ جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے توبہ اور استغفار کی طرف مستقل توجہ رکھو۔ آج کل کے اس دنیاداری کے ماحول میں تو خاص طور پر اس طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے تبھی کامیابی ملے گی، تبھی ایک معصوم بچے کی طرح اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گے۔

مسلمانوں کی حالت بگڑنے کی وجہ سے ہی اسلام کا زوال شروع ہوا جب انہوں نے انصاف اور عبادتوں کو

دکھاوا بنالیا یا اس کا حق ادا نہیں کیا اور پھر سب کچھ ضائع ہو گیا۔ خوبصورت مسجدیں تو بے شک بناتے رہے اور بنا رہے ہیں اور احمدیوں کی مسجدوں کو آج کل پاکستان میں تو گرانے کا بھی زور ہے اس لیے کہ احمدیوں کی مساجد کی ہماری مسجدوں جیسی شکل نہ ہو، ان کے منارے نہ ہوں، ان کی محرابیں نہ ہوں لیکن عباد الرحمٰن ان میں نہیں پیدا ہوئے۔ اسی بات کو یہ فخر سمجھتے ہیں کہ ہم احمدیوں پر ظلم کر رہے ہیں یا ان کے زعم میں ان کو صحیح راستے پر چلانے کی طرف مائل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ بہرحال پہلے زمانے میں بھی یہ زوال ہوا، اسی لیے ہوا کہ مسجدوں کی آبادی ظاہری تھی۔ خال خال بعض جگہوں پر حقیقی مسلمان بھی نظر آتے تھے لیکن عمومی طور پر زوال تھا۔ بہرحال یہ سب کچھ ہونا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں آگاہ فرما دیا تھا لیکن اس ظلمت کے زمانے کے بعد جو روشنی کا زمانہ مسیح موعودؑ کی آمد سے آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس غلامِ صادق کی ہم نے بیعت کی توفیق پائی ہے اس عہد کے ساتھ کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے اور قرآنِ کریم کے حکموں پر چلیں گے تو ہمیں پھر جیسا کہ میں نے کہا بہت توجہ اپنی حالتوں پر دینی ہو گی۔ ان غیروں جیسی مسجدوں کی حالت سے اپنی مسجدوں کو بچانا ہو گا جس کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ نام کے سوا اسلام کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ الفاظ کے سوا قرآن کا کچھ باقی نہیں رہے گا۔ اس زمانے کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر تو آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والی مخلوق میں سے بدترین مخلوق ہوں گے۔ ان میں سے ہی فتنے اٹھیں گے اور انہی میں لوٹ جائیں گے۔

(الجامع لشعب الایمان جزء 3 صفحہ 318 باب فی نشر العلم حدیث 1763 مکتبۃ الرشد ناشرون ریاض 2003ء)

اور یہی کچھ ہم آج کل اکثر مسلمانوں کی مساجد میں دیکھ رہے ہیں۔ تو یہ حالت جو ہم آج کل دیکھ رہے ہیں یہ ہمیں ہوشیار کرنے والی ہے۔ ان میں تو فتنوں کے علاوہ کچھ ہے ہی نہیں۔ صرف زور ہے تو جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ جماعت کی مسجدوں کے مینار گراؤ۔ یہ تو مسجد نہیں کہتے، عبادت گاہیں، ان کی محرابیں گرا دو۔ اور کوئی دین کی خدمت نہیں ہے ان کی۔ کوئی انصاف نہیں۔ بہرحال یہ باتیں ہمیں سبق دیتی ہیں کہ کس طرح ہم نے خالص ہو کر مسجدوں کے اور بندوں کے حق ادا کرنے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان آیات میں سے پہلی آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ:

”اسلام کی ظاہری اور جسمانی صورت میں بھی ضعف آ گیا ہے۔ وہ قوت اور شوکت اسلامی سلطنت کو نہیں اور دینی طور پر یہی وہ بات جو مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البیّنۃ:6) میں سکھائی گئی تھی اس کا نمونہ نظر نہیں آتا ہے۔ اندرونی طور پر اسلام کی حالت بہت ضعیف ہو گئی ہے اور بیرونی حملہ آور چاہتے ہیں کہ اسلام کو نابود کر دیں۔ ان کے نزدیک مسلمان کتوں اور خنزیروں سے بدتر ہیں۔ ان کی غرض اور ارادے یہی ہیں کہ وہ اسلام کو تباہ کر دیں اور مسلمانوں کو ہلاک کریں..... اب خدا کی کتاب کے بغیر اور اس کی تائید اور روشن نشانوں کے سوا ان کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اور اسی غرض کے لیے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 450)

پس ایسے حالات میں اب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والے ہی ہیں جنہوں نے

اپنی حالتوں کو اپنا حق بیعت نبھاتے ہوئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق درست نہ کیا اور اپنی حالتوں پر ہمیشہ نظر نہ رکھی تو پھر ہم ان لوگوں میں شمار نہیں ہو سکیں گے جنہوں نے اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے اس دَور میں اپنی بیعت کا حق ادا کرنا تھا۔ ہم ہی ہیں جنہوں نے اسلام کی کھوئی ہوئی ساکھ کو دوبارہ قائم کرنا ہے۔ جو نقشہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کھینچا ہے یہ بہت خوفناک نقشہ ہے اور عملاً یہی نظر آتا ہے۔ دنیا کو ہم نے بتانا ہے کہ تم جو اسلام کو اور مسلمانوں کو حقیر سمجھتے ہو اور تمہارے نزدیک یہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں لیکن یاد رکھو یہی لوگ ہیں جن کی تعلیم پر عمل سے دنیا کی بقا ہے۔ پس مکمل خود اعتمادی کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو اس کے آگے جھکتے ہوئے، مانگتے ہوئے، ہمیں دنیا کی راہنمائی کا کام کرنا ہو گا۔

بعض نوجوان سوال کرتے ہیں، ایک نوجوان نے سوال کیا کہ کس طرح ہم ان لوگوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں جو لوگ ہمارا مذاق اڑاتے ہیں؟ اسے بھی میں نے یہی کہا تھا کہ اعتماد پیدا کرو اور اس یقین پر قائم رہو کہ آج دنیا کی بقا ہمارے ہاتھوں میں ہے کیونکہ ہم اس مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ماننے والے ہیں جو دنیا کو زندگی دینے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تعلیم کے پھیلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے اور اب اس کے ساتھ جڑنے سے ہی دنیا و آخرت سنور سکتے ہیں۔ دنیا والوں کو بتائیں کہ تم اس دنیا کی چمک دمک اور ترقیات پر خوش نہ ہو جاؤ۔ مرنے کے بعد کی زندگی ہمیشہ کی زندگی ہے اور وہاں اگر انسان خالی ہاتھ جائے پھر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سامنا کرنا ہو گا اور پھر وہ کیا سلوک کرتا ہے وہ بہتر جانتا ہے لیکن اس کے ساتھ ہمیں ہمیشہ اس بات کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ جب ہم دنیا کو اس تفصیل سے ہوشیار کریں گے تو ہمارا اپنا ہر قول و فعل اس تعلیم کے مطابق ہو، ہماری عبادتوں کے معیار بلند ہوں اور ہمارے حقوق العباد کے معیار بلند ہوں۔ بہرحال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پھر اسی بارے میں مسلمانوں اور اسلام کا نقشہ کھینچتے ہوئے مزید فرمایا کہ:

''اس وقت اسلام جس چیز کا نام ہے اس میں فرق آگیا ہے۔ تمام اخلاق ذمیمہ بھر گئے ہیں۔'' یعنی اعلیٰ اخلاق کی تو کوئی حالت نہیں رہی۔ ''اور وہ اخلاص جس کا ذکر مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (البیّنۃ:6) میں ہوا ہے آسمان پر اٹھ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہو گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ پھر نئے سرے سے ان قوتوں کو زندہ کرے۔'' (ملفوظات جلد 7 صفحہ 352-353)

پس ہمیں شکر کرنا چاہیے کہ اسلام کی اس گری ہوئی حالت کو سنبھالا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے فرستادے کے ساتھ ہم منسلک ہیں۔ غیر مسلموں اور اسلام مخالف لوگوں نے جو اسلام پر حملے کیے اور اس عظیم مذہب کو ذلیل اور حقیر سمجھا تو اس میں مسلمانوں کا اپنا ہاتھ بھی تھا۔ اگر مسلمان نہ بگڑتے تو دشمن کبھی اس طرح اسلام پر حملے کرنے کی جرأت نہ کرتا لیکن آج ہم ہیں جنہوں نے خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کے معیار قائم کرنے ہیں جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا، ہم ہیں جنہوں نے اخلاص و وفا کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی تعمیل کرنی ہے، ہم ہیں جنہوں نے ہر طرف محبتوں کو پھیلانا ہے اور نفرتوں کو دور کرنا ہے، ہم ہیں جن کو

خدا تعالیٰ پر کامل توکل ہونا چاہیے کہ ہر کام کا بنانے والا خدا تعالیٰ ہے اور اسلام ہی اب دنیا کا کامل اور غالب آنے والا مذہب ہے اور اس کے لیے ہم نے اپنی تمام تر صلاحیتوں کو بروئے کار لانا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سلطان نصیر بننا ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے۔ جو کام اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپرد کیے ہیں اور جو وعدے اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے کیے ہیں وہ تو ان شاء اللہ پورے ہونے ہیں۔ ہم لوگ اس میں معاون بنیں تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بنیں گے۔ اگر ہم آگے نہ بڑھے تو اللہ تعالیٰ کوئی اَور لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مدد کے لیے بھیج دے گا لیکن کام تو یہ ہونا ہی ہے۔ پس ہمیں اپنی حالتوں کی طرف نظر رکھنی چاہیے اور جہاں کمیاں کمزوریاں ہیں انہیں دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیا کمزوریاں ہیں جن کو دُور کرنا ہے اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: اب یہ زمانہ ہے کہ اس میں ریاکاری، عجب اور تکبر کی ایک قسم ہے خود بینی اپنے آپ کو ہی سب کچھ سمجھنا۔ تکبر، نخوت، رعونت وغیرہ صفات رذیلہ تو ترقی کر گئے ہیں اور مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ وغیرہ صفاتِ حسنہ جو تھے وہ آسمان پر اٹھ گئے ہیں۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 6 صفحہ 353 حاشیہ)

توکل، تدبیر وغیرہ سب کالعدم ہیں۔ اب خدا کا ارادہ ہے کہ ان کی تخم ریزی ہو۔ پس آپؑ نے فرمایا یہ سب برائیاں تو اب بڑھ گئی ہیں اور نیکیاں ختم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں پر بڑا مہربان ہے وہ بندوں کو ضائع نہیں کرنا چاہتا۔ اس نے اب یہ ارادہ کر لیا ہے کہ نیکیاں ترقی کریں اور برائیاں ختم ہوں۔

پس ہم میں سے ہر ایک کو جائزہ لینا چاہیے کہ کیا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس مشن کو پورا کرنے کے لیے ہم اپنا کردار ادا کر رہے ہیں؟ کیا برائیوں کے خاتمے کے لیے بھرپور کوشش کر رہے ہیں؟ کیا نیکیوں کے اپنانے کے لیے بھرپور کوشش ہو رہی ہے؟ کیا عبادتوں کے معیار حاصل کرنے کی ہم بھرپور کوشش کر رہے ہیں؟ نیکیاں کرنے کی توفیق بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ملتی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش نہیں کر رہے جو عبادت سے حاصل ہوتی ہے ایسی عبادت جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو نہ کہ صرف اپنی خواہشات کی تسکین اور تکمیل کے لیے تو پھر ہماری کوششیں بے کار ہیں یا ان باتوں کے حصول کی خواہش بے کار ہے۔ پس بہت گہرائی سے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ بہت زیادہ استغفار کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے اعمال مسلسل اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بجالانے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”اعمال کے لیے اخلاص شرط ہے۔ جیسا کہ فرمایا مُخۡلِصِیۡنَ لَہُ الدِّیۡنَ۔ یہ اخلاص ان لوگوں میں ہوتا ہے جو ابدال ہیں۔.....“ فرمایا کہ ”خوب یاد رکھو کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاوے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے۔“
(ملفوظات جلد 8 صفحہ 354-355)

پس یہ وہ گُر ہے جسے اپنانے کی ضرورت ہے۔ ہم خود تو اللہ تعالیٰ کے حق ادا نہیں کرتے اور کہہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعائیں نہیں سنتا، بعض لوگوں کو یہ بھی شکوہ رہتا ہے۔ جائزہ لیں، دیکھیں کس حد تک ہم نے خدا تعالیٰ کے حق ادا کر دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اتنا مہربان ہے۔ ہماری بے شمار غلطیوں کے باوجود بھی ہمیں نوازتا چلا جا رہا ہے۔ پس ہمیں اس بات پر نظر رکھنی ہے کہ کس طرح ہم نے خدا تعالیٰ کے حق ادا کرنے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا سب

سے بڑا حق یہ ہے کہ اس کی عبادت کا حق ادا کیا جائے۔ مسجد ہم نے بنائی ہے تو اس کا حق ادا کریں۔ اس میں خالص ہو کر اس کی عبادت کے لیے آئیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

"میں نے پرستش کے لیے ہی جنّ و انس کو پیدا کیا ہے۔ ہاں یہ پرستش اور حضرت عزت کے سامنے دائمی حضور کے ساتھ کھڑا ہونا بجز محبت ذاتیہ کے ممکن نہیں اور محبت سے مراد یکطرفہ محبت نہیں بلکہ خالق اور مخلوق کی دونوں محبتیں مراد ہیں تا بجلی کی آگ کی طرح جو مرنے والے انسان پر گرتی ہے اور جو اس وقت اس انسان کے اندر سے نکلتی ہے بشریت کی کمزوریوں کو جلا دیں اور دونوں مل کر تمام روحانی وجود پر قبضہ کر لیں۔"

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 217-218)

پس دائمی توجہ کے ساتھ، مستقل توجہ کے ساتھ اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہو گی اور اسی وقت یہ ہو گا جب اللہ تعالیٰ سے محبت ہو۔ ایسی ذاتی محبت ہو جو کسی اَور سے نہ ہو تب اللہ تعالیٰ کی محبت اور انسان کی اللہ سے محبت، بندے کی اللہ سے محبت وہ نتائج پیدا کرتی ہے جو ایک انقلاب لے آتی ہے۔

پس جو لوگ تھوڑی سی دعا کے بعد تھک جاتے ہیں یا جو دعا کا فلسفہ معلوم کرنا چاہتے ہیں، جو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا چاہتے ہیں ان کو اس حوالے پر غور کرنا چاہیے۔ صرف ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کے دروازے پر مانگنے نہ جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ایک ذاتی محبت پیدا کریں پھر اللہ تعالیٰ اس انسان سے محبت کرتا ہے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کی مکمل اطاعت کی جائے۔ اللہ کے رسول سے محبت کرنا بھی ضروری ہے اور محبت کے جذبے سے اطاعت کی جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کا اظہار ہوتا ہے اور جب یہ دو محبتیں ملتی ہیں تو پھر جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وہ بارش برستی ہے جو انسان کی سوچ سے بھی بالا ہے۔

پھر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "چونکہ انسان فطرتاً خدا ہی کے لئے پیدا ہوا جیسا کہ فرمایا مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ (الذّٰریٰت:57) اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت ہی میں اپنے لئے کچھ نہ کچھ رکھا ہوا ہے اور مخفی در مخفی اسباب سے اسے اپنے لئے بنایا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے تمہاری پیدائش کی اصلی غرض یہ رکھی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ مگر جو لوگ اپنی اس اصلی اور فطری غرض کو چھوڑ کر حیوانوں کی طرح زندگی کی غرض صرف کھانا پینا اور سو رہنا سمجھتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فضل سے دُور جا پڑتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی ذمہ داری ان کے لیے نہیں رہتی۔ وہ زندگی جو ذمہ داری کی ہے یہی ہے کہ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت:57) پر ایمان لا کر زندگی کا پہلو بدل لے۔" یعنی مکمل طور پر اس پر کاربند ہو جائے کہ عبادت کو اپنا مقصود و مطلوب بنا لے۔ فرمایا:

"موت کا اعتبار نہیں ہے... تم اس بات کو سمجھ لو کہ تمہارے پیدا کرنے سے خدا تعالیٰ کی غرض یہ ہے کہ تم اس کی عبادت کرو اور اس کے لئے بن جاؤ۔ دنیا تمہاری مقصود بالذات نہ ہو۔"

فرمایا "میں اس لئے بار بار اس امر کو بیان کرتا ہوں کہ میرے نزدیک یہی ایک بات ہے جس کے لئے

انسان آیا ہے اور یہی بات ہے جس سے وہ دُور پڑا ہوا ہے۔" فرمایا "میں یہ نہیں کہتا کہ تم دنیا کے کاروبار چھوڑ دو۔ بیوی بچوں سے الگ ہو کر کسی جنگل یا پہاڑ میں جا بیٹھو۔ اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا" دنیا کے کاروبار بھی کرو، بیوی بچوں کے حق بھی ادا کرو یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ فرمایا "اور رہبانیت اسلام کا منشاء نہیں۔ اسلام تو انسان کو چست اور ہوشیار اور مستعد بنانا چاہتا ہے اس لئے میں تو یہ کہتا ہوں کہ تم اپنے کاروبار کو جدوجہد سے کرو۔ حدیث میں آیا ہے کہ جس کے پاس زمین ہو اور وہ اس کا تردّد نہ کرے تو اس سے مؤاخذہ ہو گا۔ پس اگر کوئی اس سے مراد یہ لے کہ دنیا کے کاروبار سے الگ ہو جائے وہ غلطی کرتا ہے۔ نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ سب کاروبار جو تم کرتے ہو اس میں دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی رضا مقصود ہو اور اس کے ارادہ سے باہر نکل کر اپنی اغراض و جذبات کو مقدم نہ کرو۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 181 تا 184)

پس بڑے غور اور توجہ کا مقام ہے۔ اب یہ بڑے درد سے فرما رہے ہیں کہ میں بار بار اس طرف توجہ دلا رہا ہوں، اس بات کو مت بھولو کہ تمہارا مقصدِ زندگی کیا ہے۔ اگر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا دعویٰ کر کے اپنے مقصد زندگی کو بھول جاتے ہیں تو ہماری بیعت بے فائدہ ہے، ہمارے الفاظ کھوکھلے ہیں۔ پس ہر احمدی کو بڑا غور کرنا چاہیے، سوچیں، جائزہ لیں اور دیکھیں کہ سارے دن میں کتنے منٹ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو دیتے ہیں؟ کیا چند منٹ کی نماز پڑھ کر اور وہ بھی کچھ سمجھ کر اور کچھ بغیر سمجھے ہم اپنی زندگی کے مقصدِ پیدائش کو پا سکتے ہیں! اللہ تعالیٰ ہمیں دنیاوی کاموں سے نہیں روکتا بلکہ ایک حقیقی مومن سے اپنے کام میں، اپنے کاروبار میں، اپنی تجارتوں میں، اپنے زمیندارہ میں اعلیٰ معیار پر پہنچنے کی توقع رکھتا ہے مگر ساتھ ہی فرماتا ہے کہ ان دنیاوی کاموں کے ساتھ اپنے مقصدِ پیدائش کو نہیں بھولنا، اپنی نمازوں کی حفاظت کرنی ہے۔ مسجد بنائی ہے تو اس کی ظاہری خوبصورتی پر نازاں نہ ہو جاؤ بلکہ اس کی اصل خوبصورتی جو حقیقی عبادت کرنے والوں سے پیدا ہوتی ہے اس کا خیال رکھو۔ تقویٰ پر قدم مارو اور تقویٰ کے معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرو اور جب یہ ہو گا تو تم حقیقی عبادت کرنے والے کہلا سکو گے اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حقیقی عبادت گزاروں کا کام ہے کہ ظاہری اور باطنی صفائی کے بھی سامان کریں۔ اس لیے نماز پڑھنے والوں کو عمومی حکم ہے کہ اپنے کپڑوں کو بھی صاف رکھو اور ہر نماز سے پہلے وضو کرو کیونکہ ظاہری صفائی کا انسان کے اندرونے پر بھی اثر ہوتا ہے۔ پھر وضو سے انسان ویسے بھی تازہ دم ہوتا ہے اور نماز کی طرف صحیح توجہ رہتی ہے۔

پھر نماز کے حکم کے ساتھ ایک حکم یہ بھی ہے کہ کھاؤ پیو لیکن اسراف نہ کرو۔ اس کا ایک تو عمومی مطلب متوازن خوراک سے لیا جاتا ہے کہ ایک مومن کھانے پینے میں اسراف نہیں کرتا اور اس اسراف نہ کرنے سے اس کی صحت بھی ٹھیک رہتی ہے اور عبادت بھی صحیح رنگ میں ہو سکتی ہے۔ دوسرے یہ بھی مطلب ہے کہ حقیقی مومن کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا اور سو رہنا نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جانوروں کی خصوصیت بیان فرمائی ہے اور ابھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اقتباس پڑھا ہے۔ اس میں بھی آپؑ نے وضاحت فرمائی ہے کہ یہ تو جانوروں کا کام ہے۔ اور اس کو مزید کھولیں تو اس سے یہ بھی مراد ہے کہ صرف دنیاوی چیزوں اور چاہتوں کے پیچھے

نہ پڑو یا نہ پڑے رہو بلکہ اپنے مقصدِ پیدائش کو پہچانو۔ ایک حقیقی عابد بے شک دنیاوی کام بھی کرتا ہے لیکن اس میں اتنا زیادہ ڈوب نہیں جاتا کہ یہ ہوش ہی نہ رہے کہ اب نماز کا وقت ہو گیا ہے اور میں نے نماز بھی پڑھنی ہے بلکہ نماز کے اوقات میں فوری خیال آنا چاہیے کہ اب میرے دنیاوی کاموں کا وقت ختم اور میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہونا ہے اور نماز اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتے ہوئے پڑھنی ہے۔ یہ نہیں کہ جلدی جلدی پڑھ لی بلکہ سنوار کر پڑھنی ہے۔ اپنی ظاہری صفائی اور زینت کے ساتھ اپنے دل کو بھی تقویٰ کی زینت سے بھرنا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بے شک تمہیں کھانے پینے کی اجازت ہے، ہر پاک اور طیب چیز تمہارے لیے بنائی گئی ہے اور جائز ہے، تمہیں کاروباروں اور دنیاوی کاموں کی اجازت ہے لیکن اگر یہ باتیں تمہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روکیں، مسجد میں جانے اور عبادت کی یاد بھلا دیں تو یہ اسراف ہے اور اللہ تعالیٰ کو اسراف پسند نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کیا کہ پانچ نمازیں فرض کر دیں۔ آج کل کے زمانے میں تو یہ بڑا مشکل کام ہے۔ انسان کاموں سے کس طرح فرصت لے کہ پانچ نمازیں پڑھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ مشکل نہیں ہے بلکہ تمہارا صرف دنیا کی باتوں کی فکر کرنا اور خدا تعالیٰ کو بھول جانا اسراف ہے اور پھر یہ اسراف آہستہ آہستہ تمہیں اللہ تعالیٰ سے دُور لے جائے گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا اظہار انسان سے ہو جائے تو پھر انسان تو کہیں کا نہیں رہتا۔ کہنے کو بے شک کہتا پھرے کہ مَیں مسلمان ہوں، مَیں احمدی ہوں، مَیں نے زمانے کے امام کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق بیعت کی ہے لیکن اس کا عمل اسے اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا حامل بنا رہا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے بڑی متوازن تعلیم دی ہے کہ دنیا بھی کماؤ لیکن دین کو بھی ہمیشہ سامنے رکھو، اس میں اسراف نہ کرو۔ اور حقیقی مومن وہی ہے جو دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے اور جب ایک انسان حقیقت میں دین کو دنیا پر مقدم رکھتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ اس کے لیے رزق کے بھی نئے سے نئے راستے کھولتا ہے اور اس کے کام میں برکت بھی عطا فرماتا ہے۔ پس جو اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلے اور اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق ڈھالے، اپنی عبادتوں کے معیار حاصل کرنے کی کوشش کرے اسے اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی ضروریات بھی مل جاتی ہیں۔ ہاں دنیاوی لالچ کی خواہشات بڑھتی جاتی ہیں اور اگر یہ بڑھ جائیں تو یہ ایسی آگ ہے جو کبھی بجھتی نہیں ہے۔ اگر دین پر انسان قائم ہو تو یہ دنیاوی خواہشات کی ہر وقت بھڑک پھر نہیں رہتی کیونکہ یہ آگ تو ایسی ہے جو کبھی نہیں بجھتی اور انسان اس میں بھسم ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی کچھ نہیں ملتا جو حقیقی زندگی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس ہمیں ان ایمان لانے والوں میں سے ہونا چاہیے جو مسجدوں کو آباد کرنے والے ہیں اور مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی نشانی یہ ہے کہ وہ ایک نماز سے دوسری نماز تک انتظار کرتے ہیں۔

(سنن الترمذی ابواب الزهد باب ما جاء فی الحب فی الله حدیث 2391، ابواب الایمان باب ما جاء فی حرمة الصلاة حدیث 2617)

کہ کب وقت ہو اور ہم نماز کے لیے جائیں۔ پس یہ مقصد ہے مسجد کی تعمیر کا کہ اسے آباد کرنا ہے اور کس طرح آباد کرنا ہے۔ پس اب یہ مسجد بنانے کے بعد یہاں کے رہنے والوں کا کام ہے کہ اسے آباد بھی کریں اور یہی طریق ہے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کا، اپنی بھی اصلاح کرنے کا اور اپنی نسلوں کو بھی خدا تعالیٰ کے ساتھ جوڑنے کا، ورنہ موجودہ زمانے کی چمک دمک ہماری نسلوں کو دین سے دُور لے جائے گی۔ بچپن سے ہی انہیں مسجد کے ساتھ جوڑنے اور دین کی اہمیت بتانے کی ضرورت ہے اور یہ ماں باپ دونوں کا کام ہے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھیں کہ مسجد کے بننے سے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا اور اب افتتاح سے جماعت کا مزید تعارف ہو گا۔ مسجد کا اور اسلام کا تعارف ہو گا تو تبلیغ کے راستے کھلیں گے، مزید رابطے بھی ہوں گے۔ پس ان سے فائدہ اٹھا کر اسلام اور احمدیت کا پیغام پہنچانا بھی ہر احمدی کا کام ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس وقت ہماری جماعت کو مساجد کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ خانہ خدا ہوتا ہے۔ جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہو گئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی... لیکن'' فرمایا ''شرط یہ ہے کہ قیام مسجد میں نیت بہ اخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔'' (ملفوظات جلد7 صفحہ 119)

پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے مسجد سے جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر یہاں کے احمدیوں کی کوششیں اخلاص سے ہوں گی، عبادتوں کے معیار ہوں گے تو ان شاء اللہ جماعت کی ترقی کی یہاں بھی سمجھیں کہ اب بنیاد پڑ گئی ہے۔ پس اپنی عبادتوں اور اخلاص کے معیار بڑھاتے چلے جائیں۔ اپنی نسلوں میں بھی اس اخلاص اور دعا کی اہمیت اور عبادت کی اہمیت کو منتقل کرتے چلے جائیں تو اس مادی دنیا کے دلدادوں میں بھی ہم انقلاب پیدا ہوتا دیکھیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مسجدوں کی اصل زینت عمارتوں کے ساتھ نہیں ہے بلکہ ان نمازیوں کے ساتھ ہے جو اخلاص کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔'' (ملفوظات جلد8 صفحہ 170)

اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے کہ وہ اخلاص کے ساتھ نمازیں پڑھنے والے ہوں اور اس مسجد کو آباد کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں اور عبادتوں کو بھی قبول فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28/اکتوبر2022ء جلد29 شمارہ86 صفحہ 05تا09)

41

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14/ اکتوبر 2022ء بمطابق 14/ اخاء 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الرحمٰن، میری لینڈ، یو ایس اے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا آپ پر یہ بڑا احسان ہے، جماعتِ احمدیہ پر بڑا احسان ہے، یہاں اس ملک میں آنے والے لوگوں پر بڑا احسان ہے کہ اس نے آپ کو اس ترقی یافتہ ملک میں آنے کی توفیق عطا فرمائی اور خاص طور پر گذشتہ چند سالوں میں پاکستان سے بہت سے احمدی یہاں آئے ہیں اور اب بھی آ رہے ہیں۔ جو پاکستان سے اس لیے ہجرت کر کے آئے کہ وہاں احمدیوں کے حالات سخت سے سخت تر ہوتے چلے جا رہے ہیں اور اس وجہ سے وہاں رہنا مشکل ہو گیا تھا اور اس لحاظ سے احمدیوں کو ان حکومتوں کا شکر گزار ہونا چاہیے جنہوں نے بہت سے مظلوم احمدیوں کو یہاں رہنے کی جگہ دی لیکن سب سے بڑا احسان جو اللہ تعالیٰ نے ہم احمدیوں پر کیا ہے وہ یہ ہے کہ اس نے ہمیں زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

پس اس کے لیے ہم خدا تعالیٰ کا جتنا بھی شکر کریں وہ کم ہے اور اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری یہ ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلیں۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بھی حق ادا کرنے والے بنیں اور اس کی مخلوق کے بھی حق ادا کرنے والے بنیں اور یہ تبھی ممکن ہے جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کا حق ادا کرنے والے بنیں گے کیونکہ اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی وہ راہنما ہیں جنہوں نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اسلام کی حقیقی تعلیم پر ہمیں چلایا ہے۔

پس اس بات کو ہر احمدی کو اپنے سامنے رکھنا چاہیے کہ اب حقیقی اسلام کی تعلیم ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ہی مل سکتی ہے کیونکہ آپ علیہ السلام ہی وہ شخص ہیں جن کو اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے علوم و معارف عطا فرمائے ہیں اور اسلام کا حقیقی علم عطا فرمایا ہے۔ آپ ہی وہ شخص ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عاشق ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور سنت کے مطابق اپنی جماعت کی تربیت کرنا چاہتے ہیں۔ پس ہمیں حقیقی مسلمان بننے کے لیے اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہی دیکھنا ہو گا اور آپ علیہ السلام کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا ہو گا۔ اپنے ایمان کو مضبوط کرنا ہو گا۔ آپ علیہ السلام کی بعثت پر ایمان و یقین کامل کرنا ہو گا۔ آپ کو حَکم و عدل ماننا ہو گا۔ اس یقین پر قائم ہونا ہو گا کہ اب آپؑ کے بتائے ہوئے طریق پر چل کر ہی انسان اسلام کی حقیقی تعلیم پر چل سکتا ہے۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے پر کامل یقین اور ایمان پر قائم ہونے کی نصیحت کرتے ہوئے اپنی بیعت کرنے والوں کو فرماتے ہیں: ”جو شخص ایمان لاتا ہے اسے اپنے ایمان سے یقین اور عرفان تک ترقی کرنی چاہئے۔“ صرف ایمان نہیں لے آئے بلکہ اس پر یقین بھی پیدا ہونا چاہیے اور اس کا عرفان بھی حاصل ہونا چاہیے کہ کیوں ہم بیعت کر رہے ہیں۔ ”نہ یہ کہ وہ پھر ظن میں گرفتار ہو۔“ پھر یہ نہیں ہے کہ دل میں بدظنیاں پیدا ہو جائیں کہ یہ کیوں ہوا اور یہ کیوں ہوا۔ سوال نہ اٹھنے شروع ہو جائیں۔ فرمایا کہ ”یاد رکھو ظن مفید نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا (یونس:37) ”یقیناً ظن حق سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا۔ ”یقین ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو بامراد کر سکتی ہے۔ یقین کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اگر انسان ہر بات پر بدظنی کرنے لگے تو شاید ایک دم بھی دنیا میں نہ گزار سکے۔“ فرمایا کہ ”وہ پانی نہ پی سکے کہ شاید اس میں زہر ملا دیا ہو۔ بازار کی چیزیں نہ کھا سکے کہ ان میں ہلاک کرنے والی کوئی شئے ہو۔ پھر کس طرح وہ رہ سکتا ہے۔“ زندگی گزارنی مشکل ہو جائے گی۔ ”یہ ایک موٹی مثال ہے۔ اسی طرح پر انسان روحانی امور میں اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔“ فرمایا کہ ”اب تم خود یہ سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لو کہ کیا تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے مسیح موعود حکم عدل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دل میں کوئی کدورت یا رنج آتا ہے تو اپنے ایمان کا فکر کرو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے، کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہو گا۔ لیکن اگر تم نے سچے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ مسیح موعود واقعی حکم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو۔ اور اس کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک باتوں کی عزت اور عظمت کرنے والے ٹھہرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کافی ہے وہ تسلی دیتے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہو گا۔“ یعنی آنے والا مسیح موعود تمہارے میں سے تمہارا امام ہو گا۔ ”وہ حکم عدل ہو گا۔ اگر اس پر تسلی نہیں ہوئی تو پھر کب ہو گی۔ یہ طریق ہرگز اچھا اور مبارک نہیں ہو سکتا کہ ایمان بھی ہو اور دل کے بعض گوشوں میں بدظنیاں بھی ہوں۔..... ”ظاہری طور پر یہ اظہار ہو کہ ہم ایمان بھی لے آئے لیکن پھر بعض معاملات میں بدظنیاں بھی پیدا ہو رہی ہوں۔ فرمایا ”جن لوگوں نے میرا انکار کیا ہے اور جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں انہوں نے مجھے شناخت نہیں کیا اور جس نے مجھے تسلیم کیا ہے اور پھر اعتراض رکھتا ہے وہ اَور بھی بدقسمت ہے کہ دیکھ کر اندھا ہوا۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 73-74)

پس یہ ایمان کا معیار ہے جو ہم سب کا ہونا چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی اپنے بعد خلافت کے جاری رہنے کی اطلاع دی تھی۔

(ماخوذ از رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

اور صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسیح و مہدی کے آنے کے ساتھ خلافت کے تا قیامت جاری رہنے کی خبر دی تھی۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 285 مسند النعمان بن بشیر حدیث 18596 عالم الکتب بیروت 1998ء)

اور خلافتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے طریق کو ہی جاری رکھنے والا نظام ہے۔ اس حکم اور

عدل کے فیصلوں کو ہی جاری رکھنے والا نظام ہے۔ اپنے عہد میں ہر احمدی خلافت سے بھی وابستگی اور اطاعت کا عہد کرتا ہے۔ پس اس لحاظ سے خلافت کے ساتھ وابستگی اور اطاعت کے عہد کو نبھانا بھی ہر احمدی کا فرض ہے ورنہ بیعت ادھوری ہے۔ پس اس لحاظ سے بھی اپنے ایمان اور یقین کو بڑھانے کی ہر احمدی کو ہمیشہ کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ پھر جماعت کو قرآن کریم کو غور سے پڑھنے اور اسے سمجھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشفِ حقائق کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا۔" فرمایا "اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔ اس لیے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر پڑھو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 155)

پس ہر ایک کو اپنے جائزے لینے چاہئیں۔ اس دنیا کی مصروفیات میں ڈوب کر کہیں ہم اپنے بیعت کے مقصد کو بھول تو نہیں گئے! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو فرماتے ہیں کہ قرآنِ کریم کے علوم و معارف اور احکامات کو سمجھانے اور ان پر عمل کروانے کے لیے خدا تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے اور جو میرے سلسلۂ بیعت میں داخل ہیں اس اہمیت کو سمجھیں اور قرآن کریم کے علوم و معارف پر غور کریں۔ اس کے معانی اور تفسیر کو سمجھنے کی کوشش کریں اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی خزانے کو بھی ہم سمجھنے اور پڑھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ آپؑ کے دیے ہوئے لٹریچر کو بھی ہم سمجھنے اور پڑھنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

قرآن کریم کوئی قصہ کہانیاں نہیں ہیں بلکہ ضابطۂ حیات ہے۔ ایک لائحہ عمل ہے جس پر عمل کرنا ہر احمدی مسلمان کا فرض ہے۔ اگر ہم یہاں آکر، ان ملکوں میں آکر اپنے اس مقصد کو بھول گئے اور دنیا کی مصروفیات میں ہی غرق ہو گئے، اپنے گھروں کے ماحول کو قرآنِ کریم کی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش نہ کی تو ہماری اولادیں اور نسلیں دین سے دُور ہوتی جائیں گی اور یہ شکر گزاری کے بجائے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی نفی کرنے والی بات ہو گی۔ پس ہر احمدی کے لیے چاہے وہ پرانے احمدی ہیں، نئے احمدی ہیں، یہاں پیدا ہوئے ہوئے احمدی ہیں یا ہجرت کر کے آنے والے احمدی ہیں بہت غور اور سوچنے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی عبادت کا حق ادا کرنا اور اس کی کتاب کو پڑھنا، سمجھنا اور اس پر عمل کرنا ہمارا بنیادی مقصد ہونا چاہیے۔ تبھی ہم حقِ بیعت ادا کر سکتے ہیں۔ جو ہجرت کر کے آئے ہیں وہ دنیا کی مخالفت سے تو یہاں آکر بچ گئے ہیں لیکن اگر دین پر چلنے والے اور قرآن کریم کو سمجھنے والے نہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے۔ اسی طرح جو نئے ہونے والے احمدی ہیں یا یہاں رہنے والے پرانے احمدی ہیں وہ بھی یاد رکھیں کہ صرف بیعت کرنے سے مقصد پورا نہیں ہوتا۔ مقصد تبھی پورا ہو گا جب ہم اپنے آپ کو اسلامی تعلیم کا حامل بنائیں گے اور وہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک ہم

اللہ تعالیٰ کی کتاب کو پڑھیں اور سمجھیں گے نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لئے پیدا کر دی ہے۔ مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس بات پر ہر گز ہر گز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا پا چکے۔ یہ سچ ہے کہ تم ان منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو جنہوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسنِ ظن سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی لیکن سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیر اب کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔" خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو تو اس کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اس لیے اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ چاہو۔ فرمایا "یہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پئے گا وہ ہلاک نہ ہو گا کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیر اب ہونے کا کیا طریق ہے؟ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم پر قائم کئے ہیں ان کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک خدا کا حق ہے دوسرا مخلوق کا۔ اپنے خدا کو وحدہٗ لاشریک سمجھو جیسا کہ اس شہادت کے ذریعہ تم اقرار کرتے ہو اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی محبوب، مطلوب اور مطاع اللہ کے سوا نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا پیارا جملہ ہے کہ اگر یہ یہودیوں، عیسائیوں یا دوسرے مشرک بت پرستوں کو سکھایا جاتا اور وہ اس کو سمجھ لیتے تو ہر گز ہر گز تباہ اور ہلاک نہ ہوتے۔ اسی ایک کلمہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر تباہی اور مصیبت آئی اور ان کی روح مجذوم ہو کر ہلاک ہو گئی۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 184-185)

پس دیکھیں! کس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تسلی دلائی اور ضمانت دی ہے کہ تم جس چشمے کے قریب پہنچے ہو، بیعت کر کے جس بات کا اقرار کیا ہے اگر اس سے پانی پیو گے، فیض اٹھاؤ گے، صرف باتوں تک ہی نہ رہو گے بلکہ عمل بھی کرو گے تو پھر تمہیں یہ ضمانت دی جاتی ہے کہ کبھی تمہاری روحانی ہلاکت نہیں ہو گی کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی قرآن کریم کے پیغام کو اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو جاری کرنے کے لیے تشریف لائے تھے۔ فرمایا کہ پس اس بات کو سمجھ لو کہ صرف بیعت کافی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا ہے اور جو عمل کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے خالی نہیں رہتا، کبھی ہلاک نہیں ہوتا اور یہ عملی حالت اس وقت پیدا ہو گی جب اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا کلمہ تمہارے ظاہر و باطن کی آواز بن جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے زیادہ تمہیں کوئی محبوب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے علاوہ کسی چیز کی طلب نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکموں کی کامل اطاعت ہو۔ اب ہر ایک اس بات سے اپنے جائزے لے سکتا ہے کہ جب ہم کلمہ پڑھتے ہیں تو کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہمیں سب چیزوں سے زیادہ محبوب ہے؟ اس کی رضا حاصل کرنا ہمارا مقصود ہے؟ واقعی ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں کی کامل اطاعت کر رہے ہیں؟ اگر نمازوں کے وقت ہمیں نمازیں پڑھنے کی طرف فوری توجہ نہیں ہوتی، اگر ہم اپنا دنیوی کام چھوڑ کر اللہ تعالیٰ کی آواز

پر فوری لبیک کہتے ہوئے نماز کے لیے حاضر نہیں ہوتے تو منہ سے تو کلمہ پڑھ رہے ہیں لیکن ایک مخفی شرک ہمارے دل میں ہے۔ ہمارے دنیاوی کاروبار خدا تعالیٰ کے مقابلے پر کھڑے ہیں۔ ایک مومن تو اس یقین پر قائم ہوتا ہے اور ہونا چاہیے کہ میرے کاروبار میں برکت، میرے کام میں برکت اللہ تعالیٰ کے فضل سے پڑتی ہے اور پڑنی ہے اور پھر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میرے دنیوی کام اللہ تعالیٰ کی آواز کے مقابلے پر آ کر کھڑے ہو جائیں۔ اگر ایسا ہے تو ہم نے کلمہ کی روح کو سمجھا ہی نہیں۔ ہم منہ سے تو اقرار کر رہے ہیں لیکن ہمارے عمل ہمارے اقرار کا ساتھ نہیں دے رہے۔ ہم پانی کے چشمہ کے نزدیک تو آ گئے ہیں لیکن پانی پینے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھا رہے۔ پس آپؑ نے فرمایا اگر یہ صورتحال ہے تو پھر تو حقِ بیعت ادا نہیں ہوا۔ یہ کلمہ شہادت اس بات کی ہی تلقین نہیں کرتا، اس بات کی ہی طرف توجہ نہیں پھیرتا کہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو حقوق العباد کے ادا کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور حکم دیا ہے اس پر عمل کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے اور جب انسان یہ دو حقوق ادا کرتا ہے تو تب ہی حقیقی مومن بنتا ہے اور تبھی ایک حقیقی احمدی مسلمان بیعت کا حق ادا کرتا ہے۔ پھر آپؑ اپنی بیعت میں آنے والوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”اگر دنیاداروں کی طرح رہو گے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ تم نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے تا کہ تم نئی زندگی میں ایک اَور پیدائش حاصل کرو۔“ یعنی بیعت کرنے کے بعد تمہیں ایک نئی روحانی زندگی ملنی چاہیے۔ اگر وہ روحانی زندگی نہیں ملتی اور وہی مادی زندگی کی خواہشات اور ترجیحات ہیں تو پھر ایسی بیعت کچھ فائدہ نہیں دے گی۔ فرمایا ”بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ اس کا نہیں۔ میری بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے۔ پس جو سچے دل سے مجھے قبول کرتا ہے اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے غفور و رحیم خدا اس کے گناہوں کو ضرور بخش دیتا ہے اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہے تب فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔“ بالکل معصوم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ ”ایک گاؤں میں اگر ایک نیک آدمی ہو تو اللہ تعالیٰ اس نیک کی رعایت اور خاطر سے اس گاؤں کو تباہی سے محفوظ کر لیتا ہے لیکن جب تباہی آتی ہے تو پھر سب پر پڑتی ہے مگر پھر بھی وہ اپنے بندوں کو کسی نہ کسی نہج سے بچا لیتا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اگر ایک بھی نیک ہو تو اس کے لیے دوسرے بھی بچائے جاتے ہیں۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 262)

پس یہ بنیادی اصول ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خالص بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور ان کے نیک عملوں کو قبول کرتا ہے۔ پس ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ ہماری عبادتیں خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہوں۔ ہمارے عمل اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے ہوں۔ آج کل جو دنیا کے حالات ہیں ان سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بہت خوفناک تباہی کے بادل ہمارے اوپر منڈلا رہے ہیں۔ امریکہ کے صدر نے کل یہ بیان دیا تھا کہ اگر روس کے صدر نے ایٹمی ہتھیار کا استعمال کیا تو پھر اس کے جواب میں دوسری طرف سے بھی ردّ عمل ہو گا اور پھر جو تباہی ہو گی وہ دنیا کے خاتمے پر منتج ہو گی۔ پس ان ملکوں میں رہنے والے یہ نہ سمجھیں، جو یہاں ہجرت کر کے آئے ہیں وہ یہ خیال نہ

کریں کہ ہم یہاں محفوظ ہیں۔ کوئی بھی کسی جگہ محفوظ نہیں ہے۔ ان بڑی طاقتوں کے لیڈروں کے جب دماغ الٹتے ہیں تو پھر یہ کچھ نہیں دیکھتے۔ پس ان حالات میں احمدیوں کا ہی کام ہے کہ دعا سے کام لیں۔ اپنی عبادتوں کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کریں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ نیک لوگوں کی خاطر، اپنے خالص بندوں کی خاطر اللہ تعالیٰ دوسروں کو بھی بچالیتا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کے کلام سے قرآن کریم سے ہمیں پتہ چلتا ہے۔ پس اس زعم میں کسی کو نہیں رہنا چاہیے کہ یہاں آکر ہم محفوظ ہو گئے ہیں، ہمارے بچوں کے مستقبل محفوظ ہو گئے ہیں۔ نہیں بلکہ بہت خطرناک دَور سے ہم گزر رہے ہیں۔ اگر ایسے حالات میں کوئی بچا سکتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پس خود بھی اس کے آگے جھکیں، اپنی نسلوں کو بھی اس کے آگے جھکنے والا بنائیں تا کہ اپنے آپ کو بھی محفوظ کر سکیں اور اپنی نسلوں کو بھی محفوظ کر سکیں۔

اس دنیا نے ہمیں نہیں بچانا نہ ہمارا اور ہماری نسلوں کا مستقبل محفوظ کرنا ہے بلکہ ہم اگر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے کلمہ کا حق ادا کرنے والے ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری عاجزانہ دعاؤں اور نیک اعمال کی وجہ سے دنیا کو بچالے گا۔ پس آج کل کے حالات میں اس حوالے سے بھی بہت دعائیں کریں۔ اس سے پہلے کہ دنیا کے حالات انتہا سے زیادہ بگڑ جائیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"نیکی وہی ہے جو قبل از وقت ہے۔ اگر بعد میں کچھ کرے تو کچھ فائدہ نہیں۔ خدا نیکی کو قبول نہیں کرتا جو صرف فطرت کے جوش سے ہو۔ کشتی ڈوبتی ہے تو سب روتے ہیں۔" کشتی ڈوبنے لگے تو سب رونے لگ جاتے ہیں اس سے پہلے ہاہو ہو رہی ہوتی ہے۔ "مگر وہ رونا اور چِلّانا چونکہ تقاضا فطرت کا نتیجہ ہے اس لئے اس وقت سُود مند نہیں ہو سکتا۔ اور وہ اس وقت مفید ہے جو اس سے پہلے ہوتا ہے جبکہ امن کی حالت ہو۔" فرمایا: "یقیناً سمجھو کہ خدا کو پانے کا یہی گُر ہے۔ جو قبل از وقت چوکنّا اور بیدار ہوتا ہے ایسا بیدار کہ گویا اس پر بجلی گرنے والی ہے۔ اس پر ہرگز نہیں گرتی۔" اگر وہ بیدار ہو گا اور یہ سوچے گا کہ بجلی گرنے والی ہے تو پھر بجلی نہیں گرتی جتنے مرضی کڑکے ہو رہے ہوں۔ "لیکن جو بجلی کو گرتے دیکھ کر چِلّاتا ہے اس پر گرے گی اور ہلاک کرے گی۔ وہ بجلی سے ڈرتا ہے نہ خدا سے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 265)

پس بڑے واضح طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں تنبیہ کر دی کہ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا ہے تو اب کرو۔ ابھی تو خطرے کے بادل ذرا سے اٹھے ہیں یا کم از کم ایسے ہیں کہ اگر چاہیں تو کنٹرول کیے جا سکتے ہیں لیکن کسی وقت بھی یہ پھیل سکتے ہیں۔ پس آج احمدیوں کا ایمان اور اللہ تعالیٰ سے تعلق اور دعائیں دنیا کو تباہی سے بچا سکتی ہیں۔ دنیا کی ہمدردی دل میں پیدا کر کے دعا کریں۔ اپنے اپنے دائرے میں دنیا کو سمجھائیں کہ اگر حقوق اللہ اور حقوق العباد کی طرف توجہ نہیں دی تو یہ خوبصورت دنیا ویرانیوں میں بدل سکتی ہے۔ پس ہر احمدی اس سوچ کے ساتھ اپنے فرض ادا کرنے کی کوشش کرے۔ دعاؤں کی طرف مزید توجہ دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"دیکھو! تم لوگ کچھ محنت کر کے کھیت تیار کرتے ہو تو فائدہ کی امید ہوتی ہے۔ اس طرح پر امن کے دن

محنت کے لیے ہیں۔ اگر اب خدا کو یاد کرو گے تو اس کا مزہ پاؤ گے۔ اگرچہ دنیا کے کاموں کے مقابلہ میں نمازوں میں حاضر ہونا مشکل کام معلوم ہوتا ہے۔ آپؑ نے بڑا واضح فرما دیا دیکھو! دنیا کے کاموں کے مقابلے میں نمازوں میں حاضر ہونا بعض دفعہ بڑا مشکل لگتا ہے۔ اور تہجد کے لیے اَور بھی مشکل ہے۔ فرمایا مگر اب اگر اپنے آپ کو اس کا عادی کر لو گے تو پھر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔ اگر دعائیں کرو گے تو وہ کریم و رحیم خدا احسان کرے گا۔ فرمایا دیکھو! اب کام تم کرتے ہو یعنی دنیوی کام بھی کرتے ہو۔ اپنی جانوں اور کنبہ پر رحم تم کرتے ہو۔ ان کی ضروریات کی فکر کرتے ہو۔ بچوں پر تمہیں رحم آتا ہے۔ جس طرح اب ان پر رحم کرتے ہو یہ بھی ایک طریق ہے یعنی دنیاوی لحاظ سے جو تم رحم کرتے ہو ایک طریق اَور بھی ہے۔ وہ کیا طریق ہے کہ نمازوں میں ان کے لیے دعائیں کرو۔ رکوع میں بھی دعا کرو۔ پھر سجدے میں دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو پھیر دے اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ جو دعا کرتا ہے وہ محروم نہیں رہتا۔ یہ کبھی ممکن نہیں ہے کہ دعائیں کرنے والا غافل پلید کی طرح مارا جاوے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خدا کبھی پہچانا ہی نہ جاوے۔ وہ اپنے صادق بندوں اور غیروں میں امتیاز کر لیتا ہے۔ ایک پکڑا جاتا ہے دوسرا بچایا جاتا ہے۔ غرض ایسا ہی کرو کہ پورے طور پر تم میں سچا اخلاص پیدا ہو جاوے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 266)

گو یہ باتیں اس زمانے میں آپؑ نے کہی تھیں جب طاعون کی وبا پھیلی ہوئی تھی لیکن آج کل بھی عالمی تباہی کے جو آثار نظر آ رہے ہیں جیسا کہ میں نے کہا اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور خاص طور پر جھکیں اور یہی اپنے آپ کو محفوظ کرنے کا، دنیا کو محفوظ رکھنے کا ایک راستہ ہے۔ پھر جماعت کو اعلیٰ اخلاق کی نصیحت بھی آپؑ نے خاص طور پر فرمائی کیونکہ اعلیٰ اخلاق دکھانا بھی اللہ تعالیٰ کے حکموں میں سے ایک حکم ہے۔ چنانچہ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اخلاق کا درست کرنا بڑا مشکل کام ہے جب تک انسان اپنا مطالعہ نہ کرتا رہے یہ اصلاح نہیں ہوتی۔" اپنا جائزہ نہ لیتے رہو، اپنی باتیں جو تم سارا دن کرتے ہو جس طرح زندگی گزاری، دن گزار رہے ہو اس کا جائزہ نہ لو کہ کیا اچھائی کی کیا برائی کی، کیا نیک باتیں کیں، کیا غلط باتیں کیں۔ جب تک جائزہ نہ ہو اس وقت تک اصلاح نہیں ہو سکتی۔ فرمایا:

"زبان کی بداخلاقیاں دشمنی ڈال دیتی ہیں اس لئے اپنی زبان کو ہمیشہ قابو میں رکھنا چاہئے۔" فرمایا "دیکھو! کوئی شخص ایسے شخص کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا جس کو وہ اپنا خیر خواہ سمجھتا ہے پھر وہ شخص کیسا بیوقوف ہے جو اپنے نفس پر بھی رحم نہیں کرتا اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے جبکہ وہ اپنے قویٰ سے عمدہ کام نہیں لیتا اور اخلاقی قوتوں کی تربیت نہیں کرتا۔" (ملفوظات جلد 3 صفحہ 346)

یعنی عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ جو طاقتیں اور صلاحیتیں انسان کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ نے دی ہوئی ہیں ان کی ایسی تربیت ہو، ان کو ایسے طریق پر استعمال کیا جائے کہ انسان کے ہر عمل سے اعلیٰ اخلاق کا اظہار ہو رہا ہو۔ ذرا ذرا سی بات پر اگر بداخلاقی کا مظاہرہ کرو گے تو اپنی جان کو خود مشکل میں ڈالو گے۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ جہاں اسلام ذاتی معاملات میں صبر، ضبط، تحمل اور اعلیٰ اخلاق کے اظہار اور لڑائی جھگڑے سے بچنے کی تلقین کرتا ہے وہاں قانون کی حدود میں رہ کر دینی غیرت دکھانے کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس دینی

غیرت کے اظہار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وہ شخص جو سلسلہ عالیہ یعنی دین اسلام سے اعلانیہ باہر ہو گیا ہے اور وہ گالیاں نکالتا ہے اور خطرناک دشمنی کرتا ہے اس کا معاملہ اَور ہے جیسے صحابہؓ کو مشکلات پیش آئے اور اسلام کی توہین انہوں نے اپنے بعض رشتہ داروں سے سنی۔ تو پھر باوجود تعلقات شدیدہ کے ''یعنی گہرے تعلقات ہونے کے باوجود، قریبی تعلقات ہونے کے باوجود ''ان کو اسلام مقدم کرنا پڑا۔''

فرمایا''...ایک شخص ہے جو اسلام کا سخت دشمن ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے وہ اس قابل ہے کہ اس سے بیزاری اور نفرت ظاہر کی جاوے لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کا ہو کہ وہ اپنے اعمال میں سست ہے تو وہ اس قابل ہے کہ اس کے قصور سے درگذر کیا جاوے اور اس سے ان تعلقات پر زد نہ پڑے جو وہ رکھتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 346)

ہاں اگر کوئی مخالفت نہیں کر رہا تو پھر اس سے تعلقات رکھو۔ اچھے تعلقات رکھو لیکن جو کھل کر مخالفت کر رہا ہے یا اسلام کو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے رہا ہے، باوجود سمجھانے کے باز نہیں آ رہا تو پھر وہاں دینی غیرت دکھانی چاہیے اور اسی طرح ہر احمدی کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاملے میں بھی غیرت دکھانی چاہیے۔ جو شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف باوجود سمجھانے کے دریدہ دہنی سے باز نہیں آتا اسی طرح اس سے بھی ہم دوستی کا ہاتھ نہیں بڑھا سکتے اور نہ کسی احمدی کی غیرت یہ برداشت کرتی ہے۔ بہت سے آپ میں سے ہیں جو یہاں پاکستان سے آئے ہیں۔ انہیں ذاتی تجربہ ہے کہ کس قسم کی غلیظ زبان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف وہاں نام نہاد ملاں استعمال کرتے ہیں۔ اگر ہمیں کہا جائے کہ ان سے محبت کا اظہار کیا جائے یا ان کے شر ان پر الٹنے کی دعا نہ کی جائے تو ہماری غیرت یہ گوارا نہیں کرتی۔ وہی اصول جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتایا یہاں بھی چلے گا۔ ہاں ہم ایسے لوگوں کے خلاف قانون بھی ہاتھ میں نہیں لیتے کیونکہ یہ بھی اسلامی تعلیم کا حصہ ہے کہ کسی بھی صورت میں قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لینا۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اَور خوبی جو احمدیوں میں بیعت کے بعد ہونی چاہیے بیان فرمائی۔ آپؑ نے فرمایا کہ آپس میں محبت اور اخوت پیدا کرو۔ اس کی تعلیم دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں۔ جو پوری طاقت دیا گیا ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔ یعنی جو بھی صلاحیتیں اور طاقتیں دی گئی ہیں اس کو استعمال میں لا کر کمزوروں سے محبت کرو نہ کہ نفرت کا اظہار یا بیزاری کا اظہار۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا یہ طریق درست نہیں۔ آپؑ نے فرمایا جماعت تب بنتی ہے جب ایک دوسرے کی پردہ پوشی کی جائے اور حقیقی بھائیوں کی طرح ایک دوسرے سے سلوک کرو۔ آپؑ نے بڑے درد سے فرمایا کہ یہ طریق درست نہیں کہ جماعت میں اندرونی پھوٹ ہو۔ صحابہؓ نے بھی محبت و اخوت آپس میں پیدا کی اور ایک جماعت بن گئے۔ آپؑ اپنی جماعت کے افراد سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ

وہ آپس میں صحابہؓ کی طرح اخوت کا رشتہ قائم کریں۔ چنانچہ فرمایا: اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے یعنی جس طرح صحابہؓ کا سلسلہ تھا اور اسی قسم کی اخوت وہ یہاں قائم کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بڑی امیدیں ہیں۔ فرمایا دیکھو! ایک دوسرے کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد 3 صفحہ 348-349)

پس یہ اعلیٰ اخلاق ہیں کہ ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھا جائے اور جب یہ ہو گا تو تب ہی ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی امیدوں پر پورا اتر سکتے ہیں، تب ہی ہم ان انعاموں کے وارث ہو سکتے ہیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے آپؑ سے آپ کی جماعت کے متعلق فرمایا ہے۔ تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت میں تو ہندوستان کی مختلف قومیں اور قبیلے جماعت میں شامل ہوئے تھے۔ اب تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیے ہوئے وعدے کے مطابق دنیا کی مختلف قوموں اور قبیلوں اور رنگ و نسل کے لوگوں کو جماعت میں شامل فرما دیا ہے اور فرما رہا ہے۔ پس یہ اللہ تعالیٰ کا مختلف قوموں اور رنگ و نسل کے لوگوں پر احسان ہے کہ اس نے انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں شامل ہونے کی، آپؐ کے غلامِ صادق کی جماعت میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور ایک قوم بنا دیا ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس طرف توجہ دلائی کہ تم آپس میں بھائی ہو۔ فرمایا:

"گو باپ جدا جدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔"
(ملفوظات جلد 3 صفحہ 349)

پس قطع نظر اس کے کہ ہم کس نسل کے ہیں سفید فام ہیں یا افریقن، امریکن ہیں یا پاکستانی ہیں یا ہندوستانی ہیں یا ہسپانوی نسل کے ہیں جماعت احمدیہ میں شامل ہو کر ہم ایک روحانی باپ کی اولاد بن گئے ہیں اور کسی کو دوسرے پر نسل اور قوم اور رنگ کی وجہ سے برتری حاصل نہیں ہے کیونکہ ہمارا روحانی باپ ایک ہی ہے اور یہی اعلان اپنے آخری خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ پس جب ہم اس بات کو سمجھ کر اور ایک ہو کر کام کریں گے، ایک دوسرے کے جذبات کا خیال رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ترقیات سے ان شاء اللہ تعالیٰ ہمیں نوازتا رہے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "ہماری جماعت کو اللہ تعالیٰ ایک نمونہ بنانا چاہتا ہے۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 9)

پس کیا نمونہ صرف سطحی باتوں سے اور بغیر کسی گہرے عمل کے انسان بن سکتا ہے۔ نمونہ بننے کے لیے تو بڑا جہاد کرنا پڑتا ہے، بڑی محنت کرنی پڑتی ہے اور ہمیں بھی کرنی پڑے گی۔ اپنی عبادتوں کے معیار بلند کرتے ہوئے بھی اور اپنی اخلاقی حالتوں کو درست کرتے ہوئے بھی اور آپس میں محبت اور بھائی چارے کے تعلقات کے معیار قائم کرتے ہوئے بھی ہمیں دیکھنا ہو گا کہ ہم نمونے بن رہے ہیں کہ نہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں اپنے معیاروں کو حاصل کرنے کی طرف مزید توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ متقی کو پیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی عظمت کو یاد کر کے سب ترساں رہو۔" یعنی اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت دل میں پیدا کرو "اور یاد رکھو کہ سب اللہ کے بندے ہیں۔ کسی پر ظلم نہ کرو۔ نہ تیزی کرو۔ نہ کسی کو

حقارت سے دیکھو۔" فرمایا "جماعت میں اگر ایک آدمی گند اہوتا ہے تو وہ سب کو گند اکر دیتا ہے۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 9)

آپؑ نے فرمایا اعلیٰ قدریں اور اعلیٰ اخلاق اس وقت پیدا ہوتے ہیں جب دل میں تقویٰ ہو۔ چنانچہ اس بارے میں جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہماری جماعت کے لئے خاص کر تقویٰ کی ضرورت ہے خصوصاً اس خیال سے بھی کہ وہ..... ایسے شخص سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے سلسلۂ بیعت میں ہیں جس کا دعویٰ ماموریت کا ہے تا وہ لوگ جو خواہ کسی قسم کے بغضوں، کینوں یا شرکوں میں مبتلا تھے یا کیسے ہی روبہ دنیا تھے ان تمام آفات سے نجات پاویں۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 10)

پھر آپؑ نے فرمایا:

"ہماری جماعت یہ غم کُل دنیوی غموں سے بڑھ کر اپنے جان پر لگائے۔" دنیا کے بڑے بڑے غم انسان کو ہوتے ہیں لیکن فرمایا نہیں، یہ غم سب سے بڑھ کر تمہارے دل میں ہونا چاہیے۔ کیا غم؟ "کہ ان میں تقویٰ ہے یا نہیں۔"
(ملفوظات جلد 1 صفحہ 35)

پس اگر ہم نے اپنا حق بیعت ادا کرنا ہے، اگر ہم نے اللہ تعالیٰ کے احسانوں پر اس کا شکر گزار ہونا ہے تو ہمیں اپنی حالتوں کا ہر وقت جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خواہش کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے والے ہوں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی خشیت ہمارے اندر پیدا ہو جائے اور ہم حقیقت میں اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کا حق ادا کرنے والے بنیں اور ہم آخرین کی اس جماعت میں شامل ہو جائیں جس کی خوشخبری اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ ابھی آتے ہوئے مجھے امیر صاحب نے یہ بھی بتایا کہ آج سے اٹھائیس سال پہلے آج کے دن ہی 14 / اکتوبر کو اس مسجد کا بھی افتتاح ہوا تھا اور یہ کھولی گئی تھی۔ اس مسجد کو اب اٹھائیس سال ہو گئے ہیں۔ یہاں رہنے والے اس علاقے میں رہنے والے پرانے احمدی بھی، نئے آنے والے بھی جائزہ لیں کہ ان اٹھائیس سالوں میں انہوں نے اپنی روحانیت میں کس حد تک ترقی کی ہے۔ کس حد تک اس مسجد کے حق کو ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی کئی دہائیاں اور کئی صدیاں اس مسجد میں آنے والوں کو مہیا فرماتا رہے اور یہ ہر قسم کی دنیاوی آفات سے بھی بچی رہے لیکن اصل حق تبھی ادا ہو گا جب ہم مسجدوں کے حق ادا کرتے ہوئے انہیں آباد کرنے کی کوشش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بھی ہمیں توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04 / نومبر 2022ء جلد 29 شمارہ 88 صفحہ 05 تا 09)

42

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21/ اکتوبر 2022ء بمطابق 21/ اخاء 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ دنوں جیسا کہ آپ جانتے ہیں مَیں امریکہ کی بعض جماعتوں کے دورہ پر تھا۔ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے بھی اور جماعتی الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ سے بھی خبریں پہنچتی رہی ہیں۔ یہ دورہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیر و خوبی سے ہوا۔ بہر حال اس کے علاوہ دوسرے دنیاوی چینل بھی اس کی کافی کوریج دیتے رہے ہیں۔ ہر لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے دیکھنے میں آئے ہیں۔ اپنوں پر بھی اس دورے کا نیک اثر قائم ہوا اور غیروں پر بھی۔ ایک خادم نے اپنے ایک دوست کو کہا کہ میرے ذہن میں جماعت اور خلافت کے متعلق کچھ باتیں پیدا ہو رہی تھیں، کچھ تحفظات تھے جو اب اس دورہ کی وجہ سے بالکل ختم ہو گئے ہیں۔ اس طرح کے بہت سے مثبت تاثرات ہیں۔ پھر لوگوں کے، بچوں، عورتوں، مردوں کے ملاقات کے بعد جو جذباتی تاثرات ہوتے تھے ان کی اپنی ایک لمبی فہرست ہے۔ وہ رپورٹوں میں آپ پڑھتے رہے ہوں گے۔ پھر زائن میں بھی، ڈیلس میں بھی اور بیت الرحمٰن میری لینڈ میں بھی نمازوں پر عورتوں، بچوں اور مردوں کی جو حاضری ہوتی تھی وہ کافی تعداد میں ہوتی تھی اور جس طرح وہ میرے آتے جاتے وقت اپنے جذبات کا اظہار کرتے تھے اس سے صاف نظر آ رہا ہوتا تھا کہ ان کے دلوں میں خلافت سے محبت کا تعلق ہے اور اخلاص و وفا ہے۔ پڑھے لکھے لوگ بھی، امیر لوگ بھی، دنیاوی لحاظ سے مصروف لوگ بھی نماز کے لیے کئی کئی گھنٹے لائن میں آ کر لگ جاتے تھے تا کہ مسجد میں جگہ مل جائے۔ یہ نہیں کہ فارغ لوگ ہیں جو آ گئے۔ ان میں بھی یہ تبدیلی اس بات کا اظہار ہے یا یہ رویہ، یہ اظہار اس بات کا اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دین اور جماعت کی محبت ان کے دلوں میں ہے۔ خلافت سے تعلق ان کے دلوں میں ہے۔ گیارہ بارہ سال کی عمر کے بچے پانچ چھ گھنٹے لائن میں لگ جاتے تھے کیونکہ چیکنگ اور کووڈ ٹیسٹ کی وجہ سے دیر لگ جاتی تھی لیکن کبھی کسی نے بھی، نہ مہمانوں نے، نہ اپنوں نے، کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ اپنوں نے بھی نظام کی مکمل اطاعت اور اخلاص و وفا کے نمونے دکھائے۔ اور زائن میں بلکہ ایک مہمان نے بھی اس بات کو دیکھا اور کہا کہ مَیں نے دیکھا کہ کتنا smooth نظام چل رہا تھا کہ باقاعدہ چیکنگ ہو رہی تھی، دیر لگ رہی تھی لیکن اس کے باوجود کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ایک گیارہ بارہ سال کے لڑکے کے ماں باپ مجھے کہنے لگے کہ ہمارا بیٹا جب سے آپ آئے ہیں مسجد میں آنے کے لیے پانچ چھ گھنٹے پہلے آ کر لائن میں لگ جاتا ہے اور کسی چیز کی پروا نہیں ہے حالانکہ پہلے یہ اس فکر سے نمازوں میں

کبھی نہیں آیا۔ بہر حال بچوں میں، لڑکوں میں، لڑکیوں میں، سب میں مَیں نے خوشی اور اظہار کا تعلق دیکھا۔ یہ جماعت پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ حاضری جو ہر جگہ نمازوں پر ہوتی تھی وہ انتظامیہ کی توقعات سے بہت بڑھ کر ہوتی تھی۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ مسجدوں سے یہ تعلق اور عبادتوں کی فکر ان میں دائمی ہو جائے اور ہمیشہ رہنے والی ہو اور مسجدیں ہمیشہ آباد رہیں۔ جس طرح اخلاص و وفا کے نظارے افراد جماعت نے دکھائے ہیں وہ ہمیشہ ان میں قائم رہیں۔ امریکہ جیسے ملک میں لوگوں کا خیال ہے کہ لوگ دین کو بھول جاتے ہیں لیکن مجھے تو اکثریت میں اس طرف توجہ اور فکر نظر آئی۔ جو مالی قربانیوں میں کمزور ہیں وہ بھی اپنے لیے اور اپنے بچوں، نسلوں کے لیے دین سے اور خلافت سے جڑے رہنے کے لیے خاص طور پر دعا کی درخواست کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ افرادِ جماعت اور امریکہ کے اخلاص و وفا کو ہمیشہ بڑھاتا رہے۔

اسی طرح لجنہ، خدام، انصار بلکہ بچوں نے بھی اس عرصہ میں بہت محنت سے اپنی ڈیوٹیاں دی ہیں۔ عورتوں، مردوں نے کئی کئی دن جاگ کر تیاریاں کی ہیں۔ حاضری بھی ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسے مَیں نے کہا کافی زیادہ تھی، ہزاروں میں ہوتی تھی اور ان کی حاضری بیت الرحمٰن میں تو جلسہ کی حاضری سے بڑھ کر تھی لیکن بڑے منظّم طریقے سے انہوں نے اپنے کام کو سنبھالا ہے۔ اللہ کرے کہ افراد جماعت امریکہ کے اخلاص و وفا کا یہ معیار ہمیشہ بڑھتا رہے اور اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ تبدیلی عارضی نہ ہو بلکہ ہمیشہ کے لیے ہو۔ اس وقت میں غیروں کے کچھ تاثرات بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے غیروں کے دلوں پر بھی غیر معمولی اثر ڈالا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے سینے مزید کھولے اور یہ لوگ سچائی کو پہچاننے والے بھی بن جائیں۔ بہر حال کچھ تاثرات پیش کرتا ہوں۔

زائن میں جو مسجد بنی ہے 'فتحِ عظیم'، اس کے حوالے سے وہاں جو فنکشن ہوا تھا اس میں 161 غیر مسلم اور غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی جن میں کانگریس مین، کانگریس وومن، میئرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز، ٹیچرز، وکلاء، انجنیئرز، سیکیورٹی کے اداروں کے نمائندگان اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے شامل ہوئے تھے۔

زائن کے شہر کے میئر آنریبل بلی میکینی (Billy Mckinney) نے اپنے تاثرات میں بیان کیا کہ میرے لیے جماعتِ احمدیہ مسلمہ کے عالمی راہنما کو مسجد فتح عظیم کے موقع پر زائن شہر میں خوش آمدید کہنا انتہائی اعزاز کی بات ہے۔ پھر کہنے لگے یہاں زائن میں ہمارا ماٹو 'Historic past and dynamic future' ہے اور ہمارے شہر کے قلب میں یہ خوبصورت مسجد اس ماٹو کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ پھر کہتے ہیں خواہش اور دعا ہے کہ یہ عبادت گاہ ہمارے ماضی اور مستقبل کے درمیان ایک پل کا کام کرے۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ مسجد ایسی شاندار ایمان سے بھرپور کمیونٹی کے نمائندوں سے بھری ہوئی ہے مجھے زائن شہر کے مستقبل کے لیے بھی امید دلاتی ہے۔ جب میں اس پیغام کو دیکھتا ہوں جو احمدیہ کمیونٹی ہمارے شہر میں لے کر آئی ہے تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ تو یہ امید غیروں کو بھی ہم سے ہو رہی ہے۔ پھر کہتا ہے کہ یہ ایک ایسی جماعت ہے جو اسلام کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتی ہے جنہوں نے عیسائیوں کے ساتھ عہد کیا تھا۔ پھر آگے کہتے ہیں کہ احمدیہ مسلم کمیونٹی کی طرف سے

اس شہر میں جو شاندار خدمات سرانجام دی گئی ہیں اور اس شہر کی ترقی اور اس کے لوگوں کی فلاح و بہبود کو بہتر بنانے کے لیے جو کام کیے گئے ہیں ان پر میں آپ کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور ہم اس شہر کی کلید امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ چابی دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے شہر کی چابی بھی پیش کی۔ زائن شہر کے میئر کے مزید تاثرات یہ ہیں، کہتے ہیں کہ میں یہاں 1962ء سے مقیم ہوں۔ یہ پروگرام زائن شہر اور جماعت کے لیے ایک تاریخی پروگرام ہے۔ پھر مجھے بھی انہوں نے بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ آج تم نے مجھے speechless کر دیا ہے اور کہنے لگے کہ آپ کی موجودگی کا احساس بہت عمدہ ہے۔

ممبر آف الینوئے (Illinois) جنرل اسمبلی آنریبل جوئس میسن (Joyce Mason) نے اپنے تاثرات میں کہا کہ یہاں زائن میں مسجد فتح عظیم کے افتتاح کی اس تاریخی تقریب کا حصہ بننا میرے لیے اعزاز کی بات ہے۔ زائن احمدیہ مسلم کمیونٹی کے لیے تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ آج اس شہر کے لیے خاص دن ہے۔ زائن ایک ایسی جگہ تھی جس کی بنیاد پچھلی صدی کے آغاز میں الیگزینڈر ڈووی نے رکھی تھی جو اسے ایک تھیوکریٹک شہر بنانا چاہتے تھے جس کے دروازے اس کے ماننے والوں کے علاوہ باقی ہر ایک کے لیے بند تھے لیکن آج زائن شہر مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کا گھر ہے۔ اور یہ مسجد متعصبین کے بارے میں مومنوں کی دعاؤں کی فتح کی علامت ہے۔ میں احمدیہ مسلم کمیونٹی کو اس شاندار کامیابی پر مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ غیروں کو بھی اس مقابلے کا اچھی طرح پتہ لگ گیا۔ پھر کہتی ہیں کہ امام جماعت احمدیہ امن کے فروغ کے حوالے سے ایک سرکردہ مسلم راہنما ہیں۔ پھر انہوں نے کہا کہ انہوں نے امن کے قیام پر زور دیتے ہوئے دنیا بھر کے قانون سازوں اور دیگر راہنماؤں سے بات کی ہے۔ پھر کہتی ہیں: زائن شہر کی خوش قسمتی ہے کہ امن پسند اور دوسروں کی خدمت کرنے والی جماعت نے یہاں آباد ہونے اور اتنی خوبصورت مسجد بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ میری دلی تمنا ہے کہ یہ مسجد نہ صرف اس شہر بلکہ چاروں اطراف کے لیے امید کی کرن بن جائے۔ میں اس کمیونٹی کو نئی مسجد کے افتتاح پر مبارکباد دیتے ہوئے ایوان میں ایک قرارداد پیش کر رہی ہوں۔

پھر ڈاکٹر کترینہ لینٹوس (Katrina Lantos) جو کہ لینٹوس (Lantos) فاؤنڈیشن فار ہیومن رائٹس اینڈ جسٹس کی صدر ہیں، کہتی ہیں مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ جب بھی میں احباب جماعت کے ساتھ ملتی ہوں تو میری روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ پھر کہتی ہیں کہ یہاں زائن میں ہونے والے مباہلہ کے بارے میں سن کر بہت حیرت ہوئی کہ اس زمانہ میں جبکہ موبائل فون، کمپیوٹر اور دیگر ذرائع مواصلات موجود نہیں تھے اس وقت بھی اس مقابلہ کو اتنی تشہیر ملی۔ ایک نظریہ ڈاکٹر جان ڈووی کا تھا جس کی بنیاد نفرت، باہمی تفریق اور تعصّب پر تھی اور دوسرا نظریہ جو کہ بانی جماعت احمدیہ مرزا غلام احمد صاحبؑ کا تھا جو کہ باہمی عزت اور بردباری پر مشتمل تھا اور ایک ایسی شخصیت کی طرف سے تھا جنہوں نے اس کا نتیجہ کلیۃً اللہ کے ہاتھ میں چھوڑ رکھا تھا۔ پھر نتیجۃً ہم جانتے ہیں کہ اس مباہلے میں کس کی فتح ہوئی اور یقیناً یہ مسجد جس کا اب افتتاح ہونے جا رہا ہے جس کا نام 'فتح عظیم' مسجد رکھا گیا ہے، اس کا مطلب ہے 'ایک عظیم الشان فتح' جو کہ اس مباہلہ میں جماعت احمدیہ اور بانی جماعت احمدیہ کے حصہ

میں آئی۔ پھر کہتی ہیں کہ لیکن میرے خیال میں ہمیں یہ کہنا چاہیے کہ وہ نہ صرف جماعت احمدیہ بلکہ انسانیت کی بھی فتح تھی کیونکہ اس سے باہمی عزت، محبت اور تحمل کی بھی فتح ہوئی جس کا نمونہ ہم اب اس عظیم الشان جماعت میں دیکھتے ہیں۔ پھر کہتی ہیں کہ آج جس طرح ہم یہاں اس خوبصورت اور پُرامن ماحول میں بیٹھے ہوئے ہیں وہاں ان احمدیوں کو بھی یاد رکھنا ہوگا جو پاکستان میں بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے مذہب کی وجہ سے روزانہ ناقابلِ بیان ظلم و ستم، تشدد اور منافرت کا سامنا کرتے ہیں جو کہ حکومت وقت کی موجودگی میں بھی اپنے آپ کو اکیلا محسوس کرتے ہیں۔

پھر زائن کے سابقہ کمشنر ایموس مونک (Amos Monk) صاحب نے اپنے تاثرات کا اظہار کیا۔ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں آپ کی تعلیمات ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہیں اور دنیا کو اس سے زیادہ آگاہی ہونی چاہیے۔ میرے خیال میں یہ آج کل کی دنیا کا خوبصورت ترین راز ہے۔ میں اپنے سامنے میز پر پڑے بروشر دیکھ سکتا ہوں جس پر عدل، انصاف، خلوص اور محبت کا پیغام ہے۔ یہی تو وہ چیزیں ہیں جس کی دنیا کو ضرورت ہے۔ نفرت ختم کر دیں تو دنیا جنت نظیر ہو جائے گی۔ میرے خیال میں یہ پیغام تمام دنیا کو سننا چاہیے۔ دنیا کے مسائل کا یہی واحد حل ہے۔

پروفیسر کریگ کونسڈائن (Craig Considine) جنہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر ایک کتاب بھی لکھی ہوئی ہے، پروفیسر ہیں، ویسے بڑے پکے عیسائی ہیں، کہتے ہیں کہ میں اس بات سے بہت جذباتی ہو گیا کہ خلیفۂ وقت مجھے پرانے دوست کی طرح ملے۔ امام جماعت کی تقریر مجھے بہت پسند آئی۔ اس سے اسلام کے بارے میں میرا علم بڑھا ہے۔ جب مجھے اس خطاب کا متن ملے گا تو میں اسے اپنی اگلی کتاب میں استعمال کروں گا۔ پھر کہتے ہیں کہ امام جماعت نے بہت ہی خوبصورت انداز، آسان الفاظ میں یہ مضمون بیان فرمایا ہے کہ ہر کس و ناکس آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ جو تمام انسانی اقدار اپنانے، باہمی احترام، برداشت، وقار اور عزتِ نفس کا خیال رکھنے پر توجہ دلائی ہے یہ مجھے خاص طور پر پسند آیا ہے۔ پھر کہتے ہیں آپ دراصل ہمیں ہم سب کو باہمی محبت کی طرف بلا رہے ہیں۔ انہوں نے وہاں بیٹھ کے خطبہ جمعہ بھی سنا تھا۔ پورا ایک گھنٹہ بیٹھے رہے اور پھر اس کے بعد انہوں نے کہا، مجھے بھی کہنے لگے کہ میں نے ایسا خطبہ پہلے کبھی نہیں سنا۔

الینوئے (Illinois) سے تعلق رکھنے والی ایک مہمان میلوڈی ہال (Melody Hall) کہتی ہیں کہ میں پراڈکٹ ڈویلپمنٹ مینیجر ہوں۔ یہ پروگرام بہت دلچسپ تھا۔ میں نے بہت لطف اٹھایا۔ امام جماعت کا یہ پیغام کہ معاشرے میں متعصب شخص کی کوئی جگہ نہیں، بہت ہی شاندار پیغام تھا۔ آپ کو دیکھنا، آپ کی باتیں سننا، ایک بہت منفرد، اچھا احساس ہے۔ مجھے بہت مزہ آیا اور مجھے امام جماعت کی یہ بات بہت پسند آئی ہے کہ ہمارے پاس جو ہتھیار ہے وہ دعا کا ہتھیار ہے۔

ایک اَور مہمان جیف فینڈر (Geff Fender) نے کہا میں سرٹیفائیڈ پبلک اکاؤنٹنٹ ہوں اور رئیل اسٹیٹ کا کام بھی کرتا ہوں۔ یہ میرا پہلا تجربہ تھا۔ بہت متاثر ہوا ہوں۔ یہاں مسجد کے افتتاح پر آنا میری زندگی کا ایک انمول موقع تھا۔ پھر خطاب کا کہا کہ اس سے بڑا متاثر ہوا ہوں اور آپ لوگوں کے بارے میں بڑی نئی معلومات ملی ہیں۔ پھر کہنے لگے کہ میرے لیے دعوتِ مباہلہ ایک نئی چیز تھی اور میں اس کے بارے میں مزید پڑھوں

گا۔ اس طرح تبلیغ کے راستے بھی کھلتے ہیں۔

ایک ہائی سکول ٹیچر میٹ رینڈر (Matt Render) بھی آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ مجھے امام جماعت کا پیغام اور جس طرح سمجھا رہے تھے، یہ انداز بہت اچھا لگا۔ میرے جیسے بہت سے لوگ اس پیغام کو آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔

ایمرجنسی سروسز سے تعلق رکھنے والی میری لوہائیل برنڈیا ہل برنڈ (Mary Lou Hildebrand) بھی اس پروگرام میں شامل تھیں۔ کہتی ہیں میں بہت متاثر ہوئی۔ آپ کے پیغام میں خلوص چھلکتا تھا۔ کوئی تکلف نہیں تھا۔ ہر لحاظ سے سچا اور کھرا انداز تھا۔ اس سے ہر کوئی آپ کے روزمرہ زندگی کا اندازہ کر سکتا ہے۔

ڈاکٹر جیسی راڈریگز (Jesse Rodriguez) بھی اس پروگرام میں شریک تھے۔ یہ Benton علاقہ کے سکولوں کے سپرنٹنڈنٹ ہیں، کہتے ہیں کہ امام جماعت کے خطاب کا محور باہمی اتحاد تھا۔ بہت شاندار پیغام تھا۔ آپ نے کہا تمام مذاہب اہمیت رکھتے ہیں اور ہم سب اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ بہت ہی اچھا تھا۔

پھر ایک مقامی ہائی سکول کے پرنسپل زیک لیونگ سٹون (Zach Livingstone) کہتے ہیں کہ امام جماعت کی باتیں اپنے اندر ایک خاص جاذبیت رکھتی ہیں۔ خصوصاً انسانی حقوق اور خدمتِ انسانیت کے لیے کوششیں نہایت متاثر کن ہیں۔ آپ کا لوگو 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں' تمام قوموں، تمام مذاہب اور خاص طور پر تمام زائن شہر میں گونجتا ہے۔ اس پیغام کی اشد ضرورت ہے۔ وبائی حالات کے بعد ہماری فیملیز اور طلبہ میں بہت جذباتی اور معاشی زوال آیا ہے اور ہمیں ان مسائل سے باہر نکلنے کے لیے اس پیغام کی اشد ضرورت ہے۔

ایک اَور مہمان شامل ہوئے۔ انہوں نے زائن مسجد کے سنگ بنیاد کے موقع پر اینٹ بھی رکھی تھی۔ کہتے ہیں کہ آج ایک خوبصورت دن تھا۔ مجھے پچھلے سال اس مسجد کے سنگ بنیاد رکھنے میں شامل ہونے کی توفیق ملی تھی۔ میں بہت خوش تھا کہ میں اسے مکمل ہوتا دیکھوں گا۔ آپ کی مسجد ہماری کمیونٹی کے لیے امید اور دوستی کا ذریعہ ہے۔

زائن کی پولیس کے چیف ایرک (Eric) صاحب کہتے ہیں بڑا اچھا پروگرام تھا۔ سب لوگوں کی طرف سے محبت اور خلوص دیکھ کر بہت اچھا لگا۔ یہ پیغام کہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کون ہیں۔ اہمیت اس بات کی ہے کہ ایک دوسرے کا خیال رکھنے والے ہیں کیا ہی عمدہ اور خوبصورت پیغام ہے۔

ایک مہمان جینیفر (Jennifer) کہتی ہیں کہ اگر آپ کی جماعت کے اصولوں کی بات کی جائے تو وہ سب سے اعلیٰ ہیں۔ جب آپ زائن شہر میں قدم رکھتے ہیں تو پرانی عمارت پر ایک ماٹو 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں' کا پیغام دکھائی دیتا ہے اور اس کی گونج آپ کے ساتھ رہتی ہے۔ یہ آواز آپ کے ساتھ رہتی ہے اور یہی زائن شہر کی اصل روح ہے۔

پھر ایک اَور مہمان چیری نیل (Cheri Neal) صاحبہ جو زائن ٹاؤن شپ کی سپروائزر ہیں کہتی ہیں انتظامات سے میں بہت حیران ہوئی۔ مجھے بہت خوشی ہے کہ آپ اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔

پھر ایک اَور مہمان نے کہا یہ جان کر بہت اچھا لگا کہ ہمارے درمیان آپ جیسے راہنما موجود ہیں جو کہ لاکھوں لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں اور لوگوں کو آپس میں جوڑتے ہیں۔ اس موضوع پر بات کرتے ہیں کہ ہم

سب ایک ہیں اور ہر مذہب کی اہمیت ہے۔ یہ پیغام بہت اچھا اور پُر اثر ہے۔

خاتون مہمان گلوریا (Gloria) صاحبہ کہتی ہیں: زائن کی تاریخ بہت معلوماتی تھی۔ اگرچہ میں یہاں پر رہتی ہوں لیکن اس جگہ کے بارے میں کافی چیزیں ایسی تھیں جو میں نہیں جانتی تھی۔ پھر ایک مہمان نے کہا۔ میں نے اس تقریب سے بھرپور لطف اٹھایا اور اس پیغام نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں آپ کے ماٹو 'محبت سب کے لیے نفرت کسی سے نہیں' کے بارے میں جانتا تھا لیکن آپ لوگوں کو دیکھ کر اس پر مزید یقین بڑھ گیا۔ مجھے بہت ساری چیزوں نے متاثر کیا ہے۔ اور پھر کہنے لگے امام جماعت نے جو یہ کہا کہ قرآن مجید ہی ایک وہ کتاب ہے جو تمام مذاہب کی حفاظت کرتی ہے میں نے یہ نئی بات سیکھی ہے۔ مجھے پہلے اس بات کا علم نہیں تھا۔

پھر ایک انڈین پروفیسر شوبھانہ شنکر (Shobana Shankar) صاحبہ، ان کی میرے سے ملاقات بھی ہوئی تھی، اسٹیٹ یونیورسٹی آف نیویارک کی پروفیسر ہیں۔ عبدالسلام ریسرچ سنٹر اٹلی سے بھی ریسرچ کر چکی ہیں۔ کچھ عرصہ یہ گھانا میں بھی رہی ہیں۔ انہوں نے اظہار کیا کہ آپ گھانا میں تھے۔ آپ کا کام زندہ ہے۔ یہ مجھے باتوں میں کہیں کہا۔ پروفیسر نے بتایا کہ افریقہ میں اس کی کئی پروفیسرز سے بات ہوئی ہے جو کہ احمدیہ گرلز سکول سے تعلیم یافتہ ہیں۔ یہ لڑکیوں کے لیے بہترین سکول ہیں۔ یہ افریقہ میں جماعت کی تعلیمی خدمات اور تاریخ کو اجاگر کرنا چاہتی ہیں اور مغربی افریقی احمدیوں پر ایک کتاب لکھنا چاہتی ہیں۔ پروفیسر نے یہ کہا کہ مقامی زبان اور ترجمہ کرنے والوں سے استفادہ کرنے میں جماعت کی معاونت چاہیے تو بہر حال ان کو میں نے کہا تھا جہاں بھی آپ کو مدد کی ضرورت ہو گی ان شاء اللہ ہم مدد کر دیں گے اور مَیں نے کہا بلکہ گھانا کے علاوہ باقی ملکوں کو بھی آپ کو شامل کرنا چاہیے۔

پھر ڈیلس (Dallas) میں بیت الاکرام مسجد کا افتتاح ہوا۔ اس تقریب میں بھی 140 غیر مسلم اور غیر از جماعت مہمانوں نے شرکت کی۔ ان میں سیاست دان، ڈاکٹرز، پروفیسرز، ٹیچرز، وکلاء، انجنیئرز، سیکیورٹی کے اداروں کے نمائندگان اور مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے مہمان شامل تھے۔

ایلن (Allen) شہر کی سٹی کونسل کے ممبر کارل کلیمن سِنک (Carl Clemencich) جنہوں نے شہر کی چابی بھی پیش کی تھی انہوں نے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا آج مسجد بیت الاکرام کے افتتاح کی تاریخی تقریب میں شامل ہونا بڑے اعزاز کی بات ہے۔ میں میئر اور ایلن (Allen) شہر کی تمام سٹی کونسل کی طرف سے جماعت احمدیہ کو اس زبردست کامیابی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ میئر دو دن پہلے مجھے مل کے گئے تھے۔ مسجد میں آئے تھے اور ملے تھے اور معذرت کر رہے تھے کہ میں ملک سے باہر جا رہا ہوں اس لیے حاضر نہیں ہو سکوں گا اور اپنا نمائندہ بھیجوں گا۔ وہ میئر صاحب بھی اچھے ملنسار آدمی تھے۔

پھر میئر کے یہ نمائندے کہتے ہیں کہ ہم جماعت احمدیہ کی خدمات کو سراہتے ہیں جس میں غرباء کے لیے کھانا تقسیم کرنا، ضرورت مندوں کے لیے کپڑے جمع کرنا اور بہت سے دیگر مواقع پر اس علاقے کے ضرورت مند رہائشیوں کی مدد کرنا شامل ہے۔ پھر کہتے ہیں یہ ایلن شہر کی خوش قسمتی ہے کہ ایک امن پسند اور انسانیت کی خدمت کا جذبہ رکھنے والی کمیونٹی نے اس شہر کو اپنایا اور اس شہر میں یہ خوبصورت مسجد بنائی۔ میری خواہش

ہے کہ یہ مسجد نہ صرف اس شہر کے لیے بلکہ اس تمام علاقے کے لیے ایک امید کی کرن ثابت ہو۔ ایلن (Allen) شہر جو ہے یہ بھی ڈیلس (Dallas) کے بالکل ساتھ ہی جڑتا شہر ہے۔ اب تقریباً اس کا حصہ ہی بن چکا ہے۔ آخر میں انہوں نے میئر اور ایلن (Allen) شہر کی کونسل کی طرف سے شہر کی چابی بھی پیش کی۔

پروفیسر ڈاکٹر رابرٹ ہنٹ (Dr Robert Hunt) تقریب میں شامل تھے جو کہ سدرن میتھوڈسٹ یونیورسٹی پرکنز سکول آف تھیولوجی (Southern Methodist University, Perkins School of Theology) میں گلوبل تھیولوجیکل (Global Theological) شعبہ کے ڈائریکٹر ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں جماعت احمدیہ کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں کہ آپ نے میتھوڈسٹ یونیورسٹی سے مجھے اور میرے ساتھیوں کو آج کے تاریخی پروگرام میں شمولیت کی دعوت دی۔ یہ ہمارے لیے بہت فخر کی بات ہے۔ اور پھر کہتے ہیں جماعت کے سربراہ، امام جماعت احمدیہ دو خوبیوں کو فروغ دینے کے لیے وقف ہیں جس میں پہلی مذہبی آزادی اور دوسری بین المذاہب مکالمہ و مخاطبہ ہیں۔ ان دونوں خوبیوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ مذاہب کے اندر اگر باہمی افہام و تفہیم نہ ہو اور باہمی احترام نہ ہو تو تفرقہ کی آواز کو تقویت ملتی ہے اور میں یہ بات اس بنیاد پر کرتا ہوں کہ میری آدھی بالغ زندگی ایسے ممالک میں گزری ہے جہاں میں خود مذہبی اقلیت میں تھا۔ پھر کہا کہ تاریخ گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ کو ظلم کا نشانہ بنایا گیا اور اسی وجہ سے یہ جماعت مذہبی آزادی کی کاوشوں میں صفِ اول پر رہی اور یہی چیز ہے کہ جب تک ہم ایک دوسرے کے ساتھ احترام اور کھلی ذہنیت کے ساتھ پیش نہ آئیں ہم تفرقہ بازی پر قابو نہیں پاسکتے اور منفی افکار کو معاشرے سے ختم نہیں کر سکتے۔

پھر ریپبلکن (Republican) کانگریس مین آنریبل مائیکل مک کال (Michael McCaul) نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ کہتے ہیں کہ دنیا کے تین مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اپنی تاریخ جوڑتے ہیں اور پھر مجھے انہوں نے کہا کہ آپ کا اعتقاد ہے کہ حضرت ابراہیم سے وابستہ یہ تینوں مذاہب امن کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ اس بات کا تجربہ جماعت احمدیہ سے زیادہ کس کو ہو سکتا ہے۔ پھر کہنے لگے مجھے امام جماعت کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جماعت احمدیہ کی تعلیم نئے عہد نامہ و انجیل کے بارے میں بات کرنے کا موقع ملا۔ ان سے بات ہوتی رہی اور کتاب ''مسیح ہندوستان میں''، یہ بھی ان کے پاس تھی، کہتے ہیں میں نے آدھی پڑھ لی ہے اور پڑھ رہا ہوں۔ بڑی دلچسپ ہے اور مزید ریسرچ کروں گا۔ کہتے ہیں اس کتاب سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں بھی بہت ساری نئی باتیں مجھے پتہ لگ رہی ہیں۔ اچھے پڑھے لکھے ہیں اور مذہب سے دلچسپی رکھنے والے ہیں۔ بہرحال کہتے ہیں کہ نئے عہد نامہ اور انجیل کے بارے میں بات کرنے کا موقع ملا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم جماعتِ احمدیہ سے امن، رحمدلی اور محبت کے بارے میں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔ میری پرورش کیتھولک ہوئی ہے۔ میں اب امریکی کانگریس میں احمدیہ کاکس (Ahmadiyya Caucus) کا چیئرمین ہوں۔ ہماری جماعت کے حق میں بولنے والے آواز اٹھانے والے جو لوگ ہیں یہ اس کمیٹی کے چیئرمین ہیں۔ پھر کہتے ہیں خاص طور پر دنیا میں امن پھیلانے اور قوموں میں اتحاد قائم کرنے، عدم تشدد، انتہا پسندی کا خاتمہ، غربت کے خاتمہ،

اقتصادی مساوات، عالمی انسانی حقوق کے لیے اور عالمی مذہبی آزادی کے لیے آپ کی کوششوں کو سراہتا ہوں۔ پھر کہتے ہیں متعدد احمدی مسلمانوں کو ٹارگٹ کر کے قتل کیا گیا۔ اس ظلم و ستم کی جاری داستان کے باوجود امام جماعت نے دوسروں پر انتقامی تشدد کرنے سے منع فرمایا جو ایک بہت عظیم عمل ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ امام جماعت نے بار بار دنیا کے راہنماؤں کو سمجھایا کہ حقیقی اور دیرپا امن کے لیے انصاف ضروری ہے۔ مظلوم قوموں کے حقوق کے لیے آواز اٹھائی۔ اس طرح کے خیالات کا اظہار انہوں نے کیا۔ کافی لمبے اظہارات ہیں۔

ایک مہمان ٹام بیری (Tom Berry) کہتے ہیں کہ میں امام جماعت کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں۔ ان کا پیغام، مہمان نوازی، باہمی میل جول سب کچھ بہت خوب تھا۔ بلاشبہ یہ ایک نعمت ہے کہ عقیدے یا مذہب سے قطع نظر ایک دوسرے کی زیادہ سے زیادہ بھلائی کے لیے کام ہو۔ زندگی کی قدر ہو۔ زندگی سے پیار ہو۔ انسانوں کا احترام ہو۔ انسانوں سے محبت ہو۔ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ایسے معاشرے میں کسی ایک فرد یا ادارے کی اجارہ داری نہیں ہے۔ سب کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ یہی خلیفہ کا پیغام تھا۔ یہ پیغام ایسا ہے کہ روزانہ سونے سے قبل اور صبح اٹھنے کے بعد دہرانا چاہیے اور اسی پیغام کو پھیلانا چاہیے۔ یہی پیغام ہمیں اپنے بچوں کو سمجھانا چاہیے تا کہ جب ہم نہیں ہوں گے تو وہ اس پیغام کو جاری رکھیں۔ میں آپ کا پھر شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پھر ایک مسلمان مہمان سلطان چودھری صاحب تھے۔ کہتے ہیں کہ امام جماعت نے جو تمام دنیا کے لیے امن کا پیغام دیا ہے یہ میرے خیال میں ایک بہترین پیغام ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت ضروری ہے کہ مسلمانوں کے خلاف اس خوف کو دور کیا جائے کہ وہ یہاں قبضہ کر لیں گے۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ چونکہ مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوئی سازش نہیں کر رہا، کوئی کوشش نہیں کر رہا اس لیے مسلمانوں کے لیے کسی جنگی مہم کا کوئی جواز نہیں ہے۔

نارتھ پریسبٹیرین چرچ (North Presbyterian Church) سے ایک مہمان خاتون بیورلی میکارڈ (Beverly McCord) صاحبہ آئی تھیں۔ کہتی ہیں خلیفہ کو دیکھ کر، ان کی باتیں سن کر بہت سکون ملا۔ کسی کو عالمی امن کے لیے اس طرح کوشش کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ بہت اچھا احساس ہے۔ اگر لوگ اپنی خود غرضی، کسی پڑوسی پر غلبہ پانے یا کسی دوسرے کے علاقے پر قبضہ کرنے یا کسی پر ظلم کرنے کے ایجنڈے کے بجائے اس پیغام کو سنیں تو دنیا میں امن ہو سکتا ہے۔ کاش! ہم امن کو فروغ دینے والی مزید تقاریر سن سکیں اور لوگوں کو یاد دلاتے رہیں کہ انہیں ہمیشہ امن کی پیروی کرنی چاہیے اور کام کرنا چاہیے۔

کولن (Collin) کاؤنٹی پولیس ڈیپارٹمنٹ سے بھی ایک شخص لیرائے (LeRoy) صاحب شامل ہوئے تھے۔ کہتے ہیں یہ خوبصورت پروگرام تھا جس سے میں نے بہت کچھ سیکھا۔ احمدیہ مسلم کمیونٹی نے حقیقتاً ایک شاندار کام کیا ہے۔

پھر ایک مسلمان مہمان ڈاکٹر حلیم الرحمان صاحب بھی تھے۔ کہتے ہیں یہ بالکل ناقابل یقین تھا۔ مجھے تقریب، انتظامات، مہمان نوازی، پنڈال بہت اچھا لگا۔ کہتے ہیں میں اس احترام کا مستحق نہ تھا جو ان لوگوں نے مجھے

دیا ہے۔ یہ سب ماحول دیکھ کر آپ کی عزت افزائی سے میری آنکھیں نم ہو گئی ہیں۔ مجھے بہترین انسانوں کے مابین وقت گزارنے کا موقع ملا۔ حقیقی انسان جو کہ اسلام کی حقیقی تعلیمات پر عمل پیرا ہیں۔ یہاں بیٹھ کے تو یہ بیان دیتے ہیں۔ پاکستان جائیں تو مولوی جینے نہ دیں۔

ایک مہمان ایبی کرکنڈل (Abby Kirkendall) کہتی ہیں کہ میں نے ایسی مذہبی جماعت دیکھی جس کی عبادت کا طریقہ تو ہم سے مختلف ہے لیکن ہماری اقدار ایک جیسی ہیں۔ میرے لیے ایک شاندار تجربہ تھا۔ یہ میرے لیے باعثِ فخر تھا کہ میں امام جماعت جو مذہبی راہنما ہیں کو ایسی اقدار کے بارے میں بات کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی جو کہ سب کمیونٹیز کو اپنے اندر سمو لینی چاہیے۔ پھر کہتی ہیں یہاں آکر مجھے خدا کی موجودگی کا احساس ہو رہا تھا اور عقائد سے قطع نظر جہاں آپ کو خدا کی موجودگی کا احساس ہو وہاں آپ کو امن اور سکون ملتا ہے جو آج یہاں تمام افراد کو بلا امتیاز مذہب اور قوم اور ملت ملا اور یہی چیز ہے جس کی ضرورت تمام کمیونٹیز کو ہے۔

پھر ایک خاتون وکٹوریہ صاحبہ کہتی ہیں مجھے جو چیز یہاں سب سے زیادہ نمایاں لگی وہ امام جماعت کا خطاب تھا کہ کس طرح مذہبی اختلاف اور مختلف نظریات کے باوجود ہم سب آپس میں ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ میرے خیال میں یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا آجکل بین المذاہب ڈائیلاگ میں فقدان نظر آتا ہے اور کسی کو اتنی حکمت اور دانائی کے ساتھ اس بارے میں بات کرتے ہوئے دیکھ کر بہت خوشی محسوس ہوئی کہ اپنے مذہبی عقائد میں اختلافات کے باوجود تمام بنی نوع انسان ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں اور ہمیں کس طرح آپس میں امن کے ساتھ ایک دوسرے کا احساس کرتے ہوئے رہنا چاہیے۔

پھر ایک مہمان خاتون تھیں میری میکڈرمٹ (Mary McDermott) کہتی ہیں۔ یہ وہاں مسجد ڈیلس میں ہماری ہمسائی ہیں۔ ان کی بہت بڑی زمین ہے۔ انہوں نے پارکنگ کے لیے جگہ بھی دی تھی۔ کہتی ہیں میں پہلے کبھی بھی زمین کے اس گرد آلود قطعہ سے اتنی خوش نہ ہوئی جتنا اس پروگرام کے لیے دینے پر ہوئی ہوں۔ بہت شریف النفس اور اعلیٰ اخلاق کی خاتون تھیں۔ اپنی جگہ دے دی انہوں نے بلکہ صاف کروا کے، ٹھیک کر کے، لیول کر کے دی۔

پھر ایک خاتون بیورلی میکارڈ (Beverly McCord) تھیں جن کا میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں۔ وہ کہتی ہیں مجھے ہمیشہ عالمی مذہبی راہنماؤں کو سننا اچھا لگتا ہے جو کہ لوگوں کو مسلسل امن کی ضرورت، باہمی اختلافات کے تدارک اور محبت کی طرف بلاتے رہتے ہیں۔ مجھے ہمیشہ ایسے پیغام سن کر خوشی ہوتی ہے۔ مجھے ذاتی طور پر اس جماعت سے کوئی خوف نہیں ہے اور دوسروں کے خوفزدہ ہونے کی بھی کوئی وجہ سمجھ نہیں آتی کیونکہ یہ جماعت تو بہت محبت کرنے والی، احساس کرنے والی اور ہمیشہ خدمت خلق کرنے والی جماعت ہے۔ اگر کسی کو کوئی خوف ہو تب بھی اس جماعت کی خدمت خلق اور فلاحی کاموں کو دیکھ کر فوراً دور ہو جاتا ہے۔

پھر جوشُوا (Joshua) نامی ایک مہمان تھے۔ کہتے ہیں آج کی اس افتتاحی تقریب میں مجھے اور دیگر سینئر پادری حضرات کو دعوت دی گئی ہے کہ اس تقریب میں شامل ہوں اور لوگوں سے بات چیت کا موقع

ملے۔ میں اس بات کو بہت سراہتا ہوں کہ یہاں کس طرح حکمت کے ساتھ امن، اتحاد اور انصاف کے بارے میں بات کی گئی ہے۔ اس بات کا احساس بھی ہوا کہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا تعلق مختلف تہذیب و تمدن سے ہے لیکن وہ بھی ہماری زندگیوں میں خدا کی موجودگی اور انسانوں میں باہمی ہمدردی کا پرچار کرتے ہیں اور کیونکہ ہمارے اعمال کا ایک دوسرے پر بھی اثر ہوتا ہے اس لیے اس طرح مل بیٹھنا اور کھانے کھانا اور باتیں کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کہتے ہیں میں اپنی اہلیہ کو بتا رہا تھا کہ یہاں میزبانی بہت عمدہ تھی۔ یہاں پہنچتے ہی ہر چیز آرگنائزڈ لگی۔

اسی طرح وہاں فورٹ ورتھ (Fort Worth) ایک جگہ ہے ڈیلس (Dallas) سے پچاس پچپن میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں بھی گئے تھے۔ ایک چھوٹی سی مسجد، نئی جگہ لی ہے۔ یہ جگہ تو ساڑھے تین ایکڑ ہے۔ بلڈنگ بھی کافی بڑی ہے۔ لیکن اس میں مسجد نہیں بلکہ عمارت خریدی گئی تھی۔ یہ جگہ تو پونے پانچ ایکڑ ہے، ساڑھے تین نہیں ہے۔ اور تیرہ ہزار مربع فٹ کی ایک عمارت بھی یہاں موجود ہے۔ ملٹی پرپز ہال ہیں، دفاتر ہیں، لابیز شامل ہیں۔ بہرحال یہاں ایک گنبد اور دو مینار تعمیر کرنے کا پروگرام ہے تاکہ مسجد کی شکل دے دی جائے۔ یہ اچھی جگہ ہے۔ وہاں احباب جماعت نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ اچھی جگہ ہے۔ مجھے بھی وہاں نماز مغرب عشاء پڑھانے کا موقع ملا۔

ایک مہمان ابی کرکنڈل (Abby Kirkendall) صاحبہ جن کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے فورٹ ورتھ میں رہتی ہیں، ڈیلس مسجد کے افتتاح پر آئی ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں امام جماعت نے خدا تعالیٰ کی منشا کے مطابق ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کرنے کا پیغام بہت ہی احسن رنگ میں دیا۔ امن اور نیوکلیئر جنگ سے بچاؤ کا پیغام میرے لیے خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ان کا یہ پیغام کہ جو بھی اس جنگ کا حصہ بنے گا وہ تباہی میں جا گرے گا، بہت زبردست تھا۔

پھر فورٹ ورتھ سے ہی فرسٹ یونائیٹڈ میتھوڈسٹ چرچ (First United Methodist Church) کی ایک ممبر ہیں، یہ بھی وہاں ڈیلس (Dallas) میں ہی آئی ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں کہ پیغام بہت شاندار تھا۔ ہر ایک کو خلیفہ کے اس واضح پیغام کو ضرور سننا چاہیے۔ خلیفہ کے خطاب کا انداز بھی شاندار تھا۔ خطاب سن کر ایک لطف محسوس ہوا۔ میں ان کو دوبارہ بھی سننا چاہوں گی۔

پھر ہائی سکول منسٹری کی ایک ٹیچر ہیں۔ کہتی ہیں کہ خلیفہ کی دو باتوں کا مجھ پر خاص اثر ہوا۔ ایک تو یہ کہ انہوں نے اس بات کا اعتراف کیا کہ معاشرے کے اندر اسلام کے متعلق واقعی تحفظات موجود ہیں اور بحیثیت ایک ٹیچر ہونے کے میں یہ چیزیں اپنے طلبہ میں گاہے بگاہے دیکھتی رہتی ہوں۔ دوسری چیز جس کو میں نے بہت سراہا وہ خلیفہ وقت کا نیوکلیئر ہتھیاروں کو استعمال کے متعلق متنبہ کرنا تھا۔ آج کل کے حالات میں اس قسم کا پر حکمت پیغام سن کر بہت اچھا لگا۔

تو یہ تو تھے بعض لوگوں کے تاثرات۔ اب بعض اور معلومات ہیں، متعلقہ باتیں ہیں، وہ بھی بیان کر دیتا ہوں۔ یہاں مسجد زائن (Zion) میں ہی جیسا کہ آپ نے ایم ٹی اے میں دیکھ بھی لیا ہوگا، ڈووی کے مباہلہ کے حوالے سے ایک نمائش لگائی گئی تھی اور جو اخباروں نے شائع کیا تھا، ان اخباروں کی کٹنگ بھی وہاں تھی۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام نے مجموعہ اشتہارات جلد سوم میں بتیس 32 اخبارات کے نام لکھے ہیں اور ساتھ تحریر فرمایا ہے "یہ اخبار صرف وہ ہیں جو ہم تک پہنچے ہیں۔ اس کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں اخباروں میں یہ ذکر ہوا ہو گا۔"
(مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ: 416)

چنانچہ جماعت امریکہ نے اس حوالے سے مزید تحقیق کی اور مزید اخبارات تلاش کیے۔ ان بتیس اخبارات کے علاوہ جن کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے مزید ایک سو اٹھائیس اخبارات ایسے ملے ہیں جن میں ڈووی کو دیے جانے والے مباہلے کے چیلنج کا ذکر ہے۔ اس طرح اس زمانے میں ان اخبارات کی کل تعداد 160 تک چلی گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں امریکہ کے 160 اخباروں نے یہ بیان دیا۔ یہ تمام اخبارات ڈیجیٹل صورت میں مسجد فتح عظیم کے ساتھ لگائی جانے والی نمائش میں موجود ہیں اور لوگوں نے آ کے دیکھے۔

پھر زائن مسجد کے افتتاح کی دنیا نے بھی خبریں دیں۔ امریکن نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس (Associated Press) نے میرا دورہ زائن جو تھا اور مسجد فتح عظیم کے افتتاح کے حوالے سے مضمون بھی شائع کیا۔ اس کا عنوان تھا کہ Two prophets, century- old prayer duel inspire Zion mosque یعنی زائن کی مسجد کی بنیاد دو نبیوں کے درمیان ایک صدی پرانا مباہلہ ہے۔ اس میڈیا آؤٹ لٹس کی ویب سائٹ کے مطابق تقریباً دنیا کی آدھی آبادی اس کے قارئین ہیں۔ یہ مضمون مجموعی طور پر دنیا کے تیرہ ممالک کے 412 آؤٹ لٹس اور اخبارات میں شائع ہوا بشمول واشنگٹن پوسٹ، اے بی سی نیوز، ٹورنٹو سٹار، دی ہل (The Hill) اور بہت سے دوسرے مشہور اخبارات ہیں۔ یہ مضمون بھی ایسوسی ایٹڈ پریس کے ٹاپ دس مضامین میں شامل تھا۔ یہ نہیں کہ توجہ نہیں تھی بلکہ یہ دس اہم مضمونوں میں شامل ہوا۔ مضمون میں یہ بتایا گیا تھا کہ زائن میں 115 سال پہلے ایک مقدس معجزہ ہوا تھا۔ دنیا بھر کے لاکھوں احمدی مسلمان اس پر یقین رکھتے ہیں۔ احمدی اس چھوٹے شہر کو جو شکاگو سے چالیس میل دور مشی گن جھیل کے ساحل پر واقع ہے ایک خاص مذہبی اہمیت دیتے ہیں۔ اس شہر سے احمدیہ جماعت کا لگاؤ ایک صدی سے زیادہ پہلے مباہلہ اور ایک پیشگوئی کے ساتھ شروع ہوا تھا۔ زائن شہر کی بنیاد 1900ء میں ایک مسیحی تھیوکریسی کے طور پر جان الیگزینڈر ڈووی نے رکھی تھی جو ایک ایونجلسٹ (Evangelist) اور ابتدائی پینٹی کوسٹل (Pentecostal) مبلغ تھا۔ احمدیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے بانی حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ڈووی کے اسلام کے خلاف بدزبانی اور حملوں کے جواب میں اسلام کا دفاع کیا اور اسے صرف دعاؤں کا ہتھیار استعمال کر کے روحانی جنگ میں شکست دی۔ تقریباً تمام زائن کے موجودہ باشندوں کو اس پرانے دور کی مقدس لڑائی کا کوئی علم نہیں ہے لیکن احمدیوں کے لیے یہ مقدس لڑائی وہ ہے جس نے شہر زائن کے لیے ایک ابدی تعلق قائم کیا ہے۔ دنیا بھر سے ہزاروں احمدی مسلمان اس صدی پرانے معجزے کو یاد کرنے کے لیے اور زائن شہر کی تاریخ اور ان کے عقیدے کے ایک اہم سنگ میل، شہر کی پہلی احمدیہ مسجد کے افتتاح کو منانے کے لیے شہر میں جمع ہوئے۔ پھر اس مضمون میں اَور بھی آگے لکھتا ہے۔ اور ڈووی کے بارے میں اس نے اس کی پرانی تاریخ کافی بیان کی ہے۔ پھر کہتا ہے کہ احمدیوں کا عقیدہ ہے کہ ان کے بانی جو 1835ء میں پیدا ہوئے وہ مصلح تھے جن کی خوشخبری بانیٔ اسلام نے دی

تھی۔ ان کا عقیدہ یہ بھی ہے مرزا غلام احمدؑ حضرت عیسیٰؑ کے مثیل کے طور پر آمد ثانی ہیں۔ اس کے علاوہ کینیڈا میں دورہ زائن اور مسجد فتح عظیم کے افتتاح کی بڑے وسیع پیمانے پر بہت کوریج ہوئی ہے۔

کینیڈا میں اللہ کے فضل سے نو بڑے اخبارات، چھ آن لائن پبلیکیشنز اور ایک ریڈیو سٹیشن کے ذریعہ دورۂ زائن کی کوریج ہوئی۔ کینیڈا میں آٹھ لاکھ ستاون ہزار لوگوں تک پیغام پہنچا۔ امریکہ، کینیڈا کے علاوہ یوکے، یونان، سیرالیون، تائیوان، انڈیا، ہانگ کانگ، پیرو، فلپائن، ساؤتھ افریقہ، تنزانیہ اور ویت نام کی آئن لائن اخبارات نے بھی کوریج دی۔ امریکن نیوز ایجنسی ایسوسی ایٹڈ پریس جس کا میں نے حوالہ دیا اس کا یہ آرٹیکل امریکہ میں دو سو اخبارات میں پرنٹ ہوا اور 176 آن لائن اخبارات میں شائع ہوا۔

اس کے علاوہ ایم ٹی اے افریقہ کے ذریعہ سے بھی اس فنکشن کی لائیو کوریج دی گئی۔ زائن (Zion) اور ڈیلس (Dallas) میں تقاریب کے موقع پر جو خطابات تھے وہ گیمبیا نیشنل ٹی وی، سیرالیون نیشنل ٹی وی، سینیگال ٹی وی سے لائیو نشر ہوئے۔ اس کو لکھو کھہا افراد نے دیکھا۔ کہتے ہیں زائن میں مسجد فتح عظیم کی تقریب سے آدھا گھنٹہ قبل ہمارے سٹوڈیوز میں لائیو نشریات کا آغاز ہوا جن کے ذریعہ لوکل زبانوں میں الیگزینڈر ڈووی کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کا پس منظر بیان کیا گیا۔ افریقہ بھر میں نیوز رپورٹس کے ذریعہ بھی، ٹی وی ریڈیو اور اخبارات میں کوریج ملی۔ یوگنڈا میں پانچ چینلز اور گھانا، نائیجیریا، لائبیریا، سیرالیون، روانڈا کے ٹی وی چینلز پر یہ نیوز رپورٹس شائع ہوئیں۔

امیر صاحب سیرالیون لکھتے ہیں کہ ان کے بیس سال پرانے ایک دوست تھے جنہوں نے جلسہ سالانہ یوکے کے موقع پر اس سال بیعت کی تھی۔ جب زائن کا پروگرام دیکھا کہنے لگے کہ جس دن میں نے بیعت کی اس رات مجھے بہت سخت افسوس ہوا کہ بیعت کرنے میں مجھے اتنی دیر کیوں لگی لیکن اگر میں سچ کہوں تو جس دن میں نے زائن کی مسجد کا پروگرام دیکھا میں نے اپنے آپ کو کہا کہ اگر امیر صاحب الیگزینڈر ڈووی والا واقعہ مجھے پہلے سنا دیتے تو شاید میری بیعت بیس سال پہلے ہو جاتی۔ میں کبھی بھی کسی مذہبی واقعہ سے اس طرح قائل نہیں ہوا جیسا کہ زائن کی اس پیشگوئی سے ہوا ہوں۔ میں نے اس زمانے کا سب سے بڑا چیلنج دیکھا ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ واقعہ ہمارے زمانے میں مغربی میڈیا کی مکمل چھان بین کے تحت ہوا ہے۔ حضرت امام مہدی نے مستقبل کی اس طرح پیشگوئی کی ہے کہ گویا وہ وہاں موجود تھے جہاں سے خدا فیصلے کرتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ میرے خیال میں جب بھی ہم غیر از جماعت لوگوں کو تبلیغ کریں ہمیں زائن کی پیشگوئی کا ذکر ضرور کرنا چاہیے کیونکہ یہ ایک بہت مؤثر پیشینگوئی اور دلیل ہے۔ جس دن میں نے بیعت کی اس رات مجھے لگا تھا کہ شاید میں نے صحیح فیصلہ کیا ہے مگر زائن کی پیشگوئی کے بعد میں نے سکون کا سانس لیا اور اس بات پر پورا یقین ہوا کہ میری بیس سالہ حق کی تلاش رائیگاں نہیں گئی۔ میں نے یقیناً درست فیصلہ کیا۔ اس کے علاوہ پھر وہاں جو اور activities تھیں ان میں واشنگٹن میں، مسجد میری لینڈ میں گھانا، سیرالیون کے سفراء سے بھی باتیں ہوئیں۔ ان کے ملکوں کے حالات کے بارے میں بھی باتیں ہوئیں۔ ان سے اچھی میٹنگ ہو گئی۔ پھر نومبائعین سے بھی میٹنگ ہوئی۔ پینتالیس کے قریب وہاں نومبائعین

آئے ہوئے تھے۔ پرانے امریکن احمدیوں کو بھی تلاش کرنے کا میں نے ان کو کہا تھا۔ ان میں سے بھی چند ایک انہوں نے تلاش کیے تھے اور نئے بیعت کرنے والوں کی وہاں مخالفت بھی ہوئی لیکن ثابت قدم رہے۔

ایک نومبائع نے بیان کیا کہ ان کی فیملی کو علم ہوا تو انہوں نے بہت مخالفت کی۔ اس کے بعد اس کو چھوڑ کے چلے گئے۔ پھر بنگلہ دیش کے ایک احمدی ہیں وہ کہنے لگے کہ مجھے مربی صاحب نے بڑا وقت لگا کر بڑے تحمل سے سمجھایا ہے اور اب مجھے سمجھ آ گئی ہے اور پھر بڑے جوش سے انہوں نے باقی نومبائعین کو کہا کہ میں نے اسلام احمدیت کو اب سمجھا ہے اور میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ صحیح اسلام یہی ہے۔ اس لیے کبھی نہ اسے چھوڑنا۔

ایک نومبائع امریکن کرسٹوفر (Christopher) جو عیسائیت سے احمدی ہوئے ہیں انہوں نے بیعت کے لیے درخواست کی تھی چنانچہ بیعت بھی ہوئی اور بیعت کا بھی وہاں لوگوں پہ اچھا اثر ہوا۔ وہاں رہنے والے جو پرانے احمدی تھے یا بہت سارے نئے لوگ، پاکستانی رفیوجیز (refugees) مختلف ملکوں سے ہو کے وہاں آئے ہوئے ہیں، ان کو بھی بیعت کا موقع مل گیا اور بڑی جذباتی کیفیت اس کی وجہ سے طاری ہوئی۔

بہرحال اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجموعی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اس دورے کو ہر لحاظ سے اپنے فضلوں سے نوازا ہے۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ہمیشہ نوازتا رہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 11 / نومبر 2022ء جلد 29 شمارہ 90 صفحہ 5 تا 10)

43

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28/ اکتوبر 2022ء بمطابق 28/ اخاء 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکرؓ کے مناقب:

بدری صحابہ کے ضمن میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا اور آپؓ کے مناقب کا ذکر چل رہا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا مقام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کے بارے میں کیا سمجھتے تھے یا آپؓ کو کیا مقام دیتے تھے اس بارے میں بعض روایات ہیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو یہ سعادت اور فضیلت حاصل ہے کہ مکی دَور میں حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ایک دو دفعہ تشریف لے جاتے تھے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیﷺ واصحابہ الی المدینۃ، روایت نمبر 3905)

حضرت عمرو بن عاصؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ذات السلاسل کی فوج پر سپہ سالار مقرر کر کے بھیجا اور کہتے ہیں مَیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ مَیں نے کہا لوگوں میں سے کون آپؐ کو زیادہ پیارا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عائشہؓ۔ **میں نے کہا مردوں میں سے؟ آپؐ نے فرمایا ان کا باپ۔** میں نے کہا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا پھر عمر بن خطابؓ اور آپؐ نے اسی طرح چند مَردوں کو شمار کیا۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب قول النبیﷺ لو کنت متخذًا خلیلًا حدیث 3662)

حضرت سلمہ بن اکوعؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابو بکر سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو۔

(کنزالعمال جلد 6 جزء 11 صفحہ 248 فضائل ابوبکر الصدیقؓ روایت نمبر 32548 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

حضرت انس بن مالکؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمّت میں سے میری اُمّت پر سب سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ابو بکر ہے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب معاذ بن جبل ... روایت نمبر 3790)

حضرت ابو سعیدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلند درجات والے جو اُن کے نیچے والے ہیں وہ ان کو دیکھیں گے جس طرح تم طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو یعنی بلند درجات والے ایسے بلند درجہ پر ہوں گے کہ جو نیچے درجے کے ہوں گے وہ ان کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم طلوع ہونے والے ستارے کو آسمان کی طرف دیکھتے ہو، آسمان کے افق میں دیکھتے ہو۔ اور ابو بکر و عمر اُن میں سے ہیں۔ یعنی وہ بلند ہیں۔ ان

کولوگ اس طرح دیکھیں گے جس طرح بلند ستارے کو دیکھا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اور وہ دونوں کیا ہی خوب ہیں۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیقؓ...روایت نمبر 3658)

حضرت ابوہریرہؓ نے بیان کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی کا ہم **پر کوئی احسان نہیں مگر ہم نے اس کا بدلہ چکا دیا سوائے ابو بکرؓ کے**۔ اس کا ہم پر احسان ہے اور اس کو اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر، روایت نمبر 3661)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں فرمایا:

لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال سے مجھ پر ابو بکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو۔ اگر میں لوگوں میں سے کسی کو خلیل بناتا تو ضرور ابو بکر کو ہی خلیل بناتا لیکن اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے۔ اس مسجد میں تمام کھڑکیوں کو میری طرف سے بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الخوخة والممر فی المسجد، روایت نمبر 467)

یہ صحیح بخاری کی روایت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ابو بکر مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔ ابو بکر دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہیں۔

(کنزالعمال جلد6 جزء 11 صفحہ 248فضل أبو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ حدیث نمبر 32547 دار الکتب العلمیة بیروت 2004ء)

سنن ترمذی کی روایت یہ ہے کہ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے۔ اہل جنت کے بڑی عمر والوں کے پہلوں میں سے اور آخرین میں سے سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔ اے علی! ان دونوں کو نہ بتانا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر، روایت نمبر 3664)

راوی کہتے ہیں کہ جب آپؐ نے یہ روایت کی تو حضرت علیؓ کو بتانے سے روک دیا۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین اور انصار میں سے اپنے صحابہؓ کے پاس باہر تشریف لاتے اور بیٹھے ہوتے اور ان میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوتے۔ تو ان میں سے کوئی بھی اپنی نظر آپؐ کی طرف نہ اٹھاتا سوائے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے۔ وہ دونوں آپؐ کی طرف دیکھتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف دیکھتے اور وہ آپؐ کی طرف دیکھ کر مسکراتے اور آپؐ ان دونوں کو دیکھ کر مسکراتے۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر، روایت نمبر 3668)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا تم **حوض پر میرے ساتھی ہو اور غار میں میرے ساتھی ہو۔**

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر ، روایت نمبر3670)

حضرت جبیر بن مطعمؓ نے بیان کیا کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی، آپؐ سے کسی چیز کے بارے میں بات کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں کوئی ارشاد فرمایا۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا کیا خیال ہے اگر میں آپؐ کو نہ پاؤں یعنی آپؐ کے بعد، وفات کے بعد اگر

مجھے ضرورت ہو تو آپؐ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کے پاس آنا۔

(سنن الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر، روایت نمبر3676)

وہ تمہاری ضرورت پوری کر دے گا۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ان دونوں میں سے ایک آپؐ کے دائیں جانب تھا اور دوسرا آپؐ کے بائیں جانب اور آپؐ ان دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے اور فرمایا۔ اس طرح ہم قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٌ حدیث نمبر 3669)

حضرت عبد اللہ بن حَنْطَبؓ سے مروی ہے کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھا اور فرمایا یہ **دونوں کان اور آنکھیں ہیں** یعنی میرے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٌ حدیث نمبر 3671)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو وزیر ہوتے ہیں اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں۔ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر جبرئیل اور میکائیل ہیں اور **زمین والوں میں سے میرے دو وزیر ابو بکر اور عمر ہیں۔**

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ مَنَاقِبِ أَبِي بَكْرٍ الصّدِّيقِ حدیث نمبر 3680)

پھر آپؓ کو جنت کی بشارت بھی دی۔ سعید بن مُسَیَّبْ نے کہا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنے گھر میں وضو کیا۔ پھر باہر نکلے اور کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لگا رہوں گا اور آج سارا دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہوں گا۔ یعنی وہ دن انہوں نے آپؐ کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ انہوں نے کہا کہ وہ مسجد میں آئے اور انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بابت پوچھا۔ لوگوں نے کہا کہ باہر نکلے ہیں اور اس طرف گئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پوچھتا پچھاتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بئر اَرِیس (مسجد قبا کے قریب ایک کنواں تھا) میں داخل ہو گئے۔ میں دروازے کے پاس بیٹھ گیا اور اس کا دروازہ کھجور کی شاخوں کا تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاجت سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف گیا تو کیا دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بئر اَرِیس پر بیٹھے ہیں اور اس کی منڈیر کے وسط میں تھے اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھائے ہوئے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو کنویں میں لٹکائے ہوئے تھے یعنی اپنے دونوں پاؤں لٹکائے ہوئے تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ پھر واپس مڑا اور دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے کہا آج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دربان بنوں گا۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آئے اور انہوں نے دروازے کو دھکیلا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا ابو بکر۔ میں نے کہا ٹھہریے۔ پھر میں نے جا کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو بکر ہیں جو اجازت چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں

آیا یہاں تک کہ میں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا اندر آجائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ اندر آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیں طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منڈیر پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیے جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا تھا اور اپنی پنڈلیوں سے کپڑا اٹھالیا۔ پھر میں واپس آیا اور بیٹھ گیا اور میں اپنے بھائی کو چھوڑ کر آیا تھا کہ وضو کر کے مجھ سے آملے۔ میں نے دل میں کہا کہ اگر اللہ فلاں کے بارے میں بھلائی کا ارادہ رکھتا ہے، ان کی مراد اپنے بھائی سے تھی۔ تو وہ اس کو لے آئے گا۔ کیا دیکھا کہ کوئی انسان دروازے کو ہلا رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ اس نے کہا عمر بن خطاب۔ میں نے کہا ٹھہریے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور میں نے کہا عمر بن خطاب ہیں۔ وہ اجازت چاہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں آیا۔ میں نے کہا اندر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی ہے۔ وہ اندر آئے اور منڈیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور اپنے پاؤں کنویں میں لٹکا دیے۔ پھر میں لوٹ آیا اور بیٹھ گیا۔ میں نے کہا اگر اللہ نے فلاں کی بہتری چاہی تو اس کو لے آئے گا۔ دوبارہ اپنے بھائی کے بارے میں سوچا۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ وہ دروازے کو ہلانے لگا۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا عثمان بن عفان۔ میں نے کہا ٹھہریے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو اجازت دو اور ان کو جنت کی بشارت دو۔ اور حضرت عثمانؓ کے بارے میں ساتھ یہ بھی فرمایا کہ باوجود اس ایک بڑی مصیبت کے جو انہیں پہنچے گی ان کو جنت کی بشارت دو۔ میں ان کے پاس آیا اور میں نے ان سے کہا اندر آئیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؐ کو جنت کی بشارت دی ہے باوجود ایک بڑی مصیبت کے جو آپؓ کو پہنچے گی۔ وہ اندر آئے اور دیکھا کہ منڈیر کا ایک کنارہ بھر گیا ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دوسری طرف بیٹھ گئے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ " لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا " حدیث نمبر3674)
(فرہنگ سیرت صفحہ 70 زوار اکیڈمی کراچی 2003ء)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم احد پر چڑھے اور آپؐ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ تھے تو وہ ہلنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا:

اے احد ٹھہر جا:

احد! ٹھہر جا۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا پاؤں بھی مارا کیونکہ تم پر اَور کوئی نہیں صرف ایک نبی اور ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب مناقب عثمان بن عفانؓ حدیث3699)

حضرت سعید بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نو 9 لوگوں کے بارے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنتی ہیں اور اگر دسویں کے بارے میں بھی یہی کہوں تو گنہگار نہیں ہوں گا۔ انہوں نے کہا کیسے؟ انہوں نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ پہلی روایت بخاری کی تھی یہ ترمذی کی ہے اور اس میں

حرا کا ذکر ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہر ارہ اے حرا! یقیناً تجھ پر ایک نبی یا صدیق یا شہید ہیں۔ کسی نے پوچھا: وہ دس جنتی لوگ کون ہیں۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ اور عبد الرحمٰن بن عوفؓ ہیں اور کہا گیا کہ دسواں کون ہے تو سعید بن زید نے کہا وہ میں ہوں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب سعید بن زید حدیث 3757)

(اسد الغابہ جلد2 صفحہ 478 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2003ء)

عشرہ مبشرہ ایک وضاحت:

یہاں یہ بھی واضح ہو جائے کہ اس روایت میں ان دس عظیم المرتبت صحابہ کا ذکر ہے جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دے دی تھی۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب بھی تھے اور مشیر بھی تھے جن کو سیرت کی اصطلاح میں عشرہ مبشرہ کہتے ہیں یعنی دس وہ لوگ جنہیں جنت کی بشارت دی گئی تھی لیکن یہ مد نظر رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف دس کے بارے میں ہی جنت کی بشارت نہیں دی تھی بلکہ اس کے علاوہ بھی متعدد ایسے صحابہ اور صحابیات ہیں جن کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی تھی۔ چنانچہ ان دس کے علاوہ کم و بیش پچاس کے قریب صحابہ و صحابیات کے ناموں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس کے علاوہ جنگِ بدر میں شامل ہونے والوں جو کہ تین سو تیرہ کے قریب تھے اور جنگِ احد میں شامل ہونے والوں اور بیعتِ رضوان صلح حدیبیہ کے موقع پر شامل ہونے والوں کے متعلق بھی جنت کی خوشخبری دی گئی تھی۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے آج کون روزہ دار ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون تم میں سے آج جنازے کے ساتھ گیا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا میں نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کس نے آج کسی مریض کی عیادت کی؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کہ میں نے۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس آدمی میں یہ سب باتیں جمع ہو گئیں وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی بکرؓ، حدیث نمبر 4386 مترجم اردو شائع کردہ نور فاؤنڈیشن جلد 13 صفحہ 7)

یہ صحیح مسلم کا حوالہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبریل میرے پاس آیا اور اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت داخل ہو گی۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا کاش! میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی اسے دیکھتا تو آپؐ نے فرمایا اے ابو بکر! تم میری اُمّت میں سے سب سے پہلے ہو جو جنت میں داخل ہو گے۔

(کنز العمال جلد6 جزء 11 صفحہ 544 فضل ابوبکر صدیقؓ حدیث نمبر 32551 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی بات کو بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ مجلس میں تشریف رکھتے تھے اور آپؐ کے ارد گرد صحابہ کرام بیٹھے ہوئے تھے کہ آپؐ نے یہ ذکر کرنا شروع کر دیا کہ جنت میں یوں ہو گا، یوں ہو گا اور پھر ان انعامات کا ذکر فرمایا جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے مقدر

فرمائے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے یا رسول اللہؐ! دعا کیجئے کہ جنت میں مَیں بھی آپؐ کے ساتھ ہوں۔ بعض روایتوں میں ایک اَور صحابی کا نام آتا ہے اور بعض روایتوں میں حضرت ابو بکرؓ کا نام آتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں امید کرتا ہوں کہ تم میرے ساتھ ہو گے اور میں اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتا ہوں کہ ایسا ہی ہو۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو قدرتی طور پر باقی صحابہ کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہوا کہ ہم بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کریں کہ ہمارے لئے بھی یہی دعا کی جائے۔

پہلے تو وہ اس خیال میں تھے کہ ہمارے یہ کہاں نصیب ہیں کہ ہم جنت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوں مگر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یا بعض روایتوں کے مطابق کسی اَور صحابی نے یہ بات کہہ دی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا بھی فرمائی تھی تو اب انہیں نمونہ مل گیا اور انہیں پتہ لگ گیا کہ یہ عمل ناممکن نہیں بلکہ ممکن ہے۔ چنانچہ ایک اَور صحابی کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ جنت میں مجھے آپؐ کے ساتھ رکھے۔ آپؐ نے فرمایا: خدا تعالیٰ تم پر بھی فضل کرے مگر جس نے پہلے کہا تھا اب تو وہ دعا لے گیا۔" (خطبات محمود جلد 19 صفحہ 427، 428)

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو شخص فلاں عبادت میں زیادہ حصہ لے گا وہ جنت کے فلاں دروازہ سے گزارا جائے گا اور جو فلاں عبادت میں زیادہ حصہ لے گا وہ فلاں دروازہ سے گزارا جائے گا۔ اسی طرح آپؐ نے مختلف عبادات کا نام لیا اور فرمایا: جنت کے سات دروازوں سے مختلف اعمال حسنہ پر زیادہ زور دینے والے لوگ گزارے جائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! مختلف دروازوں سے تو وہ اس لئے گزارے جائیں گے کہ انہوں نے ایک ایک عبادت پر زور دیا ہو گا لیکن یا رسول اللہؐ! اگر کوئی شخص ساری عبادتوں پر ہی زور دے تو اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ آپؐ نے فرمایا: وہ جنت کے ساتوں دروازوں سے گزارا جائے گا اور اے ابو بکرؓ! میں امید کرتا ہوں کہ تم بھی انہی میں سے ہو گے۔"

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 624)

یہ ذکر تو ان شاء اللہ آئندہ چلے گا۔ اس وقت میں بعض مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں اور ان کے جنازے بھی بعد میں پڑھاؤں گا۔

پہلا ذکر ہے مکرم عبد الباسط صاحب جو امیر جماعت انڈونیشیا تھے۔ 8/ اکتوبر کو اکہتر سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ یہ مولوی عبد الواحد ساٹری صاحب کے بیٹے تھے اور ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اکیس سال کی عمر میں 20/ ستمبر 1972ء کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے۔ 1981ء کے آغاز میں جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کا امتحان پاس کیا۔ 1981ء کو بطور مبلغ اپنے ملک انڈونیشیا واپس تشریف لے گئے۔ 87ء میں مجلس عاملہ انڈونیشیا کے مشورہ سے تجویز ہوا کہ تھائی لینڈ میں تبلیغ کے پیش نظر ایک انڈونیشین مبلغ کو کوالالمپور ملائیشیا کی نیشنلیٹی حاصل کر کے تھائی لینڈ میں تبلیغ کے لیے بھیجا جائے تو ان کا نام پیش ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے منظوری فرمائی اور یہ وہاں تھائی لینڈ چلے گئے۔ بعد میں پھر ان کا تقرر انڈونیشیا میں ہو گیا اور تادمِ آخر یہ انڈونیشیا

میں ہی رہے اور ایک لمبا عرصہ امیر کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ چالیس سال تک ان کا خدمت کا عرصہ ہے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور دو بیٹیاں شامل ہیں۔

ان کی اہلیہ موسلی واتی (Musliwati) صاحبہ کہتی ہیں کہ مرحوم سلسلہ کا بہت درد رکھتے تھے اور جماعت کو ہر چیز پر ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ بحیثیت بیوی میں ان کی جماعت کی لگن اور خدمات کا اعتراف کرتی ہوں۔ ان کے ایک بھتیجے طاہر صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں مرحوم مرکز سے آنے والی ہدایت کی مکمل طور پر اطاعت کرتے۔ ایک دفعہ مرحوم نے بتایا کہ فیملی سے ملنے کے لیے ملائیشیا جانے کا پروگرام تھا، اس کے لیے ہوائی جہاز کا ٹکٹ بھی خریدا ہوا تھا لیکن کہتے ہیں تقریباً ایک ہفتہ کے بعد جب میں دوبارہ ملا تو پوچھا آپ ملائیشیا کیوں نہیں گئے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ مرکز کی طرف سے جو خط موصول ہوا ہے اس میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔ اس لیے میں نے ملائیشیا جانے کا ارادہ ترک کر دیا ہے اور ٹکٹ کی بھی کوئی پروا نہیں کی۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے ایک عہدے دار ہیں، وہ کہتے ہیں بڑے پیار سے، محبت سے ہمیں سکھاتے اور سمجھاتے۔ امیر جماعت ہونے کے باوجود جماعت سے سہولتیں نہیں مانگتے تھے۔ جماعت کی طرف سے جو بھی ملتا بخوشی استعمال کرتے۔ سادگی کو ترجیح دیتے۔ دفتری اوقات میں کئی دفعہ خود ہمارے پاس آکر بیٹھ جاتے اور خطوط کو ملاحظہ کر کے نوٹ لکھواتے تھے۔ مبلغین کا بہت احترام کرتے تھے۔ بہت گہرا اور وسیع علم رکھنے والے تھے۔ ہمیشہ جب بھی کوئی فیصلہ کرتے تو عاملہ ممبران سے ہمیشہ مشورہ طلب کیا کرتے۔ باوقار مگر عاجزی سے بھرے ہوئے وجود تھے۔ نہایت ملنسار اور ہر ایک بڑے چھوٹے سے خوش خلقی سے پیش آتے تھے۔ خلافت سے بے انتہا محبت تھی۔ ہمیں تلقین کرتے تھے کہ خلیفۂ وقت کے حکم پر اپنی سب آراء کو چھوڑ کر فوراً عمل کرنا چاہیے۔ جماعتی نظام کو فوقیت دیتے تھے۔ جماعتی اموال پر گہری نظر اور بھرپور حفاظت کرنے والے تھے۔ کسی بھی خلاف ورزی پر آپ سختی سے پیش آتے تھے۔ اکثر دوسرے کارکنوں سے پہلے دفتر آتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے دفتر نہ آسکتے یا دیر سے آتے تو سٹاف کو ضرور اطلاع دیتے تھے بلکہ جب آپ دفتر سے کسی معاملے کے لیے باہر جاتے خواہ تھوڑی دیر کے لیے جائیں تو پھر بھی دفتر کے عملے کو اطلاع ضرور دے کے جاتے تھے۔ رپورٹس یا خطوط کو چیک کرتے وقت مرحوم نہایت محتاط تھے۔ مکمل طور پر ہر ایک چیز کو دیکھتے تھے اور اگر فوری کام کی ضرورت ہوتی تو رات دیر تک کام میں مصروف رہتے۔ احمدیوں سے ملنے کے لیے جاتے تو احمدی کہتے ہیں کہ ہمارے بچوں کے لیے ہمیشہ تحفے ساتھ لے کر جایا کرتے تھے۔ ہمیشہ پیار و محبت کا سلوک کرتے۔ ایک ایسے راہنما تھے جو ہمیشہ دوسروں کو خوش کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

امیر صاحب ہمارے لیے اور انڈونیشیا کے احمدیوں کے لیے گویا روحانی باپ تھے۔ جماعتی نظام اور روایات کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔ اور یہی خصوصیات ہیں جو ایک امیر میں ہونی چاہئیں۔ جب ناراض ہو جاتے تو ہر ایک کی عزت کا بھی خیال رکھتے۔ یہ نہیں کہ ناراضگی میں جو چاہا کہہ دیا۔ سزا دیتے وقت اصلاح کا پہلو ہمیشہ مدنظر ہوتا تھا۔ کوئی دشمنی نہیں ہوتی تھی، کینہ نہیں ہوتا تھا بلکہ اصلاح مقصد تھا۔ پھر کہتے ہیں بہت سارے احمدی یہاں اپنے جماعتی یا ذاتی کام میں آپ سے راہنمائی طلب کرتے تھے۔ آپ نے غیر معمولی محنت اور محبت کے ساتھ احباب جماعت

انڈونیشیا کا خیال رکھا۔ گذشتہ ایک سال سے بیمار تھے۔ اپنی بیماری کے ایام میں بھی حسب معمول مختلف میٹنگز اور رابطہ اور دورہ جات میں جماعتی خدمات ادا کرتے رہے۔ اس میں کمی نہیں آنے دی۔

محمود وردی صاحب جو انڈونیشین ڈیسک میں یہیں لندن میں رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ مزاج کے بعض پہلو بہت نمایاں ہیں جن میں سے سب سے نمایاں ان کا تبحر علمی ہے۔ بڑے علم دوست آدمی تھے۔ ہر آن حصولِ علم کا شوق تھا۔ مختلف موضوعات کے بارے میں وسیع معلومات رکھتے تھے۔ جس ٹاپک پر بھی بات ہوتی وہ اس پر سیر حاصل گفتگو کرنے پر عبور رکھتے تھے۔ جماعتی کتب پر مبنی علوم کے علاوہ باقی جنرل نالج پر بھی ان کو عبور تھا۔ باقاعدگی سے اخبارات کا مطالعہ کرتے رہتے۔ نیشنل اور انٹرنیشنل ہر قسم کی خبریں پڑھتے۔ چاہے وہ انڈونیشین میں ہوں یا انگلش میں ہوں۔ تقریر کرتے ہوئے زیادہ لمبی چوڑی تقریر نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ مختصر اور جامع خطاب کرتے اور تقریر میں لوگوں کو اپنی بات سادہ الفاظ میں سمجھا دیا کرتے۔ ہر طبقہ کے لوگ آرام سے ان کی کہی ہوئی بات سمجھ سکتے تھے۔ پھر کہتے ہیں روزمرہ لباس بڑا سادہ تھا لیکن باوقار انسان تھے۔ کسی قسم کا تکلف یا بناوٹ بالکل نہیں تھا۔ ہر طبقے کے لوگ ان کے ساتھ بیٹھ کر بے تکلفی سے بات کر لیا کرتے تھے لیکن ہمیشہ سب ان کی عزت و تکریم اور حفظ مراتب کا خیال رکھتے ہوئے ان کے ساتھ بات کیا کرتے تھے۔

فضلِ عمر فاروق صاحب وہاں مربیٔ سلسلہ ہیں، جامعہ میں استاد بھی ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں طفل کے ایام سے امیر صاحب کے قریب رہا۔ جب جماعت انڈونیشیا نہایت مشکل دور میں تھی تو آپ محنت اور صبر اور تحمل سے تمام احباب جماعت کی حوصلہ افزائی کرتے۔ انہیں صبر اور دعا کی تلقین کرتے رہے۔ جب بھی دعا کرتے تو بڑی رقت اور خشوع سے کرتے تھے۔ ہمیشہ وقت پر نماز کے لیے مسجد میں آتے۔ واقفین زندگی کا بہت خیال رکھتے تھے۔ جب کوئی مربی میدان عمل میں جانے لگتا تو آپ اپنی طرف سے اس کو کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور دیتے۔

سیف اللہ مبارک صاحب ہیں، یہ بھی جامعہ کے استاد ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ مولانا عبدالباسط صاحب واقفین زندگی کے لیے ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ جماعت کے ہر پروگرام میں ہمیشہ شامل ہوتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ نرمی اور احترام سے بات کرتے تھے۔ کسی بھی مجلس میں جاتے تو آپ کے آنے سے رونق ہو جاتی تھی۔ مسکراتے رہتے۔ کہتے ہیں جب جامعہ انڈونیشیا میں پڑھتا تھا تو مغرب کے بعد ہمارے ساتھ بیٹھتے اور حال چال پوچھتے اور ہلکی پھلکی باتیں ہوتیں۔

پھر نورالدین صاحب مربیٔ سلسلہ ہیں، انہوں نے بھی یہ لکھا ہے کہ ایسے امیر تھے جو اپنا نمونہ پیش کیا کرتے تھے۔ موصوف یہ کہتے ہیں کہ 2018ء میں ہماری مسجد کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس وقت ہمارے پاس چھ کروڑ روپے کی رقم تھی۔ انڈونیشین روپیہ کی قیمت بہت کم ہے تو کروڑوں اور بلینز میں باتیں ہوتی ہیں وہاں۔ اس لحاظ سے کہتے ہیں چھ کروڑ کی رقم تھی جبکہ مسجد کے لیے تقریباً ڈیڑھ ارب روپے کی ضرورت تھی۔ موصوف نے نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ مسجد کی تعمیر کرنے کے لیے جتنا بھی بجٹ مہیا ہوتا ہے اسی سے تعمیر شروع کرتے ہیں لیکن اس کے بعد ہم اللہ تعالیٰ کی مدد کا نظارہ دیکھیں گے۔ اگر ڈیڑھ ارب انڈونیشین روپیہ ہے تو کوئی ڈرنے کی ضرورت

نہیں۔ چھ کروڑ تمہارے پاس ہے۔ شروع کر دو۔ 10 / 1 بھی نہیں تھا۔ تین فیصد بلکہ چار فیصد تھا۔ یہ نصیحت کرنے کے بعد کہتے ہیں موصوف نے اپنی جیب سے بٹوا نکال کر ہمیں مسجد کے لیے کچھ رقم دی۔ یہیں سے احباب جماعت نے بھی بڑھ چڑھ کر اپنی بہترین قربانی پیش کرنی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ دو سال کے اندر مسجد کی تعمیر اسّی فیصد مکمل ہو گئی۔ پھر یہ pandemic کا زمانہ آ گیا۔ لوگوں کی آمدنی کم ہو گئی پھر مسجد کی تعمیر رک گئی۔ کہتے ہیں پھر ہم ان کے پاس گئے اور بتایا کہ مسجد کی تعمیر مکمل کرنا چاہتے ہیں لیکن تقریباً پندرہ کروڑ روپے کی، ڈیڑھ سو ملین کی ضرورت ہے۔ ہمیں امید تھی کہ مرکز ہماری مدد کر دے گا لیکن امیر صاحب نے کہا مرکز مدد نہیں کرے گا۔ آپ لوگ کسی سے مانگے بغیر یہ رقم پوری کر سکتے ہیں۔ پھر انہوں نے پوچھا کتنے احمدی ہیں۔ میں نے کہا 160 احمدی ہیں۔ یہ سن کر موصوف نے بڑے آرام سے مسکراتے ہوئے کہا کہ ہر ایک شخص سے کہیں کہ دس ملین یہ تقریباً سو پاؤنڈ سوا سو پاؤنڈ بنتے ہوں گے دے دیں تو یہ رقم پوری ہو سکتی ہے۔ کہتے ہیں شروع میں ہمیں یقین نہیں تھا کہ یہ کام اتنی آسانی سے ہو سکتا ہے لیکن جب ہم نے اس نصیحت پر عمل کرنا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے احبابِ جماعت کے دلوں میں ایک محبت اور جذبہ ڈال دیا وہ اپنے بہترین مال مسجد کی تعمیر کے لیے پیش کریں۔ اس کے علاوہ موصوف نے پھر بھی خود اپنی طرف سے کافی رقم پیش فرمائی۔ چنانچہ تین سال کے اندر فروری میں مسجد مکمل ہو گئی۔

پھر اپنے نہیں غیروں کے ساتھ بھی ان کے تعلقات تھے۔ لقمان حکیم سیف الدین صاحب سابق وزیر مذہبی امور (یہ احمدی نہیں ہیں) کہتے ہیں کہ مرحوم کو نیشنل سطح پر ایک شخصیت سمجھتا ہوں جو ہمیشہ انسانیت کو مقدم رکھتے تھے۔ آپ کہیں بھی جاتے ہمیشہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ کس طرح ہم انسانیت کی عزت، باہمی برداشت اور ہر ایک کا خیال رکھ سکتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ سب باتیں ہم سب کی ذمہ داری ہیں۔ نہ کہ صرف احمدیوں کی بلکہ سب انڈونیشین کی ذمہ داری ہے کہ ہم ان کے نقش قدم پر چلیں اور جو بھی نصائح انہوں نے ہمیں کی ہیں ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ جتنے بھی اختلافات اور فرق ہمارے درمیان ہیں وہ سب آپس میں نفرت پھیلانے اور انسانیت کی عزت کو گرانے کا باعث بنتے ہیں انہیں دور کریں۔

انڈونیشیا میں تیونس کے سفیر زہیری (Zuhairi) صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے امیر صاحب سے یہ بات سیکھی کہ کس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہلِ بیت اور علماء سے محبت کریں اور ان کی اعلیٰ تعلیمات پر عمل کریں۔ اگرچہ احمدیوں پر ظلم کیا گیا، گالیاں دی گئیں۔ انڈونیشیا میں بہت ظلم ہوا اور بڑی ہمت سے انہوں نے وہ جو دَور تھا وہ وہاں گزارا ہے اور بڑے طریقے سے سب احمدیوں کو سنبھالا۔ بہر حال یہ لکھتے ہیں کہ اگرچہ احمدیوں پر ظلم کیا گیا، گالیاں دی گئیں اور ناانصافی کا سلوک کیا گیا پھر بھی امیر صاحب نے ہمیں یہ سکھایا کہ کسی بھی حالت میں ہمیں اخلاص و وفا کے ساتھ دین، ملک اور انسانیت کی خدمت کرنی چاہیے کیونکہ پوری دنیا کے احمدیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ Love for all, Hatred for none ۔ مَیں گواہی دیتا ہوں کہ امیر صاحب اللہ تعالیٰ کے محبوب، عالم، سادہ مزاج اور با اخلاق شخصیت تھے۔

پھر نیشنل سطح پر ایک تنظیم کی راہنما نیا (Nia) شریف الدین صاحبہ لکھتی ہیں کہ امیر صاحب کی بات

کرنے کا انداز بہت ہی گہرا اثر کرنے والا تھا۔ اگرچہ نرمی اور ادب کے ساتھ بات کرتے تھے۔ پھر بھی اس میں حُبِّ وطن کے جذبات نمایاں تھے۔ گویا ان کی باتوں سے Love for all, Hatred for none ظاہر ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ مرحوم اچھے آدمی تھے اور ایسے لیڈر تھے جو ہمیشہ ایمان اور ہر ایک سے محبت کے جذبات کے ساتھ بات کرتے تھے۔

معراج الدین شاہد صاحب لکھتے ہیں کہ امیر کی حیثیت سے ان کی قیادت کے دوران جماعتِ احمدیہ انڈونیشیا کو بہت زیادہ مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور انڈونیشیا میں کئی مقامات پر احمدیوں پر حملے ہوئے۔ انہوں نے بڑی بہادری اور سکون کے ساتھ ان کا سامنا کیا۔ سرکاری افسران بھی ان کا احترام کرتے تھے۔ یہ ان کے اچھے روابط کی بدولت ہے۔

پرنسپل جامعہ احمدیہ انڈونیشیا معصوم صاحب لکھتے ہیں کہ امیر صاحب خلافت کے فدائی تھے۔ ہمسایہ ہونے کے ناطے اکثر اوقات نماز کے لیے میرے ساتھ مسجد جاتے تھے۔ وہ جب بھی دَورے کے لیے جاتے تو ضرور بتاتے کہ فلاں جماعتوں کے دَورے پر جارہا ہوں اور مجھے بھی کہا کرتے تھے کہ جایا کرو۔ جامعہ احمدیہ کا خاص خیال کرتے تھے۔ جامعہ احمدیہ بورڈ ممبر کی حیثیت سے طلبہ کا انٹرویو لیتے وقت ہمیشہ تلقین کرتے تھے کہ آپ لوگوں نے مبلغ بننا ہے اس لیے جماعتوں کے لیے ہر لحاظ سے نمونہ بننے کی کوشش کریں اور کہتے ہیں مجھے بھی ہدایت کرتے تھے اور ہر ایک کے بارہ میں انفرادی طور پر بھی بتاتے تھے کہ فلاں طالبعلم میں یہ کمی ہے۔ اس کو پورا کروانے کی پوری کوشش کریں۔ جامعہ کے طلبہ سے دلچسپی تھی۔

ارشاد ملہی صاحب امریکہ میں مربی سلسلہ ہیں۔ کہتے ہیں مَیں باسط صاحب کا جامعہ میں کلاس فیلو تھا اور روم میٹ بھی تھا۔ مجھے ان کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بہت زیرک اور کمال درجہ کے ذہین، خوش مزاج، ملنسار، ہنس مکھ طبیعت کے مالک تھے۔ بیڈمنٹن کے بہت اعلیٰ کھلاڑی تھے۔ ہمیشہ ربوہ میں جیتا کرتے تھے۔ یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے مجھے بتایا کہ جب وہ انڈونیشیا سے ربوہ جامعہ کے لیے آنے والے تھے تو انہی دنوں میں انہیں کسی کمپنی کی طرف سے بطور کھلاڑی ایک بہت بڑی آفر ملی تھی جس پر ان کے والد مکرم مولانا عبدالواحد صاحب کو بڑی فکر لاحق ہوئی کہ کہیں عبدالباسط اس بڑی آفر کی لالچ میں جامعہ جانے کا ارادہ تبدیل نہ کر لے۔ موصوف نے بتایا کہ جب انہوں نے اپنے والد کی یہ پریشانی دیکھی تو والد کو یقین دلایا اور یہ عہد کیا کہ میں کبھی دنیوی فائدے کے لیے دین کو نہیں چھوڑوں گا اور اس طرح بہت بڑے مالی فائدے کی آفر کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ پوری زندگی موصوف کی شاہد ہے کہ آپ نے دین کو ہمیشہ دنیا پر مقدم رکھا اور اس عہد کو نبھایا۔ خلافت سے بہت پیار کرنے والے تھے۔ فدائی اور جاں نثار وجود تھے۔ طالب علمی کے دَور سے ہی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے بہت قریب تھے۔ کہتے ہیں ہم ان کو چھیڑا کرتے تھے کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے بہت چہیتے ہیں۔ اسی **طرح ہر خلافت کے دَور میں انہوں نے بہت اخلاص و وفا کا نمونہ دکھایا۔** اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان جیسے مبلغین اور کارکنان اللہ تعالیٰ جماعت کو عطا فرماتا رہے۔ میں نے بھی ہمیشہ ان کو جیسا کہ میں نے کہا کامل اطاعت کرنے والا اور بڑا بے نفس انسان دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ جانے والوں کی

کمیاں بھی پوری فرماتا رہے۔ انڈونیشیا کے مربیان و مبلغین کو ان کے نمونے خاص طور پر سامنے رکھنے چاہئیں اور باقی دنیا کے مبلغین کو بھی۔ یہ پرانی باتیں نہیں ہیں۔ آج کل کے زمانے میں یہ لوگ تھے جنہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کیا اور وقف کا حق ادا کیا۔

اگلا ذکر ہے زینب رمضان صاحبہ کا۔ یوسف عثمان کامبالا یہ صاحب مربی سلسلہ تنزانیہ کی اہلیہ تھیں۔ یہ ستر سال کی عمر میں گذشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کے میاں یوسف عثمان کامبالا یہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ خاکسار کی اہلیہ بہت نیک، مخلص اور جماعت کے ہر کام میں شریک ہوتی تھیں۔ ہمسایوں سے بہت اچھے تعلقات رکھتی تھیں۔ غریبوں اور یتیموں کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ مربیان کی بہت خدمت اور عزت کرتی تھیں۔ چندوں میں ہمیشہ آگے ہوتی تھیں۔ جہاں بھی ہم رہے جماعتی کام کے لیے ہمیشہ پیش پیش رہتی تھیں۔ تمام احمدیوں سے بہت اخلاص کے ساتھ پیش آتی تھیں۔ دو اڑھائی سال سے کینسر کی مریضہ تھیں۔ علاج بھی بڑا کرایا۔ بہترین ڈاکٹروں سے بھی علاج بھی کروایا لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر غالب آئی اور گذشتہ دنوں ان کی وفات ہو گئی۔ لکھتے ہیں کہ جنازے میں شمولیت کے لیے ٹبورا اور مختلف علاقوں سے ایک ہزار کے قریب افراد موجود تھے جن میں غیر از جماعت رشتہ داروں نے بھی شرکت کی۔ تین بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں جو اب شادی شدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر حلیمہ بیگم صاحبہ اہلیہ شیخ عبد القدیر صاحب درویش قادیان کا ہے۔ گذشتہ ماہ ان کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ مرحومہ صوم و صلوٰۃ کی پابند، صابرہ شاکرہ، منکسر المزاج اور خوش اخلاق خاتون تھیں۔ بچوں کو بھی نماز اور تلاوت قرآن کریم کا پابند بنانے کے لیے محنت کرتی تھیں۔ جب تک صحت نے اجازت دی قادیان کے بچوں کو قرآن کریم پڑھاتی رہیں۔ خلافت کے ساتھ بہت محبت اور خلیفۂ وقت کی طرف سے کی گئی ہر تحریک پر لبیک کہتی تھیں۔ درویشی کے دَور کو بڑے صبر اور شکر سے انہوں نے گزارا اور غربت کے باجود کبھی کسی سوالی کو خالی ہاتھ نہ جانے دیتیں۔ مرحومہ کا گھر دارالمسیح کے قریب ہونے کی وجہ سے جلسہ سالانہ کے دنوں میں مہمانوں سے بھرا رہتا۔ مہمانوں کا نہایت خوش اخلاقی سے استقبال کر کے ان کی بھرپور رنگ میں مہمان نوازی کرتی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے بیٹے شیخ ناصر وحید صاحب بطور قائمقام ایڈمنسٹریٹر نور ہسپتال قادیان میں خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ ان کی تین بیٹیاں ہیں جو باہر ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔

اگلا ذکر مکرمہ میلے انیسا ایپسائی صاحبہ (کیریباس) کا ہے۔ ان کی زندگی کے حالات بھی عجیب ہیں اور قبول احمدیت کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ بڑی مخلص وفا شعار خاتون تھیں۔ ان کا گذشتہ دنوں انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ تہتر سال ان کی عمر تھی۔ خواجہ فہد صاحب مربی کیریباس کہتے ہیں کہ میلے انیسا ایپسائی صاحبہ کیریباس جماعت کی پہلی مسلمان اور پہلی احمدی تھیں۔ کسی طرح قرآن مجید کی ایک کاپی دنیا کے اس کونے میں مل گئی۔ ایک ایسی جگہ جہاں دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ کتابیں بھی مشکل سے نظر آتی تھیں۔ جب آپ کو قرآن مجید کا یہ نسخہ ملا تو خود پڑھنا شروع کر دیا۔ ترجمہ ساتھ ہو گا۔ اس کو پڑھنے کے بعد محترمہ میلے انیسا ایپسائی صاحبہ پر قرآن مجید

کا اتنا اثر ہوا کہ خود ہی دل میں ایمان لے آئیں اور اسی وقت سے پردہ شروع کر دیا۔ جب جماعت احمدیہ کے پہلے مبلغ سلسلہ حافظ جبرئیل سعید صاحب مرحوم کیریباس تشریف لائے تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں اس ملک میں کوئی مسلمان ہے تو سب نے محترمہ میلے انیسا ایپسائی صاحبہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس پورے ملک میں صرف ایک ہی ہے جو مسلمان ہے۔ خدا کا کیسا فضل ہے کہ محترمہ میلے انیسا ایپسائی صاحبہ نے جب دل میں اسلام قبول کیا تو سال کے اندر اندر ہی حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر مبلغ سلسلہ وہاں پہنچ گئے۔ اس بہادر نوجوان عورت نے مبلغ کے پہنچنے سے پہلے ہی اس وقت اپنے خاندان اور دوستوں میں اسلام کی تبلیغ بھی شروع کر دی تھی اور اس وجہ سے اس چھوٹے سے ملک میں جس میں ایک لاکھ کی آبادی تھی مشہور ہو گیا کہ ایک عورت مسلمان ہو گئی ہے۔ اس لیے جب مبلغ سلسلہ حافظ جبرئیل سعید مرحوم کیریباس کے ملک میں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی انہیں ایک سلطان نصیر عطا فرما دیا تھا جو جماعت کے لیے تیار ہوا ہوا تھا۔

ایک واحد مسلمان ہونے، پردہ کرنے اور لوگوں کو تبلیغ کرنے کی وجہ سے مشہور تھیں۔ جب پہلے مبلغ سلسلہ جبرئیل صاحب کیریباس آئے تو محترمہ میلے انیسا نے بیعت کر لی اور جماعت احمدیہ میں شامل ہو گئیں۔ آپ نے مبلغ سلسلہ کے رہنے کا انتظام کیا، سہولیات کا انتظام کیا، پھر تبلیغ میں لگ گئیں۔ کئی لوگ آپ کی تبلیغ کے باعث جماعت میں داخل ہوئے۔ آپ کو جماعت سے بہت محبت تھی۔ مربیان کرام کی بہت عزت کرتی تھیں۔ لوگوں کی سخت مخالفت کے باوجود آپ کا ایمان کبھی کمزور نہیں ہوا۔ جہاں بھی جاتیں پردہ کر کے جاتیں اور ان کا مسلمان لباس بھی تبلیغ کا ذریعہ بن گیا۔ باوجود اس کے کہ لوگ آپ کا مذاق اڑاتے، بعض دفعہ گالیاں بھی دیتے تھے، بحث بھی کرتے، تنگ بھی کرتے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے ایمان اور پردے کو گرنے نہیں دیا اور ایک عمدہ مثال چھوڑ دی کہ پردہ خدا کے لیے ہے تو پھر لوگوں کی مَیں کیوں فکر کروں کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ شروع شروع میں جب آپ نے اپنے دل میں اسلام کو قبول کیا تو نماز پڑھنا نہیں جانتی تھیں تو سجدے کے بغیر اپنے طور پر عبادت شروع کر دی۔ جب ان کے والد نے انہیں نئے طریقے سے عبادت کرتے دیکھا تو شدید غصہ کا اظہار کیا اور قرآن مجید کو پھاڑنے کی دھمکی دی۔ انہوں نے جواب میں اپنے باپ کو کہا کہ پھر بائبل کے بھی وہ صفحات پھاڑ دینے چاہئیں جس میں حضرت عیسیٰ کے خدا کے آگے سجدہ کا ذکر ہے۔ وہ اپنے عقیدے پر بہت بہادری سے قائم رہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے مبلغ سلسلہ کے آنے کی وجہ سے آپ نے خود بھی نماز سیکھی اور پھر لوگوں کو سکھائی۔ دنیا کے اس کونے میں جب سارے کے سارے لوگ اسلام کو بری نظر سے دیکھتے تھے اس وقت یہ مجاہدہ کھڑی ہو کر سب کا مقابلہ کرتی اور اسلام کی تعلیمات بغیر کسی ڈر کے پیش کرتی تھیں۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے آپ کسی سے نہیں ڈرتی تھیں۔ اس خوبی کی وجہ سے کافی لوگ اور کافی سیاستدانوں پر بھی آپ کا بہت رعب تھا اور اللہ تعالیٰ کا ایسا فضل ہوا کہ آپ کے اس رعب اور ایمان پر مضبوطی کی وجہ سے سیاستدانوں پر ایک دباؤ ایسا پڑا اور ان پر ایسا اثر ہوا کہ جماعت کی رجسٹریشن میں بھی انہوں نے تعاون کیا جو اس سے پہلے مخالفت کی وجہ سے منظور نہیں ہو رہی تھی۔ بہت سارے لوگ ایسے بھی تھے جو ان کو جانتے تھے اور ان کا رعب بھی ایسا تھا کہ وہ ان کی موجودگی میں اسلام کے

خلاف کوئی منفی بات نہیں کر سکتے تھے۔

آپ اپنا گھر ہمیشہ کھلا رکھتیں کہ لوگ آئیں اور جو بھی سوال کرنا چاہیں وہ کریں۔ اپنے گھر میں سب کو نماز کی باقاعدگی کی تلقین کرتی تھیں۔ بہت عرصہ کے لیے اپنا گھر نماز سینٹر بھی بنایا ہوا تھا۔ ان کا بیٹا احمد ایپسائی جب جوانی کی عمر کو پہنچا تو آپ نے اس کو جماعت کے لیے وقف کر کے جامعہ احمدیہ گھانا بھجوا دیا۔ لوگوں نے آپ کو بہت روکنا چاہا کہ کیوں تُو اپنے بیٹے کو ادھر بھیج رہی ہے۔ وہ تیرے بیٹے کو ادھر مار دیں گے لیکن آپ نے فخر سے اپنے بیٹے کو بھیجا لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر تھی کہ افریقہ جا کے احمد ایپسائی ملیریا کی وجہ سے بیمار ہوا اور وہاں وفات پا گیا۔ اس وقت یہی لوگ آئے اور کہا کہ دیکھو! اسلام جھوٹا ہے اس لیے تیرا بیٹا فوت ہو گیا ہے لیکن میلے انیسا ایپسائی صاحبہ نے اس کی کوئی پروا نہیں کی، کوئی توجہ نہیں دی اور اسلام پر مضبوطی سے قائم رہیں اور اسلام کی خاطر پہلے سے بھی بڑھ کے زور و شور سے کام کرنے لگیں۔ نہ ان کے ایمان پر کوئی فرق آیا اور نہ ہی ان کے پردے پر۔ آپ کے دوسرے بچے بھی اسلام پر ثابت قدم رہے۔ تبلیغ بھی جاری رہی۔

آپ نے اپنے پیچھے تین بیٹیاں اور ایک بیٹا چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو صبر عطا فرمائے اور اپنی ماں کی طرح اسلام اور احمدیت کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ان کے وہاں لگائے ہوئے بیج میں برکت ڈالے اور ان کی خواہش کے مطابق یہ چھوٹا سا جزیرہ احمدیت کی آغوش میں آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ایسی نڈر اور اپنا نمونہ قائم کرنے والی اور تبلیغ کا جوش رکھنے والی اور اپنے ایمان پر قائم رہنے والی خواتین اَور بھی جماعت کو عطا فرماتا رہے، ایسی مائیں اَور بھی عطا فرماتا رہے جنہوں نے مبلغین سے بڑھ کر تبلیغ کا حق ادا کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے، درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 18/ نومبر 2022ء جلد 29 شمارہ 92 صفحہ 05 تا 10)

44

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04/ نومبر 2022ء بمطابق 04/ نبوت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج نومبر کا پہلا جمعہ ہے اور حسبِ طریق نومبر کے پہلے جمعہ میں **تحریکِ جدید کے نئے سال کا اعلان** کیا جاتا ہے اور گذشتہ سال میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضلوں کی بارش برسائی ہے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ سو اس حوالے سے آج میں کچھ کہوں گا۔ سب سے پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیے کہ ہر کام کو چلانے کے لیے، اس کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مال کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے ایک موقع پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ہر نبی نے اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے مال کی تحریک کی۔ (ماخوذ از ملفوظات جلد1 صفحہ 233)

مالی قربانی کی اہمیت:

اور قرآنِ کریم میں بھی مختلف زاویوں اور پیرائے میں مومنوں کو مال کی قربانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ دین کی خاطر تم جو قربانیاں کرتے ہو، اپنا مال خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی انعامات سے نوازتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرض نہیں رکھتا۔ مثلاً ایک جگہ اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں کہ وہ کس طرح نوازتا ہے، کس قدر نوازتا ہے فرمایا کہ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۔ وَ اللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۔ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۔ (البقرہ: 262) یعنی ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ایسے بیج کی طرح ہے جو سات بالیں اگاتا ہے۔ ہر بالی میں سو دانے ہوں اور اللہ جسے چاہے (اس سے بھی) بڑھا کر دیتا ہے اور اللہ وسعت عطا کرنے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

پس یہ ہے مثال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے والے مومنوں کی کہ جو خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے قرض نہیں رکھتا بلکہ انہیں اس دنیا میں بھی نوازتا ہے اور آخرت میں بھی نوازتا ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے دین کی اشاعت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو بھیجا ہے اور آپؑ کے ماننے والوں کے ذمہ بھی یہ ذمہ داری لگائی ہے کہ اشاعتِ دین کے لیے، اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلانے کے لیے، دنیا کو خدائے واحد کے حضور جھکانے کے لیے اپنا فرض ادا کریں اور اگر وہ خالص ہو کر ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور انعاموں کے وارث ٹھہریں گے۔ ایک روایت میں آتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

نماز، روزہ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الجهاد باب فی تضعیف الذکر فی سبیل الله عزوجل حدیث2498)

یعنی مالی قربانیاں جو تم کرتے ہو ان کے ساتھ یہ چیزیں بھی ضروری ہیں۔ پس اس حدیث میں ایک حقیقی مومن کا نقشہ کھینچ دیا گیا ہے کہ ایک مومن کو یہی نہیں سمجھنا چاہیے کہ صرف مالی قربانی کر کے پھر اللہ تعالیٰ کو وہ کہے کہ میں نے تو اتنی مالی قربانی کی اور اپنے فرمان کے مطابق مجھے اب سات سو گنا بڑھا کر دے۔ نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ اپنی عبادتوں کے معیار بھی بلند کرنے ہوں گے، اپنے نفس کی حالت کو بھی بہتر کرنا ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے اپنی زبانوں کو بھی تر رکھنا ہو گا۔ لغویات سے پرہیز کرنا ہو گا اور خالص ہو کر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مالی قربانی بھی کرنی ہو گی پھر اللہ تعالیٰ اس طرح نوازتا ہے کہ بعض دفعہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ بسا اوقات اللہ تعالیٰ ہمارے تھوڑے سے عملوں کو بھی قبول فرماتے ہوئے اس طرح نوازتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت ہے کہ اس طرح نوازے اور اس سے پھر اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان بڑھتا ہے۔ اس کی باتوں پر یقین پہلے سے بڑھ جاتا ہے۔ لیکن یہ بہر حال انسان کی کوشش ہونی چاہیے کہ صرف اس بات پر خوش نہ ہو جائے کہ میں نے اتنی قربانی کی ہے اور باقی عمل نہیں بھی ہیں تو ضرور اللہ تعالیٰ مجھے انعامات سے نوازے گا۔

پس مالی قربانی کرنے والوں کو اپنی روحانی حالتوں کی طرف بھی نظر رکھنے کی بہت ضرورت ہے تبھی اللہ تعالیٰ کے انعاموں کے حقیقی وارث ٹھہریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ حقیقی مومنوں کو نوازتا رہا ہے۔ اس کی بے شمار مثالیں جماعت میں موجود ہیں۔ پہلوں کی مثالیں صرف ہم نہیں دیتے۔ پہلوں کی مثالیں بھی ہیں کہ کس طرح ان کو یقین ہوتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نوازے گا اور موجودہ زمانے کی مثالیں بھی ہیں۔ پرانے زمانے میں، پہلوں کی مثالوں میں حضرت رابعہ بصریؒ کا ایک واقعہ بیان ہوا ہے۔ کیا توکّل تھا ان کا! ایک دفعہ گھر میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ بیس مہمان آ گئے اور گھر میں صرف دو روٹیاں تھیں۔ انہوں نے ملازمہ کو کہا کہ یہ دو روٹیاں بھی جا کر کسی غریب کو دے آؤ۔ اللہ تعالیٰ پر توکّل کا بھی ایک عجیب انداز ہے۔ ملازمہ بڑی پریشان ہوئی اور اس نے خیال کیا کہ یہ نیک لوگ بھی عجیب بیوقوف ہوتے ہیں۔ گھر مہمان آئے ہوئے ہیں، جو تھوڑی بہت روٹی ہے یہ کہتی ہیں کہ غریبوں میں بانٹ آؤ۔ ابھی وہ سوچ رہی تھی، جانے لگی تھی یاد سے آئی تھی تو تھوڑی دیر کے بعد باہر سے آواز آئی اور ایک عورت آئی۔ کسی امیر عورت نے اسے بھیجا تھا۔ وہ اٹھارہ روٹیاں لے کر آئی تھی۔ حضرت رابعہ بصریؒ نے اسے واپس کر دیں کہ یہ میری نہیں ہیں۔ اس ملازمہ نے پھر کہا کہ آپ رکھ لیں۔ حضرت رابعہ بصری نے کہا کہ نہیں۔ اس نے بڑا زور دیا کہ اللہ تعالیٰ نے بھیجی ہیں۔ انہوں نے کہا: نہیں! یہ میری نہیں ہیں۔ اس ملازمہ نے پھر کہا کہ رکھ لیں۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد ہمسائی جو امیر عورت تھی اس نے اپنی ملازمہ کو آواز دی کہ تم کہاں چلی گئی ہو۔ رابعہ بصری کے ہاں تو بیس روٹیاں لے کر جانی تھیں۔ یہ ان کی نہیں ہیں، یہ تو میں نے کسی اَور کو بھیجی تھیں۔ رابعہ بصری کہتی ہیں کہ:

میں نے جو دو روٹیاں بھیجی تھیں تو اللہ تعالیٰ سے سودا کیا تھا کہ وہ دس گنا کر کے مجھے بھیج دے گا۔ تو دو کے بدلے میں بیس آنی چاہیے تھیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے یہ واقعہ بیان کیا اور قرآنِ کریم کی مختلف آیات کا حوالہ بھی آپ نے دیا۔ حوالہ دیتے ہوئے آپؓ نے فرمایا کہ بعض مقام پر ایک کے بدلے میں دس اور بعض میں ایک کے

بدلے میں سات سو کا ذکر ہے اور یہ بدلہ نیکی کے موقع اور محل کے مطابق ہے۔ یعنی نیکی کس موقع پر کس طرح کی جارہی ہے اور کتنی قربانی کی جارہی ہے۔ قربانی کرنے والا کس حد تک قربانی کر رہا ہے۔ حضرت خلیفہ اولؓ نے جیسا کہ میں نے کہا حضرت رابعہ بصریؒ کا یہ واقعہ بیان کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس طرح نوازتا ہے لیکن تم لوگ اللہ تعالیٰ کا امتحان لینے کی نیت سے ہر وقت یہ نہ کرتے رہو۔

(ماخوذ از حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 420-421)

یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا امتحان لینے کی نیت سے یہ کرنا شروع کر دو۔ ہاں اللہ تعالیٰ کے لیے خالص ہو کر کبھی اس طرح قربانی کرو گے تو اللہ تعالیٰ نوازے گا بھی۔ پس جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خاطر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دیتے ہیں وہ حقیقی قربانی کرنے والے ہیں۔ حضرت رابعہ بصریؒ کی مثال گو ذاتی مہمانوں کی لگتی ہے لیکن ان کے پاس بھی لوگ دین کی غرض کے لیے آتے تھے۔ بہر حال آج دینی اغراض کی تکمیل کے لیے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کو بھیجا ہے اور آپؑ کے ذریعہ آج دنیا میں تبلیغ اسلام اور خدمت انسانیت کا کام ہو رہا ہے۔

مالی قربانی کرنے والوں کا اخلاص اور اللہ تعالیٰ کا نوازنا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت ہر سال کئی ملین پاؤنڈز اشاعت لٹریچر میں، مساجد کی تعمیر میں، مشن ہاؤسز کی تعمیر میں اور دوسرے منصوبوں پر خرچ کرتی ہے۔ یورپ اور ترقی یافتہ ممالک کی اکثر رقم افریقہ اور بھارت اور دوسرے غریب ملکوں میں خرچ ہوتی ہے۔ اپنے ملکوں کے اخراجات کے علاوہ جو یہ لوگ اپنے ملکوں میں ان مقاصد کے لیے خرچ کر رہے ہیں اور جتنی وسعت اب کاموں میں ہو چکی ہے یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے کہ افراد جماعت قربانیوں میں بڑھتے ہوئے ان اخراجات کو بھی باوجود معاشی حالات کے خراب ہونے کے پورا کرتے ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ آج بھی ان کو اپنے سلوک کے نظارے دکھاتا ہے کہ کس طرح وہ ان قربانی کرنے والوں کو نوازتا ہے۔ غریب ملکوں میں رہنے والوں کو بھی اور امیر ملکوں میں رہنے والوں کو بھی، ہر ایک کو اپنے اپنے تجربات ہوتے ہیں جو اپنی ضروریات کو قربان کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانیاں کرتے ہیں۔ اس وقت میں چند واقعات بھی پیش کر دیتا ہوں جن سے پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان قربانی کرنے والوں سے سلوک فرماتا ہے اور مخلصین بھی کس جذبے کے ساتھ اپنی قربانیاں پیش کرتے ہیں۔ نومبائعین، جن کو احمدی ہوئے، اسلام قبول کیے، تھوڑا عرصہ ہوا ہے ان میں بھی مالی قربانی کی طرف خود بخود توجہ پیدا ہو رہی ہے اور اس لیے کہ ان کو اس مالی قربانی کی روح کی سمجھ آگئی ہے۔

لائبیریا سے لوکل معلم محمد جانسن ہیں۔ یہ پہلے عیسائی تھے، مسلمان ہوئے، معلم بنے۔ کہتے ہیں ہماری کاؤنٹی میں چند ماہ قبل ایک گاؤں میں تبلیغی کوشش کے نتیجہ میں جماعت کا پودا لگا اور اس گاؤں کے افراد نے امام سمیت جماعت میں شمولیت اختیار کر لی۔ یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے اور وہاں کوئی باقاعدہ سڑک بھی نہیں جاتی۔ بارشوں کی وجہ سے وہاں پہنچنا بھی مشکل تھا۔ تحریکِ جدید کے چندے کی وصولی کے سلسلہ میں کہتے ہیں کہ اس

گاؤں کو ہم نے خود جان بوجھ کر نظر انداز کر دیا کہ آئندہ سال ان کو تحریک کریں گے اور تحریکِ جدید میں شامل کریں گے۔ ایک تو یہ بالکل نئے احمدی تھے، راستہ بھی دشوار تھا، گاؤں بھی چھوٹا سا تھا۔ کہتے ہیں ایک دن گاؤں کے امام ابوبَوکائی (Bokai) صاحب اچانک ٹب مین برگ مشن ہاؤس پہنچ گئے اور آتے ہی کچھ پیسے دیے کہ جماعت کے اکیس افراد کا تحریکِ جدید کا چندہ ہے۔ جب ان سے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ آپ کو تو تحریک نہیں کی گئی تھی تو انہوں نے بتایا کہ میں ریڈیو پر جماعت کے پروگرام باقاعدہ سنتا ہوں اور گذشتہ ہفتہ جب آپ نے ریڈیو پروگرام میں تحریکِ جدید کا تعارف کروایا اور اس کی اہمیت بیان کی تو میں نے یہ بات اپنی جماعت کے سامنے رکھی۔ اس پر افراد نے یہ چندہ دیا تو اس طرح خود بخود اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں ڈالتا ہے، احساس پیدا کر رہا ہے، قربانی کی روح پیدا کر رہا ہے۔

گیمبیا کے امیر صاحب نے لکھا ہے کہ ایک گاؤں میں تحریکِ جدید کے حوالے سے تحریک کی گئی۔ تمام افراد نومبائعین ہیں۔ ایک ستاون سالہ بوڑھی عورت سسٹر فاتو نے دو سو ڈلاسی (Dalasi) نکال کر چندہ میں ادا کر دیا۔ یہ وہاں کی کرنسی ہے۔ خاتون کہنے لگیں کہ یہ واحد راستہ ہے جس سے کوئی بھی سچے اسلام احمدیت کے پیغام کو پھیلا سکتا ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوا کرتا تھا۔ اس نے کہا کہ یہ آخری رقم تھی جو اس نے اپنے خاندان کے لیے کھانا خریدنے کے لیے رکھی ہوئی تھی۔ یہ نہیں کہ وہ امیر عورت تھی۔ دو سو ڈلاسی رقم دی اور کہا کہ اس لیے دے رہی ہوں کہ اسلام کی تبلیغ کرنے کے لیے اس رقم کی ضرورت ہے۔ میں اپنی بھوک قربان کرتی ہوں اور یہ رقم دے رہی ہوں۔ کہتے ہیں ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ان کا بیٹا جو سوئٹزرلینڈ میں ہے، اس کا فون آیا اور اس نے بتایا کہ اس نے بارہ ہزار دو سو ڈلاسی بھیجے ہیں۔ اس پر اس خاتون نے مجمع میں روتے ہوئے اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ہم پر فضل کیا ہے۔ کہنے لگی کہ اب میں اور زیادہ چندہ ادا کروں گی۔ وہاں موجود لوگ بھی حیران تھے۔ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ ہو گیا تھا بیٹا رابطہ نہیں کر رہا تھا، ماں کو پوچھ نہیں رہا تھا۔ ماں کا مالی لحاظ سے برا حال تھا لیکن اسی موقع پر ایسا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے سامان پیدا فرمائے کہ فون آیا اور ساتھ ہی رقم آئی۔ اس پر واقعی لوگوں پر اثر ہوا کہ احمدیت حقیقی اسلام ہے اور سب نے یہ عہد کیا کہ ہم مرتے دم تک احمدی رہیں گے۔

تنزانیہ کے شمال مغرب میں واقع گیٹا (Geita) ریجن کی ایک جماعت ہے۔ وہاں کے معلم نے لکھا کہ عبداللہ صاحب ایک خادم ہیں۔ چند ماہ قبل انہوں نے بیعت کی تھی۔ ایک دن انہوں نے خطبہ جمعہ میں چندہ تحریکِ جدید کے بارے میں سنا۔ انہیں علم ہوا کہ یہ چندہ کی وصولی کا آخری مہینہ ہے اور ہر احمدی کو جو کچھ بھی توفیق رکھتا ہے اس کو برکت کی خاطر اس میں شامل ہونا چاہیے۔ عبداللہ صاحب کے پاس کوئی رقم نہیں تھی۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ اگلے دن شام تک وہ ضرور کچھ نہ کچھ رقم چندہ تحریکِ جدید میں ادا کر دیں گے۔ اگلے دن وہ کام کی تلاش میں نکلے۔ ایک شخص کو زمین کی کاشت کرنے کے لیے آدمی کی ضرورت تھی اور عبداللہ صاحب کو انہوں نے کام دے دیا اور انہوں نے سارا دن بڑی محنت سے جو بھی کام ذمہ لگایا تھا وہ شاید عام حالات میں دو دن میں مکمل کرتے لیکن انہوں نے شام تک مکمل کر لیا اور جو رقم ملی وہ لے کر چندہ تحریکِ جدید ادا کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ یہ واقعہ سنا کر خود ہی کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے میری نیت میں برکت رکھی اور محض اپنے فضل سے مالی قربانی کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ

احساس بھی ساتھ پیدا ہو جاتا ہے۔

آسٹریلیا کے قریب سولومن آئی لینڈ ایک جزیرہ ہے۔ آسٹریلیا کے مربی صاحب لکھتے ہیں کہ سولومن آئی لینڈ کے دورے کے دوران تربیتی اور تبلیغی، انتظامی پروگراموں کے علاوہ تحریکِ جدید کے اختتام کی نسبت سے احباب کو چندے کی تحریک کی گئی، توجہ دلائی گئی تو وہاں ایک خاتون ہیں۔ ان کے خاوند غیر مسلم ہیں۔ دونوں پولٹری فارم چلاتے ہیں۔ سیکرٹری تحریکِ جدید جب ان کے گھر گئے چندہ کی یاددہانی کے لیے تو گھر پہ نہیں تھیں۔ ان کے بچوں نے جو تھوڑی بہت رقم ان کے پاس تھی وہ ادا کر دی۔ خاتون واپس جب گھر آئیں تو بچوں نے بتایا کہ اس طرح سیکرٹری تحریکِ جدید آئے تھے۔ وہ فوراً سیکرٹری کے گھر گئیں اور ایک ہزار ڈالر چندہ تحریکِ جدید میں ادا کر دیا جس پر سیکرٹری صاحب نے انہیں کہا کہ میں نے تو سب دوستوں سے چندہ وصول کر لیا۔ لسٹ تیار کر کے دے آیا ہوں تو اگلے سال میں یہ چندہ ڈال لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: نہیں! میں نے اپنے خدا سے یہ وعدہ کیا تھا کہ اس سال اتنا دینا ہے تو یہ اسی سال میں شمار کریں۔ چنانچہ ان کے کہنے پر دوبارہ نئی لسٹ تیار کی گئی اور راتوں رات اس کی اطلاع مرکز کو دی۔ **پھر اللہ تعالیٰ کس طرح کئی گنا بڑھا کر دیتا ہے اس کے بھی نظارے نظر آتے ہیں۔**

گنی کناکری کے مبلغ لکھتے ہیں۔ یہاں ایک جگہ کافیلیا (Kafilya) ہے۔ مشنری نے وہاں خطبہ میں تحریکِ جدید کے حوالے سے توجہ دلائی۔ پھر انفرادی طور پر گھروں کا بھی دورہ کیا۔ ایک نوجوان محمد سِلا (Sylla) صاحب ملے اور انہیں چندہ کی ادائیگی کی طرف توجہ دلائی جس پر انہوں نے اسی وقت اپنی جیب سے دس ہزار گنی فرانک (Guinean Franc) نکال کر تحریکِ جدید کی مدّ میں ادا کر دیے اور ساتھ ہی کہا کہ یہ میرے پاس موجود تھی جس سے میں نے دوپہر اور رات کا کھانا خریدنا تھا لیکن میں آج اللہ اور اس کی رضا کی خاطر بھوکا رہ لوں گا اور اس واقعہ کے چار دن بعد اس نوجوان کا مشنری کو فون آیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری قربانی قبول کر لی ہے۔ کہتے ہیں میں نے ایک mining کمپنی میں ڈرائیور کی جاب کے لیے انٹرویو دیا ہوا تھا اور یہاں اللہ کے فضل سے مجھے ساڑھے پانچ ملین گنی فرانک ماہانہ تنخواہ پر پانچ سال کا contract مل گیا ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کئی ہزار گنا بڑھا کر مجھے عطا فرمایا۔ سال کا چندہ تو انہوں نے دس ہزار دیا تھا لیکن اضافہ جو سال میں ہوا وہ سات سو گنا سے بڑھا کر چھ ہزار چھ سو گنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے میں چاہتا ہوں تو اس سے بڑھا کر بھی دے دیتا ہوں تو یہاں اس سے بھی بڑھا کر دینے کا نظارہ ہے۔

پھر نائیجر کی صدر لجنہ لکھتی ہیں۔ اللہ کے فضل سے لجنہ اماء اللہ نائیجر کی پہلی سہ روزہ نیشنل تربیتی کلاس کے انعقاد کا موقع ملا۔ بہت ساری خواتین نے شرکت کی۔ اس میں عمومی طور پر تحریکِ جدید کے حوالے سے بھی توجہ دلائی گئی کہ سال ختم ہونے میں کچھ عرصہ رہتا ہے۔ وعدہ ادا کرنے کی کوشش کریں جتنی جلدی کر سکتی ہیں۔ لیکن کہتی ہیں اسی وقت لجنہ نے چندہ پیش کرنا شروع کر دیا۔ ان کو کہا بھی کہ ابھی تو صرف تحریک تھی، وقت ہے ابھی۔ انہوں نے کہا نہیں ہم ابھی دیں گی۔ ان کی دیکھا دیکھی دوسری خواتین بھی آگے آئیں۔ انہوں نے مالی قربانی پیش کی اور ایک بڑی رقم جمع ہو گئی۔ **اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں تقریباً ہر جگہ لجنہ اپنی تعداد کے لحاظ سے اپنا حصہ** چندوں میں ادا کرتی ہے اور کسی سے پیچھے نہیں ہے۔ بعض ملکوں میں تو بعض دفعہ خدام اور انصار کو توجہ دلانی پڑتی

ہے کہ لجنہ قربانی میں بڑھ گئی ہے۔ آپ لوگ بھی اس کے مطابق ادا کریں۔

سینٹ پیٹرزبرگ رشیا کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ارسان بیک صاحب کا تعلق رشیا کی ایک ریاست سے ہے۔ گذشتہ سال مَیں نے تحریکِ جدید کے نئے سال کا جو اعلان کیا تھا تو ارسان صاحب نے کہا کہ وہ تحریکِ جدید میں ایک ہزار روبل (Rouble) کی قربانی پیش کرتے ہیں اور انہوں نے گذشتہ سال کی تھی۔ اب انہوں نے کہا اس سال میں دس ہزار روبل کا وعدہ کرتا ہوں اور پھر اپنے بزنس کے بارے میں کہا کہ وہ شروع کرنے والے ہیں۔ تو بہرحال انہوں نے جولائی میں اپنا دس ہزار روبل کا وعدہ مکمل کر دیا۔ رشیا کے حالات بھی یوکرین جنگ کی وجہ سے تنگ ہیں اور روبل کی قیمت بھی کافی گر گئی ہے لیکن انہوں نے یہ پورا کیا۔ تو یہ کُل دس ہزار روبل جو ایک سو اٹھہتر یورو بنتے ہیں لیکن وہاں کے حالات کے مطابق یہ ان کے لیے بہت بڑی رقم تھی۔ انہوں نے یہ ادا کرنے کے بعد کہا کہ مَیں پانچ سو روبل چندہ اس کے علاوہ دیتا رہوں گا اور روزانہ پانچ سو روبل ادا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل **سے میرے بزنس میں ایسی برکت پڑی ہے** کہ باوجود حالات خراب ہونے کے مجھے بہت آمد ہو رہی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اسے ایک ہزار روبل کر دیا اور یہ بھی روزانہ ادا کر رہے ہیں۔

کیمرون کا شمالی شہر ہے مروہ (Maroua)، وہاں کے معلم لکھتے ہیں۔ یہ **بھی غریبوں کے ایمان میں پختگی** اور چندہ کی برکات کا ایک واقعہ ہے۔ عبداللہ صاحب نومبائع ہیں، بالکل غریب آدمی ہیں۔ کہتے ہیں گذشتہ سال تحریکِ جدید کے لیے آدھی بالٹی یعنی پانچ کلو مکئی کا بطور چندہ انہوں نے تحریکِ جدید میں دیا اور کہتے ہیں اس کی وجہ سے مجھے اللہ تعالیٰ نے پانچ بوریاں عطا فرمائیں۔ تین سو پچاس کلو۔ ستر گنا اضافہ ہوا۔ اس سال کہتے ہیں بڑا پریشان تھا۔ کھاد مہنگی ہو گئی تھی۔ قیمتیں بڑھ گئیں۔ میں خرید نہیں سکتا تھا۔ مجھے فکر ہوئی کہ یہ نہ ہو کہ فصل اچھی نہ ہو۔ بہرحال کہتے ہیں مَیں نے تھوڑی بہت محنت کی جو محنت کر سکتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی کہ اس سال ان کی اس سے دوگنی فصل نکلی اور تحریکِ جدید میں بھی انہوں نے ستر کلو کی بوری چندہ تحریکِ جدید ادا کیا۔ کہتے ہیں کہ میں اپنی فیملی کو بھی بتاتا ہوں کہ تحریکِ جدید کے چندہ کی برکت سے خدا تعالیٰ میری محنت اور فصل میں برکت ڈالتا ہے۔

گیمبیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے واقعات ہیں لیکن غریب احمدی کے لیے بہت اہم ہیں۔ ایک گاؤں سے تعلق رکھنے والے ایک دوست پاتھے سیسے جنہوں نے 2014ء میں بیعت کی تھی انہوں نے بتایا کہ میں جماعت میں شامل ہونے سے پہلے بیروزگار تھا۔ کئی مرتبہ نوکری حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن بے سود رہا۔ کہتے ہیں جب سے جماعت میں شامل ہوا ہوں چندہ جات اور دیگر جماعتی کاموں وغیرہ میں، تبلیغ وغیرہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہوں۔ چنانچہ اب وہ دو جگہ نوکری کر رہے ہیں۔ کہاں بیروزگاری تھی اور رہنا بھی مشکل تھا، گھر نہیں تھا۔ اب انہوں نے پختہ گھر بھی بنا لیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جماعت نے ان کی مدد کی۔ وہ جواب میں یہ کہتے ہیں کہ یہ **جماعت نے مدد نہیں کی اللہ تعالیٰ نے چندے کی برکت سے میری مدد کی ہے۔**

انڈونیشیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک احمدی ہیں۔ ان کی فیکٹری ہے۔ حالات ٹھیک نہیں چل رہے تھے۔ تحریکِ جدید کے بارے میں جب گذشتہ سال بعض واقعات کا ذکر کیا اور نئے سال کا مَیں نے اعلان کیا تو بڑا

اچھا اثر ان پہ ہوا، بڑا گہرا اثر ہوا۔ انہوں نے فوراً تحریکِ جدید کے لیے پچھلے سال کی نسبت دوگنا وعدہ لکھوا دیا اور فوراً اس وعدے کو پورا بھی کر دیا۔ اس کے ایک ہفتہ بعد ہی اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا اور ان کی سیل میں اضافہ ہونا شروع ہوا۔ اس طرح ایک کمپنی نے جن کے ساتھ پہلے بزنس بند تھا وہ واپس آ گئی اور بڑی خریداری کی پیشکش کی۔ اس سال کہتے ہیں کہ میری کمپنی کی آمدنی گذشتہ سالوں سے کئی گنا بڑھ گئی۔

جرمنی سے مبلغ فرہاد صاحب لکھتے ہیں کہ ویزبادن (Wiesbaden) کی ایک خاتون کو نوکری سے فارغ کر دیا گیا۔ آمد بھی رک گئی۔ خاوند کو بلانا تھا، سپانسر نہیں کر سکتی تھیں۔ پریشانی کا اظہار اپنے بھائی سے کیا تو اس نے کہا کہ اچھا اب یہی علاج ہے کہ دعا کرو اور چندہ دو۔ مالی قربانی کرو۔ انہوں نے اپنا زیور بیچ کے چندہ ادا کر دیا۔ چار دن کے بعد کام والوں کا پیغام آ گیا کہ مستقل کام آپ کو دیا جاتا ہے اور تنخواہ بھی دوہزار یورو ہو گی جس سے وہ اپنے خاوند کو سپانسر بھی کر سکتی تھیں۔

انڈیا سے وکیل المال صاحب کہتے ہیں کہ یہاں ایک صاحب ہیں، جو تحریکِ جدید کی مالی قربانی میں بڑے پیش پیش ہیں۔ انہیں بجٹ میں اضافہ کی تحریک کی تو کہنے لگے کتنا اضافہ کروں؟ ان سے کہا کہ اپنے وسائل کے مطابق جو آپ کر سکتے ہیں کر دیں لیکن ان کا مبلغ کو یا مرکزی نمائندے کو اصرار تھا کہ آپ بتائیں تو نمائندے نے کہہ دیا کہ اچھا دس لاکھ روپے کا اضافہ کر دیں۔ وہ پہلے پانچ لاکھ روپے دے چکے تھے۔ چنانچہ انہوں نے اضافہ کر دیا اور ادائیگی بھی کر دی۔ کہتے ہیں کہ میرا ایک مکان تھا جس کی رجسٹری نہیں ہو رہی تھی اور بڑا بھاری نقصان پہنچنے کا خیال تھا لیکن اضافہ کرنے کے **چند دن بعد ہی التوا میں پڑا ہوا یہ کام بھی ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے نقصان پورا کر دیا۔ تو اللہ تعالیٰ نہ امیروں سے ادھار رکھتا ہے نہ غریبوں سے۔ ہر ایک** کو اس کے مطابق نوازتا ہے۔

انڈیا سے ہی وکیل المال صاحب لکھتے ہیں کہ کشمیر کے ایک ڈاکٹر پروفیسر صاحب ہیں۔ وہ شیر کشمیر یونیورسٹی میں پروفیسر ہیں۔ وعدہ جات کی ادائیگی کر دی تھی اس کے بعد انہوں نے بتایا کہ مجھے ترقی دے کے ایگزونومی میں Professor-cum- Chief Scientist بنا دیا گیا ہے اور غیر معمولی اضافہ میری تنخواہ میں بھی ہو گیا ہے۔ اس پر انہوں نے اپنے تحریکِ جدید کے چندے میں بھی اضافہ کر دیا۔

ماریشس کی خاتون کہتی ہیں گذشتہ سال رشتہ داروں کے تحریکِ جدید کے حوالے سے کچھ واقعات سننے کے بعد میرے شوہر نے مجھے کہا کہ ایسی رقم وعدہ کرنا چاہیے جس کی ادائیگی قدرے مشکل ہو۔ چنانچہ پچھتر ۷۵ ہزار روپیہ جو ماریشین روپیہ ہے اس کا وعدہ لکھوا دیا۔ کہتی ہیں کہ اس وقت میرے شوہر ایک میڈیکل کمپنی میں کام کرتے تھے۔ پچھلے تین سالوں میں تنخواہ میں معمولی اضافہ ہوا تھا لیکن جب انہوں نے وعدہ لکھوایا تو ایک پرائیویٹ ہسپتال میں جاب آفر ہو گئی۔ انہی دنوں میں شوہر نے اپنی والدہ کو ایک ہزار تحفہ بھی دیا تھا۔ تو ملازمت کے لیے انٹرویو دینا تھا۔ شوہر نے بتایا کہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ انٹرویو جہاں ہے وہاں مجھے جاب بھی مل جائے گا اور رقم جو مجھے تنخواہ میں ملے گی وہ اس کے قریب قریب ہو گی جو میں نے قربانی کی ہے۔ چنانچہ انٹرویو ہوا، ان کو رکھ لیا گیا اور چھہتر 76 ہزار روپے تنخواہ کی پیشکش انہیں ہوئی۔ وعدہ پچھتر 75 ہزار کا تھا۔ کہتے ہیں ایک ہزار جو میری والدہ کا تھا وہ

بھی اللہ تعالیٰ نے مجھے لوٹا دیا۔

بنگلہ دیش کے مبلغ لکھتے ہیں کہ یہاں ایک صاحب کو کورونا وبا کے دوران کافی نقصان ہوا۔ چندوں کا اچھا خاصا بقایا ہو گیا۔ تحریکِ جدید وغیرہ کے چندے کے بارے میں یاددہانی کروائی گئی تو اپنی اہلیہ کی جمع پونجی میں سے ساڑھے گیارہ ہزار ٹکا(Taka) ادا کر دیا لیکن ابھی بھی نصف بقایا تھا۔ بہر حال کہتے ہیں اس ماہ کے آخر میں اہلیہ نے اطلاع بھیجی کہ آ کر بقایا چندہ لے جائیں۔ جب ہماری ٹیم وہاں پہنچی تو وعدہ شدہ چندوں سے تین گنا زیادہ چندہ ادا کیا اور لازمی چندوں کا بقایا بھی ادا کر دیا اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنائی کہ ایک دیرینہ ضرورت خدا نے حال ہی میں پوری کر دی ہے۔ بڑی دیر سے وہ مکان کے لیے ایک قطعہ زمین ڈھونڈ رہے تھے۔ **جب سے انہوں نے چندے ادا کرنے شروع کیے ہیں خدا نے اعجازی رنگ میں مکان بنانے کے لیے** ایک پلاٹ خریدنے کی توفیق دے دی۔ آمدن بھی بڑھ گئی، چندے بھی ادا کر دیے اور اللہ تعالیٰ نے جائیداد بنانے کی توفیق بھی دے دی۔

برکینا فاسو سے ایک دوست ہیں۔ ٹیچر ہیں۔ کہتے ہیں گاڑی خریدنے کی توفیق ملی تو ان کے باقی ٹیچروں نے کہا کہ ٹیچر تو ہم بھی ہیں، ہم تو یہ خرید نہیں سکتے۔ یقیناً جماعت نے مدد کی ہو گی۔ کہتے ہیں میں نے کہا جماعت نے مدد نہیں کی۔ یہ اللہ تعالیٰ نے میرے مال میں چندوں کی وجہ سے برکت ڈال دی۔ کہتے ہیں طالب علمی کے زمانہ سے ہی مجھے چندہ دینے کی عادت ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ مجھے نوازتا رہتا ہے۔

جرمنی کی جماعت اوسنابروک (Osnabrück) کے ایک صاحب ہیں۔ وہ لکھتے ہیں تحریکِ جدید کے حوالے سے ایک اجلاس رکھا گیا۔ کہتے ہیں: پانچ سو یورو مَیں اضافی ادا کرنے کے لیے لایا تو ان کو کہا گیا کہ رسید بک ختم ہے۔ کہتے ہیں میں واپس چلا گیا اور اپنے لیبر کو دینا تھا، جن سے کام کرواتے تھے ان کو ادا کر دیے۔ تو رات کو خواب میں انہوں نے مجھے دیکھا۔ کہتے ہیں کہ مجھے آپ کہہ رہے ہیں۔ یعنی اس شخص کو میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے پانچ ہزار یوروز چاہئیں۔ کہتے ہیں میں سمجھ گیا اس سے مراد تحریکِ جدید کا چندہ ہے۔ بیگم کو خواب سنائی اس نے کہا کہ تحریکِ جدید میں پانچ ہزار یورو ادا کریں گے اور کہتے ہیں اس سے کچھ ہی عرصہ بعد کورونا ہیلپ میں میرے اکاؤنٹ میں بائیس ہزار سے زیادہ رقم آ گئی جس کا وہم و گمان بھی نہیں تھا۔

کینیڈا سے ایک لجنہ بیان کرتی ہیں مالی تنگی کا سامنا تھا۔ بڑی پریشان تھی کہ اپنا وعدہ کس طرح پورا کروں گی۔ بڑی فکر بھی تھی، دعا بھی کر رہی تھی۔ میری نیت بڑی نیک تھی۔ آثار بظاہر نظر نہیں آ رہے تھے۔ بہت دعائیں کیں۔ پھر کیا ہوا، کہتی ہیں ایک رات میری بیٹی اپنا برتھ سرٹیفکیٹ ڈھونڈ رہی تھی کہ ایک پرانا پرس اس کو مل گیا۔ کہتی ہیں آٹھ سال پہلے امریکہ گئے تھے تو میں نے امریکہ جانے سے کچھ عرصہ پہلے وہاں خرچ کے لیے کوئی رقم رکھی ہوئی تھی اس میں سے کچھ بچ گئی تھی وہ میں نے وہاں ڈال کے رکھ دی تھی اور مجھے بھول گیا تھا اور جو رقم نکالی تو وہ عین اتنی رقم تھی جتنا چندہ ادا کرنا تھا۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح بھی مدد فرماتا ہے۔

گنی کناکری کے صدر صاحب لکھتے ہیں ایک غریب احمدی خاتون ہیں۔ معمولی چیزیں فروخت کر کے اپنا گذر بسر کرتی ہیں۔ عشرہ تحریکِ جدید کے دوران جب ان کے گھر پہنچے اور ان خاتون کو بھی تحریکِ جدید کے چندہ کی

ادائیگی کی طرف توجہ دلائی تو خود کہنے لگیں کہ اب اس چھوٹے سے ذریعہ آمدنی کی وجہ سے بہت پریشان ہوں۔ کاروبار میں نے ادھار لے کر شروع کیا تھا۔ آمدن نہ ہونے کے برابر ہے۔ ادھار بھی نہیں ادا کر سکتی۔ بہرحال سمجھایا گیا اور دعا کے لیے بھی کہا گیا تو اس عورت نے بیس ہزار فرانک گنی جو کُل رقم ان کے پاس موجود تھی چندہ میں دے دی۔ وہ غریب خاتون جو کہ حالات سے لڑ رہی تھی اس کے لیے یہ بہت بڑی رقم تھی۔ کچھ دنوں بعد جب ہمارے مشنری دوبارہ کسی کام کے سلسلہ میں اس خاتون سے ملنے گئے۔ جب اس سے ملے تو اس خاتون نے جذبات سے بھری آواز میں خوشی سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے سارے مسائل حل کر دیے ہیں۔ میرا معمولی کاروبار بہت اچھا چل پڑا ہے۔ میرا قرضہ بھی اتر گیا ہے اور یہ سب اس مالی قربانی کی وجہ ہے۔

تاتارستان رشیا کے ایک دوست فرید ابراہیموف (Farid Ibrahimov) ہیں۔ کہتے ہیں گذشتہ سال موسم گرما میں میرے فون کے ساتھ کچھ عجیب معاملہ ہوا۔ کہتے ہیں میرے بینک کے آن لائن اکاؤنٹ میں اپنے مسافروں سے رقم وصول کرنے کے بعد مالی عطیات کے بارے میں جو خلیفہ وقت کا خطبہ ہے وہ خود بخود میرے سمارٹ فون پر لگ گیا۔ کہتے ہیں ایسا ایک بار نہیں ہوا بلکہ جب بھی کوئی بڑی رقم میرے اکاؤنٹ میں منتقل ہوتی تو ایسا کچھ نہ کچھ واقعہ ہو جاتا۔ میں سمجھ گیا کہ اللہ تعالیٰ اپنی ہستی کا ثبوت دیتے ہوئے مجھے یاددہانی کروا رہا ہے۔ یہ میرے لیے ایک بہت بڑے اعزاز کی بات ہے کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں شامل ہو کر مالی قربانی کی توفیق پا رہا ہوں۔ تو ایسا ہوتا ہے کہ خود بخود خطبہ لگ گیا یا کوئی پیغام آجاتا ہے ان کے فون پہ جس سے ان کو چندے کی تحریک پیدا ہوتی ہے۔

پھر تنزانیہ کی ایک مخلص خاتون ہیں، کہتی ہیں کہ جلسہ سے واپسی پر ان کو خیال آیا کہ چندہ تحریکِ جدید کا بقایا ہے۔ کوئی رستہ نظر نہیں آرہا تھا۔ ایک شخص نے ان سے قرض لیا ہوا تھا۔ امید تھی کہ وہ واپس کر دے گا تو چندہ ادا کر دیں گی لیکن وہ جواب نہیں دے رہا تھا۔ فون بھی نہیں اٹھاتا تھا۔ بیمار تھیں، دوائی وغیرہ کے اخراجات بھی روز بروز بڑھتے جا رہے تھے۔ بڑی پریشان تھیں۔ بچوں کی سکول فیس کی بھی فکر تھی۔ اپنے بچوں سے کہا کہ دعا کرو اور کہتی ہیں کہ اسی دوران میں اذان کی آواز آئی تو بچے نے کہا کہ نماز پر چلتے ہیں اور خدا سے مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس طرح بچوں کے ایمان بھی مضبوط کرتا ہے کہ ہمارے پاس پیسے نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعا سن لے اور اس کے دل میں ڈالے اور وہ شخص پیسے واپس کر دے۔

چنانچہ **ماں بیٹے نے وضو کر کے نماز میں اللہ تعالیٰ کے حضور التجا کی**۔ اللہ تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ نماز ختم کرنے سے پہلے ہی فون کی گھنٹی بجنا شروع ہو گئی۔ یہ اس شخص کا فون تھا جس نے قرض لیا ہوا تھا۔ اس شخص نے کہا کہ میں دروازے کے باہر کھڑا ہوں اور تمہارے پیسے واپس کرنے آیا ہوں۔ اس شخص نے بتایا کہ میں بس سٹاپ پر کھڑا ویگن کا انتظار کر رہا تھا کہ اذان کی آواز سنائی دی اور ساتھ ہی مجھے ایسے لگا جیسے کوئی آواز مجھے کہہ رہی ہے کہ پہلے قرض کی رقم واپس کر دو۔ چنانچہ میں پیسے واپس کرنے آگیا۔ اس عورت اور بچے نے یہ سارا واقعہ سنا تو دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر گیا۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ بچے نے کہا دیکھا ہم نے نماز پڑھی تو ہمیں پیسے بھی مل گئے اور

پھر انہوں نے اپنی ضروریات پوری کیں۔

سینٹ پیٹرزبرگ کے ایک صاحب اکرام جان صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں ہمیشہ اپنی مالی خوشحالی کی دعا کرتا ہوں تا کہ ضرورت مند لوگوں کی مدد کر سکوں اور خاص طور پر اپنے چندہ جات کی ادائیگی کر سکوں اور یہ ہمیشہ عجیب طریق سے رونما ہوتا ہے۔ کہتے ہیں پچھلی مرتبہ میرے پاس تین ہزار روبلز کم تھے جبکہ چندہ کی ادائیگی کا آخری دن تھا۔ کام کے دوران میرے پاس اچانک دو لوگ آئے جن میں سے ایک نے مجھے ہزار اور دوسرے نے دو ہزار روبل دیے اور اس سے پہلے میرے ساتھ ایسا کبھی نہیں ہوا کیونکہ کام سے تین سو سے پانچ سو روبل ملتے تھے۔ اب میں اپنی زائد آمدنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیتا ہوں۔ تو یہ چند واقعات ہیں جو میں نے پیش کیے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو نوازتا ہے جو مالی قربانی خالص ہو کے کرتے ہیں۔

اس کے بعد اب تحریکِ جدید کے نئے سال کا اعلان بھی کرتا ہوں یہ اٹھاسیواں 88 سال 31/ اکتوبر کو اختتام پذیر ہوا ہے اور یکم نومبر سے نواسیواں 89 سال، 89 والا سال اب شروع ہوا ہے۔

اس سال تحریکِ جدید کے مالی نظام میں 16.4 ملین پاؤنڈز کی مالی قربانی جماعت نے پیش کی۔ الحمد للہ۔ دنیا کے تیزی سے بگڑتے ہوئے اقتصادی حالات کے باوجود یہ وصولی گذشتہ سال کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے 1.1 ملین پاؤنڈز زیادہ ہے یعنی گیارہ لاکھ پاؤنڈز زیادہ ہے۔

پہلے کی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال بھی جماعت جرمنی دنیا بھر کی جماعتوں میں اول نمبر پر ہے۔ پاکستان نے بھی قربانی کے لحاظ سے بہت قربانی کی ہے لیکن اقتصادی حالات وہاں خراب ہیں۔ پیسے کی جو ویلیو (value) گری ہے اس کی وجہ سے وہ نیچے گئے ہیں۔ باقی قربانی کے لحاظ سے تو وہ آگے ہی بڑھے ہیں۔ جرمنی گو اوپر ہے لیکن اپنی مقامی کرنسی کے لحاظ سے ان میں کمی ہوئی ہے اور برطانیہ اور امریکہ میں جس طرح اضافہ ہو رہا ہے اگر یہ اضافے میں بڑھتے جائیں تو یہ اوپر آسکتے ہیں۔ اسی طرح کینیڈا میں بھی اضافہ ہوا ہے، آسٹریلیا میں بھی اضافہ ہوا ہے، بھارت میں بھی اضافہ ہوا ہے، گھانا کی جماعت کے چندے میں بھی اضافہ ہوا ہے۔

کارکردگی کے لحاظ سے زیادہ اضافہ جو ہے اس میں دوسری قابل ذکر جماعتیں جو ہیں وہ ہالینڈ ہے، فرانس ہے، سویڈن ہے، جارجیا ہے، ناروے ہے۔ بیلجیم، برما، ملائیشیا، نیوزی لینڈ، بنگلہ دیش، کیریباتی، قزاخستان، تاتارستان، فلپائن، مڈل ایسٹ کی جماعت۔

افریقن جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمایاں جماعتیں گھانا ہے۔ پھر نمبر دو پہ ماریشس ہے۔ یہ بھی افریقہ میں ہے۔ نائیجیریا۔ برکینافاسو۔ تنزانیہ۔ گیمبیا۔ لائبیریا۔ یوگنڈا۔ سیرالیون اور بینن۔

فی کس ادائیگی کے اعتبار سے جماعتوں میں پہلے نمبر پر امریکہ ہے۔ پھر برطانیہ۔ پھر آسٹریلیا۔ شامل ہونے والوں کی مجموعی تعداد اللہ تعالیٰ کے فضل سے پندرہ لاکھ چورانوے ہزار ہے۔

گذشتہ سال کی نسبت اضافہ کرنے والے قابلِ ذکر افریقن ممالک میں جو تعداد میں اضافہ ہے ان میں نائیجیریا۔ گنی بساؤ۔ کانگو۔ برازاویل۔ گنی کناکری۔ تنزانیہ۔ کانگو کنشاسا۔ گیمبیا۔ کیمرون۔ آئیوری کوسٹ۔ نائیجر۔

سینیگال اور برکینا فاسو ہیں۔

دفتر اوّل کے کھاتے تو اللہ کے فضل سے سب کے سب جاری ہیں۔

جرمنی کی پہلی دس جماعتیں جو ہیں روئڈرمارک(Rödermark) ۔روڈگاؤ(Rodgau)۔مہدی آباد۔ نیڈا(Nidda) ۔ کولون(Köln) ۔ فلورس ہائم(Flörsheim) ۔ نوئس(Neuss) ۔ پنّے برگ (Pinneberg)۔اوسنابروک (Osnabrück)۔فریڈبرگ(Friedberg) ۔

اور لوکل امارتیں جو ہیں۔ وہ ہیمبرگ(Hamburg)۔ فرینکفرٹ(Frankfurt)۔ گروس گیراؤ (Gross-Gerau)۔ ویزبادن (Wiesbaden)۔ ڈٹسن باخ (Dietzenbach)۔ پھر ریڈشٹڈ (Riedstadt)۔مورفلڈن(Mörfelden) ۔فلورزہائم(Flörsheim) ۔ڈامشٹڈ (Darmstadt)اور من ہائم (Mannheim)ہیں۔

پاکستان میں عمومی وصولی کے لحاظ سے اوّل لاہور ہے۔ پھر ربوہ۔ پھر سوم کراچی۔

ضلعی سطح پر جو دس اضلاع ہیں۔ ان میں سیالکوٹ نمبر ایک ہے۔ پھر اسلام آباد ہے۔ پھر گوجرانوالہ۔ گجرات۔ عمرکوٹ۔ حیدر آباد۔ میرپور خاص۔ سرگودہا۔ کوئٹہ۔ لودھراں۔ عمرکوٹ اور میرپور خاص والے علاقے ایسے ہیں جہاں پچھلے دنوں بارشوں کی وجہ سے سیلاب بھی آئے۔ ان علاقوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بہت بڑی قربانی ہے جو لوگوں نے دی ہے۔

وصولی کے اعتبار سے زیادہ قربانی کرنے والی پاکستان کی شہری جماعتیں یہ ہیں۔ امارت ٹاؤن شپ لاہور۔ امارت دارالذکر لاہور۔ امارت ماڈل ٹاؤن لاہور۔ امارت مغل پورہ لاہور۔ امارت علامہ اقبال ٹاؤن لاہور۔ امارت بیت الفضل فیصل آباد۔ پھر امارت عزیز آباد کراچی۔ پھر امارت دہلی گیٹ لاہور۔ پھر امارت کریم نگر فیصل آباد۔ پھر آخری نمبر پر دسویں نمبر پر امارت صدر کراچی۔

برطانیہ کے پہلے پانچ ریجنز جو ہیں ان میں نمبر ایک پہ بیت الفتوح۔ دوسرے اسلام آباد۔ پھر مسجد فضل۔ پھر مڈلینڈز(Midlands) ۔ پھر بیت الاحسان۔ اور مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی پہلی دس بڑی جماعتیں۔

پہلے نمبر پر فارنہم(Farnham) پھر ساؤتھ چیم (South Cheam) پھر اسلام آباد۔ پھر ووسٹر پارک (Worcester Park)۔ پھر والسال(Walsall)۔ جلنگھم(Gillingham)۔مسجد فضل۔ آلڈرشاٹ ساؤتھ (Aldershot South)اور پٹنی(Putney)۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے جو چھوٹی جماعتیں ہیں وہ سپن ویلی۔ کیتھلی۔ نارتھ ویلز۔ نارتھ ہیمپٹن۔ سوانزی ہیں۔ مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتیں۔

نمبر ایک پہ میری لینڈ(Maryland)۔ پھر لاس اینجلیس(Los Angeles) ۔ پھر نارتھ ورجینیا۔ پھر ڈیٹرائٹ(Detroit) ۔ سیلیکون ویلی(Silicon Valley) ۔شکاگو(Chicago) ۔ سیئٹل(Seattle) ۔ اوش کوش(Oshkosh)۔ پھر ساؤتھ ورجینیا(South Virginia) ۔ اٹلانٹا(Atlanta) ۔ جارجیا

(Georgia)۔نارتھ جرسی۔یارک(York)۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی لوکل امارات۔وان(Vaughan) نمبر ایک پہ۔ پھر پیس ولیج (Peace Village)۔ پھر کیلگری(Calgary)۔وینکوور(Vancouver)۔ٹورانٹو(Toronto)۔

قربانی کے لحاظ سے انڈیا کی پہلی دس جماعتیں ہیں: نمبر ایک پہ کوئمبٹور(Coimbatore)۔ تامل ناڈو۔ پھر قادیان۔ پھر حیدر آباد۔کرولائی(Karulai)۔پتھ پریم۔ پھر کالی کٹ۔ بنگلور۔ میلا پالم۔کلکتہ۔ کیرنگ۔ اور قربانی کے لحاظ سے دس صوبہ جات جو ہیں ان میں پہلے نمبر پہ کیرالہ۔ پھر تامل ناڈو۔ پھر کرناٹک۔ پھر جموں کشمیر۔تلنگانہ۔اڑیسہ۔پنجاب۔بنگال۔دہلی۔مہاراشٹرا۔

آسٹریلیا کی پہلی دس جماعتیں۔کاسل ہل(Castle Hill)۔ میلبرن لانگ وارِن(Melbourne Lang warrin)۔میلبرن بیروک(Melbourne Berwick)۔مارسڈن پارک(Marsden Park)۔ پھر پین رتھ(Penrith)۔ پھر پرتھ۔ پیراماٹا(Parramatta)۔ پھر ایڈیلائڈ ویسٹ(Adelaide West)۔ اے سی ٹی کینبرا (ACT Canberra)۔پرزبن لوگن ایسٹ۔تو یہ تھی پوزیشن۔اللہ تعالیٰ سب مالی قربانی کرنے والوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔

یوکے کی جماعت نے ایک نئی ویب سائٹ بھی شروع کی ہے جو یوکے میں تاریخ احمدیت کے بارے میں ہے۔ تاریخ کی تدوین کا یہ کام تو کئی سالوں سے ہو رہا تھا۔اب جو ویب سائٹ تیار کی گئی ہے اس میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی مغرب میں تکمیل اشاعت ہدایت کی کاوشوں پر تحقیقاتی مضامین کو شائع کیا گیا ہے۔یوکے کی تاریخ کا آغاز 1913ء میں سمجھا جاتا ہے جب چودھری فتح محمد صاحب سیال یہاں آئے تھے جبکہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پیغام یوکے اور یورپ کے دوسرے ممالک میں آپؑ کے دعویٰ مجددیت کے ساتھ ہی پہنچ گیا تھا جب حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے بغرض اتمامِ حجت ایک خط اور انگریزی اشتہار جس کی آٹھ ہزار کاپیاں چھپوا کر ہندوستان اور انگلستان میں موجود مشہور اور معزز پادری صاحبان نیز مختلف سوسائٹیز اور مذاہب کے لیڈران تک جہاں جہاں اس زمانے میں اس پیغام کا پہنچنا ممکن تھا بھجوایا۔اس کی ایک مثال یہ ہے کہ یوکے میں چارلز بریڈلا(Charles Bradlaugh) کے نام سے ایک پولیٹیشن جو ایک دہریہ تھا اسے آپ علیہ السلام کی دعوت 1885ء میں موصول ہوئی تھی۔اس کا ذکر یہاں کے ایک اخبار کورک کانسٹیٹیوشن(Cork Constitution) نے اپنے 8/جون 1885ء کے شمارے میں کیا تھا۔اسی طرح دی تھیوسوفسٹ(Thesophist) سوسائٹی کے ایک بانی ہنری سٹیل آلکاٹ(Henry Steel Olcott) کو بھی یہ دعوت 1886ء میں موصول ہوئی تھی جس کا ذکر اس نے اپنے اخبار دی تھیوسوفسٹ کے ستمبر 1886ء کے شمارے میں کیا تھا۔

اس ویب سائٹ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دورِ مبارک پر ایک ٹائم لائن تیار کی گئی ہے جس پر مغرب میں پیغام حق پر مبنی حقائق کو بیان کیا گیا ہے۔ نیز پائنیئر(pioneer) مشنریز کے نام سے ایک اور ٹائم لائن تیار کی گئی ہے جس میں اوّلین مبلغین سلسلہ جس میں صحابہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام شامل ہیں

ان کا تعارف اور یو کے میں ان کی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پادری پگٹ(Pigott) کے حوالے سے پیشگوئی پر ایک مفصل تحقیق تمام حوالوں کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ اسی طرح تاریخ پر مبنی مزید تحقیقی مضامین شائع کیے گئے ہیں جو نوجوان نسل پر اس بات کو واضح کریں گے کہ ان کا اور ان کے آباء کا ان ممالک میں آنے کا اصل مقصد کیا تھا۔ اس ویب سائٹ کا ایڈریس ہے

history.ahmadiyya.uk

تو یہ بھی آج سے شروع ہو گی۔ ویسے تو شروع ہے لیکن باقاعدہ رسمی افتتاح بھی آج یہ کروانا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ یہ ہمارے لوگوں کے لیے بھی، اپنوں کے لیے بھی، غیروں کے لیے بھی فائدہ مند ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل 25/ نومبر 2022ء جلد29 شمارہ94 صفحہ 05تا10)

45

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11 رنومبر 2022ء بمطابق 11 رنبوت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا۔ آپؓ کی سیرت پر کچھ بیان ہوا تھا۔ اس بارے میں جو روایات ہیں اس میں یہ بھی ہے کہ **آپ حسب و نسب کے ماہر تھے** اور شعری ذوق بھی رکھنے والے تھے۔ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ لوگوں میں سب سے زیادہ اہلِ عرب کے حسب و نسب کو جاننے والے تھے۔ جبیر بن مطعم جو کہ اس فن یعنی علم الانساب میں کمال تک پہنچے ہوئے تھے انہوں نے کہا مَیں نے نسب کا علم حضرت ابو بکرؓ سے سیکھا ہے۔ خاص طور پر قریش کا حسب و نسب کیونکہ حضرت ابو بکرؓ قریش میں سے قریش کے حسب و نسب اور جو اچھائیاں اور برائیاں اُن کے نسب میں تھیں ان کا آپ سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے اور آپ اُن کی برائیوں کا تذکرہ نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ حضرت عقیل بن ابو طالبؓ کی نسبت ان میں زیادہ مقبول تھے یعنی قریش میں زیادہ مقبول تھے۔ حضرت عقیلؓ حضرت ابو بکرؓ کے بعد قریش کے حسب و نسب اور ان کے آباؤاجداد اور ان کی اچھائیوں اور برائیوں کے بارے میں سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ مگر حضرت عقیلؓ قریش کو ناپسندیدہ تھے کیونکہ وہ قریش کی برائیاں بھی گنوا دیتے تھے۔ حضرت عقیلؓ مسجد نبویؐ میں نسب ناموں، عرب کے حالات و واقعات کا علم حاصل کرنے کے لیے حضرت ابو بکرؓ کے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ اہلِ مکہ کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ ان کے بہترین لوگوں میں سے تھے چنانچہ جب بھی انہیں کوئی مشکل پیش آتی تو آپؓ سے مدد طلب کرتے تھے۔

(السیرۃ الحلبیۃ جلد1 صفحہ390 باب اول الناس ایماناً بہ ﷺ، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

بیان ہوا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو انسابِ عرب بالخصوص قریش کے نسب کا علم سب سے زیادہ ہے۔ چنانچہ جب قریش کے شعراء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہے تو حضرت حسان بن ثابتؓ کے سپرد یہ خدمت ہوئی کہ وہ اشعار میں ہی ان کے ہجو کا جواب دیں۔ حضرت حسانؓ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تم قریش کی ہجو کیسے کہو گے جبکہ مَیں خود بھی قریش میں سے ہوں۔ اس پر حضرت حسانؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپؐ کو ان سے ایسے نکال لوں گا جیسے آٹے سے بال یا مکھن سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ تم حضرت ابو بکرؓ کے پاس جاؤ اور ان سے قریش کے نسب کے بارے میں پوچھ لیا کرو۔ حضرت حسانؓ کہتے تھے کہ پھر میں اشعار لکھنے سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور وہ میری قریش کے مَردوں اور عورتوں کے

بارے میں راہنمائی فرماتے۔ چنانچہ جب حضرت حسانؓ کے اشعار مکہ جاتے تو مکہ والے کہتے کہ ان اشعار کے پیچھے ابو بکر کی راہنمائی اور مشورہ شامل ہے۔

(ماخوذ از سیرت سیدنا صدیق اکبر، از استاذ عمر ابو النصر، مترجم اردو صفحہ 817-818)

حضرت ابو بکر علم الانساب کی طرح ایامِ عرب یعنی عربوں کی باہم جنگوں کی تاریخ کے بھی بہت بڑے عالم تھے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ گو کہ باقاعدہ شاعر تو نہ تھے لیکن شعری ذوق خوب تھا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سیرت نگاروں نے یہ بحث اٹھائی ہے کہ آپؓ نے باقاعدہ طور پر شعر کہے تھے یا نہیں اور کچھ سیرت نگاروں نے نفی کی ہے کہ آپؓ نے اشعار کہے ہوں گے البتہ بعض سیرت نگاروں نے حضرت ابو بکرؓ کے کچھ اشعار کا بھی ذکر کیا ہے۔ اسی طرح حضرت ابو بکرؓ کے اشعار پر مشتمل، پچیس قصائد پر مشتمل ایک مخطوطہ جو کہ ترکی کے کتب خانے سے دستیاب ہوا ہے وہاں پڑا ہوا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ حضرت ابو بکرؓ کے اشعار ہیں۔ اس میں کسی لکھنے والے نے یہاں تک لکھا ہے کہ مجھے ان اشعار کی حضرت ابو بکرؓ کی طرف نسب کی تصدیق الہامی طور پر ہوئی ہے۔ طبقاتِ ابنِ سعد اور سیرت ابنِ ہشام نے یہی لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے کچھ اشعار کہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر آپؐ کی تدفین کے بعد **حضرت ابو بکرؓ کے اشعار یہ بیان کیے** جاتے ہیں یعنی ترجمہ یہ ہے کہ اے آنکھ! تجھے سید دوعالَم صلی اللہ علیہ وسلم پر رونے کے حق کی قسم! تُو روتی رہ اور اب تیرے آنسو کبھی نہ تھمیں۔

اے آنکھ! خِنْدِف یعنی قبیلہ قریش کے بہترین فرزند پر آنسو بہا جو کہ شام کے وقت لحد میں چھپا دیے گئے ہیں۔ پس بادشاہوں کے بادشاہ، بندوں کے والی اور عبادت کرنے والوں کے رب کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود ہو۔ پس حبیب کے بچھڑ جانے کے بعد اب کیسی زندگی۔ دس جہانوں کو زینت بخشنے والی ہستی کی جدائی کے بعد کیسی آراستگی۔ پس جس طرح ہم سب زندگی میں بھی ساتھ ہی تھے، کاش موت بھی ہم سب کو ایک ساتھ گھیرے میں لے لیتی۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبر، از استاذ عمر ابو النصر، مترجم اردو صفحہ 818تا822)

یہ اشعار کا ترجمہ ہے۔ آپؓ کی فراست کے بارے میں آتا ہے کہ بہت صاحبِ فراست تھے۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے دنیا کا یا اس کا جو اللہ کے پاس ہے۔ تو اس نے جو اللہ کے پاس ہے اسے پسند کیا ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو مَیں نے اپنے دل میں کہا اس بزرگ کو کیا بات رُلا رہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے بندے کو دنیا یا جو اس کے پاس ہے پسند کرنے کے متعلق اختیار دیا ہے تو پھر اس نے جو اللہ عزّوجل کے پاس ہے اسے چن لیا ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ بندے تھے اور حضرت ابو بکرؓ ہم سب سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر! مت رو۔ آگے ان کی روایت میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! مت رو۔

یقیناً تمام لوگوں میں سب سے بڑھ کر مجھ سے اپنی رفاقت اور اپنے مال کے ذریعہ نیکی کرنے والا ابو بکر ہی ہے۔ اگر میں اپنی امّت میں سے کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو میں ابو بکر کو بناتا لیکن اسلام کی برادری اور محبت ہی

ہے۔ مسجد میں کوئی دروازہ نہ رہے مگر بند کر دیا جائے سوائے ابو بکر کے دروازے کے۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد، روایت نمبر 466)

فراست کے حوالے سے یہ حوالہ دوبارہ پیش کیا۔ یہ دروازوں کا جو حوالہ ہے پہلے بھی کہہ چکا ہوں۔ اس کی ایک تشریح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی فرمائی ہے جو آگے بیان کروں گا۔ بہرحال حضرت مصلح موعودؓ اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری ایام آئے تو ایک دن آپؐ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے اور صحابہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ ہے اس کو اس کے خدا نے مخاطب کیا اور کہا اے میرے بندے! میں تجھے اختیار دیتا ہوں کہ چاہے تُو دنیا میں رہ اور چاہے تو میرے پاس آجا۔ اس پر اس بندے نے خدا کے قرب کو پسند کیا۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے۔ حضرت عمرؓ کہتے ہیں“ یہاں حضرت عمرؓ کے حوالے سے بات ہو رہی ہے۔ ”حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مجھے ان کا رونا دیکھ کر سخت غصہ آیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی بندے کا واقعہ بیان فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو خدا تعالیٰ کے پاس چلا جائے۔ اور اس نے خدا تعالیٰ کے قرب کو پسند کیا، یہ بڈھا کیوں رو رہا ہے؟ مگر حضرت ابو بکرؓ کی اتنی ہچکی بندھی، اتنی ہچکی بندھی کہ وہ کسی طرح رکنے میں ہی نہیں آتی تھی۔“ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابو بکر سے مجھے اتنی محبت ہے کہ اگر خدا کے سوا کسی کو خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابو بکرؓ کو بناتا۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دنوں کے بعد وفات پا گئے تو اس وقت ہم نے سمجھا کہ ابو بکرؓ کا رونا سچا تھا اور ہمارا غصہ بیوقوفی کی علامت تھا۔“

(اسوۂ حسنہ، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 102)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ جن کو قرآن مجید کا یہ فہم ملا تھا کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدۃ:4) پڑھی تو حضرت ابو بکرؓ رو پڑے۔ کسی نے پوچھا کہ یہ بڈھا کیوں روتا ہے؟ تو آپؓ نے یعنی حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ مجھے اس آیت سے پیغمبر خدا، رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بو آتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام بطور حکام کے ہوتے ہیں جیسے بندوبست کا ملازم جب اپنا کام کر چکتا ہے تو وہاں سے چل دیتا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام جس کام کے واسطے دنیا میں آتے ہیں جب اس کو کر لیتے ہیں تو پھر وہ اس دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔ پس جب اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کی صدا پہنچی تو حضرت ابو بکرؓ نے سمجھ لیا کہ یہ آخری صدا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا فہم بہت بڑھا ہوا تھا اور یہ جو احادیث میں آیا ہے کہ مسجد کی طرف سب کھڑکیاں بند کی جاویں۔ یہ کھڑکی کی وضاحت بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرما دی کہ کھڑکیاں بند کرنے سے کیا مراد ہے۔ فرمایا کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ مسجد کی طرف سب کھڑکیاں بند کر دی جاویں مگر ابو بکر کی کھڑکی مسجد کی طرف کھلی رہے گی اس میں یہی سرّ ہے کہ مسجد چونکہ مظہر اسرارِ الٰہی ہوتی ہے اس لیے حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طرف یہ دروازہ بند نہیں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ کے اسرار، راز، باتوں میں گہرائی، اللہ تعالیٰ کی باتوں میں جو حکمت ہے وہ حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ہمیشہ کھلی رہے گی۔ بعد میں بھی کھلتی چلی جائے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ انبیاء علیہم السلام استعارات اور مجاز سے کام لیتے ہیں۔ جو شخص خشک ملاؤں کی طرح یہ کہتا ہے کہ نہیں ظاہر ہی ظاہر ہوتا ہے وہ سخت غلطی کرتا ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے سے یہ کہنا کہ یہ دہلیز بدل دے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سونے کے کڑے دیکھنا وغیرہ امور اپنے ظاہری معنوں پر نہیں تھے بلکہ استعارہ اور مجاز کے طور پر تھے۔ ان کے اندر ایک اَور حقیقت تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ غرض مدعا یہی تھی کہ حضرت ابو بکرؓ کو فہمِ قرآن سب سے زیادہ دیا گیا تھا اس لیے حضرت ابو بکرؓ نے یہ استدلال کیا۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ اگر یہ معانی بظاہر معارض بھی ہوتے تب بھی تقویٰ اور دیانتداری کا تقاضا تو یہ تھا کہ ابو بکر ہی کی مانتے یعنی لوگ انہی کی بات مانتے مگر یہاں تو ایک لفظ بھی قرآن مجید میں ایسا نہیں ہے جو حضرت ابو بکرؓ کے معنوں کا معارض ہو۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ مولویوں سے پوچھو کہ ابو بکر دانشمند تھے کہ نہیں۔ کیا وہ ابو بکر نہ تھے جو صدیق کہلایا۔ کیا یہی وہ شخص نہیں جو سب سے پہلے خلیفہ رسول اللہ کا بنا۔ جس نے اسلام کی بہت بڑی خدمت کی کہ خطرناک ارتداد کی وبا کو روک دیا۔ فرماتے ہیں: اچھا اَور باتیں جانے دو۔ یہی بتاؤ کہ حضرت ابو بکرؓ کو منبر پر چڑھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی تھی۔ پھر تقویٰ سے یہ بتاؤ کہ انہوں نے جو مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:145) پڑھا تو اس سے استدلال تام کرنا تھا یا ایسا ناقص کہ ایک بچہ بھی کہہ سکتا کہ عیسیٰ کو موتی سمجھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 441-442)

یعنی مکمل یہ آیت پڑھنے کا مطلب ہی یہ تھا کہ ایک بڑا واضح اور ٹھوس دلیل دی جائے نہ کہ ناقص دلیل۔ پھر ایک اَور موقع پر اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ''اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ:4) کی آیت دو پہلو رکھتی ہے۔ ایک یہ کہ تمہاری تطہیر کر چکا۔ دوم کتاب مکمل کر چکا... کہتے ہیں جب یہ آیت اتری تو ابو بکر رو پڑے۔ کسی نے کہا اے بڈھے۔ کیوں روتا ہے؟ آپؓ نے جواب دیا کہ اس آیت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی بو آتی ہے۔ کیونکہ یہ مقرر شدہ بات ہے کہ جب کام ہو چکتا ہے تو اس کا پورا ہونا ہی وفات پر دلالت کرتا ہے۔ جیسا دنیا میں بندوبست ہوتے ہیں اور جب وہ ختم ہو جاتا ہے تو عملہ وہاں سے رخصت ہوتا ہے۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ والا قصہ سنا تو فرمایا سب سے سمجھدار ابو بکرؓ ہے اور یہ فرمایا کہ اگر دنیا میں کسی کو دوست رکھتا تو ابو بکر کو رکھتا اور فرمایا۔ ابو بکر کی کھڑکی مسجد میں کھلی رہے باقی سب بند کر دو۔ کوئی پوچھے کہ اس میں مناسبت کیا ہوئی؟'' اس سے کیا مراد ہے کہ دوست رکھتا، پھر کھڑکی کھلی رہے گی۔ آپ مناسبت بیان فرما رہے ہیں کہ ''تو یاد رکھو کہ مسجد خانۂ خدا ہے جو سرچشمہ ہے تمام حقائق و معارف کا۔ اس لئے فرمایا کہ ابو بکرؓ کی اندرونی کھڑکی اس طرف ہے تو اس کے لئے یہ بھی کھڑکی رکھی جاوے۔ یہ بات نہیں کہ اَور صحابہؓ محروم تھے۔'' ان میں بھی بڑے بڑے فراست والے تھے لیکن سب سے زیادہ حضرت ابو بکرؓ میں تھی ''بلکہ ابو بکرؓ کی فضیلت وہ ذاتی فراست

تھی جس نے ابتداء میں بھی اپنا نمونہ دکھایا اور انتہاء میں بھی۔ گویا ابو بکرؓ کا وجود مَجْمُوْعَۃُ الْفِرَاسَتَیْن تھا۔"
(ملفوظات جلد 8 صفحہ 399-400)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "(حضرت ابو بکر) **صدیقؓ صاحبِ تجربہ اور صاحبِ فراست لوگوں میں سے تھے۔** آپؓ نے بہت سے پیچیدہ امور اور ان کی سختیوں کو دیکھا اور کئی معرکوں میں شامل ہوئے اور ان کی جنگی چالوں کا مشاہدہ کیا۔ اور آپؓ نے کئی صحرا و کوہسار روندے اور کتنے ہی ہلاکت کے مقامات تھے جن میں آپ بے دریغ گھس گئے۔ اور کتنی کج راہیں تھیں جن کو آپؓ نے سیدھا کیا۔ اور کئی جنگوں میں آپؓ نے پیش قدمی کی اور کتنے ہی فتنے تھے جن کو آپ نے نیست و نابود کیا اور کتنی ہی سواریاں تھیں جن کو آپ نے سفروں میں دبلا کیا" یعنی بے شمار سفر کیے کہ سواریاں تھک جاتی تھیں "اور بہت سے مراحل طے کئے یہاں تک کہ آپ صاحب تجربہ و فراست بن گئے۔ آپؓ مصائب پر صبر کرنے والے اور صاحبِ ریاضت تھے۔

پس اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو اپنی آیات کے مورد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کے لئے چنا اور آپؓ کے صدق و ثبات کے باعث آپؓ کی تعریف کی۔ یہ اشارہ تھا اس بات کا کہ آپؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیاروں میں سے سب سے بڑھ کر ہیں۔ آپؓ حریت کے خمیر سے پیدا کئے گئے اور وفا آپؓ کی گھٹی میں تھی۔ اس وجہ سے آپؓ کو خوفناک اہم امر اور ہوش رُبا خوف کے وقت منتخب کیا گیا اور اللہ علیم و حکیم ہے۔ وہ تمام امور کو ان کے موقع و محل پر رکھتا اور پانیوں کو ان کے (مناسبِ حال) سرچشموں سے جاری کرتا ہے۔ سو اس نے ابن ابی قحافہ پر نگاہِ التفات ڈالی اور اس پر خاص احسان فرمایا۔ اور اسے ایک یگانۂ روزگار شخصیت بنا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ بات کرنے والوں میں سب سے سچا ہے۔"

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اور اللہ تعالیٰ بات کرنے والوں میں سے سب سے سچا ہے۔ کیا فرمایا۔ "اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَ اَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا وَ جَعَلَ کَلِمَۃَ الَّذِیْنَ کَفَرُوا السُّفْلٰی وَ کَلِمَۃُ اللّٰہِ ھِیَ الْعُلْیَا وَاللّٰہُ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ (التوبۃ:40) اگر تم اس (رسول) کی مدد نہ بھی کرو تو اللہ (پہلے بھی) اس کی مدد کر چکا ہے جب اسے ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا (وطن سے) نکال دیا تھا اس حال میں کہ وہ دو میں سے ایک تھا۔ جب وہ دونوں غار میں تھے اور وہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پس اللہ نے اس پر اپنی سکینت نازل کی اور اس کی ایسے لشکروں سے مدد کی جن کو تم نے کبھی نہیں دیکھا اور اس نے ان لوگوں کی بات نیچی کر دکھائی جنہوں نے کفر کیا تھا اور بات اللہ ہی کی غالب ہوتی ہے اور اللہ کامل غلبہ والا (اور) بہت حکمت والا ہے۔"
(سر الخلافہ مترجم صفحہ 60 تا 62، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 339)

حضرت ابو بکرؓ کو تعبیر الرؤیا کا فن بھی بہت آتا تھا۔ لکھا ہے کہ علم تعبیر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ بڑا ملکہ رکھتے تھے۔ علم تعبیر میں آپؓ کو سب سے زیادہ فوقیت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں آپؓ خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے۔ امام محمد بن سیرینؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ سب سے بڑے معبّر تھے۔

(حضرت ابو بکر صدیقؓ از محمد الیاس عادل صفحہ 174)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان کردہ چند خوابوں کی تعبیریں بیان کی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ احد سے واپسی کے موقع پر ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں نے خواب میں ایک بادل دیکھا ہے جس سے گھی اور شہد ٹپک رہا تھا اور میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے ہاتھوں میں اس سے لے رہے تھے۔ کوئی زیادہ لینے والا کوئی تھوڑا لینے والا اور میں نے ایک رسی دیکھی جو آسمان تک پہنچی ہوئی تھی اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ نے اسے پکڑا اور اس کے ذریعہ اوپر چلے گئے۔ اس کے بعد ایک اَور شخص نے اسے پکڑا اور وہ بھی اس کے ذریعہ اوپر چلا گیا۔ اس کے بعد ایک اَور شخص نے اسے پکڑا اور وہ بھی اوپر چلا گیا۔ پھر اس کے بعد ایک اَور شخص نے اس رسی کو پکڑا اور وہ ٹوٹ گئی۔ پھر اس کے لیے جوڑ دی گئی اور وہ اس کے ذریعہ اوپر چڑھ گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس کی تعبیر کرنے دیجیے۔ اجازت ہو تو میں تعبیر کروں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تعبیر کرو تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ سایہ کرنے والا بادل تو اسلام ہے اور جو شہد اور گھی اس میں سے ٹپک رہا تھا وہ قرآن ہے۔ اس کی شیرینی اور اس کی لطافت اور لوگ اس سے جو شہد اور گھی لے رہے ہیں اس سے مراد قرآن حاصل کرنے والا ہے۔ یعنی قرآن کریم کا علم حاصل کرنے والا زیادہ یا تھوڑا۔ اور وہ رسی جو آسمان تک پہنچی ہوئی ہے تو وہ حق ہے جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لیا اور اس کے ذریعہ آپؐ بلند ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کو ایک اَور آدمی لے گا اور اس کے ذریعہ بلند ہو گا۔ پھر ایک اَور، وہ بھی اس کے ذریعہ بلند ہو گا۔ پھر ایک اَور، اور وہ منقطع ہو جائے گی۔ پھر اس کے لیے جوڑی جائے گی اور وہ اس کے ذریعہ بلند ہو گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کچھ صحیح کہا اور کچھ غلطی کی ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دیتا ہوں آپؐ مجھے ضرور بتائیے جو میں نے ٹھیک کہا اور جو میں نے غلطی کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر قسم نہ دو۔

(سنن ابن ماجه، كتاب تعبير الرؤيا باب تعبير الرؤيا ، حديث نمبر 3918)

یعنی آپ نہیں چاہتے تھے کہ جو صحیح تعبیر ہے وہ اس وقت واضح طور پر بتائی جائے۔ اس لیے آپؐ نے فرمایا کہ قسم نہ دو۔ بس ٹھیک ہے جتنی تم نے کر دی ہے وہی کافی ہے۔ ابن شہاب سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خواب دیکھا۔ اس خواب کو حضرت ابو بکرؓ کے سامنے بیان کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ جیسے میں اور تم ایک زینے پر چڑھے ہوں اور میں تم سے اڑھائی زینے آگے بڑھ گیا ہوں۔ انہوں نے کہا خیر ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپؐ کو اس وقت تک باقی رکھے گا کہ آپؐ اپنی آنکھوں سے وہ چیز دیکھ لیں جو آپؐ کو مسرور کرے اور خوش کرے اور آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرے۔ آپ نے ان کے سامنے اسی طرح تین مرتبہ دہرایا۔ تیسری مرتبہ فرمایا کہ اے ابو بکر! میں نے خواب دیکھا کہ جیسے

میں اور تم ایک زینے پر چڑھے۔ میں تم سے اڑھائی سیڑھی آگے بڑھ گیا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپؐ کو اپنی رحمت اور مغفرت کی طرف اٹھالے گا اور میں آپؐ کے بعد اڑھائی سال تک زندہ رہوں گا۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 132 دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت ابو بکرؓ نے اس کی یہ تشریح کی اور اسی طرح ہوا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ میں نے خواب میں اپنے حجرے میں تین چاند گرتے ہوئے دیکھے تو میں نے اپنی خواب اپنے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ کے سامنے بیان کی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین حضرت عائشہؓ کے حجرے میں عمل میں آئی تو حضرت ابو بکرؓ نے آپؓ سے کہا یہ تمہارے چاندوں میں سے ایک ہے اور یہ ان میں سے بہترین ہے۔

(مؤطا کتاب الجنائز باب ما جاء فی دفن المیت حدیث نمبر 546 دارالفکر بیروت 2002ء)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ کالی بکریوں کا ریوڑ میری پیروی کر رہا ہے اور ان کے پیچھے خاکستری رنگ کی بکریوں کا ریوڑ ہے۔ اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عرب آپ کی پیروی کریں گے اور پھر عجم ان کی پیروی کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے نے بھی یہی تعبیر کی ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد10 صفحہ125 کتاب الایمان والرؤیا حدیث 31101، الفاروق للحدیثہ 2008ء)

یہ تو خوابوں کا ذکر تھا۔ اب یہ ذکر ہے کہ **مَردوں میں سب سے پہلے مسلمان کون تھا؟** تو اس بارے میں یہی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کا ہی کہا جاتا ہے۔ حضرت عمار بن یاسرؓ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ابتدائی زمانے میں دیکھا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف پانچ غلام اور دو عورتیں اور حضرت ابو بکرؓ تھے۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا: حدیث نمبر 3660)

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اپنی تصنیف سیرت خاتم النبیین میں تفصیلی نوٹ لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں اور انہوں نے یہ بحث کی ہے کہ سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کون ایمان لایا تھا؟ چنانچہ آپؓ لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنے مشن کی تبلیغ شروع کی تو سب سے پہلے ایمان لانے والی حضرت خدیجہؓ تھیں جنہوں نے ایک لحہ کے لیے بھی تردّد نہیں کیا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد مَردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے کے متعلق مورخین میں اختلاف ہے۔ بعض حضرت ابو بکر عبداللہ بن ابی قحافہ کا نام لیتے ہیں۔ بعض حضرت علیؓ کا جن کی عمر اس وقت صرف دس سال کی تھی اور بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہؓ کا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ جھگڑا فضول ہے۔ حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آدمی تھے اور آپؐ کے بچوں کی طرح آپؐ کے ساتھ رہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا تھا اور ان کا ایمان لانا۔ (یعنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا اس پر ان کو یقین تھا اور ایمان تھا اس لیے یہ کہنا کہ آپ ایمان لائے تو یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کیونکہ ان کی عمر چھوٹی تھی اور گھر کے فرد تھے) بلکہ ان کی طرف سے تو شاید کسی قولی اقرار کی بھی ضرورت نہ تھی۔ پس ان کا نام بیچ میں لانے کی ضرورت نہیں اور جو

باقی رہے ان سب میں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمہ طور پر مقدم اور سابق بالایمان تھے۔

حضرت ابو بکرؓ اپنی شرافت اور قابلیت کی وجہ سے قریش میں بہت مکرم و معزز تھے اور اسلام میں تو اُن کو وہ رتبہ حاصل ہوا جو کسی اَور صحابی کو حاصل نہیں تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک لمحہ کے لیے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ میں شک نہیں کیا بلکہ سنتے ہی قبول کیا اور پھر انہوں نے اپنی ساری توجہ اور اپنی جان اور مال کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی خدمت میں وقف کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ میں ابو بکر کو زیادہ عزیز رکھتے تھے اور آپؐ کی وفات کے بعد وہ آپؐ کے پہلے خلیفہ ہوئے۔ اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی انہوں نے بے نظیر قابلیت کا ثبوت دیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یورپ کا مشہور مستشرق سپرنگر لکھتا ہے کہ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا آغازِ اسلام میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اس بات کی سب سے بڑی دلیل ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خواہ دھوکا کھانے والے ہوں مگر دھوکا دینے والے ہرگز نہیں تھے بلکہ صدقِ دل سے اپنے آپ کو خدا کا رسول یقین کرتے تھے۔ اور سر ولیم میور کو بھی سپرنگر کی اس رائے سے کُلّی اتفاق ہے۔

حضرت خدیجہؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت علیؓ اور زید بن حارثہؓ کے بعد اسلام لانے والوں میں پانچ اشخاص تھے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تبلیغ سے ایمان لائے اور یہ سب کے سب اسلام میں ایسے جلیل القدر اور عالی مرتبہ اصحاب نکلے کہ چوٹی کے صحابہ میں شمار کیے جاتے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ اول حضرت عثمان بن عفانؓ۔ دوسرے عبدالرحمٰن بن عوف۔ تیسرے سعد بن ابی وقاص۔ چوتھے زبیر بن عوام۔ پانچویں طلحہ بن عبید اللہ۔ یہ پانچوں اصحاب عشرہ مبشرہ میں سے ہیں یعنی ان دس اصحاب میں داخل ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے خاص طور پر جنت کی بشارت دی تھی اور جو آپ کے نہایت مقرب صحابی اور مشیر شمار ہوتے تھے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 121 تا 123)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک موقع پر جماعت کو مالی تحریک کر رہے تھے تو اس میں آپ نے اس کو اس واقعہ کے ساتھ بھی جوڑا۔ آپؓ لکھتے ہیں کہ ”مومن ایسی تحریکوں پر گھبراتا نہیں“ یعنی مالی تحریکوں پر یا قربانی کی تحریکوں پر ”بلکہ خوش ہوتا ہے اور اس کو فخر ہوتا ہے کہ تحریک سب سے پہلے مجھ تک پہنچی۔ وہ ڈرتا نہیں بلکہ اس پر اس کو ناز ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کا وہ شکریہ ادا کرتا ہے اور سب سے زیادہ اس کی راہ میں قربانی کرتا ہے اور درجہ بھی سب سے بڑھ کر پاتا ہے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو جو قربانیاں حضرت ابو بکرؓ نے کیں یا جس جس خدمت کا ان کو موقع حاصل ہوا ہے وہ آرزو کرتے تھے کہ مجھے سب سے پہلے ان قربانیوں کا کیوں موقع ملا۔“ کبھی سوچا ہوگا، خواہش کی ہوگی کہ کیوں مجھے موقع ملا۔ ”انہوں نے بڑی خوشی کے ساتھ اپنے آپ کو خطرات میں ڈالا اور خدا کی راہ میں تکلیفیں اٹھائیں۔ اس لئے انہوں نے وہ درجہ پایا جو حضرت عمرؓ بھی نہ پا سکے۔ کیونکہ جو پہلے ایمان لاتا ہے اس کو سب سے پہلے قربانیوں کا موقع ملتا ہے حالانکہ خطرات حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے وقت بھی تھے۔ تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ نمازیں نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ صحابہ وطنوں سے بے وطن ہو رہے تھے۔ پہلی ہجرتِ حبشہ جاری تھی۔ ترقیوں کا زمانہ ان کے ایمان لانے کے بہت بعد شروع ہوا مگر پھر بھی جو مرتبہ حضرت ابو بکرؓ کو ابتداء میں

ایمان لانے اور ابتداء میں قربانیوں کا موقع میسر آنے کی وجہ سے حاصل ہوا، حضرت عمرؓ اس کی برابری نہ کر سکے۔ یہی وجہ ہے ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا اختلاف ہو گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جس وقت اسلام سے انکار کر رہے تھے اس وقت ابو بکر نے اسلام کو قبول کیا اور جس وقت تم اسلام کی مخالفت کر رہے تھے اس نے اسلام کی مدد کی اب تم اس کو کیوں دکھ دیتے ہو۔ تو ان کے پہلے ایمان لانے اور قربانیوں کا اظہار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ تکلیفیں حضرت عمرؓ نے بھی اٹھائیں اور قربانیاں انہوں نے بھی کی تھیں۔ پس حضرت ابو بکرؓ کو اس سبقت پر فخر حاصل تھا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ یہ چاہتے ہوں گے کہ کاش! فتح مکہ کے وقت ان کو ایمان لانے کا موقع ملتا بلکہ اگر دنیا کی بادشاہت کو بھی ان کے سامنے رکھ دیا جاتا تو حضرت ابو بکرؓ اس کو نہایت حقیر بدلہ قرار دیتے اور منظور نہ کرتے بلکہ وہ اس مرتبہ کے معاوضہ میں دنیا کی بادشاہت کو پاؤں سے ٹھوکر مارنے کی تکلیف بھی گوارا نہ کرتے۔"

(من انصاری الی اللہ، انوار العلوم جلد 9 صفحہ 30-31)

پس یہ ان کی قربانیوں کا صلہ تھا اور اس طرح اللہ تعالیٰ درجہ بہ درجہ صلہ دیتا ہے۔ غلاموں کے آزاد کروانے کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے کہ اَبُوْبَکْرٍ سَیِّدُنَا وَاَعْتَقَ سَیِّدَنَا یَعْنِیْ بِلَالًا۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل الصحابة بَابُ مَنَاقِبِ بِلَالِ بْنِ رَبَاحٍ، مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا حدیث نمبر 3754)

ابو بکر ہمارے سردار ہیں اور انہوں نے ہمارے سردار کو آزاد کیا۔ ان کی مراد حضرت بلالؓ سے تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے آغاز اسلام میں اپنے مال سے سات غلاموں کو آزاد کروایا جنہیں اللہ کی وجہ سے تکلیف دی جاتی تھی۔ ان غلاموں کے نام یہ ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ عامر بن فُہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ زِنّیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ نَہْدِیّہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی بیٹی رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کی بیٹی بنی مُؤَمَّل کی ایک لونڈی اور اُمّ عُبَیْس۔

(الاصابة فی تمییز الصحابة جلد 3 صفحہ 247، عبد اللہ بن عثمان، دارالفکر بیروت 2001ء)

مخالف بھی **حضرت ابو بکرؓ کی نیکی اور اخلاق فاضلہ کے قائل تھے**۔ چنانچہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "ابو بکرؓ جیسا انسان جس کا سارا مکہ ممنونِ احسان تھا۔ وہ جو کچھ کماتے تھے غلاموں کو آزاد کرانے میں خرچ کر دیتے تھے۔ آپؓ ایک دفعہ مکہ کو چھوڑ کر جا رہے تھے کہ ایک رئیس آپؓ سے راستہ میں ملا اور اس نے پوچھا ابو بکر تم کہاں جا رہے ہو آپؓ نے فرمایا اس شہر میں اب میرے لئے امن نہیں میں اب کہیں اَور جا رہا ہوں۔ اس رئیس نے کہا تمہارے جیسا نیک آدمی اگر شہر سے نکل گیا تو شہر برباد ہو جائے گا۔ میں تمہیں پناہ دیتا ہوں تم شہر چھوڑ کر نہ جاؤ۔ آپؓ اُس رئیس کی پناہ میں واپس آ گئے۔ آپؓ جب صبح کو اٹھتے اور قرآن پڑھتے تو عورتیں اور بچے دیوار کے ساتھ کان لگا لگا کر قرآن سنتے کیونکہ آپؓ کی آواز میں بڑی رِقّت، سوز اور درد تھا اور قرآن کریم چونکہ عربی میں تھا ہر عورت، مرد، بچہ اس کے معنے سمجھتا تھا اور سننے والے اس سے متاثر ہوتے تھے۔ جب یہ بات پھیلی تو مکہ میں شور پڑ گیا کہ اس طرح تو سب لوگ بے دین ہو جائیں گے۔ آخر لوگ اُس رئیس کے پاس گئے اور اس سے کہا

کہ تم نے اس کو پناہ میں کیوں لے رکھا ہے۔ اس رئیس نے آکر آپؓ سے کہا کہ آپ اس طرح قرآن نہ پڑھا کریں۔ مکہ کے لوگ اس سے ناراض ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا پھر اپنی پناہ تم واپس لے لو میں تو اس سے باز نہیں آسکتا۔ چنانچہ اس رئیس نے اپنی پناہ واپس لے لی۔ یہ آپؓ کے تقویٰ اور طہارت کا کتنا زبردست ثبوت ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ لوگ شدید دشمن تھے اور آپ کو گالیاں بھی دیا کرتے تھے لیکن ابو بکرؓ کی پاکیزگی کے وہ اتنے قائل تھے کہ اس رئیس نے کہا آپ کے نکل جانے سے شہر برباد ہو جائے گا۔"

(تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 327)

امامتِ نماز کے بارے میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں جن چند احباب کو مسجد نبوی میں نماز پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی ان میں حضرت ابو بکرؓ بھی ہیں اور حضرت ابو بکرؓ کی ایک خصوصی سعادت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری ایام میں تو بالخصوص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق نمازیں پڑھانے کی سعادت میسر آئی۔ اس بارے میں متفرق روایات ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ جن میں ابو بکر ہوں ان کے لیے مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اَور ان کی امامت کروائے۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب ابی بکرؓ حدیث نمبر 3673)

اسود بیان کرتے ہیں کہ ہم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تھے کہ اتنے میں ہم نے نماز پر باقاعدگی اور اس کی عظمت کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بیماری سے بیمار ہوئے جس میں آپؐ فوت ہو گئے تھے تو نماز کا وقت ہوا اور اذان دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو آپؐ سے عرض کیا گیا کہ ابو بکر رقیق القلب ہیں۔ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو وہ لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر وہی عرض کیا گیا کہ رقیق القلب ہیں تو آپؐ نے تیسری مرتبہ پھر فرمایا اور کہا تم یوسف والیاں ہوں۔ یعنی اس طرح کی باتیں کر رہی ہو۔ ابو بکر سے کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

تب حضرت ابو بکرؓ نماز پڑھانے کے لیے نکلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت میں کچھ افاقہ محسوس کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نکلے اور آپؐ کو دو آدمیوں کے درمیان سہارا دیا جا رہا تھا۔ وہ کہتی ہیں مجھے یہ ایسا ہی یاد ہے گویا کہ میں اب بھی دیکھ رہی ہوں کہ آپؐ کے پاؤں بیماری کی وجہ سے زمین پر لکیریں ڈال رہے تھے یعنی صحیح طرح چل نہیں سکتے تھے۔ پاؤں اٹھا نہیں سکتے تھے تو پاؤں زمین میں گھسٹ رہے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب آپ کو اس طرح آتے ہوئے دیکھا تو چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً فرمایا کہ اپنی جگہ پر ہی رہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا گیا یہاں تک کہ آپؐ حضرت ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ اعمش سے کہا گیا اور کیا نبیؐ نماز پڑھا رہے تھے اور حضرت ابو بکرؓ آپ کی نماز کی اقتدا میں پڑھتے تھے اور لوگ حضرت ابو بکرؓ کی نماز کی اقتدا میں پڑھتے تھے تو انہوں نے سر سے اشارہ کیا کہ ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کے بائیں طرف

بیٹھے اور حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب حد المریض ان یشھد الجماعۃ حدیث نمبر664)

حضرت انس بن مالک انصاریؓ نے، یہ راوی کہتے ہیں کہ، مجھے بتایا۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی اور خدمت کی اور آپ کی صحبت میں رہے۔ پھر بتایا کہ ابو بکر اُن لوگوں کو نماز پڑھایا کرتے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بیماری میں جس میں آپؐ کی وفات ہو گئی یہاں تک کہ جب پیر کا دن ہوا اور وہ نماز میں صفوں میں تھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرے کا پردہ اٹھایا۔ آپؐ ہمیں دیکھ رہے تھے اور آپؐ کھڑے ہوئے تھے۔ گویا کہ آپؐ کا چہرۂ مبارک قرآنِ مجید کا ورق تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کر تبسم فرمایا اور ہمیں خیال ہوا کہ ہم نبیؐ کو دیکھنے کی وجہ سے خوشی سے آزمائش میں پڑ گئے ہیں۔ اتنے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی ایڑھیوں کے بل پیچھے ہٹے تا وہ صف میں مل جائیں اور وہ سمجھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے باہر تشریف لا رہے ہیں مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارۃً فرمایا کہ اپنی نماز پوری کرو اور پردہ ڈال دیا اور آپؐ اسی دن فوت ہو گئے۔

(صحیح بخاری کتاب الاذان باب اھل العلم والفضل احق بالامامۃ حدیث نمبر680)

ایک روایت میں ہے کہ انہی دنوں میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے نماز پڑھائی تھی۔ اس کی تفصیل یوں ملتی ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زَمْعَہؓ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری شدید ہو گئی اور مَیں مسلمانوں کی ایک جماعت میں آپؐ کی خدمت میں موجود تھا۔ حضرت بلالؓ نے آپ کو نماز کے لیے بلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کو کہو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حضرت عبد اللہ بن زمعہؓ باہر نکلے تو دیکھا حضرت عمرؓ لوگوں میں تھے اور حضرت ابو بکرؓ موجود نہ تھے۔ کہتے ہیں مَیں نے کہا کہ اے عمرؓ! کھڑے ہو جائیں اور لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ وہ آگے بڑھے اور اللہ اکبر کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آواز سنی، (حضرت عمرؓ کی آواز، بلند آواز ہوتی تھی) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر کہاں ہیں؟ اللہ اس کا انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی۔ اللہ اس کا انکار کرتا ہے اور مسلمان بھی۔ آپ نے حضرت ابو بکرؓ کو بلا بھیجا۔ وہ آئے اور بعد اس کے کہ حضرت عمرؓ نماز پڑھا چکے تھے پھر انہوں نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ یہ بھی ایک روایت ہے۔

ایک اَور روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی آواز سنی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے یہاں تک کہ آپؐ نے اپنا سر مبارک اپنے حجرہ سے بلند کر کے دیکھا۔ پھر فرمایا: نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ چاہیے کہ ابن ابی قُحافہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپؐ نے یہ ناراضگی سے فرمایا۔

(سنن ابو داؤد کتاب السنۃ باب فی استخلاف ابی بکرؓ، حدیث نمبر4660-4661)

اس روایت کی مزید تفصیل مسند احمد میں یہ ملتی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے حضرت عبد اللہ بن زَمْعَہؓ سے جنہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا تھا کہ آپ نماز پڑھائیں کہا کہ مَیں نے تو سمجھا تھا کہ تمہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے نماز پڑھانے کا کہا جائے وگرنہ مَیں کبھی بھی نماز نہ پڑھاتا۔ تو اس پر انہوں نے، عبد اللہ بن زمعہؓ نے کہا کہ نہیں۔ مَیں نے جب دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ نظر نہیں آ رہے تو خود ہی یہ سوچا کہ اس کے بعد آپ ہی نماز پڑھانے کے اہل ہیں۔ اس لیے میں نے خود آپؓ کی خدمت میں نماز پڑھانے

کی درخواست کی تھی۔ مجھے براہ راست نہیں کہا گیا تھا۔ یہ مسند کی روایت ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد6 صفحہ412-413 حدیث عبداللہ بن زمعة حدیث نمبر 19113 عالم الکتب بیروت 1998ء)

آپؓ کی شفقتِ اولاد کے بارے میں لکھنے والے لکھتے ہیں، ایک مصنف نے لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی۔ اپنے قول و عمل سے وہ اکثر اس بات کا اظہار بھی کرتے رہتے تھے۔ بڑے صاحبزادے حضرت عبدالرحمٰن الگ مکان میں رہتے تھے لیکن ان کے گھر کا خرچ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کی بڑی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیر بن عوامؓ سے ہوئی تھی۔ وہ شروع شروع میں بہت تنگدست تھے۔ گھر میں کوئی خادم یا خادمہ رکھنے کی مقدرت نہ تھی اس لیے حضرت اسماءؓ کو بہت کام کرنا پڑتا۔ وہ آٹا گوندھتی تھیں۔ کھانا پکاتی تھیں۔ پانی بھرتی تھیں۔ ڈول سیتی تھیں اور کافی فاصلے سے کھجور کی گٹھلیاں سر پر لاد کر لاتی تھیں یہاں تک کہ گھوڑے کو چارہ بھی کھلاتی تھیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے ایک خادم بھیجا جو گھوڑے کو چارہ کھلاتا اور اس کی دیکھ بھال کرتا تھا۔ حضرت اسماءؓ کہتی ہیں کہ خادم بھیج کر گویا ابا جان نے مجھے آزاد کر دیا۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح ،باب الغیرۃ حدیث نمبر 5224)

ایک اَور واقعہ لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابو بکرؓ کو اپنی بیوی عاتکہ سے محبت تھی۔ اس کی وجہ سے انہوں نے جہاد پر جانا چھوڑ دیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ یہ برداشت نہ کر سکتے تھے۔ انہوں نے حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ تم نے بیوی کی وجہ سے جہاد پر جانا چھوڑ دیا ہے تو اسے طلاق دے دو۔ تو انہوں نے اس حکم کی تعمیل تو کر دی لیکن عاتکہ کے فراق میں بڑے پُر درد اشعار کہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے کانوں تک یہ اشعار پہنچے تو ان کا دل پسیج گیا اور انہوں نے حضرت عبداللہؓ کو رجوع کرنے کی اجازت دے دی۔

(سیرۃ خلیفۃ الرسول ﷺ سیدنا حضرۃ ابو بکر صدیقؓ از طالب ہاشمی صفحہ 349 تا 351، حسنات اکیڈمی لاہور)

حضرت بَراءؓ نے بیان کیا کہ میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ ان کے گھر والوں کے پاس اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ ان کی بیٹی حضرت عائشہؓ لیٹی ہوئی ہیں۔ انہیں بخار ہو گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ انہوں نے یعنی حضرت ابو بکرؓ نے حضرت عائشہؓ کے رخسار پر بوسہ دیا اور ان کی طبیعت پوچھی کہ اے میری بیٹی! تم کیسی ہو؟

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب ھجرۃ النبیؐ واصحابہ حدیث نمبر 3918)

یہ ذکر ان شاء اللہ آئندہ بھی کچھ بیان ہو گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02/ دسمبر 2022ء جلد29 شمارہ96 صفحہ 05 تا09)

46

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 / نومبر 2022ء بمطابق 18 / نبوت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت اور زندگی کے واقعات بیان ہو رہے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جو مرتبہ تھا اس بارے میں پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ مزید بھی بیان ہوا ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپؓ کو اپنا جانشین نامزد کرنا چاہتے تھے بلکہ یہ اشارہ دیا کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکرؓ ہی کو آپؐ کے بعد خلیفہ اور جانشین بنائے گا۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں مجھ سے فرمایا کہ ابو بکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی خواہش کرنے والا خواہش کرے یا کوئی کہنے والا کہے کہ مَیں زیادہ حق دار ہوں لیکن اللہ اور مومن تو سوائے ابو بکر کے کسی اَور کا انکار کریں گے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی بکرؓ، حدیث نمبر6181)

یعنی کوئی اَور اگر کہے تو اس کا انکار ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ ہی جانشین بنیں گے۔ پھر حضرت حذیفہ بن یمانؓ کی بھی ایک روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ میرے لیے تم میں باقی رہنا کب تک ہے۔ پس تم میری پیروی کرو اور ان کی جو میرے بعد ہیں۔ اور آپؐ کا اشارہ ابو بکرؓ اور عمرؓ کی طرف تھا۔

(سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر97)

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپؐ فرماتے تھے کہ:

ایک بار میں سویا ہوا تھا۔ میں نے اپنے تئیں ایک کنویں پر دیکھا جس پر ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنویں میں سے جتنا اللہ نے چاہا کھینچ کر پانی نکالا۔ پھر ابن ابی قحافہ نے وہ ڈول لے لیا اور اس سے پانی کا ایک ڈول یا دو ڈول کھینچ کر نکالے اور ان کے کھینچنے میں کچھ کمزوری تھی اور اللہ ان کی اس کمزوری پر پردہ پوشی فرماتے ہوئے ان سے درگزر کرے گا۔ پھر وہ ڈول ایک چرساہو گیا یعنی چمڑے کا ایک بڑا ڈول بن گیا اور ابنِ خطاب نے اس کو لیا تو میں نے کبھی لوگوں میں ایسا شہ زور نہیں دیکھا جو اس طرح کھینچ کر پانی نکالتا ہو جس طرح عمر نکالتے تھے۔ اتنا نکالا کہ لوگ خوب سیر ہو کر اپنے اپنے ٹھکانوں میں جا بیٹھے۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبیؐ باب قول النبیﷺ لو کنت متخذا حدیث نمبر3664)

یعنی حضرت ابو بکرؓ اور عمرؓ دونوں کے بارے میں آپؐ نے بتایا کہ آپؐ کے بعد جانشین ہوں گے۔ واقعۂ اِفک

میں حضرت ابو بکرؓ کا کردار اور آپؓ کے فضائل جو ہیں اس کی تفصیل تو پہلے صحابہؓ میں بیان ہو چکی ہے۔ یہاں صرف ایک مختصر حصہ پیش کرتا ہوں جس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ پر اتنا بڑا الزام لگایا گیا گویا ایک پہاڑ ٹوٹ گیا لیکن حضرت عائشہؓ کے والدین کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام بیٹی کے پیار سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا تھا کہ انہوں نے اس سارے عرصہ میں دیر تک اپنی بیٹی کو اسی حالت میں رہنے دیا کہ جس حالت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھنا مناسب سمجھا یہاں تک کہ ایک مرتبہ جب حضرت عائشہؓ اپنے والدین کے گھر تشریف لائیں تو حضرت ابو بکرؓ نے انہیں اسی وقت واپس ان کے گھر بھیج دیا۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ واقعۂ اِفک کے دوران حضرت عائشہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ایک خادم کے ساتھ اپنے والدین کے گھر تشریف لے گئیں۔ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ میں گھر میں داخل ہوئی اور میں نے اپنی والدہ امّ رومان کو مکان کے نچلے حصہ میں اور حضرت ابو بکرؓ کو گھر کے بالاخانے میں پایا۔ وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔ میری ماں نے کہا اے میری پیاری بیٹی! کیسے آئی؟ میں نے انہیں بتایا اور وہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ کہتی ہیں میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس سے انہیں وہ حیرت نہیں ہوئی جس قدر مجھے ہوئی تھی۔ میرا جو خیال تھا کہ واقعہ سن کر وہ پریشان ہوں گی لیکن ان کو کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ حضرت عائشہؓ کی والدہ کہنے لگیں کہ اے میری پیاری بیٹی! اپنے خلاف ہونے والی اس بات کو معمولی سمجھو کیونکہ اللہ کی قسم! کم ہی ایسا ہوا ہے کہ کوئی خوبصورت عورت کسی شخص کے پاس ہو جس سے وہ محبت رکھتا ہو۔ اس کی سوتنیں ہوں مگر وہ اس سے حسد کرتی ہیں اور اس کے متعلق باتیں بنائی جاتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں میں کیا دیکھتی ہوں کہ اس کا ان پر وہ اثر نہیں جو مجھ پر ہے۔ مَیں نے کہا کہ میرے والد بھی یہ جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں۔ پھر حضرت عائشہؓ نے کہا، اپنی والدہ سے پوچھا: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ انہوں نے کہا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی جانتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں اس بات پر میرے آنسو جاری ہو گئے اور میں رونے لگی۔ حضرت ابو بکرؓ نے میری آواز سنی اور وہ گھر کے بالاخانے میں قرآن پڑھ رہے تھے۔ وہ نیچے آئے اور میری ماں سے کہا اسے کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا اسے وہ بات پہنچی ہے جو اس کے متعلق کہی جا رہی ہے تو حضرت ابو بکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کہنے لگے اے میری پیاری بیٹی! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تم اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں واپس آ گئی۔

(صحیح البخاری کتاب تفسیر القرآن، تفسیر سورۃ النور، باب ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ... روایت نمبر 4757)

واقعۂ اِفک کے تذکرہ میں اس گھناؤنی سازش اور حضرت ابو بکرؓ کے مناقب بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ بیان فرمایا کہ ہمیں غور کرنا چاہیے کہ وہ کون کون لوگ تھے جن کو بدنام کرنا منافقوں کے لیے یا ان کے سرداروں کے لیے فائدہ مند ہو سکتا تھا اور کن کن لوگوں سے اس ذریعہ سے منافق اپنی دشمنی نکال سکتے تھے۔ حضورؓ فرماتے ہیں کہ ایک ادنیٰ تدبر سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگا کر دو شخصوں سے دشمنی نکالی جا سکتی تھی۔ ایک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ کیونکہ ایک کی وہ بیوی تھیں اور ایک کی بیٹی تھیں۔ یہ دونوں وجود ایسے تھے کہ ان کی بدنامی سیاسی یا اقتصادی لحاظ سے یا دشمنیوں کے

لحاظ سے بعض لوگوں کے لیے فائدہ بخش ہو سکتی تھی یا بعض لوگوں کی اغراض ان کو بدنام کرنے کے ساتھ وابستہ تھیں۔ ورنہ خود حضرت عائشہؓ کی بدنامی سے کسی شخص کو کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ آپؓ سے سوتوں کا تعلق ہو سکتا تھا۔ یعنی دوسری بیویاں تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور یہ خیال ہو سکتا تھا کہ شائد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتوں نے حضرت عائشہؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے گرانے اور اپنی نیک نامی چاہنے کے لیے اس معاملہ میں کوئی حصہ لیا ہو مگر تاریخ شاہد ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سوتوں نے اس معاملہ میں کوئی حصہ نہیں لیا بلکہ حضرت عائشہؓ کا اپنا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں سے جس بیوی کو میں اپنا رقیب اور مدِ مقابل خیال کیا کرتی تھی وہ حضرت زینبؓ تھیں۔ ان کے علاوہ اَور کسی بیوی کو میں اپنا رقیب خیال نہیں کرتی تھی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں زینبؓ کے اس احسان کو کبھی نہیں بھول سکتی کہ جب مجھ پر الزام لگایا گیا تو سب سے زیادہ زور سے اگر کوئی اس الزام کا انکار کیا کرتی تھیں تو وہ حضرت زینبؓ ہی تھیں۔

پس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اگر کسی کو دشمنی ہو سکتی تھی تو وہ ان کی سوتوں کو ہی ہو سکتی تھی اور وہ اگر چاہتیں تو اس میں حصہ لے سکتی تھیں تا حضرت عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے گر جائیں اور ان کی عزت بڑھ جائے۔ مگر تاریخ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اس معاملہ میں دخل ہی نہیں دیا یعنی دوسری بیویوں نے۔ اور اگر کسی سے پوچھا گیا تو اس نے حضرت عائشہؓ کی تعریف ہی کی۔ چنانچہ ایک اَور بیوی کے متعلق ذکر آتا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس معاملے کا ذکر کیا تو اس نے کہا میں نے تو سوائے خیر کے عائشہؓ میں کوئی چیز نہیں دیکھی۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اپنی دشمنی نکالنے کا امکان اگر کسی کی طرف سے ہو سکتا تھا تو ان کی سوتوں کی طرف سے مگر ان کا اس معاملے میں کوئی تعلق ثابت نہیں ہوتا۔

اسی طرح مَردوں کی عورتوں سے دشمنی کی کوئی وجہ نہیں ہوتی۔ پس آپؓ پر الزام یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض کی وجہ سے لگایا گیا یا حضرت ابو بکرؓ سے بغض کی وجہ سے ایسا کیا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مقام حاصل تھا وہ تو الزام لگانے والے کسی طرح چھین نہیں سکتے تھے۔ انہیں جس بات کا خطرہ تھا وہ یہ تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی وہ اپنی اغراض کو پورا کرنے سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور وہ دیکھ رہے تھے کہ آپؐ کے بعد خلیفہ ہونے کا اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ ابو بکر ہی ہے۔

پس اس خطرہ کو بھانپتے ہوئے انہوں نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگا دیا تا حضرت عائشہؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے گر جائیں اور ان کے گر جانے کی وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں میں جو مقام حاصل ہے وہ بھی جاتا رہے اور مسلمان آپؓ سے بد ظن ہو کر یعنی حضرت ابو بکرؓ سے بد ظن ہو کر اس عقیدت کو ترک کر دیں جو انہیں آپؓ سے تھی اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ ہونے کا دروازہ بالکل بند ہو جائے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں جس طرح حضرت خلیفہ اولؓ کی زندگی میں پیغامیوں کا گروہ مجھ پر اعتراض کرتا رہتا تھا اور مجھے بدنام کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ پس یہی وجہ تھی کہ خدا تعالیٰ نے حضرت عائشہؓ

پر الزام لگنے کے واقعہ کے بعد خلافت کا بھی ذکر کیا۔ حدیث میں صریح طور پر آتا ہے کہ صحابہؓ آپس میں باتیں کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی کا مقام ہے تو وہ ابو بکرؓ کا ہی مقام ہے۔ پھر حدیثوں میں آتا ہے کہ ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہؐ! آپ میری فلاں حاجت پوری کر دیں۔ آپؐ نے فرمایا اس وقت نہیں، پھر آنا۔ وہ بدوی تھا اور تہذیب و شائستگی کے اصول سے ناواقف تھا۔ اس نے صاف کہہ دیا کہ آخر آپؐ انسان ہیں۔ اگر میں پھر آؤں اور آپؐ اس وقت فوت ہو چکے ہوں تو میں کیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میں دنیا میں نہ ہوا تو ابو بکرؓ کے پاس چلے جانا، وہ تمہاری حاجت پوری کر دے گا۔ اسی طرح حدیثوں میں آتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا:

اے عائشہؓ! میں چاہتا تھا کہ ابو بکر کو اپنے بعد نامزد کر دوں مگر میں جانتا ہوں کہ اللہ اور مومن اس کے سوا اَور کسی پر راضی نہیں ہوں گے اس لیے میں کچھ نہیں کہتا۔ غرض صحابہ یہ قدرتی طور پر سمجھتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان میں سے اگر کسی کا درجہ ہے تو ابو بکر کا اور وہی آپؐ کا خلیفہ بننے کے اہل ہیں۔ مکی زندگی تو ایسی تھی کہ اس میں حکومت اور اس کے انتظام کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا لیکن مدینہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے کے بعد حکومت قائم ہو گئی اور طبعاً منافقوں کے دلوں میں یہ سوال پیدا ہونے لگا کیونکہ آپؐ کی مدینہ میں تشریف لانے کی وجہ سے ان کی کئی امیدیں باطل ہو گئی تھیں۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے جب یہ دیکھا کہ اس کی بادشاہت کے تمام امکانات جاتے رہے ہیں تو اسے سخت غصہ آیا اور گو وہ بظاہر مسلمانوں میں مل گیا مگر ہمیشہ اسلام میں رخنے ڈالتا رہتا تھا۔ اور چونکہ اب وہ اَور کچھ نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس کے دل میں اگر کوئی خواہش پیدا ہو سکتی تھی تو یہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوں تو میں مدینہ کا بادشاہ بنوں لیکن مسلمانوں میں جونہی بادشاہت قائم ہوئی اور ایک نیا نظام انہوں نے دیکھا تو انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مختلف سوالات کرنے شروع کر دیے کہ اسلامی حکومت کا کیا طریق ہے؟ آپؐ کے بعد اسلام کا کیا حال ہو گا اور اس بارے میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟ عبد اللہ بن ابی بن سلول نے جب یہ حالت دیکھی تو اسے خوف پیدا ہونے لگا کہ اب اسلام کی حکومت ایسے رنگ میں قائم ہو گی کہ اس میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔ یعنی عبد اللہ کا کوئی حصہ نہ ہو گا۔ وہ ان حالات کو روکنا چاہتا تھا۔ اور اس کے لیے جب اس نے غور کیا تو اسے نظر آیا کہ اگر اسلامی حکومت کو اسلامی اصول پر کوئی شخص قائم کر سکتا ہے تو وہ ابو بکرؓ ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی نظر اسی کی طرف اٹھتی یعنی حضرت ابو بکرؓ کی طرف اور وہ اسے سب دوسروں سے معزز سمجھتے ہیں۔ پس اس نے اپنی خیر اسی میں دیکھی کہ ان کو بدنام کر دیا جائے اور لوگوں کی نظروں سے حضرت ابو بکرؓ کو گرا دیا جائے بلکہ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے بھی گرا دیا جائے اور اس بدنیتی کے پورا کرنے کا موقع اسے حضرت عائشہؓ کے ایک جنگ میں پیچھے رہ جانے کے واقعہ سے مل گیا اور اس خبیث نے آپؓ پر گندا الزام لگا دیا جو قرآن کریم میں اشارۃً بیان کیا گیا ہے اور حدیثوں میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کی اس میں یہ غرض تھی کہ اس طرح حضرت ابو بکرؓ لوگوں کی نظروں میں بھی ذلیل ہو جائیں گے اور آپؓ کے تعلقات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خراب ہو جائیں گے اور اس نظام کے قائم ہونے میں رخنہ پڑ جائے گا جس کا قائم ہونا اسے لابدی نظر آتا تھا، نظر آ رہا تھا کہ لازمی یہ ہو گا۔ اور جس کے قائم ہونے سے اس کی امیدیں تباہ ہو جاتی تھیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حکومت کے خواب صرف عبداللہ بن ابی بن سلول ہی نہیں دیکھ رہا تھا بعض اَور لوگ بھی اس مرض میں مبتلا تھے۔ چونکہ منافق اپنی موت کو ہمیشہ دُور سمجھتا ہے اور وہ دوسروں کی موت کے متعلق اندازے لگاتا رہتا ہے اس لیے عبداللہ بن ابی بن سلول بھی اپنی موت کو دُور سمجھتا تھا اور وہ نہیں جانتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرے گا۔ وہ یہ قیاس آرائیاں کرتا رہتا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوں تو میں عرب کا بادشاہ بنوں گا۔ لیکن اب اس نے دیکھا کہ ابو بکر کی نیکی اور تقویٰ اور بڑائی مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھانے تشریف نہیں لاتے تو ابو بکر آپؐ کی جگہ نماز پڑھاتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی فتویٰ پوچھنے کا موقع نہیں ملتا تو مسلمان ابو بکر سے فتویٰ پوچھتے ہیں۔ یہ دیکھ کر عبداللہ بن ابی بن سلول کو جو آئندہ کی بادشاہت ملنے کی امید لگائے بیٹھا تھا سخت فکر لگا اور اس نے چاہا کہ اس کا ازالہ کرے۔ چنانچہ اسی امر کا ازالہ کرنے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہرت اور آپؓ کی عظمت کو مسلمانوں کی نگاہ سے گرانے کے لیے اس نے حضرت عائشہؓ پر الزام لگا دیا تا حضرت عائشہؓ پر الزام لگنے کی وجہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عائشہؓ سے نفرت پیدا ہو اور حضرت عائشہؓ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نفرت کا یہ نتیجہ نکلے کہ حضرت ابو بکرؓ کو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی نگاہوں میں جو اعزاز حاصل ہے وہ کم ہو جائے اور ان کے آئندہ خلیفہ بننے کا امکان نہ رہے چنانچہ اسی امر کا اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں ذکر فرمایا ہے، فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ عُصۡبَۃٌ مِّنۡکُمۡ کہ وہ لوگ جنہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر اتہام لگایا ہے وہ تم لوگوں میں سے ہی مسلمان کہلانے والا ایک جتھا ہے مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَا تَحۡسَبُوۡہُ شَرًّا لَّکُمۡ بَلۡ ہُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ۔ تم یہ خیال نہ کرو کہ یہ الزام کوئی بُرا نتیجہ پیدا کرے گا بلکہ یہ الزام بھی تمہاری بہتری اور ترقی کا موجب ہو جائے گا۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے لو اَب ہم خلافت کے متعلق بھی اصول بیان کر دیتے ہیں اور تم کو یہ بھی بتا دیتے ہیں کہ یہ منافق زور مار کر دیکھ لیں۔ یہ ناکام رہیں گے اور ہم خلافت کو قائم کر کے چھوڑیں گے کیونکہ خلافت نبوت کا ایک جزو ہے اور الٰہی نور کے محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 18 صفحہ 451 تا 455)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ”اب دیکھو! سورۂ نور کے شروع سے لے کر اس کے آخر تک کس طرح ایک ہی مضمون بیان کیا گیا ہے۔ پہلے اس الزام کا ذکر کیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر لگایا گیا تھا اور چونکہ حضرت عائشہؓ پر الزام لگانے کی اصل غرض یہ تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذلیل کیا جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے جو تعلقات ہیں وہ بگڑ جائیں اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کی نگاہ میں بھی

ان کی عزت کم ہو جائے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ خلیفہ نہ ہو سکیں۔ کیونکہ عبد اللہ بن ابی بن سلول یہ بھانپ گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی نگاہ اگر کسی پر اٹھتی ہے تو وہ ابو بکرؓ ہی ہے اور اگر ابو بکرؓ کے ذریعہ سے خلافت قائم ہو گئی تو عبد اللہ بن ابی بن سلول کی بادشاہی کے خواب کبھی پورے نہ ہوں گے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس الزام کے ذکر کے معاً بعد خلافت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ خلافت بادشاہت نہیں ہے۔ وہ تو نورِ الٰہی کے قائم رکھنے کا ایک ذریعہ ہے اس لئے اس کا قیام اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ اس کا ضائع ہونا تو نورِ نبوت اور نورِ الوہیت کا ضائع ہونا ہے۔

پس وہ اس نور کو ضرور قائم کرے گا اور نبوت کے بعد بادشاہت ہر گز قائم نہیں ہونے دے گا اور جسے چاہے گا خلیفہ بنائے گا بلکہ وہ وعدہ کرتا ہے کہ مسلمانوں سے ایک نہیں متعدد لوگوں کو خلافت پر قائم کر کے نور کے زمانہ کو لمبا کر دے گا۔ یہ مضمون ایسا ہی ہے جیسے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرمایا کرتے تھے کہ خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں کہ جس کا جی چاہے پی لے۔ اسی طرح فرمایا تم اگر الزام لگانا چاہتے ہو تو بے شک لگاؤ نہ تم خلافت کو مٹا سکتے ہو نہ ابو بکرؓ کو خلافت سے محروم کر سکتے ہو کیونکہ خلافت ایک نور ہے۔ وہ نور اللہ کے ظہور کا ایک ذریعہ ہے اس کو انسان اپنی تدبیروں سے کہاں مٹا سکتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اسی طرح خلافت کا یہ نور چند اَور گھروں میں بھی پایا جاتا ہے اور کوئی انسان اپنی کوششوں اور اپنے مکروں سے اس نور کے ظہور کو روک نہیں سکتا۔‘‘

(خطبات محمود جلد 18 صفحہ 457)

بہر حال یہ خلافت کے بارے میں ایک مضمون ہے۔ اس پہ آپؓ نے خطبہ دیا تھا۔ اس سے (پتہ چلتا ہے کہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابو بکرؓ کا ایک مقام تھا اور پھر اللہ تعالیٰ کی جو فعلی شہادت تھی اس سے بھی ثابت ہو گیا کہ نبوت کے فوراً بعد جو خلافت کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق جاری رہنا تھا وہ جاری رہا اور اس کے بعد اگر بادشاہت آئی تو وہ بعد کی باتیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے وہ نظام (اب) پھر قائم ہوا۔

پھر **حضرت ابو بکرؓ کے انکسار اور تواضع کے بارے میں** آتا ہے۔ حضرت سعید بن مسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند اصحاب کے ہمراہ ایک مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک شخص حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ جھگڑ پڑا اور آپؓ کو تکلیف پہنچائی۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ خاموش رہے۔ اس نے دوسری مرتبہ تکلیف پہنچائی جس پر حضرت ابو بکرؓ پھر خاموش رہے۔ اس نے تیسری مرتبہ تکلیف دی تو حضرت ابو بکرؓ نے بدلہ لیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ نے بدلہ لیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! کیا آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں؟ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آسمان سے ایک فرشتہ اترا جو اس بات کی تکذیب کر رہا تھا جو وہ تیری نسبت بیان کر رہا تھا۔ جب تُو نے بدلہ لیا تو شیطان آ گیا اور میں اس مجلس میں نہیں بیٹھنے والا جس میں شیطان پڑ گیا ہو۔

(سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الانتصار حدیث نمبر 4896)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! تین باتیں ہیں جو سب برحق ہیں۔ کسی بندے پر کسی چیز

کے ذریعہ ظلم کیا جائے اور وہ محض اللہ عزوجل کی خاطر اس سے چشم پوشی کرے تو اللہ اسے اپنی نصرت کے ذریعہ سے معزز بنا دیتا ہے۔ وہ شخص جو کسی عطیے کا دروازہ کھولے جس کے ذریعہ اس کا ارادہ صلہ رحمی کرنے کا ہو تو اللہ اس کے ذریعہ اسے مال کی کثرت میں بڑھا دیتا ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ شخص جو سوال کا دروازہ کھولے جس کے ذریعہ اس کا ارادہ مال کی کثرت کا ہو تو اللہ اسے اس کے ذریعہ قلت اور کمی میں بڑھا دیتا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد 8 صفحہ247 کتاب البر و الصلة حدیث 13698 مطبوعہ دارالکتب العلمیة بیروت 2001ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابو بکرؓ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”آپ رضی اللہ عنہ **معرفتِ تامہ رکھنے والے عارف باللہ، بڑے حلیم الطبع اور نہایت** مہربان فطرت کے مالک تھے اور انکسار اور مسکینی کی وضع میں زندگی بسر کرتے تھے۔ بہت ہی عفو و درگزر کرنے والے اور مجسّم شفقت و رحمت تھے۔ آپؓ اپنی پیشانی کے نور سے پہچانے جاتے تھے۔ آپؓ کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق تھا اور آپؓ کی روح خیر الوریٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح سے پیوست تھی اور جس نور نے آپؓ کے آقا و مقتدا محبوبِ خداؐ کو ڈھانپا تھا اسی نور نے آپؓ کو بھی ڈھانپا ہوا تھا اور آپؓ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کے لطیف سائے اور آپؐ کے عظیم فیوض کے نیچے چھپے ہوئے تھے۔ اور فہمِ قرآن اور سید الرسل، فخر بنی نوع انسانؐ کی محبت میں آپؓ تمام لوگوں سے ممتاز تھے۔ اور جب آپؓ پر اخروی حیات اور الٰہی اسرار منکشف ہوئے تو آپؓ نے تمام دنیوی تعلقات توڑ دیئے اور جسمانی وابستگیوں کو پرے پھینک دیا اور آپ اپنے محبوبؐ کے رنگ میں رنگین ہو گئے اور واحد مطلوب ہستی کی خاطر ہر مراد کو ترک کر دیا اور تمام جسمانی کدورتوں سے آپ کا نفس پاک ہو گیا۔ اور سچے یگانہ خدا کے رنگ میں رنگین ہو گیا اور رب العالمین کی رضا میں گم ہو گیا اور جب سچی الٰہی محبت آپؓ کے تمام رگ وپے اور دل کی انتہائی گہرائیوں میں اور وجود کے ہر ذرہ میں جاگزین ہو گئی۔ اور آپؓ کے افعال و اقوال میں اور برخاست و نشست میں اس کے انوار ظاہر ہو گئے تو آپؓ صدیق کے نام سے موسوم ہوئے اور آپ کو نہایت فراوانی سے تر و تازہ اور گہرا علم تمام عطا کرنے والوں میں سے بہتر عطا کرنے والے خدا کی بارگاہ سے عطا کیا گیا۔ صدق آپؓ کا ایک راسخ ملکہ اور طبعی خاصہ تھا اور اس صدق کے آثار و انوار آپؓ میں اور آپؓ کے ہر قول و فعل، حرکت و سکون اور حواس و انفاس میں ظاہر ہوئے۔ آپؓ آسمانوں اور زمینوں کے ربّ کی طرف سے منعم علیہ گروہ میں شامل کئے گئے۔ آپؓ کتابِ نبوت کا ایک اجمالی نسخہ تھے۔ اور آپؓ اربابِ فضیلت اور جوانمردوں کے امام تھے اور نبیوں کی سرشت رکھنے والے چیدہ لوگوں میں سے تھے۔“ پھر آپؑ فرماتے ہیں ”تُو ہمارے اس قول کو کسی قسم کا مبالغہ تصور نہ کر اور نہ ہی اسے نرم رویے اور چشم پوشی کی قسم سے محمول کر اور نہ ہی اسے چشمۂ محبت سے پھوٹنے والا سمجھ بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو بارگاہ رب العزت سے مجھ پر ظاہر ہوئی۔“

آپؑ نے حضرت ابو بکرؓ کا جو مقام بیان کیا ہے، آپؓ کے خواص، آپؓ کے مناقب اور جو اتنی تعریفیں کی ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر براہ راست ظاہر فرمائی ہیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں ”اور آپ رضی اللہ عنہ کا مشرب ربّ الارباب پر توکل کرنا اور اسباب کی طرف کم توجہ کرنا تھا اور آپ تمام آداب

میں ہمارے رسول اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور ظل کے تھے اور آپ کو حضرت خیر البریہؑ سے ایک ازلی مناسبت تھی اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو حضور کے فیض سے پل بھر میں وہ کچھ حاصل ہو گیا جو دوسروں کو لمبے زمانوں اور دُور دراز اقلیموں میں حاصل نہ ہو سکا۔"

(سر الخلافۃ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ صفحہ 101 تا 103)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چودہ ساتھیوں میں شمولیت۔ اس کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ حضرت علی بن ابو طالبؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یقیناً ہر نبی کو سات نجیب ساتھی دیے گئے یا فرمایا ساتھی۔ صرف ساتھی کہا اور مجھے چودہ دیے گئے ہیں۔ ہم نے انہیں کہا وہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا میں اور میرے دونوں بیٹے اور حضرت جعفرؓ اور حضرت حمزہؓ اور حضرت ابو بکرؓ یعنی حضرت علیؓ اور ان کے دونوں بیٹے حضرت جعفرؓ، حضرت حمزہؓ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت بلالؓ اور حضرت سلمانؓ اور حضرت عمارؓ اور حضرت مقدادؓ اور..... حضرت حذیفہؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب الحسن والحسین حدیث نمبر 3785)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابو بکر **صدیقؓ کو حج کی امارت بھی دی گئی تھی۔** اس بارے میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے 9ھ ہجری میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر الحج بنا کر مکہ روانہ فرمایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کا ارادہ کیا۔ پھر آپؐ سے ذکر کیا گیا کہ مشرکین دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر حج کرتے ہیں اور شرکیہ الفاظ ادا کرتے ہیں اور خانہ کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال حج کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کو امیر حج بنا کر روانہ فرمایا۔

(الروض الانف جلد4صفحہ318 حج ابی بکر بالناس سنة تسع ، دارالکتب العلمیة بیروت)(عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد9صفحہ384 حدیث1622 کتاب الحج باب لا یطوف بالبیت عریان مطبوعہ داراحیاء التراث2003ء)

حضرت ابو بکر صدیقؓ تین سو صحابہ کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ بیس قربانی کے جانور بھیجے جن کے گلے میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے قربانی کی علامت کے طور پر گانیاں پہنائیں اور نشان لگائے۔ حضرت ابو بکرؓ خود اپنے ساتھ پانچ قربانی کے جانور لے کر گئے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد3 صفحہ295۔باب سرایہ و بعوثہﷺ/سریہ اُسامہ بن زید بن حارثۃ الی أبنی۔دارالکتب العلمیة بیروت لبنان)

روایت میں آتا ہے کہ حضرت علیؓ نے سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات کا اس حج کے موقع پر اعلان کیا تھا۔ اس کی تفصیل تو حضرت علیؓ کے ذکر میں اور پھر حضرت ابو بکرؓ کے ذکر میں شروع میں ایک دفعہ خطبہ میں مَیں بیان کر چکا ہوں۔ بہر حال مختصراً یہاں بیان کرتا ہوں کہ جب سورت براءت یعنی سورت توبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکرؓ کو بطور امیر حج بھجوا چکے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت

میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ یہ سورت حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھیج دیں تا کہ وہاں پڑھیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت میں سے کسی شخص کے سوا کوئی یہ فریضہ میری طرف سے ادا نہیں کر سکتا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلوایا اور انہیں فرمایا کہ سورت توبہ کے آغاز میں جو بیان ہوا ہے اس کو لے جاؤ اور قربانی کے دن جب لوگ منیٰ میں اکٹھے ہوں تو ان میں اعلان کر دو کہ جنت میں کوئی کافر داخل نہیں ہو گا اور اس سال کے بعد کسی مشرک کو حج کرنے کی اجازت نہ ہو گی۔ نہ ہی کسی کو ننگے بدن بیت اللہ کے طواف کی اجازت ہو گی اور جس کسی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی معاہدہ کیا ہے اس کی مدت پوری کی جائے گی۔ حضرت علیؓ اس فرمان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں حضرت ابو بکرؓ سے جا ملے۔

جب حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کو راستے میں دیکھا یا ملے تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ آپ کو امیر مقرر کیا گیا ہے یا آپ میرے ماتحت ہوں گے؟ حضرت علیؓ نے کہا کہ آپ کے ماتحت۔ پھر دونوں روانہ ہو گئے۔ آپ کے ماتحت ہوں گا لیکن یہ آیات جو ہیں وہ میں پڑھوں گا۔ بہر حال حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کی حج کے امور پر نگرانی کی اور اس سال اہل عرب نے اپنی انہی جگہوں پر پڑاؤ کیا ہوا تھا جہاں وہ زمانہ جاہلیت میں پڑاؤ کیا کرتے تھے۔ جب قربانی کا دن آیا تو حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق لوگوں میں اس بات کا اعلان کیا جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ اس کی تفصیل میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام۔حج ابی بکر بالناس سنۃ تسع واختصاص النبیﷺ علی بن ابی طالب... صفحہ 832 دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان 2001ء)

حضرت ابو بکرؓ کا یہ ذکر ان شاء اللہ آئندہ بھی ہو گا۔ اس وقت مَیں بعض مرحومین کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ پہلا **مکرم محمد داؤد ظفر صاحب ابن چودھری محمد یوسف صاحب** کا ہے۔ مربی سلسلہ تھے۔ یہاں یوکے میں رقیم پریس میں تھے۔ 16/ نومبر کو ان کی وفات ہوئی۔ 48 سال عمر تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ ان کا جنازہ حاضر ہے۔ ان شاء اللہ نمازوں کے بعد مَیں جنازہ بھی پڑھاؤں گا۔

1998ء میں انہوں نے جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کا کورس مکمل کیا۔ پھر مربی سلسلہ کے طور پر مختلف جگہوں پر کام کرتے رہے۔ پھر 2001ء میں انگلستان آ گئے۔ یہاں رقیم پریس میں اسلام آباد میں ان کی تقرری ہوئی۔ بڑے شوق سے خدمت بجالاتے رہے۔ خلافت سے بڑا گہرا اعتقیدت کا تعلق تھا۔ اسلام آباد میں رہائش کے دوران کچھ عرصہ یہ صدر جماعت اسلام آباد بھی رہے۔ عمرہ کرنے کی سعادت بھی ان کو ملی۔ مرحوم موصی بھی تھے۔ ان کے پسماندگان میں والدین اور اہلیہ کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی شامل ہیں۔

ان کے والد چودھری یوسف صاحب بیان کرتے ہیں کہ داؤد کو میں نے جب مربی بننے کی تحریک کی تو انہوں نے میری اس خواہش کی مکمل تکمیل کی۔ بعض لوگوں نے ان کو کہا کہ اگر مربی بننے کی بجائے دنیاوی تعلیم حاصل کرنے میں اتنی کوشش کریں تو وہ زیادہ اچھی ملازمت حاصل کر سکتے ہیں اور اپنے گھر کے مالی حالات کو بہتر بنا سکتے ہیں لیکن داؤد صاحب نے ایسے مشوروں کو یکسر مسترد کر دیا۔ جامعہ سے شاہد مربی بننے سے لے کر وفات تک

مکمل وفا کے ساتھ اپنا وقف نبھایا۔ بہت اطاعت گزار بیٹے تھے۔ والد کہتے ہیں کہ میری ہر بات مانتے رہے، کبھی انکار نہیں کیا۔ ہمیشہ مجھے سکھ پہنچانے کی کوشش کی۔ مالی مشکلات کے باوجود کبھی بھی اپنے وقف کو چھوڑنے کا نہیں سوچا۔ جامعہ احمدیہ میں تعلیم کے دوران مالی مشکلات کی وجہ سے سائیکل کو پنکچر اگر ہو جاتا تھا تو اس کے پنکچر لگانے کے پیسے نہیں ہوتے تھے۔ کہتے ہیں گھر سے سائیکل میں ہوا بھر کے جامعہ پہنچ جاتے تھے اور واپسی پر اسی طرح کرتے تھے۔ کبھی گلہ شکوہ نہیں کیا۔ خلیفۂ وقت کی اطاعت کرنے والے اور منشا کو سمجھنے والے مربی تھے۔

ان کی اہلیہ مبارکہ صاحبہ کہتی ہیں کہ بائیس سال ہماری رفاقت رہی۔ بہت نرم دل، محنتی، خدا پر بے حد توکل اور ہر ایک کی بے لوث خدمت کرنے والا پایا۔ زندگی میں بہت سے مواقع ایسے آئے جب کچھ چیزیں بظاہر ناممکن لگیں تو میں کہتی کہ یہ کیسے ہو گا؟ تو کہتے کہ اللہ پر توکل کرو سب ٹھیک ہو جائے گا اور اللہ کے فضل سے پھر ایسا ہی ہو جاتا۔ بچوں کو ہمیشہ نصیحت کرتے کہ اچھے انسان بننا۔ کبھی کسی کے لیے تکلیف کا باعث نہ بننا۔ کہتی ہیں بچوں کو بٹھا کر اکثر یہ ذکر کرتے تھے کہ آج میں جو بھی ہوں خلافت کے تعلق کی وجہ سے ہوں اور جماعت کی وجہ سے ہوں۔ اللہ مجھے توفیق دے کہ میں اپنے وقف کو صحیح نبھا سکوں۔ ہمیشہ ان کی یہ خواہش ہوتی تھی۔ ان کی بڑی بیٹی درمانہ صاحبہ کہتی ہیں۔ وہ ہم سے صرف ایک ہی بات کا مطالبہ کیا کرتے تھے کہ ہم اچھے احمدی مسلمان بنیں اور اپنے آس پاس کے لوگوں کا خیال رکھیں اور کبھی بھی کسی کو ہماری وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

بڑے بیٹے روحان کہتے ہیں میرے والد صاحب کو ہماری روحانی تربیت کی بہت فکر رہتی تھی۔ جب بھی ہم کوئی سوال پوچھتے تو وہ ایک مربی ہونے کی وجہ سے قرآنی تعلیم کی روشنی میں اور دینی پہلو سے جواب دینے کی کوشش کرتے تھے۔ چھوٹے بیٹے فواد داؤد ہیں پندرہ سال ان کی عمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کو کینسر ہو گیا تھا اور آخری دنوں میں اس کی بہت شدت ہو گئی تھی تو آخری ایام میں مجھے کہا کہ میں تمہیں ایک خوبصورت زندگی جیتے دیکھنا چاہتا تھا تاہم میرے اللہ کی مشیت کچھ اَور ہے اور میں اس کی رضا پہ راضی ہوں۔

بہرحال بچوں کو ہمیشہ نیکی کی، جماعت سے تعلق کی، خلافت سے تعلق کی نصیحت کرتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی نصیحتوں پر ان کو عمل کرنے کی توفیق بھی دے اور ان کے لیے ان کی دعائیں بھی قبول کرے۔ یہ بات تو ان کے واقف کاروں نے، مربیان نے عموماً ہر ایک نے لکھی ہے کہ بہت ہنس مکھ اور مجلس لگانے والے، دل موہ لینے والے، ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے اور اپنے پروفیشن میں کمپیوٹر اور آرٹ ورک میں مہارت رکھتے تھے۔ مربی تھے لیکن دماغ تھا کہ ٹیکنیکل کاموں میں بھی اور ایڈیٹنگ وغیرہ میں بھی بڑا اچھا چلتا تھا۔ رقیم پریس میں انہوں نے بڑا کام کیا۔ اپنے ہنر کو استعمال کرنے کا انہیں خوب موقع ملا۔ جماعتی خدمت کو ہمیشہ خدا کے فضل اور اپنے لیے سعادت تصور کرتے تھے۔ پھر ایک رشتے دار نے یہ بھی لکھا ہے کہ دوسروں کے کام بڑے خاموشی سے آتے تھے۔ بڑی خاموشی سے ضرورت مند لوگوں کو رشتہ داروں کو مالی مدد بھی کر دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ دے۔

دو جنازہ غائب بھی ہیں **ان میں سے پہلا رقیہ شمیم بشریٰ صاحبہ کا ہے** جو مکرم کرم الٰہی ظفر صاحب مرحوم سابق مبلغ سپین کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں ان کی بھی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

یہ 1932ء میں قادیان میں پیدا ہوئی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ کئی سال تک ان کو صدر لجنہ سپین کے طور پر خدمت کی توفیق ملی۔ ان کے تین بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ ان کے ایک پوتے عطاء المنعم طارق واقف نو واقفِ زندگی ہیں۔ سینٹرل سپینش ڈیسک کے انچارج ہیں۔ ایک پوتی بھی مربی سلسلہ سے بیاہی ہوئی ہیں۔ بیٹے بھی دونوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے دین کا کام کرنے والے ہیں۔ ان کے ایک بڑے بیٹے نائب امیر بھی ہیں۔ رقیہ صاحبہ کے دادا مولوی فخر دین صاحب اور دادی صاحب بی بی صاحبہ تھیں جو بنیادی طور پر بھیرہ سے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں بیعت کرنے کے بعد قادیان چلے گئے۔ ان کے نانا بھائی عبدالرحیم صاحبؓ تھے۔ ان کا تعلق اجمیر سے تھا۔ شروع میں سکھ مذہب سے تعلق تھا۔ پھر انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ کے ہاتھ پر بیعت کی سعادت پائی اور وہ بھی بیعت کے بعد پڑھنے کے لئے قادیان آ گئے۔ اس لیے ننھیال ددھیال دونوں صحابہ میں سے تھا۔

رقیہ بیگم صاحبہ کے بارے میں ان کے بیٹے نے لکھا ہے کہ دعوت الامیر سے خاص لگاؤ تھا۔ کئی بار اسے پڑھا اور کہا کرتی تھیں کہ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد میرے ذہن میں موجود بہت سے شکوک و شبہات کے جوابات مل گئے۔ بارہ سال کی عمر سے ہی نماز کے لیے دل میں بہت زیادہ لگن تھی۔ اللہ تعالیٰ سے التجا کرتی تھیں کہ انہیں ایمان کے راستوں اور صراط مستقیم پر چلائے۔ پردے کا بہت خیال رکھنے والی تھیں۔ اس سلسلہ میں دوسری خواتین کے لیے مثال تھیں۔ مریضوں اور محتاجوں کے ساتھ ہمدردی رکھتی تھیں۔ ہر ممکن طریق سے ان کی مدد کرنے کے لیے تیار رہتی تھیں۔

ابتدائی دَور میں جب مولانا صاحب کے ساتھ سپین آئی ہیں تو سپین میں بہت ساری مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اکثر پولیس تبلیغ کی وجہ سے مولانا صاحب کو حراست میں لے لیتی تھی یا پھر گھر پہ چھاپے مارتی تھی۔ پولیس تبلیغی سرگرمیوں کے ثبوت کے لیے تلاشی کرتی لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے میاں کی طرح اس یقین پر قائم تھیں کہ آخر کار اللہ تعالیٰ ان کی مدد ضرور کرے گا اور تمام مشکلات کو دُور کر دے گا۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے مولانا صاحب کو قرطبہ میں مسجد بنانے کے لیے مناسب جگہ تلاش کرنے کی ہدایت فرمائی تو اس سلسلہ میں انہوں نے بھی ہر طرح سے مدد کی۔ ان کے بیٹے نے لکھا ہے کہ جب مسجد بشارت کی تعمیر شروع ہوئی تو تقریباً ہر روز اپنے شوہر کے ساتھ بس وغیرہ کے ذریعہ قرطبہ سے پیدرو آباد تک تعمیراتی کاموں کی پیشرفت، کاموں کی نگرانی کے لیے آتی تھیں۔ سارے اخراجات کا ریکارڈ ان کے پاس ہوتا تھا۔ باقاعدہ اکاؤنٹنٹ کے طور پر انہوں نے مسجد کی تعمیر میں کام کیا۔

ان کے بیٹے فضل الٰہی قمر کہتے ہیں کہ والدہ صاحبہ نے حضرت مصلح موعودؓ کی نصیحت کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھا۔ آپؓ نے فرمایا کہ اپنی ڈیوٹی کو مدنظر رکھنا اور اپنے شوہر کو مشورے دینا۔ آپ ایک ایسے ملک جا رہی ہیں جہاں آپ نے اپنے میاں کو تبلیغ کے کاموں میں سست نہیں بنانا بلکہ زیادہ فعال کرنا ہے۔ مرنے کے بعد ساتھ رہنے کے

لیے بہت سارا وقت ہو گا۔ اس بنیاد کو سامنے رکھتے ہوئے آپ کو زندگی کے ان دنوں میں کام کرنے کے وقت کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور بہر حال وہ ان نصیحتوں پر عمل کرتی رہیں۔ جو بھی صورت حال ہوتی آپ نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو مد نظر رکھتے ہوئے صبر اور حوصلے سے کام کیا۔ ابتدائی دن بہت مشکل تھے لیکن آپ نے انہیں بھی ہمت سے برداشت کیا۔ دین کو دنیا پر ہمیشہ مقدم رکھا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی نصیحتوں پر عمل کرتے ہوئے یورپ کے ایسے ملک میں اسلامی نمونہ قائم کیا جہاں ایک وقت میں اسلام کا نام لینا بھی جرم سمجھا جاتا تھا۔ سپین میں تبلیغِ احمدیت کے کام کو پھیلانے میں آپ کا نمایاں کردار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ درجات بلند کرے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تیسرا ذکر **محترمہ طاہرہ حنیف صاحبہ کا ہے** جو سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کی بیٹی تھیں اور مرزا حنیف احمد صاحب مرحوم جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بیٹے تھے ان کی اہلیہ تھیں۔ گذشتہ دنوں ان کی بھی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا حضرت مصلح موعودؓ کی بہو تھیں اور میری ممانی بھی تھیں۔ 1936ء میں یہ قادیان میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب تھے جیسا کہ میں نے کہا جنہوں نے بخاری کی کافی جلدوں کی شرح بھی لکھی ہوئی ہے۔ بڑے عالم تھے۔ یہ عرب ممالک میں بھی رہے ہیں۔ طاہرہ بیگم صاحبہ کی والدہ کا نام سیدہ سیارہ صاحبہ تھا۔ ان کا تعلق دمشق سے تھا۔ یہ عرب تھیں۔ ان کے دادا حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ کے ذریعہ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ہوا جنہوں نے 1901ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور اس کے لیے بھی پورے خاندان کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح راہنمائی کی کہ بچوں کو، بڑوں کو، خوابوں کے ذریعہ سے راہنمائی کرتا رہا اور ان کے ایمانوں کو مضبوط کرتا رہا۔ حضرت ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحبؓ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے نانا تھے۔ اس طرح یہ ان کی ماموں زاد تھیں۔ مکرمہ طاہرہ صاحبہ 1972ء سے 1990ء تک لجنہ اماء اللہ ربوہ میں سیکرٹری اصلاح و ارشاد کی خدمت کی توفیق بھی پاتی رہیں۔ پھر سیرالیون میں بھی اپنے وقفِ زندگی خاوند کے ساتھ انہوں نے کچھ سال، وقت گزارا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تین بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا۔

ان کی بڑی بیٹی امۃ المومن کہتی ہیں کہ ہم نے امی کو ہمیشہ پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ نماز تہجد، روزوں اور قرآن مجید کی تلاوت میں باقاعدگی سے مصروف دیکھا۔ بلکہ اشراق وغیرہ کی نمازیں بھی پڑھا کرتی تھیں۔ کبھی بھی یہ روٹین سے نہیں ہٹتی دیکھیں۔ سب کچھ آپ بہت محبت اور لگن سے کرتی تھیں۔ عبادت بھی بڑی محبت اور لگن سے ہوتی تھی۔ کہتی ہے مجھے بہت حیرت ہوتی تھی کہ اس کے ساتھ باقی دنیاداری کے کام کیسے نبھاتی ہیں۔ سسرال کے حقوق، ہمسائیگی کا حق، میرے ابا کا خیال رکھنا، ہم سب کے کھانے پینے کی فکر، مہمان نوازی کا بھی بے حد شوق تھا۔ جماعت کے ساتھ محبت، خلفاء جو آپ کی زندگی میں آئے ان سب کے ساتھ بہت اخلاص کا تعلق تھا اور خلافت کی وفادار تھیں۔ وصیت کی ہمیشہ فکر رہتی تھی۔ خلیفۂ وقت کو خط لکھنے کی تلقین کرتی تھیں اور کہتی تھیں خط لکھ کر تسلی

ہو جاتی ہے۔ مجھے بھی بڑی باقاعدگی سے یہ خط لکھا کرتی تھیں اور بلکہ ہر خطبہ کے بعد اکثر ان کے خط آتے تھے اور اس پر مختلف قسم کے تبصرے بھی ہوتے تھے۔ بعض باتیں جو ان کو اچھی لگتی تھیں ان میں خاص طور پہ ان کا ذکر ہوتا تھا۔ کبھی کوئی اعتراض والی بات نہیں کرتی تھیں بلکہ کبھی کوئی ایسی بات بھی ہوتی جس میں ہم شامل ہوتے تھے تو کہتی تھیں کہ اعتراضوں کی باتوں میں پڑنے کی ضرورت کوئی نہیں ہے۔ ہمیشہ میں نے ان باتوں کا نقصان ہی دیکھا ہے، فائدہ کبھی نہیں دیکھا۔

جیسا کہ میں نے کہا خلافت سے غیر معمولی تعلق تھا۔ غریب پروری بہت زیادہ تھی۔ ایک صاحب اختر صاحب ہیں انہوں نے مجھے لکھا کہ ہمارے والد نے ہماری والدہ اور ہمیں چھوڑ دیا تو انہوں نے اپنے گھر میں ہمیں جگہ دی اور اپنے بچوں کی طرح خیال رکھا۔ کھانے پینے کا، لباس کا، پڑھائی کا اور کبھی ہمیں محسوس نہیں ہونے دیا۔

اللہ تعالیٰ ان سے ہمیشہ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ بزرگوں کے قدموں میں جگہ دے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 09/ دسمبر 2022ء جلد 29 شمارہ 98 صفحہ 5 تا 10)

47

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25/ نومبر 2022ء بمطابق 25/ نبوت 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے مختلف پہلوؤں کا ذکر ہو رہا تھا۔ اس ضمن میں ان کی خدمتِ خلق اور محتاجوں کو کھانا کھلانے وغیرہ کے بارے میں ملتا ہے کہ اسلام قبول کرنے سے قبل بھی حضرت ابو بکرؓ قریش کے بہترین لوگوں میں شمار ہوتے تھے اور لوگوں کو جو بھی مشکل پیش آتی تھی اُن میں وہ لوگ اُن سے مدد لیا کرتے تھے۔ مکہ میں وہ اکثر مہمان نوازی کرتے اور بڑی بڑی دعوتیں کیا کرتے تھے۔

(السیرۃ الحلبیہ جلد 1 صفحہ390، دارالکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

دَورِ جاہلیت میں حضرت ابو بکرؓ کو قریش کے سرداروں اور ان کے اشراف و معزز لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ کو اس معاشرے میں شرفائے قریش میں شمار کیا جاتا تھا، افضل ترین لوگوں میں شمار ہوتا تھا۔ لوگ اپنے مسائل و معاملات میں ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ مکہ میں ضیافت و مہمان نوازی میں انفرادی حیثیت کے مالک تھے۔

(حضرت ابوبکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے از محمد الصلابی مترجم صفحہ 52 تا 54، دارابن کثیر بیروت 2003ء)

پھر لکھا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ **غریبوں اور مسکینوں پر بے حد مہربان تھے**۔ سردیوں میں کمبل خریدتے اور انہیں محتاجوں میں تقسیم کر دیتے۔ (حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے صفحہ 378 مشتاق بک کارنر لاہور)

ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ایک سال گرم اونی چادریں خریدیں یعنی کمبل جو دیہات سے لائی گئی تھیں اور سردی کے موسم میں مدینہ کی بیوہ عورتوں میں یہ چادریں تقسیم کی گئیں۔

(کنز العمال جلد 3 جزء 5 صفحہ 245 ، کتاب الخلافۃ ، حدیث14076 دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

ایک روایت ہے کہ خلافت کے منصب پر متمکن ہونے سے پہلے آپؓ ایک لاوارث کنبہ کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپؓ خلیفہ بن گئے تو اس کنبہ کی ایک بچی کہنے لگی کہ اب تو آپ ہماری بکریوں کا دودھ نہیں دوہا کریں گے۔ یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ اپنی جان کی قسم! میں تمہارے لیے ضرور دوہوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں نے جس چیز کو اختیار کیا ہے وہ مجھے اس عادت سے نہ روکے گی جس پر مَیں تھا۔ چنانچہ آپ حسبِ سابق ان کی بکریوں کا دودھ دوہتے رہے۔ جب وہ بچیاں اپنی بکریاں لے کر آتیں تو آپؓ ازراہِ شفقت فرماتے دودھ کا جھاگ بناؤں یا نہ بناؤں؟ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ بنا دیں تو برتن کو ذرا دُور رکھ کر دودھ دوہتے حتّٰی کہ

خوب جھاگ بن جاتی۔ اگر وہ کہتیں کہ جھاگ نہ بنائیں تو برتن تھن کے قریب کر کے دودھ دوہتے تا کہ دودھ میں جھاگ نہ بنے۔ آپؓ مسلسل چھ ماہ تک یہ خدمت سرانجام دیتے رہے یعنی خلافت کے بعد چھ ماہ تک۔ پھر آپؓ نے مدینہ میں رہائش اختیار کر لی۔

پہلے حضرت ابو بکرؓ کے دو گھر تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک گھر باہر تھا وہاں باہر رہا کرتے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبویؐ کے قریب، اپنے گھروں کے قریب بھی ان کو ایک جگہ دی تھی وہاں بھی انہوں نے گھر بنایا تھا۔ اس کے علاوہ بھی ایک گھر تھا۔ مدینہ میں بھی دو گھر تھے لیکن پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں زیادہ وقت یہ جو مضافات میں گھر تھا وہاں رہا کرتے تھے۔ خلافت کے بعد پھر مدینہ شفٹ ہو گئے۔ جب تک مدینہ نہیں آئے ان بچیوں کی جو ڈیوٹی اپنے ذمہ آپ نے لی ہوئی تھی وہ مسلسل ادا کرتے رہے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 3 صفحہ 138-139 ''ابوبکر الصدیق'' ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔دارالکتب العلمیۃ بیروت 1990ء)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ کے کنارے پر رہنے والی ایک بوڑھی اور نابینا عورت کا خیال رکھا کرتے تھے۔ آپ اُس کے لیے پانی لاتے اور اُس کا کام کاج کرتے۔ ایک مرتبہ آپؓ جب اُس کے گھر گئے تو یہ معلوم ہوا کہ کوئی شخص آپ سے پہلے آیا ہے جس نے اس بڑھیا کے کام کر دیے ہیں۔ اگلی دفعہ آپؓ اس بڑھیا کے گھر جلدی گئے تا کہ دوسرا شخص پہلے نہ آ جائے۔ حضرت عمرؓ چھپ کر بیٹھ گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہ حضرت ابو بکرؓ ہیں جو اس بڑھیا کے گھر آتے تھے اور اُس وقت حضرت ابو بکرؓ خلیفہ تھے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ آپؓ ہی ہو سکتے تھے۔

(تاریخ الخلفاء از جلال الدین السیوطی حالات ابو بکر الصدیقؓ صفحہ 64 مطبوعہ بیروت ایڈیشن 1999ء)

یعنی اس نیکی میں میرے سے بڑھنے والے آپؓ ہی ہو سکتے تھے۔ ایک روایت موسیٰ بن اسماعیل نے بیان کی ہے کہ معتمر نے اپنے باپ سے روایت کی اور بتایا کہ ابو عثمان نے ہم سے بیان کیا کہ حضرت عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے انہیں بتایا کہ صُفَّہ والے محتاج لوگ تھے اور ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ تیسرے کو لے جائے اور جس کے پاس چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو لے جائے یا چھٹے کو یا ایسے ہی کچھ الفاظ فرمائے، یعنی وہ غریب لوگ جو بیٹھے ہوئے تھے لوگ ان کو اپنے گھروں میں لے جائیں اور کھانا کھلائیں۔ حضرت ابو بکرؓ تین آدمیوں کو لے آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس کو لے گئے۔ اور گھر میں حضرت ابو بکرؓ اور تین اَور شخص تھے۔ حضرت عبد الرحمٰنؓ کہتے تھے کہ میں، میرا باپ اور میری ماں۔ راوی نے کہا ہے کہ مَیں نہیں جانتا کہ آیا عبد الرحمٰن نے یہ بھی کہا کہ میری بیوی یا میرا خادم جو کہ ہمارے اور حضرت ابو بکرؓ کے گھر میں مشترکہ تھا۔ اور ایسا ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں شام کا کھانا کھایا پھر وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ عشاء کی نماز پڑھی پھر واپس آ گئے۔ مہمانوں کو گھر لے گئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ٹھہرے رہے اور وہیں کھانا کھا لیا اور پھر واپس آئے۔ بیان کرتے ہیں کہ وہاں اتنی دیر

ٹھہرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے شام کا کھانا کھایا اور اتنی رات گزرنے کے بعد آئے جتنا کہ اللہ نے چاہا۔ اُن کی بیوی نے ان سے کہا کس بات نے آپ کو اپنے مہمانوں سے یا کہا مہمان سے روکے رکھا؟ یعنی آپ نے دیر کیوں لگائی۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تم نے انہیں کھانا نہیں کھلایا؟ وہ کہنے لگیں کہ انہوں نے آپ کے آنے تک کھانے سے انکار کر دیا تھا۔ مہمانوں نے کہا ہم نہیں کھائیں گے جب تک حضرت ابو بکرؓ نہیں آتے انہوں نے تو ان کو کھانا پیش کر دیا تھا، ان کی اہلیہ کہنے لگیں میں نے تو کھانا پیش کر دیا تھا مگر مہمانوں نے ان کی پیش نہ چلنے دی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے کہ میں جا کر چھپ رہا۔ مَیں اُن سے اس لیے چھپ گیا کہیں مجھے حضرت ابو بکرؓ سے ڈانٹ نہ پڑے کہ کیوں مہمانوں کو کھانا نہیں کھلایا۔

پھر حضرت ابو بکرؓ نے کہا اے بیوقوف! اور انہوں نے مجھے سخت سست کہا، عبدالرحمٰن ان کے بیٹے کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے مہمانوں سے کہا کہ کھانا کھائیں اور خود حضرت ابو بکرؓ نے قسم کھالی کہ میں ہرگز نہیں کھاؤں گا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے کہ اللہ کی قسم! ہم جو بھی لقمہ لیتے اس کے نیچے سے اس سے زیادہ کھانا بڑھ جاتا۔ اور انہوں نے اتنا کھایا کہ وہ سیر ہو گئے۔ اور جتنا پہلے تھا اس سے بھی زیادہ ہو گیا۔ مہمانوں کو کھانا کھلایا۔ مہمان کھانا کھاتے جاتے تھے لیکن کہتے ہیں کہ وہ کھانا اتنا ہی رہتا تھا بلکہ بڑھ جاتا تھا۔ اور سب نے پیٹ بھر کے کھایا۔ حضرت ابو بکرؓ نے جب یہ دیکھا کہ کھانا تو ویسے کا ویسا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ تھا تو انہوں نے اپنی بیوی سے کہا بنی فِراس کی بہن! یہ کیا ہے؟ ان کی بیوی بولیں کہ قسم میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی! یہ تو اَب اُس سے تین گنا زیادہ ہے جتنا پہلے تھا۔ یعنی اتنا بڑھ گیا ہے کھانا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی اس سے کھایا اور کہنے لگے وہ تو صرف شیطان تھا یعنی اس کی تحریک پر میں نے نہ کھانے کی قسم کھائی تھی۔ پہلے کہا تھا ناں، قسم ہے کہ مَیں نہیں کھاؤں گا لیکن جب دیکھا کھانے میں برکت پڑ رہی ہے تو آپؓ نے کہا وہ قسم میرے سے شیطان نے کہلوائی تھی لیکن یہ برکت والا کھانا ہے، اس سے میں بھی کھاؤں گا۔ پھر اس میں سے ایک لقمہ حضرت ابو بکرؓ نے کھایا۔ اس کے بعد وہ کھانا اٹھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں صبح تک رہا۔ کھانا وہاں صبح تک رہا۔

کہتے ہیں ہمارے اور ایک قوم کے درمیان ایک عہد تھا اور اس کی میعاد گزر گئی تھی۔ ہم نے بارہ آدمیوں کو الگ الگ بٹھایا اور ان میں سے ہر ایک آدمی کے ساتھ کچھ لوگ تھے۔ اللہ بہتر جانتا ہے یعنی کہ ان معاہدہ کرنے والوں کے بارہ آدمی تھے اور ہر ایک کے ساتھ کچھ لوگ بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ ہر آدمی کے ساتھ کتنے تھے مگر اس قدر ضرور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آدمیوں کو لوگوں کے ساتھ بھیجا یعنی قابلِ ذکر تعداد تھی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ کہتے تھے تو اُن سب نے اس کھانے میں سے کھایا یا کچھ ایسا ہی کہا۔ تو یہ برکت اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے کھانے میں بھی ایک دفعہ ڈالی۔

(صحیح بخاری کتاب المناقب باب علامات النبوۃ فی الاسلام حدیث نمبر 3581)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ہے جس نے آج کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہو؟ حضرت ابو بکرؓ نے کہا مَیں مسجد میں داخل ہوا تو ایک سائل نے سوال کیا۔

میں نے عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا پایا۔ وہ میں نے اس سے لے لیا اور وہ اس سائل کو دے دیا۔
(سنن ابی داؤد کتاب الزکاۃ باب المسألة فی المساجد حدیث نمبر1670)

اس طرح سوال کرنے والے نے سوال کیا تھا۔ میرے بیٹے کے ہاتھ میں روٹی تھی تو مَیں نے اس سے لے کے پھر اس سوالی کو دے دی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن بھی خلافت کے لائق تھے اور لوگوں نے کہا بھی کہ ان کی طبیعت حضرت عمرؓ سے نرم ہے اور لیاقت بھی ان سے کم نہیں۔ ان کو آپ کے بعد خلیفہ بننا چاہئے لیکن حضرت ابو بکرؓ نے خلافت کے لئے حضرت عمرؓ کو ہی منتخب کیا باوجود یکہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طبائع میں اختلاف تھا۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے خلافت سے ذاتی فائدہ کوئی حاصل نہیں کیا بلکہ آپ خدمت خلق میں ہی بڑائی خیال کیا کرتے تھے۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: "صوفیاء کی ایک روایت ہے۔ (وَاللّٰہُ اَعْلَمُ کہاں تک درست ہے) کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کے غلام سے پوچھا کہ وہ کون کون سے نیک کام تھے جو تیرا آقا کیا کرتا تھا تا کہ میں بھی وہ کام کروں۔ منجملہ اَور نیک کاموں کے اس غلام نے ایک کام یہ بتایا کہ روزانہ حضرت ابو بکرؓ روٹی لے کر "کھانا لے کر" فلاں طرف جایا کرتے تھے اور مجھے ایک جگہ کھڑا کر کے آگے چلے جاتے تھے میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس مقصد کے لئے اُدھر جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ اس غلام کے ہمراہ اس طرف کو کھانا لے کر چلے گئے جس کا ذکر غلام نے کیا تھا۔ آگے جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غار میں ایک اپاہج اندھا جس کے ہاتھ پاؤں نہ تھے بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس اپاہج کے منہ میں ایک لقمہ ڈالا تو وہ رو پڑا اور کہنے لگا اللہ تعالیٰ ابو بکرؓ پر رحم فرمائے۔ وہ بھی کیا نیک آدمی تھا۔ حضرت عمرؓ نے کہا بابا! تجھے کس طرح پتہ چلا کہ ابو بکرؓ فوت ہو گئے ہیں؟ اس نے کہا کہ میرے منہ میں دانت نہیں ہیں اس لئے ابو بکرؓ میرے منہ میں لقمہ چبا کر ڈالا کرتے تھے آج جو میرے منہ میں سخت لقمہ آیا تو مَیں نے خیال کیا کہ یہ لقمہ کھلانے والا ابو بکرؓ نہیں ہے بلکہ کوئی اَور شخص ہے اور ابو بکرؓ تو ناغہ بھی کبھی نہ کیا کرتے تھے اب جو ناغہ ہوا تو یقیناً وہ دنیا میں موجود نہیں ہیں۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "پس وہ کون سی شے ہے جو بادشاہت سے حضرت ابو بکرؓ نے حاصل کی؟" خلافت یا بادشاہت جو اُن کو ملی اس سے تو کچھ نہیں حاصل کیا۔ "کیا سرکاری مال کو اپنا قرار دیا" انہوں نے "اور حکومت کی جائدادوں کو اپنا مال قرار دیا؟ ہرگز نہیں۔ جو اشیاء ان کے رشتہ داروں کو ملیں وہ ان کی ذاتی جائداد سے تھیں۔"
(خطبات محمود جلد17 صفحہ 494، 495)

صرف **ایک امتیاز جو ان کو تھا وہ تو خدمت تھی جو انہوں نے کی۔** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"یہ دو ٹکڑے شریعت کے ہیں حق اللہ اور حق العباد۔" یہ دو چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حق اور حق العباد۔ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھو کہ کس قدر خدمات میں عمر کو گذارا۔ اور حضرت علیؓ کی حالت کو دیکھو کہ اتنے پیوند لگائے کہ جگہ نہ رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک بڑھیا کو ہمیشہ حلوہ کھلانا وطیرہ کر رکھا تھا۔ غور کرو کہ یہ کس قدر التزام تھا۔ جب آپؓ فوت ہو گئے "یعنی حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے "تو اُس بڑھیا نے کہا کہ آج ابو بکرؓ فوت ہو گیا۔ اس کے پڑوسیوں نے کہا

کہ کیا تجھ کو الہام ہوا یا وحی ہوئی؟ تو اس نے کہا نہیں آج حلوالے کر نہیں آیا اس واسطے معلوم ہوا کہ فوت ہو گیا یعنی زندگی میں ممکن نہ تھا کہ کسی حالت میں بھی حلوانہ پہنچے۔ دیکھو! کس قدر خدمت تھی۔ ایسا ہی سب کو چاہئے کہ خدمتِ خلق کرے۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 54)

آپؓ کا پردہ پوشی کا معیار کیا تھا، اس بارے میں روایت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ اگر مَیں چور کو پکڑ تا تو میری سب سے بڑی خواہش یہ ہوتی کہ خدا اُس کے جرم پر پردہ ڈال دے۔

(الطبقات الکبریٰ جلد 5 صفحہ 9 باب الطبقة الاولیٰ من اهل المدينة ..... دارالکتب العلمية بيروت 2012ء)

بہادری اور شجاعت کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ شجاعت اور بہادری کا مجسمہ تھے۔ بڑے بڑے خطرے کو اسلام کی خاطر یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و عشق کی بدولت خاطر میں نہ لاتے تھے۔ مکی زندگی میں جب انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے کوئی خطرہ یا تکلیف کا موقع دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و نصرت کے لیے دیوار بن کر سامنے کھڑے ہو جاتے۔ شعبِ ابی طالب میں تین سال تک اسیری اور محصوری کا زمانہ آیا تو ثابت قدمی، استقلال کے ساتھ وہیں موجود رہے۔ پھر ہجرت کے دوران انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت کا اعزاز ملا حالانکہ جان کا خطرہ تھا۔ جتنی بھی جنگیں ہوئیں حضرت ابو بکرؓ نہ صرف یہ کہ اُن میں شامل ہوئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے فرائض آپؓ سرانجام دیتے۔ آپؓ کی اسی جرأت اور بہادری کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے پوچھا کہ اے لوگو! لوگوں میں سے سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین! آپ ہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جہاں تک میری بات ہے میرے ساتھ جس نے مبارزت کی مَیں نے اس سے انصاف کیا یعنی اسے مار گرایا مگر سب سے بہادر حضرت ابو بکرؓ ہیں۔

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بدر کے دن خیمہ لگایا۔ پھر ہم نے کہا کہ کون ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے؟ تا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی مشرک نہ پہنچ پائے تو اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب کوئی نہ گیا مگر حضرت ابو بکرؓ اپنی تلوار کو سونتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو گئے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشرک نہیں پہنچے گا مگر پہلے وہ حضرت ابو بکرؓ سے مقابلہ کرے گا۔ پس وہ سب سے بہادر شخص ہیں۔ اسی طرح جنگِ اُحد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی افواہ پھیلی تو سب سے پہلے حضرت ابو بکرؓ ہجوم کو چیرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس وقت صرف گیارہ صحابہ کرام موجود تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت سعدؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ اور حضرت ابو دجانہؓ کا نام بھی آتا ہے۔ جنگِ احد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے میں گھاٹی پر موجود چند جاں نثاروں میں حضرت ابو بکرؓ بھی ایک تھے۔ جنگِ خندق میں حضرت ابو بکرؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ تھے اور خندق کی کھدائی کے وقت آپ کپڑے میں مٹی اٹھا کر پھینکنے والوں میں شامل تھے۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جان نچھاور کرنے کے لیے بیعت کرنے والوں میں تو آپؓ شامل تھے ہی لیکن جو معاہدہ لکھا گیا تو جس ایمانی جرأت اور استقلال اور فراست اور اطاعت و عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ حضرت ابو بکرؓ نے پیش کیا حضرت عمرؓ اپنی بعد کی ساری زندگی اس کو نہیں بھولے۔ غزوۂ طائف میں بھی حضرت ابو بکرؓ شامل تھے اور ان کے بیٹے عبد اللہ بن ابو بکر بھی شامل تھے۔ حضرت ابو بکرؓ کے یہ جوان بیٹے اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ، استاذ عمر ابو النصر، ترجمہ اردو صفحہ 354، 367، 369، 376 مشتاق بک کارنر لاہور)
(سیرت سیدنا صدیق اکبرؓ شخصیت اور کارنامے، از صلابی مترجم صفحہ 107 الفرقان ٹرسٹ خان گڑھ پاکستان)

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تیس ہزار کا لشکر لے کر غزوۂ تبوک کے لیے نکلے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف سپہ سالار مقرر فرمائے اور انہیں جھنڈے عطا فرمائے۔ اس موقع پر سب سے بڑا جھنڈا حضرت ابو بکرؓ کو عطا کیا گیا۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبر، استاذ عمر ابو النصر، ترجمہ اردو صفحہ 381 مشتاق بک کارنر لاہور)

حضرت سَلَمہ بن اکوعؓ بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں سات غزوات میں شرکت کی اور جو جنگی مہمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمائیں ان میں سے نو مہمات میں مجھے شامل ہونے کا موقع ملا اور ان میں کبھی تو ہماری کمان حضرت ابو بکرؓ کے پاس ہوتی تھی اور کبھی حضرت اسامہ بن زیدؓ کے پاس۔

(سیرت سیدنا صدیق اکبر، استاذ عمر ابو النصر، ترجمہ اردو صفحہ 356 مشتاق بک کارنر لاہور)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب سارا عرب ہی گویا مرتد ہو گیا ان حالات میں جس جرأت و شجاعت کا عملی مظاہرہ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ کفار نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گلے میں پٹکا ڈال کر زور سے کھینچنا شروع کیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور آپؓ نے ان کفار کو ہٹایا اور فرمایا اے لوگو! تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا کہ تم ایک شخص کو محض اس لیے مارتے پیٹتے ہو کہ وہ کہتا ہے اللہ میرا رب ہے۔ وہ تم سے کوئی جائیداد تو نہیں مانگتا پھر تم اُسے کیوں مارتے ہو؟ صحابہؓ کہتے ہیں ہم اپنے زمانہ میں سب سے بہادر حضرت ابو بکرؓ کو سمجھتے تھے کیونکہ دشمن جانتا تھا کہ اگر مَیں نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مار لیا تو اسلام ختم ہو جائے گا اور ہم نے دیکھا کہ ہمیشہ ابو بکرؓ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوتے تھے تا کہ جو کوئی آپؐ پر حملہ کرے اس کے سامنے اپنا سینہ کر دیں۔ چنانچہ جب بدر کے موقع پر کفار سے مڈھ بھیڑ ہوئی تو صحابہؓ نے آپس میں مشورہ کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک عرشہ تیار کر دیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسولَ اللہؐ! آپ اس عرشہ پر تشریف رکھیں اور ہماری کامیابی کے لیے دعا کریں دشمنوں سے ہم خود لڑیں گے۔ پھر انہوں نے کہا یا رسولَ اللہؐ! ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گو ہمارے اندر بھی

اخلاص پایا جاتا ہے مگر وہ لوگ جو مدینہ میں بیٹھے ہیں وہ ہم سے بھی زیادہ مخلص اور ایماندار ہیں۔ انہیں پتا نہیں تھا کہ کفار سے جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ لوگ بھی اس لڑائی میں ضرور شامل ہوتے۔" جنگِ بدر کا پہلے باقاعدہ پتہ نہیں تھا تو وہ بھی شامل ہو جاتے۔

"یارسولَ اللہؐ! اگر خدانخواستہ اس جنگ میں ہمیں شکست ہو تو ہم نے ایک تیز رفتار اونٹنی آپ کے پاس باندھ دی ہے اور ابو بکرؓ کو آپ کے پاس کھڑا کر دیا ہے۔ ان سے زیادہ بہادر اور دلیر آدمی ہمیں اپنے اندر اَور کوئی نظر نہیں آیا۔ یارسولَ اللہؐ! آپؐ فوراً ابو بکر کے ساتھ اس اونٹنی پر بیٹھ کر مدینہ تشریف لے جائیں اور وہاں سے ایک نیا لشکر کفار کے مقابلہ کے لیے لے آئیں جو ہم سے بھی زیادہ مخلص اور وفادار ہو گا۔" حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ: "اس واقعہ سے اندازہ لگالو کہ ابو بکرؓ کتنی قربانی کرنے والا انسان تھا۔"

(خطبات محمود جلد39 صفحہ 220-221)

پھر ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "ایک دفعہ بعض لوگوں نے صحابہؓ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سب سے زیادہ دلیر اور بہادر کون شخص تھا۔ جس طرح آج کل شیعہ سنی کا سوال ہے اسی طرح اس زمانہ میں بھی جس کسی کے ساتھ تعلق ہوتا تھا لوگ اس کی تعریفیں کیا کرتے تھے۔ جب صحابہؓ سے یہ سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم میں سے سب سے بہادر وہ شخص سمجھا جاتا تھا جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوتا تھا۔ یہ نکتہ ایک جنگی آدمی ہی سمجھ سکتا ہے دوسرا آدمی نہیں" سمجھ سکتا۔ جس کو جنگ کا صحیح پتہ ہو اور جنگ کے خطرات کا پتہ ہو اسی کو اندازہ ہو سکتا ہے کہ یہ بہادری کیسی ہے جہاں سب سے زیادہ خطرہ ہو وہاں کھڑے ہونا۔ تو فرماتے ہیں کہ "بات یہ ہے کہ جو شخص ملک اور قوم کی روح رواں ہو دشمن چاہتا ہے کہ اسے مار ڈالے تا کہ اس کی موت کے ساتھ تمام جھگڑا ختم ہو جائے۔ اس لئے جس طرف بھی ایسا آدمی کھڑا ہو گا دشمن اس طرف پورے زور کے ساتھ حملہ کرے گا" جو مرکز ہو کسی چیز کا اسی کی طرف دشمن زیادہ حملہ کرتا ہے "اور ایسی جگہ پر وہی شخص کھڑا ہو سکتا ہے۔" یعنی اس کی حفاظت کے لیے، اس مرکز کی حفاظت کے لیے "وہی شخص کھڑا ہو سکتا ہے جو سب سے زیادہ بہادر ہو۔ پھر صحابہؓ نے کہا کہ آپؐ کے پاس اکثر حضرت ابو بکرؓ کھڑے ہوا کرتے تھے اور ہمارے نزدیک وہی سب سے زیادہ بہادر تھے"۔ (تفسیر کبیر جلد10 صفحہ 366)

پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سورۃ بنی اسرائیل کی دوسری آیت کی تفسیر بیان فرماتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "یہ امر بھی قابلِ توجہ ہے کہ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ سے ظاہر ہوتا ہے کہ چلانے والا کوئی دوسرا تھا۔ اور اسمیں چلنے والے کا اپنا اختیار نہ تھا۔ ہجرت کا واقعہ بھی اسی طرح ہوا کہ آپؐ رات ہی کو نکلے۔ اور یہ نکلنا اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اس وقت مجبور ہو کر آپؐ نکلے جبکہ کفار نے آپؐ کے قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا۔ پس اس سفر میں آپکی مرضی کا دخل نہ تھا بلکہ خدا تعالیٰ کی مشیت نے آپؐ کو مجبور کیا تھا" یعنی آپؐ کو چلانے والا، آپؐ کو باہر نکالنے والا، آپؐ کو ہجرت کی طرف لے جانے کے لیے کہنے والا اللہ تعالیٰ تھا اور اس کی مشیت کی وجہ سے آپؐ مجبور ہو کر نکلے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "پھر جس طرح رؤیا میں جبریل

بیت المقدس کے سفر میں آپؐ کے ساتھ تھے ہجرت میں ابو بکرؓ آپؐ کے ساتھ تھے جو گویا اسی طرح آپؐ کے تابع تھے جس طرح جبریل خدا تعالیٰ کے تابع کام کرتا ہے۔ اور جبریل کے معنے خدا تعالیٰ کے پہلوان کے ہوتے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ بھی اللہ تعالیٰ کے خاص بندے تھے اور دین کے لئے ایک نڈر پہلوان کی حیثیت رکھتے تھے۔"

(تفسیر کبیر جلد 4 صفحہ 296)

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں ایک جگہ کہ "حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کلام پر ایمان کے ہوتے ہوئے انسانی قلب میں مایوسی پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔" اللہ تعالیٰ کے اوپر ایمان کامل ہو تو دل میں کبھی مایوسی پیدا نہیں ہو سکتی۔ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حالت مثلاً غارِ ثور میں ہوئی اس کے بعد کون سی امید کی حالت باقی رہ جاتی تھی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کی تاریکی میں اپنے گھر کو چھوڑ کر غارِ ثور میں جا چھپے۔ ایک ایسی غار میں جس کا منہ بہت بڑا کھلا تھا اور ہر انسان آسانی سے اس کے اندر جھانک سکتا تھا اور کُود سکتا تھا۔ صرف ایک ساتھی آپؐ کے ہمراہ تھا اور پھر دونوں بغیر ہتھیاروں اور بغیر کسی طاقت کے تھے۔ مکہ کے مسلح لوگ آپؐ کے تعاقب میں غارِ ثور پر پہنچے اور ان میں سے بعض نے اصرار کیا کہ ہمیں جھک کر اندر بھی ایک دفعہ دیکھ لینا چاہئے تا کہ اگر وہ اندر ہوں تو ہم ان کو پکڑ سکیں۔ دشمن کو اتنا قریب دیکھ کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو پڑے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہؐ! دشمن تو سر پر پہنچ گیا ہے۔ آپؐ نے اس وقت بڑے جوش سے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ ابو بکر ڈرتے کیوں ہو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ دیکھو گھبراہٹ کے لحاظ سے کتنی انتہائی چیز اس وقت آپ کے سامنے آئی اور اس واقعہ کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قتل یا آپ کی گرفتاری میں کون سی کسر باقی رہ گئی تھی۔ مگر باوجود اس کے کہ دشمن طاقتور تھا، سپاہی اس کے ساتھ تھے، ہتھیار اس کے پاس موجود تھے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالکل نہتے صرف ایک ساتھی کے ساتھ غار میں بیٹھے تھے۔ نہ ہتھیار آپؐ کے پاس تھا نہ حکومت آپؐ کی تائید میں تھی۔ نہ کوئی جتھا آپؐ کے پاس تھا۔ آپ کثیر التعداد دشمن کو اپنے ساتھ کھڑا دیکھنے کے باوجود فرماتے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ تم کیوں یہ کہتے ہو کہ دشمن طاقتور ہے۔ کیا وہ خدا سے بھی زیادہ طاقتور ہے؟ جب خدا ہمارے ساتھ ہے تو ہمارے لئے گھبراہٹ کی کون سی وجہ ہے۔ حضرت ابو بکرؓ کی یہ گھبراہٹ بھی اپنے لئے نہیں تھی بلکہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تھی۔"

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "بعض شیعہ لوگ اس واقعہ کو پیش کر کے کہتے ہیں کہ ابو بکرؓ نعوذ باللہ بے ایمان تھا۔ وہ اپنی جان دینے سے ڈر گیا۔ حالانکہ تاریخوں میں صاف لکھا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا: یا رسول اللہؐ! میں اپنی جان کے لئے تو نہیں ڈرتا۔ میں اگر مارا گیا تو صرف ایک آدمی مارا جائے گا۔ میں تو آپؐ کے لئے ڈرتا ہوں۔ کیونکہ اگر آپؐ کو نقصان پہنچا تو صداقت دنیا سے مٹ جائے گی۔" (خطبات محمود جلد 28 صفحہ 416-417)

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ بات انبیاء سے ہی مخصوص نہیں بلکہ

ان سے اتر کر بھی اپنے اپنے زمانے میں ایسے لوگ ملتے ہیں کہ جو کام انہوں نے اس وقت کیا وہ ان کا غیر نہیں کر سکتا تھا۔ مثلاً حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کو لے لو۔ حضرت ابو بکرؓ کے متعلق کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ آپ بھی کسی وقت اپنی قوم کی قیادت کریں گے۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا تھا کہ آپؓ کمزور طبیعت، صلح کل اور نرم دل واقع ہوئے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کی جنگوں کو دیکھ لو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بڑی جنگ میں بھی حضرت ابو بکرؓ کو فوج کا کمانڈر نہیں بنایا۔ بے شک بعض چھوٹے چھوٹے غزوات ایسے ہیں جن میں آپؓ کو افسر بنا کر بھیجا گیا مگر بڑی جنگوں میں ہمیشہ دوسرے لوگوں کو ہی کمانڈر بنا کر بھیجا جاتا تھا۔ اسی طرح دوسرے کاموں میں بھی آپ کو انچارج نہیں بنایا جاتا تھا۔ باقی قرآن کریم کی تعلیم ہے یا قضا وغیرہ کا کام ہے یہ بھی آپ کے سپرد نہیں کیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ کے سپرد نہیں کیا گیا لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ جب ابو بکر کا وقت آئے گا تو جو کام ابو بکر کر لے گا وہ اس کا غیر نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوت ہوئے اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہو گیا کہ کون خلیفہ ہو اس وقت حضرت ابو بکرؓ کے ذہن میں بھی یہ بات نہ تھی کہ آپ خلیفہ ہوں گے۔ آپ سمجھتے تھے کہ حضرت عمرؓ وغیرہ ہی اس کے اہل ہو سکتے ہیں۔ انصار میں جو جوش پیدا ہوا اور انہوں نے چاہا کہ خلافت انہی میں سے ہو کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ہم نے اسلام کی خاطر قربانیاں کی ہیں اور اب خلافت کا حق انصار کا خیال تھا کہ ہمارا ہے اور ادھر مہاجرین کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ایک جھگڑا برپا ہو گیا۔ انصار کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو اور مہاجرین کہتے تھے کہ خلیفہ ہم میں سے ہو۔ آخر انصار کی طرف سے جھگڑا اس بات پر ختم ہوا کہ ایک خلیفہ مہاجرین میں سے ہو اور ایک خلیفہ انصار میں سے ہو۔ اس جھگڑے کو دُور کرنے کے لیے ایک میٹنگ بلائی گئی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اس وقت مَیں نے سمجھا کہ حضرت ابو بکرؓ بے شک نیک اور بزرگ ہیں لیکن اس گتھی کو سلجھانا ان کا کام نہیں ہے۔ یہ بہت مشکل کام ہے ان کے لیے۔ اس گتھی کو اگر کوئی سلجھا سکتا ہے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ مَیں ہی ہوں۔ یہاں طاقت کا کام ہے۔ نرمی اور محبت کا کام نہیں۔ اور حضرت ابو بکرؓ تو نرمی اور محبت دکھانے والے ہیں۔ چنانچہ آپؓ فرماتے ہیں مَیں نے سوچ سوچ کر ایسے دلائل نکالنے شروع کیے جن سے یہ ثابت ہو کہ خلیفہ قریش میں سے ہونا چاہیے اور یہ کہ ایک خلیفہ انصار میں سے ہو اور ایک مہاجرین میں سے یہ بالکل غلط ہے۔ آپؓ فرماتے ہیں کہ مَیں نے بہت سے دلائل سوچے اور پھر اس مجلس میں گیا جو اس جھگڑے کو نپٹانے کے لیے منعقد کی گئی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ بھی میرے ساتھ تھے۔ مَیں نے چاہا کہ تقریر کروں اور دلائل سے جو مَیں سوچ کر گیا تھا لوگوں کو قائل کروں۔ مَیں سمجھتا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ اس شوکت اور دبدبے کے مالک نہیں کہ اس مجلس میں بول سکیں لیکن مَیں کھڑا ہونے ہی لگا تھا حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں کھڑا ہونے ہی لگا تھا کہ حضرت ابو بکرؓ نے غصہ سے ہاتھ مار کے مجھ سے کہا بیٹھ جاؤ اور خود کھڑے ہو کر تقریر شروع کر دی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! جتنی دلیلیں مَیں نے سوچی تھیں وہ سب کی سب حضرت ابو بکرؓ نے بیان کر دیں اور پھر اَور بھی کئی دلائل بیان کرتے چلے گئے اور بیان کرتے چلے گئے یہاں تک کہ انصار کے دل مطمئن ہو گئے اور انہوں نے خلافتِ مہاجرین کے اصول کو تسلیم کر لیا۔

یہ وہی ابو بکر تھا جس کے متعلق حضرت عمرؓ خود بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک دفعہ کسی جھگڑے پر بازار میں حضرت ابو بکرؓ کے کپڑے پھاڑ دیے اور مارنے پر تیار ہو گئے تھے۔ یہ وہی ابو بکر تھا جس کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کا دل رقیق ہے مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو وفات سے قبل آپؐ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میرے دل میں بار بار یہ خواہش اٹھتی ہے کہ مَیں لوگوں سے کہہ دوں کہ وہ میرے بعد ابو بکر کو خلیفہ بنالیں لیکن پھر رک جاتا ہوں کیونکہ میرا دل جانتا ہے کہ میری وفات کے بعد خدا تعالیٰ اور اس کے مومن بندے ابو بکر کے سوا کسی اَور کو خلیفہ نہیں بنائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا آپؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ آپؓ رقیق القلب انسان تھے اور اتنی نرم طبیعت کے تھے کہ ایک دفعہ آپؓ کو مارنے کے لیے بازار میں حضرت عمرؓ آگے بڑھے اور انہوں نے آپؓ کے کپڑے پھاڑ دیے لیکن وہی ابو بکر جس کی نرمی کی یہ حالت تھی ایک وقت ایسا آیا کہ حضرت عمرؓ آپؓ کے پاس آئے اور انہوں نے درخواست کی کہ تمام عرب مخالف ہو گیا ہے۔ صرف مدینہ، مکہ اور ایک چھوٹی سی بستی میں نماز باجماعت ہوتی ہے۔ باقی لوگ نمازیں پڑھتے تو ہیں لیکن ان میں اتنا تفرقہ پیدا ہو چکا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے کے لیے تیار نہیں اور اختلاف اتنا بڑھ چکا ہے کہ وہ کسی کی بات سننے کو تیار نہیں۔ عرب کے جاہل لوگ جو پانچ پانچ چھ چھ ماہ سے مسلمان ہوئے ہیں مطالبہ کر رہے ہیں کہ زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ یہ لوگ زکوٰۃ کے مسئلہ کو سمجھتے تو ہیں نہیں۔ اگر ایک دو سال کے لیے انہیں زکوٰۃ معاف کر دی جائے تو کیا حرج ہے؟ گویا وہ عمرؓ جو ہر وقت تلوار ہاتھ میں لیے کھڑا رہتا تھا اور ذرا ذرا سی بات بھی ہوتی تھی تو کہتا تھا یا رسول اللہؐ! حکم ہو تو اس کی گردن اڑا دوں وہ ان لوگوں سے اتنا مرعوب ہو جاتا ہے، اتنا ڈر جاتا ہے، اتنا گھبرا جاتا ہے کہ ابو بکر کے پاس آ کر ان سے درخواست کرتا ہے کہ ان جاہل لوگوں کو کچھ عرصہ کے لیے زکوٰۃ معاف کر دی جائے ہم آہستہ آہستہ انہیں سمجھا لیں گے۔ مگر وہ ابو بکر جو اتنا رقیق القلب تھا کہ حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ انہیں مارنے کے لیے تیار ہو گیا تھا اور بازار میں ان کے کپڑے پھاڑ دیے تھے۔ اس نے اس وقت نہایت غصہ سے عمر کی طرف دیکھا یعنی جب حضرت عمرؓ نے یہ بات ان سے کہی کہ لوگوں سے کچھ نہ کہا جائے جو باغی ہو رہے ہیں، دو سال تک نہ زکوٰۃ لیں ہم آگے سمجھا لیں گے۔ جب حضرت عمرؓ نے یہ بات کی تو حضرت ابو بکرؓ نے نہایت غصہ سے عمرؓ کی طرف دیکھا اور کہا عمرؓ! تم اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہو جو خدا اور اس کے رسولؐ نے نہیں کی۔ حضرت عمرؓ نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن یہ لوگ حدیثُ العَہد ہیں۔ دشمن کا لشکر مدینہ کی دیواروں کے پاس پہنچ چکا ہے۔ کیا یہ اچھا ہو گا کہ یہ لوگ بڑھتے چلے آئیں اور ملک میں پھر طوائف الملوکی کی حالت پیدا ہو جائے یا یہ مناسب ہو گا کہ انہیں ایک دو سال کے لیے زکوٰۃ معاف کر دی جائے۔ یا طوائف الملوکی ہے یا یہ ہے کہ کسی طرح صلح کر لی جائے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر دشمن مدینہ کے اندر گھس آئے اور اس کی گلیوں میں مسلمانوں کو تہہ تیغ کر دے اور عورتوں کی لاشوں کو کتے گھسیٹتے پھریں تب بھی میں انہیں زکوٰۃ معاف نہیں کروں گا۔ خدا کی قسم! اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں یہ لوگ رسی کا ایک ٹکڑا بھی بطور زکوٰۃ دیتے تھے تو میں وہ بھی ان سے ضرور وصول کروں گا۔ پھر آپؓ نے فرمایا:

عمر اگر تم لوگ ڈرتے ہو تو بے شک چلے جاؤ۔ میں اکیلا ہی ان لوگوں سے لڑوں گا اور اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک یہ اپنی شرارت سے باز نہیں آجاتے۔ چنانچہ لڑائی ہوئی اور آپ فاتح ہوئے یعنی حضرت ابو بکرؓ فاتح ہوئے اور اپنی وفات سے پہلے پہلے آپؓ نے دوبارہ سارے عرب کو اپنے ماتحت کر لیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اپنی زندگی میں جو کام کیا وہ انہی کا حصہ تھا۔ کوئی اَور شخص وہ کام نہیں کر سکتا تھا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 30 صفحہ 198 تا 200)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ مکہ کے رؤساء کو لوگوں میں سے اس قسم کی عزت اور عظمت حاصل تھی کہ لوگ ان کے سامنے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے اور ان کے احسانات بھی لوگوں پر اس کثرت کے ساتھ تھے کہ کوئی شخص ان کے سامنے آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ان کی اس عظمت کا پتہ اس وقت لگ سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جس سردار کو مکہ والوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا اس نے باتوں باتوں میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کو ہاتھ لگا دیا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے زور سے اپنا تلوار کا کندہ، جو دستہ ہوتا ہے تلوار کا اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کو مت لگاؤ۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تا کہ معلوم کرے کہ یہ کون شخص ہے جس نے میرے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا ہے۔ صحابہؓ چونکہ خود پہنے ہوئے تھے اس لیے ان کو صرف آنکھیں اور ان کے حلقے ہی دکھائی دیتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر غور سے دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا کیا تم فلاں شخص ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہاں۔ اس نے کہا کیا تمہیں معلوم نہیں مَیں نے فلاں فلاں موقع پر تمہارے خاندان کو فلاں مصیبت سے نجات دی اور فلاں موقع پر تم پر فلاں احسان کیا۔ کیا تم میرے سامنے بولتے ہو؟ حضرت مصلح موعودؓ اس احسان کا، اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آج کل ہم دیکھیں تو احسان فراموشی کا مادہ لوگوں میں اس قدر عام ہو چکا ہے کسی پر شام کو احسان کرو تو صبح کو وہ بھول جاتا ہے اور کہتا ہے کیا مَیں اب ساری عمر اس کا غلام بنا رہوں؟ میرے پر احسان کر دیا تو کیا ہو گیا وہ ساری عمر کی غلامی چھوڑ ایک رات کے احسان کی قدر تک برداشت نہیں کر سکتا مگر عربوں میں احسان مندی کا جذبہ بدرجۂ کمال پایا جاتا تھا۔ اب یہ ایک نہایت ہی نازک موقع تھا مگر جب اس نے اپنے احسانات گنوائے تو اس صحابی کی نظریں زمین میں گڑ گئیں اور شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ احسان کی اتنی قدر ہوتی تھی۔ اس پر پھر اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرنی شروع کر دیں اور کہا مَیں عرب کا باپ ہوں۔ مَیں تمہاری منت کرتا ہوں کہ تم اپنی قوم کی عزت رکھ لو اور دیکھو یہ جو تمہارے ارد گرد جمع ہیں یہ تو مصیبت آنے پر فوراً بھاگ جائیں گے اور تمہارے کام آخر تمہاری قوم ہی آئے گی۔ پس کیوں اپنی قوم کو ذلیل کرتے ہو مَیں عرب کا باپ ہوں۔ وہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار یہی کہتا تھا کہ مَیں عرب کا باپ ہوں۔ تم میری بات مان لو اور جس طرح میں کہتا ہوں اسی طرح عمرہ کیے بغیر واپس چلے جاؤ۔ اسی دوران میں اس نے اپنی بات پر زور دینے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منوانے کی خاطر آپؐ کی ریشِ مبارک کو پھر ہاتھ لگا دیا اور گو آپ کو، آپ کی ریشِ مبارک کو اس کا ہاتھ لگانا لجاجت کے رنگ میں تھا، بڑی منت کے رنگ میں کہنا چاہتا تھا اور اس لیے تھا کہ آپؐ سے وہ اپنی بات

منوائے مگر چونکہ اس میں تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا تھا اس لیے صحابہؓ اسے برداشت نہ کر سکے اور جونہی اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی کو ہاتھ لگایا پھر کسی شخص نے زور سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ریشِ مبارک کی طرف مت بڑھا۔ اس نے پھر آنکھیں اٹھائیں اور غور سے دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے جس نے مجھے روکا ہے اور آخر پہچان کر اس نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔

اس شخص نے جو کافروں کا نمائندہ بن کے آیا تھا جب اس نے پہچانا اس شخص کو تو آنکھیں نیچی کر لیں۔ دیکھا یہ تو ابو بکر ہیں تو کہنے لگا ابو بکر میں جانتا ہوں کہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں تم ایسے شخص ہو جس پر میں نے کوئی احسان نہیں کیا۔ پس وہ دوسروں پر اس قدر احسانات کرنے والی قوم تھی کہ سوائے حضرت ابو بکرؓ کے جس قدر انصار اور مہاجر وہاں تھے ان سب پر اس ایک رئیس کا کوئی نہ کوئی احسان تھا اور حضرت ابو بکرؓ کے سوا اَور کسی میں یہ جرأت نہیں تھی کہ اس کے ہاتھ کو روک سکے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد20 صفحہ 484-485)

وہی واحد شخص تھے جن پر اس شخص کا کوئی احسان نہیں تھا۔ پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”زکوٰۃ تو ایسی ضروری چیز ہے کہ جو نہیں دیتا وہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں جب کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ (التوبۃ:103) اس میں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہے کہ تُو لے۔ اب جب کہ آپؐ نہیں رہے تو اَور کون لے سکتا ہے؟ نادانوں نے یہ نہ سمجھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم مقام ہو گا جو لے گا لیکن جہالت سے انہوں نے کہہ دیا کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں گے۔ ادھر تو لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور ادھر فساد ہو گیا قریباً سارا عرب مرتد ہو گیا اور کئی مدعی نبوت کھڑے ہو گئے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ نعوذ باللہ اسلام تباہ ہونے لگا ہے۔ ایسے نازک وقت میں صحابہؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ آپؓ ان لوگوں سے جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے فی الحال نرمی سے کام لیں۔ حضرت عمرؓ جن کو بہت بہادر کہا جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ گو مَیں کتنا ہی جری ہوں مگر ابو بکرؓ جتنا نہیں کیونکہ مَیں نے بھی اس وقت یہی کہا کہ ان سے نرمی کی جائے۔ پہلے کافروں کو زیر کر لیں پھر ان کی اصلاح کر لیں گے لیکن ابو بکرؓ نے کہا ابن قحافہ کی کیا حیثیت ہے؟ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیئے ہوئے حکم کو بدلائے میں تو ان سے اس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ یہ لوگ پوری طرح زکوٰۃ نہ دیں اور اگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت اونٹ باندھنے کی ایک رسی جو دیتے تھے“ وہ بھی نہ دیں ”وہ بھی ادا نہ کر دیں۔ اُس وقت صحابہؓ کو پتہ لگا کہ خدا کا بنایا ہوا خلیفہ کس قدر جرأت اور دلیری رکھتا ہے؟ آخر حضرت ابو بکرؓ نے اُن کو زیر کیا اور اُن سے زکوٰۃ لے کر چھوڑی۔“

(اصلاح نفس، انوار العلوم جلد5 صفحہ 452)

حضرت ابو بکرؓ کی مالی قربانی کے بارے میں آتا ہے، ایک مصنف لکھتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب ایمان لائے تو ان کے پاس چالیس ہزار درہم کی خطیر رقم موجود تھی اور ظاہر ہے کہ مالِ تجارت، اسباب و املاک اس کے علاوہ تھے۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق تو ان کے پاس ایک ملین یعنی دس لاکھ درہم کی رقم موجود تھی۔ مکہ میں

عام مسلمانوں کی اعانت اور غریب مسلمانوں کی کفالت پر ہزار ہا درہم خرچ کر دیے تاہم جب انہوں نے ہجرت کی تو پانچ چھ ہزار درہم نقد ساتھ تھے۔ ایک روایت کے مطابق وہ یہ ساری رقم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات کے لیے بچا کر رکھتے گئے اور بوقتِ ہجرت مدینہ لے کر آئے تھے۔ اسی رقم سے انہوں نے ہجرت کے دوران سفر کے اخراجات کے علاوہ بعد ہجرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خاندان میں سے بعض کے سفر کے اخراجات دیے تھے اور مدینہ میں مسلمانوں کے لیے کچھ زمین بھی خریدی تھی۔

(مقالات سیرت از ڈاکٹر محمد ہمایوں عباس شمس جلد2 صفحہ 433-434 مکتبہ اسلامیہ لاہور 2015ء)(الطبقات الکبرٰی جلد 3 صفحہ 128 ''ابوبکر الصدیق'' ومن بنی تیم بن مرّۃ بن کعب۔دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012ء)

حضرت ابنِ عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخری بیماری میں کہ جس میں آپؐ کی وفات ہوئی آپؐ باہر تشریف لائے اور آپؐ نے اپنا سر ایک کپڑے سے باندھا ہوا تھا۔ آپؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا لوگوں میں سے کوئی بھی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال کے مجھ پر ابو بکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو۔

(صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الخوخۃ والممر فی المسجد، روایت نمبر 467)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مجھے کسی مال نے کبھی وہ فائدہ نہیں پہنچایا جو مجھے ابو بکر کے مال نے فائدہ پہنچایا ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ یہ سن کے رو پڑے اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مَیں اور میرا مال تو صرف آپؐ ہی کے لیے ہیں اے اللہ کے رسول!

(سنن ابن ماجہ، مقدمہ، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ حدیث نمبر 94)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

''ایک جہاد کے موقع کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں مجھے خیال آیا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہمیشہ مجھ سے بڑھ جاتے ہیں۔ آج مَیں ان سے بڑھوں گا۔ یہ خیال کر کے مَیں گھر گیا اور اپنے مال میں سے آدھا مال نکال کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے لے آیا۔ وہ زمانہ اسلام کے لئے انتہائی مصیبت کا دَور تھا۔ لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے'' ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ ''حضرت ابو بکرؓ اپنا سارا اثاثہ حتیٰ کہ لحاف اور چارپائیاں بھی اٹھا کر لے آئے۔'' بہر حال ''اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔'' سارا مال۔ ''رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ابو بکرؓ! گھر میں کیا چھوڑ آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسولؐ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ سن کر مجھے سخت شرمندگی ہوئی اور مَیں نے سمجھا کہ آج مَیں نے سارا زور لگا کر ابو بکرؓ سے بڑھنا چاہا تھا مگر آج بھی مجھ سے ابو بکرؓ بڑھ گئے۔'' حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ''ممکن ہے کوئی کہے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا سارا مال لے آئے تھے تو پھر گھر والوں کے لئے انہوں نے کیا چھوڑا؟ اس کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے مراد گھر کا سارا اندوختہ تھا۔ وہ تاجر تھے اور جو مال تجارت میں لگا ہوا تھا وہ نہیں لائے تھے اور نہ مکان بیچ کر آ گئے تھے۔''

(فضائل القرآن (3)، انوار العلوم جلد 11 صفحہ 577)(خطبات محمود جلد 37 صفحہ 134-135)

بلکہ وہ گھر کا سامان لے کے آئے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

''اس واقعہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دو کمال ظاہر ہوتے ہیں ایک یہ کہ وہ قربانی میں سب سے آگے بڑھ گئے اور دوسرے یہ کہ باوجود اپنا سارا مال لانے کے پھر سب سے پہلے پہنچ گئے اور جنہوں نے تھوڑا دیا تھا وہ اس فکر میں ہی رہے کہ کتنا گھر میں رکھیں اور کتنا لائیں۔ مگر باوجود اس کے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یہ کہیں نہیں آتا کہ انہوں نے دوسروں پر اعتراض کیا ہو۔'' سارا کچھ لے آئے لیکن یہ نہیں ہوا کہ انہوں نے اعتراض کیا۔ دیکھو مَیں لے آیا ہوں اور وہ دوسرے نہیں لے کے آتے۔ ''حضرت ابو بکرؓ قربانی کر کے بھی یہ سمجھتے تھے کہ ابھی خدا کا مَیں دیندار ہوں اور مَیں نے کوئی اللہ تعالیٰ پر احسان نہیں کیا بلکہ اس کا احسان ہے کہ اس نے مجھے توفیق دی'' ہے۔

(خطبات محمود جلد17 صفحہ 580)

پس حضرت مصلح موعودؓ اس ضمن میں بیان فرما رہے ہیں کہ مالی قربانی کرنے والوں کو اپنا دیکھنا چاہیے۔ ان منافقوں کی طرح نہیں ہونا چاہیے جو خود بھی چندہ نہیں دیتے اور اگر تھوڑا سا دے دیں تو دوسروں پہ اعتراض کرتے ہیں کہ دیکھو فلاں نے کم دیا اور فلاں نے اتنا دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''**صحابہؓ کی تو وہ پاک جماعت تھی۔** جس کی تعریف میں قرآن شریف بھرا پڑا ہے۔ کیا آپ لوگ ایسے ہیں؟ جب خدا کہتا ہے کہ حضرت مسیح کے ساتھ وہ لوگ ہوں گے۔ جو صحابہؓ کے دوش بدوش ہوں گے۔ صحابہؓ تو وہ تھے۔ جنہوں نے اپنا مال، اپنا وطن راہِ حق میں دے دیا۔ اور سب کچھ چھوڑ دیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا معاملہ اکثر سنا ہو گا۔ ایک دفعہ جب راہِ خدا میں مال دینے کا حکم ہوا تو گھر کا کل اثاثہ لے آئے۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ گھر میں کیا چھوڑ آئے۔ تو فرمایا کہ خدا اور رسول کو گھر میں چھوڑ آیا ہوں۔ رئیس مکہ ہو اور کمبل پوش۔ غربا کا لباس پہنے۔ یہ سمجھ لو کہ وہ لوگ تو خدا کی راہ میں شہید ہو گئے۔ ان کے لئے تو یہی لکھا ہے کہ سیفوں (تلواروں) کے نیچے بہشت ہے۔'' (ملفوظات جلد1 صفحہ 43)

یعنی تلواروں کے نیچے بہشت ہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ''صحابہؓ کی حالت دیکھو! جب امتحان کا وقت آیا تو جو کچھ کسی کے پاس تھا. اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ سب سے اوّل کمبل پہن کر آ گئے۔ پھر اس کمبل کی جزا بھی اللہ تعالیٰ نے کیا دی'' یعنی کہ سب کچھ لے آئے اور صرف ایک کمبل اوڑھ لیا اپنے اوپر۔ اللہ تعالیٰ نے کیا جزا دی ''کہ سب سے اوّل خلیفہ وہی ہوئے۔'' فرمایا ''غرض یہ ہے کہ اصلی خوبی،'' یعنی سب سے اوّل کام کرنا۔ کہ ''خیر اور روحانی لذت سے بہرہ ور ہونے کے لئے وہی مال کام آسکتا ہے۔ جو خدا کی راہ میں خرچ کیا جائے۔'' (ملفوظات جلد1 صفحہ 210-211)

ان شاء اللہ تعالیٰ باقی ذکر آئندہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 16/ دسمبر 2022ء جلد29 شمارہ100 صفحہ 05تا10)

48

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02/ دسمبر 2022ء بمطابق 02/ فتح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے محاسن اور مناقب بیان ہو رہے تھے۔ اس سلسلہ میں ان کا لوگوں میں سب سے بہتر اور محبوب ہونے کے بارے میں لکھا ہے۔ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں میں سے ایک کو دوسرے سے بہتر قرار دیا کرتے تھے۔ مقابلہ ہوتا تھا کہ کون بہتر ہے دوسرے سے۔ اور اس وقت سمجھتے تھے کہ حضرت ابو بکرؓ سب سے بہتر ہیں، پھر حضرت عمر بن خطاب، پھر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ حدیث نمبر 3655)

حضرت جابر بن عبد اللہؓ نے بیان کیا:

حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اے لوگو میں سب سے بہتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد! حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی تعریف کی تو حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اگر تم ایسا کہتے ہو تو مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا کسی آدمی پر جو عمرؓ سے بہتر ہو۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ فی مَنَاقِبِ عمربن الخطابؓ حدیث 3684)

یعنی آپؓ نے فوراً اپنی عاجزی کا اظہار فرمایا کہ مجھے کہتے ہو تم بہتر ہو حالانکہ میں نے تو تمہارے بارے میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا ہے کہ تم بہتر ہو۔

عبد اللہ بن شفیق نے بیان کیا کہ مَیں نے حضرت عائشہؓ سے کہا کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب تھا تو انہوں نے فرمایا حضرت ابو بکرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا حضرت عمرؓ۔ مَیں نے کہا پھر کون؟ فرمایا پھر حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا پھر کون؟ پھر آپؓ خاموش رہیں۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ مناقب ابی بکر الصدیق حدیث نمبر 3657)

محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ مَیں اس شخص کے بارے میں گمان نہیں کرتا جو حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تنقیص بیان کرتا یعنی ان میں نقص نکالتا ہے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہو۔

(سنن الترمذی کتاب المناقب بَابُ فی مَنَاقِبِ عمربن الخطابؓ حدیث نمبر 3685)

اور پھر یہ بھی ساتھ دعویٰ ہو کہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ میں نقص نکالنے کے بعد یہ دعویٰ غلط ہے کہ پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے پیارے تھے۔ حضرت عائذ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ:

حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ چند لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوسفیان آئے۔ اس پر اُن لوگوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن کے ساتھ ابھی تک اپنا حساب چکتا نہیں کیا۔ یعنی صحیح طرح جو بدلہ لینا چاہیے تھا وہ نہیں لیا۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت ابو بکرؓ نے کہا: کیا تم قریش کے بڑے سرداروں کے بارے میں اس طرح کہہ رہے ہو؟ ابوسفیان بھی قریش کے سرداروں میں سے ہیں۔ تم کہہ رہے ہو کہ ان سے ہم نے بدلہ نہیں لیا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو یہ بات بتائی تو آپؐ نے فرمایا کہ اے ابو بکر! شاید تم نے ان لوگوں یعنی سلمان، صہیب اور بلال کو ناراض کر دیا۔ اگر تم نے انہیں ناراض کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اپنے رب کو ناراض کیا۔ اس پر حضرت ابو بکرؓ ان تینوں حضرات کے پاس آئے اور کہا: پیارے بھائیو! کیا میں نے آپ کو ناراض کر دیا؟ بڑے معذرت خواہانہ انداز میں یہ کہا۔ تو انہوں نے کہا نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے اے ہمارے بھائی! اللہ آپ کو معاف کرے۔

(صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل سلمان و بلال وصہیب رضی اللہ عنہم حدیث نمبر 6412)

بہر حال یہاں یہ بھی ثابت کرنا ہے کہ **حضرت ابو بکرؓ کی عاجزی کس قدر تھی**۔ ایسے لوگ جن کو آپؐ نے غلامی سے آزاد بھی کروایا ہوا ہے اس کے باوجود ان کے پاس آتے ہیں اور ان سے معافی مانگتے ہیں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اطاعت کا کیا معیار تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات فرمائی کہ تم نے ناراض کر دیا۔ یہ نہیں فرمایا کہ جا کے معافی مانگو لیکن آپؐ فوراً خود گئے اور اُن سے معافی مانگی۔ یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے شرح میں لکھا گیا ہے کہ یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار کی جنگ بندی کے معاہدہ کے بعد کا ہے جب ابوسفیان ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ اس وقت مسلمانوں کا خیال تھا کہ کیوں نہ ہم نے ان کو پہلے ہی مار دیا ہوتا۔

(صحیح مسلم بشرح النووی جزء16صفحہ96 مؤسسۃ قرطبۃ 1991ء)

حفظِ قرآن کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی تاریخ کے حوالے سے باتیں فرمائی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ”ابو عبیدہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہاجر صحابہؓ میں سے مندرجہ ذیل کا حفظ ثابت ہے۔ ابو بکرؓ۔ عمرؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ طلحہؓ۔ سعدؓ۔ ابنِ مسعودؓ۔ حذیفہؓ۔ سالمؓ۔ ابو ہریرہؓ۔ عبداللہ بن سائبؓ۔ عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ اور عورتوں میں سے عائشہؓ۔ حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ۔ ان میں سے اکثر نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآنِ شریف حفظ کر لیا تھا اور بعض نے آپؐ کی وفات کے بعد حفظ کیا۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 429-430)

ثانی اثنین کے بارے میں حضرت ابو بکرؓ کی اپنی روایت یوں ہے۔ حضرت انسؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے روایت کی۔ وہ کہتے تھے کہ مَیں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اور مَیں اس وقت غار میں تھا (یعنی حضرت ابو بکرؓ

نے کہا جبکہ وہ غار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے) کہ اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کے نیچے نگاہ ڈالے (یعنی کافر جو باہر کھڑے تھے اگر نیچے دیکھے) تو ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو بکر آپ کا کیا خیال ہے ان دو شخصوں کی نسبت جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہو۔

(صحیح بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیﷺ باب مناقب المهاجرين و فضلهم حديث نمبر3653)

بخاری کی روایت ہے یہ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"(حضرت) ابو بکر صدیقؓ کے محاسن اور خصوصی فضائل میں سے ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ سفر ہجرت میں آپ کو رفاقت کے لئے خاص کیا گیا اور مخلوق میں سے سب سے بہترین شخص "یعنی آنحضرت" (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مشکلات میں آپ ان کے شریک تھے اور آپ مصائب کے آغاز سے ہی حضورؐ کے خاص انیس بنائے گئے تھے" یعنی خاص دوست بنائے گئے تھے "تاکہ محبوبِ خداؐ کے ساتھ آپؓ کا خاص تعلق ثابت ہو اور اس میں بھید یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ خوب معلوم تھا کہ صدیقِ اکبرؓ صحابہؓ میں سے زیادہ شجاع، متقی اور ان سب سے زیادہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے اور مردِ میدان تھے اور یہ کہ سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا تھے۔ آپؓ" یعنی حضرت ابو بکرؓ "ابتدا سے ہی حضورؐ کی مالی مدد کرتے اور آپؐ کے اہم امور کا خیال فرماتے تھے۔ سو اللہ نے تکلیف دہ وقت اور مشکل حالات میں اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آپؓ کے ذریعہ تسلی فرمائی اور الصّدیق کے نام اور نبی ثقلینؐ کے قرب سے مخصوص فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ثَانِیَ اثْنَیْنِ کی خلعتِ فاخرہ سے فیضیاب فرمایا اور اپنے خاص الخاص بندوں میں سے بنایا۔" (سر الخلافہ مترجم صفحہ 59-60، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 338-339)

غیر مسلم مصنفین کا خراج عقیدت:

غیر مسلم مصنفین نے بھی حضرت ابو بکرؓ کو خراجِ عقیدت پیش کیا۔ الجیریا کا بیسویں صدی کا ایک مؤرخ ہے **آندرے سرویئر (André Servier)** وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں لکھتا ہے کہ:

ابو بکر کا مزاج سادہ تھا۔ غیر متوقع عروج کے باوجود انہوں نے غربت والی زندگی بسر کی۔ جب انہوں نے وفات پائی تو انہوں نے اپنے پیچھے ایک بوسیدہ لباس، ایک غلام اور ایک اونٹ ترکہ میں چھوڑا۔ وہ اہلِ مدینہ کے دلوں پر سچی حکومت کرنے والے تھے۔ ان میں ایک بہت بڑی خوبی تھی اور وہ تھی قوت و توانائی۔ لکھتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خوبی کے ذریعہ غلبہ حاصل کیا تھا اور جو آپ کے دشمنوں میں کمیاب تھی وہ خوبی حضرت ابو بکرؓ میں پائی جاتی تھی اور وہ کیا خوبی تھی، غیر متزلزل ایمان اور مضبوط یقین اور ابو بکر صحیح جگہ پر صحیح آدمی تھا۔ پھر لکھتا ہے کہ اس معمر اور نیک سیرت انسان نے اپنے موقف کو اختیار کیا جبکہ ہر طرف بغاوت برپا تھی۔ آپ نے اپنے مومنانہ اور غیر متزلزل عزم سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کام کو از سرِ نو شروع کیا۔

(Islam and the Psychology of the Muslim by André Servier page:51)

پھر ایک برطانوی مؤرخ ہے **جے جے سانڈرز (J.J. Saunders)**۔ وہ لکھتا ہے کہ:

پہلے خلیفہ کی یاد مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسے انسان کے طور پر جاگزیں رہی ہے جو کامل وفادار، لطف و کرم کا پیکر تھا اور کوئی سخت سے سخت طوفان بھی ان کی مستقل تحمل مزاجی کو ہلا نہ سکا۔ ان کا عہدِ حکومت اگرچہ مختصر تھا

لیکن اس میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں وہ بہت عظیم تھیں۔ ان کی طبیعت کے ٹھہراؤ اور ثبات و استقلال نے ارتداد پر قابو پا کر عرب قوم کو دوبارہ دائرۂ اسلام میں داخل کر دیا اور ان کے تسخیرِ شام کے مصمم ارادے نے عرب دنیا کی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔

(A History of Medieval Islam by J.J. Saunders page 44-45 London 2002)

پھر ایک اَور انگریز مصنف ہے ایچ جی ویلز (H.G. Wells)۔ یہ کہتا ہے کہ یہ کہا جاتا ہے کہ اسلامی سلطنت کی اصل بنیاد رکھنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ابو بکر تھے جو آپؐ کے دوست اور مددگار تھے۔ خیر یہ تو مبالغہ کر رہا ہے یہاں۔ بہرحال یہ لکھ رہا ہے۔ پھر آگے لکھتا ہے کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متزلزل کردار کے باوجود ابتدائی اسلام کا دماغ اور تصور تھے۔ (العیاذ باللہ، نعوذ باللہ) تو ابو بکر اس کا شعور اور عزم تھے۔ جب کبھی محمد متزلزل ہوتے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو ابو بکر ان کی ڈھارس بندھاتے تھے۔ بہرحال یہ باتیں تو اس کی فضول گوئی اور لغو باتیں ہیں جس میں کوئی سچائی نہیں ہے لیکن یہ آگے جو صحیح بات لکھ رہا ہے وہ یہ لکھ رہا ہے کہ:

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ابو بکر آپؐ کے خلیفہ اور جانشین بنے اور پہاڑوں کو بھی ہلا دینے والے ایمان کے ساتھ انہوں نے بڑی سادگی اور سمجھداری سے تین یا چار ہزار عربوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی سی فوج کے ساتھ ساری دنیا کو اللہ کے تابع فرمان بنانے کا کام شروع کیا۔

(A Short History Of the World by H.G. Wells page 76)

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ مصنف نے حضرت ابو بکرؓ کی بعض خوبیوں کا ذکر کیا ہے جو بلاشبہ اُن میں موجود تھیں لیکن چونکہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلیٰ وارفع مقامِ نبوت کی حقیقت کا ادراک اور شعور نہیں رکھتے تھے اس لیے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ وغیرہ کی تعریف میں اس حد تک مبالغہ آمیزی سے کام لے جاتے ہیں کہ جو کسی بھی طور پر درست نہیں ہو سکتا حالانکہ حضرت عمرؓ ہوں یا حضرت ابو بکرؓ یہ سب اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار اور کامل متبع اور عاشق تھے۔

یہ لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شعور نہ تھے بلکہ خادمانہ رنگ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہاتھ اور پاؤں تھے۔ ایسا ہی دینِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دماغ کا نام یا کام نہ تھا جس طرح اس نے یہ لکھا ہے کہ اسلام جو تھا اس کا دماغ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تھے بلکہ سراسر خدائی راہنمائی اور وحیٔ الٰہی کے نتیجہ میں ایک کامل اور مکمل شریعت اور دین کا نام اسلام ہے اور نہ ہی کسی بھی گھبراہٹ یا تزلزل کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ڈھارس بنے بلکہ اوّل تو اس اشجع الناس، جری اور بہادر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری زندگی میں ہم کبھی کسی گھبراہٹ یا تزلزل کو دیکھ نہیں سکتے اور اگر کوئی پریشانی کا موقع آیا بھی ہو تو خدائے قادر و توانا ان کے لیے ڈھارس بنتا رہا۔ مصنف نے تو لکھا ہے کہ ابو بکر آپؐ کی ڈھارس بندھاتے تھے جبکہ اس کے بالکل الٹ ہم نے دیکھا ہے کہ اگر حضرت ابو بکرؓ کی زندگی میں کسی پریشانی یا گھبراہٹ کا وقت آیا بھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے ڈھارس بنا کرتے تھے جیسا کہ ہجرت کے موقع پر جب حضرت ابو بکرؓ سخت پریشان ہوئے اور

گھبرائے۔ بے شک یہ گھبراہٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہی تھی لیکن حضرت ابو بکرؓ کی اس گھبراہٹ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ڈھارس بنے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے یہ کہا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (التوبہ:40) کہ اے ابو بکر! تم گھبراؤ نہیں۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور جیسا کہ ابھی پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے خود بیان فرمایا جب یہ گھبراہٹ تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دلائی۔ پس یہ ایک واقعہ ہی آپؐ کے عزم، توکل اور اللہ تعالیٰ کے خاص نبی ہونے کی واضح دلیل ہے لیکن بہرحال یہ عقل کے اندھے اگر ایک بات سچ کہنے میں مجبور ہوتے ہیں تو کچھ نہ کچھ سچ میں گند ملانے کی ضرور کوشش کرتے ہیں۔

پھر ایک اَور برطانوی **مستشرق ہے ٹی ڈبلیو آرنلڈ (T.W. Arnold)**۔ کہتا ہے کہ وہ (ابو بکرؓ) ایک دولت مند تاجر تھے۔ اعلیٰ کردار اور اپنی ذہانت اور قابلیت کی بنا پر ان کے ہم وطن ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ اُن مسلمان غلاموں کو خریدنے پر صرف کر دیا جنہیں کفار ان کے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر ایمان لانے کے سبب اذیتیں دیتے تھے۔

(The Preaching of Islam by T.W. Arnold page 10 Archibald constable & co 1896)

پھر سکاٹ لینڈ کا ایک مستشرق اور برطانوی ہندوستان میں شمال مغربی صوبوں کا لیفٹیننٹ گورنر سر ولیم میور (Sir William Muir) ہے۔ یہ لکھتا ہے کہ:

حضرت ابو بکرؓ کا عہدِ حکومت مختصر تھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام ابو بکر سے زیادہ کسی اَور کا ممنون نہیں۔ یعنی محمدؐ کے بعد ابو بکرؓ سے زیادہ اسلام کی خدمت کسی اَور نے نہیں کی۔

(The Caliphate its rise, decline and fall by Sir William Muir. P. 86 The religious tract society 1892)

حضرت ابو بکرؓ کے اخلاقِ حسنہ کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ:

"کیا یہ سچ نہیں کہ بڑے بڑے زبردست بادشاہ ابو بکرؓ اور عمرؓ بلکہ ابو ہریرہؓ کا نام لے کر بھی رضی اللہ عنہ کہہ اٹھتے رہے ہیں اور چاہتے رہے ہیں کہ کاش ان کی خدمت کا ہی ہمیں موقعہ ملتا۔ پھر کون ہے جو کہہ سکے کہ ابو بکر اور عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم نے غربت کی زندگی بسر کر کے کچھ نقصان اٹھایا۔ بے شک انہوں نے دنیاوی لحاظ سے اپنے اوپر ایک موت قبول کر لی۔ لیکن وہ موت ان کی حیات ثابت ہوئی اور اب کوئی طاقت ان کو مار نہیں سکتی۔ وہ قیامت تک زندہ رہیں گے۔"

(شکریہ اور اعلان ضروری، انوار العلوم جلد 2 صفحہ 74)

پھر فرماتے ہیں کہ "ابو بکرؓ کو اللہ تعالیٰ نے محض اِس لئے ابو بکرؓ نہیں بنایا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے عمرؓ کا درجہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے۔ عثمانؓ اور علیؓ کو محض اس لئے خدا تعالیٰ نے عثمانؓ اور علیؓ کا جو مرتبہ ہے وہ عطا نہیں کیا تھا کہ وہ اتفاقی طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کے

مقام پر پہنچ گئے تھے یا طلحہؓ اور زبیرؓ کو محض اس لئے کہ وہ آپؐ کے خاندان یا آپؐ کی قوم میں سے تھے اور آپؐ کے زمانہ میں پیدا ہو گئے تھے عزتیں اور رتبے عطا نہیں کئے۔ بلکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی قربانیوں کو ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچا دیا تھا کہ جس سے زیادہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آتا۔"

(خطبات محمود جلد 26 صفحہ 384-385)

پس یہ قربانیاں ہیں جو انسان کو مقام دلاتی ہیں۔ پھر حضرت مصلح موعودؓ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی کتنی عزت ہمارے دلوں میں ہے مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ یہ عزت اُن کی اولاد کی وجہ سے ہے؟ ہم میں سے تو اکثر ایسے ہیں جو جانتے تک نہیں کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کہاں تک چلی اور ان کی نسل کے حالات ہی محفوظ نہیں ہیں۔ آج بہت سے لوگ ایسے موجود ہیں جو اپنے آپ کو حضرت ابو بکرؓ کی اولاد ظاہر کر کے اپنے آپ کو صدیقی کہتے ہیں۔ لیکن اگر ان سے کوئی کہے کہ تم قسم کھاؤ کہ واقعی تم صدیقی ہو اور تمہارا سلسلہ نسب حضرت ابو بکرؓ تک پہنچتا ہے؟ تو وہ ہرگز قسم نہیں کھا سکیں گے اور اگر وہ قسم کھا بھی جائیں تو ہم کہیں گے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں اور بے ایمان ہیں۔ اِس کی وجہ یہی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی نسل کے حالات اتنے محفوظ ہی نہیں ہیں کہ آج کوئی اپنے آپ کو صحیح طور پر ان کی طرف منسوب کر سکے۔ پس ہم حضرت ابو بکرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام عالی شان ہے، ہم حضرت عمرؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ ان کی نسل کا کام نہایت اعلیٰ پایہ کا ہے، ہم حضرت عثمانؓ کی عزت اس لئے نہیں کرتے کہ اُن کی نسل کارہائے نمایاں کر رہی ہے اور ہم حضرت علیؓ کو اس لئے نہیں یاد کرتے کہ ان کی نسل میں خاص خوبیاں ہیں۔ (حضرت علیؓ کا تو سلسلہ نسب بھی اب تک چل رہا ہے مگر ان کی عزت اس لئے نہیں کی جاتی کہ ان کی نسل اب تک قائم ہے۔) باقی بھی جتنے صحابہؓ تھے اُن میں سے کوئی ایک بھی تو ایسا نہیں جسے اُس کی نسل کی وجہ سے یاد کیا جاتا ہو۔ پس حقیقت یہ ہے کہ ہم اُن کو اُن کی ذاتی قربانیوں کی وجہ سے یاد کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں۔"

(خطبات محمود جلد 27 صفحہ 657)

پھر حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ "حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لو۔ آپؓ مکہ کے ایک معمولی تاجر تھے اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث نہ ہوتے اور مکہ کی تاریخ لکھی جاتی تو مؤرخ صرف اتنا ذکر کرتا کہ ابو بکرؓ عرب کا ایک شریف اور دیانت دار تاجر تھا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ابو بکرؓ کو وہ مقام ملا تو آج ساری دنیا اُن کا ادب اور احترام کے ساتھ نام لیتی ہے۔ جب رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اور حضرت ابو بکرؓ کو مسلمانوں نے اپنا خلیفہ اور بادشاہ بنا لیا تو مکہ میں بھی یہ خبر جا پہنچی۔ ایک مجلس میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ بھی موجود تھے۔ جب انہوں نے سنا کہ ابو بکرؓ کے ہاتھ پر لوگوں نے بیعت کر لی ہے تو اُن کے لئے اس امر کو تسلیم کرنا ناممکن ہو گیا اور انہوں نے خبر دینے والے سے پوچھا کہ تم کس ابو بکرؓ کا ذکر کر رہے ہو؟ اس نے کہا۔ وہی ابو بکرؓ جو تمہارا بیٹا ہے۔ انہوں نے"، ان کے والد نے، حضرت ابو بکرؓ کے والد ابو قحافہ نے "عرب کے ایک ایک قبیلے کا نام لے کر کہنا شروع کر دیا کہ اس نے بھی ابو بکرؓ کی بیعت کر لی ہے؟"

پھر پوچھنا شروع کیا کہ یہ جو بڑے بڑے قبائل ہیں کیا انہوں نے ابو بکر کی بیعت کر لی ہے؟ ہر ایک کا نام لے لے کر پوچھا۔ ”اور جب اس نے کہا کہ سب نے متفقہ طور پر ابو بکرؓ کو خلیفہ اور بادشاہ بنالیا ہے تو ابو قحافہ بے اختیار کہنے لگے کہ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یعنی مَیں گواہی دیتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کے سوا اَور کوئی معبود نہیں اور مَیں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ اس کے سچے رسول ہیں۔“ فرماتے ہیں کہ ”حالانکہ وہ دیر سے مسلمان تھے۔“ ابو قحافہ فتح مکہ کے بعد یا شاید اس سے پہلے مسلمان ہو گئے تھے۔ ”انہوں نے جو یہ کلمہ پڑھا۔ اور دوبارہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کیا تو اسی لئے کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو ان کی آنکھیں کھل گئیں اور انہوں نے سمجھا کہ یہ اسلام کی سچائی کا ایک زبردست ثبوت ہے ورنہ میرے بیٹے کی کیا حیثیت تھی کہ اس کے ہاتھ پر سارا عرب متحد ہو جاتا۔“

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 205-206)

پھر ایک جگہ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ:

”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو۔ انہوں نے جب اسلام قبول کیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ مکہ کا ایک لیڈر تھا اَب ذلیل ہو گیا مگر اسلام سے پہلے اُنکی اِس سے زیادہ کیا عزت ہو سکتی تھی کہ دو سو یا تین سو آدمی ان کا نام عزت سے لیتے ہوں گے۔ لیکن اسلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں خلافت اور بادشاہت کی برکت سے نوازا۔ اور انہیں دنیا بھر میں دائمی عزت اور ایک لازوال شہرت کا مالک بنا دیا... کہاں ایک قبیلہ کی لیڈری اور کہاں یہ کہ تمام مسلمانوں کا خلیفہ اور مملکتِ عرب کا بادشاہ ہونا جس نے ایران اور روم سے ٹکر لی اور انہیں نیچا دکھایا۔“

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 87)

پھر ایک جگہ آپؓ فرماتے ہیں کہ: ”دیکھو **بادشاہت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہی نہیں آپؐ کے خادموں کے قدموں پر بھی آ گری لیکن آپؐ نے** نہ اُس وقت خواہش کی جب آپؐ کو ابھی بادشاہت نہیں ملی تھی اور نہ اس وقت“ بادشاہت کی ”خواہش کی جب آپؐ کو بادشاہت مل گئی۔ نہ حضرت ابو بکرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عمرؓ نے بادشاہت کی خواہش کی، نہ حضرت عثمانؓ نے بادشاہت کی خواہش کی اور نہ حضرت علیؓ نے بادشاہت کی خواہش کی بلکہ ان میں بادشاہت کے آثار پائے ہی نہیں جاتے تھے حالانکہ وہ دنیا کے اتنے زبردست بادشاہ تھے جن کی تاریخ میں مثال ہی نہیں ملتی۔ ان کی طبائع اتنی سادہ تھیں، ان کی ملاقاتیں اِتنی سادہ تھیں، ان میں تواضع اِس قدر پایا جاتا تھا کہ ظاہری طور پر یہ بھی معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ بادشاہ ہیں۔ ان میں سے کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ میری حکومت ہے، مَیں بادشاہ ہوں۔ ان میں سے کوئی شخص بھی کبھی اِس بات پر آمادہ نہیں ہوا کہ وہ اپنی بادشاہت کا اظہار کرے اور نہ ہی وہ اِس بات کی کبھی خواہش کرتے تھے۔ در حقیقت جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں دنیا خود ان کے قدموں پر آ گرتی ہے۔ لوگ تو یہ سمجھتے ہیں کہ بادشاہتوں سے انہیں مدد ملے گی لیکن جو خدا تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں بادشاہتیں سمجھتی ہیں کہ انہیں ان کی غلامی سے عزت ملے گی۔“

(اللہ تعالیٰ سے سچا اور حقیقی تعلق قائم کرنے میں ہی ہماری کامیابی ہے، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 99)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں: ”دیکھو! ابو بکر بادشاہ بن گئے۔ لیکن ان کا باپ یہ سمجھتا تھا کہ ان کا بادشاہ ہونا ناممکن ہے۔ کیونکہ انہیں بادشاہت خدا تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی۔ اس کے مقابلہ میں تیمور بھی ایک بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی دنیوی تدابیر کی وجہ سے بادشاہ ہوا تھا۔ نپولین بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن وہ اپنی محنت اور دنیوی تدابیر سے بادشاہ بن گیا تھا۔ نادر شاہ بھی بڑا بادشاہ تھا لیکن اسے بھی بادشاہت اپنی ذاتی محنت اور کوشش اور دنیوی تدابیر سے ملی تھی۔ پس بادشاہت سب کو ملی۔ لیکن ہم کہیں گے تیمور کو بادشاہت آدمیوں کے ذریعہ ملی۔ لیکن ابو بکرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔ ہم کہیں گے نپولین کو بادشاہت دنیوی تدابیر سے ملی تھی لیکن حضرت عمرؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ سے ملی۔ ہم کہیں گے چنگیز خان کو بادشاہت دنیوی ذرائع سے ملی تھی لیکن حضرت عثمانؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔ ہم کہیں گے نادر شاہ دنیوی تدابیر سے بادشاہ بنا تھا لیکن حضرت علیؓ کو بادشاہت خدا تعالیٰ نے دی۔

پس بادشاہت سب کو ملی، دنیوی بادشاہوں کا بھی دبدبہ تھا، رُعب تھا۔ اُن کا بھی قانون چلتا تھا اور خلفاء کا بھی۔ بلکہ ان کا قانون ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ سے زیادہ چلتا تھا۔ لیکن یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بادشاہ مقرر ہوئے تھے“ یعنی یہ چاروں ”اور وہ آدمیوں کے ذریعہ بادشاہ ہوئے تھے۔“ جو دنیادار بادشاہ تھے۔ ”پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی اہم کام سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھتا“ بِسْمِ اللّٰہ کی برکات کا آپ یہاں ذکر فرما رہے ہیں ”اسے برکت نہیں مل سکتی۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ناکام رہتا ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اسے وہ مقصد خدا تعالیٰ سے نہیں مل سکتا۔ جو بادشاہت خدا تعالیٰ کے ذریعہ ملنے والی تھی وہ حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ کو ملی۔ ان کے سوا دوسرے لوگوں کو نہیں ملی۔ دوسروں کو جو بادشاہت ملی وہ شیطان سے ملی یا انسانوں سے ملی۔ ورنہ لینن، سٹالن اور مالنکوف نے بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ روزویلٹ، ٹرومین اور آئزن ہاور نے بھی بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھی لیکن بادشاہت ان کو بھی ملی۔ وہ بِسْمِ اللّٰہ کو جانتے بھی نہیں اور نہ بِسْمِ اللّٰہ کی ان کے دلوں میں کوئی قدر ہے۔ پس جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کے بغیر برکت نہیں ملتی تو اس کا یہ مطلب تھا کہ اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے کچھ نہیں ملتا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے صرف اسی کو ملتا ہے جو ہر اہم کام سے پہلے بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیتا ہے۔ اب ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے یا بندوں سے ملنے والی چیز زیادہ برکت والی ہوتی ہے۔ انسانی تدابیر سے حاصل کی ہوئی بادشاہت بند بھی ہو سکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بادشاہت بند نہیں ہو سکتی۔“ کاش کہ یہ نکتہ مسلمانوں کو بھی آج سمجھ آ جائے۔ گو بسم اللہ پڑھتے بھی ہیں لیکن وہ بھی لگتا ہے صرف ظاہری منہ سے ادائیگی ہو رہی ہے اور دل سے نہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ ”یزید بھی ایک بادشاہ تھا اُسے کتنا غرور تھا۔ اُسے طاقت کا کتنا دعویٰ تھا۔ اس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کو تباہ کیا۔“ بظاہر اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتا تھا۔ ”اس نے آپؐ کی اولاد کو قتل کیا اور اس کی گردن نیچے نہیں ہوتی تھی۔“ بڑا اکڑ کے رہتا تھا ”وہ سمجھتا تھا کہ میرے سامنے کوئی نہیں بول سکتا۔ حضرت ابو بکرؓ بھی بادشاہ ہوئے لیکن ان میں عجز تھا، انکسار تھا۔ آپؓ فرماتے تھے مجھے خدا تعالیٰ نے لوگوں کی

خدمت کے لیے مقرر کیا ہے۔ اور خدمت کے لیے جتنی مہلت مجھے مل جائے اس کا احسان ہے۔ لیکن یزید کہتا تھا مجھے میرے باپ سے بادشاہت ملی ہے۔ میں جس کو چاہوں مار دوں اور جس کو چاہوں زندہ رکھوں۔ بظاہر یزید اپنی بادشاہت میں حضرت ابو بکرؓ سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ کہتا تھا میں خاندانی بادشاہ ہوں۔ کس کی طاقت ہے کہ میرے سامنے بولے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ فرماتے تھے کہ میں اس قابل کہاں تھا کہ بادشاہ بن جاتا۔ مجھے جو کچھ دیا ہے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ میں اپنے زور سے بادشاہ نہیں بن سکتا تھا۔ میں ہر ایک کا خادم ہوں۔ میں غریب کا بھی خادم ہوں اور امیر کا بھی خادم ہوں۔ اگر مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو مجھ سے اس کا ابھی بدلہ لے لو۔ قیامت کے دن مجھے خراب نہ کرنا۔" حضرت ابو بکرؓ کے بارے میں "ایک سننے والا کہتا ہو گا کہ یہ کیا ہے۔ اسے تو ایک نمبر دار کی سی حیثیت بھی حاصل نہیں۔ لیکن وہ یزید کی بات سنتا ہو گا تو کہتا ہو گا یہ باتیں ہیں جو قیصر و کسریٰ والی ہیں۔" یہ بادشاہوں والی باتیں ہیں جو یزید کر رہا ہے۔ "لیکن جب حضرت ابو بکرؓ فوت ہو گئے تو اُن کے بیٹے، اُن کے پوتے اور پڑپوتے پھر پڑپوتوں کے بیٹے اور پھر آگے وہ نسل جس میں پوتا اور پڑپوتا کا سوال ہی باقی نہیں رہتا وہ برابر ابو بکرؓ سے اپنے رشتہ پر فخر کرتے تھے۔ پھر اُن کو بھی جانے دو۔ وہ لوگ جو ابو بکرؓ کی طرف منسوب بھی نہیں، جو آپ کے خاندان کو بھی کبھی نہیں ملے وہ بھی آپ کے واقعات پڑھتے ہیں تو آج تک ان کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔ ان کی محبت جوش میں آجاتی ہے۔ کوئی شخص آپؓ کو برا کہہ دے تو ان کا خون کھولنے لگتا ہے۔ غرض اولاد تو الگ رہی غیر بھی اپنی جان ان پر نثار کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ ہر کلمہ گو جب آپ کا نام سنتا ہے تو کہتا ہے رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ۔

مگر وہ فخر کرنے والا یزید جو اپنے آپ کو بادشاہ ابنِ بادشاہ کہتے ہوئے نہیں تھکتا تھا جب فوت ہوا تو لوگوں نے اس کے بیٹے کو اس کی جگہ بادشاہ بنا دیا۔ جمعہ کا دن آیا تو وہ منبر پر کھڑا ہوا اور کہا کہ اے لوگو! میرا دادا اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ بادشاہت کے مستحق لوگ موجود تھے۔ میرا باپ اُس وقت بادشاہ بنا جب اُس سے زیادہ مستحق لوگ موجود تھے۔ اب مجھے بادشاہ بنا دیا گیا ہے حالانکہ مجھ سے زیادہ مستحق لوگ موجود ہیں۔ اے لوگو! مجھ سے یہ بوجھ اٹھایا نہیں جاتا۔ میرے باپ اور میرے دادا نے مستحقین کے حق مارے ہیں لیکن میں اُن کے حق مارنے کو تیار نہیں۔ تمہاری خلافت یہ پڑی ہے جس کو چاہو دے دو۔ میں نہ اِس کا اہل ہوں اور نہ اپنے باپ دادا کو اس کا اہل سمجھتا ہوں۔ انہوں نے جابرانہ اور ظالمانہ طور پر حکومت پر قبضہ کیا تھا۔ میں اب حقداروں کو ان کا حق واپس دینا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر گھر چلا گیا۔ اس کی ماں نے جب یہ واقعہ سنا تو کہا۔ کمبخت! تُو نے تو اپنے باپ دادا کی ناک کاٹ دی۔ اس نے جواب دیا۔ ماں! اگر خدا تعالیٰ نے تجھے عقل دی ہوتی تو تُو سمجھتی کہ میں نے باپ دادا کی ناک نہیں کاٹی۔ میں نے ان کی ناک جوڑ دی ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے گھر میں گوشہ نشین ہو کر بیٹھ گیا اور مرتے دم تک گھر سے باہر نہیں نکلا۔"

(خطبات محمود جلد 34 صفحہ 86 تا 88)

پس یہ بادشاہت جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے اس کا حق بھی ادا کیا جاتا ہے۔ یہ بھی ہمارے مسلمان لیڈروں کے لیے، بادشاہوں کے لیے سبق ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ پھر بیان فرماتے ہیں:

"اسلام کی خدمت اور دین کے لئے قربانیاں کرنے کی وجہ سے آج حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو جو

عظمت حاصل ہے وہ کیا دنیا کے بڑے سے بڑے بادشاہوں کو بھی حاصل ہے؟ آج دنیا کے بادشاہوں میں سے کوئی ایک بھی نہیں جسے اتنی عظمت حاصل ہو جتنی حضرت ابو بکرؓ کو حاصل ہے بلکہ حضرت ابو بکرؓ تو الگ رہے کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی اتنی عظمت حاصل نہیں جتنی مسلمانوں کے نزدیک حضرت ابو بکرؓ کے نوکروں کو حاصل ہے۔ بلکہ حق یہ ہے کہ ہمیں حضرت ابو بکرؓ کا کتا بھی بڑی بڑی عزتوں والوں سے اچھا لگتا ہے۔ اس لئے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے در کا خادم ہو گیا...۔" فرماتے ہیں "وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دَر کا غلام ہو گیا تو اس کی ہر چیز ہمیں پیاری لگنے لگ گئی اور اب یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص اس عظمت کو ہمارے دلوں سے محو کر سکے۔"

(خطبات محمود جلد 19 صفحہ 681)

ہمارے پہ الزام لگاتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہیں لیکن ہمارے یہ خیالات ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

"حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے جو دیر کے بعد اسلام میں داخل ہوئے تھے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے تھے مختلف باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ باتوں باتوں میں حضرت ابو بکرؓ سے کہنے لگے ابا جان! فلاں جنگ کے موقع پر مَیں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔ آپ میرے سامنے سے دو دفعہ گزرے۔ میں اگر اُس وقت چاہتا تو آپ کو مار دیتا مگر میں نے اِس خیال سے ہاتھ نہ اٹھایا کہ آپ میرے باپ ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر بولے مَیں نے تجھے اس وقت دیکھا نہیں اگر میں تجھے دیکھ لیتا تو چونکہ تُو خدا کا دشمن ہو کر میدان میں آیا تھا اِس لئے میں تجھے ضرور مار دیتا۔"

(خطبات محمود جلد 16 صفحہ 621-622)

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق فاضلہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فرماتے ہیں: "ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ تھا جس کی فطرت میں سعادت کا تیل اور بتّی پہلے سے موجود تھے۔" یعنی اس میں جلنے کی صلاحیت تھی، روشن ہونے کی صلاحیت تھی۔ "اس لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم نے اس کو فی الفور متاثر کر کے روشن کر دیا۔ اس نے آپؐ سے کوئی بحث نہیں کی۔ کوئی نشان اور معجزہ نہ مانگا۔ معاً سن کر صرف اتنا ہی پوچھا کہ کیا آپؐ نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہاں۔ تو بول اٹھے کہ آپؐ گواہ رہیں۔ میں سب سے پہلے ایمان لاتا ہوں۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "یہ تجربہ کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے بہت کم ہدایت پاتے ہیں۔ ہاں حسنِ ظن اور صبر سے کام لینے والے ہدایت سے پورے طور پر حصہ لیتے ہیں۔ اس کا نمونہ ابو بکرؓ اور ابو جہل دونوں موجود ہیں۔ ابو بکرؓ نے جھگڑا نہ کیا اور نشان نہ مانگے۔ مگر اس کو وہ دیا گیا جو نشان مانگنے والوں کو نہ مِلا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے۔ اور خود ایک عظیم الشّان نشان بنا۔ ابو جہل نے حجت کی اور مخالفت اور جہالت سے باز نہ آیا۔ اس نے نشان پر نشان دیکھے مگر دیکھ نہ سکا۔ آخر خود دوسروں کے لئے نشان ہو کر مخالفت ہی میں ہلاک ہوا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 165)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "مکہ کی مٹی ایک ہی تھی جس سے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اور ابو جہل پیدا ہوئے۔ مکہ وہی مکہ ہے جہاں اب کروڑوں انسان ہر طبقہ اور ہر درجہ کے دنیا کے ہر حصہ سے جمع ہوتے ہیں۔ اسی سرزمین سے یہ دونو انسان پیدا ہوئے۔ جن میں سے اوّل الذکر اپنی سعادت اور رشد کی وجہ سے ہدایت پاکر صدیقوں کا کمال پاگیا۔ اور دوسرا شرارت، جہالت، بے جا عداوت اور حق کی مخالفت میں شہرت یافتہ ہے۔

یاد رکھو! کمال دو ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک رحمانی، دوسرا شیطانی۔ رحمانی کمال کے آدمی آسمان پر ایک شہرت اور عزت پاتے ہیں۔ اسی طرح شیطانی کمال کے آدمی شیاطین کی ذرّیت میں شہرت رکھتے ہیں۔ غرض ایک ہی جگہ دونو تھے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے کچھ فرق نہیں کیا۔ جو کچھ حکم اللہ تعالیٰ نے دیا وہ سب کا سب یکساں طور پر سب کو پہنچا دیا۔ مگر بد نصیب، بد قسمت محروم رہ گئے۔ اور سعید ہدایت پاکر کامل ہو گئے۔ ابو جہل اور اس کے ساتھیوں نے بیسیوں نشان دیکھے۔ انوار و برکاتِ الٰہیہ کو مشاہدہ کیا۔ مگر اُن کو کچھ بھی فائدہ نہ ہوا۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 164)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں: "دیکھو مکہ معظمہ میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو ابو جہل بھی مکہ ہی میں تھا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی مکہ ہی کے تھے لیکن ابو بکرؓ کی فطرت کو سچائی کے قبول کرنے کے ساتھ کچھ ایسی مناسبت تھی کہ ابھی آپؓ شہر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے۔ راستہ ہی میں جب ایک شخص سے پوچھا کہ کوئی نئی خبر سناؤ اور اُس نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو اسی جگہ ایمان لے آئے اور کوئی معجزہ اور نشان نہیں مانگا اگرچہ بعد میں بے انتہا معجزات آپؐ نے دیکھے اور خود ایک آیت ٹھہرے۔ لیکن ابو جہل نے باوجود یکہ ہزاروں ہزار نشان دیکھے لیکن وہ مخالفت اور انکار سے باز نہ آیا اور تکذیب ہی کرتا رہا۔ اِس میں کیا سِر تھا؟" کیا بھید تھا؟ "پیدائش دونوں کی ایک ہی جگہ کی تھی۔ ایک صدیق ٹھہرتا ہے اور دوسرا جو ابو الحکم کہلاتا تھا وہ ابو جہل بنتا ہے۔ اس میں یہی راز تھا کہ اس کی فطرت کو سچائی کے ساتھ کوئی مناسبت ہی نہ تھی۔ غرض ایمانی امور مناسبت ہی پر منحصر ہیں۔ جب مناسبت ہوتی ہے تو وہ خود معلّم بن جاتی ہے اور امورِ حقہ کی تعلیم دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اہلِ مناسبت کا وجود بھی ایک نشان ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 11-12)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میرے رب نے مجھ پر یہ ظاہر کیا کہ صدیق اور فاروق اور عثمان (رضی اللہ عنہم) نیکوکار اور مومن تھے اور ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ نے چُن لیا اور جو خدائے رحمٰن کی عنایات سے خاص کئے گئے اور اکثر صاحبانِ معرفت نے ان کے محاسن کی شہادت دی۔ انہوں نے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کی خاطر وطن چھوڑے۔ ہر جنگ کی بھٹی میں داخل ہوئے اور موسمِ گرما کی دوپہر کی تپش اور سردیوں کی رات کی ٹھنڈک کی پرواہ نہ کی بلکہ نوخیز جوانوں کی طرح دین کی راہوں پر محوِ خرام ہوئے اور اپنوں اور غیروں کی طرف مائل نہ ہوئے اور اللہ ربّ العالمین کی خاطر سب کو خیر باد کہہ دیا۔ اُن کے اعمال میں خوشبو اور اُن کے افعال میں مہک ہے اور یہ سب کچھ ان کے مراتب کے باغات اور ان کی نیکیوں کے گلستانوں کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور ان کی بادِ نسیم اپنے معطر جھونکوں سے ان کے اسرار کا

پتہ دیتی ہے اور ان کے انوار اپنی پوری تابانیوں سے ہم پر ظاہر ہوتے ہیں۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 25-26)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "بخدا، اللہ تعالیٰ نے شیخین "یعنی "(ابو بکرؓ و عمرؓ) کو اور تیسرے جو ذوالنورین ہیں" یعنی حضرت عثمانؓ "**ہر ایک کو اسلام کے دروازے** اور خیر الانام (محمد رسول اللہؐ) کی فوج کے ہر اول دستے بنایا ہے۔ پس جو شخص ان کی عظمت سے انکار کرتا ہے اور ان کی قطعی دلیل کو حقیر جانتا ہے اور ان کے ساتھ ادب سے پیش نہیں آتا بلکہ ان کی تذلیل کرتا اور اُن کو بُرا بھلا کہنے کے درپے رہتا اور زبان درازی کرتا ہے مجھے اس کے بد انجام اور سلبِ ایمان کا ڈر ہے۔ اور جنہوں نے ان کو دکھ دیا، اُن پر لعن کیا اور بہتان لگائے تو دل کی سختی اور خدائے رحمٰن کا غضب ان کا انجام ٹھہرا۔ میرا بارہا کا تجربہ ہے اور مَیں اس کا کھلے طور پر اظہار بھی کر چکا ہوں کہ ان سادات سے بُغض و کینہ رکھنا برکات ظاہر کرنے والے اللہ سے سب سے زیادہ قطع تعلقی کا باعث ہے اور جس نے بھی ان سے دشمنی کی تو ایسے شخص پر رحمت اور شفقت کی سب راہیں بند کر دی جاتی ہیں اور اس کے لئے علم و عرفان کے دروازے وانہیں کئے جاتے۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 28-29)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "تم ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا۔" بعض لوگ، فرقے بھی ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جو غلط ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ "ایسے شخص پر کیسے لعنت کرتے ہو جس کے دعویٰ کو اللہ نے ثابت کر دیا اور اس نے اللہ سے مدد مانگی تو اللہ نے اس کی مدد کی اور اس کی نُصرت کے لئے نشانات دکھائے اور بد اندیشوں کی تدبیروں کو پارہ پارہ کر دیا۔ اور آپ "یعنی "(ابو بکرؓ) نے اسلام کو شکستہ کر دینے والی آزمائش اور جور و جفا کے سیلاب سے بچایا، اور پھنکارنے والے اژدھا کو ہلاک کیا۔ آپ نے امن و امان قائم کیا اور اللہ ربّ العالمین کے فضل سے ہر دروغ گو کو ناکام و نامراد کیا۔ اور حضرت (ابو بکر) صدیقؓ کی اَور بہت سی خوبیاں اور بے حساب و بے شمار برکتیں ہیں اور مسلمانوں کی گردنیں آپؓ کے زیرِ بار احسان ہیں اور اس بات کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو اوّل درجہ کا زیادتی کرنے والا ہو۔

جس طرح اللہ نے آپ کو مومنوں کے لئے موجبِ امن اور مرتدوں اور کافروں کی آگیں بجھانے والا بنایا اسی طرح اس نے آپ کو اول درجہ کا حامیٔ فرقان اور خادمِ قرآن اور اللہ تعالیٰ کی کتابِ مبین کی اشاعت کرنے والا بنایا۔ پس آپؓ نے قرآن جمع کرنے اور رحمان خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کی بیان کردہ ترتیب دریافت کرنے میں پوری کوشش صرف فرمادی۔ اور دین کی غمخواری میں آپؓ کی آنکھیں ایک چشمۂ جاری کے بہنے سے بھی بڑھ کر اشکبار ہوئیں۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 57-58)

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "عجیب بات یہ ہے کہ شیعہ حضرات" بعض لوگ جو شیعہ ہیں "یہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ (حضرت) ابو بکر صدیقؓ دشمنوں کی کثرت کے ایام میں ایمان لائے اور آپؓ نے ابتلاء کی سخت گھڑی میں (حضرت محمد) مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت اختیار کی اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(مکّہ) سے نکلے تو آپؓ بھی کمال صدق وصفا سے حضورؐ کی معیت میں نکل کھڑے ہوئے اور تکالیف برداشت کیں اور وطنِ مالوف اور دوست احباب اور اپنا پورے کا پورا خاندان چھوڑ دیا اور خدائے لطیف کو اختیار فرمایا۔ پھر ہر جنگ میں آپؓ شریک ہوئے۔ کفار سے لڑے اور نبی (احمد) مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی۔ پھر آپؓ اُس وقت خلیفہ بنائے گئے جب منافقوں کی ایک جماعت مرتد ہو گئی اور بہت سے کاذبوں نے دعویٰ نبوت کر دیا جس پر آپؓ ان سے جنگ وجدال کرتے رہے یہاں تک کہ ملک میں دوبارہ امن وامان ہو گیا اور فتنہ پردازوں کا گروہ خائب وخاسر ہوا۔

پھر آپؓ فوت ہوئے اور سید الانبیاء اور معصوموں کے امام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قبر کے پہلو میں دفن کئے گئے اور آپؓ خدا کے حبیب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ نہ زندگی میں اور نہ موت کے بعد۔ معدودے چند ایام کی مفارقت کے بعد آپس میں مل گئے اور محبت کا تحفہ پیش کیا۔ انتہائی تعجب کی بات یہ ہے کہ بقول ان (شیعہ حضرات) کے "یعنی اعتراض کرنے والوں کے "اللہ نے نبی کے مرقد کی تُربت کو خاتم النبیینؐ اور دو کافروں، غاصبوں اور خائنوں کے درمیان مشترک کر دیا۔ اور اپنے نبی اور حبیبؐ کو ان دونوں (ابو بکرؓ اور عمرؓ) کی ہمسائیگی کی اذیت سے نجات نہ دی۔ بلکہ ان دونوں کو دنیا اور آخرت میں آپ کے اذیت رساں رُفقاء بنا دیا اور (نعوذ باللہ) ان دونوں ناپاکوں سے آپؐ کو دُور نہ رکھا۔ ہمارا ربّ ان کی بیان کردہ باتوں سے پاک ہے۔" جو یہ کہتے ہیں یہ غلط کہتے ہیں۔ یہ ایسا نہیں ہے جیسا بیان کیا جاتا ہے "بلکہ اللہ نے ان دونوں پاکبازوں کو "یعنی حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو "ان دونوں پاکبازوں کو پاکبازوں کے امام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملا دیا۔ یقیناً اس میں اہلِ بصیرت کے لئے نشانات ہیں۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 72-73)

پھر آپؑ متعصّب شیعوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "اگر متعصب شیعوں سے یہ پوچھا جائے کہ مخالف منکروں کی جماعت سے نکل کر بالغ مردوں میں سے اسلام لانے والا پہلا شخص کون تھا؟ تو اُنہیں یہ کہنے کے سوا چارہ نہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ وہ کون تھا جس نے سب سے پہلے حضرت خاتم النبیینؐ کے ساتھ ہجرت کی اور تمام تعلقات کو پس پشت ڈالا اور وہاں چلے گئے جہاں حضورؐ گئے تھے تو ان کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہ ہو گا کہ وہ کہیں کہ وہ حضرت ابو بکرؓ تھے! پھر جب یہ پوچھا جائے کہ بفرضِ محال غاصب ہی سہی تاہم خلیفہ بنائے جانے والوں میں سے پہلا کون تھا؟ تو انہیں یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہ ہو گا کہ ابو بکر۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ ملک ملک میں اشاعت کے لئے قرآن کو جمع کرنے والا کون تھا؟ تو لامحالہ کہیں گے کہ وہ (حضرت) ابو بکرؓ تھے۔ پھر جب یہ پوچھا جائے کہ خیر المرسلین اور سید المعصومینؐ کے پہلو میں کون دفن ہوئے تو یہ کہے بغیر انہیں کوئی چارہ نہ ہو گا کہ وہ ابو بکرؓ اور عمرؓ ہیں۔ تو پھر کتنے تعجب کی بات ہے کہ (معاذ اللہ) ہر فضیلت کافروں اور منافقوں کو دے دی گئی اور اسلام کی تمام تر خیر وبرکت دشمنوں کے ہاتھوں سے ظاہر ہوئی۔

کیا کوئی مومن یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ شخص جو اسلام کے لئے خِشتِ اوّل تھا وہ کافر اور لئیم تھا؟ پھر وہ کہ جس نے فخر المرسلین کے ساتھ سب سے پہلے ہجرت کی وہ بے ایمان اور مرتد تھا؟ اس طرح تو ہر فضیلت کافروں کو

حاصل ہو گئی۔ یہاں تک کہ سید الابرارؐ کی قبر کی ہمسائیگی بھی"!

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 75-76)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "سچ تو یہ ہے کہ (ابو بکر) صدیقؓ اور (عمر) فاروقؓ دونوں اکابر صحابہ میں سے تھے۔ ان دونوں نے ادائیگی حقوق میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ انہوں نے تقویٰ کو اپنی راہ اور عدل کو اپنا مقصود بنالیا تھا۔ وہ حالات کا گہرا جائزہ لیتے اور اسرار کی کنہ تک پہنچ جاتے تھے۔ دنیا کی خواہشات کا حصول کبھی بھی ان کا مقصود نہ تھا۔ انہوں نے اپنے نفوس کو اللہ کی اطاعت میں لگائے رکھا۔ کثرتِ فیوض اور نبی الثقلینؐ کے دین کی تائید میں شیخین (یعنی ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) جیسا مَیں نے کسی کو نہ پایا۔ **یہ دونوں ہی آفتابِ اُمَم و ملل** (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اتباع میں ماہتاب سے بھی زیادہ سریع الحرکت تھے اور آپؐ کی محبت میں فنا تھے۔ انہوں نے حق کے حصول کی خاطر ہر تکلیف کو شیریں جانا اور اس نبی کی خاطر جس کا کوئی ثانی نہیں، ہر ذلت کو برضا و رغبت گوارا کیا۔ اور کافروں اور منکروں کے لشکروں اور قافلوں سے مٹھ بھیڑ کے وقت شیروں کی طرح سامنے آئے۔ یہاں تک کہ اسلام غالب آ گیا۔ اور دشمن کی جمعیتوں نے ہزیمت اٹھائی۔ شرک چھٹ گیا اور اس کا قلع قمع ہو گیا اور ملت و مذہب کا سورج جگمگ جگمگ کرنے لگا اور مقبول دینی خدمات بجالاتے ہوئے اور مسلمانوں کی گردنوں کو لطف و احسان سے زیرِ بار کرتے ہوئے ان دونوں کا انجام خیر المرسلینؐ کی ہمسائیگی پر منتج ہوا...۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

"اللہ اکبر! ان دونوں (ابو بکرؓ و عمرؓ) کے صدق و خلوص کی کیا بلند شان ہے۔ وہ دونوں ایسے (مبارک) **مدفن میں دفن ہوئے کہ اگر موسیٰؑ اور عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو بصد رشک وہاں دفن ہونے کی تمنا کرتے** لیکن یہ مقام محض تمنا سے تو حاصل نہیں ہو سکتا اور نہ صرف خواہش سے عطا کیا جا سکتا ہے بلکہ یہ تو بارگاہِ ربّ العزت کی طرف سے ایک ازلی رحمت ہے۔"

(سر الخلافہ مترجم صفحہ 77-78، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 345-346)

ان شاء اللہ کچھ حصہ، حوالے اَور ہیں۔ ان شاء اللہ آئندہ پیش ہوں گے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23/ دسمبر 2022ء جلد 29 شمارہ 102 صفحہ 05 تا 10)

49

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09/ دسمبر 2022ء بمطابق 09/ فتح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ جمعہ، خطبہ میں مَیں نے آخر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ اقتباسات پیش کیے تھے۔ اس بارے میں آپؑ کے کچھ مزید ارشادات ہیں، پیش کرتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"**بلاشبہ ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اس کارواں کے امیر تھے** جس نے اللہ کی خاطر بلند چوٹیاں سر کیں اور انہوں نے متمدن اور بادیہ نشینوں کو حق کی دعوت دی یہاں تک کہ ان کی یہ دعوت دُور دراز ممالک تک پھیل گئی۔ اور ان دونوں کی خلافت میں بکثرت ثمرات اسلام ودیعت کئے گئے اور کئی طرح کی کامیابیوں اور کامرانیوں کے ساتھ کامل خوشبو سے معطر کی گئی۔ اور اسلام حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں مختلف اقسام کے (فتنوں کی) آگ سے الم رسیدہ تھا اور قریب تھا کہ کھلی کھلی غارت گریاں اس کی جماعت پر حملہ آور ہوں اور اس کے لُوٹ لینے پر فتح کے نعرے لگائیں۔ پس عین اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کے صدق کی وجہ سے رب جلیل اسلام کی مدد کو آپہنچا اور گہرے کنویں سے اس کا متاعِ عزیز نکالا۔ چنانچہ اسلام بدحالی کے انتہائی مقام سے بہتر حالت کی طرف لَوٹ آیا۔ پس انصاف ہم پر یہ لازم ٹھہراتا ہے کہ ہم اس مددگار کا شکریہ ادا کریں اور دشمنوں کی پرواہ نہ کریں۔ پس تُو اس شخص سے بے رخی نہ کر جس نے تیرے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی اور تیرے دین و دَر کی حفاظت کی اور اللہ کی خاطر تیری بہتری چاہی اور تجھ سے بدلہ نہ چاہا۔ تو پھر بڑے تعجب کا مقام ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی بزرگی سے کیسے انکار کیا جاسکتا ہے؟ اور یہ حقیقت ہے کہ آپؓ کے اوصاف حمیدہ آفتاب کی طرح درخشندہ ہیں اور بلاشبہ ہر مومن آپ کے لگائے ہوئے درخت کے پھل کھاتا اور آپ کے پڑھائے ہوئے علوم سے فیض یاب ہو رہا ہے۔ آپ نے ہمارے دین کے لئے فرقان اور ہماری دنیا کے لئے امن و امان عطا فرمایا۔ اور جس نے اس سے انکار کیا تو اُس نے جھوٹ بولا اور ہلاکت اور شیطان سے جا ملا۔" فرماتے ہیں "اور جن لوگوں پر آپ کا مقام و مرتبہ مشتبہ رہا، ایسے لوگ عمداً خطاکار ہیں اور انہوں نے کثیر پانی کو قلیل جانا۔ پس وہ غصے سے اٹھے اور ایسے شخص کی تحقیر کی جو اول درجہ کا مکرم و محترم تھا۔" فرمایا "اور حضرتِ صدیقؓ کی ذاتِ گرامی رجاء و خوف، خشیت و شوق اور انس و محبت کی جامع تھی اور آپ کا جوہرِ فطرت صدق و صفا میں اتم و اکمل تھا اور حضرت کبریاء کی طرف بکمال منقطع تھا۔ اور نفس اور اس کی

لذات سے خالی اور ہوا و ہوس اور اس کے جذبات سے کلیۃً دور تھا اور آپ حد درجہ کے متبتّل تھے اور آپ سے اصلاح ہی صادر ہوئی اور آپؓ سے مومنوں کے لئے فلاح و بہبود ہی ظاہر ہوئی۔ آپ ایذا اور دکھ دینے کی تہمت سے پاک تھے۔ اس لئے تُو داخلی تنازعات کی طرف نہ دیکھ بلکہ انہیں بھلائی کی طرز پر محمول کر۔ کیا تو غور نہیں کرتا کہ وہ شخص جس نے اپنے رب کے احکامات اور خوشنودی سے اپنی توجہ اپنے بیٹے بیٹیوں کی طرف نہیں پھیری تا کہ وہ انہیں مالدار بنائیں یا انہیں اپنے عیّال میں سے بنائیں اور جس نے دنیا سے صرف اسی قدر حصہ لیا جتنا اس کی ضرورتوں کے لئے کافی تھا تو پھر تُو کیسے خیال کر سکتا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر ظلم روا رکھا ہو گا۔"

(سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 79 تا 82)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "اللہ صدیق (اکبرؓ) پر رحمتیں نازل فرمائے کہ آپؓ نے اسلام کو زندہ کیا اور زندیقوں کو قتل کیا اور قیامت تک کے لئے اپنی نیکیوں کا فیضان جاری کر دیا۔ آپؓ بہت گریہ کرنے والے اور متبتّل الی اللہ تھے اور تضرع، دعا، اللہ کے حضور گرے رہنا، اس کے در پر گریہ و عاجزی سے جھکے رہنا اور اس کے آستانے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا آپ کی عادت میں سے تھا۔ آپ بحالتِ سجدہ دعا میں پورا زور لگاتے اور تلاوت کے وقت روتے تھے۔ آپؓ بلاشبہ اسلام اور مرسلین کے فخر ہیں۔ آپؓ کا جوہرِ فطرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوہرِ فطرت کے قریب تر تھا۔

آپؓ نبوت کی خوشبوؤں کو قبول کرنے کے لئے مستعد لوگوں میں سے اول تھے۔ حاشر (صلی اللہ علیہ وسلم) سے قیامت کی مانند جو حشر روحانی ظاہر ہوا آپؓ اس کے دیکھنے والوں میں سر فہرست تھے۔ اور ان لوگوں میں سے پہلے تھے جنہوں نے مَیل سے اَٹی چادروں کو پاک و صاف پوشاکوں سے تبدیل کر دیا اور انبیاء کے اکثر خصائل میں انبیاء کے مشابہ تھے۔ ہم قرآن کریم میں آپؓ کے ذکر کے سوا کسی اَور (صحابی) کا ذکر بجز ظن و گمان کرنے والوں کے ظن کے قطعی اور یقینی طور پر موجود نہیں پاتے۔ اور ظن وہ چیز ہے جو حق کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اور نہ ہی وہ (حق کے) متلاشیوں کو سیراب کر سکتا ہے۔ اور جس نے آپ سے دشمنی کی تو ایسے شخص اور حق کے درمیان ایک ایسا بند دروازہ حائل ہے جو کبھی بھی صدیقوں کے سردار کی طرف رجوع کئے بغیر نہ کھلے گا۔"

(سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 99-100)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "صدیقؓ کی تخلیق مبدءِ فیضان کی طرف متوجہ ہونے اور رسولِ رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کرنے کی صورت میں ہوئی۔ آپؓ صفاتِ نبوت کے ظہور کے تمام انسانوں سے زیادہ حق دار تھے اور حضرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے لئے اولیٰ تھے اور اپنے متبوعؐ کے ساتھ کمال اتحاد اور موافقتِ تامہ استوار کرنے کے اہل تھے۔ نیز یہ کہ وہ جملہ اخلاق، صفات و عادات اپنانے اور انفسی اور آفاقی تعلقات چھوڑنے میں آپؐ کے (ایسے کامل) مظہر تھے کہ تلواروں اور نیزوں کے زور سے بھی ان کے درمیان قطع تعلق واقع نہ ہو سکے۔ اور آپ اس حالت پر ہمیشہ قائم رہے اور مصائب اور ڈرانے والے حالات، نیز لعنت ملامت میں سے کچھ بھی آپ کو بے قرار نہ کر سکے۔ آپ کی روح کے جوہر میں صدق و صفا، ثابت قدمی اور تقویٰ شعاری داخل تھی۔ خواہ سارا جہاں مرتد ہو جائے آپ ان کی پرواہ نہ کرتے اور نہ پیچھے ہٹتے بلکہ ہر آن اپنا قدم آگے ہی

بڑھاتے گئے۔ اور اسی وجہ سے اللہ نے نبیوں کے فوراً بعد صدیقوں کے ذکر کو رکھا اور فرمایا:

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ (النساء: 70) اور اس (آیت) میں صدیق (اکبرؓ) اور آپ کی دوسروں پر فضیلت کے اشارے ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں سے آپ کے سوا کسی صحابی کا نام صدیق نہیں رکھا تاکہ وہ آپ کے مقام اور عظمتِ شان کو ظاہر کرے۔ لہٰذا غور و فکر کرنے والوں کی طرح غور کر۔ اس آیت میں سالکوں کے لئے کمال کے مراتب اور ان کی اہلیت رکھنے والوں کی جانب بہت بڑا اشارہ ہے۔ اور جب ہم نے اس آیت پر غور کیا اور سوچ کو انتہا تک پہنچایا تو یہ منکشف ہوا کہ یہ آیت (ابو بکر) صدیقؓ کے کمالات پر سب سے بڑی گواہ ہے اور اس میں ایک گہرا راز ہے جو ہر اس شخص پر منکشف ہوتا ہے جو تحقیق پر مائل ہوتا ہے۔ پس ابو بکرؓ وہ ہیں جنہیں رسولِ مقبول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ (مبارک) سے صدیق کا لقب عطا کیا گیا اور فرقانِ (حمید) نے صدیقوں کو انبیاء کے ساتھ ملایا ہے جیسا کہ اہلِ عقل پر پوشیدہ نہیں۔ اور ہم صحابہؓ میں سے کسی ایک صحابی پر بھی اس لقب اور خطاب کا اطلاق نہیں پاتے۔ اس طرح صدیقِ امین کی فضیلت ثابت ہو گئی کیونکہ نبیوں کے بعد آپ کے نام کا ذکر کیا گیا ہے۔"

(سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 104 تا 107)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "ابن خلدون کہتے ہیں کہ 'جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف بڑھ گئی اور آپؐ پر غشی طاری ہو گئی تو آپؐ کی ازواج اور دیگر اہل بیت، عباس اور علی آنحضرتؐ کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر نماز کا وقت ہوا تو آپؐ نے فرمایا: ابو بکر سے کہہ دیں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دیں۔' (الجزء الثانی صفحہ 62) آپؑ فرماتے ہیں کہ "ابن خلدون کہتے ہیں کہ 'پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت کرنے کے بعد فرمایا:

ابو بکر کے دروازے کے سوا مسجد میں کھلنے والے سب دروازے بند کر دو! کیونکہ میں تمام صحابہ میں احسان میں کسی کو بھی ابو بکر سے زیادہ افضل نہیں جانتا۔' (الجزء الثانی صفحہ 62)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ '(حضرت) ابو بکرؓ آئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپؐ کے چہرے سے چادر ہٹائی اور آپؐ کو بوسہ دیا اور کہا: 'میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، اللہ نے جو موت آپؐ کے لیے مقدر کی تھی اس کا مزہ آپؐ نے چکھ لیا۔ لیکن اب اس کے بعد کبھی آپؐ پر موت نہیں آئے گی۔' (الجزء الثانی صفحہ 62) فرماتے ہیں کہ "اللہ کے لطیف احسانات میں سے جو اس نے آپؐ پر فرمائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال قرب کی جو خصوصیت آپؐ کو حاصل تھی، جیسا کہ ابن خلدون نے بیان کیا ہے وہ یہ تھی کہ ابو بکرؓ اسی چارپائی پر اٹھائے گئے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا گیا تھا۔ اور آپؐ کی قبر کو بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی طرح ہموار بنایا گیا۔ اور (صحابہ نے) آپؐ کی لحد کو نبی کریمؐ کی لحد کے بالکل قریب بنایا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے متوازی رکھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو آخری کلمہ ادا فرمایا وہ یہ تھا کہ (اے اللہ!) مجھے مسلم ہونے کی حالت میں وفات دے اور مجھے صالحین میں شامل فرما۔ (صفحہ 176)"

(سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 189-190 حاشیہ)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: **ابو بکر ایک نادرِ روزگار، باخدا انسان تھے۔** جنہوں نے اندھیروں کے بعد اسلام کے چہرے کو تابانی بخشی اور آپ کی پوری کوشش یہی رہی کہ جس نے اسلام کو ترک کیا آپ نے اس سے مقابلہ کیا۔ اور جس نے حق سے انکار کیا آپ نے اس سے جنگ کی۔ اور جو اسلام کے گھر میں داخل ہو گیا تو اس سے نرمی اور شفقت کا سلوک کیا۔ آپ نے اشاعتِ اسلام کے لیے سختیاں برداشت کیں۔ آپ نے مخلوق کو نایاب موتی عطا کئے۔ اور اپنے عزمِ مبارک سے بادیہ نشینوں کو معاشرت سکھائی۔ اور ان شتر بے مہاروں کو کھانے پینے، نشست و برخاست کے آداب اور نیکی کے راستوں کی تلاش اور جنگوں میں بہادری اور جوش کے ادب سکھائے اور آپ نے ہر طرف مایوسی دیکھ کر بھی کسی سے جنگ کے بارے میں نہیں پوچھا بلکہ آپ ہر مد مقابل سے نبرد آزما ہونے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہر بزدل اور بیمار شخص کی طرح آپ کو خیالات نے بہکایا نہیں۔ ہر فساد اور مصیبت کے موقع پر ثابت ہو گیا کہ آپ کوہِ رَضْوٰی (یہ مدینہ کا ایک پہاڑ ہے) سے زیادہ راسخ اور مضبوط ہیں۔ آپ نے ہر اس شخص کو جس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا ہلاک کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی خاطر تمام تعلقات کو پرے پھینک دیا۔ آپؓ کی تمام خوشی اعلائے کلمۂ اسلام اور خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تھی۔

پس اپنے دین کی حفاظت کرنے والے حضرت ابو بکرؓ کا دامن تھام لے اور فضول گوئی چھوڑ دے۔ فرمایا کہ اور مَیں نے جو کچھ کہا ہے وہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے والے شخص کی طرح یا آباؤ اجداد کے خیالات کی تقلید کرنے والے کی طرح نہیں کہا بلکہ جب سے میرے قدم نے چلنا اور میرے قلم نے لکھنا شروع کیا مجھے یہی محبوب رہا کہ میں تحقیق کو اپنا مسلک اور غور و فکر کو اپنا مقصود بناؤں۔ میں نے پوری تحقیق کی ہے۔ فرمایا کہ چنانچہ میں ہر خبر کی چھان بین کرتا اور ہر ماہر علم سے پوچھتا۔ پس میں نے صدیقِ اکبر کو واقعی صدیق پایا اور تحقیق کی رو سے یہ امر مجھ پر منکشف ہوا جب میں نے آپ کو تمام اماموں کا امام اور دین اور امت کا چراغ پایا تب میں نے آپ کی رکاب کو مضبوطی سے تھام لیا اور آپ کی امان میں پناہ لی اور صالحین سے محبت کر کے اپنے رب کی رحمت حاصل کرنی چاہی۔ پس اس خدائے رحیم نے مجھ پر رحم فرمایا۔ پناہ دی۔ میری تائید فرمائی اور میری تربیت کی اور مجھے معزز لوگوں میں سے بنایا اور اپنی رحمت خاص سے اس نے مجھے اس صدی کا مجدد اور مسیح موعود بنایا اور مجھے ملہمین میں سے بنایا۔ مجھ سے غم کو دُور کیا اور مجھے وہ کچھ عطا کیا جو دنیا جہان میں کسی اَور کو عطا نہیں کیا اور یہ سب اس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُمّی اور ان مقربین کی محبت کے طفیل حاصل ہوا ہے۔ اے اللہ! تو اپنے افضل الرسل اور اپنے خاتم الانبیاء اور دنیا کے تمام انسانوں سے بہتر وجود محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام بھیج۔ بخدا حضرت ابو بکرؓ حرمین میں بھی اور دونوں قبروں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔

اس سے میری مراد ایک تو غار کی قبر ہے جس میں آپ بحالتِ اضطرار وفات یافتہ شخص کی طرح پناہ گزین ہوئے اور پھر دوسری وہ قبر جو مدینہ میں خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اس لیے صدیق اکبر کے مقام کو سمجھ اگر تو گہری سمجھ کا مالک ہے۔ اللہ نے آپ کی اور آپ کی خلافت کی قرآن میں توصیف فرمائی اور بہترین بیان سے آپ کی ستائش کی ہے۔ فرمایا: بلاشبہ آپ اللہ کے مقبول اور پسندیدہ ہیں اور آپ کی قدر و منزلت کی تحقیر کسی

سر پھرے شخص کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ کی خلافت کے ذریعہ اسلام سے تمام خطرات دور ہو گئے۔ فرماتے ہیں: اور آپ کی رأفت سے مسلمانوں کی خوش بختی پایہ تکمیل کو پہنچی۔ اگر خیر الانام کا صدیق، صدیقِ اکبر نہ ہوتا تو قریب تھا کہ اسلام کا ستون منہدم ہو جاتا۔

آپ نے اسلام کو ایک ناتواں اور بیکس اور نحیف ونزار ماؤف شخص کی طرح پایا تو آپ ماہروں کی طرح اس کی رونق اور شادابی کو دوبارہ واپس لانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک لٹے ہوئے شخص کی طرح اپنی گم شدہ چیز کی تلاش میں مشغول ہو گئے یہاں تک کہ اسلام اپنے متناسب قد، اپنے ملائم رخسار، اپنی شادابیٔ جمال اور اپنے صاف پانی کی مٹھاس کی طرف لوٹ آیا اور یہ سب کچھ اس بندۂ امین کے اخلاص کی وجہ سے ہوا۔

آپ نے نفس کو مٹی میں ملایا اور حالت کو بدلا اور رحمان خدا کی خوشنودی کے سوا کسی صلہ کے طالب نہ ہوئے اور اسی حالت میں شب و روز آپ پر آئے۔ آپ بوسیدہ ہڈیوں میں جان ڈالنے والے، آفتوں کو دور کرنے والے اور صحرا کے میٹھے پھل والے درختوں کو بچانے والے تھے۔ خالص نصرتِ الٰہی آپ کے حصہ میں آئی اور یہ اللہ کے فضل اور رحم کی وجہ سے تھا۔ اور اب ہم خدائے واحد پر توکل کرتے ہوئے کسی قدر شواہد کا ذکر کرتے ہیں تا کہ تجھ پر یہ بات ظاہر ہو جائے کہ کیونکر آپ نے تند و تیز آندھیوں والے فتنوں اور جھلسانے والے شعلوں کے مصائب کو ختم کیا اور کس طرح آپ نے جنگ میں بڑے بڑے ماہر نیزہ بازوں اور شمشیر زنوں کو ہلاک کر دیا۔ اس طرح آپ کی باطنی کیفیت آپ کے کارناموں سے ظاہر ہو گئی اور آپ کے اعمال نے آپ کے اوصافِ حمیدہ کی حقیقت پر گواہی دی۔ اللہ آپ کو بہترین جزا عطا کرے اور متقین کے ائمہ میں آپ کا حشر ہو اور اللہ اپنے ان محبوبوں کے صدقے ہم پر رحم فرمائے۔ اے نعمتوں اور عنایات کے مالک خدا! میری دعا قبول فرما۔ تُو سب سے زیادہ رحم کرنے والا اور تُو رحم کرنے والوں میں سے سب سے بہتر ہے۔

(ماخوذ از سر الخلافۃ (مترجم) صفحہ 185 تا 187 حاشیہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ”**حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نمونہ ہمیشہ اپنے سامنے رکھو۔** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس زمانہ پر غور کرو کہ جب دشمن قریش ہر طرف سے شرارت پر تلے ہوئے تھے اور انہوں نے آپؐ کے قتل کا منصوبہ کیا۔ وہ زمانہ بڑا ابتلا کا زمانہ تھا۔ اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو حقِ رفاقت ادا کیا اس کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ یہ طاقت اور قوت بجز صدقِ ایمان کے ہر گز نہیں آسکتی۔

آج جس قدر تم لوگ بیٹھے ہوئے ہو۔ اپنی اپنی جگہ سوچو کہ اگر اس قسم کا کوئی ابتلا ہم پر آجائے تو کتنے ہیں جو ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ مثلاً گورنمنٹ کی طرف سے ہی یہ تفتیش شروع ہو جائے کہ کس کس شخص نے اس شخص کی بیعت کی ہے تو کتنے ہوں گے جو دلیری کے ساتھ یہ کہہ دیں کہ ہم مبائعین میں داخل ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ یہ بات سن کر بعض لوگوں کے ہاتھ پاؤں سُن ہو جائیں گے اور ان کو فوراً اپنی جائدادوں اور رشتہ داروں کا خیال آجائے گا کہ ان کو چھوڑنا پڑے گا۔“

آپؑ فرماتے ہیں کہ ”مشکلات ہی کے وقت ساتھ دینا ہمیشہ کامل الایمان لوگوں کا کام ہوتا ہے۔ اس لئے

جب تک انسان عملی طور پر ایمان کو اپنے اندر داخل نہ کرے محض قول سے کچھ نہیں بنتا اور بہانہ سازی اس وقت تک دور ہی نہیں ہوتی۔ عملی طور پر جب مصیبت کا وقت ہو تو اس وقت ثابت قدم نکلنے والے تھوڑے ہی ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح ناصریؑ کے حواری اس آخری گھڑی میں جو ان کی مصیبت کی گھڑی تھی انہیں تنہا چھوڑ کر بھاگ نکلے اور بعض نے تو منہ کے سامنے ہی آپ پر لعنت کر دی.....۔"

پھر آپؑ فرماتے ہیں "غرض حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ **کا صدق اس مصیبت کے وقت ظاہر ہوا** جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کیا گیا۔ گو بعض کفار کی رائے اخراج کی بھی تھی مگر اصل مقصد اور کثرت رائے آپؐ کے قتل پر تھی۔ ایسی حالت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے صدق اور وفا کا وہ نمونہ دکھلایا جو ابد الآباد تک کے لئے نمونہ رہے گا۔ اس مصیبت کی گھڑی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ انتخاب ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صداقت اور اعلیٰ وفاداری کی ایک زبردست دلیل ہے۔ دیکھو! اگر وائسرائے ہند کسی شخص کو کسی خاص کام کے لئے انتخاب کر لے تو اس کی رائے صائب اور بہتر ہو گی یا ایک چوکیدار کی؟" وائسرائے اگر انتخاب کرے تو اس کی رائے صائب ہو گی یا ایک عام چوکیدار کی۔ فرماتے ہیں کہ "ماننا پڑے گا کہ وائسرائے کا انتخاب بہر حال موزوں اور مناسب ہو گا کیونکہ جس حال میں کہ وہ سلطنت کی طرف سے نائب السلطنت مقرر کیا گیا ہے اور اس کی وفاداری، فراست اور پختہ کاری پر سلطنت نے اعتماد کیا ہے تب ہی تو زمامِ سلطنت اس کے ہاتھ میں دی ہے۔ پھر اس کی صائب تدبیری اور معاملہ فہمی کو پس پشت ڈال کر ایک چوکیدار کے انتخاب اور رائے کو صحیح سمجھ لینا نامناسب امر ہے۔ یہی حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کا تھا۔ اس وقت آپ کے پاس 70-80 صحابہؓ موجود تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے مگر ان سب میں سے آپؐ نے اپنی رفاقت کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ہی انتخاب کیا۔ اس میں سرّ کیا ہے؟ بات یہ ہے کہ نبی خدا تعالیٰ کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس کا فہم اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کشف اور الہام سے بتا دیا کہ اس کام کے لئے سب سے بہتر اور موزوں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی ہیں۔ ابو بکرؓ اس ساعتِ عُسر میں آپؐ کے ساتھ ہوئے۔ یہ وقت خطرناک آزمائش کا تھا.....۔"

فرماتے ہیں "غرض حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپؐ کا پورا ساتھ دیا اور ایک غار میں جس کو غارِ ثور کہتے ہیں آپؐ جا چھپے۔ شریر کفار جو آپؐ کی ایذا رسانی کے لئے منصوبے کر چکے تھے تلاش کرتے ہوئے اس غار تک پہنچ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اب تو یہ بالکل سر پر ہی آپہنچے ہیں اور اگر کسی نے ذرا نیچے نگاہ کی تو وہ دیکھ لے گا اور ہم پکڑے جائیں گے۔ اس وقت آپؐ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ:40) کچھ غم نہ کھاؤ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اس لفظ پر غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اپنے ساتھ ملاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا۔ مَعَنَا میں آپ دونو شریک ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ تیرے اور میرے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پلّہ پر آنحضرتؐ کو اور دوسرے پر حضرت صدیقؓ کو رکھا ہے۔"

ترازو کے دو پلڑے ہوتے ہیں ایک پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رکھا۔ دوسرے پر حضرت ابو بکر صدیقؓ

کو رکھا۔ ”اس وقت دونو ابتلا میں ہیں کیونکہ یہی وہ مقام ہے جہاں سے یا تو اسلام کی بنیاد پڑنے والی ہے یا خاتمہ ہو جانے والا ہے۔ دشمن غار پر موجود ہیں اور مختلف قسم کی رائے زنیاں ہو رہی ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس غار کی تلاشی کرو کیونکہ نشانِ پا یہاں تک ہی آکر ختم ہو جاتا ہے..... لیکن ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہاں انسان کا گذر اور دخل کیسے ہو گا؟ مکڑی نے جالا تنا ہوا ہے۔ کبوتر نے انڈے دیئے ہوئے ہیں۔ اس قسم کی باتوں کی آوازیں اندر پہنچ رہی ہیں اور آپ بڑی صفائی سے ان کو سن رہے ہیں۔ ایسی حالت میں دشمن آئے ہیں کہ وہ خاتمہ کرنا چاہتے ہیں اور دیوانے کی طرح بڑھتے آئے ہیں لیکن آپؐ کے کمال شجاعت کو دیکھو کہ دشمن سر پر ہے اور آپؐ اپنے رفیقِ صادق صدیقؓ کو فرماتے ہیں لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یہ الفاظ بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر کرتے ہیں کہ آپؐ نے زبان ہی سے فرمایا کیونکہ یہ آواز کو چاہتے ہیں۔ اشارہ سے کام نہیں چلتا۔ باہر دشمن مشورہ کر رہے ہیں اور اندر غار میں خادم و مخدوم بھی باتوں میں لگے ہوئے ہیں۔ اس امر کی پرواہ نہیں کی گئی کہ دشمن آواز سن لیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر کمال ایمان اور معرفت کا ثبوت ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدوں پر پورا بھروسہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعت کے لئے تو یہ نمونہ کافی ہے۔... ابو بکر صدیقؓ کی شجاعت کے لئے ایک دوسرا گواہ اس واقعہ کے سوا اَور بھی ہے۔“

فرماتے ہیں: ”جب آنحضرتؐ نے رحلت فرمائی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تلوار کھینچ کر نکلے کہ اگر کوئی کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا ہے تو مَیں اسے قتل کر دوں گا۔ ایسی حالت میں حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بڑی جرأت اور دلیری سے کلام کیا اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:145) یعنی محمدؐ بھی اللہ تعالیٰ کے ایک رسول ہی ہیں اور آپؐ سے پہلے جس قدر نبی ہو گذرے ہیں۔ سب نے وفات پائی۔ اس پر وہ جوش فرو ہوا۔ اس کے بعد بادیہ نشین اعراب مرتد ہو گئے۔

ایسے نازک وقت کی حالت کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے یوں ظاہر فرمایا ہے کہ پیغمبرِ خدا صلعم کا انتقال ہو چکا ہے اور بعض جھوٹے مدعی نبوت کے پیدا ہو گئے ہیں اور بعضوں نے نمازیں چھوڑ دیں اور رنگ بدل گیا ہے۔ ایسی حالت میں اور اس مصیبت میں میرا باپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جانشین ہوا۔ میرے باپ پر ایسے ایسے غم آئے کہ اگر پہاڑوں پر آتے تو وہ بھی نابود ہو جاتے۔ اب غور کرو کہ مشکلات کے پہاڑ ٹوٹ پڑنے پر بھی ہمت اور حوصلہ کو نہ چھوڑنا یہ کسی معمولی انسان کا کام نہیں۔ یہ استقامت صدق ہی کو چاہتی تھی اور صدیقؓ نے ہی دکھائی۔ ممکن نہ تھا کہ کوئی دوسرا اس خطرہ کو سنبھال سکتا۔ تمام صحابہؓ اس وقت موجود تھے۔ کسی نے نہ کہا کہ میرا حق ہے۔ وہ دیکھتے تھے کہ آگ لگ چکی ہے۔ اس آگ میں کون پڑے۔ حضرت عمرؓ نے اس حالت میں ہاتھ بڑھا کر آپؓ کے ہاتھ پر بیعت کی اور پھر سب نے یکے بعد دیگرے بیعت کر لی۔ یہ ان کا صدق ہی تھا کہ اس فتنہ کو فرو کیا اور ان موذیوں کو ہلاک کیا۔ مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی تھا اور اس کے مسائل اباحت کے مسائل تھے۔ لوگ اس کی اباحتی باتوں کو دیکھ دیکھ کر اس کے مذہب میں شامل ہوتے جاتے تھے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنی معیت کا ثبوت دیا اور ساری مشکلات کو آسان کر دیا۔“ (ملفوظات جلد1 صفحہ 374 تا 379)

پھر آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں”: مَیں تو یہ جانتا ہوں کہ کوئی شخص مومن اور مسلمان نہیں بن سکتا جب

تک ابو بکر، عمر، عثمان، علی رضوان اللہ علیہم اجمعین کا سا رنگ پیدا نہ ہو۔ وہ دنیا سے محبت نہ کرتے تھے بلکہ انہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کی ہوئی تھیں۔"

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد20 صفحہ 294)

پھر فرمایا: "**اللہ کی قسم صدیق اکبرؓ وہ مرد خدا ہیں** جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختصاص کے کئی لباس عطا کئے گئے۔" بہت ساری خصوصیتیں عطا کی گئیں۔ "اور اللہ نے ان کے لئے یہ گواہی دی کہ وہ خاص برگزیدہ لوگوں میں سے ہیں اور اپنی ذات کی معیت کو آپ کی طرف منسوب کیا اور آپ کی تعریف و توصیف کی اور آپ کی قدر دانی کی اور یہ اشارہ فرمایا کہ آپ ایسے شخص ہیں کہ جنہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی گوارا نہ ہوئی۔ ہاں آنحضرتؐ کے علاوہ دیگر عزیز و اقارب کی جدائی پر آپ راضی ہو گئے۔ آپ نے اپنے آقا کو مقدم رکھا اور ان کی طرف دوڑے چلے آئے۔ پھر بکمال رغبت آپ نے اپنے تئیں موت کے منہ میں ڈال دیا اور ہر نفسانی خواہش کو اپنی راہ سے ہٹا دیا۔ رسولؐ نے آپ کو رفاقت کے لئے بلایا تو موافقت میں لبیک کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جب قوم نے حضرت (محمد) مصطفیٰؐ کو نکالنے کا ارادہ کیا تو بزرگ و برتر اللہ عزّ وجل کے محبوب نبیؐ آپ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں ہجرت کروں اور تم میرے ساتھ ہجرت کرو گے اور ہم اکٹھے اس بستی سے نکلیں گے۔

پس اس پر حضرتِ صدیقؓ نے الحمدللہ پڑھا کہ ایسے مشکل وقت میں اللہ نے انہیں مصطفیٰؐ کا رفیق بننے کی سعادت بخشی۔ وہ پہلے ہی سے نبی مظلوم (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نصرت کے منتظر تھے۔ یہاں تک کہ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو آپؓ نے پوری سنجیدگی اور عواقب سے لاپرواہ ہو کر ھم و غم میں آپؐ کا ساتھ دیا اور قاتلوں کے قتل کے منصوبہ سے خوفزدہ نہ ہوئے۔ پس آپؓ کی فضیلت حکمِ سریح اور نصِ محکم سے ثابت ہے اور آپ کی بزرگی دلیلِ قطعی سے واضح ہے اور آپ کی صداقت روزِ روشن کی طرح درخشاں ہے۔ آپ نے آخرت کی نعمتوں کو پسند فرمایا اور دنیا کی نازونعمت کو ترک کر دیا۔ دوسروں میں سے کوئی بھی آپؓ کے ان فضائل تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔"

فرماتے ہیں کہ "اگر تم یہ پوچھو کہ اللہ نے سلسلۂ خلافت کے آغاز کے لئے آپؓ کو کیوں مقدم فرمایا اور اس میں ربِّ رؤوف کی کیا حکمت تھی؟ تو جاننا چاہئے کہ اللہ نے یہ دیکھا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وارضیٰ ایک غیر مسلم قوم میں سے بکمال قلب سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے ہیں اور ایسے وقت میں ایمان لائے جب نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یک و تنہا تھے اور فساد بہت شدید تھا۔ پس حضرت صدیق اکبرؓ نے اس ایمان لانے کے بعد طرح طرح کی ذلت اور رسوائی دیکھی اور قوم، خاندان، قبیلے، دوستوں اور بھائی بندوں کی لعن طعن دیکھی، رحمان خدا کی راہ میں آپ کو تکلیفیں دی گئیں اور آپ کو اسی طرح وطن سے نکال دیا گیا جس طرح جن وانس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نکالا گیا تھا۔ آپ نے دشمنوں کی طرف سے بہت تکلیفیں اور اپنے پیارے دوستوں کی طرف سے لعنت ملامت مشاہدہ کی۔ آپ نے بارگاہِ ربّ العزت میں اپنے مال و جان سے جہاد کیا۔ آپ معزز اور نازونعم میں پلنے کے باوجود معمولی لوگوں کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ راہِ خدا میں (وطن سے) نکالے گئے۔

آپ اللہ کی راہ میں ستائے گئے۔ آپ نے راہِ خدا میں اپنے اموال سے جہاد کیا اور دولت و ثروت کے رکھنے کے بعد آپ فقیروں اور مسکینوں کی طرح ہو گئے۔ اللہ نے یہ ارادہ فرمایا کہ آپ پر گزرے ہوئے ایام کی آپ کو جزا عطا فرمائے اور جو آپ کے ہاتھ سے نکل گیا اس سے بہتر بدلہ دے اور اللہ کی رضامندی چاہنے کے لئے جن مصائب سے آپ دوچار ہوئے ان کا صلہ آپ پر ظاہر فرمائے اور اللہ محسنوں کے اجر کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ لہٰذا آپ کے ربّ نے آپ کو خلیفہ بنا دیا اور آپ کے لئے آپ کے ذکر کو بلند کیا اور آپ کی دلجوئی فرمائی اور اپنے فضل و رحم سے عزت بخشی اور آپ کو امیر المومنین بنا دیا۔"

(سر الخلافۃ (مترجم) صفحہ 63 تا 66)

پھر حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: "یہ عقیدہ ضروری ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت فاروق عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ سب کے سب واقعی طور پر دین میں امین تھے۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو اسلام کے آدم ثانی ہیں اور ایسا ہی حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اگر دین میں سچے امین نہ ہوتے تو آج ہمارے لئے مشکل تھا جو قرآن شریف کی کسی ایک آیت کو بھی منجانب اللہ بتا سکتے۔"

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 151 مکتوب نمبر 2 مکتوب بنام حضرت خان صاحب محمد علی خان صاحبؓ)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں: "**حضرت ابو بکرؓ اسلام کے آدمِ ثانی ہیں** اُس زمانہ میں بھی مسیلمہ نے اباحتی رنگ میں لوگوں کو جمع کر رکھا تھا۔ ایسے وقت میں حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوئے تو انسان خیال کر سکتا ہے کہ کس قدر مشکلات پیدا ہوئی ہوں گی۔ اگر وہ قوی دِل نہ ہوتا اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا رنگ اس کے ایمان میں نہ ہوتا تو بہت ہی مشکل پڑتی اور گھبرا جاتا لیکن صدیقؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم سایہ تھا۔ "ہم سایہ تھا یعنی جس طرح آپ کا سایہ تھا اسی طرح وہ تھے۔ "آپؐ کے اخلاق کا اثر اس پر پڑا ہوا تھا اور دل نورِ یقین سے بھرا ہوا تھا۔ اس لیے وہ شجاعت اور استقلال دکھایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ ان کی زندگی اسلام کی زندگی تھی۔ یہ ایسا مسئلہ ہے کہ اس پر کسی لمبی بحث کی حاجت ہی نہیں۔ اس زمانہ کے حالات پڑھ لو اور پھر جو اسلام کی خدمت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کی ہے اس کا اندازہ کر لو۔ میں سچ کہتا ہوں کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس اسلام کے لئے آدمِ ثانی ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر آنحضرت صلعم کے بعد ابو بکرؓ کا وجود نہ ہوتا تو اسلام بھی نہ ہوتا۔ ابو بکر صدیقؓ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے اسلام کو دوبارہ قائم کیا۔ اپنی قوتِ ایمانی سے کل باغیوں کو سزا دی اور امن کو قائم کر دیا۔ اسی طرح پر جیسے خدا تعالیٰ نے فرمایا اور وعدہ کیا تھا کہ میں سچے خلیفہ پر امن کو قائم کروں گا۔ یہ پیشگوئی حضرت صدیقؓ کی خلافت پر پوری ہوئی اور آسمان نے اور زمین نے عملی طور پر شہادت دے دی۔ پس یہ صدیق کی تعریف ہے کہ اس میں صدق اس مرتبہ اور کمال کا ہونا چاہئے۔ نظائر سے مسائل بہت جلد حل ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 380-381)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر ہزاروں آدمی مرتد ہو گئے حالانکہ آپؐ کے زمانہ میں تکمیل شریعت ہو چکی تھی۔ یہاں تک اس ارتداد کی نوبت پہنچی کہ صرف دو مسجدیں رہ گئیں جن میں نماز

پڑھی جاتی تھی۔ باقی کسی مسجد میں نماز ہی نہیں پڑھی جاتی تھی۔ یہ وہی لوگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا (الحجرات:15) مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دوبارہ اسلام کو قائم کیا اور وہ آدمِ ثانی ہوئے۔ میرے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت بڑا احسان اس امت پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہے کیونکہ ان کے زمانہ میں چار جھوٹے پیغمبر ہو گئے۔ مسیلمہ کے ساتھ ایک لاکھ آدمی ہو گئے تھے اور ان کا نبی ان کے درمیان سے اٹھ گیا تھا مگر ایسی مشکلات پر بھی اسلام اپنے مرکز پر قائم ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو توبات بنی بنائی ملی تھی۔ پھر وہ اس کو پھیلاتے گئے۔ یہاں تک کہ نواحِ عرب سے اسلام نکل کر شام و روم تک جا پہنچا اور یہ ممالک مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ والی مصیبت کسی نے نہیں دیکھی نہ حضرت عمرؓ نے نہ حضرت عثمانؓ نے اور نہ حضرت علیؓ نے۔" (ملفوظات جلد8 صفحہ 277-278)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "جو خدا تعالیٰ کے لئے ذلیل ہو وہی انجام کار عزت و جلال کا تخت نشیں ہو گا۔ ایک ابو بکرؓ ہی کو دیکھو جس نے سب سے پہلے ذلت قبول کی اور سب سے پہلے تخت نشین ہوا۔"

(ملفوظات جلد7 صفحہ 41)

فرمایا: "**کیا دنیا میں ایسی کم مثالیں اور نظیریں ہیں** کہ جو لوگ اس کی راہ میں قتل کئے گئے۔ ہلاک کئے گئے ان کے زندہ جاوید ہونے کا ثبوت ذرہ ذرہ زمین میں ملتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہی دیکھ لو کہ سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں برباد کیا اور سب سے زیادہ دیا گیا۔ چنانچہ تاریخِ اسلام میں پہلا خلیفہ حضرت ابو بکرؓ ہی ہوا۔" فرمایا "بہت کا یہ بھی خیال ہو گا کہ کیا ہم انقطاع الی اللہ کر کے اپنے آپ کو تباہ کر لیویں؟ مگر یہ ان کو دھوکا ہے۔ کوئی تباہ نہیں ہو گا۔ حضرت ابو بکرؓ کو دیکھ لو۔ اس نے سب کچھ چھوڑا پھر وہی سب سے اوّل تخت پر بیٹھا۔"

(ملفوظات جلد6 صفحہ 19 مع حاشیہ)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: "جہاں تک تم پر اس دلیل کی وضاحت کے لئے تفصیل کا تعلق ہے تو اے اہلِ دانش و فضیلت! جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمان مردوں اور عورتوں سے ان آیات میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے فضل اور رحم سے ان میں سے بعض مومنوں کو ضرور خلیفہ بنائے گا۔" آیتِ استخلاف کے بارے میں فرما رہے ہیں "اور ان کے خوف کو ضرور امن کی حالت میں بدل دے گا۔ اس امر کا اتم اور اکمل طور پر مصداق ہم حضرت صدیق (اکبرؓ) کی خلافت کو ہی پاتے ہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اہلِ تحقیق سے یہ امر مخفی نہیں کہ آپ کی خلافت کا وقت خوف اور مصائب کا وقت تھا۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو اسلام اور مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے۔" فرماتے ہیں: "بہت سے منافق مرتد ہو گئے اور مرتدوں کی زبانیں دراز ہو گئیں اور افترا پردازوں کے ایک گروہ نے دعویٰ نبوت کر دیا اور اکثر بادیہ نشین ان کے گرد جمع ہو گئے یہاں تک کہ مسیلمہ کذاب کے ساتھ ایک لاکھ کے قریب جاہل اور بدکردار آدمی مل گئے اور فتنے بھڑک اٹھے اور مصائب بڑھ گئے اور آفات نے دور و نزدیک کا احاطہ کر لیا اور مومنوں پر ایک شدید زلزلہ طاری ہو گیا۔ اس وقت تمام لوگ آزمائے گئے اور خوفناک اور حواس باختہ کرنے والے حالات نمودار ہو گئے اور مومن ایسے لاچار تھے کہ گویا ان کے دلوں میں آگ کے انگارے دہکائے گئے ہوں یا وہ چھری سے ذبح کر دیئے گئے ہوں۔ کبھی تو وہ خیر البریہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جدائی کی وجہ سے اور

گا ہے ان فتنوں کے باعث جو جلا کر بھسم کر دینے والی آگ کی صورت میں ظاہر ہوئے تھے روتے۔ امن کا شائبہ تک نہ تھا۔ فتنہ پرداز گند کے ڈھیر پر اگے ہوئے سبزے کی طرح چھا گئے تھے۔ مومنوں کا خوف اور ان کی گھبراہٹ بہت بڑھ گئی تھی اور دل دہشت اور بے چینی سے لبریز تھے۔ ایسے (نازک) وقت میں (حضرت) ابو بکر رضی اللہ عنہ حاکم وقت اور (حضرت) خاتم النبیینؐ کے خلیفہ بنائے گئے۔ منافقوں، کافروں اور مرتدوں کے جن رویوں اور طور طریقوں کا آپ نے مشاہدہ کیا ان سے آپ ہم و غم میں ڈوب گئے۔ آپ اس طرح روتے جیسے ساون کی جھڑی لگی ہو اور آپ کے آنسو چشمۂ رواں کی طرح بہنے لگتے اور آپ (رضی اللہ عنہ) (اپنے) اللہ سے اسلام اور مسلمانوں کی خیر کی دعا مانگتے۔... یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آن پہنچی اور جھوٹے نبی قتل اور مرتد ہلاک کر دیئے گئے۔ فتنے دُور کر دیئے گئے اور مصائب چھٹ گئے اور معاملے کا فیصلہ ہو گیا اور خلافت کا معاملہ مستحکم ہوا اور اللہ نے مومنوں کو آفت سے بچا لیا اور ان کی خوف کی حالت کو امن میں بدل دیا اور ان کے لئے ان کے دین کو تمکنت بخشی اور ایک جہان کو حق پر قائم کر دیا اور مفسدوں کے چہرے کالے کر دیئے اور اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی نصرت فرمائی اور سرکش سرداروں اور بتوں کو تباہ و برباد کر دیا اور کفار کے دلوں میں ایسا رعب ڈال دیا کہ وہ پسپا ہو گئے اور (آخر) انہوں نے رجوع کر کے توبہ کی اور یہی خدائے قہار کا وعدہ تھا اور وہ سب صادقوں سے بڑھ کر صادق ہے۔ پس غور کر کہ کس طرح خلافت کا وعدہ اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کی ذات میں پورا ہوا.....۔" فرماتے ہیں: "غور کرو کہ آپ کے خلیفہ ہونے کے وقت مسلمانوں کی کیا حالت تھی۔ اسلام مصائب کی وجہ سے آگ سے جلے ہوئے شخص کی طرح (نازک حالت میں) تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسلام کو اس کی طاقت لوٹا دی اور اسے گہرے کنویں سے نکالا اور جھوٹے مدعیانِ نبوت دردناک عذاب سے مارے گئے اور مرتد چوپاؤں کی طرح ہلاک کئے گئے۔" آپؑ فرماتے ہیں: "اور اللہ نے مومنوں کو اس خوف سے جس میں وہ مردوں کی طرح تھے امن عطا فرمایا۔ اس تکلیف کے رفع ہونے کے بعد مومن خوش ہوتے تھے اور (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کو مبارکباد دیتے تھے اور مرحبا کہتے ہوئے ان سے ملتے تھے... وہ آپ کو ایک مبارک وجود اور نبیوں کی طرح تائید یافتہ سمجھتے تھے اور یہ سب کچھ (حضرت ابو بکر) صدیقؓ کے صدق اور گہرے یقین کی وجہ سے تھا۔" (سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 47 تا 51)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اسلام کی کیا حالت تھی اور اس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ کے خصائل کا تذکرہ کرتے ہوئے مزید فرمایا: "آپؓ **نبی تو نہ تھے مگر آپؓ میں رسولوں کے قویٰ موجود تھے۔** آپؓ کے اس صدق کی وجہ سے ہی چمن اسلام اپنی پوری رعنائیوں کی طرف لوٹ آیا اور تیروں کے صدمات کے بعد بارونق اور شاداب ہو گیا اور اس کے قسما قسم کے خوشنما پھول کھلے اور اس کی شاخیں گرد و غبار سے صاف ہو گئیں جبکہ اس سے پہلے اس کی حالت ایسے مردے کی سی ہو گئی تھی جس پر رویا جا چکا ہو اور (اس کی حالت) قحط زدہ کی سی اور مصیبت کے شکار کی سی اور ذبح کئے گئے ایسے جانور کی سی جس کے گوشت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا ہو، ہو گئی تھی۔ اور (اس کی حالت) قسما قسم کی مشقتوں کے مارے ہوئے اور شدید تپش والی دوپہر کے جلائے ہوئے کی طرح تھی۔ پھر اللہ نے اسے ان تمام مصائب سے نجات بخشی اور ان ساری آفات سے اسے رہائی دلائی اور عجیب در عجیب تائیدات سے اس کی مدد فرمائی یہاں تک کہ اسلام اپنی شکستگی اور خاک آلودگی کے

بعد بادشاہوں کا امام اور گردنوں (عوام النّاس) کا مالک بن گیا۔ پس منافقوں کی زبانیں گنگ ہو گئیں اور مومنوں کے چہرے چمک اٹھے۔ ہر شخص نے اپنے رب کی تعریف اور صدیق (اکبرؓ) کا شکریہ ادا کیا۔"

(سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 52)

پھر آپؑ فرماتے ہیں": حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اسلام کو ایک ایسی دیوار کی طرح پایا جو اشرار کے شر کے باعث گرا ہی چاہتی تھی۔ تب اللہ نے آپ کے ہاتھوں اسے ایک ایسے مضبوط قلعہ کی طرح بنا دیا جس کی دیواریں لوہے کی ہوں اور جس میں غلاموں کی طرح فرمانبردار فوج ہو۔ پس غور کر کیا تو اس میں کوئی شک پاتا ہے؟ یا پھر اس کی مثال تو دوسرے گروہوں میں سے پیش کر سکتے ہو؟" (سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 54)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "**آپ رضی اللہ عنہ معرفتِ تامہ رکھنے والے عارف باللہ، بڑے** حلیم الطبع اور نہایت مہربان فطرت کے مالک تھے اور انکسار اور مسکینی کی وضع میں زندگی بسر کرتے تھے۔ بہت ہی عفو و درگزر کرنے والے اور مجسم شفقت و رحمت تھے۔ آپؓ اپنی پیشانی کے نور سے پہچانے جاتے تھے۔ آپ کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا تعلق تھا اور آپ کی روح خیر الوریٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی روح سے پیوست تھی اور جس نور نے آپ کے آقا و مقتدا محبوبِ خداؐ کو ڈھانپا تھا اسی نور نے آپ کو بھی ڈھانپا ہوا تھا اور آپ رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے نور کے لطیف سائے اور آپ کے عظیم فیوض کے نیچے چھپے ہوئے تھے اور فہمِ قرآن اور سید الرسل، فخر بنی نوع انسانؐ کی محبت میں آپ تمام لوگوں سے ممتاز تھے۔ اور جب آپ پر اخروی حیات اور الٰہی اسرار منکشف ہوئے تو آپ نے تمام دنیوی تعلقات توڑ دیئے اور جسمانی وابستگیوں کو پرے پھینک دیا اور آپ اپنے محبوبؐ کے رنگ میں رنگین ہو گئے اور واحد مطلوب ہستی کی خاطر ہر مراد کو ترک کر دیا اور تمام جسمانی کدورتوں سے آپ کا نفس پاک ہو گیا۔ اور سچے یگانہ خدا کے رنگ میں رنگین ہو گیا۔ اور رب العالمین کی رضا میں گم ہو گیا اور جب سچی الٰہی محبت آپ کے تمام رگ و پے اور دل کی انتہائی گہرائیوں میں اور وجود کے ہر ذرہ میں جاگزین ہو گئی اور آپ کے افعال و اقوال میں اور برخاست و نشست میں اس کے انوار ظاہر ہو گئے تو آپ صدیق کے نام سے موسوم ہوئے اور آپ کو نہایت فراوانی سے تر و تازہ اور گہرا علم، تمام عطا کرنے والوں میں سے بہتر عطا کرنے والے خدا کی بارگاہ سے عطا کیا گیا۔ صدق آپ کا ایک راسخ ملکہ اور طبعی خاصہ تھا۔ اور اس صدق کے آثار و انوار آپؓ میں اور آپؓ کے ہر قول و فعل، حرکت و سکون اور حواس و انفاس میں ظاہر ہوئے۔ آپ آسمانوں اور زمینوں کے رب کی طرف سے منعم علیہ گروہ میں شامل کئے گئے۔ آپؓ کتابِ نبوت کا ایک اجمالی نسخہ تھے اور آپ اربابِ فضیلت اور جواں مردوں کے امام تھے اور نبیوں کی سرشت رکھنے والے چیدہ لوگوں میں سے تھے۔"

فرماتے ہیں: "تُو ہمارے اس قول کو کسی قسم کا مبالغہ تصور نہ کر اور نہ ہی اسے نرم رویے اور چشم پوشی کی قسم سے محمول کر اور نہ ہی اسے چشمہ محبت سے پھوٹنے والا سمجھ بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو بارگاہِ رب العزت سے مجھ پر ظاہر ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ کا مشرب ربّ الارباب پر توکل کرنا اور اسباب کی طرف کم توجہ کرنا تھا اور آپ تمام آداب میں ہمارے رسول اور آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے بطور ظل کے تھے اور آپ کو حضرت خیر البریہؐ سے ایک ازلی مناسبت تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپ کو حضور کے فیض سے پل بھر میں وہ کچھ حاصل ہو گیا جو دوسروں کو

لمبے زمانوں اور دور دراز اقلیموں میں حاصل نہ ہو سکا۔ تُو جان لے کہ فیوض کسی شخص کی طرف صرف مناسبتوں کی وجہ سے ہی رخ کرتے ہیں اور تمام کائنات میں اسی طرح اللہ کی سنت جاری و ساری ہے۔ پس جس شخص کو قسّامِ (ازل) نے اولیاء اور اصفیا کے ساتھ ذرا سی بھی مناسبت عطا نہ کی ہو تو یہی وہ محرومی ہے جسے حضرت کبریاء کی جناب میں شقاوت و بدبختی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اتم و اکمل خوش بخت وہی شخص ہے جس نے حبیب خداؐ کی عادات کا احاطہ کیا ہو یہاں تک کہ الفاظ، کلمات اور تمام طور طریقوں میں آپؐ سے مشابہت پیدا کر لی ہو۔ بدبخت لوگ تو اس کمال کو سمجھ نہیں سکتے۔ جس طرح ایک پیدائشی اندھا رنگوں اور شکلوں کو دیکھ نہیں سکتا ایک بدبخت کے نصیب میں تو پُر رعب اور پُر ہیبت (خدا) کی تجلیات کے سوا کچھ نہیں ہوتا کیونکہ اس کی فطرت رحمت کے نشانات نہیں دیکھ سکتی۔ اور جذب اور محبت کی خوشبو کو نہیں سونگھ سکتی اور یہ نہیں جانتی کہ خلوص، خیر خواہی، اُنس اور فراخی قلب کیا ہیں کیونکہ وہ (فطرت) تو ظلمات سے بھری پڑی ہے۔" یعنی جو اندھا ہے۔ "پھر اس میں برکات کے انوار اتریں تو کیسے؟ بلکہ بدبخت شخص کا نفس تو ایک تند و تیز آندھی کے تموّج کے طرح موجیں مارتا ہے اور اس کے جذبات حق اور حقیقت دیکھنے سے اسے روکتے ہیں۔ اس لئے وہ سعادت مندوں کی طرح معرفت میں راغب ہوتے ہوئے (حق) کی طرف نہیں آتا۔ جبکہ صدیقؓ کی تخلیق مبدءِ فیضان کی طرف متوجہ ہونے اور رسول رحمٰن صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رخ کرنے کی صورت میں ہوئی۔ آپ صفاتِ نبوت کے ظہور کے تمام انسانوں سے زیادہ حقدار تھے اور حضرت خیر البریہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے لئے اولیٰ تھے اور اپنے متبوعؐ کے ساتھ کمال اتحاد اور موافقتِ تامہ استوار کرنے کے اہل تھے۔ نیز یہ کہ وہ جملہ اخلاق، صفات و عادات اپنانے اور انفسی اور آفاقی تعلقات چھوڑنے میں آپؐ کے (ایسے کامل) مظہر تھے کہ تلواروں اور نیزوں کے زور سے بھی ان کے درمیان قطع تعلق واقع نہ ہو سکے۔ اور آپ اس حالت پر ہمیشہ قائم رہے۔ اور مصائب اور ڈرانے والے حالات، نیز لعنت ملامت میں سے کچھ بھی آپ کو بیقرار نہ کر سکے۔ آپ کی روح کے جوہر میں صدق و صفا، ثابت قدمی اور تقویٰ شعاری داخل تھی خواہ سارا جہاں مرتد ہو جائے آپ ان کی پرواہ نہ کرتے اور نہ پیچھے ہٹتے بلکہ ہر آن اپنا قدم آگے ہی بڑھاتے گئے۔" (سر الخلافہ (مترجم) صفحہ 101 تا 105)

یہ تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی محبت میں اپنے آپ کو فنا کر دیا تھا۔ بدری صحابہؓ کے ذکر میں یہ آخری ذکر تھا جو چل رہا تھا وہ اب ختم ہوا۔ شاید بعض صحابہ جو میں نے شروع میں بیان کیے تھے ان کی بعض تفصیلیں بعد میں آئی ہیں وہ کبھی موقع ملا تو بیان کر دوں گا۔ نہیں تو جب بدری صحابہؓ کی اشاعت ہو گی اس میں ان صحابہ کی بھی وہ تفصیل چھپ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہر طرف ستاروں کی طرح یہ ہماری راہنمائی کرنے والے ہوں اور جو معیار انہوں نے قائم کیے ہم بھی ان معیاروں کو قائم کرنے کی کوشش کرنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 دسمبر 2022ء تا 02 جنوری 2023ء جلد 29 شمارہ 104 خصوصی اشاعت بابت دورۂ امریکہ 2022 صفحہ 05 تا 11)

50

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 / دسمبر 2022ء بمطابق 16 / فتح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

دعا سے متعلق بہت لوگ سوال کرتے ہیں۔ آج کل تو خاص طور پر خدا تعالیٰ اور دعا کے متعلق سوال اٹھتے ہیں جبکہ باقاعدہ ایک منصوبہ بندی کے تحت دہریت کے حامی بھرپور حملہ خدا تعالیٰ کی ذات پر اور مذہب پر کر رہے ہیں۔ مختلف ذریعوں سے انسان کو خدا اور مذہب سے دُور کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ شیطان انسان سے ہمدردی کا لبادہ اوڑھ کر اسے دین اور خدا تعالیٰ سے دور کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ایسے حالات میں ہمارے لوگوں پر بھی بعض جگہ اور بعض دفعہ یہ شیطانی خیالات اثر ڈال دیتے ہیں یا دنیاداروں اور مذہب کے خلاف چلنے والوں کی باتیں انہیں مذہب کے بارے میں اور خدا تعالیٰ کے بارے میں عبادت کے بارے میں بے چینیاں پیدا کرنی شروع کر دیتی ہیں۔ شبہات دل میں پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں جو کم علم ہوتے ہیں۔ اگر کبھی کسی ابتلا سے گزرے یا ناکامیوں کا سامنا کرنا پڑا تو کمزور ایمان والوں اور کم علم والوں کو فوراً یہ خیال آنے لگ جاتا ہے کہ یا تو مذہب غلط ہے جس پر ہم لوگ قائم ہیں اور اصل میں اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے یا خدا تعالیٰ کی ذات ایسی نہیں کہ رحم کرتے ہوئے دعائیں سنے اور ہمیں اس ابتلا اور امتحان سے نکالے یا خدا تعالیٰ نے نعوذ باللہ ہم پر ظلم کیا ہے جو ہم اس حالت سے گزر رہے ہیں۔ باوجود دعاؤں کے ہماری پریشانیاں دور نہیں ہو رہیں۔ غرض کہ اس قسم کے بہت سے سوال بعض ذہنوں میں اٹھتے ہیں خاص طور پر ان کے جن کی نظر صرف دنیاوی چیزوں پر رہتی ہے۔ بعض لوگ مجھے بھی لکھ دیتے ہیں یا اپنے حالات بتاتے ہوئے سوال پوچھ رہے ہوتے ہیں تو لگ رہا ہوتا ہے کہ ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر وہ ایمان نہیں جو ہونا چاہیے اور جس ماحول میں وہ رہ رہے ہیں اس میں رہتے ہوئے ذرا سا بھی ابتلا ان پر آئے تو منفی سوچیں پیدا ہو جاتی ہیں یا شکوک سر اُبھارنے لگ جاتے ہیں حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اپنی حالتوں پر غور کریں۔ دیکھیں کہ ہم کس حد تک اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہم اپنی عبادتوں کو سنوار کر ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کس حد تک ہم نے اپنی دعاؤں کے معیار کو اونچا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کی ہماری کیا حالت ہے؟ بہرحال

آج میں دعا کے مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات کی روشنی میں بیان کروں

گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور ارشادات میں اس بارے میں بہت کچھ ہمیں نظر آتا ہے، لٹریچر میں موجود ہے۔ بہرحال مَیں چند باتیں بیان کروں گا **جن سے دعا کی حقیقت، اُس کے آداب، ہماری** ذمہ داری، اس کی ضرورت اور اللہ تعالیٰ پر یقین کے بارے میں کچھ وضاحت ہوتی ہے بلکہ وضاحت یقینی طور پہ ہوتی ہے۔ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے کہ ہمیں اچھے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور دعاؤں کی طرف توجہ رکھنی چاہیے تاکہ مشکلات میں بھی ہماری دعائیں سنی جائیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اللہ کا رحم ہے اس شخص پر جو امن کی حالت میں اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی مصیبت کے وارد ہونے پر ڈرتا ہے۔ جو اَمن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا خدا تعالیٰ اسے مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں۔

جب عذابِ الٰہی کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذابِ الٰہی کے نزول سے پیشتر دعا میں مصروف رہتا ہے، صدقات دیتا ہے اور امر الٰہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجالاتا ہے۔ یہی سعادت کے نشان ہیں۔'' فرمایا ''درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سعید اور شقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 229-230)

پس ایک حقیقی مومن کا یہ کام ہے کہ اپنے اچھے حالات میں خدا تعالیٰ کے حق کو اور اُس کی مخلوق کے حق کو کبھی نہ بھولے اور اگر وہ یہ حق ادا کر رہا ہے تو پھر مشکلات کے دَور سے خدا تعالیٰ اسے خود نکالتا ہے، اس کی دعائیں قبول کرتا ہے۔ پس یہ بنیادی نکتہ ہے کہ ہمیں کبھی اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں سست نہیں ہونا چاہیے۔ دنیاوی مصروفیات ہمیں اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے سے محروم کرنے والی نہ ہوں۔ پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ سے مانگتے وقت کیا حالت ہونی چاہیے اور اس کے کیا آداب ہیں اور یہ آداب خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں کس طرح سکھائے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقلمند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔ اسی لیے **سورۂ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے** اور اس میں سکھایا ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی تعریف کرو۔ الرَّحْمٰن ہے یعنی بلا مانگے اور سوال کیے دینے والا ہے۔ پھر الرَّحِيْم ہے یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمراتِ حسنہ مرتب کرنے والا ہے۔ ''سچی محنت''، یہ غور کرنے والا لفظ ہے۔ اللہ تعالیٰ رحیم ہے۔ سچی محنت پر پھل عطا فرماتا ہے اور سچی محنت کے معیار وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک جہاد کرنا پڑتا ہے۔ پھر فرمایا۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ جزا سزا اُسی کے ہاتھ میں ہے، چاہے رکھے چاہے مارے۔ اور جزا سزا آخرت کی بھی اور اِس دنیا کی بھی اُس کے ہاتھ میں ہے۔ صرف یہ نہیں کہ آخرت کی جزا سزا۔ اس دنیا میں بھی جو کام ہوتے ہیں ان کے فیصلے بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ فرمایا کہ جب اس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ ربّ ہے، رحمٰن ہے،

رحیم ہے، اُسے غائب مانتا چلا آرہا ہے اور اسے حاضر جان کر پکارتا ہے۔ یہ باتیں تو غیب کی ہیں۔ پھر یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حاضر ہے اور حاضر جان کر کیا پکارتا ہے۔ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ۔ اے اللہ! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یا ہم عبادت کرنا چاہتے ہیں اور تجھ سے ہی اس کے لیے مدد مانگتے ہیں۔ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ۔ یعنی ایسی راہ جو کہ بالکل سیدھی ہے، اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے۔ ایک راہ اندھوں کی ہوتی ہے کہ محنتیں کر کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ۔ یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تُو نے انعام کیا اور وہ وہی صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔

پھر غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ۔ نہ اُن لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا اور وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ۔ اور نہ ان کی جو دور جا پڑے ہیں، گمراہ ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ سے کُل دنیا اور دین کے کاموں کی راہ مراد ہے مثلاً ایک طبیب ہے جب کسی کا علاج کرتا ہے تو اُسے ایک صراطِ مستقیم ہاتھ نہ آوے، علاج نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تمام وکیلوں اور ہر پیشہ اور علم کی ایک صراطِ مستقیم ہے کہ جب وہ ہاتھ آجاتی ہے تو پھر کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اس لیے دنیاوی کاموں میں بھی صراطِ مستقیم کی تلاش ہونی چاہیے اور وہ اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو۔ آپؑ جس مجلس میں بیٹھے یہ بیان فرما رہے تھے وہاں ایک صاحب نے یہ اعتراض کیا کہ انبیاء کو اس دعا کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو عام آدمیوں کے لیے دعا ہے۔ انبیاء کو اس دعا کی کیا ضرورت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیوں کرتے تھے، وہ تو پیشتر سے ہی صراط مستقیم پر ہوتے ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ یہ دعا ترقیٔ مراتب اور درجات کے لیے کرتے ہیں بلکہ یہ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِیۡمَ تو آخرت میں مومن بھی مانگیں گے کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے اسی طرح اس کے درجات اور مراتب کی ترقی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد چہارم صفحہ 399-400)

پس یہ ہیں وہ آداب جن کو سامنے رکھ کر نماز پڑھی جائے، دعا کی جائے تو انسان ایک ایسی کیفیت میں سے گزرتا ہے جہاں اُسے خدا تعالیٰ کا قرب اور اپنی حاجات بیان کرنے کا صحیح ادراک حاصل ہوتا ہے۔ پھر دعا اور اس کے آداب کے بارے میں مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ”دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آدابِ دعا سے واقف ہیں اور نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے اُن طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیتِ دعا کے ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں مگر ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آدابِ دعا سے ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں۔“ جو اصلی معنی ہیں دعا کے اس طرح دعا نہیں ہوتی اس لیے قبول نہیں ہوتی ”اس لئے وہ منکرینِ دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں“ ایسے لوگ۔ ”اُن کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ دعا کے لیے سب سے اوّل اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوءِ ظن نہ کر بیٹھے“ بدظنی نہ

کرے اللہ تعالیٰ پر "کہ اب کچھ بھی نہیں ہو گا۔

بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دعا کی گئی کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ **دعا کرنے والے تھک گئے ہیں۔** جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے اور اس نامرادی نے یہاں تک برا اثر پہنچایا کہ دعا کی تاثیرات کا انکار شروع ہوا اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔" دہریت غالب آ جاتی ہے "اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرنے والا ہوتا تو اس قدر عرصہ دراز تک جو دعائیں کی گئی کیوں قبول نہ ہوئیں؟ مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانے والا انسان اگر اپنے عدمِ استقلال اور تلوّن کو سوچے تو اُسے معلوم ہو جائے کہ ساری نامرادیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شتاب کاری کا نتیجہ ہیں۔" آج یہاں، کل وہاں۔ مستقل مزاجی کوئی نہیں۔ جلد بازی طبیعت میں ہے تو وہ تو انسان کی اپنی غلطیاں ہیں۔ اگر مستقل مزاجی ہو، جلد بازی نہ ہو، ایمان مضبوط ہو تو کبھی یہ حالت پیدا ہو ہی نہیں سکتی۔ اگر دعا قبول نہیں ہوئی تو یہ تو اُس جلد بازی کا نتیجہ ہے۔ فرمایا "جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بدظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی۔ پس کبھی تھکنا نہیں چاہئے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 415 تا 417)

آپؑ نے دنیاوی مثالوں کے ساتھ دعا کرنے والے کے صبر کی مثال اس طرح دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ دیکھو!" دعا کی ایسی ہی حالت ہے جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے بھلے اناج کو مٹی کے نیچے دبا دیا۔ اُس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔" بیج کی ایک خصوصیت ہے پہلے اس کی جڑیں نکلتی ہیں، جڑیں زمین میں پیوست ہو جاتی ہیں پھر باہر کونپلیں نکلنی شروع ہو جاتی ہیں۔" اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا مگر ظاہر بین نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔" اب پودا نکل آیا، اَب پھل لگنے کا مرحلہ باقی ہے۔ نادان بچہ یہ سمجھے گا کہ اس کو تو پھل لگ نہیں سکتا یہ چھوٹا سا ہے۔" وہ یہ چاہتا ہے کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غور و پرداخت کرتا رہتا ہے اور اس طرح پر وہ وقت آ جاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے۔ یہی حال دعا کا ہے اور بعینہٖ اسی طرح دعا نشوونما پاتی اور مثمر بثمرات ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مآل اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔" دُور اندیش لوگ جو ہیں، نتیجہ کو صبر سے دیکھنے والے لوگ جو ہیں وہ مستقل مزاجی سے اپنے کام میں لگے رہتے ہیں، دعاؤں میں لگے رہتے ہیں

''اور اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 417)

پھر دعا کرنے والے کے صبر کے معیار کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ مزید فرماتے ہیں کہ ''یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنے والے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے حالانکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔ دیکھو! یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اُس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔'' پودے، بوٹے جس طرح نشوونما پاتے ہیں پہلے تو کچھ نہیں پتہ لگتا انسان کی یا کسی بھی جانور کی پیدائش کے وقت۔ اب انسان کی مثال ہے کہ ''چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے اور پوری میعاد گذرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔'' ڈاکٹر بھی اب بارہ ہفتے کے بعد ہی سکین کر کے کچھ بتاتے ہیں۔ تو بچہ کا پیدا ہونا باوجود سب ماڈرن ٹیکنالوجی کے ڈاکٹروں کو صحیح پتہ لگتا ہے اور وہ بھی اسی وقت سکین کرتے ہیں جب بارہ ہفتے گزر جاتے ہیں۔ اُس زمانے میں جب آپؑ بیان فرما رہے ہیں اُس وقت اتنی ٹیکنالوجی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ایک قانونِ قدرت کے بارے میں آپؑ نے یہ وضاحت فرمائی ہے۔ فرمایا کہ ''بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔'' پھر بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ساتھ ہی، یہ نہیں ہے کہ آرام سے پیدا ہو گیا۔ ماں کا بھی نئے سرے سے پیدا ہونا ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ''مرد شاید اُن تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدتِ حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح پر دعا کرنے والے کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ تلوُّن اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔'' جلد بازی نہ کرے، تکلیفوں کو برداشت کرے، دعا میں لگا رہے۔ ''اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنے والا زمانہ آجاتا ہے۔ دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے۔ جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ خیز ثابت ہوتی ہے۔'' دعا کو اس معیار تک لے جانا پہلے ضروری ہے۔ فرمایا کہ ''جس طرح پر آتشی شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعاعیں اس شیشہ پر آکر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت اور حدّت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکایک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصدِ مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے۔''

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 418)

پس ہر دعا کرنے والے کو اپنے جائزے سے خود ہی پتہ چل جائے گا کہ اس نے یہ معیار حاصل کیا ہے کہ

نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں آپؑ فارسی مصرعہ کی مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں ”پیدا است ندارا کہ بلند است جَنَابَت“ کہ پکار سے ظاہر ہے کہ تیری بارگاہ بہت بلند ہے۔ فرمایا کہ ”مدت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ مَیں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے۔“ امید ہوتی ہے کہ دعاؤں کا مزید موقع مل رہا ہے تو اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرمائے گا ”لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے۔“ اگر جواب نہ میں ملا ہے تو پھر ”وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔“ فرمایا کہ ”عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت اضطراب اور عاجزی سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔“ گھر والا اس کو ڈانٹتا ہے، جھڑکیاں دیتا ہے لیکن وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتا ”اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو“ یعنی گھر والے کو ”بھی کچھ شرم آ ہی جاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔ **تو کیا دعا کرنے والے کا ایک معمولی سائل جتنا بھی استقلال نہیں ہونا چاہئے؟** خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔ جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کہے کہ اب بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوائی کھالے تو اس وقت کیا بچہ پیدا ہو گا۔“ ضائع ہی ہو جائے گا بچہ۔ ”یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود مبتلا ہو گی؟ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے اور نہ نرا نقصان“ اٹھاتا ہے ”بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔“ فرماتے ہیں کہ ”ہمارے گاؤں میں ایک نجار تھا۔“ ترکھان تھا ”اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی۔ اس نے کہا اگر خدا ہوتا تو مَیں نے اتنی دعائیں کی تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی۔ اس طرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔“ فرمایا ”لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اس کا ایمان بڑھتا اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے۔ زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دَم میں سب کچھ کر سکتا ہے۔“ فرمایا ”کیا دیکھا نہیں کہ اس نے اُس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔“ عرب کے بدو کیا تھے، کیا لوگ تھے، دنیا پہ حکومت کی انہوں نے۔ ”اور بڑی بڑی سلطنتوں کو ان کا تابع فرمان بنا دیا اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے، خدا تعالیٰ کا ہو جاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جواں مرد ہو کر دکھائے۔ دل متزلزل نہ ہو اور اس میں کوئی آمیزش ریاکاری و شرک کی نہ ہو۔ ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اس کو اَبُوالمِلّت اور اَبُوالحُنَفَاء قرار دیا اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس قدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں۔ یہی صدق اور اخلاص تھا۔

دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اُسی وقت قبول ہو گئی؟ ابراہیم کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 419-420)

پس جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے۔ **صرف تکلیف میں انسان دعائیں نہ کرے بلکہ** اللہ تعالیٰ نے جب کشائش دی ہو، آسائشیں دی ہوں تب بھی دعائیں کرتے رہنا چاہیے۔ اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ دعا کی قبولیت کے لیے جسم اور روح کا آپس میں تعلق ہونا چاہیے اور کیسا تعلق ہونا چاہیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''ظاہری نماز اور روزہ اگر اُس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔'' آئے نمازیں پڑھ لیں۔ روح نہیں پگھل رہی تو پھر کوئی فائدہ نہیں ہے۔ ''جوگی اور سنیاسی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ اُن میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سُکھا دیتے ہیں۔'' ہاتھ کھڑا کیا اور کئی کئی دن کھڑا ہی رکھا اور ہاتھ سوکھ جاتا ہے۔ ''اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں۔ لیکن یہ تکالیف اُن کو کوئی نور نہیں بخشتیں اور نہ کوئی سکینت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔'' کرتب تو دکھا سکتے ہیں ظاہری طور پر مشقتیں بھی کر لیتے ہیں۔ بڑے بڑے فاقے بھی کر لیتے ہیں، تکلیفیں بھی برداشت کر لیتے ہیں لیکن وہ روحانیت کے نمونے نہیں دکھا سکتے۔ ''اسی لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (الحج:38) یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ وہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس طرح نماز روزہ اگر روح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت ہے؟'' دل میں بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ لی، دعائیں کر لیں۔ رو لیے۔ اللہ تعالیٰ کے آگے فریاد کر لی جس طرح پہلے مذاہب میں تھا مختلف نمازوں کی جو حالتیں ہیں قیام ہے، رکوع ہے، سجدہ ہے اس کی کیا ضرورت ہے؟ فرمایا ''اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل پکی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو روح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیاز مندی اور عبودیت پیدا نہیں ہو سکتی جو اصل مقصد ہے۔ اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں روح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔'' جو اپنے جسموں سے تو کام لیتے ہیں روح سے ان کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ''روح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص تکلف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا آ ہی جائے گا اور ایسا ہی جو تکلف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی آ ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پر نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا اس کے ساتھ ہی روح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔'' جس قدر عاجزی ہوتی ہے، نیاز مندی ہوتی ہے وہ روح میں بھی پیدا ہوتی ہے ''اگرچہ خدا نرے سجدہ کو قبول نہیں کرتا۔'' اگر صرف سجدہ کر دیا اور اس میں کوئی عاجزی نہیں، عجز نہیں، نیاز مندی نہیں، روح اس کا ساتھ نہیں دے رہی تو اللہ تعالیٰ اس سجدے کو قبول نہیں کرتا'' مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے اس لیے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ ''فطری بات ہے وہ انتہائی عجز کی حالت دکھانا چاہتا ہے۔

جھک گئے، سجدہ میں چلے گئے۔ فرماتے ہیں "جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو آکر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے۔ ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پژمردگی ظاہر ہوتی ہے۔" طبیعت بجھی بجھی سی رہنے لگتی ہے۔ اگر روح میں کوئی غم ہے، انسان کے دل کے اندر کوئی غم ہے تو جسم بھی تھکا تھکا لگتا ہے، بجھی بجھی طبیعت رہتی ہے، دوسروں کو بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ اس کی حالت کیا بن رہی ہے۔ کسی مجلس میں بیٹھنے کو دل نہیں کرتا۔ بیٹھے ہوں تو لوگ پوچھ رہے ہوتے ہیں کیا ہوا۔ فرمایا کہ "اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دورانِ خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آبپاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔" خون چلتا ہے دل کے ذریعہ سے لیکن ایک انجن کے طور پہ دل چل رہا ہے۔ "اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔" دل کا جو پمپ کرنا ہے اسی سے سب کچھ ہو رہا ہوتا ہے۔

"غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونو برابر چلتے ہیں۔" کبھی دل پھیلتا ہے پھر سکڑتا ہے، پھیلتا ہے سکڑتا ہے وہی جو جسمانی نظام کو چلاتا ہے خون کی گردش اس سے ہوتی ہے۔ کہتے ہیں جسمانی اور روحانی سلسلے بھی اسی طرح برابر چلتے ہیں۔ "روح میں جب عاجزی پیدا ہو جاتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیاز مندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہئے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرو۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا نفاق ہوتا ہے۔" یعنی یہ تو نفاق ہے ناں کہ دل نہیں چاہ رہا لیکن پھر بھی زبردستی عاجزی کا اظہار کرو لیکن کرنا ہے "مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے" عادت پڑ جاتی ہے اور پھر روح اور جسم دونوں ایک ساتھ کام کرنا شروع کر دیتے ہیں اور فرمایا "اور واقعی روح میں وہ نیاز مندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 420-422)

اور جب یہ حالت پیدا ہونی شروع ہوتی ہے **تو انسان کو نماز میں پھر لذّت بھی آنے لگتی ہے۔** صرف اپنے مطلب کے لئے وہ خدا تعالیٰ کے حضور نہیں جاتا بلکہ پھر خدا تعالیٰ سے تعلق اور محبت میں نمازوں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ پھر مزید وضاحت فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں "بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نمازوں میں لذّت نہیں آتی مگر وہ نہیں جانتے کہ لذّت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذّت کا معیار بھی الگ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذّت ہی سمجھ لیتا ہے۔" ان دنوں میں جب آپؑ یہ بیان فرما رہے تھے ٹرانسوال میں آزادی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ کہتے ہیں "دیکھو ٹرانسوال میں جو لوگ لڑتے ہیں۔" اس کی مثال دے رہے ہیں آپؑ۔ "باوجود یکہ اس میں جانیں جاتی ہیں اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں مگر قومی حمیت اور پاسداری ان کو ایک لذّت اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔" قوم کے لیے وہ قربانی کر رہے

ہیں۔ ”ان کو قومی حمیت اور پاسداری موت کے منہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے۔ ادھر قوم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کر رہی ہے جبکہ اغراضِ قومی متحد ہیں۔“ اغراض تو ایک ہی ہیں۔ ایک فریق قربانیاں کر رہا ہے اور دوسرے ان کو encourage کر رہے ہیں، اُن کی قدر کر رہے ہیں۔ ”پھر اُن کی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ ان کے دکھ اور تکالیف کی وجہ سے۔“ کیونکہ وہ دکھ اٹھا رہے ہیں اس لیے ان کی قدر ہوتی ہے۔ ”اُن کی محنت اور جانفشانی کے باعث“ ان کی قدر ہوتی ہے جو آزادی حاصل کرنے کے لیے تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔

”**غرض ساری لذّت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے**۔ اسی لئے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (الم نشرح:7) اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اسی طرح پر

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادت میں لذّت نہیں آتی ان کو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لئے کس قدر دکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں۔ ”لذّت نہیں آتی تو پہلے دیکھیں، سوچیں کہ انہوں نے عبادت کے لیے کوئی تکلیف اٹھائی؟ ”جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اٹھائے گا وہی تبدیل صورت کے بعد لذّت ہو جاتا ہے۔“ فرمایا کہ ”میری مراد ان دکھوں سے نہیں کہ انسان اپنے آپ کو بے جا مشقتوں میں ڈالے اور مالا یطاق تکالیف اٹھانے کا دعویٰ کرے۔“

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 422-423)

بلکہ مراد یہ ہے کہ وقت پہ نمازوں کی طرف بھی ان کے جو پورے لوازمات ہیں اس کے ساتھ تیاری کر کے ادا کرنے کی کوشش کرے اور نیند کو بھی قربان کرے اور اپنے کاروباروں کو بھی قربان کرے اور وقت پہ نماز ادا کرنے کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا کرے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو خود تو کسی قسم کی تکلیف اٹھاتے نہیں یا اٹھانا نہیں چاہتے اور سمجھتے ہیں کہ دوسروں سے دعا کروا کر ان کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ ان سے بعض دفعہ پوچھو تو یہ جواب ہوتا ہے کہ پانچ نمازیں بھی باقاعدگی سے نہیں پڑھتے۔ ایک دفعہ ایک بیٹے نے اپنے باپ کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دعا کی غرض سے کہا اور یہ دعا کسی ذاتی غرض کے لیے نہیں تھی بلکہ اس کے دین کے لیے تھی۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ توجہ سے تم دعا کرو۔ تم خود توجہ سے دعا کرو۔ باپ کی دعا جس طرح بیٹے کے لیے قبول ہوتی ہے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ فرمایا اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں، آپؑ اُس شخص کو فرما رہے ہیں کہ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہو گا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد چہارم صفحہ 187-188)

خود دعا کرو گے تو پھر میری دعاؤں کا اثر ہو گا۔ نہیں تو کوئی نہیں ہو گی۔ پس دعائیں کروانے والے صرف دوسروں کی دعاؤں پر انحصار نہ کریں بلکہ خود بھی توجہ سے دعا کریں۔ عبادت میں لذّت کے حاصل کرنے کے طریق کے بارے میں بیان فرماتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ ”یاد رکھو کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنی محبوب چیزوں کو جو خدا کی نظر میں مکروہ اور اس کے منشاء کے مخالف ہوتی ہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو تکالیف میں ڈالتا ہے تو ایسی

تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے۔" کیا تکالیف اٹھانی ہیں۔ پہلے آیا تھا ناں کہ تکلیف اٹھانی چاہیے۔ کس قسم کی تکلیفیں؟ جو مکروہ چیزیں ہیں، جو اللہ کی منشاء کے مخالف ہیں ان کو چھوڑو۔ ان کے چھوڑنے سے تکلیف بھی پہنچتی ہو تو چھوڑو۔ "تو ایسی تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے متاثر ہو کر ساتھ ہی ساتھ اپنی تبدیلی میں لگتی ہے یہاں تک کہ کامل نیاز مندی کے ساتھ آستانۂ الوہیت پر بے اختیار ہو کر گر پڑتی ہے۔" اس طرح جب تکلیفیں اٹھاؤ گے، اللہ کی خاطر بعض چیزوں کو چھوڑو گے تو روح پر اس کا اثر ہو گا اور جب روح پر اس کا اثر ہو گا تو نمازوں میں، سجدے میں، رکوع میں وہ روح اللہ تعالیٰ کے حضور گرے گی۔ "یہ طریق ہے عبادت میں لذّت حاصل کرنے کا۔" فرمایا "تم نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عبادت میں لذّت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گا لئے یا باجے بجا لئے اور یہی اس کی عبادت ہو گی۔" آنکھیں بند کر کے مراقبے میں چلے گئے تو سمجھتے ہیں یہی عبادت ہو گئی یا گیت سن لیے وہی عبادت ہو گئی۔ فرمایا "اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ یہ باتیں نفس کی لذّت کا باعث ہوں تو ہوں مگر روح کے لئے ان میں لذّت کی کوئی چیز نہیں۔ ان سے روح میں فروتنی اور انکساری کے جوہر پیدا نہیں ہوتے اور عبادت کا اصل منشاء گم ہو جاتا ہے۔" فرمایا کہ "طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزا حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذّت سمجھی جاتی ہے؟ یہ باریک بات ہے جس کو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتی ہیں کیونکہ انہوں نے عبادت کی اصل غرض اور غائت کو سمجھا ہی نہیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 423-424)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفا اور اپنے آپ کو تکالیف میں خدا تعالیٰ کی خاطر ڈالنے اور اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے سلوک کی مثال دیتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: "خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى (النجم:38) ابراہیمؑ وہ ابراہیمؑ ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا داری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے۔ جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذّتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے اور ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی یہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے وہ بت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اُس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا یہ یونہی مل گیا تھا؟ نہیں۔ وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے اور عمل دکھ سے آتا ہے لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو! ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ

میں ڈالے گئے لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کر سکی۔

اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچالیتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں ہے۔" فرمایا "ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ روح کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی امور کا اثر روح پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہئے کہ جسم سے روح پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس قدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں وہ اسی مرکب صورت سے ہوتے ہیں۔" یعنی جسم اور روح دونوں کو ملانے سے۔ "الگ جسم یا اکیلی روح کوئی نیک یا بد عمل نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ جزا سزا میں بھی دونو کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بعض لوگ اسی راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا بہشت جسمانی ہے حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو جزا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے؟ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونو طریقوں کو جو افراط اور تفریط کے ہیں چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے۔ یہ دونو خطرناک باتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہئے۔ مجرد تعذیبِ جسم سے کچھ نہیں بنتا اور محض آرام طلبی سے بھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 429-430)

مشکلات میں ڈالنے سے جسم کو بھی کچھ نہیں بنتا اور صرف آرام طلبی اگر کرو گے تو پھر بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ روح اور جسم کو ملانا ضروری ہے۔ **دعا کے زمانے میں بھی ابتلا آتے ہیں** حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت موسیٰ کی قوم کی مثال دیتے ہوئے کہ کس طرح ان پر ابتلا آئے اور لمبے ہوئے۔ فرماتے ہیں کہ "ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشمِ زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے اور بامراد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں ابتلا کے طور پر اَور بھی ابتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا کہ وہ آدھا دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھا دن اپنا کام کیا کریں۔" آدھے دن کی ان کو چھٹی ہوتی تھی۔ آدھا دن فرعون کا کام کرنا تھا۔ "لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نجات دلانے کی کوشش کی تو پھر شریروں کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا۔" سزا کے طور پر کیا ہوا "اور انہیں حکم ملا کہ آدھا دن تو تم اینٹیں پاتھا کرو اور آدھا دن گھاس لایا کرو۔" وہ فرعون کے کام ہی ہوں گے۔ اپنے لیے ان کے پاس کوئی وقت نہیں تھا۔ "حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑے ناراض ہوئے" قوم ان کی "اور کہا کہ موسیٰ! خدا تم کو وہ دکھ دے جو ہم کو ملا ہے۔ اَور بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بد دعائیں دیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ تورات میں یہ سارا قصہ لکھا ہے کہ جوں جوں موسیٰ علیہ السلام انہیں تسلی دیتے تھے وہ اَور بھی برافروختہ ہوتے تھے۔" اَور بھی غصہ میں آتے تھے۔ "آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی" وہاں سے ہجرت کرنے کی تجویز ہوئی "اور مصر والوں کے کپڑے اور برتن وغیرہ جو لئے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے۔" جو کچھ انہیں ملا تھا وہ بھی ساتھ لے لیا۔

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر ان کا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعونیوں کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اس وقت وہ چلّائے اور کہا۔ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ (الشعراء:62) اے موسیٰ! ہم تو پکڑے گئے۔ مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوت کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے۔ انہیں یہی جواب دیا۔ كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ (الشعراء:63) ہر گز نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔

تورات میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لئے قبریں نہ تھیں اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا۔" وہ کہہ رہے تھے اگر مصر میں ہم رہتے تو وہاں بھی تو مرنا تھا۔ وہاں بھی دفن ہو جاتے۔ یہ تو اب بڑی مشکل میں آ گئے کہ آگے دریا ہے اور پیچھے فوج ہے جو ہمیں، ساروں کو قتل و غارت کرے گی۔ بڑے پریشان تھے۔ فرمایا کہ "وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر بچ سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر۔ مگر اللہ تعالیٰ قادر مقتدر خدا ہے۔ دریائے نیل میں سے انہیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہو گئے مگر فرعونیوں کا لشکر غرق ہو گیا... یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ پیدا کر دی اور یہی متقی کے ساتھ ہوتا ہے کہ ہر ضیق سے" ہر تنگی سے "اسے نجات اور راہ ملتی ہے۔ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (الطلاق:3)۔ غرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلا پر ابتلا آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلا بھی آ جاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید الفطرت ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سرّ یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے کیونکہ جس جس قدر اضطرار اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے ہیں۔" گدازش پیدا ہونا، رقت پیدا ہونا اور دعاؤں کی طرف توجہ پیدا ہونا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرنا چاہتا ہے۔ "پس کبھی گھبرانا نہیں چاہئے اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بدظن نہیں ہونا چاہئے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہ چاہئے کہ میری دعا قبول نہ ہو گی یا نہیں ہوتی۔" فرمایا کہ "ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 433 تا 435)

اگر اللہ تعالیٰ کے خلاف ایسی صورت پیدا ہو جائے تو پھر دہریت کی طرف قدم اٹھتے ہیں اور آج کل تمام تر توجہ مذہب اور خدا تعالیٰ کے مخالفین کی جیسا کہ میں نے کہا اس طرف ہے کہ یہ دلوں میں ڈالا جائے کہ خدا تعالیٰ نے **تمہیں کیا دیا۔ مذہب کا کیا فائدہ ہے۔** مذہب سست بناتا ہے۔ مذہب خیالی باتیں ذہنوں میں پیدا کرتا ہے۔ اور ایسے وقت میں ہر احمدی کا یہ کام ہے کہ اللہ تعالیٰ سے پختہ تعلق پیدا کرے۔ وقتی اور ضرورت کے وقت تعلق نہ ہو اور عبادت نہ ہو صرف بلکہ سکون کے حالات میں، آسائش کے حالات میں بھی اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو اور اپنی عبادتوں کی حفاظت ہو اور دعاؤں پر یقین ہو۔ پس یہی ایک احمدی کی ذمہ داری ہے اور یہی بیعت کا حق ادا کرنا

ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ "ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو کیونکہ اگر سستی ہو تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے۔" تہجد کے لیے اٹھنا تو بڑی بات ہے عام نمازوں کے لیے وضو کرنا بھی مشکل لگتا ہے۔ فرمایا "اگر اعمالِ صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو" نیکیوں میں بڑھنے کے لیے اگر تمہارے اندر جوش نہیں ہے "تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔"

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 439)

پس بڑے فکر کے ساتھ ہمیں اپنا تعلق اللہ تعالیٰ سے بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیے اور جب یہ حقیقی تعلق ہو گا تو دعاؤں کی قبولیت کے نظارے بھی ہم دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ ان دنوں میں خاص طور پر پاکستان کے احمدیوں کے لیے بہت دعا کریں۔ وہاں احمدیوں کے لیے زیادہ سے زیادہ مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اسی طرح الجزائر کے احمدیوں کے لیے بھی دعا کریں وہاں بھی دوبارہ آج کل ان کو ابال آیا ہوا ہے۔ مشکلات پیدا کر رہے ہیں۔ اسی طرح دوسری جگہوں پہ بھی جہاں جہاں احمدیوں کو مشکلات ہیں اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہر احمدی کو محفوظ رکھے اور ہر پریشانی سے بچائے اور دشمن کو خائب و خاسر کرے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28/ دسمبر 2021ء تا 03/ جنوری 2022ء جلد 28 شمارہ 104-105 صفحہ 05 تا 09)

51

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23/ دسمبر 2022ء بمطابق 23/ فتح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج سے قادیان کا جلسہ بھی شروع ہوا ہے اور اسی طرح بعض افریقن ممالک میں بھی جلسہ سالانہ ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ملک کے جلسے کو ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اتوار کو جلسہ کے آخری دن جو قادیان کے جلسہ سے خطاب ہو گا اس میں باقی افریقن ممالک بھی شامل ہوں گے۔ سات، آٹھ ممالک ہیں۔ اور کوشش ہو گی کہ ان کو ایم ٹی اے کے ذریعہ یہاں سے براہ راست ملا بھی دیا جائے۔ بہر حال اب جبکہ ان ممالک میں لوگ ایک جگہ جمع ہو کر خطبہ بھی سن رہے ہوں گے اور توجہ سے سننے کا ایک خاص ماحول بنا ہوا ہے تو اس لحاظ سے مَیں نے مناسب سمجھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں وہ باتیں پیش کروں جن میں آپؑ کا **اپنی بعثت کے مقصد اور جماعت کے مقصد کے بارے میں بیان ہے** اور مختلف نصائح آپ نے فرمائی ہیں۔ بہت سے نومبائع اور نئی نسل کے احمدی بھی ان جلسوں میں شامل ہوں گے جن تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الفاظ میں یہ باتیں نہیں پہنچی ہوں گی تو ان کو بھی یہ جاننا ضروری ہے تا کہ اپنے ایمان و یقین اور اخلاص و وفا میں ان دنوں میں خاص طور پر کوشش کریں اور ترقی کریں اور اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے آپؑ کی بعثت کے مقصد اور اپنی ذمہ داریوں کا ادراک حاصل کریں۔ قیام سلسلہ احمدیہ کی غرض کیا تھی اور کیوں اس زمانہ میں اس کا قیام ضروری تھا؟ اس بات کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ”یہ زمانہ کیسا مبارک زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان پُر آشوب دنوں میں محض اپنے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لئے یہ مبارک ارادہ فرمایا کہ غیب سے اسلام کی نصرت کا انتظام فرمایا اور ایک سلسلہ کو قائم کیا۔ مَیں ان لوگوں سے پوچھنا چاہتا ہوں جو اپنے دل میں اسلام کے لئے ایک درد رکھتے ہیں اور اس کی عزت اور وقعت ان کے دلوں میں ہے وہ بتائیں کہ کیا کوئی زمانہ اس زمانہ سے بڑھ کر اسلام پر گذرا ہے جس میں اس قدر سبّ و شتم اور توہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کی گئی ہو اور قرآنِ شریف کی ہتک ہوتی ہو؟ پھر مجھے مسلمانوں کی حالت پر سخت افسوس اور دلی رنج ہوتا ہے اور بعض وقت میں اس درد سے بیقرار ہو جاتا ہوں کہ ان میں اتنی حس بھی باقی نہ رہی کہ اس بے عزتی کو محسوس کر لیں۔ کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کچھ بھی عزت اللہ تعالیٰ کو منظور نہ تھی جو اس قدر سبّ و شتم پر بھی وہ کوئی آسمانی سلسلہ قائم نہ کرتا اور ان مخالفینِ اسلام کے منہ بند کر کے آپ کی عظمت اور پاکیزگی کو دنیا میں پھیلاتا جبکہ خود

اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں تو اس توہین کے وقت اس صلوٰۃ کا اظہار کس قدر ضروری ہے اور اس کا ظہور اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی صورت میں کیا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 13-14)

پس یہ ہماری ذمہ داری ہے جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مانا، اس سلسلہ میں شامل ہوئے کہ جہاں اپنی حالتوں کو درست کریں وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھی بھیجیں اور ان دنوں میں خاص طور پر درود کی طرف توجہ ہونی چاہیے۔ جب ہم زیادہ سے زیادہ درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھیجیں گے تو اس مقصد کو پورے کرنے والے ہوں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو قائم کرنے کا آپؑ نے بیان فرمایا ہے۔ پھر اپنی بعثت کی غرض کو بیان فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: "مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ مَیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اس کی آیات و نشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر اُن کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ان کی تعداد اس قدر ہو کہ رُوئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔" دنیا کے مختلف ممالک میں جو آج جلسوں کا انعقاد ہے اور ہزاروں احمدیوں کی شمولیت ہے وہ بھی انہی نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: "اس قدر صورتیں اس سلسلہ کی سچائی کی موجود ہیں کہ ان سب کو بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ چونکہ اسلام کی سخت توہین کی گئی تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسی توہین کے لحاظ سے اس سلسلہ کی عظمت کو دکھایا ہے۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 14)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "**یہ زمانہ بھی روحانی لڑائی کا ہے۔ شیطان کے ساتھ جنگ شروع ہے۔** شیطان اپنے تمام ہتھیاروں اور مکروں کو لے کر اسلام کے قلعہ پر حملہ آور ہو رہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اسلام کو شکست دے مگر خدا تعالیٰ نے اِس وقت شیطان کی آخری جنگ میں اُس کو ہمیشہ کے لئے شکست دینے کے لئے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔" پس یہ بات ہر احمدی کو اپنی ذمہ داری کی طرف توجہ دلاتی ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: "مبارک وہ جو اس کو شناخت کرتا ہے۔ اب تھوڑا زمانہ ہے ابھی ثواب ملے گا۔ لیکن عنقریب وقت آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی سچائی کو آفتاب سے بھی زیادہ روشن کر دکھائے گا۔ وہ وقت ہو گا کہ ایمان ثواب کا موجب نہ ہو گا اور نہ توبہ کا دروازہ بند ہونے کے مصداق ہو گا۔ اِس وقت میرے قبول کرنے والے کو بظاہر ایک عظیم الشان جنگ اپنے نفس سے کرنی پڑتی ہے۔ وہ دیکھے گا کہ بعض اوقات اس کو برادری سے الگ ہونا پڑے گا۔ اس کے دنیاوی کاروبار میں روک ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کو گالیاں سننی پڑیں گی۔ لعنتیں سنے گا مگر ان ساری باتوں کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں سے ملے گا۔" فرمایا: "لیکن جب دوسرا وقت آیا" یعنی جب وہ وقت آئے گا "اور اس زور کے ساتھ دنیا کا رجوع ہوا جیسے بلند ٹیلہ سے پانی نیچے گرتا ہے۔" یعنی جب ترقی کا زمانہ آئے گا "اور کوئی انکار کرنے والا ہی نظر نہ آیا اس وقت اقرار کس پایہ کا ہو گا؟" اس وقت ماننا تو کیا ماننا۔ "اس وقت ماننا شجاعت کا کام نہیں۔ ثواب ہمیشہ دکھ ہی کے زمانہ میں ہوتا

ہے۔" فرمایا کہ "حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قبول کر کے اگر مکہ کی نمبر داری چھوڑ دی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو ایک دُنیا کی بادشاہی دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کمبل پہن لیا اور ہر چہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم" یعنی ہم نے کشتی پانی میں ڈال دی ہے اب جو ہونا ہے ہو، اس "کا مصداق ہو کر آپؑ کو قبول کیا تو کیا خدا تعالیٰ نے اُن کے اجر کا کوئی حصہ باقی رکھ لیا؟ ہر گز نہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے لئے ذرا بھی حرکت کرتا ہے وہ نہیں مرتا جب تک اُس کا اجر نہ پالے۔ حرکت شرط ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی طرف معمولی رفتار سے آتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف دوڑ کر آتا ہے۔ ایمان یہ ہے کہ کچھ مخفی ہو تو مان لے۔ جو ہلال کو دیکھ لیتا ہے تیز نظر کہلاتا ہے۔" یعنی پہلے دن کے چاند کو جو دیکھتا ہے وہ تیز نظر کہلاتا ہے "لیکن چودھویں کے چاند کو دیکھ کر شور مچانے والا" کہے کہ میں نے چاند دیکھ لیا وہ تو "دیوانہ کہلائے گا۔"

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 25-26)

پس خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو آج مسیح موعودؑ کو قبول کر رہے ہیں اور مخالفتوں کا سامنا کر کے اللہ تعالیٰ کے پیار کو حاصل کرنے والے بن رہے ہیں۔ پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ صرف مان لینا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اصل غرض یہ ہے کہ ایک پاک تبدیلی پیدا ہو۔ توحید خالص پر قدم مارنے والا انسان بنے تب پھر اللہ تعالیٰ کے فضل بڑھتے جاتے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا کہ "جو شخص محض اللہ تعالیٰ سے ڈر کر اس کی راہ کی تلاش میں کوشش کرتا ہے اور اس سے اس امر کی گرہ کشائی کے لیے دعائیں کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے قانون (وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ (العنکبوت: 70) یعنی جو لوگ ہم میں سے ہو کر کوشش کرتے ہیں ہم اپنی راہیں ان کو دکھا دیتے ہیں) کے موافق خود ہاتھ پکڑ کر راہ دکھا دیتا ہے اور اسے اطمینانِ قلب عطا کرتا ہے اور اگر خود دل ظلمت کدہ اور زبان دعا سے بوجھل ہو اور اعتقاد شرک و بدعت سے ملوث ہو تو وہ دعا ہی کیا ہے اور وہ طلب ہی کیا ہے جس پر نتائج حسنہ مترتب نہ ہوں۔ جب تک انسان پاک دل اور صدق و خلوص سے تمام ناجائز رستوں اور امید کے دروازوں کو اپنے اوپر بند کر کے خدا تعالیٰ ہی کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتا اس وقت تک وہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اُسے ملے لیکن جب وہ اللہ تعالیٰ ہی کے دروازہ پر گرتا اور اسی سے دعا کرتا ہے تو اس کی یہ حالت جاذبِ نصرت اور رحمت ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ آسمان سے انسان کے دل کے کونوں میں جھانکتا ہے اور اگر کسی کونے میں بھی کسی قسم کی ظلمت یا شرک و بدعت کا کوئی حصہ ہوتا ہے تو اُس کی دعاؤں اور عبادتوں کو اس کے منہ پر اُلٹا مارتا ہے۔ اور اگر دیکھتا ہے کہ اس کا دل ہر قسم کی نفسانی اغراض اور ظلمت سے پاک صاف ہے تو اس کے واسطے رحمت کے دروازے کھولتا ہے اور اسے اپنے سایہ میں لے کر اس کی پرورش کا خود ذمہ لیتا ہے۔" فرمایا کہ "اس سلسلہ کو اللہ تعالیٰ نے خود اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے اور اس پر بھی ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ آتے ہیں اور وہ صاحبِ اغراض ہوتے ہیں۔ اگر اغراض پورے ہو گئے تو خیر ورنہ کدھر کا دین اور کدھر کا ایمان۔" بعض لوگ بیعت ہی کسی مقصد کے لیے کرتے ہیں۔ اس کی مزید وضاحت دوسری جگہ اس طرح ہوئی ہے۔ فرمایا کہ "اغراضِ نفسانی شرک ہوتے ہیں۔ وہ قلب پر حجاب

لاتے ہیں۔ اگر انسان نے بیعت بھی کی ہوئی ہو تو پھر بھی اس کے لئے ٹھوکر کا باعث ہوتے ہیں۔

ہمارا سلسلہ تو یہ ہے کہ انسان نفسانیت کو ترک کر کے توحیدِ خالص پر قدم مارے۔ سچی طلب حق کی ہو ورنہ جب وہ اصل مطلوب میں فرق آتا دیکھے گا تو اسیوقت الگ ہو جاوے گا۔ کیا صحابہ کرامؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی واسطے قبول کیا تھا کہ مال و دولت میں ترقی ہو...'' نہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں کہ ''صحابہؓ کی زندگی میں نظر کی جاوے تو ان میں ایک بھی ایسا واقعہ نظر نہیں آتا۔ انہوں نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ ہماری بیعت تو بیعتِ توبہ ہی ہے لیکن ان لوگوں کی بیعت تو سر کٹانے کی بیعت تھی۔'' صحابہ کی۔ ابھی میں نے واقعات بیان کیے ہیں۔ گذشتہ کئی خطبات میں صحابہ کا ایک لمبا سلسلہ چلایا تھا کہ کس طرح وہ اپنا سر کٹاتے تھے۔ ''ایک طرف بیعت کرتے تھے اور دوسری طرف اپنے سارے مال و متاع، عزت و آبرو اور جان و مال سے دستکش ہو جاتے تھے۔ گویا کسی چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور اس طرح پر اُن کی کُل امیدیں دنیا سے منقطع ہو جاتی تھیں۔ ہر قسم کی عزت و عظمت اور جاہ و حشمت کے حصول کے ارادے ختم ہو جاتے تھے۔ کس کو یہ خیال تھا کہ ہم بادشاہ بنیں گے یا کسی ملک کے فاتح ہوں گے۔ یہ باتیں ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں بلکہ وہ تو ہر قسم کی امیدوں سے الگ ہو جاتے تھے اور ہر وقت خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر دکھ اور مصیبت کو لذّت کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہو جاتے تھے۔ یہاں تک کہ جان تک دینے کو آمادہ رہتے تھے۔ ان کی اپنی تو یہی حالت تھی کہ وہ اس دنیا سے بالکل الگ اور منقطع تھے لیکن یہ الگ امر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی عنایت کی اور ان کو نوازا اور اُن کو جنہوں نے اس راہ میں اپنا سب کچھ قربان کر دیا تھا ہزار چند کر دیا۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 396 تا 398 مع حاشیہ)

پھر مزید ہدایت فرماتے ہوئے کہ جماعت کو قائم کرنے کا مقصد اصل توحید کو قائم کرنا اور محبت الٰہی پیدا کرنا ہے آپؑ فرماتے ہیں کہ ''خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین، جورو، اپنی اولاد، اپنے نفس، غرض ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کی رضاء کو مقدم کر لیا جاوے۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (البقرۃ:201) یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔ اب یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تم خدا کو باپ کہا کرو بلکہ اس لئے یہ سکھایا ہے کہ نصاریٰ کی طرح دھوکہ نہ لگے اور خدا کو باپ کر کے پکارا نہ جائے اور اگر کوئی کہے کہ پھر باپ سے کم درجہ کی محبت ہوئی تو اس اعتراض کے رفع کرنے کے لئے اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا رکھ دیا۔ اگر اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا نہ ہوتا تو یہ اعتراض ہو سکتا تھا۔ مگر اب اس نے اس کو حل کر دیا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 188)

پس یہ ہے اللہ تعالیٰ کی محبت جو ایک مومن کے دل میں ہونی چاہیے کہ تمام دنیاوی رشتوں سے زیادہ خدا کی محبت ہو۔ ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں کہ کیا یہ محبت ہم اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں یا کیا اس کے لیے ہمارے دل میں کوئی خواہش اور تڑپ ہے؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس محبت کی مزید وضاحت کرتے ہوئے اور اس کا معیار بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ''اصل توحید کو قائم کرنے کے لئے ضروری

ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک عملی حصہ میں کامل نہ ہو۔ نری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے۔'' چینی یا شکر کا نام لیتا ہے۔ ''تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جاوے۔ ''میٹھا تو نہیں ہو جاتا وہ۔ ''یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلو تہی کرے تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا نرا زبانی ہی اقرار ہو اور اس کے ساتھ محبت کا بھی زبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں بلکہ یہ حصہ زبانی اقرار کی بجائے عملی حصہ کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ زبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں۔ میری غرض یہ ہے کہ زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے اس لئے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو۔ ''یعنی خدا تعالیٰ ہر چیز پر مقدم ہو۔ اس کے احکامات ہر چیز پر مقدم ہوں۔ اس کا بھیجا ہوا دین ہر چیز پر مقدم ہو اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہو۔

فرمایا ''**اور یہی اسلام ہے، یہی وہ غرض ہے جس کے لئے مجھے بھیجا گیا ہے**۔ پس جو اِس وقت اِس چشمہ کے نزدیک نہیں آتا جو خدا تعالیٰ نے اس غرض کے لئے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالبِ صادق کو چاہئے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمۂ جاری کے کنارے اپنا منہ رکھدے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ کے سامنے غیریت کا چولہ اتار کر آستانۂ ربوبیت پر نہ گر جاوے اور یہ عہد نہ کر لے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی رہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا۔ ''کچھ بھی ہو جائے اللہ تعالیٰ کو نہیں چھوڑنا۔ ''اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار رہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم الشّان اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے۔

پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہئے کہ ابراہیم بنو۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ **ولی پرست نہ بنو۔ بلکہ ولی بنو اور پیر پرست نہ بنو**۔ بلکہ پیر بنو تم اُن راہوں سے آؤ بیشک وہ تنگ راہیں ہیں۔ ''یعنی اپنا مقام وہ بناؤ۔ یہ نہیں کہ پیری مریدی شروع کر دو بلکہ اپنے آپ کو اس سطح پر لے کر جاؤ جہاں انسان ولی کہلائے۔ جہاں لوگ کہیں کہ ہاں یہ وہ شخص ہے جو نیک کام کرتا ہے، اس کی پیروی کرنی چاہیے۔ فرمایا کہ ''تم اُن راہوں سے آؤ۔ بے شک وہ تنگ راہیں ہیں لیکن ان سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ اس دروازہ سے بالکل ہلکے ہو کر گزرنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گٹھری سر پر ہو تو مشکل ہے۔ ''یعنی اگر دنیاوی خواہشات کی اور دنیاوی ترجیحات کی گٹھری سر پہ اٹھائی ہوئی ہے اور دنیا غالب ہے، دین پیچھے ہے تو پھر یہاں سے گزرنا بہت مشکل ہے۔ ''اگر گزرنا چاہتے ہو تو اس گٹھری کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر مقدم کرنے کی گٹھری ہے، پھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہئے کہ اس کو پھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں وفاداری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے ٹھہرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہو گا جو وفاداری کو چھوڑ کر غدّاری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی اسے فریب دے سکتا

ہے اس لئے ضروری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 188 تا 190)

پھر توحید کے قیام کے ساتھ، اللہ تعالیٰ سے محبت کے ساتھ **اللہ تعالیٰ کے حبیب کے ساتھ عشق کا تعلق** بھی ضروری ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنی توحید کے راستے دکھائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور آپؐ کی عزت وعظمت کو قائم کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لئے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔" غیروں کی مثال دیتے ہوئے جو پیر پرستی میں ڈوبے ہوئے ہیں، قبروں کے پوجنے والے ہیں اور پھر یہ دعویٰ ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق میں فنا ہیں اور ہمیں کافر کہنے والے ہیں اور اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ احمدی نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ "ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے۔ اگر اس جیسے ہزاروں اَور بھی ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی۔" یعنی ایک شخص کسی کا عاشق کہلاتا ہے لیکن ساتھ ہی بہت سارے اَور معشوق بھی بنائے ہوئے ہیں تو پھر جس سے عشق کر رہا ہے اس کی خصوصیت کیا رہی؟ "تو پھر اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہیں۔" یہ لوگ جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہیں "جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں خانقاہوں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں۔" بہت ساری خانقاہیں ہیں، مزار ہیں جن پہ یہ جاتے ہیں، چڑھاوے چڑھاتے ہیں، دعائیں کرتے ہیں بلکہ سجدے بھی کر لیتے ہیں۔ فرمایا کہ "مدینہ طیبہ تو جاتے ہیں مگر اجمیر اور دوسری خانقاہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پٹن کی کھڑکی میں سے گذر جانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے۔ کسی نے کوئی اَور صورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے عرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے کہ یہ انہوں نے کیا بنا رکھا ہے۔" برصغیر، ہندوستان پاکستان میں یہ چیزیں عام نظر آتی ہیں۔ "اگر خدا تعالیٰ کو اسلام کی غیرت نہ ہوتی اور اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (اٰل عمران: 20) خدا کا کلام نہ ہوتا اور اُس نے نہ فرمایا ہوتا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) تو بیشک آج وہ حالت اسلام کی ہو گئی تھی کہ اس کے مٹنے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدۂ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو پھر نازل کرے اور اس زمانہ میں آپؐ کی نبوت کو نئے سرے سے زندہ کر کے دکھادے۔ چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور مجھے مامور اور مہدی بنا کر بھیجا۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 92)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں مجھے مامور اور مہدی بنا کر بھیجا۔ پس ہمارا فرض ہے اور تبھی ہم حقِ بیعت ادا کر سکتے ہیں جب ہم اپنے اور غیر میں ایک واضح فرق پیدا کر کے دکھائیں اور محبت الٰہی اور عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی مثالیں قائم کریں۔ **اپنی زبانوں کو تسبیح، تحمید اور درود سے تر رکھنے کی کوشش کریں۔** صحابہ کا

نمونہ اپنانے اور ان جیسا اخلاص و وفا پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ ”جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدہا نشان اس نے ظاہر کئے ہیں اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہؓ کی جماعت ہو اور پھر خیر القُرون کا زمانہ آجاوے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ میں داخل ہوتے ہیں اس لئے وہ جھوٹے مشاغل کے کپڑے اتار دیں۔“ احمدی ہونے کے لیے جھوٹے مشغلے جو ہیں ختم ہو جانے چاہئیں۔ ”اور اپنی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں۔ فَیْجِ اَعْوَجْ... “یعنی ٹیڑھا زمانہ ”کے دشمن ہوں۔ اسلام پر تین زمانے گزرے ہیں۔ ایک قرونِ ثلاثہ، اس کے بعد فَیْجِ اَعْوَجْ کا زمانہ جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادیا کہ لَیْسُوْا مِنِّیْ وَ لَسْتُ مِنْھُمْ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں اُن سے ہوں اور تیسرا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے ملحق ہے بلکہ حقیقت میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ فَیْجِ اَعْوَجْ کا ذکر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھی فرماتے تو یہی قرآن شریف ہمارے ہاتھ میں ہے اور اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (الجمعۃ:4) صاف ظاہر کرتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی ہے جو صحابہؓ کے مشرب کے خلاف ہے۔“ یعنی ان کے عمل اس سے مختلف ہیں۔ ”اور واقعات بتا رہے ہیں کہ اس ہزار سال کے درمیان اسلام بہت ہی مشکلات اور مصائب کا نشانہ رہا ہے۔“ دین بگڑتا گیا ہے۔ ”معدودے چند کے سوا سب نے اسلام کو چھوڑ دیا اور بہت سے فرقے معتزلہ اور اباحتی وغیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔“

فرماتے ہیں کہ ”ہم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ اسلام کی برکات کا نمونہ موجود نہ ہو مگر وہ ابدال اور اولیاء اللہ جو اس درمیانی زمانہ میں گذرے ان کی تعداد اس قدر قلیل تھی کہ ان کروڑوں انسانوں کے مقابلہ میں جو صراطِ مستقیم سے بھٹک کر اسلام سے دُور جا پڑے تھے کچھ بھی چیز نہ تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی آنکھ سے اس زمانہ کو دیکھا اور اس کا نام فَیْجِ اَعْوَجْ رکھ دیا۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک اور گروہِ کثیر کو پیدا کرے جو صحابہؓ کا گروہ کہلائے مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا قانونِ قدرت یہی ہے کہ اس کے قائم کردہ سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے اس لئے ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کَزَرْعٍ “یعنی ”(کھیتی کی طرح) ہو گی۔“ جس طرح کھیتی آہستہ آہستہ بڑھتی ہے اس طرح بڑھے گی ”اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ وہ مراتب اور مقاصدِ عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے ابھی بہت دُور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے ہیں جب تک وہ خصوصیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ تبتل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکرِ الٰہی میں خاص رنگ ہو۔ حقوقِ اخوان میں “یعنی اپنے بھائیوں کے حق ادا کرنے میں ایک ”خاص رنگ ہو۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 94-95)

پس یہ ہیں ہمارے مقصد جن کو حاصل کرنے کے لیے ہمیں کوشش کرنی چاہیے اور تبھی جماعتی ترقیات بھی ہم دیکھیں گے۔ پھر ہمیں قرآن کریم کو خاص توجہ اور سمجھ کر پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ”یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور نبیوں پر احسان کیا ہے جو ان کی تعلیموں کو جو قصہ

کے رنگ میں تمہیں علمی رنگ دیدیا ہے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کوئی شخص ان قصوں اور کہانیوں سے نجات نہیں پا سکتا جب تک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے کہ وہ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ (الطارق:14-15) ''یعنی یقیناً وہ ایک فیصلہ کن کلام ہے اور ہر گز کوئی بیہودہ کلام نہیں ہے۔ ''وہ میزان، مہیمن، نور اور شفاء اور رحمت ہے۔ جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اسے قصہ سمجھتے ہیں انہوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا بلکہ اس کی بے حُرمتی کی ہے۔ ہمارے مخالف کیوں ہماری مخالفت میں اس قدر تیز ہوئے ہیں؟ صرف اسی لئے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سراسر نور، حکمت اور معرفت ہے، دکھانا چاہتے ہیں۔ اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصے سے بڑھ کر وقعت نہ دیں۔ ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے اس لئے ہم ان کی مخالفت کی کیوں پروا کریں۔ غرض میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشفِ حقائق کے لئے قائم کیا ہے۔ ''یعنی حقائق اظہار کے لیے ظاہر کرنے کے لیے قائم کیا ہے اور جس کی سمجھ قرآن کریم سے ہی ہمیں مل سکتی ہے۔ اس کا ادراک اور فہم ہمیں قرآن کریم سے مل سکتا ہے۔ ''کیونکہ بدوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لئے مامور کیا ہے۔ اس لئے **قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو** مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر۔''

(ملفوظات جلد3 صفحہ 155)

پس اس کے **مطالب اور معانی اور تفسیر کی طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہیے**۔ پھر نیک اعمال کی طرف مزید توجہ دلاتے ہوئے اور اس کی، نیک عمل کی تعریف کیا ہے آپؑ فرماتے ہیں: ''قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عملِ صالح بھی رکھا ہے۔ عملِ صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں۔ ''چور کون سے ہیں؟ ''ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے) عُجب (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے) ''کہ میں نے فلاں بڑا نیک کام کر لیا ہے۔ ''اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔'' یہ چور ہیں سب۔ ''ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عملِ صالح وہ ہے جس میں ظُلم، عُجب، ریا، تکبر اور حقوقِ انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عملِ صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔ اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عملِ صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عملِ صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طبیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اُس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے پیوے۔ اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اسے کیا فائدہ ہو گا۔'' پس ہمارا کام یہ ہے کہ آپؑ کی نصائح پر عمل کریں۔ یہ ضروری چیز ہے۔ ورنہ بیعت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ

سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔

بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ اُن کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے۔" پتہ نہیں کس وقت انسان کیا بات کر جائے جو گناہ میں شمار ہو۔ اس لیے استغفار کرتے رہو" کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا خواہ اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آج کل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے۔" آپؑ نے فرمایا کہ آدم علیہ السلام کی دعا پڑھو۔ دعا کیا ہے کہ "رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا۔ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ (الاعراف:24) یہ دعا اوّل ہی قبول ہو چکی ہے۔ غفلت سے زندگی بسر مت کرو۔ جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گذارتا ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں مبتلا ہو۔ کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی۔ **جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی۔** رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ۔"

(ملفوظات جلد4 صفحہ 274تا276)

فرمایا کہ یہ بھی دعا پڑھو۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ "یاد رکھو کہ عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر انسان روح کی صفائی کرتا ہے اسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اس کی مدد کرتا ہے۔ مگر فاسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔ تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ صادق کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ یہی ہمارا منشاء ہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔" (ملفوظات جلد4 صفحہ 448)

آپؑ فرماتے ہیں کہ "ہماری جماعت کو یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ وہ اس امر کو مدنظر رکھیں جو میں بیان کرتا ہوں۔ مجھے ہمیشہ اگر کوئی خیال آتا ہے تو یہی آتا ہے کہ دنیا میں تو رشتے ناطے ہوتے ہیں بعض ان میں سے خوبصورتی کے لحاظ سے ہوتے ہیں، بعض خاندان یا دولت کے لحاظ سے اور بعض طاقت کے لحاظ سے لیکن جنابِ الٰہی کو ان امور کی پروا نہیں۔ اس نے تو صاف طور پر فرما دیا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (الحجرات:14) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و مکرم ہے جو متقی ہے۔ اب جو جماعت اتقیاء ہے خدا اس کو ہی رکھے گا اور دوسری کو ہلاک کرے گا۔ یہ نازک مقام ہے اور اس جگہ پر دو کھڑے نہیں ہو سکتے کہ متقی بھی وہیں رہے اور شریر اور ناپاک بھی وہیں۔ ضرور ہے کہ متقی کھڑا ہو اور خبیث ہلاک کیا جاوے اور چونکہ اس کا علم خدا کو ہے کہ کون اس کے نزدیک متقی ہے۔ پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو متقی ہے اور بدبخت ہے وہ جو لعنت کے نیچے آیا ہے۔" (ملفوظات جلد3 صفحہ 238-239)

پس ہر وقت توبہ اور استغفار اور اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آنے کی اور شیطان سے بچنے کی ہمیں کوشش کرتے رہنا چاہیے۔ فرماتے ہیں: "اس سلسلہ میں داخل ہو کر تمہارا وجود الگ ہو اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔ جو کچھ تم پہلے تھے وہ نہ رہو۔ یہ مت سمجھو کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں تبدیلی کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے۔ یا تمہارے بہت سے دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ نہیں! خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا۔ اس پر کبھی

برے دن نہیں آسکتے۔ خدا جس کا دوست اور مددگار ہو اگر تمام دنیا اس کی دشمن ہو جاوے تو کچھ پرواہ نہیں۔ مومن اگر مشکلات میں بھی پڑے تو وہ ہرگز تکلیف میں نہیں ہوتا بلکہ وہ دن اس کے لئے بہشت کے دن ہوتے ہیں۔ خدا کے فرشتے ماں کی طرح اسے گود میں لے لیتے ہیں۔ مختصر یہ کہ خدا خود ان کا محافظ اور ناصر ہو جاتا ہے۔ یہ خدا جو ایسا خدا ہے کہ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (البقرۃ:21) ہے۔ وہ عالم الغیب ہے۔ وہ حی و قیوم ہے۔ اس خدا کا دامن پکڑنے سے کوئی تکلیف پا سکتا ہے؟ کبھی نہیں۔ خدا تعالیٰ اپنے حقیقی بندے کو ایسے وقتوں میں بچا لیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ آگ میں پڑ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زندہ نکلنا کیا دنیا کے لیے حیرت انگیز امر نہ تھا۔ کیا ایک خطرناک طوفان میں حضرت نوحؑ اور آپ کے رفقاء کا سلامت بچ رہنا کوئی چھوٹی سی بات تھی۔ اس قسم کی بے شمار نظیریں موجود ہیں اور خود اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے اپنے دستِ قدرت کے کرشمے دکھائے ہیں دیکھو! مجھ پر خون اور اقدامِ قتل کا مقدمہ بنایا گیا۔ ایک بڑا بھاری ڈاکٹر جو پادری ہے وہ اس میں مدعی ہوا اور آریہ اور بعض مسلمان اس کے معاون ہوئے لیکن آخر وہی ہوا جو خدا نے پہلے سے فرمایا تھا۔ ابراء۔"

(ملفوظات جلد3 صفحہ 263-264)

یعنی مجھے بے قصور ٹھہرایا گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو باعزت بری کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصائح اور خواہشات کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے اور حقیقت میں ہم اپنی زندگیوں میں ایک پاک تبدیلی پیدا کرنے والے بن جائیں۔

جلسے کے ان دنوں میں قادیان میں بھی اور ہر ملک میں جہاں جہاں جلسے ہو رہے ہیں ہر شامل ہونے والا خاص دعاؤں میں اپنا وقت گزارے اور یہ دعا کرے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں حقِ بیعت ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح دنیا کا ہر احمدی اس بات پر غور کرے کہ کیا ہم وہ ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں بنانا چاہتے ہیں یا اپنی جماعت سے آپ توقع رکھتے ہیں۔ اگر نہیں تو ہمیں ہر وقت اس کے لیے کوشش اور دعا کرتے رہنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت میں کچھ مرحومین کا ذکر کروں گا۔ جنازے ہیں۔ ایک جنازہ حاضر ہے۔ جنازہ آ گیا ہے ناں؟ یہ حاضر جنازہ فضل احمد ڈوگر صاحب کا ہے جو جامعہ احمدیہ یوکے کے کارکن تھے۔ چودھری اللہ دتہ ڈوگر صاحب کے بیٹے تھے۔ 21/ دسمبر کو 75 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں ان کی اہلیہ ہیں۔ عظمیٰ فضل صاحبہ اور چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ 92ء میں یہاں یوکے آ گئے تھے۔ اس کے بعد تو اپنے کام کرتے رہے۔ پھر 1999ء میں انہوں نے وقفِ زندگی کی اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ کو پیش کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ازراہِ شفقت ان کا وقف قبول فرما لیا اور کافی لمبا عرصہ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ذاتی خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد پھر مَیں نے جامعہ یوکے میں ان کا تقرر کیا۔ یہ کچھ مختلف ڈیوٹیاں دیتے رہے۔ پھر ان کو لائبریری کا انچارج بنا دیا گیا اور اس حیثیت سے وفات تک یہ خدمت کی توفیق پاتے رہے۔

جامعہ احمدیہ یوکے کی لائبریری کی تیاری میں بہت اہم کردار انہوں نے ادا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وقت کے شائع شدہ تمام ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیشنز کو سکین کیا اور ان کو وہاں رکھا۔ کاپیاں بنا کے رکھیں۔ روحانی خزائن کے original ایڈیشن کو بھی سکین کیا۔ ان کی بھی کاپیاں بنائیں۔ ان کے بچے بیان کرتے ہیں کہ ان کی بڑی خواہش یہی تھی کہ ان کی اولاد خلافتِ احمدیہ کے ساتھ ہمیشہ وابستہ رہے اور اطاعت گزار رہے۔ کہتے تھے کہ جماعت کی خدمت سے انسان کبھی ریٹائرڈ نہیں ہو سکتا۔ وقف تو آخری سانس تک نبھانے کا نام ہے اور مجھے دعا کے لیے کہتے تھے کہ دعا کرو میں آخری وقت تک خدمت کرتا رہوں اور اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ خواہش پوری فرمائی اور ہسپتال جانے سے دو روز قبل تک یہ خدمت کر رہے تھے۔ لائبریری گئے اور کام کر کے آئے۔

حافظ مشہود صاحب جامعہ کے استاد ہیں یہ لکھتے ہیں کہ فضل ڈوگر صاحب کی شخصیت کے بارے میں اگر کہا جائے کہ وہ خلافت کے سچے عاشق، وفادار اور جاں نثار تھے تو اس میں کسی قسم کا کوئی مبالغہ نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ فضل ڈوگر صاحب حقیقی واقفِ زندگی تھے جنہیں ہم نے ہر وقت جامعہ احمدیہ کی لائبریری کو اپنے بچوں کی طرح نکھارتے اور سنوارتے ہوئے دیکھا ہے۔ پرانے مسودات لا لا کر انہیں سکین کرتے اور ان کی دیدہ زیب جلد کروا کر لائبریری کی زینت بناتے۔ بلاشبہ یہ ان کی انتھک محنت ہی تھی کہ جامعہ احمدیہ کی لائبریری میں اس وقت پچیس ہزار سے زائد کتب موجود ہیں جبکہ وسائل انتہائی محدود ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی ایک خطبہ میں جو میرے والد حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کی وفات کے وقت دیا تھا اس میں ان کا ذکر کیا تھا اور ان کا شکریہ ادا کیا تھا اور ان کے کاموں کی تعریف کی تھی۔

جلسہ کی ڈیوٹیاں یہ ہمیشہ دیتے رہے۔ میرے ساتھ بھی ربوہ میں جلسہ کی ڈیوٹیاں دیتے رہے اور ہمیشہ ان کو میں نے بڑی محنت سے اور رات دن ایک کر کے کام کرتے دیکھا ہے۔ کوئی فکر نہیں ہوتی تھی۔

ان کے داماد شاہد اقبال ہیں سوئٹزرلینڈ کے صدر خدام الاحمدیہ ہیں یا رہے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ جب بھی بات ہوتی ہمیشہ مجھے یہ کہتے کہ نماز پڑھی کہ نہیں۔ نمازوں کی تلقین کیا کرتے تھے اور اس طرف خاص توجہ دلاتے رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی جماعت سے اور خلافت سے ہمیشہ وابستہ رکھے۔

دوسرا جنازہ جو ہے، غائب ہے۔ وہ ملک منصور احمد عمر صاحب کا ہے جو ربوہ میں مربی سلسلہ تھے۔ گذشتہ دنوں اسّی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ 1970ء میں انہوں نے جامعہ پاس کیا اس کے بعد آپ نے عربی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ 71ء سے 73ء تک آپ نے نمل یونیورسٹی اسلام آباد سے جرمن زبان کا ڈپلومہ لیا۔ پہلے پاکستان میں مختلف جگہوں پہ ان کی تقرری ہوئی۔ پھر جنوری 74ء میں ان کو مبلغ کے طور پر جرمنی بھجوایا گیا۔ وہاں یہ تقریباً ڈیڑھ سال رہے۔ واپس آ کے پھر پاکستان میں مختلف جگہوں پر ان کی تقرری ہوئی۔ پھر اکتوبر 83ء میں ان کو دوبارہ جرمنی بھجوایا گیا جہاں 86ء تک یہ بطور امیر اور مشنری انچارج خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ اس دوران یہ اسائلم پر آنے والوں کو زبان بھی سکھاتے

تھے اور ان کی مدد بھی کرتے رہے۔ شعبہ رشتہ ناطہ میں بھی رہے۔ جرمن زبان جامعہ میں پڑھاتے رہے۔ تقریباً چھیالیس سال تک انہوں نے واقفِ زندگی کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ ان کی ایک بیٹی فائزہ رئیس، انیس رئیس صاحب مشنری انچارج جاپان کی اہلیہ ہیں اور ایک بیٹا صباح الظفر ملک مربی سلسلہ ہیں۔ باقی اولاد بھی ہے ان کی۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

تیسرا ذکر مکرم عیسیٰ جَوف صاحب معلم سلسلہ گیمبیا کا ہے۔ یہ بھی جنازہ غائب ہے۔ گذشتہ دنوں دسمبر میں ان کی اکسٹھ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔

وہاں کے نائب امیر مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ بہت ہی کامیاب مبلغ تھے۔ جامعہ سے فارغ التحصیل بھی نہیں تھے لیکن جماعت کے شیدائی تھے۔ ایک سپاہی کی طرح ہمیشہ کام کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی فوج کے ادنیٰ سپاہی ہیں اور جماعت جو بھی ان کو حکم دے وہ بجالانے کے لیے تیار ہیں۔ جلسہ اور دوسرے جماعتی پروگراموں میں وہ ہمیشہ اپنے افراد جماعت کے ساتھ رہتے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتے اور ان کی تربیت کرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ وہ پاکستانی احمدیوں کی قربانیوں کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ہمیشہ ان کے لیے دعا کرتے ہیں اور ان کی عزت کرتے ہیں۔ خلافت سے خاص محبت کا تعلق تھا۔ دعاؤں کے لیے خطوط لکھا کرتے تھے اور جب جوابات ملتے تھے تو بڑی محبت اور پیار سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے۔ خلافت سے محبت انہوں نے اپنے بچوں میں بھی پیدا کی ہے اور بچوں کو بھی یہ کہتے کہ خلیفہ وقت کو خط لکھا کرو۔

مربی سلسلہ سید سعید صاحب ہیں۔ یہ بھی گیمبیا میں رہے ہیں۔ سیرالیون میں ہیں آج کل۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ سینیگال میں پیدا تو ہوئے تھے اور اس کے بعد یہ پڑھ کے ملازمت کے سلسلہ میں گیمبیا آ گئے اور ناصر احمدیہ سیکنڈری سکول میں فرنچ ٹیچر کے طور پر خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ اسی دوران انہوں نے احمدیت قبول کی۔ پھر اخلاص و وفا میں قدم آگے بڑھاتے چلے گئے۔ 1997ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے زیر ارشاد تمام سینٹرل سٹاف نے گیمبیا چھوڑ دیا تو انہیں ناصر احمدیہ سیکنڈری سکول کا پرنسپل بنا دیا گیا۔ اس حیثیت میں نمایاں خدمات سرانجام دیں۔ اس کے بعد ان کو ایریا مشنری بنا دیا گیا اور وفات تک وہ اسی پہ قائم رہے۔

عیسیٰ جوف صاحب کے ذریعہ کئی پیاسی روحیں احمدیت کی آغوش میں آئیں۔ ان کا دینی علم بھی بہت تھا۔ خود پڑھ کے انہوں نے علم حاصل کیا۔ غیر احمدیوں کے ساتھ بہت اچھے تعلقات تھے۔ اس لیے اکثر علاقے کے چیفس، امام ان کی بہت عزت کرتے تھے اور اگر کوئی علاقے میں احمدیت کی مخالفت یا شرارت کرنا چاہتا تو بعض دفعہ یہ شریف الطبع لوگ مقابلے پہ آ جاتے، ڈٹ جاتے اور مخالفین کو منہ کی کھانی پڑتی۔

پھر یہ لکھتے ہیں کہ ان کی ایک خوبی ان کا صاحبِ علم ہونا تھا۔ ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا جیسا کہ میں نے کہا اور جماعتی لٹریچر پر عبور حاصل تھا۔ جلسہ سالانہ کے دوران کئی دفعہ انہیں تقاریر کے موقعے بھی نصیب ہوئے۔ اسی طرح جماعتی رسائل میں ان کے مضامین شائع ہوتے تھے۔ عاجزی اور انکساری ان کا خاص وصف تھا۔ آپ صائب الرائے بھی تھے اور ہمیشہ اہم فیصلوں میں ان کو شامل کیا جاتا تھا اور ان کی اکثر رائے درست پائی جاتی تھی۔ تہجد گزار تھے۔

دعا گو تھے۔ کثرت سے سچی خوابیں آیا کرتی تھیں اور جب بھی کوئی ان کو دعا کے لیے کہتا تو اسے مشورہ دیتے کہ پہلے خلیفہ وقت کو دعا کا خط لکھو اور پھر خود بھی دعا کرتے۔

پھر گیمبیا کے مبلغ مسعود صاحب ہیں وہ کہتے ہیں: تبلیغ کا ان کو بہت شوق تھا۔ کئی کئی گھنٹوں کا سفر کر کے دُور دراز گاؤں میں جایا کرتے تھے۔ نہایت نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ ہنس مکھ تھے۔ خوشی ہو یا غمی، بیماری ہو یا پریشانی، ہر وقت مسکراتے رہتے تھے۔ ہر ایک سے مسکراتے چہرے سے ملتے تھے۔ ہر ایک کے ساتھ ایسے تپاک اور گرمجوشی سے ملتے کہ وہ سمجھتا کہ بس مجھ سے ہی ان کو پیار ہے۔ بہت رحم دل اور نرم اور شفیق تھے۔ کبھی کسی کی غیبت نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کے معاملے میں دخل دیتے۔

اپنے افسران کی اطاعت بے انتہا کرتے۔ ماتحتوں کا خیال رکھتے، ان کی حوصلہ افزائی کرتے اور کہتے ہیں جب کبھی بھی ان سے پتہ کرایا، رابطہ کرنے کی کوشش کی تو پتہ لگتا تھا کہ فارغ دنوں میں یہ تبلیغ کے لیے باہر نکلے ہوئے ہیں۔ وٹس ایپ سٹیٹس پر قرآنی آیات، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفاء کی تبلیغی اور تربیتی پوسٹس اور خلفاء کی تصاویر ہر روز باقاعدگی سے لگاتے اور احمدی اور غیر احمدی لوگوں کو بھیجتے تھے۔ تبلیغ کا بے انتہا شوق تھا۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ جیسا کہ میں نے کہا ابھی نماز جمعہ کے بعد ان کے جنازے ادا ہوں گے ان شاء اللہ۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13/ جنوری 2023ء جلد30 شمارہ04 صفحہ 05تا10)

52

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30/ دسمبر 2022ء بمطابق 30/ فتح 1401 ہجری شمسی
بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذکر کے اختتام پر میں نے بتایا تھا کہ بدری صحابہ کا ذکر تو اَب ختم ہوا لیکن بعض صحابہ جن کے بارے میں پہلے بیان کر چکا ہوں ان کی کچھ باتیں یا تفاصیل بعد میں سامنے آئی ہیں جنہیں یا تو مَیں کسی وقت بیان کروں گا یا جب ان کی اشاعت ہو گی تو اس میں آجائیں گی۔ بعض لوگ لکھ رہے ہیں کہ **اس تاریخ کو سن کر ہمیں بہت فائدہ ہوا ہے**۔ خطبات میں بھی یہ حصہ بیان ہو جائے۔ اس لیے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اسے بھی چند خطبات میں بیان کر دوں تا اس ذریعہ سے بھی لوگوں کے علم میں یہ باتیں آجائیں اور زیادہ سے زیادہ لوگ سن سکیں۔ بہرحال اس ضمن میں پہلا **ذکر حضرت حمزہؓ** کا ہے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور آپؐ کے بہت پیارے تھے جس کا اظہار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مختلف باتوں اور حضرت حمزہؓ کی شہادت سے ہوتا ہے کہ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ردّ عمل تھا۔ ہو سکتا ہے بعض باتیں اجمالاً دوبارہ بھی دہرائی جائیں۔ روایت میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حمزہ نام بہت پسند تھا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو انہوں نے پوچھا ہم اس کا نام کیا رکھیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا نام حمزہ بن عبد المطلب کے نام پر رکھو جو کہ مجھے سب ناموں سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

(مستدرك على الصحيحين للحاكم جزء 5 صفحه 1831 كتاب معرفة الصحابه حديث نمبر4888 مطبوعه مكتبه نزار الباز رياض)

حضرت حمزہؓ کی ازواج اور اولاد کے متعلق طبقات الکبریٰ میں لکھا ہے کہ حضرت حمزہؓ کی ایک شادی مِلّہ بن مالک جو کہ قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے ان کی بیٹی سے ہوئی جن سے یعلیٰ اور عامر پیدا ہوئے۔ اپنے بیٹے یعلیٰ کے نام پر ہی حضرت حمزہؓ کی ایک کنیت ابو یعلیٰ تھی۔ حضرت حمزہؓ کی دوسری زوجہ حضرت خولہ بنت قیس انصاریہؓ سے حضرت عُمَارہؓ کی ولادت ہوئی جن کے نام پر حضرت حمزہؓ نے اپنی کنیت ابو عُمَارہ رکھی تھی۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ایک شادی حضرت اسماء بنت عُمَیسؓ کی بہن حضرت سلمیٰ بنت عمیسؓ سے ہوئی جن کے بطن سے ایک بیٹی حضرت اُمامہؓ کی پیدائش ہوئی۔ یہ وہی اُمامہ ہیں جن کے بارے میں حضرت علی، حضرت جعفر اور حضرت زید بن

حارثہ رضی اللہ عنہم میں نزاع ہوا تھا۔ ان میں سے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ حضرت اُمامہؓ اس کے پاس رہیں مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں فیصلہ فرمایا تھا کیونکہ حضرت اُمامہؓ کی خالہ حضرت اسماء بنت عُمَیس رضی اللہ عنہا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں۔ حضرت حمزہؓ کے بیٹے یعلیٰ کی اولاد میں عُمارہ، فضل، زبیر، عقیل اور محمد تھے مگر سب فوت ہو گئے اور حضرت حمزہؓ کی نہ ہی اولاد زندہ رہی اور نہ ہی نسل چل سکی۔

(ماخوذ از طبقات الکبریٰ جزء 2 صفحہ 46 دار الفکر بیروت)

حضرت حمزہؓ کی بیٹی اُمامہ کے متعلق حضرت علیؓ، حضرت جعفرؓ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جس نزاع کا ابھی ذکر آیا ہے اس کی تفصیل بخاری میں اس طرح آئی ہے: حضرت بَراء بن عازبؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی القعدہ میں عمرہ کرنے کا ارادہ کیا تو اہلِ مکہ نے اس بات سے انکار کیا کہ آپؐ کو مکہ میں داخل ہونے دیں۔ آخر آپؐ نے ان سے اس شرط پر صلح کی کہ وہ مکہ میں آئندہ سال عمرے کو آئیں گے اور تین دن تک ٹھہریں گے۔ جب صلح نامہ لکھنے لگے تو، جس طرح کہ لکھا ہے کہ یہ وہ شرطیں ہیں جن پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کی، مکہ والے کہنے لگے کہ ہم اس کو نہیں مانتے۔ اگر ہم جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو آپؐ کو کبھی نہ روکتے بلکہ یہاں تم محمد بن عبد اللہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا: مَیں اللہ کا رسول بھی ہوں اور محمد بن عبد اللہ بھی ہوں۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ رسول اللہ کا لفظ مٹا دو۔ علی نے کہا ہرگز نہیں مٹانا۔ اللہ کی قسم! میں آپؐ کے خطاب کو کبھی نہیں مٹاؤں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہوا کاغذ لے لیا اور آپؐ اچھی طرح لکھنا نہیں جانتے تھے۔ آپؐ نے یوں لکھا: یہ وہ شرطیں ہیں جو محمد بن عبد اللہ نے ٹھہرائیں۔ مکہ میں کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے سوائے تلواروں کے جو نیاموں میں ہوں گی اور مکہ والوں میں سے کسی کو بھی ساتھ نہیں لے جائیں گے اگرچہ وہ ان کے ساتھ جانا چاہے اور اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی نہیں روکیں گے اگر وہ مکہ میں ٹھہرنا چاہے۔ خیر جب معاہدے کے مطابق آپ آئندہ سال مکہ میں داخل ہوئے اور مدّت ختم ہو گئی تو قریش حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اپنے ساتھی یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کہو کہ اب یہاں سے چلے جائیں کیونکہ مقررہ مدت گزر چکی ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے روانہ ہو گئے۔ حضرت حمزہؓ کی بیٹی آپ کے پیچھے آئی جو پکار رہی تھی کہ اے چچا! اے چچا! حضرت علیؓ نے جا کر اسے لے لیا، اس کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہ علیہا السلام سے کہا اپنے چچا کی بیٹی کو لے لیں۔ انہوں نے اس کو سوار کر لیا۔ اب علی، زید اور جعفر حمزہ کی لڑکی کی بابت جھگڑنے لگے۔ علی کہنے لگے کہ میں نے اس کو لیا ہے اور میرے چچا کی بیٹی ہے اور جعفر نے کہا میرے چچا کی بیٹی ہے اور اس کی خالہ میری بیوی ہے اور زید نے کہا میرے بھائی کی بیٹی ہے۔ **پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق فیصلہ کیا کہ** وہ اپنی خالہ کے پاس رہے اور فرمایا: خالہ بمنزلہ ماں ہے اور علی سے کہا تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں اور جعفر سے کہا تم صورت اور سیرت میں مجھ سے ملتے جلتے ہو اور زید سے کہا تم ہمارے بھائی ہو اور دوست ہو۔ علی نے کہا کیا آپ حمزہ کی بیٹی سے شادی نہیں کر لیتے۔ تو آپؐ نے فرمایا کہ:

وہ میرے دودھ بھائی کی بیٹی ہے۔ میں اس کا چچا ہوں۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء حدیث نمبر 4251)

یہ چھوٹے چھوٹے مسائل بھی ان واقعات میں حل ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ قضا میں مقدمے آتے ہیں کہ خالہ کے پاس کیوں جائے؟ نانی کے پاس کیوں جائے؟ تو یہاں یہ فیصلے ہو گئے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام کے متعلق رَوضُ الاُنُف میں لکھا ہے کہ ابنِ اسحاق کے علاوہ بعض نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق ایک بات کا اضافہ کیا ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب مجھ پر غصہ غالب آ گیا اور مَیں نے کہہ دیا یعنی وہ جو سارا واقعہ ہوا ہے اور پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جب اپنی لونڈی کے کہنے پہ (کہہ دیا) کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہوں۔ بعد میں مجھے ندامت ہوئی کہ میں نے اپنے آباؤ اجداد اور قوم کے دین کو چھوڑ دیا ہے اور مَیں نے اس عظیم معاملے کے متعلق شکوک و شبہات میں اس طرح رات گزاری کہ لمحہ بھر سو نہ پایا۔ پھر مَیں خانہ کعبہ کے پاس آیا اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کی کہ اللہ تعالیٰ میرے سینے کو حق کے لیے کھول دے اور مجھ سے شکوک و شبہات کو دُور کر دے۔ مَیں نے ابھی دعا ختم بھی نہ کی تھی کہ باطل مجھ سے دُور ہو گیا اور میرا دل یقین سے بھر گیا۔ پھر صبح کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی تمام حالت بیان کی جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے حق میں دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ مجھے ثبات قدم بخشے۔

(روض الأنف جزء 2 صفحه 44-45 مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

حضرت عَمّار بن ابو عمارؓ سے روایت ہے کہ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ انہیں جبرئیل علیہ السلام ان کی حقیقی شکل میں دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم انہیں دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ انہوں نے عرض کی کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم چاہتے ہو تو اپنی جگہ پر اب بیٹھ جاؤ۔ راوی کہتے ہیں پھر جبرئیل علیہ السلام خانہ کعبہ کی اس لکڑی پر اتر آئے جس پر مشرکین طواف کے وقت اپنے کپڑے ڈالا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی نگاہ اٹھاؤ اور دیکھو۔ جب انہوں نے دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان یعنی جبرئیل علیہ السلام کے دونوں پاؤں سبز زَبَرْجَد کی مانند ہیں۔ پھر وہ غشی کی حالت میں گر پڑے۔ زبرجد بھی ایک قیمتی پتھر ہے۔ کہتے ہیں جو زُمُرّد سے مشابہت رکھتا ہے۔

(الطبقات الكبرى جزء3 صفحه 8 دارالكتب العلمية بيروت)(منجد زیر مادہ زبر)

صفر دو ہجری میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ سے ابواء کی طرف نکلے جس میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی شرکت کی توفیق ملی۔ اس غزوہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہی اٹھایا ہوا تھا جو کہ سفید رنگ کا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے حضرت ابو سعد رضی اللہ عنہ یا ایک روایت کے مطابق حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ کا امیر مقرر فرمایا۔ اس سفر میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی اور بنو ضَمُرَہ کے ساتھ صلح کا معاہدہ طے پا گیا۔ یہ پہلا غزوہ تھا جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفس نفیس شرکت کی۔ اس غزوہ کا دوسرا نام وَدَّان بھی ہے۔

(ماخوذ از سبل الهدٰى والرشاد جزء 4 صفحه 14 باب الثالث فى غزوة الابواء مطبوعه دارالكتب العلمية بيروت)

اس بارہ میں حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھا ہے کہ ”جہاد بالسیف کی اجازت ہجرت کے دوسرے سال ماہ صفر میں نازل ہوئی۔ چونکہ قریش کے خونی ارادوں اوران کی خطرناک کارروائیوں کے مقابلہ میں مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے فوری کارروائی کی ضرورت تھی اس لئے آپؐ اسی ماہ میں مہاجرین کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہوئے مدینہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ روانگی سے قبل آپؐ نے اپنے پیچھے مدینہ میں سعد بن عبادہ رئیسِ خزرج کو امیر مقرر فرمایا اور مدینہ سے جنوب مغرب کی طرف مکہ کے راستہ پر روانہ ہوگئے اور بالآخر مقام وَدَّان تک پہنچے۔ اس علاقہ میں قبیلہ بنوضَمُرَة کے لوگ آباد تھے۔ یہ قبیلہ بنو کنانہ کی ایک شاخ تھا اوراس طرح گویا یہ لوگ قریش کے چچازاد بھائی تھے۔ یہاں پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنوضمرة کے رئیس کے ساتھ بات چیت کی اور باہم رضامندی سے آپس میں ایک معاہدہ ہوگیا۔ جس کی شرطیں یہ تھیں کہ بنوضمرة مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کریں گے اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مسلمانوں کی مدد کے لیے بلائیں گے تو وہ فوراً آجائیں گے۔ دوسری طرف آپؐ نے مسلمانوں کی طرف سے یہ عہد کیا کہ مسلمان قبیلہ بنوضمرة کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھیں گے اور بوقتِ ضرورت ان کی مدد کریں گے۔ یہ معاہدہ باقاعدہ لکھا گیا اور فریقین کے اس پر دستخط ہوئے اور پندرہ دن کی غیر حاضری کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ غزوۂ وَدَّان کا دوسرا نام غزوہ اَبْوَا بھی ہے کیونکہ ودّان کے قریب ہی ابوا کی بستی بھی ہے اور یہ وہی مقام ہے جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا تھا۔“ یہ وہ مقام ہے۔ ”مؤرخین لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس غزوہ میں بنوضمرة کے ساتھ قریشِ مکہ کا بھی خیال تھا۔ اس کا مطلب یہی ہے کہ دراصل آپؐ کی یہ مہم قریش کی خطرناک کارروائیوں کے سدِّباب کے لیے تھی۔ اور اس میں اُس زہریلے اور خطرناک اثر کا ازالہ مقصود تھا جو قریش کے قافلے وغیرہ مسلمانوں کے خلاف قبائلِ عرب میں پیدا کر رہے تھے اور جس کی وجہ سے مسلمانوں کی حالت ان ایام میں بہت نازک ہو رہی تھی۔“

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم اے صفحہ 327-328)

بہرحال حضرت حمزہؓ نے اس غزوہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا اٹھایا ہوا تھا۔ جمادی الاولیٰ 2/ ہجری میں پھر قریش مکہ کی طرف سے کوئی خبر پاکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ جن کی تعداد ڈیڑھ سو یا دو سو بیان ہوئی ہے مدینہ سے عُشَیرہ کی طرف نکلے اوراپنے پیچھے اپنے رضاعی بھائی ابوسَلَمہ بن عبدالاسد کو امیر مقرر فرمایا۔ اس غزوہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سفید رنگ کا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اٹھایا ہوا تھا۔ اس غزوہ میں آپؐ کئی چکر کاٹتے ہوئے بالآخر ساحلِ سمندر کے قریب یَنْبُعْ کے پاس مقام عُشَیرہ پہنچے اور گو قریش کا مقابلہ نہیں ہوا مگر اس میں آپؐ نے قبیلہ بنومُدْلِجْ کے ساتھ انہی شرائط پر جو بنوضمرہ کے ساتھ تھیں ایک معاہدہ طے فرمایا اور پھر واپس تشریف لے آئے۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ صفحہ 329)

(سبل الهدٰی والرشاد جزء 4 صفحه 17 باب السادس فی بیان غزوۃ العشیرۃ مطبوعه دار الکتب العلمیة بیروت)

جنگِ بدر میں انفرادی لڑائی میں جو مبارز طلبی کا ذکر ہے، یہ پہلے مختلف حدیثوں کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس کی تفصیل اس طرح لکھی ہے کہ ”اب فوجیں بالکل ایک دوسرے کے سامنے تھیں۔ مگر قدرتِ الٰہی کا عجیب تماشہ ہے کہ اس وقت لشکروں کے کھڑے ہونے کی ترتیب ایسی تھی کہ اسلامی لشکر قریش کو اصلی تعداد سے زیادہ بلکہ دوگنا نظر آتا تھا جس کی وجہ سے کفّار مرعوب ہوئے جاتے تھے اور دوسری طرف قریش کا لشکر مسلمانوں کو ان کی اصلی تعداد سے کم نظر آتا تھا۔ جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے دل بڑھے ہوئے تھے۔ قریش کی یہ کوشش تھی کہ کسی طرح اسلامی لشکر کی تعداد کا صحیح اندازہ پتہ لگ جاوے تا کہ وہ چھوٹے ہوئے دلوں کو سہارا دے سکیں۔ اس کے لئے رؤساء قریش نے عُمَیر بن وَہب کو بھیجا کہ اسلامی لشکر کے چاروں طرف گھوڑا دوڑا کر دیکھے کہ اس کی تعداد کتنی ہے اور آیا ان کے پیچھے کوئی کمک تو مخفی نہیں؟ چنانچہ عُمَیر نے گھوڑے پر سوار ہو کر مسلمانوں کا ایک چکر کاٹا مگر اسے مسلمانوں کی شکل وصورت سے ایسا جلال اور عزم اور موت سے ایسی بے پروائی نظر آئی کہ وہ سخت مرعوب ہو کر لوٹا اور قریش سے مخاطب ہو کر کہنے لگا... مجھے کوئی مخفی کمک وغیرہ تو نظر نہیں آئی، لیکن اے معشرِ قریش! میں نے دیکھا ہے کہ مسلمانوں کے لشکر میں گویا اونٹنیوں کے کجاووں نے اپنے اوپر آدمیوں کو نہیں بلکہ موتوں کو اٹھایا ہوا ہے اور یثرب کی سانڈنیوں پر گویا ہلاکتیں سوار ہیں۔

قریش نے جب یہ بات سنی تو اُن میں ایک بے چینی سی پیدا ہو گئی۔ سراقہ جو ان کا ضامن بن کر آیا تھا کچھ ایسا مرعوب ہوا کہ الٹے پاؤں بھاگ گیا اور جب لوگوں نے اسے روکا تو کہنے لگا... مجھے جو کچھ نظر آرہا ہے وہ تم نہیں دیکھتے۔ حکیم بن حِزام نے عُمَیر کی رائے سنی تو گھبرایا ہوا عُتْبہ بن رَبِیعہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اے عُتْبہ! تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آخر عمرو حضرمی کا بدلہ ہی چاہتے ہو۔ وہ تمہارا حلیف تھا۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم اس کی طرف سے خون بہا ادا کر دو اور قریش کو لے کر واپس لَوٹ جاؤ۔ اس میں ہمیشہ کے لئے تمہاری نیک نامی رہے گی۔ عُتْبہ کو جو خود گھبرایا ہوا تھا اَور کیا چاہئے تھا جھٹ بولا ہاں ہاں میں راضی ہوں اور پھر حکیم! دیکھو تو یہ مسلمان اور ہم آخر آپس میں رشتہ دار ہی تو ہیں۔ کیا یہ اچھا لگتا ہے کہ بھائی بھائی پر تلوار اٹھائے اور باپ بیٹے پر۔ تم ایسا کرو کہ ابھی ابوالحکم (یعنی ابوجہل) کے پاس جاؤ اور اس کے سامنے یہ تجویز پیش کرو اور ادھر عُتْبہ نے خود اونٹ پر سوار ہو کر اپنی طرف سے لوگوں کو سمجھانا شروع کر دیا کہ رشتہ داروں میں لڑائی ٹھیک نہیں ہے۔ ہمیں واپس لوٹ جانا چاہئے اور محمدؐ کو اُس کے حال پر چھوڑ دینا چاہئے کہ وہ دوسرے قبائل عرب کے ساتھ نپٹتا رہے۔ جو نتیجہ ہو گا دیکھا جائے گا۔ اور پھر تم دیکھو کہ ان مسلمانوں کے ساتھ لڑنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے۔ کیونکہ خواہ تم مجھے بزدل کہو حالانکہ میں بزدل نہیں ہوں... مجھے تو یہ لوگ موت کے خریدار نظر آتے ہیں۔“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور سے عُتْبہ کو دیکھا تو فرمایا۔ اگر لشکرِ کفار میں سے کسی میں شرافت ہے تو اس سرخ اونٹ کے سوار میں ضرور ہے۔ اگر یہ لوگ اس کی بات مان لیں تو ان کے لیے اچھا ہو۔ لیکن جب حکیم بن حزام ابوجہل کے پاس آیا اور اُس سے یہ تجویز بیان کی تو وہ فرعونِ امت بھلا ایسی باتوں میں کب آنے والا تھا چھٹتے ہی بولا۔ اچھا اچھا اب عُتْبہ کو اپنے سامنے اپنے رشتہ دار نظر آنے لگے ہیں۔ اور پھر اس نے عمرو حضرمی کے بھائی عامر حضرمی کو بلا کر کہا تم نے سنا تمہارا حلیف عُتْبہ کیا کہتا ہے اور وہ

بھی اس وقت جبکہ تمہارے بھائی کا بدلہ گویا ہاتھ میں آیا ہوا ہے۔ عامر کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور اس نے عرب کے قدیم دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ کر اور ننگا ہو کر چلّانا شروع کیا... ہائے افسوس! میرا بھائی بغیر انتقام کے رہا جاتا ہے۔ ہائے افسوس! میرا بھائی بغیر انتقام کے رہا جاتا ہے!! اس صحرائی آواز نے لشکرِ قریش کے سینوں میں عداوت کے شعلے بلند کر دیئے اور جنگ کی بھٹی اپنے پورے زور سے دہکنے لگ گئی۔

ابوجہل کے طعنے نے عُتْبہ کے تن بدن میں آگ لگا دی تھی۔ اس غصہ میں بھرا ہوا وہ اپنے بھائی شیبہ اور اپنے لڑکے ولید کو ساتھ لے کر لشکرِ کفار سے آگے بڑھا اور عرب کے قدیم دستور کے مطابق انفرادی لڑائی کے لیے مبارز طلبی کی۔ چند انصار ان کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھنے لگے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا اور فرمایا۔ حمزہ تم اُٹھو۔ علی تم اُٹھو۔ عبیدہ تم اُٹھو! یہ تینوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نہایت قریبی رشتہ دار تھے اور آپؐ چاہتے تھے کہ خطرہ کی جگہ پر سب سے پہلے آپؐ کے عزیز و اقارب آگے بڑھیں۔ دوسری طرف عُتْبہ وغیرہ نے بھی انصار کو دیکھ کر آواز دی کہ ان لوگوں کو ہم کیا جانتے ہیں۔ ہماری ٹکر کے ہمارے سامنے آئیں۔ چنانچہ حمزہ اور علی اور عبیدہ آگے بڑھے۔ عرب کے دستور کے مطابق پہلے روشناسی ہوئی۔ پھر عبیدۃ بن مطلب ولید کے مقابل ہو گئے اور حمزہ عُتْبہ کے اور علی شیبہ کے۔ حمزہ اور علی نے تو ایک دو واروں میں ہی اپنے حریفوں کو خاک میں ملا دیا لیکن عبیدۃ اور ولید میں دو چار اچھی ضربیں ہوئیں اور بالآخر دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ سے کاری زخم کھا کر گرے۔ جس پر حمزہ اور علی نے جلدی سے آگے بڑھ کر ولید کا تو خاتمہ کر دیا اور عبیدۃ کو اُٹھا کر اپنے کیمپ میں لے آئے۔ مگر عبیدہ اس صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے اور بدر سے واپسی پر راستہ میں انتقال کیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ صفحہ 358 تا 360)

حضرت حمزہؓ نے غزوۂ بدر میں طُعَیْمَہ بن عَدِی سردارِ قریش کو بھی قتل کیا تھا۔

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصة غزوة بدر)

غزوۂ بدر کے واقعہ کے وقت کی ایک روایت ہے کہ حضرت حمزہؓ نے نشہ کی حالت میں حضرت علیؓ کی اونٹنیوں کو مار دیا تھا۔ یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ اس کی تفصیل بخاری میں یوں بیان ہوئی ہے: مختلف راوی ہیں۔ حضرت علی بن حسینؒ اپنے والد حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر کی لڑائی کے موقع پر مجھے ایک جوان اونٹنی غنیمت میں ملی اور ایک دوسری اونٹنی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنایت فرمائی۔ ایک دن ایک انصاری صحابی کے دروازے پر مَیں ان دونوں کو اس خیال سے باندھے ہوئے تھا کہ ان کی پیٹھ پر اذخر (وہ ایک گھاس ہے کہ جسے سنار وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں، خوشبو دار گھاس ہے) رکھ کر بیچنے لے جاؤں گا۔ بنی قینقاع کا ایک سنار بھی میرے ساتھ تھا۔ اس طرح خیال یہ تھا کہ اس کی آمدنی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا جن سے میں نکاح کرنے والا تھا ان کا ولیمہ کروں گا۔ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ اسی انصاری کے گھر میں شراب پی رہے تھے۔ ان کے ساتھ ایک گانے والی بھی تھی۔

اس نے جب یہ مصرع پڑھا کہ ہاں اے حمزہ! اٹھو فربہ جوان اونٹنیوں کی طرف بڑھو۔ حمزہ رضی اللہ عنہ

جوش میں تلوار لے کر اٹھے اور دونوں اونٹنیوں کے کوہان چیر دیے۔ ان کے پیٹ پھاڑ ڈالے اور ان کی کلیجی نکال لی۔ ابنِ جُرَیج نے بیان کیا کہ مَیں نے ابنِ شہاب سے پوچھا کہ کیا کوہان کا گوشت بھی کاٹ لیا؟ انہوں نے بیان کیا کہ ان دونوں کے کوہان بھی کاٹ لیے اور انہیں لے گئے۔ ابنِ شہاب نے بیان کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ دیکھ کر بڑی تکلیف ہوئی۔ پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ کی خدمت میں اس وقت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ میں نے آپؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپؐ تشریف لائے۔ زید رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی تھے اور میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حمزہؓ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کا اظہار فرمایا تو حضرت حمزہؓ نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ نشہ کی حالت میں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہنے لگے کہ تم سب میرے باپ دادا کے غلام ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم الٹے پاؤں لَوٹ کر ان کے پاس سے چلے آئے۔ یہ شراب کی حرمت سے پہلے کا قصہ ہے۔

(صحیح البخاری کتاب المساقاۃ باب بیع الحطب والکلأ حدیث نمبر 2375)

انہوں نے کہا ایسی حالت میں بہتر ہے کہ اس سے بات نہ کی جائے لیکن بعد میں بہر حال دیکھ لیں کہ جب **شراب کی حرمت ہو گئی تو پھر اس کے نزدیک بھی یہ لوگ نہیں گئے۔** صحابہ کا اللہ تعالیٰ کے حکموں کو ماننے کا یہ معیار تھا کہ فوری طور پر مٹکے توڑ دیے۔ (صحیح مسلم کتاب الاشربۃ باب تحریم الخمر ... الخ حدیث نمبر5138)

یہ نہیں کہا کہ ہم نشہ کی عادت آہستہ آہستہ چھوڑ دیں گے جیسا کہ آج کل لوگ کہتے ہیں۔ اوّل تو پہلے نشہ میں پڑ جاتے ہیں جو ویسے ہی غلط کام ہے۔ اسلام میں ممنوع ہے اور پھر کہتے ہیں آہستہ آہستہ چھوڑ دیں گے، ہمیں مہلت دی جائے۔ تو بہر حال یہ ایک واقعہ ہے جو اُس وقت ہوا تھا اور پھر اس کے بعد ان کے قربانی کے معیار بھی بڑھتے چلے گئے۔ یقیناً حضرت حمزہؓ کو اس کے بعد شرمندگی بھی ہوئی ہو گی کہ انہوں نے کیا کہا۔ غزوۂ بدر کے بعد **جب بنو قَینُقاع کی مہم درپیش تھی** تو اس میں بھی حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ پیش پیش تھے۔ اس غزوہ میں بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے ہی اٹھایا ہوا تھا۔ یہ جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔

(سبل الھدٰی والرشاد جزء 4 صفحہ 180 باب الثانی عشر فی غزوۃ بنی قینقاع مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت)

اس کی تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے اس طرح لکھی ہے کہ ”جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ میں تشریف لائے تھے اُس وقت مدینہ میں یہود کے تین قبائل آباد تھے۔ ان کے نام بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آتے ہی ان قبائل کے ساتھ امن وامان کے معاہدے کر لئے اور آپس میں صلح اور امن کے ساتھ رہنے کی بنیاد ڈالی۔ معاہدہ کی رُو سے فریقین اس بات کے ذمہ دار تھے کہ مدینہ میں امن وامان قائم رکھیں اور اگر کوئی بیرونی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں۔ شروع شروع میں تو یہود اس معاہدہ کے پابند رہے اور کم از کم ظاہری طور پر انہوں نے مسلمانوں کے ساتھ کوئی جھگڑا پیدا نہیں کیا۔ لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان مدینہ میں زیادہ اقتدار حاصل کرتے جاتے ہیں تو اُن کے تیور بدلنے شروع ہوئے اور انھوں نے مسلمانوں کی اس بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے کا تہیّہ کر لیا اور اس غرض کے لیے انھوں نے ہر قسم کی جائز و ناجائز تدابیر اختیار کرنی شروع کیں۔

حتیٰ کہ انھوں نے اس بات کی کوشش سے بھی دریغ نہیں کیا کہ مسلمانوں کے اندر پھوٹ پیدا کر کے خانہ جنگی شروع کرا دیں۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ ایک موقعہ پر قبیلہ اوس اور خزرج کے بہت سے لوگ اکٹھے بیٹھے ہوئے باہم محبت واتفاق سے باتیں کر رہے تھے کہ بعض فتنہ پرداز یہود نے اس مجلس میں پہنچ کر جنگِ بُعاث کا تذکرہ شروع کر دیا"۔ یہ وہ خطرناک جنگ تھی جو ان دو2 قبائل کے درمیان ہجرت سے چند سال قبل ہوئی تھی اور جس میں اوسؔ اور خزرج کے بہت سے لوگ ایک دوسرے کے ہاتھ سے مارے گئے تھے۔ اس جنگ کا ذکر آتے ہی بعض جوشیلے لوگوں کے دلوں میں پرانی یاد تازہ ہوگئی اور گذشتہ عداوت کے منظر آنکھوں کے سامنے پھر گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ باہم نوک جھونک اور طعن و تشنیع سے گذر کر نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اسی مجلس میں مسلمانوں کے اندر تلوار کھچ گئی مگر خیر گذری کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بروقت اس کی اطلاع مل گئی اور آپؐ مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ فوراً موقعہ پر تشریف لے آئے اور فریقین کو سمجھا بجھا کر ٹھنڈا کیا اور پھر ملامت بھی فرمائی کہ تم میرے ہوتے ہوئے جاہلیت کا طریق اختیار کرتے ہو اور خدا کی اس نعمت کی قدر نہیں کرتے کہ اُس نے اسلام کے ذریعہ تمہیں بھائی بھائی بنا دیا ہے۔ انصار پر آپؐ کی اس نصیحت کا ایسا اثر ہوا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور وہ اپنی اس حرکت سے تائب ہو کر ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئے۔

جب جنگِ بدر ہو چکی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مسلمانوں کو باوجود ان کی قلّت اور بے سروسامانی کے قریش کے ایک بڑے جرّار لشکر پر نمایاں فتح دی اور مکہ کے بڑے بڑے عمائد خاک میں مل گئے تو مدینہ کے یہودیوں کی آتشِ حسد بھڑک اٹھی اور انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ کھلم کھلا نوک جھونک شروع کر دی اور مجلسوں میں برملا طور پر کہنا شروع کیا کہ قریش کے لشکر کو شکست دینا کونسی بڑی بات تھی ہمارے ساتھ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقابلہ ہو تو ہم بتا دیں کہ کس طرح لڑا کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک مجلس میں انھوں نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ پر اسی قسم کے الفاظ کہے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جنگِ بدر کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپؐ نے ایک دن یہودیوں کو جمع کر کے ان کو نصیحت فرمائی اور اپنا دعویٰ پیش کر کے اسلام کی طرف دعوت دی۔ آپؐ کی اس پُرامن اور ہمدردانہ تقریر کا روئسائے یہود نے ان الفاظ میں جواب دیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم شاید چند قریش کو قتل کر کے مغرور ہو گئے ہو۔ وہ لوگ لڑائی کے فن سے ناواقف تھے۔ اگر ہمارے ساتھ تمہارا مقابلہ ہو تو تمہیں پتہ لگ جاوے کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ یہود نے صرف عام دھمکی پر ہی اکتفاء نہیں کی بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے منصوبے بھی شروع کر دیئے تھے۔ کیونکہ روایت آتی ہے کہ جب ان دنوں میں طلحہ بن بَراء جو ایک مخلص صحابی تھے فوت ہونے لگے تو انہوں نے وصیت کی کہ اگر میں رات کو مروں تو نماز جنازہ کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ دی جاوے تاکہ ایسا نہ ہو کہ میری وجہ سے آپؐ پر یہود کی طرف سے کوئی حادثہ گذر جاوے۔ الغرض جنگِ بدر کے بعد یہود نے کھلم کھلا شرارت شروع کر دی اور چونکہ مدینہ کے **یہود میں بنو قینقاع سب میں زیادہ طاقتور اور بہادر تھے اس لیے سب سے پہلے انہی کی طرف سے عہد شکنی شروع ہوئی۔**

چنانچہ مورخین لکھتے ہیں کہ ... مدینہ کے یہودیوں میں سے سب سے پہلے بنو قینقاع نے اِس معاہدہ کو توڑا جو اُن کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا تھا اور بدر کے بعد انھوں نے بہت سرکشی شروع کر دی اور برملا طور پر بغض وحسد کا اظہار کیا اور عہد وپیمان کو توڑ دیا۔ مگر باوجود اس قسم کی باتوں کے مسلمانوں نے اپنے آقا کی ہدایت کے ماتحت ہر طرح صبر سے کام لیا اور اپنی طرف سے کوئی پیش دستی نہیں ہونے دی۔ بلکہ حدیث میں آتا ہے کہ اس معاہدہ کے بعد جو یہود کے ساتھ ہوا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر یہود کی دلداری کا خیال رکھتے تھے۔

چنانچہ ایک دفعہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں کچھ اختلاف ہو گیا۔ یہودی نے حضرت موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت بیان کی۔ صحابی کو اس پر غصہ آیا اور اُس نے اُس یہودی کے ساتھ کچھ سختی کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو افضل الرسل بیان کیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپؐ ناراض ہوئے اور اس صحابی کو ملامت فرمائی اور کہا کہ تمہارا یہ کام نہیں کہ تم خدا کے رسولوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کرتے پھرو اور پھر آپؐ نے موسیٰؑ کی ایک جزوی فضیلت بیان کر کے اس یہودی کی دلداری فرمائی۔ مگر باوجود اس دلدارانہ سلوک کے یہودی اپنی شرارت میں ترقی کرتے گئے اور بالآخر خود یہود کی طرف سے ہی جنگ کا باعث پیدا ہوا اور ان کی قلبی عداوت ان کے سینوں میں سمانہ سکی اور یہ اس طرح پر ہوا کہ ایک مسلمان خاتون بازار میں ایک یہودی کی دُکان پر کچھ سودا خریدنے کے لیے گئی۔

بعض شریر یہودیوں نے جو اُس وقت اُس دکان پر بیٹھے ہوئے تھے اسے نہایت اوباشانہ طریق پر چھیڑا اور خود دوکاندار نے یہ شرارت کی کہ اس عورت کی تہ بند کے نچلے کونے کو اس کی بے خبری کی حالت میں کسی کانٹے وغیرہ سے اس کی پیٹھ کے کپڑے سے ٹانک دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب وہ عورت اُن کے اوباشانہ طریق کو دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر لَوٹنے لگی تو وہ ننگی ہو گئی۔ اس پر اس یہودی دوکاندار اور اس کے ساتھیوں نے زور سے ایک قہقہہ لگایا اور ہنسنے لگ گئے۔ مسلمان خاتون نے شرم کے مارے ایک چیخ ماری اور مدد چاہی۔ اتفاق سے ایک مسلمان اُس وقت قریب موجود تھا۔ وہ لپک کر موقعہ پر پہنچا اور باہم لڑائی میں یہودی دوکاندار مارا گیا۔ جس پر چاروں طرف سے اس مسلمان پر تلواریں برس پڑیں اور وہ غیور مسلمان وہیں ڈھیر ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس واقعہ کا علم ہوا تو غیرتِ قومی سے ان کی آنکھوں میں خون اتر آیا اور دوسری طرف یہود جو اس واقعہ کو لڑائی کا بہانہ بنانا چاہتے تھے ہجوم کر کے اکٹھے ہو گئے اور ایک بلوہ کی صورت پیدا ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے رؤسائے بنو قینقاع کو جمع کر کے کہا کہ یہ طریق اچھا نہیں۔ تم ان شرارتوں سے باز آجاؤ اور خدا سے ڈرو۔ انہوں نے بجائے اس کے کہ اظہارِ افسوس وندامت کرتے اور معافی کے طالب بنتے، سامنے سے نہایت متمردانہ جواب دیئے اور پھر وہی دھمکی دہرائی کہ بدر کی فتح پر غرور نہ کرو، جب ہم سے مقابلہ ہو گا تو پتہ لگ جائے گا کہ لڑنے والے ایسے ہوتے ہیں۔ ناچار آپؐ صحابہ کی ایک جمعیت کو ساتھ لے کر بنو قینقاع کے قلعوں کی طرف روانہ ہو گئے۔ اب یہ آخری موقعہ تھا کہ وہ اپنے افعال پر پشیمان ہوتے مگر وہ سامنے سے جنگ پر آمادہ تھے۔

الغرض جنگ کا اعلان ہو گیا اور اسلام اور یہودیت کی طاقتیں ایک دوسرے کے مقابل پر نکل آئیں۔ اس زمانہ کے دستور کے مطابق جنگ کا ایک طریق یہ بھی ہوتا تھا کہ اپنے قلعوں میں محفوظ ہو کر بیٹھ جاتے تھے محاصرہ ہو جاتا تھا اور فریقِ مخالف قلعوں کا محاصرہ کر لیتا تھا اور موقع موقع پر گاہے گاہے ایک دوسرے کے خلاف حملے ہوتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ یا تو محاصرہ کرنے والی فوج قلعہ پر قبضہ کرنے سے مایوس ہو کر محاصرہ اٹھا لیتی تھی اور یہ محصورین کی فتح سمجھی جاتی تھی اور یا محصورین مقابلہ کی تاب نہ لا کر قلعہ کا دروازہ کھول کر اپنے آپ کو فاتحین کے سپرد کر دیتے تھے۔ اس موقعہ پر بھی بنو قینقاع نے یہی طریق اختیار کیا اور اپنے قلعوں میں بند ہو کر بیٹھ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا محاصرہ کیا اور پندرہ دن تک برابر محاصرہ جاری رہا۔

بالآخر جب بنو قینقاع کا سارا زور اور غرور ٹوٹ گیا تو اُنہوں نے اس شرط پر اپنے قلعوں کے دروازے کھول دیے کہ ان کے اموال مسلمانوں کے ہو جائیں گے۔ مگر اُن کی جانوں اور ان کے اہل و عیال پر مسلمانوں کا کوئی حق نہیں ہو گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو منظور فرما لیا کیونکہ گو موسوی شریعت کی رُو سے یہ سب لوگ واجب القتل تھے۔ اور معاہدہ کی رو سے ان لوگوں پر موسوی شریعت کا فیصلہ ہی جاری ہونا چاہیے تھا مگر اس قوم کا یہ پہلا جرم تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحیم و کریم طبیعت انتہائی سزا کی طرف جو ایک آخری علاج ہوتا ہے ابتدائی قدم پر مائل نہیں ہو سکتی تھی، لیکن دوسری طرف ایسے بدعہد اور معاند قبیلہ کا مدینہ میں رہنا بھی ایک مارِ آستین کے پالنے سے کم نہ تھا۔ خصوصاً جب کہ اوس اور خزرج کا ایک منافق گروہ پہلے سے مدینہ میں موجود تھا اور بیرونی جانب سے بھی تمام عرب کی مخالفت نے مسلمانوں کا ناک میں دَم کر رکھا تھا۔ ایسے حالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی فیصلہ ہو سکتا تھا کہ بنو قینقاع مدینہ سے چلے جائیں۔ یہ سزا اُن کے جرم کے مقابل میں اور نیز اس زمانہ کے حالات کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک بہت نرم سزا تھی اور دراصل اس میں صرف خود حفاظتی کا پہلو ہی مد نظر تھا۔ ورنہ عرب کی خانہ بدوش اقوام کے نزدیک نقل مکان کوئی بڑی بات نہ تھی۔

خصوصاً جب کہ کسی قبیلہ کی جائیدادیں، زمینوں اور باغات کی صورت میں نہ ہوں جیسا کہ بنو قینقاع کی نہیں تھیں۔ اور پھر سارے کے سارے قبیلہ کو بڑے امن و امان کے ساتھ ایک جگہ چھوڑ کر کسی دوسری جگہ جا کر آباد ہونے کا موقعہ مل جاوے۔ چنانچہ بنو قینقاع بڑے اطمینان کے ساتھ مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے۔ ان کی روانگی کے متعلق ضروری اہتمام اور نگرانی وغیرہ کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی عبادۃ بن صامت کے سپرد فرمایا تھا جو اُن کے حلفاء میں سے تھے۔ چنانچہ عبادۃ بن صامت چند منزل تک بنو قینقاع کے ساتھ گئے اور پھر انہیں حفاظت کے ساتھ آگے روانہ کر کے واپس لوٹ آئے۔ مالِ غنیمت جو مسلمانوں کے ہاتھ آیا وہ صرف آلاتِ حرب "جنگ کے آلات، جنگ کا سامان" اور آلاتِ پیشہ زرگری پر مشتمل تھا۔

بنو قینقاع کے متعلق بعض روایتوں میں ذکر آتا ہے کہ جب ان لوگوں نے اپنے قلعوں کے دروازے کھول کر اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تو اُن کی بدعہدی اور بغاوت اور شرارتوں کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ اُن کے جنگجو مردوں کو قتل کروا دینے کا تھا، مگر عبد اللہ بن ابی بن سلول رئیس

منافقین کی سفارش پر آپؐ نے یہ ارادہ ترک کر دیا، لیکن" (اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے) محققین ان روایات کو صحیح نہیں سمجھتے "کیونکہ جب دوسری روایات میں یہ صریحاً مذکور ہے کہ بنو قینقاع نے اس شرط پر دروازے کھولے تھے کہ ان کی اوران کے اہل وعیال کی جان بخشی کی جائے گی تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس شرط کو قبول کر لینے کے بعد دوسرا طریق اختیار فرماتے" اور پھر بھی قتل کرنے کی کوشش فرماتے۔ اس لیے یہ تو بالکل غلط بات ہے۔ "البتہ بنو قینقاع کی طرف سے جان بخشی کی شرط کا پیش ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ خود ہی سمجھتے تھے کہ اُن کی اصل سزا قتل ہی ہے مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم کے طالب تھے اور یہ وعدہ لینے کے بعد اپنے قلعے کا دروزاہ کھولنا چاہتے تھے کہ ان کو قتل کی سزا نہیں دی جاوے گی لیکن گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحیم النفسی سے انہیں معاف کر دیا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نظر میں یہ لوگ اپنی بداعمالی اور جرائم کی وجہ سے اَب دنیا کے پردے پر زندہ چھوڑے جانے کے قابل نہیں تھے۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جس جگہ یہ لوگ جلاوطن ہو کر گئے تھے وہاں انہیں ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گذرا تھا کہ اُن میں کوئی ایسی بیماری وغیرہ پڑی کہ سارے کا سارا قبیلہ اس کا شکار ہو کر پیوندِ خاک ہو گیا۔"

(سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ صفحہ 457-461)

ختم ہو گیا۔ غزوۂ بنو قینقاع ذوالحجہ 2 ہجری میں ہوا تھا۔

(ماخوذ از سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اےؓ صفحہ 461)

بہر حال حضرت حمزہؓ اس میں عَلَم بردار تھے۔ **حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بارے میں** پہلے بیان ہو چکا ہے کہ یہ احد میں شہید ہوئے تھے۔ اس کی خبر اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ رؤیا دے دی تھی۔ چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رؤیا میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَیں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک مینڈھے کا پیچھا کر رہا ہوں اور یہ کہ میری تلوار کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے تو مَیں نے یہ تعبیر کی کہ قوم کے مینڈھے کو قتل کروں گا یعنی ان کے سپہ سالار کو اور تلوار کے کنارے کی تعبیر مَیں نے یہ کی کہ میرے خاندان کا کوئی آدمی ہے۔ پھر حضرت حمزہؓ کو شہید کر دیا گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طلحہ کو قتل کیا جو کہ مشرکین کا عَلَمبردار تھا۔

(مستدرك على الصحيحين للحاكم جزء 5 صفحه 1834 كتاب معرفة الصحابه حديث نمبر 4896 مطبوعه مكتبه نزار الباز رياض)

حضرت حمزہؓ کا مُثلہ کیا گیا تھا، شکل بگاڑی گئی تھی۔ ناک کان کاٹے گئے تھے۔ ان کا پیٹ چاک کیا گیا تھا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ حالت دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شدید رنج ہوا اور فرمایا اگر اللہ نے مجھے قریش پر کامیابی دی تو میں اُن کے تیس آدمیوں کا مُثلہ کروں گا۔ جبکہ ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر فرمایا کہ ان کے ستر آدمیوں کا مُثلہ کروں گا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ وَ اِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِہٖ ؕ وَ لَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَہُوَ خَیۡرٌ لِّلصّٰبِرِیۡنَ (النحل :127) اور اگر تم سزا دو تو اتنی ہی سزا دو جتنی تم پر زیادتی کی گئی تھی اور اگر تم صبر کرو تو یقیناً صبر کرنے والوں کے لیے یہ بہتر ہے۔ اس پر رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صبر کریں گے اور اپنی قسم کا کفّارہ ادا کر دیا۔

(الاستیعاب فی معرفة الاصحاب جزء اوّل صفحه 426مطبوعه دارالکتب العلمیة بیروت)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

کل رات جب میں جنت میں داخل ہوا، یہ نظارہ آپؐ نے دیکھا، تو میں نے دیکھا کہ جعفر فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں جبکہ حمزہ تخت پر ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔

(مستدرك على الصحيحين للحاكم جزء 5 صفحه 1832 كتاب معرفة الصحابه حديث نمبر4890 مطبوعه مكتبه نزار الباز رياض)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم احد کے دن حضرت حمزہؓ کے پاس سے گزرے۔ ان کا ناک اور کان کاٹے گئے تھے اور مُثلہ کیا گیا تھا۔ اس پر فرمایا اگر مجھے صفیہ کے رنج و غم کا خیال نہ ہوتا تو میں ان کو یونہی چھوڑ دیتا یہاں تک کہ اللہ ان کو پرندوں اور درندوں کے پیٹوں سے ہی اٹھاتا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کو ایک چادر میں کفن دیا گیا۔

(مستدرك على الصحيحين للحاكم جزء 5 صفحه 1831 كتاب معرفة الصحابه حديث 4887 مطبوعه مكتبه نزار الباز رياض)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حمزہؓ کی شہادت اور آپؓ کی لاش کو دیکھ کر جذبات کا اظہار اور نہ صرف خود صبر کا نمونہ دکھانا بلکہ حضرت حمزہؓ کی بہن اور اپنی پھوپھی کو بھی اس کا پابند کرنا جس کا کچھ ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے۔ پھر نوحہ کرنے والی انصاری عورتوں کو نوحہ کرنے سے روکنے کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی خلافت سے پہلے کی جلسہ سالانہ کی ایک تقریر میں بیان فرمایا تھا، وہ میں بیان کر دیتا ہوں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خُلقِ عظیم کا بھی پتہ لگتا ہے۔

بہرحال یہ مناسب ہے کہ اس واقعہ کو یہاں بیان کیا جائے۔ پہلے تو مختصراً حدیثوں کے حوالے سے بیان ہو چکا ہے۔ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حمزہؓ سے جو پیار تھا اس کا اظہار ان الفاظ سے ہوتا ہے جو اُحد کی شام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی نعش پر کھڑے ہو کر فرمائے۔ آپؐ نے فرمایا اے حمزہ! مجھے آج جو غصہ ہے اور جو تکلیف تیرے مقتل پر کھڑے ہو کر پہنچی ہے اللہ آئندہ کبھی مجھے ایسی تکلیف نہ دکھائے گا۔ اس وقت آپؐ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ، حضرت حمزہؓ کی بہن بھی یہ خبر سن کر وہاں چلی آئیں تو اس خوف سے کہ کہیں صبر کا دامن ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹ جائے پہلے تو آپؐ نے انہیں نعش دیکھنے کی اجازت نہ دی لیکن جب انہوں نے صبر کا وعدہ کیا تو اجازت فرما دی۔ بہرحال آپ حضرت حمزہؓ کے مقتل پر حاضر ہوئیں اور شیر خدا اور شیر رسول اپنے پیارے بھائی کی لاش اس حالت میں سامنے پڑی دیکھی کہ ظالموں نے سینہ پھاڑ کر کلیجہ نکال لیا تھا اور چہرے کے نقوش بھی بُری طرح بگاڑ دیے تھے۔

ہر چند کہ سینہ غم سے بیٹھا جاتا تھا مگر صفیہ اپنے صبر کے وعدے پر قائم رہیں اور ایک کلمہ بے صبری کا منہ سے نکلنے نہ دیا لیکن آنسوؤں پر کسے اختیار تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور روتے روتے وہیں بیٹھ گئیں۔ حالت یہ تھی کہ غمزدہ

خاموش آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہوئی تھی۔ راوی کہتا ہے کہ آنحضورؐ بھی پاس بیٹھ گئے۔ آپؐ کی آنکھوں سے بھی بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ جب حضرت صفیہؓ کے آنسو مدھم پڑتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بھی مدھم پڑ جاتے۔ جب حضرت صفیہؓ کے آنسو تیز ہوتے تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بھی تیز ہو جاتے۔ چند منٹ اسی حالت میں گزرے۔

پس آنحضورؐ اور اہلِ بیت کا نوحہ ان چند خاموش آنسوؤں کے سِوا اَور کچھ نہ تھا اور یہی سنتِ نبویؐ ہے۔ آپؐ مدینہ میں اس حال میں داخل ہوئے کہ تمام مدینہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا اور گھر گھر سے شہدائے احد کی یاد میں نوحہ گروں کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو بڑے درد سے فرمایا۔ حمزہ کا تو کوئی رونے والا نہیں۔ ہاں حمزہ کو رونے والا ہو بھی کون سکتا ہے کہ اہلِ بیت کو تو صبح و شام صبر کی تلقین ہوا کرتی تھی۔ حضور کے اس درد بھرے فقرے کو جب بعض انصار نے سنا تو تڑپ اٹھے اور گھروں کی طرف دوڑے اور بیبیوں کو حکم دیا کہ ہر دوسرا ماتم چھوڑ دو اور حمزہ پر ماتم کرو۔ دیکھتے دیکھتے ہر طرف سے حمزہ کے لیے آہ و بکا کا ایک شور بلند ہوا اور ہر گھر حمزہ کا ماتم کدہ بن گیا۔ انصار بیبیاں نوحہ کو پڑھتے ہوئے اور آنسو بہاتیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رحمت کدہ پر بھی اکٹھی ہو گئیں۔ آنحضورؐ نے شور سن کر باہر دیکھا تو انصار بیبیوں کی ایک بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے ان کی ہمدردی پر ان کو دعا دی اور شکریہ ادا کیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں۔

پس اس دن سے نوحہ کی رسم متروک کر دی گئی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ہماری جانیں نثار ہوں۔ کس شان کا معلمِ اخلاق تھا جو روحانیت کے آسمان سے ہمیں دین سکھانے نازل ہوا۔ کیسا صاحبِ بصیرت اور زیرک تھا یہ نصیحت کرنے والا جس کی نظر انسانی فطرت کے پاتال تک گزر جاتی تھی۔ اگر اس وقت آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار بیبیوں کو نوحہ کرنے سے منع فرما دیتے جب وہ اپنے شہیدوں کا نوحہ کر رہی تھیں تو شاید بعض دلوں پر یہ شاق گزرتا اور یہ صبر ان کے لیے صبر آزما ہو جاتا لیکن دیکھو! کیسے حکیمانہ انداز میں آپؐ نے پہلے ان کے ماتم کا رخ اپنے چچا حمزہ کی طرف پھیرا۔ پھر جب نوحہ سے منع فرمایا تو گویا اپنے چچا کے نوحہ سے منع فرمایا۔ اللہ کا انتخاب اللہ کا انتخاب ہے۔ دیکھو! اپنی مخلوق کے لیے کس شان کا نصیحت کرنے والا بھیجا اللہ تعالیٰ نے جو انسانی فطرت کی باریکیوں اور لطافتوں سے خوب آشنا تھا اور اپنے غلاموں کے لطیف جذبات کا کیسا خیال رکھنے والا تھا۔

آنحضورؐ کی ان حسین اداؤں پر جب نظر پڑتی ہے تو دل سینے میں اچھلتا ہے اور فریفتہ ہونے لگتا ہے اور بے اختیار دل سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ ہماری جانیں، ہمارے اموال، ہماری اولادیں تیرے قدموں کے نثار۔ اے اللہ کے رسولؐ! تجھ پر لاکھوں درود اور کروڑوں سلام۔ اے وہ کہ جس کے حسن و احسان کا سمندر بے کنارہ تھا اور لافانی تھا۔ اے اللہ کے رسولؐ! تجھ پر لاکھوں درود اور کروڑوں سلام۔ زمین و آسمان کے واحد اور یگانہ خدا کی قسم! زمین و آسمان میں اس کی تمام مخلوق میں تُو واحد و یگانہ ہے۔ تجھ سا کوئی تھا نہ ہے نہ ہو گا۔

(ماخوذ از خطباتِ طاہر، تقاریر جلسہ سالانہ قبل از خلافت فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صفحہ 364 تا 366 طاہر فاؤنڈیشن 2006ء)

حضرت حمزہؓ کے ذکر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اسوہ کا بھی ذکر ہو گیا۔ یہی یہاں اختتام

ہے۔ اب چند جو دوسرے (صحابہ) ہیں ان کا ذکر ان شاء اللہ مَیں آئندہ کروں گا۔

پرسوں نیا سال بھی ان شاء اللہ شروع ہو رہا ہے۔ دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ نئے سال میں برکات لے کر آئے اور اس کی ساری برکات سے ہمیں نوازے۔ جماعت کے لیے بھی ہر لحاظ سے یہ بابرکت ہو۔ دشمن کے تمام منصوبوں کو اللہ تعالیٰ خاک میں ملا دے اور دنیا میں پھیلی ہوئی جماعتوں کو اللہ تعالیٰ پہلے سے بڑھ کر اپنے مقصدِ پیدائش کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسی طرح عمومی طور پر دنیا کے لیے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو جنگوں سے بچائے۔ حالات خطرناک سے خطرناک ہوتے جا رہے ہیں اور تباہی منہ کھولے کھڑی ہے۔ کچھ پتہ نہیں ہر ایک اپنے مفادات چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی رحم فرمائے۔ اور اپنے مظلوم بھائیوں کے لیے بھی بہت دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ آئندہ سال میں ہر قسم کے ظلم اور تعدّی سے جماعت احمدیہ کو محفوظ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20/ جنوری 2023ء جلد 30 شمارہ 06 صفحہ 05 تا 09)

انڈیکس خطبات مسرور جلد20

آیات قرآنیہ.....1 تا 3

احادیث نبویہؐ.....4تا5

الہامات حضرت مسیح موعودؑ.....5

مضامین.....6تا59

اسماء.....60تا85

مقامات.....86تا100

کتابیات.....101تا105

آیات قرآنیہ

الفاتحہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.....(1-3) 643

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ.....(5) 87، 221، 212، 644

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ.....(6) 189، 193

غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ.....(7) 87

البقرۃ

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ.....(3) 220

ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ.....(3) 213

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.....(21) 664

کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ.....(58) 217

لَعَلَّکُمْ تَتَّقُوْنَ.....(184) 210

وَ اِذَا سَاَلَکَ عِبَادِیْ.....(187) 187، 190، 196

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ.....(201) 233، 658

وَ مَنْ یَّرْتَدِدْ مِنْکُمْ.....(218) 174

وَ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ.....(233) 259

وَ لَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ.....(238) 321

لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ.....(257) 139، 175، 180

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ... فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ(262) 563

وَ مَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ... ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰہِ(266) 1

آل عمران

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ .....(20) 219، 660

جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْکَ.....(56) 231

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ.....(93) 79

کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ.....(104) 233

تِلْکَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُھَا.....(141) 220

وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ.....(145) 102، 104

105، 126، 206، 579

شَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ... فَاِذَا عَزَمْتَ(160) 148، 474

اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ.....(173) 45، 495

النساء

عَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ.....(20) 217

فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ.....(70) 631

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا.....(138) 175

المائدۃ

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ.....(4) 578

فَاذْھَبْ اَنْتَ وَ رَبُّکَ.....(25) 33

اِنَّمَا یَتَقَبَّلُ اللّٰہُ.....(28) 211، 220

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ.....(34) 183

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْکُمْ.....(55) 174

الاعراف

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا.....(24) 663

قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ.....(30-32) 517

الانفال

کَمَآ اَخْرَجَکَ رَبُّکَ.....(6) 33

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ.....(10) 36

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰہَ.....(30) 218

اِنْ اَوْلِیَآؤُہٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ.....(35) 223

التوبۃ

فَاِنْ تَابُوْا... فَخَلُّوْا سَبِیْلَھُمْ (5) 139

فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا... فَاِخْوَانُکُمْ (11) 139

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ.....(40) 580

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ.....(40) 115

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا...(40) 113، 608، 619، 634، 635

جَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَ اَنْفُسِکُمْ.....(41) 429

قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا.....(54-53) 176

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا.....(74) 176

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً...(103) 148،151،612

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ.....(128) 484،485

یونس

وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ.....(19) 108

اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ.....(37) 528

هود

اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا.....(29) 179

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ.....(115) 228

یوسف

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ.....(19) 54

تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِيْ.....(102) 470

ابراهیم

فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ.....(37) 60

الحجر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ.....(10) 660

النحل

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا.....(127) 678

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا.....(129) 214،246

بنی اسرائیل

اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ.....(2) 607

الکهف

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ.....(18) 206

وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ.....(30) 175

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ.....(51) 206

الانبیاء

وَ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ.....(35) 103،206

الحج

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ.....(38) 218،219،648

النور

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ.....(12) 592

لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ.....(12) 592

وَ لْيَعْفُوْا وَ لْيَصْفَحُوْا.....(23) 54،55

وَ لَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ.....(23) 54

وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ.....(55) 179

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ.....(56) 120،123

يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ.....(56) 152

الشعراء

اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ.....(62) 653

كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ.....(63) 653

العنکبوت

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا.....(70)

190، 192، 193، 194، 195، 196، 197، 657

فاطر

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ.....(7) 207

الزمر

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ.....(4) 108

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ...(31) 102،103،205

فصلت (حم السجدہ)

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا.....(31) 213

نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي.....(32) 213

الشوریٰ

جَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ.....(41) 180،183

الرحمٰن

وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ.....(47) 213

الفتح

سَتُدْعَوْنَ اِلٰى قَوْمٍ.....(17) 262

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ.....(30) 131

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ.....(30) 61

الحجرات

وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ.....(12) 232

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ.....(14) 232،663

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا.....(15) 122

قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا.....(15) 638

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ.....(30) 219،232،663

الذّٰریٰت

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ.....(57) 226،514،523

النجم

وَ اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰٓى.....(38) 651

القمر

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ.....(47-46) 35

الرحمٰن

لِمَنْ خَافَ مَقَامَ.....(47) 213

الحدید

وَ يَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا.....(29) 218

المجادلة

كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ.....(22) 278

الصف

فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ.....(6) 192

هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى.....(11) 230

الجمعة

اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا.....(4) 661

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ.....(5) 220

المنافقون

اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً.....(4-3) 176

الطلاق

مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ.....(4-3) 220

يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا.....(3) 653

نوح

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ.....(27) 60

النبا

وَ يَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ.....(41) 490

الطارق

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ... وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ(14-15) 662

الشمس

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ.....(10) 212

الضحیٰ

اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ.....(12) 216

البیّنة

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ.....(6) 520،521،522

النصر

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ..... 426،427،498

احادیث

اِنَّ النَّارَ لَا یُعَذِّبُ بِھَا اِلَّا اللّٰہُ 209

غَفَرَ اللّٰہُ لَکَ یَا اَبَا بَکْرٍ 489

احادیث بالمعنیٰ

ابو بکر سب لوگوں سے افضل اور بہتر ہے سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو 550

میری اُمّت میں سے میری اُمّت پر سب سے زیادہ مہربان اور رحم کرنے والا ابو بکر ہے 550

اگر مجھے نہ پاؤ تو ابو بکر کے پاس آنا 551

اے ابو بکر! تم میری اُمّت میں سے سب سے پہلے ہو جو جنت میں داخل ہو گے 554

اگر میں اپنی اُمّت میں سے کسی کو خلیل بنانے والا ہوتا تو میں ابو بکر کو بناتا 577-578

مسجد میں کوئی دروازہ نہ رہے مگر بند کر دیا جائے سوائے ابو بکر کے دروازے کے 578-579، 631

وہ لوگ جن میں ابو بکر ہوں ان کیلئے مناسب نہیں کہ ان کے علاوہ کوئی اور ان کی امامت کرے 585

لوگوں میں سے کوئی نہیں جو بلحاظ اپنی جان اور مال کے مجھ پر ابو بکر بن ابو قحافہ سے بڑھ کر نیک سلوک کرنے والا ہو 613

مجھے کسی مال نے کبھی وہ فائدہ نہیں پہنچایا جو مجھے ابو بکر کے مال نے فائدہ پہنچایا ہے 613

اگر کوئی چاہے کہ مردہ میت کو زمین پر چلتا ہوا دیکھے تو وہ ابو بکرؓ کو دیکھے 492

اے اُحد ٹھہر جا۔۔۔۔ 553-554

جس کا تہہ بند نیچے ڈھلکتا ہے وہ دوزخ میں جائیں گے 493

جنت کے سات دروازوں سے مختلف اعمالِ حسنہ پر زور دینے والے لوگ گزارے جائیں گے 555

جو بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے بھی حق ادا نہیں کرتا 519

خالد بن ولید اللہ کا بہت ہی اچھا بندہ ہے۔۔۔۔ 239

خالد کو تکلیف مت پہنچاؤ۔۔۔۔ 258

حضرت خالدؓ کے قبولِ اسلام کے بارے حدیث 326

بلند درجات والے جو اُن کے نیچے والے ہیں وہ اُن کو دیکھیں گے ۔۔۔۔ 550

روزہ ڈھال ہے۔۔۔۔ 210

نماز، روزہ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے 564

بندوں کی شکر گزاری ہی اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری ہے 411

جو لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا بھی شکر گزار نہیں ہے 509

حضرت عائشہؓ کو آپؐ کا مشرک والدین سے حسنِ سلوک کی تلقین کرنا 472

اے عائشہؓ! میں چاہتا تھا کہ ابو بکر کو اپنے بعد نامزد کر دوں 591

سورج طلوع نہیں کسی آدمی پر جو عمرؓ سے بہتر ہو 615

میں نے خواب میں کنگن دیکھے۔۔۔۔ 264

جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا۔۔۔ 493

اگر تو مجھ سے یہ چھڑی بھی مانگے ۔۔۔۔ بابت نبوت مسیلمہ کذّاب 264

جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے مسجد بنائی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کیلئے ایسا ہی گھر بنائے گا 517

اللہ تعالیٰ کی مساجد وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں 525

مجھے زمین کے خزانے عطا کیے گئے۔۔۔ 353

آنحضور ﷺ کی کسریٰ کی ہلاکت کے بارے پیشگوئی 353

آنحضور ﷺ کا حضرت عائشہؓ کو مشرک والدین سے حسنِ سلوک کی تلقین کرنا 472

اے لوگو! اللہ نے مجھے تمہاری طرف مبعوث کر کے بھیجا ہے۔۔496

موسیٰ پر مجھے فضیلت نہ دو 498

یہ دونوں (حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ) میرے کان اور آنکھیں ہیں 552
ہر نبی کے آسمان والوں میں دو وزیر ہوتے ہیں۔۔۔۔۔ 552
آنحضور ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کو جنت کی بشارت دینا 552-553
نماز، روزہ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے 564
اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا ہے دنیا کا یا اس کا جو اللہ کے پاس ہے تو ان سے جو اللہ کے پاس اسے پسند کیا ہے 577
آنحضور ﷺ کا اپنی آخری بیماری میں حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے بارے وصیت 588
میں نہیں جانتا میرے لئے تم میں رہنا کب تک ہے پس تم میرے پیروی کرو اور ان کی جو میرے بعد ہیں 588
یقیناً ہر نبی کو سات نجیب ساتھی دئے گئے اور مجھے چودہ دئے گئے ہیں۔۔۔۔۔ 595
آنحضور ﷺ کا غارِ ثور میں پناہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ کو تسلی دینا 616-617، 618-619، 635
اس کا نام حمزہ بن عبد المطلب کے نام پر رکھو جو کہ مجھے سب ناموں سے زیادہ پسندیدہ ہے 668
نماز چھوڑنا انسان کو کفر اور شرک کے قریب کر دیتا ہے 225
قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا حساب۔۔۔ 225
تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا۔۔ 276-277
نماز، روزہ اور اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کئے گئے مال کو سات سو گنا بڑھا دیتا ہے 564
مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں 679
ایک مسلمان کا ایک یہودی کو تھپڑ مارنا 498

الہامات حضرت مسیح موعودؑ

رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ۔۔۔۔۔۔ 663
آگ تیری غلام بلکہ تیرے غلاموں کی بھی غلام ہے 06
خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے۔۔۔۔۔ 513
فتح عظیم 511

مضامین

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ کا نیتوں کے مطابق اجر عطا کرنا 2،1

ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں، مال یا خدا کی محبت 6

اللہ تعالیٰ کا وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار، دعا اور صدقہ سے ٹال دینا 55

خدا تعالیٰ کی تمام صفات پر کامل یقین رکھنے اور ایمان لانے سے دعا قبول ہونا 189،188

اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کے آنے کی خوشی، مثال..... 191

اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو پورے طور پر دعا اور تزکیہ نفس سے کام لے گا اس کے ساتھ قرآن کریم کے تمام وعدے پورے ہو کر رہیں گے 195

قرب الٰہی پانے کے طریق 197،196

آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف اللہ کا ہی کام ہے 209

خدا تعالیٰ کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں 219

خدا تعالیٰ کے نزدیک متقی ہونا اور شے اور انسانوں کے نزدیک متقی ہونا اور شے ہے 222،221

خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ 658،233

خدا تعالیٰ کا قدیم سے دو سنتیں دکھلانا 277،278

اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی خوابوں کے ذریعہ جماعت کی طرف رہنمائی فرمانا 280 تا 283، 349، 417، 418، 465

خدا تعالیٰ کا انسان کے دل کے کونوں میں جھانکنا، کسی قسم کی ظلمت، شرک و بدعت ہونے پر..... 657

توحید کے قیام کے ساتھ اللہ کی محبت اور آپؐ کے ساتھ عشق کا تعلق بھی ضروری ہے 660

آٹا

بریرہؓ کا حضرت عائشہؓ کے حق میں گواہی دینا کہ آپ میں صرف یہی عیب دیکھا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہے..... 52

آخرت

آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو دنیا و آخرت میں اپنا بھائی قرار دینا 551

اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں 552

آزاد / آزادی

آپؐ کا جویریہؓ بنت حارث سے شادی کے بعد ان کے خاندان کے سو آدمی آزاد کر دینا 260

ہجرت مدینہ کے وقت زیادؓ کا آپؐ کو قیام کیلئے اپنا گھر پیش کرنا، آپؐ کا فرمانا میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو 358

حضرت ابو بکرؓ کا اشعث کو معاف فرمانا اور تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر کے ان کے علاقوں کی طرف بھجوانا 365

آسمان

عباد بن بشرؓ کا جنگ یمامہ کے دوران خواب دیکھنا کہ آسمان کھولا گیا ہے اور پھر مجھ پر بند کر دیا گیا، اس سے مراد شہادت تھی 301

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا بلند درجہ، آپؐ کا آسمان کے ستاروں کی مثال دے کر آپؓ کا درجہ بتانا 551،550

آگ

حضورؑ کے الہام "آگ تیری غلام بلکہ تیرے غلاموں کی بھی غلام ہے" کا پورا ہونا 6

آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف اللہ کا ہی کام ہے 209

حبیبؓ کے ایک ایک عضو کو کاٹ کر آپؓ کو آگ میں جلا دیا جانا 302

خالد بن سعید بن عاصؓ کا خواب میں دیکھنا کہ ان کے والد ان کو آگ میں گرانے کی کوشش کر رہے ہیں آپؐ نے ان کو گرنے سے بچانے کیلئے کمر سے پکڑا ہے 326،325

طریفہؓ کا فجاءہ کو آگ کے الاؤ میں ڈالنا..... 330

آلو

جلسہ کے دنوں میں عموماً آلو گوشت اور دال پکنا 408،407

آنکھ

مصلح موعودؓ کو بچپن میں آنکھوں میں ککرے پڑنا 93،92

تبلیغ کے دوران لڑکوں کا ملک تبسم مسعود صاحب پر حملہ کر کے ان کی آنکھ کو نقصان پہنچانا..... 275

جنگ ذات العیون کی وجہ تسمیہ، اس جنگ کے دوران تقریباً

ایک ہزار لوگوں کی آنکھیں پھوٹ گئیں 391
توما کی آنکھ پر تیر لگنا اس کا ایک آنکھ کے بدلے ہزار آنکھیں پھوڑنے کا عزم کرنا 463
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمانا یہ دونوں میرے کان اور آنکھیں ہیں یعنی میرے ساتھی ہیں 552

اباحت

مسیلمہ کے مسائل اباحت کے تھے 309

ابتلاء

حضرت ابو بکرؓ کو بھی یوشع بن نون کی طرح سخت ابتلاء پیش آنا 122
مومنوں کے لئے ابتلاؤں کا آنا مقدر ہوتا ہے 166

اپاہج

خالد بن ولیدؓ کا اہل حیرہ کے اپاہج اور تارک الدنیا راہبوں کو جزیہ معاف کر دینا 484

اپلیکیشن

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی تین سو تیرہ بدری صحابہؓ کے متعلق ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن کی لانچنگ کا اعلان 199

اتحاد

ایک لیڈر کے ہاتھ پر متحد ہونے سے متاثر ہونا 413، 418، 421

اجر

اللہ تعالیٰ کا نیتوں کے مطابق اجر عطا کرنا 2

اجماع

مسلمانوں کا پہلا اجماع اور اس کی تفصیل 102 تا 106

احرام

حج کے لئے جاتے ہوئے اسماءؓ کے گھر بیٹے کی پیدائش ہونا، آپؐ کا اسماءؓ کو غسل کر کے حج کا احرام باندھ کر سوائے بیت اللہ کے طواف کے باقی تمام امور سرانجام دینے کا حکم دینا 99

احسان

خالد بن ولیدؓ کا اکیدر کو جنگ تبوک کے موقع پر قید کر کے لانا آپؐ کا اس سے معاہدہ لکھوا کر بطور احسان چھوڑ دینا 395
آپؐ کا فرمانا ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں جسکا بدلہ ہم نے چکانہ دیا ہو سوائے حضرت ابو بکرؓ کے ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ دے گا 551

احمدی / جماعت احمدیہ

حضورؑ کا اپنی جماعت کے افراد کے اخلاص و وفا اور قربانی کی تعریف کرنا 3
جماعت قائم ہی پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے لئے ہوئی ہے دشمن کا کوئی وار اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا 3
افراد جماعت کی مالی قربانیوں کے واقعات 3 تا 10
اشاعت اسلام کے ضمن میں جماعت کی ترقی کا مختصر خاکہ 10
جماعت کی خدمات کا لوگوں پر نیک اثر قائم ہونا 12
طاعون کا نشان دیکھ کر مولوی کریم بخش صاحبؓ کا قبول احمدیت 110
احمدیوں کو زکوٰۃ کا باقاعدگی سے اہتمام کرنے کی تلقین 148
جماعت کو مصلح موعودؓ کے علمی خزانے سے استفادہ کرنے کی نصیحت 95
حضور انور کی جماعت کو ایٹمی جنگ کی دھمکیوں پر دعا کی تحریک 123
حضرت مسیح موعودؑ کا جماعت کو ایک وقت میں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً..... کی دعا کثرت سے پڑھنے کی تلقین کرنا 123، 124
23 مارچ کا دن جماعت میں یوم مسیح موعود کے نام سے پہچانا جانا 158
مخالفت کے بغیر جماعت کی ترقی نہیں ہو سکتی 160، 161
الٰہی جماعتوں کی تاریخ ہے کہ مخالفت جاری رہتی ہے 161
قبول احمدیت کے واقعات 162، 170، 171، 283، 284
محمد بشیر شاد صاحب کا خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ افریقہ کے دوران آپؒ کو سونے احمدیوں کا تحفہ پیش کرنا 184
مسلمانوں کی کمزور ایمانی و عملی حالت کا حل احمدیوں کے پاس ہے 216
تقویٰ کی بابت حضورؒ کی اپنی جماعت کو نصائح 222، 223
قرآن کریم اور احادیث کے متعلق حضورؒ کی جماعت کو نصیحت 229
حضورؒ کی جماعت کو آپس میں حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر محبت رکھنے کی نصیحت 231
جماعت کو شہزور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے مطلوب نہیں 231
حضورؒ کی جماعت کو آپس میں محبت و پیار اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور مسکینی سے زندگی گزارنے کی نصائح کرنا 231، 232
جماعت کو نصیحت کہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم اہل حق کا گروہ ہو 235، 236
پاکستان کے احمدیوں اور دنیا کے اور ممالک کے حالات کیلئے دعا کی تحریک 236
جماعت کی ترقی اور غلبہ کے متعلق پیشگوئی 278، 279

خلافت اولیٰ سے خلافت خامسہ تک فتنوں کا اٹھنا اور جماعت کا ترقی کرنا..... 279، 280
اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی ایم ٹی اے، ریڈیو، اور خوابوں کے ذریعہ جماعت کی طرف رہنمائی فرمانا 280
اللہ تعالیٰ کا خواب کے ذریعہ احمدیت کی طرف رہنمائی کرنا 280تا283، 349، 417، 418، 465
گنی بساؤ میں مولویوں کا جماعت کی مخالفت کرنا 283
گھانا کے بہت سے غیر از جماعت کا جماعت کو زکوٰۃ ادا کرنا، مولوی زکوٰۃ خود کھا جاتے ہیں 283
مصلح موعودؓ کی کتب پڑھ کر احمدیت قبول کرنا 285
ہر احمدی کو خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق پیدا کرنے کی نصیحت کرنا 287
ایم ٹی اے کا جماعت کی اکائی کو دکھا کر مخالفین کے منہ بند کر دینا 412
حضور انور کے خطابات سے متاثر ہو کر احمدیت قبول کرنا 420
جماعت کے قیام کا مقصد 655تا664
جماعت کو قائم کرنے کا اصل مقصد توحید کا قیام اور محبت الٰہی پیدا کرنا 658
جماعت کی ترقی تدریجی ہو گی 661
جماعت کیلئے نیا سال ہر طرح سے بابرکت رہنے کی دعا 681

اخلاص

حضورؑ کا اپنی جماعت کے افراد کے اخلاص و وفا اور قربانی کی تعریف کرنا 3
قبولیت دعا کیلئے اخلاص و وفا شرط ہے 191
صبر اور دعا سے سچا اخلاص ملتا ہے 234
ہر احمدی کو خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق پیدا کرنے کی نصیحت 287
صحابہؓ کا نمونہ اور اخلاص و وفا اپنانے کی نصیحت 660، 661

اخلاق

اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں داخل ہے 55
ہر عیب اور اخلاقی نقص کا آہستہ آہستہ پیدا ہونا 170
جماعت کو اخلاق میں تبدیلی کی کوشش کی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں 231
حضرت مسیح موعودؑ کی شاملین جلسہ کو اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی نصیحت 408
اسلامی اخلاق، جو تمہارے کام آئے اس کا شکریہ ادا کرو 411

ارتداد

آپؐ کی وفات کے بعد اہل مکہ کا ارتداد سے محفوظ رہنا 135تا137
آپؐ کی وفات کے بعد ارتداد اختیار کرنے والوں کی مختلف اقسام..... 136، 137
آپؐ کی وفات کے بعد سہیل بن عمروؓ کا اہل مکہ کو خطاب، ان کو ارتداد سے باز رکھنا 137
کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟ 174تا183
مرتد کیلئے محض ارتداد کے جرم میں کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی 177
حضرت ابو بکرؓ کا ذوالقصہ کو اسلامی فوج کا مرکز قرار دے کر ارتداد کی تحریکوں کو کچلنے کیلئے یہاں سے لشکر روانہ کرنا 203
حضرت ابو بکرؓ کا ارتداد کی تحریکوں کو کچلنے کیلئے بھجوائے گئے لشکروں کے سپہ سالاروں کے نام فرمان 204، 205
امّ زمل کے قتل کے بعد عرب کے شمال مشرقی حصہ میں ارتداد اور بغاوت کا خاتمہ ہونا 249
آپؐ کی وفات پر قبیلہ عبدالقیس کا مرتد ہونا، جارودؓ کا ان کو سمجھانا اور ان کا ارتداد سے باز آنا 332، 333
تِھامہ میں ارتداد کے واقعات کی تفصیل 346، 347
یمن میں آپؐ کے زمانہ میں اسود عنسی کا ارتداد کا آغاز کرنا 352

اردو

میر ناصر نواب صاحبؓ کا مصلح موعودؓ کا اردو کا امتحان لینا 93، 94

ازواج مطہرات

آپؐ کا سفر پر جانے سے قبل ازواج کے درمیان قرعہ ڈالنا 51

استغفار

اللہ تعالیٰ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار، دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے 55
ان دنوں میں کثرت سے استغفار کرنے اور درود شریف پڑھنے کی تحریک 123
توبہ استغفار وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے 196
استغفار کی اہمیت 663

استقلال

سائل کا کام نہیں کہ وہ فی الفور عطا نہ کئے جانے پر بدظنی کرے،

استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جائے 198

اسلام

اشاعت اسلام کے ضمن میں جماعت کی ترقی کا مختصر خاکہ 10
اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں داخل ہے 55
توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں 55
خدا تعالیٰ کا مصلح موعودؓ کو محمدؐ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اور اسلام کے مقابل پر تمام باطل ادیان کو شکست دینے کے لئے کھڑا کرنا 97
حضرت عمرؓ اسلام کے لئے ننگی تلوار تھے 114
آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کی تین بنیادی قسمیں، اسلام پر قائم رہ کر زکوٰۃ کے انکاری..... 137
اسلامی نظام زکوٰۃ و صدقات کا تعلق معاشرہ سے ہے نہ کہ کسی ایک فرد سے 140
حضورؐ کے دور میں اسلام کے خلاف چھ کروڑ کتابیں تالیف ہونا158
کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟ 174 تا183
تاریخ اسلام کی گواہی، کسی منافق کو اس کے نفاق کی بنا پر سزا نہیں دی گئی 176
اسلام میں جبر نہیں، اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا 180
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں اللہ تعالیٰ کا اسلام کی طاقت کو لوٹانا201
حضرت ابو بکرؓ کا اسلامی لشکر کو گیارہ حصوں میں تقسیم کرنا اور ذوالقصہ کو اسلامی فوج کا مرکز قرار دینا..... 202،203
اسلام کے معانی، ذبح ہونے کیلئے گردن آگے رکھ دینا218،219
جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ اسدی کے قبول اسلام کا واقعہ 247
آپؐ کا یمامہ کے بادشاہ ھوزہ بن علی اور اہل یمامہ کے نام خط لکھ کر اسلام کی دعوت دینا 262
خالد بن سعید بن عاصؓ کے قبول اسلام کا واقعہ 325،326
آپؐ کا منذر بن ساوی کو اسلام قبول کرنے کے بعد بدستور بحرین کا حاکم مقرر کئے رکھنا 332
تیرہ کا اسلام سے قبل شاہان عراق کی تخت گاہ ہونا 332
آپؐ کا کسریٰ کو دعوت اسلام پر مشتمل خط لکھنا 353،354
اسلام کی تاریخ بیان کرنے والوں کو واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے سے کلی طور پر احتراز کرنا چاہئے 368
عین التمر میں عیسائیوں کا چالیس لڑکوں کو گروی بنا کر رکھنا، ان لڑکوں کی اسلام میں اہمیت کی وجہ 393
کاٹے بولے صاحب کا عیسائی پادری ہونے کے باوجود اسلام کے عورتوں کو دیئے گئے حقوق سے متاثر ہونا 413
جلسہ سالانہ کے پروگرام سن کر اسلامی علم بڑھنا 414
حضور انور کا خطاب سن کر اسلام احمدیت کو پھیلانے کیلئے اپنے آپ اور بچوں کو ہر قربانی کیلئے تیار کرنے کا عہد کرنا 416
افغانستان میں طالبان جو اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں 415
انڈونیشیا کی نومبائع ایری ہیماوان صاحب کا اپنے آپ سے پوچھنا کہ کیا کوئی اسلامی تنظیم ہے جس کی نشریات جس کا ٹی وی سٹیشن چوبیس گھنٹے چلتا ہے، اس کا جواب جلسہ کے بعد ملنا 416
ہرقل کا اسلامی لشکروں کی آمد کا سن کر اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے اور صلح کرنے کا مشورہ دینا 442
آپؐ کا فرمانا اسلام کی دوستی سب سے افضل ہے 551
اسلام پر تین زمانوں کا گزرنا..... 661
کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا جس میں اسلام کی برکات کا نمونہ نہ ہو661
حمزہؓ کے قبول اسلام کا واقعہ 670
غزوہ بدر کے بعد آپؐ کا یہود کو بلا کر اسلام کی دعوت دینا 675

اسوہ (نیز دیکھیں نمونہ)

صحابہؓ کا طرز عمل ہمارے لئے اسوۂ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے 197

اسیر / اسیرانِ راہ مولیٰ

میر عبدالوحید صاحب کے بیٹے عبدالمجید صاحب کا اسیر راہ مولیٰ ہونے کی وجہ سے ان کے جنازہ میں شرکت نہ کر سکنا 57،58
خوشی محمد شاکر صاحب کا کلمہ طیبہ کیس میں اسیر راہ مولیٰ رہنا110
محمود اقبال ہاشمی صاحب کا لاہور میں اسیر راہِ مولیٰ ہونا، انتظامیہ کی نرمی، والدہ کی میت کو جیل لے جا کر آخری دیدار کروانا 141
اسیر انِ راہ مولیٰ کیلئے دعا کی تحریک 236
عبدالباقی ارشد صاحب کا سعودی عرب میں اسیر راہ مولیٰ رہنا237
محبوب احمد صاحب راجیکی کا تین دفعہ اسیر راہ مولیٰ رہنا، اسیری کے دوران رہائی کے متعلق خوابیں آنا 467

اشعار / شعر

متمم بن نویرہ کا اپنے بھائی کی وفات پر شعر کہنا، حضرت عمرؓ نے اس کے بھائی کا مرثیہ سننا..... 290

عبداللہ بن عوف عبدی کا حضرت ابو بکرؓ اور اہالیان مدینہ کو مخاطب کر کے کچھ اشعار کہنا 335

امّ ابان کا شوہر کی شہادت پر چند اشعار کہنا 462

اطاعت

ابو بکر سینی صاحب کا خلیفۂ وقت کے ایک اشارے پر کامل اطاعت کے مظاہرہ سے متاثر ہونا 412

آپؐ کا حضرت عمرؓ کو فرمانا یاد رکھو اللہ کا سب سے بڑا مطیع وہ ہے جو معصیت سے سب سے زیادہ بغض رکھے 443

اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے ضروری ہے کہ اس کی اور اس کے رسولؐ کی مکمل اطاعت کی جائے 523

صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کی اطاعت کا نمونہ 606

اعتراض / اعتراضات / الزامات

میر عبدالوحید صاحب کی فیملی پر توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگا کر مقدمہ بنایا جانا، ان کے گھر کا گھیراؤ کیا گیا 57

حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت میں تخلف کے متعلق کیا جانے والا اعتراض 116،115

اسامہؓ کو لشکر کا امیر مقرر کرنے پر بعض لوگوں کا اعتراض، آپؐ کا اسامہؓ کے حق میں تقریر فرمانا 129،128

شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کا حکم آپؐ کے متعلق ہے خلافت کہاں سے آگئی؟ اس اعتراض کا جواب 149،148

انبیاءؑ پر مخالفین کی طرف سے ہونے والا اعتراض کہ کوئی دوسرا شخص ان کو سکھاتا ہے 159

اخبار زمیندار اور احسان کا اعتراض کہ مولوی چراغ علی حیدر آبادی آپؐ کو مضامین بھجواتے ہیں..... 160،159

حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین کو سزا دینے کے حوالہ سے ہونے والے اعتراض کا جواب 209،208

سید ایک امتی کی کس طرح بیعت کر سکتا ہے؟ 219

خالد بن ولیدؓ کے متعلق ایک اعتراض کہ آپؐ نے دوران جنگ امّ تمیم بنت منہال سے دوران عدت نکاح کیا، کا جواب 258 تا 260

ابو بکرؓ پر اعتراض ہونا کہ نعوذ باللہ آپؓ نے انصاف نہیں کیا 260

خالدؓ کی مجاعہ بن مرارہ کی بیٹی سے شادی کا اعتراض 312،311

خالد بن ولیدؓ پر ظلم و بربریت کے الزام کا جواب 392،391

حضور انور کے خطابات سے اعتراضات کا دور ہو جانا 417،420 تا 422

حضرت ابو بکرؓ نے وفات سے قبل حضرت عمرؓ کو خلافت کیلئے کیوں نامزد کیا؟ 469،468

حفاظت قرآن کے متعلق ایک اعتراض کا جواب 486

احمدیوں پر نعوذ باللہ توہین رسالت کرنے کا الزام..... 661،660

اعلان / اعلانات

وقف جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان 13،12

اہل مکہ کا آپؐ کو پکڑ کر لانے والے کو سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کرنا، انعام کے لالچ میں سراقہ کا آپؐ کا پیچھا کرنا 17

حضرت ابو بکرؓ کا زکوٰۃ کے مانعین سے جہاد کا اعلان کرنا 142،143

تحریک جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان 563

اعمال (نیز دیکھیں عمل)

ایمان بغیر اعمال کے ایسے ہی ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے 196

جماعت کو نصیحت کہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم اہل حق کا گروہ ہو 236،235

افتاء

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ افتاء کی تفصیل 478،477

افسر / افسران

افسران کو معاونین و کارکنان کے متعلق ہدایات 407،406

امام

جماعت کا ایک امام ہے اس کے کہنے پر جماعت اٹھتی بیٹھتی ہے 286

ایک غیر احمدی اسحاق صاحب کا جلسہ سالانہ پر ایک جگہ پر اتنے لوگوں کے جمع ہونے اور ایک امام کی پیروی کرنے سے متاثر ہونا 412

امان

سراقہ کا آپؐ کا تعاقب کرنا اور آپؐ سے امان کی تحریر لکھوانا 15

دو ایسے مسلمانوں کا مارا جانا جن کے پاس حضرت ابو بکرؓ کا امان نامہ موجود تھا، حضرت ابو بکرؓ کا ان کا خون بہا ادا کرنا 397

امت / امتی

افراد امت کی سلامتی کا دارومدار حقوق کی ادائیگی پر ہے 139

سید ایک امتی کی کس طرح بیعت کر سکتا ہے؟ 219

آپؐ کا فرمانا میری امت میں سب سے مہربان اور رحم کرنے والا ابو بکر ہے 550
جبرائیلؑ کا آپؐ کو جنت کا ایک دروازہ دکھانا جس میں آپؐ کی امت کے افراد داخل ہوں گے، آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو فرمانا تم سب سے پہلے اس میں سے داخل ہو گے 554

امیر / امراء

حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد انصار کو مخاطب کر کے فرمانا کہ امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر..... 109،108
حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین کی سرکوبی کیلئے بھجوائے گئے لشکر کے امراء کے نام لکھا گیا خط 208،207
امراء اور گورنروں کی ذمہ داریاں 482،481

انبیاء (دیکھیں نبی)

انتظام / انتظامات / انتظامیہ

جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں کارکنا کے کھانے کا صحیح طرح انتظام نہ ہو سکنے پر انتظامیہ کو ہدایت 405،404
جلسہ کے دوران بعض خامیوں کی نشاندہی، لجنہ کے کھانا کھلانے کے شعبہ کی شکایات ملنا، ان تمام کو لال بک میں درج کر کے اگلے سال ہر شعبہ بہتر انتظام کی کوشش کرے 412،411

انٹرنیٹ

آم فروخت کر کے انٹرنیٹ کا ڈیٹا خرید کر جلسہ کی کارروائی سننا 420
وریونیکا (Veronica) صاحبہ کا انٹرنیٹ کے ذریعہ قرآن کریم سیکھنا اور رومن میں پورا قرآن کریم لکھنا 282

انسان

محنت دینی یا محنت دنیوی کے بغیر کوئی انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا 165
انسان کے دل پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہونا 192
انسان کو اپنے گناہوں کو پاک کرنے کیلئے دعا کرنی چاہیئے 198
نماز، روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب اس وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو 213
خدا تعالیٰ کے نزدیک متقی ہونا اور شے اور انسانوں کے نزدیک متقی ہونا اور شے ہے 222،221
حضورؐ کی تعلیم کا خلاصہ، انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے 223
نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک کے قریب کر دیتا ہے 225
انسان کا مقصد پیدائش 226
ہمارے سلسلہ کی غرض، انسان نفسانیت کو ترک کر کے توحید خالص پر قدم مارے 658

انصار

آپؐ کی وفات پر انصار کے ایک آدمی کی تجویز ایک آدمی انصار میں سے اور ایک مہاجرین میں سے خلیفہ ہو 106
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد انصار کو مخاطب کر کے فرمانا کہ امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر..... 109،108
آپؐ کا فرمانا کہ لوگ اگر ایک وادی میں چلیں اور انصار دوسری میں تو میں انصار کی وادی میں چلوں گا 109
حضرت عمرؓ کی تقریر کے بعد تمام انصار کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 113،112

انصاف

ابو بکرؓ پر اعتراض ہونا کہ نعوذ باللہ آپؓ نے انصاف نہیں کیا 260
حضرت ابو بکرؓ کا عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار 388
حقوق العباد کے حوالہ سے سب سے اہم چیز انصاف ہے 519
مسلمانوں کی حالت اس وقت بدلی جب انہوں نے انصاف کو دکھاوا بنا لیا 520،519
آپؐ کا فرمانا آنے والا امام حکم و عدل ہو گا 528

انعام

اہل مکہ آپؐ کو پکڑ کر لانے والے کو سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کرنا، انعام کے لالچ میں سراقہ کا آپؐ کا پیچھا کرنا 17

انگوٹھی

حضرت ابو بکرؓ کی ایک انگوٹھی کا نقش نِعْمَ الْقَادِرُ اللّٰہ 470

اونٹ / اونٹنی

نومبائع خاتون اُمِّ ہانی کا اونٹ بیچ کر اپنا چندہ وقف جدید ادا کرنا 4
اہل مکہ آپؐ کو پکڑ کر لانے والے کو سو اونٹ انعام دینے کا اعلان کرنا 17
حضرت صفوان بن معطل سلمی ذکوانیؓ کا حضرت عائشہؓ کو اپنی اونٹنی پر بٹھا کر واپس لانا 51
حضرت ابو بکرؓ کا عروہ بن مسعود کی دس گابھن اونٹنیوں کے

ساتھ مدد کرنا 62
"اونٹ چالیس کا اور ٹوڈا بتالیس" اس مثل کے معانی 91، 92
حجۃ الوداع کے لئے جاتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کا گم شدہ اونٹ زاد راہ کے ہمراہ واپس آجانا 98، 99
وادی عسفان سے ہودؑ اور صالحؑ کا دو سرخ اونٹوں پر سوار تلبیہ کہتے ہوئے بیت العتیق کے حج کے لئے گزرنا 99
سہیل بن عمروؓ کا حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی کا اونٹ آپؐ کے قریب لانا، آپؐ کا اسے ذبح فرمانا 100
"اونٹ اڑاندے ای لدے جاندے نے" کی تشریح 161
علاءؓ کی قبولیت دعا کا معجزہ، گمشدہ اونٹوں کا سامان سمیت واپس آجانا 336، 337، 342
ہجرت مدینہ کے وقت زیادؓ کا آپؐ کو قیام کیلئے اپنا گھر پیش کرنا، آپؐ کا فرمانا میری اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو 358
شراب کی حرمت سے قبل حضرت حمزہؓ کا نشہ کی حالت میں حضرت علیؓ کی اونٹنیوں کو مارنا 673، 674

ایٹمی جنگ

حضور انور کی جماعت کو ایٹمی جنگ کی دھمکیوں پر دعا کی تحریک 123

ایم ٹی اے

ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی تین سو تیرہ بدری صحابہؓ کے متعلق ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن کی لانچ کا اعلان 199
اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی ایم ٹی اے، ریڈیو، اور خوابوں کے ذریعہ جماعت کی طرف رہنمائی فرمانا 280، 283، 284، 465
حضور انور کا صحابہؓ کے متعلق خطبہ سن کر غلط فہمی کا دور ہو جانا، خوشی میں ایک ٹی وی ایم ٹی اے کیلئے مسجد میں لگوانا 285، 286
ایم ٹی اے پر جلسہ سالانہ کے کام کے متعلق چھوٹے چھوٹے کلپس کی صورت میں خبریں دکھائی جانا 404
ایم ٹی اے کی کوریج کی تعریف 412
ایم ٹی اے سے لوگوں کی تربیت کا ہونا 414
ایڈیلیڈ میں رات تین بجے احباب کا جلسہ کا خطاب سننا اور عالمی بیعت میں شریک ہونا، ایم ٹی اے کا شکریہ ادا کرنا 418
ایم ٹی اے کے ذریعہ عالمی بیعت میں شامل ہونا اور بیعت کر لینا 421
ایم ٹی اے کی جلسہ کی کوریج کی رپورٹ 423
ایم ٹی اے العربیہ کے ذریعہ جماعت متعارف ہونا 465
ایم ٹی اے کے ذریعہ دورہ امریکہ کی کوریج ہونا 548

ایمان

دین کی خاطر اپنے مال کا کچھ حصہ دینے سے حقیقی ایمان کا پتہ چلتا ہے 1
مالی قربانی کے نتیجہ میں ایمان میں دن بدن اضافہ ہونے لگنا 6
حقیقی ایمان کی علامت 150
مرتد کی سزا اگر قتل ہوتی تو بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا 175
خدا تعالیٰ کی تمام صفات پر کامل یقین رکھنے اور ایمان لانے سے دعا قبول ہونا 188، 189
ایمان یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حق ادا کریں 196
ایمان بغیر اعمال کے ایسے ہی ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے 196
کامل الایمان بننے کے لئے شرط، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا 197
مسلمانوں کی کمزور ایمانی و عملی حالت کا حل احمدیوں کے پاس ہے 216
قرآن کریم کا ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط رکھنا 287، 662
جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرتا ہے 406
جلسہ اور حضور انور کے خطابات سے ایمان میں اضافہ ہونا 414
جلسہ سے الٰہی جماعت پر ایمان بڑھنا 416
قرآن کریم سے متاثر ہو کر خود ایمان لانا اور پردہ کرنا 560، 561

بارش

حضرت علاءؓ کی وفات پر بارش ہونا 331

بازار

امسال جلسہ سالانہ یوکے پر بازار کا نہ لگایا جانا 409

باغ

ایمان بغیر اعمال کے ایسے ہی ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے 196

باغی / بغاوت

حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بغاوت کے زمرہ میں شامل تھی 139
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے مرتد صرف مرتد نہیں بلکہ باغی بھی تھے 180
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین اور بغاوت کرنے والوں کی سرکوبی کیلئے ذوالقصہ کی طرف روانہ ہونا 202

حضرت ابو بکرؓ کا باغیوں اور مرتدین کو جلانے کا حکم دینے کی حکمت اور وضاحت..... 208،209
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں باغیوں کے خلاف بھیجی گئی مہمات کی تفصیل 239 تا 251،249 تا 259، 313، 314، 321 تا 325،328 تا 330،339،345 تا 347،351،358،359
مرتدین اور باغیوں کو سخت سزائیں دی جانا 246
امّ زمل کے قتل کے بعد عرب کے شمال مشرقی حصہ میں ارتداد اور بغاوت کا خاتمہ ہونا 249
آپؐ کی وفات کے بعد یمن میں بغاوت کا اٹھنا 358
حضرت ابو بکرؓ کا مرتد اور باغیوں کے خلاف کام کرنے والے عمال کے نام خط تحریر فرمانا 366
صحابہؓ نے جن لوگوں سے لڑائی کی وہ باغی تھے اور ٹیکس دینے سے انکاری تھے 367
تمام عرب سے بغاوتوں کا خاتمہ حضرت ابو بکرؓ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار اور آپؓ کا حیرت انگیز کارنامہ ہے 368
حضرت ابو بکرؓ کے باغیوں کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد عرب کا مستحکم ہونا 426

بت / بت پرستی

آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کی تین بنیادی قسمیں، بت پرستی اختیار کرنے والے..... 137
صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کا سخت الفاظ میں عروہ بن مسعود کو کہنا کہ جاؤ اپنے بت لات کو چومتے پھرو 62،63
دمشق ابتداء میں بت پرستی کا بہت بڑا اور اہم تجارتی مرکز تھا 454

بجلی

عزیزہ مبارزہ فاروق کے گیارہ سال کی عمر میں ہائی ٹینشن بجلی کی تار کو ہاتھ لگنے سے دونوں بازو مفلوج ہو جانا 348

بچہ / بچے

بیلز سینٹرل امریکہ ایک چودہ سالہ بچے دانیال کی مالی قربانی کا حضور انور کا ذکر فرمانا..... 5
بیوی بچوں سے حسن سلوک بھی تقویٰ ہے 217
حضور انور کا صحابہؓ کے متعلق خطبہ سن کر بچوں کو ان کے والدین کے نام سے پکارنے کے متعلق غلط فہمی کا دور ہو جانا 285،286
حضرت ابو بکرؓ کا یزید بن ابو سفیانؓ کو وصیت کرنا، مثلہ نہ کرنا، درخت نہ جلانا، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا وغیرہ 432

بددعا

خالد بن سعید بن عاصؓ کا اپنے والد کے خلاف بددعا کرنا 326

بدظنی

سائل کا کام نہیں کہ وہ فی الفور عطا نہ کئے جانے پر بدظنی کرے 198

بدعت / بدعات

بیعت کو بدعت سمجھنا، عالمی بیعت میں شرکت کے بعد تمام اعتراضات دور ہو جانا 417
برصغیر میں مسلمانوں کا طرح طرح کی بدعات میں مبتلا ہونا 660
خدا تعالیٰ کا انسان میں کسی قسم کی ظلمت، شرک و بدعت ہونے پر اس کی دعاؤں اور عبادات کو اس کے منہ پر الٹا مارنا 657

بدلہ

آپؐ کا فرمانا ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے چکانہ دیا ہو..... 551
لشکر اسامہ کا مقصد، جنگ مؤتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینا بھی تھا 128

بدی / بُرائی

ہر ایک بدی بتدریج پیدا ہوتی ہے 169
نماز بدیوں کو دور کرتی ہے، اگر بدیاں دور نہیں ہو رہیں تو نماز روح اور راستی کے ساتھ ادا نہیں کر رہے 228

برکت / برکات

چندے کی برکات کے متعلق واقعات 5 تا 10
خلافت کی برکات، جماعت کا ایک امام ہے اس کے کہنے پر جماعت اٹھتی بیٹھتی ہے 286
جلسہ سالانہ گیمبیا اور گھانا کے بابرکت رہنے کی دعا 288
حضور انور کے دورہ کی برکت سے آنزو ماناواتر صاحب کا شدید بیماری سے صحت یاب ہونا 349
جلسہ سالانہ قادیان اور بعض افریقی ممالک کے جلسہ کا آغاز اور حضور انور کا جلسہ کے بابرکت رہنے کی دعا کرنا 655
کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا جس میں اسلام کی برکات کا نمونہ نہ ہو 661
قرآن کریم کی برکات، فیصلہ کن کلام ہے 662
جماعت کیلئے نئے سال کے ہر طرح سے بابرکت رہنے کی دعا 681

بشارت (دیکھیں خوشخبری)

آپؐ کا دس صحابہؓ کو جنت کی بشارت دینا 553،554

بعثت
حضورؐ کی بعثت کے وقت آپؐ کی مخالفت عروج پر ہونا 655
حضورؐ کی بعثت کا مقصد 656
بکری
بریرہؓ کی عائشہؓ کے متعلق گواہی، آپ میں صرف یہی عیب دیکھا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں اور بکری آٹا کھا جاتی ہے 52
حضرت ابو بکرؓ کا تقویٰ، بدوی کا عورت سے دعا کے بدلہ بکری لینا کہ تمہارے گھر لڑکا ہو گا، اس بکری کے گوشت سے دعوت کرنا، آپؓ کا یہ بات سن کے انگلیاں حلق میں ڈال کر گوشت کو باہر نکال دینا 492
بنیاد
آنے والی نسلوں کا کام ہے کہ گذشتہ بنیاد کو اونچا کرتے رہیں 92
بہادر / بہادری
حضرت ابو بکرؓ کی بہادری اور جرأت 200، 201
اکیدر کا خالد بن ولیدؓ کی بہادری اور جنگی فنون سے مرعوب ہونا اور جنگ کرنے سے انکار کرنا 394، 395
دمشق میں عورتوں کا بہادری کے نمونے دکھانا 456، 457
خولہؓ اور دوسری عورتوں کی بہادری کا واقعہ 460 تا 462
امّ ابان کا شمار عرب کی بہادر ترین عورتوں میں ہونا 462، 463
میلے انیسا ایپسائی صاحبہ کا مخالفت کا بہادری سے سامنا کرنا 561، 562
یہود میں بنو قینقاع سب سے زیادہ طاقتور اور بہادر تھے 675
بیت المال
حضرت ابو بکرؓ کی اپنے اہل وعیال کو وصیت، جتنا مال میں نے بیت المال سے وظیفہ لیا ہے میری فلاں زمین بیچ کر واپس کر دینا 118
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں بیت المال برائے نام ہی رہنا، آپؓ سب چیزیں تقسیم کروا دیتے تھے 474، 475
حضرت ابو بکرؓ کا بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جانا 490، 491
بیعت
ابو عبیدہ بن جراحؓ کا حضرت عمرؓ کو کہنا کیا تم میری بیعت کرو گے جبکہ تم میں حضرت ابو بکرؓ موجود ہوں؟ 107
بیعت سقیفہ بنی ساعدہ کی تفصیل 113 تا 115
حضرت عمرؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی تفصیل 114
حضرت ابو بکرؓ کا بیعت عام والے دن ایک خطبہ ارشاد فرمانا 115
حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی مختلف روایات 115، 116
ابو الفرج الحصنی صاحب کا حضورؒ کی کتاب پڑھ کر بیعت کرنا 124
ایک اعرابی کا آپؐ کی بیعت کرنے کے بعد بخار میں مبتلا ہونا، اس کا آپؐ سے آکر اپنی بیعت واپس مانگنا..... 177
خواب کی بناء پر بیعت کرنا 184، 282، 283
سید ایک امتی کی کس طرح بیعت کر سکتا ہے؟..... 219
آپؐ کا بیعت کیلئے آنے والے وفود کے ٹھہرنے کیلئے مدینہ میں رملہ بنت حارث کا گھر مقرر کرنا 263
عالمی بیعت سے متاثر ہونا 417، 420
بیعت کو بدعت سمجھنا، عالمی بیعت میں شرکت کے بعد تمام اعتراضات کا دور ہو جانا 417
ایڈیلیڈ میں رات تین بجے احباب کا جلسہ کا خطاب سننا اور عالمی بیعت میں شریک ہونا 418
حضور انور کے خطابات سے متاثر ہو کر 23 افراد کا بیعت کر لینا 421
ایک عیسائی مبورا بن جیلی صاحب کا جلسہ پر حقوق اللہ، حقوق العباد اور استغفار کے متعلق باتیں سن کر بیعت کر لینا 421
البانیہ کے البرٹ صاحب کا دس شرائط بیعت کتاب پڑھ کر بیعت کیلئے تیار ہو جانا 421، 422
صحابہؓ کی قربانی کے متعلق حضور انور کے خطبات، صحابہؓ کا بیعت کے بعد ہر چیز سے دستکش ہو جانا 658
حضورؒ کی بیعت تو بیعت توبہ ہے 658
بیماری
مصلح موعودؓ کو بچپن میں جگر کی خرابی سمیت متعدد بیماریاں لاحق ہونا 93
آپؐ کا اپنی آخری بیماری کے دوران حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا پیغام بھجوانا..... 100
آپؐ کا اپنی آخری بیماری کے ایام میں نماز کے لئے دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد آنا، ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا 101
خالد بن سعید بن عاصؓ کے والد کا بیماری سے شفایابی کے بعد مسلمانوں پر ظلم وستم بڑھانے کا ارادہ کرنا..... 326
خواب میں حضور انور کا آنزو ماناواترا صاحب کے سر پر ہاتھ پھیرنا صبح اٹھنے پر لاحق بیماری سے مکمل طور پر صحت یاب ہو جانا 349، 350
نصیر احمد صاحب شہید کا دل کی بیماری کے باوجود عطیہ خون کے

لئے تیار رہنا 439
حضرت ابو بکرؓ کی آخری بیماری کی تفصیل 469، 470

بیوی

بیوی بچوں سے حسن سلوک بھی تقویٰ ہے 217
مالک بن نویرہ نے بیوی کو طلاق دینے کے باوجود گھر میں رکھے رکھا، جاہلیت کی اس رسم کو توڑنے کے متعلق آیت نازل ہونا259
مجاعہ کا خالد بن ولیدؓ کی بیوی کو پناہ دینا 270
اسود عنسی کا شہر بن باذانؓ کی بیوی سے زبردستی شادی کرلینا356

بھائی

حضورؐ کی جماعت کو آپس میں حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر محبت رکھنے کی نصیحت 231
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو دنیا و آخرت میں اپنا بھائی قرار دینا 551

پادری

کاٹے بولے صاحب کا عیسائی پادری ہونے کے باوجود اسلام کے عورتوں کو دیئے گئے حقوق سے متاثر ہونا 413

پارکنگ

جلسہ سالانہ پر پارکنگ کے حوالہ سے بعض ہدایات 409، 410

پانی

حضرت امّ عمارہؓ کا غزوہ احد میں زخمیوں کو پانی پلانا 301
حضرت علاءؓ کی دعا کا معجزہ پانی کا چشمہ جاری 336، 337
لقمانؑ کا وادیٔ دھنا میں پانی کیلئے زمین کھودنے سے منع کرنا کہ یہاں سے کبھی پانی نہیں نکلے گا 338
خالد بن ولیدؓ کی ایک دعا میں عہد کرنا کہ ایک دن اور ایک رات قیدیوں کو قتل کرکے نہر میں ڈالوں گا تاکہ اس کا پانی سرخ ہو جائے اس کی وضاحت 382، 383
جلسہ پر صفائی، ٹائلٹس اور پانی کے متعلق ہدایات 410

پردہ

بیعت کے بعد پردہ کرنا شروع کرنا 560، 561
میلے انیسا ایپسائی صاحبہ کا کیریباس میں واحد باپردہ مسلمان تبلیغ کرنے والی خاتون کے طور پر مشہور ہونا 561

پرہیز گاری

اللہ تعالیٰ کا عائشہؓ کو ان کی پرہیز گاری کی وجہ سے بچالینا 55

پریس

پریس اور میڈیا کی جلسہ کی کوریج کی تفصیلی رپورٹ 422، 423

پسندیدگی

مصلح موعودؓ کی پہلی پبلک تقریر اور خلیفہ اولؓ کا پسندیدگی کا اظہار فرمانا 95

پہرہ

حضورؑ کا سیالکوٹ میں لیکچر، مولویوں کا راستے میں پہرہ لگانا کہ لوگ حضورؑ کے لیکچر میں شریک نہ ہوں..... 167، 168
حضرت ابو بکرؓ کا مدینہ میں ناکوں پر پہرے متعین کرنا 143

پیار (دیکھیں محبت)

خدا تعالیٰ کا اپنے بندوں کو اپنے پیار کی آغوش میں لینے کی کوشش کرنا 191
حضورؑ کی جماعت کو آپس میں محبت و پیار اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور مسکینی سے زندگی گزارنے کی نصائح کرنا 231، 232
حضور انور کی ہر شخص سے پیار و محبت سے بات کرنے کی ہدایت232
اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے ضروری ہے کہ اس کی اور اس کے رسولؐ کی مکمل اطاعت کی جائے 523
حضورؑ کو قبول کرکے مخالفتوں کا سامنا کرنے والے خوش قسمت اللہ کا پیار حاصل کرنے والے بن رہے ہیں 657

پیر

نام نہاد فقیروں اور پیروں کا بدذائقہ کھانا کھایا کرنا 216
ولی پرست نہ بنو بلکہ ولی بنو، پیر پرست نہ بنو بلکہ پیر بنو 233، 659

پیشگوئی / پیشگوئیاں

اللہ تعالیٰ کا وعید کی پیشگوئی کو ٹال دینا 55
مصلح موعودؓ کا اپنے آپ کو پیشگوئی مصلح موعودؓ کا مصداق ٹھہرانا..... 95، 96
مسیح موعود کے متعلق پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے باوجود لوگوں کا انکار کرنا 222
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی 276
جماعت کی ترقی اور غلبہ کے متعلق پیشگوئی 278، 279
کسریٰ کی ہلاکت کی پیشگوئی کا پورا ہونا 354، 355

پیغام

آپؐ کا اپنی آخری بیماری کے دوران حضرت ابو بکرؓ کو نماز

پڑھانے کا پیغام بھجوانا..... 100
موسیٰؑ کا فرعون کے پاس جا کر پیغام حق پہنچانا 163
آپؐ کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچ جانا 171
ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب کی وفات پر بے شمار تعزیتی پیغامات موصول ہونا، دو پیغام حضور انور کا پڑھ کر سنانا 185، 186
دنیا کے مختلف ممالک سے سیاستدانوں اور نمایاں شخصیات کی طرف سے جلسہ کے متعلق پیغامات موصول ہونا 422

تاثر / تاثرات

جلسہ سالانہ کے متعلق مختلف لوگوں کے تاثرات 412 تا 422

تاریخ

الٰہی جماعتوں کی تاریخ ہے کہ مخالفت جاری رہتی ہے 161
اسلام کی تاریخ بیان کرنے والوں کو واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کرنے سے کلی طور پر احتراز کرنا چاہئے 368
احباب جماعت کا حضور انور کو لکھنا کہ خطبات کے ذریعہ اس زمانہ کی تاریخ سن کر بہت فائدہ ہوا ہے 668

تائید و نصرت

اللہ تعالیٰ کا مختلف طریق سے حضورؑ کی تائید و نصرت فرمانا 170
خیانت محتاجی کے قریب کرتی ہے، فتح و نصرت کو روکتی ہے 479

تبلیغ

خوشی محمد شاکر صاحب کو افریقہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں مسائل پیش آنا، دعا کے بعد اگلے ہی دن ساری روکیں دور ہو جانا 111
ملک تبسم مسعود صاحب کا تبلیغ کا شوق..... 275
میلے انیسا ایپسائی صاحبہ کا کیریباس میں واحد باپردہ مسلمان تبلیغ کرنے والی خاتون کے طور پر مشہور ہونا 561

تجارت

چندہ کی برکت سے تجارت میں اضافہ ہونا 10
دمشق ابتداء میں اہم تجارتی مرکز تھا 454
حضرت ابو بکرؓ کا خلافت ملنے کے تجارت کے لئے نکلنا 490، 491

تحریک / تحریکات

موجودہ حالات میں دعا کی تحریک 109، 140، 153، 172، 199
حضور انور کی جماعت کو ایٹمی جنگ کی دھمکیوں پر دعا کی تحریک 123
حضور انور کا ان دنوں میں کثرت سے استغفار کرنے اور درود شریف پڑھنے کی تحریک کرنا 123
اسیر ان راہ مولیٰ کے لئے دعا کی تحریک 236
پاکستان کے احمدیوں اور دنیا کے اور ممالک کے حالات کیلئے دعا کی تحریک 236
الجزائر اور افغانستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 295
پاکستان کے لئے دعا کی تحریک 295
دو تین سال کے وقفہ کے بعد جلسہ سالانہ برطانیہ کے شروع ہونے سے قبل جلسہ کے بابرکت رہنے کیلئے دعا کی تحریک 402
عمومی طور پر دنیا کے لئے دعا کی تحریک 681
مظلوم بھائیوں کے لئے دعا کی تحریک 681

تحریک جدید (دیکھیں چندہ جات)

تحفہ

محمد بشیر شاد صاحب کا خلیفۃ المسیح الثالثؒ کے دورہ افریقہ کے دوران آپؒ کو 100 نئے احمدیوں کا تحفہ پیش کرنا 184
آپؐ کا بنو حنیفہ کے لوگوں کو تحائف دینا 263
خالد بن ولیدؓ کا حیرہ کی فتح کے بعد بعض تحائف حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھجوانا آپؓ کا ان تحائف کو جزیہ کے طور پر قبول کرنا 388
حضرت ابو بکرؓ کے غلام کا کہانت کے بدلہ ملنے والا تحفہ پکا کر حضرت ابو بکرؓ کو کھلانا، حضرت ابو بکرؓ کا پتہ لگنے پر قے کر کے باہر نکال دینا 492، 493

تربیت

رمضان میں حاصل کی گئی تربیت کو سال کے باقی مہینوں میں بھی جاری رکھنے کی نصیحت 236
ایم ٹی اے سے لوگوں کی تربیت بھی ہونا 414
گڈاں روملجی صاحبہ کا اماں جانؓ کی مثالی تربیت سے متاثر ہونا 418

ترقی

جماعت قائم ہی پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے لئے ہوئی ہے دشمن کا کوئی وار اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا 3
چندہ کی برکت سے تجارت میں ترقی ہونا 8
اشاعت اسلام کے ضمن میں جماعت کی ترقی کا مختصر خاکہ 10
قومی ترقی کا راز 149، 150

مخالفت کے بغیر جماعت کی ترقی نہیں ہو سکتی 160، 161
حضورؐ کے زمانہ سے ہی مخالفت اور شورش کا اٹھنا اور جماعت کا ترقی کرنا..... 161
مخالفت ہی ترقی کا ذریعہ ہے 162
عملی ترقی اور معرفت میں زیادتی کیلئے سوال پوچھنے چاہئیں 230
جماعت کی ترقی اور غلبہ کے متعلق پیشگوئی 278، 279
جماعت کی ترقی نظام خلافت کے ساتھ وابستہ ہے 279
خلافت اولیٰ سے خلافت خامسہ تک جماعت کی ترقیات کی ایک جھلک..... 279، 280
حضور انور اور مقررین کی تقاریر سے متاثر ہو کر روحانیت میں ترقی کرنا 419، 420
جماعت کی ترقی تدریجی ہو گی 661

تصویر

حضورؐ کی تصویر دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 285

تعبیر الرؤیا

آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا کی تعبیر فرمانا کہ تمہیں اچھی اولاد ملے گی اور داغ سے مراد دو سال کی امارت ہے 117، 118
آپؐ کا خواب میں کنگن دیکھنا، اس کی تعبیر کرنا کہ میرے بعد دو جھوٹے اشخاص ظاہر ہوں گے 264
حضرت ابو بکرؓ کے ایک خواب کی تعبیر، ہجر کی بستی کی کھجوریں آپؐ کے پاس لائی گئیں آپ کھجور کی جگہ گٹھلی کو پایا..... 307
شرحبیلؓ کی خواب، حضرت ابو بکرؓ کا تعبیر بتانا کہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ میری وفات کی بھی خبر ہے 426، 427
حضرت ابو بکرؓ کا تعبیر الرؤیا کے فن کا ماہر ہونا 580، 581
آپؐ کی رؤیا مینڈھے کا پیچھا کرتے ہوئے آپؐ کی تلوار کا کنارہ ٹوٹ جانا، کنارے کی تعبیر خاندان کا کوئی آدمی ہے 678

تعلیم

حضورؐ کی تعلیم کا خلاصہ، انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگا دے 223
عزیزہ مبارزہ فاروق کا اپنی معذوری کے باوجود اپنی تعلیم جاری رکھنا 348
کونگو کنشاسا کے حنبلی امام کا جلسہ کی کارروائی سن کر کہنا کہ جماعت نے اسلام کی حقیقی تعلیم کو پیش کیا ہے 414

تفسیر

خلیفہ اولؓ کا مصلح موعودؓ کو طب اور قرآن کریم کی تفسیر پڑھانا 94
قرآن کریم کے مطالب، معانی اور تفسیر کی طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے 662
معجزات کے متعلق مصلح موعودؓ کی تفسیر 343، 344

تقریر (نیز دیکھیں خطاب / خطبہ)

مصلح موعودؓ کی پہلی پبلک تقریر اور خلیفہ اولؓ کا پسندیدگی کا اظہار فرمانا 95
آپؐ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے متعلق صحابہؓ کے مشورے، حضرت ابو بکرؓ کا تقریر فرمانا 107 تا 109
انتخاب خلافت کے موقع پر حضرت عمرؓ کی تقریر کے بعد تمام انصار کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 113
آپؐ کا اسامہؓ کے حق میں تقریر فرمانا 128، 129
طریفہ بن حاجزؓ کی تقاریر سے متاثر ہو کر بنو سلیم کے بہت سے لوگوں کا آپؐ سے آملنا 328
جلسہ کی تقاریر کو غور سے سننے کی ہدایت 409
لوگوں کا حضور انور کی تقاریر سے متاثر ہونا 412، 418 تا 420
غزوہ بدر کے بعد آپؐ کا یہود کو بلا کر تقریر کرنا 675

تقویٰ

روزہ کا بنیادی مقصد تقویٰ اختیار کرنا ہے 210
تقویٰ کی تعریف، تقویٰ کیا ہے؟ حضورؐ ہم میں کس قسم کا تقویٰ پیدا کرنا چاہتے تھے 212، 213
تقویٰ کا اثر اسی دنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے 214
دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنے کا طریق، تقویٰ اختیار کرو 214
تقویٰ کی باریک راہیں کیا ہیں؟ 214، 215
تقویٰ کے حصول کیلئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باریک در باریک پہلوؤں پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے 215
قرآن کریم نے تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا 215
تقویٰ کا مفہوم یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے 216
بیوی بچوں سے حسن سلوک بھی تقویٰ ہے 217
حقیقی تقویٰ اور جاہلیت جمع نہیں ہو سکتے 217
حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتا ہے 217، 218

تقویٰ کی بابت حضورؒ کی اپنی جماعت کو نصائح 222، 223
سب انبیاء کا مدعا ایک ہی تھا، تقویٰ کی راہ سکھلانا 223
رمضان میں پیدا ہونے والے تقویٰ کا تقاضا ہے کہ آپس میں تعلقات کو بہتر سے بہتر کئے جائیں 232
سفر کی دعا، اے اللہ ہم اس سفر میں تجھ سے بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں تو ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں 408
حضرت ابو بکرؓ کے تقویٰ کے متعلق واقعہ 492
تقویٰ اختیار کرنے کی تلقین، متقی کون ہے؟ 663

تلبیہ

وادی عسفان سے ہودؑ اور صالحؑ کا دو سرخ اونٹوں پر سوار تلبیہ کہتے ہوئے بیت العتیق کے حج کے لئے گزرنا 99

تلوار

آپؐ کی وفات پر حضرت عمرؓ کا تلوار نکال کر کہنا کہ جو کہے گا کہ آپؐ فوت ہو گئے ہیں میں اس کی گردن اڑادوں گا..... 103، 104
حضرت عمرؓ کا انصار کا مخاطب کر کے کہنا ایک نیام میں دو تلواریں جمع نہیں ہو سکتیں 112
حضرت عمرؓ اسلام کے لئے ننگی تلوار تھے 114
اسلام تلوار کے زور سے نہیں پھیلا 180
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے مرتدین کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا اور تلوار کے ذریعہ زکوٰۃ روکنا اور جنگ کرنا 182
آپؐ کا خالد بن ولیدؓ کے متعلق فرمانا ہمارا بھائی اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے..... 239
غزوہ احد میں ابو دجانہؓ کا آپؐ کی تلوار کا حق ادا کرنا 294
علاءؓ کی وفات پر بارش ہونا، صحابہؓ کا تلواروں سے قبر کھودنا 331
خالد بن ولیدؓ کو سیف اللہ کا خطاب ملنا 401
آپؐ کی رؤیا مینڈھے کا پیچھا کرتے ہوئے آپؐ کی تلوار کا کنارہ ٹوٹ جانا، کنارے کی تعبیر خاندان کا کوئی آدمی ہے 678

توبہ

توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے..... 55
اللہ تعالیٰ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار، دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے 55
توبہ استغفار وصول الی اللہ کا ذریعہ ہے 196
حضورؒ کی بیعت تو بیعتِ توبہ ہے 658
ہر وقت توبہ، استغفار اور شیطان کی پناہ سے بچنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہئے 663

توحید

حضورؒ کا فرمانا میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں توحید اختیار کرو اور آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو 232، 233
حقیقی مومن کا ہر کام اور فعل ہی توحید کے قیام کے لئے ہو تا 234
توحید کے قیام کے لئے قربانی کرنے اور دعا کرنے کی نصیحت 236
ہمارے سلسلہ کی غرض، انسان نفسانیت کو ترک کر کے توحید خالص پر قدم مارے 658
جماعت کو قائم کرنے کا اصل مقصد توحید کا قیام 658
توحید کے قیام کے ساتھ اللہ کی محبت اور آپؐ کے ساتھ عشق کا تعلق بھی ضروری ہے 660

تیر

آپؐ کا سعدؓ کو فرمانا اے سعد آگے بڑھو اور ان لوگوں پر تیر چلاؤ 61
تو ما کی آنکھ پر تیر لگنا اس کا ایک آنکھ کے بدلے ہزار آنکھیں پھوڑنے کا عزم کرنا 463

ٹوپی

ایرانی معززین کا قیمتی ٹوپیاں پہنا کرنا 374
ہرمز کی بیش قیمتی ٹوپی کی قیمت ایک لاکھ درہم تھی 375
حضرت ابو بکرؓ کا ہرمز کی ٹوپی خالد بن ولیدؓ کو عطا کرنا 376

ٹیکس

بعض لوگوں کا نماز کو ایک ٹیکس سمجھنا 225، 226
صحابہؓ نے جن لوگوں سے لڑائی کی وہ باغی تھے اور ٹیکس دینے سے انکاری تھے 367
جزیہ ایک معمولی ٹیکس جو حفاظت کے بدلہ دیا جاتا تھا 483

جان

صحابہؓ کا اپنی جانوں تک کی پرواہ نہ کرنا، اللہ کی راہ میں قربان ہو جانا تب جا کر یہ رتبہ حاصل ہوا 197

جاہلیت

حقیقی تقویٰ اور جاہلیت جمع نہیں ہو سکتے 217
مالک بن نویرہ نے بیوی کو طلاق دینے کے باوجود گھر میں رکھے رکھنا، جاہلیت کی اس رسم کو توڑنے کے متعلق آیت نازل ہونا 259

جبر
دین / اسلام میں جبر نہیں 175، 176، 180
جبر سے منوانا مذہبی لوگوں کا کام نہیں 179
جرأت
حضورؑ کا ہندوؤں، سکھوؤں اور عیسائیوں کو اپنی سابقہ زندگی پر اعتراض کرنے کے متعلق چیلنج دینا مگر کسی کو جرأت نہ ہونا 169
حضرت ابو بکرؓ کی بہادری اور جرأت 200، 201
جزا
اللہ تعالیٰ کا فرمانا روزے کی جزا میں خود ہو جاتا ہوں 188
جزیہ
حضرت ابو بکرؓ کا عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار، خالد بن ولیدؓ کا حیرہ کی فتح کے بعد بعض تحائف حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھجوانا آپؓ کا ان تحائف کو جزیہ کے طور پر قبول کرنا 388
جزیہ ایک معمولی ٹیکس جو حفاظت کے بدلہ دیا جاتا تھا 483
خالد بن ولیدؓ کا اہل حیرہ کے ساتھ معاہدہ، محتاج، اپاہج اور تارک الدنیا راہبوں کو جزیہ معاف کر دینا 484
جسم / جسمانی
رمضان کی روح، جسمانی خوراک کم کر کے روحانی خوراک میں اضافہ کیا جائے 188
عباد بن بشرؓ کی شہادت، جسم پر موجود علامت سے پہچانا گیا 301
البانیا کے پُلّومب بے یا صاحب کا جلسہ سالانہ میں ورچولی شمولیت، جلسہ کے ماحول اور خلیفۂ وقت کے خطاب سے ایسا لگا کہ جسمانی طور پر جلسہ میں شامل ہوں 418
جشن
مالک بن نویرہ کا آپؐ کی وفات کے بعد جشن منانا... 251، 256
جلسہ سالانہ
جلسہ سالانہ گیمبیا اور گھانا کے بابرکت رہنے کی دعا 288
جلسہ سالانہ گھانا کا آغاز، کووڈ19 کی وجہ جماعت گھانا کا اپنی سو سالہ تقریبات منعقد نہ پانا، اب دو سالہ پروگرام کرنے کا پروگرام ترتیب دینا 288
دو تین سال کے وقفہ کے بعد جلسہ سالانہ برطانیہ کے شروع ہونے سے قبل جلسہ کے بابرکت رہنے کیلئے دعا کی تحریک 402
شاملین جلسہ اور ڈیوٹی والوں کو ماسک پہننے اور ہومیوپیتھک دوائی کے استعمال کی ہدایت 403
جلسہ کے مہمانان اور کارکنان و رضاکاروں کو جلسہ سے ایک ہفتہ پہلے خطبہ میں بعض باتوں کی طرف توجہ دلانے کی روایت 403
جلسہ سالانہ برطانیہ کا 2019ء کے بعد دوبارہ شروع وسیع پیمانے پر انعقاد، شاملین کو تمام احتیاطی پہلو اختیار کرنے کی تلقین 403
جلسہ کی تیاری کی تفصیل، جلسہ سالانہ کے پروگرام اور ڈیوٹی چارٹس کا بننا 404
جلسہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں 404
جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں گذشتہ اتوار کو کارکنان کا حدیقۃ المہدی میں اکٹھے ہونا، کھانے کا صحیح طرح انتظام نہ ہوسکنے پر انتظامیہ کو ہدایت 404، 405
ضیافت کے شعبہ کو جلسہ کے متعلق ہدایات 405
کارکنان جلسہ کو نرم رویہ اختیار کرنے کی ہدایت 406
حضرت مسیح موعودؑ کی شاملین جلسہ کو اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی نصیحت 408
جلسہ سالانہ کا مقصد 408
جلسہ کی تقاریر کو غور سے سننے کی ہدایت 409
کووڈ کے حوالے سے تمام شاملین جلسہ کے محفوظ رہنے کے متعلق دعا کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی نصیحت 409
جلسہ کے پروگراموں میں وقفہ کے دوران مختلف نمائشیں دیکھنے کی ہدایت 409
جلسہ سالانہ پر پارکنگ کے حوالہ سے بعض ہدایات 409، 410
جلسہ کے دنوں میں عبادات اور ذکر الٰہی پر خاص طور پر توجہ دینے کی ہدایت 410
جلسہ پر صفائی، ٹائلٹس اور پانی کے متعلق ہدایات 410
شاملین جلسہ کے متعلق دعا، اللہ تعالیٰ جلسہ کے شاملین کو حضورؑ کی دعاؤں کا وارث بنائے 410
حضورؑ کے جلسہ کے حوالہ سے دعائیہ کلمات 410
جلسہ کے بعد اگلے خطبہ میں کارکنان کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات بیان کرنے کی روایت 411
جلسہ کے دوران بعض خامیوں کی نشاندہی، لجنہ کے کھانا کھلانے

کے شعبہ کی شکایات ملنا، ان تمام کو لال بک میں درج کر کے اگلے سال ہر شعبہ بہتر انتظام کی کوشش کرے 411، 412
جلسہ کے متعلق لوگوں کے تاثرات 412تا422
دنیا کے مختلف ممالک سے سیاستدانوں اور نمایاں شخصیات کی طرف سے جلسہ کے متعلق پیغامات موصول ہونا 422
ایم ٹی اے کی جلسہ کی کوریج کی رپورٹ 423
ریویو آف ریلیجنز کے ذریعہ جلسہ کی کوریج کی رپورٹ 423
حضور انور کی جلسہ کے دونوں میں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی نصیحت کرنا 656
جلسہ سالانہ قادیان اور بعض افریقی ممالک کے جلسہ کا آغاز اور حضور انور کا جلسہ کے بابرکت رہنے کی دعا کرنا 655
جلسہ سالانہ میں شریک ہونے والوں کو اپنا وقت دعاؤں میں گزارنے کی نصیحت 664

جمعۃ المبارک

پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جانا 224
آپؐ نے مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین میں جُواثی بستی میں قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں ادا کیا 335
نومبر کے پہلے جمعہ میں تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان ہونا563

جنت

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جانا... 187
آپؐ کا فرمانا کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ اہل جنت کے سردار ہیں بڑی عمر والوں کے، پہلوں سے اور آخرین میں سے سوائے نبیوں اور رسولوں کے، اے علی ان دونوں کو نہ بتانا 551
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو جنت کی بشارت دینا 552، 553
آپؐ کا دس صحابہؓ کو جنت کی بشارت دینا 553، 554
آپؐ کا ایک موقعہ پر صحابہؓ سے دریافت کرنا آج کس کا روزہ ہے، کس نے مسکین کو کھانا کھلایا، کس نے مریض کی عیادت کی، پھر فرمانا جس میں آج کے دن یہ چیزیں جمع ہو گئیں وہ جنت میں داخل ہو گیا 554
آپؐ کو جبرائیلؑ نے جنت کا ایک دروازہ دکھایا جس میں آپؐ کی امت کے افراد داخل ہوں گے، آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو فرمانا تم سب سے پہلے اس میں سے داخل ہو گے 554
آپؐ کا ایک مجلس میں جنت کی نعماء کا ذکر کرنا، حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی دعا کریں میں جنت میں آپؐ کے ساتھ ہوں554، 555
جنت کے سات دروازے ہیں اور ابو بکر ان ساتوں دروازوں سے گزارے جائیں گے 555
آپؐ کا جنت کا نظارہ دیکھنا کہ جعفرؓ فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں اور حمزہؓ تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں 679

جنگ / جنگیں (نیز دیکھیں لڑائی، غزوات)

سعدؓ کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ اگر آپؐ کی قریش کے ساتھ کوئی اور جنگ مقدر ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا 61
حضور انور کی جماعت کو ایٹمی جنگ کی دھمکیوں پر دعا کی تحریک123
آپؐ کا لشکر اسامہ کو رومیوں سے جنگ کیلئے تیاری کا حکم دینا 128
آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ منکرین زکوٰۃ سے جنگ کر کے زکوٰۃ وصول کرنے کے حامی تھے 138
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے مرتدین کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا اور تلوار کے ذریعہ زکوٰۃ روکنا اور جنگ کرنا 182
عیینہ کا طلیحہ کے پاس جنگ کے دوران بار بار آکر دریافت کرنا کہ جبرائیل آیا ہے..... 244
حضرت ابو بکرؓ کا خالد بن ولیدؓ کو مسیلمہ کی طرف جنگ کیلئے بھیجنا268
عبدالقیس اور بکر بن وائل کے درمیان جنگ کی تفصیل334، 335
بعض سیرت نگاروں کا حضرت ابو بکرؓ کی جنگوں کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہونا 366
فتح حیرہ کی عظیم الشان جنگی اہمیت 389
اکیدر کا خالد بن ولیدؓ کی بہادری اور جنگی فنون سے مرعوب ہونا اور جنگ کرنے سے انکار کرنا 394، 395
ہرقل کا اسلامی لشکروں کی آمد کا سن کر اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے اور صلح کرنے کا مشورہ دینا 442
حضرت ابو بکرؓ کی جنگ کے متعلق ہدایات 478، 479
حضورؐ کا زمانہ روحانی لڑائی کا زمانہ اور شیطان کے ساتھ جنگ کا زمانہ ہے 656
عمومی طور پر دنیا کے لئے دعا کی تحریک، اللہ تعالیٰ جنگوں سے

محفوظ رکھے 681

جنگ اُبُلّہ

جنگ اُبُلّہ کی تفصیل 377، 378

جنگ اجنادین

جنگ اجنادین کی تفصیل 448تا452

جنگ اجنادین کے وقت کے متعلق ابہام کی وضاحت 453

جنگ اُلیس

جنگ اُلیس کی تفصیل 381تا385

جنگ انبار

جنگ انبار / جنگ ذات العیون کی تفصیل 390، 391

جنگ بدر

جنگ بدر کے دوران مبارز طلبی کے واقعہ کی تفصیل 672، 673

جنگ تبوک

اکیدر کو خالد بن ولیدؓ جنگ کا تبوک کے موقع پر قید کر کے لانا395

جنگ حصید

جنگ حصید اور جنگ خنافس کی تفصیل 396، 397

جنگ خنافس

جنگ حصید اور جنگ خنافس کی تفصیل 396، 397

جنگ دارین

دَارِینؔ کی جنگ کے زمانہ کے متعلق مؤرخین میں اختلاف پایا جانا 340، 341

جنگ دومۃ الجندل

جنگ دومۃ الجندل کی تفصیل 394تا396

جنگ ذات السلال

جنگ ذات السلال / جنگ کاظمہ / جنگ حفیر کی تفصیل374تا377

جنگ ذات العیون

جنگ انبار / جنگ ذات العیون کی تفصیل 390، 391

جنگ عین التمر

جنگ عین التمر کی تفصیل 392تا394

جنگ فراض

جنگ فراض کی تفصیل، فراض بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک مقام کا نام 398تا401

جنگ مذار

جنگ مذار کی تفصیل 378تا380

جنگ مصیّخ

جنگ مصیّخ کی تفصیل 397، 398

جنگ مؤتہ

جنگ مؤتہ میں خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں فتح نصیب ہونا 128

جنگ ولجہ

جنگ ولجہ کی تفصیل 380، 381

جنگ یمامہ

اس جنگ کی تفصیل262، 269، 270، 290تا295، 301تا312

جہاد

حضرت ابو بکرؓ کا زکوٰۃ کے مانعین سے جہاد کا اعلان کرنا142، 143

کامل الایمان بننے کے لئے شرط، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا 197

جیل

محمود اقبال ہاشمی صاحب کا لاہور میں اسیر راہِ مولیٰ ہونا، انتظامیہ کی نرمی، والدہ کی میت کو جیل لے جا کر آخری دیدار کروانا 141

گھانا کے ایک منسٹر کا جیلوں کے متعلق دعویٰ کہ جیلوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، حضور انور کا چیلنج..... 215

جھنڈا

آپؐ کا لشکر اسامہ کیلئے اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھنا اور لشکر کو روانہ کرنا 128، 129

حضرت ابو بکرؓ کا فرمانا میں اس جھنڈے کو نہ کھولوں گا جسے رسول اللہؐ نے باندھا تھا 130، 131

اسامہؓ نے اپنی وفات تک اس جھنڈے کی گرہ نہ کھولی جس کی گرہ آپؐ نے اپنے ہاتھ سے لگائی تھی 135

حضرت ابو بکرؓ کا اسلامی لشکر کو گیارہ حصوں میں تقسیم کر کے ان کیلئے خود جھنڈے باندھ کر روانہ کرنا 202، 203

حضرت ابو بکرؓ کا خالد بن ولیدؓ کو جھنڈا باندھ کر مہم پر روانہ کرنا239

جنگ یمامہ میں مہاجرین کا جھنڈا زید بن خطابؓ کو دیا گیا 289

جنگ یمامہ میں اپنے جھنڈا کی حفاظت کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک صحابیؓ کا شہید ہونا 293

حضرت ابو بکرؓ کا عکرمہؓ کو جھنڈا دے کر مسیلمہ کی طرف روانہ

کرنا، اس مہم کی تفصیل 316،315
حضرت ابو بکرؓ کا سوید بن مقرنؓ کو جھنڈا باندھ کر دینا اور یمن کے مرتدین کی سرکوبی کیلئے روانہ کرنا 345
حضرت ابو بکرؓ کا مہاجر بن امیہؓ کو اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھ کر اسود عنسی کے مقابلہ کیلئے روانہ کرنا 351
حضرت ابو بکرؓ کا یزید بن ابوسفیانؓ کو جھنڈا باندھ کر روانہ کرنا432
پہلا غزوہ جس میں آپؐ بنفس نفیس شریک ہوئے، آپؐ کا جھنڈا حمزہؓ نے اٹھایا تھا، اس غزوہ کا دوسرا نام غزوہ ودّان بھی ہے 670
بنو قینقاع کی مہم میں آپؐ کا جھنڈا حمزہؓ کے پاس تھا 674

جھوٹ

طلیحہ بن خویلد جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر عرب کے مختلف قبائل کا اکٹھا ہونا 142
حضرت ابو بکرؓ کا جھوٹے مدعیان نبوت کو کچل کر رکھ دینا 152
کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے 171
طلیحہ اسدی جھوٹے مدعی نبوت کا تعارف 240،239
سجاح جھوٹی مدعی نبوت کا تعارف 252،251
آپؐ کا خواب میں کنگن دیکھنا، اس کی تعبیر کرنا کہ میرے بعد دو جھوٹے اشخاص ظاہر ہوں گے 353،264
آپؐ نے جھوٹے مدعیان نبوت کا مقابلہ اس لئے کیا کہ انہوں نے صحابہؓ کو قتل کیا تھا 309

چادر

حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا، اپنے جسم پر یمنی چادر کا ایک جوڑا دیکھنا جس میں سینے پر دو داغ ہیں..... 118،117
حضرت ابو بکرؓ کو وظیفہ میں دو چادریں ملنا پرانی ہونی پر واپس کر کے دوسری چادریں لے لینا 491

چاند

رمضان میں سورج، چاند گرہن کے نشان کا ظہور ہونا 169

چشمہ

علاءؓ کی دعا کا معجزہ پانی کا چشمہ جاری ہونا331، 336 تا338، 342

چندہ جات

انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت 2،1
وقف جدید کے چونسٹھویں سال (2021ء) کی مختصر رپورٹ اور نئے سال کے آغاز کا اعلان، مالی قربانی کے واقعات 13،12
وقف جدید میں نمایاں کام کرنے والے ممالک کی تفصیل 13 تا15
تحریک جدید کے نئے سال کے آغاز کا اعلان اور گذشتہ سال کے مختصر کوائف 563
تحریک جدید کے حوالہ سے مالی قربانی کے واقعات 565 تا572
چندہ تحریک جدید میں دوران سال نمایاں قربانی کرنے والے ممالک کی تفصیل 572 تا574

چیکنگ

ماسک اتروا کر چہرہ دیکھ کر کارڈ چیک کرنے کی ہدایت 410

چیلنج

حضورؑ کا ہندوؤں، سکھوؤں اور عیسائیوں کو اپنی سابقہ زندگی پر اعتراض کرنے کے متعلق چیلنج دینا مگر کسی کو جرأت نہ ہونا 169
گھانا کے ایک منسٹر کا جیلوں کے متعلق دعویٰ کہ جیلوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، حضور انور کا چیلنج..... 215

حج

حجۃ الوداع کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا اپنا اور آپؐ کا سامان ایک ہی اونٹ پر لادنا 98
حجۃ الوداع کے لئے جاتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کا گم شدہ اونٹ زاد راہ کے ہمراہ واپس آجانا 99
حجۃ الوداع پر جاتے ہوئے صحابہؓ کا آپؐ کے سامنے حَیْس (عمدہ حلوہ جو کھجور، آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے) پیش کرنا 99
حجۃ الوداع کے لئے جاتے ہوئے اسماءؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش، آپؐ کا ایک فقہی مسئلہ کا حل بیان فرمانا 99
وادی عسفان سے ہوڈ اور صالخ کا دو سرخ اونٹوں پر سوار تلبیہ کہتے ہوئے بیت العتیق کے حج کے لئے گزرنا 99
حجۃ الوداع کے موقع پر سہیل بن عمروؓ کا آپؐ کے پاس قربانی کا اونٹ لانا اور آپؐ کا اس کو ذبح کرنا 100

حدیث

قرآن کریم اور احادیث کے متعلق حضورؑ کی جماعت کو نصیحت 229

حساب

قیامت کے دن بندوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ ٹھیک رہا تو نجات پا گیا 225

حسن سلوک

بیوی بچوں سے حسن سلوک بھی تقویٰ ہے 217

حفاظت

مولوی عمر الدین صاحب شملویؓ کے قبول احمدیت کا واقعہ، جس کی خدا حفاظت کر رہا ہے وہ خدا کی طرف سے ہی ہو گا170، 171

حق / حقوق

افراد امت کی سلامتی کا دارومدار حقوق کی ادائیگی پر ہے 139

مولوی ثناء اللہ کی کتب پڑھنے کے بعد حضورؑ کی کتب سے حوالہ جات دیکھنے پر حق واضح ہو جانا 162

حضورؑ کی جماعت کو آپس میں محبت وپیار اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور مسکینی سے زندگی گزارنے کی نصائح کرنا 231، 232

لوگوں کا حضور انور کے عورتوں کے حقوق کے متعلق خطاب سے متاثر ہونا..... 412 تا415، 418، 419

گڈاں روہجی صاحبہ کا اماں جانؓ کی مثالی تربیت سے متاثر ہونا418

حضور انور کے عورتوں کے حقوق کے متعلق خطاب سے تمام اعتراضات دور ہو جانا..... 421، 422

ذمی کی تعریف اور ذمیوں کے حقوق 483

حقوق اللہ / حقوق العباد

ایمان یہ ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ پر ایمان کا حق ادا کریں 196

تقویٰ کے حصول کیلئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کے باریک در باریک پہلوؤں پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے 215

حقوق اللہ اور حقوق العباد کی اہمیت 217، 218

ایک عیسائی مبور ابن جیلی صاحب کا جلسہ پر حقوق اللہ، حقوق العباد اور استغفار کے متعلق باتیں سن کر بیعت کر لینا 421

حقوق العباد کے حوالہ سے سب سے اہم چیز انصاف ہے 519

حق مہر

مسیلمہ اور سجاح کے حق مہر کی تفصیل 253، 254

حکومت

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مرتدین کا حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کرنا، حکومت کے مال لوٹنا، مسلمانوں کو قتل کرنا 183

حضرت ابو بکرؓ کے نظام حکومت کی تفصیل 471 تا482

حلال

مسیلمہ کا اپنے پیروکاروں کیلئے شراب اور زنا کو حلال قرار دینا265

حملہ

مانعین زکوٰۃ کا مدینہ پر حملہ اور اسکی تفصیل 143 تا145

حضرت ابو بکرؓ کی قیادت و رہنمائی میں منکرین زکوٰۃ کے حملوں کے سدّباب کے بعد کمزور متذبذب قبائل کا اپنی زکوٰۃ لے کر مدینہ آنا 145

اہل ربذہ پر حضرت ابو بکرؓ کے حملہ کی تفصیل 145، 146

امّ عمارہؓ کا آپؐ پر ہونے والے حملوں کو روکنا 301

نپولین کا مصر پر حملہ کرتے ہوئے بحیرہ احمر کے کنارے سے جزر کے وقت گزرنا 343

برکینا فاسو میں 2015 سے دہشت گرد حملے شروع ہونا 348

خالد بن ولیدؓ کا ایک کارنامہ، ایرانی سرحدوں سے رومیوں پر حملہ کا رستہ کھل جانا، 399

نصیر احمد صاحب شہید پر حملہ کی تفصیل 437، 438

حوصلہ

آپؐ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو حوصلہ دلانا102 تا105

آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کی ڈھارس باندھنا اور حوصلہ دلانا 126، 127

افسران، کارکنان، معاون و رضاکاروں کو مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی بلند حوصلے کے ساتھ خدمت کی ہدایت 406، 407

حیات مسیحؑ

حضورؑ کو ایک شخص کا مشورہ دینا کہ چیدہ چیدہ علماء کو بلا کر حیات مسیحؑ کے عقیدہ کے متعلق سمجھا دیتے تو سب لوگ آپ کی بات مان لیتے..... حضورؑ کا جواب 168، 169

خباثت

غیر مسلمان عربوں کا کسی شخص کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے ہر مزکا نام بطور ضرب المثل استعمال کرنا 375

خبر / خبریں

آپؐ کو وفات سے قبل اسود عنسی کے قتل کی خبر دی جانا 357

جلسہ سالانہ کے کام کے متعلق ایم ٹی اے پر چھوٹے چھوٹے کلپس کی صورت میں خبریں دکھائی جانا 404

خط / خطوط

چندہ کی برکت سے لوکل کونسل کی جانب سے سروس چارجز کی رقم کے مطالبہ کے متعلق معافی کا خط موصول ہونا 7، 8

حضورؓ کا ایک تحریر لکھ کر اس کو نقل کرنے کے لئے مصلح موعودؓ کو دینا، فرمایا اس کا خط تو میرے سے ملتا جلتا ہے..... 94
بعض لوگوں کا حضور انور کو خط لکھنا کہ بہت دعا کی لیکن مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے، ان کی اس غلط فہمی کا جواب 190، 191
حضرت ابو بکرؓ کے بعض خطوط کی تفصیل 205 تا 207، 246، 260، 261، 366، 429
آپؐ کا یمامہ کے بادشاہ ھوزہ بن علی اور اہل یمامہ کے نام خط لکھ کر اسلام کی دعوت دینا 262
مسیلمہ کا آپؐ کو خط لکھنا اور اس کے جواب میں آپؐ کا مسیلمہ کو جوابی خط لکھنا 266
آپؐ کا عمر بن عاصؓ کے ہاتھ جیفر بن جلندی اور عباد بن جلندی کے نام تبلیغی خطوط بھجوانا 313
آپؐ کا علاء بن حضرمیؓ کو بحرین کے حاکم منذر بن ساویٰ کے پاس خط دے کر بھجوانا، بعد میں ان کو بحرین کا عامل مقرر فرمایا 330
علاء بن حضرمیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو حتم کے قتل اور خندق والوں کی شکست کی اطلاع بذریعہ خط دینا 340
آپؐ کا کسریٰ کو دعوت اسلام پر مشتمل خط لکھنا 353، 354
کسریٰ کا آپؐ کا خط غصہ میں آکر پھاڑنا..... 354، 355
آپؐ کا اسود عنسی سے جنگ کرنے کیلئے حضر موت اور یمن کے مسلمانوں کی طرف خط لکھنا 356
خالد بن ولیدؓ کا شاہان فارس کے نام خط 389
ابو عبیدہؓ کے پے در پے خطوط کے نتیجہ میں حضرت ابو بکرؓ کا خالد بن ولیدؓ کو شام بھجوانا 447
فتح اجنادین کے متعلق خالدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو خط لکھنا 452، 453

خطاب / خطابات / خطبہ

آپؐ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے وقت حضرت عمرؓ کا انصار سے خطاب 112، 113
آپؐ کا ابو عبیدہؓ کو امین الامت کا خطاب عطا فرمانا 114
حضرت ابو بکرؓ کا بیعت عام والے دن ایک خطبہ ارشاد فرمانا 115
حضرت ابو بکرؓ کا لشکر اسامہ کو خطاب فرمانا..... 133، 134
آپؐ کی وفات کے بعد سہیل بن عمروؓ کا اہل مکہ کو خطاب 137
لوگوں کا حضور انور کے خطبات و خطابات سے متاثر ہونا 286، 413 تا 415، 417، 419، 420
لوگوں کا حضور انور کے خطبات و خطابات سے متاثر ہو کر احمدیت قبول کرنا 283، 284، 420
حضور انور کا صحابہؓ کے متعلق خطبہ سن کر بچوں کو ان کے والدین کے نام کے ساتھ پکارنے کے متعلق غلط فہمی کا دور ہو جانا 286
خالد بن ولیدؓ کا سیف اللہ کا خطاب ملنا 401
جلسہ کے مہمانان اور کارکنان و رضاکاروں کو جلسہ سے ایک ہفتہ پہلے خطبہ میں بعض باتوں کی طرف توجہ دلانے کی روایت 403
ایڈیلیڈ میں رات تین بجے احباب کا جلسہ کا خطاب سننا اور عالمی بیعت میں شریک ہونا، ایم ٹی اے کا شکریہ ادا کرنا 418
حضور انور کے خطابات سن کر اعتراضات کا دور ہو جانا 420 تا 422
کونگو برازاویل میں ایم ٹی اے کے ذریعہ جلسہ کی کارروائی دیکھ کر حضور انور کے خطابات سے متاثر ہو کر 23 افراد کا بیعت کر لینا 421
صحابہؓ کی قربانی کے متعلق حضور انور کا خطبات دینا 658
احباب جماعت کا حضور انور کو لکھنا کہ خطبات کے ذریعہ اس زمانہ کی تاریخ سن کر بہت فائدہ ہوا ہے 668

خلافت / خلیفہ

جرمنی کی احمدی خاتون کا کار خریدنے کے لئے رکھے ہوئے پیسے چندہ میں ادا کرنا کہ ہماری جماعت کا نام خلیفۂ وقت کے سامنے آجائے گا 7
آپؐ کی وفات کے بعد انصار کا سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونا اور خلافت کے مسئلہ پر گفتگو کرنا 106
آپؐ کی وفات پر انصار کے ایک آدمی کی تجویز ایک آدمی انصار میں سے اور ایک مہاجرین میں سے خلیفہ ہو 106
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے انتخاب کی تفصیل 106 تا 109
آپؐ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے متعلق صحابہؓ کے مشورے، حضرت ابو بکرؓ کا تقریر فرمانا 107 تا 109
آپؐ کا فرمایا کہ خلافت کے حق دار قریش ہوں گے 109
انتخاب خلافت کے موقع پر حضرت عمرؓ کی تقریر کے بعد تمام انصار کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 112، 113
حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آپؓ کے والد کا دوبارہ کلمہ پڑھنا..... 116، 117
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق آپؐ کی ایک رؤیا 117

خلافت کے وعدہ کا اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے لئے پورا ہونا 119
حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے آغاز میں جن مشکلات و خطرات کا سامنا کرنا پڑا 119، 120، 126
سلسلہ خلافت موسویہ کی سلسلہ خلافت محمدیہ سے مماثلت 120
حضرت عمرؓ کا اسامہؓ کو خلافت کے بعد بھی اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا الْاَمِيْرُ کہہ کر مخاطب کرنا، اسامہؓ کا غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ جواب دینا 133
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں اللہ تعالیٰ کا اسلام کی طاقت کو لوٹانا 201
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے متعلق آپؐ کی پیشگوئی 276، 277
خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قیامت تک قائم رہے گی 277، 278
خلافت کے متعلق ایک غلطی فہمی کی وضاحت 277، 278
جماعت کی ترقی نظام خلافت کے ساتھ وابستہ ہے 279
خلافت اولیٰ سے خلافت خامسہ تک جماعت کی ترقیات کی ایک جھلک..... 279، 280
خلافت کی برکات، جماعت کا ایک امام ہے اس کے کہنے پر جماعت اٹھتی بیٹھتی ہے 286
ہر احمدی کو خلافت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق پیدا کرنے کی نصیحت کرنا 287
حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلی خوشخبری اسود عنسی کے قتل کی خبر ملی 357
جماعت کی خلیفۂ وقت کیلئے محبت سے متاثر ہونا 419
حضور انور کی باتوں کا پادری کی باتوں سے موازنہ کر کے خلیفہ کی باتوں میں وزن ہونے پر بیعت کر لینا 422
حضرت ابو بکرؓ نے وفات سے قبل حضرت عمرؓ کو خلافت کیلئے کیوں نامزد کیا؟ 468، 469
حضرت ابو بکرؓ کا خلافت ملنے کے تجارت کے لئے نکلنا..... 490، 491
عبد الباسط صاحب کا ہر خلافت کے دور میں بہت اخلاص و وفا کا نمونہ دکھانا 559

خندق

خندق کھودنے کے دوران حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا سخت محنت کرنا 56
آپؐ کا تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھودنا، چھ ایام میں یہ چھ ہزار گز یا ساڑھے تین میل لمبی خندق کھودی گئی 56
حطم کا علاء بن حضرمیؓ کے مقابلہ کیلئے خندق کھودنا 339
اہل انبار کا اپنے قلعہ کے گرد خندق کھودنا 390

خواب (نیز دیکھیں رؤیا)

آپؐ کا خواب کی بناء پر طواف کعبہ کے لئے چودہ سو صحابہؓ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہونا 62
ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب کا ایک خواب کی بناء پر خلیفہ ثانیؓ کے دور میں بیعت کرنا 184
آپؐ کا خواب میں کنگن دیکھنا..... 264
اللہ تعالیٰ کا لوگوں کی خوابوں کے ذریعہ جماعت کی طرف رہنمائی فرمانا 280 تا 283، 349، 417، 418، 465
حضور انور کو متعدد مرتبہ خواب میں دیکھنا، ورلڈ کرائسز اینڈ پاتھ وے ٹو پیس کا فرنچ ترجمہ پڑھ کر بیعت کرنا 284، 285
عباد بن بشر کا جنگ یمامہ کے دوران خواب دیکھنا کہ آسمان کھولا گیا ہے اور پھر مجھ پر بند کر دیا گیا، اس سے مراد شہادت تھی 301
حضرت ابو بکرؓ کے ایک خواب کی تعبیر 307
خالد بن سعید بن عاصؓ کا خواب میں دیکھنا کہ ان کے والد ان کو آگ میں گرانے کی کوشش کر رہے ہیں..... 325، 326
ابو ہریرہؓ کا علاءؓ کی خوابوں اور قبولیت دعا سے متاثر ہونا 331
خواب میں حضور انور کا آنزومانا واتر صاحب کے سر پر ہاتھ پھیرنا صبح اٹھنے پر لاحق بیماری سے مکمل طور پر صحت یاب ہو جانا 349، 350
آپؐ کی دو جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق خواب 353
شرحبیلؓ کی خواب، حضرت ابو بکرؓ کا تعبیر بتانا..... 426، 427
نصیر احمد صاحب کا اپنی شہادت کے متعلق خواب دیکھنا 438
دمشق کے امیر بولص کی بیوی کا خواب 459
محبوب احمد صاحب راجیکی کا اسیری کے دوران رہائی کے متعلق خوابیں دیکھنا 467
حضرت ابو بکرؓ کی چند خوابیں اور ان کی تعبیریں 581، 582

خوشخبری / خوشی

حضرت ابو بکرؓ کا قافلہ کی رفتار سے خوشخبری دینے والے اور بُری خبر دینے والے قافلہ کا اندازہ لگا لینا 145

اللہ کے اپنے بندے کی توبہ پر خوشی، مثال 191
حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلی خوشخبری اسود عنسی کے قتل کی خبر ملی 357
مہمان کو میزبان کی طرف سے جو پیش کیا جائے اسے خوشی سے کھالینا چاہئے 408
شرحبیلؓ کی خواب، حضرت ابو بکرؓ کا تعبیر بتانا کہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ میری وفات کی بھی خبر ہے 426، 427

خون / خون بہا

حضرت عمرؓ اور ابو قتادہؓ کا مالک بن نویرہ کے قتل پر اصرار کرنا کہ اس کا خون بہا ادا کیا جائے حضرت ابو بکرؓ کا مالک بن نویرہ کے بھائی کو خون بہا ادا کرنا..... 250، 255، 256
مصیّخ میں دو مسلمانوں کا مارا جانا ان کے پاس حضرت ابو بکرؓ کا امان نامہ موجود تھا، حضرت ابو بکرؓ کا ان کا خون بہا ادا کرنا 397
نصیر احمد صاحب شہید کا دل کی بیماری کے باوجود عطیہ خون کے لئے تیار رہنا 439

خیانت

اکیدر کو خیانت اور بدعہدی کی وجہ سے ہلاک کر دیا جانا 395
خیانت کے نقصانات، خیانت محتاجی کے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے 479

داڑھی / ریش

صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کے سردار کا آپؐ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا کر کہنا کہ آپ اس دفعہ طواف نہ کریں اگلے سال آکر کریں 65
ایشیا میں داڑھی کو ہاتھ لگا کر بات کرنے کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی تشریح 65

درجہ

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا بلند درجہ، آپؐ کا آسمان کے ستاروں کی مثال دے کر آپؓ کا درجہ بتانا 550، 551

درہم

آپؐ کا فرمانا کہ آج ایک درہم ایک لاکھ درہم پر سبقت لے گیا 2

دروازہ / دروازے

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیئے جانا..... 187
آپؐ کو جبرائیلؑ نے جنت کا ایک دروازہ دکھایا جس میں آپؐ کی امت کے افراد داخل ہوں گے، آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو فرمانا تم سب سے پہلے اس میں سے داخل ہو گے 554
جنت کے سات دروازے ہیں اور حضرت ابو بکرؓ ان ساتوں دروازوں سے گزارے جائیں گے 555

درود شریف

کثرت سے استغفار اور درود شریف پڑھنے کی تحریک 123
کثرت سے درود شریف پڑھنے کی نصیحت 409، 656

درویش

ایک درویش کا نیم کے گولے تیار کر کے کھایا کرنا 217
بعض درویشوں کا گوشت میں مٹی ڈال کر کھانا 217

دشمن / دشمنی / معاندین

جماعت قائم ہی پھلنے پھولنے اور بڑھنے کے لئے ہوئی ہے دشمن کا کوئی وار اس کا بال بیکا نہیں کر سکتا 3
حضرت ابو بکرؓ کا دشمن کی شرارت کا دلیری سے مقابلہ کرنا 149

دعا / دعائیں

سیرالیون کے امام شیخ عثمان صاحب کے پاس چندہ دینے کے پیسے نہ ہونا، دعا کرنا اللہ تعالیٰ کا ایک لاکھ لیون عطا کرنا 4
اللہ تعالیٰ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار، دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے 55
سعدؓ کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ اگر آپؐ کی قریش کے ساتھ کوئی اور جنگ مقدر ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا 61
مصلح موعودؓ کا بچپن میں ضحیٰ یا اشراق کے وقت حضورؐ کا جبہ پہن کر خوب رو رو کر دعا کرنا اور نفل ادا کرنا 89
حضورؐ کی دعا سے مصلح موعودؓ کی آنکھوں کا ٹھیک ہو جانا 92، 93
حضور انور کا دنیا کے موجودہ حالات کے متعلق دعا کی تحریک کرنا 109
خوشی محمد شاکر صاحب کو افریقہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں مسائل پیش آنا، دعا کرنا، ساری روکیں دور ہو جانا 111
حضور انور کی جماعت کو ایٹمی جنگ کی دھمکیوں پر دعا کی تحریک 123
حضرت مسیح موعودؑ کا جماعت کو ایک وقت میں رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً..... کی دعا کثرت سے پڑھنے کی تلقین کرنا 123، 124
حضرت ابو بکرؓ کا لشکر اسامہ کو دعا دینا..... 133، 134
دنیا کے حالات کے متعلق دعا کی تحریک 140، 153، 172، 681

رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے 187
قبولیت دعا کے طریق 188 تا198
دعا خود ایک مخفی سبب ہے جو دوسرے اسباب کو پیدا کرتا ہے189
قبولیت دعا کے لئے کیسی حالت پیدا کرنی چاہئے 189 تا191
بعض لوگوں کا حضور انور کو خط لکھنا کہ بہت دعا کی لیکن مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے، ان کی اس غلط فہمی کا جواب 190، 191
قبولیت دعا کیلئے اخلاص و وفا شرط ہے 191
سورہ فاتحہ پڑھتے ہوئے ایک دعا اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ بار بار پڑھنی چاہئے 193، 194
اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو پورے طور پر دعا اور تزکیہ نفس سے کام لے گا اس کے ساتھ قرآن کریم کے تمام وعدے پورے ہو کر رہیں گے 195
انسان کو اپنے گناہوں کو پاک کرنے کیلئے دعا کرنی چاہئے 198
دعا کی اہمیت و برکات 198، 199
رمضان کو اپنی مقبول دعاؤں کا ذریعہ بنانے کی نصیحت 199
عبادت اور نماز میں لذت کیلئے نہایت سوز اور جوش کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے 227
ایشیا، ہندوستان میں نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے رواج کے متعلق وضاحت 228
آپؐ کا فرمانا ایک دوسرے کیلئے غائبانہ دعا کرو 232
صبر اور دعا سے سچا اخلاص ملتا ہے 234
پاکستان کے احمدیوں اور دنیا کے اور ممالک کے حالات کیلئے دعا کی تحریک 236
احمدی اسیر ان راہ مولیٰ کیلئے دعا کی تحریک 236
توحید کے قیام کے لئے قربانی کرنے اور دعا کرنے کی نصیحت 236
افغانستان، الجزائر اور پاکستان کے اسیر ان کیلئے دعا کی تحریک 236
عدی کا عظیم کارنامہ، اپنی قوم کو اسلامی فوج میں شمولیت کی دعا دی 242
ناروے کی بریفاں صاحبہ کا حضور انور کے صحابہؓ کے متعلق خطبات سن کر متاثر ہونا اور دعا کرنا 286
جلسہ سالانہ گیمبیا اور گھانا کے بابرکت رہنے کی دعا 288
پاکستان کے لئے دعا کی تحریک 295
الجزائر اور افغانستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 295
علاءؓ کا مستجاب الدعوات مشہور ہونا 331
علاءؓ کی قبولیت دعا کے واقعات 331، 336، 337، 338، 342
علاءؓ کی قبولیت دعا کے متعلق ابوہریرہؓ کا گواہی دینا 337، 338
علاء بن حضرمیؓ کی دعا، کشتیوں کے بغیر سمندر پار کرنا 342
خالد بن ولیدؓ کی ایک دعا میں عہد کرنا کہ ایک دن اور ایک رات قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالوں گا تا کہ اس کا پانی سرخ ہو جائے اس کی وضاحت 382، 383
جلسہ سالانہ برطانیہ کے بابرکت رہنے کیلئے دعا کی تحریک 402
سفر کی دعا، اے اللہ ہم اس سفر میں تجھ سے بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں تو ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں 408
آپؐ کی ایک بڑی جامع دعا 408، 409
کووڈ کے حوالے سے تمام شاملین جلسہ کے محفوظ رہنے کے متعلق دعا کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی نصیحت 409
حضورؒ کے جلسہ کے حوالہ سے دعائیہ کلمات 410
بدوی کا عورت سے دعا کے بدلہ بکری لینا کہ تمہارے گھر لڑکا ہو گا..... 492
حضرت ابوبکرؓ کا آپؐ سے عرض کرنا کہ دعا کریں میں جنت میں آپؐ کے ساتھ ہوں 554، 555
جلسہ سالانہ قادیان اور بعض افریقی ممالک کے جلسہ کا آغاز اور حضور انور کا جلسہ کے بابرکت رہنے کی دعا کرنا 655
خدا تعالیٰ کا انسان کے دل کے کونوں میں جھانکنا، کسی قسم کی ظلمت، شرک و بدعت ہونے پر اس کی دعاؤں اور عبادات کو اس کے منہ پر الٹا مارنا 657
آج کل آدم کی دعا پڑھنی چاہئے، رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا... 663
حضورؒ کی الہامی دعا رَبِّ كُلُّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِيْ وَانْصُرْنِيْ وَارْحَمْنِيْ پڑھنے کی نصیحت 663
جلسہ سالانہ میں شریک ہونے والوں کو اپنا وقت دعاؤں میں گزارنے کی نصیحت 664
مظلوم بھائیوں کے لئے دعا کی تحریک 681
نئے سال کا جماعت کیلئے ہر طرح سے بابرکت رہنے کی دعا 681

دل / دلداری

موسیٰ صاحب کے دل میں حضور انور کہ یہ بات میخ کی طرح گڑھ جانا کہ ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں، مال کی محبت یا خدا کی محبت 6

انسان کے دل پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہونا 192
اللہ تعالیٰ کا لوگوں کے دلوں کو احمدیت کی طرف پھیرنا 280
حضور انور اور مقررین کی تقاریر کا دل پر خاص اثر کرنا 418، 419
نصیر احمد صاحب شہید کا دل کی بیماری کے باوجود عطیہ خون کے لئے تیار رہنا 439
آپؐ کا فرمانا ابو بکر کو فضیلت نماز، روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ نیکی کی وجہ سے ہے جو اس کے دل میں ہے 491، 492
خدا تعالیٰ کا انسان کے دل کے کونوں میں جھانکنا 657
ایک مومن کے دل میں اللہ کی محبت تمام دنیاوی رشتوں سے زیادہ ہونی چاہئے 658
برصغیر میں مسلمانوں کا طرح طرح کی بدعات میں مبتلا ہونا کہ ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جائے 660
ایک مسلمان اور یہودی کا موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت کے متعلق جھگڑا ہونا، آپؐ کا اس کی دلداری فرمانا 676

دنیا

حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا آپؐ کو مشورہ دینا کہ بنو قریظہ کی طرف دنیاوی زینت والا حلّہ زیب تن کر کے تشریف لے کر جائیں، سعد بن عبادہؓ نے حلّہ پیش کیا مگر آپؐ کا انکار کر دینا 60
مصلح موعودؓ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن سکھانے کے لئے دنیا کا استاد مقرر کیا جانا 97
خدا تعالیٰ کا مصلح موعودؓ کو محمدؐ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے کھڑا کرنا..... 97
دنیا کے حالات کے متعلق دعا کی تحریک 109، 140، 153، 172، 199
قادیان کی گمنام بستی سے آپؐ کا پیغام دنیا کے کناروں تک پہنچ جانا 171
دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد پر قائم رہنے کی ضرورت 196
دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنے کا طریق، تقویٰ اختیار کرو 214
دنیا کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا لذت اور ایک خاص حظ رکھنا 226
دین کو دنیا پر کس طرح مقدم رکھا جا سکتا ہے؟ 230، 231
پاکستان کے احمدیوں اور دنیا کے اور ممالک کے حالات کیلئے دعا کی تحریک 236
جلسہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں 404
دنیا کے مختلف ممالک سے سیاستدانوں اور نمایاں شخصیات کی طرف سے جلسہ کے متعلق پیغامات موصول ہونا 422
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو دنیا و آخرت میں اپنا بھائی قرار دینا 551
حضورؐ کی بعثت کا مقصد آپؐ کی کھوئی عظمت کو بحال کرنا اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنا 656
ایک مومن کے دل میں اللہ کی محبت تمام دنیاوی رشتوں سے زیادہ ہونی چاہئے 658

دہشت گرد / دہشت گردی

برکینا فاسو ڈوری ریجن میں دہشت گردوں کا حملہ 347
برکینا فاسو میں 2015 سے دہشت گرد حملے شروع ہونا 348

دوزخ

رمضان کے مہینے میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جانا ... 187

دیت

حضرت ابو بکرؓ کا عروہ بن مسعود پر دیت واجب ہونے پر اس کی دس گابھن اونٹنیوں کے ساتھ مدد کرنا 62

دین

دین کی خاطر اپنے مال کا کچھ حصہ دینے سے حقیقی ایمان کا پتہ چلنا 1
دین میں جبر نہیں 175، 176
دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد پر قائم رہنے کی ضرورت 196
دین کو دنیا پر کس طرح مقدم رکھا جا سکتا ہے؟ 230، 231

ڈیوٹی

جلسہ کی تیاری کی تفصیل، جلسہ سالانہ کے پروگرام اور ڈیوٹی چارٹس کا بننا 404
حضور انور کا سب ڈیوٹی کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنا 412

ذکر الٰہی

جلسہ کے دنوں میں ذکر الٰہی پر خاص طور پر توجہ دینے کی ہدایت 410

ذمی

ذمی کی تعریف اور ذمیوں کے حقوق 483

راز

قومی ترقی کا راز 149، 150

راستی (نیز دیکھیں سچائی)

اگر بدیاں دور نہیں ہو رہیں تو نماز روح اور راستی کے ساتھ ادا نہیں کر رہے 228

راہ / راہیں

مجاہدہ کامیابیوں کی راہ ہے 194

اللہ تعالیٰ کا فرمانا جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ان کو بالضرور اپنی راہیں دکھلایا کرتے ہیں 190

رسم

مالک بن نویرہ نے بیوی کو طلاق دینے کے باوجود گھر میں رکھے رکھنا، جاہلیت کی اس رسم کو توڑنے کے متعلق آیت نازل ہونا259

حمزہؓ کی وفات پر نوحہ کی رسم کا متروک کیا جانا 680

رسول (نیز دیکھیں نبی)

مسیلمہ کا حبیب بن زید انصاریؓ کو بار بار پوچھنا کیا تم گواہی دیتے ہو میں اللہ کا رسول ہوں، آپؐ کا ہر بار انکار کرنا..... 266، 267

اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے ضروری ہے کہ اس کی اور اس کے رسولؐ کی مکمل اطاعت کی جائے 523

آپؐ کا فرمانا کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ اہل جنت کے سردار ہیں بڑی عمر والوں کے، پہلوں سے اور آخرین میں سے سوائے نبیوں اور رسولوں کے، اے علی ان دونوں کو نہ بتانا 551

رمضان المبارک

حضورؒ کے اسوہ پر چلتے ہوئے رمضان میں اپنی حیثیت سے بڑھ کر چندہ وقف جدید اور تحریک جدید ادا کرنا 10

رمضان میں سورج، چاند گرہن کے نشان کا ظہور..... 169

رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے 187

رمضان کے مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جانا، دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جانا اور شیطان کو جکڑ دیا جانا 187

رمضان کی روح، جسمانی خوراک کم کر کے روحانی خوراک میں اضافہ کیا جائے 188

رمضان کا مقصد، رمضان کی روح کو سمجھ کر اس کے مطابق اپنی زندگی گزاری جائے 188

رمضان کو اپنی مقبول دعاؤں کا ذریعہ بنانے کی نصیحت 199

رمضان میں اور رمضان کے بعد اللہ کا خالص عبد بننے کی کوشش کرنی چاہئے 199

رمضان میں ہر مومن کا اس مہینے سے زیادہ سے زیادہ فیض پانے کی کوشش کرنا 210

پانچ نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جانا 224

رمضان کے ختم ہونے پر ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے آزاد نہیں ہوئے 224

رمضان میں پیدا ہونے والے تقویٰ کا تقاضا ہے کہ آپس میں تعلقات کو بہتر سے بہتر کئے جائیں 232

رمضان میں حاصل کی گئی تربیت کو سال کے باقی مہینوں میں بھی جاری رکھنے کی نصیحت 236

رواج

ایشیا، ہندوستان میں نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے رواج کے متعلق وضاحت 228

روح / روحانی / روحانیت

رمضان کی روح کو سمجھ کر اس کے مطابق زندگی گزاری جائے188

رمضان کی روح، جسمانی خوراک کم کر کے روحانی خوراک میں اضافہ کیا جائے 188

خدا تعالیٰ کا سعید روحوں کی کمزوری دور کرنا پاکیزگی اور نیکی کی قوت بطور موہبت عطا کرنا 192

اگر بدیاں دور نہیں ہو رہیں تو نماز روح اور راستی کے ساتھ ادا نہیں کر رہے 228

نومبائع مکیاس گبری صاحب کو عالمی بیعت میں شرکت کے بعد روحانی ماحول سے اطمینان قلب اور روحانی سرور ملنا 417

بڑی تعداد میں لوگوں کا روحانی مقصد کیلئے جمع ہونے پر متاثر ہونا415، 416

مروہ عبداللہ صاحبہ کا حضور انور اور مقررین کی تقاریر سے متاثر ہونا اور روحانیت میں ترقی کرنا 419، 420

عبدالباسط صاحب کا انڈونیشیا کے احمدیوں کیلئے بطور روحانی باپ ہونا556

عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے 663

روزہ

اللہ تعالیٰ کا فرمانا روزے کی جزا میں خود ہو جاتا ہوں 188

روزہ کا بنیادی مقصد تقویٰ اختیار کرنا ہے 210

روزہ ڈھال ہے 210، 212

نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اس وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو 213

آپؐ کا فرمانا ابو بکر کو فضیلت نماز، روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ نیکی کی وجہ سے ہے جو اس کے دل میں ہے 491، 492

آپؐ کا ایک موقعہ پر صحابہؓ سے دریافت کرنا آج کس کا روزہ ہے، کس نے مسکین کو کھانا کھلایا..... 554

رؤیا و کشوف

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کے متعلق آپؐ کی ایک رؤیا 117

حضرت ابو بکرؓ کی ایک رؤیا..... 118،117

آپؐ کی رؤیا، مینڈھے کا پیچھا کرتے ہوئے آپؐ کی تلوار کا کنارہ ٹوٹ جانا، کنارے کی تعبیر خاندان کا کوئی آدمی ہے 678

ریڈیو

اللہ تعالیٰ کا ایم ٹی اے، ریڈیو، اور خوابوں کے ذریعہ جماعت کی طرف رہنمائی فرمانا 280

لوکل مشنری ڈیکو احمد وبوریما صاحب کو ریڈیو احمدیہ ڈوری کے انچارج کے طور پر خدمت کی توفیق ملنا 347

مالی کے ایک نومبائع کا چندہ وقف جدید کے متعلق ریڈیو پر پروگرام سننا، جنگل میں جاکر لکڑیاں کاٹ کر ان کا کوئلہ بنا کر بیس بوریاں کوئلے کی بطور چندہ پیش کرنا 9،8

ریسرچ سیل 383

زبان / زبانی

مصلح موعودؓ کی زندگی میں ہی قرآن کریم کے سترہ، اٹھارہ زبانوں میں تراجم ہونا 97

زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق ضروری ہے 659

زکوٰۃ

آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کی تین بنیادی قسمیں، اسلام پر قائم رہ کر زکوٰۃ کے انکاری..... 137

آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ منکرین زکوٰۃ سے جنگ کر کے زکوٰۃ وصول کرنے کے حامی تھے 138

مانعین زکوٰۃ کے حوالہ سے حضرت ابو بکرؓ کا صحابہ سے مشورہ کرنا 138

آپؐ کی وفات کے بعد منکرین زکوٰۃ کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کا سخت مؤقف..... 139،138

حضرت ابو بکرؓ کے نزدیک زکوٰۃ کی عدم ادائیگی بغاوت کے زمرہ میں شامل تھی 139

اسلامی نظام زکوٰۃ و صدقات کا تعلق معاشرہ سے ہے نہ کہ کسی ایک فرد سے 140

منکرین زکوٰۃ کے متعلق حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو تالیف قلب اور نرمی کے سلوک کا مشورہ دینا 140

حضرت ابو بکرؓ کا مانعین زکوٰۃ سے جہاد کا اعلان کرنا 143،142

مانعین زکوٰۃ کا مدینہ پر حملہ اور اسکی تفصیل 145 تا 143

مانعین زکوٰۃ سے لڑائی کی غزوہ بدر سے مشابہت 145،144

مانعین زکوٰۃ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کا سختی سے پیش آنا 152 تا 147

احمدیوں کو زکوٰۃ کا باقاعدگی سے اہتمام کرنے کی تلقین 148

لشکر اسامہ کی روانگی اور مانعین زکوٰۃ کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کے زبردست نتائج پیدا ہونا 152

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے مرتدین کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا اور تلوار کے ذریعہ زکوٰۃ روکنا اور جنگ کرنا 182

نماز، روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب اس وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو 213

خالد بن ولیدؓ کا مالک بن نویرہ کو بلا کر زکوٰۃ کے متعلق تلقین کرنا انکار پر اس کی گردن اڑا دینا..... 255

گھانا کے بہت سے غیر از جماعت کا جماعت کو زکوٰۃ ادا کرنا، مولوی زکوٰۃ خود کھا جاتے ہیں 283

قیس بن عاصم کا آپؐ کی وفات کے بعد مدینہ زکوٰۃ بھجوانی بند کر دینا بعد میں خالد بن ولیدؓ کے سامنے سر خم کر کے زکوٰۃ اکٹھی کر کے جمع کروانا 336

کندہ قبیلہ کے مرتدین کا زکوٰۃ خود آکر دینے سے انکار کرنا اور ان کے خلاف کارروائی کی تفصیل 365 تا 362

زمین / زمیندار

حضرت ابو بکرؓ کی وصیت، جتنا مال میں نے بیت المال سے وظیفہ لیا ہے میری فلاں زمین بیچ کر واپس کر دینا 118

اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے جس طرح ایک زمیندار فصل کی نگہداشت کرتا ہے اس طرح کوشش کی جائے 195

لقمانؑ کا وادیٔ دھنا میں پانی کیلئے زمین کھودنے سے منع کرنا 338

حضرت ابو بکرؓ کا عائشہؓ سے ہبہ کردہ زمین واپس لے کر اپنی اولاد میں شریعت کے مطابق تقسیم کروانا 490

خالدؓ کا امغیشیا سے کشتیوں میں روانہ ہونا، مال غنیمت کی کثرت کی وجہ سے کشتیاں زمین کے ساتھ لگنے لگیں 386

آپؐ کا فرمانا ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو اور زمین والوں

میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں، میرے آسمان والے جبرائیل اور میکائیل اور زمین والے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں 552

زندگی

حضورؑ کا ہندوؤں، سکھوؤں اور عیسائیوں کو اپنی سابقہ زندگی پر اعتراض کرنے کے متعلق چیلنج دینا مگر کسی کو جرأت نہ ہونا 169
ظفر علی خان کے والد کا حضورؑ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دینا کہ بہت پاکباز تھے 169
رمضان کا مقصد، رمضان کی روح کو سمجھ کر اس کے مطابق اپنی زندگی گزاری جائے 188

سازش

حضورؑ کے خلاف لوگوں کا سازشیں تیار کرنا مگر ناکام رہنا 165

سائل

سائل کا کام نہیں کہ وہ فی الفور عطا نہ کئے جانے پر بدظنی کرے 198

سائیکاٹرسٹ / سائیکالوجسٹ

علمائے نفس یعنی سائیکاٹرسٹ اور سائیکالوجسٹ کا کہنا کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوتا ہے 170

ستارے

مصلح موعودؓ کا بچپن میں ستاروں کو دیکھ کر خدا تعالیٰ کے ابدی ہونے کے معنی سمجھنا 90، 91
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا بلند درجہ، آپؐ کا آسمان کے ستاروں کی مثال دے کر آپؓ کا درجہ بتانا 550، 551

سچائی

حضورؑ کی بعثت کا مقصد آپؐ کی کھوئی عظمت کو بحال کرنا اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنا 656

سختی / سختی

حضرت ابو بکرؓ کا مانعین زکوٰۃ سے سختی سے پیش آنا 147 تا 152
انبیاء کی سختی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقام کو قائم کرنے کیلئے ہوتی ہے 164
تقویٰ کا اثر اسی دنیا میں متقی پر شروع ہو جاتا ہے 214
دنیا میں ہر قسم کی ذلت اور سختی سے بچنے کا طریق، تقویٰ اختیار کرو 214
ہر مزکی سختی اور خباثت، غیر مسلمان عربوں کا کسی شخص کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے ہرمز کا نام بطور ضرب المثل استعمال کرنا 375
آپؐ کی ایک بڑی جامع دعا، سفر کی سختیوں اور ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر، مال اور اہل و عیال میں برے نتیجہ غیر پسندیدہ تبدیلی سے پناہ مانگنا 408، 409

سزا

فتح مکہ کے دن حضرت عمرؓ کا سہیل بن عمرو کو سزا دلوانے کی آپؐ کو درخواست کرنا آپؐ کا انکار کرنا 136، 137
کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟ 174 تا 183
مرتد کی سزا اگر قتل ہوتی تو بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا 175
اسلامی شریعت نے مرتد ہونے والے کیلئے کوئی جسمانی اور دنیاوی سزا مقرر نہیں کی 176
مرتدین کو سزا دینے کے متعلق اعتراض کا جواب 208، 209
جلانے کی سزا دینا کسی کیلئے جائز نہیں 209
حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت پر باغیوں کو سخت سزائیں دی جانا 246
بعض سیرت نگاروں کا حضرت ابو بکرؓ کی جنگوں کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہونا کہ مرتدین کی شرعی سزا قتل تھی اس کی تشریح 366

سفر

آپؐ کا سفر پر جانے سے قبل ازواج کے درمیان قرعہ ڈالنا 51
علاءؓ کی دعا سے سفر کے دوران ریت کے نیچے سے چشمہ پھوٹنا 331
سفر کی دعا 408
آپؐ کی ایک بڑی جامع دعا، سفر کی سختیوں اور ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر، مال اور اہل و عیال میں برے نتیجہ غیر پسندیدہ تبدیلی سے پناہ مانگنا 408، 409

سکین (Scan) / سکینگ (Scanning)

سکینگ والوں کو چہرہ دیکھ کر کارڈ چیک کرنے کی ہدایت 410
فضل احمد ڈوگر صاحب کا روحانی خزائن کے اوریجنل ایڈیشن اور ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیشنز کو سکین کرنا 665

سل

مصلح موعودؓ کو بچپن میں سل (ٹی بی) کا مرض لاحق ہونا 96

سمندر

علاء بن حضرمیؓ کے لشکر کا سمندر پار کرنے کے معجزہ کی تفصیل اور وضاحت 342، 343

نپولین کا مصر پر حملہ کرتے ہوئے بحیرہ احمر کے کنارے سے جزر کے وقت گزرنا 343
فرعون کے مقابلہ میں موسیٰؑ کے لشکر کا سمندر پار کرنا343،344

سنت

توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے..... 55
خدا تعالیٰ کا قدیم سے دو سنتیں دکھلانا 277،278

سورج

رمضان میں سورج، چاند گرہن کے نشان کا ظہور 169

سونا

سراقہ کا محض شریعت کے مسئلہ کے تحت کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنے سے انکار کرنا، حضرت عمرؓ کا کنگن پہننے کا حکم دینا..... 18
آپؐ کی دو جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق خواب، زمین کے خزانے عطا کئے گئے، ہاتھ پر دو سونے کے کڑے رکھے گئے پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے 353

سیاست

حضرت ابو بکرؓ کی سیاسی اور جنگی بصیرت 204
دنیا کے مختلف ممالک سے سیاستدانوں اور نمایاں شخصیات کی طرف سے جلسہ کے متعلق پیغامات موصول ہونا 422

سیکیورٹی

جلسہ پر سیکیورٹی کے حوالہ سے ہدایات 410

شجاعت

آپؐ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کا علم اور شجاعت ظاہر ہونا 103
مانعین زکوٰۃ سے جنگ اور حضرت ابو بکرؓ کی شجاعت 147،148

شراب

مسیلمہ کا اپنے پیروکاروں کیلئے شراب اور زنا کو حلال قرار دینا265
شراب کی حرمت سے قبل حمزہؓ کا نشہ کی حالت میں حضرت علیؓ کی اونٹنیوں کو مارنا 673،674
صحابہؓ کا شراب کی حرمت کا سن کر شراب کے مٹکے توڑنا 674

شرارت

آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا دشمن کی شرارت کا دلیری سے مقابلہ کرنا 149
آتھم کا شرارت سے اندھے، بہرے اور لنگڑے حضورؑ کے سامنے پیش کرنا اور حضورؑ کی خداداد فراست 166،167

شرائط/شرط

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت عمرؓ کا آپؐ سے ذلت آمیز شرائط پر سوال کرنا اور حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کو سمجھانا 62تا64
صلح حدیبیہ کی دوسری شرط قتل مرتد کی نفی کرتی ہے 178
قبولیت دعا کیلئے اخلاص و وفا شرط ہے 191
کامل الایمان بننے کے لئے شرط، اللہ کی راہ میں جہاد کرنا 197
قرآن کریم میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط رکھی ہے287
البانیہ کے البرٹ صاحب کا دس شرائط بیعت کتاب پڑھ کر بیعت کیلئے تیار ہو جانا 421،422
قرآن کریم کا ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط رکھنا 662

شرع/شریعت

سراقہ کا محض شریعت کے مسئلہ کے تحت کسریٰ کے سونے کے کنگن پہننے سے انکار کرنا..... 18
اسلامی شریعت نے مرتد ہونے والے کیلئے کوئی جسمانی اور دنیاوی سزا مقرر نہیں کی 176
مرتد کیلئے محض ارتداد کے جرم میں کوئی شرعی حد مقرر نہ تھی177
مسیلمہ کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنی نئی شریعت شروع کرنا 265
کیا مرتدین کی شرعی سزا قتل تھی؟ اس کی تشریح 366
حضرت ابو بکرؓ کا عائشہؓ سے ہبہ کردہ زمین واپس لے کر اپنی اولاد میں شریعت کے مطابق تقسیم کروانا 490

شرک

نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک کے قریب کر دیتا ہے 225
خدا تعالیٰ کا انسان کے دل کے کونوں میں جھانکنا، کسی قسم کی ظلمت، شرک و بدعت ہونے پر اس کی دعاؤں اور عبادات کو اس کے منہ پر الٹا مارنا 657
اغراض نفسانی کا بھی شرک میں شامل ہونا 657،658

شعار

لشکر اسامہ میں مسلمانوں کا شعار یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ تھا 134
جنگ یمامہ میں مسلمانوں کا شعار "یا محمداہ" تھا 290

شعبدہ باز

اسود عنسی ایک شعبدہ باز تھا، لوگوں کو عجیب و غریب شعبدے

دکھاتا تھا 352

شکایت

میر ناصر نواب صاحبؓ کا مصلح موعودؓ کا اردو کا امتحان لینا اور مسیح موعودؑ کے خدمت میں شکایت کرنا..... 94،93

آپؐ کا علاء بن حضرمیؓ کو اہل بحرین کی شکایت پر معزول کرنا 331

شکریہ / شکر گذاری

جلسہ کے بعد اگلے خطبہ میں کارکنان کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات بیان کرنے کی روایت 411

اسلامی اخلاق، جو تمہارے کام آئے اس کا شکریہ ادا کرو، بندوں کی شکر گذاری ہی اللہ کی شکر گذاری کی طرف لے کر جاتی ہے 411

حضور انور کا کارکنان کے کام کی تعریف کرنا اور سب ڈیوٹی کرنے والوں کا شکریہ ادا کرنا 412

ایڈیلیڈ میں رات تین بجے احباب کا جلسہ کا خطاب سننا اور عالمی بیعت میں شریک ہونا، ایم ٹی اے کا شکریہ ادا کرنا 418

کبابیر کی ایک عرب خاتون کا حضور انور کے خواتین کے حقوق کے متعلق خطاب سے متاثر ہونا اور شکریہ ادا کرنا 419

شہادت / شہید

لشکر اسامہ کو بھجوانے کا ایک مقصد، جنگ مؤتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینا بھی تھا 128

حبیبؓ کی شہادت کا واقعہ 302،267،266

جنگ یمامہ میں اپنے جھنڈا کی حفاظت کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک صحابیؓ کا شہید ہونا 293

عباد بن بشر کا جنگ یمامہ کے دوران خواب دیکھنا کہ آسمان کھولا گیا ہے اور پھر مجھ پر بند کر دیا گیا، اس سے مراد شہادت تھی 301

عباد بن بشرؓ کی شہادت، جسم پر موجود علامت سے پہچانا گیا 301

حبیب بن زیدؓ اور عبد اللہ بن وہبؓ کو ایک ایک عضو کو کاٹ کر شہید کیا جانا 302،301

ثمامہ بن اثالؓ کی شہادت کا واقعہ 345،344

برکینا فاسو ڈوری ریجن میں دو احمدی نوجوانوں کی شہادت 347

اسود عنسی کا شہر بن باذانؓ کی شہادت کے بعد ان کے بیوی سے زبردستی شادی کر لینا 356

نصیر احمد صاحب کی شہادت کی تفصیل 438،437

امّ ابان کا شوہر کی شہادت پر کامل صبر کا نمونہ دکھانا 463،462

آپؐ کا اپنا پاؤں مار کر فرمانا احد ٹھہر جا، تم پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں 553

حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ 679،678

شیطان

حضورؐ کا زمانہ روحانی لڑائی کا زمانہ اور شیطان کے ساتھ جنگ کا زمانہ ہے 656

رمضان کے مہینے میں شیطان کو جکڑ دیا جانا 187

ہر وقت توبہ، استغفار اور شیطان کی پناہ سے بچنے اور اللہ کی پناہ میں آنے کی کوشش کرنی چاہیئے 663

صبر

سائل کا کام نہیں کہ وہ فی الفور عطا نہ کئے جانے پر بد ظنی کرے، استقلال اور صبر سے مانگتا چلا جائے 198

صبر اور دعا سے سچا اخلاص ملتا ہے 234

جنگ یمامہ میں صحابہؓ کا صبر و استقامت 290

امّ ابان کا شوہر کی شہادت پر کامل صبر کا نمونہ دکھانا 463،462

حمزہؓ کی شہادت پر آپؐ کا صبر کا نمونہ دکھانا، دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کی، نوحہ وغیرہ کرنے سے منع فرمایا 679

صحابہؓ / صحابیؓ

آپؐ کا خواب کی بناء پر طواف کعبہ کے لئے چودہ سو صحابہؓ کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہونا 62

حجۃ الوداع پر جاتے ہوئے صحابہؓ کا آپؐ کے سامنے حَیْس (عمدہ حلوہ جو کھجور، آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے) پیش کرنا 99

حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات پر صحابہؓ کو فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کبھی آپؐ کو دو موتیں نہیں دکھائے گا 102

آپؐ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کا خطاب اور صحابہؓ کا گذشتہ تمام انبیاء کی وفات پر اجماع ہونا 106 تا 102

آپؐ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے متعلق صحابہؓ کے مشورے، حضرت ابو بکرؓ کا تقریر فرمانا 109 تا 107

آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کی ڈھارس باندھنا اور حوصلہ دلانا 127،126

مانعین زکوٰۃ کے حوالہ سے حضرت ابو بکرؓ کا صحابہ سے مشورہ کرنا 138

صحابہؓ کا اپنی جانوں تک کی پرواہ نہ کرنا، اللہ کی راہ میں قربان ہو جانا تب جا کر یہ رتبہ حاصل ہوا 197
صحابہؓ کا طرز عمل ہمارے لئے اسوۂ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے 197
حضور انور کا ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی تین سو تیرہ بدری صحابہؓ کے متعلق ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن کو لانچ کرنے کا اعلان کرنا 199
آپؐ کا ایک صحابی کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھانا 228، 229
صحابہؓ کے متعلق خطبات سن کر متاثر ہونا اور دعا کرنا 286
جنگ یمامہ میں صحابہؓ کا صبر و استقامت 290
جنگ یمامہ میں اپنے جھنڈا کی حفاظت کرتے ہوئے ایک کے بعد ایک صحابیؓ کا شہید ہونا 293
آپؐ نے جھوٹے مدعیان نبوت کا مقابلہ اس لئے کیا کہ انہوں نے صحابہؓ کو قتل کیا تھا 309
علاءؓ کی وفات پر بارش ہونا، صحابہؓ کا تلواروں سے قبر کھودنا 331
صحابہؓ نے جن لوگوں سے لڑائی کی وہ باغی تھے اور ٹیکس دینے سے انکاری تھے 367
حضرت ابو بکرؓ کا اپنی وفات سے قبل صحابہؓ سے خلافت کے متعلق مشورہ کرنا اور حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنا..... 468، 469
آپؐ کا ایک صحابیؓ کو فرمانا کہ میری وفات کے بعد اگر ضرورت ہو تو ابو بکر کے پاس آنا 551، 552
آپؐ کا دس صحابہؓ کو جنت کی بشارت دینا 553، 554
آپؐ کا ایک موقعہ پر صحابہؓ سے دریافت کرنا آج کس کا روزہ ہے، کس نے مسکین کو کھانا کھلایا، کس نے مریض کی عیادت کی، پھر فرمانا جس میں آج کے دن یہ چیزیں جمع ہو گئیں وہ جنت میں داخل ہو گیا 554
صحابہؓ کی قربانی کے متعلق حضور انور کا خطبات دینا، صحابہ کا بیعت کے بعد ہر چیز سے دستکش ہو جانا 658
صحابہؓ کا نمونہ اور اخلاص و وفا اپنانے کی نصیحت 660، 661
صحابہؓ کا شراب کی حرمت کا سن کر شراب کے مٹکے توڑنا 674

صد سالہ تقریبات

کووڈ19 کی وجہ جماعت گھانا کا اپنی سو سالہ تقریبات منعقد نہ کر پانا، اب دو سالہ پروگرام کرنے کا پروگرام ترتیب دینا 288

صدقہ

اللہ تعالیٰ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار، دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے 55
اسلامی نظام زکوٰۃ و صدقات کا تعلق معاشرہ سے ہے نہ کہ کسی ایک فرد سے 140
آپؐ کی وفات پر مالک بن نویرہ کا جشن منانا اور صدقات لوگوں کو واپس کر دینا 256
آپؐ کا خالد بن سعید بن عاصؓ کو یمن کے صدقات وصول کرنے پر مقرر فرمانا 327

صفات باری تعالیٰ

خدا تعالیٰ کی تمام صفات پر کامل یقین رکھنے اور ایمان لانے سے دعا قبول ہونا 188، 189

صفائی

جلسہ پر صفائی، ٹائلٹس اور پانی کے متعلق ہدایات 410
عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے 663

صفیں

کرونا کی وجہ سے صفوں میں فاصلہ عارضی، اس کو مستقل ہدایت نہ سمجھ لیں 232

صلح

مجاعہ کی خالد بن ولیدؓ کے ساتھ صلح کی تفصیل 306
ہرقل کا اسلامی لشکروں کی آمد کا سن کر اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے اور صلح کرنے کا مشورہ دینا 442
اہل دمشق کا ابو عبیدہؓ سے صلح کی درخواست کرنا 464

صلح حدیبیہ

صلح حدیبیہ کی تفصیل 62 تا 66
صلح حدیبیہ کی دو نقلیں تیار ہونا اور بطور گواہان متعدد معززین کے دستخط اس پر ہونا 65
حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ نصیحت کرتے ہوئے فرمانا کہ اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی اور فتح نہیں 66
سہیل بن عمروؓ کا صلح حدیبیہ کے موقع پر آپؐ کو معاہدہ لکھنے سے روکنا اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے قربانی کا اونٹ، آپؐ کے قریب کیا اور آپؐ نے اسے ذبح فرمایا 100

صلح حدیبیہ کی دوسری شرط قتل مرتد کی نفی کرتی ہے 178
صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت ابو بکرؓ کی اطاعت کا نمونہ 606
صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے تحریر کرنے کا واقعہ 669

ضرب الامثال

مشہور پنجابی ضرب المثل ”اونٹ اڑاندے ای لدے جاندے نے“ کی تشریح 161
ہر مزکی سختی اور خباثت، غیر مسلمان عربوں کا کسی شخص کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے ہر مزکا نام بطور ضرب المثل استعمال کرنا 375

ضیافت (نیز دیکھیں مہمان نوازی)

ضیافت کے شعبہ کو جلسہ کے متعلق ہدایات 405

طاعون

طاعون کا نشان دیکھ کر مولوی کریم بخش صاحبؓ کا قبول احمدیت 110
حضرت ابو بکرؓ کا لشکر اسامہ کو دعا دینا کہ اللہ تمہیں ہر قسم کے زخم، بیماری اور طاعون سے محفوظ رکھے 133، 134

طاقت / طاقتور

حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں اللہ تعالیٰ کا اسلام کی طاقت کو لوٹانا 201
حضورؒ کی تعلیم کا خلاصہ، انسان اپنی تمام طاقتوں کو خدا کی طرف لگادے 223
جماعت کو شہزور اور پہلوانوں کی طاقت رکھنے والے نہیں بلکہ اخلاق میں تبدیلی کی کوشش کی قوت رکھنے والے مطلوب ہیں 231
یہود میں بنو قینقاع سب سے زیادہ طاقتور اور بہادر تھے اس وجہ سے سب سے پہلے ان کا عہد شکنی کرنا 675

طالبان

افغانستان میں طالبان جو اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں 415

طب

خلیفہ اولؓ کا مصلح موعودؓ کو طب اور قرآن کریم کی تفسیر پڑھانا 94

طلاق

مالک بن نویرہ نے بیوی کو طلاق دینے کے باوجود گھر میں رکھے رکھنا، جاہلیت کی اس رسم کو توڑنے کے متعلق آیت نازل ہونا 259

ظلم وستم / مظلوم

خالد بن سعید بن عاصؓ کے والد کا بیماری سے شفایابی کے بعد مسلمانوں پر ظلم وستم بڑھانے کا ارادہ کرنا..... 326
خالد بن ولیدؓ پر ظلم وبربریت کے الزام کا جواب 391، 392
مظلوم بھائیوں کے لئے دعا کی تحریک 681

ظلمت

خدا تعالیٰ کا انسان کے دل کے کونوں میں جھانکنا، کسی قسم کی شرک وبدعت ہونے پر اس کی دعاؤں اور عبادات کو اس کے منہ پر الٹامارنا 657

عاجزی

گناہ سے بچنے کا ذریعہ، عاجزی اختیار کریں 164

عالم / علم

مصلح موعودؓ کا فرمانا کہ آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو 96، 97
آپؐ کی وفات پر حضرت ابو بکرؓ کا علم اور شجاعت ظاہر ہونا 103
مولانا مبارک نذیر صاحب کے متعلق حضور انور کا فرمانا یقیناً وہ ایک عالم باعمل تھے 157
حضورؒ کے زمانے کے علماء کا آپؐ کی مخالفت کی وجہ سے مشہور ہو جانا 165
حضورؒ کو ایک شخص کا مشورہ دینا کہ چیدہ چیدہ علماء کو بلا کر حیات مسیحؑ کے عقیدہ کے متعلق سمجھا دیتے تو سب لوگ آپ کی بات مان لیتے..... حضورؒ کا جواب، جس طرح خدا نے سمجھایا میں نے اسی طرح کیا 168، 169
علمائے نفس یعنی سائیکاٹرسٹ اور سائیکالوجسٹ کا کہنا کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوتا ہے 170
حضرت ابو بکرؓ کا جغرافیہ کا دقیق علم رکھنا 203
حضرت ابو بکرؓ کا عمرو بن معدی کرب اور قیس کو ان کی سرداری اور علم کی وجہ سے معاف کر دینا 360
حضور انور کے خطابات سے علم میں اضافہ ہونا 414

عالمی بیعت

لوگوں کا عالمی بیعت سے متاثر ہونا 417، 420
ایڈیلیڈ میں رات تین بجے احباب کا عالمی بیعت میں شریک ہونا 418
نو مسلم نیسے بیساصاحب کا ایم ٹی اے ذریعہ عالمی بیعت میں

شامل ہونا اور بیعت کر لینا 421

عبادت / عبادات

عبادت اور نماز میں لذت کیلئے نہایت سوز اور جوش کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے 227

جلسہ کے دنوں میں عبادات اور ذکر الٰہی پر خاص طور پر توجہ دینے کی ہدایت 410

خدا تعالیٰ کا انسان کے دل کے کونوں میں جھانکنا، کسی قسم کی ظلمت، شرک وبدعت ہونے پر اس کی دعاؤں اور عبادات کو اس کے منہ پر الٹا مارنا 657

عدالت

کپتان ڈگلس کی عدالت میں محمد حسین کی کرسی نہ ملنے پر بے توقیری ہونا اور حضورؑ کو عزت ملنا 165، 166

عدت

خالد بن ولیدؓ کے متعلق ایک اعتراض کہ آپؓ نے دوران جنگ امّ تمیم بنت منہال سے دوران عدت نکاح کیا کا جواب 258 تا 260

عدل (دیکھیں انصاف)

عذاب

آگ کے ذریعہ عذاب دینا صرف اللہ کا کام ہے 209

عرب / عربی

حضرت ابو بکرؓ کے والد کا آپؓ کے خلیفہ مقرر ہونے پر کہنا اللہ اکبر! محمدؐ کی بھی کیا شان ہے ابو قحافہ کے بیٹے کو عربوں نے اپنا سردار مان لیا ہے 117

طلیحہ بن خویلد جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر عرب کے مختلف قبائل کا اکٹھا ہونا 142

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں یکدم تمام عرب کا مرتد ہو جانا..... 151

حضرت ابو بکرؓ کا قبائل عرب کے نام لکھا گیا خط 205 تا 207

امّ زمل کے قتل کے بعد عرب کے شمال مشرقی حصہ میں ارتداد اور بغاوت کا خاتمہ ہونا 249

قضاعہ عرب کا مشہور قبیلہ جو مدینہ سے دس منزل پر وادی القریٰ سے آگے مدائن صالح کے مغرب میں آباد تھا 322

تمام عرب سے بغاوتوں کا خاتمہ حضرت ابو بکرؓ کی اعلیٰ صلاحیتوں کا آئینہ دار اور آپؓ کا حیرت انگیز کارنامہ ہے 368

ہر مز کی سختی اور خباثت، غیر مسلمان عربوں کا کسی شخص کی خباثت کا ذکر کرتے ہوئے ہر مز کا نام بطور ضرب المثل استعمال کرنا 375

حضرت ابو بکرؓ کے باغیوں کی سرکوبی سے فارغ ہونے کے بعد عرب کا مستحکم ہونا 426

امّ ابان کا شمار عرب کی بہادر ترین عورتوں میں ہونا 462، 463

حضرت عثمانؓ کے دور میں قبائل عرب کا قرآن کریم کو مختلف قراءتوں کے ساتھ پڑھنا..... 487

عزت

اللہ تعالیٰ کا حضورؑ کے زمانہ میں تمام عزت آپؑ کے ساتھ وابستہ کر دینا 165

بغیر محنت دینی یا محنت دنیوی کے کوئی انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا 165

کپتان ڈگلس کی عدالت میں حضورؑ کو عزت ملنا 165، 166

عشرہ مبشرہ

ابو عبیدہ بن جراحؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 436

عشرہ مبشرہ کے متعلق ایک وضاحت 554، 555

عظمت

حضورؑ کی بعثت کا مقصد آپؐ کی کھوئی عظمت کو بحال کرنا 656

عفو و درگذر (نیز دیکھیں معافی)

عیینہ بن حصن کو رسی سے باندھ کر مدینہ لایا جانا، حضرت ابو بکرؓ کا اس سے درگزر کرنا اور جان بخش کر دینا 247

عقل

عقل روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے 663

عقیدہ

حضورؑ کو ایک شخص کا مشورہ دینا کہ چیدہ چیدہ علماء کو بلا کر حیات مسیحؑ کے عقیدہ کے متعلق سمجھا دیتے تو سب لوگ آپ کی بات مان لیتے..... حضورؑ کا جواب 168، 169

عمل

صحابہؓ کا طرز عمل ہمارے لئے اسوۂ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے 197

قرآن کریم کا ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط رکھنا، عمل صالح سے کیا مراد ہے؟ 287، 662

سفر کی دعا، اے اللہ ہم اس سفر میں تجھ سے بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں تو ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں 408

زبانی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق ضروری ہے 659

عہد

اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں داخل ہے 55

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد پر قائم رہنے کی ضرورت 196

خالدؓ کی قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالنے کے متعلق نذر / عہد کے متعلق ریسرچ سیل کا نوٹ 383

حضور انور کا خطاب سن کر اسلام احمدیت کو پھیلانے کیلئے اپنے آپ اور بچوں کو ہر قربانی کیلئے تیار کرنے کا عہد کرنا 416

یہود میں بنو قینقاع کا سب سے پہلے عہد شکنی کرنا 675

عہدہ / عہدیدار

حضرت ابو بکرؓ کا یزید بن ابوسفیانؓ کو دی گئی ہدایات ایک لیڈر، عہدے دار اور کام کرنے والے کیلئے ایک مکمل لائحہ عمل 433، 434

حضور انور کی عہدیداران کو اپنی حالت درست رکھنے کی ہدایت، اپنی حالتیں درست ہوں گی تو لوگ خود بخود درست ہو جائیں گے 479

عورت / عورتیں

آپؐ کا اپنی آخری بیماری کے دوران..... عائشہؓ اور حفصہؓ کو فرمانا تم تو یوسف والی عورتیں ہو 100

حضورؐ کا نبی کی مثال ایک مجذوب عورت کے قصہ کی مثال دے کر بیان کرنا 163، 164

مالک بن نویرہ کا آپؐ کی وفات کے بعد جشن منانا، گھر کی عورتوں کا مہندی لگانا اور ڈھول بجانا 251

مرتدین کی عورتوں کے سلسلہ میں شرعی حکم 259

لوگوں کا حضور انور کے عورتوں کے حقوق کے متعلق خطاب سے متاثر ہونا 412 تا 422

افغانستان میں طالبان جو اسلام قائم کرنا چاہتے ہیں اس میں عورت کی کوئی حیثیت نہیں 415

دمشق میں عورتوں کا بہادری کے نمونے دکھانا 456، 457

دمشق میں مسلمان عورتوں کا قیدی بنایا جانا، خولہؓ اور دوسری عورتوں کی بہادری کا واقعہ، رومیوں کو قتل کرنا 460 تا 462

امّ ابان کا شمار عرب کی بہادر ترین عورتوں میں ہونا 462، 463

بعض شریر یہودیوں کا ایک عورت کے ساتھ شرارت کرنا..... 676

عیادت

آپؐ کا ایک موقعہ پر صحابہؓ سے دریافت کرنا آج کس کا روزہ ہے، کس نے مسکین کو کھانا کھلایا، کس نے مریض کی عیادت کی..... 554

عیب

ہر عیب اور اخلاقی نقص کا آہستہ آہستہ پیدا ہونا 17

بریرہؓ کا عائشہؓ کے حق میں گواہی دینا کہ آپ میں صرف یہی عیب دیکھا ہے کہ گوندھا ہوا آٹا چھوڑ کر سو جاتی ہیں..... 52

عیسائی / عیسائیت

کونگو کنشاسا میں مسجد کی تعمیر کے دوران ایک عیسائی پروفیسر کا مسجد کی تعمیر میں مدد کرنا 11

حضورؑ اور عیسائیوں کے مابین ہونے والے مباحثہ کی روداد حضورؑ کی کتاب جنگ مقدس میں شائع ہونا 166، 167

سیالکوٹ میں حضورؑ کا لیکچر، مولویوں کی مخالفت پر عیسائی سٹی انسپکٹر کا جلسہ میں کھڑے ہو کر کہنا یہ کہتے ہیں عیسائیوں کا خدا مر گیا مسلمانوں کو خوش ہونا چاہئے..... 167، 168

عین التمر میں عیسائیوں کا چالیس لڑکوں کو گروی بنا کر رکھنا 393

ہیٹی کے دو عیسائی زیر تبلیغ دوستوں کا حضور انور کا عورتوں کے حقوق کے متعلق خطاب سے متاثر ہونا، عورت اور مردوں کی ذمہ داریوں کو حقیقی رنگ میں اسلام نے ہی پیش کیا ہے 415

ایک عیسائی مبورا بن جیلی صاحب کا جلسہ پر حقوق اللہ، حقوق العباد اور استغفار کے متعلق باتیں سن کر بیعت کر لینا 421

عیسائیت کا دمشق کو کلیسیا بنا دینا 454

غار

آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو فرمانا تم حوض پر میرے ساتھی اور غار میں میرے ساتھی ہو 551

غرض / اغراض

صرف مان لینا کافی نہیں اصل غرض پاک تبدیلی پیدا کرنا ہے 657

اغراض نفسانی کا بھی شرک میں شامل ہونا 657، 658

ہمارے سلسلہ کی غرض، انسان نفسانیت کو ترک کر کے توحید خالص پر قدم مارے 658

غرور

آپؐ کا فرمانا جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ قیامت کے

روز اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا، حضرت ابو بکرؓ کے استفسار پر فرمایا تم غرور سے اپنا کپڑا نہیں گھسیٹتے 493

غزوہ / غزوات

غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے ان ناموں کی وجہ تسمیہ..... 55

غزوہ بنو قریظہ میں حضرت ابو بکرؓ کا شریک ہونا 60

غزوہ میں شامل ہونے والا جب کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس کیلئے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں 133

مانعین زکوٰۃ سے لڑائی کی غزوہ بدر سے مشابہت 144، 145

آپؐ کا غزوہ مریسیع کے فوراً بعد جویریہ بنت حارث سے شادی کرنا 260

غزوہ احد میں ابو دجانہؓ کا آپؐ کی تلوار لے کر سرخ کپڑا باندھ کر میدان میں اترنا اور آپؐ کی تلوار کا حق ادا کرنا 294

امّ عمارہؓ کا غزوہ احد میں زخمیوں کو پانی پلانا 301

خالد بن سعید بن عاصؓ کا غزوہ خیبر میں نہ شامل ہو سکنا مگر آپؐ کا ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دینا 327

سوید بن مقرنؓ کا آپؐ کے ہمراہ تمام غزوات میں شریک ہونا 345

مہاجرؓ کا غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانا، آپؐ کا ناراض رہنا 351، 352

غزوہ ودّان کی تفصیل 670، 671

غزوہ ابوا، غزوہ ودّان کا ایک نام غزوہ اَبْوا بھی ہے 671

غزوہ بدر کے بعد آپؐ کا یہود کا بلا کر تقریر کرنا اور اسلام کی دعوت دینا 675

غسل

حج کے لئے جاتے ہوئے اسماءؓ کے گھر بیٹے کی پیدائش ہونا، آپؐ کا اسماءؓ کو غسل کر کے حج کا احرام باندھ کر سوائے بیت اللہ کے طواف کے باقی تمام امور سرانجام دینے کا حکم دینا 99

حضرت ابو بکرؓ کی وفات، غسل اور تدفین کی تفصیل 469 تا 471

غلام

حضورؐ کا الہام "آگ تیری غلام بلکہ تیرے غلاموں کی بھی غلام ہے" پورا ہونا 6

حضرت ابو بکرؓ کا اونٹ گم جانے پر غلام کو ڈانٹنا، آپؐ کا مسکراتے ہوئے فرمانا اس مُحَرِّم کو دیکھو کیا کر رہا ہے؟ 98

حضرت ابو بکرؓ کے غلام کا کہانت کے بدلہ ملنے والا تحفہ پکا کر حضرت ابو بکرؓ کو کھلانا، حضرت ابو بکرؓ کا پتہ لگنے پر قے کر کے باہر نکال دینا 492، 493

غم

حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے ابتداء میں پانچ قسم کے ہم و غم اور مسائل کا سامنا کرنا پڑا 119

فاسق

اللہ تعالیٰ کا منافقین کو فاسق قرار دینا 176

فال

سراقہ کا آپؐ کا پیچھا کرنا، گھوڑے کا دھنسنا اور فال اس کے خلاف نکلنا 17

فتح / فتوحات

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ نصیحت کرتے ہوئے فرمانا کہ اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی اور فتح نہیں 66

جنگ مؤتہ میں خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں فتح نصیب ہونا 128

امغیشیا کی فتح کی تفصیل 385

حیرہ کی فتح کے بعد خالد بن ولیدؓ کا آٹھ رکعات نماز ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا 388

خالد بن ولیدؓ کا حیرہ کی فتح کے بعد بعض تحائف حضرت ابو بکرؓ کی طرف بھجوانا..... 388

فتح حیرہ کی عظیم الشان جنگی اہمیت 389

دومۃ الجندل کی فتح کی وجہ سے مسلمانوں کو جنگی اعتبار سے اہم مقام حاصل ہو جانا 396

شرحبیلؓ کی خواب، حضرت ابو بکرؓ کا تعبیر بتانا کہ فتح کی خوشخبری کے ساتھ میری وفات کی بھی خبر ہے 426، 427

ملک شام کی فتوحات کی تفصیل 428 تا 432

فتح اجنادین کے متعلق خالدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو خط لکھنا 452، 453

فتح دمشق کی تفصیل 454 تا 464

خیانت کے نقصانات، خیانت محتاجی کے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے 479

آپؐ کا بنو قینقاع کے قلعہ کا محاصرہ کرنا اور فتح کے بعد آپؐ کا ان کو مدینہ بدر کر دینا 677

فتنہ

آپؐ کی وفات کے بعد فتنہ سنبھالنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا

لشکر اسامہ کو روانہ کرنا 127
حضرت ابو بکرؓ کے زمانے میں اٹھنے والے فتنے 173
خلافت اولیٰ سے خلافت خامسہ تک فتنوں کا اٹھنا اور جماعت کا ترقی کرنا..... 279،280

فتویٰ

حضورؑ کا سیالکوٹ میں لیکچر اور مولویوں کی مخالفت، مولویوں کا راستے میں پہرہ لگانا، نکاح ٹوٹنے کے فتوے دینا..... 167،168

فرائض

رمضان کے ختم ہونے پر ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے آزاد نہیں ہوئے 224

فرشتہ

آپؐ کا جنت کا نظارہ دیکھنا کہ جعفرؓ فرشتوں کے ساتھ پرواز کر رہے ہیں اور حمزہؓ تخت پر ٹیک لگائے بیٹھے ہیں 679

فضائل / فضل / فضیلت

اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک جذبہ سے دی ہوئی قربانیاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچتی ہیں 2
گزشتہ سال جماعت کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک سو ستاسی مساجد تعمیر کرنے کی توفیق ملنا 10
مخالفین کا جماعت کے سامنے بڑی پختہ مسجد تعمیر کروانا، اللہ کے فضل سے جماعت کو بھی شاندار مسجد بنانے کی توفیق ملنا 12
جلسہ سالانہ پر اللہ تعالیٰ کے افضال 411
حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت، آپؐ کا فرمانا ابو بکر کو فضیلت نماز، روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ نیکی کی وجہ سے ہے..... 491،492
حضرت ابو بکرؓ کے مناقب و فضائل 550 تا 555
ایک مسلمان اور یہودی کا موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت کے متعلق جھگڑا ہونا، آپؐ کا اس کی دلداری فرمانا 676

فقہ

حجۃ الوداع کے لئے جاتے ہوئے اسماءؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش، آپؐ کا ایک فقہی مسئلہ کا حل بیان فرمانا 99

فقیر

نام نہاد فقیروں اور پیروں کا بدذائقہ کھانا کھایا کرنا 216

فوج

حضرت ابو بکرؓ کا ذوالقصہ کو اسلامی فوج کا مرکز قرار دے کر ارتداد کی تحریکوں کو کچلنے کیلئے یہاں سے لشکر روانہ کرنا 203
عدی کا عظیم کارنامہ، اپنی قوم کو اسلامی فوج میں شمولیت کی دعا دی 242
خالد بن ولیدؓ کا اپنی فوج کو تین حصوں میں تقسیم کرنا 371،372
روم کی شام میں افواج کی تفصیل 442
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں فوج کے محکمہ کی تفصیل 477،478
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ کو ذات السلاسل کی فوج پر سپہ سالار مقرر کرنا 550

فیج اعوج

اسلام پر تین زمانوں کا گزرنا، قرون ثلاثہ، فیج اعوج کا زمانہ، مسیح موعود کا زمانہ 661

فیصلہ

آپؐ کا بنو قریظہ کے متعلق سعدؓ کے فیصلہ پر خوشنودی کا اظہار فرمانا 61
لشکر اسامہ کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کا فرمانا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے درندے بھی نوچ کھائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو آپؐ کے نافذ فرمودہ فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا 130
لشکر اسامہ کی روانگی اور مانعین زکوٰۃ کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کے زبردست نتائج پیدا ہونا 152
آپؐ کا فیصلہ خالہ بمنزلہ ماں ہے 669

قافلہ

واقعہ افک کی تفصیل، عائشہؓ کا قافلہ سے پیچھے رہ جانا 51
حضرت ابو بکرؓ کا قافلہ کی رفتار سے خوشخبری دینے والے اور بُری خبر دینے والے قافلہ کا اندازہ لگالینا 145

قبر

پاکستان میں مخالفت کا بڑھنا، قبروں کو اکھاڑا جانا 295
علاءؓ کی وفات پر بارش ہونا، صحابہؓ کا تلواروں سے قبر کھودنا 331

قتل

حضرت ابو بکرؓ کا مفسدوں اور جھوٹے نبیوں کو خدا کی قدرت اور جلال سے قتل کرنا..... 112
اسامہؓ کا اپنے والد کے قاتل کو قتل کرنا 134
مخالفین کا حضورؑ کے قتل کے منصوبے بنانا مگر ناکام رہنا 165
کیا اسلام میں ارتداد کی سزا قتل ہے؟ 174 تا 183
صلح حدیبیہ کی دوسری شرط قتل مرتد کی نفی کرتی ہے 178

حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کو کیوں قتل کرنے کا حکم دیا؟180 تا183
امّ زمل کے قتل کے بعد عرب کے شمال مشرقی حصہ میں ارتداد اور بغاوت کا خاتمہ ہونا 249
حضرت عمرؓ اور ابو قتادہؓ کا مالک بن نویرہ کے قتل پر اصرار کرنا کہ اس کا خون بہا ادا کیا جائے 250
مالک بن نویرہ کے قتل کی تفصیل 254 تا260
مالک بن نویرہ کے قتل کے متعلق حضرت عمرؓ اور خالد بن ولیدؓ میں بحث و تکرار ہونا 255،256
مالک بن نویرہ کے قتل کے متعلق شاہ عبد العزیز دہلوی کی بیان کردہ تفصیل 256،257
مرتدین کی عورتوں کے سلسلہ میں شرعی حکم، جب وہ دارالحرب سے جا ملیں تو ان کو قید کیا جائے قتل نہ کیا جائے 259
مسیلمہ کے قتل کا واقعہ 292،293
جنگ یمامہ کے دوران ام عمارہؓ کے بیٹے عبد اللہ بن وہبؓ کا مسیلمہ کو قتل کرنا 302،303
عمرو بن حضرمی مشرکوں کا وہ پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا اور اس کا مال بطور خمس اسلام میں آیا 330
علاء بن حضرمیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو حطم کے قتل اور خندق والوں کی شکست کی اطلاع بذریعہ خط دینا 340
اسود عنسی کے قتل کی تفصیل 355،356
آپؐ کو وفات سے قبل اسود عنسی کے قتل کی خبر بذریعہ وحی دے دی جانا 357
حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے منصب پر فائز ہونے کے بعد سب سے پہلی خوشخبری اسود عنسی کے قتل کی خبر ملی 357
حضرت ابو بکرؓ کی جنگوں کے متعلق سیرت نگاروں کی غلط فہمی، مرتدین کی شرعی سزا قتل تھی اس کی تشریح 366
خالد بن ولیدؓ کا قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالنے کا واقعہ 382 تا385
حضرت ابو بکرؓ کا یزید بن ابو سفیانؓ کو وصیت کرنا، مثلہ نہ کرنا، درخت نہ جلانا، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا وغیرہ 432
دمشق میں مسلمان عورتوں کا قیدی بنایا جانا، خولہؓ اور دوسری عورتوں کی بہادری کا واقعہ، رومیوں کو قتل کرنا 460 تا462
یہود کا آپؐ کے قتل کے منصوبے تیار کرنا 675

قرآن کریم

اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے کی قرآن کریم میں دو طرح سے مثال دینا، ایک وَابِلٌ اور دوسری طَلٌّ 2
خلیفہ اولؓ کا مصلح موعودؓ کو قرآن کریم اور بخاری پڑھانا 94
مصلح موعودؓ کو خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا ہونا 96
مصلح موعودؓ کا فرمانا کہ آج دنیا کے پردہ پر سوائے میرے اور کوئی شخص نہیں جسے خدا کی طرف سے قرآن کریم کا علم عطا فرمایا گیا ہو 96،97
مصلح موعودؓ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن سکھانے کے لئے دنیا کا استاد مقرر کیا جانا 97
مصلح موعودؓ کی زندگی میں ہی قرآن کریم کے سترہ، اٹھارہ زبانوں میں تراجم ہونا 97
اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو پورے طور پر دعا اور تزکیہ نفس سے کام لے گا اس کے ساتھ قرآن کریم کے تمام وعدے پورے ہو کر رہیں گے 195
قرآن شریف پڑھتے ہوئے اوامر و نواحی پر غور کرنے کی نصیحت 211
قرآن کریم نے تقویٰ کو لباس کے نام سے موسوم کیا 215
قرآن کریم اور احادیث کے متعلق حضورؒ کی جماعت کو نصیحت 229
قرآن شریف میں ابراہیمؑ کی ایک خوبی وفادار ہونا بیان کی 233
قرآنی آیت سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ..... سے مراد جنگجو قوم بنو حنیفہ تھی 262
وریونیکا (Veronica) صاحبہ کا انٹرنیٹ کے ذریعہ قرآن کریم سیکھنا اور رومن میں پورا قرآن کریم لکھنا 282
قرآن کریم میں ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط رکھی ہے 287
جمع قرآن کی تفصیل 484 تا488
جنگ یمامہ میں پانچ سو حفاظ کی شہادت کے بعد جمع قرآن کا کام شروع ہونا 485،486
حفاظت قرآن کے متعلق ایک اعتراض کا جواب 486
حضرت عثمانؓ کے دور میں قبائل عرب کا قرآن کریم کو مختلف قراءتوں کے ساتھ پڑھنا..... 487
حضرت عثمانؓ کا لغت قریش کے مطابق قرآن کریم کو ایک قرأت پر جمع کر کے تمام ممالک میں پھیلانا 488
حضورؐ کی بعثت کا مقصد آپؐ کی کھوئی عظمت کو بحال کرنا اور

قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنا 656
قرآن کریم کو خاص توجہ اور سمجھ کر پڑھنے کی نصیحت 661، 662
قرآن کریم کا ایمان کے ساتھ عمل صالح کی شرط رکھنا 662
قرآن کریم کی برکات، فیصلہ کن کلام ہے 662
قرآن کریم کے مطالب، معانی اور تفسیر کی طرف ہر احمدی کو توجہ دینی چاہئے 662

قرب الٰہی

اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کیلئے جس طرح ایک زمیندار فصل کی نگہداشت کرتا ہے اس طرح کوشش کی جائے 195
قرب الٰہی پانے کے طریق 196، 197

قربان / قربانی

ہر زمانے اور ہر قوم میں آنے والے انبیاء کا اپنے متبعین کو مالی قربانی کی تلقین کرنا 1
اللہ تعالیٰ کی خاطر ایک جذبہ سے دی ہوئی قربانیاں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو کھینچتی ہیں 2
افراد جماعت کی مالی قربانیوں کے واقعات 3 تا 10
مالی قربانی کے نتیجہ میں ایمان میں دن بدن اضافہ ہونے لگنا 6
چندہ وقف جدید میں دوران سال نمایاں قربانی کرنے والے ممالک کی تفصیل 13
حجۃ الوداع کے موقع پر سہیل بن عمروؓ کا آپؐ کے پاس قربانی کا اونٹ لانا اور آپؐ کا اس کو ذبح کرنا 100
صحابہؓ کا اپنی جانوں تک کی پرواہ نہ کرنا، اللہ کی راہ میں قربان ہو جانا تب جا کر یہ رتبہ حاصل ہوا 197
توحید کے قیام کے لئے قربانی کرنے اور دعا کرنے کی نصیحت 236
حضور انور کا خطاب سن کر اسلام احمدیت کو پھیلانے کیلئے اپنے آپ اور بچوں کو ہر قربانی کیلئے تیار کرنے کا عہد کرنا 416
مالی قربانی کی اہمیت 563 تا 565
تحریک جدید کے حوالہ سے مالی قربانی کے واقعات 565 تا 572
صحابہؓ کی قربانی کے متعلق حضور انور کا خطبات دینا 658

قرعہ

آپؐ کا سفر پر جانے سے قبل ازواج کے درمیان قرعہ ڈالنا، جس کا قرعہ نکلتا اس کو اپنے ساتھ لے جاتے 51

قریش

قریش کے حامیوں کے دس ہزار کے لشکر کا مدینہ کا محاصرہ کرنا 57
سعدؓ کا اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا کہ اگر آپؐ کی قریش کے ساتھ کوئی اور جنگ مقدر ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھنا 61
ابو جندلؓ کا زنجیروں میں جکڑے ہوئے آپؐ کے پاس آنا، آپؐ کا قریش کے مطالبے پر ان کو قریش کے حوالے کرنا 64
آپؐ کا فرمایا کہ خلافت کے حق دار قریش ہوں گے 109

قسم

حضرت ابو بکرؓ کا واقعہ افک کے بعد مسطح بن اثاثہ کے متعلق قسم کھانا کہ میں اس کی مالی مدد نہ کروں گا..... 54
حمزہؓ کا مثلہ کیا جانا اور آپؐ کا قسم کھانا کہ میں ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا، آیت کے نزول کے بعد آپؐ کا قسم کا کفارہ ادا کر کے صبر کرنا 678، 679

قصاص

حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین اور باغیوں کو جلانے کا حکم دینا بطور قصاص تھا 209

قضاء

حضرت ابو بکرؓ کا محکمہ قضاء کا اجراء فرمانا 476، 477

قلعہ

اہل انبار کا اپنے قلعہ کے گرد خندق کھودنا..... 390
دمشق کے قلعہ کے محاصرہ کی تفصیل 454، 455
آپؐ کا بنو قینقاع کے قلعہ کا محاصرہ کرنا اور فتح کے بعد آپؐ کا ان کو مدینہ بدر کر دینا 677

قوم / قومی

ہر قوم میں آنے والے انبیاء کا اپنے متبعین کو مالی قربانی کی تلقین کرنا 1
قومی ترقی کا راز 149، 150
خدا تعالیٰ کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں 219
عدی کا عظیم کارنامہ، اپنی قوم کو اسلامی فوج میں شمولیت کی دعا دی 242
یمامہ میں بنو حنیفہ آباد تھے جو سخت جنگجو قوم تھی 262
قرآنی آیت سَتُدْعَوْنَ اِلٰی قَوْمٍ اُولِیْ بَاْسٍ شَدِیْدٍ..... سے مراد جنگجو قوم بنو حنیفہ تھی 262

قیامت

قیامت کے دن بندوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ ٹھیک رہا تو نجات پا گیا 225

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ قیامت تک قائم رہے گی 277، 278

آپؐ کا فرمانا جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ قیامت کے روز اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا 493

آپؐ کا فرمانا ہم پر کسی کا کوئی احسان نہیں کا بدلہ ہم نے چکا نہ دیا ہو سوائے حضرت ابو بکرؓ کے ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ دے گا 551

آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ہاتھ پکڑ کر فرمانا قیامت کے روز ہم اس طرح اٹھائے جائیں گے 552

قید / قیدی

حضرت ابو بکرؓ کا مالک بن نویرہ کے بھائی کو خون بہا ادا کرنا اور ان کے قیدیوں کو رہا کر دینا 256

مرتدین کی عورتوں کے سلسلہ میں شرعی حکم، جب وہ دارالحرب سے جا ملیں تو ان کو قید کیا جائے قتل نہ کیا جائے 259

حضرت ابو بکرؓ کا اشعث کو معاف فرمانا اور تمام قیدیوں کو بھی آزاد کر کے ان کے علاقوں کی طرف بھجوانا 365

خالد بن ولیدؓ کی ایک دعا میں عہد کرنا کہ ایک دن اور ایک رات قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالوں گا، اس کی وضاحت 382، 383

اکیدر کو خالد بن ولیدؓ جنگ تبوک کے موقع پر قید کر کے لائے تھے آپؐ نے اس کو معاہدہ لکھوا کر بطور احسان چھوڑ دیا تھا 395

دمشق میں مسلمان عورتوں کا قیدی بنایا جانا 460 تا 462

کاتب

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں کتابت کے محکمہ (کاتب، سیکرٹری حکومت) کی تفصیل 477

کارڈ

سکینگ والوں کو چہرہ دیکھ کر کارڈ چیک کرنے کی ہدایت 410

کارکن / کارکنان

جلسہ کے مہمانان اور کارکنان و رضاکاروں کو جلسہ سے ایک ہفتہ پہلے خطبہ میں بعض باتوں کی طرف توجہ دلانے کی روایت 403

جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں گذشتہ اتوار کو کارکنان کا حدیقۃ المہدی میں اکٹھے ہونا، کھانے کا صحیح طرح انتظام نہ ہو سکنے پر انتظامیہ کو ہدایت 404، 405

کارکنان کو حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانان کی خدمت کے متعلق ہدایات 405

افسران کو اپنے معاونین و کارکنان کے متعلق ہدایت، معاونین کی حوصلہ افزائی کریں 406

کارکنان جلسہ کو نرم رویہ اختیار کرنے کی ہدایت 406

افسران، کارکنان، معاون و رضاکاروں کو مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی بلند حوصلے کے ساتھ خدمت کی ہدایت 406، 407

شعبہ مہمان نوازی اور دوسرے کارکنان کے متعلق بعض اصولی ہدایات، کووڈ کی وجہ سے بعض احتیاطوں کے ساتھ خدمت کریں 407

امسال جلسہ کے موقع پر بارش نہ ہونے کی پیشگوئی، پارکنگ میں کارکنان سے تعاون کرنے کی ہدایت 409، 410

جلسہ کے بعد اگلے خطبہ میں کارکنان کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات بیان کرنے کی روایت 411

حضور انور کا کارکنان کے کام کی تعریف کرنا 412

کاشتکار

عراق کے کاشتکاروں کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کی وصیت 372، 373

حضرت ابو بکرؓ کی کاشتکاروں کے متعلق بہترین پالیسی 376، 377

کافر

مومن اور کافر کی کامیابی میں فرق 213، 214

کام

موسیٰؑ کا نامکمل کام یوشع بن نون کے ذریعہ اور آپؐ کا نامکمل کام حضرت ابو بکرؓ کے ذریعہ مکمل ہونا 120

جبر سے منوانا مذہبی لوگوں کا کام نہیں 179

سائل کا کام نہیں کہ وہ فی الفور عطا نہ کئے جانے پر بدظنی کرے 198

حقیقی مومن کا ہر کام اور فعل ہی توحید کے قیام کے لئے ہوتا 234

نسیم مہدی صاحب کا ایم ٹی اے نارتھ امریکہ سٹیشن قائم کرنے کیلئے نمایاں کام کرنا 296

حضور انور کا کارکنان جلسہ کے کام کی تعریف کرنا 412

جنگ یمامہ میں پانچ سو حفاظ کی شہادت کے بعد جمع قرآن کا کام شروع ہونا 485، 486

کامیابی

مجاہدہ کامیابیوں کی راہ ہے 194

مومن اور کافر کی کامیابی میں فرق 213، 214
خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا شیخ ناصر صاحب کو خراج تحسین پیش کرنا 466

کان

آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمانا یہ دونوں میرے کان اور آنکھیں ہیں یعنی میرے ساتھی ہیں 552

کھانا

آپؐ کا فرمانا کہ کھجور کیا ہی عمدہ کھانا ہے 61
نام نہاد فقیروں اور پیروں کا بدذائقہ کھانا کھایا کرنا 216
جلسہ کی تیاری کے سلسلہ میں کارکنان کے کھانے کا صحیح طرح انتظام نہ ہوسکنے پر انتظامیہ کو ہدایت 404، 405
مہمان کو میزبان کی طرف سے جو پیش کیا جائے اسے خوشی سے کھالینا چاہیئے 408
جلسہ کے دوران بعض خامیوں کی نشاندہی، لجنہ کے کھانا کھلانے کے شعبہ کی شکایات ملنا 411، 412
آپؐ کا ایک موقعہ پر صحابہؓ سے دریافت کرنا آج کس کا روزہ ہے، کس نے مسکین کو کھانا کھلایا، کس نے مریض کی عیادت کی، پھر فرمانا جس میں آج کے دن یہ چیزیں جمع ہو گئیں وہ جنت میں داخل ہو گیا 554

کاہن

زمانہ جاہلیت میں کاہنوں کا مسجع و مقفیٰ عبارتیں لوگوں کے سامنے پیش کرکے رعب بٹھایا کرنا 240
سجاح عرب کی کاہنہ جس کی کنیت امّ صادر تھی 251
اسود عنسی کاہن تھا اپنی مسجع مقفیٰ عبارات سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتا تھا 355

کپڑے

خندق کھودنے کے دوران حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا سخت محنت کرنا، ٹوکریاں ختم ہونے پر اپنے کپڑوں میں مٹی ڈھوتے رہنا 56
آپؐ کا فرمانا جو غرور سے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا تو اللہ قیامت کے روز اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھے گا..... 493

کتب/کتاب

1974ء میں اسمبلی میں پیش ہونے والے جماعتی وفد نے میر عبدالوحید صاحب کی لائبریری کی نایاب کتب سے استفادہ کیا 57
ابوالفرج الحصنی صاحب کا حضورؒ کی کتاب پڑھ کر بیعت کرنا 124
حضورؒ کے دور میں اسلام کے خلاف چھ کروڑ کتابیں تالیف ہونا 158
مولوی ثناء اللہ کی کتب پڑھنے کے بعد حضورؒ کی کتب سے حوالہ جات دیکھنے پر حق واضح ہو جانا 162
مصلح موعودؓ کی کتب پڑھ کر احمدیت قبول کرنا 285
البانیہ کے البرٹ صاحب کا دس شرائط بیعت کتاب پڑھ کر بیعت کیلئے تیار ہو جانا 421، 422

کتابت

حضرت ابو بکرؓ کے دور میں کتابت کے محکمہ (کاتب، سیکرٹری حکومت) کی تفصیل 477

کھجور

آپؐ کا فرمانا کہ کھجور کیا ہی عمدہ کھانا ہے 61
حجۃ الوداع پر جاتے ہوئے صحابہؓ کا آپؐ کے سامنے حَیْس (عمدہ حلوہ جو کھجور، آٹے اور مکھن سے تیار کیا جاتا ہے) پیش کرنا 99
یمامہ یمن کا مشہور شہر جس میں مال، درخت اور کھجوریں بکثرت پائی جاتی تھیں 262
آپؐ کا مسیلمہ کے مطالبہ پر اس کو فرمانا کہ تو مجھ سے کھجور کی شاخ بھی مانگے جو میرے ہاتھ میں تو میں وہ بھی تجھے نہ دوں گا 263، 264
حضرت ابو بکرؓ کے ایک خواب کی تعبیر، ہجر کی بستی کی کھجوریں آپؓ کے پاس لائی گئیں آپ کھجور کی جگہ گٹھلی کو پایا.... 307

کرونا/کووڈ19

کرونا کی وجہ سے صفوں میں فاصلہ عارضی، اس کو مستقل ہدایت نہ سمجھ لیں 232
جلسہ سالانہ گھانا کا آغاز، کووڈ19 کی وجہ جماعت گھانا کا اپنی سو سالہ تقریبات منعقد نہ پانا، اب دو سالہ پروگرام کرنے کا پروگرام ترتیب دینا 288
کووڈ وبا کی وجہ سے دو سال جلسہ سالانہ کا منعقد نہ ہو سکنا 403
شعبہ مہمان نوازی اور دوسرے کارکنان کے متعلق بعض اصولی ہدایات، کووڈ کی وجہ سے بعض احتیاطوں کے ساتھ خدمت کریں 407
کووڈ کے حوالے سے تمام شاملین جلسہ کے محفوظ رہنے کے متعلق دعا کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی نصیحت 409
کووڈ وبا کے باوجود جلسہ سالانہ برطانیہ کا کامیاب انعقاد ہونا 411

کڑے
آپؐ کی دو جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق خواب، زمین کے خزانے عطا کئے گئے، ہاتھ پر دو سونے کے کڑے رکھے گئے پھونک ماری تو وہ غائب ہو گئے 353
کشتی / کشتیاں
علاء بن حضرمیؓ کی دعا، کشتیوں کے بغیر سمندر پار کرنا 342
خالدؓ کا امغیشیا سے مال غنیمت کشتیوں میں روانہ کرنا، سامان کی وجہ سے کشتیوں کا زمین سے لگ جانا 386
کفار / کافر / کفر
صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ کے سردار کا آپؐ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا کر کہنا کہ آپ اس دفعہ طواف نہ کریں اگلے سال آکر کریں 65
مرتد کی سزا اگر قتل ہوتی تو بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا 175
آپؐ کا خالد بن ولیدؓ کے متعلق فرمانا ہمارا بھائی اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ نے کفار اور منافقین کے خلاف سونتا ہے 239
کفارہ
پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جانا 224
حمزہؓ کا مثلہ کیا جانا اور آپؐ کا قسم کھانا کہ میں ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا، آیت کے نزول کے بعد آپؐ کا قسم کا کفارہ ادا کر کے صبر کرنا 679،678
کلیسیا
عیسائیت کا دمشق کو کو کلیسیا بنا دینا 454
کمزور / کمزوری
مسلمانوں کی کمزور ایمانی و عملی حالت کا حل احمدیوں کے پاس ہے 216
انسان کے دل پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہونا، خدا تعالیٰ کا سعید روحوں کی کمزوری دور کرنا پاکیزگی اور نیکی کی قوت بطور موہبت عطا کرنا 192
یوسف لائیسا صاحب کا حضور انور کے معاشرے کی برائیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کے طریق کو اسلام کی اعلیٰ تعلیمات سے بیان کرنے سے متاثر ہونا 418،417
کنگن
آپؐ کی پیشگوئی "سراقہ تیرا کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تیرے ہاتھ میں ہوں گے" کا پورا ہونا 17،16
سراقہ کا محض شریعت کے مسئلہ کے تحت کسریٰ کے سونے کے کنگن پہننے سے انکار کرنا..... 18
آپؐ کا خواب میں کنگن دیکھنا، اس کی تعبیر کرنا کہ میرے بعد دو جھوٹے اشخاص ظاہر ہوں گے 264
کہانت
حضرت ابو بکرؓ کے غلام کا کہانت کے بدلہ ملنے والا تحفہ پکا کر حضرت ابو بکرؓ کو کھلانا..... 493،492
گالی
لوگوں کی گالیوں کی متعلق حضورؐ کا ارشاد 161،160
گناہ
گناہ سے بچنے کا ذریعہ، عاجزی اختیار کریں 164
انسان کو اپنے گناہوں کو پاک کرنے کیلئے دعا کرنی چاہیئے 198
پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جانا 224
گواہ / گواہی
بریرہؓ کا عائشہؓ کے حق میں گواہی دینا 52
زینبؓ کا عائشہؓ کے متعلق گواہی دینا، میں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے، عائشہؓ کا کہنا کہ زینبؓ میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں اور اللہ نے انہیں پرہیز گاری کی وجہ سے بچا لیا 55
صلح حدیبیہ کی دو نقلیں تیار ہونا اور بطور گواہان متعدد معززین کے اس پر دستخط اس پر ہونا 65
خوشی محمد شاکر صاحب کے متعلق ان کی اہلیہ کی گواہی 110
ظفر علی خان کے والد کا حضورؐ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دینا کہ بہت پاکباز تھے 169
مسیلمہ کا حبیب بن زید انصاریؓ کو بار بار پوچھنا کیا تم گواہی دیتے

ہو میں اللہ کا رسول ہوں، آپؐ کا ہر بار انکار کرنا، اس پر مسیلمہ کا ان کا ایک ایک کر کے آپؐ کا عضو کاٹنا 266، 267

گوشت

بعض درویشوں کا گوشت میں مٹی ڈال کر کھانا 217

جلسہ کے دنوں میں عموماً آلو گوشت اور دال پکنا..... 407، 408

حضرت ابو بکرؓ کا تقویٰ، بدوی کا عورت سے دعا کے بدلہ بکری لینا کہ تمہارے گھر لڑکا ہو گا، اس بکری کے گوشت سے دعوت کرنا، آپؐ کا یہ بات سن کے انگلیاں حلق میں ڈال کر گوشت کو باہر نکال دینا 492

لال بک (Red Book)

جلسہ کے دوران بعض خامیوں کی نشاندہی، تمام کو لال بک میں درج کر کے اگلے سال ہر شعبہ بہتر انتظام کی کوشش کرے 411، 412

لائبریری

1974ء میں اسمبلی میں پیش ہونے والے جماعتی وفد نے میر عبدالوحید صاحب کی لائبریری کی نایاب کتب سے استفادہ کیا 57

فضل احمد ڈوگر صاحب کا جامعہ احمدیہ یوکے کی لائبریری کی تیاری میں بہت اہم کردار ادا کرنا 665

لائحہ عمل

حضرت ابو بکرؓ کی یزید بن ابوسفیانؓ کو دی گئی ہدایات ایک لیڈر، عہدے دار اور کام کرنے والے کیلئے ایک مکمل لائحہ عمل 433، 434

لجنہ اماء اللہ

کونگو برازیل کی لوکل لجنہ کا حضور انور کا خطاب سن کر اسلام احمدیت کو پھیلانے کیلئے اپنے آپ اور بچوں کو ہر قربانی کیلئے تیار کرنے کا عہد کرنا 416

جلسہ کے دوران بعض خامیوں کی نشاندہی، لجنہ کے کھانا کھلانے کے شعبہ کی شکایات ملنا..... 411، 412

لذت

نماز میں لذت اٹھانے کے طریق 225 تا 227

دنیا کی ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کا لذت اور ایک خاص حظ رکھنا 226

عبادت اور نماز میں لذت کیلئے نہایت سوز اور جوش کے ساتھ دعا مانگنی چاہئے 227

نماز میں لذت کیلئے نمازوں میں دوام حاصل کرنا چاہئے 227

لشکر

آپؐ کی وفات کے بعد فتنہ سنبھالنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کا لشکر اسامہ کو روانہ کرنا 127

آپؐ کا لشکر اسامہ کو رومیوں سے جنگ کیلئے تیاری کا حکم دینا 128

لشکر اسامہ کو بھجوانے کا ایک مقصد، جنگ مؤتہ کے شہیدوں کا بدلہ لینا بھی تھا 128

آپؐ کا لشکر اسامہ کیلئے اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھنا اور لشکر کو روانہ کرنا 128، 129

اسامہؓ کو لشکر کا امیر مقرر کرنے پر بعض لوگوں کا اعتراض، آپؐ کا اسامہؓ کے حق میں تقریر فرمانا 128، 129

آپؐ کی وفات پر لشکر اسامہ کا واپس آنا 129

لشکر اسامہ کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کا فرمانا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے درندے بھی نوچ کھائیں گے تو بھی میں اس لشکر کو آپؐ کے نافذ فرمودہ فیصلے کو نافذ کر کے رہوں گا 130

بعض صحابہؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے حالات کی مناسبت سے لشکر اسامہ کو روکنے کی درخواست کرنا 130

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کی لشکر اسامہ کو روکنے کے متعلق درخواست کو نہ ماننا اور لشکر اسامہ کو روانہ کرنا 130 تا 132

لشکر اسامہ کی روانگی کی تفصیل 131 تا 135

حضرت ابو بکرؓ کا جرف کے مقام پر لشکر اسامہ کا جائزہ لینا اور لشکر کو ہدایات دینا 132 تا 134

لشکر اسامہ میں مسلمانوں کا شعار یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ تھا 134

لشکر اسامہ کے دور رس اثرات 135، 136

حضرت ابو بکرؓ کا لشکر اسامہ کے متعلق فرمانا کیا ابو قحافہ کا بیٹا سب سے پہلا کام یہ کرے کہ جس لشکر کو روانہ کرنے کا حکم آپؐ نے دیا ہے اسے روک لے؟ 151

لشکر اسامہ کی روانگی اور مانعین زکوٰۃ کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کے فیصلہ کے زبردست نتائج پیدا ہونا 152

حضرت ابو بکرؓ کا اسلامی لشکر کو گیارہ حصوں میں تقسیم کر کے مختلف جگہوں پر بھجوانا 202، 203

حضرت ابو بکرؓ کا ذوالقصہ کو اسلامی فوج کا مرکز قرار دے کر

ارتداد کی تحریکوں کو کچلنے کیلئے یہاں سے لشکر روانہ کرنا 203
حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین کی سرکوبی کیلئے بھجوائے گئے لشکر کے امراء کے نام لکھا گیا خط 208،207
حضرت ابو بکرؓ کا عکرمہؓ کی سرکردگی میں مسیلمہ کی طرف لشکر بھجوانا..... 267
مسیلمہ کے بیٹے شرحبیل کا اپنے لشکر کو غیرت دلانا 270
علاء بن حضرمیؓ کے لشکر کے اونٹوں کا بے قابو ہو کر سامان سمیت غائب ہو جانا 337،336
علاء بن حضرمیؓ کے لشکر کا سمندر پار کرنے کے معجزہ کی تفصیل اور وضاحت 343،342
فرعون کے مقابلہ میں موسیٰؑ کے لشکر کا سمندر پار کرنا 344،343
ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین کی سرکوبی کیلئے گیارہ لشکر تیار کرنا 429
خالد بن سعیدؓ کی رومیوں کے خلاف ناکامی، ذوالکلاعؓ کا اسلامی لشکر کو رومیوں کے چنگل سے نکال لانا 431،430
شرحبیل بن حسنہؓ کے لشکر کی تفصیل 436،435
ابوعبیدہؓ کے لشکر کی تفصیل 437،436
عمر بن عاصؓ کے لشکر کی تفصیل 441،440
ہرقل کا اسلامی لشکروں کی آمد کا سن کر اپنی قوم کو جنگ سے باز رہنے اور صلح کرنے کا مشورہ دینا 442

لغت

حضرت عثمانؓ کا لغت قریش کے مطابق قرآن کریم کو ایک قرأت پر جمع کر کے تمام ممالک میں پھیلانا 488

لیکچر

حضورؑ کا سیالکوٹ میں لیکچر، مولویوں کا راستے میں پہرہ لگانا کہ لوگ لیکچر میں شریک نہ ہوں..... 168،167

ماسک

شاملین جلسہ اور ڈیوٹی والوں کو ماسک پہننے اور ہومیوپیتھک دوائی کے استعمال کی ہدایت 403

مال / مالی

مومنین کا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا 1
ہر زمانے اور ہر قوم میں آنے والے انبیاء کا اپنے متبعین کو مالی قربانی کی تلقین کرنا 1
آج کل کے مادیت کے دور میں افراد جماعت کا اللہ کی رضا کی خاطر مالی قربانیاں کرنا 3
وقف جدید کے حوالہ سے مالی قربانی کے واقعات 4تا12
مالی قربانی کے نتیجہ میں ایمان میں دن بدن اضافہ ہونے لگنا 6
حضرت ابو بکرؓ کا واقعہ افک کے بعد مسطح بن اثاثہ کے متعلق قسم کھانا کہ میں اس کی مالی مدد نہ کروں گا، آیت وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ.....نازل ہونا 54
حضرت ابو بکرؓ کی وصیت کہ جتنا مال میں نے بیت المال سے وظیفہ لیا ہے میری فلاں زمین بیچ کر واپس کر دینا 118
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مرتدین کا حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کرنا اور حکومت کے مال لوٹنا..... 183
خالد بن سعید بن عاصؓ کا غزوہ خیبر میں نہ شامل ہو سکنا مگر آپؐ کا ان کو مال غنیمت میں سے حصہ دینا 327
عمرو بن حضرمی مشرکوں کا وہ پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا اور اس کا مال بطور خمس اسلام میں آیا 330
علاء بن حضرمیؓ کا مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کر دینا 340
خالد بن ولیدؓ کا ہرمز کا مال غنیمت اور ہاتھی مدینہ روانہ کرنا 376
خالدؓ کا امغیشیا سے کشتیوں میں روانہ ہونا، مال غنیمت کی کثرت کی وجہ سے کشتیاں زمین کے ساتھ لگنے لگیں 386
آپؐ کی ایک بڑی جامع دعا، سفر کی سختیوں اور ناپسندیدہ اور بے چین کرنے والے مناظر، مال اور اہل و عیال میں برے نتیجہ غیر پسندیدہ تبدیلی سے پناہ مانگنا 409،408
حضرت ابو بکرؓ کے دور میں بیت المال برائے نام ہی رہا کیوں کہ سب چیزیں آپؓ تقسیم کروا دیتے تھے 475،474
مالی قربانی کی اہمیت 563تا565
تحریک جدید کے حوالہ سے مالی قربانی کے واقعات 565تا572

ماں

آپؐ کا فیصلہ خالہ بمنزلہ ماں ہے 669

مباحثہ

حضورؑ اور عیسائیوں کے مابین ہونے والے مباحثہ کی روداد حضورؑ کی کتاب جنگ مقدس میں شائع ہونا 167،166

متقی

نماز، روزہ زکوٰۃ وغیرہ سب اس وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو 213

متقی کے معانی، حقیقی متقی کون ہے؟ 220، 221

خدا تعالیٰ کے نزدیک متقی ہونا اور شے اور انسانوں کے نزدیک متقی ہونا اور شے ہے 221، 222

مٹکے

صحابہؓ کا شراب کی حرمت کا سن کر شراب کے مٹکے توڑنا 674

مٹی

بعض درویشوں کا گوشت میں مٹی ڈال کر کھانا 217

مثلہ

حضرت ابو بکرؓ کا یزید بن ابوسفیانؓ کو وصیت کرنا، مثلہ نہ کرنا، درخت نہ جلانا، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا وغیرہ 432

حضرت حمزہؓ کا مثلہ کیا جانا اور آپؐ کا قسم کھانا کہ میں ان کے ستر آدمیوں کا مثلہ کروں گا، آیت کے نزول کے بعد آپؐ کا قسم کا کفارہ ادا کر کے صبر کرنا 678، 679

مجاہدہ

مجاہدہ کامیابیوں کی راہ ہے 194

محاسبہ

عمال کے محاسبہ کا طریق 481

محاصرہ

آپؐ کا بنو قینقاع کے قلعہ کا محاصرہ کرنا اور فتح کے بعد آپؐ کا ان کو مدینہ بدر کر دینا 677

بنو قریظہ کے محاصرہ کے دوران آپؐ کا سعدؓ کو فرمانا اے سعد آگے بڑھو اور ان لوگوں پر تیر چلاؤ 61

قریش کے حامیوں کے دس ہزار کے لشکر کا مدینہ کا محاصرہ کرنا 57

خالد بن ولیدؓ کا حیرہ کا محاصرہ کرنے کا طریق 387

دمشق کے قلعہ کے محاصرہ کی تفصیل 454، 455

خالد بن ولیدؓ کا دمشق کا محاصرہ ختم کر کے اجنادین روانہ ہونا 459

محبت

موسیٰ صاحب کے دل میں حضور انور کہ یہ بات میخ کی طرح گڑھ جانا کہ ایک دل میں دو محبتیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں 6

حضورؒ کی جماعت کو آپس میں حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر محبت رکھنے کی نصیحت 231

حضورؒ کی جماعت کو آپس میں محبت و پیار اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور مسکینی سے زندگی گزارنے کی نصائح کرنا 231، 232

حضورؒ کا فرمانا میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں توحید اختیار کرو اور آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو 232، 233

حضور انور کی ہر شخص سے پیار و محبت سے بات کرنے کی ہدایت 232

آپؐ نے فرمایا آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کیلئے غائبانہ دعا کرو 232

آپس میں محبت اور ظاہری ہمدردی ظاہر کرو 232، 233

جماعت کی خلیفۂ وقت کیلئے محبت سے متاثر ہونا 419

ایک مومن کے دل میں اللہ کی محبت تمام دنیاوی رشتوں سے زیادہ ہونی چاہئے 658

جماعت کو قائم کرنے کا اصل مقصد توحید کا قیام اور محبت الٰہی پیدا کرنا 658

توحید کے قیام کے ساتھ اللہ کی محبت اور آپؐ کے ساتھ عشق کا تعلق بھی ضروری ہے 660

خدا تعالیٰ کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مراد ہے؟ 233، 658

محنت

بغیر محنت دینی یا محنت دنیوی کے کوئی انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا 165

مخالف / مخالفت

جماعت کو مساجد کی تعمیر کے وقت مختلف جگہوں پر مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے 11

کیمرون میں مسجد کی تعمیر کے دوران مخالفین کا جماعت کے خلاف پروپیگنڈا کرنا، ایڈمنسٹریٹر صاحب نے جماعت کے فلاحی کاموں کی تعریف کی اور مخالفین کی مخالفت کے باوجود مسجد کی تعمیر کی اجازت دی 11، 12

گھانا میں مخالفین کا جماعت کے سامنے بڑی اور پختہ مسجد تعمیر کروانا، اللہ سے فضل کو جماعت کو بھی شاندار مسجد بنانے کی توفیق ملنا، جماعت کی مسجد نمازیوں سے بھر جانا 12

انبیاءؑ پر مخالفین کی طرف سے ہونے والا اعتراض کہ کوئی دوسرا شخص ان کو سکھاتا ہے 159

دعویٰ سے قبل بھی مولویوں کا حضورؑ کی مخالفت کرنا 160
مخالفت کے بغیر جماعت کی ترقی نہیں ہو سکتی 160، 161
حضورؑ کے زمانہ سے ہی مخالفت اور شورش کا اٹھنا اور جماعت کا ترقی کرنا 161
الٰہی جماعتوں کی تاریخ ہے کہ مخالفت جاری رہتی ہے 161
مخالفت ہی ترقی کا ذریعہ ہے 162
لاہور میں ایک مخالف کا حضورؑ کو دھکا دینا 164
اللہ تعالیٰ کا حضورؑ کے مخالفین کو ہمیشہ نامراد رکھنا 165
علماء کا آپؑ کی مخالفت کی وجہ سے مشہور ہو جانا 165
سیالکوٹ میں حضورؑ کا لیکچر، مولویوں کی مخالفت پر عیسائی سٹی انسپکٹر کا جلسہ میں کھڑے ہو کر کہنا یہ کہتے ہیں عیسائیوں کا خدا مر گیا مسلمانوں کو خوش ہونا چاہئے..... 167، 168
اپنوں اور غیروں کا حضورؑ کی مختلف طریق سے مخالفت کرنا 171
گنی بساؤ میں مولویوں کا جماعت کی مخالفت کرنا 283
حضور انور کا خطبہ جمعہ سن کر مخالفت ترک کرنا 284
پاکستان میں مخالفت کا بڑھنا، قبروں کو اکھاڑا جانا 295
ایم ٹی اے کی کوریج کی تعریف، جماعت کی اکائی کو دکھا کر مخالفین کے منہ بند کر دیئے 412
میلے انیسا ایپسائی صاحبہ کا مخالفت کا بہادری سے سامنا کرنا 561، 562
حضورؑ کی بعثت کے وقت آپؑ کی مخالفت عروج پر ہونا 655
حضورؑ کا قبول کر کے مخالفتوں کا سامنا کرنے والے خوش قسمت اللہ کا پیار حاصل کرنے والے بن رہے ہیں 657

مدعیان نبوت

حضرت ابو بکرؓ کا جھوٹے مدعیان نبوت کو کچل کر رکھ دینا 152
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں جھوٹے مدعیانِ نبوت اور مرتدوں کا چوپائیوں کی طرح ہلاک ہونا 201
آپؐ نے جھوٹے مدعیان نبوت کا مقابلہ اس لئے کیا کہ انہوں نے صحابہؓ کو قتل کیا تھا 309
آپؐ کی دو جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق خواب 353

مذہب

جبر سے منوانا مذہبی لوگوں کا کام نہیں 179
نومبائع یوسف لائیسا صاحب کو خواب میں بتایا جانا کہ احمدیت سچا مذہب ہے 417، 418

مرتد/مرتدین

حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں یکدم تمام عرب کا مرتد ہو جانا..... 151
مرتدین کے متعلق قرآنی آیات 174 تا 176
مرتد کی سزا اگر قتل ہوتی تو بار بار ایمان لانے اور کفر کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا 175
اسلامی شریعت نے مرتد ہونے والے کیلئے کوئی جسمانی اور دنیاوی سزا مقرر نہیں کی 176
حضرت ابو بکرؓ نے مرتدین کے قتل کا حکم کیوں دیا؟ 180 تا 183
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ کے مرتدین کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا اور تلوار کے ذریعہ زکوٰۃ روکنا اور جنگ کرنا 182
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مرتدین کا حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کرنا اور حکومت کے مال لوٹنا..... 183
آپؐ کی وفات کے بعد منافقین اور مرتدین کا ابتلاء 200، 201
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت میں مرتدوں کا چوپائیوں کی طرح ہلاک ہونا 201
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین اور بغاوت کرنے والوں کی سرکوبی کیلئے ذوالقصہ کی طرف روانہ ہونا 202
حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین کی سرکوبی کیلئے بھجوائے گئے لشکر کے امراء کے نام لکھا گیا خط 207، 208
حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین کو سزا دینے کے حوالہ سے ہونے والا اعتراض کا جواب 208، 209
حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین اور باغیوں کو جلانے کا حکم دینا بطور قصاص تھا 209
حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین اور باغیوں کی طرف گیارہ مہمات بھجوانا..... 239
حضرت ابو بکرؓ کی ہدایت پر مرتدین اور باغیوں کو سخت سزائیں دی جانا 246
مرتدین کی عورتوں کے سلسلہ میں شرعی حکم 259
عمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم کی تفصیل 313، 314
حضرت ابو بکرؓ کا شرحبیل بن حسنہ کو مرتد باغیوں کے خلاف مہم پر یمامہ کی طرف روانہ کرنا 321 تا 323

عمر بن عاصؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم کی تفصیل 323، 324
حضرت ابو بکرؓ کا خالد بن سعید بن عاصؓ کو شام کے علاقہ حَمْقَتَیْن کے مرتد باغیوں کے خلاف بھجوانا 325
خالد بن سعید بن عاصؓ کی مرتدین کے خلاف مہم کی تفصیل 327، 328
حضرت ابو بکرؓ کا بنو سلیم اور بنو ھوازن کے مرتد باغیوں کے خلاف طریفہ بن حاجزؓ کو بھجوانا 328
حضرت ابو بکرؓ کا بحرین کے مرتد باغیوں کی طرف علاء بن حضرمیؓ کی قیادت میں مہم بھجوانا 330
حضرت ابو بکرؓ کی بحرین کے باغیوں اور مرتدین کے خلاف مہم کی تفصیل 339
ذَارِیْن میں مرتدین کا جمع ہونا 340
علاءؓ کا ذَارِیْن میں جمع مرتدین سے مقابلہ کی تفصیل 341 تا 343
سوید بن مقرنؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم کی تفصیل 345 تا 347
مہاجر بن ابوامیہؓ کی یمن کے مرتد باغیوں خلاف مہم کی تفصیل 351
حضرت ابو بکرؓ کا مہاجرؓ کو نجران کے مرتد باغیوں کی طرف بھجوانا 359
عکرمہؓ کی کندہ اور حضر موت کے مرتدین کے خلاف کارروائیوں کی مزید تفصیل 362
حضرت ابو بکرؓ کا مرتد اور باغیوں کے خلاف کام کرنے والے عمال کے نام خط تحریر فرمانا 366
حضرت ابو بکرؓ کی جنگوں کے متعلق ایک غلط فہمی کہ مرتدین کی شرعی سزا قتل تھی اس کی تشریح 366
ایک روایت کے مطابق حضرت ابو بکرؓ کا مرتدین کی سرکوبی کیلئے گیارہ لشکر تیار کرنا 429

مرثیہ

متمم بن نویرہ کا اپنے بھائی کی وفات پر مرثیہ کہنا..... 290

مزدور / مزدوری

ٹوگو کے ابراہیم صاحب کا رات بھر مزدوری کر کے چندہ وقف جدید ادا کرنا 4، 5
سیرالیون میں مسجد کی تعمیر کے دوران دعا کے بعد مزدوروں کی مزدوری کے پیسوں کا معجزانہ طور پر انتظام ہونا 156

مسائل / مسئلہ

سراقہ کا محض شریعت کے مسئلہ کے تحت کسریٰ کے سونے کے کنگن پہننے سے انکار کرنا، حضرت عمرؓ کا کنگن پہننے کا حکم دینا..... 18
حجۃ الوداع کے لئے جاتے ہوئے اسماءؓ کے ہاں بیٹے کی پیدائش، آپؐ کا ایک فقہی مسئلہ کا حل بیان فرمانا 99
آپؐ کی وفات کے بعد انصار کا سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہونا اور خلافت کے مسئلہ پر گفتگو کرنا 106
خوشی محمد شاکر صاحب کو افریقہ میں تبلیغ کے سلسلہ میں مسائل پیش آنا، دعا کے بعد اگلے ہی دن ساری روکیں دور ہو جانا 111
حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے ابتداء میں پیش آنے والے پانچ قسم کے مسائل 119
حضورؐ کا فرمانا میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں..... 232، 233
مسیلمہ کے مسائل اباحت کے تھے 309

مسجد / مساجد

اشاعت اسلام کے ضمن میں جماعت کی ترقی کا مختصر خاکہ، جماعت کو مساجد، مشن ہاؤسز کی تعمیر کرنے کی توفیق ملنا 10
کونگو کنشاسا میں ایک عیسائی پروفیسر کا مسجد کی تعمیر میں مدد کرنا 11
جماعت کو مساجد کی تعمیر کے وقت مختلف جگہوں پر مخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے 11
گھانا میں مخالفین کا جماعت کے سامنے بڑی اور پختہ مسجد تعمیر کروانا، اللہ کے فضل سے جماعت کو بھی شاندار مسجد بنانے کی توفیق ملنا، جماعت کی مسجد نمازیوں سے بھر جانا 12
کیمرون میں مسجد کی تعمیر کے دوران مخالفین کا جماعت کے خلاف پروپیگنڈا کرنا، ایڈمنسٹریٹر صاحب نے جماعت کے فلاحی کاموں کی تعریف کی اور مخالفین کی مخالفت کے باوجود مسجد کی تعمیر کی اجازت دی 11، 12
قریش کے حامیوں کے دس ہزار کے لشکر نے جب مدینہ کا محاصرہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے مسلمانوں کے لشکر کے ایک حصہ کی قیادت کی اور ایک مسجد تعمیر کی جس کو مسجد صدیق کہا جاتا ہے 57
آپؐ کا اپنی آخری بیماری کے ایام میں نماز کے لئے دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد آنا، ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا 101
تاریخ کے مطابق آپؐ کی وفات کے بعد صرف تین جگہوں پر مساجد میں باجماعت نماز ہوتی تھی 149
سیرالیون میں مسجد کی تعمیر کے دوران دعا کے بعد مزدوروں کی

مزدوری کے پیسوں کا معجزانہ طور پر انتظام ہونا 156
خطبہ سن کر ایک غلط فہمی کا دور ہونا اس خوشی میں ایک ٹی وی ایم ٹی اے کیلئے مسجد میں لگوانا 286،285
آپؐ نے مسجد نبوی کے بعد سب سے پہلا جمعہ بحرین میں جُواثی بستی میں قبیلہ عبدالقیس کی مسجد میں ادا کیا 335
نو مسلم نیسے بیساصاحب کا جماعت کے اتحاد کو دیکھ کر احمدیہ مساجد میں نماز پڑھنا شروع کرنا 421
مٹھی کی پہلی مسجد کی تعمیر..... 466
آپؐ کا فرمانا اس مسجد (مسجد نبوی) کی تمام کھڑکیوں کو بند کر دو سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے 551
اللہ کی مساجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا اور آخرت پر ایمان لاتے ہیں 552
عبدالباسط صاحب کا انڈونیشیا میں مسجد کی تعمیر میں اپنی طرف سے خطیر رقم پیش کر کے مسجد کی تعمیر مکمل کروانا 558،557

مسجع مقفّٰی

زمانہ جاہلیت میں کاہنوں کا مسجع و مقفّٰی عبارتیں لوگوں کے سامنے پیش کر کے رعب بٹھایا کرنا 240
مسیلمہ کے پیروکاروں کا مسیلمہ کی مسجّع مقفّٰی عبارت کو وحی سمجھ کر اس کا حکم ماننا 253
اسود عنسی کا اپنی مسجع مقفّٰی عبارات سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کیا کرنا 355

مسکین / مساکین

حضورؐ کی جماعت کو آپس میں محبت و پیار اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور مسکینی سے زندگی گزارنے کی نصائح کرنا 232،231
آپؐ کا ایک موقعہ پر صحابہؓ سے دریافت کرنا آج کس کا روزہ ہے، کس نے مسکین کو کھانا کھلایا..... وہ جنت میں داخل ہو گیا 554

مسلمان

آپؐ کا تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ مل کر خندق کھودنا 56
مسلمانوں کا پہلا اجماع اور اس کی تفصیل 102 تا 105
لشکر اسامہ میں مسلمانوں کا شعار یَا مَنْصُوْرُ اَمِتْ تھا 134
سیالکوٹ میں حضورؑ کا لیکچر، مولویوں کی مخالفت پر عیسائی سٹی انسپکٹر کا جلسہ میں کھڑے ہو کر کہنا یہ کہتے ہیں عیسائیوں کا خدا مر گیا مسلمانوں کو خوش ہونا چاہئے..... 168،167
حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ میں مرتدین کا حکومت کے خلاف مسلح بغاوت کرنا اور مسلمانوں کو قتل کرنا 183
گھانا کے ایک منسٹر کا جیلوں کے متعلق دعویٰ کہ جیلوں میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہے، حضور انور کا چیلنج..... 215
مسلمانوں کی کمزور ایمانی و عملی حالت کا حل احمدیوں کے پاس ہے 216
خالی نام کا مسلمان کہلانا کافی نہیں 235،234
خالد بن سعید بن عاصؓ کے والد کا مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم وستم کرنا 326
عمرو بن حضرمی مشرکوں کا وہ پہلا شخص تھا جس کو ایک مسلمان نے قتل کیا اور اس کا مال بطور خمس اسلام میں آیا 330
طریفہؓ کا فجاءہ کو مدینہ میں ایک آگ کا الاؤ روشن کر کے اس کو اس میں ڈال دینا، وہ مسلمانوں کے ساتھ ایسا سلوک کرتا تھا 330
آپؐ کا اسود عنسی سے جنگ کرنے کیلئے حضرموت اور یمن کے مسلمانوں کی طرف خط لکھنا 356
دومۃ الجندل کی فتح کی وجہ سے مسلمانوں کو جنگی اعتبار سے اہم مقام حاصل ہو جانا 396
مصیّخ میں دو ایسے مسلمانوں کا مارا جانا جن کے پاس حضرت ابو بکرؓ کا امان نامہ موجود تھا..... 397
البانین مسلمان لڑکی وِلما کا جلسہ سالانہ میں شامل ہونا، شاملین کی غیر معمولی تعداد سے متاثر ہونا، جلسہ سے ایمان میں اضافہ ہونا 414
برصغیر میں مسلمانوں کا طرح طرح کی بدعات میں مبتلا ہونا کہ ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جائے 660
میلے انیسا ایپسائی صاحبہ کا کیریباس میں واحد باپردہ مسلمان تبلیغ کرنے والی خاتون کے طور پر مشہور ہونا 561
برصغیر میں مسلمانوں کا طرح طرح کی بدعات میں مبتلا ہونا 660
ایک مسلمان اور یہودی کا موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت کے متعلق جھگڑا ہونا، آپؐ کا اس کی دلداری فرمانا 676
بعض شریر یہودیوں کا ایک عورت کے ساتھ شرارت کرنا، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان بلوہ کی صورت پیدا ہو جانا 676

مشکل / مشکلات

حضورؐ کا کوئی مشکل درپیش آنے پر خلیفہ اولؓ کو بلا لیا کرنا 94،93

حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے آغاز میں جن مشکلات و خطرات کا سامنا کرنا پڑا 119، 120، 126
سری لنکا میں حالات اور آمد و رفت کی مشکلات کے باوجود جلسہ کے پروگرام لائیو سٹریم کے ذریعہ سننا 421

مشورہ

آپؐ کا واقعہ افک کے بعد حضرت علیؓ، اسامہؓ سے مشورہ طلب کرنا..... 52
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا آپؐ کو مشورہ دینا کہ بنو قریظہ کی طرف دنیاوی زینت والا حلّہ زیب تن کر کے تشریف لے کر جائیں..... 60
آپؐ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا مخاطب کر کے فرمانا اللہ کی قسم اگر تم دونوں میرے لئے کسی امر پر متفق ہو جاؤ تو میں تمہارے مشورے کے خلاف نہیں کرتا 60
آپؐ کی وفات کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے متعلق صحابہؓ کے مشورے، حضرت ابو بکرؓ کا تقریر فرمانا 107 تا 109
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد انصار کو مخاطب کر کے فرمانا کہ امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر، ہر اہم معاملہ میں تم سے مشورہ لیا جائے گا 108، 109
صحابہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو منکرین زکوٰۃ سے نرمی کرنے اور ان کے حال پر چھوڑنے کا مشورہ دینا 138
منکرین زکوٰۃ کے متعلق حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو تالیف قلب اور نرمی کے سلوک کا مشورہ دینا 140
شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کا حکم آپؐ کے متعلق ہے خلافت کہاں سے آ گئی؟ اس اعتراض کا جواب 148، 149
حضورؒ کو ایک شخص کا مشورہ دینا کہ چیدہ چیدہ علماء کو بلا کر حیات مسیحؑ کے عقیدہ کے متعلق سمجھا دیتے تو سب لوگ آپ کی بات مان لیتے..... حضورؒ کا جواب 168، 169
حضرت ابو بکرؓ کا اپنی وفات سے قبل صحابہؓ سے خلافت کے متعلق مشورہ کرنا، حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنا..... 468، 469

مضمون / مضامین

خلیفۃ المسیح الاولؓ کا حضورؒ کے سامنے تشحیذ الاذہان کی تعریف کرنا، حضورؒ کا اس کو منگوا کر مضمون سننا اور تعریف فرمانا 91
خلیفۃ المسیح الاولؓ کا مصلح موعودؓ کا مضمون پڑھ کر فرمانا کہ تم نے یہ مشہور مثل پوری نہیں کی "اونٹ چالیس کا اور ٹوڈا بتالیس" اس مثل کے معانی 91، 92
مولانا مبارک نذیر صاحب کے مختلف اخبارات میں مضامین شائع ہونا 155
اخبار زمیندار اور احسان کا اعتراض کہ مولوی چراغ علی حیدر آبادی آپؐ کو مضامین بھجواتے ہیں اور آپؐ ان کو براہین احمدیہ میں شامل کر دیتے ہیں 159، 160

معاشرہ

اسلامی نظام زکوٰۃ و صدقات کا تعلق معاشرہ سے ہے نہ کہ کسی ایک فرد سے 140
یوسف لائیسا صاحب کا حضور انور کے معاشرے کی برائیوں اور کمزوریوں کی اصلاح کے طریق کو اسلام کی اعلیٰ تعلیمات سے بیان کرنے سے متاثر ہونا 417، 418

معاف / معافی

چندہ کی برکت سے لوکل کونسل کی جانب سے سروس چارجز کی رقم کا مطالبہ کے متعلق معافی کا خط موصول ہونا 7، 8
مسیلمہ کا اپنے پیروکاروں کو فجر اور عشاء کی نماز معاف کر دینا 265
حضرت ابو بکرؓ کا عمرو بن معدی کرب اور قیس کو ان کی سرداری اور علم کی وجہ سے معاف کر دینا 360
حضرت ابو بکرؓ کا اشعث کو معاف فرمانا 365
خالد بن ولیدؓ کا اہل حیرہ کے ساتھ معاہدہ، محتاج، اپاہج اور تارک الدنیا راہبوں کو جزیہ معاف کر دینا 484

معاہدہ

صلح حدیبیہ کا معاہدہ تحریر ہونے کے بعد ابو جندلؓ کا زنجیروں میں جکڑے ہوئے آپؐ کے پاس آنا..... 64
سہیل بن عمروؓ کا صلح حدیبیہ پر آپؐ کو معاہدہ لکھنے سے روکنا 100
خالد بن ولید اور اہل حیرہ کے درمیان طے پانے والا معاہدہ 387، 388
اکیدر کو خالد بن ولیدؓ جنگ تبوک کے موقع پر قید کر کے لائے تھے آپؐ نے اس کو معاہدہ لکھوا کر بطور احسان چھوڑ دیا تھا 395
صلح حدیبیہ کے معاہدہ کے تحریر کرنے کا واقعہ 669

معاون / معاونین

افسران کو اپنے معاونین کی حوصلہ افزائی کرنے کی ہدایت 406

افسران، کارکنان، معاون و رضاکاروں کو مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی بلند حوصلے کے ساتھ خدمت کی ہدایت 406، 407

معجزہ

مصلح موعودؓ کو بچپن میں آنکھوں میں ککرے پڑنا اور حضورؑ کی دعا سے معجزانہ شفا ہو جانا 92، 93

مولانا نذیر احمد صاحب کا سیر الیون بحری جہاز کے سفر کی تفصیل، اللہ تعالیٰ کا بیٹے کی معجزانہ طور پر حفاظت فرمانا 153، 154

سیر الیون میں مسجد کی تعمیر کے دوران دعا کے بعد مزدوروں کی مزدوری کے پیسوں کا معجزانہ طور پر انتظام ہونا 156

علاءؓ کی دعا کا معجزہ پانی کا چشمہ جاری ہونا اور گمشدہ اونٹ سامان سمیت واپس آجانے 336، 337، 342

علاء بن حضرمیؓ کے لشکر کا سمندر پار کرنے کے معجزہ کی تفصیل اور وضاحت 342، 343

معجزات کے متعلق مصلح موعودؓ کی تفسیر 343، 344

معذوری

عزیزہ مبارزہ فاروق کا اپنی معذوری کے باوجود اپنی تعلیم جاری رکھنا 348

معرفت

عملی ترقی اور معرفت میں زیادتی کیلئے سوال پوچھنے چاہئیں 230

مقابلہ

زینبؓ کا عائشہؓ کے متعلق گواہی دینا، میں نے ان میں خیر ہی دیکھی ہے، عائشہؓ کا کہنا کہ زینبؓ میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں اور اللہ نے انہیں پرہیزگاری کی وجہ سے بچالیا 55

خدا تعالیٰ کا مصلح موعودؓ کو محمدؐ اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کے لئے اور اسلام کے مقابل پر تمام باطل ادیان کو شکست دینے کے لئے کھڑا کرنا 97

آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کا دشمن کی شرارت کا دلیری سے مقابلہ کرنا 149

علاءؓ کا دارین میں جمع مرتدین سے مقابلہ کی تفصیل 341 تا 343

حطم کا علاء بن حضرمیؓ کے مقابلہ کیلئے خندق کھودنا 339

حضرت ابو بکرؓ کا مہاجر بن امیہؓ کو اپنے ہاتھ سے جھنڈا باندھ کر اسود عنسی کے مقابلہ کیلئے روانہ کرنا 351

مقام

انبیاء کی سختی اپنی ذات کے لئے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے مقام کو قائم کرنے کیلئے ہوتی ہے 164

دومۃ الجندل کی فتح کی وجہ سے مسلمانوں کو جنگی اعتبار سے اہم مقام حاصل ہو جانا 396

مقدمہ

میر عبدالوحید صاحب کی فیملی پر توہین رسالت کا جھوٹا الزام لگا مقدمہ بنایا جانا، ان کے گھر کا گھیراؤ کیا گیا 57

مقصد / مقاصد

رمضان کا مقصد 188

بعض لوگوں کا حضور انور کو خط لکھنا کہ بہت دعا کی لیکن مقصد میں کامیاب نہیں ہوئے، ان کی اس غلط فہمی کا جواب 190، 191

روزہ کا بنیادی مقصد تقویٰ اختیار کرنا ہے 210

انسان کا مقصد پیدائش 226

جلسہ سالانہ کا مقصد 408

جماعت کے قیام کا مقصد 655 تا 664

حضورؑ کی بعثت کا مقصد آپؐ کی کھوئی عظمت کو بحال کرنا اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کے سامنے پیش کرنا 656

جماعت کو قائم کرنے کا اصل مقصد توحید کا قیام اور محبت الٰہی پیدا کرنا 658

مماثلت

سلسلہ خلافت موسویہ کی سلسلہ خلافت محمدیہ سے مماثلت 120

منافق

کسی منافق کو اس کے نفاق کی بنا پر سزا نہیں دی گئی 176

اللہ تعالیٰ کا منافقین کو فاسق قرار دینا 176

آپؐ کی وفات کے بعد منافقین اور مرتدین کا ابتلاء، حضرت ابو بکرؓ کی بہادری اور جرأت 200، 201

آپؐ کا خالد بن ولیدؓ کے متعلق فرمانا ہمارا بھائی اور اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جسے اللہ نے کفار اور منافقین کے خلاف سونتا ہے 239

منصوبہ

حضورؑ کے خلاف لوگوں کا سازشیں تیار کرنا، قتل کے منصوبے بنانا مگر ناکام رہنا 165

یہود کا آپؐ کے قتل کے منصوبے تیار کرنا 675

مہم / مہمات

حضرت ابو بکرؓ کا شرحبیل بن حسنہ کو مرتد باغیوں کے خلاف مہم پر یمامہ کی طرف روانہ کرنا 321تا323

خالد بن سعید بن عاصؓ کی مرتدین کے خلاف مہم کی تفصیل327،328

حضرت ابو بکرؓ کا بحرین کے مرتد باغیوں کی طرف علاء بن حضرمیؓ کی قیادت میں مہم بھجوانا 330

حضرت ابو بکرؓ کا خالد بن ولیدؓ کو جھنڈا باندھ کر مہم پر روانہ کرنا239

عمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم کی تفصیل 313،314

حضرت ابو بکرؓ کا عکرمہؓ کو جھنڈا دے کر مسیلمہ کی طرف روانہ کرنا،اس مہم کی تفصیل 315،316

عکرمہؓ کی مہرہ قبیلہ کی طرف پیش قدمی کی تفصیل 317،318

عکرمہؓ کی یمن کی طرف پیش قدمی کی تفصیل 318،319

عمرو بن عاصؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم کی تفصیل 323،324

حضرت ابو بکرؓ کی بحرین کے باغیوں اور مرتدین کے خلاف مہم کی تفصیل 339

سوید بن مقرنؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم کی تفصیل345تا347

مہاجر بن ابوامیہؓ کی یمن کے مرتد باغیوں خلاف مہم کی تفصیل351

بنو قینقاع کی مہم میں آپؐ کا جھنڈا احمزہؓ کے پاس تھا 674

بنو قینقاع کی مہم کا پس منظر اور تفصیل 674تا678

مہمان / مہمان نوازی

حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانان کی خدمت کے متعلق ہدایات405

مہمان نوازی کی اہمیت وبرکات 405،406

جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لاتا ہے وہ اپنے مہمان کا احترام کرتا ہے 406

آپؐ کی مہمان نوازی کا نمونہ، گندا بستر خود دھویا 406

شعبہ مہمان نوازی اور دوسرے کارکنان کے متعلق بعض اصولی ہدایات، کووڈ کی وجہ سے بعض احتیاطوں کے ساتھ خدمت کریں 407

حضرت مسیح موعودؑ کی مہمانوں کے متعلق نصائح، سب کو واجب الاکرام جان کر تواضع کرو 407

مہمانوں کو ہدایت، مہمانوں کو مزاج کے مطابق کھانا نہ ملے تو بھی خوشی سے کھانا کھالینا چاہیئے 407،408

مہمان کو میزبان کی طرف سے جو پیش کیا جائے اسے خوشی سے کھالینا چاہیئے 408

جلسہ کے بعد اگلے خطبہ میں کارکنان کا شکریہ اور مہمانوں کے تاثرات بیان کرنے کی روایت 411

مہینہ

رمضان کا مہینہ دعاؤں کی قبولیت کا مہینہ ہے 187

رمضان کے مہینے میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیطان کو جکڑ دیا جاتا ہے 187

رمضان میں ہر مومن کا اس مہینے سے زیادہ سے زیادہ فیض پانے کی کوشش کرنا 210

رمضان میں حاصل کی گئی تربیت کو سال کے باقی مہینوں میں بھی جاری رکھنے کی نصیحت 236

موبائل ایپلیکیشن

حضور انور کا ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی تین سو تیرہ بدری صحابہؓ کے متعلق ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن کو لانچ کرنے کا اعلان کرنا 199

مولوی

دعویٰ سے قبل بھی مولویوں کا حضورؑ کی مخالفت کرنا 160

سیالکوٹ میں حضورؑ کا لیکچر، مولویوں کی مخالفت پر عیسائی سٹی انسپکٹر کا جلسہ میں کھڑے ہو کر کہنا یہ کہتے ہیں عیسائیوں کا خدا مر گیا مسلمانوں کو خوش ہونا چاہیئے..... 167،168

رمضان میں سورج، چاند گرہن کے نشان کا ظہور، مولوی کا گھبراہٹ سے چھت پر ٹہلنا اور کہنا ہن لوگ گمراہ ہون گے 169

مولوی محمد حسین کا دعویٰ تھا کہ مرزا صاحب کو تباہ کر دوں گا 171

گھانا کے بہت سے غیر از جماعت کا جماعت کو زکوٰۃ ادا کرنا، مولوی زکوٰۃ خود کھا جاتے ہیں 283

گنی بساؤ میں مولویوں کا جماعت کی مخالفت کرنا 283

مومن / مومنین

مومنین کا اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا 1

مومنوں کے لئے ابتلاؤں کا آنا مقدر ہوتا ہے 166

رمضان میں ہر مومن کا اس مہینے سے زیادہ سے زیادہ فیض پانے کی کوشش کرنا 210

مومن اور کافر کی کامیابی میں فرق 213، 214
حقیقی مومن کا ہر کام اور فعل ہی توحید کے قیام کے لئے ہوتا 234
ایک مومن کے دل میں اللہ کی محبت تمام دنیاوی رشتوں سے زیادہ ہونی چاہئے 658

میڈیا

پریس، میڈیا کی جلسہ کی کوریج کی تفصیلی رپورٹ 422، 423

میزبان

مہمان کو میزبان کی طرف سے جو پیش کیا جائے اسے خوشی سے کھالینا چاہئے 408

میلہ

جلسہ کوئی دنیاوی میلہ نہیں 404

نبوت / نبی

ہر زمانے اور ہر قوم میں آنے والے انبیاء کا اپنے متبعین کو مالی قربانی کی تلقین کرنا 1
آپؐ کی وفات پر صحابہؓ کا آپؐ سے پہلے تمام انبیاء کی وفات پر اجماع ہونا 102، 103، 105، 106
حضرت ابو بکرؓ کا مفسدوں اور جھوٹے نبیوں کو خدا کی قدرت اور جلال سے قتل کرنا..... 112
طلیحہ بن خویلد جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر عرب کے مختلف قبائل کا اکٹھا ہونا 142
انبیاءؑ پر مخالفین کی طرف سے ہونے والا اعتراض کہ کوئی دوسرا شخص ان کو سکھاتا ہے 159
حضورؐ کا نبی کی مثال ایک مجذوب عورت کے قصہ سے بیان کرنا 163، 164
انبیاء کی سختی کی حقیقت 164
نبی کا وجود دو چیزوں کا مرکب ہوتا ہے، نبوت اور ولایت 220
نبی کی ولایت اور نبوت میں فرق 220
سب انبیاء کا مدعا ایک ہی تھا، تقویٰ کی راہ سکھلانا 223
طلیحہ اسدی جھوٹے مدعی نبوت کا تعارف 239، 240
جھوٹے مدعی نبوت طلیحہ اسدی کے قبول اسلام کا واقعہ 247
مالک بن نویرہ کا نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والی سجاح بنت حارث کے ساتھ شامل ہو جانا 251
سجاح جھوٹی مدعی نبوت کا تعارف 251، 252
مسیلمہ کا نبوت کا دعویٰ کرنا اور اپنی نئی شریعت شروع کرنا 265
آپؐ نے جھوٹے مدعیان نبوت کا مقابلہ اس لئے کیا کہ انہوں نے صحابہؓ کو قتل کیا تھا 309
آپؐ کی دو جھوٹے مدعیان نبوت کے متعلق خواب 353
ابو بکر سب لوگوں سے افضل و بہتر ہے سوائے کوئی نبی ہو 550
آپؐ کا فرمانا کہ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ اہل جنت کے سردار ہیں بڑی عمر والوں کے، پہلوں سے اور آخرین میں سے سوائے نبیوں اور رسولوں کے، اے علی ان دونوں کو نہ بتانا 551
آپؐ کا فرمانا ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں، میرے آسمان والے جبرائیل اور میکائیل اور زمین والے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں 552
آپؐ کا اپنا پاؤں مار کر فرمانا احد ٹھہر جا، تم پر ایک نبی ایک صدیق اور دو شہید ہیں 553
ایک مسلمان اور یہودی کا موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت کے متعلق جھگڑا ہونا، آپؐ کا اس یہودی کی دلداری فرمانا 676

نذر

خالدؓ کی قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالنے کے متعلق نذر / عہد کے متعلق ریسرچ سیل کا نوٹ 383

نرم / نرمی

صحابہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو منکرین زکوٰۃ سے نرمی کرنے کا مشورہ دینا 138
منکرین زکوٰۃ کے متعلق حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو تالیف قلب اور نرمی کے سلوک کا مشورہ دینا 140
محمود اقبال ہاشمی صاحب کا لاہور میں اسیر راہِ مولیٰ ہونا، انتظامیہ کی نرمی، والدہ کی میت کو جیل لے جا کر آخری دیدار کروانا 141
کارکنان جلسہ کو نرم رویہ اختیار کرنے کی ہدایت 406

نسل

آنے والی نسلوں کا کام ہے کہ گذشتہ بنیاد کو اونچا کرتے رہیں 92

نشان

طاعون کا نشان دیکھ کر مولوی کریم بخش صاحبؓ کا قبول احمدیت 110
رمضان میں سورج، چاند گرہن کے نشان کا ظہور 169

نشہ

شراب کی حرمت سے قبل حمزہؓ کا نشہ کی حالت میں حضرت علیؓ

کی اونٹنیوں کو مارنا 673، 674

نصرت جہاں سکیم

ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب کو نصرت جہاں سکیم کے تحت سیرالیون میں خدمت کی توفیق ملنا 185

نصیحت / نصائح

حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمانا کہ اسلام میں صلح حدیبیہ سے بڑی کوئی اور فتح نہیں 66

حضور انور کا مصلح موعودؓ کے علمی خزانے سے جماعت کو استفادہ کرنے کی نصیحت فرمانا 95

آپؐ کا فرمانا اسامہ کے لئے خیر کی نصیحت پکڑو کیونکہ یہ تم میں سے بہترین لوگوں میں سے ہے 129

حضرت ابو بکرؓ کا اسامہؓ کو آپؐ کے ہر حکم کی بجاآوری کی نصیحت کرنا..... 134

رمضان کو اپنی مقبول دعاؤں کا ذریعہ بنانے کی نصیحت 199

قرآن شریف پڑھتے ہوئے اوامر ونواہی پر غور کرنے کی نصیحت 211

تقویٰ کی بابت حضورؒ کی اپنی جماعت کو نصائح 222، 223

قرآن کریم اور احادیث کے متعلق حضورؒ کی جماعت کو نصیحت 229

حضورؒ کی جماعت کو آپس میں حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر محبت رکھنے کی نصیحت 231

حضورؒ کی جماعت کو آپس میں محبت وپیار اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے اور مسکینی سے زندگی گزارنے کی نصائح کرنا 231، 232

جماعت کو نصیحت کہ اپنے اعمال سے یہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ تم اہل حق کا گروہ ہو 235، 236

رمضان میں حاصل کی گئی تربیت کو سال کے باقی مہینوں میں بھی جاری رکھنے کی نصیحت 236

توحید کے قیام کے لئے قربانی کرنے اور دعا کرنے کی نصیحت 236

خلافت کے ساتھ اخلاص ووفا کا تعلق پیدا کرنے کی نصیحت 287

حضرت مسیح موعودؑ کی مہمانوں کے متعلق نصائح 407

حضرت مسیح موعودؑ کی شاملین جلسہ کو اچھے اخلاق کا مظاہرہ کرنے اور ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی نصیحت 408

کووڈ کے حوالے سے تمام شاملین جلسہ کے محفوظ رہنے کے متعلق دعا کے ساتھ درود شریف پڑھنے کی نصیحت 409

حضور انور کا مربیان اور مبلغین کو عبدالباسط صاحب کے نمونہ کو سامنے رکھنے کی نصیحت کرنا 560

جلسہ کے دونوں میں کثرت سے درود شریف پڑھنے کی نصیحت 656

صحابہؓ کا نمونہ اور اخلاص ووفا اپنانے کی نصیحت 660، 661

قرآن کریم کو خاص توجہ اور سمجھ کر پڑھنے کی نصیحت 661، 662

حضورؒ کی الہامی دعا رَبِّ کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ پڑھنے کی نصیحت 663

جلسہ سالانہ میں شریک ہونے والوں کو دعاؤں کی نصیحت 664

نظام

اسلامی نظام زکوٰۃ وصدقات کا تعلق معاشرہ سے ہے نہ کہ کسی ایک فرد سے 140

مسیح موعود کے بعد خلافت کا نظام جاری رہے گا، خلافت کے متعلق ایک غلطی فہمی کی وضاحت 277، 278

جماعت کی ترقی نظام خلافت کے ساتھ وابستہ ہے 279

حضرت ابو بکرؓ کے نظام حکومت کی تفصیل 471 تا 482

عبدالباسط صاحب کا جماعتی نظام اور روایات کو ہمیشہ ترجیح دینا 556

نظم وضبط

جلسہ کی کارروائی ٹی وی پر دیکھ کر نظم وضبط سے متاثر ہونا 413، 414

نظم

ذوق کے متعلق مشہور ہونا کہ وہ بہادر شاہ ظفر کو نظمیں لکھ کر دیتا تھا..... 160

نعمت

تقویٰ کا مفہوم یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے فائدہ نہ اٹھایا جائے 216

تحدیث نعمت کے معانی 216

آپؐ کا ایک مجلس میں جنت کی نعماء کا ذکر کرنا 554، 555

نفس / نفسانیت

حضورؒ کا نفس میں تبدیلی کے لئے سعی کرنے کی تلقین کرنا 197

اغراض نفسانی کا بھی شرک میں شامل ہونا 657، 658

ہمارے سلسلہ کی غرض، انسان نفسانیت کو ترک کر کے توحید خالص پر قدم مارے 658

نفل

مصلح موعودؓ کا بچپن میں ضحیٰ یا اشراق کے وقت حضورؒ کا جبہ پہن

کر خوب رو رو کر دعا کرنا اور نفل ادا کرنا 89

نقص / نقصان

ہر عیب اور اخلاقی نقص کا آہستہ آہستہ پیدا ہونا 170
خیانت کے نقصانات، خیانت محتاجی کے قریب کرتی ہے اور فتح و نصرت کو روکتی ہے 479

نکاح

حضورؑ کا سیالکوٹ میں لیکچر اور مولویوں کی مخالفت، شامل ہونے پر نکاح ٹوٹنے کے فتوے دینا..... 167، 168
مسیلمہ کا سجاح سے نکاح کے بعد فجر اور عشاء کی نماز میں تخفیف بطور حق مہر معاف کر دینا 253
خالد بن ولیدؓ کے متعلق ایک اعتراض کہ آپؓ نے دوران جنگ امّ تمیم بنت منہال سے دوران عدت نکاح کیا کا جواب 258 تا 260
آپؐ کا اسماء بنت نعمان بن جون سے نکاح ہونا اور اس کی کسی حرکت کی وجہ سے آپؐ کا اس کو واپس بھجوا دینا، اس نکاح کی تفصیل..... 319 تا 321

نماز

گھانا میں جماعت کی مسجد نمازیوں سے بھر جانا، بعض غیر احمدیوں کا بھی جماعت کی مسجد میں نمازیں ادا کرنا 12
حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کے آخری ایام میں آپؐ کی وفات تک نمازیں پڑھانا 100
آپؐ کا اپنی آخری بیماری کے ایام میں نماز کے لئے دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد آنا، ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا کرنا 101
تاریخ کے مطابق آپؐ کی وفات کے بعد صرف تین جگہوں پر مساجد میں باجماعت نماز ہوتی تھی 149
امیر معاویہ سے نماز قضا ہونا مگر غلطی کے نتیجہ میں انہوں نے ترقی کی 164
حضورؑ کا بڑی رقت کے ساتھ نماز میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کو بار بار پڑھنا 193، 194
نماز قبول ہونا کیا چیز ہے؟ 211
پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک، ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے مابین سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ بن جانا 224
قیامت کے دن بندوں سے سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اگر وہ ٹھیک رہا تو نجات پا گیا 225
نماز کو چھوڑنا انسان کو شرک کے قریب کر دیتا ہے 225
بعض لوگوں کا نماز کو ایک ٹیکس سمجھنا 225، 226
نماز کی اہمیت 225، 226
نماز میں لذت اٹھانے کے طریق 225 تا 227
بے نمازوں کے نزدیک نماز ایک تاوان ہے 227
عبادت اور نماز میں لذت کیلئے نہایت سوز اور جوش کے ساتھ دعا مانگنی چاہیئے 227
نماز میں لذت کیلئے نمازوں میں دوام حاصل کرنا چاہیئے 227
نماز فواحش اور برائیوں سے بچاتی ہے 228
نماز نشست و برخاست کا نام نہیں 228
اگر بدیاں دور نہیں ہو رہیں تو نماز روح اور راستی کے ساتھ ادا نہیں کر رہے 228
ایشیا، ہندوستان میں نماز پڑھنے کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے کے رواج کے متعلق وضاحت 228
آپؐ کا ایک صحابی کو نماز پڑھنے کا طریقہ سکھانا 228، 229
نماز سنوار کر ادا کرنے کا طریق 229
مسیلمہ کا سجاح سے نکاح کے بعد فجر اور عشاء کی نماز میں تخفیف بطور حق مہر معاف کر دینا 253، 265
حیرہ کی فتح کے بعد خالد بن ولیدؓ کا آٹھ رکعات نماز ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا 388
نو مسلم نیسے بیساصاحب کا جماعت کے اتحاد کو دیکھ کر احمدیہ مساجد میں نماز پڑھنا شروع کرنا 421
حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت، آپؐ کا فرمانا ابو بکر کو فضیلت نماز، روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ نیکی کی وجہ سے ہے..... 492

نمائش

امسال جلسہ پر بازار نہ لگنا، جلسہ کے پروگراموں میں وقفہ کے دوران مختلف نمائشیں دیکھنے کی ہدایت 409

نمونہ

صحابہؓ کا طرز عمل ہمارے لئے اسوۂ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے 197
آپؐ کی مہمان نوازی کا نمونہ، گندا بستر خود دھویا 406

دمشق میں عورتوں کا بہادری کے نمونے دکھانا 456، 457
امّ ابان کا شمار عرب کی بہادر ترین عورتوں میں ہونا، شوہر کی شہادت پر کامل صبر کا نمونہ دکھانا 462، 463
عبدالباسط صاحب کا ہر خلافت کے دور میں بہت اخلاص و وفا کا نمونہ دکھانا 559
حضور انور کا مربیان اور مبلغین کو عبدالباسط صاحب کے نمونہ کو سامنے رکھنے کی نصیحت کرنا 560
صحابہؓ کا نمونہ اور اخلاص و وفا اپنانے کی نصیحت 660، 661
کوئی ایسا زمانہ نہیں گذرا جس میں اسلام کی برکات کا نمونہ نہ ہو 661
حضرت حمزہؓ کی شہادت پر آپؐ کا صبر کا نمونہ دکھانا 679

نہر

ایمان بغیر اعمال کے ایسے ہی ہے جیسے کوئی باغ بغیر انہار کے 196
خالد بن ولیدؓ کی ایک دعا میں عہد کرنا کہ ایک دن اور ایک رات قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالوں گا تا کہ اس کا پانی سرخ ہو جائے اس کی وضاحت 382، 383
خالد بن ولیدؓ کا قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالنے کا واقعہ اور اس کے متعلق وضاحت 382 تا 385
خالدؓ کی قیدیوں کو قتل کر کے نہر میں ڈالنے کے متعلق نذر / عہد کے متعلق ریسرچ سیل کا نوٹ 383

نوحہ

حمزہؓ کی شہادت پر آپؐ کا نوحہ وغیرہ کرنے سے منع فرمایا 679
حمزہؓ کی وفات پر نوحہ کی رسم کا متروک کیا جانا 680

نور

حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتا ہے 217، 218

نومبائع / نومبائعین

مالی کے ایک نومبائع کی مالی قربانی 8، 9
نومبائعین کے جلسہ کے متعلق تاثرات 416 تا 418

نیت

اللہ تعالیٰ کا نیتوں کے مطابق اجر عطا کرنا 2

نیشنیلٹی

عبدالباسط صاحب کو خلیفہ رابعؒ کی منظوری سے ملائیشیا کی نیشنیلٹی حاصل کر کے تھائی لینڈ میں تبلیغ کیلئے بھجوایا جانا 555

نیک / نیکی

غزوہ میں شامل ہونے والا جب کوئی قدم اٹھاتا ہے تو اس کیلئے سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں 133
انسان کے دل پر کئی قسم کی حالتیں وارد ہونا، خدا تعالیٰ کا سعید روحوں کی کمزوری دور کرنا پاکیزگی اور نیکی کی قوت بطور موہبت عطا کرنا 192
سفر کی دعا، اے اللہ ہم اس سفر میں تجھ سے بھلائی اور تقویٰ چاہتے ہیں تو ہمیں نیک عمل کرنے کی توفیق دے جو تجھے پسند ہیں 408
آپؐ کا فرمانا ابو بکر کو فضیلت نماز، روزوں کی وجہ سے نہیں بلکہ نیکی کی وجہ سے ہے جو اس کے دل میں ہے 491، 492

نیم

ایک درویش کا نیم کے گولے تیار کر کے کھایا کرنا 217

واقعہ افک

واقعہ افک کا بانی عبداللہ بن ابی بن سلول تھا 51
واقعہ افک کی تفصیل 51 تا 54

وحی

عائشہؓ کے بریت میں اللہ تعالیٰ کا آپؐ کو وحی کرنا 53، 54
مسیلمہ کے پیروکاروں کا مسیلمہ کی مسجّع مقفیٰ عبارت کو وحی سمجھ کر اس کا حکم ماننا 253
آپؐ کو وفات سے قبل اسود عنسی کے قتل کی خبر بذریعہ وحی دے دی جانا 357

وزیر

حضرت ابو بکرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد انصار کو مخاطب کر کے فرمانا کہ امیر ہم میں ہوں گے اور تم وزیر 108، 109
آپؐ کا فرمانا ہر نبی کے آسمان والوں میں سے دو اور زمین والوں میں سے بھی دو وزیر ہوتے ہیں، میرے آسمان والے جبرائیل اور میکائیل اور زمین والے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں 552

وصیت

حضرت ابو بکرؓ کا اپنے اہل و عیال کو وصیت کرنا 118
عراق کے کاشتکاروں کے متعلق حضرت ابو بکرؓ کی وصیت 372، 373
حضرت ابو بکرؓ کا یزید بن ابو سفیانؓ کو وصیت کرنا، مثلہ نہ کرنا، درخت نہ جلانا، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا وغیرہ 432

حضرت ابو بکرؓ کا وفات سے قبل وصیت کرنا 469، 470
وظیفہ
جرمنی کے ایک طالب علم کا پانچ سو یورو کا وعدہ لکھوانا، یونیورسٹی کی طرف سے ایک ہزار یورو وظیفہ مل جانا 7
حضرت ابو بکرؓ کا وظیفہ مقرر ہونے کی تفصیل 118، 119، 475، 476، 490، 491
حضرت ابو بکرؓ کو وظیفہ میں دو چادریں ملنا پرانی ہونے پر واپس کر کے دوسری چادریں لے لینا 491
وعدہ
توبہ اور تضرع پر معاف کرنا سنت اسلام ہے مگر وعدہ کا تخلف جائز نہیں 55
ترکِ وعدہ پر باز پرس ہوگی مگر ترکِ وعید پر نہیں 55
خلافت کے وعدہ کا اپنے پورے لوازمات اور علامات کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کے لئے پورا ہونا 119
اللہ تعالیٰ کا وعدہ جو پورے طور پر دعا اور تزکیہ نفس سے کام لے گا اس کے ساتھ قرآن کریم کے تمام وعدے پورے ہو کر رہیں گے 195
وعید / وعیدی
اسلامی اخلاق میں یہ داخل ہے کہ اگر وعید کے طور پر کوئی عہد کیا جائے تو اس کا توڑنا حسن اخلاق میں داخل ہے 55
ترکِ وعدہ پر باز پرس ہوگی مگر ترکِ وعید پر نہیں 55
اللہ تعالیٰ وعید کی پیشگوئی کو توبہ و استغفار، دعا اور صدقہ سے ٹال دیتا ہے 55
وفا / وفاداری
حضورؑ کا اپنی جماعت کے افراد کے اخلاص و وفا اور قربانی کی تعریف کرنا 3
قبولیت دعا کیلئے اخلاص و وفا شرط ہے 191
قرآن شریف میں ابراہیمؑ کی ایک خوبی وفادار ہونا بیان کی 233
عبدالباسط صاحب کا ہر خلافت کے دور میں بہت اخلاص و وفا کا نمونہ دکھانا 559
صحابہؓ کا نمونہ اور اخلاص و وفا اپنانے کی نصیحت 660، 661
وفد
1974ء میں اسمبلی میں پیش ہونے والے جماعتی وفد نے میر عبدالوحید صاحب کی لائبریری کی نایاب کتب سے استفادہ کیا 57
آپؐ کا بیعت کیلئے آنے والے وفود کے ٹھہرنے کیلئے مدینہ میں رملہ بنت حارث کا گھر مقرر کرنا 263
قبیلہ عبدالقیس کے دو وفود کا آپؐ کی خدمت میں حاضر ہونا 332
وقف جدید (دیکھیں چندہ جات)
ولی / ولایت
نبی کا وجود دو چیزوں کا مرکب ہوتا ہے، نبوت اور ولایت 220
نبی کی ولایت اور نبوت میں فرق 220
ولی، ولی پرست نہ بنو ولی بنو، پیر پرست نہ بنو پیر بنو 233، 659
ویب سائٹ
کردش زبان میں جماعت کی ویب سائٹ کی لانچ کا اعلان 172
حضور انور کا ایم ٹی اے انٹرنیشنل کی تین سو تیرہ بدری صحابہؓ کے متعلق ویب سائٹ اور موبائل ایپلیکیشن کو لانچ کرنے کا اعلان کرنا 199
ہبہ
حضرت ابو بکرؓ کا عائشہؓ سے ہبہ کردہ زمین واپس لے کر اپنی اولاد میں شریعت کے مطابق تقسیم کروانا 490
ہجرت
آپؐ کا خالد بن سعید بن عاصؓ کو غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے پر فرمانا کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگوں کو تو ایک ہجرت کا شرف حاصل ہے جبکہ تم کو دو ہجرتوں کا شرف حاصل ہے 327
ہجرت مدینہ کے وقت زیادؓ کا آپؐ کو قیام کیلئے اپنا گھر پیش کرنا 358
ہلاک / ہلاکت
کذاب کی ہلاکت کے واسطے اس کا کذب ہی کافی ہے 171
اکیدر کو خیانت اور بدعہدی کی وجہ سے ہلاک کر دیا جانا 395
ہمدردی
حضورؑ کا فرمانا میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں توحید اختیار کرو اور آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو 232، 233
ہومیو پیتھک
شاملین جلسہ اور ڈیوٹی والوں کو ماسک پہننے اور ہومیو پیتھک دوائی کے استعمال کی ہدایت 403
یقین
خدا تعالیٰ کی تمام صفات پر کامل یقین رکھنے اور ایمان لانے سے

دعا قبول ہونا 189،188

یہود / یہودی

غزوہ خندق کو غزوہ احزاب بھی کہا جاتا ہے، یہود جتھہ بندی کر کے آئے تھے 55
ایک یہودی کا اپنے لڑکے کا نام خالد رکھنا اور اس کا اگلے ہی دن فوت ہو جانا 235
یہود کا آپؐ کے قتل کے منصوبے تیار کرنا 675
یہود میں بنو قینقاع سب سے زیادہ طاقتور اور بہادر تھے اس وجہ سے سب سے پہلے ان کا عہد شکنی کرنا 675
غزوہ بدر کے بعد آپؐ کا یہود کو بلا کر اسلام کی دعوت دینا 675
ایک مسلمان اور یہودی کا موسیٰؑ کی تمام انبیاء پر فضیلت کے متعلق جھگڑا ہونا، آپؐ کا اس کی دلداری فرمانا 676
بعض شریر یہودیوں کا ایک عورت کے ساتھ شرارت کرنا، مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان بلوہ کی صورت پیدا ہو جانا، آپؐ کا بنو قینقاع کو سمجھانا 676

یوم خلافت

27 مئی، یوم خلافت کے دن کی اہمیت 276

یوم مسیح موعود

23 مارچ کا دن جماعت میں یوم مسیح موعود کے نام پہچانا جانا 158

اسماء

آ۔ا

آندرے سرویئر، الجیریا کے ایک مؤرخ 617
آنزو ماناواترا کا ذکر 349
حضرت ابان بن سعیدؓ کو آپؐ کا بحرین کا عامل مقرر فرمانا 331
آپؐ کو تومأ کا زہر آلود تیر مارنا 462
آپؐ کا حضرت امّ ابانؓ سے نکاح ہونا 462
اَبجَر کا بحرین کی مہم میں جان چھڑا کر بھاگنا 339
اَبجر کو حضرت قیس بن عاصم کا قتل کرنا 340
ابن ابی شیبہ 72
علامہ ابنِ اثیر 181
ابن ابی مُلیکہ 491
علامہ ابنِ اسحاق 41
آپ کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق کی تاریخ 50
ابنِ جُبیر 262
علامہ ابنِ خلدون 181 تا182
ابن آکّال کا جنگِ حیرہ کے دوران قصرِ بنی مازن میں پناہ گزین ہونا387
علامہ ابن سعد 491
ابن سیرین 489
ابنِ شہاب 471، 581
حضرت ابن عباسؓ 24، 35، 37، 102، 335، 353، 494، 581، 613،
علامہ ابنِ عبد البر 328
علامہ ابنِ عساکر 32
ابنِ عمرؓ 304، 551، 615
ابن عُقبہ 72
ابن ہشام 77
علامہ ابن کثیر 116
ابو اسحاق 75
ابو اُسیدؓ کو آپؐ کا جَونیہ کو لانے کیلئے مقرر کرنا 320
ابو الفرج الحصنی صاحب کا ذکر خیر 124
حضرت ابو ایوبؓ 33
حضرت ابو ایوب کے صحن میں آپؐ کا ڈیرہ ڈالنا 25
ابو البختری نامی شخص کو حضرت رسول کریم ﷺ کا بدر کے موقعہ پر قتل کرنے سے منع فرمانا 36
ابو برزہ اسلمی کا مرتدین سے قتال کے وقت مدینہ میں تمام خبریں حضرت ابو بکرؓ کو پہنچانا 203
ابو بَوکائی کی تحریکِ جدید میں مالی قربانی 566
ابو بکر سینی کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تأثرات 412
ابو جعفر محمد بن علی 81، 82
ابو جندل، سہیل بن عمرو کا بھائی 64
حضرت ابو حذیفہؓ کو یمامہ کے معرکے میں حضرت ابو بکرؓ کا لشکر کے میمنہ پر عامل مقرر فرمانا 270
حضرت ابو حُذیفہؓ کا جنگِ یمامہ میں اپنی شہادت تک جھنڈا اٹھائے رکھنا 293
حضرت ابو حُذیفہؓ عتبہ بن ربیعہ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا308
حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا یمامہ کے معرکے میں فوج کے مَیسرہ پر نگران مقرر کرنا 323
حضرت ابو خُزیمہؓ سے جمع قرآن کے وقت سورۂ توبہ کا آخری حصہ ملنا 484
ابو خیثمہ انصاری کا مرتدین سے قتال کے وقت مدینہ میں تمام خبریں حضرت ابو بکرؓ کو پہنچانا 203
ابو خیثمہ نجّاریؓ 294
ابو دجانہؓ کی جنگ یمامہ میں بہادری 294
آپؐ کا غزوہ احد کے دن اپنی تلوار ابو دُجانہ انصاریؓ کو عطا کرنا 41
حضرت ابو دُجانہؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 41
حضرت ابو دجانہؓ انصاری کا غزوہ احد کے دن آپؐ کی حفاظت

کرتے ہوئے لڑنا 42
ابودُجانہ سماک بن خَرشہؓ کا جنگِ یمامہ کے دوران مسیلمہ پر وار کرنا 291
حضرت ابودُجانہؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت ابوزیدؓ کو آپؐ کا عُمان میں تبلیغِ اسلام کیلئے بھیجنا 313
حضرت ابوسعدؓ کو آنحضورؐ کا غزوہ ودّان کے موقع پر مدینہ کا امیر مقرر فرمانا 670
حضرت ابوسعید خدریؓ 116، 492، 502، 577
ابوسمیط کا حضرت زیادؓ سے اونٹنی کا مطالبہ کرنا 363
ابوسفیان کا غزوہ احد کے دن آنحضورؐ، ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو مارنے کے بارے نعرہ لگانا 43
ابوسفیان بن حرب کا مسلمانوں کو جنگ کیلئے للکارنا 48
ابوسفیان کا غزوہ احد میں مسلمانوں کو اگلے سال ملنے کا چیلنج دینا 49
ابوسفیان کا نُعیم نامی شخص کو مدینہ کی طرف مسلمانوں کو جنگ سے باز رکھنے کیلئے بھیجنا 49
ابوسفیان کا دوہزار قریش کے ساتھ مکہ سے غزوہ بدر الموعد کیلئے نکلنا 49
ابوسفیان غزوہ احزاب میں لشکر کا سردار 56
ابوسفیان کا مسلمانوں کو فتح مکہ کے موقع پر مرّ الظہران کے مقام پر پانا 72
ابوسفیان بن حارثؓ کا غزوہ حُنین کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا 75
ابوطلحہؓ کا غزوہ احد کے دن کفار کو تیر چلا کر قتل کرنا 42
ابوعبداللہ قرطبی 103
ابوعبیدہؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے رخسار سے خود کی کڑیوں کو اپنے دانتوں سے نکالنا 43
حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کا صلح حدیبیہ کے وقت صلح نامہ پر دستخط کرنا 65
حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کا حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنا 113
حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کا ملکِ شام کے سفر کیلئے روانہ ہونا 129
حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ سے حضرت ابوبکرؓ کا شام کیلئے لشکر تیار کرنے کی بابت مشورہ لینا 427
حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کا ایک نام عامر بن عبداللہ 436
حضرت ابوعبیدہ بن جرّاحؓ کو حضرت ابوبکرؓ کا امیر لشکر بنا کر حِمص بھیجنا 454
ابوعُبیدہؓ پر بُولص کا حملہ کرنا 460
ابوعقیل کا جنگِ یمامہ کے روز سب سے پہلے جنگ کیلئے نکلنا 303
ابوعقیل کی جنگِ یمامہ کے روز بہادری 303، 304
ابوعقیل کا جنگِ یمامہ کے روز شہید ہونا 305
حضرت ابوقتادہؓ 75، 76
ابوقحافہ 116، 117
ابولیلیٰ کو حضرت خالدؓ کا زرمہر کے مقابلے کیلئے بھیجنا 396
ابولیلیٰ کو حضرت خالدؓ کا مصیّخ کے معرکہ کو سَر کرنے کیلئے بھجوانا 398
حضرت ابوہریرہؓ 138، 139، 331، 353، 551، 554، 613
حضرت ابی بن کعبؓ سے حضرت ابوبکرؓ کا مشورہ کیا کرنا 474
حضرت ابی بن کعبؓ کا حضرت ابوبکرؓ کے دور میں محکمہ قضا میں شامل ہونا 476
حضرت ابی بن کعبؓ کو حضرت ابوبکرؓ کا فتویٰ دینے پر مامور کرنا 477
امام احمد بن حنبلؒ 109
اردشیر شاہِ کسریٰ کو ھُرمز کا حضرت خالد بن ولیدؓ کے حملہ کی اطلاع دینا 375
اردشیر کا اَندَرزَغَر کو مسلمانوں کے خلاف فوج لیکر بھیجنا 380
اردشیر کا بَھمَن جاذوَیہ کو ایک بڑا بھاری لشکر دیکر مسلمانوں کے خلاف بھیجنا 380
ارسان بیک صاحب کی تحریکِ جدید میں مالی قربانی 568
ارشاد ملہی صاحب 559
حضرت اسامہ بن زیدؓ کو آپؐ کا واقعہ افک میں مشورہ کیلئے بلوانا 52
اسامہ بن زیدؓ کا غزوہ حُنین کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا 75
حضرت اسامہؓ کا ملکِ شام کی روانگی کے وقت آپؐ کی طرف سے دئے گئے جھنڈے کو حضرت بُریدہ بن حصیبؓ کے سپرد کرنا 129
حضرت اسامہ بن زیدؓ کا سات سو آدمیوں کے ساتھ شام کی طرف جانا 130
حضرت اسامہؓ کو حضرت ابوبکرؓ کا مانعینِ زکوٰۃ پر فتح پانے کے بعد مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرنا 145
حضرت اسامہؓ کو حضرت ابوبکرؓ کا رومیوں کے خلاف آپؐ کے

ارشاد کے تحت بھیجنا 369
حضرت اسامہؓ کے لشکر کو حضرت ابو بکرؓ کی نصائح 478
حضرت اسامہ بن زیدؓ کو یمامہ کے معرکے میں حضرت ابو بکرؓ کا لشکر کے شاہسواروں پر عامل مقرر فرمانا 270
اسحاق صاحب کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تاثرات412
مکرم اسلم داؤد صاحب 297
حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ 98، 472، 473
آپؓ کی شادی حضرت زبیر بن عوّامؓ سے ہونا 473، 587
اسماء بن عُمیسؓ زوجہ حضرت ابو بکرؓ 472
حضرت اسماء بنت عُمیسؓ کا حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ کے ساتھ جانا 99
حضرت اسماء بنت عُمیسؓ کا اپنے شوہر حضرت ابو بکرؓ کو آپؐ کی وصیت کے مطابق غسل دینا 470
حضرت اسماء بنت عُمیسؓ کی بہن کی شادی حضرت حمزہؓ سے ہونا668
اسماء بنت نعمان بن جَون 319، 320
اسود عنسی پر آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کا ایمان لانا 137
اسود عنسی کی ماندہ جماعت پر حضرت عکرمہؓ کی اقامت سے گہرا اثر ہونا 318
اسود عَنسی کا حضرت مھاجر بن ابو امیہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مقابلہ کیلئے بھیجنا 351
اسود عنسی کا حضرت عمرو بن حَزم اور حضرت خالد بن سعیدؓ کو اہلِ نجران سے نکالنا 356
اسود عنسی کا شَہر بن باذان کو شہید کرنا 356
اسود کو قیس بن عبد یغوث کا قتل کرنا 356
اَشعث بن قیس کو حضرت ابو بکرؓ کا معاف کرنا 360
اَشعث بن قیس کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا 364
اَشعث کا مسلمانوں پر حملہ کر کے قیدیوں کو چھڑانا 364
اشعث کا حضرت عکرمہؓ سے امان طلب کرنا 364
اشعث کا حضرت ابو بکرؓ کی بہن امّ فروہ بن ابو قحافہ کو پیغامِ نکاح بھیجنا 365
چودھری اصغر علی کلاراصاحب کا ذکر خیر 26
اعبد بن فدکی کو حضرت خالدؓ کا حُصید کی طرف روانہ کرنا 396
افتخار احمد گوندل صاحب 57
افتخار اللہ سیال صاحب 504
اکرام جان صاحب کی تحریکِ جدید میں مالی قربانی 572
اُکیدِر بن عبد الملک دومۃ الجندل کا سردار 394
اُکیدِر کو عاصم بن عمرو کا پکڑنا 395
اُکیدِر کا حضرت خالدؓ کا قتل کروانا 395
اقرع بن حابِسؓ کا وَدِیعہ کو گرفتار کرنا 395
الحسن صاحب کی وقف جدید میں مالی قربانی 6
حضرت شیخ اللہ بخش صاحبؓ کے ذریعے عبد الوحید کے خاندان میں تنہیال کی طرف سے احمدیت کا نفوذ ہونا 57
اُمامہ حضرت اسماء بنت عُمیسؓ کی بیٹی 668
حضرت امّ ابان سے حضرت ابان بن سعیدؓ کا نکاح ہونا 462
حضرت اُمّ ابان کا اپنے خاوند حضرت ابان بن سعیدؓ کی وفات پر ردّ عمل 462، 463
حضرت اُمّ ابان کا تومأ کی آنکھ میں تیر مارنا 463
امّ ایمن، حضرت اسامہؓ کی والدہ 129
ام تمیم بنت منہال کی خالد بن ولید سے شادی پر اعتراضات اور ان کے جوابات 258، 259
ام تمیم کا نام لیلیٰ بنت سنان منہال 259
ام تمیم کی مالک بن نُویرہ سے شادی ہونا 259
اُمّ رومان بنت عامرؓ زوجہ حضرت ابو بکرؓ 472
اُمّ رومان بنت عامرؓ کے پہلے خاوند حارث بن سنجرہ تھے 472
اُمّ رومان حضرت عائشہؓ کی والدہ تھیں 472
حضرت امّ سلمہؓ 351
اُم الشافی صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تاثرات419
امّ فروہ بن ابو قحافہ کو اشعث کا پیغامِ نکاح بھیجنا 365
حضرت اُمّ کلثومؓ حبیبہ بنت خارجہ کی بیٹی 472
حضرت اُمّ کلثومؓ کی پہلی شادی حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ سے ہونا473
حضرت امّ عمّارہؓ کی بہادری 301
حضرت امّ عمّارہؓ کا نام نُسیبہ بنت کعب 301
حضرت امّ عمّارہؓ کا جنگِ یمامہ میں شرکت کیلئے حضرت ابو بکرؓ سے اجازت طلب کرنا 302

امّ زمل بنت امّ قِرفہ کی حضرت خالد بن ولیدؓ کی طرف پیش قدمی 248
امّ قِرفہ 248
امّ معبد 19
امّ ہانی کی وقف جدید میں مالی قربانی 5
امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ مولانا مبارک نذیر صاحب 155
امۃ الحفیظ صاحبہ اہلیہ سمیع اللہ سیال صاحب 504
امۃ اللطیف صاحبہ کا ذکر خیر 82 تا 84
امۃ المومن صاحبہ 599
امۃ النصیر صاحبہ 296
اُمل صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تأثرات 412
اموس وُونسے کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تأثرات 415
امیر احمد دین صاحب کے ذریعے عبد الوحید کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ہونا 57
اُمیمہ بنت خُزاعیہ کا اپنے شوہر حضرت خالد بن سعیدؓ کے ساتھ دوسری دفعہ ہجرتِ حبشہ میں شامل ہونا 326
اَندرزَغر کا جنگِ وَلجہ میں مسلمانوں کے خلاف قیادت کرنا 380
حضرت انس بن مالکؓ 23، 77، 101، 114، 115، 128، 393، 489، 550، 553، 586
حافظ انوار احمد صاحب 273
اُنوشجان کو ھُرمز کا حضرت خالد بن ولیدؓ کے خلاف لڑائی کیلئے مقرر کرنا 375
انوشجان کو قارِن کا جنگِ مذار میں ہراول دستے پر مقرر فرمانا 378
انوشجان کو حضرت عاصمؓ کا قتل کرنا 379
ایاس بن سلمہ 66
اینی کرکنڈل کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح کے موقع پر تأثرات..... 545، 546
ایری ہیماوان، ایک نومبائع کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تأثرات 416
ایموس مونک، زائن شہر کے سابقہ کمشنر کا زائن شہر کی مسجد کے افتتاح کے بارے تأثرات 540
ایچ جی ویلز، ایک انگریز مصنف 618

ب

باہان نامی شخص کو حضرت خالد بن سعیدؓ کا شام کی فتح کے دوران شکست دینا 430
باہان کا شام کی فتح کے دوران حضرت خالد بن سعیدؓ کو محصور کرنا 431
باسل صاحب نائب وکیل الزراعت 505
بدر اسلام صاحب 272
حضرت براء بن عازبؓ 669، 670
حضرت براء بن مالکؓ 291
حضرت براء بن مالکؓ کا جنگِ یمامہ میں صحابہؓ سے اصرار کرنا کے وہ انہیں باغ کے اندر پھینکیں تا کہ وہ اندر سے دروازہ کھول سکیں 291
براء بن عازم 23
حضرت بُریدہ 67
بریدۃ بن حصیبؓ 24، 25
بریفان صاحبہ کا حضور انور کے بدری صحابہؓ کے متعلق خطبات سے متاثر ہونا 286
بریرہؓ کا واقعہ افک کے بعد عائشہؓ کے حق میں گواہی دینا 52
بِشر بن عبداللہ کا جنگِ یمامہ کے روز شہید ہونا 305
حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ 58
حضرت بشیر بن سعدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 113
بُطرس کو حضرت ضِرار کا قتل کرنا 460
امام بغوی 485
بگوبایوس داورین کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تأثرات 416
بلاذری 292
حضرت بلالؓ کا آپؐ کے غزوہ احد سے لوٹنے کے بعد اذان دینا 46
حضرت بلالؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے جہاد کی اجازت مانگنا 446
حضرت بلالؓ سے حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی کی شادی 473
حضرت بلالؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا غلامی سے آزاد کرانا 584
بنو شیبان بن ثعلبہ کے حملہ سے حضرت ابو بکرؓ کا حضرت علاء بن حضرمیؓ کو آگاہ کرنا 340
بنو عمرو بن عوف کے محلے میں آپؐ کا قیام فرمانا 23
بنی مؤمل 584

بوب ایم ڈولو صاحب کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تاثرات 412
بَھمَن جاذوَیہ کو اردشیر کا ایک بڑا بھاری لشکر دیکر مسلمانوں کے خلاف بھیجنا 380
بَھمَن جاذوَیہ کو ایرانی بادشاہ کا اُلّیس جانے کا حکم دینا 381
بَھمَن جاذوَیہ کا جابان کو اُلّیس کی طرف روانہ کرنا 381
بی یو کوسٹیوی کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے میں تاثرات 422
بُولص نامی شخص کے پاس اہلِ دمشق کا جنگِ اجنادین میں جمع ہونا 459
بُولص ہرقل کا نہایت معتمد اور اعلیٰ تیر انداز تھا 459
بُولص کا ابوعُبیدہؓ پر حملہ کرنا 460
بُولص کو حضرت ضِرار کا قتل کرنا 461
بیلی میکینی، زائن شہر کے میئر کا زائن شہر کی مسجد کے افتتاح کے بارے میں تاثرات 538
بیورلی میکارڈ کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تاثرات 544، 545

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ

16، 17، 20، 23، 25، 26، 31، 35، 36، 38، 39، 40، 42، 44، 50، 63 تا 66، 70، 76، 101، 103، 104، 105، 114، 116، 117، 118، 119، 130، 131، 147 تا 152، 308، 309، 353، 354، 469، 485، 486، 487، 491، 495 تا 499، 554، 555، 578، 582، 589 تا 592، 604، 606، 607، 613، 614، 616، 619 تا 624، 671، 674
آپؓ کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق کی تاریخ 50
پیشگوئی مصلح موعودؓ کی تفصیل 85 تا 91
آپؓ کے بچپن میں تعلیم کی اور صحت کی حالت 92 تا 97
آپؓ کا حضورؐ کی ذات پر ہونے والے اعتراضات اور سازشوں کا ذکر کرکے جماعت کو توجہ دلانا 159 تا 172
آپؓ کا حضرت خالد بن سعیدؓ کو کاتبینِ وحی میں شمار کرنا 327
آپؓ کا موسیٰ کیلئے سمندر پھٹنے کی وضاحت فرمانا 343
آپؓ کی شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ کی تفسیر کرنا 474
آپؓ کا سورۃ النبا آیت نمبر 41 کی تفسیر فرمانا 490
آپؓ کا جماعت کو مالی قربانی کی تحریک فرمانا 583

پ، ت، ٹ، ث

پلّومبے یا کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 418
ملک تبسم مقصود صاحب کا ذکر خیر 274
تذارِق کو ہرقل کا شام کی فتح کے دوران حضرت عمروؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442
تنویر اختر صاحب 438
تُوما دمشق کا حاکم 462
تُوما کا مسلمانوں کے خلاف تکبر اختیار کرنا 462
تُوما کا حضرت ابان بن سعیدؓ کو زہر آلود تیر مارنا 462
تُوما کی آنکھ میں حضرت اُمّ ابان کا تیر مارنا 463
سر تھامس واکر آرنلڈ، مشہور برطانوی ماہر تعلیم، مستشرق 135، 619
ٹام بیری کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تاثرات 544
ثابت بن اَقرم کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا دشمن کی خبر لانے کیلئے بھیجنا 243
ثابت بن قیس بن شمّاسؓ رسول اللہؐ کے خطیب 264
حضرت ثابت بن قیس بن شمّاسؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت ثابتؓ کا جنگِ یمامہ میں اپنی شہادت تک ہونے تک جھنڈا اٹھائے رکھنا 293
ثریا رشید صاحبہ کا ذکر خیر 250
ثریا گومیز کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 420
حضرت ثُمامہ بن اُثال کو مسیلمہ کا یمامہ سے نکالنا 267
حضرت ثُمامہ بن اُثال کو حضرت علاء بن حضرمیؓ کا بحرین کی مہم کے بعد مالِ غنیمت دینا 340
حضرت ثُمامہ بن اُثالؓ کی شہادت کا واقعہ 344
آپؓ کی وفات کے بعد ثُمامہ بن اُثال کو مسیلمہ کا مدینہ سے نکالنا 367
ثُمامہ بن کبیر کا جنگ یمامہ کے وقت آپؐ کے پاس آنا 262

ج، چ، ح، خ

حضرت جابرؓ 177، 502، 615، 668
حضرت جارودؓ کا اسلامی تعلیمات سیکھنے کیلئے آپؐ کے پاس جانا 332

حضرت جارودؓ کا رسول اللہؐ کی وفات کے بعد مرتد باغیوں کے سامنے تقریر کرنا 333
حضرت جارود کو حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حُطم فوج کشی کرنے کیلئے بھیجنا 339
حضرت جُبیر بن مُطعمؓ 551
جُبیر بن مُطعم کا حضرت ابو بکرؓ سے علم الانصاب سیکھنا 576
جرجہ بن تُوذر کو ہرقل کا شام کی فتح کے دوران حضرت یزید بن ابوسفیانؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442
جریر بن عبد اللہ بجلیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا بجیلہ قبیلہ میں مرتدین سے قتال کیلئے بھیجنا 346
جری اللہ صاحب 424
جِشنس دیلمی کا فیروز اور داذُویہ کے ساتھ مل کر اسود کو قتل کرنا 356
حضرت جعفرؓ کا جنگ مؤتہ میں شہید ہونا 127
جُندب بن سُلمیٰ کی سرکردگی میں مرتدین کا مسلمانوں کیلئے مقابلہ کیلئے نکلنا 346
جودی بن ربیعہ دومۃ الجندل کا سردار 394
جودی کو حضرت خالدؓ کا گرفتار کرنا 395
جُویرہ بنت حارث سے آپؐ کا غزوہ مریسیع کے بعد شادی کرنا 260
ممبر آف الینوئے جنرل اسمبلی جوئس میسن کا زائن شہر کی مسجد کے افتتاح کے متعلق تأثرات 539
جُوشُوا کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تأثرات 545
جندَل نامی شخص کے ذریعہ حضرت خالدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو اَمغِشیا اور اُلّیس کی فتح کی خبر پہنچانا 385
جَونیہ کا آپؐ سے تکبرانہ کلام کرنا 320
جیسی راڈریگز کے زائن کی مسجد کے افتتاح کے متعلق تأثرات 541
جیف فینڈر کے زائن کی مسجد کے افتتاح کے متعلق تأثرات 540
جَیفر بن جُلندی کے نام آپؐ کا خط 313
جَیفر عُمان کا حاکم 314
جَیفر کو خط دینے کیلئے آپؐ کا حضرت عمرو بن عاصؓ کو بھیجنا 324
جینیفر کے زائن کی مسجد کے افتتاح کے متعلق تأثرات 541
جے جے سانڈرز ایک برطانوی مؤرخ 618،617
مسٹر چارلس جی براؤن 185
چیری نیل کے زائن کی مسجد کے افتتاح کے متعلق تأثرات 541
شیخ حارث صاحب 506
حارث بن سِنجرہ، اُمّ رومان بنت عامرؓ کے پہلے خاوند 472
حارث بن فلان قبیلہ ثعلبہ اور عبس کا سردار 142
حضرت حارثہ بن صمّہؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے ہمراہ ایک گھاٹی کی طرف روانہ ہونا 41
ڈاکٹر حامد محمود صاحب 274
حضرت حُباب بن مُنذرؓ کا آپؐ کو خیبر کے موقع پر کھجور کے درخت کاٹنے کا مشورہ دینا 67
حضرت حُباب بن مُنذرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے وقت تقریر کرنا 112
حِبال طُلیحہ بن خُویلد کا بھائی 142
حبیب بن ابو ثابت 115
حضرت حبیبؓ بن زید کی شہادت 302
حبیب بن زید کو مسیلمہ کا آپؐ کی وفات کے بعد قید کرنا 367
حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابو زُہیر زوجہ حضرت ابو بکرؓ 472
حضرت حُبیش بن خلاد کی بہن امّ معبد 19
حضرت حذیفہ بن مِحصن غَلفانیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا اہلِ دبا کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 202
حضرت حذیفہ بن مِحصن غَلفانیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مَہرہ کی مہم کیلئے بھیجنا 314
حضرت حذیفہؓ کی عُمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم 313
حضرت حذیفہ بن یمانؓ 588
حَسنہ، حضرت شرحبیل بن حَسنہؓ کی والدہ کا نام 435
حضرت حسّان بن ثابتؓ کے سپرد قریش کو ہجو کا جواب دینے کی ذمہ داری ہونا 576
حضرت حکم بن سعیدؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حکم بن عاصؓ کا جنگِ یمامہ میں اپنی شہادت تک جھنڈا اٹھائے رکھنا 293
حکیم بن حزام کا فتح مکہ کے موقع پر مسلمانوں کا مرّ الظہران کے مقام پر پانا 72

حضرت حفصہؓ کو حضرت عمرؓ کا قرآن کریم کا صحیفہ صدیقی دینا488
حمید صاحب کا قبولِ احمدیت 283
حسام النقیب 125
حُطم کا قتل 311
حُطم بن ضُبیعہ بحرین کے مرتد باغیوں کا سردار 333
حُطم بن ضُبیعہ بن زید کا نام شُریح بن ضُبیعہ 334
حُطم پر حضرت علاء بن حضرمیؓ کا فوج کشی کرنا 339
حُطم کا بحرین کی مہم میں فرار ہونا 339
حُطم کو حضرت قیس بن عاصم کا قتل کرنا 339
حواصاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 416
حمران بن ابان حضرت عثمانؓ کا آزادہ کردہ غلام 393
ڈاکٹر حلیم الرحمان صاحب کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح کے متعلق تأثرات 544
حضرت حمزہؓ کی ازواج واولاد 668، 669
حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام 670
حضرت حمزہؓ کا غزوہ بدر کے موقع پر طُعیمہ بن عدی کو قتل کرنا673
حضرت حمزہؓ کا بنو قینقاع کی مہم میں شامل ہونا 674
حمزہ بن مالک ہمذانی کا حضرت ابو بکرؓ کے پاس شام کی فتح کے دوران لشکر لے کر آنا 447
حضرت خارجہ بن زید کے ہاں حضرت ابو بکرؓ کا قیام کرنا 26
حضرت خارجہ بن زیدؓ اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان آپؐ کا مؤاخات قائم فرمانا 32
خارجہ بن حِصن ایک مرتد شخص 181
حضرت خالد مخزومی کو یمامہ کے معرکے میں حضرت ابو بکرؓ کا لشکر کے مقدمہ پر عامل مقرر فرمانا 270
خالد منصور کامرزا ممتاز صاحب کی سیرت کے بارے ذکر 28
حضرت خالد بن اُسیدؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت خالد بن اُسید کو حضرت عتّاب بن اُسید کا اہلِ تھامہ کی سرکوبی کیلئے بھیجنا 346
حضرت خالد بن سعیدؓ کا قبول اسلام کا واقعہ 325، 326
حضرت خالد بن سعیدؓ کا حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ خیبر کے زمانہ میں حبشہ سے آنحضورؐ کی خدمت میں جانا 327
خالد بن اُسید کا نجران جانا 359
حضرت خالد بن سعیدؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا حَمقتَین کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 202، 325
حضرت خالد بن سعیدؓ کا اپنی بیوی کے ساتھ دوسری ہجرتِ حبشہ میں شامل ہونا 326
حضرت خالد بن سعیدؓ کو مصلح موعودؓ کا کاتبینِ وحی میں شامل کرنا327
حضرت خالد بن سعیدؓ کو آپؐ کا یمن کے صدقات وصول کرنے کیلئے منتخب کرنا 327
حضرت خالد بن سعیدؓ کو اسود عنسی کا اہلِ نجران سے نکالنا356، 368
حضرت خالد بن سعیدؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح روانہ فرمانا428
حضرت خالد بن سعیدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو شام کی فتح کے دوران دشمن کی تیاری کے بارے میں لکھنا 430
حضرت خالد بن سعیدؓ کا شام کی فتح کے دوران بابَان نامی شخص کو شکست دینا 430
حضرت خالد بن سعیدؓ کا شام کی فتح میں اپنی پشت کے دفاع سے غافل ہونا 431
حضرت خالد بن سعیدؓ کو باہان کا شام کی فتح کے دوران قید کرنا431
حضرت خالد بن ولیدؓ 202، 239
آپؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مالک بن نُویرہ کے مقابلہ کیلئے بھیجنا202
آپؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا عسکری نظام کا قائد بنانا 204
"خالد بن ولید اللہ کا بہت ہی اچھا بندہ ہے" 239
آپؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا عُیینہ کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 239
حضرت خالد بن ولیدؓ کا جدیلہ کے مقابلہ کیلئے جانا 243
آپؓ کا قُرّہ بن ھُبیرہ کو رسیوں سے باندھنا 246
آپؓ کی امّ زمل بنت امّ قرفہ کی طرف پیش قدمی 248
آپؓ کی مالک بن نُویرہ کی طرف پیش قدمی 251
حضرت خالد بن ولیدؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مسیلمہ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 268، 322، 323
آپؓ پر ام تمیم بنت منہال سے شادی کرنے پر اعتراضات ہونا 258، 259
حضرت خالد بن ولیدؓ کا جنگِ یمامہ کے روز اذان دینا 305
حضرت خالدؓ کا جنگِ یمامہ کے روز مسیلمہ کی لاش کی شناخت

کروانے کیلئے مجّاعہ کو بیڑیوں میں جکڑ کر لانا 305
حضرت خالدؓ کا جنگِ یمامہ کے روز مجّاعہ سے صلح کرنا305،306
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت علاء کی مدد کیلئے جانا 311
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو یمامہ کے معرکے میں مقدمۃ الجَیش کا نگران بنانا 323
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت زید بن خطابؓ کو یمامہ کے معرکے میں فوج کے مَیمنہ پر نگران مقرر کرنا 323
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت ابو حذیفہ بن عتبہ بن ربیعہؓ کو یمامہ کے معرکے میں فوج کے مَیسرہ پر نگران مقرر کرنا 323
حضرت خالدؓ کی مجّاعہ بن مُرارہ سے شادی پر ہونے والے اعتراضات کی تفصیل 311،312
آپؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا عراق کے حالات کی بارے پوچھنا370
حضرت خالد بن ولیدؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا حِیرہ پہنچ کر فوجی قیادت کرنے کا حکم دینا 371
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے عراق کی مہم میں مزید کمک طلب کرنا 372
آپؓ ایرانیوں کے خلاف مہم میں سپہ سالار تھے 374
حضرت خالد بن ولیدؓ کا ھُرمز کو امن قائم کے بارے خط لکھنا375
حضرت خالد بن ولیدؓ کے خلاف ھُرمز کا اپنے دو بھائیوں قُباذ اور انُوشجان کو مقرر کرنا 375
حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں ھُرمز کا کام تمام ہونا 376
آپؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا ھُرمز کی قیمتی ٹوپی عنایت فرمانا 376
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت معقل کو اُبُلّہ میں مالِ غنیمت اور قیدیوں کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجنا 378
حضرت خالد بن ولیدؓ کی قارِن کے مقابل پر صف آرائی 379
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت سعید بن نعمان کی سرکردگی میں جنگِ مذار کا مالِ غنیمت مدینہ روانہ فرمانا 379
حضرت خالد بن ولیدؓ کی فارسی فوج کے خلاف حکمتِ عملی 380
آپؓ کا جنگِ وَلجَہ میں سُوید بن مُقرِّن کو اپنا قائمقام بنانا 380
آپؓ کی عیسائی گروہوں کے خلاف حکمتِ عملی 381
حضرت خالد بن ولیدؓ کا مالک بن قیس کو قتل کرنا 382
آپؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی طرف بھیجنا 447
حضرت خالد بن ولیدؓ کا حضرت ضِرار بن اَزور کو لشکر دیکر رومی فوج کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 456
حضرت خالد بن ولیدؓ کا وَردان کو شکست دینا 458
حضرت خالد بن ولیدؓ کا اہلِ حیرہ سے معاہدۂ صلح 483
حضرت خالدؓ کا جنگِ اُلّیس میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا مانگنا382
حضرت خالدؓ کا آمغِیشیا پر حملہ کرنا 385
حضرت خالدؓ کا جندَل نامی شخص کے ذریعہ حضرت ابو بکرؓ کو آمغِیشیا اور اُلّیس کی فتح کی خبر پہنچانا 385
حضرت خالدؓ کا حِیرہ پر حملہ کرنا 386
حضرت خالدؓ کا اہلِ حِیرہ سے معاہدہ 387،388
آپؓ کا حِیرہ پر قعقاع بن عمرو تمیمیؓ کو اپنا قائمقام مقرر فرمانا390
آپؓ کا عراق کی فتح کے دوران عیاض بن غنم کی مدد کیلئے جانا390
حضرت خالدؓ سے شیر زاد حاکمِ انبار کی صلح 391
حضرت خالدؓ کا عقہ بن ابی عقہ پر حملہ 392
حضرت خالدؓ کا ولید بن عُقبہ کے ذریعہ حضرت ابو بکرؓ عین التمر کی فتح کی خبر پہنچانا 394
آپؓ کا ولید بن عُقبہ کو عیاض بن غنم کی مدد کیلئے دومہ بھیجنا394
حضرت خالدؓ کا عویم بن کاہل اسلمی کو عین التمر میں اپنا قائمقام مقرر فرمانا 394
حضرت خالدؓ کا اُکیدر کو قتل کروانا 395
حضرت خالدؓ کا جودی کو گرفتار کرنا 395
حضرت خالدؓ کا اعبد بن فدکی کو حُصید کی طرف روانہ کرنا 396
حضرت خالدؓ کا عروہ بن جعد کو خنافس کی طرف روانہ کرنا 396
حضرت خالدؓ کا مُصیّخ پر حملہ 397
حضرت خالدؓ کا قعقاع اور ابو لیلیٰ کو مصیّخ کے معرکہ کو سَر کرنے کیلئے بھجوانا 398
حضرت خالدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو عراق کی قیمتی چادر پیش کرنا503
حضرت خُبیب بن اساف کے ہاں حضرت ابو بکرؓ کا قیام کرنا 26
خِداش بن بشیر کا مسیلمہ کو قتل کرنا 292
امام خطابی 137
حضرت خفصہ تیمیؓ کو حضرت علاء بن حضرمیؓ کا مرتدین کے

مقابلہ کرنے کا حکم دینا 341
خورشید صاحب 83
خوشی محمد شاکر صاحب کا ذکر خیر 109 تا 111
خولہ بنت اَزور کا اپنے بھائی کے قید ہونے پر میدان میں آنا 457
حضرت خولہ بنت قیس انصاریہؓ سے حضرت حمزہؓ کی شادی 668

د، ڈ، ذ، ر، ز

داؤدیہ کے ساتھ جشنس دیلمی کا مل کر اسود کو قتل کرنا 356
مکرم محمد داؤد ظفر صاحب کا ذکر خیر 596، 597
دُراقِص کو ہرقل کا شام کی فتح کے دوران حضرت شُرحبیل بن حسنہؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442
دعا صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 415
کرنل دلدار صاحب 297
ڈیکوز کریا کا ذکر خیر 347
ڈیکو موسیٰ کا ذکرِ خیر 347
ذُوالخِمار عبھلہ بن کعب سب سے پہلے ارتداد کا بانی 352
ذُوالخِمار عبھلہ بن کعب اسود عنسی کے نام سے مشہور تھا 352
حضرت ذوالکلاعؓ کا شام کی فتح میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ آملنا 430
ذوالفقار احمد صاحب کا ذکر خیر 273
ذیشان گورائیہ صاحب 297
ڈاکٹر رابرٹ ہنٹ کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح کے متعلق تاثرات 543
حضرت رافعؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا ضرار کو چھڑانے کیلئے بھیجنا 457، 458
حضرت رافعؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتحِ دمشق کے دوران مسلمان بچوں اور عورتوں کی حفاظت کیلئے بھیجنا 460
رافع بن خدیج 262
ربیعہ بن ابجر کا عقہ کا انتقام لینے کیلئے ثنی اور بشر جانا 398
حضرت ربیعہ بن جعفر کو آپؐ کا زمین کا کچھ حصہ عطاء فرمانا 489
ربیعہ بن حارثؓ کا غزوہ حُنین کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا 75
ربیعہ بن عامر کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کے دوران حضرت یزید بن ابوسفیان کے ساتھ روانہ فرمانا 432
رجّال بن عُنفُوہ کا جنگ یمامہ کے وقت آپؐ کے پاس آنا 262
رجال بن عُنفُوہ کا زید بن خطابؓ کا جنگ یمامہ میں قتل کرنا 289
رشیدہ لطیف صاحبہ 425
رضیہ تبسم صاحبہ 275
رقیہ شمیم بشریٰ صاحبہ کا ذکر خیر 598
رملہ بنت حارث کے گھر بنو حنیفہ کے وفد کا ٹھہرنا 263
روزبہ کا مسلمانوں کے خلاف انبار کی طرف روانہ ہونا 396
روزبہ کے مقابلے کیلئے خالدؓ کا حضرت قعقاع بن عمرو کو بھیجنا 396
زبیر بن حضرت حمزہؓ 669
حضرت زبیر بن عوّامؓ کی عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ مؤاخات قائم ہونا 32
حضرت زبیر بن العوّامؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے ہمراہ ایک گھاٹی کی طرف روانہ ہونا 41
حضرت زبیرؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کی حفاظت کرنا 42
حضرت زبیرؓ کو آپؐ کا غزوہ احد کے دن قریش کے بھاگ جانے پر ان کے تعاقب میں بھیجنا 45، 495
حضرت زبیر بن عوّام کا ابوسفیان کو ہُبل بُت گرانے سے آگاہ کرنا 74
حضرت زبیرؓ کا مانعینِ زکوٰۃ کے مدینہ سے جانے کے بعد پہرہ دینا 143
حضرت زبیر بن عوّامؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت زبیرؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا شام کیلئے لشکر کی بابت مشورہ لینا 427
حضرت زبیر بن عوّامؓ کی اسماء بنت ابو بکرؓ سے شادی ہونا 473
حضرت زبیر بن عوامؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونا 583
حضرت زبیر بن عوامؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 583
زرّبن کُلیب کا ھُرمز پر فتح پانے کے بعد مالِ غنیمت مدینہ لیکر جانا 376
زرمہر کا مسلمانوں کے خلاف انبار کی طرف روانہ ہونا 396
حضرت زِنّیرہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کرانا 584
زرمہر کے مقابلے کیلئے حضرت خالدؓ کا ابو لیلیٰ کو بھیجنا 396
زرمہر کو قعقاع کا قتل کرنا 397
زیاد بن لبیدؓ کا آپؐ کی وفات پر حضرِ موت پر عامل ہونا 358
حضرت زیاد بن لبیدؓ حضرِ موت کے گورنر 480
حضرت زیادؓ کا بنو عمرو سے زکوٰۃ لینا اپنے ذمہ لینا 363
حضرت زیادؓ کے ساتھیوں کا ابو سمیط اور اس کے ساتھیوں کو

گرفتار کرنا 363
حضرت زیادؓ کا بنو عمرو کے ساتھیوں پر حملہ کر کے قیدی بنانا 364
حضرت سید زین العابدین شاہ ولی اللہ شاہ صاحبؓ 139
حضرت زیدؓ کو آنحضرتؐ کا اپنے اہل وعیال کو مدینہ لانے کیلئے مکہ بھیجنا 26
حضرت زیدؓ کا جنگ مؤتہ میں شہید ہونا 127
زید بن اسلم 78
حضرت زید بن ثابتؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ میں شامل کیا کرنا474
حضرت زید بن ثابتؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ قضا کا ممبر ہونا 476
حضرت زید بن ثابتؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتویٰ دینے پر مامور کرنا477
حضرت زید بن ثابتؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا قرآنِ کریم کو ایک جلد میں جمع کرنے کا ارشاد فرمانا 485
زید بن حارثہؓ اور حضرت حمزہؓ کے درمیان مواخات قائم ہونا 32
حضرت زید بن حارثہؓ کی کمان میں سریہ بنو فزارہ ہونا 66
حضرت زید بن خطابؓ کو یمامہ کے معرکے میں حضرت ابو بکرؓ کا لشکر کے قلب پر عامل مقرر فرمانا 270
زید بن خطابؓ اور معن بن عدیؓ کے درمیان مواخات قائم ہونا289
حضرت زید بن خطابؓ کا جنگِ یمامہ میں رجّال بن عُنفُوہ کو قتل کرنا 289
حضرت زید بن خطابؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 289،308
حضرت زید بن خطابؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا یمامہ کے معرکے میں فوج کے مَیمنہ پر نگران مقرر کرنا 323
زیک لیونگ سٹون کے زائن کی مسجد کے افتتاح کے متعلق تاثرات541
زینب رمضان صاحبہ کا ذکر خیر 560
زہیری صاحب، تیونس کے سفیر 558

س

سالم مولیٰ ابی حُذیفہؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونے تک جھنڈا اٹھائے رکھنا 293
حضرت سالم مولیٰ ابو حذیفہ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت سالم بن عبد اللہؓ 471
حضرت سائب بن عوامؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
سِباع بن عُرفُطہ غفاری کو آپؐ کا خیبر کی روانگی کے وقت مدینہ میں امیر مقرر فرمانا 67
سپر نگر مشہور مستشرق 583
سجاح بنت حارث 251
سجاح پر آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کا ایمان لانا 137
سحر صاحبہ 272
سراقہ کا اسلام قبول کرنا 16،17،18
سراقہ کے بارے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی 16
سراقہ کو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کنگن پہنائے جانا 16،18
سراقہ کا انعام کے لالچ میں آنحضرت ﷺ کا پیچھا کرنا 17
حضرت سراقہ بن کعبؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت سعدؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا41
حضرت سعدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 113،114
حضرت سعدؓ کا حِیرہ کو فتح کرنا 388
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط ہونا65
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کیلئے لشکر تیار کرنے کی بابت مشورہ لینا 427
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونا583
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 583
حضرت سعد بن وقاصؓ کا ملکِ شام کے سفر کیلئے روانہ ہونا 129
حضرت سعد بن عبادہؓ کو آنحضرتؐ کا غزوہ بنو مصطلق کے وقت انصار کا جھنڈا عطا کرنا 50
حضرت سعد بن عُبادہؓ کا غزوہ بنو قریظہ سے قبل آپؐ کو حُلّہ پیش کرنا60
حضرت سعد بن عُبادہؓ کا بنو قریظہ کے محاصرہ کے وقت صحابہؓ کو کھجوریں دینا 61
حضرت سعد بن عُبادہؓ کو آنحضرتؐ کا فتح مکہ کے موقع پر اپنا جھنڈا عطا کرنا 73
حضرت سعد بن عُبادہؓ کو آنحضرتؐ کا غزوہ وڈّان کے موقع پر مدینہ کا امیر مقرر فرمانا 670
حضرت سعد بن عُبادہؓ کو انصار کا آپؐ کی وفات کے بعد خلافت

کیلئے موزوں قرار دینا 106
سعد بن معاذ کا آنحضورؐ کے واسطے بدر کے مقام پر خیمہ تیار کرنے کی تجویز دینا 34
سعد بن معاذؓ کا بدر کے موقع پر صحابہؓ کے ساتھ پہرہ دینا 36
حضرت سعد بن معاذؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کی حفاظت کرنا42
حضرت سعد بن مُعاذؓ کا بنو قریظہ کے بارے فیصلہ کرنا اور آپؐ کا اس سے خوش ہونا 61
سعد بن وقاصؓ کا غزوہ احد کے دن تیروں کے ذریعے دشمن پر حملہ کرنا 42
حضرت سعد بن وقاصؓ کو آپؐ کا غزوہ احد کے دن قریش کے بھاگ جانے پر ان کے پیچھے بھیجنا 45
حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا مانعینِ زکوٰۃ کے وفود کے مدینہ سے جانے کے بعد پہرہ دینا 143
سعدیہ مہدی صاحبہ 296
سید سعید احمد صاحب 666
سعید بن خالد کو باہان کا شام کی فتح کے دوران قتل کرنا 431
حضرت سعید بن زیدؓ 553
حضرت سعید بن زیدؓ کا ملکِ شام کے سفر کیلئے روانہ ہونا 129
سعید بن عاصؓ 325
سعید بن مُسیّب 552،539
سعید ناصر صاحب 28
حضرت سعید بن نعمان کی سرکردگی میں حضرت خالد بن ولیدؓ کا جنگِ مذار کا مالِ غنیمت مدینہ روانہ فرمانا 379
حضرت سعید بن عامرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کیلئے روانہ فرمانا446
حضرت سلمہ بن اکوع 129،68
سلمہ بن اکوع کا سریہ بنو فزارہ کی طرف بھیجے جانے والے دستے میں شامل ہونا 66
حضرت سلمہ بن اکوع کا آپؐ کے ہمراہ سات غزوات میں شامل ہونا 606
سلمہ بن سلامہ کا مرتدین سے قتال کے وقت مدینہ میں تمام خبریں حضرت ابو بکرؓ کو پہنچانا 203
سلّام بن مشکم کا غزوہ بنو نضیر کے وقت آپؐ پر حملہ کرنے کی مخالفت کرنا 47
سلمہ بن وقش کا مرتدین سے قتال کے وقت مدینہ میں تمام خبریں حضرت ابو بکرؓ کو پہنچانا 203
ملک سلطان احمد صاحب کا ذکر خیر 466
سلطان چودھری کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح کے متعلق تاثرات544
ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب 28
حضرت سلمان فارسیؓ کا غزوہ احزاب کے دوران خندق کھودنے کا مشورہ دینا 56
سلمٰی حضرت عمرو بن عاصؓ کی والدہ 323
سلیمہ قمر صاحبہ کا ذکر خیر 300
سمبو با کی وقف جدید میں مالی قربانی 7،6
سِمط بن اسود کا زکوٰۃ دینے سے انکار کرنا 364
سمیع اللہ سیال صاحب کا ذکر خیر 503
سِنان ضَمری کو حضرت ابو بکرؓ کا مانعینِ زکوٰۃ پر فتح پانے کے بعد مدینہ میں اپنا نائب مقرر کرنا 145
سُوید بن مقرّن کو حضرت ابو بکرؓ کو مانعینِ زکوٰۃ کے حملہ کے وقت لشکر کے میمنہ پر متعین کرنا 144
حضرت سُوید بن مُقرّنؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا بحرین میں مقابلہ کیلئے بھیجنا 203
حضرت سُوید بن مُقرّنؓ کی مرتدین باغیوں کے خلاف مہم 345
سُوید بن مُقرّن کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا جنگِ ولجہ میں اپنا قائمقام بنانا 380
حضرت سہل بن حُنیفؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 41
حضرت سہلؓ 460
سہیل بن عمرو کا صلح حدیبیہ کے وقت ابو جندل کی واپسی کا مطالبہ کرنا63
سہیل بن عمرو کا صلح حدیبیہ کے وقت مکہ کی طرف بطور سفیر آنا64
سہیل بن عمروؓ کا حجۃ الوداع کے موقع پر قربانی کے جانوروں کو آپؐ کے قریب لانا اور آپؐ کا ان کو ذبح کرنا 100
سہیل بن عمرو کا فتح مکہ کے موقع پر اسلام قبول کرنا 136
سہیل بن عمرو کا آپؐ کی وفات کے وقت قریش کے سامنے تقریر کرنا 137

سہیل بن عمرو کا شام کی فتح میں شامل ہونا 432
سید ہاشم اکبر صاحب 59
سیرین حضرت انس بن مالکؓ کے غلام تھے 393

ش

شاہد صاحب مشنری بندو کو 350
شبیر احمد صاحب 348
حضرت شجاع کو یمامہ کے معرکے میں حضرت ابو بکرؓ کا لشکر کے میسرہ پر عامل مقرر فرمانا 270
شِخریت نامی شخص کی سرکردگی میں مَہرہ قبیلہ کے ایک گروہ کا آباد ہونا 317
حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ 58
شازیہ خان صاحبہ 58
حضرت شرحبیل بن حَسنہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا قُضاعہ کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 203
حضرت شرحبیل بن حَسنہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مسیلمہ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 267،316،322
حضرت شرحبیل بن حَسنہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عکرمہؓ کی مدد کیلئے بھیجنا 314
حضرت شرحبیل بن حَسنہؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم 321،322
حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا یمامہ کے معرکے میں مقدمۃ الجیش کا نگران بنانا 323
حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کے دوران لشکر دیکر روانہ فرمانا 435
حضرت شرحبیل بن حَسنہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کے دوران نصائح کرنا 435،436
حضرت شرحبیل بن حسنہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کے دوران لشکر دے کر روانہ فرمانا 436
حضرت شُرحبیل بن حسنہؓ کے مقابلے کیلئے ہرقل کا دُراقِص کو شام کی فتح کے دوران بھیجنا 442
شریف الدین صاحبہ 558
شریک بن عبدہ فزاری 260،261
شکور صاحب 298
شوبھانہ شنکر کے زائن کی مسجد کے افتتاح کے متعلق تأثرات 542
علامہ شوکانی 182
حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ 177،178
شیر زاد حاکمِ انبار کی حضرت خالدؓ سے صلح کرنا 391
شِیرَوَیہ کا اپنے باپ کسریٰ کو ہلاک کرنا 353
شَہر بن باذان کو اسود عنسی کا شہید کرنا 356
شہرِ بن باذان پر مسیلمہ کا آپؐ کی وفات کے بعد حملہ کرنا 367
شیما قاسم صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تأثرات 419

ص۔ض

صابرہ بیگم صاحبہ اہلیہ رفیق احمد بٹ صاحب کا ذکر خیر 249،250
صدیقہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر 506
صفوان بن امیّہ کا قریش کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے سے روکنا 46
صفوان بن معطّل سُلمی ذکوانی 51
صفوان بن معطّل کا حجۃ الوداع کے سفر میں قافلے کی پیچھے رہ کر نگرانی کرنا 99
صفوان بن امیہ سے آپؐ کا غزوہ حُنین کے موقع پر ہتھیار ادھار مانگنا 75
صفیہ بنت حییؓ آپؐ کا غزوہ خیبر کے بعد شادی کرنا 260
ضحّاک بن فیروز 352
حضرت ضِرارؓ 457
حضرت ضِرار بن ازور کا مالک بن نُویرہ کو قتل کرنا 255
ضِرار بن ازور کا جنگِ حیرہ میں قصر ابیض کے محاصرہ کیلئے مقرر ہونا 387
حضرت ضِرار بن اَزور کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا لشکر دے کر رومی فوج کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 456
حضرت ضِرار کا بُطرس کو قتل کرنا 460
حضرت ضِرار کا بُولص کو قتل کرنا 461
ضِرار بن خطاب کا جنگِ حیرہ میں قصر عدسیّین کے محاصرہ کیلئے مقرر ہونا 387

ضِرار بن مقرّن کا جنگِ حیرہ میں قصر بنی مازن کے محاصرہ کیلئے مقرر ہونا 387

ط

طاہر بن ابوہالہ کو آپؐ کا یمامہ میں عامل مقرر فرمانا 345
طاہر بن ابوہالہ مرتدین کی سرکوبی کیلئے روانہ ہونا 346
طاہرہ حنیف صاحبہ کا ذکر خیر 599
حضرت طُریفہ بن حاجزؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا بنو سُلیم اور ھوازن کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 203
حضرت طُریفہ بن حاجزؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم 328
حضرت طُریفہ بن حاجزؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا بنو سُلیم کے اسلام لانے والے عربوں پر والی مقرر فرمانا 328
طعیمہ بن عدی کو حضرت حمزہؓ کا غزوہ بدر میں قتل کرنا 673
حضرت طُفیل بن عمرو دوسیؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت طلحہؓ کا غزوہ احد کے دن آپؐ کو بچانے کیلئے کئی وار اپنے اوپر لینا، آپؓ کے ہاتھوں کا شل ہو جانا 42
حضرت طلحہؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 41
حضرت طلحہؓ کا مانعینِ زکوٰۃ کے مدینہ سے جانے کے بعد پہرہ دینا 143
حضرت طلحہؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کیلئے لشکر تیار کرنے کی بابت مشورہ لینا 427
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے ہمراہ ایک گھاٹی کی طرف روانہ ہونا 41
حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کا غزوہ بنو قریظہ میں شامل ہونا 60
حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ سے حضرت اُمّ کلثومؓ کی پہلی شادی 473
حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونا 583
حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 583
طُلیحہ بن خُویلد، جھوٹے مدّعیٔ نبوت کا آپؐ کی وفات کے بعد قبائل کو اکٹھے ہونا 142
طُلیحہ کا جبال کو قبائل کی مدد کیلئے بھیجنا 142
طُلیحہ بن خُویلد کے مقابلہ کیلئے حضرت ابو بکرؓ کا حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجنا 202
طُلیحہ اسدی جھوٹے مدعیٔ نبوت کا رسول اللہؐ کے آخری دور میں نمودار ہونا 239
طُلیحہ کا سمیراء کو اپنا فوجی مرکز بنانا 239
طُلیحہ اسدی کے اسلام قبول کا واقعہ 247، 248
طُلیحہ بن خُویلد کی طے اور اَسد قبیلہ کا اطاعت کرنا 366

حضرت مرزا طاہر احمد صاحبؒ خلیفۃ المسیح الرابع

آپؒ کا شازیہ خان اور سید وقار احمد صاحب کا رشتہ کروانا 58
آپؒ کی قتل مرتد کے متعلق ایک وضاحت 175
آپؒ کا شیخ ناصر احمد صاحب کو خراجِ تحسین پیش کرنا 466

ظ۔ع

ظبیان بن عمرو کا ارتداد اختیار کرنا 334
ظہور الٰہی تو قیر صاحب 273
عاتکہ بن خالد 19
حضرت عاصم بن عدیؓ کا غزوۂ تبوک کے موقع پر ستر وَسق دینا 78
عاطف زاہد صاحب مربی سلسلہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 418
عامر بن حضرت حمزہؓ 668
عامر بن عبد اللہ کا نام حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ 436
حضرت عامر بن فُہیرہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا آزاد کرانا 584
حضرت عاصمؓ کا انوشجان کو قتل کرنا 379
عاصم بن عمرو کا اُکیدر کو پکڑنا 395
حضرت عائشہؓ 42، 100، 119، 470، 471، 472، 473، 475، 489، 582، 585، 588،
حضرت عائشہؓ پر منافقین کا تہمت لگانا 50 تا 55
حضرت عائشہؓ کا واقعۂ اِفک کے وقت آپؐ سے اپنے والدین کے پاس جانے کی اجازت مانگنا 52
حضرت عائشہؓ کا آپؐ کیلئے فتح مکہ کے موقع پر سامان باندھنا 69
عائشہ بن سعدؓ 61
عباد بن جلندی کے نام آپؐ کا خط 313
حضرت عبّاد بن حارثؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت عبّاد بن بِشرؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت عباسؓ کا ابو سفیان کے ایمان بارے میں خدشہ کا اظہار

آپؐ سے کرنا 72
حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کا غزوہ حُنین کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا 75
حضرت عبد بن اسدی ازور کا مالک بن نُویرہ کو قتل کرنا 255
ڈاکٹر عبد الباری صاحب 29
حضرت عبد الرحمٰنؓ 472
حضرت عبد الرحمٰن کے گھر کا خرچ حضرت ابو بکرؓ کا اپنے ذمہ لینا587
عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ کا بدر کے دن کفار کی جانب سے لڑنا 38
حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ 108، 472، 603، 604
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کیلئے لشکر تیار کرنے کی بابت مشورہ لینا 427
عبد الرحمٰن بن غنم 60
ڈاکٹر عبد الخالق صاحب کا ذکر خیر 28، 29
عبد الصمد صاحب 30
عبد الاسود عِجلی ایک عیسائی سردار 381
حضرت شاہ عبد العزیز دہلوی 256، تا259
عبد اللہ، حضرت امّ عمّارہؓ کے بیٹے کا مسیلمہ کو قتل کرنا 301
عبد اللہ صاحب کا قبولِ احمدیت کا واقعہ 280
عبد اللہ صاحب کی تحریکِ جدید کی مالی قربانی 566
عبد اللہ صاحب کیمرون کی تحریکِ جدید کی مالی قربانی 568
حضرت عبد اللہؓ بن ابو بکرؓ 328، 329، 472
حضرت عبد اللہ بن ابو بکرؓ کی اپنی بیوی حضرت عاتکہ سے محبت587
عبد اللہ بن ابو حدرد اسلمی کو آپؐ کا قبائل عرب کی خبریں لانے کیلئے بھیجنا 74
عبد اللہ بن ابی بن سلول کو رسول اللہؐ کا غزوہ بدر الموعد کے وقت مدینہ کا امیر مقرر کرنا 49
عبد اللہ بن ابی بن سلول واقعۂ اِفک کا بانی 51
عبد اللہ بن جرّاح 436
حضرت عبد اللہ بن حارث بن قیسؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا308
عبد اللہ بن حُذافہ کا کسریٰ کو آپؐ کا دعوتِ اسلام کا خط پہنچانا 354
حضرت عبد اللہ بن حذف کا حطم کی فوج کی خبر لانے کیلئے جانا339
حضرت عبد اللہ بن حفص بن غانِم کو یمامہ کے معرکے میں حضرت ابو بکرؓ کا علمبردار مقرر فرمانا 270
حضرت عبد اللہ بن حنظبؓ 552
حضرت عبد اللہ ذوالبجادین مُزنیؓ کو غزوہ تبوک کے موقع پر آپؐ، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا دفن کرنا 79، 80
حضرت عبد اللہ ذوالبِجادین کے قبولِ اسلام کا واقعہ 80
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کو رسول اللہؐ کا غزوہ بدر الموعد کے وقت مدینہ کا امیر مقرر کرنا 49
حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کا جنگ مؤتہ میں شہید ہونا 127
حضرت عبد اللہ بن زمعہؓ 586
عبد اللہ بن حضرت زیاد بن لبیدؓ 358
عبد اللہ بن زید کا مسیلمہ کو قتل کرنا 292
عبد اللہ بن شفیق 615
حضرت عبد اللہ بن عباسؓ 35
حضرت عبد اللہ بن عبد اللہؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ 73، 102، 103، 117، 493، 494
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کا جنگِ یمامہ میں شریک ہونا 290
حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی قیادت میں اسلامی لشکر کا شام کی فتح کیلئے روانہ ہونا 441
عبد اللہ بن عمرؓ سے مروان کا حضرت حفصہؓ کی وفات کے بعد قرآنی نسخہ لیکر ضائع کرنا 488
حضرت عبد اللہ بن عوّامؓ 473
عبد اللہ بن عوف عبدی کا حضرت ابو بکرؓ اور اہالیانِ مدینہ کو مخاطب کرتے ہوئے اشعار کہنا 335
عبد اللہ بن قیسؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا حضرت طُریفہ کی مدد کیلئے روانہ کرنا 329
عبد اللہ بن مُطاع 435
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ 79، 147، 173
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت زبیرؓ کے درمیان مؤاخات قائم ہونا 32
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ قضا کا ممبر ہونا 476
حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتویٰ دینے کیلئے

مقرر فرمانا 477
حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عوف مُزنیؓ کا رسول اللہؐ کو قریش کے بارے خبر دینا 46
عبد اللہ بن مقرّن کو حضرت ابو بکرؓ کو مانعینِ زکوٰۃ کے حملہ کے وقت لشکر کے میمنہ پر متعین کرنا 144
عبد اللہ بن وہب کو مسیلمہ کا پکڑنا اور گواہی لینا 302
عبد اللہ بن وہبؓ کو مسیلمہ کا آپؐ کی وفات کے بعد قید کرنا 367
عبد الباری صاحب 185
عبد الباسط صاحب کا ذکر خیر 555
حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تدفین کے وقت قبر میں اترنا 471
حضرت عبد الرحمٰن بن مسعودؓ کا مانعینِ زکوٰۃ کے مدینہ سے جانے کے بعد پہرہ دینا 143
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہدہ پر دستخط ہونا 65
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک سو اُوقیہ دینا 78
حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کو غزوۂ تبوک کے موقع پر آپؐ کا دعا دینا 78
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا مانعینِ زکوٰۃ کے وفود کے مدینہ سے جانے کے بعد پہرہ دینا 143
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتحِ دمشق کے دوران مسلمان بچوں اور عورتوں کی حفاظت کیلئے بھیجنا 460
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عمرؓ کے بارے میں رائے دریافت کرنا 468
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ کے وقت شامل کیا کرنا 474
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتویٰ دینے پر مامور کرنا 477
حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونا 583
حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 583
ڈاکٹر عبد الرحمٰن صاحب 137، 138
عبد الباقی ارشد صاحب کا ذکر خیر 236
میر عبد الوحید کا ذکر خیر 57
عبد السلام ابن ماسٹر منور احمد صاحب شہید کا ذکر خیر 271
عبد السلام صاحب کو معاندِ احمدیت حافظ علی رضا کا خنجر کا وار کر کے شہید کرنا 271
عبد الہادی صاحب مربی سلسلہ 507
عُبید بن سبّاق 484
عبید اللہ بن عبد اللہ 32
عبید اللہ بن عُتبہ 263، 264
حضرت عتّاب بن اسید اُمویؓ کا آپؐ کی وفات کے وقت قریش سے ڈر کر چھپ جانا 137
حضرت عتّاب بن اُسید کا حضرت ابو بکرؓ کو مرتدین کے حملہ کے بارے آگاہ کرنا 346
حضرت عتّاب بن اُسید کا اپنے بھائی حضرت حضرت خالد بن اُسید کو اہلِ تھامہ کی سرکوبی کیلئے بھیجنا 346
حضرت عُتبہ بن غزوان کے ہاتھ پر اُبُلّہ کی فتح ہونا 377
حضرت عتبہ بن غزوان کو حضرت عمرؓ کا بصرہ کی جانب روانہ فرمانا 378
عثمان صاحب کے قبولِ احمدیت کا واقعہ 283، 284
شیخ عثمان کی وقف جدید کی مالی قربانی 4
حضرت عثمانؓ کے صلح حدیبیہ کے معاہد پر دستخط ہونا 65
حضرت عثمانؓ کے غلام حمران بن ابان کو عیسائیوں کا گروی بنانا 393
حضرت عثمانؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا شام کیلئے لشکر تیار کرنے کی بابت مشورہ لینا 427
حضرت عثمانؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ کے وقت شامل کیا کرنا 474
حضرت عثمانؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتویٰ دینے پر مامور کرنا 477
حضرت عثمانؓ کے دور میں جمع قرآن کی تفصیل 486
حضرت عثمانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تبلیغ سے مسلمان ہونا 583
عثمان بن عفّانؓ کیلئے غزوۂ تبوک کے موقع پر آپؐ کا دعا دینا 78
حضرت عثمان بن عفّانؓ کا عشرہ مبشرہ میں شامل ہونا 583
حضرت عثمان بن ابو العاصؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو مرتدین کے

حملہ کے بارے آگاہ کرنا 346
حضرت عثمان بن عفّانؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تدفین کے وقت قبر میں اترنا 471
حضرت عدی کا قُباذ کو قتل کرنا 379
عدی بن عدی کا جنگِ حیرہ کے دوران قصرِ بنی مازن میں پناہ گزین ہونا387
حضرت عرفجہ بن ھَرثمہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مَھرہ کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 314،202
حضرت عرفجہؓ کی عُمان کے مرتد باغیوں کے خلاف مہم 313
عروہ بن زبیر 102،101
عُروہ کا صلح حدیبیہ کے وقت آپؐ کے پاس آنا 62
عروہ بن جعد کو حضرت خالدؓ کا خنافس کی طرف روانہ کرنا 396
عصمت شریف صاحبہ 296
عظمیٰ صاحبہ اہلیہ مکرم فضل احمد ڈوگر صاحب 664
حضرت عقبہ بن حارثؓ 493
حضرت عقبہ بن وہبؓ کا غزوہ احد کے دن رسول اللہؐ کے رخسار سے خود کی کڑیوں کو اپنے دانتوں سے نکالنا 43
عقبہ بن ابی عقبہ ایک بدوی سردار 392
عقبہ بن ابی عقبہ پر حضرت خالدؓ کا حملہ کرنا 392
عقبہ کا معرکہ عین التمر میں مارا جانا 398
عقبہ کا انتقام لینے کیلئے ربیعہ بن ابجر کا ثنی اور بشر جانا 398
عقیل بن حضرت حمزہؓ 669
عکاشہؓ بن ثَور کو حضرت ابو بکرؓ کا تہامہ میں قیام 346
حضرت عکاشہؓ کا حضرِ موت کے دو علاقوں سکاسِک اور سکون پر عامل مقرر ہونا 346
حضرت عکرمہ بن ابو جہلؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مُسَیلمہ کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 315،267،202
حضرت عکرمہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتنۂ ارتداد اور بغاوت کا مقابلہ کرنے کیلئے بھیجنا 314
حضرت عکرمہؓ کی مَھرہ قبیلہ کی طرف پیش قدمی 317
حضرت عکرمہؓ کی یمن کی طرف پیش قدمی 318
حضرت عکرمہؓ کی اقامت سے اسود عنسی کی ماندہ جماعت پر گہرا اثر ہونا 318
حضرت عکرمہؓ کے خلاف قیس بن مکشوح کا عمرو بن معدی کرِب کے ساتھ قتال کیلئے کھڑے ہونا 318
حضرت عکرمہؓ کا نعمان بن جَون سے میدانِ جنگ میں شادی کرنا319
حضرت عکرمہؓ کی کِندہ اور حضرِ موت کے مرتدین باغیوں کے خلاف مہم 362
حضرت عکرمہؓ کا شام کی فتح میں حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ آملنا430
حضرت عکرمہؓ کو حضرت مھاجرؓ کا اپنا نائب مقرر فرمانا 364
حضرت عکرمہؓ سے اشعث کا امان طلب کرنا 364
حضرت عکرمہؓ کا حضرت خالدؓ کو بچانا 431
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت ابو بکرؓ سے کُمک مانگنا 310
حضرت علاء بن حضرمیؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم 330
حضرت علاءؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا بحرین جانے کا حکم 330
حضرت علاءؓ کا حضرت ثُمامہ بن اُثال کے ساتھ ملنا 336
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حُطم پر فوج کشی کرنا 339
حضرت علاءؓ کا جارود کو حُطم فوج کشی کرنے کیلئے بھیجنا 339
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت عفیف بن مُنذرؓ کو بحرین کی مہم کے بعد مالِ غنیمت دینا 340
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت قیس بن عاصمؓ کو بحرین کی مہم کے بعد مالِ غنیمت دینا 340
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت ثُمامہ بن اُثالؓ کو بحرین کی مہم کے بعد مالِ غنیمت دینا 340
حضرت علاء بن حضرمیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا بنو شیبان بن ثعلبہ کے حملہ سے آگاہ کرنا 340
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت عُتیبہ بن نھّاسؓ کو مرتدین کے مقابلے کیلئے پہرہ دینے کا حکم دینا 341
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت عامر بن عبد الاسودؓ کو مرتدین کے مقابلے کیلئے پہرہ دینے کا حکم دینا 341
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت مُسمع کو مرتدین سے مقابلہ کرنے کا حکم دینا 341
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت خفصہ تیمیؓ کو مرتدین سے مقابلہ کرنے کا حکم دینا 341
حضرت علاء بن حضرمیؓ کا حضرت مثنیٰؓ بن حارثہ شیبانیؓ کو مرتدین

سے مقابلہ کرنے کا حکم دینا 341
حضرت علاء بن حضرمیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا بحرین کا گورنر مقرر کرنا 481
حضرت علاء بن حضرمیؓ کے ساتھ حضرت مثنیٰؓ بن حارثہؓ کا ملکر باغیوں سے جنگ کرنا 370
حضرت علی بن ابی طالبؓ 595، 673
حضرت علیؓ کی جنگ بدر کے موقع پر آپؐ سے محبت 36
حضرت علیؓ کا غزوہ احد کے دن کفار کو قتل کرنا 42
حضرت علیؓ کی احد کے دن رسول اللہؐ کے ہاتھ پر بیعت 41
حضرت علیؓ کو آنحضور ﷺ کا غزوہ احد کے دن قریش کے بھاگ جانے پر ان کے پیچھے بھیجنا 45
حضرت علیؓ کے سپرد آنحضور ﷺ کا غزوہ بنو نضیر کے وقت اسلامی لشکر کی کمان کرنا 48
حضرت علیؓ کا آپؐ کے ساتھ غزوہ بنو نضیر کیلئے جانا 47
حضرت علیؓ کا غزوہ حُنین کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا 75
حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتویٰ دینے پر مامور کرنا 477
حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کے دور میں جمع قرآن کی بابت روایت 485
حضرت علیؓ بن ابی طالب کو آنحضورؐ کا اپنی بیوی کو چھوڑنے کیلئے مشورہ کے طور بلانا 52
حضرت علیؓ کا سورۂ توبہ کی ابتدائی آیات کا حج کے موقع پر اعلان کرنا 81
حضرت علیؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کی 115-116
آپؓ کا مانعینِ زکوٰۃ کے مدینہ سے جانے کے بعد پہرہ دینا 143
حضرت علیؓ سے حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کیلئے لشکر تیار کرنے کی بابت مشورہ لینا 427
حضرت علیؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ کے وقت شامل کرنا 474
حضرت علیؓ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں قضا کے ممبر تھے 476
حضرت علیؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو خراجِ تحسین پیش کرنا 494
حافظ علی رضا (معاندِ احمدیت) کا عبد السلام صاحب کو شہید کرنا 271
ڈاکٹر علی محمد صلابی 205، 259
حضرت عمّار بن یاسرؓ 582
حضرت عمّار بن یاسرؓ کو آنحضرتؐ کا غزوہ بنو مصطلق کے وقت مہاجرین کا جھنڈا عطا کرنا 50
عُمارہ بنت حضرت حمزہؓ 669
عمر ابو عرقوب صاحب کا ذکر خیر 465
حضرت عمر بن خطابؓ 290، 476، 552، 610
حضرت عمر بن خطّابؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی تدفین کے وقت قبر میں اترنا 471
حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سراقہ کو کنگن پہنائے جانا 16
حضرت عمرؓ کی مکہ میں مؤاخات 32
حضرت عمرؓ کا ابو سفیان کے قافلے کی روک تھام کیلئے نکلنے سے قبل گفتگو کرنا 33
حضرت عمرؓ کا آپؐ کے ساتھ غزوہ بنو نضیر کیلئے جانا 47
حضرت عمرؓ کا خندق کھودنا 56
حضرت عمرؓ کا صلح حدیبیہ کے وقت جوش اور ردّ عمل 62، 497
حضرت عمرؓ کا ابو جندل کو واپس کرنے پر جوش میں آنا 64
حضرت عمرؓ کا صلح حدیبیہ کے وقت صلح نامہ پر دستخط کرنا 65
آپؐ کا حضرت عمرؓ کو خیبر کے موقع پر امیر مقرر فرمانا 67
حضرت عمرؓ کا غزوۂ تبوک کے موقع پر آدھا سامان لے آنا 78
حضرت عمرؓ کا آپؐ کی وفات کی خبر پر ردّ عمل 102
حضرت عمرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو عبیدہ بن جرّاحؓ کو بیعت لینے کیلئے کہنا 107
حضرت عمرؓ کا آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ انصار کے پاس جانے کے بارے روایت 107
حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کے خلیفہ منتخب ہونے کے وقت تقریر کرنا 113
حضرت عمرؓ کا حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنا 113
حضرت عمرؓ کا ملکِ شام کے سفر کیلئے روانہ ہونا 129
حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ کے وقت شامل کرنا 474
حضرت عمرؓ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ قضا کے سربراہ 476
حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتویٰ دینے پر مامور کرنا 477

حضرت عمرؓ کو جمع قرآن کی بابت انشراحِ صدر 484
زید بن خطابؓ حضرت عمر بن خطابؓ کے سوتیلے بھائی تھے 289
حضرت عمرؓ کا حضرت عتبہ بن غزوان کو بصرہ کی جانب روانہ فرمانا 378
حضرت عمرؓ کے دور میں جمعِ قرآن اور اس کی نقلیں کروانا 488
حضرت عمرؓ کا حضرت حفصہؓ کو قرآن کریم کا صحیفہ صدیقی دینا 488
حضرت عمرؓ کا ابو بکرؓ اور عثمانؓ کو اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ کا رشتہ پیش کرنا 494
حضرت عمرؓ کی حضرت ابو بکرؓ سے تکرار 499-500
حضرت عمرؓ کا آپؐ کے پاس تورات کا ایک نسخہ لیکر آنا 501
حضرت عمرؓ کی حضرت عبد اللہ ذوالبِجادین مُزنیؓ کی تدفین میں شرکت 79، 80
حضرت عمرؓ کے بارے حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سے رائے دریافت کرنا 468
حضرت عمرؓ کے دور میں اُبلّہ کی فتح 377
عمران بابر صاحب 506
عمرو بن جحّاش کا آپؐ پر حملہ کرنے کی حامی بھرنا 47
حضرت عمرو بن حزمؓ کو نجران سے نکالا جانا 356، 368
حضرت عمرو بن عاصؓ کی کنیت اور والدین کے اسماء 323
حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر کا حاکم مقرر کیا جانا 323
بھائی کے ہمراہ دوسری ہجرت حبشہ میں جانا 326
حضرت عمرو بن عاصؓ 550
حضرت عمرو بن عاصؓ کا آپؐ کا عبّاد کے پاس خط دیکر بھیجنا 324
حضرت عمرو بن عاصؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا قُضاعہ و دلیعہ اور حارث کی جمعیتوں کے مقابلہ کیلئے بھیجنا 202
حضرت عمرو بن عاصؓ کی مرتد باغیوں کے خلاف مہم 323
حضرت عمرو بن عاصؓ کو امیر معاویہ کا مصر کا حاکم مقرر فرمانا 323
حضرت عمرو بن عاصؓ کا آپؐ کا جَیفر اور عبّاد کے پاس خط دیکر بھیجنا 324
حضرت عمرو بن عاصؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کے دوران لشکر دیکر روانہ فرمانا 440
حضرت عمرو بن عاصؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا حاکم مقرر کرتے وقت کی نصائح 482
حضرت عمروؓ کے مقابلے کیلئے ہرقل کا شام کی فتح کے دوران اپنے بھائی تذارِق کو بھیجنا 442
عمرو بن عبد المسیح کا جنگِ حیرہ کے دوران قصر ابنِ بُقیلہ میں پناہ گزین ہونا 387
حضرت عمرو بن کعب مازنیؓ کا بنو قریظہ کے محاصرہ کے وقت تیر برسانا 61
عمرو بن معدی کرِب یمن کا ایک مشہور شہسوار 355
عمرو بن معدی کرِب کے پاس اسود عنسی کی جماعت کی قیادت 318
قیس بن مکشوح کا عمرو بن معدی کرِب کے ساتھ حضرت عکرمہؓ کے خلاف قتال کیلئے کھڑے ہونا 318
عمرو بن معدی کرب کے بھانجے قیس بن عبد یغوث 356
عمرو بن معدی کرب اور قیس بن مکشوح کی گرفتاری 359
عمرو بن معدی کرب کو حضرت ابو بکرؓ کا رہا کر دینا 360
عُمیر بن وہب کو رؤساءِ قریش کا جنگ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے لشکر کی تعداد معلوم کرنے کیلئے بھیجنا 672
عنسی کے مقابلہ کیلئے حضرت ابو بکرؓ کا حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ کو بھیجنا 202
عنسی کو فیروز کا یمن میں مارنا 264، 353
عوف بن فلان بن سنان مُرّہ قبیلہ کا سردار 142
عُویم بن ساعدہ 107
عویم بن کاہل اسلمی کو حضرت خالدؓ کا عین التمر میں اپنا قائمقام مقرر فرمانا 394
عیاضؓ کو حضرت خالدؓ کا حِیرہ پر اپنا قائمقام مقرر کرنا 397
حضرت عِیاض بن غنم، حضرت ابو عبیدہؓ کے جانشین 371
حضرت عِیاض بن غنم کو حضرت ابو بکرؓ کا حِیرہ پہنچ کر فوجی قیادت کرنے کا حکم دینا 371
عیاض بن غنم کی مدد کیلئے حضرت خالدؓ کا عراق کی فتح کے دوران جانا 390
عیاض بن غنم کی مدد کیلئے حضرت خالدؓ کا ولید بن عُقبہ کو دومہ بھیجنا 394
عیسیٰ جوف صاحب کا ذکر خیر 666
آسٹریلیا کے ایک نومبائع عیسیٰ گیبری کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 416

علامہ عینی 182
عُیینہ بن حصن کا تعارف 240، 241

غ

غُرور کا اصل نام مُنذر بن نعمان بن مُنذر تھا 335

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام

78، 55
آپؑ کا بدر کے دن آنحضور ﷺ کی دعاؤں کا تذکرہ 37
حضرت مسیح موعودؑ کا حضرت ابو بکرؓ کی شجاعت اور آپؐ کی وفات پر صحابہؓ کے اجماع کا تذکرہ 105-106
حضرت علیؓ کی حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کرنے کا ذکر 116
حضرت ابو بکرؓ کو ملنے والی خدائی تائید کا ذکر 120 تا 123
جیشِ اسامہ کی روانگی کا ذکر 131
ابو بکرؓ کے زمانے میں اٹھنے والے فتنوں کے بارے ذکر 173
حضرت مسیح موعودؑ کا لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْن کی تشریح کرنا 180
حضرت مسیح موعودؑ کا قبولیتِ دعا کا ذکر کرنا 189-190
حضرت مسیح موعودؑ کا اللہ تعالیٰ کو پانے کا ذکر کرنا 192 تا 198
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت اور آپؓ کی شجاعت کا ذکر 200-201
حضرت ابو بکرؓ کا قبائلِ عرب کو خط لکھنے کا ذکر 205 تا 207
رمضان اور تقویٰ کی بابت ارشاد 211 تا 223
خلافت کے جاری رہنے کا ذکر 277 تا 279
جھوٹے مدعیانِ نبوت کا تذکرہ 309-310
قرآنِ کریم کے نزول اور جمع کرنے کا تذکرہ 487-488
حضرت ابو بکرؓ کے مقام و مرتبہ کا ذکر 492
حضرت ابو بکرؓ کی فراست کا ذکر 578 تا 580
حضرت ابو بکرؓ کے اوصاف کا ذکر 594-595
حضرت ابو بکرؓ کی ایک بوڑھیا کی خدمت کرنے کا ذکر 604
حضرت ابو بکرؓ کے محاسن و مناقب کا ذکر 617
حضرت ابو بکرؓ کے اخلاقِ فاضلہ کا ذکر 624 تا 641
حضرت مسیح موعودؑ کے دعا کے بارے ارشادات 642 تا 654
حضرت مسیح موعودؑ کے اپنی بعثت اور جماعت کے قیام کی بابت ارشادات 655 تا 664

ف

سسٹر فاتو صاحبہ کی تحریکِ جدید میں مالی قربانی کا ذکر 566
گیمبیا کی ایک خاتون سسٹر فاٹو صاحبہ کے قبولِ احمدیت کا واقعہ 281
فراست عمر صاحب 297
فرزانہ ارم صاحبہ اہلیہ عبد السلام صاحب شہید 272
تاتارستان رشیا کے فرید ابراہیموف کی تحریکِ جدید میں مالی قربانی کا ذکر 571
فُجاءہ 329
فضل بن حضرت حمزہؓ 669
فضل بن عباس کا غزوہ حُنین کے موقع پر آپؐ کے ساتھ ثابت قدم رہنا 75
فضل احمد ڈوگر صاحب کا ذکرِ خیر 664
فضلِ الٰہی قمر صاحب 598
فضلِ عمر فاروق صاحب 557
فواد احمد مربی سلسلہ 57
فیروز کا عنسی کو یمن میں مارنا 264
فیروز کے ساتھ ملکر جِشنس دیلمی کا اسود کو قتل کرنا 356

ق

قارِن 378، 379
قُباذ 379
قُبیصہ طائی 387
حضرت قتادہ بن نعمانؓ کا ملکِ شام کے سفر کیلئے روانہ ہونا 129
قُتیلہ بنت عبد العُزّٰی زوجہ حضرت ابو بکرؓ 472
قدرت اللہ صاحب 424
قُرّہ بن ہُبیرہ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا رسیوں سے باندھنا 246
علامہ قسطلانی 32
قعقاع بن عمرو کا عراق کی مہم میں حضرت خالد بن ولیدؓ کی مدد

کرنے کیلئے جانا 372
قعقاع بن عمرو کا ھُرمز کے دفاعی دستے پر حملہ کرنا 376
قعقاع بن عمرو تمیمیؓ کو حضرت خالدؓ کا حِیرہ پر اپنا قائمقام مقرر فرمانا 390
حضرت قعقاع بن عمرو کو حضرت خالدؓ کا روزبہ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 396
قعقاع کا زرمہر کو قتل کرنا 397
حضرت خالدؓ کا قعقاع کو مُصیّخ کے معرکہ کو سَر کرنے کیلئے بھجوانا 398
قیس بن عاصم کا منکرین زکوٰۃ میں شامل ہونا بعد میں معافی مانگنا 336
قیس بن عاصم کا حُطم کو قتل کرنا 339
حضرت قیس بن عاصم کا ابجر کو قتل کرنا 340
حضرت قیس بن عاصمؓ کو حضرت علاء بن حضرمیؓ کا بحرین کی مہم کے بعد مالِ غنیمت دینا 340
قیس بن عبد یغوث 356
قیس بن عبد یغوث، اسود کو قتل کرنے میں شامل تھے 356
قیس بن مکشوح کے مقابلہ کیلئے حضرت ابو بکرؓ کا حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ کو بھیجنا 202
قیس بن مکشوح کے پاس اسود عنسی کی جماعت کی قیادت 318
قیس بن مکشوح کا عمرو بن معدی کرِب کے ساتھ حضرت عکرمہؓ کے خلاف قتال کیلئے کھڑے ہونا 318
قیس بن مکشوح کی گرفتاری 359
قیس بن ہُبیرہ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کے دوران حضرت ابو عبیدہؓ کے ساتھ بھیجنا 436
سیدہ قیصرہ ظفر ہاشمی صاحبہ کا ذکر خیر 140-141
قیقار بن نسطوس کو ہرقل کا شام کی فتح کے دوران حضرت ابو عُبیدہؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442

ک

کارل کیلمن شِک کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تأثرات 542
کاٹے بولے کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 412
ڈاکٹر کترینہ لینٹوس کے زائن شہر کی مسجد کے افتتاح پر تأثرات 539
ایک عیسائی امریکن کرسٹوفر کا بیعت کرنا 549
کریگ کونسڈائن کے زائن شہر کی مسجد کے افتتاح پر تأثرات 540
کسریٰ کا باذان کو آپؐ کا سر لانے کا حکم دینا 353
کسریٰ کو اس کے بیٹے شِیرَوَیہ کا ہلاک کرنا 353
کعب بن عُجرہ کا جنگِ یمامہ کے روز سخت جنگ کرنا 303
کولوبالی، آئیوری کوسٹ کی وقف جدید میں مالی قربانی کا ذکر 10
کلثوم بن الہدمؓ کے گھر آنحضرت ﷺ کا مدینہ آمد کے وقت قیام کرنا 23
گنی بساؤ کی ایک خاتون کمبا کیٹا کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 420

گ

گلوریا کے زائن شہر کی مسجد کے افتتاح پر تأثرات 542
قزاخستان کی خاتون گُلیان آئی مکینا صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 418-419

ل

لال خان صاحب امیر جماعت کینیڈا 296
لُبینہ بنت حباب 325
چودھری لطیف احمد جھمٹ صاحب کا ذکر خیر 424-425
لقمان ثاقب صاحب 28
لقیط بن مالک کا آپؐ کی وفات کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا 314
مسٹر لیرائے کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تأثرات 544
لئیق احمد خورشید صاحب 83
میر لوہائیل بریڈیا ہل برنڈ کے زائن شہر کی مسجد کے افتتاح کے موقع پر تأثرات 541

م

حضرت مالک بن اوسؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
مالک بن عوف کا غزوہ حُنین کے موقع پر قبائلِ عرب کو جمع کرنا 74
مالک بن نُویرہ کے مقابلہ کیلئے کو حضرت ابو بکرؓ کا حضرت خالد بن

ولیدؓ بھیجنا 202
مالک بن نُویرہ کے قتل کی تفصیلات 245-255، 257
مائیکل مک کال کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تأثرات 543
مولانا مبارک نذیر صاحب کا ذکر خیر 153
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ 58
مبارکہ بیگم صاحبہ اہلیہ مختار احمد گوندل صاحب کا ذکرِ خیر 57
مبارزہ فاروق صاحبہ کا ذکر خیر 348
مبرور احمد صاحب 467
مبشر ظفر صاحب 236
کونگو برازاویل کے مسٹر مبورا بن جیلی کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 421
مُتمّم بن نُویرہ کا اپنے بھائی مالک بن نُویرہ کے قتل کا قصاص لینے حضرت ابو بکرؓ کے پاس آنا 256
مُتمّم بن نُویرہ کا اپنے بھائی کے قتل پر اشعار کہنا 290
حضرت مثنّیٰؓ بن حارثہ شیبانیؓ کو حضرت علاء بن حضرمیؓ کا مرتدین کے مقابلہ کرنے کا حکم دینا 341
حضرت مثنّیٰؓ بن حارثہؓ کی عراق کی طرف پیش قدمی 369
حضرت مثنّیٰؓ بن حارثہؓ کا باغیوں سے جنگ کرنا 370
حضرت مثنّیٰؓ کا ھُرمز پر فتح پانے کے بعد حِیرہ جانا 371
حضرت مثنّیٰؓ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا ایرانیوں کے شکست خوردہ لشکر کے تعاقب میں بھیجنا 378
حضرت مثنّیٰؓ کا جنگِ مَذار میں دشمن کی خبر حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجنا 378-379
مثنّیٰ بن حارثہ کا جنگِ حیرہ میں قصر ابن بُقیلہ کے محاصرہ کیلئے مقرر ہونا 387
حضرت مثنّیٰؓ کا حضرت عمرؓ کے دور میں حِیرہ کو فتح کرنا 388
مجّاعہ بن مُرارہ بنو حنیفہ کا سردار 268، 304
مجّاعہ بن مُرارہ کا جنگ یمامہ کے وقت آپؐ کے پاس آنا 262
مسیلمہ کی لاش کی شناخت کروانے کیلئے مجّاعہ کو حضرت خالدؓ کا جنگِ یمامہ کے روز بیڑیوں میں جکڑ کر لانا 305
مجّاعہ سے حضرت خالدؓ کا جنگِ یمامہ کے روز صلح کرنا 305
محبوب احمد راجیکی صاحب کا ذکر خیر 466
محکّم بن طُفیل، بنو حنیفہ کا سردار 290
محکّم بن طُفیل کا جنگِ یمامہ میں مسلمانوں سے مقابلہ کرنا 290
محکّم کا کعب بن عُجرہ کو جنگِ یمامہ کے روز ضرب لگانا 303
محمد ابن حضرت حمزہؓ 669
محمد احمد شارم کا ذکر خیر 299
ڈاکٹر محمد اشرف صاحب 30
حافظ محمد اکرم صاحب 275
محمد بشیر شاد صاحب کا ذکر خیر 183-184
محمد سلا کی تحریکِ جدید میں مالی قربانی کا ذکر 567
محمد بن ابی بکرؓ 472
امام محمد بن سیرین 580-581، 615
ابن سیرین کے والد سیرین کو عیسائیوں کا گروی بنانا 393
محمد صدیق صاحب کا ذکر خیر 184
مولوی محمد حسین بٹالوی کا حضرت مسیح موعودؑ کو تباہ کرنے کے بارے دعویٰ 171
محمد عمار المسکی کا ابو الفرج الھسنی کا ذکرِ خیر 125
مالی کے ایک دوست محمد کونے کے قبولِ احمدیت کا ذکر 283
محمد بن مسلمہؓ کو آپؐ کا خیبر کے موقع پر امیر مقرر فرمانا 67
محمد بن مسلمہ کو آپؐ کا غزوہ بنو نضیر کے وقت یہودیوں کو مدینہ سے نکلنے کیلئے حکم دیکر بھیجنا 47
لائبیریا کے معلم محمد جانسن کا تحریکِ جدید میں قربانی کرنے والوں کے بارے ذکر 565
مکرم محمد داؤد ظفر صاحب کا ذکر خیر 596
محمد شریف صاحب کلارا 26
محمد یوسف بلوچ صاحب کا ذکرِ خیر 348
محمود احمد خان صاحب 58
مکرم ڈاکٹر محمود احمد خواجہ صاحب کا ذکر خیر 184
محمود اقبال ہاشمی صاحب 141
محمود طاہر صاحب 506
محمود وردی صاحب 557
مروان کو حضرت حفصہؓ کا قرآنی نسخہ نہ دینا 488

مروان کا حضرت حفصہؓ کی وفات کے بعد عبداللہ بن عمرؓ سے قرآنی نسخہ لیکر ضائع کرنا 488
مصر کی خاتون مروہ عبداللہ صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 419
حضرت مُستَورِد بن شدّادؓ کی آپؐ کا عُمّال کو سہولیات دینے کے بارے روایت 481
مسعود احمد صاحب 667
ڈاکٹر مسعود الحسن صاحب 274
مسطح بن اُثاثہ کو حضرت ابو بکرؓ کا خرچ نہ دینے کے بارے قسم کھانا اور اس بارے قرآنی حکم 53
مسلم الدروبی صاحب 125-124
مُسمع بن مالک کا ارتداد اختیار 334
مسیلمہ کذاب کا جنگ یمامہ کے وقت آپؐ کے پاس آنا 262
مسیلمہ کی آپؐ سے ملاقات کے بارے روایت 264-263
مسیلمہ کا یمامہ میں عَلَمِ بغاوت بلند کرنا 267
مسیلمہ کا یمامہ سے آپؐ کے عامل کو نکالنا 267
مسیلمہ پر آپؐ کی وفات کے بعد مرتدین کا ایمان لانا 137
مسیلمہ کا آپؐ کی وفات کے بعد ثُمامہ بن اُثال کو مدینہ سے نکالنا 367
مسیلمہ کا آپؐ کی وفات کے بعد حبیب بن زیدؓ اور عبداللہ بن وہبؓ کو قید کرنا 367
مسیلمہ کا آپؐ کی وفات کے بعد شہر بن باذان پر حملہ کرنا 367
مُسَیلمہ کے مقابلہ کیلئے عکرمہ بن ابوجہلؓ کا جانا 202
مشتاق احمد صاحب کا ذکر خیر 425
مشہود احمد صاحب 665
مسیلمہ کا حضرت امّ عمّارہؓ کے بیٹے حبیب بن زید اور عبداللہ بن وہب کو پکڑنا اور گواہی لینا 302
مسیلمہ کذّاب کو حضرت امّ عمّارہؓ کے بیٹے عبداللہ کا قتل کرنا 301
حضرت مُسمع کو حضرت علاء بن حضرمیؓ کا مرتدین کے مقابلہ کرنے کا حکم دینا 341
مُصَبّح نامی شخص کی سرکردگی میں مَہرہ قبیلہ کے ایک گروہ کا آباد ہونا 317
حضرت معاذ بن جبلؓ یمن اور حضرِموت کے معلم 355
حضرت معاذؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا مشورہ میں شامل کرنا 474
حضرت معاذؓ حضرت ابو بکرؓ کے دور میں محکمہ قضا کے ممبر تھے 476
حضرت معاذؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا فتویٰ دینے پر مامور کرنا 477
معراج الدین شاہد صاحب 559
امیر معاویہؓ 432
معاویہ بن ابوسفیان کا مسیلمہ کو قتل کرنا 292
امیر معاویہ کا حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر کا حاکم مقرر فرمانا 323
حضرت معقل کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا اُبلّہ میں مالِ غنیمت اور قیدیوں کو گرفتار کرنے کیلئے بھیجنا 378
حضرت معقل بن اَعشٰی کا قارِن کے مقابلہ کیلئے نکلنا 379
معن بن حاجز کو حضرت ابو بکرؓ کا قبیلہ بنو سلیم اور بنو حَوازِن کی طرف بھیجنا 328
معن بن عدیؓ 107
معن بن عدیؓ اور زید بن خطابؓ کے درمیان آنحضور ﷺ کا مؤاخات قائم فرمانا 289
حضرت معن بن عدیؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 289
حضرت معن بن عدیؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت مُعنّٰی کا جنگِ مذار میں دشمن کی خبر حضرت خالد بن ولیدؓ کو بھیجنا 379-378
مغفور احمد صاحب 299-298
حضرت مقدادؓ کا ابوسفیان کے قافلے کی روک تھام کیلئے نکلنے سے قبل گفتگو کرنا 33
مُقرّن بن عائذ 345
آسٹریلیا کے ایک نومبائع مکیاس گبری کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 417
مِلّہ بن مالک سے حضرت حمزہؓ کی شادی 668
مرزا ممتاز صاحب کا ذکر خیر 27
منذر بن نعمان کو بحرین کے مرتد باغیوں کا بادشاہ بنانا 333
منذر بن ساوٰی کا اسلام قبول کرنا 333،332،330
منذر بن نعمان کو ربیعہ قبیلہ کا بادشاہ بنانا 182-181
ملک منصور احمد صاحب کا ذکر خیر 665

ماسٹر منور احمد صاحب (والد عبد السلام صاحب شہید) 272
منیر احمد صاحب 59
منیر الدین شمس صاحب 236
موسلی واتی 556
گنی کناکری کے ایک احمدی موسیٰ کی وقف جدید میں مالی قربانی کا واقعہ 05-06
موسیٰ بن اسماعیل 602
موسیٰ بن عقبہ کے نزدیک غزوہ بنو مصطلق کی تاریخ 50
موسیٰ بن نصیر کے والد نصیر کو عیسائیوں کا گروی بنانا 393
حضرت مہاجرؓ کا غزوۂ تبوک سے پیچھے رہ جانا 351-352
حضرت مہاجر بن ابوامیہ کی عنسی کی طرف روانگی 202، 351
حضرت مہاجر کی قیس بن مکشوح کی طرف روانگی 202
حضرت مہاجر کی اَبناء کے مقابلہ کیلئے روانگی 202
حضرت مہاجر کی کندہ کے مقابلہ کیلئے روانگی 202، 268
حضرت مہاجرؓ کا کندہ کا گورنر مقرر ہونا 481
کندہ اور حضر موت کے مرتدین کے خلاف مہم 362
حضرت مہاجرؓ کی یمن کے باغیوں کے خلاف مہم 351
حضرت مہاجر بن ابوامیہؓ کی نجران کی طرف روانگی 359
حضرت مہاجرؓ کا نجران جانا 359
مہران بن بہران، حاکم عین التمر 390
میری میکڈرمٹ کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تأثرات 545
میٹ رینڈر کے زائن شہر کی مسجد کے افتتاح پر تأثرات 541
میلوڈی ہال کے زائن شہر کی مسجد کے افتتاح پر تأثرات 540

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

آنحضور ﷺ کی سراقہ کے متعلق پیشگوئی 16
آنحضور ﷺ کا امّ معبد کی بکری پر دعا مانگنا 19
آنحضور ﷺ کا قُبا میں قیام 22
آنحضور ﷺ کا قُبا مسجد کی بنیاد رکھنا 23
آنحضور ﷺ کا وادیٔ رانوناء میں جمعہ ادا کرنا 24
آنحضور ﷺ کا حضرت ابوایوب کے صحن میں ڈیرہ ڈالنا 25
آنحضور ﷺ حضرت زیدؓ کو آنحضرتؐ کا اپنے اہل وعیال کو مدینہ لانے کیلئے مکہ بھیجنا 26
آنحضور ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ کو مسجد کے قریب مکان دینے کے بارے روایت 32
آنحضور ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت خارجہ بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمانا 32
آنحضور ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمانا 32
آنحضور ﷺ کا مدینہ میں قیام کا مقصد مسجد نبویؐ کی تعمیر تھا 31
آنحضور ﷺ کا ابو سفیان کے قافلے کی روک تھام کیلئے مدینہ سے نکلنا 33
آنحضور ﷺ کا غزوہ بدر کے قیدیوں کے متعلق مشورہ طلب کرنا 38-39
آنحضور ﷺ کا بدر کے دن دعائیں کرنا 35، 37
آنحضور ﷺ غزوہ احد کے بارے مشورہ طلب کرنا 39
آنحضور ﷺ کا غزوہ احد کے دن سعد بن وقاصؓ کو اپنے ہاتھ سے تیر دینا 42
آنحضور ﷺ کے دندانِ مبارک کا غزوہ احد کے دن شہید ہونا 42
آنحضور ﷺ کا غزوہ احد کے دن اپنی تلوار ابو دُجانہ انصاریؓ کو عطا کرنا 41
آنحضور ﷺ کا غزوہ احد کے دن موت پر بیعت لینا 41
آنحضور ﷺ کا غزوہ احد کے دن قریش کے بھاگ جانے پر ستّر صحابہؓ کو ان کے پیچھے بھیجنا 45
آنحضور ﷺ کا غزوہ بنو نضیر کے وقت اسلامی لشکر کی کمان حضرت علیؓ کے سپرد کرنا 48
آنحضور ﷺ کا دس صحابہؓ کے ساتھ غزوہ بنو نضیر کیلئے جانا 47
آنحضور ﷺ کا غزوہ بنو نضیر کے وقت محمد بن مسلمہ کے ذریعہ یہودیوں کو مدینہ سے نکلنے کیلئے حکم دیکر بھیجنا 47
آنحضور ﷺ کا سات سو صحابہؓ کے ساتھ غزوہ بنو مصطلق کیلئے روانہ ہونا 50
آنحضور ﷺ کا حضرت علیؓ بن ابی طالب اور حضرت اسامہ بن زیدؓ کو کا اپنی بیوی کو چھوڑنے کیلئے مشورہ کے طور بلانا 52
آنحضور ﷺ کا واقعۂ اِفک کے دوران اپنی خادمہ بَریرہ سے

حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھنا 52
آنحضور ﷺ کا واقعۂ افک کے دوران حضرت زینبؓ سے حضرت عائشہؓ کے بارے پوچھنا 55
آنحضور ﷺ کا غزوہ خندق کے دوران صحابہؓ کے ساتھ مل کر خندق کھودنا 56
آپؐ کا خواب میں بیت اللہ کا طواف کرتے دیکھنا 62
آنحضور ﷺ کا صحابہؓ کے ساتھ مدینہ سے عمرے کیلئے جانا 62
آنحضور ﷺ کا بنو قریظہ کا محاصرہ کرنا 61
آنحضور ﷺ کا صلح حدیبیہ کے وقت ابو جندل کو قریش کے سپرد کرنا 63
آنحضور ﷺ کا سریہ بنو فزارہ کے وقت حضرت ابو بکرؓ کو امیر مقرر فرمانا 66
آنحضور ﷺ کا وادیٔ کتیبہ کو اپنے عزیزوں اور مسلمان مرد وعورتوں میں تقسیم کرنا 68
آنحضور ﷺ کا خیبر کیلئے روانہ ہونا 67
آنحضور ﷺ کا نجد کی سرکوبی کیلئے حضرت ابو بکرؓ کو امیر بنا کر بھیجنا 68
آنحضور ﷺ کا خیبر پر روانگی کے وقت مدینہ میں سباع بن عُرفُطہ غفاری کو امیر مقرر فرمانا 67
آنحضور ﷺ کا خیبر کے موقع پر دردِ شقیقہ ہونا 67
آنحضور ﷺ کا خیبر کے موقع پر حضرت عمرؓ اور محمد بن مسلمہؓ کو امیر مقرر فرمانا 67
آنحضور ﷺ کا فتح مکہ کے موقع پر ابوسفیان کے قتل نہ کرنے کے بارے حکم دینا 72
آنحضور ﷺ کا حضرت سعد بن عُبادہؓ کو فتح مکہ کے موقع پر اپنا جھنڈا عطا کرنا 73
آنحضور ﷺ کا فتح مکہ کے موقع پر امن کا اعلان کرنا 73
آنحضور ﷺ کا فتح مکہ کے بعد ہبُل بُت کو گرانے کا حکم دینا 74
آنحضور ﷺ کا عبد اللہ بن ابو حدرد اسلمی کو قبائل عرب کی خبریں لانے کیلئے بھیجنا 74
آنحضور ﷺ کا غزوہ حُنین کے موقع پر جنگ کیلئے ہتھیار ادھار مانگنا 75
آنحضور ﷺ کا طائف کا محاصرہ کرنا 77
آنحضور ﷺ کا غزوۂ تبوک کیلئے حکم دینا 78
آنحضور ﷺ کا غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک صحابی کو دفن کرنا 79
آنحضور ﷺ کا بلقاء اور داروم کو روندنے کا حکم دینا 128
آنحضور ﷺ کا ملکِ شام کی روانگی سے قبل حضرت اسامہؓ کیلئے اپنے ہاتھ سے جھنڈا تیار کرنا 128
آنحضور ﷺ کا غزوہ مریسیع کے بعد جُویرہ بنت حارث سے شادی کرنا 260
آنحضور ﷺ کا غزوہ خیبر کے بعد صفیہ بنت حییّ بنت اخطب سے شادی کرنا 260
آنحضور ﷺ کا ھُوزہ بن علی یمامہ کے بادشاہ کو خط لکھنا 262
آنحضور ﷺ کا زید بن خطابؓ اور معن بن عدیؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمانا 289
آنحضور ﷺ کا ابواُسیدؓ کو جَونیہ کو لانے کیلئے مقرر کرنا 320
آنحضور ﷺ کا حضرت عمرو بن عاصؓ کو جَیفر اور عبّاد کے پاس تبلیغی خط دیکر بھیجنا 324
آنحضور ﷺ کا حضرت خالد بن سعیدؓ کو یمن کے صدقات وصول کرنے کیلئے منتخب کرنا 327
آنحضور ﷺ کا حضرت علاء بن حضرمیؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرمانا 330
آنحضور ﷺ کا حضرت ابان بن سعید بن عاصؓ کو بحرین کا عامل مقرر فرمانا 331
آنحضور ﷺ کا یمن میں محصلینِ زکوٰۃ مقرر فرمانا 345
آنحضور ﷺ کا طاہر بن ابوہالہ کو تہامہ میں زکوٰۃ لینے کیلئے عامل مقرر فرمانا 345
آنحضور ﷺ حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ کو کندہ کو گورنر مقرر فرمانا 482
آنحضور ﷺ کا حضرت ربیعہ بن جعفر کو زمین عطا فرمانا 489
آنحضور ﷺ کی حضرت ابو بکرؓ سے محبت 498-499
آنحضور ﷺ کا مکی دور میں حضرت ابو بکرؓ کے گھر وزانہ تشریف لیکر جانا 550

آنحضور ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ کو حج کی امارت سپرد فرمانا 595
آنحضور ﷺ کا اپنی آخری بیماری میں حضرت ابو بکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینا 100، 585

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

حضور انور کی دنیا کے حالات پر دعا کی تحریک 109، 123، 140، 153، 199، 236، 295،
حضور انور کا ایک ویب سائٹ کو لانچ کرنا 172
حضور انور کا ایم ٹی اے کی بدری صحابہؓ کے بارے میں ایک موبائل ایپلیکیشن کا اجراء کرنا 199
شاملین جلسہ اور ڈیوٹی والوں کو نصائح 403 تا 410
جلسہ میں ڈیوٹیاں دینے والے کارکنان کا شکریہ ادا کرنا 411
زائن کی مسجد کا افتتاح کرنا 508 تا 516
مسجد بیت الاکرام کا افتتاح کرنا 517 تا 526
مسجد بیت الرحمٰن کا افتتاح کرنا 527 تا 536
امریکہ کے دورے کا تذکرہ 537 تا 549
تحریکِ جدید کے نئے سال اور پوزیشنز کا اعلان 563
قادیان کے جلسہ کا ذکر 655

ن

حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحبؒ خلیفۃ المسیح الثالث

حضورؒ کا نسیم مہدی صاحب کی تعریف کرنا 299
ناصر اسلام مربی سلسلہ 111
حضرت میر ناصر نوابؓ کا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اردو کا متحان لینا 93
شیخ ناصر احمد صاحب کا ذکر خیر 465
نپولین کا مصر پر حملہ آور ہونے کے وقت جزر سے بچنا 343
نجبہ بن ابو میثاء کی ہلاکت 329
ملائیشیا کی خاتون نزلان از گان صاحبہ کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے متعلق تاثرات 420
نَسمہ صاحبہ کا ذکر خیر 285
نُسیبہ بنت کعب، حضرت امّ عمّارہؓ کا نام 301
نسیم مہدی صاحب کا ذکر خیر 295
نصرت قدرت سلطانہ صاحبہ کا ذکر خیر 424
نصیر احمد صاحب کی شہادت کا ذکر 437
حضرت عکرمہؓ کا نعمان بن جَون سے میدانِ جنگ شادی کرنا 319
نعمان بن مقرّن کو حضرت ابو بکرؓ کو مانعینِ زکوٰۃ کے حملہ کے وقت لشکر کے مَیمنہ پر متعین کرنا 144
نُعَیم نامی شخص کو ابو سفیان کا مدینہ کی طرف مسلمانوں کو جنگ سے باز رکھنے کیلئے بھیجنا 49
نوال مہدی صاحبہ 297
نورالدین صاحب 557
نوفل بن حارث سے آپؐ کا غزوہ حُنین کے موقع پر ہتھیار ادھار مانگنا 75
حضرت نہدِیہؓ اور ان کی بیٹی کو حضرت ابو بکرؓ کا آغازِ اسلام میں غلامی سے آزاد کرنا 584
برکینا فاسو کے نیسے بیسا کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 421

حضرت الحاج مولانا نورالدین صاحبؓ خلیفۃ المسیح الاول

حضورؓ کا پیشگوئی مصلح موعودؓ کا ذکر کرنا 91، 92
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی پہلی تقریر پر پسندیدگی کا اظہار 95
حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا ذکر 117

و

واقدی 60، 67، 68
وبر بن یُحنّس 356
وحشی بن حرب کا مسیلمہ کو قتل کرنے کے بارے ذکر 292-293
ودیعہ کو اقرع بن حابسؓ کا گرفتار کرنا 395
وَردان کا مسلمانوں کے خلاف فوج بھیجنا 458
وسیم سید صاحب 297
سید وقار احمد صاحب امریکہ کا ذکرِ خیر 58
وکٹوریہ صاحبہ کے مسجد بیت الاکرام کے افتتاح پر تأثرات 545
ولید بن عُقبہ کے ذریعہ حضرت خالدؓ کا حضرت ابو بکرؓ کو عین التمر کی فتح کی خبر پہنچانا 394

ولید بن عُقبہ کو حضرت خالدؓ کا عیاض بن غنم کی مدد کیلئے دومہ بھیجنا 394
ولید بن عقبہؓ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی طرف حضرت خالد بن سعیدؓ کے پاس بھیجنا 430
ولید بن عقبہؓ کو حاکم مقرر کرتے وقت ابو بکرؓ کی نصائح 482
گوئٹے مالا کی ایک خاتون ویرونیکا کے قبولِ احمدیت کے بارے واقعہ 282

ہ

ہاشم بن عُتبہ کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی طرف روانہ فرمانا 444
ہُذیل، مصیّخ کا سردار 397
ہرقل کی اسلامی لشکر کے خلاف کاروائی 442
ہرقل کا شام کی فتح کے دوران اپنے بھائی تذارِق کو حضرت عمرو بن عاصؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442
ہرقل کا شام کی فتح کے دوران جرجہ بن تُوذر کو حضرت یزید بن ابو سفیانؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442
ہرقل کا شام کی فتح کے دوران قیقار بن نسطوس کو حضرت ابوعُبیدہؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442
ہرقل کا شام کی فتح کے دوران دُراقِص کو حضرت شُرحبیل بن حسنہؓ کے مقابلے کیلئے بھیجنا 442
ہرقل کا اجنادین کے مقام پر فوج جمع کرنا 455
ہرقل کا نہایت معتمد اور اعلیٰ تیر انداز بُولص 459
ہُرمز 375
ہرمز ایک ایرانی سپہ سالار 370، 374
ہرمز اور حضرت مثنّیٰؓ کے درمیان جنگ 370
ہرمز کو حضرت خالد بن ولیدؓ کا امن قائم کے بارے خط لکھنا 375
ہرمز کا اردشیر شاہِ کسریٰ کو حضرت خالد بن ولیدؓ کے حملہ کی اطلاع دینا 375
ہرمز کا حضرت خالد بن ولیدؓ کے خلاف اپنے دو بھائیوں قُباذ اور انُوشجان کو مقرر کرنا 375
ہرمز کی حضرت خالد بن ولیدؓ کے خلاف سازش 376
ہرمز کا حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہاتھوں کام تمام ہونا 376
ہرمز ذاتُ السلاسل کی جنگ میں حضرت خالد بن ولیدؓ کے مدّ مقابل تھا 378
ہلال بن عقہ 398
ہوزہ بن علی یمامہ کے بادشاہ کو آپؐ کا خط لکھنا 262

ی

حضرت یزید بن ابو سفیانؓ 442
یزید بن ابو سفیان کو حضرت ابو بکرؓ کا شام کی فتح کے دوران روانہ فرمانا اور ان کو کی جانے والی نصائح 431تا434
حضرت یزید بن ثابت خزرجیؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونا 308
حضرت یزید بن قیسؓ کا جنگِ یمامہ میں شہید ہونے تک جھنڈا اٹھائے رکھنا 293
یعلیٰ بنت حضرت حمزہؓ 668
جیکا کے ایک خادم یٰسین صاحب کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 05
لیسوتھو کے ایک نومبائع یوسف لابیسا کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 417
یوسف صاحب 596
یوشع بن نُون سے حضرت ابو بکرؓ کی مشابہت 120

مقامات

آ۔ا

آٹوا ویسٹ وقف جدید میں اس سال کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر سات پر 14
آسٹریلیا وقف جدید میں اس سال چھٹے نمبر پر 13
آسٹریلیا کی اس سال وقف جدید میں بڑی دس جماعتیں 15
آسٹریلیا تحریکِ جدید میں فی کس کی ادائیگی کے لحاظ نمبر تین پر572
آسٹن جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی جماعتوں میں وصولی کے لحاظ نمبر چھ پر 14
آسٹن جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر پانچ پر 14
آلڈرشاٹ برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 13
آلڈرشاٹ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
آلڈرشاٹ ساؤتھ اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 573
آئیوری کوسٹ کے ایک صاحب کولوبالی کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 10
اُبُلّہ پر فتح کی بابت روایات 377
اُبْنٰی ملکِ شام میں بلقاء کی جانب ایک جگہ کا نام 128
اَبین یمن کی ایک بستی کا نام 318، 362
اجنادین فلسطین کے نواحی علاقوں میں ایک معروف بستی کا نام 448
اَجیاد مکہ میں صفا پہاڑی سے متصل ایک مقام 326
اڑیسہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چھ پر 574
اڑیشہ وقف جدید میں اس سال انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ پنجاب نمبر چھ پر 15
اٹلانٹا اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر دس پر 573
اسلام آباد پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
اسلام آباد جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
اسلام آباد ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
اسلام آباد اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر دو پر 573
اسلام آباد (یوکے) 01، 16، 31، 46، 60، 72، 85، 98، 112، 126، 142، 158، 200، 210، 224، 239، 251، 262، 276، 289، 301، 313، 325، 339، 351، 362، 374، 386، 403، 411، 426، 440، 454، 468، 483، 495، 537، 550، 563، 576، 588، 601، 615، 629، 642، 655، 688
اسلام آباد (یوکے) وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
اسلام آباد ریجن وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 13
اسلام آباد، برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 13
اسلام آباد اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے پانچ ریجن میں نمبر دو پر 573
اسلام آباد اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر تین پر 573
آعلاب مکہ کے ساحل میں قبیلہ عَنَك کا ایک علاقہ 346
افریقہ میں اضافہ کے لحاظ اس سال تحریکِ جدید میں قابلِ ذکر ممالک 572
البانیہ کے لوگوں کے جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 421

ایک البانین مسلمان لڑکی وِلما کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 412
اُلّیس عراق میں اَنبار کی بستیوں میں ایک بستہ 381
امریکہ کی اس سال وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے دس بڑی جماعتیں 14
امریکہ وقف جدید میں اس سال چوتھے نمبر پر 13
امریکہ وقف جدید میں فی کس کی ادائیگی کے لحاظ نمبر ایک پر 13
امریکہ اس سال تحریکِ جدید میں فی کس کی ادائیگی کے لحاظ نمبر ایک پر 572
اَمغِشیا حِیرہ کے برابر ایک شہر 385
انڈونیشیا وقف جدید میں اس سال ساتویں نمبر پر 13
انڈونیشیا کے ایک نوجوان کے قبولِ احمدیت کے بارے واقعہ 282
انڈونیشیا کی ایک نومبائع کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 415
انڈونیشیا کے لوگوں کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 568-569
انڈیا کے انسپکٹر کا وقف جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 08
انڈیا کے ایک پروفیسر کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 569
انسُر قبیلہ طے کے ایک چشمے کا نام 243
اور لینڈ جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر چار پر 14
اوسنابروک کے ایک صاحب کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 570
اوسنابروک تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر نو پر 573
اوش کوش اس سال تحریک جدید میں امریکہ کی جماعتوں میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 573
اوطاس حُنین کے قریب ایک وادی 74
ایسٹس فورڈ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر دس پر 14
ایڈیلائڈ ویسٹ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر نو پر 574
ایڈیلیڈ ساؤتھ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر چار پر 15
ایڈیلیڈ ساؤتھ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر چار پر 15
ایڈیلیڈ ساؤتھ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر دو پر 15
ایڈیلیڈ ویسٹ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 15
ایڈیلیڈ ویسٹ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر آٹھ پر 15
اے سی ٹی کینبرا اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دس پر 574

ب

بحرین کے حالات کے بارے ذکر 332
بحرین یمامہ اور خلیج فارس کے درمیان واقع علاقہ 369
بحرین کے مرتد باغیوں کا منذر بن نعمان کو بادشاہ بنانا 333
بدر مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور کنویں کا نام 48
برسبن سینٹرل وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر دس پر 15
برک الغماد مکہ سے پانچ رات کی مسافت پر ایک شہر کا نام 34
برکینا فاسو اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر چار پر 13
برکینا فاسو کے ایک رہائشی حمید صاحب کے قبولِ احمدیت کے بارے ذکر 283
برکینا فاسو کے ایک غیر از جماعت دوست کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 412
برکینا فاسو کے ایک ٹیچر کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 570
برکینا فاسو تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر چار پر 572
برطانیہ وقف جدید میں اس سال نمبر ایک پر 13

برطانیہ وقف جدید میں فی کس کی ادئیگی کے لحاظ نمبر تین پر 13
برطانیہ اس سال تحریکِ جدید میں فی کس کی ادئیگی کے لحاظ نمبر دو پر 572
برمنگھم ساؤتھ برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 13
برما اس سال تحریکِ جدید میں جماعت میں کارکردگی کے لحاظ سے اضافہ ہوا 572
برمنگھم ویسٹ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دس پر 13
بریڈفورڈ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر تین پر 14
وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر اطفال میں بریڈ فورڈ جماعت نمبر دو پر 14
بریمٹن ویسٹ وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں نمبر پانچ پر 14
بریمپٹن ویسٹ امارت وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر اطفال میں نمبر پانچ پر 14
بُصریٰ شام کا ایک قدیم اور مشہور شہر 436
بُطاح بنو اسد میں ایک چشمہ کا نام 251،202
بلقاء ملکِ شام میں واقع ایک شہر 436،128
بلیک ٹاؤن وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر نو پر 15
بنگال اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 574
بنگلور وقف جدید میں اس سال انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ نمبر چھ پر 15
بنگلور اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 574
بیت الاحسان ریجن وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
بیت الاحسان اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے پانچ ریجن میں نمبر پانچ پر 73
بیت الفتوح ریجن وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 13
بیت الفتوح اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے پانچ ریجن میں نمبر ایک پر 573
بیت الفتوح وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 13
بیت الفضل فیصل آباد وقف جدید میں اس سال غیر معمولی مساعی کے لحاظ نمبر چار پر 15
امارت بیت الفضل فیصل آباد جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر چھ پر 573
بنگلہ دیش کے ایک صاحب کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 570
بوسٹن جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ نمبر پانچ پر 14
بنو فزارہ نجد اور وادی القُریٰ میں آباد جگہ کا نام 66
بھارت وقف جدید میں اس سال پانچویں نمبر پر 13
مسجد بیت الرحمٰن 527
مسجد بیت الرحمٰن کا افتتاح 527
مسجد بیت الاکرام 517
مسجد بیت الاکرام کا افتتاح 517
بیلجیم کی جماعت وقف جدید میں اس سال دسویں نمبر پر 13
بیلز کے ایک بچے کی مالی قربانی کے بارے ذکر 05
بینن اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر دس پر 13
بینن اس سال تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر دس پر 572

پ،ت،ٹ،ث

پنجاب اس سال تحریک جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر سات پر 574
پاٹھاپریام وقف جدید میں اس سال انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ نمبر چار پر 15
پاکستان کے چندہ بالغان کے لحاظ سے تین بڑی جماعتیں 14
پتھ پریم اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے

انڈیا کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 574
پٹنی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر نو پر 573
پرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 15
پرتھ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر چھ پر 15
پرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر پانچ پر 15
پرتھ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر سات پر 574
پشاور شہر وقف جدید میں غیر معمولی مساعی کے لحاظ نمبر پانچ پر 15
پنّے برگ تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 573
پولینڈ سے ایک صاحب کا مالی قربانی کے بارے ذکر 09
پیرا ماٹا اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 574
پیس ویلج وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں امارت نمبر تین پر 14
پیس ویلج وقف جدید میں کینیڈا کے دفتر اطفال میں نمبر دو پر 14
پیس ویلج اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں نمبر دو پر 574
پینرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر سات پر 15
پینرتھ وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر سات پر 15
پینرتھ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر نو پر 15
پینرتھ اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 574
اس سال تحریکِ جدید میں تاتارستان جماعت میں کارکردگی کے لحاظ سے اضافہ ہوا 572
تامل ناڈو وقف جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر تین پر 15
تامل ناڈو اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر دو پر 574
تامل ناڈو تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ نمبر دو پر 574
تاؤنسن ریجن وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر تین پر 14
تبوک وادی القُریٰ اور شام کے درمیان ایک شہر کا نام 78
تلنگانہ وقف جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر چار پر 15
تلنگانہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 574
تنزانیہ کے نومبائعین کا مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 10-09
تنزانیہ وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر پانچ پر 13
تنزانیہ کی ایک مخلص خاتون کی تحریکِ جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 571
تنزانیہ تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 572
تِہامہ یمن کا ایک ضلع 345
تِہامہ میں زکوٰۃ لینے کیلئے آنحضور ﷺ کا طاہر بن ابو ہالہ کو عامل مقرر فرمانا 345
تیماء شام اور مدینہ کے درمیان ایک مشہور شہر 327
ٹاؤن شپ لاہور جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
امارت ٹاؤن شپ لاہور جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر ایک پر 573
ٹیکساس 517
ٹلفورڈ (سرے) 01، 16، 31، 46، 60، 72، 85، 98، 112، 126، 142، 158، 200، 210، 224، 239، 251، 262، 276، 289، 301، 313، 325، 339، 351، 362، 374، 386، 403، 411، 426، 440، 454، 468، 483، 495، 537، 550، 563، 576، 588، 601، 615، 629، 642، 655، 688
ٹورانٹو اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں نمبر پانچ پر 574
ٹورنٹو ویسٹ امارت وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر

اطفال میں نمبر چار پر 14
ٹوگو کے ایک احمدی کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 04-05

ج، چ، ح، خ

جارجیا جماعت اس سال تحریکِ جدید میں کارکردگی کے لحاظ سے اضافہ ہوا 572
جارجیا اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر گیارہ پر 573
جرمنی وقف جدید میں اس سال دوسرے نمبر پر 13
جرمنی کی ایک خاتون کا وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 7
جرمنی کے ایک طالبعلم کا وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 7
جرمنی، ویزبادن کی ایک خاتون کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 569
جرمنی تحریکِ جدید میں دنیا بھر کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 572
جُرف مکہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام کا نام 129
جُحفہ مکہ سے مدینہ کی جانب ایک جگہ کا نام 39
جعرانہ مقام پر سراقہ کا اسلام قبول کرنا 16
جعرانہ مکہ اور طائف کے راستہ پر ایک کنویں کا نام 16، 77
جموں کشمیر وقف جدید میں اس سال انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر دو پر 15
جموں کشمیر اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر چار پر 574
جمیکا کے ایک خادم یٰسین صاحب کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 05
جلنگھم برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر نو پر 13
جلنگھم اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 573
جُواثا / جُواثی وہ بستی جہاں رسول اللہؐ کی مسجد کے بعد پہلا جمعہ پڑھا گیا 334-335
چاڈا کے ایک نومبائع کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 05
چیم ساؤتھ برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر چار پر 13
حدیقہ احمد وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 14
حدیقہ احمد جماعت وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر اطفال میں نمبر ایک پر 14
حرّہ سیاہ پتھریلی زمین کا نام 21
حرّۂ واقم مدینہ سے مشرق کی جانب جگہ 21
حرّۃ الوبرہ مدینہ کے جنوب میں واقع جگہ 21
حِمص شام کا ایک قدیم شہر 436
حُصید کوفہ اور شام کے درمیان ایک بستی 396
حُصید کی طرف حضرت خالدؓ کا عبد بن فدکی کو روانہ کرنا 396
حضرموت یمن کا ایک علاقہ 202، 351
حضرت عکاشہؓ کا حضرموت کے دو علاقوں سکاسک اور سکون پر عامل مقرر ہونا 346
حضرموت کے باغیوں کے خلاف حضرت مہاجر بن ابو امیہؓ اور حضرت عکرمہؓ کی مہم 361
حفیر بصرہ سے مکہ کی طرف پہلی منزل 371
حُنین مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان ایک گھاٹی کا نام 74
حَوران دمشق کے قریب ایک وسیع علاقہ 397
حیدرآباد پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 14
وقف جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ حیدرآباد نمبر ایک پر 15
حیدرآباد تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر چھ پر 573
حیدرآباد ضلع پاکستان کے چندہ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
حیدر آباد اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر چار پر 574
ھُرمز پر فتح پانے کے بعد حضرت مُثنّٰی کو حضرت ابو بکرؓ کا حِیرہ

جانے کا حکم فرمانا 371
حِیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک شہر 371، 380
خُط بحرین میں قبیلہ عبد القیس کا محلہ 311
خفّان کوفہ کے قریب ایک جگہ 372
خنافس عراق کے انبار کے قریب ایک جگہ 396
خنافس کی طرف حضرت خالدؓ کا عروہ بن جعد کو روانہ کرنا 396
خورنق حیرہ کے قریب ایک قلعہ 387
خیبر ایک نخلستان 67
خیبر مدینہ کی شمال میں ایک جگہ 67

د، ڈ، ذ، ر، ز

دارالذکر لاہور جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
امارت دارالذکر لاہور جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر دو پر 573
دارُوم مصر جاتے ہوئے فلسطین میں غزّہ کے بعد ایک مقام کا نام 128
دارِین میں مرتدین کا جمع ہونا 340
دارِین خلیج فارس کا ایک جزیرہ 341
دَبا عُمان کا ایک قدیم اور مشہور شہر 202
حضرت ابو بکرؓ کا حضرت عیاض بن غنم کو دومۃُ الجندل جانے کا حکم فرمانا 371
دومۃُ الجندل دمشق سے پانچ اور مدینہ سے پندہ راتوں پر واقع ایک شہر 394
دہلی اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر نو پر 574
دہلی گیٹ لاہور وقف جدید میں اس سال غیر معمولی مساعی کے لحاظ نمبر چھ پر 15
دہلی گیٹ وقف جدید میں اس سال انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر آٹھ پر 15
امارت دہلی گیٹ لاہور جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر آٹھ پر 573
دَھنا بصرہ سے مکہ کے راستے میں ایک جگہ کا نام 336
ڈامشٹڈ تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر نو پر 573
ذفِران مقام پر آنحضورؐ کا قیام کرنا 34
ذفِران مدینہ کے نواح میں صفراء کے قریب ایک وادی کا نام 33
ذوالحُلیفہ مدینہ سے سات میل کے فاصلے پر ایک مقام 99
ذوالقصّہ مدینہ سے چالیس میل کے فاصلے پر ایک جگہ کا نام 142، 146
ذوالمرّہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ 431
ڈرگ روڈ کراچی وقف جدید میں اس سال غیر معمولی مساعی کے لحاظ سے نمبر ایک پر 15
ڈرہم وقف جدید میں اس سال کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر چار پر 14
ڈرہم جماعت وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر اطفال میں نمبر تین پر 14
ڈٹسن باخ جرمنی کی پانچ لوکل عمارتوں میں نمبر پانچ پر 13
ڈٹسن باخ اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر پانچ پر 573
ڈیرہ غازی خان پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر دس پر 14
ڈیٹرائٹ جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ نمبر تین پر 14
ڈیٹرائٹ اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر چار پر 573
ڈیفنس لاہور جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر دو پر 15
ذَروہ غطفان کے علاقے میں ایک جگہ کا نام 241
ذی خُشُب مدینہ سے شام کے راستے پر ایک وادی کا نام 130
راولپنڈی ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ نمبر تین پر 15
رائن لینڈ فالڈ ریجن وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے

جرمنی میں نمبر پانچ پر 14
ربذہ مدینہ کی وادیوں میں ایک وادی کا نام 142
ربوہ جماعت پاکستان کے چندہ بالغان کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
ربوہ پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر 15
ربوہ اس سال تحریکِ جدید میں عمومی وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر دو پر 573
رجائنا وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 14
رشی نگر وقف جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ نمبر نو پر 15
روہمپٹن وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 13
روڈ گاؤ وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر دو پر 13
روڈ گاؤ اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر دو پر 573
رویڈر مارک وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر ایک پر 13
رویڈر زہائم وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر چار پر 13
روئڈرمارک تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 573
ریڈ شٹڈ تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر چھ پر 573
زائن 508
زائن مسجد کا افتتاح 508
زائن جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر دس پر 14
زیمبیا کے ایک نومبائع کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 417

س

ساؤتھ چیم اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر دو پر 573
ساؤتھ ورجینیا اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر نو پر 573
ساؤتھ ویسٹ ہیسن ریجن وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر دو پر 14
ساباط مدائن میں ایک مشہور جگہ کا نام 390
سپین ویلی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر ایک پر 573
سرگودھا پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
سرگودھا ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چار پر 15
سرگودھا اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر آٹھ پر 573
سری لنکا کے صدر جماعت کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 421
حضرموت کے دو علاقوں سکاسک اور سکون پر حضرت عکاشہؓ کا عامل مقرر ہونا 346
سمن آباد لاہور جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر آٹھ پر 15
سمیراء مکہ کے راستے پر ایک مقام 142، 239
سُنح مدینہ کے مضافات میں ایک جگہ کا نام 26، 102، 474
سوانزی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 573
سویڈن جماعت میں کارکردگی کے لحاظ اس سال تحریکِ جدید میں اضافہ 572
سوئٹزرلینڈ وقف جدید میں فی کس کی ادائیگی کے لحاظ نمبر دو پر 13
سیالکوٹ ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
سیالکوٹ اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر ایک پر 573
سیلیکون ویلی جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ نمبر چار پر 14

سیلیکون ویلی جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں چھ نمبر پر 14
سیلیکون ویلی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 573
سیر اکوس جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ نمبر آٹھ پر 14
سیر الیون کے ایک شخص کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذلر 04
سیر الیون کے ایک نومبائع کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذلر 10
سیر الیون وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر چھ پر 13
سیر الیون اس سال تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر نو پر 572
سیئٹل جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر تین پر 14
سیئٹل اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر سات پر 573

ش

شکاگو اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 573

ص

امارت صدر کراچی جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر دس پر 573
صِرار مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ایک مقام 307

ط

طائف مکہ سے مشرق کی جانب ایک شہر 77

ظ

ظفر ایک علاقے کا نام 248

ع

عراق کی طرف حضرت مُثنّٰی بن حارثہؓ کی پیش قدمی 369
عزیز آباد کراچی جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
امارت عزیز آباد کراچی جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر سات پر 573
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
علامہ اقبال ٹاؤن لاہور جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر پانچ پر 573
عُمان بحرین کے قریب یمن کا ایک شہر 313
عُمان کا حاکم جَیفر 314
عمر کوٹ پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر سات پر 14
عمر کوٹ ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر نو پر 15
عمر کوٹ اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر پانچ پر 573
عین التمر انبار میں کے قریب کوفہ کے مغرب میں واقع ایک شہر 390

ف

مسجد فتح عظیم 508
فجی برگ جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ سے دس نمبر پر 14
فجی برگ جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر آٹھ پر 14
فراض بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک جگہ کا نام 398
فرانس جماعت میں کارکردگی کے لحاظ اس سال تحریکِ جدید میں اضافہ 572
فلورس ہائم وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر

آٹھ پر 14
فلورس ہائم تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر چھ پر573
فرانکن تھال وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر نو پر 14
فریڈبرگ وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر چھ پر 14
فریڈبرگ تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر دس پر573
فرینکفرٹ جرمنی کی پانچ لوکل عمارتوں میں نمبر دو پر 13
فرینکفرٹ اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر دو پر 573
مسجد فضل اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے پانچ ریجن میں نمبر تین پر 573
مسجد فضل اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر سات پر 573
مسجد فضل ریجن وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
فارنہم برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر دو پر 13
فارنہم وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر تین پر 13
فارنہم اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 573
فلپائن جماعت میں کارکردگی کے لحاظ سے اس سال تحریکِ جدید میں اضافہ 572
فلورزہائم اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر آٹھ پر 573
فیصل آباد پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
فیصل آباد ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 15
فینکس جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ نمبر سات پر 14
فینکس جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر سات پر 14

ق

قادیان وقف جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ نمبر دو پر 15
قادیان اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر تین پر 574
قُبا مقام پر آنحضرت ﷺ کا سفر ہجرت کے دوران پہنچنا 20
قُبا ایک کنویں کا نام 20
قُبا میں آنحضرت ﷺ کا قیام 22
آنحضرت ﷺ کا قُبا مسجد کی بنیاد رکھنا 23
قُدید مکہ کے قرب ایک قصبہ کا نام ہے 19
قزاخستان جماعت میں کارکردگی کے لحاظ سے اس سال تحریکِ جدید میں اضافہ 572
قَیلہ مدینہ والوں کی ایک وادی 22

ک

کاسل ہل وقف جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر دو پر 15
کاسل ہل وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر دو پر 15
کاسل ہل وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر چھ پر 15
کاسل ہل اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر ایک پر 574
کاظمہ بصرہ سے بحرین جاتے ہوئے بحر سیف البحر پر ایک بستی کا نام 374
کالی کٹ وقف جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ نمبر آٹھ پر 15
کالی کٹ اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر سات پر 574
آنحضور ﷺ کا وادیٔ کتیبہ کو اپنے عزیزوں اور مسلمان مردوں، عورتوں میں تقسیم کرنا 68
کَدَاء عرفات کا دوسرا نام 73

کراچی جماعت پاکستان کے چندہ بالغان کے لحاظ سے نمبر تین پر 14
کرناٹک اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ نمبر تین پر 574
کلفٹن کراچی جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چار پر 15
کراچی پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دو پر 15
کراچی اس سال تحریکِ جدید میں عمومی وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر تین پر 573
کرناٹکا وقف جدید میں انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر پانچ پر 15
کرولائی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 574
امارت کریم نگر فیصل آباد جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر نو پر 573
کَسکر کُوفہ اور بصرہ کے درمیان ایک قصبہ 380
وقف جدید میں اس سال انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ کلکتہ نمبر سات پر 15
کلکتہ اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر دس پر 574
کِندہ یمن کا ایک قبیلہ 351
کندہ کے باغیوں کے خلاف مہم حضرت مھاجر بن ابو امیہؓ اور حضرت عکرمہؓ کی 362
کوبلنز وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر دس پر 14
کوٹلی آزاد کشمیر وقف جدید میں اس سال غیر معمولی مساعی کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
کولون تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 573
کونگو کنشاسا کی مسجد کی تعمیر کے وقت ایک عیسائی پروفیسر کا مالی مدد کرنا 11
کونگو کنشاسا کے نمائندے کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تاثرات 414،413
کوئٹہ تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر نو پر 573
کوئمبٹور اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 574
کوئمباٹور وقف جدید میں انڈیا کی جماعتوں کے لحاظ نمبر پانچ پر 15
کیتھلی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر دو پر 573
کیرالہ اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر ایک پر 574
کیرنگ اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر گیارہ پر 574
کیرولائی وقف جدید میں اس سال انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر تین پر 15
کیریباتی جماعت اس سال تحریکِ جدید میں میں کارکردگی کے لحاظ سے اضافہ ہوا 572
کینیڈا وقف جدید میں اس سال تیسرے نمبر پر 13
کینیڈا کی امارتوں میں کیلگری وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 14
کینیڈا کی امارتوں میں کیلگری اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر تین پر 574
کیلگری امارت وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر اطفال میں نمبر تین پر 14
کینبرا وقف جدید میں آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر دس پر 15
امیر جماعت کینیڈا مکرم لال خان صاحب 297
کینیڈا کی ایک لجنہ کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 570

گ

گجرات پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر تین پر 14

گجرات ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
گجرات اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر چار پر 573
گروس گیراؤ جرمنی کی پانچ لوکل عمارتوں میں نمبر تین پر 13
گروس گیراؤ اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر تین پر 573
گلفرڈ برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر نو پر 13
گلفرڈ وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
گلشن آباد کراچی جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر سات پر 15
گنی بساؤ کے ایک عیسائی کا قبولِ احمدیت کے بارے واقعہ 280
گنی بساؤ کے ایک نومبائع عثمان صاحب کے قبولِ احمدیت کے بارے ذکر 283-284
گنی بساؤ کے مبلغ انچارج کا لوگوں کے قبولِ احمدیت کے بارے ذکر 284
گنی بساؤ کی ایک نومبائعہ کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 415
گنی کناکری کے ایک احمدی موسیٰ کا وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 05-06
گنی کناکری کے ایک احمدی الحسن صاحب کا وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 06
گنی کناکری کی ایک غریب خاتون کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 570
گوجرانوالہ پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 14
وقف جدید میں اس سال غیر معمولی مساعی کے لحاظ گوجرانوالہ شہر نمبر تین پر 15
گوجرانوالہ اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر تین پر 573
گیمبیا کے ایک احمدی سمبوبا کی وقف جدید میں مالی قربانی کے بارے ذکر 06-07
گیمبیا اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر آٹھ پر 13
گیمبیا اس سال تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر چھ پر 572
گیمبیا کی ایک خاتون کے قبولِ احمدیت کے بارے واقعہ 281
گھانا کی جماعت وقف جدید میں اس سال نویں نمبر پر 13
گھانا اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر ایک پر 13
گھانا اس سال تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 572
گوئٹے مالا کی ایک خاتون کے قبولِ احمدیت کے بارے واقعہ 282
فرنچ گیانا کے ایک غیر از جماعت دوست کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 412
فرنچ گیانا کی ایک افغان خاتون کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تأثرات 412

ل

لاس اینجلس جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ نمبر دو پر 14
امریکہ کی جماعتوں میں لاس اینجلس اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر دو پر 573
وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر دو پر 14
لاس ویگس جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ سے نمبر نو پر 14
لاس ویگس جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر نو پر 14
لاہور جماعت پاکستان کے چندہ بالغان کے لحاظ سے نمبر ایک پر 14
لاہور پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر

ایک پر 15
لاہور اس سال تحریکِ جدید میں عمومی وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر ایک پر 573
لائبیریا وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر سات پر 13
لائبیریا تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر سات پر 572
لندن جماعت وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر اطفال میں نمبر چار پر 14
لودھراں اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر دس پر 573
لوگن ایسٹ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر نو پر 15
لوگن ایسٹ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر چار پر 15
لیاس بنو تمیم کے علاقہ میں ایک گاؤں کا نام 331

م

ماڈل ٹاؤن لاہور جماعت پاکستان کے چندہ بالغان میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر چھ پر 15
ماڈل ٹاؤن شپ لاہور جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر تین پر 573
مارسڈن پارک وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر تین پر 15
وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے بالغان میں مارسڈن پارک نمبر تین پر 15
مارسڈن پارک اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر چار پر 574
ماریشس اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر دو پر 13
ماریشس کی ایک خاتون کا تحریکِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 569
ماریشس اس سال تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر دو پر 572
مالی کے ایک نومبائع کا تحریک جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 08
مالی کے ایک دوست محمد کونے کے قبولِ احمدیت کے بارے ذکر 283
مالی کے مبلغ انچارج کا لوگوں کے قبولِ احمدیت کے بارے ذکر 285-284
میں ماؤنٹ ڈروئٹ وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال نمبر آٹھ پر 15
مچم پارک وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر سات پر 13
مدینہ میں آنحضورؐ کے قیام کا مقصد مسجد نبویؐ کی تعمیر تھا 31
مڈل ایسٹ کی ایک جماعت وقف جدید میں آٹھویں نمبر پر 13
مڈل ایسٹ جماعت اس سال تحریکِ جدید میں میں کارکردگی کے لحاظ سے اضافہ ہوا 572
مڈلینڈ ریجن وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے نمبر پانچ پر 13
مڈلینڈز اس سال تحریک جدید میں برطانیہ کے پانچ ریجن میں نمبر چار پر 573
مذَارمَیسان کا ایک قصبہ 378
مراؤ کی ایک خاتون کا جلسہ سالانہ برطانیہ کے بارے تاثرات 412
مسجد مبارک 01،16،31،46،60،72،85،98، 112، 126،142،158،200،210،224،239،251، 262، 276،289،301،313،339،351،362،374، 386،403،411،426،440،454،468،483،495، 537،550،563،576،588،601،615،629،642، 655،688
مغل پورہ لاہور جماعت اس سال تحریک جدید میں وصولی کے لحاظ سے پاکستان میں نمبر چار پر 573
مکہ میں آنحضرت ﷺ کا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمانا 32

مُصیّخ حوران اور قلت کے درمیان ایک جگہ 397
ملائیشیا جماعت اس سال تحریکِ جدید میں کارکردگی کے لحاظ سے اضافہ ہوا 572
ملَل مکہ کے راستے ایک مقام کانام 46
ملتان پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے نمبر چھ پر 14
ملٹن ایسٹ وقف جدید میں اس سال کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 14
ملٹن ویسٹ وقف جدید میں اس سال کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر دو پر 14
ملبرن بیرک وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر تین پر 15
من ہائم اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر دس پر 573
وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے بالغان میں میلبرن بیروک نمبر پانچ پر 15
میلبرن بیروک اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر تین پر 574
ملبرن لانگ وارن وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر ایک پر 15
ملبرن لانگ وارن وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے بالغان میں نمبر ایک پر 15
ملبرن لانگ وارن وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کے دفتر اطفال میں نمبر ایک پر 15
میلبرن لانگ وارِن اس سال تحریک جدید میں آسٹریلیا کی جماعتوں کے لحاظ سے نمبر دو پر 574
مورفلڈن اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں نمبر سات پر 573
مُؤتہ اردن کے مشرق میں واقع ایک شہر 127
ملیاپلیام وقف جدید میں اس سال انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر دس پر 15
مہدی آباد وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر پانچ پر 13
مہدی آباد اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر تین پر 573
مہرہ عرب کے جنوب میں مشرقی ساحل پر ایک علاقہ 267
پاکستان کے چندہ بالغان میں اضلاع کے لحاظ سے میرپور خاص نمبر نو پر 14
میرپور خاص پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے ضلع نمبر آٹھ پر 15
میرپور خاص اس سال تحریکِ جدید میں ضلعی لحاظ سے پاکستان میں نمبر سات پر 573
میری لینڈ جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کی وصولی کے لحاظ نمبر ایک پر 14
میری لینڈ جماعت وقف جدید میں اس سال امریکہ کے دفتر اطفال میں نمبر ایک پر 14
اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں میری لینڈ نمبر ایک پر 573
میلبورن بیرک وقف جدید میں اس سال آسٹریلیا کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 15
میلا پالم اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی جماعتوں میں نمبر نو پر 574
مہاراشٹر ا اس سال تحریک جدید میں انڈیا میں صوبہ جات کے لحاظ سے نمبر دس پر 574
مَہرہ یمن کے ایک علاقے کانام 202
مَہرہ یمن کے ایک قبیلے کانام 314

ن

نارتھ جرسی اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر بارہ پر 574
نارتھ ورجینیا اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر تین پر 573
نارتھ ویلز اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے

برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر تین پر 573
نارتھ ہیمپٹن اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی چھوٹی جماعتوں میں نمبر چار پر 573
نارووال ضلع پاکستان کے چندہ بالغان میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر دس پر 15
نارووے کی ایک خاتون بریفان صاحبہ کا خلافت سے محبت اور اپنے ایمان کے بارے ذکر 286
نارووے جماعت کا اس سال تحریکِ جدید میں کارکردگی کے لحاظ سے اضافہ 572
نائیجیریا اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر تین پر 13
نائیجیریا تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر تین پر 572
نِباج میں حضرت خالد بن ولیدؓ کا پڑاؤ 372
نِباج بصرہ اور یمامہ کے درمیان ایک مقام 372
نجد نیم صحرائی لیکن شاداب خطہ 68
نجران کی طرف حضرت مھاجر بن ابوامیہؓ کی روانگی 359
نَقْع طائف کے اطراف میں مکہ کے قریب ایک جگہ کا نام 245
نور پور لاہور وقف جدید میں اس سال غیر معمولی مساعی کے لحاظ نمبر دو پر 15
نوئس وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر تین پر 13
نوئس اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر سات پر 73
نیداو وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں نمبر گیارہ پر 14
نیڈا تحریکِ جدید میں جرمنی کی جماعتوں میں نمبر چار پر 573
نیوزی لینڈ جماعت میں کارکردگی کے لحاظ سے اس سال تحریکِ جدید میں اضافہ 572

ہ

ہالینڈ جماعت میں کارکردگی کے لحاظ سے اس سال تحریکِ جدید میں اضافہ 572
وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں ہملٹن ماؤنٹین نمبر نو پر 14
وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے جرمنی میں ہناؤ نمبر سات پر 14
وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے جرمنی میں ہیسن نٹے ریجن نمبر چار پر 14
ہیمبرگ جرمنی کی پانچ لوکل عمارتوں میں نمبر ایک پر 13
تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں ہیمبرگ نمبر ایک پر 573
وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے جرمنی میں ہیمبرگ ریجن نمبر ایک پر 14

و

وادیٔ رانوناء میں آنحضرت ﷺ کا جمعہ ادا کرنا 24
وادیٔ رانوناء مدینہ کے جنوب میں ایک وادی کا نام 24
وادیٔ عُسفان سے آپؐ کا حجۃ الوداع کے سفر میں گزرنا 99
وان وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں نمبر ایک پر 14
وان امارت وقف جدید میں اس سال کینیڈا کے دفتر اطفال میں نمبر ایک پر 14
وان اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں نمبر ایک پر 574
ونی پیگ وقف جدید میں کینیڈا کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 14
ووسٹر پارک برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر تین پر 13
ووسٹر پارک اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر چار پر 573
وال سال برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر سات پر 13
والسال اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر پانچ پر 573
وال سال وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر نو پر 13
وینکوور وقف جدید میں وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں نمبر چار پر 14
وینکوور اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے کینیڈا کی امارتوں میں نمبر چار پر 574
ویزبادن جرمنی کی پانچ لوکل عمارتوں میں نمبر چار پر 13
ویزبادن اس سال تحریکِ جدید میں جرمنی کی لوکل عمارتوں میں

نمبر چار پر 573
ویسٹ بنگال وقف جدید میں اس سال انڈیا کے صوبہ جات کے لحاظ نمبر سات پر 15

ی

یارک اس سال تحریک جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی جماعتوں میں نمبر تیرہ پر 574
یمامہ یمن کا ایک شہر 262
یمن میں زکوٰۃ لینے کیلئے آنحضور ﷺ کا عامل مقرر فرمانا 345
یو ایس اے 517،508
یو کے 01،16،31،46،60،72،85،98،112، 126، 142،158،200،210،224،239،251،262، 276،289،301،313،325،339،351،362،374، 386،403،411،426،440،454،468،483،495، 537،550،663،576،588،601،615،629،642، 655،688
یو کے جماعت کے صدر صاحب کی وقفِ جدید میں مالی قربانی کرنے کے بارے ذکر 7،8
یول برطانیہ کی جماعتوں میں نمبر دس پر 13
یول وقف جدید میں دفتر اطفال کے لحاظ سے نمبر چھ پر 13
یوگنڈا اس سال وقف جدید میں مجموعی وصولی کے لحاظ نمبر نو پر 13
یوگنڈا اس سال تحریکِ جدید میں گھانا کی جماعتوں میں نمبر آٹھ پر 572

D

Dallas 517

کتابیات

ا

الأنساب للصحاری جزء1 352

الأعلام للزرکلی جلد4 331

سنن ابن ماجہ 49، 581، 588، 613

حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ از محمد حسین ہیکل
106، 107، 118، 127، 128، 138، 248، 267، 291،
312، 318، 319، 342، 353، 360، 361، 371، 372،
380، 385، 387، 389، 394، 395، 396، 398، 400،
431، 440، 442، 448، 470، 471، 478، 484

سیدنا ابو بکر الصدیق از ڈاکٹر علی محمد صلابی
138، 358، 359، 365، 376، 436، 448، 452، 477، 480

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ از ڈاکٹر طٰہٰ حسین 384

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے فیصلے 147، 601

حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ 384

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے 100 قصے 503

حضرت ابو بکرؓ کی زندگی کے سنہرے واقعات 482

حضرت ابو بکرؓ کے سرکاری خطوط 204، 268، 322، 324،
328، 330، 332، 333، 340، 345، 351، 358،
387، 394

سیّدنا ابو بکر صدیقؓ شخصیت اور کارنامے 47، 106، 138، 143،
146، 203، 204، 205، 209، 240، 243، 247،
255، 258، 260، 261، 267، 270، 290، 305، 315،
319، 321، 323، 342، 346، 362، 389، 390، 395،
396، 400، 430، 432، 436، 441، 442، 443،
473، 601، 606

سنن ابو داؤد 66، 98، 481، 493، 586، 593، 604

اٹلس سیرت نبویؐ 24، 48، 67، 71، 74

323، 313، 316، 330، 332، 371

احسان (اخبار) 159

اردو دائرہ معارف اسلامیہ 127، 253، 268، 379

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جزء7 33

الازہار (لذوات الخمار) 83

الاستقصا لاخبار دول المغرب الاقصی جزء1 246

الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب 100، 291، 321،
328، 435، 436، 679

اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابہ 32، 36، 80، 137، 240، 315،
323، 325، 327، 328، 331، 332، 345، 351، 356، 371،
432، 436، 473، 554

اسلامی جنگیں 456

الاصابۃ فی تمییز الصحابہ 41، 241، 248، 251،
351، 358، 436، 473، 584

اصحاب احمد جلد10 273

الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء 270
290، 295، 305، 306، 307، 312، 427، 428، 430،
433، 435، 436، 446، 447

انوار العلوم 18، 23، 26، 37، 38، 45، 52، 55،
65، 71، 88، 89، 97، 101، 104، 105، 106، 114،
131، 148، 149، 150، 151، 160، 162، 170، 171،
215، 219، 309، 327، 335، 368، 469، 474، 486،
487، 578، 584، 612، 613، 616، 619، 621

ب، پ، ت

البدایۃ والنہایۃ 50، 82، 115، 130، 134، 136،
138، 144، 181، 202، 239، 254، 258، 268، 271،
289، 291، 292، 308، 331، 333، 371، 440، 473

صحیح بخاری 14، 16، 20، 22، 23، 25، 33، 35،

39،44،45،55،64،76،94،100،101،102،103،
107،138،139،177،178،188،191،210،229،
264،265،292،293،336،353،355،405،406،
475،485،493،494،496،498،501،502،515،
550،551،553،583،583،584،586،587،588،
589،603،613،615،617،670،674
صحیح بخاری کتاب الزکوۃ مترجم جلد3 140
بخاری بشرح الکرمانی جزء 14
پچاس صحابہ 359
پیغمبر اسلام ﷺ اور غزوات و سرایا 248
تاریخ ابن خلدون جلد2
173،181،182،266،323،367،631
تاریخ ادب 355
تاریخ الخلفاء الراشدین 113،475،476،490،602
تاریخ الخمیس جلد3
181،267،443،444،447،450،451،452،453
تاریخ طبری جلد2 41،69،107،108،113،118،
128،130،132،133،134،143,138،144،145،
146،181،203،205،208،239،243،245،246،
247،248،249،254، 255،256،258،265،
268،269،270،290،310،315،316،317،
318،322،323،325، 327,336،328،329،330،
333،338،340،341،342،345،346،351،352،
356،360،361،365،366،372،373،374،375،
376،377،378،379،380،381،382،383،387،
388،385،389،392،394،395،396، 397،398،400
،429، 431،432،433،436،440،450،452،447،
448،454،463،464،470،476،478،481
تاریخ الطبری جزء3 67،114،115،393
تاریخ دمشق الکبیر 32،427،437
تاریخ شدھی ملکانہ، انوار العلوم جلد7 168
سنن الترمذی 23،79،225،508،519،525،550
551،552،554،585،595،615
تحفہ اثنا عشریہ مترجم 257،259
تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد3 193،196
تفسیر کبیر 35،38،77،117،119،147،
153،165،169،180،321،344،491،498،501،
502،558،607،608،621

ج،چ،ح،خ

الجامع لاحکام القرآن 262
الجامع لشعب الایمان جزء3 520
جستجوئے مدینہ 32
جمہرۃ انساب العرب 365
حضرت خالد بن ولیدؓ 384
حقائق الفرقان جلد اول 117،565
حقیقۃ المہدی 172
حمامۃ البشریٰ 488
خطباتِ طاہر، تقاریر جلسہ سالانہ 680
خطباتِ محمود 91،92،95،160،161،164،
165،166،167،169،171،424،492،496،497،
499،500،555،592،593،606،607،608،611،
612،613،614،620،624
خطابات ناصرؒ جلد دوم 299
خطبہ جمعہ فرمودہ 14/ دسمبر 2018ء 50
خلفائے راشدین 183
خلافتِ راشدہ 285
الخلیفۃ الاول ابو بکر الصدیق شخصیتہ وعصرہ 56،448،452

د،ذ،ر،ز

دعوت الامیر 172
دلائل النبوۃ للبیہقی جلد5 72
دیوانِ ذوق 160
دیوانِ ظفر 160

کتاب الردۃ للواقدی 336
الرحیق المختوم 77
روحانی خزائن 23،119،123،127،180،192،
218،278،279،287،404،408،505،510،511،
528،536،580،617،628
رسالہ تشحیذ الاذھان 91
الروض الانف 19،23، 80،595،670
شرح الزرقانی 24،25،39،41،43،
63،73،74،78،130،132،332،485
زمیندار 159

س، ش

سبل الہدیٰ والرشاد 19،20،21،34،43،
48،49،56،62،66،67،73،74،77،80،82،98،99،
100،263،265،299،670،671،674
سبیل الرشاد جلد دوم 299
سر الخلافۃ اردو ترجمہ 131،173،201،207،310
626,595،627،628،630،631،633،637،639،
640،641
سیدنا صدیق اکبر از ابو النصر 352،355،396،476،477،
481،577،606
سیدنا صدیق اکبرؓ کے شب و روز 503
سیدنا عمر بن خطابؓ 463،464
سیر الصحابہ 331،332،393،470،488،491
سیر الصحابیات 305
السیرۃ الحلبیۃ 22،24،25،32،34،
48،70،74،75،78،81،98،99،100،109،113،
132،133،576،595،601
السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 24،26،34،66،68، 69,74,75
77،78، 80،82،143،263،292،293،596
السیرۃ النبویۃ لابن کثیر 116
سیرۃ امیر المؤمنین علی بن ابی طالب شخصیتہ وعصرہ از صلابی 116
سیرۃ خلیفۃ الرسول ﷺ سیدنا حضرۃ ابو بکر صدیق 587
سیرۃ خلیفۃ الرسولؐ سیدنا ابو بکر صدیقؓ 268
سیرت حضرت عمرو بن العاصؓ 313،324
سیرت خاتم النبیینؐ 17،20،21،26،31،33،34،37
39،41،42،45،50،62،64،65،66،496،497
583،671 ، 673، 678
سیرت خلفائے راشدین 471
سیرۃ خلیفۃ الرسولؐ سیدنا ابو بکر الصدیقؓ از طالب الہاشمی
269،587
سیرت سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ 134،352،355
سیرت سیدنا صدیق ابو بکرؓ 251،249،374
383،402،471،473،577،606

ص، ض، ط

الصدیقؓ 292،374،377،477،489
صدیق اکبر از الحاج حکیم غلام نبی 57،67،107،369
ضرورۃ الامام 172
ضمیمہ تاریخ احمدیت جلد ہشتم 110
ضیاء النبی ﷺ از پیر محمد اکرم شاہ الازہری جلد4 241، 248
الطبقات الکبریٰ 32، 49،50،56،66،71،78،
107،130،327،134،331،345،356،359،365،
470،471،474،475،476،477،489،490،502،
582،602،605،613،670،669

ع۔ف

عبد اللہ بن سبا اور دوسرے تاریخی افسانے جلد2-3 243
عشرہ مبشرہ 450،452،475،477،483
عمدۃ القاری 63،80،182،308،498،595
سیدنا عمر بن خطابؓ 454
الفاروق از شبلی نعمانی 464
فاتح اعظم حضرت عمرو بن العاصؓ 324
فتح الباری 28،265،488،489

فتوح البلدان 266،263،308،311،313،330،
341،393،448،452،453،480
فتوح الشام از واقدی جلد1 456
فتوحات شام 452،458،462
فرہنگ سیرت 16،19،21،22،66،67،68 ، 74، 75،
77،82،99، 128،130،143،146،243،251،268،
262،307، 313،315،322، 323، 327، 328، 332،
338،351،371،373،397،429،431، 436، 454،
475،553
الفضل انٹرنیشنل 30،45،59،71،84،97،111،125،
141،157،172،186،199،209،223،238،250،
261،275،288،300،312،324،338،350،361،
373،385،402،410،425،439،453،467،482،
494،507،516،526،536،549،562،575،587،
600،614،628،641،654،667،681
فیروز اللغات اردو 271

ق۔ک،گ

قاموس الکتاب 120
قتل مرتد اور اسلام 178,177
قرآن کریم اردو ترجمہ از حضرت مرزا طاہر احمدؒ 175
قرآن کیسے جمع ہوا؟ 484
الکامل فی التاریخ جلد2 113، 130، 132، 133، 134،
243، 245، 249، 268،269، 270،290،306، 328،
340، 346، 352، 355،356، 358، 372، 373، 374،
378،381،390،393،397، 429، 431 ، 434، 442
448،453،469،475،476،479
سنن الکبریٰ للنسائی کتاب وفات النبی ﷺ 113
کتاب الخراج لابی یوسف 483
کتاب الردۃ للواقدی 334،340
کتاب المغازی للواقدی جلد2 60،61،68
کمانڈر صحابہ 477
کنز العمال 61،118،295،490،
550،551،554،601

ل،م

لسان العرب 345
لغات الحدیث 43،68،78،376
مثنوی مولوی معنوی دفتر پنجم 406
مدارج النبوۃ مترجم جلد2 352،356
مجموعہ اشتہارات جلد1 410،547
مرآۃ الزمان فی تواریخ الاعیان، جزء4 393
مردانِ عرب حصہ اول 427،450،456،458،
459،462،463
مستدرک علی الصحیحین 325،471،468،478،679
صحیح مسلم 36،66، 75،77،187،191،225،295،
408،409،487،489،517،554،588،616،674
مسیح ہندوستان میں 172
المسیرۃ الاسلامیہ 145
المسیرۃ الاسلامیہ لجیل الخلافۃ الراشدۃ جلد اول 135
المصابیح 83
مصنف ابن ابی شیبہ 485،582
مشکوٰۃ المصابیح جلد2 140
المفصل فی تاریخ العرب قبل الاسلام 263،315
مقالات سیرت 26،613
مکتوبات احمد جلد دوم 637
ملفوظات 3،79،116،124،158،172،188،
189،193،194،195،196،197،198،211،213،
214،216،217،220،222،223،226،228،287،
229،230،231،232،233،234،235،236،309،
406،407،492،493،510،514،516،518،520،
521،522،524،526،528،529،530،531،532،
533،534،535،536،537،563،579،580،605،
614،624،625،635،638،643،644،645،646،

647،649،650،651،652،653،654،656،657،
658،660،661،662،663،664
المنجد 50،144،243،670
منصب خلافت 172
المواہب اللدنیہ جلد1 31،67،103
مؤطا کتاب الجنائز 582
مسند احمد بن حنبل 62،109،277،365،
408،471،492،491،528،587
محمد رسول اللہ والذین معہ لعبد الحمید جودۃ السحار جلد3 16، 20
معجم البلدان لشھاب الدین یاقوت الحموی جلد4 21
معجم البلدان 21،34،78،82،99،128،130،
143،144،146،203،239،240،243،245،249،
251،262،291،311،315،318،346،348،351،
361،365،371،372،373،374،376،378،381،
385،387،390،397،398،400
معجم الوسیط 203

ن،و

سنن النسائی 2،99
نظام خلافت اور اطاعت 285
نیل الاوطار لعلامۃ محمد الشوکانی۔ کتاب الزکاۃ 182
وفیات الاعیان جزء5 258

ی

یَشوع 121
The Caliphate its rise, decline and fall by Sir William Muir. The religious tract society 1892 619
The Encyclopaedia of Islam vol. 10 136
A History of Medieval Islam by J.J. Saunders. London 2002 618
Islam and the Psychology of the Muslim by André Servier 617
The Preaching of Islam By T.W. Arnold 35
The Preaching of Islam by T.W. Arnold .Archibald constable & co 1896 619
A Short History Of the World by H.G. Wells 618
The Sunday Herald Boston 511
SUNDAY HERALD-BOSTON JUNE 23, 1907-MAGAZINE SECTION 513
World Crisis and the Pathway to Peace 285